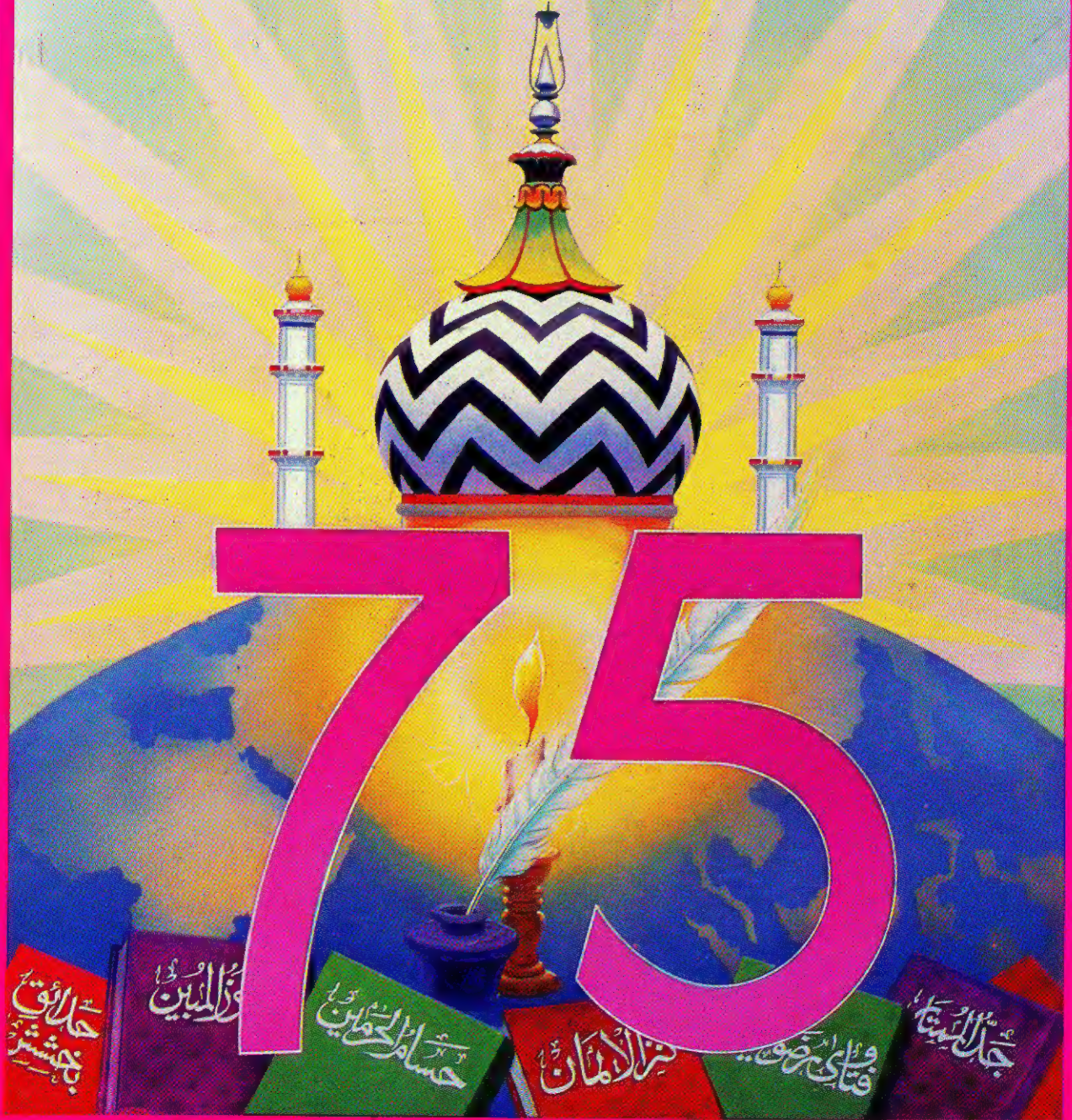


العظايا برفل وكي اللصة



اعلى حضرت امام احمد رضا كا ٥٠٠ واسالانه عرس ٢٥ صفر ١٤٢٥ هـ - رضا كيدى مبي

۷۸۶/۹۲

العظایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ

جلد سوم

مصنف کا
مجددین و ملت

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بفیض

تاجدار اہل سنت شہزادہ اعلیٰ حضرت

مفتی اعظم علامہ الحاج الشاہ محمد مصطفیٰ رضا خان قادیانی نورانی رضی اللہ عنہ

ناشر

رضا اکیڈمی دہلی بمبئی



۱۳۰، علی عمر اسٹریٹ، بمبئی ۳

نام کتاب _____ العطايا النبوية في الفتاوى الرضوية جلد سوم

تصنيف لطيف _____ سيدنا اعلیٰ حضرت مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ

سن طباعت _____ ۲۵ صفر المظفر ۱۴۱۵ھ / اگست ۱۹۹۴ء

ناشر _____ رضا اکیڈمی ممبئی ۳

مطبوعہ _____ رضا آفیسٹ ممبئی ۳

سول ایجنٹ

نیو سلور بک ایجنسی

۳۱ محمد علی بلڈنگ، بھٹ ڈی بازار، ممبئی ۳

ٹیلیفون: ۲۷۱ ۵۸ ۶۸ / ۳۷۱ ۸۹ ۷۰

Rs.

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۶	غیر مکہ معظمہ میں اتنا انحراف کہ جہت سے باہر نہ ہو مضر نہیں۔	ق	عرض حال
۱۷	سمت قبلہ میں علم ہیئت و اصطلاح وغیرہ آلات و قیاسات کا اعتبار نہیں۔	۷	مصنف علیہ الرحمہ نے تیرہ سال کی عمر سے فوری ذہنی شریعت کی۔
۱۸	علی گڑھ کا خط قبلہ نقطہ مغرب سے ۱۰ درجے جانب جنوب جھکا ہوا ہے۔	۸	مصنف کی تصنیفات چھ سو سے زائد ہیں۔
۱۹	صحابہ کرام نے بلاد متقاربہ بلکہ ملک بھر کیلئے ایک ہی قبلہ قرار دیا۔	۹	طباعت کا کام کیسے شروع ہوا۔
۲۰	فرمان فاروقی میں عراق کا قبلہ ما بین المشرق والمغرب قرار پایا۔	۱۰	نئی دارالاشاعت کا قیام۔
۲۱	بخارا و سمرقند نصف تربہ شمس کا قبلہ راس العقب کا مسقط ہے۔	۱۱	مسودہ کس حال میں تھا اور کتنی پریشانیوں اٹھانی پڑیں۔
۲۲	بیت المقدس حلب دمشق و مکہ تا بلخ اور تمام ملک شام کا قبلہ قطب تبارک کو پس پشت لینا ہے۔	۱۲	کافی اہتمام اور احتیاط سے جلد سوم کی تصحیح کی گئی۔
۲۳	کوفہ بغداد ہمدان و فرنین طبرستان جرجان میں ہر شام تک قطب کو دہنے کان کے پیچھے، ملک عراق میں سیدھے شانے، ملک مصر میں بائیں، ملک یمن موخہ کے سامنے بائیں کو ہٹا ہوا قبلہ ہے۔	۱۳	سرمایہ کیسے فراہم ہوا۔
۲۴	خراسان، ہندوستان وغیرہ بلاد شرقیہ کا قبلہ بین المغربین ہے۔	۱۴	جو رسائل نہ مل سکے ان کی تعداد اور نام۔
۲۵	قبلہ کے بارے میں مشائخ کرام کے چھ اقوال۔	۱۵	کرم خوردہ مقامات جہاں انداز سے عبارتیں لکھی گئی ہیں۔
۲۶	ہندوستان میں قطب تبارک دہنے شانے پر کیوں لیا جاتا ہے۔	۱۶	بیاض کے صفحات۔
۲۷	ہندوستان کا عرض شمالی ۸ درجے سے ۳۵ درجے اور طول مشرقی ۶۶ سے ۹۲ تک ہے۔	۱۷	انعام جواب۔
۲۸	افادہ اولیٰ - جمع قبلہ کی حد کیا ہے اس کے بارے میں مختلف اقوال اور مصنف کی تحقیق۔	۱۸	کابیوں سے نقل کئے ہوئے رسائل کی تفصیل۔
۲۹	افادہ ثانیہ - علی گڑھ میں انقلابین کی سمت المغرب کتنی ہے۔	۱۹	
۳۰	افادہ ثالثہ - علی گڑھ کی عید گاہ نقطہ مغرب سے کس قدر منحرف ہے۔	۲۰	
۳۱	افادہ رابعہ - علی گڑھ کا قبلہ تقریباً۔	۲۱	
۳۲	افادہ خامسہ - علی گڑھ کا قبلہ تحقیقی۔	۲۲	
۳۳		۲۳	
۳۴		۲۴	
۳۵		۲۵	
۳۶		۲۶	
۳۷		۲۷	
۳۸		۲۸	
۳۹		۲۹	
۴۰		۳۰	
۴۱		۳۱	
۴۲		۳۲	
۴۳		۳۳	
۴۴		۳۴	
۴۵		۳۵	
۴۶		۳۶	
۴۷		۳۷	
۴۸		۳۸	
۴۹		۳۹	
۵۰		۴۰	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۵	مجموعی کے سبب جو نمازیں بیٹھ کر پڑھی گئی ہوں انکا اعادہ نہیں۔	۴۵	رد شہادین کی تکرار کرے
	باب صفۃ الصلوۃ		بیٹھ کر نماز پڑھنے میں جہدے کرتے ہیں پاؤں سے سرین کو جدا کرنا چاہئے
	از منہ ۳۱		پاؤں سے سرین کو جدا کرنا چاہئے
۴۶	حورتیں سینہ پر ہاتھ باندھیں یہ ہی ان کے لئے واجب ہے۔	۴۶	رد کوع میں قدموں پر نظر ہو۔
۴۸	انتہیات میں انکشت شہادت سے اشارہ کرنے کا ثبوت	۴۸	پاؤں سے سرین کو جدا کرنا چاہئے اور ہاتھوں کو موٹے پر پھیرنا سنون ہے مگر
۴۹	حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ رفع یدین نہیں فرمایا بلکہ	۴۹	پاؤں سے سرین کو جدا کرنا چاہئے
	فعل و ترک دونوں حدیثوں میں وارد ہیں اور ترک رائج۔		دلائل الضالین کے بعد آمین کہنا سنون ہے سری غافل میں بھی اگر
۵۱	نماز میں قیام کی حالت میں دونوں پاؤں کے درمیان چار انگلی کا		مسووع ہو۔ آمین سے سجدہ سہو نہیں۔
	فاصلہ رکنا سنون ہے۔		ٹھہری ہوئی ریل میں نماز پڑھنے کا طریقہ۔
	بیٹھ کر نماز پڑھنے میں دونوں پاؤں کے پیشانی گھٹنوں کے مقابل رکنا چاہئے		علاء باندھ کر نماز پڑھنے کی فضیلت میں احادیث کریمہ۔
	اس سے زیادہ چھکا تا عجب ہے۔		سلام کے بعد تہجد روٹھے رہنا امام کے لیے مکروہ ہے۔
۵۲	صرف بکیر تحریر کی قدرت ہو تو اس پر فرض ہے کہ کھڑے ہو کر گھیر کے پڑے		صحیح صلاۃ کے لیے ہم معنی ضروری نہیں
	بیٹھ جائے ورنہ نماز نہیں ہوگی اس کے بارے میں صنف کی تحقیق۔		نماز کے بعد صلاۃ کا کوئی اثر دینا کیسا ہے۔
۵۳	ابتداء سورت میں بسم اللہ شریف پڑھنا مستحب ہے اختلاف صرف اسکی		شروائی کرتے وغیرہ پر نماز پڑھے تو گرجان پر کھڑا ہوا اور سجدہ دامن پرکے۔
	سنوئیت میں ہے۔ یہاں سورت سے کیا مراد ہے		سلام کے بعد صرف امام کو انصاف کا حکم ہے مقتدیوں کو نہیں یہ کیوں؟
	انصاف تحقیق کی تحقیق۔		علاء کی فضیلت میں ۲۰ احادیث کریمہ۔
۵۵	تور و جلسہ کے اذکار طویلہ داخل پر محمول ہیں فرض میں سنون نہیں۔		استغاثی وغیرہ استغاثی جو توں کا حکم۔
۵۷	شا پڑھنا مستحب ہے امام کے قرات بالآخر سے پہلے پڑھی جاسکتی ہے		حضور کے نام اقدس پر درود شریف پڑھنا واجب ہے۔
۶۱	الحکم آخری کہنا امام مقتدی اور مفرد سب کے لیے مستحب ہے اور طویل تھا		صلوۃ رضی وغیرہ کو رمز میں لکھنا جائز نہیں۔
۶۲	سب کے لیے مکروہ۔		جو دھنچ پڑھے اور نماز نہ پڑھے وہ قاسم ہے۔
	ردود شریف پڑھنے کی فضیلت اور افضل درود کا بیان		نماز کے بعد دعا مانگنے کا ثبوت
۶۳	مقتدی کو قرآن مجید پڑھنا جائز نہیں۔ آمین بالآخر مکروہ ہے		بعد آواز سے درود شریف پڑھنا جائز ہے اور احتقا افضل۔
	۲۰ رکعت تراویح سنت ہو کہ وہ ہے ایک رکعت نماز و تراویح افضل باطل		نماز کے بعد دعا میں تاخیر کیسی؟
	محض ہے۔		باب القراءۃ
	انتہیات میں اشارہ بہ سبب سنون ہے۔		از منہ ۳۲
۶۴	سلام کے بعد امام کی اطاعت مقتدی سے ختم ہو جاتی ہے بکیر احتقا		قرآن مجید کو ترتیب سے پڑھنا واجب ہے
	کئے کا طریقہ۔		جمہود صحابہ و تابعین کے نزدیک قراءۃ خلعت الامام ممنوع ہے احادیث
۶۶	سلام کے بعد امام کو قبلہ رو بیٹھے رہنا مکروہ ہے۔		سے اس کا ثبوت اللہ تعالیٰ کے دلائل کا رد۔
۶۷	انتہیات میں اشارہ کرنے کا طریقہ۔		قراءۃ میں غلطی کرنے کا حکم۔
	جمہود کی میت کرنے کا طریقہ۔		سری نمازوں میں جہر سے سمجھو سہو واجب ہوتا ہے۔ مقتدی بکیر کیا
	سورتوں کی ابتدا میں بسم اللہ شریف طافا افضل ہے۔		کسی حرف کے نکلنے پر جو قارہ نہ ہو اس کے لئے حکم۔
	بے نمازیوں کو سمجھانے کا طریقہ اور ان میں تو ان سے قطع کلمن کر لیا جائے۔		ہر رکعت میں ایک سورت کی تکرار فرض میں مکروہ ہے
۶۸	نماز میں قرآن شریف پڑھنا فرض سے تصور کا نہیں۔		ایک رکعت میں چند سورتیں یا ایک سورت یا ایک آیت چند بار پڑھنا
۶۹	سنون انتہیات کو ترتیب سے پڑھے تاکہ امام کے سلام کے وقت ختم ہو		یا ایک بڑی سورت کی چند آیتیں ایک رکعت میں اور چند آیتیں دوسری
			رکعت میں پڑھنا کیسا ہے؟

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۲۹	فاسد ہوتی ہے تبدیل کی تین صورتیں۔ تقریر دینے کی ایک صورت	۱۰۰	سورتوں کو مکسوس نہ کرنا جائز ہے۔
۱۳۰	قرآن پاک کو اتنی توجہ سے پڑھنا جس سے حروف کی تصحیح ہو کر ضروری ہے	۱۰۱	دوسری رکعت میں پہلی سے طویل قرات مکروہ ہے
۱۳۱	چند آیتوں کی قرات کے متعلق سوال و جواب۔	۱۰۲	ضاد کو کھار دیا دواؤں پڑھنا غلط ہے۔ ضاد کے مخارج کا بیان
۱۳۲	آیت بجز زبہ الصلاۃ کی مقدار کیا ہے۔	۱۰۳	ناز میں کھانسنے اور گھٹکی مارنے کا حکم۔
۱۳۳	حیرت پر وقت جائز ہے اگرچہ آیت ۵ ہو	۱۰۴	حرف ش اور ف مشتبہ الصوت ہیں۔
۱۳۴	قرآن پاک ترتیب سے پڑھنا فرض ہے اور پڑھنا حرام۔	۱۰۵	ترتیل کی تین حدیں ہیں۔
۱۳۵	ناز میں ایک آیت پڑھنا فرض ہے	۱۰۶	رسالہ نعم الزاد لروم الضاد (ماض)
۱۳۶	تقریر دینا جائز ہے	۱۰۷	(از م ۱۵ تا ۱۹ حرف ضاد کی تحقیق)
۱۳۷	قل هو اللہ احدہ میں ما بعد سے وصل جائز ہے۔	۱۰۸	رسالہ الجام الصالح عن سنن الضاد
۱۳۸	سورہ تراویح میں سورہ رحمان پڑھنے کا طریقہ۔	۱۰۹	(از م ۱۱ تا ۱۵ حرف ضاد کے احکام اور اسکے لکھنے کا طریقہ)
۱۳۹	ناز میں کتنی آیتیں فرض ہیں اور کتنی واجب اور کتنی سنہ اور کتنی مستحب۔	۱۱۰	تجوید سے انکار کفر ہے
۱۴۰	ناز میں بسملہ اللہ شریف کہاں کہاں پڑھنا چاہیے۔	۱۱۱	غیر عربی میں قرآن شریف پڑھنے سے ناز نہیں ہوگی۔
۱۴۱	ناز میں جس سورہ کا ایک کلمہ موقوف سے نکل آئے اسی کا پڑھنا فرض ہے	۱۱۲	حضر میں مقدار قرات کا بیان
۱۴۲	فساد معنی اگرچہ ہزار آیت کے بعد ہو ناز جاتی ہے گی	۱۱۳	ناز میں کسی سے قائل رسول اللہ کہد یا ناز ہوگی یا نہیں۔
۱۴۳	مقتدی کو قرات ناجائز ہے۔	۱۱۴	لفظ اللہ کے الف کو حذف یا پڑھنے سے ناز ہوتا ہے یا نہیں۔
۱۴۴	اللہ اکبر کی رے کو دال پڑھنے سے ناز فاسد ہوگی	۱۱۵	کسی سے چار رکعت والی ناز میں سورہ یسین پھر دخان پھر تزلزل پھر
۱۴۵	صلوات ترتیب سے متعلق چند سوال	۱۱۶	سورہ ملک پڑھی جائے
۱۴۶	بلادہ لقمہ دینا جائز ہے یا نہیں	۱۱۷	قرآن مجید کی ایک آیت پڑھنا فرض ہے سورہ فاتحہ کی جو خواہ کسی
۱۴۷	درمیاں سورت سے کچھ چھوٹ جائے تو ناز ہوگی یا نہیں	۱۱۸	اور سورت کی۔
۱۴۸	عبادت کی حالت میں ایک لفظ کو بار بار پڑھنے سے ناز فاسد نہیں ہوتی	۱۱۹	طوال مفصل اوسط مفصل قصار مفصل کن نازوں میں پڑھی جائیں
۱۴۹	وقف و وصل میں اتباع بہتر ہے مگر اس کے ترک کرنے سے ناز میں خلل نہیں آتا۔	۱۲۰	آمین آہستہ کہنا چاہیے۔
۱۵۰	سج میں چھوٹی سورت چھوڑ کر پڑھنا مکروہ ہے	۱۲۱	نوحہ میں بدبو ہو چکی حالت میں ناز نہ کر دہ ہوگی۔
۱۵۱	امام سے جہاں غلطی ہو مقتدی قمرے سے کہتا ہے اگرچہ ہزار آیت کے بعد	۱۲۲	ایک آیت پڑھنے کے بعد دوسری آیتوں کی طرف منتقل ہونا یا چھوٹے
۱۵۲	چند آیتوں کی قرات کے متعلق سوال۔	۱۲۳	چھوڑ دینا اگر مجبوری سے ہو ناز ہو جائیگی۔
۱۵۳	باب الامامۃ	۱۲۴	سورت کے اخیر کو تکبیر رکوع سے ملانا کہاں کہاں مستحب ہے۔
۱۵۴	از م ۱۳۶ تا ۳۱۳	۱۲۵	صبح کی ناز میں چالیس سے ساٹھ آیت تک پڑھنا چاہیے اور وقت کم
۱۵۵	بن بلاد میں آمین بالجہر دفعہ بہرین کرنے والے عموماً غیر قلم ہیں۔	۱۲۶	ہو تو بقدر کجائش۔
۱۵۶	دعا کلمہ پڑھنے والے کے لیے ناز ہوگی یا نہیں؟	۱۲۷	سورہ العصر میں کلمہ الا پر وقف کرنے سے ناز ہو جاتی ہے۔
۱۵۷	پورا اللہ اکبر بلند آواز سے کہنا سنوٹ ہے۔	۱۲۸	ض کو فلا کے مشابہ پڑھنے کا حکم۔
۱۵۸	چار رکعت والی ناز میں اخیر کی ایک رکعت کسی کو ملے تو وہ امام کے سلام	۱۲۹	چند آدمیوں کا ایک جگہ بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنا منوع ہے
۱۵۹	کے بعد دوسری رکعت میں تھک کرے۔	۱۳۰	صحت صلاۃ کے لیے فن مخارج جاننا ضروری نہیں حروف صحیح ادا ہوئے
۱۶۰	مسائل ناز و کھار کے جو زیادہ واقف ہو وہ متقی امام ہے اگرچہ	۱۳۱	چاہیے
۱۶۱		۱۳۲	تبدیل حروف یعنی ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدلنے سے ناز

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۹۰	فوق کرافر بوا سیر والے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم۔	۱۳۸	نامینا ہو۔
۱۹۱	تجوید نہ جاننے والے کے پیچھے تجوید جانتے والے کی نماز ہوگی یا نہیں۔	۱۳۹	امام کو درمیں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ حجاب اور در کا فرن
۱۹۲	مقدمہ لڑائے والے کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں۔	۱۴۰	تجوید نہ جاننے والا امام نہیں ہو سکتا
۱۹۳	ایک مصلے پر میاں بی بی نماز پڑھیں اور شوہر امام ہو الخ	۱۵۰	امام قدیم کو حق امامت حاصل رہے گا اگرچہ بعد میں کوئی عالم فاضل آجائے
"	سود خوار یا جس کی عورت بے پردہ نکلتی ہو۔ الخ	"	عورتوں کو سیدیں بچانے والے کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں
"	مکن کن لوگوں کے پیچھے نماز جائز ہے۔ اندے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں	۱۵۱	سبوں کی اقتدا صحیح نہیں۔
۱۹۵	امامت سے متعلق ایک سوال۔	"	سود خوار کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔
"	دیوبند کی امامت کیسی ہے۔	۱۵۲	امام کو درمیں کھڑے ہونے کا حکم۔
۱۹۶	تغیر مقلدوں کی امامت ناجائز ہے	"	ایک شخص مثلاً یہ کہے جو اپنی بی بی کے قربت کرے اور اپنی
۱۹۷	عرفی شریعت وغیرہ شریعت میں امام ہونے کا زیادہ مقدار کون ہے	۱۵۳	بیر کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں
"	میلا دھیں شریک نہ ہونے والا یا قیام کو نہ رکھنے والے کی امامت کا حکم	"	احسان کو ذریعہ الشیطان وغیرہ کہنے والے کی امامت کا حکم
۱۹۸	مقررہ امام کی اجازت کے بغیر دوسرا امامت نہیں کر سکتا	۱۵۶	خفی مسلک میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ پر عمل کرے تو کیا
"	امردوں سے ناجائز تعلق نہ رکھنے والے کی امامت ناجائز ہے	"	حکم ہے۔
۱۹۹	صحیح صلاۃ کے لیے تجوید کی مقدار۔ خفی کی نماز شافعی کے پیچھے صحیح	۱۵۷	نارنج وغیرہ دیکھنے والے کی امامت کا حکم
"	ہونے کے شرائط۔	۱۵۸	بے پردہ دار کی امامت مکروہ ہے
۲۰۱	سنت نوکڑہ چھوڑنے والے کی امامت مکروہ ہے۔	"	خفی کی نماز شافعی کے پیچھے کب جائز ہے؟
"	دیوبند کی امامت مکروہ ہے۔	۱۶۱	اندے کے پیچھے نماز مکروہ ہے
۲۰۲	کلوخ سے استنجا کرنے والے کی امامت کا حکم	۱۶۲	نارنج دیکھنے والے۔ دیوتاؤں پر بھینٹ چڑھانے والے غیبت کرنیوالے
"	خفی اگر عیسیٰ ہو جائے تو اس کی امامت صحیح ہے یا نہیں	"	کی امامت کا حکم۔
"	شرعی فتوں کی توہین کرنے والے کی امامت ناجائز ہے۔	۱۶۳	تتواہ دار امام کے پیچھے نماز جائز ہے۔
۲۰۳	فصل حرام میں سوا کرنے والا فاسق ہے	"	تجوید سے متعلق چند احکام
۲۰۴	امامت میں درایت نہیں صحت۔ حق امامت کس کو حاصل ہے عالم کے	۱۶۸	امام کے ہر فعل و ترک کا اعتبار مقتدری پر واجب نہیں
"	مقلدے میں جاہل کو امام مٹانا ناجائز ہے۔ جبہ عیدین کو ف وغیرہ میں امام	۱۷۰	دایہ۔ دافض اور حواسل نماز سے واقع نہیں انکے پیچھے نماز جائز نہیں۔
"	کون ہو سکتا ہے۔ صلوات خلف کلا بدو فاجر سے کیا مراد ہے۔	۱۷۵	جس کا ہاتھ ٹوٹا ہو جس کی عورت بے پردہ باہر نکلتی ہو۔ ہنگام۔ توکام۔
۲۰۶	اندے کی امامت کا حکم۔	"	افیونی خائن و ثروت لینے والے یا جے برص ہو ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم
۲۰۸	سود کے شکات کھوانے والا فاسق ہے۔	۱۷۸	سلام کے بعد دینے بائیں پھر نے کا بیان
"	آیت میں تقدیم و تاخیر سہو ہونے پر حرج نہیں۔ بے نمازی اور	۱۷۹	دلدار الحرام۔ زانی۔ بہرے۔ کریم الصوت۔ افیونی کی امامت کا حکم
"	دوافض سے میل جول رکھنے والا فاسق ہے۔	۱۸۱	اولی امامت کس کی ہے۔ دلدار الحرام اور جس امام سے لوگ ناراض ہیں
۲۰۹	زانی فاسق ہوتا ہے اور اس کی امامت مکروہ	"	ان کی امامت کا حکم۔ امام الحی سے افضل کون ہے۔
"	بلایا عذر جماعت چھوڑنے والا فاسق ہے	۱۸۵	چراپے کو مانع ہونا ظاہر کرے اس کے قول کو قبول کرنا واجب ہے۔
۱۱۰	ذاریع البقر کی امامت جائز ہے	۱۸۶	فاسق کو امامت سے معزول کرنا واجب ہے
"	حیات ایسی کے منکر کی امامت مکروہ ہے	۱۸۷	فسق کی ایک صورت
"	دیوبند کی امامت مکروہ ہے	۱۸۸	جس کی عورت بے پردہ باہر نکلتی ہو یا سود کھاتا یا مردہ ہٹلانے کا پیشہ
۲۱۱	سلمانوں سے بلا وجہ شرعی بغض دیکر رکھنے والا فاسق ہے	"	کرتا ہوا ان کی امامت کیسی ہے۔
"	جورافضیوں میں لافضی اور سنیوں میں سنی بنے وہ منافق ہیں اس میں	۱۸۹	بولوی محمد اسماعیل دہلوی کو حق پر جاننے والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۳۵	دوبندوں کے پیچھے نماز باطل ہے۔	۲۱۳	بالغین کا امام نابالغ نہیں ہو سکتا۔
۲۳۶	صدقہ فطر۔ مال زکوٰۃ۔ قبرستان میں غلہ کٹری وغیرہ لینا جس کا پیشہ ہو اس کی امامت کیسی ہے۔	۲۱۴	سنی خیر فاسق کو امام بنانا چاہیے۔
"	عقائد یافتہ کرنے پر جو نہ تہائے یا مقررہ وقت کا پابند نہ ہو یا جس کی امامت سے کچھ لوگ ناراض ہوں یا جس کا دہنا ہذا بیکار ہو ایسے کی امامت کیسی ہے۔	۲۱۵	جذامی کی امامت کا حکم
۲۳۷	جس کے اہل میں تہجد ہو وہ امام ہو سکتا ہے یا نہیں	۲۱۶	رافضیوں میں سیاہ شادی کرنے والے کی امامت کا حکم
"	ایک عالم شریف ہے سید نہیں ہے یا صرف عالم وہ جاہل یا کم سنجاب ائمہ نہیں سید کی موجودگی میں امام ہو سکتا ہے یا نہیں۔	۲۱۷	بلادہ شرعی مسلمانوں کو چاہی دینا حرام ہے
۲۳۸	ایک امام کا بھلہ دوسرے امام کے بھلے کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں	۲۱۸	اگر کہیں ولد اہرام امام کی وجہ سے جماعت میں ہی ہو تو اس کی امامت کر دے
"	خفی کی خاطر شافعی امام رفقہ میں وغیرہ چھوڑے یا نہیں	۲۱۹	علم خیب، فاتحہ وغیرہ کے منکر کی امامت کا حکم
"	حردہ ہٹانے والے کی امامت جائز ہے یا نہیں۔	۲۲۰	غنی امام صدقہ فطر سے یا قرآن مجید غلط پڑھے یا فاسق ملین ہو اس کی امامت
۲۳۹	دہائیہ کی امامت ناجائز ہے۔	۲۲۱	مکر وہ ہے۔ مقتدیوں کے منکر کے سبب ترک جماعت جائز نہیں امام ہونے کے شرائط۔
۲۴۰	جس کی آنکھ میں پھولی ہو وہ امام ہو سکتا ہے یا نہیں	۲۲۲	ڈنڈھی حرثانا، نماز قضا کرنا فاسق ہے۔
"	خدا کے تعالیٰ کو مجسم ماننے والے کی اقتدا حرام ہے۔	"	خوبصورت اردک کی امامت خلاف اولیٰ ہے۔
۲۴۱	بلادہ شرعی امام کو معزول کرنا حرام ہے۔	۲۲۳	شرعی امام کے پیچھے براہ نفسانیت نماز پڑھنا گناہ ہے۔
۲۴۲	رہوت کی امامت مکر وہ ہے۔	"	سودی دستا دین لکھانے والا فاسق ہے۔
۲۴۳	عورت کا نان و نفقہ شوہر کے ذمہ ہے۔ باپ پر نہیں۔	"	علازمان کو رشتہ مثلاً عتازہ وار وغیرہ اور ملازمان چوگی کی امامت کا حکم
"	سودخوار اور سود دینے والے دونوں کی امامت مکر وہ ہے۔	"	امام اور جامعہ کے مابین فاصلہ کی مقدار۔
"	سیلا و شریف کو بجماعت کئے والے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔	۲۲۴	حلق اور جس سے چارہ جھوٹ گئے ہوں اس کی امامت کا حکم۔
۲۴۴	نصاری کی تابعداری کرنے والے مسلمانوں میں تفاق ڈالنے والے	"	ولد الاراکے لڑکے کی امامت کا حکم۔
"	چوری کرنے والے اور غیر مقلدین ان کی امامت کیسی ہے۔	"	بلا ضرر دلت بشرعیہ سودی قرض لینے والا فاسق ہے۔
۲۴۵	رہتی زادہ کی امامت کیسی ہے۔	۲۲۵	میلا و شریف یا ختم تراویح کی شیرینی تقسیم کرنے کو جو بجماعت گئے اس کی امامت کیسی ہے۔
"	کازندوں کی امامت کیسی ہے۔	"	رشتہ لینے والے۔ جوئے معتدہ کرنے والے فاسق ہیں۔
۲۴۶	دوبندی مدرسوں میں پڑھنے والوں کی امامت کا حکم۔	۲۲۶	چو اپنے جرائم سے توبہ کرے اس کی امامت جائز ہے اب اس پر اعتراض کرنا گناہ ہے۔
۲۴۷	بد مذہبوں کی جماعت وغیرہ میں شریک ہونے کا حکم۔	"	اتہام اور بدگئی فی ناجائز ہے۔
"	چوڑی پہنانے یا طہارت کا پیشہ کرنا ہو اس کی امامت کا حکم۔	۲۲۷	لنگڑائے کی امامت کیسی ہے۔
۲۴۸	حرمین طیبین کے علما کو بدعتی کہنے والے کے پیچھے نماز جائز نہیں۔	۲۲۸	نماز اگر ایک جہت سے فاسد ہو تو وہ فاسد ہی ہوگی اگرچہ دوسری جہتوں سے صحیح ہو۔
۲۴۹	جوسوزیں بچنے یا دیوں امام افضیں کو پڑھے بشرط کھیلنا فاسق ہے۔	"	فسق کی ایک صورت۔
۲۵۰	بے ضرورت سوال حرام ہے۔ جنازہ کی نماز پڑھانا امام پر لازم نہیں۔	۲۲۹	خفی شافعیوں کی جماعت میں شریک ہونا نہیں۔
"	نماز پڑھنے کے لئے امام کے متعلق تحقیق کرنا ضروری نہیں۔ وہابی کے پیچھے نماز باطل ہے۔ عاق کی تعریف اور حکم۔	۲۳۰	جس لڑکے سے اس کے والدین نے نکد یا ہو کہہ کر جنازہ پڑھنا۔
۲۵۱	مزامیر حرام ہیں ان کا سنا فسق۔	۲۳۱	امام کسی سے دینی کدورت رکھتا ہو اس کے پیچھے نماز صحیح ہے۔
"	دہائیہ کی بڑائی بیان کرنا فرض ہے یا نہی فاجر وغیرہ کی۔	۲۳۲	لوٹی فاسق ہے۔
۲۵۲	بلادہ شرعی مسلمانوں سے عداوت رکھنا فسق ہے۔	۲۳۳	معذور کی امامت کا حکم۔
۲۵۳	کسین فاسق کے علاوہ کوئی دوسرا نماز پڑھانے والا نہ لکھ سکے پیچھے	۲۳۴	سجدہ پر وقت شدہ جائے نمازوں پر نماز پڑھنے کا حکم

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۶۳	جو شرط امامت کا جامع ہو اسے امام بنایا جائے اگرچہ اپنے کو نااہل کہے۔	۲۵۳	ناز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔ ماہی گیری امامت کا حکم
۲۶۵	کھنیاں کھلی رہیں تو ناز مکروہ ہوتی ہے۔	۲۵۴	فاسق و فاجر کی تعریف اور حکم۔
۲۶۶	دہاویہ کے پیچھے نماز جائز نہیں خواہ نفلی نماز ہو۔ نماز جنازہ میں عورت	۲۵۵	قیوم کو ستائش و غیبت کرنا جھوٹی قسم کھانا فسق ہیں
۲۶۷	امام اور مرد مقتدی ہوں تو فرض ادا ہو جائے گا۔	۲۵۶	زانی اور شرابی کی امامت مکروہ ہے۔
۲۶۸	بجلی رمال اور خال ناموں کے پیچھے والے کے پیچھے نماز جائز نہیں	۲۵۷	دارحی ترشوائے والا فاسق ہے۔
۲۶۹	تقصید مبتدع و بد مذہب ہیں۔	۲۵۸	نماز فجر جس کی قضا ہو گئی ہو وہ ظہر وغیرہ کی امامت کر سکتا ہے یا نہیں
۲۷۰	دو کا نذر امام ہو سکتا ہے یا نہیں۔	۲۵۹	بہرے کی امامت کیسی ہے
۲۷۱	جو تندرست ہوتے ہوئے بھیک مانگے کا پیشہ کرے اس کی امامت	۲۶۰	گالی گلوچ کرنے والے کی امامت مکروہ ہے
۲۷۲	مکروہ ہے۔	۲۶۱	تصاب کی امامت کا حکم۔
۲۷۳	چودہ برس کا بڑکا اپنے کو بالغ ہونا ظاہر کرے اسے بالغ مانا جائے گا۔	۲۶۲	زانی تو بیکرے تو اس کی امامت میں حرج نہیں اور اگر لوگ اس کی توبہ پر
۲۷۴	بد مذہبوں کے ساتھ کھانا میل جول رکھنا فسق ہے۔	۲۶۳	اعتقاد نہ کریں گندگار ہوں گے۔ شریعہ زبان عورت ہو تو شوہر پر
۲۷۵	بکن کن لوگوں کی امامت جائز ہے اور کن کی ناجائز۔	۲۶۴	اسے طلاق دینا واجب نہیں۔
۲۷۶	امام کا وسط مسجد میں کھڑا ہونا سنت ہے۔	۲۶۵	دقوٹ کی امامت مکروہ ہے۔ جو پرخیز حرام کا مرتکب ہو اس سے بیت
۲۷۷	غلط مسئلہ بتانے والے قابل امامت نہیں۔	۲۶۶	کرنا میلاد پڑھوانا ناجائز ہے۔
۲۷۸	دارحی منڈانے والوں کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔	۲۶۷	ایونی اور روزہ چھوڑنے والے فاسق ہیں۔
۲۷۹	امامت بر تخواہ یعنی جائز ہے۔ قرآن خوانی کی اجرت حرام ہے۔	۲۶۸	مزا میر حرام ہیں۔
۲۸۰	تارک جماعت کی امامت مکروہ ہے۔	۲۶۹	عورت کے افعال قبیحے شوہر رضی نہ ہو اور باز رکھنے کی کوشش
۲۸۱	مسعود کی امامت کا حکم۔	۲۷۰	بھی کرتا ہو اور عورت باز نہ آئی ہو تو شوہر پر نہ کوئی الزام نہ اس کی
۲۸۲	امام کے لئے معصی ہو اور مقتدی کے لئے نہ ہو تو نماز میں حرج نہیں	۲۷۱	امامت میں حرج۔
۲۸۳	غیر مقتدوں کے پیچھے نماز ایسی ہی ہے جیسے یودی کے پیچھے مقررہ	۲۷۲	سینک تک بال رکھنا مرد کو حرام ہے۔
۲۸۴	امام کی اجازت کے بغیر دوسرا نماز نہیں پڑھا سکتا۔	۲۷۳	امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو اور دوسرا آئے تو امام آگے بڑھے یا
۲۸۵	مقتدی کے سر پر عمامہ ہو اور امام صرف ٹوپی پہنے ہو تو نماز میں حرج ہے	۲۷۴	مقتدی پیچھے ہٹے۔
۲۸۶	یا نہیں۔	۲۷۵	امرد کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔
۲۸۷	وہابی کے پیچھے نماز ناجائز ہے اگرچہ استاد ہو بلکہ اسے استاد بنانا گناہ۔	۲۷۶	فسق کی ایک صورت۔
۲۸۸	زانی فاسق ہیں انھیں امام بنانا مکروہ	۲۷۷	شعبہ سے چوری ثابت نہیں ہوتی۔
۲۸۹	تعلیم و توبین کا مدار عورت ہے۔	۲۷۸	طلاق دے کر بی بی رکھ لے اور اس سے لڑکا پیدا ہو اس لڑکے کی
۲۹۰	جسے صرف جمعہ کا امام بنایا گیا ہو وہ صرف جمعہ پڑھانے کا پابند ہے	۲۷۹	امامت جائز ہے یا نہیں۔
۲۹۱	دوسری نمازوں کا نہیں۔	۲۸۰	امام معزول کرنے کی ایک صورت۔
۲۹۲	ناز کوئی خانگی معاملہ نہیں جسے چاہا امام بنالیا۔	۲۸۱	استاد کا تصور کرنے والے شاگرد کی امامت صحیح ہے یا نہیں۔
۲۹۳	تائینا کی امامت جائز ہے۔	۲۸۲	بلادہ شرعی امام کو معزول کرنا جائز نہیں۔
۲۹۴	سنی وہابی علی کو یکساں جاننے والا کا فر ہے۔	۲۸۳	بہرے کی امامت جائز ہے۔
۲۹۵	بکثرت اختلاف یا کسی دوسرے اراض کے سبب بجائے غسل	۲۸۴	سفر میں امام کے عقائد دریافت کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں۔
۲۹۶	نیم کرے تو اس کی امامت جائز ہے یا نہیں۔	۲۸۵	غیر مقتدین کے پیچھے نماز باطل ہے۔ جماعت میں غیر مقتدہ شریک
۲۹۷	امامت کی اجرت دلاؤ یا صراط طے ہو گئی ہو تو اجرت لینے اور امامت	۲۸۶	ہو تو نماز ناقص ہوگی۔
۲۹۸	کرنے میں کوئی حرج نہیں۔	۲۸۷	جو دار اس اہل سنت کے خلاف ہیں ان کے طلبہ کو امام بنانا حرام نہیں۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۲۲	ایسی جماعت جو کراہت قریہ پیش ہو اس میں شریک نہ جائے یا نہیں	۲۷۸	ناز کے بعد مصافحہ کرنا جائز ہے۔
۳۲۳	امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو اور دوسرا آئے تو مقتدی کو پیچھے لائے	"	امامت کی تنخواہ یعنی جائز ہے مگر بجا بہتر۔
	خواہ نیت باندھنے کے بعد یا پہلے۔	"	سلام کے بعد امام دعا میں تاخیر کرے تو مقتدی پر ضروری نہیں کہ بیٹھا رہے ضرورت ہو تو چلا جائے سلام کے بعد امام کی دلائل ختم ہو جاتی ہے۔
	رسالہ القلاذۃ الموصعۃ فی شخراۃ الجوبۃ الاربعہ (از ۳۲۲ تا ۳۲۹ مولوی ارشد علی کے چار فتوؤں کا رد)	۲۷۹	ضرر واجب سنت ہو کہ مستحب مباح کے احکام۔
	رسالہ القطوف الدانیۃ لمن احسن الجماعۃ الثانیۃ (از ۳۲۹ تا ۳۳۲ جماعت ثانیہ کے ثبوت میں)	"	سورت سوچنے میں اتنی دیر ہو جائے کہ تین بار سخن اٹھ کر لیا جائے تو
۳۲۴	جماعت ہو رہی ہو تو الگ نماز پڑھنا گناہ ہے۔	"	سجدہ سہو واجب ہے۔
۳۲۵	امام کے انتظار میں مقتدیوں کو بیٹھا رہنا ضروری نہیں	۲۸۰	صرف پانچ سو پہن کر نماز پڑھنے سے ناز مکروہ ہوتی ہے۔
۳۲۶	جماعت کا تارک کون؟		رسالہ الذمی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی الثقلید (از ۲۷۸ تا ۳۱۳ غیر مقلدین کے پیچھے نماز ناجائز ہونیکے بیان میں)
"	حلال خود جماعت میں شریک ہو سکتا ہے اور جہاں جگہ ملے کھڑا ہو سکتا ہے اسے جماعت سے روکنا گناہ ہے۔		باب الجماعت (از ۳۱۳ تا ۳۱۷)
۳۲۸	جو بلا علم شرعی جماعت میں شریک نہ ہو سکتا گناہ ہے	۳۱۳	امام کے لئے وسط مسجد میں کھڑا ہونا سنت متواتر ہے۔ محراب حقیقی
	(یہ جواب اماما دستیار دہوا)		محراب صوری مسجد پشتوی مسجد صیغی کا بیان
۳۲۹	امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو اور دوسرا آئے تو بہتر تو مقتدی پیچھے ہے	۳۱۴	امام کو درمیں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔
۳۳۰	امام کا صلی صف سے ملے یا الگ اور الگ رہے تو کتنا؟	"	مشغول اور مصروف طلبہ کو احیاناً بشرائط ترک جماعت کی اجازت ہے۔
"	جماعت ہونے سے پہلے کچھ لوگ نماز پڑھ لیں تو ان کا کیا حکم ہے۔	"	مسجد کی تنگی کی وجہ سے صف اول کے مقتدی امام سے متصل ہوں تو کراہت ہے یا نہیں۔
۳۳۱	جماعت جتنی کثیر ہو ثواب زیادہ ہوگا۔	۳۱۵	صف میں فرج ممنوع ہے اس کے متعلق احادیث
۳۳۲	جماعت ثانیہ سے متعلق سوال	۳۱۸	آٹھ ذریعہ کا رکوع مردوں کی صف میں کھڑا ہو سکتا ہے جبکہ اکیلے
۳۳۳	وقت ضرورت محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں	"	جو اس کو ہٹا کر اس کی جگہ پر دوسرے کا کھڑا ہونا گناہ ہے۔
۳۳۵	غیر مقلدین صف میں ہوں تو قطع صف ہوگا	۳۱۹	کسی وجہ سے نماز کا اعادہ کیا جائے تو نیا آدمی شریک ہو سکتا ہے
"	امام آمین بالجہر اور رخ یہ بن کرے تو خفی اس کی اقتدار میں نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔	"	یا نہیں۔ سبق اپنی فوت شدہ نماز جہر سے پڑھے یا آہستہ فقہاء کے ادا کرنے کا ایک اختراعی طریقہ کا رد۔ تشہد میں سلام سے پہلے شریک ہو جانے سے جمعہ مل جاتا ہے۔
۳۳۶	جماعت ثانیہ سے متعلق سوال	"	مقتدی نے التحیات پوری نہیں کی تھی کہ امام کھڑا ہو گیا یا سلام پھیر دیا تو مقتدی التحیات ضرور پوری کرے۔
۳۳۷	حدیث اذا جمعت الصلوۃ فوجدت الناس فصل معہم کے متعلق ایک علمی سوال	"	ایک شخص تنہا فرض پڑھ رہا ہے اور دوسرا آئے تو اس کے ساتھ اسے
۳۳۸	محل اختلاف علماء میں خلافت کی مراعات بلا جماع مستحب ہے جبکہ مکروہ کا ارتکاب نہ ہو۔	۳۲۰	ظنا ضروری ہے یا نہیں۔
"	حدیث دان کنت قد صلیت اذایہ کریم من تطوع خیرا۔	"	کوئی بد مذہب ایک مصلے پر نماز پڑھ رہا ہو تو دوسرا اسی مصلے پر فوراً
۳۴۰	فہو خیر لہ کی بحث۔	"	نماز شروع کر سکتا ہے۔
"	غیر کی جماعت ہو رہی ہے اور کوئی آئے تو سنت پڑھ کر جماعت میں شریک ہو یا بغیر پڑھے۔	"	جماعت ثانیہ جائز ہے۔
"	جماعت کے اکثر لوگوں کو کوئی ضرورت ہو تو سب وقت سے پہلے جماعت کی جاسکتی ہے۔		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۸۰	جماعت ثانیہ کے متعلق سوال ایک مسئلے پر چند آدمی فرداً فرداً فرض پڑھیں تو فرض ادا ہوگا یا نہیں۔ عورتوں کا امام مرد پڑھ سکتا ہے یا نہیں اور عورتیں نعت دے سکتی ہیں یا نہیں۔	۳۷۱	جماعت اول کی مسجد سے دھکا جائے یا نہیں فصل کی ضرورت ہو اور غسل کرنے میں فجر کا وقت ختم ہو جانے کا اندیشہ ہو و تیمم کر کے نماز پڑھ لے پھر اعادہ کرے۔ تکبیر کہہ کر رکوع میں شامل ہو جائے سے جماعت میں شرکت ہوگی یا نہیں۔
۳۸۱	متون شروع کر دے سے حوالے دیے جاسکتے ہیں	۳۷۲	لوگ تنہا تنہا فرض پڑھیں جماعت سے دُور ہیں تو وہ تارک جماعت کہلائیں گے یا نہیں۔
۳۸۲	جماعت ثانیہ کے متعلق سوال امام کے لیے مسئلے ہو تا اور مقتدیوں کے لیے نہ ہونا اگر اس لیے ہے کہ وہ نماز میں اُتیا نہ ہو تو برا ہے اور اگر امام کے اکرام کے لیے ایسا ہے تو ٹھیک ہے	۳۷۳	دارالحی مندرجہ صف اول ہی میں کیوں نہ ہوا انھیں ہٹانا منع ہے۔ پانچوں نمازیں جماعت سے مسجد میں پڑھنا واجب ہے وظیفہ یا نماز و غیرہ کے سبب جماعت چھوڑنا جائز نہیں۔
۳۸۳	ایک ایسی صورت کا بیان جس میں کسی شخص پر کسی جماعت کا دار و دار ہو صف کے سلسلہ میں باقیوں کا حکم دیا گیا جس کو لوگوں نے آج کل چھوڑ رکھا ہے	۳۷۴	جماعت ثانیہ کے لیے اذان کا اعادہ ناجائز ہے تکبیر میں حرج نہیں بلادرجہ شرعی کسی مسلمان کو جماعت سے الگ کرنا ظلم ہے۔ مغرب کے علاوہ دوسری نمازوں میں اذان کے بعد انتظار کرنا ضروری ہے کہ لوگ ضرورت سے فارغ ہو کر آجائیں۔
۳۸۴	کہ منظر کے چار مصلوں کو ناجائز بتائے دالے کا حکم۔ امام پر مقتدی حکم نہیں کر سکتا۔	۳۷۵	مکان چھوڑ کر آئے سے خطرہ ہو تو ترک جماعت کے لیے بہ عذر ہو سکتا ہے۔ جنائی کے باعث جماعت میں انتشار ہوتا ہو تو اسے گھر ہی نماز پڑھنا چاہیے۔ جو وہابیہ کے عقائد سے واقف ہو کر انھیں مسلمان جانے اس کی وجہ سے صف میں قطع ہوگا۔
۳۹۰	کھانا تیار ہوا اور جماعت بھی عیار تو پہلے کیا کرے جماعت کا وقت ہو گیا ہے ابھی کچھ لوگوں نے وضو نہیں کیا ہے تاکہ انتظار میں جماعت میں تاخیر کی جاسکتی ہے یا نہیں	۳۷۶	امام یا مقتدی کا وضو جاتا رہے تو باہر کس طرح آئے۔ وہابیہ کی جماعت ہو رہی ہو اسی وقت سنی اپنی جماعت کر سکتے ہیں جبکہ فقہ نہ ہو۔
۳۹۱	امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو تو اسے پیچھے چھیننا چاہیے یا نہیں مسجد کا نچلا حصہ مردوں کے لیے اور گھپت عورتوں کے لیے مخصوص کر دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں۔	۳۷۷	ایک مسجد میں ایک وقت میں ایک فرض کی دو جماعتیں منوع ہیں جماعت ثانیہ سے متعلق سوال ایک صف پر دو چار آدمی الگ الگ فرض پڑھ سکتے ہیں یا نہیں
۳۹۲	فصل المسبوق جس کو مغرب کی تیسری رکعت ملی ہو وہ جب چھوٹی ہوئی نماز پڑھے تو دوسری رکعت میں قعدہ کرے بھی صحیح ہے۔ جو رکوع میں شامل ہو وہ نیت کے بعد بغیر رکعت باندھے جماعت میں شریک ہو جائے۔	۳۷۸	جماعت کے لیے اوقات کا تعین گھڑی سے کیا جاسکتا ہے کسی خاص شخص کے انتظار میں جماعت میں تاخیر جائز ہے جبکہ وقت میں گنجائش ہو۔ سلف منکدرہ کی ترغیب کسی مالدار کی مجلس مالدار کی سبب رعایت کرنا جائز نہیں مگر جبکہ رعایت دیکرنے میں فتنہ ہو۔
۳۹۳	مسبوق چھوٹی ہوئی نماز کس ترتیب سے پڑھے مسبوق جماعت میں شامل ہو جائے اگرچہ امام سجدہ ہو میں ہواقتدا درست ہوگی۔	۳۷۹	مقتدی ایک ہی ہو تو امام کے برابر دہنی طرف کھڑا ہو اور پاؤں کاٹنے امام کے گھٹے سے آگے نہ رکھے۔
۳۹۴	امام التیحات میں جو اس وقت سنتیں پڑھنا اور جماعت میں شریک نہ ہونا کیسا ہے۔ امام کے قعدہ اخیرہ میں مسبوق قعدہ کی تکرار کرے اگر اسلام علیک سے تکرار کرے تو کوئی ممانعت نہیں۔	۳۸۰	مسجد میں دو طرح کی ہوتی ہیں عام اور خاص۔ جماعت کے علاوہ قدوں کا الگ الگ حکم ہے۔ چند آدمی ایک مسجد میں ایک وقت میں ایک ہی فرض فرداً فرداً پڑھیں تو کیا حکم ہے۔
۳۹۵	مسبوق سجدہ ہو میں امام کی متابعت کرے گا سلام میں نہیں درج ناز فاسد ہوگی۔	۳۸۱	امام کے انتظار میں جماعت میں تاخیر جائز ہے یا نہیں۔ ترک جماعت یا مسجد میں نہ آنے کا جو عادی ہے وہ فاسق ہے۔ جماعت کو واجب یا سنت منکدرہ دھاننا غلطی ہے۔
۳۹۶	امام مسافر ہو اور مقتدی یقیم اور مقتدی ایک یا دونوں رکوع نہ پائے تو امام کے سلام کے بعد مقتدی کس طرح نماز پوری کرے۔	۳۸۲	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۱۶	تین گروہ ادائیگی ہو تو کیا حکم ہے۔ سجدہ جلتے ہوئے پانچوں کو کھٹنے سے ادھر چڑھا لینا یا کہنیاں کھلی رہنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے نماز میں ٹوپی گر جائے تو ادھا لینا افضل ہے۔ کسی کے فاسطے امام نے قرأت یا رکوع دراز کی تو کیا حکم ہے۔ دھوبی بدل کر دوسرے کپڑے دے جائے تو اغنیس ہیں کہ نماز جائز نہیں۔ جوڑا باندھ کر جوڑیں نماز پڑھ سکتی ہیں۔ چادر سر سے اڑھ کر نماز پڑھنی چاہئے صرف کندھے سے ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔ نماز میں سر سے ڈھلک کر کندھے پر آجائے تو ارشاد سے سر پر رکھ لینا چاہئے۔ سر پر رومال یا بلا ٹوپی کے بدمال باندھ کر نماز پڑھنے سے مکروہ ہوگی۔ جبکہ دخول ہو نہ مٹی نکلے غسل واجب نہیں تلاوت وغیرہ کر سکتا ہے۔ پتلون پہننا مکروہ اور نماز بھی مکروہ ہوگی یونہی ملبوس رومال پڑھائی وغیرہ جس سے پیشانی چھپی ہو نماز مکروہ ہوگی۔ درمیں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ جراب یا موزہ میں نماز جائز ہے مزار کے روضہ گار واڑہ بند ہو تو اسکے سامنے نماز پڑھنے میں حرج نہیں۔ فرض واجب، سنت مؤکدہ وغیرہ کے احکام۔ پاس میں تہا کو ہو تو نماز ہو جائے گی اور اگر اس میں بدبو ہو تو مکروہ ہوگی۔ چادر وغیرہ کی گھوکی بنا کر نماز پڑھنے سے نماز مکروہ ہوگی۔ ریشمی کپڑے مردوں کے لئے حرام ہیں اور ان میں نماز مکروہ اور اگر امام ہو تو سب کی مکروہ۔ انگریزی وضع کے کپڑے حرام اور ان میں نماز مکروہ۔ کتنی تھلی رہنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ ساری یا دھونی پیچھے سے بندھی ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔ جہاں ان کا پہننے کا رواج نہ ہو وہاں ان کا پہننا بھی مکروہ۔ گتے سے نیچے تہ بند رکھنا مکروہ ہے۔ بیٹھ کر نماز پڑھنا کب جائز ہے۔ جوتیاں سامنے رکھ کر نماز پڑھنا منع ہے۔ جوئے کہاں رکھے جائیں۔ وردی میں نماز مکروہ ہے یونہی دھونی میں۔ چشمہ لگا کر نماز پڑھنا دے تو کیا حکم ہے۔ در کے متعلق مفصل بیان۔ رسالہ تیجان الصواب فی قیام الاماہ فی المحراب (از ۱۳۲۵ تا ۱۳۳۴ م محراب کے معانی اور اس میں کھڑے ہوئی تحقیق) ردائے مختل میں نماز صحیح ہے۔ قرآن مجید قصہ اُضوف ترتیب پڑھنا صحیح گناہ ہے لیکن ظن تحریف ہے نہ سجدہ سہو واجب ہو گا نہ نماز کا اعادہ۔	۳۹۵	سبق اپنی فوت شدہ نماز میں فاتحہ اور سورت دونوں پڑھے گا مگر امام کا مقتدی اپنی فوت شدہ نماز میں ساکت رہے گا سبق جس کی تین رکعتیں چھوٹ گئی ہیں صرف ایک رکعت ملی ہو وہ کس طرح نماز پوری کرے۔ اقتدائے مقیم بالساخر پر ایک شبہ کا ازالہ فصل الاستخلاف امام کا وضو جانا ہے تو کیا کرے امام نے ایک امی کو خلیفہ کیا اور اس نے دوسرے کو نماز درست ہوگی یا نہیں۔ امام جو سورت پڑھ رہا تھا خلیفہ نے اس کے علاوہ کوئی دوسری سورت پڑھی نماز ہوگی یا نہیں۔ امام وضو کرنے کے بعد خلیفہ کی اقتدا میں نماز پڑھے خلیفہ کو ہٹا کر خود امام نہیں ہو سکتا۔ باب مفسدات الصلاة (از ۱۳۲۵ تا ۱۳۳۴ م) نمازی کو کوئی پچھلے سے ہو کر سے نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔ نمازی کے آگے سے گزرنے سے نماز میں خلل نہیں آتا اگر نہ دالا گنہگار ہوتا ہے۔ نمازی کے آگے سے کتنے فاصد تک گزرتا منع ہے قدہ اولیٰ میں عادت سے زیادہ امام دیکھا دے اور مقتدی اس خیال سے کہ امام کو سہو ہو گیا ہے تکبیر کے بعد مقتدی کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں تہا فرض پڑھنے والا تکبیرات انتقالیہ بند کر دے اس سے کتنا ہے کہ دوسرے لوگ اس کے ساتھ شاہل ہو جائیں یا کسی نمازی کے پاس کوئی اس خیال سے کھڑا ہو جائے کہ تکبیر بانگ کرے تو وہ شریک ہو اور نمازی نے اطلاع کے لیے جہر سے تکبیر کی توان دونوں صورتوں میں نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔ امام کے رکوع یا سجدہ سے فارغ ہونے کے بعد مقتدی رکوع یا سجدہ کرے تو اس کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔ آیہ یا یھا الذین آمنوا صلوا علیہ امام نے پڑھی اور مقتدی کے موخر سے عادتاً صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکل گیا تو عارفانہ نہیں ہوگی اسی غلطی جس سے معنی فاسد ہوں اس پر لقمہ دینا فرض کفایہ ہے۔ لقمہ دینے کے کچھ اصول۔ لقمہ دینا جائز ہے خواہ کوئی نماز ہو۔ باب مکروہات الصلاة (از ۱۳۱۴ تا ۱۳۲۵ م) سنتوں کے دسمان المکروہ کا کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ امام کی جگہ مقتدیوں سے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۵۳	گننے میں جتنے مانع نہ ہوں۔ رمضان شریف میں دتر باجماعت مسجد میں پڑھنا افضل ہے یا گھر میں پڑھنا اس میں عل کا اختلاف ہے۔ عشا جماعت سے پڑھی ہو تو دتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔ تہجد سنت مستحب ہے اور تمام سبب نمازوں سے افضل۔ تراویح و تحیۃ المسجد کے علاوہ تمام نوافل خواہ راتہ یوں یا غیر راتہ گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ نفل کی جماعت تہجد کے ساتھ مکروہ ہے کسوف وغیرہ کا بھی یہ حکم ہے۔ رمضان شریف کے اخیر حصہ میں قضاء عمری کے لئے جو طریقہ اختراع کیا گیا ہے وہ غلط اور بکثرت تنبیہ ہے۔ ایام عاشورہ میں نماز پڑھنا بہترین عبادت ہے۔ دتر کی نیت کس طرح کی جائے۔ طویل قیام کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پائے مبارک میں دم ہونا حدیثوں سے ثابت ہے۔ عشا کی آخری نفل تہجد کر پڑھنا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ تہجد پڑھنے والا تراویح کے بعد دتر پڑھ سکتا ہے۔ تراویح کی کچھ رکعتیں جماعت سے چھوٹ گئی ہوں تو ان کو دتر سے پہلے یا بعد پڑھ لے۔ جمہ سے پہلے کی سنتیں چھوٹ جائیں تو جمہ کے بعد وقت کے اندر پڑھ لے ادا میں شمار ہوں گی قضاء میں نہیں۔ فجر کی فرض پڑھ لے اور سنتیں رہ جائیں تو سوچ بند ہونے کے بعد پڑھے اس سے پہلے نہیں۔ فجر کی جماعت پوری ہے اور سنت پڑھنے کا موقع نہ ہو تو جماعت میں شریک ہونا ضروری ہے۔ نفل اور سنتیں جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے۔ رمضان شریف کے علاوہ دتر کی جماعت اجماعاً ہو جائے تو حرج نہیں۔ تراویح، کسوف اور استسقا کے علاوہ تمام نوافل جماعت سے جائز ہیں جبکہ تہجد کے ساتھ نہ ہو ورنہ مکروہ۔ تہجد کے معنی۔ صلوۃ التسبیح پڑھنے کی ترکیب اور وقت۔ تراویح یا نوافل ایک نیت سے چار رکعت اقدہ اولیٰ میں مدد شریف و عا وغیرہ اور تیسری میں ثنا پڑھنا جائز ہے۔ بالغ کی نماز نابالغ کے پیچھے جائز نہیں خواہ نفل ہی ہو۔ نماز صغی اور نماز چاشت ایک ہی ہے۔ شرعی منوں میں جہ بھی نہیں۔ تہجد کم از کم دو رکعت ہے۔ کچھ سونے کے بعد تہجد پڑھنا چاہئے صلاۃ التہجد دتر اور سنت فجر میں کون کون سورتیں پڑھی جائیں۔	۴۵۴	دلانی چادر وغیرہ خلاف معتاد از ڈھ یا پس کر نماز پڑھنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ بغیر ٹوپی کے گلو بند سر پہ باندھ کر نماز پڑھنا خلاف سنت ہے۔ مسجد کے اندر اور اس کے صحن دونوں میں جماعت کرنی جائز ہے۔ جوتے ہیں کر نماز پڑھنے کی تحقیق (یہ جواب پروردستاب نہ ہو سکا) حق، بغیر وغیرہ کی بدبو بخند میں ہو تو نماز مکروہ ہوگی ایسی حالت میں مسجد میں جانا بھی حرام۔ نماز میں کھلی معلوم ہو تو ضبط کرے ورنہ ایک یا دو بار کھلائے اس سے زیادہ نہیں۔ تہجد کے نیچے انگوت ہو یا نازلی میں ڈاٹ ہو یا جیب میں روپیہ پیسہ ہو نماز صحیح ہوگی یا نہیں۔ گرمیوں میں چٹکا ہو تو نماز صحیح ہے شرابی، الکحلے وغیرہ کے من گھنڈی نہ گئے ہوں تو نماز ہوئی ہے یا نہیں اس کا مفصل بیان۔ جہاں تصویریں ہوں وہاں نماز پڑھنے کا حکم۔ کس تصویر سے کراہت پیدا ہوتی ہے۔ سے نیچے ازار ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔ نئے سر نماز پڑھنے کا حکم۔ آیا کہ یہ محمد رسول اللہ والذین معہ کوسن کر مقتدی نے قصد آیا سو اصرار تعالیٰ علیہ وسلم کہا تو نماز کا کیا حکم ہے۔ جوتے ہیں کر مسجد میں جانا خلاف ادب ہے۔ ادب کی بنا عرف پر ہے۔ کسی نے پہلی رکعت میں لم یکن الذین کفروا اور دوسری میں صلوات پڑھی تو اس سے دو کراہتیں پیدا ہوں گی۔ مسجد کے حجرہ میں نماز جائز ہے۔ جو بلا عذر شرعی مسجد میں نماز نہ پڑھتا ہو وہ فاسق اور مردود الشہادۃ ہے۔ مسروۃ کپڑوں میں نماز مکروہ ہوگی۔ امام عامہ یا مذہب اور مقتدی بلا عامہ کے ہوں تو نماز میں کوئی بخوابی نہیں۔ نماز جنازہ پڑھانے میں جو جائے نماز ملتی ہے اس کو کوناد غیر بنانے میں کوئی حرج نہیں اس میں نماز مکروہ۔
۴۵۵	باب الوتر والنوافل (از ۴۵۴ تا ۴۵۵)	۴۵۶	جو فرض پڑھ چکا ہے اور اسی فرض کی جماعت قائم ہوئی تو وہ نیت نفل شریک ہو جائے۔ نئے کپڑے یا نئے جوتے میں نفل جائز ہے جبکہ انگلیوں کے پیت زمین سے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۸۷	بے اصل ہے بلکہ محدثات عوام سے ہے۔ جو شخص یہ کہے کہ تراویح میں قرآن شریف سننے سے بہتر ذکر ولادت شریف سننا ہے ایسے کا کیا حکم ہے۔	۴۸۷	سنتیں پڑھنے کے بعد اور فرض پڑھنے سے پہلے باتیں کرنے سے سنتوں کا ثواب تو کم ہو جاتا ہے مگر باطل نہیں تو میں نہ فرض میں نقصان آتا ہے ہاں سنتوں کا اعادہ بہتر ہے۔
۴۸۸	دترکی جماعت چھوڑنے والے کا کیا حکم ہے۔	"	مسجد سے بغیر نماز پڑھے چلا جانا منع ہے۔
"	دترکی تیسری رکعت میں فاتحہ کے ساتھ کوئی بھی سورت ملائی جاسکتی ہے سورہ اخلاص ہی کا ملانا ضروری نہیں۔	۴۸۵	تراویح کی دس رکعتیں ایک سلام سے پڑھنا جائز ہے مگر مکروہ۔ اصح یہ ہے کہ بالٹوں کی نماز نا بالٹوں کے پیچھے صحیح نہیں۔
"	دعائے قنوت میں سوہو ہونے سے مسجد سہو کب ہوتا ہے۔	۴۸۶	تراویح سنت مؤکدہ ہے اس کو سنت عمری کہہ کر بخت کننا جائز ہے۔
"	دترکا سبوق اپنی وقت شدہ نماز میں دتر پڑھے یا نہیں۔	"	تراویح میں ایک بار پورا قرآن مجید پڑھنا سنت مؤکدہ ہے ختم قرآن کے بعد بھی تراویح پڑھتے رہنا سنت مؤکدہ ہے۔
۴۸۹	دعائے قنوت یاد نہ ہوا اور سورہ اخلاص تین بار پڑھ لیا جائے تو نماز ہوگی یا نہیں۔	۴۸۷	صرف سورہ فاتحہ اور اخلاص سے تراویح پڑھنا بھی جائز ہے مگر سورہ فیل سے پڑھنا بہتر ہے جیسا کہ عام طور پر رائج ہے۔
	رسالہ اجتناب العمال عن فتاوی الجہال (از ۱۳۵۵ تا ۱۳۵۵ قنوت نازلہ کے بیان میں)	"	تراویح میں ختم قرآن میں ایک بار جہر سے بسم اللہ پڑھنا چاہئے۔
۵۰۷	فجر کی دوسری رکعت کے رکوع کے بعد دعائے قنوت یا دوسری دعائیں پڑھنا کر بلند آواز سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں نازلہ کے علاوہ فجر میں دعائے قنوت پڑھنا مکروہ ہے۔	"	الم ترکیب سے تراویح جائز ہے بہتر وہیچہ کے بعد دعائیں ملنا بھی جائز۔ ایک حافظ ایک مسجد میں بارہ رکعت اور دوسری میں آٹھ رکعت پڑھاوے ایسا جائز ہے یا نہیں۔ بلا عذر شرعی تراویح کی جماعت چھوڑنا منع ہے۔
۵۰۸	نازلہ شلاطاعون و باو غیرہ میں دعائے قنوت پڑھنا جائز ہے۔	۴۸۸	ایک شخص ایک جگہ میں رکعت پڑھاوے اور دوسری جگہ بھی
۵۰۹	نازلہ نازلہ میں فجر میں دعائے قنوت پڑھی جائے باقی نمازوں میں نہیں۔	"	میں رکعت پڑھاوے ایسا جائز ہے یا نہیں۔
"	قنوت نازلہ کے متعلق چند سوال۔	۴۸۹	شبینہ کا حکم۔
۵۱۳	سبوق و ترکس طرح پوری کرے۔	"	عشا کی نماز تنہا پڑھنے والا دترکی جماعت میں شریک نہیں ہو سکتا۔
۵۱۴	تراویح ہمد ہی ہے اور کچھ لوگ آئے جنہوں نے عشا نہیں پڑھی ہے یہ لوگ عشا کی جماعت کر سکتے ہیں اس حکم پر ایک مشبہ اور اس کا ازالہ۔	۴۹۰	ایک مسجد میں دو حافظ دس دس رکعتیں تراویح پڑھاویں اور پہلے نے جو پارے پڑھے ہیں دہی دوسرا بھی پڑھے ایسا جائز ہے یا نہیں۔
۵۱۷	جس نے عشا تنہا یا جماعت سے پڑھی ہو مگر تراویح پڑھانے والے امام کے پیچھے عشا نہ پڑھی ہو وہ تراویح کے امام کی اقتدار کر سکتا ہے یا نہیں۔ دترکی جماعت، جماعت فرض کی تابع ہے یا نہیں اس کا مفصل بیان۔	"	عشا کی نماز تنہا پڑھنے والا تراویح کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے لیکن دترکی جماعت میں شریک نہیں ہو سکتا۔
۵۲۰	تراویح کی دوسری رکعت میں بیٹھا بھول گیا اور تیسری میں بیٹھا اور مسجد سہو کیا نماز ہوئی یا نہیں ان رکعتوں میں جو قرآن پڑھا گیا ان کا اعادہ ہے یا نہیں۔	۴۹۱	ختم قرآن کے دن بیوی بیوی رکعت میں اتم تا مفلون اور چند دوسری آیتیں مثلاً ما کان محمد بنی وغیرہ پڑھ کر تراویح ختم کرنے میں مرجع نہیں تراویح بلا عذر شرعی چھوڑنے والا فاسق ہے جبکہ اس کا عادی ہو۔
"	تراویح کی جماعت ہمد ہی ہے وہاں عشا کی جماعت کی جاسکتی ہے۔	۴۹۲	ختم قرآن پر جماعت کی ایک صورت۔ شبینہ مکروہ ہے۔
	رسالہ انوار الانوار من بعد صلاة الاسرار (از ۱۳۵۲ تا ۱۳۵۲ نماز غوثیہ کے ثبوت میں)	۴۹۳	تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد فاتحہ اٹھا کر دعائیں کا حکم۔
	رسالہ ازہار الانوار من صبا صلاة الاسرار (از ۱۳۵۲ تا ۱۳۵۲ نماز غوثیہ کے کات اور طریقہ	"	تراویح کے متعلق ایک مشبہ کا ازالہ۔
		۴۹۴	تراویح میں ہر سورہ پر جہر سے بسم اللہ شریف پڑھنے کا حکم۔
		"	سورہ تراویح پڑھنے کا ایک طریقہ۔
		"	شبینہ کے متعلق ایک سوال
		۴۹۷	سورہ توبہ عوذ باللہ من النار ومن شر الکفار الخ پڑھنا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۹۰	سود کی غلو ط آہنی سے مسجد کے فرش کوڑا وغیرہ بنانے سے مسجد میں کوئی حرج نہیں آتا۔	۵۸۵	رسالہ وصاف الرحیم فی بسملۃ التواویح (از ۱۳۵۵ھ تا ۱۳۵۷ھ ختم تراویح میں بسم اللہ ایک بار بھرت پڑھنا چاہئے)
۵۹۱	مسجدوں میں پاک چیزیں لگائی جائیں مٹی ہوں یا پانی۔	۵۸۶	باب احکام المسجد (از ۱۳۵۷ھ تا ۱۳۶۱ھ)
۵۹۲	مسجدوں کی صفائیا جائز ہے۔	۵۸۷	بلا ضرورت مسجد کی بھست پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔
۵۹۳	کسی نے مسجد پر غلطاً قبضہ کر لیا اور حصولِ بانی کی کوئی ضرورت نہ ہو اور وہ دوسری جگہ ساو طہ میں دینے کے تیار ہو تو وہ جگہ لیکر مسجد بنائی جاسکتی ہے۔	۵۸۸	رسالہ التبصیر المہجد بان صفحہ المسجد صفحہ (از ۱۳۶۱ھ تا ۱۳۶۵ھ صفحہ مسجد کے مسجد ہونے کے بیان میں)
۵۹۴	مسجد میں مشکف کو سونا جائز ہے اور غیر مشکف کے ہاڑے میں طلا۔	۵۸۹	نمازیوں کو تکلیف دینے والے، بد مذہب اور جن کے بدن سے بدبو نکلتی ہو مسجد آنے سے انھیں روکا جائے۔
۵۹۵	مسجدوں کو کچر پال بنانا جائز نہیں۔	۵۹۰	مسجد کا صفحہ مسجد ہی ہوتا ہے اس میں نماز کی جاسکتی ہے نہ جنازہ کی نماز پڑھی جاسکتی ہے۔
۵۹۶	صحیح یہ ہے کہ مشکف کے سوا دوسروں کو کھانا پینا مسجد میں جائز نہیں۔	۵۹۱	مسجد کی فضیل خارج از مسجد ہوتی ہے۔
۵۹۷	مسجد یا صفحہ میں گالی گلوچ وغیرہ لغویات جائز نہیں ایسے کو مسجد سے نکال دینا چاہئے۔	۵۹۲	بلا وجہ شرعی کسی کو مسجد آنے سے روکا نہیں جاسکتا۔
۵۹۸	مسجد کا حجرہ اور فنا مسجد کے حکم میں ہیں۔ مسجد کے حجرہ میں تہذیب لکھ کر اجرت پر دینا جائز نہیں۔	۵۹۳	ختم نبوت کا انکار کفر ہے۔ غیر مقلدین زمانہ پر حکم کفر ہے۔
۵۹۹	مشکف مسجد میں احتیاط سے کھائے پیئے۔ مسجد میں اوگلا لان رکھنا یا مسند سے ٹیک لگانا وغیرہ جائز ہے یا نہیں۔ بہت احکام سائلین فیض کے فرق سے بدل جاتے ہیں۔	۵۹۴	مسجدوں پر کسی کا کوئی حق نہیں ہو پختہ کسی کو نماز پڑھنے سے روکا جاسکتا۔
۶۰۰	مسجدوں میں درود، وظائف، تلاوت وغیرہ جہ سے کرنا جس سے نمازیوں یا سہلے والوں کو تکلیف ہو منع ہے۔	۵۹۵	سینل کی مسجدوں پر روافض کا کوئی حق نہیں۔
۶۰۱	سافر مسجد میں ٹھہر سکتا ہے جبکہ مسجد کے اسباب کو اس سے ہندو نہیں ہو۔	۵۹۶	مسجد ضرار کی تعریف۔
۶۰۲	مسجدوں میں مٹی کا تیل جلانا جائز نہیں اور اگر بدبو زائل کر دی جائے تو اس کا جلانا جائز ہے۔	۵۹۷	ایک مسجد ہوتے ہوئے دوسری مسجد بنائی جائے تو یہ مسجد ضرار ہوگی یا نہیں۔ ضرورت ہو تو ایک مسجد کو دو کیا جاسکتا ہے۔ اگر باہمی بخشش کی بنا پر دوسری مسجد بنائی جائے تو یہ مسجد ضرار نہیں۔
۶۰۳	نماز کے اوقات میں مسجدوں کے دروازے بند رکھنا منع ہے۔ بلا ضرورت مسجد میں چراغ جلانا منع ہے۔	۵۹۸	صغیر و کبیر مسجدوں میں فرق۔
۶۰۴	مسجد کے سائبان میں کلمے وغیرہ لکھنا جائز ہے جبکہ نمازیوں کی نگاہ کے سامنے نہ ہوں۔	۵۹۹	مسجد سے متصل کوئی مکان مسجد سے بلند ہو تو حرج نہیں اور یہ خیال کہ جس مسجد سے متصل کوئی بلند مکان ہو اس میں نماز نہیں ہوتی محض غلط ہے۔
۶۰۵	مسجد کی دیواروں پر طے وغیرہ لکھنا جائز ہے جبکہ بلند کیا پر ہوں۔	۶۰۰	مسجد ضرار کی ایک صورت۔
۶۰۶	مسجدوں میں نقش و نگار کرنے کا حکم۔	۶۰۱	ضرورت پر متعدد مسجدیں بنائی جاسکتی ہیں۔
۶۰۷	کرمی پر مٹی کر مسجد میں وحظ لکھنا جائز ہے جبکہ نمازیوں کو کوئی مضل نہ ہو۔	۶۰۲	مسجد مہدم کر کے دوکان وغیرہ بنا لینا حرام ہے نہ مسجد بنانے میں یہ لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ پرانی مسجد ویران نہ ہو جائے ورنہ گناہ ہوگا۔
۶۰۸	قوی و فنی حدیثوں میں تعارض ہو تو قوی پر عمل ہوگا۔	۶۰۳	حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق ایک روایت کی تردید ہر شہر میں ایک جامع مسجد بنانا واجب ہے اور محلوں میں بھی مسجدیں بنانے کا حکم ہے۔ بلند مسجدیں بنائی جائز ہے۔
۶۰۹	مسجدوں میں جوئے کہاں رکھے جائیں۔		
۶۱۰	بلا ضرورت سامنے جوتے نہ رکھے جائیں۔		
۶۱۱	مسجد کے کتوں سے لوگوں کو ہائی بھرنے سے منع نہیں کیا جاسکتا۔		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۱۰	طلوع آفتاب سے پہلے پڑھنا منع ہے۔	۶۰۱	الحمد مسجد کی دسی ادا ٹول سے غیر ناز کے لیے پانی پھرنا منع ہے۔ ہمارے
۶۱۱	صاحب حرم طبع کے وقت بھی قضا پڑھنے سے مراد اس کا عمدہ	۶۰۲	مسجد میں داخل نہیں۔ بے ضرورت مسجد میں درخت لگانا منع ہے۔
۶۱۲	ہیں ہوگا اور جو صاحب حرم نہ ہو وہ وہاں طبع میں قضا نہیں	۶۰۳	مسجدوں میں دنیا کی باتیں یا شور و شب حرام ہے ایسے کو مسجد سے
۶۱۳	پڑھ سکتا۔	۶۰۴	نکال دینا چاہیے۔
۶۱۴	سنت فخر یا عذر دینا کر صحیح نہیں ہوگی اور سنت فخر قضا ہو جائے تو	۶۰۵	مسجد میں ہم چھٹی اور اس کے متعلق دو کام ہیں ہوں تو ان کے کرایہ سے
۶۱۵	اس کے پڑھنے کا دفعہ۔	۶۰۶	مسجد تعمیر کی جائے کرایہ کی آمدنی کو دوسری مسجد یا امام پر خرچ کرنا
۶۱۶	عشاء سے پہلے والی سنت فوت ہو جائے تو اس کی قضا نہیں ہاں عشا	۶۰۷	حرام ہے۔
۶۱۷	کے بعد دو رکعت سنت کے بعد اسے پڑھنے کو کوئی مانعت نہیں	۶۰۸	قبروں کو ہموار کر کے مسجد میں شامل کر لینا حرام ہے۔
۶۱۸	سنت فخر فوت ہو جائے تو طلوع خمس سے پہلے پڑھنا گناہ ہے۔	۶۰۹	مسجدوں میں مد سے قائم کرنے کے شرائط۔
۶۱۹	جمہ کی سنت چھوٹ گئی ہے تو جمہ کے بعد اس کو ہیبت تلف پڑھنے	۶۱۰	مسجدوں میں کندہ چھوٹنے کا حکم۔
۶۲۰	سنت فخر قضا ہو جائے تو طلوع خمس کے بعد زوال سے پہلے تک	۶۱۱	مسجدوں پر چھٹنے لہرانے کا حکم۔
۶۲۱	پڑھنے زوال کے بعد اس کی قضا نہیں۔	۶۱۲	مسجدوں میں سیلا و شریف یا وعظ کرنا کیسا ہے
۶۲۲	سبت کی جانب سے قضا عری ادا کر نیکی ایک صورت۔	۶۱۳	مسجدوں میں علماء ادا شائع کے لیے قیام کیا جاسکتا ہے
۶۲۳	قضا عری کا ایک غلط طریقہ۔	۶۱۴	قبریں پاٹ کر مسجد بنانا کیسا ہے
۶۲۴	قضا عری کے پڑھنے کا طریقہ اور اس کی نیست	۶۱۵	مسجد کی تعمیر کے لیے رقبہ کیسی ہوں
۶۲۵	جس کے ذمہ قضا نمازیں ہوں وہ نفلوں کی جگہ بھی قضا نمازیں پڑھے	۶۱۶	مسجد میں جمہ کے لیے دریاں دی گئیں اور وہاں جمہ پڑھنا بن گیا
۶۲۶	نماز قضا ہو جانے کی ایک صورت۔	۶۱۷	توان دریل کو دوسری مسجد میں دینا جائز نہیں۔
۶۲۷	قضا نمازوں کی جماعت ہو سکتی ہے یا نہیں اور ہو سکتی ہے تو کہاں		
۶۲۸	مسجد یا مکان میں۔		
۶۲۹	قضا عری ادا کرنے کا طریقہ۔		
۶۳۰	ناز روزہ حج وغیرہ کے چھوڑنے سے آدمی کا فر نہیں ہوتا البتہ اگر		
۶۳۱	قضا اس پر فرض ہے۔ جب تک کفر ہو چکی طاعت ہو بیٹھ کر نماز		
۶۳۲	نہیں ہوگی۔		
۶۳۳	فجر کی نماز قضا ہو جائے وہ جمہ اور عید کی نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔		
۶۳۴	نہت کے ذمہ نماز روزہ کا کفارہ ہو اور کفارہ میں قرآن شریف کا		
۶۳۵	ہر ایک سکین کو دیا جائے تو کفارہ ادا ہوگا یا نہیں۔		
۶۳۶	میت کے کفارہ ادا کرنے کیلئے مان نہ ہو یا کم ہو تو کفارہ کیسے ادا ہو		
۶۳۷	قضا نماز کے کفارہ کا مستحق کون ہے۔		
۶۳۸	میت کی جانب سے کفارہ ادا کرنے کا طریقہ۔		
۶۳۹	کفارہ میں قرآن شریف دینے سے پورا کفارہ ادا نہیں ہوتا بلکہ		
۶۴۰	قرآن شریف جس پر کیا ہے اتنی ہی ادا ہوگا۔		
	باب مسجود السهو		
	(الروضۃ ۶۳ تا ۶۴)		
۶۴۱	سورت سوچنے میں بعد ادا کے رکن یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کی		
۶۴۲	مقدار دہ ہو جائے تو مسجد سہو واجب ہے۔		
	باب ادراک الفریضۃ		
	(الرملا ۶۵ تا ۶۱۲)		
۶۴۳	کوئی نفل یا سنت پڑھ رہا ہے اور جماعت قائم ہوئی تو پوری کر کے		
۶۴۴	جماعت میں شریک ہو یا چھوڑے؟		
۶۴۵	امام قعدہ اخیرہ میں ہو تو فجر کی سنتیں پڑھ کر شریک ہونا چاہیے یا		
۶۴۶	غیر پڑھے۔		
۶۴۷	فرض پڑھ رہا ہے اور جماعت کھڑی ہوئی تو کیا کرے		
۶۴۸	امام فجر کے قعدہ اخیرہ میں ہو اور سنت پڑھ کر شریک ہو سکتا ہے تو		
۶۴۹	سنت پڑھے ورنہ شریک ہو جائے اور آفتاب بلند ہونے کے بعد نہت پڑھے		
۶۵۰	فجر کی جماعت ہو رہی ہے تو سنت کہاں پڑھی جائے		
	باب قضاء الفوائت		
	(الرملا ۶۱۳ تا ۶۱۴)		
۶۵۱	فجر کی فرض پڑھ لی ہو اور سنت رہ گئی ہو تو زوال سے پہلے پڑھ سکتا ہے		
۶۵۲	نمازیں کچھ چھوٹی ہوں اور کچھ ٹھہری ہوں تو کس ترتیب سے پڑھی جائیں		
۶۵۳	فجر کی سنت رہ گئی ہو تو آفتاب بلند ہونے کے بعد زوال تک پڑھے		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۳۰	دلانے کے لئے آدمی مقرر کرنا جائز نہیں۔	۶۳۰	بھول کر کھڑا ہو جائے یا کھڑے ہونے سے قریب ہو تو کیا کرے
۶۳۱	تین سجدے کرنے سے سجدہ سہوا واجب ہوگا۔	۶۳۱	قدہ اخیرہ کو قدہ اولیٰ سمجھ کر کھڑا ہو گیا اور سجدہ کرنے سے پہلے
۶۳۲	سجدہ سہوا واجب ہو اور سجدہ نہ کرے تو نماز کا اعادہ واجب ہے۔	۶۳۲	لوٹ آیا تو بیٹھے ہی سجدہ سہوا کرے دوبارہ التحیات نہ پڑھے۔
۶۳۳	تیسری یا چوتھی رکعت میں سہوا فاتحہ کے بعد آیت چھ دی یا رکوع	۶۳۳	قدہ اولیٰ میں کھڑے ہونے کے قریب تھا کہ بیٹھ گیا تو سجدہ سہوا
۶۳۴	کی تسبیحات سجدہ میں یا سجدہ کی رکوع میں یا مقتدی نے تہود	۶۳۴	واجب ہوگا یا نہیں۔
۶۳۵	پڑھایا امام نے تسبیح کے بجائے تکبیر کہا تو سجدہ سہوا نہیں۔ قدہ	۶۳۵	امام پر سجدہ سہوا نہیں تھا اور سجدہ سہوا کیا تو اس کے بعد جو لوگ
۶۳۶	اخیرہ میں بھول کر کھڑا ہو جائے تو کیا کرے۔	۶۳۶	اس نماز میں شریک ہوں گے ان کی نماز نہیں ہوگی۔
۶۳۷	کسی کو نسیان ہو اور دوسرے کے بتانے پر وہ نماز پڑھے تو نماز نہیں	۶۳۷	سجدہ سہوا کے لئے امام سلام کرے تو سہون بھی سلام کرنے میں
۶۳۸	ہوگی ایسا شخص نماز کس طرح پڑھے۔	۶۳۸	شریک ہو یا نہیں۔
۶۳۹	بغیر قنوت پڑھے رکوع چلا جائے تو پڑھے نہیں اور اگر پڑھا تو نماز	۶۳۹	قدہ اولیٰ میں اھم صل علی محمد تک پڑھے گا تو سجدہ سہوا
۶۴۰	تو ہو جائے گی مگر گنہگار ہوگا چلنے کے لئے مقتدی نے لغو دیا تو	۶۴۰	واجب ہوگا۔ سہون سجدہ سہوا کا سلام نہ کرے۔
۶۴۱	اس کی نماز فاسد ہوگی۔	۶۴۱	قدہ اولیٰ میں شک ہو اور سجدہ سہوا کر لے تو نماز ہو جائے گی۔
باب سجود التلاوة		۶۴۲	فاتحہ کے بعد بسم اللہ شریف ترتیل سے پڑھی جس سے کافی دیر
(از ۶۴۱ تا ۶۵۵)		۶۴۲	ہوگئی تو سجدہ سہوا واجب نہیں سکوت یا سہوت سوچے میں بیٹھ
۶۴۲	کتاب وغیرہ میں آیات سجدہ ہوں تو ان کے پڑھنے سے سجدہ	۶۴۳	ہو جائے تو سجدہ سہوا واجب ہوگا۔
۶۴۳	واجب ہوگا یا نہیں۔	۶۴۴	چار رکعت والی نماز میں پچھلی دو رکعتوں میں سہوت کا ضم کرنا
۶۴۴	آیت سجدہ پڑھنے کے بعد فوراً سجدہ کرنا واجب ہوتا ہے یا نہیں۔	۶۴۵	کیا ہے۔
۶۴۵	امام نے سجدہ تلاوت کی نیت رکوع میں کیا تو امام اور مقتدی	۶۴۶	سجدہ سہوا کے لئے ایک طرف سلام چاہئے دونوں طرف نہیں۔
۶۴۶	سب کا سجدہ ادا ہوگا یا نہیں۔	۶۴۷	فاتحہ کے ساتھ سہوت نہیں ملائی اور رکوع میں چلا گیا تو یاد
۶۴۷	آیت سجدہ کے ترجمہ پڑھنے سے سجدہ ہوتا ہے یا نہیں۔	۶۴۸	آئے پر فوراً کھڑے ہو کر سہوت پڑھے اور پھر رکوع کرے۔ اور اگر
۶۴۸	سجدہ تلاوت کے لئے طہارت اور نیت ہونا ضروری ہے۔ سجدہ	۶۴۹	رکوع کے بعد یاد آئے تو سجدہ سہوا کرے۔
۶۴۹	کرنے میں قرآن شریف سامنے ہو تو حرج نہیں۔	۶۵۰	مقتدی سے سہوا ہونے پر نہ اعادہ صلوٰۃ ہے نہ سجدہ سہوا کیوں
۶۵۰	آیت سجدہ تلاوت کرنے کے بعد سجدہ کرنا واجب تراویح ہو	۶۵۱	اس کے متعلق ایک علمی بحث۔
۶۵۱	یا کوئی دوسری نماز۔	۶۵۲	امام کے سہوا سے لاحق پڑھی سجدہ واجب ہوتا ہے مگر امام کے ساتھ
باب صلاة المسافر		۶۵۳	نہ کرے اپنی نماز پوری کرنے کے بعد کرے۔
از ۶۵۵ تا ۶۶۰		۶۵۴	سجدہ سہوا کا سلام دہنی طرف ہے دونوں طرف نہیں درجہ سہوا
۶۵۵	حکام سرکاری دوروں میں مسافر ہوں گے یا نہیں۔	۶۵۵	ساقط اور گناہ لازم۔
۶۵۶	مسافر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ مذہب نصرانیہ مسلسل	۶۵۶	قدہ اولیٰ میں امام عادت سے زیادہ دیر لگا دے تو مقتدی
۶۵۷	جلنے کا ارادہ ہو ورنہ مسافر نہیں ہوگا۔	۶۵۷	لغو دے سکتا ہے۔
۶۵۸	منزل، کوس اور فرسنگ کی مسافتوں کا بیان قصر میں منزل	۶۵۸	بغیر قنوت پڑھے رکوع میں چلا جائے تو پڑھے نہیں سجدہ سہوا کرے۔
۶۵۹	سے کم میں نہیں ہوتا۔ مسافر جس راستے سے سفر کرے قصر میں ہی قصر ہوگا۔	۶۵۹	قدہ اولیٰ میں امام سہوا کھڑا ہو گیا اور مقتدی نے لغو دیا تو نماز
۶۶۰	دو مسافروں کے درمیان ایک مشترک غلام ہو اور ایک نے اقامت	۶۶۰	ہوگی یا نہیں۔
۶۶۱	کی نیت کر لی اور دوسرے نے نہیں کی تو غلام قصر کرے یا نہیں۔	۶۶۱	امام کو قدہ سے سہوا ہو تو اشد کبریا التحیات سے بھی لغو دیا جاسکتا
		۶۶۲	ہے مگر سنت سبحان اشد کہنا ہے۔
		۶۶۳	نسیان کی وجہ سے رکعت وغیرہ کی تعداد یاد نہ رہتی ہو تو یاد

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۸۷	تعدد جگہ جمع ہو سکتا ہے مگر ایک جگہ پر ہونا افضل ہے۔	۶۸۲	ایک آدمی سے باہر نکلے ہی مسافر ہو جاتا ہے اور جب تک وطن واپس نہ آجائے یا کہیں انکس کی نیت نہ کرے مسافر رہے گا۔
۶۸۸	جہاں صحت جمعہ کے شرائط میں اشتباہ ہو تو وہاں خواص کے لیے چار رکعت احتیاجی پڑھنے کا حکم ہے۔	۶۸۳	جنگلات میں جو ملازمین ہوتے ہیں وہ مسافر کہلاؤں گے یا نہیں۔
"	جمعہ کس سال فرض ہوا۔	۶۸۴	جو اسٹیشن جگہوں میں ہوتے ہیں ان کے ملازمین مسافر ہیں یا نہیں۔
۶۸۹	جمعہ عیدین وغیرہ میں کثیر جمعہ ہو تو سہو کا سجدہ چھوڑا جاسکتا ہے۔	"	مسفر میں نماز پوری پڑھنا قصر نہ کرنا گناہ ہے۔
"	ایک مسجد میں جمعہ ہو جائے تو دوسرے لوگ اس مسجد میں جمعہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔	"	۵۰ میل کے ارادہ سے سفر کرنے سے آدمی مسافر ہوتا ہے دس دس جنگلات کے ملازمین کے متعلق ایک سوال۔
۶۹۱	ایک مسجد میں دو بار جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں یا ایک وقت میں جمعہ کی دو جگہیں ہو سکتی ہیں یا نہیں۔	۶۹۸	سراسر مال جمعہ سفر پر ہو تو وہاں جائے نماز میں قصر ہوگا۔
۶۹۲	عربی میں خطبہ پڑھنا پھر اردو میں ترجمہ کرنا یا اردو میں پڑھنا یا کچھ عربی اور کچھ اخبار میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔	۶۹۹	۵۰ میل کے فاصلہ پر طی الاتصال جانا ہو تو قصر ہے۔
۶۹۳	جمعہ کے بعد ظہر کی نیت سے دو رکعت پڑھنا جائز نہیں۔	"	مسافر امام نے پوری نماز پڑھائی تو معیم کی نماز نہیں ہوگی کہیں مکان ہو تو وہ وطن اصل نہیں بن جاتا۔
۶۹۴	خطبہ کے متعلق دوسروں کے وقتوں اور صنف کی تحقیق۔		
۶۹۹	خطبہ میں دینے والی باتیں مؤخر پھر نابے اصل ہے۔ عربی کے علاوہ دوسری زبان میں خطبہ پڑھنا خلاف سنت ہے۔ منبر کے کتنے دینے ہوں اور کس زینہ پر خطبہ ہو اور منبر کا رواج کب سے ہے۔		
۷۰۰	احتیاطی ظہر کے متعلق ایک سوال۔	۶۸۸	جمعہ کے لیے شہر شرط ہے۔ ظہر کی تعریف۔
۷۰۲	جہاں آبادی اتنی ہو کہ وہاں کی ٹرینی مسجد میں آسکیں، حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کی بنا پر وہ شہر ہے متاخرین نے اس کو اختیار کیا ہے اس روایت پر وہاں جمعہ اور عیدین ہو سکتے ہیں۔	۷۰۰	دیہات میں جمعہ جائز نہیں۔ شہر کی یہ تعریف کہ جمع مکان جن پر جمعہ فرض ہے آجائیں تو مسجد میں آسکیں۔ ظاہر الرودینہ کے خلاف ہے۔
"	شہر اور دیہات کا فرق۔ (افسوس کہ پورا جواب دل رکھا)	۷۰۲	جمعہ کے متعلق ایک شہر کا ازالہ احتیاطی ظہر خواص کے لیے ہے۔
۷۰۳	شوکت اسلامی کے خیال سے جمعہ اور عیدین کا گناہ میں پڑھنا بھی تو جائز ہے یا نہیں۔	۷۰۰	فتاویٰ ابوالبرکات کے ایک فتویٰ کا رد۔ خطبہ کے الفاظ کے معانی کا سمجھنا صحت جمعہ کے لیے شرط نہیں۔
"	ملازمینہ وغیرہ خطبہ کے وقت پڑھنا جائز نہیں۔	۷۰۰	خطبہ میں خطبہ کا ترجمہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔
"	جمعہ ہو چکنے کے بعد دوسرے لوگ اس مسجد میں جمعہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔	"	قلعہ وغیرہ میں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔ صحت جمعہ کے لیے اذن عام ضروری ہے۔ جمعہ کی سنتوں کی تعداد کتنی ہے
۷۰۵	جامع مسجد تنگ پڑتی ہو تو عید گاہ میں جمعہ پڑھا جائے احتیاطی ظہر پڑھنے کا طریقہ۔	۷۰۱	احتیاطی ظہر پڑھنے کا طریقہ۔
۷۰۶	جمعہ اور ہر عید کے بعد قبلہ سے انحراف امام کے لیے سنت ہے۔	۷۰۲	جمہ سے متعلق چند سوال۔
"	قبلہ رو بیٹھا رہنا بالا جماع مکروہ ہے۔ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں طویل دعا بہتر نہیں اور یونہی جبکہ مقتدیوں پر گراں گزرتا دعا کے انتظار میں مقتدیوں کو بیٹھا رہنا ضروری نہیں۔	۷۰۳	اذان ثانی کا جواب زبان سے دینا یا اذان کے بعد زبان سے دعا کرنا منع ہے دل سے کر سکتا ہے۔
۷۰۶	جمعہ، عیدین اور کسوف میں امام کیسا ہو۔	"	معوذ سے خطبہ شروع کرنا چاہیے۔
۷۰۷	ایک مسجد میں جمعہ کی نماز دوبارہ پڑھنا جائز نہیں۔	"	ازد کے قصائد وغیرہ خطبہ میں پڑھنا خلاف سنت ہے۔
		"	عصا ایک خطبہ پڑھنا کیسا ہے۔
		"	عربی، فارسی اور اردو استعارہ میں خطبہ ہو تو کیسا ہے
		"	نابالغ خطبہ پڑھنے اور بالغ نماز پڑھنے کو کیا حکم ہے۔
		"	احتیاطی ظہر کے متعلق ایک سوال۔

باب الجمعة

(از منہ تاج)

جمعہ کے لیے شہر شرط ہے۔ ظہر کی تعریف

دیہات میں جمعہ جائز نہیں۔ شہر کی یہ تعریف کہ جمع مکان جن پر جمعہ فرض ہے آجائیں تو مسجد میں آسکیں۔ ظاہر الرودینہ کے خلاف ہے۔

جمعہ کے متعلق ایک شہر کا ازالہ احتیاطی ظہر خواص کے لیے ہے۔

فتاویٰ ابوالبرکات کے ایک فتویٰ کا رد۔ خطبہ کے الفاظ کے معانی کا سمجھنا صحت جمعہ کے لیے شرط نہیں۔

خطبہ میں خطبہ کا ترجمہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔

قلعہ وغیرہ میں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔ صحت جمعہ کے لیے اذن عام ضروری ہے۔ جمعہ کی سنتوں کی تعداد کتنی ہے

احتیاطی ظہر پڑھنے کا طریقہ۔

جمہ سے متعلق چند سوال۔

اذان ثانی کا جواب زبان سے دینا یا اذان کے بعد زبان سے دعا کرنا منع ہے دل سے کر سکتا ہے۔

معوذ سے خطبہ شروع کرنا چاہیے۔

ازد کے قصائد وغیرہ خطبہ میں پڑھنا خلاف سنت ہے۔

عصا ایک خطبہ پڑھنا کیسا ہے۔

عربی، فارسی اور اردو استعارہ میں خطبہ ہو تو کیسا ہے

نابالغ خطبہ پڑھنے اور بالغ نماز پڑھنے کو کیا حکم ہے۔

احتیاطی ظہر کے متعلق ایک سوال۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۷۲۸	شافعی امام کے پیچھے حنفی کا جمعہ ہوگا یا نہیں۔	۷۰۹	جمعہ کے لیے شہر یا فنائے شہر شرط ہے جہاں شہر نہ ہو وہاں فنائے شہر کافی ہے۔ فنائے شہر کس کو کہتے ہیں۔ مالک، شیعہ، اکبر، مساجد اہلہ مصر کو علمائے رد کردیا ہے۔
۷۲۹	بے اذن امام معین کے دوسرے نے خطبہ پڑھا اور نماز پڑھائی۔ جمعہ نہیں ہوگا یا امام معین نماز میں شریک ہو جائے تو ہو جائیگا۔	۷۱۰	احتیاطی ظہر عوام کیلئے نہیں ہے۔ خطبہ میں حضور کا نام پاک آئے تو دل میں درد پڑے زبان سے سکوت فرض ہے۔
۷۳۱	مسجد سے باہر کوئی ایسی جگہ نہ ہو جہاں مؤذن خطیب کے محاذی میں اذان دے سکے تو وہاں کیا کیا جائے۔	۷۱۱	بصر، قری اور شہر کا فرق۔ متصل بستیاں ہوں اور کثیر مسکن آباد ہوں کہاں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔
۷۳۱	جمعہ کے دونوں خطبے فرض ہیں یا ایک فرض دوسرا سنت؟ رسالہ موقاة الہجاء فی الہبوط عن المنابر لمداح السلطان (از مولانا محمد ثانی خطبہ میں ایک طیر علی اترنے پر چڑھنے کے بارے میں)	۷۱۲	محقق یہ ہے جمعہ کے لئے شہر شرط ہے ہم اسی پر قوی دیتے ہیں لیکن دیہات میں جمعہ پڑھنے سے عوام کو نہ منع کرتے ہیں اور نہ منع کرنا پسند کرتے ہیں ایک روایت پر جمعہ صحیح ہو جاتا ہے عوام جس طرح بھی خدا و رسول کا نام لیں غنیمت ہے۔
۷۳۲	المصر مالاً لیسع اکبر مساجد اہلہ یہ مذہب امام اور نہ صاحبین کا قول۔	۷۱۳	جہاں تین چار مسلمان آباد ہوں منصفی داک خانہ شفا خانہ بازار وغیرہ ہوں وہ شہر ہے یا دیہات۔
۷۳۸	دیہات کے لوگوں پر جمعہ واجب نہیں۔	۷۱۸	جمعہ کی امامت کے لئے سلطان یا ماذون کی شرط کوئی بنیادی شرط نہیں۔
۷۴۰	اذان ثانی کا جواب امام دے سکتا ہے مقتدی نہیں مگر مقتدی دے تو اس سے نزاع نہیں کرنا چاہئے۔ تو دسے خطبہ شروع کرنا چاہئے اور کوئی بسم اللہ سے شروع کرے تو جواز میں شک نہیں۔	۷۱۹	نماز پنجگانہ جمعہ عیدین اور کسوف کی امامت میں کوئی فرق ہے یا نہیں۔
۷۴۱	خطبہ میں اہم جلالت یا حضور کا اہم مبارک آئے تو دل میں جل جلالہ یاصل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زبان سے نہیں۔ خطبہ کے وقف سنتیں پڑھنا ممنوع ہے۔	۷۲۰	دیہات میں جمعہ عیدین جائز نہیں عوام پڑھیں تو انہیں منع کرنے کی ضرورت نہیں۔
۷۴۱	خطبہ زبانانی اور دیکھ کر دونوں طور پر پڑھا جاسکتا ہے اور زبانانی پڑھنا افضل ہے۔	۷۲۱	خطبہ میں غیر عربی کا غلط کردہ تنزیہی اور خلاف سنت ہے۔
۷۴۲	نہم دیہات میں جمعہ پڑھیں گے اور جہاں قائم نہ ہو وہاں قائم کریں گے مگر عوام کو منع بھی نہ کریں گے۔	۷۲۲	خطبہ اولیٰ میں اوصیکم بتقویٰ اللہ نہ پڑھا جائے تو شوافع کی نماز ہوگی یا نہیں۔
۷۴۲	امام قابل امامت نہ ہو اور اسے بدل بھی نہ سکتا ہو تو تنہا ظہر پڑھے۔	۷۲۳	ایک مسجد میں اذان و اقامت اور خطبہ کے ساتھ جمعہ ہو چکے کے بعد پھر دوسروں کو چند بار ایسے ہی جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔
۷۴۳	خطبہ سننے کی حالت میں کوئی حرکت کرنا منع ہے اور ولید کو اللہ اعلیٰ پر نماز کے لئے کھڑے ہونا حرام ہے۔	۷۲۴	دونوں خطبہ کے مابین دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں۔
۷۴۴	امام نے جمعہ پڑھا کر دوسری مسجد میں جمعہ کی نماز میں شریک ہو گیا یہ کیسا ہے۔	۷۲۵	جیل خانوں میں جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں۔
۷۴۴	ایک شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہو سکتا ہے۔ جمعہ کا امان کون ہو۔	۷۲۶	جہاں جمعہ صحیح ہونے میں اشتباہ نہ ہو وہاں احتیاطی ظہر منع ہے۔
۷۴۵	میدان میں بھی جمعہ ہو سکتا ہے اس کے لئے مسجد یا عمارت ہونا ضروری نہیں۔	۷۲۷	امام میں شرعی عیب ہو اور اسے معزول نہ کر سکیں تو دوسری جگہ جمعہ کے لئے جانا واجب ہے۔
۷۴۶	جمعہ کے شرائط۔	۷۲۸	جہاں لوگ عربی نہیں سمجھتے ہیں ان کی رعایت میں اردو میں خطبہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔
۷۴۶	خطبہ میں آیت شروع کرنے سے پہلے تو پڑھنا چاہئے اور وہ آیت سورہ کی ابتدا میں ہو تو بسم اللہ بھی پڑھ لینے میں حرج نہیں۔	۷۲۹	مسجد میں اذان ثانی دینا مکروہ ہے۔ جمعہ کی پہلی اذان کب سے شروع ہوتی۔ خلفائے راشدین کے زمانہ میں اذان ثانی کہاں سارے جمعہ جائز ہے یا نہیں۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۵۹	جوشاہی زمانہ سے خطبہ اور امامت کے منصب پر مقرر ہوا اسکے خطبہ سننے کو ناجائز کہنا منع ہے۔	۴۷۱	جمہ کے لئے خطبہ شرط ہے۔ مختصر خطبہ ہونا چاہئے۔ علی خطبہ کے مصنف سنی تھے۔
۴۶۰	اذان خطبہ کا جواب دینا اور دعا مانگنا اور نام پاک پر انگوٹھا چومنا نہیں چاہئے۔ درود شریف دل میں پڑھے زبان سے نہیں اُردو میں خطبہ خلافت سنت ہے۔	۴۷۲	بن میں جمہ حرام اور گاؤں میں ناجائز۔
۴۶۱	امام جمہ مقرر کرنے کا حق بادشاہ یا نائب کو ہے۔	۴۷۳	جامع مسجد میں جمہ پڑھنا افضل ہے مسجد محلہ کا حق نماز پنجگانہ میں ہے۔
۴۶۲	سنت پڑھنے میں خطبہ شروع ہو تو کیا حکم ہے۔	۴۷۴	جہاں متصل بستیاں ہوں وہاں جمہ جائز ہے یا نہیں۔
۴۶۳	رسالہ رعایۃ المذہب میں فی الدعاء بین الخطبتین (از مکتبہ تاملہ) ما بین الخطبتین دعا کرنے کے بارے میں دو دنوں خطبوں کے درمیان ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں۔	۴۷۵	الوداعی خطبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ثابت نہیں ہاں وہ فی نفسہ مباح ہے۔
۴۶۴	نماز جمہ میں قراۃ کی مقدار	۴۷۶	چھوٹے چھوٹے گاؤں متصل ہوں تو وہاں جمہ جائز ہے یا نہیں۔
	رسالہ اوفی المعرفۃ فی اذان الجمعہ (از مکتبہ تاملہ) اذان ثانی مسجد سے باہر ہونیکے بیان میں	۴۷۷	غیر عربی میں خطبہ نہیں ہونا چاہئے۔ مختصر خطبہ پڑھنا عقلمندی کا ثبوت ہے۔ الوداع کوئی حکم شرعی نہیں اور نہ اس کا التزام اچھا۔ جمہ میں قراۃ کی مقدار کس ہے۔
	باب العیدین (از ۴۵۷ تا ۴۵۸)	۴۷۸	دیہات میں جمہ جائز نہیں اور جہاں قائم ہو بند کرنا جاہلوں کا کام ہے۔
۴۵۵	عید کے خطبہ میں لبیک یا درود پڑھنا کیسا ہے۔	۴۷۹	باب جمہ میں قاضی سے مراد والی قاضی ہے نکاح کا قاضی نہیں۔ مجلس خافوں میں جمہ جائز ہے یا نہیں۔ دھوپ کی وجہ سے چھتری لگا کر خطبہ سننا جائز ہے یا نہیں۔
	رسالہ سرور العید فی حل الدعاء بعد صلاۃ العید۔ (از ۴۵۷ تا ۴۵۹) نماز عید کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کے ثبوت میں)	۴۸۰	جمہ کے دن دو پہر سے پہلے سفر کرنا جائز ہے جمہ کا وقت ہو جانے کے بعد سفر کرنا گناہ ہے۔
۴۹۴	عید صحرا میں پڑھنی چاہئے یا مسجد میں۔	۴۸۱	گھر میں کوئی جگہ نماز کے لئے مقرر کر لی جائے تو وہ مسجد کے حکم میں نہیں۔ جمہ کے لئے مسجد شرط نہیں۔
۴۹۹	خطبہ میں یا نماز سے پہلے چندہ کی تحریک کیسی ہے۔ جمہ و عیدین اور نماز پنجگانہ کی امامت میں فرق۔ قاضی کی تعریف اور شرائط۔	۴۸۲	حضور کی تبعیت میں حضرت غوث الاعظم پر درود پڑھنا جائز ہے۔
۸۰۱	جامع مسجد میں عید پڑھنی جائز ہے اور عید گاہ میں بہتر۔	۴۸۳	ہندوستان کے شہروں میں جمہ صحیح ہے۔ احتیاطی نظر خواص کے لئے ہے۔ جہاں جمہ صحیح ہو گا نظر ساقط ہوگی لوگوں کے مقرر کردہ امام کے پیچھے جمہ صحیح ہے۔
۸۰۲	قصداً نماز عید چھوڑنا گناہ ہے۔ عید کس پر واجب ہے۔ تکبیرات زوائد کب سے شروع ہوتیں۔	۴۸۴	در یا سمندر وغیرہ میں جمہ جائز نہیں۔ دارالحرب میں۔
	بلا عذر پہلے روز عید نہیں پڑھی گئی دوسرے روز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں۔	۴۸۵	ایک زینہ اُترنے پھر چڑھنے کو علانے ایک مصلحت سے خطبہ کے لئے رکھا تھا وہ اب نہیں۔ سلاطین کے لئے مباہلہ آمیز الفاظ ممنوع ہیں۔
۸۰۳	ایک عید گاہ میں دوبار عید پڑھی گئی پہلی خطبہ کے ساتھ اور دوسری بلا خطبہ نماز ہوئی یا نہیں۔		جمہ کا اول اور آخر وقت۔
	خواجی ذہن میں عید گاہ بنی ہو وہ عید گاہ ہوگی یا نہیں۔ نماز کے بعد مصافحہ کرنا کیسا ہے۔		خطبہ میں کیا ہو خلفائے راشدین کے نام نہ لئے جائیں تو کیا حرج ہے۔
۸۰۴	دن پڑھنے کے بعد چاند کی تحقیق ہو اور شدید بارش ہو اور کچھ لوگ پہلے روز پڑھ لیں دوسرے روز باقی لوگ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔	۸۵۸	قادیانیوں کی نماز باطل ہے۔
			بجائے خطبہ کے دعا و نصیحت ہو تو کیا حرج ہے۔ غیر عربی میں خطبہ کیسا ہے۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۸۱۱	بقر عید میں ناز سے پہلے کچھ دکھانا اور ناز کے بعد قربانی کا گوشت کھانا سنون ہے۔	۸۰۵	حکام کی اجازت سے عید گاہ بنی ہو اس میں عید پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔ گورنمنٹ کی زمین پر بلا اجازت عید پڑھنی کیسی ہے عید گاہ کے لئے عمارت ہونا ضروری نہیں۔
۸۱۲	چاند میں اختلاف ہو تو قربانی کے ایام میں احتیاط چاہئے۔	۸۰۶	عید کے امام کے لئے وہی شرائط ہیں جو جمعہ کے امام کیلئے ہیں۔
۸۱۳	چاند میں تردد ہوتے ہوئے عید پڑھ لی گئی تو ناز ہوگی یا نہیں۔	۸۰۷	ناز عید سے پہلے مزدوری وغیرہ کرنا جائز ہے۔
۸۱۴	نیت میں صلاۃ عید الاضحیٰ کے بجائے عید الفصحیٰ کہا جائے ناز ہوگی یا نہیں۔	۸۰۸	عید پڑھنے والا عید کی امامت نہیں کر سکتا۔
۸۱۵	عید گاہ کے احکام مسجد کے احکام ہیں۔	۸۰۹	لوگوں کو جمع کرنے کے لئے صرف الصلاۃ جامعہ کہنے کی اجازت ہے اس کے لئے بنگلہ جلانا یا گھنٹا بجانا حرام ہے۔
۸۱۶	تجکیرات میں تقدیم و تاخیر ہو جائے تو کیا حکم ہے۔	۸۱۰	مسجد کا فرش وغیرہ عید گاہ ہے جانا جائز نہیں۔ ناز کے بعد دعا مانگنا جائز ہے۔
۸۱۷	دوران خطبہ میں خطیب سامعین سے سبحان اللہ وغیرہ پڑھوائے تو کیا حکم ہے۔	۸۱۱	چاند کے بارے میں تاویز وغیرہ معتبر نہیں۔
۸۱۸	باب الکسوف والاستسقاء	۸۱۲	مسجد میں عید پڑھی جاسکتی ہے اور عید گاہ میں سنت ہے۔ ایک
۸۱۹	استسقاء دعا ہے یا ناز اور یہ کب ہو۔	۸۱۳	شہر میں متعدد جگہ عید کی ناز ہو سکتی ہے۔
۸۲۰		۸۱۴	ایک شہر کے لئے دو عید گاہ نہیں چاہئے۔

عرض حال

تَحْقِيقُ وَفَصْلٌ عَلَى سَبِيلِ الْكَلَامِ

مجدد مائے حاضرہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ دنیا کے ایک بڑے مفکر، شراغ اسلام کے منفرد ماہر، فقہ کی جزئیات کے عبقری اور بی شمار ستون و شروح کا بمصرانہ اختصار رکھتے تھے تیرہ سال کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا اور اخیر عمر تک پینٹل جاری رہا۔ دنیا اور دنیا داروں سے بے نیاز رہ کر جس دل سوزی اور اچھک سے انھوں نے حیات دین اور نشر علوم میں پوری زندگی صرف کی ہے۔ اسے خود ہی بڑے پیارے انعام میں بیان فرماتے ہیں۔

دراوش زخمیں درامیش زطن دراکوش بدست دراپوش دے

منم دمنج غولی کہ گنجد در دے جزم دچند کتا بے درد اسے قے

تمہا ان کے علمی کارنامے اپنی دست، تنوع، مضامین کی بندہ اور تعداد کی کثرت کے لحاظ سے ایک پوری ایکڑ لمبی کی صد سالہ محنت کاوش پر بھاری ہے۔ مختلف علوم و فنون کی چھ سو سے زائد بلند پایہ کتابیں آپ کے قلم سے نکلیں جن میں بہت سی اپنے موضوع اور مواد کے لحاظ سے تخلیقی ہیں۔

زیر اشاعت کتاب "فتاویٰ رضویہ" بارہ جلدوں میں ہے جس کی ہر جلد تقریباً ہزار صفحات پر مشتمل ہے جن میں فقہ کے ہزاروں مسائل ایسی تحقیق سے بیان ہوئے جو اپنی آپ مثال ہیں۔ اور ضما مختلف علوم کے مسائل محققانہ ذکر کئے گئے ہیں۔ آپ کے بیشتر فتاویٰ کثیر التعداد آیات قرآنی، احادیث کریمہ، اور روایات اصول و فروع کی پوچھل شہادتوں سے گراں بار ہوتے ہیں۔ مثلاً صرف ایک مسئلہ حزب سجدہ ختمہ کے ثبوت میں متعدد آجین "چالیس حدیثیں اور ڈیڑھ سو نصوص فقہ پیش فرمائیں خود ان کے افاضات و معارف مزید براں ہیں۔ لیکن اختصار اس بلا کا تھا۔ کہ سب کچھ زبانی ہی بیان فرما دیتے۔ صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی صاحب مصنف بہار شریعت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت کی فتویٰ نویسی بیشتر املا کی صورت میں ہوتی تھی۔ اعلیٰ حضرت کے سامنے سوال پڑھ کر سنا دیئے جاتے تھے پھر جوابات ارشاد فرماتے اور لکھ لیا جاتا کبھی ایسا ہوا کہ سوالوں کے متعدد نمبر ایک ساتھ سنا دیئے اور سب کے جوابات سلسلہ وار اور نمبر وار املا فرماتے۔

ایک انتہائی حیرت انگیز منظر کی شہادت مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی دیتے ہیں۔

میں اعلیٰ حضرت سے ملنے اس وقت بریلی گیا جب آپ ایک دفعہ عیال کے سلسلہ میں شہر سے باہر ایک مکان میں قیام فرماتے۔

ڈاکٹروں نے لکھنے پڑھنے اور لوگوں سے ملنے جلنے سے روک دیا تھا اس وقت میں نے دیکھا کہ چار لکھنے والوں نے استفتاء سنائے! اور آپ نے بیک وقت چاروں کو جوابات لکھوائے شروع کئے اس طرح کہ ایک فقہ ایک لکھنے والے کے جواب میں ارشاد فرمایا جب تک یہ اسے لکھ دوسرے کو اس کے جواب کا ایک فقرہ مرحمت ہوا۔ اس نے لکھنا شروع کیا۔ پھر تیسرے کو اور آپ جب چوتھے کو جواب کا ایک فقرہ بول چکے تھے تو پہلا اپنا فقرہ لکھ چکا تھا۔ آپ نے دوسرا فقرہ اسے ارشاد فرمایا۔ پھر اسی طرح بیک وقت چاروں کو جواب لکھوائے۔

فتاویٰ رضویہ آپ کی زندگی کا ایک عظیم و گرانقدر علمی سرمایہ ہے۔ پھر اخلاص کے لحاظ سے ہندوستان گیر ہی نہیں عالم گیر بھی ہے اس لیے مدت سے اس کی اشاعت کی منتہی کہ عل و ادواء دونوں ہی اس سے مستفید ہوں جس کے لیے بیشتر احباب، اہلسنت کو آمادہ بھی کرتے رہے۔ لیکن وہ جو کہا گیا ہے **كُلُّ أَمْرٍ مَرْهُونٌ** باوقاف تھا وہ مبارک گھڑی اس وقت آئی جب ایک دفعہ شہزادہ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند مولانا شاہ **مصطفیٰ رضا** خاں صاحب دام ظلہم الاقدس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور تشریف لائے ان سے عرض کی گئی فتاویٰ رضویہ کی اشاعت کا کوئی انتظام ہوا۔ آپ نے فرمایا تم لوگوں کے سوا کس سے اس کی توقع ہو سکتی ہے؟ اس کراست آثار جملے نے دلوں میں ہمت اور حورائے استواری پیدا کی اور دارالعلوم اشرفیہ کی رہنمائی میں کام شروع کیا اور سی دارالافتاء کی بنیاد رکھی گئی۔

ابتدائی دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ اس لیے تیسری جلد (کتاب الصلوٰۃ) کی اشاعت کا پروگرام تیار ہوا۔ سودہ مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم کے پاس بریلی تھا۔ اس کے بمبئیہ کے لیے مولانا مجیب الاسلام صاحب نسیم اعظمی کی خدمات حاصل کی گئی۔ جس طرح فتاویٰ رجسٹروں کا حامل ہوتا ہے کہ ایک بار ڈکے دفتر میں سوال و جواب دونوں درج کر لیے جاتے ہیں اور اصل سائل کو بھیج دی جاتی ہے۔ وہ ہی فتاویٰ رضویہ کا بھی حال تھا۔ کہ مسائل مبہوب اور مفصل نہ تھے۔ پھر یہ بھی نہیں کہ وہی نقل ہو جو پہل دفعہ تیار ہوئی تھی۔ بلکہ نقل درنقل ہوتے ہوتے موجودہ رجسٹر چھٹی نقل ہے۔ مزید ہاں کچھ اور ان کی کتابت بھی ہو چکی تھی جس کی طباعت کی نوبت نہ آ سکی۔ اسکی اصل مفقود صرف کا پیاں موجود ہیں۔ ہم مولانا موصوف کے بڑے شکر گزار ہیں کہ انھوں نے بڑی عرق ریزی سے اس کتاب کو اپنی بساط بھر مبہوب و مفصل کر کے بمبئیہ کیا۔ لیکن یہ روداد الم ہی نہیں ختم ہو جاتی زیادہ دکھ کی بات یہ ہے کہ اگر یہ کتاب ہمیں مکمل حالت میں دستیاب ہو جاتی تو اس کی شان اور ہوتی۔ دس رسالے اور تھے جن کو اس کتاب میں شریک ہونا تھا۔ جو متعدد اکرم فرماؤں کی چابک دستیوں سے فی الحال مفقود ہیں۔ حضور مفتی اعظم کی نشان دہی پر ہم نے ان میں سے کچھ لوگوں کو لکھا بھی لیکن کوئی جواب نہیں کعلل الله یحدث بعث ذلک امرًا ط = ۛ

کچھ رسالے اور جوابات ناقص ملے جنہیں ہم نے اس خیال سے نامکمل ہی شائع کر دیا کہ **مَا لَا يَذْنُكَ كُلَّهُ لَا يَذْنُكَ كُلَّهُ** بعض اوراق کیٹروں نے بری طرح چاٹ لیا تھا۔ ان میں جہاں جہاں اور کتاب کی عبارت سے تصحیح ممکن تھی کر دی گئی۔ جہاں تک ماسبق و لاحق سے عبارت بن سکتی تھی بنا دی گئی۔ اور جہاں مجبوری تھی بیاض چھڑ دی گئی ہے۔ ان سب باتوں کی تفصیل ہم شریک عرض حال کر رہے ہیں۔

میضہ کا اصل سے مقابلہ۔ پھر میضہ سے کاپی کی تصحیح۔ بعدہ ہدوت کی مطابقت میں پوری عرق ریزی اور نہایت احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔ مزید براں پوری کتاب میں جہاں جہاں عربی عبارتیں نقل کی گئی ہیں ان کی تصحیح متعلقہ کتابوں سے حتی الامکان کر لی گئی ہے۔

الغرض نقطہ شوشہ شوشہ کی صحت کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ اور پھر پورے شوشہ کی گئی ہے کہ کتاب صحیح اور مسودہ کے عین مطابق شائع ہو پھر بھی اگر کہیں کوئی کمی رہ گئی ہو تو یہ ہماری نظر کی کوتاہی اور بصیرت کی کمی ہوگی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دامن اس سے پاک ہوگا۔

طباعت کے سلسلہ میں سب سے اہم اور بنیادی سوال سرمایہ کا تھا۔ اور عوام اہلسنت کی غربت کی وجہ سے نہایت مشکل بھی اس لیے اراکین سنی دارالاشاعت کو بے حد جدوجہد کرنی پڑی۔ اور یوپی۔ بہار۔ بنگال بھی جگہ جگہ کرنا پڑا تب جا کر رقم فراہم ہوئی۔

بریلی میں محترم ساجد علی خاں صاحب۔ مولانا شریف الحق صاحب اور مولوی مجیب الاسلام صاحب حبشید پور میں علامہ رشید القادر صاحب ضلع گونڈہ میں تنشی پور۔ لوکھوا۔ بڑا سیوہ۔ اوڈا جھار۔ علاقہ بھانہ میں پچھڑوا۔ رامنگر۔ ناوڈیہ۔ بستی میں۔ خلیل آباد۔ براؤں امرڈو بھا۔ نہند اول ضلع اعظم گڑھ میں سہارکپور۔ خیرآباد۔ ابراہیم پور۔ محمدآباد۔ سنگری۔ موہ۔ ادھی۔ گھوسی وغیرہ مختلف دیار و امصاد کے احباب اہل سنت نے ہماری ہر طرح مدد کی جس کے لیے ہم بھی احباب کے شکر گزار ہیں۔

اس طرح بہت سارے مشکل مرحلوں سے گزر کر یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں پہنچ رہی ہے۔ اگر قوم نے ہماری ہمت افزائی اسی طرح جاری رکھی تو نہ صرف فتاویٰ رضویہ بلکہ سنی تصنیف و تالیف کے ایک عظیم ادارے کی داغ بیل انشاء اللہ پڑھکی ہے۔

السعی منی ولا تملأ من الله

عبدالرؤف غفرلہ

ناظم سنی دارالاشاعت مبارکپور ضلع اعظم گڑھ

۱۱ رصفہ الثانی ۱۳۸۱ھ

۲۶ جولائی ۱۹۶۱ء

مندرجہ ذیل رسائل دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے کتاب میں شامل نہ ہو سکے

شمارہ	نام	زبان	مضمون
۱	حسن البراعہ فی تنقید حکم الجماعہ	عربی	جماعت اولیٰ کے بیان میں
۲	جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلاة فی النعال	"	نیا یا استعمالی جوئے میں ناز پھنا یا مسجد میں مانع ہے
۳	ازین کافل لحکم القعدة فی المكتوبة والنوافل	"	قعدہ فرض ہے یا واجب
۴	الطہ فی سترۃ العورة	"	ستورہ اعضا کے بیان میں
۵	شامة العنبر فی النداء بازاء المنبر	"	اذان مجید بیرون مسجد محاذی منبر چاہئے
۶	لوامع البہا فی المصلا للجمعة والاربع عقیدہا	فارسی	جمہ کیلئے شرط ہونے اور احتیاطی طور کے بیان میں
۷	احسن المقاصد فی بیان ما تنزه عنه المساجد	اردو	مسجد میں کیا کیا کام ناردوا ہیں
۸	رعاية المنہ فی ان التہجد نقل اوسنہ	"	تہجد نقل ہے یا سنت
۹	ما یجلی الاصر عن متحد بد المص	"	شہر کی تقریب، جمہ و عیدین کماں جائزہ ہیں
۱۰	الرد الاشد البہی فی ہجرا الجماعۃ علی الکٹھنگی	"	جماعت ثانیہ کے بیان میں

کرم خوردہ جگہوں میں اندازہ سے جو عبارتیں لکھی گئی ہیں وہ ذیل میں درج ہیں

صفحہ	سطر	عبارت کی مقدار	صفحہ	سطر	عبارت کی مقدار	صفحہ	سطر	عبارت کی مقدار
۱۵	۲۴	کرمیں اور نماز کے بعد	۳۶۹	۳	سے نیت کرتا ہے	۳۳۱	۱۳	خود بخندہ
"	"	حرج ہے	۳۷۹	۱۰	تادانستہ ہو یعنی ایک شخص	۴	۱۳	دعلتش
۲۵۳	۹	اس قبیل	۳۸۳	۹	اُسے	۳۳۲	۵	تادرت
۲۵۵	۲	میں مذکور ہوئے آپ پر	۳۸۴	۱	مخالفت	*	"	ادا فرمود
"	۳	من ہنا یعلم جمل بعض مدرسہ	۳۲۶	۵	اذا	۳۳۳	۱۰	مصنف
"	۴	سمعت من بعضہم	۳۲۶	۵	تنزل علیہم	۳۳۴	۱۳	نام معین برائے معین مست
۳۶۵	۱۳	ہے تو ماضی کے لئے	۳۶۸	۲۰	بادا لے وسط	۳۳۵	۲۲	چوں در سوالیکہ
"	۱۴	قدیم متاخر الذکر	۳۳۰	۸	کلمہ لا باس گاہے	۴	۲۵	اور محراب صوری گشتند
۳۶۸	۱۶	نفل میں	"	۲۲	ادائل ادراک	۶۲۸	۱۰	یرحض

بیاض کے صفحات

صفحہ	سطر	صفحہ	سطر
۳۶۸	۳	۳۶۹	۲۰
۳۹۹	۲	۳۳۳	۱۰
۴۰۷	۱۷	۳۳۳	۲۲
۴۶۷	۱۱	۳۳۶	۱۵
۴۲۸	۱۲	"	۱۶
"	۱۳	۵۰۱	۱۰

ناتمام جوابات

رسالہ نعم الزاد ۱۰۵ سے شروع ہوتا ہے

۲۔ جواب اگر امام میں کوئی نقص الا ۳۳۵

۳۔ جواب ۳۳۵

۴۔ جواب ہندوستان اصل الا ۵۰۲

جو مسائل کا یہوں سے نقل ہوئے اور اصل مفقود ہے

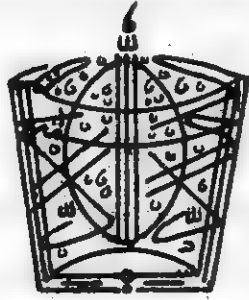
ان کی تعداد ۱۱۷ ہے۔ ذیل میں تفصیل درج ہے

باب شرط الصلوۃ میں صفحہ ۳ تا صفحہ ۴ کے مسائل (۲)

باب صلوۃ الصلوۃ ۵۳ اور صفحہ ۵۴ تا صفحہ ۵۵ کے مسائل (۲۲)

باب القراءۃ ۵۵ اور صفحہ ۵۶ تا صفحہ ۵۷ کے مسائل (۶۶)

باب الامامت ۵۶ اور صفحہ ۵۷ تا صفحہ ۵۸ کے مسائل (۲۵)



شُرُوط الصَّلَاةِ

مسئلہ۔ از کلکتہ و محرم ۱۳۰۳ء مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۵ رجب ۱۳۰۳ء
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تہنہ اگر ایسے باریک کپڑے کا ہے کہ اُس میں سے بدن کی سرخی یا سیاہی نمایاں
ہے تو اُس تہنہ سے نماز جائز ہو جائے گی یا نہیں۔

الجواب

ن۔ فی الدرا المختار ما تروا یصف ما تحته فی ردالمحتار بان لا یرى منه لون البشرة یاں سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا
وہ دوپٹہ جس سے بالوں کی سیاہی پچھلے مفسد نماز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ مسئلہ مرزا باقی بیگ صاحب ۲۳ محرم ۱۳۰۳ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرد کے بدن میں کئے عضو عورت ہیں۔ بینوا قوجروا

الجواب

اللہم ہدایۃ الحق والصواب۔ یہ تو معلوم ہے کہ مرد کے لیے ناف سے زانو تک عورت ہے ناف خارج گھٹنے داخل مگر جُذْأَمُ
اعضایان کرنے میں یہ نفع ہے کہ اُن میں ہر عضو کی چوتھائی پر احکام جاری ہیں مثلاً (۱) اگر ایک عضو کی چارم کھل گئی اگرچہ اُس کے
بلا قصد ہی کھلی ہو اور اس نے ایسی حالت میں رکوع یا سجود یا کوئی رکن کامل ادا کیا تو نماز بالاتفاق جاتی رہی (۲) اگر صورت مذکورہ میں
پورا رکن تو ادا نہ کیا مگر اتنی دیر گزر گئی جس میں تین بار سجدہ شد کہ لیت تو بھی مذہب بخارہ جاتی رہی (۳) اگر نمازی نے بالقصد ایک عضو کی
چارم بلا ضرورت کھولی تو فوراً نماز جاتی رہی اگرچہ معاً چھپا لے یہاں ادائے رکن یا اُس قدر دیر کی کچھ شرط نہیں (۴) اگر تکبیر ثانیہ اسی
حالت میں کسی کہ ایک عضو کی چارم کھل ہے تو نماز سرے سے منقذ ہی نہ ہوگی اگرچہ تین قبضوں کی دیر تک کشوف نہ رہے (۵) ان سب
صورتوں میں اگر ایک عضو کی چارم سے کم ظاہر ہے تو نماز صحیح ہو جائے گی اگرچہ نیت سے سلام تک انکشاف رہے اگرچہ بعض
صورتوں میں گناہ و سوئے ادب بیشک ہے (۶) اگر ایک عضو دو جگہ سے کھلا ہو مگر جمع کرنے سے اس عضو کی جو نکالی نہیں ہوتی تو

نما ہو جائے گی اور چوتھائی ہو جائے تو بقاصیل مذکورہ نہ ہوگی (۷) متعدد عضوں مثلاً دو میں سے اگر کچھ کچھ حصہ کھلا ہے تو جب تک کشتن
 ماننے سے ان دونوں میں جو چھوٹا عضو ہے اگر اُس کی چوتھائی تک نہ پہنچے تو نماز صحیح ہے ورنہ بتفصیل سابق باطل مثلاً ران و زیر ناف سے
 کچھ کچھ کپڑا لگ ہے تو دونوں کی قدر تکشف اگر زیر ناف کی چارم کو پہنچے نماز نہ ہوگی اگرچہ مجموعہ بلکہ صرف ران کی چوتھائی کو بھی نہ پہنچے کہ ان
 دونوں میں زیر ناف چھوٹا عضو ہے اور سرین اور زیر ناف میں انکشاف ہے تو مجموعہ سرین کے رجب تک پہنچنا چاہیے اگرچہ زیر ناف کی چوتھائی نہ ہو
 کہ ان میں سرین عضو اصغر ہے اسی طرح تین یا چار یا زیادہ اعضا میں انکشاف ہو تو بھی اُن میں سب سے چھوٹے عضو کی چارم تک پہنچنا کافی ہے
 اگرچہ اکبر یا اوسط یا خفیف حصہ ہو۔ هذا الصحيح الذي نص عليه محمد في الزيادات فلا عليك من بحث التبیین وان تبعه الفتح
والبحر واختاره البهان الحلبي في الصغير وتمام الكلام بتوفيق الملك العلام في رسالتنا الطرة في ستر العودة التي الفتها
بعد ورود هذا السؤال لازاحة ما في المسائل من وجوه الاشكال والحمد لله المهيمن المتعال - یہ سب مسائل در مختار و رد المحتار
 وغیرہما اسفار سے مستفاد و هذا نصهما ملقطاً ومختلطاً ويعني كشف رجب عضو قد راء ركن (مسند منية قال شارحها وذلك
 قدر ثلث تسبيحات واعتبر محمد اداء الركن حقيقة والاوّل المختار للاحتياط شرح المدينة و اقل من قدر ركن فلا يفسد اتفاقاً
 لان الانكشاف الكثير في الزمان القليل عفو كالا انكشاف القليل في الزمان الكثير وهذا في الانكشاف الحادث في الصلاة اما
 المقارن لا ابتداء فبمعنى انعقادها مطلقاً اتفاقاً بعد ان يكون المكشوف رجب عضو بلا صنعة (فلو به فسد في الحال عند دم
 قنیه ای وان كان اقل من ادم ركن الالحاجة كرفع فعله لحوف الضياع ما لو يؤد ركناً كما في الخلاصة) وتجمع بالاجزاء (وهي
 النصف والرابع والثلث) لو في عضو واحد والا فبالقدر (اي المساحة) فان بلغ (المجموع بالمساحة) ربع ادناها (اي ادى
 الاعضاء المنكشف بعضها) منع (كما لو انكشف نصف ثمن النصف ونصف ثمن الاذن من المرأة فان مجموعهما بالمساحة
 اكثر من ربع الاذن التي هي ادى العضوين المنكشفين) میں نے ان مسائل میں ہر جگہ اقویٰ و ارجح و احوط قول کو اختیار کیا کہ عمل کے لیے
 بس ہے اما ذکر الخلاف و بسط التعلیل فذاع الی تفصیل یفضی الی الطویل بالجملہ ان احکام سے معلوم ہو گیا کہ صرف اجمالاً
 اس قدر سمجھ لینا کہ یہاں سے یہاں تک ستر عورت ہے ہرگز کافی نہیں بلکہ اعضا کو جدا جدا پہچاننا ضروری ہے اور وہ علامہ حلبی و علامہ طحاوی
 علامہ شامی و محبان در مختار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے مرد میں آٹھ گنے (۱) ذکر کر کے اپنے سب پر زور دینی حشفہ و قصبہ و قلفہ کے ایک عضو ہے
 یہاں تک کہ مثلاً صرف قصبہ کی چوتھائی یا فقط حشفہ کا نصف کھلنا مفسد نماز نہیں اگر باوجود علم و قدرت ہو تو گناہ و سبہ ادبی ہے اور ذکر کے گرد سے
 کوئی پارہ جسم اُس میں شامل نہ کیا جائے گا یہی صحیح ہے یہاں تک کہ صرف ذکر کی چوتھائی کھلنی مفسد نماز ہے و سہی ذلك و تمام التحقيق
 فی رسالتنا المذكورة (۲) انہیں یعنی بیٹھے کہ دونوں مل کر ایک عضو ہے یہی حق ہے یہاں تک کہ اُن میں ایک کی چارم بلکہ تہائی کھلنی بھی
 مفسد نہیں وقد ذلت ههنا قدام العلامة البرجندی فی شرح النقاہة كما نبهنا عليه فی الطرة فليتنبه پھر یہاں بھی صحیح یہی ہے
 کہ ان کے ساتھ ان کے حول سے کچھ ضم نہ کیا جائے گا یہ دونوں تہا عضو مستقل ہیں (۳) دُبر یعنی پانچواں کی جگہ اس سے بھی صرف اُس کا
 حلقہ مراد یہی صحیح ہے اور اسی پر اعتماد (۴ و ۵) ایتین یعنی دونوں چوتھیں چوتھیں سب صحیح ہیں جدا عورت ہے کہ ایک کی چوتھائی کھلنی

باعث نساد ہے (۷ و ۶) فخذین یعنی دونوں رانیں کہ ہر ران اپنی جڑ سے جسے عربی میں ركب و رفع و بغین اور فارسی میں پھیلانہ ران اور اُردو میں چڑھا کہتے ہیں گھٹنے کے نیچے تک ایک عضو ہے ہر گھٹنا اپنی ران کا تابع اور اُس کے ساتھ مل کر ایک عورت ہے یہاں تک کہ اگر صرف گھٹنے پر سے کھلے ہوں تو صحیح مذہب ہر نماز صحیح ہے کہ دونوں مل کر ایک ران کے رجب کو نہیں پہنچتے ہاں خلاف ادب و کرہ است ہونا جادات ہے (۸) کرماندہ سے کی جگہ ناف سے اور اُس کی سیدہ میں آگے پیچھے دہنے بائیں چاروں طرف پیٹ کر کولہوں کا جو ٹکڑا باقی رہا وہ سب مل کر ایک عورت ہے ردالمحتاد میں ہے اعضاء عورة الرجل ثمانية الاول الذن کو وما حوله الثاني الاكفیان وما حوله الثالث الدبر وما حوله الرابع والخامس الا لبتان السادس والسابع الفخذان مع الكبتین الثامن ما بین السرة الى العانة مع ما يحاذی ذلك من الجنبيين والظهر والبطن اقول وبالله التوفیق

یہاں دو مقام تحقیق طلب ہیں مقام اول آیا عورت ہشتم میں پیٹ کا وہی نرم حصہ جنات کے نیچے واقع ہے جسے ہندی میں پیٹرڈ کہتے ہیں تینوں طرف باقی یعنی کرڈوں اور پیٹھ سے اپنے محاذی بدن کے ساتھ صرف اسی قدر داخل ہے اور ذکر کے متصل وہ سخت ہفتہ جو بال اگنے کا مقام ہے جسے عربی میں مانگتے ہیں اس میں شامل نہیں یہاں تک کہ صرف مقدار اول کی چوٹائی اُکھلتی ہر نماز ہو اگرچہ عائد کے ساتھ ملا کر دیکھیں تو چارم سے کم رہے یا عائد بیست و ناف سے نیچے جس قدر جسم رانوں اور ذکر اور چوٹوں کے شروع تک باقی رہا سب مل کر ایک عورت ہے یہاں تک کہ افاد نماز کے لیے اس مجموعہ کی چوٹائی درکار ہو اور مقدار اول کا رجب کفایت دے کرے جتنی کتب فقہ اس وقت فقیر کے پیش نظر ہیں اُن میں کہیں اس نتیجہ کی طرف توجہ خاص نہ پائی اور نظر ظاہر کلمات علما مختلف سے نظر آتے ہیں مگر بعد غور و تمقن الظروا شبہ امر ثانی ہے یعنی یہ سب بدن مل کر ایک ہی عورت ہے تو یوں سمجھیے کہ چار اطراف بدن میں اس سے ملے ہوئے جو عضو ہیں مثلاً ران و دُمرین و ذکر اُن کا آغاز تو معلوم ہی ہے اُن سے اوپر اوپر ناف کے کنارہ زیریں اور سارے دُمر میں اس کنارے کی سیدہ تک جتنا جسم باقی رہا اُس سب کا مجموعہ عضو واحد ہے اور اسی طرف علامہ حلبی و علامہ طحاوی و علامہ شامی رحمہم اللہ تعالیٰ کا کلام مذکور ناظر کہ اُنھوں نے عائد عضو جدا گانہ نہ ٹھہرایا ورنہ تقدیر اول پر اس قدر ٹکڑا اُس میں داخل نہ تھا اور اُس کا ران و ذکر میں داخل نہ ہوتا خود ظاہر تو واجب تھا کہ اس پارہ جسم یعنی عائد کو ذرا عضو شمار فرماتے اس مقام کی تحقیق کامل بقدر قدرت فقیر عفا اللہ تعالیٰ لہ نے اپنے رسالہ مذکورہ الطرة فی ستر العورة میں ذکر کی یہاں انشاء اللہ تعالیٰ اسی قدر کافی کہ عائد اور عائد سے اوپر ناف تک سارا جسم جسم واحد ہے کہ حقیقتہً و حاشا وکل سب طرح متصل تو اُسے دو عضو مستقل ٹھہرانے کی کئی وجہ نہیں ہدایہ میں ہے عندنا ہما (یعنی اللجین و ہما العظمان الذان علیہما منابة الاسنان من الوجه لا قصا لهما بہ من غیر فاصلة یہ تو بھلا شد دلیل فقہی ہے اور خاص جزئیہ کی تصریح وہ ہے کہ جواہر الاخلاطی میں فرمایا اذا انکشف ما بین سرة و عورتہ و کان ربعاً فسدت صلوتہ لان ما بینہما عضو کامل ارید منه حول جمیع البدن فاذا انکشف ربعہ کان فاحشاً و دیکھو ناف کے نیچے سے ذکر کے آغاز تک سارے بدن کو ایک عضو ٹھہرایا یہ نص علی ہے اور باقی عبارات علما محتمل تو اسی پر اعتماد اسی مدلل مالم یظہر لا قوسی فی فی المحل والعلہ بالحق عند الملک الاجل مقام دوم فقیر عفا اللہ لہ نے اس مسئلہ کی تحقیق کے لیے جامع صغیر امام محمد

عقد وری امام ابو الحسن و فتاویٰ امام حافظ الدین نسفی و کثر الذائق و فتاویٰ الرذایہ امام تاج الشریعہ و فتاویٰ امام صدر الشریعہ و مینہ المصلی
 و اصلاح علامہ ابن کمال باشا و ملحقی الابرار علامہ ابراہیم حلبی و استنباط علامہ زین العابدین مصری و توفیر البصائر علامہ عبداللہ محمد بن
 عبداللہ غزی و نور الایضاح علامہ حسن شرنبلالی و ہدایہ امام علی بن ابی بکر برہان الدین فرغانی و کافی امام ابو البرکات عبداللہ بن احمد
 سفدی و شرح وقایہ امام عبداللہ بن سعد مجبوی و تبیین الحقائق امام فخر الدین زلیعی و فتح القدر امام محقق علی الاطلاق محمد بن الہمام
 و حلیہ امام محمد بن محمد بن محمد بن امیر الحاج حلبی و ایضاح علامہ احمد بن سلیم و زیہ روی و ذخیرۃ العقبی علامہ سعید بن بنید حلبی و غنیۃ علومہ
 برہان الدین حلبی و صغیرتہ شرح مینہ المصلی و شرح نقایہ علامہ عبداللہ بن رجندی ہروی و جامع الرموز علامہ شمس الدین محمد قسائی و بحر الرائق
 علامہ زین بن ابراہیم مصری و مرآۃ الفلاح علامہ ابو الاخلاص ابن علامہ مصری و مختار محقق محمد بن علی دمشقی و غرر البیون علامہ سیدی احمد
 حموی و مجمع الانہر علامہ شیخی زادہ قاضی رومی و حاشیہ مرآۃ اللامۃ السید احمد المصری و حاشیہ درمنا و للعلامہ السید الطحطاوی و رد المحتار
 علامہ محقق سیدی امین الدین محمد بن عابدین شامی و فتاویٰ خانہ امام اجل ابو المحاسن فخر الدین اوز جندی و خلاصۃ امام طاہر بن محمد بن
 عبدالرشید بخاری و جواهر الاخلاص علامہ برہان الدین ابراہیم بن ابی بکر محمد سینی و خزانۃ المفتیین و فتاویٰ خیرہ و عقود الدریہ و فتاویٰ رحمۃ
 و فتاویٰ ہندیہ و غیرہ کتب فقہیہ متون و شروح و فتاویٰ جس قدر فقیر کے پاس ہیں سب کی مراجعت کی سوا وہ حاشیہ طحطاوی و شامی کے
 اس تعداد ہشت میں حصر کا نشان کہیں نہ پایا علما نے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ ہدایت و نہایت عورت کی حدیں بتا گئے اور بعض بعض اعضا کو
 جدا جدا بھی ذکر فرما گئے پھر کسی کتاب میں صرف دو تین عضو ذکر کیے کسی میں چار پانچ کسی میں کوئی عضو کسی میں کوئی مگر استیعاب نہ فرمایا
 دیوار شمار بتایا ہاں اس قدر ضرور ہے کہ متفرق کتابوں سے سب کو جمع کیجیے تو بیان میں ہی آٹھ آئے ہیں غالباً اسی پر نظر نہ ماکر
 علامہ حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے آٹھ میں حصر فرمادیا اور سیدین فاضلین نے ان کا اتباع کیا خود عبارت علامہ شامی قدس سرہ السامی
 دلیل ہے کہ یہ تعداد علامہ حلبی کی استخراج کی ہوئی ہے یعنی ان سے پہلے علما نے ذکر نہ فرمائی حدیث قال بعد تمام الکلام
 بتعداد اعضاء العورة فی الامۃ والحجۃ کذا احودہ اھ مگر فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کہ اس شمار میں کلام ہے کہ وہ بدن جو
 دبر و انتہین کے درمیان ہے اس گنتی میں دیکھنا اُسے عورت ہٹم کے واقع سے قراؤں سکتے ہیں کہ بیچ میں مستقل عورتیں یعنی ذکر و انتہین فاصل ہیں ہدایہ
 میں فرمایا لا وجه لی ان یکون (یعنی الساعد) تبعا للاصابع لان بینہما اعضا کاملا امام نسفی نے کافی شرح کافی میں فرمایا اما الساعد
 فلا یتبعہا (یعنی الاصابع) لان غیر متصل بھانہ صحیح کہ اسے دو حصے کر کے دبر و انتہین میں شامل مانے کہ مذہب صحیح پر تھا انتہین عضو کامل
 ہیں یا نہی صرف حلقہ دبر عضو مستقل ہے کہ ان کے گرد سے کوئی جسم ان کے ساتھ نہ ملا جائے گا ملحقی البحر میں کشف رجب عضو ہو عورۃ یمنع
 کالذکر بمفردۃ والانتہین و حدہما وحلقۃ الدبر بمفردہا خزائنہ المفتیین میں ہے الذکر عضو بانفردۃ و کذا الانتہیان و هذا
 ہوا الصحیح صغیرتہ شرح مینہ میں ہے انکشاف رجب الذکر وحده اور بعد الانتہین بمفردہما یمنع جوازہا اسی میں ہے حلقۃ الدبر عضو
 بمفردہا و کلاہما لا یتزید علی قدر الدبر غنیہ شرح کبیر مینہ میں ہے القبل والدبر اذا انکشف من احدهما رجبہ وان کان اقل من
 قدر الدبر یمنع جواز الصلاۃ اھ ملخصاً کافی میں ہے کشف رجب ساقھا یمنع جواز الصلاۃ و کذا الدبر والدبر والذکر

والانثیان حکمها حکم الساق والکفرخی اعتبار فی الدبر قد والدبر لا یكون اکثر من قد والدبر هم فہذا یقتضی جواز الصلۃ وان کان کل الدبر مکشوفاً و هو متناقض ام ملقطاً طبعہ میں ہے غلطوہ بان هذا تغلیط یؤدی الی التخیف او الاسقاط لان من الغلیظۃ ما لیس بالاکثر من قد والدبر هم فیؤدی الی ان کشف جمیعہ لا یمنع وقد اجیب عنہ بانہ قد قیل بان الغلیظۃ القبل والدبر مع حولہما فیجوز کونہ اعتبار بذلک فلا یرد علیہ ما قالوا ویدفعہ ما تقدم من ان الصحیح ان کلا من الذکروا الخصیتین عضو مستقل وكذلك الصحیح ان کلا من الایتین والدبر عضو مستقل فلا یتعد ذلک الاعتبار ام مختصاً اسی طرح جمیع غیرہ میں تصریح فرمائی فقیر غفر اللہ عنہ نے اپنے رسالہ مذکورہ میں اس بحث کی بحوالہ تفتیح بالغ بما لا مزید علیہ ذکر کی اور اس میں ثابت کر دیا کہ افضل ثلثہ قدس اسرارہم کا ذکر و برائشیں کے ساتھ لفظ حول زائد کرنا بیکار بلکہ مبہم واقع ہوا اور جب ثابت ہو گیا کہ جیم یعنی مابین الدبر والا نثیین ان اٹھوں عورتوں میں کسی سے شامل اور کسی کا تابع نہیں ہو سکتا اور وہ بھی قطعاً ستر عورت میں داخل تو واجب کہ اسے عضو جدا گانہ شمار کیا جائے مرنہ میں عدد اعضاء عورت نو قرار دیا جائے اور کتب مذکورہ میں اس کا عدم ذکر ذکر عدم نہیں کہ آخر ان میں نہ استیعاب کی طرف اہل کسی تعلق کا ذکر وہ ستر عورت کی دونوں حدیں ذکر فرما چکے اور اتنے اعضا کے استقلال و انفراد پر بھی تصریحیں کر گئے تو جوابی رہا لا جرم عضو مستقل قرار پائے گا فلیفہم ولینا مل لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا هذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی فقیر غفر اللہ تعالیٰ لے لئے سہولت حفظ کے لیے اس مطلب کو چار شعر میں نظم کیا اور ذکر اعضا میں ترتیب بھی وہی ملحوظ رہی۔ ان اشعار میں مرد کے لیے ستر عورت کی حدیں بھی بتائی گئیں وہ بھی اس تصریح سے کہ ناف خارج اور زنا داخل اور وہ مقدار بھی بتادی گئی جس قدر کا کھلنا مذہب مختار پر مفید ہے پھر یہ تفرقہ بھی کہ القصد کھولنے میں فوراً نماز فاسد ہوگی اور بلا قصد میں مقدار ادا ہے رکن تک کھلنا چاہیے اس میں یہ بھی بتا دیا گیا کہ مذہب مختار پر حقیقہ ادا ہے رکن شرط نہیں پھر اس مذہب صحیح کی طرف بھی ایسا ہے کہ ذکر و انثیین و دبر و ہر سرین تنہا تنہا عضو کامل ہیں اور یہ مذہب صحیح بھی ظاہر کر دیا گیا کہ ہر گھٹنا اپنی ران کا تابع ہے اور جو عضو فقیر نے زائد کیا اس میں یہ اشارہ بھی کر دیا کہ اس کی جزیرہ کی تصریح نہ پائی اور عورت زیر ناف میں یہ بھی مصرح ہو گیا کہ سب جوانب بدن سے مراد ہے اور نیز یہ بھی کہ عانہ اس میں داخل ہے و لہذا اسے بھی لفظ ظاہر کے نیچے رکھا بحوالہ مختصر جو کہ چار بیتوں میں اس قدر فوائد کثیرہ کے ساتھ لطف سے ہے کہ بنائیت الہی کوئی حرج و مشوہ مصرح پر نہیں نہ کہیں ادا ہے مطلب میں ریکارڈ مخل واقع ہوا والحمد للہ رب العالمین وہ اشعار آبدار یہ ہیں سے ستر عورت مردہ خصوصاً و از تر نان تانہ زانوہ ہر چہ ہمیش بقدر رکن کشود یا کشودی دے نماز مجوز ذکر و انثیین و حلقہ بس و دوسری ہر فخذ بزانوئے او و ظاہر افضل انثیین و ہر باقی زیر ناف از ہر سوہ گویا یہ سارا فتویٰ ان چار شعر کی شرح ہے واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ - سؤل مرزا باقی بیگ صاحب لاہوری ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت آزاد کے بدن میں کے عضو عورت ہیں۔ بیٹوا توجرو

الجواب

زن آزاد کا سارا بدن سر سے پاؤں تک سب عورت ہے مگر مونہ کی ٹکلی اور دونوں ہتھیلیاں کہ یہ بالا جماع اور عبادات خلاصہ سے مستفاد

کہ ناخن پاؤں سے ٹخنوں کے نیچے جوڑ تک پشت قدم بھی بالاتفاق عورت نہیں تلودوں اور پشت کف دست میں اختلاف تصحیح ہے اصل مذہب یہ کہ وہ دونوں بھی عورت ہیں تو اس تقدیر پر صرف پانچ ٹکڑے مشتق ہوئے سونہ کی ٹکلی دونوں ہتھیلیاں دونوں پشت پاؤں کے سوا سارا بدن عورت ہے اور وہ تیس عضوں پر مشتمل کہ ان میں جس عضو کی چوڑائی کھلے گی نماز کا وہی حکم ہوگا جو ہم نے پہلے فوٹے میں اعضاء عورت مرد کی نسبت لکھا وہ تین عضویہ ہیں (۱) سریننی طول میں پیشانی کے اوپر سے گردن کے شروع تک اور عرض میں ایک کان سے دوسرے کان تک جتنی جگہ پر عادتہ بال جتے ہیں (۲) بال بینی سر سے نیچے جو ٹکڑے ہوئے بال ہیں ۱۱ جدا عورت ہیں (۳ و ۴) دونوں کان (۵) گردن جس میں گلا بھی شامل ہے (۶ و ۷) دونوں شانے یعنی جانب پشت کے جوڑ سے شروع بازو کے جوڑ تک (۸ و ۹) دونوں بازو یعنی اُس جوڑے کٹینوں سمیت شروع کلائی کے جوڑ تک (۱۰ و ۱۱) دونوں کلائیوں یعنی کسی کے اُس جوڑے گتوں کے نیچے تک (۱۲ و ۱۳) دونوں ہاتھوں کی پشت (۱۴) سینہ یعنی گٹے کے جوڑ سے دونوں پستان کی زیریں تک (۱۵ و ۱۶) دونوں پستانیں جبکہ اچھی طرح اٹھ چکا ہوں یعنی اگر ہنوز بالکل نہ اٹھیں یا خفیف و خاصہ ہیں کہ ٹوٹ کر سینہ سے جدا عضو کی صورت نہ بنائی تو اُس وقت تک سینہ ہی کے تابع رہیں گی الگ عورت نہ گنی جائیں گی اور جب ابھار کی اُس حد پر آجائیں کہ سینہ سے جدا عضو قرار پائیں تو اُس وقت ایک عورت سینہ ہوگا اور وہ عورتیں یہ - اور وہ جگہ کہ دونوں پستان کے بیچ میں خالی ہے اب بھی سینہ میں شامل ہے گی (۱۷) پیٹ یعنی سینہ کی حد مذکور سے ناف کے کنارہ زیریں تک ناف پیٹ ہی میں شامل ہے (۱۸) پیٹ یعنی پیٹ کے مقابل پیچے کی جانب محاذات سینہ کے نیچے سے شروع کر تک جتنی جگہ ہے (۱۹) اُس کے اوپر جو جگہ پیچے کی جانب دونوں شانوں کے جوڑوں اور پیٹ کے بیچ میں سینہ کے مقابل واقع ہے ظاہر ا جدا عورت ہے ہاں بغل کے نیچے سے سینہ کی حد زیریں تک دونوں کر دوں میں جو جگہ ہے اُس کا اگلا حصہ سینہ میں شامل ہے اور کچھ پلا اسی سترھویں عضو یا شانوں میں اور زیر سینہ سے شروع کر تک جو دونوں پہلو ہیں اُن کا اگلا حصہ پیٹ اور کچھ پیٹ میں داخل ہے (۲۰) ۲۱) دونوں سرین یعنی اپنے بالائی جوڑ سے نافوں کے جوڑ تک (۲۲) فرج (۲۳) دبر (۲۴ و ۲۵) دونوں رانیں یعنی اپنے بالائی جوڑ سے نافوں کے نیچے تک دونوں رانوں میں شامل ہیں (۲۶) زینات کی نرم جگہ اور اُس کے متصل و مقابل جو کچھ باقی ہے یعنی ناف کے کنارہ زیریں سے ایک سیدھا دائرہ کر کے نیچے اس دائرے کے اوپر اوپر تو سینہ تک اگلا حصہ پیٹ اور کچھ پیٹ میں شامل تھا اور اس کے نیچے نیچے دونوں سرین اور دونوں رانوں کے شروع جواو دبر و فرج کے بالائی کنارے تک جو کچھ حصہ باقی ہے سب ایک عضو ہے عادتہ یعنی بال جتنے کی جگہ بھی اسی میں داخل ہے (۲۷ و ۲۸) دونوں پنڈلیاں یعنی زیر ناف سے ٹخنوں کے نیچے تک (۲۹ و ۳۰) دونوں تلوءے فی تنویر الابصار والدالتواء العورة (للحرة) ولوحنثی (جميع بدنها) حتی شعرها النازل فی الاصل (خلا الوجه والكفین فظهر الکف عورة علی المذہب والقدمین علی المعتمد ام فی الخلاصة المرأة اذا لم تستر ظهر قد مہا تجوز صلاحها بطن الکف والوجه علی هذا الان هذه الثلثة منها لیست بعورة وبطن قد مہا هل هی عورة ذیہ روایتان والتقدیر فیہ بریم بطن القدم فی ردایة الاصل وفی ردایة الکونخ لیست بعورة ام ملخصا و بهذا التفصیل بین ظهر القدم و بطنها جزم المحقق علی الاطلاق فی مقدمتہ زاد الفقیر قال العلامة الغزی صاحب القنوی فی شرحہ اعانة الحقیر اقول فاستفہد

من کلام الخلاصة ان الخلاف اما هو في باطن القدم واما ظاهره فليس بعورة بل خلاف الخوفي الهندي بمعنى الخلاصة
 ثدي المرأة ان كانت صغيرة ناهضة فهو تبع لصدرها وان كانت كبيرة فهو عضو على حدة **اقول** اما ما بين الثديين
 فقد كان هو موضع الثديين جميعا من الصدر قبل انكسارهما اما ما فقد انحازنا بالانكسار فبقى ما بينهما واخللا
 في الصدر كما كان وهو ظاهر اما تبعية السرة للبطن فلانا نرغمها تتبعه في شمول حكم السترو عدمه فبطن الرجل لما لم
 يكن عورة لم تكن عورة من الامة ظهرها وبطنها ما نصه البطن ما لان من المقدم والظهر ما يقابله من المؤخر كذا في
 الخزانة وقال الرحمتي الظهر ما قابل البطن من تحت الصدر الى السرة جوهره اى فما حاذى الصدر ليس من الظهر الذى
 هو عورة اه وفي حاشية الطحاوى على مرقى الفلاح اما الجنب فانه تبع للبطن كذا في القنية والاوجه ان ما يلي البطن
 تبع له كما في البحر معني وما يلي الظهر تبع له كما في تحفة الاخيار اه وفي ط على الدلائل المختار ان كانت امة فاعضاء عورتها ثمانية
 ايضا الفخذان والاليتان والقبل والذبر وما حولهما والبطن والظهر وما يليهما من الجنبين ويزاد في الحرة الساقان
 مع الكعبين والثديان المنكسران والاذنان والعضدان مع المرفقين والذراعان مع الرسغين والكتفان وبطنها قد ميهما
 في رواية الاصل والصدر والرأس والفتحة والعنق وظهر الكفين ففى ثمانية وعشرون عضوا اه قال ش كذا احمره ح اه
اقول فاتمهم الله تعالى عضوان الاول ما تحت السرة الى العانة وما يحاذيه من كل جانب فان هذا غير داخل
 في البطن والظهر لانه عورة من الرجل ودونها ولا في الفرجين ولا لليتني لانه عورة بجها له في الرجل فكيف فيها فهذا اقيم
 في الامة والحرة جميعا والاخر ما يحاذى الصدر من خلف الى مبتدأ الظهر فان الظهر كما علمت لا يشمل ولا الكتفان
 ولا العنق كما لا يخفى ولا شك انه عورة من الحرة فوجب ان يكون عضوا مستقلا منها فتمت لها ثلثون وبالله التوفيق
 تبليغ ملاحظ عليه وغنية وبخورد المحتار وغيره اسے ظاہر کہ قدم حرہ میں ہمارے عل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اختلاف شدید مع اختلاف تصحیح
 ہے بعض کے نزدیک مطلقاً عورت ہے امام اقطع نے شرح قدوری اور امام قاضی خاں نے اپنے فتاویٰ میں اسی کی تصحیح اور علیہ میں بدلیل
 احادیث اسی کی ترجیح کی امام سیبانی و امام مرغینانی نے اسی کو اختیار فرمایا بعض کے نزدیک اصلاً عورت نہیں امام برہان الدین نے ہایہ
 اور امام قاضی خاں نے شرح جامع صغیر اور امام نسفی نے کافی میں اسی کی تصحیح فرمائی اسی کو محیط میں اختیار کیا اور درمختار میں معتاد و مرقی اطلاق
 میں اصح الروایتیں کہا کنز و غیرہ اکثر متون کتاب الصلاة میں اسی طرف ناظر ہیں بعض کے نزدیک بیرون نماز عورت ہیں نماز میں نہیں یعنی اہلہم کہ
 ان کا دیکھنا حرام مگر نماز میں کھل جانا منفسہ نہیں اختیار شرح مختار میں اسی کی تصحیح فرمائی پھر کلام خلاصہ وغیرہ سے استفادہ کہ یہ اختلاف صرف
 تلوں میں ہیں پشت قدم بالاتفاق عورت نہیں مگر کلام علامہ قاسم و علیہ وغیرہ اسے ظاہر کہ وہ بھی مختلف فیہ ہے اور شک نہیں کہ
 بعض احادیث اس کے عورت ہونے کی طرف ناظر کہا یظهر بمراجعة الحلیۃ وغیرہا تو اگر زیادت احتیاط کی طرف نظر کی جائے تو صرف
 تلوں بلکہ ٹخنوں کے نیچے سے ناخن ہانگ سارے پاؤں کو عورت سمجھا جائے یوں بھی شمار اعضائیش ہی رہے گا اور اگر آسانی پر عمل کریں تو
 سارے پاؤں عورت سے خارج ہو کر اعضائیش ہی رہیں گے کوئی ان معاملات میں محتار ہے جس قول پر چاہے عمل کرے تبلیغ دوم

پشت دست اگرچہ اصل مذہب میں عورت ہے مگر من حیث الدلیل یہی روایت قوی ہے کہ کٹوں سے نیچے تاخن تک دونوں ہاتھ اصلاً عورت نہیں یظہر ذلک بمراجعة الحلیۃ والغنیۃ وغیرہما ونض فیہ ما عند ابی داود و موسلا من قول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان الجارية اذا حاضت لم یصلح ان یری منها الا وجهها ویديها الى المفصل قال فی الغنیۃ وکن للک الایۃ لان المراد من المزینۃ بالنظر الی الید هو الخاتم وهو غیر مختص بباطن الکف بل زینۃ فی الظاہر اظہر لانه موضع الفض والنقش قال وکان الضرورۃ فی ابدانہ اشد قال فکان ہذا هو الاصح وان کان غیر ظاہر الروایۃ الخ وکن لک قال فی المرقا وحاشیتہا للطحاوی (جسیم بدن الحورۃ عورة الاوجہا وکفیہا باطنہما وظاہرہما فی الاصح وهو المختار) وان کان خلاف ظاہر الروایۃ اہ قال الشامی وکن الیدۃ فی الحلیۃ وقال مشی علیہ فی المحيط وشرح الجامع لقاضی خاں اہ تو روایت اقویٰ ہر دو پشت دست نکال کر اٹھائیں ہی عضو عورت رہے اور اگر بنظر آسانی اس قول مصحح پر عمل کر کے تلوے بھی خارج رہیں تو صرف چھتیں ہی ہیں اور اصل مذہب پر تین و اللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از کلکتہ نل موتی گلی، مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۱ جمادی الآخرہ ۱۳۳۵ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں یہ کہنا کہ نماز خدکے تعالیٰ کی پڑھتا ہوں جائز ہے یا نہیں ایک صاحب اس کہنے کو منع کرتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بلاشبہ جائز ہے اُن صاحب کے منع کے اگر یہ معنی ہیں کہ نیت کرتے وقت زبان سے یہ الفاظ نہ کہے جائیں تو ایک قول ضعیف ہے معتد ہے عامۃ کتب میں جواز تلفظ بہ نیت بلکہ اُس کے استحباب کی تصریح فرمائی در مختار میں ہے التللفظ بها مستحب ہوا لمختار وقیل مسندۃ یعنی لجدہ السلف اوسنۃ علماء نا اور اگر یہ مراد کہ نماز کو اشد عز وجل کی طرف اضافت کرنا منع ہے تو سخت جہل اشع ہے یہ صاحب بھی ہر نماز میں التحیات للہ والصلوات کہتے ہوں گے کہ سب مجھے اور سب نازیں اشد کی ہیں بظاہر کہ یہاں اضافت بھی لامیہ ہے بالجلد اس منع کی کوئی وجہ اصلاً نہیں۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از بدایوں قاضی محلہ مکان مولوی بقاء اللہ رئیس مرسلہ مولوی عبد الحمید صاحب ۲۴ رجب المرجب ۱۳۳۵ھ

جناب علی القاب بخندوم و نظم بندہ جناب مولینا صاحب دام فیوضہ خادم بیر یا عبد الحمید بعد بجا آوری آداب گزارش کرتا ہے کہ ایک فتویٰ اپنا لکھا ہوا حسب ہدایت اپنے استاذ جناب مولینا حافظ بخش صاحب کے واسطے تصدیق جناب والا کے بھیجتا ہوں ملاحظہ فرما کر فرماتے فرماتے فرمادیکھیے اور اگر کوئی غلطی ملاحظہ سے گزرے تو درست فرما کر ممنون فرمائیے زیادہ ادب۔ سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع تین اس مسئلہ میں کہ فرائض اور واجبات کی نیت میں وقت کے نام میں لفظ ”آج“ یا ”اس“ کا اضافہ کرنا چاہیے یا نہیں مثلاً یوں کہنا کہ نیت کرتا ہوں فرض آج کے ظہر یا عصر یا اس ظہر یا عصر کی اور اگر نہیں کہے گا تو نماز ادا ہوگی یا نہیں۔ خلاصہ جواب عورت مستفسرہ میں فقہا کا اختلاف ہے چنانچہ قاضی خاں نے بلا لفظ آج یا اس کے نیت کو جائز ہی نہیں رکھا ہے کہانی فتاواہ وھککنا

فی العلم لکیر یہ اور در مختار میں ہے کہ تعیین ضروری نہیں پس بموجب قولین اولین کے بلا لفظ آج یا اس کے مطلق نیت سے نماز ادا نہ ہوگی اور بموجب قول صاحب در المختار کے ادا ہو جائے گی لیکن چونکہ خروج عن الخلاف بالا جماع مستحب ہے اور اسی در مختار میں نسبت تعیین کی اولیت ظاہر فرمائی ہے اور بلفظ و هو المختار ارشاد کیا ہے پس اولیٰ اور مختار یہ ہی ہے کہ تعیین وقت کی لفظ آج یا اس سے ضرور کر لے ورنہ تارک اولیت ہوگا اور جب شناخت وقت کی نہیں رکھتا اور بالعموم ہے کہ اس عہد میں اکثر لوگ وقت کھو کر نماز پڑھتے ہیں تو عذر اشد مواخذہ دار ہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بیہوتا وجروا۔

الجواب

نیت قصد قلبی کا نام ہے لفظاً اصلاً ضرور نہیں نہایت کا مستحب ہے تو لفظ اس یا آج در کنار سرے سے کوئی حرف نیت بان پر نہ لایا تو ہرگز کسی طرح کا حرج بھی نہیں قصد قلبی کی علمائے کرام نے یہ تحدید فرمائی کہ نیت کرتے وقت پوچھا جائے کہ کون سی نماز پڑھنا چاہتا ہے تو فوراً بے تامل بتادے کما ذکرہ الامام الزبلی فی التبیین وغیرہ فی غیرہ اور شک نہیں کہ جو شخص نماز وقتی میں یہ بتادے گا کہ مثلاً نماز ظہر کا ادا ہے وہ یہ بھی بتادے گا کہ آج کی ظہر شاید یہ صورت کبھی واقع نہ ہو کہ نیت کرتے وقت دریافت کیے سے یہ تو بتادے کہ ظہر پڑھنا ہوں اور یہ سوچتا ہے کہ کب کی تو قصد قلب میں تعیین نوعی نماز کے ساتھ تعیین مخلصی بھی ضرور ہوتی ہے اور اسی قدر کافی ہے ہاں اگر کوئی شخص بالقصد ظہر غیر تعیین کی نیت کرے یعنی میں کسی خاص ظہر کا قصد نہیں کرتا بلکہ مطلق ظہر پڑھنا ہوں چاہے وہ کسی دن کی ہو تو اب بلاشبہ اس کی نماز نہ ہوگی فان تعیین فی الفرض فرض بالوفاء وانما الخلف فی عدم المحاظ لا لحاظ العدم اس طور پر تو یہ مسائل اصلاً محل خلاف نہیں۔ لہذا محقق اکمل الدین بارتی نے عنایہ شرح ہدایہ میں فرمایا اقول الشرط المتقدم وهو ان يعلم بقصدہ ای صلاة یصلی بحمد مادة هذه المقالات وغیرہا فان العمدۃ علیہ لحصول التمییزہ وهو المقصود اہ کما نقلہ فی رد المحتار واقرہ ہمناء فی منحة الخالق وایدة العللۃ اسمعیل مفتی دمشق کما فی المنحة البتہ تعدد فوائت خصوصاً کثرت کی حالت میں یہ صورت ضرور ہو سکتی بلکہ بہت عوام سے واقع ہوتی ہے کہ ظہر کی نیت کر لی اور تعیین کچھ نہیں کہ کس دن تاریخ کی ظہر یہاں باوصف اختلاف تصحیح مذہب اصح و احوط یہی ہے کہ دن کی تخصیص نہ کی تو نماز ادا ہی نہ ہوگی مگر طول مدت یا کثرت عدد میں تعیین در کیاں یاد رہتی ہے لہذا علمائے اس کا سہل طریقہ یہ رکھا ہے کہ سب سے پہلی یا سب سے پہلی نمبر یا عصر کی نیت کرتا رہے جب ایک پڑھ لے گا تو باقی میں سب سے پہلی یا پہلی ہے وہ ادا ہوگی و علی هذا القیاس آخر تک فی التنبیہ کا بد من تعیین لغرض ولو قضاء قتال فی الدہ لکنہ تعیین ظہر یوم کذا علی المعتمد والا سہل نیت اول ظہر علیہ وأخر ظہر و فی القہستانی عن المنیۃ لا یشتراط ذاک فی الاصح وسمیٰ آخر الكتاب قال الشامی نقل الشارح هناك عن الاشباہ انه مشکل ومخالف لہذا ذکرہ اصحابنا القاضی خاں وغیرہ والا صحیح الا اشتراط قلت وکذا صحیحہ فی متن الملتقی هناك فقد اختلف التصحیح والا اشتراط احوط وبہ جزم فی الفتحما اور اگر فائزہ ایک ہی ہے تو نیت فائزہ کرنے ہی میں تعیین یوم خود ہی آگئی کما لا ینحی فی رد المحتار عن الحلیۃ لوکان فی ذمتہ ظہر واحد فائت فائتہ یکفیه ان ینوی ما فی ذمتہ من الظہر الفائت وان لم یعلم انه من ای یوم بالمجد نماز وقتی میں صورت واقعہ معلومہ الوقوع

موقع خلاف و نزاع نہیں خلا فیہ علی اس صورت مفروضہ میں ہے کہ کوئی شخص نماز امروزہ میں تعین نوعی تو کر لے اور تعین شخصی سے اصلاح
ذہل و غافل ہو کہ بحال شعور تصدیق تعین شخصی کا لزوم اور عدم لحاظ مفقود و معدوم اور بقصد خلاف عدم لحاظ نہیں لحاظ عدم ہے اور وہ
بلاشبہ نافی نماز و مثالی جواز تو غفلت و بے خبری ایسی چاہیے کہ سوال پر یہ تو بتادے کہ مثلاً ظہر پڑھتا ہوں اور یہ بے تامل و فکر نہ بتا سکے کہ
آج کی ظہر ایسی حالت میں اس سوال کا محل نہیں کہ مجھے نیت میں کیا پڑھانا چاہیے کہ وہ تو حال ذہول و عدم شعور میں ہے بلکہ بحث ہوگی
کہ ایسی نیت سے نماز ہوگی یا نہیں اس میں تین صورتیں ہیں اگر وقت بالی تہیہ تو روایات مختلف تصحیحات مختلف کہا بینہ فی رد المحتار
وغیرہ من الاسفار غرض توسیع سلم اور احتیاط اسلم ہو میں اگر وقت جاتا رہا اور اسے معلوم نہیں اس صورت میں اختلاف تصحیح ہے فی
البحر الرائق شمل ما اذا نوى العصر بلاقيد وفيه خلاف ففي الظهيرية لو نوى الظهرك لا يجوز وقيل يجوز وهو الصحيح هذا اذا كان
مؤد يا فان كان قاضيا فان صلى بعد خروج الوقت وهو لا يعلم لا يجوز وذكر مجلس الأئمة يبنى صلاته عليه فان كانت وقتية ففي
عليه وان كانت قضاء ففيه عليه ايضا اهـ وهكذا الصحيح في فتح القدير معني بالي فتوى العتباتي لكن جزم في الخلاصة بعدم الجواز وصححه السراج الهندي
في سراج المغني فاختلفت التصحيحة كما ترى اهـ ملخصا وفي رد المحتار في النهران ظاهر ما في الظهيرية انه يجوز على الاربع اهـ
اقول بل لعل ظاهرا ما فيها انه لا يجوز على الاربع حيث جزم به ولم يذيل ما ذكر عن شمس الأئمة بما يدل على ترجيحه و
انت تعلم ان اماما من الأئمة اذا قال لا يجوز ذلك وقال فلان يجوز فان المتبادر منه ان مختار نفسه الاول بل الظاهر انه
الذي عليه الاكثر خلافا لمن ذكره اور اگر یہ بھی خروج وقت پر مطلع ہے تو ظاہر جواز ہے محشیان رد مختار سادات اہل حلی و طہطاوی و شامی
رحمہم العزیز الغفار نے اس مسئلہ میں روایت نہ پائی علامہ حنیف نے عدم جواز کا خیال اور علامہ طہ نے ان کا خلاف اور علامہ شمس نے ان کا
وفان کیا قال ط الظاهر الصحة عند العلم بالخروج لان نيته حينئذ القضاء خلافا لما في الحلی اهـ وقال ش مجتوح انه لا يعلم
وخالفه ط قلت وهو لا يظهر لما مر من العناية اهـ **اقول** نعم هو لا يظهر لما مر عن الجمهور الظهيرية من تفقيده عدم الجواز
بقوله وهو لا يعلم اما الاستناد بما مر عن العناية فتعدي غير واقع في محله لما علمت ان محل هذه المقالات ما اذا هل و
غفل وكلام العناية فيما هو المعتاد والمعهود من ان من شعر بالتعيين النوعي شعرا ايضا بالثخصي و رأيتني كتبت ههنا على هامش الشامي
ما نص **اقول** ما مر عن العناية فيما اذا علم بقلبه التعيين ولا ينبغي لاحد ان يخالف فيه وهو جار في كل صورة من الصور التسع بل
لا تسع عليه ولا ثمان انما هي صورة واحدة لا غير وانما الكلام فيما اذا نوى ذلك ذاهلا عن تعيين اليوم والوقت وح لا استظهارا بما مر
عن العناية غرض اس صورت مفروضہ کی تینوں شکوں میں جواز کی طرف تاہ ہے ولذا ارسل فی الدار رسالا وقال انه الاصح اور ارجمدا ہے
خصوصا نماز میں حکم احتیاط معروف و معلوم ہکذا ينبغي تحقيق المقام والله ولي الفضل والا نعام والله سبحانه وتعالى اعلم۔

بَابُ الْقِبْلَةِ

مسئلہ چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین اندرین مسئلہ۔ نقشہ نظری بالا در گاہ حضرت مخدوم سید نظام الدین صاحب الدہ دیا خیر آبادی عرف حضرت چھوٹے مخدوم صاحب قدس سرہ کا ہے اس احاطہ میں ایک مسجد سر دری تعمیر شدہ ہے جس کے اندر دو صف کی گنجائش تھی ان صفوں کا جہت قبلہ موافق رخ مسجد قریب ثلث شمالی بین المغربین تھا اور تحقیقاً آخر صدی دوازدهم تک اسی رخ نماز ادا ہوتی رہی تاں بعد فرسش مسجد و صحن مسجد کو بوجہ شکستہ ہو جانے کے مرمت ہوئی چونکہ رخ روضہ شریف کا جو تعمیر کردہ صناعتان دہلی تعمیر شدہ ۱۷۹۹ء ہے ایسا تھا جس کا جہت قبلہ وسط مغربین ہوتا تھا فرسش جدید میں نشان صفوں میں موافق رخ روضہ قائم ہو کر اب تک نماز اس رخ ادا ہوتی اس کا ردائی سے اندر مسجد کے بجائے دو صفوں کامل کے ایک صف میں کامل کے گنجائش رہے اور وقت ضرورت اگر اندر مسجد صف دوم قائم کی گئی تو کامل نہ ہو سکی ناقص رہی اب پھر فرسش مذکورہ خواب ہو کر مرمت ہو رہی ہے بصورت ضرورت نشانات صفوں جدید قائم کیے جائیں گے چونکہ اکثر مساجد بلاد و اعمار ہند قطب رخ ہیں جن کا جہت قبلہ ثلث جنوبی مغرب میں ہے نیز عبارت کتب فقہ سے اس کی تائید حسب ذیل معلوم ہوتی ہے فی تجنیس الملتقط القبلی فی دیارنا بین مغرب الشتر و مغرب الصیف فان صلی الی جہت خرجت من المغربین فسدت صلاتہ قال الامام ابو منصور بنظر الی اقصر ایام الشنا و الی اطول ایام الصیف فیتعرف مغربہا ثم یترک الثلثین عن یمنہ و ثلثا عن یسارہ و یصل ما بین ذلک قال الامام السید ناصر الدین الاول للجواز و الثانی للاستحباب کما فی جامع المضمرات۔ عبارت بالا کی متعلق تو یہ بات دریافت طلب ہے کہ صیفہ مضارع بنظر فیتعرف یترک یصلی لمعروف یا مجهول اور قاعل یا مفعول الم السیم فاعلمہ کن ہے اھ لفظ عن یمنہ و عن یسارہ کی ضمائر کا مرجع مصلی ہے یا قبلہ لہذا عبارت عربیہ پر احزاب قائم فرمائے جائیں اور قاعل و غیرہ و مرجع ضمائر کی تشریح اور ہدایت امور ذیل کی ہدایت مطلوب ہے۔ مسجد موجودہ ٹکڑہ مخصوصہ کا جہت قبلہ مسجد ہی کے رخ پہنے دینا اور ہر دو صفوں کامل کی بدستور گنجائش قائم رکھنا افضل و ادنیٰ ہے یا نشانات قائم کر کے جہت قبلہ بدل دینا افضل ہے تو قطب رخ جس میں صف واحد بھی کامل نہیں رہتی ہے افضل و ادنیٰ ہے یا روضہ کے مطابق جس سے ایک صف کامل قائم رہ سکتی ہے حد مکان اس مسجد خاص میں لحاظ تکمیل صفوں کی تصریح سبب ہے یا تبدیلی جہت قبلہ کی مغربین شمس و مغربین قمر ایک ہی ہیں یا جدا گانہ جواب استفتا و ہذا کی نہایت مجملہ ہے کہ مرمت قریب الاغتنام ہے اور یہ پوشیدہ نہیں کہ بحالت تروی فرسش کے نشانات جیسے یا لہذا قائم ہو سکیں بعد شکلی ممکن نہ ہوگا لہذا توجہ خاص کا محتاج ہے اھ چونکہ یہ استفتا و خاص متعدد علوم و فنون سے تعلق رکھتا ہے بدیں و جہاد وجود آگاہی عدم الفرصتی بندگان ذات بابر کا کات سے رجوع کی گئی کہ حسب مراد دوسرے کی دوسری جگہ حصول جواب کی پوری امید نہ تھی لہذا اس کیفیت ہی

لہذا از خیر آباد ضلع بستان پور محلہ ہائے درگاہ حضرت مخدوم صاحب خرد قدس سرہ مرسلہ مولوی سید عظیم الدین صاحب خادم آستان مقدسہ ۲۰ محرم الحرام ۱۳۳۰ھ

حاصل کی نسبت مترصد معافی ہو کر توجہ خاص سے مستفید ہونے کا بواسطی امیدوار ہوں۔ جزاکم اللہ فی الدارين خیرا۔

الجواب

علاء کرام نے جو خاص تخمینہ بہت قبلہ کے لیے ارشاد فرمائی وہ خاص اپنے بلاد کے لیے ہیں نہ کہ حکم عام دہندہ تخمینے بہت مختلف آئے ہیں جن کا بیان ہمارے رسالہ ہدایۃ المتعال فی حد الاستقبال میں ہے علامہ برجندی نے شرح نقایہ میں اسی عبارت تخمین الملتقط کی نسبت فرمایا انما یصح فی بعض البقاع خیر آباد جس کا عرض شمالی تالیس درجے اکتیس دقیقہ اور گریخ سے مشرقی اسی درجے اڑتالیس دقیقہ ہے اس کا قبلہ تقریباً ٹھیک نقطۃ مغرب الاعتدال ہے یعنی وسط مغربین صیف و شتا وسط حقیقی سے جنوب کی طرف ایک خفیف مقدار جھکا ہوا کہ پاؤں درجہ تک بھی نہیں پہنچتی نہ وہ محسوس ہونے کے قابل ہے وذلک لان عرض مملکۃ المکرمۃ شرفہما اللہ تعالیٰ کمالہ و طولہا مریضیٰ مابین الطولین ۴۶° ۱۰' ۱۱" و عرض مکہ ۲۳° ۳۵' ۵۹"۔ لوجہ مابین الطولین ۸۰۲' ۱۸" = ۲۰' ۱۳" ۳۶" ۹۱"۔ قوس فی جدول الظل وسط نہ لوجہا ۹۱° ۳۸' ۵۸" محفوظ اول ثم فضل عرض البلد علی هذه القوس ما قد لوجہا بالتدقیق ۵۸° ۳۹' ۵۸" محفوظ ثانی فلوظل مابین الطولین ۹۱° ۳۳' ۵۴" ۲۶" + محفوظ اول = محفوظ ثانی = ۲۸° ۳۶' ۳۷" ۱۲" قوس هذا الظل فسطحہ الیہ لوجہا لا یخس ان الی نقطۃ المغرب من نقطۃ الجنوب لان عرض البلد الشمالی اکثر من القوس المذکورة فالانحراف من المغرب الاعتدال الی الجنوب مائل و هو المقصود۔ سوال میں وسط مغربین کو بہت قبلہ وضع کر لکھا اس سے معلوم ہوا کہ مرزا مبارک کا موند صحیح جانب قبلہ تحقیقی ہے تو لازم تھا کہ سرمانا تقریب سیدھا جانب قطب ہو کہ وسط مغربین و وسط قطبین شئی واحد ہے مگر نقشہ میں قطب شمالی کا خط دیوار وضع مبارک سے جانب مغرب منحرف بنایا ہے اگر واقعی اتنا انحراف ہے تو وسط مغربین کا ہرگز بہت قبلہ وضع کر دیا ہوتا نہ یہیں پھر یہاں امر اہم اس کی معرفت ہے کہ دیوار محراب مسجد کو قبلہ تحقیقی سے کتنا انحراف ہے اگر وہ انحراف ثلث دور یعنی ۴۵ درجے کے اندر ہے تو نماز محراب کی جانب بلا تکلف صحیح و درست ہے اس انحراف قلیل کا ترک صرف مستحب ہے خود سوال میں تخمینہ نقطہ سے گزرا قال الامام السیدنا صوالد بن الاول للجواز والثانی للاستحباب اسی طرح اس سے اور نیز ملقط سے علیہ امام ابن امیر الحاج میں ہے شرح زاد الفقیر للعلامة الغزالی و شرح الخلاصہ للفتاویٰ پھر رد المحتار میں وہی دو ثلث جانب راست اور ایک ثلث جانب چپ رکھنا بیان کر کے فرمایا ولو لم یجتهد ہکذا و صلی فیما بین المغربین یجوز۔ تو ایک امر مستحب کے لیے مسلمانوں کو تردد میں ڈالنا اور ہر فرد مسجد کو ناقص و ناتمام کر دینا ہرگز مناسب نہیں۔ بشرع مطہر میں تکلیف نہایت امر متم بالشان ہے جس کا پتہ اس حدیث سے چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من وصل صفا وصلہ اللہ ومن قطعہ قطعہ اللہ۔ یہاں اگر قطع صفت موجود نہیں صفت بروجہ قطع ہے کہ دیواریں حائل ہو کر تکمیل نہ کرنے دیں گی نکان کا لصف بین السواری وقد غمی عنہ ليجوز ذلک کما ذکرنا فی فتاوانا بیان سوال اگر صحیح ہے تو یہ انحراف میں ثابت کر چکے ہیں کہ جب تک ۴۵ درجے انحراف نہ ہو نماز بلا شہر جائز ہے اور یہ کہ قبلہ تحقیقی کو موند کرنا نہ فرض نہ واجب صرف سنت مستحب ہے لہذا مسجد میں نماز بلا شہر جائز ہے اور اس میں اصلاً نقصان نہیں نہیہ

دیوار سیدھی کرنا فرض البتہ بہتر و افضل ہے ردالمحتار میں ہے لو ان حروف عن العین ان حوافلا تزول منه المقابلة بالکلیۃ جاز و یؤبدہ ما فی الظہیریۃ اذ اتیان من او تیان من یجوز علیہ میں منقطع سے ہذا استجاب و الاول للجواز ام یرید ان عدم الانحراف مہما قدر مستحب والانحراف مع عدم الخروج عن الجہۃ بالکلیۃ جائز پھر اگر اس افضل کو اختیار کرنا چاہیں تو دیوار سیدھی قطب سے مشرق کو مٹھی ہوئی بنائیں اور اسکا وہ طریقہ جس میں زاویہ ناپنے کی حاجت نہ پڑے یہ ہے کہ اس دیوار قبلہ کا جنوبی گوشہ جس پر حرف (ب) لکھا ہے قائم رکھیں اور صحیح قطب نام سے ایک خطب سے سیدھا قطب کو اتنا بڑا کھینچیں جس کا طول اس دیوار کے برابر ایک رستی لیں اور اس کا ایک سر احرف ب پر خوب جمائے رہیں کہ سر کے نہیں اور دوسرا سر احرف ح سے ملا کر مشرق کی طرف اس طرح کھینچیں کہ رسی میں جھول نہ پڑنے پائے اس کی کشش سے کمان کی شکل میں زمین پر بن جائے اور پھر ایک سیدھی لکڑی سناچہ قبضہ کی ناپ کر اس کا ایک سر احرف ح پر رکھیں اور دوسرا اس کمان سے ملا دیں جہاں ملے اس ملنے کی جگہ کا نام حرف ب رکھیں ب سے ب تک سیدھا خط ملا دیں یہ ٹھیک دیوار قبلہ ہوگی و ذلک لان فی مثلث ح ب ع ساق ح ب ب کل ۱۰۶ و زاویۃ ب = ح = الہ فکل من زاویۃ القاعدۃ مح ۳ ل فلو حبیبہا ۱۰۶ - ۹۹۹۸۱۰۶ = ۹۹۹۹۹۸۱۰۶ و لو حبیب ح = الہ ۱۰۶ - ۹۹۹۹۹۸۱۰۶ = ۹۹۹۹۹۸۱۰۶ مجموع ہذا بن ۲۴۰۲۵۳۰۵۹ و ذلک ما اردناہ اور اگر پہلے صحیح جانچ کر لی ہو تو دوبارہ قطب ٹالگنے اور بیچ کا خط یعنی ح ب بنانے کی حاجت نہیں بلکہ دیوار کے ناپ کی رستی لیں اور اس کا ایک سر احرف ب کی جگہ پر خوب جما کر رستی میں بے خم پڑے دوسرا سر دیوار کے حرف ا پر رکھ کر دوسرا سر جہاں ملے کمان سے ملا دیں اس ملنے کی جگہ سے دیوار کے کنارہ ب تک سیدھا خط کھینچ دیں دیوار قبلہ اس خط پر اٹھائیں کہ صحیح ہوگی لان زاویۃ ا ب = ۶ و لہر کما تقدم فکل زاویۃ القاعدۃ و مال حبیبہا ۱۰۶ - ۹۹۹۹۹۸۱۰۶ و حبیب و لہر ۱۰۶ - ۹۹۹۹۹۸۱۰۶ فاذا جمع فیہ لو ۱۰۶ - ۹۹۹۹۹۸۱۰۶ - ۱۱۲۰۸۶۸۵ = ۹۹۹۹۹۸۱۰۶ و ذلک ما اردناہ مگر ان صورتوں میں ایک لحاظ لازم ہے جبکہ مسلمان اُسے مسجد کہے تو یہ گلی جو دیوار سیدھی کرنے میں چھوٹے گی اُسے ضائع چھوڑ دینا جائز نہیں کہ وہ مسجد ہی کا ٹکڑا ہے اور اُس کی بے حرمتی حرام۔ تو یا تو سیدھی دیوار ہی اور چن کر اس سے ملا دیں کہ زمین چھوٹی نہ ہے یا ممکن ہو تو دیوار کا گوشہ الف برقرار رکھیں اور گوشہ ب سے سوا بارہ قبضہ زمین مغرب کو حرف س تک بڑھا کر الف اور س میں خط ملا کر دیوار جدید اٹھائیں کہ اگلی دیوار کی زمین شامل مسجد ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از حیات نگر ڈاک خانہ سراے ترین ضلع مراد آباد مرید حبیب شاہ صاحب ۸۔ جمادی الاخرہ ۱۳۳۵ھ ہادی مراحل تحقیق جناب مولانا صاحب دامت برکاتکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ جناب عالی اس قبضہ حیات نگر کی مسجد سمت مغرب سے متجاوز ہے اُس کا نقشہ علیحدہ ایک پرچہ کاغذ کی پشت پر اور اس کا تمام حال کاغذ کی پیشانی پر لکھ کر حضور کے ملاحظہ کے واسطے ارسال کرتا ہوں باعث اس کا یہ ہے کہ یہاں چند اشخاص ایسے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ اس مسجد میں سیدھے مسجد کے رخ نماز نہیں ہوتی کترین نے ایک صاحب کے پاس مسجد کا نقشہ بھیج کر اُن سے دریافت کیا تھا انہوں ردالمحتار سے یہ نشان دے کر (ج ۱ ص ۴۶) کچھ عربی کی عبارت لکھ کر اُس کا

خلاصہ اُردو میں کیا تھا کہ انحراف قلیل جانب کعبہ سے مصلیٰ کو مفسر نہیں ہے اور اس انحراف قلیل کی حد یہ ہے کہ چہرہ اور چہرے کے اطراف میں کوئی جزو کعبہ کے مقابل باقی رہے اسی طرح کہ چہرہ یا اُس کے بعض اطراف سے کعبہ تک خط مستقیم کھینچا جاسکے اور یہ ضرور نہیں ہے کہ یہ خط مستقیم پیشانی سے ہی خارج ہو بلکہ عام ہے خواہ پیشانی سے خارج ہو یا اُس کے دونوں طرف میں سے کسی طرف سے خارج ہو اور اس صورت میں بہت بڑی وسعت ہے جو نقشہ مسجد کا آپ نے بھیجا ہے اس مسجد میں مسجد کے رخ پر نماز پڑھنا بے شبہ جائز ہے لہذا مسجد کے رخ پر نماز پڑھائیے بعض صاحب اس جواب کو پذیرا نہیں کرتے اور وہ حضور ہی پر اس کا انحصار رکھتے ہیں لہذا گزارش یہ ہے کہ حضور اس کا غد کو جس پر مسجد کا نقشہ ہے ہر دو جانب سے ملاحظہ فرما کر اگر ممکن ہو تو کاغذ مذکور کے ذیل ہی میں جو دریافت طلب گزارشیں کاغذ کی پیشانی پر عرض کی گئی ہیں اُن کا جواب ارقام فرما کر کترین کو معزز فرمایا جاوے۔ واجباً گزارش ہے۔ اس مسجد کا رخ نقشہ مذکور سے بخوبی نمایاں ہے یہ قصبہ حیات نگر ۲۸ درجے ۳۰ دقیقے عرض شمالی پر واقع ہے اور مکہ معظمہ ۲۱ درجے ۴۰ دقیقے عرض شمالی پر لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس مسجد میں جماعت سیدھی مسجد کے رخ پر کی جاوے یا مسجد کا خیال چھوڑ کر اور کعبہ شریف کا خیال کر کے ٹیڑھی اور اگر مسجد کے رخ پر سیدھی جماعت کی جائے تو نماز ہوگی یا نہیں۔

الجواب

آب ۱۔ مثلث قائم الزاویہ ہے ب موضع قیام مصلیٰ و سمت نقطہ مغرب کہ سمت قطب شمالی ہے نقطہ ب سے مسجد کی دیوار قبلہ اور عمود ب ح قائم کیا تو مثلث اب ۱ کا مشابہ ہو اُس کا زاویہ ب اُس کے زاویہ ا کے مساوی ہے کہ ہر لکیر زاویہ ۱ سے مل کر قائمہ کے برابر ہے تو زاویہ ا زاویہ انحراف یعنی اس کے مساوی ہوایہ وہ مقدار ہے کہ مسجد نقطہ مغرب سے جس قدر شمال کو ٹھکی ہوئی ہے یہ زاویہ پیمائش میں ۱۸ درجے ہے اب یہ معلوم کرنا ہے کہ حیات پور میں قبلہ نقطہ مغرب سے کتنا جدا ہے اس کے لیے صرف عرض بلد کافی نہیں ہوتا طول بھی درکار ہے وہ سوال میں نہ لکھا نہ یہاں اطالس میں حیات پور کا نام نکلا مگر ضلع مراد کی عام آبادیاں ۷۸۔ ۷۹ درجے کے اندر ہیں ۲۸ درجے عرض برابر اگر طول ۷۸ درجے پر ہو تو عمود قبلہ سمت البراس سے جنوب کو تین درجے ٹھکے گا دوسری میں دو درجے ستائش درجے بہر حال حیات پور میں قبلہ جنوب کو تقریباً ۱۷ درجے مائل ہے اور مسجد اٹھارہ درجے شمال کو ہے تو مسجد قبلہ واقعہ سے حیات پور سے اکیس درجے کم شمال کو ٹھکی ہوئی ہے اور ہم نے اپنے رسالہ ہدایۃ المنعالم فی حد الاستقبال میں ثابت کیا ہے کہ جب تک پیمنائش درجے انحراف نہ ہو سمت قبلہ باقی رہتی ہے عبارت رد المحتار وغیرہ عبارات کثیرہ مختلفہ اسی طرف لاجح ہیں نہ وہ اطلاق کہ سوال میں کسی سے حکایت کیا تو یہ مسجد ضرور حد قبلہ کے اندر ہے بلکہ اس سے دو چند ٹھکی ہوتی تب بھی حد سے نہ ٹھکتی تو اگر مسجد ہی کے رخ پر نماز پڑھی جائے ضرور صحیح ہو جائے گی مگر بعد اطلاع قبلہ سے اتنا انحراف مکروہ و خلاف سنت ہے لہذا سمت مسجد کا خیال نہ کریں بلکہ سمت قبلہ کا یعنی خطاب ۱ کی سیدھ سے بھی پونے تین درجے جنوب کی جانب اور ٹھکیں لیکن یہ انحراف ضعیف ہوگا اگر خطاب ۱ ہی کی سیدھ پر پڑھیں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

هَدَايَةُ الْمُتَعَالِ فِي حَدِّ الْإِسْتِقْبَالِ

مسئلہ - از علی گڑھ معرفت مولوی بشیر احمد صاحب مدرس اول مدرسہ المسفت ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

شہر علی گڑھ کی عید گاہ کہ صد ہا سال سے بنی ہوئی ہے اور حضرات علماء و متقدمین جو کراہت اس میں عیدین کی نمازیں پڑھتے پڑھاتے رہے آج کل کی نئی روشنی والوں نے اپنے قیاسات اور نیز آلات انگریز سے یہ تحقیق کیا ہے کہ سمت قبلہ سے نفرت ہے اور قطب شمالی دابنے کھوسے کی پشت پر واقع ہے کہ جس سے تیسے فٹ کے قریب مغرب سے پھری ہوئی ہے لہذا اس کو توڑ کر سمت ٹھیک کرنا مسلمانان شہر پر تقدیر استطاعت کے لازم اور فرض ہے ورنہ نماز اس میں مکروہ تحریمی ہے اور ۱۰ دسمبر ۱۳۲۲ء کو اس میں ایک فوجی چھا پا جس کی وجہ سے جواب یہ ہے "اگر وہاں کے مسلمانوں میں اس قدر مالی طاقت ہے کہ اس کو ٹھیک کر کے ٹھیک سمت قبلہ پر بنا سکتے ہیں تو ان کے ذمے فرض ہے کہ وہ ایسا ہی کریں اور اگر ان میں اسے ٹھیک سمت قبلہ کی طرف بنانے کی طاقت نہیں تو ان کے ذمہ فرض ہے کہ وہ اس مسجد یا عید گاہ میں ٹھیک سمت قبلہ کی طرف خطوط کھینچ لیں اور ان خطوط پر کھڑے ہو کر نماز پڑھا کریں چنانچہ ہادیہ میں مذکور ہے ومن کان غائباً فاضضہ اصابتہ جھٹھا ہوا الصیحح لان التکلیف بحسب الوسع انھی کتب محبرہ سے یہ ارشاد ہو کہ اب ہندوستان کا قبلہ مابین المغربین ہونا چاہیے یا کیا اور اس کا سمت قبلہ کرنا ضرور ہے یا کیا - بینوا توجروا

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي جعل لنا الكعبة قبله وامانا والصلوة والسلام على من الى افضل قبله ولا نارسول الثقلين وامام القبلتين جعل الله تعالى باب الكعبة في الدارين قبله امانا والكعبة منانا وعلى آل وصحبا بته وسائر اهل قبلته الذين يولدوا اليه وجوههم تصديقا وامانا آمين اللهم هداية الحق والصواب - فتوای مذکورہ محض باطل اور حلیہ صدق و صحت سے باطل اور منصب افتاء پر نرا اجترائیکہ شریعت مطہرہ پر کھلا افتراء ہے - اولاً اگر بغرض باطل یہ عید گاہ سمت قبلہ سے بالکل خارج ہوتی بلکہ مشرق و مغرب بدل گئے ہوتے جب بھی یہ جبروتی حکم بحال استطاعت اسے توڑ کر ٹھیک سمت قبلہ پر بنانا فرض ہے دل سے نئی شریعت ایجاد کرنا تھا اس حالت پر غایت یہ کہ اگر بے اندام کوئی چارہ کار ممکن نہ تھا مہدم کرنا مطلوب ہوتا تھا ٹھیک سمت پر بنانا کس نے فرض بنا عید گاہ میں کوئی عمارت ہونا ہی سرے سے خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرض کیا نہ واجب نہ سنت نہ زمانہ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مصلائے عید کف دست میدان تھا جس میں اصلاً کسی عمارت کا نام نہ تھا جب حضور ہر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز عید کو تشریف لے جاتے مواجہ اقدس میں سترہ کے لیے ایک نیزہ نصب کر دیا جاتا زمانہ اخلافت راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں بھی یہ نہیں رہا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کے سب مواضع میں تبرک کے لیے

مسجد میں بنا کیں ظاہراً انھیں کے وقت میں مصلیٰ عید میں بھی عمارت بنی کما استظہرہ السید نور الدین السمعودی قدس سرہ
فی تاریخ المدینۃ الکرمیۃ صحیح بخاری شریف میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان
توکلہ المحرۃ قد امہ يوم الفطر والضحیٰ یصلیٰ انھیں کی دوسری روایت میں ہے قال کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلیٰ بعد والی
المصطفیٰ والعزیزۃ بین یدیه تحمل وتنصب بالمصلیٰ بین یدیه فیصلیٰ الیہا سن ابن ماجہ وصحیح ابن خزمیہ مستخرج اسمعیلی میں زیادہ
کیا وذلک لان المصلیٰ کان فضاء لیس فیہ شیء یستتر بہ افسوس کہ نئی روٹنی کا یہ فرض زمانہ رسالت و زمانہ خلافت سب میں متروک
زمانہ ثانیاً اس عید گاہ کی عمارت موجودہ سے دین الہی کو کوئی ایسا ضرر نہ پہنچتا ہے جس کے سبب اس کا ڈھانا فرض ہو یا نہیں اگر
نہیں تو بحال استطاعت مالی اس کا ہم کیوں فرض ہوا اور اگر ہاں تو بحال عدم استطاعت مالی کیوں فرض نہیں استطاعت مالی بنانے کو
چاہیے ڈھانے میں کیا ایسا درکار ہے جس سے مسلمانان شہر عاجز ہوں ثالثاً خطوط سمت قبلہ ڈال لینے سے کار براری ممکن اور وہ ضرر
مندفع ہے یا نہیں اگر نہیں تو بحال عدم استطاعت یہ نحو حرکت کیوں فرض ہوئی اور کس نے فرض کی اور اگر ہاں تو بحال استطاعت ہوں کار براری
کس نے حرام کی کہ بالتیین ڈھانا دینا ہی فرض ہو گیا کیا یہاں مقدور ضرر مفترض الا نالہ مختلف الحالہ ہیں کہ توزیع ممکن ہو یا بجایہ عید گاہ
سمت سے کبیر خارج ہے یا حدود جہت کے اندر ہے اگرچہ محاذات عین سے منحرف ہے بر تقدیر اول اس میں نماز مکروہ تحریمی کیوں ہوئی
باطل محض ہوئی لازم تھی بر تقدیر ثانی اس کا ڈھانا کیوں فرض ہوا جبکہ وہ حدود شرع کے اندر ہے خاصاً علمائے کرام کا حکم تو یہ ہے
کہ جہت سے بالکل خروج ہو تو نماز فاسد اور حدود جہت میں بلا کراہت جائز کہ آفاقی کا قبلہ ہی جہت ہے نہ کہ اصابت عین بر آئع امام مکی علیہ السلام
ابوبکر مسعود کا ثانی پھر علیہ امام ابن امیر الحاج حلبی میں ہے قبلتہ حالۃ البعد حجۃ الکعبۃ وہی المحادیب لا عین الکعبۃ جامع الروزی میں
امام زندوسی سے ہے الحجۃ قبلۃ کالعین ہاں حتی الوسیع اصابت عین سے قرب مستحب۔ اس بارے میں طقط وعلیہ وغیرہ کے تفصیل
بعونہ تعالیٰ آگے آتے ہیں اور خیر یہ میں فرمایا ہوا افضل بلا ریب ولا مین در ربولی ضرر وروا المختار میں ہے لوانحرف عین العین انحرافاً
لا تنزل منه المقابلة بالکلیۃ جائز و یویدہ ما قال فی الظہیریۃ اذا قیام من اوتیاسر یجوز اور ترک مستحب مستلزم کراہت متنزیہ
بھی نہیں کراہت تحریم تو بڑی چیز کج الرائن باب العیدین میں ہے لا یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراہۃ اذ لا بد لہا من دلیل
خاص تو اس میں نماز مکروہ تحریمی شہر ثانی روٹنی کی محض ظلماتی ساخت ہے سادہ سادہ عمارت ہدایہ کہ فتویٰ مذکورہ نے نقل کی اس کے
مدعا سے اصلاً سن نہیں رکھتی بلکہ حقیقت وہ اس کا رد ہے عمارت کا مطلب یہ ہے کہ غیر کی کو ہرگز ضرر نہیں کہ اس کی توجہ عین کعبہ معظمہ کی
طرف ہو بلکہ اس جہت کی طرف منحرف ہونا بس ہے جس میں کعبہ واقع ہے کہ تکلیف بقدر وسعت اور طاعت بحسب طاقت ہے اس سے خود
ثابت ہوا کہ غیر مکرمہ میں اتنا انحراف کہ جہت سے خارج نہ کرے مضر نہیں اور اس کی تصریح ذمیر ہدایہ بلکہ عامہ کتب مذہب میں ہے
پھر سافت بعیدہ میں ایک حد تک کثیر انحراف بھی جہت سے باہر ذکر ہے گا اور در حق نماز قلیل ہی کہلائے گا اور جتنا بُد بڑھتا جائے گا
انحراف زیادہ گنجائش پائے گا بحر الرائن و طحاوی علی الحد وغیرہا میں ہے المسامتۃ النقریبیۃ ہوان یکون منحرفاً عن القبلة
انحرافاً لا تنزل بہ المقابله بالکلیۃ والمقابله اذا وقعت فی مسافۃ بعیدۃ لا تنزل بما تنزل بہ من الانحراف لو كانت فی

مسافت قریبہ معراج الدرایہ و فتح القدیر و علیہ شرح فیہ و بحر شرح کنز و فتاویٰ خیر و غیرہ میں ہے و بتفاوت ذلک بحسب تفاوت البعد و بتقی المسامتہ مع انتقال مناسب لذلك البعد فتویٰ میں عبارت ہدایہ سے استناد کے لیے یہ ثبوت دینا کہ مکہ معظمہ سے علی گڑھ کو یہ ہزاروں میل کا بُعد نقطہ مغرب سے تیس گز آنکرات کی گنجائش نہیں رکھتا اتنا تفاوت جہت سے باہر لے جائے گا بے اس ثبوت کے ذکر عبارت محض تغلیط عوام ہے اور حقیقت امر دیکھئے تو عبارت متدل کے لیے صرف نامفید ہی نہیں بلکہ صاف مضر ہے ہم عنقریب بوندہ تعالیٰ ثابت کریں گے کہ عید گاہ مذکور ضرور بعد و جہت کے اندر ہے سابعاً ہمارے بعض علی تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اس باب میں ہیائے قیاسات و آلات کا اعتبار ہی نہیں جامع الرموز نے اسی بحث سمت قبلہ میں لکھا منہم من بناہ علی بعض العلوم الحکمیۃ الان بالعلامۃ البخاری قال فی بحث القیاس من الکشف ان اصحابنا لم یعتبروہ و بہ یشتعل کلام قاضی خاں ام وایدہ فی النہایان علیہ اطلاق المتون ام و ردہ فی رد المحتار قائلہ فی المتون ما یدل علی عدم اعتبارہا ولنا تعلم ما تھندی بہ علی القبلة من النجوم و قال تعالیٰ والنجوم تھتد و ابھا الخ واستظهر ان الخلاف فی اعتبارہا انما ہو عند وجود المحاریب القدیمۃ بخلاف ما اذا کان فی المفافۃ فینبغی وجوب اعتبار النجوم ونحوها للتصویر علمائنا بکونھا علامۃ معتبرۃ فینبغی الاعتماد فی اوقات الصلاۃ و فی القبلة علی ما ذکرہ العلماء الثقات فی کتاب المواقیف و علی ما وضعوہا من الآلات کالربع والا صطرلاب فانہا ان لم یفید یقین تفید غلبۃ الظن وغلبۃ الظن للعالم بھا کافیۃ فی ذلك الخ اقول وہو کلام نفیس و این تحوی جزاف لا یکاد یرجع الی اثارۃ علم من الظن الغالب الحاصل بتلك القواعد ولولا مکان اطوال البلاد وعروضھا فی امر تعیین القبلة و مجال الظنون فی اکثرھا لکان ما یحصل بھا قطعاً لا مسامح لریبۃ فیہ بل لو حقت کافیت جل المحاریب المنصوبۃ بعد الصحابۃ والتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم انما بنیت بناءً علی تلك القواعد و علیہا استیست لھا القواعد فکیف یحل اعتماد تلك المحاریب دون الذی بنیت علیہ نعم عند التعارض ترجع القدیم خلافاً للشافعیۃ لئلا ینزلزم تخطیۃ السلف الصالح و جماعہ المسلمین کما ذکرہ الشافعی وغیرہ ولان علم الجسیم اقوی من علم الاحاد و للسلف مزیدہ جلیۃ علی الخلف ولربما یخطئ النظر فی استعمال القواعد والآلات کما ہو مرئی شاہد فہو اولی بالخطا منہم ولذا قال فی الفتاویٰ الخیریۃ و اما الاجتهاد فی محاریب المسلمین بالنسبۃ الی الجھۃ حیث سلت من الطعن لانہا لم تنصب الا بمحضرة جمع من المسلمین اهل معرفۃ بسمت الکواکب والادلۃ فخری ذلک مجری الخیر فنقلد تلك المحاریب ام

اقول وبہ ظہران الحکم لا یختص بالمفاوز فانہم انما نصبوا فی الامصار بناءً علی تلك الادلۃ لاجرم ان قال العلامة البرجندی فی شرح المقایہ ان امر القبلة انما یتحقق بقواعد الهندستہ والحساب بان یعرف بعد مکہ عن خط الاستواء عن طرف المغرب ثم بعد البلد المترض کذلک ثم یقاس بتلك القواعد لتحقيق سمت القبلة ونحن قد حققنا بتلك القواعد سمت قبلہ ہر اۃ الی آخر ما سباق و نقلہ الفتال فی حاشیئہ مقراء علیہ اور اتنا تو کا بر نے بھی فرمایا کہ جو مسجد مدین سے بنی ہوا اور اہل علم و عامہ مسلمین اس میں بلائیکہ نمازیں پڑھتے رہے ہوں جیسا کہ عید گاہ مذکور کی نسبت سوال میں مسطور ہے اگر کوئی غلطی اپنے آلات و قیاسات کی رو سے اس میں شک والا چاہے اس کی طرف التفات نہ کیا جائے گا کہ صد ہا سال سے علماء و سائر مسلمین کو غلطی پر مان لینا نہایت سخت بات ہے

بلکہ تصریح فرماتے ہیں کہ ایسی قدیم محرابیں خود ہی دلیل قبلہ ہیں جن کے بعد تخری کرنے اور اپنا قیاس لگانے کی شرعاً اجازت نہیں ایسی شکل کہ بعض مدعیان ہیئات نے بعض محرابات نصب کردہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں بھی پیش کی حالانکہ با یقین صحابہ کرام کا علم زائد تھا اُس کے بعد فلسفی ادعا کا سنا بھی حلال نہیں ہاں تحقیق معلوم ہو کہ فلاں محراب کسی جاہل ناواقف نے یونہی جزافاً قائم کر دی ہے تو البتہ اُس پر اعتماد نہ ہوگا علامہ خیر الدین رملی استاد صاحب درمختار رحمہ اللہ تعالیٰ فتاویٰ خیرہ میں فرماتے ہیں نحن علی علم بان الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم اعد من غیرہم فاذا علمنا انہم وضعوا محراباً لا یعارضہم من ہود و نمرود اذ اعلنا ان محراباً وضع من غیرہم بغير علم لا یفتقدہ واذا لم یضرب شیئاً و علمنا کثرة المارین و توالی المصلین علی مرود السنین عملنا بالظاهر و هو الصحیحة اسی میں ہے مذہب الخفیۃ یعمل بالمحارب المذکورہ ولا یلتفت للطعن المذکور اسی میں ہے نہایت الفکلی المذکور ان یطعن بالانحراف الیسیر الذی لا یجاوز الحد المذکور و هو علی تقدیر صدقہ لا یمنع الجواز و لہذا قال الشارح الزلیلی لا یجوز التخریج مع المحارب اسی میں ہے الکلام فی تحقیق ذلک یعنی الانحراف اکثر ولا یقع علی وجہ الیقین مع البعد باخبار المبقاتی کمالاً یحییٰ عند الفقہاء حلیمہ میں ہے المحارب فی حق المصلیٰ قاصداً رکعین الکعبۃ و لہذا لا یجوز للشخص ان یجتہد فی المحارب فایاک ان تنظر الی ما یقال ان قبلۃ اموی دمشق و اکثر مساجدھا المبینۃ علی سمت قبلتہ فیہا بعض الانحراف اذ لا شک ان قبلۃ الاموی من حین فتح الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و من صلی منہم الیہا و کذا من بعد ہما اعدوا و اوفق من فکری لا نداری هل اصاب ام اخطأ بل ذلک یرجع خطاۃ و کل خیر من اتباع من سلف پھر علماء کے یہ ارشادات اُس کے بارے میں تھے جو فن ہیئات کا ماہر کامل عالم فاضل ثقہ عادل ہو یہ نئی روشنی والے ذفقے سے مذہبیات سے خبر اور دین و دیانت کا حال روشن تر ان کی بات کیا قابل التفات ان کی ہیئات دانی اس اعتراض ہی سے پیدا ہے کہ قطب شمالی شاذاً راست سے جانب پشت مائل ہونے کو دلیل انحراف بتایا اور دیوار توڑ کر ٹھیک محاذات قطب میں بنانا چاہتے ہیں علم ہیئات میں دو رک سمت قبلہ کے لیے دو طریقے ہیں ایک تقریبی کہ عام کتاب متداولہ میں مذکور دوسرا تحقیقی کہ زیچا میں سطور یہاں سے واضح کہ یہ حضرات اُن دونوں سے محجور اگر وہ طریقہ تقریبی جانتے اُن پر معترض نہ ہوتے کہ اُس کی رو سے سمت قبلہ علی گزرو کا لیں تو ضرور قطب شمالی شاذاً راست سے جانب پشت ہی پھر رہے گا کہ اس طریقہ پر علی گزرو کا خط قبلہ نقطہ مغرب سے ساڑھے دس درجے جانب جنوب جھکا ہوا ہے ظاہر ہے کہ نقطہ مغرب کی طرف موڑ کر تے تو قطب محاذات شانہ پر رہتا اب کہ مغرب سے دس درجے جنوب کو پھرے قطب ضرور جانب پشت میلان کرے گا اور اگر طریقہ تحقیقی سے آگاہ ہوتے ہرگز دیوار جدید محاذی قطب بنانی نہ چاہتے کہ طریقہ تحقیقی میں بھی خط قبلہ علی گزرو نقطہ مغرب سے جنوب ہی کو مائل ہے اگرچہ نہ اتنا کہ طریق تقریب میں تھا ہم دونوں طریق تقریب و یقین انشاء اللہ آخراً کلام میں ذکر کریں گے تاہنا محاذات قطب چاہنا بھی ان صاحبوں کے خیال میں علمائے اسلام و جمہم اللہ تعالیٰ کا صدقہ ہے جن کا منشا اگر ان کے خیال میں ہوتا مسجد کا ڈھانا فرض نہ کرتے زمانہ اقدس صحابہ کرام بلکہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم و علیہم السلام سے غیر کی کے لیے جہت کعبہ قبلہ قرار پائی ہے اصابت عین کی ہرگز تکلیف نہیں و لہذا صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بلاد متقاربہ بلکہ ملک بھر کے لیے ایک ہی قبلہ قرار دیا ملک عراق کے واسطے باتباع ارشاد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و فرمان فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ نے بین المشرق و المغرب قبلہ مقرر نہ پایا

اللہ کرام نے بخارا سمرقند سغدیہ مرو سرخس وغیرہا کا قبلہ مسقط راس العقرب بنایا بیت المقدس حلب دمشق و ملہ نائلس وغیرہا
 تمام ملک شام کا قبلہ ستارہ قطب کو پس پشت لینا ٹھہرایا۔ کوہ بغداد ہمدان قزوین طبرستان جرجان وغیرہا میں ہر شام تک قطب کو
 دہنے کان کے پیچھے ملک عراق میں سیدھے شانے ملک مصر میں ہائیں کندھے ملک یمن میں مونہ کے سامنے ہائیں کو ہٹا ہوا فرمایا امام فقیہ
 ابو جعفر ہندوستانی نے بغداد مقدس و بخارا شریف کا قبلہ ایک بتایا علمائے خراسان و سمرقند وغیرہا بلاد مشرق کے لیے جن میں ہندوستان بھی
 داخل بین المغربین قبلہ ٹھہرایا امام اجل فقیہ النفس قاضی خاں رحمہ اللہ تعالیٰ نے مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ سے دربارہ قبلہ چھ قول نقل فرمائے
 بنات نعش صغریٰ کو جس کی نعش کا سب سے روشن ستارہ قطب ہے وہی ہے کان پر لے کر قدرے ہائیں کو پھرنا ستارہ قطب کو سیدھے کان کے
 پیچھے لینا مسقط راس العقرب کی طرف مونہ کرنا آفتاب جب برج جوزا میں ہو آخر وقت ظہر میں اُس کی سمت دیکھ کر ٹھوٹا رکھنا مسقط و سرطانی
 واقع کے درمیان بین المغربین کے فاصلے سے دو ٹکٹ وہی ہے ایک ہائیں کو رکھنا اور فرمایا کہ یہاں اقوال باہم قریب ہیں ان تمام احکام کا
 بنی وہی ہے کہ اعتبار جہت میں بڑی وسعت ہے فلسفی، پیچارہ آلات کا پٹا راخیالات کا پشتار اکھول کر بیٹھے تو ہرگز نہ ان شہروں کا قبلہ ایک
 پاسکتا ہے نہ ملک بھر کی ایک سمت ٹھہرا سکتا ہے مگر وہ نہیں جانتا کہ یہ دین تدقین آلات پر مبنی نہیں یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا
 دین صحیح سہل ہے واللہ رب العالمین قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انا امتہ امیۃ لا تکتب ولا تحسب فتاویٰ خانیہ میں ہے
 حجۃ الکعبۃ تعرف بالدلیل والدلیل فی الامصار والقری المحاریب التي تضبطها الصحابة والتابعون رضی اللہ تعالیٰ عنہم فحين
 فتحوا العراق جعلوا قبله اهلها بين المشرق والمغرب ولذلك قال ابو حنيفة رضي الله تعالى عنه ان كان بالعراق جبل المغرب
 عن يمينه والمشرق عن يساره وهكذا قال محمد رحمه الله تعالى وانما قال ذلك لقول عمرو رضي الله تعالى عنه اذا جعلت
 المغرب عن يمينك والمشرق عن يسارك فما بينهما قبله لاهل العراق وحين فتح خراسان جعلوا قبله اهلها ما بين مغرب
 الصيف ومغرب الشتاء فعلمنا اتباعهم عن ابى يوسف رحمه الله تعالى انه قال في قبله اهل الري اجعل الجدي على منكبك
 الايمن واختلف المشايخ رحمهم الله تعالى فيما سوى ذلك من الامصار قال بعضهم اذا جعلت بنات النعش الصغرى على يمينك
 وانحرفت قليلا الى شمالك فتلك القبلة وقال بعضهم اذا جعلت الجدي خلف اذنك اليمنى فتلك القبلة عن عبد الله المبارك
 وابى مطيع وابى معاذ وسلم بن سالم وعلى بن يوسف رحمهم الله تعالى انهم قالوا قبلتنا العقرب وعن بعضهم اذا كانت الشمس
 في برج الجوزا ففى اخروقت الظهر اذا استقبلت الشمس بوجهك فتلك القبلة عن العنقية ابى جعفر رحمه الله تعالى قال اذا
 كنت مستقبل المغرب فالنسر الواقع سقوطه يكون بجنا منكبك الايمن والنسر الطائر سقوطه في وجهك بجنا عنك اليمنى
 فالقبلة ما بينهما قال قبله بخارا على قبلتنا وعن القاضى الامام صدر الاسلام قال القبلة ما بين النسرین وعن الشيخ الامام
 ابى منصور الماتريدي رحمه الله تعالى انظر الى مغرب الشمس في طول ايام السنة ثم في اقصر ايام السنة دع الثلثين عن يمينك
 والثلث عن يسارك فالقبلة عند ذلك وهذه الاقاويل بعضها قريب من بعض او فحصى معراج الدراية وفتح القدير وحليہ میں ہے

عہ بعض الجہم وفتح الدال وفتح الیاء ای حُبَّیَّ الفرقۃ اسم الفجر الثاقب السابع فی آخر النعش الصغری ۱۲ العلامة حامدا وناجی اللہ تعالیٰ

ولہذا وضع العلماء قبلۃ بلد وبلدین وبلاد علی سمت واحد فجعلوا قبلۃ بخاری وسمی قنہ وشف وترمذ وبلخ و مرو و سمرقند
موضع الغروب اذا كانت الشمس فی آخر المیزان او اول المغرب کما اقتضت الدلائل الموضوعۃ لمعرفۃ القبلة ولم یخرجوا الکل بلد سمی
لبقاء المقابلة والتوجه فی ذلک القدر ونحوہ من المساقۃ متقی وحیدہ وکجور وداخار وغیرہا میں ہے الجہدی اذا جعلہ الواقع خلف
اذنہ الیمنی کان مستقبل القبلة بناحیۃ الکوفۃ وبعدا وودھدان وقزوین وطبرستان وجوجان وما والاہ الی غیر اللشاش وجمہ
من بمصو علی عاتقہ الایس وبالعرفان علی کتفہ الیمنی وبایمن قبلۃ المستقبل ممایل جانبہ الایس وبالشام وراءہ فتاویٰ خیر
میں ہے و ذکر بعضہم ان اقوی الادلۃ القطب فیجعلہ من بالشام وراءہ والرملة وناہلس و بیت المقدس من الشام کد مشق
وحلب وجوز للکل الاعتماد علی القطب وجعلہ خلفہ فلا بد فی ذلک من نوع انحراف لاهل ناحیۃ منها لکنہ لا یضر کما قررنا
اسی حکم کی بنا پر ہندوستان میں سارہ قطب دہنے شانے پر لیا گیا اور قدیم سے عام ساجد اسی سمت پر بنیں کہ بین المغربین کا اوسط مغرب
اعتدال تھا اور اُس کی طرف توجہ میں قطب سیدھے ہی شانے پر ہوتا ہے اور اُس کی پہچان آسان اور اُس میں انحراف بقدر مضر نہیں
ولہذا اسی پر تعامل ہوا یہ مدعیان ہیئت سمجھے کہ عام بلاد ہندیہ یا شاید خاص علی گڑھ کا یہی قبلہ تحقیقی ہے حالانکہ وہ محض ناواقف ہی ہیں ہندوستان
آٹھ درجے عرض شمالی سے پینتیس درجے تک آباد ہے اور طول شرقی چھیاسٹھ درجے سے بائیس تک یہ بھی ہندوستان کی خوش نصیبی ہے
۶۶ عدد ہیں اہم جلالت اللہ کے اور ۹۲ نام پاک محمد کے جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم نے اپنے رسالہ کشف العلین تحت القبلة
میں براہین ہندیہ سے ثابت کیا ہے کہ شروع جنوبی ہند جزیرہ سرندپ وغیرہ سے تیس درجے چونتیس درجے عرض تک جتنے بلاد
ہیں جن میں مدراس حاطہ بسٹی حیدر آباد کا علاقہ وغیرہ داخل ہیں سب کا قبلہ نقطہ مغرب سے شمال کو جھکا ہوا ہے سارہ قطب دہنے
شانے سے سامنے کی جانب مائل ہوگا اور آٹھویں درجہ عرض سے اخیر شمالی ہند تک جس میں دہلی بریلی مراد آباد میرٹھ پنجاب بلوچستان
ضکا پور قلات پشاور کشمیر وغیرہ داخل ہیں سب کا قبلہ جنوب کو جھکا ہوا ہے قطب سیدھے کندے سے پشت کی طرف میدان کیے گا
دلیل کی رو سے یہ عام حکم ساڑھے تیس درجے سے ہوتا تھا مگر ۲۸ کے بعد سے ۳۲ تک عدم انحراف کے لیے جتنا طول درکار ہے
ہندوستان میں اُس عرض و طول پر آبادی نہیں ۲۳ - ۳۴ سے ۲۸ تک جتنے بلاد کثیرہ ہیں ان میں کسی کا قبلہ مغربی جنوبی کسی کا
خاص نقطہ مغرب کی طرف علی گڑھ اسی قسم دوم میں ہے جس کا قبلہ جنوب کو مائل ہے ہم نے اُس رسالے میں عرض النول سے عرض
تھہ ہاتھ ایک ایک دقیقے کے فاصلے سے ایک جدول دی ہے کہ اتنے عرض پر جب اتنا طول ہو تو قبلہ ٹھیک مغرب اعتدال کی
طرف ہوگا اُس کے ملاحظہ سے واضح ہو سکتا ہے کہ ہندوستان میں کتنے شہروں کا تحقیقی قبلہ اس حکم مشہد کے مطابق ہے بالیہ عام
حکم آہ اسی حکم دا جہد پر ہے اور کچھ مضر نہیں کہ حدود شروع سے باہر نہیں بلکہ یہ ناواقف لوگ اگر سمت حقیقی چاہتے ہیں تو محاذات
قطب چاہنا باطل اور جہت پر قانع ہیں توجہ اب بھی حاصل بہر حال مسجد شہید کرنے کی فرضیت باطل اُس میں نماز کی تحریری کراہت
باطل عرض اُس بے معنی فتوے کی جہالت کہاں تک گنیے ہم اصل حکم شرع بتوفیق اللہ تعالیٰ واضح کریں کہ عید گاہ مذکور مضر در حدود

شرعیہ کے اندر ہے اس کا بیان چند افادوں پر موقوف فاقول وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ
 انیب افادہ اولیٰ جنت قبلہ کی حد کیا ہے کہ جہاں سے بہرہ و جنت باہر ہو اس جگہ میں عبارات علی متعدد وجہ پائی گئیں
 اول جب تک مشارق مغارب نہ ہوں جنت نہ ملے گی فتح القدر و بحر الرائق وغیرہ و موطاوی و رد المحتار وغیرہ کتب کثیرہ میں بیان وہ
 نیز مسئلہ اقتداء بالشامی میں ہے الا نحن ان المفسدان یجاوز المشارق الی المغارب فی الخیرۃ بعد ما قلد مناعنہ فی
 الایواد السامع وعند تحقیقہا بالخطا زال الغطاء وهو فی اختلاف الجہۃ بحیث یکون متجاوزا المشارق الی المغارب اذ اسکی
 تائید اس حدیث سے کی گئی کہ ترمذی و ابن ماجہ و حاکم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ترمذی نے کہا حسن صحیح ہے
 حاکم نے کہا بر شرط بخاری و مسلم صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ما بین المشرق والمغرب قبلۃ مشرق و مغرب کے
 درمیان قبلہ ہے امام مالک موطا اور ابو بکر ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق مصنفات اور بیہقی سنن اور ابوالعباس اصم اپنے جز حدیثی میں
 راوی امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ما بین المشرق والمغرب قبلۃ جامع ترمذی میں یہ قول متعدد صحابہ کرام
 مثل امیر المؤمنین ہولہ علی کرم اللہ وجہہ و حضرت جبرائیل بن عباس وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہوا بیان کیا اور کہا عبد اللہ بن عمر
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اذا جعلت المغرب عن یمینک والمشرق عن یسارک فما بینہما قبلۃ اذا استقبلت القبلة
 جب تو مغرب کو داہنے ہاتھ پر لے اور مشرق کو بائیں پر تو ان دونوں کے اندر قبلہ ہے اس وقت رو قبلہ ہو یا اقول عبارات مذکورہ
 علمائے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب تک موخہ کرنے کے عوض پیٹھ نہ کرنا ہو کہ قبلہ مغرب کو ہے یہ مشرق کو موخہ کرے یا بالعکس اس
 وقت تک استقبال فوت نہ ہو گا یہاں تک کہ اگر مغربی قبلہ والا جنوب یا شمال کو موخہ کرے کھڑا ہو یعنی کعبہ منظمہ کو ٹھیک دہنی یا بائیں کر وٹ
 پڑے تو جنت ہنوز باقی رہے اور یہ ظاہر الفساد ہے پہلو کرنے کو کوئی موخہ کرنا نہ کہے گا یہ قول وجہک کے عوض ول جنتک
 ہے گا اور وہ بالا جماع باطل ہے لہذا قول ظہیر یہ اذا تیا من او تیا سورہ یحوز کی تاویل کی طرف در مختار میں اشارہ فرمایا رد المحتار اسکی
 شرح کی بھی لیس المیزان یجمل الکعبۃ عن یمینہ او یسارہ اذ لا شک فیہ عند فی خروجہ عن الحجۃ بالکعبۃ بل المراد الانتقال
 عن عین الکعبۃ الی الیمین او الیسار اہ اگرچہ یہ مراد نہیں ہو سکتی کہ اپنے یہاں کے نقاط اربعہ جہات (ربعہ کے اعتبار سے افق بلد
 کے دو نصف کیے جائیں قبلہ اگر وہاں سے جنوب یا شمال کو ہے (جیسے مدینہ طیبہ کہ اس کا قبلہ میزاب رحمت ہے) تو جنوبی شمالی
 اور مشرق یا غرب کو ہے (جیسے ہندوستان میں کہ اس کا قبلہ باب کعبہ و مقام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے) تو مشرقی غربی پھر
 جس نصف میں کعبہ ہے مصلیٰ اس میں کسی طرف موخہ کرے استقبال ہو جائے گا اور دوسرے نصف کی طرف نہ کیا تو جنت سے
 نکل جائے گا یہ پہلے سے بھی زیادہ ظاہر بطلان ہے کہ



اس پر استقبال قبلہ میں نماز قاسدہ اور استدبار قبلہ میں
 واقعہ افق ہے جس میں نقطہ مغرب و نقطہ مشرق ہے
 واقعہ تو مصلیٰ نقطہ ط کی طرف موخہ کرے تو اس کی توجہ

صحیح ٹھہرتی ہے فرض کرو اب ج ۷ شہری کا
 تب ا ح تو س غری ہوئی مس کعبہ منظمہ اسی نصف میں
 اسی نصف کی طرف واقع ہوئی مگر قطعاً اس کی پشت کعبہ کو ہے اور ح کی طرف استقبال کرے تو نماز نہ ہو کہ نصف بدل گیا حالانکہ وہ قطعاً

استقبال میں ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ ایک خط مستقیم موضع مصلیٰ و محل کعبہ میں وصل کیا جائے اور دوسرا خط کہ اس پر عمود ہو جانبین میں دائرہ افق تک ملا دیا جائے اس عمود سے جوافق کے دو نصف ہوئے اُن میں قبلہ اُس حصہ میں ہے جس کے ٹھیک وسط میں کعبہ ہے پس صورت مفروضہ میں تصویر سمت یہ ہے خطی ک

میں قبلہ ہے اس قدر سے وہ استحالے تو اُٹھ گئے مگر اندر اندر سازی قوس جہت ہے اور شک نہیں کہ ح ط

ذہ استقبال و لہذا علانیے اُسے شکل جانا اور تاویل و

حصہ قوس ہے جس کی طرف توجہ میں ہوائے کعبہ سے کچھ بھی محاذات و مسامتہ باقی ہے اگرچہ تقریباً ذیہ کہ جس نقطے کو چاہو موخر کرلو

منہ الخالق میں ہے قولہ وفي الفتاویٰ الانحراف المفسدان تبجاوالمشارك الى المغرب کذا نقلہ فی فتح القدیر و هو

مشکل فان مقتضاہ ان الانحراف اذا لم یوصلہ الى هذا القدر لا یفسد الخ حلیہ میں فرمایا مرقبۃ اهل المشرق المغرب

عندناش هذا فی الذخیرۃ (الی ان قال) ثم الظاهر ان هذا انما یستقیم فیما اذا کان التوجہ من المشرق الى المغرب

وبالعکس مسا متا لہواء الکعبۃ اما تحقیقا او تقریبا علی ما ذکرنا لا علی ای وجہ کان ذلک التوجہ من احدی الجہتین

الی الاخری فتنبیہ لہ وکانہ للعلم بہ لہ یفصحوا بہ یوہی رد المحتار میں اُسے مؤول کیا کما سیاقی وللعبد الضعیف فیہ کلام

ستقر فی انشاء اللہ تعالیٰ دوم کہ عامہ کتب میں نہرت وافیہ رکھتا ہے کہ اتنا پھر سکتا ہے جس میں موخر یعنی وجہ کا کوئی حصہ مقابل کعبہ

منظر رہے دو سطح چیزوں میں مقابلہ ہو تو اسے انحراف سے زائل ہو جاتا ہے مگر قوس کا مقابلہ بے انحراف کثیر زائل نہ ہوگا اور حق جل جلالہ

انسان کا چہرہ مقوس بنایا ہے توجہ تک کوئی حصہ رخ مقابل رہے گا استقبال بالوجہ حاصل رہے گا اور **قَوْلٌ وَجْهَكَ**

شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کا امثال ہو جائے گا **اَقُولُ** اُس کی وجہ یہ ہے کہ سطح مستوی پر جتنے خط عمود ہوں گے

سب کی سمت ایک ہوگی جب اُن میں ایک مقابلہ سے منحرف ہو اسب منحرف ہو گئے بخلاف قوس کہ اُس کے ہر نقطہ کے خط اس پر نقطہ

تاس سے جو عمود قائم ہوگا جدا جہت رکھے گا تو اس کا مقابلہ زائل ہو اور دوسرے کا ہوگا اُس کا نہا اور کا ہوگا یہاں تک کہ قوس ختم ہو جائے

معراج الدرایہ و فتح القادیر و زاد الفقیہ و حلیہ وغنیہ و بحر الرائق و فتاویٰ خیر یہ و درمختار و رد المحتار

وغیرہا میں ہے و هذا اللفظ الاخير ثم اعلم انه ذکر فی المعراج عن شیخہ ان جہۃ الکعبۃ ہی الجانب الذی اذا توجہ الیہ

الانسان یكون مسا متا للکعبۃ او ہواء تحقیقا او تقریبا ومعنی التقرب ان یكون منخوفا عنها او عن ہوائہا بما لا تنزل بہ المقابله

بالکلیۃ بان یبقی شیء من سطح الوجہ مسا متا لہا و ہواء جامع الرموز میں ہے لا باس بالانحراف الا انحرافا لا تنزل بہ المقابله

بالکلیۃ بان یبقی شیء من سطح الوجہ مسا متا للکعبۃ درر میں ہے فیعلم منه انه لو انحراف عن العین انحرافا لا تنزل بہ

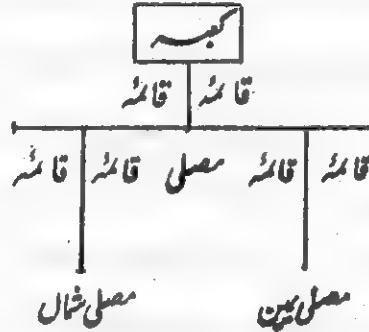
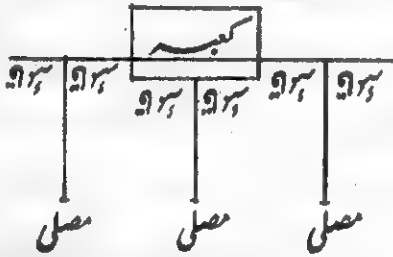
المقابله بالکلیۃ جاز یؤید ما قال فی الظہیریۃ اذا تیا من او تیا سر یجوز لان وجہ الانسان مقوس فہذا التیا من او التیا سر

یکون احد جانبہ الى القبۃ رد المحتار میں ہے فاعلم ان الانحراف الیسیر کا یضد و ہوالذی یبقی معہ الوجہ او شیء من

جوانبہ مسامتہ العین الکعبہ و ہواء ہا بان یخرج الخط من الوجه او من بعض جوانبہ الی القبلة او ہواء ہا مستقیما ولا یلزم ان یکون الخط الخارج علی استقامة خارجا من جبهة المصل بل منها او من جوانبہا کما دل علیہ قول الدرر من جبین المصلی فان الجبین طرف الجبهة و ہما جبینان و علی ما قررناہ یجمل ما فی الفتوح والبحر عن الفتاوی من ان الانحراف المفسدان یجاول المشارق الی المغرب **اقول** وباللہ التوفیق تمام کتب مذکورہ میں شی من سطح الوجه کا لفظ ہے اور ہمارے مذہب میں ایک کان سے دوسرے تک سب سطح وجہ ہے و لہذا ما بین العذار والافن کا دھونا بھی وضو میں فرض ہوا اور قطعاً معلوم ہے کہ جب کوئی کسی نقطہ افق کی محاذات پر نظر کرے تو اس کی سطح وجہ کی محاذات نصف الارض کی گویا لگی تو بیچ سے تک پھر تاروا ہوا کہ اور ٹھیک جنوب یا شمال کو موڑ کر کسی سے مستقبل کعبہ قرار پائے گا کہ کان کے متصل جو سطح وجہ یعنی کنپٹی کا حصہ ہے ضرور محاذی کعبہ ہے حالانکہ وہ بدھشتہ قیام یا مقیاسر نہ کہ مستقبل تو اس قول کے ظاہر یہ بھی وہی استبعاد شدید لازم جو جہات اولی پر تھا اور علیہ رد المحتار کا اول کو اس دوم کے ساتھ تاویل کرنا حیث قال فی الجلبہ او تقریباً علی ما ذکرناہ وما ذکرہ و ہذا القول الثانی من بقاء شی من سطح الوجه مسامتاً و سمعت أفتا قول الشامی اصلاً نافذ ہوا کہ یہ کلام بھی اپنے ظاہر پر آتا ہی وسیع ہے جتنا قول اول تھا اور یہ دنہار نہ قابل اعتبار نہ مراد علی ہونے کا سزاوار مثلاً جہاں کعبہ خاص سمت قبلہ مغرب ہو اگر کوئی شخص ٹھیک نقطہ جنوب و شمال کو موڑ کرے یا نہ سہی بلکہ دو تین درجے مغرب کو پھر اسی مانے کہ مسافات بعیدہ میں اتنا انحراف فرق محسوس نہیں دیتا تو یقیناً یہی کہا جائے گا کہ اس کا موڑ جنوب یا شمال کو ہے نہ کہ کعبہ مظهر کو حالانکہ اس کی سطح کی وجہ سے بعض جز بلا مشبہہ سامت کعبہ ہے نعم رأیت الفاضل عبد الحلیم الرومی من علماء الدولة العثمانیہ ذکر فی حاشیئہ علی الدرر نقیید عجائبا حیث قال **قولہ** یکون احد جوانبہ الی القبلة لا یدید بہ زوال الطرף الاخر عن المقابلة بالکلیۃ کما ظن بل المراد منہ مقابلة طرف بکلیہ و مقابلة شی من سطح الاخر مسامتاً کما ہوا المفہوم من المذہب **اقول** لمرید کر عبارتہ المنیع حتی ینظر فیہا و ہومع مخالفتہ لظاهر الدرر لا یلائمہ نص عامۃ الکتب المذكورۃ من الاجتزاء ببقاء شی من سطح الوجه مسامتاً فانہ صریح فی عدم الحاجة الی مسامتۃ ما فی الباقی اصلاً بل **اقول** لعلک ان امعنت النظر لم ترہ یرجع الی صحیحۃ فان المسامتۃ لا بد لہا من مقابلة حقیقیۃ فی الحقیقۃ لوسط الجبۃ و فی التقریبیۃ شی من الاطراف اما اذا قامت المقابلة الحقیقیۃ اصلاً فلا مسامتۃ فلا استقبال فلا صلوۃ و المقابلة انما تكون باتصال الخط علی قائمہ لا تری - ج ۵ ان سطح ابقابل ب و ح و اجماعاً اما فلا یسامت سر لعدم الاتصال علی قوائمہ و ہوا لا یکون لقوس قطع مع سطح الا من نقطۃ واحدة تحقیقاً و بعض نقاط مجاورۃ اخرى تقریباً فالاولا لا امکان لمقابلة طرف بکلیہ لا مجازاً و ثانیاً اذا تقابل طرف من قوس مسطوحاً استحال ان یقابله شی من طرفہا الاخر لما قد منان الاعمدة الخارجۃ من مساات القوس لا یکون اثنان منها الی جہۃ واحدة قط المراد ان تلك الاعمدة کلہا فی الخطوط الخارجۃ من المکرز الی نقاط القوس و علی سموھا و کلہا التلقی علی المکرز فان اتصال اثنان منها بمقابل کالکعبۃ او الخط المار بمجاہر ضا الی الافق و احداث کل علیہ قائمتین و وصلنا بینہما اجماع فی مثلث قائمتان و ہو محال فبقیہ سوم و سطر اس مقابل ہر دو چشم سے ایک زاویہ بناتے آنکھوں پر گزرتے دو خط نکلیں

یہ جہاں تک پھیلیں کعبہ جب تک ان کے اندر رہے جہت باقی ہے اور دونوں سے باہر واقع ہو تو نہیں۔ یہ امام حجت الاسلام غزالی قدس سرہ العالی پھر علامہ تفتازانی نے شرح کثافات پھر علامہ مولیٰ خسرو نے درمیں افادہ فرمایا ان دونوں نے اُس زاویہ کی مقدار بتائی جو وسط سر میں التقائے خطین سے بنے گا اور امام حجت الاسلام نے تصریح فرمائی کہ قائمہ جو درمیں ہے اصابت جہت کی ایک وجہ بیان کر کے فرمایا و نقول ہوان تقع الکعبۃ فیما بین خطین یلتقیان فی الدماغ فیخرجان الی العینین کساقی مثلث کذا قال الخوارزمی التفتازانی فی شرح الکثافات شرح نقایہ علامہ رجبندی میں ہے معنی التوجہ الی حجتہ الکعبۃ ہوان تقع الکعبۃ بین خطین یخرجان من العینین یلتقی طرفاهما داخل الرأس بین العینین علی زاویۃ قائمۃ کذا ذکرہ الامام الغزالی فی الاحیاء بشرح البروجندی فعلى هذا الوصول الحظ الخارج من العين الی جدار الکعبۃ یقع علی حادۃ او منفرجۃ لم یکن مقابلاً للکعبۃ وهو لا یخلو عن بعدا **اقول** هذا عجیب من مثل ذلك الجہد المبرز فی الفنون الهندسیہ فالانما قال الامام ان تقع الکعبۃ بین الخطین لان یصلی شئی منهما الی جدار الکعبۃ وثامناً انما قال یلتقیان بین العینین علی قائمۃ لان یصل حدیہما بالکعبۃ فیحدث هنالك قائمتین ولذا لک افرد القائمۃ **اقول** وبما قورنا ظهر قلنا ما قال الفاضل الحلی فی اخدی فی حاشیۃ الدرر ان حاصلہ ان تقع الکعبۃ بین خطین یخرجان من العینین وان کان احدا الخطین طویلاً کما هو المشاہد عند انحراف التوجہ اہ فان الخطین یمتدان الی الافق فلا مسانغ ثم لعل وقصر ولا داعی الی قطعہما علی حد طائما النظر الی الفضاء الحاصل بینہما ان تقع الکعبۃ فیہ **اقول** اس قول پر یہ خط جو وسط دماغ محاذی عینین سے زاویہ قائمہ بناتے تھے ان کے اندر کعبہ کسی طرح واقع ہونا مطلقاً حصول جہت کو کافی ہے اگرچہ ایک خط کعبہ سے ملا ہوا گذرے اب اگر یہاں یہ معنی لیے جائیں کہ یہ دونوں خط جہاں تک پھیلیں ان کے اندر اندر جو کچھ ہے جہت کعبہ ہے اُس کی طرف توجہ توجہ جہت کعبہ ہے جیسا کہ احیاء امام حجت الاسلام سے نقل کیا گیا ولہذا راہ فیہ ولا فی شرحہ التحاف السادۃ فی کتاب اسرار الصلۃ کہ ان دونوں خطوں کا بیان کر کے فرمایا فما یقع بین الخطین الخارجین من العینین فهو داخل فی الحجۃ تو اس تقدیر پر یہ قول بھی مثل دو قول پیشیں اتنی ہی وسعت بعیدہ رکھے گا کہ جب زاویہ قائمہ ہے اور اُس کے ایک خط سے کعبہ متصل ہو سکتا ہے تو دونوں طرف تقریباً نوٹے درجے انحراف جائز ہوا اور وہی ایک خفیف ناقابل احساس مقدار کم ایک سو اسی درجے تک جہت پھیل گئی اور وہی مخالفت نفس و اجماع لازم آئی یہ لاجرم مراد ہے کہ وقت نماز جب تک کعبہ مغربہ ان دونوں خطوں کے اندر ہے وہاں تک انحراف میں جہت باقی ہے تو یہ نہ ہوگا مگر عین کعبہ سے دونوں طرف ۴۵ - ۴۵ درجے انحراف تک کہ ٹھیک جہت توجہ کا خط اس زاویہ قائمہ کی تضعیف کرتا ہے تو اگر نصف قائمہ سے زیادہ انحراف ہوا کعبہ دونوں خطوں سے باہر ہو جائے گا کما لا یخفی بالجملہ حاصل یہ کہ آدمی ٹھیک محاذی کعبہ کھڑا ہو اُس وقت جو یہ خطوط نکل کر پھیلیں اُن کے اندر اندر دونوں طرف کو انحراف روا ہے اب یہ عبارت آئندہ پنجم کی طرف راجع ہو جائے گا اور طرفین میں بینا لیش پینا لیش درجے تک انحراف جائز ہوگا اور یہ صاف و صحیح ہے بخیر ہے چہارم کہ نہایت تحقیق طلب ہے قال فی الدرر جہتان یصل الی الخط الخارج من جبین المصلی الی الخط المار بالکعبۃ علی سنیۃ بجمہت یحصل قائمتان اہ و هذا هو الوجه الاول واختلاف الانظار فی محلہ فحملہ العلامة الشافعی فی رد المحتار علی بیان المسامۃ

الحقيقية حيث ذكرنا ولا عن المعراج عن شيخه ان معنى التحقيق انه لو فرض خط من تلقاء وجهه على زاوية قائمة الى الافق يكون ما راعى الكعبة او هو انما هو ثم نقل كلام الدرر ثم قال قوله في الدرر على استقامته متعلق بقوله يصل لانه لو وصل اليه معوجا لم تحصل قائمتان ثم الطريقة التي في المعراج هي الطريقة الاولى التي في الدرر لانه في المعراج جعل الخط الثاني ما راعى المصلى على ما هو المتبادر من عبارته وفي الدرر جعله ما راعى الكعبة اتم صور الذي في المعراج هكذا



قلت وقد يؤيد

هذا الحمل ان اصل الكلام للامام
حجة الاسلام وهو

والذي في الدرر من الوجه الاول هكذا

كما في شرح النقاية هكذا معنى التوجه الى عين الكعبة هو ان يقف المصلى بحيث لو خرج خط مستقيم من جهته بحيث يتساوى بعده عن العيدين الى جد الكعبة تحصل من جانبيه زاويتان متساويتان اتم ذكر معنى التوجه الى الجهة بما قد منافي القول الثالث **اقول** اولاً لكن يلزم العلامة المحشى بهذا الحمل حمل الجبين في عبادة الدرر على الجهة ولا غرو ففى تاج العروس عن شيخه قد ورد الجبين بمعنى الجهة لعلاقة المجاورة في قول زهير كما صرحوا به في شرح ديوانه ثم ذكر شعرا مثله للمبني لكن العلامة المحشى رحمه الله تعالى قد استدلل بوقوع لفظ الجبين في عبادة الدرر على انه لا يلزم خروج الخط من وسط الجهة فان الجبين طرفها وهما جبينان كما تقدم فيكون هذا منافي لذلك **واقول** ثانياً زاد في التصويرين مصليين عن يمين وشمال غير محاذيين للحد الذي بازائه المصلى الوسطاني واقام اعمدتهما في التصوير الاول على الما بين ذلك المصلى عن ضا ولا شك انهما لا يتجهيان الى الكعبة بل تبتازوران عنها ذات اليمين وذات الشمال كما صوروا وانما كان شرط في المعراج ان يمر الخط بالكعبة وفي التصوير الثاني اقامهما على الخط المار في امتداد الكعبة غير واقعين على نفس البيت بل متزاورين عنها كما صور لم يرم الدرر خطا يمر على الكعبة مستدا عن جنبها الى الافق انما اراد خطا مقتصوا عليها يقع مرور خط الجبين على نفس الكعبة كما في المعراج والا كيف تكون مسامحة حقيقية مع كون المصلى بمعزل عن محاذاتهما فهذا ان المصليان لا مدخل لهما في تصوير الحقيقية وكانه رحمه الله تعالى اراد ان يزيد مع تصوير الحقيقية تصويرا تقريبيه وقد كان سهلا علينا ان نفرض المصليين المزيدين منقلبين بعدة فرائخ بحيث لا تنزل المقابلة لكن رحمه الله تعالى سبق الى خاطرة ان الشرط في التقريب ان يقف المصلى على ذلك الخط المار عن ضا بالمصلى الوسطاني او نقول يقوم بمحاذ ذلك الخط العرضي المار

فی امتدادہ بالکعبۃ بحيث یكون خط جہۃ عمودا علی احدہما ای فی التصویر وعلیہما جمیعاً فی التقدیر وبعد تحقق
 هذا الشرط لا تقدیر بمسافة فلیحفظا وجہتہما وینتقل ما بد الہما فاذن یكون الخط القائم علیہ او الیہ المصلیان
 غیر محمد ود علی ما زعم کما یأتی تفسیرہ وہاتان زلتان عظیمتان یجب التنبہ لہما فان الامرین وحاش للہ
 لا یزری بالعلماء وقوع بعض زلات من اقلامہم لاسیما مثل هذا المحقق الذی استنار مشارق الارض ومغاربہا
 بنور تحقیقاتہ السنیۃ وتطفل الوف مثلی علی موائد عوائد فرائد الہنیۃ جزاء اللہ تعالیٰ جزاء العز والاکرام جمع
 بنینا وبنینہ فی دار السلام بفضل رحمۃ بہ ولباثر العلماء الکرام علی سیدہم ومولاہم وعلیہم وعلیہا وعلیہا
 الصلاۃ والسلام آمین آمین یا بدیع السموات والارض یا ذا الجلال والاكرام فاذا ذکر فی سیاق ذلك ما عرض
 للحشین من الوہم والا یہام فی فہم کلام المدق العلا فی العلام لیتضح المراد ویجلی بد السداد من تحت انعام
فَاعْلَمُ ان الجہۃ المدق الذی قلما أکتفی عین الزمان بمثلہ فی الاخیرین اعنی العلامة علاء الدین محمد
 الحصفی عاملہ اللہ تعالیٰ بطفہ الوفی اثرہما عن المنح کلاما قصر مبنیہ واستتر معانہ نقال اصابتہما بان تبقی
 شیء من سطح الوجہ مسامتا للکعبۃ اولہا ہا بان یفرض من تلقاء وجہ مستقبلہا حقیقۃ فی بعض البلاد خط علی زاویۃ
 قائمۃ الی الافق ما را علی الکعبۃ وخط اخر یقطعہ علی زاویتین قائمتین بمنۃ ولسرۃ منہ قلت فہذا معنی التیسا من
 والتیاسر فی عبارة الدرر فبتصرہا **اقول** اراد العلامة الغزی من تلقاء وجہ مستقبلہا حقیقۃ فی ای بلد کان فہو
 ہذا التکذیر بتکذیر بعض ولوقال کقول المعراج فی هذا البلد ای البلد والمطلوب الجہۃ لکان اولی قال العلامة السید احمد
 المصوی الطحطاوی فی حاشیۃ **قول** منہ اختصر عبارتہا وی فلو فرض خط من تلقاء وجہ المستقبل للکعبۃ علی التحقيق فی
 بعض البلاد وخط اخر یقطعہ علی زاویتین قائمتین من جانب عین المستقبل وشمالہ لا نزول تلك المقابلة بالانتقال علی
 ذلك الخط بفراسخ کثیرۃ ولہذا اوضح العلماء قبلہ بلد وبلدین وبلاد علی سمۃ واحد **قول** قلت فہذا معنی الخ لیس
 کما فہمہ فان المتیامن والمتیاسر فی عبارتہ ہوا الخط وفی عبارة الدرر الشخص الخ وعزۃ للعلامة السید ابراہیم الحلبي
 محشی الدرر وقال السید العلامة محمد الشامی فیہ ان عبارة المنح ہی حاصل ما قد مناعہ عن المعراج ولیس فیما قولہ
 ما را علی الکعبۃ بل ہوا المذکور فی صورة الدرر ویکن ان یو ادانہ ما علیہا طولاً لاعراضاً فیکون ہوا الخط الخارج من جبین
 المصلی والخط الاخر الذی یقطعہ ہوا المارض ضا علی المصلی او علی الکعبۃ فیصدق بما صورناہ اولاً وثانیاً ثم ان اقتضارہ
 علی بعض عبارة المنح ادى الی تصویبانہ علی المسامتۃ تحقیقا وی استقبال العین دون المسامتۃ تقدیرا وی استقبال
 الجہۃ مع ان المقصود الثانیۃ فکان علیہ ان یحذف قولہ من تلقاء وجہ مستقبلہا حقیقۃ فی بعض البلاد ام فہذا اصل ما
 اورادہ وتسام ما ارادہ **اقول** وباللہ التوفیق شرح نظم الدرر ہکذا (یفرض من تلقاء وجہ) ای وسط جہۃ
 (مستقبلہا حقیقۃ) بحیث لورفت الحجب لو ثبت الکعبۃ بین عینہ (فی بعض البلاد) ای ای بلد یو اد (خط) مستقبلہا

(على) الخط المار بجهته معتزنا من وسطه الى يمينه او شماله بحيث يحدث معه (زاوية قائمة) عند الجبهة ولم يقل قائمتين لانه لا يجب فرض المعتز ما را الى الجبهتين بل يكفي ادنى خط الى اية جهة منهما فلا يحدث بالفعل الا قائمة واحدة وذلك من ايجازات هذا الفاضل المدقق فان زاوية قائمة اخصر من زاويتين قائمتين وفيها الكفاية فاخترنا ما قل وكفى (الى الا ف) مقابل من في قوله من تلقاء وجهه اى يبتدئ من وسط الجبهة وينتهي الى اليمين ويكون في امتداده هذا (ما را على) نفس (الكعبة) الى ههنا ثم بيان المسامحة الحقيقية ثم شرع في بيان التقريب فقال (و) يفرض (خط آخر) مستقيم (يقطعه) عند جبهة المستقبل (على زاويتين قائمتين) ما را بالعرض (يمينه ويساره) اى يمين المستقبل ويساره ولم يكتف با لخط الاخر المشار اليه في قوله على زاوية قائمة لان ثمة كان يكفي ادنى ما ينطق عليه اسم الخط في احد الجانبين وان لم يستوعب نصف جبين ذلك الجانب ولا ربعه والآن يحتاج الى خط ممتد يميناً وشمالاً الى فراخ كثيرة ليكون محل الانتقال يمينه ويساره ولذا اتي ههنا بتثنية القائمة فاذا انتقل المصل على هذا الخط في اى جهة الى فراخ كثيرة حسب ما يقتضيه بعد البلد من الكعبة لا يخرج عن الجهة و اشار الى ذلك بقوله (قلت فهذا معنى التيامن والتياسر) المسوغين للمصل (في عبارة الدرر) فان الدرر انما ذكر تيامن المصل وتياسره وكان يحتمل ان معناه يجعل الكعبة على يمينه او يساره وليس مراد اقطاعا فرسم الخط يمينه ويساره و اشار بطرف خفي كعادته رحمه الله تعالى في غاية الاجازة الى ان ذلك التيامن والتياسر للمصل انما هو على هذا الخط المخرج يمينه ويساره لا ما يتوهم (فتبصر) كيلا تزل وقد ظهر لك من هذا الشرح بتوفيق الله تعالى **اولا** سقوط ما زعموا ان بيانه قاصى على الحقيقة كيف ولو كان كذلك لما احتاج الى قوله وخط آخر الخ لان بيان الحقيقة قد تم الى قوله ما را على الكعبة **وثانيا** سقوط ما اعترض به علامتان الحلبى والطحطاوى من الخالف بين كلامى الدرر والدر في معنى التيامن والتياسر كما علمت **وثالثا** سقوط ما زعم العلامة الشامي من التغاير في تصويره وتصوير المنج ومن العجب انه رحمه الله تعالى معترف بان عبارة المنج حاصل ما قد مناه عن المعراج وقد تقدم في المعراج مروية على الكعبة فمعنى اين نشأ التغاير وما عبارته عين عبارة المعراج لا تفاوت بينهما الا بان المعراج ذكر المرور على الكعبة في الجزاء والدرر اوردته حالا لان كان بصد د بيان المقريضية فاخذ الحقيقة في الفرض والتصوير **ورابعا** عجب منه قوله كان عليه ان يحدث قوله من تلقاء وجهه الى آخر الخ ولا ادري كيف يتم بيان التقريب باسقاط هذه الكلمات مع عدم ذكره عند كمال انتقال على ذلك الخط يميناً وشمالاً وان استنبط هذا من قوله فهذا معنى التيامن كما فعلت فليت شعري ماذا يضرك ذكر الاخراج من تلقاء وجهه المستقبل حقيقة فليس الا بفرض التحقيق اولا ثم تقدير الانتقال عنه **وخامسا** لئن اسقط هذا كله لبقى مخرج الخط مهمل لا لميتين ولميتين فلا تقرب ولا تحقيق والله الهادى الى سواء الطريق قال الشامي قوله قلت الخ

قد علمت انه لو فرض شخص مستقبلا من بلدة لعين الكعبة حقيقة بان يفرض الخط الخارج من جهة واقعا على عين الكعبة فهذا الساعة لها تحققا ولو انه انتقل الى يمينه او شماله بفراسخ كثيرة فرضنا خطأ ما را على الكعبة من المشرق الى المغرب **قلت قال** بالنظر الى بلدة الشامي لان قبلة الشام الجنوب ويقال في بلادنا من الشمال الى الجنوب وبالحمله المراد الخط المعترض قال وكان الخط الخارج من جبين المصلي يصل على استقامته الى هذا الخط المار على الكعبة فانه بهذا الانتقال لا نزول المقابلة بالكلية لان وجه الانسان مقوس فمهما تاخر يمينا او يسارا عن عين الكعبة يبقى شئ من الوجه مقابلا **اقول** فهم رحمه الله تعالى ان وصول خط الجبهة عمودا على الخط المعترض المار بالكعبة عند الانتقال لليمين والشمال شرط بقاء الجهة عندهم وقد اوضح عنه بعيد هذا حيث قال بل المفهوم مما قد مناه عن المعراج والدرر من التقييد بحصول زاويتين قائمتين عند انتقال المستقبل لعين الكعبة يمينا او يسارا ان لا يصح لو كانت احدهما حادة والاخرى منفرجة بهذا الصورة **كعبه**  ام وفيه **اولا** ليس في عبارة الدرر ذكر الانتقال ههنا اصلا فضلا عن حصول قائمتين بعد الانتقال وما ذكر بعد في التقريع من التيامن والتياسر فليس فيه اي اثر من ذلك بل ولا هو يستلزم الانتقال يحصل لك بالانحراف عن المحاذات وانت قائم مقامك وبعبارة الدرر حيث قال فيعلم منه ان لو انحراف عن العين انحرافا **ثانيا** المعراج وكل من ذكرنا من متابعيه انما فرضوا خطا من جبين مستقبل العين مارا الى الكعبة واخرقا طعالة على قائمتين ثم فرضوا الانتقال بيننا ويسارا بفراسخ كثيرة لا على هذا القاطع ولم يشترط هو ولا احد منهم حدوث القائمتين بعد الانتقال **ثالثا** لشرط ذلك لم يصح لان الانتقال لا يمكن على خط مستقيم فان القاطع انما يمر في جانبي المستقبل بعد موضع قدم في الهواء لكون الارض كرة وانما ينتقل المنتقل على دائرة فهو ان حفظ توجه حين استقبال عين الكعبة وانتقل على تلك الدائرة يمينا وشمالا فلا شك ان الخط الخارج من جبهة لا يقطع الخط المار بالكعبة عرضا على قائمتين كما لا يخفى **ورابعا** يصح ذلك او لا يصح فلن يصح قوله محمدا تاخر يمينا او يسارا وانما ذكر المعراج من معه بقاء الجهة بالانتقال عليه بفراسخ كثيرة وهذا صحيح ولم يدعوا ان مهما انتقل ثم يتبدل كيف والواغل في الانتقال عليه لا يبقى مواجها للكعبة لانك وسيستبين لك **وخامسا** لما ارتكز في ذهنه رحمه الله تعالى ان شرط بقاء المواجاة وصول خط الجبهة الى ذلك الخط المعترض بالكعبة عمودا توهم ان لو ترك المنتقل تلك الوجهة وانحرف قليلا يمينا او شمالا لم يصح لكون الزاويتين اذ ذاك حادة منفرجة كما قد مر فزعمان كلام المعراج والدرر هذا مخالف لاجازة الانحراف القليل المصريح بها في غير ما كتب وصرح به اذ قل والحاصل ان المولاد باليتامن والتياسر الانتقال عن الكعبة الى جهة اليمين او اليسار لا الانحراف لكن وقع في كلامهم ما يدل على ان الانحراف لا يضر ثم نقل كلام القهستاني وشرح العلامة الغزالي لزاد الفقير ومنية المصلي عن امالي الفتاوى والعجب ان شئ ما نقل بنفسه من الدرر فان الذي نقل ههنا عن القهستاني عين ما قدما عن الدرر من ان الانحراف اليسير الذي لا نزول به المقابلة بالكلية لا يضر فكيف يكون كلام الدرر مخالفا له وسالسا ليس الا كما فهم بل انحراف وسط جهة المستقبل عن مسامتة الكعبة لازما للانتقال والخروج عن سطح الجدار الشريف ولو حفظ في انتقاله تلك الوجهة

الی قصاص الشعرة بالجملة ہماری تحقیق پر قول چارم کا حاصل یہ ہوا کہ محاذات حقیقیہ سے دونوں طرف جھک سکتا ہے کہ چین یعنی
کنارہ پیشانی محاذی کنارہ بیرونی ابرو سے جو خط اُس کی استقامت پر افق کی طرف جائے سطح کعبہ منظمہ پر زاویہ قائمہ بنا لگدے **اقول**
ظاہر ہے کہ اس معنی پر چین سے دوسری تک یعنی ماہین دو ابرو اگر سر کو مدور فرض کیا جائے تقریباً ربع دور ہوگا تو وسط جہ سے ہر طرف
شش دور ہے صفت مذکورہ پر خط اگر وسط پیشانی پر جاتا تو محاذات حقیقیہ ہوتی اب اُس سے شش دور پھر نا صحیح ہوا تو وہی جانبین کعبہ میں
۴۵-۴۵ درجے آئے قول سوم کا بھی یہی محصل تھا اور کیوں نہ ہو کہ عبارت در سے اُن کا ایک محصل ہونا ظاہر کما قد منا و باللہ
التوفیق **پنجم** اہل مشرق کا قبلہ مغرب ہے اہل مغرب کا مشرق اہل جنوب کا شمال اہل شمال کا جنوب تو جب تک ایک جہت
دوسری سے نہ بدلے مثلاً ربع مغرب میں قبلہ ہے یہ ربع شمال یا ربع جنوب کی طرف موڑ کرے جہت قبلہ باقی رہے گی **اقول** اس قول کا
حاصل یہ ہے کہ موضع مصلیٰ سے محاذات حقیقیہ کا خط کعبہ منظمہ پر گزرتا ہوا دونوں طرف کر کے افق تک ملا دیں اور وہیں سے دوسرا خط
اُس پر عمود گرائیں کہ افق کے چار حصے مساوی ہو جائیں پھر ہر حصے کی تنصیف کر کے ہر دو نصف متجاور میں خط وصل کر دیں ان اخیر خطوط سے
جو چار ربع افق حاصل ہوں گے وہی ارباع جہات اربعہ ہیں ان میں وہ ربع جس کے منصف پر کعبہ منظمہ ہے جہت استقبال ہے اور اُس کے
مقابل جہت استدبار اور باقی دو ربع جہات بین و شمال بایں صورت

محاذات حقیقیہ ۳۶ اُس پر عمود ان نقاط اربعہ نے ربع افق کی

تنصیف کر کے خط ح ط ملا دیا ہو ہیں ط ک = ک ی - ی

اوی ب ک جہت استدباری ح جہت بین ک ط ب جہت شمال - ۸ اگر اکی طرف موڑ کرے بین

کعبہ کی طرف متوجہ ہے اور وہاں ہے کہ دہنی جانب ح یا بائیں طرف ط کے قریب تک پھرے جہت قبلہ باقی رہے گی جب قوس ح

اط سے باہر گیا جہت نہ رہی تو وہی دونوں جانب ۴۵ - ۴۵ درجے تک انحراف روا ہوا یہ قول نفیس خود امام مذہب سینا امام عظیم

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول فتاویٰ خیرہ میں ہے عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ المشرق قبلۃ اہل المغرب والمغرب قبلۃ

اہل المشرق والجنوب قبلۃ اہل الشمال والشمال قبلۃ اہل الجنوب شرح نقایہ علامہ قسستانی میں ہے قال الزند و یسی ان

المغرب قبلۃ اہل المشرق وبالعکس والجنوب لاهل الشمال وبالعکس فالجہۃ قبلۃ کالعبین علیہ میں ہے قد قطع الزند و یسی

فی روضتہ بالتفریع المذکور الخ قالہ بعد ما ذکرناہ بناء علی کون الکعبۃ وسط الارض وتردد فی ثبوتہ ثمرایۃ بکلام

الامام الرازی فی التفسیر و اذہ من القضايا المتفقۃ بالقبول اقول لا محل لتردد فان الارض کرة فاک ان تقدیرایۃ نقطۃ

منہا شئت وسطا والکعبۃ احق بذلک فان اللہ تعالیٰ جعلہا مثابة للناس ثم الفراع لا یتوقف علیہ الا تری انا صورناہ

بفرض موضع المصلیٰ وسطا نظرم زند و یسی پھر ذخیرہ پھر علیہ میں ہے قبلۃ اہل المشرق الی المغرب عندنا و قبلۃ اہل المغرب

الی المشرق و قبلۃ اہل المدینۃ الی یمن من توجہ الی المغرب و قبلۃ اہل الحجاز الی یسار من توجہ الی المغرب اہ

اقول کاناداد بالحجاز نحو الیمن والا فالمدینۃ السکینۃ سیدۃ الحجاز وسیدۃ بلاد العالم ثم من المعلوم قطعان

قبلتها الی یسار من توجه الی المغرب اعنی الجنوب فکانہ انقلب فی البیان الیمین والیسار او تبدل المشرق بالمغرب ولعل من هذا القبیل والله تعالی اعلم ما وقع فی الخانیة من ان القبلة لاهل الهند ما بین الرکن الیمانی الی الحجر وکتبت علیہ **اقول** هذا جهة الجنوب ولا یصح الا لبعض بلاد الهند الی عرض الی تقریباً الا ان یقرء الحجر بالکسر وهو الحطیم ویراد بالرکن الیمانی الحد الیمنی شمالاً ویمخرج الغایتان فیمقی الحد الشرقی الذی فیہ الباب الکریم او یقر الرکن علی معناه ویدخل الغایتان ویراد التوزیع ای قبلۃ الهند متوزعة بین الجنوب والشرق والشمال وهذا البعد بعد قولہ ثم تعین کل قوم منها ای من الکعبة مقام فلاهل الشام الرکن الشامی ولاهل المدینة موضع الحطیم والمیزاب لاهل الیمین الرکن الیمانی ولاهل الهند الح فلیتامل والله تعالی اعلم **اقول** ہی قول نقل وعقل وشرع وعرف سے مؤید امیری اضبط الاقوال واعدل واصح واظهر واسد **اولاً** یہ خدا نام مذہب سے منقول وکلام الامام امام الکلام سے اذا قال الامام فصد قوة فان القول ما قال الامام **ثانیاً** امام احمد و بخاری و مسلم و ابو داود و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و غیر ہم حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا اتی احدکم الغائط فلا یستقبل القبلة ولا یؤٹلھا ظہرہ ولا کن شراً و اعنی بواجب تم میں کوئی شخص پاخانے کو جائے تو نہ قبلہ کو موٹھ کرے نہ پیٹھ ہاں پر بچھ موٹھ کر و مدینہ طیبہ کا قبلہ جانب جنوب ہے لہذا شرقاً غراً موٹھ کرنا فرمایا ہمارے بلاد میں جنوباً شمالاً ہوگا حدیث میں جنوب شمال کے کسی حقے کو رو یا پشت کرنے کی اجازت ارشاد نہ ہوئی اور مشرق و مغرب کے کسی حقے کا استثناء فرمایا تو دائرہ افق کے صاف چار حقے ظاہر ہوئے جن میں ایک جہت استقبال ہے **ثالثاً** عرف عام میں بھی یہ دائرہ چار ہی ربع پر منقسم شرق غرب جنوب شمال اور بدن انسان بھی چار ہی رخ و پہلو رکھتا ہے قدام خلف یمین شمال انھیں میں فوق و تحت ملا کر تمام جہان میں جہات ستہ مشہور ہیں ان چاروں میں ایک کو دوسری پر کوئی ترجیح نہیں کوئی وجہ نہیں کہ مثلاً ایک کا اتساع ۱۴۰ درجے تک لیا جاوے اور دوسری کا صرف ۹۰ تک تو دائرہ افق چار ربع مساوی ہی پر منقسم ہونا چاہیے **رابعاً** دائرہ افق میں چار نقطے مفروض ہوئے ان میں ایک نقطہ استقبال حقیقی ہے دوسرا استدبار حقیقی دو باقی یمین و شمال حقیقی تو جو ان میں کسی نقطہ کا ٹھیک محاذی نہ ہو اُس کی تقریب لاجرم لاج بقریب ہوگی بعید کی طرف نسبت تبعد ہے نہ کہ تقریب لاجرم ہر ایک کے پہلو پر وہی شن شن دور اُس کا حقہ پڑے گا **خامساً** تمام اقوال مذکورہ میں یہ ایسا نص ہے کہ دوسری طرف راجع نہ ہوگا اور بقیہ اقوال سب اس کی طرف رجوع کر سکتے ہیں اور قاعدہ سترہ ہے کہ توفیق البقائے خلاف سے اولیٰ ہے اور تحمل جانب مفسر رد کیا جاتا ہے قول سوم و چارم کا یہی محصل ہونا تو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اور قول اول میں عبارت منینہ قبلۃ اهل المشرق المغرب عندنا کی شرح امام ابن امیر الحاج نے اسی عبارت ذخیرہ عن نظم الزندیس سے فرمائی جس میں تقسیم رباعی مذکور قول دوم وجہ سے جہہ سے مراد لینا چاہیے کہ موضع سجود ہونے کے سبب اشرف اجزائے وجہ ہے اوپر گزرا کہ وجہ کو مطلق چھوڑیں تو جہتین یمین و شمال بھی داخل استقبال ہوئی جاتی ہیں کہ کان کے نزدیک کپٹیوں کی جہت یقیناً جہت چپ و راست ہے دو شخص کہ برابر برابر ایک سمت کو جا رہے ہوں کوئی نہ کہے گا کہ ان میں ایک کا موٹھ دوسرے کی

طرف ہے غرض کچھ کو اپنی دہنی یا بائیں کپٹی پر لینا لفظ عرفاً شرعاً کسی طرح استقبال نہیں سہا دسا یہ تو قطعاً معلوم کہ قول
 اول و دوم اور ایک تو ہم پر سوم کا جواب سال و اطلاق ہے ہرگز مراد نہیں ہو سکتا اب اگر تفسیر میں اسی تریج جہات کی طرف رجوع کیجیے
 تو عین مطلوب ہے ورنہ بیچ میں کوئی حد فاصل معین و مرجع لا اعتبار نہیں اور ترجیح بلا مرجع باطل تو حد نہ بند ہو سکے گی کہ یہاں تک
 انحراف روا اور اس کے بعد فساد تو یہی قول اضبط الاقوال ہے تو اسی طرف رجوع بلکہ اُن سب کا بھی ارجاع مناسب سا بیجا
 اس میں وسعت جہت اُن سب سے تنگ تر تو یہی احوط ہے کہ جہاں تک اُس کا مفاد ہے وہ تمام اقوال مذکورہ پر یقیناً جہت قبلہ
 ہے اور جو اُس کے مفاد سے باہر ہے وہ مختلف فیہ و مشکوک و نامضبط ہے تو اخذ متقن و ترک شبہ و اختلاف ہی مناسب لاجسم
 اسلامی علمائے ہیئت نے بھی شرع سے ان ذکر کے جہت قبلہ کے لیے یہی ضابطہ باندھا فتاویٰ خیرہ کے ایک سوال میں ہے من
 القواعد الفلکیہ اذا کان الانحراف عن مقتضى الادلة اکثر من خمس واربعین درجة بمنة او ميرة یكون ظلك الانحراف
 خارجاً عن جهة الربع الذی فیہ مکة المشرقة من غیر اشکال علی ان الجهات بالنسبة الی المصلی اربعة اقول اور
 یہیں سے ظاہر ہوا کہ یہ قول امام زہدوسی ہرگز ایسی وسعت نہیں رکھتا کہ اسے قول دوم سے مفید کیجیے بلکہ وہی اتنا وسیع ہے کہ اُسے
 اس سے مفید کرنا چاہیے فہا وقع من الامام الحلبي فی الحلیۃ مما قد من انقلہ لیس فی موضعہ و هذا تمام انجاز ما
 وعدناک فی القول الاول رہی حدیث مرفوعہ ما بین المشرق والمغرب قبلۃ اور اُس کے مثل ارشادات امیر المومنین فاروق عظیم
 و عبد اللہ بن عمر وغیرہا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اقول اُس کا یہ مفاد ہونا ہرگز مسلم نہیں نہ ممکن التسليم کہ شرق سے غرب تک نصف
 دور میں قبلہ پھیلا ہوا ہے ورنہ لازم کہ نصف دیگر میں استدلال پھیلے کہ استقبال و استدبار دو جہت مقابل ہیں سارا دائرہ انھیں دو جہتوں
 نے گھیر لیا اب ارشاد اقدس و لکن شرقاً و غرباً کیا عمل رہے گا اگر یہ کہیں کہ خاص نقطتین مشرق و مغرب مستثنیٰ ہیں تو لازم ہوگا
 کہ ہر شخص جو پیشاب کو بیٹھ یا پاخانے کو جائے صحیح آلات معرفت نقاط سناہ لیتا جائے حالانکہ آلات بھی حقیقی تیسین نقاط سے قاصر
 ہیں اگر کیے عرفاً جہاں تک جہت مشرق و مغرب پھیلے گی وہ سب مستثنیٰ ہے فان بین اذا الضیف الی غیر الاعداد لم یدخل
 فیہ الغایتان کما فی الفتیۃ اقول اب ٹھکانے سے آگے عرف میں جہتیں چار ہی سمجھی جاتی ہیں اور جو ایک سے قریب ہے
 وہ اُسی کی طرف منسوب ہوتا ہے تو اس نصف دور کے ۱۸۰ درجے سے ۲۵-۲۵ درجے کہ مشرق و مغرب سے قریب ہیں
 اُن کے حصے میں رہ کر مستثنیٰ ہوں گے بیچ کے ۹۰ درجے جن کے وسط میں کعبہ واقع ہے جہت قبلہ رہیں گے وہو المطلوب معہذا
 ایک جماعت علمائے یہاں بین معنی وسط یا معنی مشرق و مغرب کے اندر جو قوس جنوبی ہے اُس کے وسط و منصف کی طرف قبلہ مدینہ
 سکینہ ہے اقول اور اُس کے مؤید قول مذکور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے کہ جب تو مغرب کو اپنے دہنے بازو اور مشرق کو
 بائیں بازو ہر لے تو اُس وقت تیرا منہ قبلہ کو ہے وکانہ رضی اللہ عنہ لہذا زاد قولہ اذن استقبلت بعد قولہ فما بینہما
 قبلۃ لکون هذا محتملاً لخلاف المواد هذا وحملہ الامام الاجل عبد اللہ بن المبارک علی ان هذا لاهل المشرق
 وکان اقال الشیخ البغوی فی المعالم انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاد بقلوبہ ما بین المشرق والمغرب قبلۃ فی

حق اهل المشرق اه ولا ادرى ما الحامل على ذلك بل لا يظهر كما افاد الامام الحلبى في الحلية وعلى القارى في المراقبة ان المراد لاهل المدينة ما والاها **اقول** ومعلوم ان للمدينة السكنية على شماليتها من مكة المكرمة مائة قليلا الى المغرب دون الشرق ثمان البغوى في التفسير والرازى في الكبير والمناوى في التيسير حملوا المشرق على اقصر يوم في الشتاء قال في المناوى وهو مطلع قلب العقرب **اقول** ولا يستقيم الا بفرق عدة درج ولا في زمانه اذ كان اذ كان بعد القلب لله لوجنوبيا والمغرب على مغرب طول يوم في الصيف قال وهو مغرب السماك الراجح **اقول** هذا البعد وابتعد فان بعد السماك اذ كان **توكل** شمالا زائد على الميل الكلى بنحو ١٣ درجة قال البغوى فمن جعل مغرب الصيف في هذا الوقت عين يمينه ومشرق الشتاء عن يساره كان وجهه الى القبلة اه قال الرازى وذلك لان المشرق الشتوى جنوبى متباعد عن خط الاستواء بقدر الميل والمغرب الصيفى شمالى متباعد عن خط الاستواء بمقدار الميل والذى بينهما هو سمت مكة اه **اقول** ولا ادرى كيف يحمل المطلقان على هذين المقهدين واى قرينة عليه بل واى حاجة اليه فان الظاهر من الاطلاق ارادة مغرب الاعتدال ومشرق ولا شك ان بينهما قبلة المدينة السكنية وما يليها بل ان اريد زيادة التقريب كان العكس اولى وهو اخذ مغرب الجدى ومشرق السرطان لان القبلة المدينة الكريمة على جنوبيتها ميلا ما عن نقطة الجنوب الى الشرق بعدة درج ثمان **اقول** في قول الامام الرازى متباعد عن خط الاستواء بمقدار الميل تسامحا ظاهرا فان ذلك انما هو فى الافق المستوى اما فى غير افق فمشرق المشرق والمغرب لراسى الجدى والسرطان اكبر دلتا من الميل الكلى كيف وهى وترالقائمة من مثلث كروى يحدث من قوس المعدل بين الافق والميلية وقوس من الميلية واخرى من الافق كلتا هما بين المعدل والجزؤا وبيتا الباقيتان حادثان اما كون هذه قائمة فلا منها من ميلية وقعت على المعدل واما حادثة البواقي فلان وترالقائمة وهى السعة والميل كلاهما اقل من الربع واحدى الزوايا غير حادة فتمت شرائط ١ من اولى اكر ووجب اعظيمة و **تراعى** بالسابع منها وهى السعة فهى اعظم من الميل الاعظم ومن قوس المعدل الباقية ايضا اما فى افق المستوى فنطبق الميلية على الافق فلا مثلث ولم يكن بين الجزء ونقطة الاعتدال حينئذ الا ميلا وذلك ما امرنا به

له طول القلب كان في زمان المناوى ح ٤ تقريبا فابتعد عن الاعتدال الاقرب منه جيبه في اللوغاريتميات ٩٤٥٥٤٢٤٥٤ x ظل الميل الكلى ذاك الم الط تقريبا ٩٤٦٣٤٩٥٦٣ = ٩٤٥٩٥٢٣٢٠ قوسه كالطول هو الميل الثانى للقلب ثم بعد درجة القلب عن الانقلاب الاقرب الى جيبه ٩٤٦٣٥٩٢٨٣ + جيب الميل الكلى الم الط ٩٤٦٠٠٢٠٩٠ = ٩٤٦٣٥٩٢٨٣ قوسه ط ما هو الميل الكلى المنكوس له وعرضه ٩٤٦٣٥٩٢٨٣ كميله الثانى جنوبى فجمعوا الله نطل حصه البعد جيبه ٩٤٦٣٤٩٢٨٣ + جيب تمام الميل المنكوس ٩٤٦٣٥٩٢٨٣ = ٩٤٦٣٥٩٢٨٣ قوسه الله لو بعد القلب اى ميله الاول ومعلوم ان الميل الاعظم كان اصغر منه بالكثير من درجتين فكيف يشاوى مقامه قوسه ٩٤٦٣٥٩٢٨٣ طول السماك اذ كان ونظ تقريبا بعدة عن الاعتدال الاقرب بط جيبه ٩٤٦٣٥٩٢٨٣ + ظل الميل الاعظم ٩٤٦٣٥٩٢٨٣ = ٩٤٦٣٥٩٢٨٣ قوسه ح هو ميله الثانى وبعد درجته عن راس الجدى عا جيبه ٩٤٦٣٥٩٢٨٣ + جيب الميل الاعظم ٩٤٦٣٥٩٢٨٣ = ٩٤٦٣٥٩٢٨٣ قوسه الح ميل المنكوس وعرضه لا شماليا ح ح = لط مو حصة البعد جيبه ٩٤٦٣٥٩٢٨٣ + جيب مشرق ٩٤٦٣٥٩٢٨٣ = ٩٤٦٣٥٩٢٨٣ قوسه لوجنوبيا

واللہ تعالیٰ اعلم تمہیں میل کتب مذہب میں یہ پانچ عبارات ہیں کہ افادہ حکم عام کرتی ہیں اور یہاں ایک عبارت اور ہے جسے بعض کتب میں صورتہ بطور عموم ظاہر کیا اور حقیقۃً اصلاً صالح عموم نہیں بلکہ انہیں علامات خاصہ سے ہے جو بلاد مخصوصہ کے لیے اقوال فقہ ابو جعفر وغیرہ مشائخ سے گزریں وہ یہ کہ بین المغربین قبلہ ہے یعنی گرمیوں میں سب سے بڑے دن مثلاً ۲۲ جون اور جارتوں میں سب سے چھوٹے دن مثلاً ۲۱ دسمبر میں آفتاب جہاں ڈوبے اُن دونوں موضع غروب کے اندر سمت قبلہ ہے رد المحتار میں بحوالہ شرح زاد الفقیر للعلامة الغزالی بعض کتب معتدہ سے اور شرح الخلاصہ للعلامة القسستانی میں ہے منظوم مغرب الصیف فی اطول ایامہ ومغرب الشتاء فی اقصر ایامہ فیدل علی الثلاثین فی الجانب الايمن والثلاث فی الايسر والقیلة عند ذلک ولولم یجتهد بکذا وصل فیما بین المغربین یجوز حلیہ میں ملقط و تجنیس ملقط سے ہے وقال ابو منصور بن قحطالی اقصر یوم واطول یوم فیعرف مغربہما ثم یرک الثلاثین عن یمن فقال صاحب الملقط هذا استجاب والاوّل للجواز وھذا اما وعدنا ک صدرا لکل عام فی الايام الخافص ظاہر ہے کہ جو بلاد مکہ معظمہ سے خاص جنوب یا شمال کو ہیں یہ بیان ان سے تو اصلاً متعلق نہیں ہو سکتا آخر نہ دیکھا قبلہ مدینہ سکینہ قبلہ قطیفہ یقینہ ہے بین المغربین درکنار خود جمع جہت مغرب سے بہت بعید ہے اور بلاد شرقیہ وغربیہ کو بھی عام نہیں ہو سکتی آخر نہ دیکھا کہ ابھی بحث چارم مکاتہ علامہ شامی میں جو شہر مکہ معظمہ سے پانچ درجے طول شرقی زاد خاص خط استوا پر لیا اُس کا قبلہ بین المغربین ہے چونکہ درجے شمالی کو ہٹا ہوا ہے لان السعة العظمی فی الافق المستوی الکرور وقد کان انحراف قبلہ عن نقطۃ المغرب ستر الحی قبلہ تقریبی ننانوے درجے مغربین سے باہر ہوگا جو رجب دور سے بھی زیادہ ہے لاجرم امالی الفتاویٰ میں اس قول کو اپنے بلاد مرقد وغیرہ سے خاص کیا منیہ میں ہے ذکر فی امالی الفتاویٰ حد القبلة فی بلادنا یعنی فی سمرقند ما بین المغربین مغرب الشتاء ومغرب الصیف انہیں بلاد شرقیہ سے ہر اہل علم علامہ برجندی فرماتے ہیں ہم نے اُس کا قبلہ تحقیق کیا بین المغربین سے باہر جنوب کو ہٹا ہوا پایا اور اُسی کے مطابق امام عبد اللہ بن المبارک مروزی و امام ابو طیح لجنی کا ارشاد آیا شرح نقایہ میں ہے نحن قد حققنا بتلك القواعد سمت القبلة ہر اہل فظہر لنا انہ یقع عن یسار مغرب اقصى ایام السنة حیث تغرب کواکب العقرب وهو الموافق لما ذکرہ عبد اللہ بن المبارک و ابو مطیع فما وقع فی تجنیس الملقط انہ لوصلی الی جہت خرجت مما بین مغرب الصیف ومغرب الشتاء فسدت صلاتہ انما یصح فی بعض البقاع **اقول** حقیقت امر یہ ہے کہ منظم مسمورہ میں اکثر بلاد شرقیہ کا قبلہ تحقیقی مغرب سلطان سے مغرب جدی تک ہے اور نسبت درجات ادراک مغربین ہر شخص پر آسان اور اُن بلاد کثیرہ میں اگرچہ جہت قبلہ مغربین سے باہر تک ممتد مگر امر محدود و سہل الادراک کی تعیین جو حدود قبلہ کے اندر داخل ہے مضائقہ نہیں رکھتی بلکہ بارہا اُس میں زیادہ تقریب ہے جس سے سہولت و قرب بحقیقت دونوں منافع حاصل لہذا علما نے اُن بلاد میں عامہ کو ما بین المغربین کی تحدید بتائی اُس کے معنی یہ نہ تھے کہ اس سے باہر جہت اصلاً نہیں اور مغربین سے تجاوز ہوتے ہی نادر فاسد ہو مگر شرح خلاصہ قسستانی اور شرح زاد الفقیر میں بحوالہ بعض کتب معتدہ کہ شاید وہی شرح خلاصہ ہو کہ وہ تمام عبارات بعینہا فقیر نے اُس میں پائی بعد عبارت مذکورہ ہے واذا وقع توجه خارجا منها لا یجوز بالاتفاق دونوں کتابوں میں یہ عبارت بلفظ منها بغیر موزن ہے نہ منها بغیر تثنیہ کہ جانب مغربین راجع اور فکر نہیں کہ

جہت سے خروج مفسد صلاۃ ہے اور لفظ بالاتفاق اس معنی پر صریح دال کہ خروج عن الجہت ہی کا مفسد ہونا متفق علیہ ہے نہ کہ یہ تحدید خاص جو اقوال خمسہ مذکورہ المذکورہ دوارہ فی کتب المذہب سب کے خلاف ہے لیکن منیہ میں امالی سے یوں ہے فان صلی الی جہت خوجت من المغرب بین فساد صلاۃ اور تحنیں الملتقط کی نقل گذری علامہ برجندی کا ارشاد سن چکے کہ انھوں نے ہرۃ کے لیے حکم نہ مانا بلکہ اُس کا قبلہ تحقیقی مغربین سے باہر ہے اور اس حکم کو صرف بعض مقامات سے مخصوص کیا **اقول** بلکہ اصلاً کہیں صادق نہ آئے گا سوا گنتی کے دو چار نامہ مقاموں کے جو شاید آباد بھی نہ ہوں بلکہ غالباً سمندر میں پڑیں جن کا قبلہ نقطہ اعتدال ہو اور عرض تقریباً چھپٹ درجے کہ اُن کی سعت المغرب ۴۵ درجے ہوگی ورنہ اگر عرض اس سے کم ہو تو سعت المغرب ۴۵ درجے سے کم ہوگی اور باجماع اقوال خمسہ بین المغربین سے کہا بیش خروج روا ہوگا اور اگر قبلہ اعتدال سے ہٹا ہوا ہے تو ضرور احد المستعین کی طرف جھکے گا تو جس سے جتنا قریب ہے اُس سے اُسی قدر باہر جانا بھی روا ہوگا اور جس سے بعید ہے اُس کے اندر بھی بعض اخراجات مفسد نماز ہوگا کما لا یخفی پھر یہ بھی زیادہ بین الضاد پھر تمام دنیا چھوڑ کر گنتی کے چند مواضع کا حکم لینا اور اُسے صورت عام میں بیان کرنا کیونکر رہے بھٹ ہوگا خصوصاً وہ مواضع بھی اتنے دور دراز عرض کے جو اگر آباد بھی ثابت ہوں تو شک نہیں کہ اُس زمانے میں معمرہ سے باہر سمجھے جاتے اور خارج الاقالیم کہلاتے تھے کہ اُن کی تقسیم میں ساتوں اقلیمیں ۵۰۰ تک ختم ہو گئیں ہماری اس تقریر سے متفطن نکال سکتا ہے کہ اُس قول پر کتنے نقص وارد ہیں **اولاً** عرب و عجم و ہند و سندھ غرض ایشیا افریقہ کے عام شہر بلکہ تمام ہفت اقلیم میں کہیں سعت المغرب ۴۵ درجے نہیں اور اوپر واضح ہو چکا کہ یہاں تک اخراجات باجماع جمع اقوال مذکورہ روا ہے کہیں سب سے تنگ تر قول ہے تو عام معمرہ کے جملہ بلاد جن کا قبلہ نقطہ مشرق یا مغرب ہو باتفاق اقوال مزبورہ ان میں ما بین المغربین سے بھی اخراجات روا ہوگا اور نماز فاسد نہیں ہو سکتی جب تک ۴۵ درجے سے زائد نہ ہو **ثانیاً** وہ بلاد کم ہیں جن کا قبلہ خاص نقطہ اعتدال ہو اکثر میں کم یا زیادہ اخراجات ہے اب بین حال سے خالی نہیں یا تو اخراجات اعلیٰ تمامہ اسی من نقطۃ الاعتدال الی الجنوب او الشمال سعت المغرب سے کم ہوگا یا برابر یا زائد بر تقدیر اول جس سمت اخراجات ہے اُدھر کی سعت المغرب سے اور بھی باہر جانا روا ہوگا مثلاً ۴۴ درجہ سمت ہے اگر اخراجات نہ ہوتا تو اُس سے ۲۱ درجے خروج جائز ہوتا اب فرض کیجیے ۲۰ درجے اخراجات تو بین المشرقین ۴۴ درجے عدول صبح ہوگا **ثالثاً** جس سمت سے اخراجات ہو اگر اخراجات سمت کا مجموعہ ۴۵ درجے سے زائد ہے تو بین المغربین ہی وہ جگہ پائی جائے گی جب تک اخراجات مفسد نماز ہے حالانکہ اس قول پر جواز ہوگا **رابعاً** فرض کیجیے ۲۰ درجے جانب جنوب اخراجات ہے اور سمت ۴۴ تو اس قول پر قبلہ تحقیقی سے جنوب کو صرف چار درجے اخراجات جائز ہوگا کہ بین المغربین سے خروج نہ ہو اور شمال کو ۴۴ درجے تک اخراجات روا ہوگا یہ بدیہی البطلان اور بالا جماع غلط ہے قبلہ تحقیقی سے جس قدر ایک طرف پھرنے میں موابہ نہیں جاتا اور جب کہ دوسری طرف بھی اُس قدر میں زوال نہ ہو کہ چہرہ انسان کے دونوں رخ یکساں ہیں یہ چار چالیس کا تفرقہ کہ مرے آیا خاصاً و سادساً بر تقدیر ثانی استحالے ظاہر تر ہیں فرض کیجیے سمت و اخراجات جنوب دونوں رخ یکساں ہیں (اور یہ کوئی فرض ناواقعی نہیں ہیأت دان کو عمل تکلیس کا اجرا بتادے گا کہ فلاں فلاں مقام ایسے ہیں) اب اس صورت میں حکم شرعی تو یہ ہے کہ بین المغربین سے جانب جنوب ۴۵ درجے تک باہر جانا روا ہے اور جانب شمال سمت کے صرف تک جھک سکتا ہے نصف شمال کی طرف جھکنا مفسد نماز ہوگا

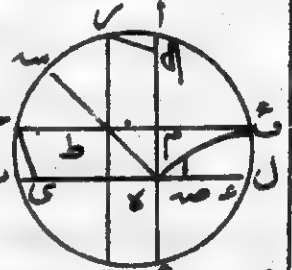
اور اس قول پر اس کے برعکس حکم یہ نکلے گا کہ ایک پہلو پر تو ساٹھ درجے تک انحراف روا اور دوسرے پہلو پر قدم بھرنا اور نماز گئی کیا یہ حکم شریعت مطہرہ کا ہو سکتا ہے ہرگز نہیں سبباً تقدیر ثالث تو خود استحالة حاضرہ ہے کہ جب انحراف سمت سے زائد ہے تو جو قبلہ حقیقی چاہے واجب ہے کہ بین المغربین سے باہر جائے اس قول پر خود استقبال حقیقی مفید نماز ہوا تاہم دنیا میں کوئی سمت سے زائد ہے طرفین کا مجموعہ ۴۴۵ ہوا تو بین المغربین یقیناً وہ انحراف ہے جسے قبلہ حقیقی سے ۴۵ درجے زائد اختلاف ہے تو جوفنا زنا کی صحت مبنی ہے اس پر جواز کی ہوئی اور جواز بلکہ اعلیٰ استحباب کی مبنی وہ فساد کی ٹھہری اس سے بڑھ کر اور کیا استحباب ہوگا تا سبباً فرض کیجیے ایک شہر مکہ معظمہ سے قریب اور کثیر العرض ہے اور دوسرا بہت بعید اور قلیل العرض یا بے عرض تو قطعاً اول کی سمت المغرب دوم سے زائد ہوگی جس کی زیادت چھٹیاٹھ درجے تک پہنچ سکتی ہے تو اس قول پر لازم کہ قریب شہر کی سمت قبلہ بہت دو دانے شہر کی سمت سے ہزار ہا میل زیادہ دور تک پھیلی ہوئے عکس قضیہ منقول و منقول ہے **عاشراً** ناواقف گمان کرے گا کہ اس قول میں بہت دیگر اقوال کے تقصیر ہے کہ معظم ممورہ میں سمت ۴۵ درجے سے بھی کہے گئے خیال باطل ہے ہم ابھی ثابت کر آئے کہ اس میں قبلہ حقیقی سے ساٹھ درجے انحراف روا ٹھہرتا ہے اور تنقیح کیجیے تو اس کی سمت ظاہر قولیں اولین سے کچھ کم نہیں بلکہ زائد ہے کہ ۴۶-۳۳ کے عرض مجموعہ سمتیں کے پورے ایک ٹٹواستی درجے ہیں **اقول** والبرہان علیہ تساوی الميل الکل وتمام عرض البلد فلتساوی جوبہما فی المثلث الکروی نسب جیوب الزوا یا الی جیوب اوتارہا متساویۃ فیتساوی جیوب السعۃ والفاثمۃ وب یتظہر فی الکلام المدق الرومی فی شرح المجمعینی حیث قال سعة المشرق والمغرب تزيد بزيادة العرض الى ان تبلغ قریباً من الربع ما لم يبلغ العرض ربعاً او بلکہ قسم مناقضہ کے لیے ساٹھ ہی درجے کا عرض لیجیے کہ وہاں سمت ۴۵ ہوا اور فرض کیجیے کہ انحراف جنوبی ۴۵ ہو کہ اس سے زیادہ کا انحراف ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں اب اگر مصلی نقطہ مغرب سے ۴۵ شمال کو پھر کر کھڑا ہو اس قول پر نماز صحیح ہوگی کہ بین المغربین کے اندر ہے حالانکہ قبلہ حقیقی سے پورا ایک سو تیس درجے پھرا ہوا ہے تو لین ادلین کے ظاہر پر تو قبلہ کو کر وٹ ہی ہوتی تھی یہاں اُس سے بھی گزر کر بیٹھ کا حصہ ہے اور استقبال موجود باجملہ اس پر وہ استحالہ ہا لہ فادہا جن کا شمار دشوار تو یہ قول اس طور پر نقل عقلاً اصلاً قابل قبول نہیں اور خدا اسی قدر اُس کی غزبت وناموسی کو بس تھا کہ تمام کتب عمدہ کے پانچوں اقوال سے صریح مناقض ہے ہاں اُس وجہ پر کہ فقیر نے تقریر کی ضرور معج و منجج ہے وبالله التوفیق الحمد للہ کہ جہت قبلہ کا کافی دانی ثانی صافی بیان اُس جلالت شان وایضاح صواب و احاطہ تحقیق و کشف حجاب کے ساتھ واقع ہوا کہ اس تحریر کے غیر میں نہ ملے گا ذلک من فضل الله علينا وعلى الناس ولكن اكثر الناس لا يشكرون رب اوزعنی ان اشکون نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعلم صلحا ترضه واجلنی من التائبین وادخلنی برحمتک فی الصالحین آمین وعلی الله تعالی علی سیدنا محمد والہ وصحبہ اجمعین آمین **افادۃ ثانیہ** علی گڑھ میں انقلاب میں کی سمتہ المغرب کیا ہے الحمد للہ کہ جہت قبلہ کے معنی آفتاب کی طرح واضح ہو گئے اور معلوم ہو گیا کہ جب تک حدود جہت کے اندر ہے جواز و اباحت ہے حتیٰ اوسع اصابت عین صریح سبب ہے اب یہ دیکھنا رہا کہ ایام عید گاہ متنازعہ فیہ کا انحراف حدود جہت کے اندر ہے یا نہیں اس کے لیے اُس ظاہری سمت

اقوال سابقہ کی تکلیف دینی درکنار قول پنجم جسے ہم محقق و منع کرائے اُس سے بھی متزل کریں اور اس میں المغربین ہی کی تحدید کو لیں کہ
 ہمارے بلاد میں واقعی یہی سب سے تنگ تر ہے تاکہ ناواقف فتویٰ دہندوں کو کوئی شکایت نہ رہ جائے اس کے لیے اولاً علی گڑھ میں
 راس الجدی یا راس السرطان کی سمت المغرب معلوم کرنی ضرور ہے **فبقول** 
 قوس معدل ۵ قطب شمالی ۳ راس الجدی وقت غروب ۵ ح دائرہ میلہ برج ۶ میل کلی ۲۴۲۲۲۲ ح سمت المغرب
 مثلث ا س ح قائم الزاویہ میں زاویہ ا تمام عرض البلد یعنی ۲۶۲۶ ہے کہ زاویہ ۶ تقاطع معدل و افق ہمیشہ تمام عرض بلد
 ہوتا ہے الا تری ان قیاساً قوس ط ۳ وی سمت راس البلد نکان ی ط عرضہ و ط عرضہ و ط ح تمامہ بحکم شکل معنی جب
 میل : جب تمام عرض :: جب ا ح بھول : ع :: بلوگارثم جب اول ۹۱۵۹۹۸۱۰ - جب دوم ۹۱۹۲۶۲۰۳۲ = جب سوم
 ۹۱۶۵۳۶۲۳۸ قوسہ اومو معلوم ہوا کہ علی گڑھ میں راس السرطان نقطہ مغرب سے ۲۶ درجے ۲۶ دقیقے شمال کو اور راس الجدی
 اسی قدر جنوب کو ہٹا ہوا ڈوبتا ہے **افادہ ثالثہ** یہ عید گاہ نقطہ مغرب سے کس قدر منحرف ہے اب وضوح نقص
 میں صرف اتنی ہی بات کا دریافت کرنا رہا اگر ثابت ہو کہ اُس کا انحراف پونے تائیس درجے سے کم ہے تو یقیناً وہ اس سے تنگ تر
 قول پر بھی جہت قبلہ کی طرف ہے اور اُس میں نماز مکروہ تحریمی بتانا اور اُسے ڈھانا فرض ٹھہرانا سب جہل و افترا اس کے ادراک کو
 عید گاہ نہ کو رکی دیوار قبلہ کا جنوباً شمالاً طول درکار تھا دریافت کیے پر تحریر آئی کہ ساڑھے بیاسی گنہے اگر یہ پیمائش اور مترضوں کا
 وہ دعویٰ کہ دیوار محاذات قطب شمالی سے پونے فٹ جانب مغرب ہٹی ہوئی ہے صحیح ہے تو زاویہ انحراف معلوم کرنا مشکل نہیں
فبقول 
 نقطہ قطب ہے اور ا ب دیوار قبلہ بحالت موجودہ ب سے ٹھیک سمت ۶ پر خطاب ۳ غیر محدود
 ب کو مرکز فرض کر کے ا کے بعد پر قوس ا س ح رسم کی جس نے خط کو نقطہ ۳ پر قطع کیا تو ب ح
 اُس حالت پر دیوار 
 ساٹھ ذراع شرعی ہے اور ا ب ح ب دونوں ضلعیں یعنی نصف قطر کہ ایک مرفوع ہے حسب بیان سائلان ایک سو پینسٹھ
 ذراع شرعی ۱۶۵ : ۶۰ : ۳۶۰۰ = ۱۶۵ ÷ ۳۶۰۰ = ۶۰ × ۶۰ = ۳۶۰۰ یعنی گامط ۵ الر
 مقدار وتر ہوئی اُس کا نصف جی ندلب مد جدول جب میں اُس کی قوس جی الط تو قوس ا ح یعنی زاویہ ا ب ح =
 کٹنے یعنی اس کی سمت قبلہ قطب شمالی سے دو دقیقے کم آئیں درجے جانب غرب ہے و بوجہ آخر کہ بیان میں
 رسم قوس کی حاجت نہ ہو ب سے سمت ۶ پر خط غیر محدود کھینچا اور ب ح مساوی ا ب قطع کر کے اور بحکم شکل ہشتم بلکہ
 پنجم و چارم مقالہ اولیٰ زاویہ ب کا منصف ہوا اور بحکم حدود ا ح پر عمود ا کا حسب بیان مترضان ۳۰ ذراع شرعی ہے تو بحکم
 شکل نافع ۳۰ × ۳۰ = ۱۱۶۵۶۱۲۱۳ - ۱۶۵ یعنی ۲۲۱۴۴۸۳۹ = ۹۱۲۵۹۶۳۴۴ لوجیب زاویہ ا ب ح یعنی
 جی ندلب مد - قوس جی الط توکل زاویہ دہی ۵۸۲۰ ہوا اور ظاہر ہے کہ جتنا انحراف اس دیوار کو قطب شمال

لہ ذرا کہ تخمینہ لوگارثم مذکور بحسب اصل عشری ۱۸۱۸۱۸۲ و تخمینہ پستینی جی ندلب مد ۱۲

جانب غرب سے ہے اتنا ہی اس کی سمت قبلہ کو نقطہ مغرب سے جانب جنوب ہوگا کہ دیوار مشرق۔
 اُس کے سمت ح ب اور ح ب خط جنوب و شمال پر سب خط اعتدال عمود ہے تو اب ح ب ساقائین
 سے اب س مشترک ساق کیا ح ب س برابر اب س کے رہا پس دلائل ساطعہ سے ثابت ہوا کہ سب سے تنگ تر
 قول پر بھی عید گاہ مذکور پونے چھ درجے سے زیادہ حدود قبلہ میں داخل ہے اور قول محقق و منقح پر ۲۶ درجے سے بھی زائد اندرون
 حد ہے کما سیظہر انشاء اللہ تعالیٰ مبنی شرعاً جہاں تک انحراف کی اجازت ہے اُس کا نصف بھی اس میں نہیں اتنا ہی
 انحراف اور ہوتا جب بھی سات درجے زائد حد میں رہتی تو روشن ہوا کہ نئی روشنی والوں کے بیان و فتوے سب غلط جمل واپوا ہیں
 والعیاذ باللہ تعالیٰ **افادۃ رابعہ علی گڑھ کا قبلہ تقریبی** کتب متداولہ میات میں جو طریقہ معرفت سمت کا
 لکھا ہے یہ محققین علامہ رشید شریف قدس سرہ الشریف نے تحقیقی گمان فرمایا اور عند الحقیق تحقیق نہیں تقریب ہے اُس طریقہ پر
 یہاں معرفت سمت یوں ہے۔

۱۔ مرکز دائرہ ہندیہ ہے افق علی گڑھ میں ۱۵ خط اعتدال ل ب خط جنوب و شمال ا س آٹھ ایک گڑھ
 مکہ معظمہ سے شرقی شمالی ہے اور طول مکہ معظمہ ۳۷ طول علی گڑھ ۷۷ و مابین الطولین کو عرض مکہ
 ب کا لہ عرض علی گڑھ ۲۷ الرق مابین العرضین و لا لہذا نقطین جنوب و شمال سے نقطہ مغرب کی طرف
 ل ب ۳ بقدر کوٹ لے کر ۳ وصل کیا اور نقطین مشرق و مغرب سے نقطہ جنوب کی طرف ا
 بقدر و لا سراج ملایا جس نے ۳ کو ط پر قطع کیا ۴ سے ط پر گذرنا خط ۴ سے کھینچا کہ سمت قبلہ ہے
 یعنی نقطہ مغرب سے بقدر قوس ا سے جانب جنوب پھرے تو مواجہ کعبہ معظمہ ہو کتب ہیأت کا عمل یہاں تک تمام ہوا کہ اُن کا مقصود
 دائرہ ہندیہ میں خط قبلہ نکالنا تھا وہ اس قدر سے حاصل۔ ظاہر ہے کہ جب ۴ سے سمت قبلہ ہوئی ۴ ف اُس پر عمود گرایا یہ
 شانہ راست کی سمت ہوگی تو ۴ کہ قطب شمالی ہے دہے شانے سے جانب پشت ہی مائل ہوگا یا یوں سمجھیے کہ قدر دیوار قبلہ بحال
 موجود ہے اور قدر صدر محاذات قطب سے تقاطع کے فیث۔ خیر یہ تو استخراج خط تھا اگر ہم کو یہ معلوم کرنا ہے کہ درجن دقیقوں میں
 اس انحراف کی مقدار کیا ہوئی اقول س یعنی حکم نوازی صراط جب تقاضل عرض ہے اُس کی مقدار و مح لدط مربع
 مولد ناب ا ح ۱۔ ح ی یعنی مر ۴ جب تقاضل طول مقدار تو ۶ مد مربع الی ح ی والدہ نو مجموع
 مربعین الی ح ی ۱۰ مط مع ب م اس کا جذر کر ل ح ی ل کہ حکم عوسی ثلث قائم الزاویہ ۴ مط میں مقدار و تر ۴ ط ہے
 اب حکم شکل ناخ ۴ ط : ع :: ع ط : جیب موط بھول د و ص ل د مط : ب ل ل ح ی ل ط منخط = ی فی خلد لہ قوس
 ی ل ح ی یعنی دس درجے اٹھائیس دقیقے جانب جنوب پھرنا چاہیے وبالو غار شمیات خط مر ۴ یعنی فرق طول ۶۳ کی جیب
 لوگاریٹمی ۹۵۸۸۹۳۲۲ لومر ۹۵۸۸۳۸۸۸ یعنی ۹۵۸۸۳۸۸۸ T ۵۸۸۹۱۳۳ مر ۳۸۸۹۱۳۳ خط مط یعنی فرق عرض
 ۱۶ کی جیب لوگاریٹمی ۵۴۹۶۶۱ لومر ۵۴۹۶۶۱ یعنی ۵۴۹۶۶۱ T ۵۴۹۶۶۱ مر ۵۴۹۶۶۱ مجموع عرضین



۰۳۹۰۴۹۳۸ لوگارثم ۰۵۹۱۹۴۶ لو جذر ۰۴۹۵۹۴۳۸ لو مط ۰۵۲۹۶۶۱ - ۹۶۵۹۴۳۸ - ۹۶۵۹۴۳۸ =

۰۵۲۹۶۶۱ قوس دہی ۲۸۹۰ افادہ خامسہ علی گڑھ کا قبلہ تحقیقی اقول اب ح ۶ افق شمال

علی گڑھ ب نقطہ مغرب ۶ معدل النهار ح قطب شمالی ط ب ل سمت راس مکہ مکرمہ ح ط ک نصف نهار ہا ح س
نصف نهار علی گڑھ ۶ سمت راس علی گڑھ ط ل خط سمت قبلہ علی گڑھ ل ب تمام انحراف یعنی انحراف
از نقطہ مغرب ب جنوب اُس کی معرفت مقدار کے لیے اولاً نقطہ مغرب سے سمت راس مکہ مظہر پر گذرنا
ہو نصف النهار علی گڑھ پر عمود ب ط مر ڈالا کہ سمت راس
علی گڑھ ۶ سے جنوب گذرنا مستحقہ انشاء اللہ



تعالیٰ مں عرض موقع العمود ہوا مثلث ط ک ب قائم الزاویہ ہے لحدوث ک بین میلۃ والمعدل اور ب ضلعین

ربع سے کم ہیں لان کلا قطعہ من ب س ب م ح ک الادباع اور زاویہ ب کا قیاس قوس م س ہے فان کل زاویۃ

علی کرة من عظیمتین قیاسھا قوس غایۃ الفصل بینہما اور ط ک عرض مکہ ب ک تمام فرق طول ہے تو حکم ظلی

ظل ب مجہول : ظل ط ک :: ع : جیب ب ک : لو ظل عرض مکہ ۰۵۲۹۶۶۱ - ۹۶۵۹۴۳۸ - ۹۶۵۹۴۳۸ = ۰۵۲۹۶۶۱

۰۵۲۹۶۶۱ قوس ابین ظل الوالو ح عرض موقع العمود ظاہر ہے کہ عرض علی گڑھ الرنو سے بقدر الط

لب کم ہے لہذا سمت راس سے جنوب کو واقع ہوا لاجرم قبلہ مغرب سے جنوب کو پہنچے گا اور ازاں جا کہ علی گڑھ بھی شمالی العرض ہے

لوجیب تفاضل لیں اور ازاں جا کہ اتنی چھوٹی قوسوں میں تفاضل لوگارثم شدت ہے محض تعدیل ما بین السطریں مساہلت کثیرہ لاتی ہے

اُسے بطریق دقیق نکالیں ۱۸۵۶۶۱۸ یا اسے محفوظ رکھیں ثانیاً مثلث ح م ط قائم الزاویہ میں زاویہ ح کا قیاس قوس

کے س ما بین الطولین ہے اور ح م تمام عرض عمود سے لے لب : ظل ح : ظل ط م مجہول :: ع : جیب ح م : لو ظل

تفاضل طول ۰۵۸۹۱۴۶۹ + ۰۵۲۹۶۶۱ = ۰۵۹۴۸۳۱ = ۰۵۸۹۱۴۶۹ = ظل ط م ثالثاً مثلث ط م ک

قائم الزاویہ میں زاویہ ک کا قیاس قوس ال ہے کہ مقدار انحراف ہے نقطہ جنوب سے غروب کو اور ظل زاویہ ک مجہول : ظل ط م ::

ع : جیب ک م محفوظ :: ۰۵۸۹۱۴۶۹ - ۰۵۹۴۸۳۱ = ۰۵۲۹۶۶۱ = جدول ظل میں اس کی قوس ثوبہ اُس کا

تمام ب ح کہ مقدار قوس ب ل مطلوب ہوئی یعنی دو درجے آٹھ دقیقہ نقطہ مغرب سے جانب جنوب جھکیں تو عین کعبہ مظہر

کے مواجہوں و بوجہ آخر فرق طول لول لرون کی جیب ۰۵۸۹۱۴۶۹ + ۰۵۲۹۶۶۱ = ۰۵۹۴۸۳۱ = ۰۵۸۹۱۴۶۹ =

۰۵۹۴۸۳۱ قوس لرون لے تمام ہائے ک الہ محفوظ اول جیش ۰۵۹۱۳۸۳۸ + ۰۵۲۹۶۶۱ = ۰۵۹۴۸۳۱ = ۰۵۸۹۱۴۶۹ =

۰۵۹۴۸۳۱ = ۰۵۸۹۱۴۶۹ قوس الوالو ح محفوظ دوم + تمام عرض علی گڑھ سمت ۶ = ۰۵۸۹۱۴۶۹ = ۰۵۸۹۱۴۶۹ =

۰۵۸۹۱۴۶۹ = ۰۵۸۹۱۴۶۹ قوس نہ ح م محفوظ چارم تمام لرون ح بعد علی گڑھ از مکہ مظہر یعنی تقریباً ۲ ہزار چار سو میل کا

فاصلہ ہے اس مسافت کی جیب ۰۵۸۹۱۴۶۹ + ۰۵۲۹۶۶۱ = ۰۵۹۴۸۳۱ = ۰۵۸۹۱۴۶۹ = ۰۵۸۹۱۴۶۹ = ۰۵۸۹۱۴۶۹ =

۰۵۸۹۱۴۶۹ = ۰۵۸۹۱۴۶۹ قوس دہی دو درجے آٹھ دقیقہ جنوب کو اُسے وذلك ما اردنا ہ ان کو انحراف دیوار کے رخ سے قرین کیا تو قبلہ تحقیقی سے

الجواد

فی الواقع امام کا بے ضرورت محراب میں کھڑا ہونا کہ پاؤں محراب کے اندر ہوں یہ بھی مکروہ (یاں پاؤں باہر اور سجدہ محراب کے اندر ہو تو کراہت نہیں) اور امام کا درمیں کھڑا ہونا یہ بھی مکروہ مگر اسی طرح کہ پاؤں باہر اور سجدہ درمیں ہو تو کراہت نہیں بشرطیکہ در کی کمری بلند نہ ہو ورنہ اگر سجدہ کی جگہ پاؤں کے موضع سے چار گروہ سے زیادہ اونچی ہوئی تو سرے سے ناز ہی نہیں ہوگی اور چار گروہ یا کم بلند یا ممتاز ہوئی تو کراہت سے خالی نہیں اور بے ضرورت مقتدیوں کا درمیں صف قائم کرنا یہ سخت مکروہ کہ یہ باعث قطع صف ہے اور قطع صف ناجائز ہاں اگر کثرت جماعت کے باعث جگہ میں تنگی ہو اس لیے مقتدی درمیں اور امام محراب میں کھڑے ہوں تو کراہت نہیں یوہیں اگر پینہ کے باعث پچھلی صف کے لوگ دروں میں کھڑے ہوں تو یہ ضرورت ہے والضرورات تبیح المحظورات رہا اکیلا اس کے لیے ضرورت بے ضرورت محراب میں درمیں سجدہ کے کسی حصہ میں کھڑا ہونا اصلاً کراہت نہیں رکھتا در مختار میں ہے کمرہ قیام الامام فی المحراب لا سجودہ فیہ وقد ماہ خارجہ لان العبرة للقدم والتمارین بحر الرائق سے ہے فی الولو الحجیۃ وغیرہا اذا لم یضن المسجد بمن خلف الامام لا یسبی لہ ذلک لانہ یشبہ تباین المکانین انتہی یعنی وحقیقۃ اختلاف المکانین تمنع الجواز فشبهة الاختلاف توجب الکراہۃ والمحراب وان کان من المسجد فضورہ وہیأتہ اقضت شبہۃ الاختلاف اہ ملخصاً اسی میں معراج الدرایہ سے ہے حکى الحلوانی عن ابی الیث لا یکرہ قیام الامام فی الطاق عند الضرورة بان ضاق المسجد علی القوم اسی میں کتاب مذکور سے ہے الاصح ما روی عن ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال لکرہ للامام ان یقوم بین الساریتین تنویر الابصار میں ہے لو کان موضع سجودہ ارفع عن موضع القدمین بمقدار لبنتین منصوبتین جازوان اکثر لا در مختار میں ہے مقدار ارتفاعہما نصف ذراع ثلثا عشرة اصبعاً ذکرہ المجلسی رد المحتار میں ہے قولہ جاز سجودہ الظاہر انہ مع الکراہۃ لمخالفۃ لما ثور من فعلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنن ابن ماجہ میں ہے عن معویۃ بن قرۃ عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کنا معی ان نصف بین السواری علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ونظرہ عنہا طردا یعنی قرہ بن ایاس مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہمیں دو ستونوں کے بیچ میں صف باندھنے سے منع فرمایا جاتا اور وہاں سے دھکے دے کر ہٹائے جاتے تھے۔ سند امام احمد و سنن ابی داؤد و جامع ترمذی و سنن نسائی و صحیح حاکم میں ہے عن عبد المجید بن محمود قال صلینا خلف امیر من الکھرام فاضطربا الناس فصلینا بین الساریتین فلما صلینا قال انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کنا نقتی هذا علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی ایک تا ہی کہتے ہیں ہم نے ایک امیر کے پیچھے ناز پڑھی لوگوں نے ہمیں مجبور کیا کہ ہمیں دو ستونوں میں ناز پڑھنی ہوئی انس بن مالک نے فرمایا ہم زمانہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس سے بچتے تھے حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں قبیل باب الصلوۃ الی الراحۃ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ انہوں نے فرمایا لا تصفوا بین الاساطین و انما الصفون ستونوں کے بیچ میں صف نہ باندھو اور صفیں پوری کر دو اور اسکی

وجہ قطع صفت ہے اگر تینوں دروں میں لوگ کھڑے ہوئے تو ایک صفت کے تین ٹکڑے ہوئے اور یہ ناجائز ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من قطع صفا قطعہ اللہ جو کسی صفت کو قطع کرے اللہ اسے قطع کر دے اور اگر بعض دروں میں کھڑے ہوئے بعض خالی چھوڑ دیے جب بھی قطع صفت ہے کہ صفت ناقص چھوڑ دی کاٹ دی پوری نہ کی اور اس کا پورا کرنا لازم ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اتوا الصفوف اور اگر اس وقت اور زمانہ لوگ نہ ہوں تو آنے سے کون مانع ہے تو یہ ممنوع کا سامان ہیا کرنا ہے اور وہ بھی ممنوع ہے قال اللہ تعالیٰ تلك حدود الله فلا تقربوها اور دروں میں مقتدیں کے کھڑے ہونے کو قطع صفت نہ سمجھنا محض خطاب علمائے کرام نے صاف تصریح فرمائی کہ اس میں قطع صفت ہے صحیح بخاری میں ہے الصلاة بين السواري في غير جماعة امام علامہ محمد عینی کہ اجل المأخضه سے ہیں اس کی شرح میں فرماتے ہیں قبيد بغیر جماعة لان ذلك يقطع الصفوف وتسوية الصفوف في الجماعة مطلوبة بعينه اسی طرح فتح الباری امام ابن حجر عسقلانی پھر ارشاد الساری امام احمد قسطلانی وغیرہا میں ہے نیر فتح الباری میں محب طبری سے ہے محل الکراهة عند عدم الضيق عمدة القاری میں ابن حبیب سے ہے ليس النهي عن تقطيع الصفوف اذا كان المسجد وانما هي عنه اذا كان المسجد واسعا اسی میں ہے قال مالك في المدونة لا باس بالصلاة بينهما لضيق المسجد اه ثم ذكر قول ابن حبيب اقول ولا يخفى انه مسقيم على قواعد مذہبنا در مختار میں ہے هذا كله عند عدم العذر كجمعة وعيد فلو قاموا على الرفوف والا مام على الارض او في المحراب لضيق المكان لم يكره عمدة القاری میں ہے اذا كان منفردا لا باس في الصلاة بين الساريتين اذا لم يكن في جماعة اس بیان سے واضح ہوا کہ زید و عمرو دونوں کے کلام میں دو دو غلطیاں ہیں زید نے در میں نماز ناجائز بتائی یہ زیادت ہے ناجائز نہیں ہاں امام کو مکروہ ہے یہ ہیں منفرد کا اس حکم میں شریک کرنا ٹھیک نہیں خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کبہ منظر میں تشریف لے گئے دوستوں کے درمیان نماز پڑھی کما ثبت فی الصحاح عن ابن عمر عن بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم عمرو کا امام کو در میں کھڑا ہونا بلا کراہت جائزانا صحیح نہیں یہ ہیں منفرد کا محراب میں قیام مکروہ جانتا کہ یہاں جو وجہ کراہت علمائے کلمے ہیں یعنی شبہ اختلاف مکان امام و جماعت یا اشتباہ حال امام یا شبہ اہل کتاب ان میں سے کوئی وجہ منفرد کے لیے محقق نہیں۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل جلالہ انہ وحکمہ عز شانہ احکم

مسئلہ۔ از دہلی فراش خانہ مدرسہ نعمانیہ اسلامیہ مسئلہ محمد ابراہیم الاحمد آبادی غفرلہ الہادی، شعبان ۱۳۳۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ریل پر نماز کس طرح ادا کی جائے گی ایک شخص نے سوال کیا کہ چلتی ریل اور جہاز پر نماز جائز ہے یا نہیں مولوی کفایت اللہ صاحب نے تعلیم اسلام کے صفحہ ۷ پر جواب منقولہ ذیل لکھا ہے صحیح ہے یا نہیں اور جہاز یا کشتی اور ریل کا ایک ہی حکم ہے یا غیر غیر میں اس میں تفصیلی بحث چاہتا ہوں آج کل اس کی جہد مسائل کی اہل اسلام کو سخت ضرورت ہے جواب مولوی صاحب موصوف کا یہ ہے ج چلتی ریل اور جہاز پر نماز جائز ہے اگر کھڑے ہو کر پڑھ سکے چکر کھانے یا گرنے کا ڈر نہ ہو تو کھڑے ہو کر پڑھنا ضروری ہے اور کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر پڑھ لے اور اگر درمیان نماز میں ریل یا جہاز گھوم جانے سے نماز کی

موضع قبلہ کی طرف نہ ہے تو فوراً قبلہ کی طرف پھر جانا چاہیے روز نماز نہ ہوگی بلفظہ اور یہ بھی فرمایا جاوے کہ فرض نفل سب کا ایک حکم ہے یا فرق ہے بینا تو جروا

الجواب

فرض اور واجب جیسے دترو نذر اور طعن برینی سنت فجر جلتی ریل میں نہیں ہو سکتے اگر ریل نہ ٹھہرے اور وقت نکلتا دیکھے پڑھ لے پھر بعد استقرار اعادہ کرے تحقیق یہ ہے کہ استقرار بالکلیہ ولو بالوسائط زمین یا تاج زمین پر کہ زمین سے متصل باتصال قرار ہوا نماز میں شرط صحت ہے مگر یہ نذر و لہذا دایہ پر با عذر جائز نہیں اگرچہ کھڑا ہو کہ دایہ تاج زمین نہیں و لہذا گاڑی پر جس کا جوابیلوں پر رکھا ہے اور گاڑی ٹھہری ہوئی ہے جائز نہیں کہ بالکلیہ زمین پر استقرار نہوا ایک حصہ غیر تاج زمین پر ہے و لہذا چلتی کشتی سے اگر زمین پر اترتا متین کشتی میں پڑھنا جائز نہیں بلکہ عند تحقیق اگرچہ کشتی کنارے پر ٹھہری ہو مگر پانی پر ہوز زمین تک نہ پہنچی ہو اور یہ کنارے پر اتر سکتا ہے کشتی میں نماز نہ ہوگی کہ اس کا استقرار پانی پر ہے اور پانی زمین سے متصل باتصال قرار نہیں جب استقرار کی حالتوں میں نماز میں جائز نہیں ہوتی جب تک استقرار زمین پر اور وہ بھی بالکلیہ نہ ہو تو چلنے کی حالت میں کیسے جائز ہو سکتی ہیں کہ نفس استقرار ہی نہیں بخلاف کشتی رواں جس سے نزول متین نہ ہو کہ اسے اگر روکیں گے بھی تو استقرار پانی پر ہوگا کہ زمین پر لہذا سیر و وقوف برابر لیکن اگر ریل روک لی جائے تو زمین ہی پر ٹھہرے گی اور مثل تخت ہو جائے گی انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لیے روکی جاتی ہے اور نماز کے لیے نہیں تو منع نہ ہو بلکہ جوا اور ایسے منع کی حالت میں حکم وہی ہے کہ نماز پڑھ لے اور بعد زوال مانع اعادہ کرے در مختار میں ہے لوصلی علی الدابة فی شق محمل و هو یقدر علی النزول بنفسه لا تجوز الصلاة علیها اذا كانت واقفة الا ان تكون عیدان المحمل علی الارض بان ساکن تحتہ خشبة واما الصلوة علی العجلة ان کان طرف العجلة علی الدابة وھی تسیر و لا تسیر ففی صلاة علی الدابة فتجوز فی حالة العذر المذكور فی التیمم کما فی غیرها وان لم یکن طرفة العجلة علی الدابة جاز لو واقفة لتعلیلهم بانھا کالسیریر هذا کله فی الفرض والواجب بانواعه وسنة الفجر بشرط ایقافها للقبلة ان امکنه والا فبقدر الامکان لئلا یختلف بسیرها المکان واما فی النفل فتجوز علی المحمل والعجلة مطلقا عند رد المختار میں ہے الحاصل ان اتحاد المکان شرط فی صلاة غیر النافلة عند الامکان لا یسقط الا بعد رد فلو امکنه الا یقاف فلا کلام فی لزوم سیر ما ذکره الشارح من العلة کسی میں ہے الفرض والواجب بانواعه لا یصح علی الدابة الا ضرورة فیومی علیها بشرط ایقافها ان امکنه و اذا كانت تسیر لا تجوز الصلاة علیها اذا قدر علی ایقافها والا بان کان خوفه من عدد ویصلی کیف قدر کما فی الامداد وغیرہ اہ اقول فثبت ان المانع شیئان الاول کون الصلاة علی الدابة ولو بواسطة عجل طرفها علی دابة والثانی السیر واختلاف المکان الا ترى انهما وجبا الا یقاف وابطلوا بالسیر کالامن یحاف فلو لم یکن المانع الا الاول فقد وجد عندنا ینبغ الصلاة علی الدابة لکان واجبا ان تجوز من دون فرق بین سیر و وقوف لکنهم فرقوا فقیین ان السیر بنفسه مفسد الا بعد ریمع الا یقاف ولا ینفی مجرد عن ریمع النزول لا الا یقاف فان كانت العجلة کما علی الارض وجرت دابة بمحمل فھنا

۱۔ منافقت المانع الاول دون الثاني فوجب الفساد لا بعد فلا نظر الى ما اورد من استنباط من مفهوم ليس على عادة ذلك الزمان بمفهوم فافهم وتثبت نیز اسی میں غنیہ سے ہے هذا بناء على ان اختلاف المكان مبطل ما لم يكن لاصلاحها اسی میں بحر البرائین فتاویٰ ظہیر سے ہے ان جذبتہ الدابة حتى اذا لمت عن موضع سجوده تفسد اسی میں ہے ظاهر ما فی الصلاة وغیرها الجواز قائماً مطلقاً ای استقرت على الارض اولاً وصرح فی الايضاح يستنع في الثاني حيث امكنه الخروج المحقق لها بالدابة نحر واختاره في المحيط والبدان البحر وعزاه في الامداد ايضا الى مجمع الروايات عن المصنفی وجزم به فی نور الايضاح وعلى هذا ينبغي ان لا تجوز الصلاة فيها مطلقاً مع امكان الخروج الى البر وهذه المسألة الناس عنها غافلون شرح المینه فتح القدير میں ہے فی الايضاح فان كانت موقوفة في الشط وهي على قرار الارض فضلى قائماً جاز لانها اذا استقرت على الارض فحكمها حكم الارض فان كان صريقه ويكن الخروج لم تجز الصلاة فيها لانها اذا لم تستقر فهي كالدابة انتهى بخلاف ما اذا استقرت فانها حينئذ كالسور محيط امام سرخي بحر فتاویٰ ہندیہ میں ہے لوصلیٰ فيها فان كانت مشدودة على الجهد مستقرة على الارض فضلى قائماً اجزاء وان لم يكن مستقرة ويكن الخروج عنها لم تجز الصلاة فيها ام اقول واطلاق الهداية واجب الحمل على هذه النصوص الصريحة المقيدة وكرهه من نظير ما صرح به الحجة الغفيرة والله تعالى اعلم۔

مسئلہ - ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو نمازیں حالت مجبوری و معذوری میں پڑھ کر پڑھی گئیں جیسے سفر جہاز کے اندر کہ سخت حالت طغیانی میں تھا اور تین دن تک برابر طغیانی عظیم میں رہا ایسی حالت میں قیام نہایت دشوار اور غیر ممکن تھا اور نیز خوف جان تھا پس ایسی حالت میں جتنی نمازیں پڑھی گئی ہیں ان کا اعادہ حالت قرار و اقامت میں واجب و لازم و ضروری ہے یا نہیں نیز وہ نمازیں کہ اونٹ پر شخدت وغیرہ میں قافلہ کے چلنے کی حالت میں پڑھ کر پڑھی گئی ہیں کیونکہ بڑھے آدمی کو اتارنے چڑھانے والا نہ تھا اور اُترنے کی صورت میں قافلے سے پیچھے رہ جانے کا اندیشہ تھا جس سے خوف جان و مال ہوتا ہے پس ان صورتوں میں جو نمازیں اونٹ کی سواری پر اور حالت طغیانی میں جہاز پر پڑھ کر مجبوراً پڑھی گئیں ان سب کا اعادہ بصورت اقامت و الطینان کرنا چاہیے یا نہیں۔

الجواب

اُن کا اعادہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

صِفَةُ الصَّلَاةِ

مسئله - از خیر آباد مرسله شیخ حسین بخش صاحب رضوی فاروقی ۲۹ رجب ۱۳۸۵

چرمی فرمایند عالمان شرع شریف و حاکمان صدر نشین دارالطیعت دریں امر کہ بزمہ ب خفیفہ لطیفہ مردمان بحکم حدیث دستہا زیر ناف می بندند و زنان بالا بے ناف می بندند آیا این عمل دست بندی زنان حین نماز موافق شرع نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم است یا نہ یا اتفاق علمائے کرام و مفتیان عظام است اگر از احادیث رسول انام علیہ الصلاۃ والسلام ثابت است یا با اتفاق امامان حنفیان راجح است بر این استقامت و تخط بحوالہ کتاب ثبت نمایند و اجور مبنی از خدا تعالیٰ شانہ یا بند ببنوا تو جہد و بحوالہ کتاب جواب الصواب

الجواب

زنان را نزد خفیفہ کرام علم الشریعہ باللطیف والا کرام حکم آنست کہ دست در نماز بر سینه بندند و این مسئلہ با اتفاق امامان ثابت است جم غفیر از علما در تصانیف خود باین بے محابیت خلاصہ توضیح کرده اند علامہ محمد بن محمد بن محمد الشہیرا بن امیر الحاج الحلبی رحمہ اللہ تعالیٰ در شرح فیہ فرمود الموضع الثالث فی محل الوضع فقال اصحابنا محلہ تحت السرة فی حق الرجل والصدر فی حق المرأة و ملخصا و نیز فرمود المرأة تضعهما علی صدرها كما قال الجمل الغفیر لا جرم علامہ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم الحلبی رحمہ اللہ تعالیٰ در غنیہ این مسئلہ را متفق علیہا گفت و حدیث اگر بوافقت معلوم نیست بخالفتم ہم وارد نیست و من ادعی فعلیہ البیان و لہذا الحق الحلبی در حلیہ فرمود ثم انما قلنا ان المرأة تضع یمناها علی سورها علی صدرها لانه استر لها فیکون ذلک فی حقها اولی لما عرفت من ان الاولی اختیار ما هو استر لها من الامور الجائزۃ کل منها لہا من غیر منع شرعی عنہ و خصوصا فی الصلوۃ این است انہ در بادی النظر و نماید و انما اقول و بالله التوفیق میرسد کہ این مسئلہ را بحدیثہ جید الاسناد در نگاشتہ دیم تقریرش آنچنان کہ در محل وضع از سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو صورت مروی است یکے زیر ناف بستن و دروے حدیث عدیدہ وارد است اجملہا ما روی ابو بکر بن ابی شیبہ فی مصنفہ قال حدثنا وکیع عن موسی بن عقیب عن علقمہ بن وائل بن حجر عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضع یمینہ علی شمالہ فی الصلاۃ تحت السرة امام علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ در تخریج احادیث اختیار شرح مختار فرمایند سندہ جید و رواۃ کلہم ثقات دوم بر سینه ہناردن و دریں باب ابن خزیمہ را حدیثی است در صحیح خودش ہم از ادائیل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فوضع یدہ الیمنی علی یدہ الیسوی علی صدرہ و اذا نجا کہ تا بیخ بھول است و ہر دو روایت ثابت و مقبول ناچار کار برترجیح اقتاد چون نیک نگریم مبنائے این امر بلکہ تمامہ افعال صلاۃ بر تنظیم است و مہود و معلوم عند التعلیم دست زیر ناف بستن است و لہذا امام محقق علی الاطلاق در فتح فرمایند فی بحال علی المعہود من

وضعها حال قصد التعظیم فی القيام والمعہود فی الشاہد منه تحت السرة پس در بابہ مردان روایت ابن ابی شیبہ راجع
 تر آمد و در آن زمان شرع مطہر اکمال نظر بر شر و حجب است و لهذا فرمودند خیر صفوت الرجال اولہا و شرہا آخرہا و خیر صفوت
 النساء آخرہا و شرہا اولہا اخرجہ السنۃ الا البخاری عن ابی ہریرۃ والطبرانی فی الکبیر عن ابی امامۃ وعن ابن عباس
 رضی اللہ تعالیٰ عنہم و فرمودند صلاۃ المرأة فی بیتہا افضل من صلاتہا فی حجرہا و صلاتہا فی محلتہا افضل من صلاتہا فی
 بیتہا اخرجہ ابوداؤد عن ابن مسعود والحاکم عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بسند صالح و عبد اللہ بن مسعود فرمودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اخرجہ
 و من من حیث اخرہن اللہ اخرجہ عبد الرزاق فی المصنف و من طریقہ الطبرانی فی المعجم و زنان را حکم شد کہ در سجود بزمین چپہ با آنکہ سنت
 و مردان خلاف آنست ابوداؤد فی المراسیل عن یزید بن جبیب ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مر علی امرأتین تصلیان فقال
 انما یجدتا فضاہما بعض اللہ الی بعض الارض فان المرأة لیس فی ذلک کالرجل و یروی موصولا و یجہین قال البیہقی ہی
 احسن منہما و سنت مرایشان را تو رک شد رواہ الامام ابو حنیفہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما و فی الباب
 عن علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ قال اذا صلت المرأة فلتحتفز قال الجوہری تنضام اذا جلست و اذا سجدت و اگر چہ
 خواہند امام آنہا میاں آنہا ایستد قال الامام محمد فی الاثار اخبارنا ابو حنیفہ عن حماد بن ابی سلیم عن ابراہیم النخعی
 ان عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا كانت تومر النساء فی شہر رمضان فتقوم وسطا عبد الرزاق فی المصنف والدار
 قطنی ثل البیہقی فی سنہما واللفظ لعبد الرزاق عن ریطۃ الخفصیۃ ان عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا امتحن و
 قامت بینہن فی صلاۃ مکتوبہ و فی الباب عن ام سلمۃ و ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم و یروی فیہ حدیث
 مرفوع لیس بذلک بالجملہ زنان را عورتی ستورہ داشتہ اند بمبناے کار آنہا بر شر نہادہ الترمذی بسند حسن عن ابن
 مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المرأة عورة و شک نیست کہ در حق آنہا دست بر زمین بستن
 است و اقرب بحیاست از دست زیناف نہادن و تنظیم نیرد اینان ہم قیست و احتجاب باشد اذلا تعظیم الا بالادب و کلا ادب الا بالحیاء
 و الاحیاء الا بالتستر پس در باب زنان حدیث ابن خزیمہ از حج برآمد و ثابت شد کہ ہر دو مسئلہ بحدیث جید استناد دارد و محابا ہر
 دو جا بحدیث و ترجیحی عمل فرمودہ اند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نظیرش مسئلہ قعود است کہ بہر دو وجہ از نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 منقول علیائے مادر مردان نصیب مینی و جلوس علی بسری اختیار کردند لانه اشق و افضل الا اعمال احمرہا و در زنان تو رک
 رفتہ لانه استروا لیس و مبنی امرہن علی الستروا لیسر بخلاف مسلك شافعیۃ و من وافقہ کہ دست بر شکم بستن
 است نہ بر زمین کما فی المنہاج والمیزان وغیرہما کہ ہرگز درین باب حدیثی یافتہ نمی شود و خود امرہ ایشان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم
 در خلاصہ و منہاج و امام و بلوغ المرام حدیثی مویذ نہ ہب خودشان نیارند و نہ جز حدیث ابن خزیمہ و من فقیر در عجم از استلال ایشان
 با پنج ساسے نذر دہد ہب ایشان کہ در تحت الصد و علی الصدر فرقی ہست کہ پیدا است و قد فصلنا الکلام فی محل اخرو فی
 ما ذکرنا کفایت لمن امعن النظر واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگشت شہادت سے التحیات میں اشارہ کیا ہے اور ہمارے
فتا سے ثابت ہے یا نہیں - بلیغاً تو جروا

الجواب

اخرج مسلم فی صحیحہ عن سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال فیہ وضع رب ربید رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفہ الیمنی علی فخذہ الیمنی وقبض اصابعہ کلہا و اشار باصبعہ الی تلی الابعام یعنی
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دہنا ہاتھ دہنی دان پر رکھا اور سب انگلیاں بند کر کے انگوٹھے کے پاس کی انگلی سے
اشارہ فرمایا و اخرج ابن المسکن فی صحیحہ عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
الاشارة بالاصبع الی الشیطان من الحدید یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انگلی سے اشارہ کرنا
شیطان پر دھار دار ہتھیار سے زیادہ سخت ہے وعنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایضاً عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
قال ہی مذکورة للشیطان یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شیطان کے دل میں خوف ڈالنے والا ہے
واخرج ابوداؤد والبیہقی وغیرہما عن سیدنا واثل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
عقد فی جلوس الشہد الخضر والبصر ثم حلق الوسطی بالابعام و اشار بالسبابة یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
اپنے جلسہ تشہد میں چھوٹی انگلی اور اس کی برابر والی کو بند کیا پھر بیچ کی انگلی کو انگوٹھے کے ساتھ حلقہ بنایا اور انگشت شہادت سے
اشارہ فرمایا و بمعناہ اخرج ابن حبان فی صحیحہ اور اس باب میں احادیث و آثار کثرت وارد ہمارے محققین کا بھی یہی مذہب
صحیح و معتد علیہ ہے صغیری میں ملقط و شرح ہمایہ سے اس کی تصحیح نقل کی اور اسی پر علامہ فہامہ محقق علی الاطلاق مولینا کمال الدین
محمد بن الہمام و علامہ ابن امیر الحاج حلبی و فاضل بہنسوی و باقانی و لاخسرو و علامہ حسن شرنبلالی و فاضل ابراہیم طرابلسی وغیرہم اکابر
نے اعتماد فرمایا اور انھیں کا صاحب در مختار و فاضل مدق علاء الدین حصکفی و فاضل اجل سید احمد طحاوی و فاضل ابن عابدین شامی
وغیرہم اجلہ نے اتباع کیا علامہ بدر عینی نے تحفہ سے اس کا استحباب نقل فرمایا اور صاحب محیط و لا فتانی نے سنت کہا فقیہ الحدیث الخیار
لکن المعتمد ما صحیحہ الشراح و کلاسیا المتأخرون کالکمال والجلبی والبهنسی والباقانی و شیخ الاسلام الحد
وغیرہما نہ لیشیر لفعلہ علیہ الصلوۃ والسلام و نسبہ لمحمد و الامام بل فی متن در البجا و شرح غرر الافکار
المفتی بہ عندنا نہ لیشیر الخ و فی الشرنبلالیہ عن البرہان الصبیح انہ لیشیر الخ و احتوز بالصحیح عما قبل لایشیر
لانہ خلاف الدراية والروایة الخ و فی العینی عن التحفة الاصح انما مستحبة و فی المحيط سدة انتمی ملقطاً
اور اس مسئلہ میں ہمارے تینوں المذہب کرام سے روایتیں وارد ہیں نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اس میں
عدم روایت یا روایت عدم کا زعم کیا محض ناواقفی یا خطائے بشری پر مبنی تھا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب الشیخہ میں دوبارہ
اشارہ ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کہہ کے فرماتے ہیں ففعل ما فعل النبی صلی اللہ علیہ

وسلم و نضع ما صنعہ و هو قول ابی حنیفہ و قولنا ذکرہ العلامة الحلبی فی الحلیۃ عن البدائع یعنی پس ہم کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا اور عمل کرتے ہیں اس پر جو حضور کا فعل تھا اور وہ مذہب ہے ابو حنیفہ کا اور ہمارا دیروزی عنہ رحمہ اللہ تعالیٰ ثم قال هذا قولی و قول ابی حنیفہ اثرہ العلامة عن الذخیرۃ و شرح الزاہدی صاحب لقتنیۃ یعنی پھر امام محمد نے فرمایا اشارہ کرنا میرا قول ہے اور قول ابی حنیفہ رحمہ اللہ کا حلیہ مذکورہ اندکسیری اور رد المحتار میں اسے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کیا یہاں تک کہ شامی نے اس حاشیہ میں تصریح کی ہو منقول عن اثمتنا الثلثۃ اور اسی میں ہے هذا ما اعتدہ المتأخرون بشبوۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالاحادیث الصحیحۃ و لصحۃ نقلہ عن اثمتنا الثلثۃ فلذا قال فی الفتح ان الاول (یعنی عدم الاشارة) خلاف الدرایۃ والروایۃ و فیہ عن القہستانی وعن اصحابنا جمیعاً انہ سنة فخلق ابھام الیمنی و وسطاھا ملصقا راسھا بولسھا ویشیر بالسبابۃ کبیری میں ہے قبض الاصابع عند الاشارة و هو المروی عن محمد فی کیفیۃ الاشارة وعن کثیر من المشائخ انہ لا یشیر اصلاً و هو خلاف الدرایۃ والروایۃ فمن محمد ان ما ذکرہ فی کیفیۃ الاشارة ہو قولہ و قول ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ ملخصہ اور اسی طرح تحقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا بالجملہ اشارہ مذکورہ کی خوبی میں کچھ شک نہیں احادیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اقوال ہمارے مجتہدین کرام کے اسی کو مفید بعد اس کے اگر کتب متاخرین مثل تنویر البصار و والواجہ و تجنیس و خلاصہ و یزازیہ و واقعات و عمدۃ المفتی و منیۃ المفتی و تبیین و کبری و مضمرات و ہندیہ و غیرہ علم فتاویٰ میں عدم اشارہ کی ترجیح و صحیح منقول ہو تو قابل اعتماد نہیں ہو سکتی علمائے اُن اقوال پر التفات نہ فرمایا اور خلاف عقل و نقل ٹھہرایا کما سمعت مراراً و الحمد للہ لیلہ و نهاراً و جہاداً و اسراراً و اللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - محرم الحرام ۱۳۳۵ھ -

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ رفع یدین حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا یا نہیں و کب تک کیا۔ یہ بات ثابت ہے کہ ہمیشہ آپ نے فرمایا اور مسلمانوں کو کرنا چاہیے یا نہیں مکمل ارشاد فرما کر شکور و ممنون فرمائیے۔ فقط

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہرگز کسی حدیث میں ثابت نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ رفع یدین فرمایا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا خلاف ثابت ہے نہ احادیث میں اس کی مدت مذکور ہاں حدیثیں اس کے فعل و ترک دونوں میں وارد ہیں سنن ابی داؤد و سنن نسائی و جامع ترمذی و غیرہ میں ایسی سند سے ہے جس کے رجال صحیح مسلم ہیں بطریق عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمہ حضرت عید اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی قال الا اخبرکم بصلاة رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال فقام فرفع یدینہ اول مرۃ ثم لم یعد یعنی انھوں نے فرمایا کیا میں تمہیں خبر نہ دوں کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کس طرح پڑھتے تھے یہ کہہ کر

نماز کو کھڑے ہوئے تو صرف تکبیر تحریر کے وقت ہاتھ اٹھائے پھر نہ اٹھائے ترمذی نے کہا حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث حسن وہ یہ یقول غیر واحد من اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والمتابعین وهو قول سفیان واهل الکوفة یعنی حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث حسن ہے اور یہی مذہب تھا متعدد علماء و مجتہد اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتابعین کرام و امام سفیان و علمائے کوفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا۔ سند امام الاثر مالک الاثر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے حدیثنا حماد عن ابراہیم عن علقمہ والا سود عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان لا یرفع یدہ الا عند افتتاح الصلوۃ ثم لا یعود لشیء من ذلك یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف نماز کے شروع میں رفع یدین فرماتے پھر کسی جگہ ہاتھ نہ اٹھاتے امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں حدیثنا ابو بکرۃ حدیثنا مؤمل ثنا سفیان عن المغیرۃ قال قلت لابراہیم حدیث وائل انہ راى النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یرفع یدہ اذا فتحت الصلوة واذ رکع واذ رفع راسہ من الركوع فقال ان کان وائل رآہ مرة یفعل ذلك فقد رآہ عبد اللہ خمسین مرة لا یفعل ذلك یعنی مغیرہ کہتے ہیں میں نے امام ابراہیم رضی اللہ عنہ سے حدیث وائل رضی اللہ عنہ کی نسبت دریافت کیا کہ انہوں نے حضور پر نور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور نے نماز شروع کرتے اور رکوع میں جلتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین فرمایا ابراہیم نے فرمایا وائل نے اگر ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا تو عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پچاس بار دیکھا کہ حضور نے رفع یدین کیا صحیح مسلم شریف میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مالی ارا کہہ رافعی ایدیکم کا تھا اذنا بخیل شمس اسکنوا فی الصلوة کیا ہوا کہ میں تمہیں رفع یدین کرتے دیکھتا ہوں گویا تمہارے ہاتھ جھل گھوڑوں کی دُمیں ہیں قرار سے رہو نماز میں اصول کا قاعدہ متفق علیہا ہے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے مخصوص سبب کا اور حاضر بیچ پر مقدم ہے۔ ہمارے ائمہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے احادیث ترک پرحل فرمایا خفیہ کو ان کی تقلید چاہیے شافعیہ وغیرہم اپنے ائمہ رحمہم اللہ کی پیروی کریں کوئی محل تنازع نہیں ہاں وہ حضرات کہ تقلید ائمہ دین کو شرک و حرام جانتے ہیں اور بآئہ علمائے مقلدین کا کلام سمجھنے کی لیاقت نصیب اعدا اپنے لیے منصب اجتہاد مانستے اور خواہی خواہی تفریق کلمہ سلمین و اثارت فتنہ بین المؤمنین کرنا چاہتے بلکہ اسی کو اپنا ذریعہ شہرت و ناموری سمجھتے ہیں ان کے راستے سے مسلمانوں کو بہت فتنہ پہنچا ہے مانا کہ احادیث رفع یدین ہی مرجع ہوں تاہم آخر رفع یدین کسی کے نزدیک واجب نہیں غایت درجہ اگر ٹھہرے گا تو ایک امر خوب ٹھہرے گا کہ کیا تو اچھا نہ کیا تو کچھ بُرائی نہیں مگر مسلمانوں میں فتنہ اٹھانا اور گروہ کر دینا نماز کے مقدسے انگریزی گورنمنٹ تک پہنچا نا شاید اہم واجبات سے ہوگا اللہ عزوجل فرماتا ہے والفتنة اشد من القتل فتنہ قتل سے بھی سخت تر ہے خود ان صاحبوں میں بہت لوگ صدائے گداز کبیرہ کرتے ہوں گے انہیں نہ چھوڑنا اور رفع یدین نہ کرنے پر ایسی شمشیں کرنا کچھ عجیب معلوم ہوتا ہوگا اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہدایت فرمائے آمین واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از آجین مکان میر خادم علی صاحب اسٹنٹ مسلولہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۲۹ جمادی الآخر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شافعیہ ایک ہاتھ کے فرق سے نماز میں پاؤں کشادہ رکھتے ہیں یہیں نے کعبۃ اشرف میں دیکھا اس کی کیا وجہ ہے اور مذہب حنفیہ میں چار انگشت کے فاصلہ پر ایک پاؤں سے دوسرا پاؤں رکھتے ہیں کس طرح کرنا چاہیے بیوا توجروا۔

الجواب

چار ہی انگل کا فاصلہ رکھنا چاہیے یہی ادب اور بہی شرف ہے اور یہی ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے قال فی رد المحتار ینبغی ان یکون بینہما مقدار اربع اصابع الیہذا لانه اقرب الی الخشوع کذا روی عن ابی نصر الدبوسی انه کان یفعلہ کذا فی الکبریٰ ام **اقول** بل فی نور الايضاح وشرحہ مراقی الفلاح للعلامة الشرنبلالی سین تفریح القدمین فی القیام مقدار اربع اصابع لانه اقرب الی الخشوع ام قال السيد الطحطاوی فی حاشیہ نص علیہ فی کتاب الاشرع عن الامام ولم یجک فیہ خلافاہ امام علامہ ابو یوسف اور بیل شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی کتاب الاوزار میں کہ اجل معتدات مذہب شافعی سے ہے اسی چار انگل فصل کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی حیث قال یکبرہ الصاق القدمین ولستحب التقیین بینہما بقدر اربع اصابع ہاں سیدی علامہ شیخ زکریا انصاری شافعی قدس سرہ نے شرح روض الطالب میں بالشت بھر کا فاصلہ تحریر فرمایا حاشیہ الکنز علی الاوزار میں ہے قوله بقدر اربع اصابع لعلہما متفرقة لان فی شرح الودض بقدر شبر مگر ایک ہاتھ کا فرق نہ کسی مذہب کی کتاب میں نظر سے گزرانہ کسی طرح قابل قبول ہو سکتا ہے کہ بدستہ طرز و روش ادب و خشوع سے جدا ہے جن شافعیہ نے ایسا کیا غالباً کوئی عذر ہوگا یا شاید نادانگی کی بنا پر کہ مکہ معظمہ کا ہر متنفس تو عالم نہیں اعتبار اقوال و افعال علی کا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نفل نماز بیٹھ کر ادا کرے تو رکوع کس طرح ادا کریں یعنی سرین اٹھیں یا نہیں در صورت مخالفت نماز مکروہ تحریمی یا تنزیہی یا فاسد۔ بیوا توجروا۔

الجواب

رکوع میں قدر واجب تو اسی قدر ہے کہ سر ٹھکائے اور بیٹھ کر قدرے خم دے مگر بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس کا درجہ کمال و طریقہ اعتدال یہ ہے کہ پیشانی ٹھک کر گھٹنوں کے مقابل آجائے اس قدر کہ لے سرین اٹھانے کی حاجت نہیں تو قدر اعتدال سے جس قدر زائد ہوگا وہ محض و بیجا میں داخل ہو جائے گا فی الحاشیۃ الشامیۃ فی حاشیۃ الفتح عن البرجدی ولو کان یصلی قاعدا ینبغی ان یجاذی جہتہ قدام رکبتیہ لیحصل الركوع او قلت ولعلہ محمول علی تمام الركوع والا فقد علمت حصولہ باصل طائفة الراس ای مع الخفاء الظہور تامل اتھی اور نماز میں جو ایسا نفل کیا جائے گا لا اقل ناپسند و مکروہ تنزیہی ہوگا فی الدال المحتار ویکبرہ ترک کل سنة انتھی ملقطا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ مسئلہ محمود حسین ۵ محرم الحرام ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز کھڑے ہو کر بوجہ عذر بیماری کے نہیں پڑھ سکتا لیکن اس قدر قوت اس کو ہے کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر باندھ لیوے اور باقی نماز بیٹھ کر رکوع و سجود کے ساتھ ادا کر سکتا ہے تو اس صورت میں آیا اس کو ضروری ہے کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہی ہو کر کہے اور پھر بیٹھ جائے یا سرے سے بیٹھ کر نماز شروع کرے اور ادا کر لے دوسری شق میں نماز اُس کی ادا ہو جائے گی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں بیشک اُس پر لازم کہ تحریمہ کھڑے ہو کر باندھے جب قدرت نہ رہے بیٹھ جائے یہی صحیح ہے بلکہ ہمارے ائمہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اس کا خلاف اصلاً منقول نہیں۔ تو بالابصار و درمختار میں ہے ان قدر علی بعض القیام ولو متکثراً علی عصا و حائط قام لزوماً بقدر ما یقدر و لو قدر اُیۃ او تکبیرۃ علی المذہب لان البعض معتبر بالکل تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للعلامة الزیلعی میں ہے و لو قدر علی بعض القیام دون تمامہ بان کان قدر علی التکبیر قائماً او علی التکبیر و بعض القراءة فانه یومر بالقیام و یاتی بما قدر منه ثم یقعد اذا عجز خانیہ میں ہے و لو قدر علی ان یکبر قائماً ولا یقدر علی اکثر من ذلك یکبر قائماً ثم یقعد غنیہ شرح المنیۃ للعلامة ابراہیم الحلی میں ہے لو قدر علی بعض القیام لاکلہ لزومہ ذلك القدر حتی لو کان لا یقدر الا علی قدر التحویۃ لزومہ ان یحرم قائماً ثم یقعد خلاصہ وغیرہ میں ہے قال سراج الانۃ الحلوانی هو المذہب الصحیح بحر الرائق پھر حاشیہ طحاوی علی الدر میں ہے لا یروی عن اصحابنا خلافہ پس اگر اس کا خلاف کیا یعنی باوجود قدرت تحریمہ بھی بیٹھ کر باندھی نماز نہ ہوئی لقول الغنیۃ لزومہ و قول الدر لزومہ مع قول العلامة الشرنبلالی عبرت بالزوم لکونہ اقوی لان هذا یعنی الجواز بفوقہ الخ و لقول المحقق العلاء وغیرہ ان البعض معتبر بالکل۔ فقیر غفر اللہ تعالیٰ رحمۃ حق القاکرے علما تصریح فرماتے ہیں کہ تحریمہ کے لیے قیام شرط ہے اگر بیٹھ کر بلکہ اتنا جھکا ہے کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچیں تحریمہ باندھے ہرگز صحیح نہ ہوگی اور تحریمہ شرط نماز ہے کہ بے اس کے نماز باطل تو جبکہ تحریمہ کے لیے قیام کر سکتا ہے اور نہ کیا شرط تحریمہ فوت ہوئی تو تحریمہ صحیح نہ ہوئی تو نماز ادا نہ ہوئی اذا فاق الشرط فاق الشرط درمختار میں شرح الوہابیۃ للعلامة حسن بن عمار سے ہے شروط التحویم خطیبت بجمعہا و مہذبۃ حسنا وادی اندھرتزہر و دخول الوقت و اعتقاد دخول و ستر و طہر و القیام الماحذور۔ ردالمحتار میں ہے المحرر بان لا تنال ید اہ رکبتیہ کما مر فلو ادرك الامام واکعافکبر منحنیا لم یصح تحریمتہ اہ شرح التتویر للعلانی میں ہے من فرائضہا التي لا تصح بدوھا التحویۃ قائماً حاشیہ علامہ ابن عابدین میں ہے قوله قائماً هو احد شروطها العشرین الآتیۃ آج کل بہت بھال و ناسی بے طاقتی مرض یا کبر سن میں سرے سے بیٹھ کر فرض پڑھتے ہیں حالانکہ اولاً ان میں بہت ایسے ہیں کہ بہت کریں تو پورے فرض کھڑے ہو کر ادا کر سکتے ہیں اور اس ادا سے ان کا مرض بڑھے نہ کوئی نیا مرض لاحق ہو نہ گہرے نئے کی حالت جو نہ دوران سر وغیرہ کوئی سخت الم شدید ہو صرف ایک گونہ مشقت و تکلیف ہے جس سے بچنے کو صراط نماز میں کھوتے ہیں ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ وہی لوگ جنہوں نے بحیلہ ضعف و مرض فرض بیٹھ کر پڑھے دہی باتوں میں اتنی دیر کھڑے رہے کہ

اُمتی دیر میں رکعت دس بارہ ادا کر لیتے ایسی حالت میں ہرگز قعود کی اجازت نہیں بلکہ فرض ہے کہ پورے فرض قیام سے ادا کریں۔
 کافی شرح والی میں ہے ان لحقہ نوع مشقۃ لم یجز ترک القیام ثانیاً مانا کہ انھیں اپنے تجربہ سابقہ خواہ کسی طبیب مسلمان حاذق
 عادل مستور الحال غیر ظاہر الفسق کے اخبار خواہ اپنے ظاہر حال کے نظر صحیح سے جو کم ہمتی و آرام طلبی پر مبنی نہ ہو بطن غالب معلوم ہے کہ
 قیام سے کوئی مرض جدید یا مرض موجود شدید و مدید ہوگا مگر یہ بات طول قیام میں ہوگی تھوڑی دیر کھڑے ہونے کی یقیناً طاقت رکھتے ہیں
 تو ان پر فرض تھا کہ جتنی قیام کی طاقت تھی اتنا ادا کرتے یہاں تک کہ اگر صرف اللہ اکبر کھڑے ہو کر کہہ سکتے تھے تو اتنا ہی قیام میں
 ادا کرتے جب وہ غلبہ ظن کی حالت پیش آتی بیٹھ جاتے یہ ابتداء سے بیٹھ کر پڑھنا اب بھی ان کی نماز کا مفید ہوا۔ ثالثاً ایسا بھی ہوتا
 ہے کہ آدمی اپنے آپ بقدر تکبیر بھی کھڑے ہونے کی قوت نہیں رکھتا مگر عصا کے سہارے سے یا کسی آدمی خواہ دیوار پر تکیہ لگا کر کل یا
 بعض قیام پر قادر ہے تو اس پر فرض ہے کہ جتنا قیام اس سہارے یا تکیہ کے ذریعے سے کر سکے بجائے کل توکل یا بعض تو بعض ہر
 صحیح مذہب میں اس کی نماز نہ ہوگی فقد مر من الدس ولو متکئا علی عصا و حائط تبیین الحقائق میں ہے لو قدر علی القیام
 متکئا للصیحۃ انہ یصلی قائما متکئا ولا یجزیہ غیر ذلک و كذلك لو قدر علی ان یعتمد علی عصا و علی خادمہ فانہ
 یقوم و یتکئی یہ سب مسائل خوب سمجھ لیے جائیں باقی اس مسئلہ کی تفصیل تام و تحقیق تمام ہمارے فتاویٰ میں ہے جس پر اطلاع نہایت ضرور
 و اہم کہ آج کل نادان حق سے جاہل تو جاہل بعض مدعیان علم بھی ان احکام کا خلاف کر کے ناحق اپنی نمازیں کھڑے اور صراحتہ مرکب گناہ و ناکامی
 ہوتے ہیں و باللہ العصۃ و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم و اللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علہ جملہ جہاد اتم و احکم۔

مسئلہ - ۱۱۔ محرم الحرام ۱۳۱۳ھ -

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ الحمد للہ کے بعد جو سورۃ پڑھی جائے اُس پر بھی بسم اللہ شریف پڑھنی چاہیے یا نہیں بعض
 لوگ کہتے ہیں یہ ناجائز ہے اس لیے کہ ضم سورۃ واجب ہے اور بسم اللہ شریف پڑھنے سے ضم نہ ہوا فصل ہو گیا یہ قول ان کا کیا ہے۔

الجواب

ہمارے علمائے محققین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کتب مستندہ میں روشن تصریحیں فرما رہے ہیں کہ ابتدائے سورۃ پر بھی بسم اللہ شریف
 پڑھنی مطلقاً مستحب و مستحسن ہے خواہ نماز سر یہ ہو یا جبرہ اور صلات اور شاد فرماتے ہیں کہ اس کا ناجائز ہونا درکنار ہمارے اللہ مذہب رضی اللہ
 تعالیٰ عنہم میں کوئی اس کی کراہت کا بھی قائل نہیں بلکہ سب ائمہ کرام بالاتفاق اسے خوب و بہتر جانتے ہیں اختلاف صرف نسبت میں ہے
 کہ جس طرح سرفاتحہ پر بسم اللہ شریف بلاشبہ سنت ہے یوں ہی سر سورۃ پر بھی سنت ہے یا مستحب امام محمد کے نزدیک سر یہ میں سنت کے
 محیط و ضمرات و عقابیر و تنصیفی و غیرہ میں اسی کی نصیح فرمائی اور مذہب امام نفعی استئذان ہے اور اسی پر فتویٰ اور یہی کلمات متون
 لایاقی و لایسمی سے مراد بہر حال اس کی خوبی و حسن پر ہمارے سب ائمہ کا اتفاق ہے پھر اس کے بعد زید و عمرو کو اپنی رائے
 لگانے اور اتفاق ائمہ کرام کے خلاف اجتہاد کرنے کی گنجائش اور وہ بات بھی تو کچھ ٹھکانے کی ہو جس نے چند حرف فقہ کے پٹھے یا
 کسی عالم کی صحبت پائی وہ خوب جانتا ہے کہ ضم سورۃ جو واجب ہے اس کے پیمنی نہیں کہ خاص سورۃ ہی ملانی واجب ہے یہاں تک کہ

بعد فاتحہ وسط سورت سے کسی رکوع کا پڑھنا جائز و موجب ترک واجب ٹھہرے کہ سورت بمعنی معروف کا ملانا اس پر بھی صادق نہیں بلکہ اس سے مراد قرآن عظیم کی بعض آیات ملانے کے خواہ سورت ہو یا نہ ہو بسم اللہ شریف خود ایک آیت قرآن عظیم ہے تو اس کا ملانا قرآن عظیم ہی کا ملانا ہوا نہ کسی غیر کا جو صاحب اتنا بھی خیال نہ فرمائیں انھیں احکام شریعت میں رائے زنی کیا مناسب ہے۔ اب تصریحات علمائے کرام سنئے در مختار میں ہے (لا تسن) بین الفاتحہ والسورۃ مطلقاً ولو سریتہ ولا تکرہ اتفاقاً رد المحتار میں ہے صرح فی الذخیرۃ والمجتبى بانہ ان سمي بين الفاتحۃ والسورۃ المقرأۃ سرّاً وجہراً کان حسناً عند ابی حنیفۃ ورجحہ المحقق ابن الہمام وتلیدہ الحبیبی لشبہۃ الاختلاف فی كونہا آیۃ من کل سورۃ بحر طحاوی میں ہے قولہ ولا تکرہ اتفاقاً بل لا خلاف فی انہ لو سمي لکان حسناً غیر۔ امام ابن امیر الحاج نے علیہ میں عن الذخیرۃ عن المعلی عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم روایت فرمایا انہ اذا قوئہما مع کل سورۃ فحسن بحر الرائق میں ہے لا تسن التسمیۃ بین الفاتحۃ والسورۃ مطلقاً عندہما وقال محمد تسن اذا خافت لا ان جہراً وصح فی البدائع قولہما والخلاف فی الاستئذان اماعد مکرہاً فتفق علیہ ولہذا صرح فی الذخیرۃ والمجتبى الی آخرہ ما مر علامہ حسن شرنبلالی غنیہ ذوی الاحکام میں فرماتے ہیں المراد نفی سنۃ الایتان بما بعد الفاتحۃ وهذا عندہما وقال محمد یسن الایتان بما فی السریۃ بعد الفاتحۃ ایضاً للسورۃ واتفقوا علی عدم کراہۃ الایتان بما بل ان سمي بين الفاتحۃ والسورۃ کان حسناً سواء كانت الصلاۃ جہریۃ اوسریۃ مراقی الفلاح میں ہے لا کراہۃ فیہا ان فعلہا اتفاقاً للسورۃ سواء جہراً او خافت بالسورۃ رحمانیہ در جندی وغیرہما میں محیط سے ہے ذکر الفقیہ ابو جعفر عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ اذا قرء مع کل سورۃ فحسن وهو قول محمد رحمہ اللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از اٹاؤہ متصل کچھری منصفی مسئلہ مولوی محمد حبیب علی صاحب علوی ۹ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ

حامداً و مصلیاً مخلصاً نواز زادکم اللہ مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس طرف جو رسائل شریفہ آنجناب مثل حیات الموت و شاح البید النسی الحاجز۔ ازالۃ العار وغیرہ کے مطالعہ سے شرف اندوزی حاصل ہوئی۔ شکریہ اس کا حوالہ قلم نہیں ہو سکتا ہے واقعی آپ کا طرز ایسے مسائل میں تحقیق کا ادروں سے نرالا ہے اور ہمہ وجہ سب سے اعلیٰ ہے آپ نے پائے تحقیق مسائل نزاعیہ میں مراتب عالیہ کو پہنچا دیا ہے جزاکم اللہ خیر الجزاء۔ اس عریضہ کی تسطیر کی بالفصل یہ ضرورت درمیش ہے کہ وقت رکوع در مختار میں الصائغ کبیین کو مسنون دو مقام پر تحریر کیا ہے شامی ثبوت سنونیت میں کوئی حدیث تحریر نہیں کی بلکہ کچھ زیادہ تعرض اور لحاظ نہیں منہ مایا صاحب مفتاح الصلوۃ نے احادیث اور ظاہر الروایہ میں وارد ہونا تحریر کر کے الصائغ کو بمعنی قرب و اتصال تصریح کر کے زیادہ تحقیق کا حوالہ اپنے حواشی پر لکھ دیا دریافت طلب امر صرف امور ذیل ہیں (۱) سنونیت الصائغ کبیین فی الركوع کہاں سے ثابت ہے کون حدیث دلیل قول صاحب در مختار ہے اور وہ کہاں تک قابل عمل اور اعتماد ہے۔ صاحب مفتاح الصلوۃ کا بیان نسبت اس مسئلہ کے مجیبہ صحیح ہے یا کیا۔ دیگر متون معتدہ فقہ مذہب حنفی میں اس سنت رکوع کا بیان کیوں نہیں درج ہوا ہے قسائل

بعض فقہائے کیوں گوارہ فرمایا۔ عبارت فتاویٰ در مختار ہر دو مقام سے اور عبارت مفتاح الصلوٰۃ بقید صفحہ ذیل میں درج ہے
غایۃ الادوار ترجمہ در مختار صفحہ ۱۳ سنن نماز و طریق ادا اے نماز و تکبیر الکرکوع و کذا الرفع منہ بحيث یستوی قائما و السبیم فی ثلاثا و الصاق
کعبیہ و ینصب ساقیہ مفتاح الصلوٰۃ صفحہ ۹۲ مجتبیٰ کہ تصنیف امام ناہی است از سنونات کرکوع الصاق کعبین باستقبال انگشتاں بولے قبلہ
سنون گفتہ است لیکن در حدیث صحیح در کتب ظاہر الروایۃ ظاہر فی شہرہ ہر دو اہل کعب بولے کعب بیکر باشد چنانکہ صاحب قاموس معنی الصوق گفتہ
زیرا اگر الصاق در وقت کرکوع کند حرکت کثیر لازم می آید یا آنکہ استقبال انگشتاں نمی ماند و سنت قیام می رود کہ فرج چار انگشت سنون است و موبد امالہ قول
نحوین است الباء لا لاصاق یعنی القرب و در حدیث نیز الصاق الکعب یعنی القرب و المقابلہ واقع است پس مقابلہ کعب بکعب
نیز ارادہ می توان نمود چنانکہ تحقیق این مسئلہ در حواشی بحر الرائق کاتب تفصیل مذکور نموده واللہ اعلم

الجواد

مکرمی کرم فرمایا اکرم اللہ تعالیٰ السلام علیکم در حمتہ اللہ و برکاتہ۔ خاتمۃ المدققین علامہ علائی دمشقی صاحب در مختار علی اللہ تعالیٰ انقا
اس مسئلہ میں متفرق نہیں اُن سے بھی پہلے علمائے اس کی تصریح اور ان کے بعد ناقلین و ناظرین نے تقریر و توضیح فرمائی۔ علامہ ابراہیم
جلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں السنۃ ایضا فی الکرکوع الصاق الکعبین و استقبال الاصابع القبلة شرح نقایہ للعلامة
الشمس القستانی میں ہے ینبغی ان یزاد مجافا عضدیہ ملصقا کعبیہ مستقبلا اصابعہ فانها سنۃ کما فی الزاہدی
بعینہ اسی طرح علامہ سید ابوالسعود ازہری نے فتح اللہ العین میں علامہ سید حموی سے نقل کیا علامہ بحر الفقہ زین الفقہا بحر الرائق میں شرح
قدوری سے نقل فرماتے ہیں والسنۃ فی الکرکوع الصاق الکعبین و استقبال الاصابع القبلة طحاوی علی مرا فی الفلاح میں ہے
وسن ابعاد مرفقیہ عن جنبیہ والصاب کعبیہ فیہ و استقبال اصابعہ القبلة ای اصابع رجلیہ کذا فی الفہستانی
عن الزاہدی طحاوی علی الدر میں ہے والصاب کعبیہ حالۃ الکرکوع هذا ان تیسرہ والا فکیف تیسرہ علی الظاہر
رد المحتار میں ہے والصاب کعبیہ ای حیث لا عند رؤس ظاہر الروایۃ میں محمود نہیں نہ ظاہر الروایۃ خواہ متون میں عدم ذکر ذکر
عدم متون مختصرات ہیں اور غالباً نقل ظاہر پر مقرر زیادت۔ بترجیح معتدین اگر مسلم نہ ہوں تو مذہب کا ایک حصہ قلیلہ ہاتھ میں رہ جائے
نتیجہ بنائے گا کہ سنن درکن بعض واجبات و فرائض و منہیات و نواہی تک عامہ متون میں نہیں۔ رہی دلیل وہ مجتہد کے پاس ہے نہ ہلما
عدم وجہان و جہان عدم ہمارے لیے نصوص فقہیہ ہیں اور نصوص حتی الامکان ظاہر پر محمول اور جب تک حقیقت بنے مجاز کی طرف عدول
نامقبول الصاق کے معنی حقیقی وصل و چسپانیدن چیز سے بچیز ہے نہ مجرد محاذات یا امالہ قاموس میں فقیر نے اس معنی کا نشان نہ پایا و ان
کان فہوم الحجاز وقد عدوا من عیوب القاموس کما ذکرہ العلامة الزرقانی فی عدۃ مواضع من شرح المواہب وغیرہ فی
غیرہ اندہ یند کر المعانی المجازیۃ ای فیوہم الوضع لہا الان موضوع کتب اللغۃ بیان المعنی الموضوع لہ اللفظ زبان عرب میں استعمال
(ب) مواضع الصاق حقیقی سے مختص نہیں وہ جس طرح۔ و اسمحوا برؤسکم میں اپنی حقیقت ہے یہیں مررت بزیہ میں تو الباء لا لاصاق کا
بطریق محرم مجاز معنی قرب پر حمل واجب ہو ہیں حدیث صحیح نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما لیسوا الرجل منا یلزم کعبہ بکعب صاحبہ

وحدیث اصح انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کان احدنا یلزم منکبہ بمنکب صاحبہ وقد مرہ بقدمہ میں در بارہ کعبہ اقدام ارادہ معنی حقیقی پر اقدام نہیں ہو سکتا کہ قیام میں سنت تقریب قدیم ہے خود صاحب مفتاح رحمہ اللہ کو سلم کہ فرجہ چار انگشت سنون است اگر اس تجدید کی بھی سند پوچھے تو کتاب الاثر میں امام سے روایت ملے گی یا امام اقطع کا قول نہ بالخصوص حدیث صحیح یا ظاہر الروایۃ دون کی تصریح بہر حال ایسی تفریح کہ زید کا کعبہ ادا ہو کر اُدھر کر کے کعب سے ملحق ہو صراحتہ شان ادب کے بھی خلاف و شیعہ ہے تو قیام دلیل کے باعث مجاز پر حمل ہرگز تجویز بے دلیل کے دستاویز نہیں ہو سکتا یہاں مجرد محاذات مراد لینے کا تو کوئی محل ہی نہیں یہ علماء سے خاص سنت رکوع بتاتے ہیں اور محاذات ہرگز اس سے خاص نہیں قیام خواہ سجود میں کب چاہیے کہ ایک پاؤں آگے یا پیچھے ہو اور صرف مالہ مراد ہونے پر بھی اصلاً کوئی دلیل نہیں الصاق کو مستلزم حرکت کثیرہ ماننا سخت عجیب ہے بالفرض اگر قیام میں تفریح تام سنون ہوتی جب بھی الصاق میں کثیرہ نہ تھی علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ایک صفت کی قدر چنان بھی حرکت قلیلہ ہے نہ صرف قدیم کا مالینا کثیرہ ہو ہذا عجیب جدا درمختار میں ہے مشی مستقبل القبلة هل نقصد ان قدر صفت ثم وقت قدر رکن ثم مشی و وقت کذا و کذا لا نقصد ان کثر ما لم یختلف المکان الخ و تمام تفصیلہ و تحقیقہ فی رد المحتار اور اگر کثیرہ سے کثیرہ فقہ مراد نہ لیجیے تو وہاں ہرگز کثیرہ لغویہ بھی نہیں اور ہوتی بھی تو نفی سنت پر اس سے استدلال از قبیل مصادرہ ہوگا کہ تحصیل سنت کے لیے حرکت قلیلہ قطعاً مطلوب اگرچہ بالاضافہ لغت کثیرہ ہو تو اس فعل پر بوجہ لزوم حرکت اعتراض اس پر موقوف کہ سنت مصرحہ فقہاً باطل ہو کر فعل عبث و خارج عن افعال الصلوۃ قرار پائے اور حقیقت امر پر نظر کیجیے تو نہ یہاں اقدام کو ان کے مواضع سے ٹکرائے کی ضرورت ہوتی ہے نہ انگلیوں کے استقبال میں فرق آتا ہے نہ فرجہ چار انگشت ہاتھ سے جاتا ہے یہ تو ہرگز نہ سنون نہ مطلوب کہ پاؤں اپنی وضع خلقی کے خلاف رکھے جائیں اور ان کی سطح طویل ہرگز ہمہ ارا نہیں تو پنچوں سے ایڑیوں تک ہر جگہ چار انگشت کا فرج ہونا غیر منظور بلکہ قطعاً مقصود یہ ہے کہ صدور اقدام میں اتنا فرج رکھے اور پاؤں کو اپنے حال فطری پر چھوڑے نہ یہ کہ ایڑیوں میں بھی اس قدر فرج حاصل کرنے کے لیے انھیں دہنے بائیں ہٹائے پاؤں کی تخلیق اس طرح واقع ہوئی ہے کہ صدور یعنی پنچوں میں فضل زائد اور اعقاب یعنی ایڑیوں میں کم ہے جتنا فضل پنچوں میں رکھیے اور پاؤں وضع فطری پر رہنے دیجیے تو ایڑیوں میں یقیناً اس سے فضل کم ہوگا اور کعبین میں کہ بلند و برآمدہ ہیں اور بھی کم ہوگا تو دونوں تلوے بجائے خود جے رہنے کے ساتھ ایک خلیفہ امالہ کعبین میں ٹخنے بلا تکلف مل جائیں گے جس پر کم از کم ہر روز جنس بار کا تجربہ شاہد ہے کہ آخر تصریح مذکورہ علماء دیکھیے کہ الصاق کعبین اور ان کے ساتھ ہی استقبال اصابع کی سنت لکھ رہے ہیں ان میں متانی ہوتی تو کیا متناہیین کو سنون سنون بتاتے ہاں جسے فرج ہی مفرد وغیرہ کوئی عذر ایسا ہو کہ سرے سے پنچوں ہی میں چار انگل فضل نہ رکھ سکے بلکہ معتد بہ زیادت پر مجبور ہو مثلاً بالشت بھر کا فاصلہ تو وہ بیشک کعبین نہ ملا سکے گا جب تک پنچوں کو دہنے بائیں اور ایڑیوں کو اندر کی جانب حرکت نہ دے اور اب بیشک ٹکرائے بھی پائی جائے گی اور استقبال اصابع بھی نہ رہے گا غالباً ہی صورتہ خاصہ اس وقت صاحب مفتاح کے خیال مبارک میں ہوگی ایسا شخص نہ اس سنت قیام یعنی فرجہ چار انگشت پر قادر نہ ہم اس کے لیے الصاق کعبین سنون کہیں علامہ طحاوی کا ارشاد سن چکے کہ ہذا ان تیسرے علامہ شامی کا افادہ گزرا کہ اسی حیث لا عذر اس قدر کلام کا جواب تو یہ توفیقہ تعالیٰ بنگاہ اولیں معاصر خاطر

قاتر ہوا باقی ان کا حاشیہ بجا کر لے دیکھنا رہا مگر بعد تعالیٰ امید یہ ہے کہ اس بیان کے بعد کسی اعتراض کی گنجائش نہیں وباللہ التوفیق واللہ تعالیٰ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از گونڈہ ملک اودھ مدرسہ اسلامیہ مدرسہ حافظ عبدالعزیز صاحب مدرس مدرسہ مذکورہ ۱۳ جمادی الآخرہ ۱۳۱۹ھ بعض مقلدین اور غیر مقلدین عموماً قومیہ جلسہ میں دیر تک ٹھہرتے ہیں یہ کیسا ہے۔

الجواب

قومیہ جلسہ کے اذکار طویلہ نوافل پر محمول ہیں ولہذا ہمارے ائمہ فرائض میں انہیں مسنون نہیں جانتے اور شک نہیں کہ فرائض میں تطویل فاحش خلاف سنت ہے اور امام کے لیے تو قطعاً ممنوع جبکہ مقتدیوں میں کسی پر بھی گراں ہو یاں منفرد بعض کلمات کا اثر بڑھائے تو حرج بھی نہیں یہ ہیں امام بھی جبکہ مقتدی محصور اور سب راضی ہوں رہا مقتدی وہ آپ ہی اتباع امام کرے گا اگر امام کے کہ وہ نہیں فی الدرا المختار مجلس بین السجدتین مطمئنا وليس بينهما ذكر مسنون وكذا ليس بعد رخص من الركوع دعاء وكذا الايات في ركوعه وسجوده بغير التبيين على المذهب وما ورد محمول على النقل محرر مذهب سيدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ جامع صغیر میں فرماتے ہیں قال ابو يوسف سألت ابا حنيفة عن الرجل يرفع راسه من الركوع في الغريضة يقول اللهم اغفر لي قال يقول ربنا لك الحمد ويسكت وبين السجدتين يسكت عليه من يقول متن ولا يزيد على هذا فرمايان اراد الزيادة فما ورد في السنة فينبغي ان يكون هذا في حق الامامة اذا كانت التحليل على القوم وفي حق المقتدى اذا لم يفعل الامام ذلك اما المنفرد او الامام اذا كان لا يتقل على القوم اتيانا بذلك او المقتدى اذا كان امامه قد اتى به فليسوا بممنوعين من زيادتهم به على ذلك ولا سيما المنفرد في النوافل ومن ادعى ذلك فعليه البيان اسی میں دو ورق بعد ہے صرح مشائخنا بحصل ما فی حدیث علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی النوافل علی انہ ثبت فی المسکتوبہ فلیکن فی حالۃ الانفراد فی حالۃ کونہ اماما والما مومون محصورون لا یثقلون بذلك کما نصت علیہ الشافعیۃ ولا ضیغ فی التزامہ الخ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از مدرسہ مصباح التہذیب سولہ برلوی محمد سلطان الدین صاحب بنگالی ۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ نماز میں دونوں سجدے فرض ہیں یا ایک فرض اور دوسرا واجب اگر یہ مسئلہ اختلافیہ ہے تو قول قوی اور رائج کون ہے اور اس کی دلیل کیا ہے اور دوسرے کے مرجوح و ضعیف ہونے کی کیا دلیل مع دلائل معتبرہ بحوالہ کتب بیان فرمایا جاوے۔ بینوا قوجروا عند الجلیل۔

الجواب

اجماع امت دونوں سجدے فرض ہیں اصلاً اس میں کسی عالم کا خلاف نہیں کہ قوی و رائج بتایا جائے اس کا منکر اجماع اسکا منکر ہے۔ در ذہن ہوئے ایک طالب علم نے فقیر سے یہ مسئلہ پوچھا تھا فقیر نے عرض کی دونوں فرض ہیں مات سموع ہوا کہ مدرسین متوہین

مصباح التہذیب و اشاعت العلوم سے مولوی محمد عثمان صاحب ولایتی تو ایسا ہی بتاتے ہیں باقی سب خلاف پر ہیں سجدہ اولیٰ کو فرض اور ثانیہ کو واجب کہتے ہیں اور اس کی سند شرح وقایہ و ہدایہ کی عبارت بتاتے ہیں بلکہ ایک نے مولوی صاحب محمود نام کہ دیوبند ہی تعلیم کے فاضل ہیں فقیر کے قول کو محض بے دلیل فقیر کا اپنا اجتہاد دلیل قرار دیتے ہیں یہ سن کر نہ صرف تعجب بلکہ نام علم پر سخت انصوں انا شہد انا الیہ راجعون فقیر غفرلہ اللہ بلا مبالغہ دوسو کلمات علمائے کرام سے اس کی سندیں پیش کر سکتا ہے جن سے ثابت ہو کہ مخالفین مسئلہ کو فقہ سے کس قدر غفلت ہے مگر مسئلہ نہایت وضوح سے واضح ہے اور اطالت موجب طالت لہذا صرف دس نصوص صریحہ پر قناعت نص اول بحر الرائق میں کنز الدقائق کے قول فرضها التعمیمة والقیام والقراءة والركوع والسجود کی شرح میں فرمایا اركعوا واسجدوا والاجماع علی فرضیتہما و رکینتہما والمراد من السجود السجدة تان فاصله ثابت بالكتاب والسنة والاجماع وكونه مثنی فی کل رکعة بالسنة والاجماع نص ثانی امام محمد محمد بن امیر الحاج علیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں م والخاصة السجدة مثنی ای والفريضة الخامسة من الفرائض الست المشتمل علی فرضیتہما الصلاة السجدة والاولی السجدة تان فی کل رکعة ثم اصل السجدة ثابت بالكتاب والسنة والاجماع وكونه مثنی فی کل رکعة بالسنة والاجماع ولا خلاف فی کوفہما من ارکان الصلاة ایضاً یہاں تصریح ہے کہ فرضیت درکار دونوں سجدے بالاجماع رکن نماز ہیں نص ثالث مبطل امام شیخ الاسلام پھر حلیہ میں دو سجدے فرض ہونے کی حکمت بیان فرمائی ہذا ما روئی فی الاخبار ان الله تعالى لما اخذ الميثاق من ذرية آدم عليه الصلاة والسلام حيث قال عز وجل واخذ ربك من بنی آدم من ظهورهم ذریعتهم الاية امرهم بالسجود تصديقا لما قال فنجحد المسلمون كلهم وبقي الكفار فلما رفع المسلمون رؤسهم رأوا الكفار لم يسجدوا والسجود واثانیا شكوا لما وفقهم الله تعالى علی السجود الاول فصار المفروض سجدتين بهذا الركوع مرة نص رابع رائق الفلاح میں تھا یفترض السجود علامہ طحطاوی نے حاشیہ میں فرمایا المراد منه الجنس ای السجدة تان نص خامس درالحکام شرح غرر الاحکام للعلامہ مولیٰ خسرو میں ہے فان قيل فرضية الركوع والسجود ثبتت بقوله تعالى اركعوا واسجدوا والا مولا يوجب التكرار ولذا لا يجب تكرار الركوع فماذا ثبت فرضية تكرار السجود قلنا قد تقرران آية الصلاة مجملة وبيان المجهمل قد يكون بفعل الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم وقد يكون بقوله وفرضية تكراره ثبت بفعله المنقول قوا ترا اذ كل من نقل صلاة الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم نقل تكرار سجدة نص سادس نقایہ میں تھا فرضها التعمیمة (الی قولہ) والمجود جامع الروض میں ہے ای السجدة تان فان اسما الجنس يدل علی العدد الخ نص سابع اسی کے واجبات میں ہے (ورعاية الترتیب) بین ارکان کل رکعة فوجب ان يكون السجود بعد الركوع والسجدة الثانية بعد الاولى یہاں سے بھی ظاہر کہ دونوں سجدے رکن ہیں نص ثامن فتح المبین للعلائے السید ابی المسعود الا زمہری میں ہے السجدة تان فرضان فی کل رکعة نص تاسع علامہ شرنبلالی اپنے صفتن نور الابصار اور اس کی شرح میں فرماتے ہیں (و) یفترض (العود الی السجود) الثاني لان السجود الثاني كالاول فرض باجماع الامة نص عاشر بجنتی شرح قدوری پھر مندیہ میں ہے السجود الثاني كالاول باجماع الامة - ہدایہ کی طرف اس زعم باطل و

وہم عاقل کی نسبت تو محض غلط و بے منشا ہے اور شرح وقایہ سے یہ مطلب سمجھا عدم تدبیر و سورنہم سے پیدا امام صدر الشریعہ کی عبارت ہے فی اہدایہ و مراعاة الترتیب فیما شرع مکررا من الافعال و ذکر فی حواشی الہدایہ نقلا عن المبسوط کا مسجد کا سجدہ فائدہ لو قام الی الثانیۃ بعد ما سجد سجدۃ واحدة قبل ان یسجد الاخری یقضیہا و یکون القیام معتبرا لانه لم یتزل الا الواجب قلت فہم نے یہ سمجھا یا کہ لم یتزل الا الواجب میں واجب سے سجدہ ثانیہ مراد ہے حالانکہ یہ واضح الفادہ ہے سجدہ ثانیہ کو تو فرمایا یقضیہا آگے فرمایا و یکون القیام معتبرا جب سجدہ ثانیہ مراد ہے حالانکہ اس کی قضا کر چکا سجدہ متروک کب ہوا موخر ہوا ترک و تاخیر میں جو فرق ہے ہر عامی پر روشن ہے ترک فرض مبطل صلاۃ ہے اور تاخیر موجب سجود بلکہ واجب سے مراد ترتیب ہے کہ بوجہ تاخیر سجدہ ثانیہ و تقدیم قیام ثانیہ متروک ہوئی یہ خود نفس کلام سے واضح ہے کہ یہاں گفتگو واجب ترتیب میں ہے ابتدا میں بشمار واجبات فرمایا تھا و رعایۃ الترتیب فیما تکرر کلام مذکور کے بعد فرمایا اقول قولہ فیما تکرر لیس بقید یوجب نفی المحکمہ عما عداہ فان مراعاة الترتیب فی الارکان الکی لم تکرر فی رکعۃ واحدة کالروکوع و نحوه واجبة ایضا اخیر میں اس تام کلام پر تفریع فرمائی فعلما ان رعایۃ الترتیب واجبة مطلقا دیگر علما نے کرام نے مراد کو خوب واضح کر دیا کہ ترتیب ہی کو واجب کہا گیا نہ کہ سجدہ ثانیہ کو علامہ اہل الدین بابر فی شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں مراعاة الترتیب فیما شرع مکررا یعنی فی الركعة الواحدة کا مسجدہ الثانیۃ من الركعة الاولى فان من ترکھا ساھیا وقام و اتم صلاتہ ثم تذکر فان علیہ ان یسجد السجدة المتروکة و یسجد للسجود لترك الترتیب علیہ میں ہے لو ترک السجدة الثانیۃ من الركعة الاولى سہوا وقام الی الركعة الثانیۃ ثم تذکرھا فی آخر صلاتہ لم یفسد صلاتہ بل یسجد المتروکة ثم یسجد للسجود لترك الترتیب لان ترك الواجب الاصلی ساھیا یوجب سجود السجود بالاتفاق جوہرہ نہرہ میں ہے لو ترک السجدة الثانیۃ من الركعة الاولى ساھیا وقام و صلی تمام صلاتہ ثم تذکرھا فعلیہ ان یسجد المتروکة و یسجد للسجود لترك الترتیب فیما شرع مکررا فتح القدیر وغیرہ شرح منہ و بحر الرائق وحاشیۃ الشبل علی تبیین الحقائق وغیرہ کتب کثیرہ میں ہے و هذا اللفظ الغنیة مخضو لا علم بالمشروع فرضا فی الصلاۃ اربعة افواخ ما یتحذف فی کل الصلاۃ کالقعدة او فی کل رکعة کالقیام والروکوع وما یتعدد فی کلھا کالركعات او فی کل رکعة کالسجود فالترتیب شرط بین ما یتحذف فی کل الصلاۃ و بین جمیع ما سواہ من الثلثة الاخری حتی لو تذکر بعد القعدة قبل السلام او بعده قبل ان یاتی بمناب رکعة او سجدة صلیبۃ او سجدة تلاوة فعلھا و اعادة القعدة و یسجد للسجود والترتیب بین ما یتکسر فی کل رکعة کالسجود و بین ما بعده واجب حتی لو ترک سجدة من رکعة ثم تذکرھا فیما بعدھا من قیام اورکوع او سجود فائدہ یقضیہا ولا یقضی ما فعلہ قبل قضا ثلثا ما ہو بعد رکعتھا من قیام اورکوع او سجود بل یلزمہ سجود السجود فحسب لکن اختلف فی لزوم قضاء ما تذکر فقضاھا فیہ کما لو تذکر و هو راكع ہو ساجد انه لم یسجد فی الركعة الکی قبلھا فائدہ یسجدھا و هل یعید الروکوع او السجود المتذکر فیہ ففی الہندیۃ انه لا یمجب اعادۃ بل تستحب معللا بان الترتیب لیس بفرض بین ما یتکسر من الافعال و فی فتاویٰ قاضی خان انه یعیدا و لو لم یعد فشدت صلاتہ معللا بانہ ارتقض بالعود الی ما قبلہ من الارکان لانہ قبل الرفع منہ یقبل الرض بخلاف ما لو تذکر السجدة بعد ما رفع من الروکوع لانہ بعد ما تم بالرفع

لا یقبل الوضوء ان عبارات میں اس فائدے کے علاوہ دو فائدہ زائدہ ہیں ایک سجدہ کو فرض مکرر کہنا معلوم ہوا کہ دونوں سجدے فرض ہیں دوم وہ تعلیل کہ جب پہلی رکعت میں ایک سجدہ بھول گیا اور مثلاً دوسری کے رکوع میں یاد آیا کہ مٹا اس کی قضا کر لی تو اس رکوع کا پھر اعادہ کرے کہ رکن سابق کی طرف عود کرنے سے یہ رکوع کان لم یکن ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ سجدہ ثانیہ صرف فرض ہی نہیں بلکہ رکن ہے اور ہدایہ میں جو اس رکوع کا اعادہ صرف سجدہ جاتا اور یہی رائج ہے اس کی وجہ یہ فرمائی کہ جو فرض ایک رکعت میں مکرر رہے یعنی سجدہ اس میں اور اس کے بعد فرض مثلاً قیام و رکوع و سجود رکعت آئندہ میں ترتیب فرض نہیں صرف واجب ہے کہ اس کے ترک کی تلافی سجدہ ہو حاصل غرض مسئلہ آفتاب کی طرح روشن ہے مقدس مدرسین سے بنظر خیر خواہی گزارش کہ فرض قطعی و اجماع امت کا انکار ہرگز نہیں لہذا اگر مناسب جانیں کلمہ اسلام و نکاح کی تجدید فرمائیں آئندہ اختیار و ما التوفیق الا باللہ العزیز الغفار واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ مسئلہ منظر حسین امام مسجد گول بازار ضلع بلاسور سی۔ پی۔ دوکان شیخ سلیمان عمر صاحب جنرل مرحٹ، ۲۲ محرم ۱۳۳۸ھ زید نماز میں صرف بحالت رکوع و سجود الصاق کعبین کرتا ہے عمر دکتا ہے کہ یہ فعل وہابیوں کا ہے حرام ہے اور واجب التکرار ہے سختی لوگ اس فعل کو جائز سمجھیں یا مکروہ تحریمی۔

الجواب

حاشا سدہ یہ فعل وہابیہ کا ہے نہ حرام نہ واجب التکرار بلکہ رکوع میں الصاق کعبین غنیہ شرح منیہ و جامع الرموز و مجتبى شرح قدوری و بحر الرائق و در مختار و حاشیہ حموی و فتح اللہ المعین و طحاوی علی مرقی الفلاح و علی در مختار و غیرہ میں سنت لکھا وقد ذکرنا تفصیلاً جزیلاً فی فتاویٰ در مختار میں ہے سننھا تکبیر الکرکوع و التسمیہ فیہ ثلاثاً و الصاق کعبیہ اسی کی صفۃ الصلاۃ میں ہے یخرج اصابعہ و لیس ان یلصق کعبیہ اور سجدہ میں الصاق کعبین کو علامہ سید ابوالسعود ازہری نے حواشی کنز میں سنت بتایا سنن میں فرمایا (الصاق کعبیہ فی السجود سنۃ) صفۃ الصلاۃ میں فرمایا کما یسن الصاق الکعبین فی الکرکوع فکذا فی السجود ایضاً ہاں در بارہ سجود یہ صرف انھیں کا بیان ہے اگرچہ علامہ طحاوی نے اُن کا اتباع کیا اور شرح علانی کا حوالہ سہواً واقع ہوا اُس میں صحت در بارہ رکوع مذکور ہے اور علامہ شامی نے جو اس کی توجیہ فرمائی محل کلام ہے طحاوی علی الدر میں ہے قولہ لیس ان یلصق الخ ای فی الکرکوع و السجود ابوالسعود رد المحتار میں ہے قال السید ابوالسعود کذا فی السجود و سبت فی السنن الہ۔ والذی سبت ہو قولہ الصاق کعبیہ فی السجود سنۃ و اہ ولا یحیی ان ہذا سبت نظر فان شارحنا لعدین کوزلک لا فی الدر المختار ولا فی الدر المنقہ و لہ اربع لغیرہ ایضاً فافہم نعم بما یفہم ذلک من انہ اذا کان السنۃ فی الکرکوع الصاق الکعبین و لہ ید کروا تقریحہما بعدہ فالاصل بقاء ہما ملتصقین فی حالۃ السجود ایضاً تأمل اہ ما فی الشامی و رأیتنی کتبت علیہ ما فیہ راقول) تأملنا فلم نجدہ و افینا فان الحریکہ الا تنقلیۃ الی السجود ان خلی فیہا الطبع اتی بالتقریح الا ان یحافظ علی الا لصاق بالمقلد الخاص و مثل ہذا الایحتاج الی البیان بل الاقتصار علی ذکرہ فی الکرکوع دلیل علی انہ لا یطلب الا فیہ و الا لذلک و فی السجود ایضاً فاعرفہ فان الامر واضح و بعض متأخرین علما نے در بارہ رکوع بھی سنت میں کلام کیا ولہ فی ذلک

رسالۃ عندی واقصی ما یقال هنا ان عامة الكتب المنهية مخالفة عنه وانما انه للزاهدی والباقون انما تبعوه وقد
بلینت فی کتابی کفل الفقیہ الفاضل ان الغرایة لا تتدفع بکثرة الناقلین اذ المملکین مرجعهم الا واحد الا سیما مثل الزاهدی
بهر حال اسے حرام و فحل وہابیہ کہنا نادانی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ مسئلہ از نجیب آباد ضلع بجنور، رازی الحجہ ۱۲۹۰ھ

ناز میں سبحانک اللهم پڑھنا فرض ہے یا واجب مقتدی سبحان ختم کرنے نہ پایا تھا کہ امام نے قرات شروع کر دی اس کو ناتمام
چھوڑ کر خاموش ہو جانا پڑے یا فوراً ختم کر کے خاموش ہو جانا چاہیے ایک وہابی داعظ نے سبحان کے بارہ میں ایک شخص سے یہ مسئلہ بیان
کیا کہ اگر امام نے قرات شروع کر دی ہو اور اب کوئی شخص اگر جماعت میں شامل نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ سبحان اللہ اس طرح پڑھے کہ جہاں جہاں
امام سانس لینے کی غرض سے ذرا بھی رُکے اس وقت ایک ایک بول کر کے سبحان کو پڑھ لیا جائے مثلاً جب اول مرتبہ رکا تو فوراً کہے سبحانک
اللہم پھر جب دوسری مرتبہ پڑھنا تو کہے و بجز کہ پھر جب تیسری بار سانس لیا تو کہنا چاہیے و تبارک اس کے غرض اسی طرح ختم کر لیا جائے
ایسا ہر ناز میں کر سکتے ہیں مگر مغرب میں خواہ پہلی رکعت میں شامل ہو یا دوسری میں سبحان تیسری رکعت میں اور عشا میں تیسری یا چوتھی رکعت
میں بھی پڑھ سکتے ہیں خواہ دوسری ہی رکعت میں شامل ہوں کیا یہ طریقہ ٹھیک ہے بغیر سبحان کے ناز ہو جاتی ہے یا نہیں۔

الجواب

سبحانک اللهم اُسی وقت تک پڑھ سکتے ہیں کہ امام قرات باؤازہ شروع کر لے جب قرات جہری شروع کر دی اب خاموش رہنا
اور سننا فرض ہے وہ جو وہابی نے بتایا کہ امام کی ٹھہرنے کی جگہ ایک ایک دو دو لفظ کہہ کر پورا کرے ضعیف و غیر مختار اور وہ جسے
استثنا کیا کہ ایسا ہر ناز میں کر سکتے ہیں مگر مغرب میں نہیں یہ محض باطل اور اس کا اپنا ایجاد ہے جس روایت ضعیفہ میں یہ طریقہ ہے
اس میں مغرب میں بھی ایسا ہی ہے اور مذہب صحیح میں کہ اُس کی اجازت نہیں فجر و مغرب و عشا کسی میں ایسا نہیں اور اس کا یہ کہنا
بھی محض غلط ہے کہ جو دوسری رکعت میں شامل ہو اور وہ تیسری یا چوتھی میں سبحانک پڑھ سکتا ہے سبحانک اللهم کی جگہ ابتدائے ناز
ہے جب دوسری میں ملا تو تیسری یا چوتھی ابتدائے ناز تک ہے کہ اُس میں سبحانک پڑھے ہاں وہ جو ایک رکعت اس کی رہ گئی بعد
سلام امام جب اُسے پڑھنے کھڑا ہو اس کی ابتدا میں پڑھے کہ یہ اُس کی پہلی رکعت ہے سبحانک پڑھنا سنت ہے بغیر اس کے ناز
ہو جاتی ہے مگر بلا ضرورت ترک سنت کی اجازت نہیں اور عادت ڈالنے سے گناہگار ہوگا اور جو مثلاً پہلی رکعت جہریہ میں ملا اور
قرات شروع ہو جانے کی باعث سبحانک نہ پڑھ سکا اُس پر الزام نہیں کہ اُس نے یہ ترک دائے فرض خاموشی کے لیے حکم شرع کیا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از موضع منصور پور متصل ڈاک خانہ قصہ شیش گردہ تحصیل بیٹری ضلع بریلی مرسلہ محمد شاہ خاں ۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس باب میں کہ دونوں سجدوں کے درمیان میں اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ
وَأَسْتَغْنِيْ وَأَهْدِنِيْ سَبِيْلَكَ وَأَعِزَّنِيْ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ امام کو یا مقتدی کو یا امام و مقتدی بلا اس کے پڑھے دونوں سجدے
ادا کریں۔

الجواب

اللهم اغفر لی کنا امام مقتدی و منفرد سب کو مستحب ہے اور زیادہ طویل و عاسب کہ مکروہ ہاں منفرد کو نوافل میں مضائقہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ازام ترسد فتر پو لیس مرسلہ حمد العزیز ہیڈ کانسٹبل ۲۷ صفر المنظر ۱۳۳۲ھ

بعد سلام علیک حضور کی خدمت میں میری عرض یہ ہے کہ مجھے درود شریف جو نمازیں پڑھا جاتا ہے اُس کی یا کسی دوسری درود شریف کی جو سب درودوں سے افضل ہو اجازت فرمائیں مجھے درود شریف یا کلمہ شریف یا استغفار پڑھنے کا نہایت شوق ہے خدا حضور کو اجر دے گا میں عام طور پر راستہ میں چلتا ہوا دیگر بازار وغیرہ جگہ میں بھی پڑھتا ہوں مجھے عام طور پر درود شریف ہر جگہ پڑھنے کی اجازت ہے یا نہیں حضور برائے مربانی تحریر فرمائیں میں ہر وقت وظیفہ رکھنا چاہتا ہوں یا آیت کریمہ کا یا کوئی دوسرا یہ اس لیے کہ محبت خدا و رسول کی پورے طور پر حاصل ہو جائے جناب مربانی کرے ضرور بالضرر و جلد مجھے آگاہ کہ دیویں درود شریف یا کلمہ شریف استغفار کی نسبت ضرور بالضرر و تحریر فرمائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ تحریر حضور پر عمل درآمد ہوگا۔

الجواب

سب درودوں سے افضل درود وہ ہے جو سب اعمال سے افضل یعنی نماز میں مقرر کیا گیا ہے درود شریف راہ چلتے بھی پڑھنے کی اجازت ہے جہاں نجاست پڑی ہے وہاں رک جائے اور بہتر یہ ہے کہ ایک وقت معین کر کے ایک عدد مقرر کر لے کہ اُس قدر با وضو دو زانو ادب کے ساتھ مدینہ طیبہ کے طرف منہ کر کے روزانہ عرض کیا کرے جس کی مقدار سو بار سے کم نہ ہو زیادہ جس قدر باہر سکے بہتر ہے علاوہ اس کے اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے وضو بہ وضو ہر حال میں درود جاری رکھے اور اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ ایک صیغہ خاص کا پابند نہ ہو بلکہ وقتاً فوقتاً مختلف صیغوں سے عرض کرتا رہے تاکہ حضور قلب میں فرق نہ ہو درود شریف اور کلمہ طیبہ اور استغفار ان سب کی کثرت نہایت محبوب مطلوب ہے کلمہ طیبہ کو افضل الذکر فرمایا اور یہ کہ اللہ عز و جل تک اُس کے پہنچنے میں کوئی رک نہیں اور استغفار کے لیے فرمایا شادمانی ہے اسے جو اپنے نامہ اعمال میں استغفار کثرت پائے اور اپنے تمام اوقات کو درود شریف میں صرف کر دینے کو فرمایا کہ ایسا کرے گا تو اللہ تیرے سب کام بنادے گا اور تیرے گناہ معاف فرمادے گا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از کاہنور ضلع روہتنگ محلہ سیمان مرسلہ بھورے خاں ۱۲ جمادی الاول ۱۳۳۶ھ ہجری

امام کے پیچھے مقتدی سورہ فاتحہ پڑھے یا نہ پڑھے (۲) آمین با و از بلند کہنا درست ہے یا نہیں (۳) بجائے میں کثرت تراویح کے آٹھ رکعت پڑھے تو درست ہے (۴) بجائے تین وتر کے ایک وتر پڑھنا درست ہے یا نہیں۔

الجواب

مقتدی کو قرآن مجید پڑھنا مطلقاً جائز نہیں اللہ عز و جل فرماتا ہے واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں انما جعل الامام لیؤتہ بہ فاذا کبر فکبروا واذ اقرأ فانصتوا۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے تناسل ہے کہ جو امام کے پیچھے پڑھے اُس کے مونہ میں آگ ہو عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں قدرت پاتا تو اس کی زبان کاٹ دیتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) آمین بآواز بلند کہنا نماز میں مکروہ و خلاف سنت ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے وادعوا ربکم تضرعاً وخفیۃً نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں واذ اقال ولا الضالین فقولوا آمین فان الامام یقولہا واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) تراویح میں رکعت سنت ہو کہ وہ۔ سنت ہو کہ وہ کا ترک بد ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں علیکم بسنتی و سنت الخلفاء الراشدين عضوا علیہا بالنواجذ۔ دوسری حدیث میں ہے انہ سیحدث بعدی اشیاء وان من اجہالی لما حدث عمرو واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) ایک رکعت و تراویح نفل باطل محض ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آخر فعل تین رکعت وتر ہے وانما یؤخذ بالآخر فالآخر من فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اتنا یاد رہے کہ یہاں ان مسائل میں مخالفت کرنے والے غیر مقلدین و تابعین ہیں جن پر بوجہ کثیرہ ان کے ضالہ کے سبب کفر لازم جس کی قدرے تفصیل ہمارے رسالہ الکوکبۃ الشہابیۃ میں ہے وہ کہ مسلمان ہی نہیں انھیں ایسے فرعی مسائل اسلامی میں دخل دینے کا کیا حق ان سے تو اصول پر گرفت کی جائے گی کہ مقتدی فاتحہ پڑھے نہ پڑھے آمین ہر سے کہے یا آہستہ تراویح آٹھ رکعت ہوں یا بیس و تراویح ایک رکعت ہو یا تین۔ یہ تو سب اس پر موقوف ہیں کہ نماز بھی صحیح ہو جس کا اسلام صحیح نہیں اُس کی نماز کیسے صحیح ہو سکتی ہے وہ ان مسائل میں اس طرف عمل کرے تو اُس کی نماز باطل اُس طرف عمل کرے تو باطل پھر لایعنی فضول زق زق سے کیا فائدہ اور مسلمان کو ہوشیار رہنا چاہیے کہ نہ ان سے ملنا جائز نہ ان کی بات سننی جائز نہ ان کے پاس بیٹھنا جائز اللہ عزوجل فرماتا ہے واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکر کرمع القوم الظالمین نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایاکم وایا ہم لا یضلونکم ولا یفتنونکم واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از زسنگدہ سنٹرل انڈیا براہ بیور مدرسہ میرزا محمد بیگ عرف محمد میاں صاحب وکیل ۸ شعبان ۱۳۳۷ھ
بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حامداً ومصلياً و مسلماً۔ ہدیہ تسلیم بالوت التظیم قبول ہوا مزاج عالی۔ الحمد للہ
علی احسانہ راقم بخیریت دعا گوئے عافیت مزاج سامی ہے زسنگدہ میں انگریزی تعلیم کے محاذ نہ اٹھ کر بڑھتا ہوا دیکھ کر نیاز مند نے
اور یہاں کے مسلمانوں نے ایک مدرسہ اسلامیہ جاری کیا ہے فی الحال بیس روپے ماہوار کا ایک مدرسہ نوکر رکھا ہے جس وقت

بہت سے لوگ کی درخواست آئی تھیں میں نے دیوبند کے متعلق کی درخواست بالکل نا منظور کی ایک صاحب مولوی شفاعت رسول خلعت مولوی عنایت رسول جو خود کو جناب کا شاگرد اور مرید کہتے ہیں صرف جناب سے نسبت رکھنے کے سبب یہاں مقرر کیے گئے ہیں مگر حیرت ہے ان کی بعض باتوں پر قرآن شریف بالکل صحیح نہیں پڑھ سکتے اور مجھ سے فرمانے لگے کہ میں نے سنا ہے کہ آپ اشارہ بہ بابہ التحيات میں نہیں کہتے میں نے کہا ہاں میں اشارہ نہیں کرتا ہوں فرمانے لگے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی تو اشارہ کرتے ہیں میں نے کہا کہ مجھ کو یقین نہیں آسکتا کیونکہ النکوبۃ الشہابیۃ میں اس کی مفصل بحث بحوالہ کتب امام ربانی موجود ہے چنانچہ جناب والا نے مجھ کو جب میل ۱۹۹۹ء میں حاضر خدمت ہوا تھا دو رسالہ عطا فرمائے تھے اور میں نے وہ رسالہ مولوی شفاعت رسول کو دکھایا و شافی ریاض الدین جو ماہرہ شریف کے رہنے والے ہیں کہنے لگے بڑی حیرت کی بات ہے اگر مولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی انجلی سے اشارہ کرتے ہوں چنانچہ جناب والا کی خدمت اقدس میں مکلف ہوں کہ اس باب میں جناب والا کا کیا معمول ہے وہی سستی فرمائیں میں نے اس باب میں مولوی عبدالحی مرحوم کا رسالہ نفع المفتی والمسائل اور دیگر کتب شکرہ شریف و ہدایہ سب دکھا ہے لیکن میں تو مقلد ہوں اور جمہور امت کا جس پر اجماع و اتفاق ہے وہی میرا مسئلہ مختار ہے جناب والا کے ارشاد سے اور مضبوطی ہو جائے گی اور پیغمبر جو اجماع نفیضین کے قبیل سے ہے رفع ہو جائے گا کہ جناب والا کتابوں میں ایسا لکھیں اور عمل اس کے خلاف ہو۔

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اشارہ ضرور سنت ہے۔ محرم مذہب سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا صنعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ففضع کما صنعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو قول ابی حنیفہ واصحابنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا تو ہم بھی اشارہ کرتے ہیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا اور یہی مذہب امام عظیم ابو حنیفہ اور ہمارے اصحاب کا ہے امام مالک العلل نے بدائع اور امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر اور دیگر کتب کبار نے اس کی تحقیق فرمائی۔ فقیر اور فقیر کے آبا و اساتذہ و مشائخ کرام قدس سرہم سب اس پر عامل رہے ماہر دی صاحب نے زیادہ نہیں تو حضرت شاہ ابوالحسن احمد نوری میاں صاحب قدس سرہ کو ضرور دیکھا ہوگا۔ کو کتبہ شہابیہ میں مسئلہ اشارہ کی بحث نہیں بلکہ اس بات کی کہ اسمعیل دہلوی نے معاذ اللہ حضرت شیخ مجدد کو بھی مشرک ٹھہرا دیا ہے جو وجہ انھوں نے یہاں لکھے اسمعیل کہتا ہے کہ ان کا قائل مشرک ہے اس کو تناقص سے کیا علاقہ مولوی شفاعت رسول صاحب میرے ایک خالص دوست مرحوم و مغفور کے صاحبزادے ہیں ان کو یہاں بعیت ہے میرے مدرس میں پڑھا ہے اگرچہ مجھ سے نہ پڑھا نہ میں نے ان کا قرآن مجید نہ سنا لیکن کہ جس طرح آج کل اکثر علماء و حفاظ غلط پڑھتے ہیں ان پر بھی اسی عالمگیر بلا کا اثر ہو وحبنا اللہ ونعم الوکیل واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از شہر دہلی پہاڑ گنج مسجد غریب شاہ مسئلہ سید محمد عبد الکریم صاحب ۹ شعبان ۱۳۳۳ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک پیش امام صاحب نماز کی حالت میں جب رکوع سے فارغ سمع اللہ لمن حمدہ کو حمدہ کے قریب جا کر ختم کر کے بوصل اللہ اکبر کہتا ہے اور جگہ جو اماموں کو دیکھا ہے وہ سمع اللہ لمن حمدہ کو قیام میں ختم کرتے ہیں اور

وہاں سے اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ کرتے ہیں۔ اب جو امام سجدہ کے قریب سمع اللہ من حمدہ کو ختم کرتا ہے تو مقتدی ربنا لک الحمد کہاں کہیں کھڑے رہیں یا امام کے ساتھ سجدے میں جا کر کہیں اگر اسی طرح کریں گے تو ان جاہلوں کی عادت پڑ جائے گی اور اب سوال یہ ہے کہ نماز میں تو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

الجواب

سنت یہ ہے کہ سمع اللہ کا سین رکوع سے سر اٹھانے کے ساتھ کہیں اور حمدہ کی کا سیدھا ہونے کے ساتھ ختم اسی طرح ہر تکبیر انتقال میں حکم ہے کہ ایک فعل سے دوسرے فعل کو جانے کی ابتدا کے ساتھ اللہ اکبر کا الف شروع ہو اور ختم کے ساتھ ختم ہو امام مذکور جو اس طرح کرتا ہے دو باتیں خلاف سنت ہے سمع اللہ من حمدہ کا سجدہ کو جاتے ہوئے ختم کرنا اور سجدہ کو جانے کی تکبیر سے جو کھٹکنے کی ابتدا سے شروع نہ کرنا ان وجہ سے نماز دو گراہتوں سے مکروہ ہوتی ہے اُسے سمجھایا جائے کہ خلاف سنت نہ کر اگر نہ مانے اور اس سے بہتر امام سنی صحیح العقیدہ صحیح القراءۃ صحیح الطہارۃ مل سکے تو اس کو بدل دیا جائے مقتدی خلاف سنت میں اس کی پیروی نہ کریں بلکہ رکوع سے سر اٹھانے کے ساتھ اللہم ربنا لک الحمد کا الف اور جو صرف ربنا لک الحمد پڑھتا ہو وہ ربنا کی سنت شروع کریں اور سیدھے ہو جانے کے ساتھ حمد کی دال ختم ہو جائے پھر سجدہ کو جانے کے ساتھ اللہ اکبر کا الف شروع کریں اور اللہ کے لام کو بڑھائیں جب سر رکھنے کے قریب پہنچیں اللہ کی کا اور عین سر زمین پر پہنچتے وقت اکبر کی س ختم کریں۔ لام کو بڑھانا اس لیے کہ یہ راستہ ملے کرنے میں اگر لام کو نہ بڑھایا تو یا تو اکبر سجدے میں پہنچنے سے پہلے ختم ہو جائے گا اور یہ خلاف سنت ہے یا راستہ پورا کر کے کو اکبر کا الف یا ب بڑھائیں گے اور اس سے نماز فاسد ہوتی ہے یا س بڑھائیں گے اور یہ غلط و خلاف سنت واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از موضع میونڈی بزرگ سولہ سید امیر عالم حسن صاحب ۲۶ شعبان ۱۳۳۳ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں زید کہتا ہے کہ نماز فریضہ جماعت جو شخص ادا کر لے تو اس پر لازم ہے کہ جب تک امام بعد سلام کے دعا نہ مانگے تب تک مقتدی بھی دعا نہ مانگے اگرچہ کیسا ہی ضروری کام ہو خواہ نماز فجر ہو یا ظہر ہو یا عصر ہو یا مغرب یا عشاء اگر امام سے پہلے دعا مانگ کر مقتدی اٹھ جائے گا تو وہ گناہگار ہو جائے گا اور امام کی اطاعت سے نکل جائے گا عمر و کہتا ہے کہ اگر امام نے سلام پھیر دیا تو مقتدی امام کی اطاعت سے نکل گیا اب مقتدی کو اختیار ہے کہ وہ انتظار دے امام کہے یا نہ کہے اگر انتظار کیا تو فیما درنہ چلے آنے سے گناہگار نہ ہوگا اور نہ اطاعت امام سے دور اب علمائے دین کی خدمت میں عرض ہے کہ اس کا پورا پورا ثبوت کیوں دیا جائے کہ زید کا قول ثابت ہے یا عرو کا اور اس کا بھی ثبوت دیا جائے کہ کھانے پر فاتحہ پڑھنا درست ہے یا نہیں اور خیر مقلد و دہاڑا و تعلیم یافتہ مدرسہ دیوبند یہ کہ پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں بینوا و جودا۔

الجواب

عرو کا قول صحیح ہے ہاں جماعت کے ساتھ دعا میں برکت ہے اُس کے لیے انتظار بہتر ہے اور اگر کوئی ضرورت جلدی کی ہو تو جاسکتا ہے کوئی حرج نہیں در نہ مسلمانوں کی جماعت کے خلاف بات پسندیدہ نہیں کھانے پر فاتحہ پڑھنا درست ہے اس میں کئی ہیں تصنیف چکیں

جو نادرست کہے وہ بتائے کہ اللہ و رسول نے اسے منع فرمایا یا تم منع کرتے ہو اگر اللہ و رسول نے منع فرمایا تو بتاؤ اور اگر تم منع کرتے ہو تو تم شارع نہیں اپنا سر کھاؤ۔ غیر مقلد و باہمی و دیوبندی سب اسلام سے خارج ہیں اور ان کے پیچھے نماز باطل محض و المفصیل و فحسام الحرمین و النہی الاکید وغیرہا واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کتا ہے کہ عورتوں کو نیت نماز میں ہاتھ سینہ پر باندھنا چاہیے اور بوقت قعدہ التحیات میں دونوں پاؤں بچھا کر بیٹھنا چاہیے اور پاؤں کی گرہ بھی ڈھکی رکھنا چاہیے اور بعض کہتے ہیں کہ گرہ نہ ڈھکی جائے اب علمائے دین فرمادیں کہ عورتوں کی نیت نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا اور قعدہ التحیات میں پاؤں بچھا کر بیٹھنا جائز ہے یا نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ مردوں کی طرح عورتوں کو بھی نماز پڑھنا چاہیے جس طرح مرد ایک پاؤں بچھا کر قعدہ میں بیٹھتے اور زینرات ہاتھ باندھتے ہیں اور پاؤں کی گرہیں کھلی رہتی ہیں اسی طرح عورتوں کو بھی چاہیے یعنی جو قاعدہ مردوں کی نماز کا ہے وہی عورتوں کا ہے اب حضور سے امید دار ہیں کہ اس کا پورا پورا ثبوت حوالہ کتب و آیت و حدیث کے کیوں نہ دیا جائے کہ عورتوں کو کس طرح اور کس قاعدے سے نماز پڑھنا چاہیے۔

الجواب

زید کا قول صحیح ہے سب کن ہوں میں اسی طرح ہے اُن بعض کا قول محض باطل ہے اور عورت کے گئے ستر عورت ہیں اُن کا کھلنا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ ازگورٹا ضلع راولپنڈی مکان حضرت پیر صاحب مدرسہ حمید اللہ صاحب پیر المعروف بہ نعمان ملا۔ ۱۲ صفر ۱۳۳۸ھ رفق سبایہ کے بارے میں جناب کا کیا عمل ہے۔

الجواب

فقیر اور فقیر کے آبائے کرام و مشائخ عظام و اساتذہ اعلام قدس سرار ہم کا ہمیشہ معمول باتباع احادیث متواترہ و ارشادات کتب مشکاۃ و فہم سبایہ رہا اور اسے سنت جانتا ہے تفصیل کلام بدائع امام ملک العلما و فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق وغیرہما کلمات شراح محققین و فتاویٰ فقیر میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئلہ مولوی عبد اللہ صاحب بنگالی ۱۴ صفر ۱۳۳۸ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز کے بعد چاروں جہات میں کسی ایک جہت کو متوجہ ہو کر دعا کرنا درست ہے یا نہیں اور ہندوستان کے لیے ان چاروں جہت میں سے کوئی جہت مخصوص ہے یا نہیں۔

الجواب

جہت قبلہ ہر جگہ افضل ہے مگر امام کے لیے کہ بعد سلام اُسے قبلہ رو رہنا مکروہ ہے دہنے یا بائیں پھر چائے یا مقدموں کی طرف مومنہ کو لے اگر سوائے کوئی نماز پڑھنا نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از قلعہ لنڈی کوٹل ڈاکخانہ خاص ضلع پیشاور معرفت شیر جان صوبیدار میجر خیر افضل مرسلہ اد خان شوری ۱۴۳۳ھ
بخدمت جناب مولوی صاحب دام اقبالہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ التحیات میں انگلی کی اشارت کرنا منع ہے یا جائز ہے آپ ہرٹائی کر کے
بندے کو تحریر کریں کہ نماز میں انگلی کا اشارہ کرنا جائز ہے یا نہیں اور کس کس طریقہ پر جائز ہے۔

الجواب

التحیات میں انگلی کا اشارہ سنت ہے جب اٹھد پر پہنچے چٹکیا اور اس کے برابر کی انگلی کی گرہ باندھے اور انگوٹھے اور بیچ کی انگلی کا
حلقہ بنائے اور آٹھ پر کلے کی انگلی اٹھائے اور آٹھ پر اگر ہاتھ کھول دے مگر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں صنم
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فنصنع کما صنع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وهو قول ابی حنیفہ و اصحابنا
یہ اشارہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا تو ہم کریں گے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا اور یہی مذہب
امام ابو حنیفہ اور ہمارے اصحاب کا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ مرسلہ سید احمد حسین صاحب الامقام سید پور ڈاکخانہ وزیر گنج بدایوں بتاریخ ۱۴ جمادی الآخر ۱۳۳۵ھ
آپ ان مسئلوں میں کیا فرماتے ہیں ۱۔ جمعہ کے فرض کی نیت کس طرح کرنا چاہیے اور بعد نماز جمعہ دو رکعت کے کیا کیا نماز پڑھنا
چاہیے کل مفصل نماز کھنا ۲۔ اور درمیان نماز میں ہر الحمد شریف سے پہلے اور قل ہو اللہ شریف سے بسم اللہ شریف پڑھنا
چاہیے؟ ۳۔ الحمد شریف سے پہلے کی بسم اللہ کافی ہوگی یا قل ہو اللہ سے پہلے بھی پڑھنا چاہیے۔

الجواب

(۱) اتنی نیت کافی ہے کہ آج کے فرض جمعہ اور چاہے دو رکعت بھی کہے اور بعضے یہ بھی پڑھتے ہیں کہ واسطے ماقط کرنے
ظہر کے اس میں بھی نہ حرج نہ حاجت فرض جمعہ کے بعد چھ رکعت سنت پڑھیں چار پھر دو اور ان میں سنت بعد جمعہ کی نیت کریں اور
پہلی چار میں قبل جمعہ کی۔ بعد کی سنتیں پڑھ کر دو یا جتنے چاہیں نفل پڑھیں ان سے زائد عام لوگوں کو حاجت نہیں (۲) سورہ
فاتحہ کی ابتدا میں تو تسمیہ پڑھنا سنت ہے اور بعد کو اگر کوئی سورت یا شروع سورت کی آیتیں ملائے تو ان سے پہلے تسمیہ پڑھنا
ستحب ہے پڑھے تو اچھا نہ پڑھے تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از شہر گلی ملا ناں محلہ ذخیرہ مسئلہ سید مشتاق علی صاحب ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہم جلد اہل اسلام محلہ ذخیرہ ساکنان بریلی گلی ملا ناں نے تارکان صلاۃ کی تہدید و
تاکید کے لیے اصحاب ذیل کو منتخب کیا اور ممبر بنایا ہے ان حضرات کو تارکان صلاۃ کے ساتھ ان کے عذرات پورا کرنے کے بعد کسی
قسم کی کارروائی از روئے شرع مطہر عمل میں لانا چاہیے۔ اسمائے گرامی ممبران۔ ہادی حسین۔ شیخ مختار احمد۔ قرب محمد محمود حسین مشتاق علی
سید حسین۔ عنایت حسین۔ سید انظر علی ہر شخص کے نام کے نیچے انگوٹھے کا نشان ہے۔

الجواب۔ ہر نئی سمجھائیں ترک نماز ترک جماعت و ترک مسجد پر قرآن عظیم و احادیث میں جو سخت وعیدیں ہیں بار بار مٹائیں

جن کے دلوں میں ایمان ہے انھیں ضرور نفع پہنچے گا اللہ عزوجل فرماتا ہے و ذکوفان الذکری تنفع المؤمنین اللہ کے کلام و احکام یاد دلاؤ کہ بیشک ان کا یاد دلانا ایمان والوں کو نفع دے گا اور جو کسی طرح نہ مانیں اُس پر اگر کسی کا دباؤ ہے اُس کے ذریعے سے دباؤ ڈالیں اور یوں بھی باز نہ آئے تو اس سے سلام و کلام میل جول یک بحث ترک کر دیں قال اللہ تعالیٰ واما یفسدک الشیطن فلا تقعد الذکری مع القوم الظالمین واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از فیض آباد محلہ کو کی علی بیگ سولہ سید عبد اللہ صاحب انسپکٹر ۱۳ محرم ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی نماز پنج وقتی و دیگر نوافل مثل تہجد وغیرہ میں زبان سے قرات نہیں کرتا بلکہ اپنی کل نمازوں میں زبان کو تالو سے لگا کر دلی خیال کے ساتھ ادا کرتا ہے قرآن شریف و کتاب درود شریف وغیرہ سب دل و حیان سے ادا کرتا ہے کہتا ہے کہ قرآن شریف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب پر افاقا ہوا تھا بایں وجہ بقابلہ زبانی پڑھنے کے دل میں خیال کرنا زیادہ افضل و موجب مزید ثواب ہے زید اپنی زبان کو تالو سے لگا کر بالکل سطل اور بیکار کر دیتا ہے زید کہتا ہے کہ یہ مسائل اہل ذوق اور اصفیائے کرام کے ہیں۔ ظاہر میں ان مسائل کو نہیں سمجھ سکتے اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس طریقہ مذکورہ بالا پر زید کی نماز صحیح اور اعلیٰ درجے کی ہوتی ہے یا نہیں اگر اعلیٰ درجے کی ہوتی ہے تو ہم لوگ بھی اس طریقہ سے کیوں نہ پڑھا کریں کہ سختی ثواب عظیم کے ہوں۔ اور اگر زید کی اس طریقہ مذکورہ پر صحیح نہیں ہوتی ہے اور فاسد ہوتی ہے تو زید کو اپنی ان نمازوں کی بابت جن کو وہ ادا کر چکا ہے کیا کرنا چاہیے زید اگر امامت بھی کرتا ہے بس ایسی حالت میں زید کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں اور آئندہ زید کے پیچھے نماز پڑھنا چاہیے یا نہیں اور جو مقتدی زید کے پیچھے نماز پڑھ چکے ہیں ان کو اپنی نمازوں کی بابت کیا کرنا چاہیے کیا لوٹنا واجب ہے؟

الجواب

زید نے شریعت پر افترا کیا صوفیہ کرام پر افترا کیا اپنی نماز میں سب برباد کیں اُس کی ایک نماز بھی نہیں ہوئی نہ اُس کے پیچھے دو رکعت کی ہوئی اُس پر فرض ہے کہ جتنی نمازیں ایسی پڑھی ہوں سب کی قضا کرے اور جتنی نمازیں اور دن نے اس کے پیچھے پڑھی ہیں ان پر فرض ہے کہ ان کی قضا کریں۔ و اما ان عظیم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ضرور قلب مبارک پر نازل ہوا مگر پڑھنے کے لیے قال اللہ تعالیٰ وقرآنا فرقناه لتقرأہ علی الناس علی مکنت۔ اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے اُتارا کہ تم لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو نماز میں قرآن عظیم کا پڑھنا فرض ہے قال اللہ تعالیٰ فاقرأوا ما نزلنا من القرآن نماز میں قرآن پڑھو جتنا آسان ہو اس کا نام پاک ہی قرآن ہے قرآن قرات سے اور قرات پڑھنا اور پڑھنا ہوگا مگر زبان سے دل میں تصور کرنے کو پڑھنا نہیں حالت جنابت میں قرآن پڑھنا حرام ہے اور تصور منع نہیں۔ نماز میں قرات کلام مجید پر اجماع مسلمین کا خلاف جنم کا خیال ہے قال اللہ تعالیٰ و من یشاق الرسول من بعد ما تبیین لہ الہدیٰ ویشیع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما ولیٰ و نصلہ جہنم و ساءت مصیرا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر محلہ ٹوکپور سولہ شفیق احمد خاں صاحب ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مقتدی کو آخری رکعت کے قعدہ میں کیا پڑھنا چاہیے۔

الجواب

التحیات ، درود ، دعا اگر اسے اول سے نماز ملی ہو اور اگر کسی رکعت کے پڑھنے کے بعد شامل ہو تو امام کے ساتھ فقہہ اخیرہ میں التحیات ٹھہر ٹھہر کر اس قدر تریل کے ساتھ پڑھے کہ اس کی التحیات امام کے سلام کے وقت ختم ہو اور اگر یہ التحیات پڑھ چکا اور امام نے ابھی سلام نہ پھیرا تو پچھلے دونوں کلہ شہادت بار بار پڑھتا ہے یہاں تک کہ امام سلام پھیرے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از دہور راجی کا ٹھکانہ دار مدرسہ سرمایہ فخر عالم مدرسہ مولینا مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب ، روضہ صفر ۱۳۳۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ اگر نماز فرض یا نفل بیٹھ کر پڑھے جائیں تو سجدے میں پاؤں سے سُرن کی نڈاٹھائے در نہ نماز ٹوٹ جائے گی چنانچہ طحاوی و عینی و ہدایہ و جواہر نفیسیہ کنز العباد و غنایہ و کفایہ نے اس کو ذکر کیا ہے بینوا تو جروا

اَلْجَوَابُ وَهُوَ الْمَوْفِقُ لِلصِّدْقِ وَالصَّوَابِ وَرَأْيُ الْمَرْجِعِ وَالْمَأْبَاطِ

طحاوی و عینی ، ہدایہ و کفایہ و غنایہ میں تو یہ مسئلہ بالکل نہیں غلط مشہور ہے ناقل پر تصحیح نقل ضروری ہے ۔ جواہر نفیسیہ و کنز العباد دونوں ضعیف کتابیں ہیں اور اول غیر مشہور بھی ہے اور اس کا مصنف بہت ہی کم علم ہوا ہے چنانچہ اس کے دیکھنے سے پورا حال اس کا معلوم ہوتا ہے اس میں بڑے ضعیف و خلاف تحقیق و غلط مسائل ہیں ایک ہی جگہ میں بلا وجہ ترجیح مجوز و کایمجز کو جمع کیا ہوا ہے یہ چھوٹا سا رسالہ ہے عربی زبان میں جنازہ کے غسل و کفن و دفن و غیرہ کے متعلق مسائل بیان کیے ہیں اور دوسری کا مصنف علی بن یحییٰ غزالی ہے اس کو ضعیف کہا ہے علامہ ملا علی قاری نے و جمال الدین مرشدی نے مفید المفتی ص ۱۹۴ اور علامہ شامی نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے بعض کتابوں کے بیاض یا وقایہ پر یہ عبارت اس طور پر ہے من صلی قاعدا فنجس لا یرفع البیتہ وان رفع البیتہ فسدت صلاتہ فلذا البیتہ کذا فی المحيط الجلیلی والاصل ان المريض او غیرہ اذا صلی قاعدا لا یرفع البیتہ کما لا یرفع رجلہ فی السجود و اذا رفع رجلہ واحدا والبیتہ واحدة لا تقسّد کذا فی جلیلی ابن الملائک والمختار ان یقعّد کما یقعّد فی حالة التشہد وهو الذی اختارہ الفقہاء ابو اللیث وشمس الائمہ السرخسی وقال ابو یوسف رحمہم اللہ اذا حان وقت الركوع والسجود یقعّد کما یقعّد فی التشہد کذا فی العینی شرح الہدایۃ ص ۱۱۸ حالانکہ عینی و جلیلی میں اس عبارت کا پتہ بھی نہیں اور محیط متقدم ہیں معلوم نہیں کہ کون سی محیط ہے وہ خود موجود نہیں جو دیکھی جائے معلوم ہوتا ہے یہ عبارتیں مصنوعی ہیں کہ جن کتابوں کا ذکر کرتے ہیں اُن میں ان کا نشان تک نہیں ایضاً یہ عبارت اگر کسی معتبر کتاب میں مل بھی جائے تو اس مطلب سے اُس کو ساس بھی نہیں کیونکہ عبارت اولیٰ میں جو دلیل بیان کی ہے لان البیتہ فی صلاۃ القاعد الخ وہ دعویٰ مذکور پر منطبق نہیں ہوتی کیونکہ اگر یہ حالت سجدہ کا بیان ہوتا تو دلیل میں بجائے و اذا رفع قدمیہ فی صلاۃ القاعد کے رفع قدمیہ فی السجود ہوتا و رد قید فی صلاۃ القاعد سے لازم آتا ہے کہ صلاۃ قاعد میں رفع قدمین فی السجود صلاۃ نہ ہو اور صلاۃ قائم میں ہو حالانکہ اطلاق دلائل مبطل تفاوت ہے اس سے غالب ظن یہ ہوتا ہے کہ اس عبارت میں لفظ فنجس ناقل

یا کاتب کی غلطی ہے پس جبکہ اس لفظ کو غلط مانا جائے تو اس عبارت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ حالت قیام حکمی میں رفع الیتین نہ کرے
ورنہ وہ ایسا ہوگا جیسے قیام حقیقی میں کوئی شخص رفع قدین کرے کہ وہ مفصلہ ہے پس اس تقریر پر یہ عبارت سائل کے مطلب سے
جدا ہے اور عبارت ثانیہ میں لاء رفع الیتیم کے ساتھ قید فی السجدة کی بھی مذکور نہیں لہذا اس سے بھی وہی مراد ہوگی کہ لاء رفع الیتیم فی القیام
الحکمی اور آگے جو مشتبہ ہے کے ساتھ فی السجدة مذکور ہے سو وہ متحمل ہے کہ صرف لاء رفع رجليہ کے ساتھ متعلق ہو اور تشبیہی فساد میں ہو اگر یہ احتمال متعین
بھی نہ ہوتا ہم متر ل کو مضر ہے لانه اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال ایضاً متون و شرح و فتاویٰ مشہورہ متداولہ بین یدی العلما
میں جو مطلقاً سجدہ رجال کی ہیئت لکھی وہ اس کے خلاف ہے اور بقاعدہ رسم المفتی ۱۱۱ مقدم ہیں۔ اس قدر کتب معتبرہ کا خالی ہونا ہی پر
مشرع ہے کہ یہ مسئلہ عدم الوجود ہے یا غیر معتبر ہے۔ شامی جلد اول صفحہ ۱۵۱ میں ہے عدم الذکر لشرعاً یا اختیار عدمہ اہ اسی جلد میں ہے
عدم الذکر کذا لعدم ایضاً سلف کا عمل اس پر نہیں پایا گیا لہذا اگرچہ صحیح بھی ہو اس پر عمل نہ ہوگا شامی جلد اول صفحہ ۳۰ طبع خورد میں ہے
هذا يعلم ولا يعمل علیہ لما فیہ من مخالفة السلف ایضاً جو اہر نفیسہ اور دوسری بعض کتابوں میں جو یہ مسئلہ بتایا جاتا ہے کتب غیر معتبرہ
مجمولہ ہیں اور جو معتبرہ ہیں ان کا حوالہ غلط ہے اور ظاہر ہے کہ علم فقہ کا ایسے غیر مشہور و مجہول حواشی و فتاویٰ سے نہیں لیا جاتا اسی شامی اسی جلد
میں ہے الغفلة لا ينقل من الهوامش المجهولة وان قال معتمد انه بخط ثقة اه بر خلاف استصحاب کے کہ وہ نقل کرنا حواشی
مجمولہ سے بھی درست ہے لانه لتأيد ابقاء ما كان على ما كان فيكفي للدفع وان لم يكف الموقوف فان الرفع اتحل من الدفع
فاضمه وثبت ولا تهب ایضاً یہ قول مخصص کا ہے اور یہ معتبر نہیں شامی جلد اول صفحہ ۱۵۱ میں تخصیص القول بفيدان خلاف
المعتمد اہ ایضاً اس طرح سجدہ کرنے سے متعدد دستوں کا ترک لازم ہوتا ہے پس من حیث الدلیل بھی ضعیف ہے اگرچہ اس پر عمل و فتویٰ
بھی ہو نہ ایک فقیہ و امام بلکہ بہت اماموں کا اسی شامی جلد اول صفحہ ۱۵۱ میں المرجح بقوة الدلیل ہو الارجح وان صرح بان الفتویٰ علی غیرہ ^{مستند}
میں ہے لیس للفتی الافتاء بالضعیف ولا يفتي الضعيف باق اکثر من المنة خوارزم ایضاً اس میں احتمال ہے کہ یہ امر بدعت ہو اذ اترد بالحکم
بین سنة و بدعة کان ترکہ اولی۔ شامی جلد اول صفحہ ۳۱ بحر الرائق جلد دوم صفحہ ۱۵۱ میں ہے ما تردد بین بدعة و واجب یوقی بہ اوبین
سنة و بدعة فلا یوقی بہ اہ اور ظاہر کہ اس طور پر سجدہ کرنا معتبر ہے پس اگر یہ مسئلہ درست ہونے کی تقدیر پر جبکہ لوگوں سے نہ ہو سکے گا تو
لوگ گنہگار ہوں گے اور اس میں حرج عظیم ہے شامی جلد ثالث صفحہ ۲۳۹ میں ہے فیہ حرج عظیم لانه یلزم منه تافیه الامعة اہ لوگوں
کے ساتھ ہی ارفق و ارفق ہے کہ سجدہ میں سرین کو بلند کریں تاکہ سجدہ آسانی سے ادا ہو جائے شامی جلد پنجم صفحہ ۳۱۱ میں ہے و هو اس فی
باهل الزمان لسلا یقع فی العصیان اہ اسی جگہ میں ہے يقدم اطلاق المتن لموافقته لاطلاق الادلة و لكونه اس فی
بالناس اہ فقہ کی معتبر کتابوں میں یہ مسئلہ بالکل نہیں ہے اور تصوف و اوراد کی کتابوں میں سے ناقل نے نقل کیا ہے کیونکہ کنز العباد
اوراد و وظائف کی کتاب ہے اور تحفہ کا محل و باب کتب فقہ ہیں اور یہ قاعدہ فقہیہ ہے کہ جو مسئلہ مذکور ہوئی یا یہ وہ اولیٰ بالعمل ہوتا ہے
اس سے جو کہ مذکور فی غیر باب ہو شامی جلد ثالث میں ہے المسئلة المذكورة فی باب هو اولیٰ من المذكورة فی غیر باب اہ مسائل فقہ کے یہ
کنز العباد کی مثل کتابیں غیر مظنہ ہیں قال المحموی ما فی غیر المظنة والكتب الحنبیة یتوهم ان یکون ضعیفاً ۳۱ کلام المرء بھی اسی کا مقتضی ہے

کہ سجدہ میں رفع الیٰتین کا کیا جائے اور انحراف حاشیہ مسکین علی الکثر میں ہے ما یقتضیہ کلام الائمة یؤخذ بلا توقف ۳۲۴ مسئلہ کسی فقیر کا قول نہیں اگر ہو بھی تو بمقتضائے کلام الئمہ کے متروک ہو جائے گا المسک المتقط میں ہے مقتضی کلام ائمتہ المذہب اولیٰ من کلام بعض المشائخ یہ مسئلہ کسی صورت سے ثابت نہیں ہوتا اور جب تک ثابت نہ ہو سکے تو عمل اصل ہی پر ہوگا اور وہ نفی ہے یعنی نفی عمل اسی مسک المتقط میں ہے الاصل ہو نفی مالم یشبہہ غرض کہ مسئلہ غلط ہے آداب نماز سے بھی نہیں ہو سکتا ہے اور ذکر بھی اس کا ایک آدھ رسالہ بے سرو پا میں ہے اگر تسلیم بھی کیا جائے کہ بہت سی جگہوں میں مذکور ہے تو بھی کثرت نقول مستلزم صحت کو نہیں پہلے ایک شخص غلطی ہو جاتی ہے اور بعد کے لوگ اس کی غلطی بظن صحت نقل کرتے چلے جاتے ہیں مثالی جلد ۴ ص ۳۵۴ میں ہے یقع کثیرا ان یخطئ مولف خیتدا اولہ الناس فیکثرون اور اگر مدعی اس امر کا بعد غرق یریزی کے ثابت بھی کر دے کہ یہ ہی مطلب ہے اور فلاں فلاں کتاب میں اس کو لکھا ہے تو بنا تسلیم یہ جواب ہے کہ یہ قول غلطی کا ہے جبکہ شرح وقایہ کے متفرق الحواشی میں ہے قال الشیخ الامام الفاضل المحقق ابو عبید اللہ فی صلاة النافلة قاعدة ثلثة اقال - قول الروافض وقول اهل السنة والجماعة وقول المخطئ اما قول الروافض فہم یقولون ان المصلی اذا صلا النافلة قاعدة افضلاته کصلاة القائم الا اذا رکع وسجد یرفع الیٰتین فی الركوع والسجود ولا ینہم قالوا اصلاته علی صلاة القائم واما قول المخطئ فہو یقول لا یرفع الیٰتین لا فی الركوع ولا فی السجود لان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فعل کذاک واما قول اهل السنة والجماعة فہم یقولون بعد ما یرفع فی حال الركوع وبالرفع فی حال السجود والمخطئ راٰی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من بعد ولم یقف بحالہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اولعلہ صلی فی حالة المرض بالاباء کما ہو شان الركوع والسجود للومی فی الصلاة وسجدا خفض قریبا من الركوع قریبا من الارض ولم یرفع الیٰتین لان فی هذه الصلاة لا یمتاج المصلی الی رفعہما فظن الرائی انه علیہ الصلاة والسلام صلی فی حالة الصحۃ قاعدة وسجدا بوضع الجبهة علی الارض ولم یرفع الیٰتین فحکم علی الاطلاق کما فی مسیح العمامة اخطا الرائی حیث مسح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی راسہ ثم وضع العمامة علی الراس وظن ان مسح العمامة یجوز بدلا عن مسح الراس والحال انہ علیہ الصلاة والسلام لم یمسح علی العمامة ہذا کتبہ العبد المذنب الجانی القاضی غلام گیلانی السنی الحنفی النقشبندی الرضوی کان اللہ لہ ولمشائخہ امین بحرمۃ النبی الامین۔

الجواب

الحمد للہ وحدہ فاضل سلمہ القریب المحیب نے جو حکم تحقیق فرمایا وہی صحیح وحق صریح ہے اور سجدہ قاعد میں رفع الیٰتین مفسدہ صلاة ہونا زعم باطل و مردود و قبیح ہے اور جن معتبر متہد کتابوں کا مدعی نے نام لیا ان سب پر محض افتراء ہے اور جو ہم ذیل بنام دلیل ذکر کیا یکسر با در ہوا ہے صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و نسائی و ابن ماجہ میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں امرت ان اسجد علی سبعة اعظم علی الجبهة والیدین والکعبتین واطراف القدمین مجھے میرے رب نے حکم فرمایا کہ سات استخوانوں پر سجدہ کروں پیشانی اور دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کے نیچے ان میں

دونوں سرین ملا ناریات فی الشرع ہے اور زیادت فی الشرع حرام قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من احدث فی امرنا هذا ما لیس منہ فهو راجع الی الخرج البخاری ومسلم وابوداؤد وابن ماجہ عن اہل المومنین الصدیقہ رضی اللہ عنہا اور زیادت بھی اس ادعا سے کہ فرض ہے اور اس کا ترک مفسد نماز اس کے ثبوت کو تو احادیث آحاد بھی ناکافی ہوتیں کما تقر فی مقبرہ وعلم من صنیع اصحابنا رضی اللہ تعالیٰ عنہم فی سورۃ الفاتحہ وغیرہا نہ کہ وہ کہ جس کا پتانہ حدیث میں نہ فقہ میں جس پر دلیل درکنار شہد تک نہیں ایسی جگہ غیر فرض کو فرض بتانا بہت سخت حکم رکھتا ہے فہل انتہ منہ یون اول تو الیتین کے بجائے قدیم ہونے پر کیا دلیل اور فرض غلط ہو بھی تو قعود میں کہ صلاۃ القاعد میں بجائے قیام ہے اور مفہوم قعود میں کہ الصاق الیتین داخل کما فی بدائع ملاک العلم بسعود کہ نہ قیام ہے نہ قعود نہ الصاق مذکور اس سے مفہوم نہ اس میں مقصود بلکہ سجدہ رجال میں احادیث متواترہ قولیہ و فعلیہ و نصوص متعارفہ متون و شرح و فتاویٰ فقہیہ میں صراحتہ اس کی نفی موجود اس میں الصاق مذکور سے نفی کراہت و مخالفت سنت بھی قطعاً مردود نہ کہ اعلیٰ فرضیت کہ اشغ باطل و انسخ مطرود و سأل اللہ العفو والعافیۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الوہود واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از مولوی عبداللہ صاحب مدرس مدرسہ منظر الاسلام محلہ سوداگران بریلی ۹ صفر ۱۳۳۹ھ رکوع کرتے وقت نظر کس جگہ رکھنا چاہیے۔

الجواب

رکوع میں قدموں پر نظر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ - از کلکتہ بلکھیا مدرسہ عظیمہ مسئلہ تصدیق حسین صاحب ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ فریضہ نمازوں کے بعد دعا مانگ کر ہاتھوں کو بوند پڑھتے ہوئے زور کی آواز کے ساتھ چونا کیسا ہے بینوا توجروا

الجواب

نماز کے بعد دعا مانگنا سنت ہے اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اور بعد دعا بوند پڑھنا ہاتھوں کو پھیر لینا یہ بھی سنت سے ثابت ہے مگر چونکہ ثابت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از مدرسہ منظر الاسلام بریلی مسئلہ مولوی عبداللہ بہاری ۱۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ الحمد شریف کے بعد آئین آہستہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ امام سورۃ فاتحہ پڑھ کر آئین کے یا نہیں اور جماعت کے ساتھ مقتدی بھی کہے یا نہیں منفرد کو تیسری چوتھی رکعت میں آئین کہنا جائز ہے یا نہیں اگر نہیں اور زبان سے نکل جائے تو سجدہ ہو ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

نماز کی ہر رکعت میں امام و مفرد کو ولا الضالین کے بعد آئین کہنا سنت ہے۔ ہر نماز میں مقتدی بھی ہر رکعت ہر رکعت میں کہیں اور غیر ہر رکعت یا سری نماز میں اگر نماز میں ولا الضالین ایسی خفی آواز میں کہ اس کے کان تک پہنچی تو اس وقت بھی یہ آئین کے دہن

نہیں اور آئین سے سجدہ سو کسی وقت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از شہر محلہ گڑھیاسوئہ مولوی حشمت علی صاحب بریلوی ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ ہجری
عالی جاہ دام ظلم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اگر کوئی شخص ٹھہری ہوئی ریل میں قبلہ رخ ہو کر اس طرح نماز پڑھے کہ ریل کی
دونوں پٹلیوں کے درمیان جو جگہ خالی ہے اس میں کھڑا ہو کر رکوع کرے اور کوتاہی جگہ سے ایک پٹلی پر سرین رکھ کر دوسری پٹلی پر سجدہ
کمرے اور پاؤں اسی خالی جگہ میں قائم رہیں یہ نہیں پیچھے کی پٹلی پر بیٹھ کر اور آگے پاؤں نکا کر حلبہ قعدہ کرے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں بدینہ اجتہاد

الجواب

مولینا اگر کم اللہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس طرح سجدہ ہرگز ادا نہ ہوگا نماز نہ ہوگی اور ایسا قعدہ بھی محض خلاف سنت
اور اس کی ضرورت بھی نہیں۔ قعدہ میں پاؤں سمیٹ کر اسی خالی جگہ میں بیٹھ سکتا ہے اور سجدہ کے لیے سر زانم کر کے سامنے کی پٹلی کے نیچے
داخل کر کے بخوبی ادا کر سکتا ہے میں نے بارہا اس طرح ادا کی ہے۔ جب مولانا عبدالقادر رحمۃ تعالیٰ کی ہمراہی میں تیسرے درجے میں
سفر کرنا ہوتا تھا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ مرسلہ مولوی سید غلام انام صاحب سووانی ۳ جمادی الاخرہ ۱۳۰۵ھ

بخدمت مولوی صاحب سرجمع اہل فضل وکمال سلم الشرف والعلیٰ ابقاہم اللہ وائم البقا علی الطریق المسنون۔ السلام علیکم
وہی طریقی و مرادے ہزاروں دعا و ثنائے خلق عالم و ناز و سلام مخلصانہ کے بعد کچھ تصدیق ہے آپ کے روبرو ایک جمعہ کی نماز کے بعد
میں نے ذکر فضیلت عامہ کا جو آپ سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ ایسا ہی ہے اور کچھ عربی فقرہ بھی پڑھا تھا لہذا میں چاہتا ہوں کہ اگر میری یاد صحیح
ہے تو اس کو لکھ کر عنایت فرمائیں میں نہایت ممنونی مروتی کے ساتھ شکر عنایت عالی کو اچھا ضمیمہ کر دوں گا۔ فقط

الجواب

جناب من ادام اللہ تعالیٰ کریمکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فضل صلاۃ بالعمامہ میں احادیث مروی وہ اگرچہ ضعاف ہیں مگر دربارہ فضائل
ضعاف بقول احمد عند التخیق ان پر حکم بالوضع محل کلام حدیث اول اخراج الطبرانی فی الکبیر عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال
قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اللہ عزوجل وملائکتہ یصلون علی اصحاب العمامۃ یوم الجمعۃ یعنی بیک شہر عزوجل
اور اس کے فرشتے جمعہ میں عمامہ باندھے ہوئے پروردگار بھیجتے ہیں اقصر الحافظان العراقی والعسقلانی فی تخریج احادیث الاحیاء والوافی
علی تضعیفہ قال السیوطی فی الاذنی واورد الحدیث فی جامعہ الصغیر ملتزمان لایوسر د فیہ موضوعا حدیث دوم ابن عساکر
والدیلی وابن النجار عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول صلاۃ تطوع
او فریضۃ بعمامۃ تعدل خمساً وعشرین صلاۃ بلا عمامۃ وجمعة بعمامة تعدل سبعین جمعة بلا عمامۃ یعنی ایک نماز نفل ہوا فرض
عمامہ کے ساتھ پچیس نماز بے عمامہ کی برابر ہے اور ایک جمعہ عمامہ کے ساتھ ستر جمعہ بے عمامہ کے ہر فیہ مجاہل قلت ولس فیہ کذاب
ولاد ضلع ولا متعہ بہ ولا فیہ ما یردہ الشرع او یجملہ العقل وقد اوردہ السیوطی فی الجامع الصغیر حدیث سوم الحدیثی

عن النبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الصلوة فی العمامة تعدل بعشرة الف حسنة یعنی عمامہ میں نماز دس ہزار نیکیوں کی برابر ہے ہذا ضعیف جدا فیہ ابان متروک واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ - از پٹنہ مسئلہ ابوالساکین مولوی ضیاء الدین صاحب ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعد سلام امام کو بخوقتہ نماز میں داہنے بائیں پھر کے دعا مانگنا چاہیے یا صرف فجر و عصر میں -

الجواب

کسی نماز میں امام کو ہرگز نہ چاہیے کہ رو قبلہ بیٹھا ہے انصراف مطلقاً ضرور ہے صحیح بہ فی الذخیرۃ والحلیۃ وغیرہما البتہ نظر و مغرب و عشا کے بعد دعا میں زیادہ اطاعت نہ ہو اور جبکہ معمول مقتدیان ہے کہ تا فراغ دعا پابند امام رہتے ہیں ایسی تطویل کسی مقتدی پر ثقیل ہو مطلقاً منع ہے و تحقیق المسألة فی فتاویٰ الفقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بریلی محلہ ذخیرہ مسئلہ شیخ محمد حسین ربیع الآخر ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں زید کہتا ہے کہ ہر ایک مسلمان مرد و عورت عاقل بالغ پر چبیسے کہ نماز کا پڑھنا فرض ہے ویسے ہی نماز کے معنی اپنی زبان میں یاد کر لینا بھی فرض ہیں پھر وقت نماز کے جو لفظ زبان عربی میں پڑھا جاوے اُس کے معنی بغور دل میں سمجھ لینا بھی فرض ہے پس باوجود طاق ہونے کے سیکھنے سکھانے میں سستی کرے یا معنی جانتا ہے اور وقت پر بے غورگی کرے ایسے شخص کی نماز کا پھل کیا ہوگا دنیا و آخرت میں - بینوا توجروا

الجواب

ان دونوں باتوں کے کچھ فرض ہیں بغیر ان کے بھی سر سے فرض اُتر جانے کا پھل حاصل ہے فی الاشباہ و الاستنباط اعادة الترتیب الخشوع فی الغمز عن الملتقط قول بعض الزهاد من لم یکن قلبہ فی الصلوة لا قیمۃ لصلواتہ لیس بشیء الزہاں نماز کا کمال نماز کا نور نماز کی خوبی فہم و تدبر و حضور قلب پر ہے - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از غازی پور محلہ میاں پورہ مسئلہ منشی علی بخش صاحب محرم و دفتر حجتی غازی پور ۱۶ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہر فرض اُٹھنے پر چبیسے کہ بعد امام کو شمال یا جنوب کی طرف پھر جانا دعا کے واسطے واجب یا مستحب ہے یا نہیں اور سوائے عصر و فجر کے فرض اُٹھنے کے بعد اگر نہ پھرے تو گنہگار ہوگا یا نہیں -

الجواب

بعد سلام قبلہ رو بیٹھا رہنا ہر نماز میں مکروہ ہے شمال و جنوب و مشرق میں مختار ہے مگر جب کوئی مسنون اُس کے محاذات میں اگرچہ انہیں میں نماز پڑھ رہا ہو تو مشرق کو یعنی جانب مقتدیان مومنہ ذکر سے بہر حال پھرنا مطلوب ہے اگر نہ پھرے اور قبلہ رو بیٹھا رہا تو مبتلائے کراہت و ناک سنت ہوگا - واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - ازادہ نگہ ڈاک خانہ اچھیرہ ضلع اگرہ سولہ جناب محمد صادق علی صاحب رمضان شریف ۱۳۳۱ھ اکثر دیہات میں نماز پڑھ کر جب اُٹھتے ہیں تو نااصل کا اُلٹ دیتے ہیں اس کا شرعاً ثبوت ہے یا نہیں۔

الجواب

ابن مساکر نے تاریخ میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الشیاطین یستعملون شیا بکم فاذا نزع احدکم ثوبہ فلیطوہ حتی ترجع الیہا فاسہا فان الشیطان لا یلبس ثوبا مطویا شیطان تمکک کپڑے اپنے استعمال میں لاتے ہیں تو کپڑا اُٹا کر شہ کر دیا کرو کہ اس کا دم راست ہو جائے کہ شیطان تہ کیے کپڑے کو نہیں پہنتا معجم اوسط طبرانی کے لفظ یہ ہیں اطووا ثیابکم حتی ترجع الیہا اور احما فان الشیطان اذا وجد ثوبا مطویا لم یلبسہ وان وجدہ منشورا لبسہ کپڑے پھیٹ دیا کرو کہ ان کی جان میں جان آ جائے اس لیے کہ شیطان جس کپڑے کو لپٹا ہوا دیکھتا ہے اُسے نہیں پہنتا اور جسے پھیلا ہوا پاتا ہے اُسے پہنتا ہے ابن ابی الدنیاء نے قیس ابن ابی حمزہ سے روایت کی قال ما من فراش یكون مغروشا لا ینام علیہ احد الا نام علیہ الشیطان جاس کوئی بھونٹا بچھا ہو جس پر کوئی سوتا نہ ہو اُس پر شیطان سوتا ہے ان احادیث سے اُس کی اصل نکل سکتی ہے اور پورا پیٹ دینا بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از جوڑہ ضلع میرٹھ مرسلہ پید ماہ رجیوانی صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر پیروں کے نیچے کپڑا نہ ہو اور صرف دانہ اور سجدہ کی جگہ ہو تو نماز ہو سکتی ہے یا نہیں۔

الجواب

نماز ہو جائے گی اور بہتر اس کا عکس ہے پاؤں کی احتیاط پیشانی سے زیادہ ہے ولہذا اگر انکر کھایا کرتا بچھا کر نماز پڑھے تو چاہیے کہ گریبان کی جانب پاؤں رکھے اور دانوں پر سجدہ کرے کہ گریبان پر نسبت دامن احتمال نجاست سے زیادہ دور ہے۔

مسئلہ - ۲۵ شعبان ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و ہادیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام کو قبلہ کی طرف دعا مانگنا مطلقاً مکروہ ہے تو اس کی کراہت کا کیا اثر پڑتا چاہیے اور درحالتی کہ دل آدمی سے زیادہ ہوں مقتدی میں سے اگر اخیر صفوں تک کوئی نماز میں نہ ہو بشرط محاذات تو امام کو چاہیے کہ مقتدیوں کو بھیجے کہ کہیں اس صورت میں اگر مقتدیوں کی مقتدیوں کو بھیجے ہو تو اس کا کیا جواب ہے اور ایضاً مطلقاً مکروہ کے کیا معنی ہیں بینوا تو جروا

الجواب

کراہت کا اثر تا پسندی اور اُس کا اوسط درجہ اسات ہے یعنی بُرا کیا اور اعلیٰ درجہ کراہت تحریم اُس کا اثر گنہگار و مستحق عذاب ہونا مطلق مکروہ غالباً کراہت تحریم کا افادہ کرتا ہے اور بلکہ خاص یعنی کراہت تنزیہ بھی متعلیٰ ہوتا ہے مقتدیوں کے لیے شرعاً اتنا مستحب ہے کہ نقص صفوں کریں اور نماز کے بعد اُس انتقام پر بیٹھے رہیں جیسے نماز میں تھے پھر بھی سب کو پھر کر بیٹھنے کا حکم نہیں کہ اُس میں حرج ہے اور مقتدی سب ایک حالت پر شریک نماز ہوئے تھے اُن میں کسی کا آگے پیچھے ہونا کوئی بالخصوص مقصود و مطلوب و لازم نہ تھا بلکہ اتفاقی طور پر

واقع ہوا جو پہلے پہنچ گیا اُس نے پہلی صف میں جگہ پائی اور جو بعد کو پہنچے انھوں نے بعد کی صف میں اگر یہ بعد والے پہلے پہنچتے تو یہی پہلی صف میں ہوتے اور وہ کہ اگلی صف میں ہیں بعد کو آتے تو وہی بعد کی صف میں ہوتے اُن کا بیٹھنا ایسا ہے جیسا مجلس کثیر میں لوگوں کا بیٹھنا کہ ایک دوسرے کی طرف بیٹھ ہوتی ہے مگر وہ سب ایک حالت میں ہیں قصداً والترائاً اُن میں ایک دوسرے پر تقدم نہیں۔ بخلاف امام کہ وہ بالقصد آگے ہوتا اور انھیں بیٹھ کر تا ہے اور یہی واجب و لازم اور متعین ہے تو اُسے اس قصدی پشت کرنے سے انحراف کا حکم ہوا۔
واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از پہلی بحیثیت مرسلہ جناب مولانا مولوی محمد وحی احمد صاحب محدث سورتی ۴۲ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

حدیث صلاۃ تطوع او فرضیۃ بعمامۃ تعدل خمساً وعشرین صلاۃ بلا عمامۃ و جمعة بعمامۃ تعدل سبعین جمعة بلا عمامۃ محدثین کے نزدیک موضوع یا ضعیف ہے؟ اور اگر کوئی شخص سبب نفس پروری کے اس حدیث کو موضوع سمجھے اور کتب معتبرہ نقیبہ کی عبارات جو عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کے ثواب پر دال ہیں مثل علیگیریہ و کنز و فتاویٰ حجب و آداب اللباس مولفہ شیخ محدث دہلوی و قنیہ و غیرہ تسلیم نہ کرے اور اس حدیث کے بیان کرنے والے پر لعن و طعن کرے اور نفتری علی الاحادیث تصور کرے اور لوگوں کو تباہید اس امر کی کرے کہ عمامہ باندھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور قصداً عمامہ اتروا ڈالے اور عمامہ باندھنے کو باوجود تباہید احادیث ثواب نہ جانے تو وہ شخص قابل الزام شرعی ہوگا یا نہیں جامع الرموز میں الفاظ ذیل کی حدیث ملی و نص عبارتہ یبغی ان یصلی مع العمامۃ فی الحدیث الصلاۃ بالعمامة خیر من سبعین صلاۃ بغیر عمامۃ کما فی المنیۃ اس حدیث کے حال سے بھی آگاہ فرمائیے اور یہ منیہ جس کا حوالہ جامع الرموز نے دیا ہے یہی منیۃ المصلیٰ مروج ہے یا اور کوئی منیہ ہے۔ بینوا و تجربوا

الجواب

عمامہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت متواترہ ہے جس کا تواتر یقیناً سرحد ضروریات دین تک پہنچا ہے ولذا علمائے کرام نے عمامہ تو عمامہ ارسال عذ یعنی شلہ چھوڑنا کہ اُس کی فرع اور سنت غیر محکمہ ہے یہاں تک کہ مرقاۃ میں فرمایا قد ثبت فی السیر بروایات صحیحۃ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یرخی عمامۃ احیاناً بین کتفیه و احیاناً ینلبس العمامۃ من غیر علامۃ فاعلم ان الاتہان بكل واحد من تلك الامور سنۃ اس کے ساتھ استہزا کو کفر ٹھہرایا کما نص علیہ الفقہاء الکرام و اموراً بہ ترکہ حدیث یستہزیئ بہ العوام کیلایقعو فی الہلاک بسوء الکلام تو عمامہ کہ سنت لازمہ دائرہ ہے یہاں تک کہ علمائے خالی ٹوپی پہننے کو مشرکین کی وضع قرار دیا اور حدیث آتی رکنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس پر حمل کیا علامہ علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا لعنہ یروانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لبس القلنسۃ بغیر العمامۃ فیتعین ان یکون هذا زی المشرکین یعنی اصلاً مروی نہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی بغیر عمامہ کے ٹوپی پہنی ہو متعین ہوا کہ یہ کافروں کی وضع ہے اُسی میں بعد ذکر بعض احادیث فضیلت عمامہ ہے ہذا اکلہ بدل علی فضیلۃ العمامۃ مطلقاً نعم مع القلنسۃ افضل و لبسها واحدھا مخالفت للسنۃ کیف وھی زی الکفرۃ و کذا المبتدعۃ فی بعض البلدان یعنی ان سب سے عمامہ کی فضیلت مطلقاً ثابت ہوئی اگرچہ بے ٹوپی ہوں یا ٹوپی کے ساتھ افضل ہے

اور خالی ٹوپی خلاف سنت ہے اور کیونکہ نہ ہو کہ وہ کافروں اور بعض بلاد کے بدمذہبوں کی وضع ہے اس کا انکار کس درجہ اشد و اکبر ہوگا اُس کا سنت ہونا متواتر ہے اور سنت متواترہ کا استحقاق کفر ہے و جیز کروری پھر نہ الفائق پھر ردالمحتار میں ہے لو لم یزالسنة حقا کفر لانه استحقاق حمامہ کی فضیلت میں احادیث کثیرہ وارد ہیں بعض اُن سے کہ اس وقت پیش نظر ہیں مذکور ہوئی ہیں حدیث اول سنن ابی داؤد و جامع ترمذی میں رکاز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں فوق ما بیننا و بین المشرکین العمامۃ علی القلائس ہمیں اور مشرکوں میں فرق ٹوپیوں پر عمامے ہیں علامہ مناوی تیسرے شرح جامع صغیر میں اس حدیث کے نیچے لکھتے ہیں فالمسلمون یلبسون القلنسوة و فوقها العمامۃ اما لبس القلنسوة وحدها فری المشرکین فالعمامة سنة مسلمان ٹوپیاں پہن کر اوپر سے عمامہ باندھتے ہیں تنہا ٹوپی کافروں کی وضع ہے تو عمامہ سنت ہے یہی حدیث باوردی نے ان لفظوں سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا العمامۃ علی القلنسوة فصل ما بیننا و بین المشرکین یعطی بکل کورة ید و رہا علی راسہ نوراً ٹوپی پر عمامہ ہمارا اور مشرکین کا فرق ہے جہیز کہ مسلمان اپنے سر پر لٹے گا اُس پر روز قیامت ایک نور عطا کیا جائے گا حدیث ۲ و ۳ قضاعی شہاب میں امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے اور دلی سند الفردوس میں مولیٰ علی و عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں العمامۃ تیجان العرب عمامے عرب کے تاج ہیں حدیث ۴ سند الفردوس میں انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں العمامۃ تیجان العرب فاذا وضعوا العمامۃ وضعوا عزمہ و فی لفظ وضع اللہ عمامے عرب کے تاج ہیں جب وہ عمامہ چھوڑیں تو اپنی عزت اُتار دیں گے حدیث ۵ ابن عدی امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایوا المساجد حساً و معصبین فان العمامۃ تیجان المسلمین مسجدوں میں حاضر ہو کر سر پہننا اور عمامے باندھے اس لیے کہ عمامے مسلمانوں کے تاج ہیں حدیث ۶ طبرانی بحکم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اعلموا تزادوا احلما عمامہ باندھو تمہارا حلم بڑھے گا صحیح الحاکم حدیث ۷ ابن عدی کامل و یقی شعب الایمان میں اسامہ بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اعلموا تزادوا احلما و العمامۃ تیجان العرب عمامہ باندھو و قار زیادہ ہوگا اور عمامے عرب کے تاج ہیں و روی عنہ الطبرانی صمدہ و اشار المناوی الی تقویۃ حدیث ۸ دلی عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وان اسلم حصین فنعنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں العمامۃ و قار العؤمن و عز العرب فاذا وضعت العرب عمامتہا وضعت عزہا عمامے مسلمان کے وقار اور عرب کی عزت ہیں تو جب عرب عمامے اُتار دیں اپنی عزت اُتار دیں گے حدیث ۹ وہی رکاز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تزال امتی علی الفطرة ما لبسوا العمامۃ علی القلائس میری امت ہمیشہ دین حق پر ہے گی جب تک وہ ٹوپیوں پر عمامے باندھیں حدیث ۱۰ ابوبکر بن ابی شیبہ مصنف اور ابوداؤد طیالسی و ابن منیع مسانید اور سیقی سنن میں امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اللہ امدنی یوم ید روحین بملئکتہ یعمتون هذه العمامۃ حاجزة بین الکفر و الايمان بیشک اللہ عز و جل نے بد روحین کے دن ایسے ملائکہ سے

میری مدد فرمائی جو اس طرز کا عمامہ باندھتے ہیں بیشک عمامہ کفر و ایمان میں فارق ہے حدیث ۱۱ دلی مسند الفردوس میں عبدالاعلیٰ بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: **هكذا فاعلموا فان العمامة سماء الاسلام وهي حاجزة بين المسلمين والمشركين اسي طرح عمامے باندھو کہ عمامہ اسلام کی نشانی ہے اور وہ مسلمانوں اور مشرکوں میں فارق ہے حدیث ۱۲ ابن شاذان اپنی شیخ میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمامہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: **هكذا تكون تيجان الملكة فرشتوں کے تاج ایسے ہی ہوتے ہیں حدیث ۱۳ و ۱۴ طبرانی کبیر میں عبد اللہ بن عمر اور بقی شعب میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں علیکم بالعمامة فاغاسيما للملكة واذخوا لها خلف ظهوركم عمامے اختیار کرو کہ وہ فرشتوں کے شاپر ہیں اور ان کے شیلے اپنے پس پشت چھوڑو حدیث ۱۵ ابو عبد اللہ محمد بن وضاح فضل لباس العمامہ میں خالد بن سعدان سے مرسل راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان الله تعالى اكرم هذه الامة بالعصائب الحديث بیشک اللہ عزوجل نے اس امت کو عماموں سے مکرم فرمایا حدیث ۱۶ بقی شعب الایمان میں انھیں سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اعلموا خالفوا على الامم قبلکم عمامے باندھو اگلی امتوں یعنی یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو کہ وہ عمامہ نہیں باندھتے حدیث ۱۷ ابیہم کیا طبرانی میں ہے حدیثنا محمد بن عبد اللہ الخضری حدیثنا العلاء بن عمرو والحنفی حدیثنا ایوب بن مدرک عن مکحول عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان الله عز وجل وملشكته يصلون على اصحاب العمامة يوم الجمعة یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں بیشک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں جمعہ کے عمامہ والوں پر حدیث ۱۸ دلی اس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الصلوة في العمامة تعدل بعشر الاث حسنة عمامہ کے ساتھ نماز دس ہزار نیکی کے برابر ہے فیہا بان حدیث ۱۹ راہنہ رمزی کتاب الامتال میں مساذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں العمامة تيجان العرب فاعلموا تزادوا واحلما ومن اعتم فله بكل كور حسنة فاذا حط فله بكل حطة حطها خطيئة عمامے عرب کے تاج ہیں تو عمامہ باندھو تمھارا وقار بڑھے گا اور جو عمامہ باندھے اُس کے لیے ہر نیچ پر ایک نیکی ہے اور جب (بلا ضرورت یا ترک کے قصد پر) اُتائے تو ہر نیچ پر ایک خطا ہے یا جب (بضرورت بلا قصد ترک بلکہ بارادہ معاودت) اُتارے تو ہر نیچ اُتارنے پر ایک گناہ اُترے دونوں معنی ممکن ہیں واللہ تعالیٰ اعلم والحديث اشدا ضعفا فيه ثلثة متر وكون متهمون عمرو بن الحصين عن ابی علافة عن ثوبان حدیث ۲۰ مسند الفردوس میں جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں رکعتان بعمامة خير من سبعين ركعة بلا عمامة عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بے عمامے کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں رہی حدیث مذکور سوال اسے ابن عساکر نے تاریخ دمشق اور ابن النجار نے تاریخ بغداد اور دلی نے مسند الفردوس میں بطریق عدیدہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ابن عساکر بطریق احمد بن محمد الرقی ثنا عیسیٰ بن یونس حدیثنا العباس بن کثیر و الدلی بطریق الحسن بن الحسن بن علی حدیثنا سحی بن یعقوب القطان حدیثنا سفین بن زیا دالمخرمی حدیثنا العباس بن کثیر القریشی حدیثنا یزید بن****

ابی حبیب عن میمون بن مهران قال دخلت علی سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فحدثنی ملیا ثم التفت الی فقال یا ابا ایوب الا خبرک بحديث تحبه وتحمله عنی وتحذی بہ قلت بلی قال دخلت علی ابی عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما وهو یعمم فلما فرغ التفت فقال اتحب العمامة قلت بلی قال احبها تکرم ولا یراک الشیطان الاولی سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول صلاة تطوع او فريضة بعمامة تعدل خمساً وعشرين صلاة بلا عمامة وجمعة بعمامة تعدل سبعین جمعة بلا عمامة ای بنی اعمد فان المسلمة یشهدون یوم الجمعة معتمین فیسلمون علی اهل العمامة حتی تغیب الشمس یعنی سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں میں اپنے والد ماجد عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حضور حاضر ہوا اور وہ عمامہ باندھ رہے تھے جب باندھ چکے میری طرف التفات کر کے فرمایا تم عمامہ کو دوست رکھتے ہو میں نے عرض کی کیوں نہیں فرمایا اُسے دوست رکھو عزت پاؤ گے اور جب شیطان تمہیں دیکھے گا تم سے پیٹیر پھیرے گا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ عمامہ کے ساتھ ایک نماز نفل خواہ فرض بے عمامہ کی پچیس نمازوں کے برابر ہے اور عمامہ کے ساتھ ایک جمعہ بے عمامہ کے ستر جموں کی برابر ہے پھر ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اے فرزند عمامہ باندھ کہ فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھے آتے ہیں اور سورج ڈوبنے تک عمامہ والوں پر سلام بھیجتے رہتے ہیں حق یہ ہے کہ یہ حدیث موضوع نہیں اُس کی سند میں نہ کوئی وضاع ہے نہ متم بالوضع نہ کوئی کذاب نہ متم بالکذاب نہ اُس میں عقل یا نقل کی اصلا مخالفت لاجرم اُسے امام جلیل خاتم الحفاظ جلال المسلمة والدین سیوطی نے جامع صغیر میں ذکر فرمایا جس کے خطبہ میں ارشاد کیا ترک القشرا واخذت اللباب وصنعت عمامة تقویہ وضاع او کذاب میں نے اس کتاب میں پوست چھوڑ کر خالص مغز لیا ہے اور اُسے ہر ایسی حدیث سے بچایا جسے تنہا کسی وضاع یا کذاب نے روایت کیا ہے اما ابن النجار فاخرجه من طریق محمد بن مہدی المروزی ابن ابی البوشیر بن سيار الرقی حدثنا العباس بن کثیر الرقی عن یزید بن حبیب قال قال لی مہدی بن میمون دخلت علی سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم وهو یعمم فقال لی یا ابا ایوب الا احد ثلث بحديث تحبه وتحمله وقرویہ فذكر مثله وقال لا یزالون یصلون علی اصحاب العمامة حتی تغیب الشمس قال الحافظ فی اللسان هذا حدیث منکر بل موضوع ولما راہ العباس بن کثیر ذکرنا فی الغریب لا بن یونس ولا فی ذیلہ لا بن الطحان واما ابوالبشر بن سمار فلم ینکرہ ابواحمد الحاکم فی الکنی وما عرفت محمد بن محمد بن المروزی ولا محمد بن میمون الراوی لهذا الحدیث من سالم وليس هو البصري المخرج فی الصحیحین ولا ادری من لافہ اما قول رحمہ اللہ الحافظ من این یا تبه الوضع وليس فيه ما یحیلہ عقل ولا شرع ولا فی سندہ وضاع ولا کذاب ولا متهم ومجروح جمل الراوی لا یقضي بالسقوط حتی لا یصلہ للتسامح به فی الفضائل فضلا عن الوضع ولما اورد الحافظ ابوالفرج ابن الجوزی حدیث قرعۃ بن سويد عن عاصم بن مفضل عن ابی الاشعث الصنعانی عن شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من قرع بیت شعر بعد العشاء الاخرة لم تقبل له صلاة ثلاث الليلة فی العوضوعات واعلم بان عاصم فی عداد المجہولین وقرعۃ قال احمد مضطرب الحدیث وقال ابن حبان کان کثیر الخطاء فاحش الوهم فلما کثر ذلك فی روايته سقط الاحتجاج بها قال الحافظ

نفسہ فی القول المسدد ليس في شيء من هذا اما يقضى على هذا الحديث بالوضع الخ ولما حكم ابن الجوزي على حديث ابی عقال عن انس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم العسقلان احدا العروسين يبعث منها يوم القيامة سبعون الف الفاحساب عليهم ويبعث منها خمسون الف الفاشهداء وفودا الى الله عز وجل وبها صغفون الشهداء رؤسهم مقطعة في ايديهم تثج اودا تجرد وما يقولون ربنا واثما ما وعدتنا على رسلك ولا تخزنا يوم القيامة انك لا تخلف الميعاد فيقول صدق عبيدي اغسلوهم بخر البقيضة فيخرجون منها نقاة بيضا فيسرحون في الجنة حيث شاءوا بالوضع محتجبان جميع طوقه تدور على ابی عقال واسمه هلال بن زيد بن يسار قال ابن حبان يروي عن انس اشياء موضوعة ما حدث بها انس قط لا يجوز الاحتجاج به بحال او قال الذهبي في الميزان باطل قال الحافظ نفسه فيه وهو في فضائل الاعمال والقويض على الباطل في سبيل الله وليس فيه ما يحيله الشرع ولا العقل فالحكم عليه بالبطلان بمجرد كون من رواية ابی عقال لا يتجه وطريقة الامام احمد معرفة في التسامح في رواية احاديث الفضائل دون احاديث الاحكام فليت شعري لم لا يقال مثل هذا في حديث العمامة مع انه ايضا في فضائل الاعمال والقويض على التأديب في حضور قباله وليس فيه ما يحيله الشرع ولا العقل بل ولا فيه احاديث برواية الموضوعات كابي عقال فكيف يتجه الحكم عليه بالبطلان بل الوضع بمجرد كون بعض روايته ممن لم يعرفه الحافظ او لم يدر كونهم فلان وفلان علان مهدي بن ميمون عندي وهم من بعض رواة ابن الفجار لان عيسى بن يوسف عنده ابی نعير وسفين بن زياد عنده الديلمي انما يرويان عن العباس عن يزيد عن ميمون بن مهران كما تقدم وميمون هو ابو ابوب الجوزي الرقي ثقة فقيه من رجال مسلم والاربعة كما قاله الحافظ في التقييب لا جرم لم يمنع كلام الحافظ هذا اخا لمر الحافظ السيوطي عن ايراده فيما وعند بتنزيهه عن الموضوع اما قول تليدة الحافظ السخاوي حديث صلاة بخاتم تعدل سبعين صلاة بغير خاتم هو موضوع كما قال شيخنا وكن اما رواة الديلمي عن حديث ابن عمر مرفوعا بلفظ صلاة بعمامة الحديث المذكور ومن حديث انس مرفوعا الصلاة في العمامة تعدل بعشرة الاف حسنة اه فلم يدرين كوجهه وانما تتبع شيخه وقد علمت ما فيه وكذا حديث انس انما فيه ابان متروك وترك الراوي لا يقضى بوضع الحديث كما بينته في الهاد الكاف في حكم الضعاف والله تعالى اعلم جابل كمرديث كمن هو في نفس موضوع كمن واجب التعزير به او كتب معتمد فقيه كونهما ناهات وضلالت اور اس حديث کے بيان کرنے والے پر لعنت کا اطلاق خود اس کے لیے سخت آفت کہ حکم احادیث صحیح جو لعنت غیر سختی پر کی جاتی ہے کرنے والے پر پڑتی آتی ہے والعباد بالله تعالی اور مسلمانوں کے عمامے قصداً اُترادینا اور اُسے ثواب شعلانا قریب ہے کہ ضروریات دین کے انکار اور سنت قطعیہ تواتر کے استحقاق کی حد تک پہنچے ایسے شخص پر فرض ہے کہ اپنی ان حرکات سے توبہ کرے اور از سر نو کلمہ اسلام پڑھے اور اپنی عورت کے ساتھ تجدید نکاح کرے حدیث کہ جامع روز میں ہے۔ حدیث بستم مذکور کے قریب قریب ہے۔ اور تقدیر بقصد تجدید نہ تو اسی کی نقل یا معنی۔ یعنی منینہ مصلی نہیں بلکہ فخر الدین بروج ابن ابی منصور عراقی استاذ زاهدی کی منینہ الفقہا جس کی تخصیص فقیہ ہے۔ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔

مسئلہ۔ از کاستنج محلہ ناتھورام گلی چرامن مرسلمحمد مصطفیٰ ۲۶ شعبان ۱۳۳۳ھ

عادل نبیل فاضل جلیل وفقہ اشد اجمیل بمناقبہ سید الانبیاء صاحب الکثر واللسبیل السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ معروض خدمت ہے کہ

قبل اس کے ایک عریضہ دربارہ حصول فتویٰ مسئلہ ذیل روانہ کیا تھا جواب سے مشرف نہیں ہوا مفہوم ہوں امید کرتا ہوں کہ امر حق ظاہر کرنے میں توقف نہ فرمائیے گا اور بندہ کے استقامت و حسن خاتمہ کی واسطے داعی پر گاہ خدا ہو جیسے گا۔ مسئلہ پاک (جس کی طہارت میں قطعی یقین حاصل ہو جیسے نیا) جو تاپہن کر کوئی سی نماز داخل یا فرائض ادا کرنا جائز ہے یا نہیں فقہ و حدیث کی مطولات کا حوالہ دینی بہت بڑا

الجواب

جناب من و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اس سے پہلے کا گنج سے یہ سوال بصورت دیگر مرسل عباد اللہ خدا کا آیا اور جواب گیا اب اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر جو تاپہن کر کوئی غیر استعمالی ہو کہ صرف مسجد کے اندر پہنا جائے اور پنجہ اتنا سخت نہ ہو کہ مسجد میں انگلیوں کی پیٹ زمین پر نہ بچھنے دے تو اس سے نماز میں کچھ حرج نہیں بلکہ بہتر ہے اور یہی امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی سنت ہے کہ دو جوتے رکھتے ایک راہ میں پہنتے اور جب کنارہ مسجد پر آتے اسے اتار کر غیر استعمالی کو پہن لیتے اور اگر استعمالی ہو تو اسے پہن کر مسجد میں جانا بے ادبی ہے اور غیر مسجد میں بھی نماز میں اتار دیا جائے اور اگر پنجہ اتنا سخت ہے کہ کسی انگلی کا پیٹ زمین پر نہ بچھنے دے گا تو نماز ہی نہ ہوگی کماحقہ نقاہ فی فتاویٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از رام نگر ضلع نمنی تال مرسلہ عنایت اللہ خاں دہلی پوسٹ ماسٹر ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

قبلہ و کعبہ دارین دام ظلم کلمہ طیبہ شریف جب ورد کر کے پڑھا جائے تو اس میں ہر جگہ پر جب نام نامی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آوے ورد پڑھنا چاہیے یا ایک مرتبہ جبکہ وہ جلسہ ختم کرے۔ بدینہ تو جو روا

الجواب

جواب مسئلہ سے پہلے ایک بہت ضروری مسئلہ معلوم کیجیے سوال میں نام پاک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بجائے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلعم لکھا ہے یہ جالت آج کل بہت جلد بازوں میں رائج ہے کوئی صلعم لکھتا ہے کوئی صلعم کوئی ۳۱ اور یہ سب بیہودہ و مکروہ و سخت ناپسند و موجب محرومی شدید ہے اس سے بہت سخت احتراز چاہیے اگر تحریر میں ہزار جگہ نام پاک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آئے ہر جگہ پورا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھا جائے ہرگز ہرگز کہیں صلعم وغیرہ نہ ہو علما نے اس سے سخت مانعت فرمائی ہے یہاں تک کہ بعض کتابوں میں تو بہت اشد حکم لکھ دیا ہے علامہ طحاوی حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں ویکرہ الرمز بالصلوة والتوضی بالکتابۃ بل یکتب ذلک کلہ بکمالہ و فی بعض المواضع من التارخانیۃ من کتبہ علیہ السلام بالہمزۃ والمیہ یکفر لا نہ تخفیف و تخفیف الانبیاء کفر بالاشاک و لعلہ ان صح النقل فهو مقید بقصد والا فالظاهر انه لیس بکفر و کون لازم الکفر کفر بعد تسلیم کونہ مذہبا مختارا محله اذا کان اللزوم بینا نعم الا حقیاط فی الاحتراز عن الایہام والشبہۃ۔ اب جواب مسئلہ لیجیے نام پاک حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مختلف جلیں میں جتنے بابے یا سنے ہر بابہ ورد شریف پڑھنا واجب ہے اگر نہ پڑھے گا گنہگار ہوگا اور سخت سخت وعیدوں میں گرفتار ہاں اس میں اختلاف ہے کہ اگر ایک ہی جلسہ میں چند بار نام پاک لیا یا سنا تو ہر بار واجب ہے یا ایک بار کافی اور ہر بار مستحب ہے بہت علما قول اول کی طرف گئے ان کے نزدیک تو ایک جلسہ میں ہزار بار کلمہ شریف پڑھے تو ہر بار ورد شریف بھی پڑھنا جائے

اگر ایک بار بھی چھوڑا گنگنا رہا مجتنبہ و درمختار وغیرہ میں اسی قول کو مختار و اصح کہا فی الدال المختار اختلف فی وجوبها علی السامع والذکر کما ذکر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والمختار تکرار الوجوب کما ذکر ولو اتحد المجلس فی الاصح ام بتلخیص دیگر عمل نے نظر آسانی امت قول دوم اختیار کیا ان کے نزدیک ایک جلسہ میں ایک بار ردہ ادائے واجب کے لیے کفایت کرے گا زیادہ کے ترک سے گنگنا رہے ہو گا مگر ثواب عظیم و فضل جسیم سے بیشک محروم رہا کافی وقیفہ وغیرہ میں اسی قول کی تصحیح کی فی رد المحتار صحیح الزاہدی فی المجتنبہ لکن صحیح فی الکافی وجوب الصلاة مرة فی کل مجلس کسجود التلاوة للحجج الا انه یندب تکرار الصلاة فی المجلس الواحد بخلاف السجود فی القنیتہ قیل ینفی فی المجلس مرة کسجدة التلاوة وبہ یفتی وقد جوزہ هذا القول المحدث ابن الہمام فی زاد الفقیر اھ ملحقاً بہر حال مناسب یہی ہے کہ ہر بار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہتا جائے کہ ایسی چیز جس کے کرنے میں بالاتفاق بڑی بڑی رحمتیں برکتیں ہیں اور نہ کرنے میں بلاشبہ بڑے فضل سے محرومی اور ایک مذہب قوی پر گناہ و مصیبت عاقل کا کام نہیں کہ اسے ترک کرے وبالله التوفیق۔

مسئلہ - ۶، جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص وظیفہ پڑھتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا یا جائز ہے یا ناجائز۔ بینوا و تجروا

الجواب

جو وظیفہ پڑھے اور نماز نہ پڑھے فاسق و فاجر مرتکب کبار ہے اس کا وظیفہ اس کے موند پر مارا جائے گا ایسوں ہی کو حدیث میں فرمایا رب تالی القرآن والقراء ان یلعنہ بہیرے قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن انھیں لعنت کرتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ

مسئلہ - از ملک بنگالہ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نعمہ و فضلی علی رسولہ الکریم رجی می فرمائیے علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ در ملک بنگالہ یک گروہ نوپیداشدہ کہ اس را جہاد می گویند و ایشان یک شاخ غیر مقلدین اند لیکن ازاں طائفہ در چند امور زائد اندیکہ ایک می گویند کہ بعد نماز مناجات خواستن درست نیست بلکہ نسبت بدعتش می کنند علم فقہ و اصول وغیرہ ایں قوم تسلیم نمی کنند بلکہ دشنام می ہند و بخش نامنرا می گویند و می گویند کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گاہے دعا نہ کردہ پس اگر ایشان از قرآن شریف و صحاح ستہ استخراج مسائل کردہ فرستند نہایت خوب خواهد شد۔ والسلام

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم حمد اللہ اللہم یا عظیم صل علی نبیک الکریم و آلہ و صحبہ اولیٰ التکریم و مجتہدی دینہ القویم امین الحمد للہ سلسلہ سخن درازست و فیض الہی باز خامہ اگر بتفصیل بگوید ہماناں نامہ گروہ آور دن باید لاجرم ایک آیت ہفت حدیث بسندہ می نماید آیت قال اللہ عزوجل فاذا فرغت فانصب والی دیک فارغب ہ قول اصح تفسیر کریمہ قول سلطان المفسرین ابن عم البنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ست کہ فراغ فراغ از نماز و نصب نصب در دعاست یعنی چل

از نماز فارغ شوی در دعا حمد و مشقت نما و بسوی پروردگار خود براری و تضرع گرافی تفسیر الجلالین فاذا فرغت من الصلاة فانصب
انقب فی الدعاء والی ربك فارغب تضرع ہمد خطبہ اوست هذا تکملة تفسیر الامام جلال الدین المحلی علی منظر من الاعتقاد
علی ارجح الاقوال وترك التطویل بذکوا قال غیر مرضیۃ امہ ملخصا علامہ رقانی در شرح مواہب لدنیہ فرماید ہوا الصحیح فقد
اقتصار علیہ الجلال وقد التزم الاقتصار علی ارجح الاقوال حدیث اول مسلم ابو داؤد وترمذی و نسائی وابن ماجہ و احمد و دارمی
و یزار و طبرانی وابن السنی ہر ہمہ از ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولائے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روایت کنند قال
کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا نصرت من صلاتہ استغفر ثلاثا وقال اللہم انت السلام ومنک السلام فباک
یا ذا الجلال والاکرام یعنی چون حضور سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وسلم اجمعین از نماز برگشتے وسلم دادے سے بار از حق سبحانہ
و تعالیٰ مغفرت خواستے و این دعا گفتے خدا یا توئی سلام (کہ بیچ عیب و نقصے را گرد سرا پرده عز و جلال تو بار نیست) و از بست سلام
(کہ سلامت ما بندگان از ہمہ آفات و بطیات ہمیں بقدرت و ارادت و لطف رحمت تست) برکت و عظمت مرزا ست لے صاحب
بزرگی و بزرگی دہے یا رب گمراہیں حدیث در صحاح مشہور و متداول نیست یا از خدا طلب مغفرت و سوال سلامت دعا نباشد آئے جمل
بلا نیست نہ سہل و چون مرکب شود و آئے ندارد و العیاذ باللہ تبارک و تعالیٰ حدیث دوم و سوم و چهارم بخاری و مسلم و ابو داؤد
و نسائی و ابوبکر ابن السنی و ابوالقاسم طبرانی از مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و یزار و طبرانی از عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنہما و نیز یزار از جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کنند و هذا حدیث المتغیرۃ و اللفظ للنسائی قال کتب معویۃ
الی مغیرۃ بن شعبۃ اخبرنی بشئ سمعته من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم اذا قضی الصلاۃ قال لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ المملک ولہ الحمد و هو علی کل شئ قدیر اللہم لا مانع لہما
اعطیت و لا معطى لہما صنعت و لا ینفع ذالجمد منک الحمد یعنی امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ را
نوشت کہ مرا آگاہی دہ بچیزے کہ از رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شنیدہ باشی مغیرہ گفت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چون نماز
ختم نمودے چنان فرمودے پہنچیں سزائے پرستش نیست جز خدائے یکائے بے ہمتا مرا و راست باد شاہی و مرا و راست ستایش و او بہر جہ کہ خواہ
تو است خدا یا بیچ باز دارندہ نیست چیزے را کہ تو دہی و بیچ دہندہ نیست چیزے را کہ تو باز داری و سودمند خداوند بخت و دولت را از تو و
عذاب تو آن بخت و دولتش اللہم لا مانع لہما اعطیت الخ اگر دعا نیست آخر چیست بکہ لہ الحمد خود بہترین دعاست ترمذی و نسائی و ابن
حبان و حاکم اول تجسین و آخر تصحیح از جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما آورند کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ افضل الذکر
لا الہ الا اللہ و افضل الدعاء الحمد للہ بہترین ذکر لا الہ الا اللہ و بہترین دعا الحمد للہ گفتن ست حدیث پنجم در سنن نسائی از عطاء ابن
ابی مروان از پدرش مروی است ان کعبا حلفت لہ باللہ الذی فلق الجبل موسیٰ انا لنجم فی التورۃ ان داؤد بنی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کان اذا نصرت من صلاتہ قال اللہم اصلح لی دینی الذی جعلتہ لی عصمة و اصلح لی دنیاى الذی جعلت فیہا معاشی اللہم
انی اعوذ برضاک من سخطک و اعوذ بعبودک من فعمتک و اعوذ بک منک لا مانع لہما اعطیت و لا معطى لہما صنعت و لا ینفع

ذالجد منك الجدد قال وحدثنی كعب ان محمداً صلى الله تعالى عليه وسلم كان يقولهن عند انصرافه من الصلاة یعنی كعب اجمار پیش ابی مروان بجلت گفت که سوگند بخدا نیکو دریا را بر موسی علیه الصلاة والسلام تنگاف هر آئینه ما بتوریت مقدس می یابیم که داود بنی الله علیه الصلاة والسلام چون نماز بر گشته این دعا کردی الهی بیا را بر من دین مرا که در پناه من کرده و بیا را بر من دنیا و مرا که در و سامان زندگی من بناده خدا یا پناه می برم بخوشنودی تو از خشم تو و پناه می برم (و این جا کلمه گفت که معنیش چنین باشد) به در گذشتن تو از سخت گرفتن تو و پناه می برم بتو از تو بیج باز دارنده نیست داده ترا و نه دهنده باز داشته ترا و سود نکند بخود را از تو بخت او مروان گوید کعب بن حدیث گفت که صیب رضی الله تعالی عنه اورا حدیث کرد و خبر داد که محمد صلی الله تعالی علیه وسلم نیز این دعا دوم بر گشتن از نماز میکند حدیث ششم در صحیح مسلم از برای بن عازب رضی الله تعالی عنهما روایت است گفت کما اذا صلینا خلف رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم اجبتنا ان نکون عن یمینه یقبل علینا بوجهه قال فسمعته یقول رب عذابک یوم تبعث و تجمع عبادک بودیم که چون پس بنی صلی الله تعالی علیه وسلم نماز می گزاریم دوست می داریم که از دست راست او باشیم تا پس از سلام دادن روی مبارک بسوی ما کند پس شنیدم او را که می گفت صلی الله تعالی علیه وسلم اسے ہر دو گار من گاہد اور از عذاب خودت روزیکہ برا گیری یا فرمود گرد آری بندگان خود را حدیث ہفتم بر اثر در سند و طبرانی در معجم اوسط و ابن اسنی در کتاب عمل الیوم و اللیلۃ و خطیب بغدادی در تاریخ از انس رضی الله تعالی عنه روایت دارند کان النبی صلی الله تعالی علیه وسلم اذا صلی و فرغ من صلاته مسح یمینہ علی راسہ و قال بسم الله الذی لا اله الا هو الرحمن الرحیم اللهم اذهب عنی الهم والحزن بنی صلی الله تعالی علیه وسلم چون از نماز فارغ شد دست راست بر سر مبارک خودش سوسے و این دعا نموده بنام خدا نیکو جزا دیکچیس سزائے پرستیدن نیست بخشایند ہر آن خدا یا پریشانی و غم از من دور کن طرفہ ترا آنکہ این ہوشندان را از قول امام وقت و مجتہد العصر و صاحب الزمان خودشان خبرے نیست تا ہر رکعت طویث و ادراک دلائل چه رسد مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی ہمیں در ثبوت دعا بلکہ در اثبات رفع یدین از برای دعا بعد از نماز فوائے نوشت امام ایناں میاں نذر حسین دہلوی کہ بر قولش ایمان آورده ائمہ دین خدا را بجوئے فخر ند و فقہ و فقہارا دشنام دہند تصدیق و تائید او کرد حدیثی بحیث لکھنوی آہودہ بود حدیثی دیگر این کس افز و فتوی اینست چہ می فرمایند علمائے دین نذرین سئل کہ رفع یدین در دعا بعد نماز چنانکہ معمول ائمہ دیا است ہر چند فقہا سخن می نویسند و احادیث در مطلق رفع یدین در دعا نیز وارد درین خصوص ہم حدیثی وارد است یا نہ بلینا تو جرواے ہوا المصوب درین خصوص نیز حدیثی وارد است حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحق ابن اسنی در کتاب عمل الیوم و اللیلۃ می نویسند حدثنی احمد بن الحسن حدثننا ابواسحق یعقوب بن خالد بن یزید البالیسی حدثننا عبد العزیز بن عبد الرحمن القرظی عن خصیف عن انس عن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم انه قال ما من عبد بسط کفہ فی دبر کل صلاة ثم یقول اللهم الھی والہ ابراہیم واسحق و یعقوب والہ جبرئیل و میکائیل واسرافیل استلک ان قسیتب دعوتی فانی مضطر و تعصمی فی دینی فانی مبتلی و تنالنی برحمتک فانی مذنب و تنفی عنی الفقر فانی متمسک بالاکان حقاً علی الله عزوجل ان لا یرددہ یہ ثابتین واللہ تعالی اعلم ابو الحسنات محمد عبدالحی حاصل این حدیث کہ

فی الحدیث خیر الذکر الخفی - واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ - از میرٹھ دفتر طلسمی پریس مسئلہ مولوی محمد حسین صاحب تاجر طلسمی پریس ۱۳ رمضان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ادھر کے لوگ صبح اور عصر میں بعد سلام اول تسبیحات پڑھ کر دعائے مانگتے ہیں اور وہاں بعد سلام فوراً دعا ان میں کون سا طریقہ سنت ہے اور کیا ثبوت ہے -

الجواب

نازک کے بعد دعائے ثابت ہے اور تسبیح حضرت بول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی صحیح حدیثوں میں آئی ہے صبح اور عصر کے بعد سنتیں نہیں ان کے بعد ذکر طویل کا موقع ہے مگر مسلمانوں میں رسم یہ پڑھ گئی ہے اور ضرور محمود ہے کہ بعد سلام امام کے ساتھ دعائے مانگتے ہیں اور اگر وہ دعائیں دیکر منتظر رہتے ہیں ان کے ساتھ دعائے مانگنے کے بعد متفرق ہوتے ہیں اس حالت میں تسبیحات کی تقدیم اگر خوب تحقیق ثابت ہو کہ ان میں کسی ایک فرد پر بھی ثقیل نہ ہوگی تو کچھ حرج نہیں ورنہ یہی طریقہ بہتر ہے کہ خفیف دعائے مانگ کر فارغ کر دے پھر جس کے جہی میں آئے تسبیحات میں شامل رہے - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از رام پور جیکل کون ضلع چٹاگانگ مدرسہ عزیز یہ مسئلہ بیغض الرحمن ۱۰ جمادی الاخرہ ۱۳۲۶ھ

درود شریف بالجہر پڑھنا جائز ہے یا نہیں بر تقدیر ثانی مطلقاً ناجائز ہے یا جواز مع الکراہت اور کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی -

الجواب

درود شریف ذکر ہے ذکر بالجہر جائز ہے جبکہ نہ ریا ہو نہ کسی نازی یا مریض یا سوتے کی ایذا نہ کسی مصلحت شرعیہ کا خلاف ہو یہیں درود شریف بھی جہراً جائز و مستحب ہے جس کے جواز پر دلیل اجماع کقراءات حدیث و ذکر نام اقدس میں سلفاً خلفاً تمام اللہ و علی و مسلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی آواز سے کہتے ہیں صحتی آواز سے قراءات حدیث و کلام کر رہے ہیں اور یہ جہر ہے - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بریلی محلہ بہاری پور جناب نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۴ صفر المظفر ۱۳۳۵ھ

جس فرض کے بعد سنت ہے اُس کے فرض کے بعد مناجات کرنا درست ہے یا نہیں یا بغیر مناجات کے سنت ادا کیسے یا مختصر مناجات کے بعد سنت شروع کرے دلیل حدیث یا فقہ کی کتاب سے مع عبارت ہونی چاہیے مع نشان باب و نام کتاب - بینوا تو جہروا

الجواب

جائز و درست تو مطلقاً ہے مگر فضل طویل کردہ تنزیہی و خلاف اولیٰ ہے اور فضل قلیل میں اصلاً جرح نہیں در مختار فصل صفة الصلاة میں ہے یکرہ تاخیر السنة الا بقدر المعذرات السلام الخ قال الحلواني لا باس بالفصل بالا وادواختارة الکمال قال المجلس ان لم یرد بالکراهة التفریجیة ارتفع الخلاف قلت وفي حفظی حله علی القلة فتح القدر میں ہے قول الحلواني لا باس المشهور هي هذه العبادة كون خلافه لولي فكان معناها ان لا ولي ان لا يقرأ (أي الا وادوا) قبل السنة ولو فعل لا باس اه مختصراً فقوله ثم قال وتبعه على ذلك تلميذه في الحلة قال فتمثل الكراهة على التفریجیة لصح دليل التحريمية حتى لو صلاها بعد الا واد تقع

رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایسا شخص خوف نہیں کرتا کہ اللہ عزوجل اس کا دل اُٹ دے۔

ہاں اگر خارج نماز ہے کہ ایک سورت پڑھ لی پھر خیال آیا کہ دوسری سورت پڑھوں وہ پڑھ لی اور یہ اس سے اوپر کی تھی تو اس میں حرج نہیں۔ یا مثلاً حدیث میں شب کے وقت چار سورتیں پڑھنے کا ارشاد ہوا ہے یسین شریف کہ جو اسے رات میں پڑھے گا صبح کو بخشا ہوا اُٹھے گا۔ سورہ دخان شریف کہ جو اسے رات میں پڑھے گا صبح اس حالت میں اُٹھے گا کہ ستر ہزار فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے ہوں گے۔ سورہ واقعہ شریف کہ جو اسے ہر رات پڑھے گا۔ محتاجی اس کے پاس نہ آئے گی۔ سورہ تبارک الذی شریف کہ جو اسے ہر رات پڑھے گا عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔

ان سورتوں کی ترتیب یہی ہے۔ مگر اس غرض کے لیے پڑھنے والا چار سورتیں متفرق پڑھنا چاہتا ہے کہ ہر ایک مستقل جدا عمل ہے۔ اسے اختیار ہے جس کو چاہے پہلے پڑھے جسے چاہے پیچھے پڑھے۔ امام نے سورتیں بے ترتیبی سے سوا پڑھیں تو کچھ حرج نہیں۔ قصداً پڑھیں تو گنہگار ہوا۔ نماز میں کچھ خلل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ السلام والحکم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مقتدی کو امام کے پیچھے قرائت سورہ فاتحہ یا اور کسی سورت کی جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

مذہب حنفیہ در بارہ قرائت مقتدی عدم اباحت و کراہت تحریر ہے۔ نماز سری میں روایت استحباب کہ حضرت امام محمد بن شیبانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف نسبت کی گئی محض ضعیف کما بسط المحقق علی الاطلاق فقیر النفس مولانا کمال الملک والدین محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کما قالہ فی الدر المختار خود تصانیف امام محمد میں جا بجا عدم جواز مصرح آثار میں فرماتے ہیں یہی مذہب ہمارا مختار اور اسی پر عامہ حدیث و اخبار وارد اور فرمایا ایک جماعت صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین قرائت مقتدی کو مفند نماز کہتی ہے اور اقوی الدلیلین پر عمل کرنے میں احتیاط ہے۔ موطائیں بہت آثار روایت فرماتے ہیں جن سے عدم جواز ثابت قالہ الشیخ المحقق مولانا عبدالحق المحدث الدہلوی قدس اللہ تعالیٰ سرک العزیز فی اللغات بایں ہمہ خلاف تصریحات امام ایک روایت مروجہ مجروحہ سے نماز سری میں جواز خواہ استحباب قرائت ان کا مذہب ٹھہرانا اور فقہ حنفی میں اس کا وجود سمجھنا محض باطل وہ ہم عاقل۔ ہمارے علمائے مجتہدین بالاتفاق عدم جواز کے قائل ہیں اور یہی مذہب جمہور صحابہ و تابعین کا ہے حتیٰ کہ صاحب ہدایہ امام علامہ برہان الملک والدین مرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دعویٰ اجماع صحابہ کیا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ احادیث و آثار کہ اس باب میں وارد و یحید و شمار یہاں بخوف طوالت بیان بعض پاقصا صیح مسلم شریف میں سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذ اصلیتہم فاقیموا صفو فکم ثم لیؤمکم احدکم فاذا کبر فکبروا و اذا قرأ فاضتوا یعنی جب تم نماز پڑھو اپنی صفیں سیدھی کرو پھر تم میں کوئی امام

کرے پس جب وہ تکبیر کے تم بھی تکبیر کو اور جب وہ قرات شروع کرے تم چپ رہو۔ ابو داؤد و نسائی اپنی اپنی سنن میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں انما الامام لیؤتربہ فاذا کبر فکبروا و اذا قرأ فانصتوا هذا لفظ النساء یعنی امام تو اس لیے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے پس جب وہ تکبیر کے تو تم بھی کو اور جب قرات کرے تم خاموش رہو امام مسلم بن حجاج نیشاپوری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی صحیح میں اس حدیث کی نسبت فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک صحیح ہے۔ ترمذی اپنی جامع میں سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی من صلی رکعة لمریقہ فیہا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام یعنی جو کوئی رکعت بے سورہ فاتحہ کے پڑھے اس کی ناز نہ ہوئی مگر جب امام کے پیچھے ہو۔ ہکذا رواہ مالک فی موطاۃ موقوفہ اور امام ابو جعفر احمد بن سلام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے معانی الآثار میں اسے روایت کیا اور ارشادات سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قرار دیا اللہ تعالیٰ اعلم۔ حافظ ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے سیدنا امام الائمہ مالک الازہر سراج الائمہ کا شف النعمہ امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوئی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن مقلد یہ باحسان روایت فرماتے ہیں حدیثنا ابو الحسن موسیٰ بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن جابر عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انه قال من صلی خلف الامام فان قراءۃ الامام لا یقرأ یعنی حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو شخص امام کے پیچھے ناز پڑھے تو امام کا پڑھنا اس کا پڑھنا ہے فقیر کہتا ہے یہ حدیث صحیح ہے رجال اس کے سب رجال صحاح ستہ ہیں و رواہ محمد ہکذا مرفوعاً عن طریق اخر حاصل حدیث کا یہ ہے کہ مقتدی کو پڑھنے کی کچھ ضرورت نہیں امام کا پڑھنا اس کے لیے کفایت کرتا ہے ہکذا راوی عند محمد رحمہ اللہ تعالیٰ مختصراً و رواہ الامام ترمذی مستوعباً قال صلی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالناس فقراً رجل خلف فلما قضی الصلاۃ قال ایکم قرأ خلفی ثلاث مرات قال دجن انا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من صلی خلف الامام فان قراءۃ الامام لا یقرأ خلاصہ مضمون یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو ناز پڑھائی ایک شخص نے حضور کے پیچھے قرات کی یہ ایک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناز سے فارغ ہو کر ارشاد فرمایا کس نے میرے پیچھے پڑھا تھا گوگ سبب خون حضور کے خاموش ہوئے یہاں تک کہ تین بار جگر اریبی استفسار فرمایا آخر ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نے۔ ارشاد ہوا کہ جو امام کے پیچھے ہو اس کے لیے امام کا پڑھنا کافی ہے ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایضاً عن حماد عن ابراہیم بن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ لمریقہ خلف الامام لا فی الركعتین الاولیین ولا فی غیرہما یعنی سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام کے پیچھے قرات نہ کی نہ پہلی دو رکعتوں میں نہ ان کے غیر میں فقیر کہتا ہے عبد اللہ بن مسعود اور کون عبد اللہ بن مسعود جو فاضل صحابہ و مومنین سابقین سے ہیں حضور و مغز میں ہمراہ رکاب سعادت انساب حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رہتے اور بارگاہ نبوت میں بے اذن لیے جانا ان کے لیے جائز تھا بعض صحابہ فرماتے ہیں ہم نے راہ و روش سرور انبیاء علیہ النعمۃ و الثناء سے جو چال ڈھال ابن مسعود کی ملتی پائی کسی کی نہ پائی حدیث میں ہے خود حضور اکرم الاولین و الآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں رضیت لامتی ما رضی لہا ابن ام عبد و کوہت لامتی ما کرہ لہا ابن ام عبد میں نے اپنی امت کے لیے وہ پسند کیا جو عبد اللہ بن مسعود اس کے لیے پسند کرے اور اپنی امت کے لیے ناپسند کیا جو اس کے لیے عبد اللہ بن مسعود

ناپسند کہے گویا ان کی رائے خود حضور والا کی رائے اقدس ہے اور معلوم ہے کہ جناب ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مقتدی ہوتے فاتحہ وغیرہ کچھ نہیں پڑھتے اور ان کے سب شاگردوں کا یہی وتیرہ تھا محمد فی موطاء من طریق سفیان بن عیینہ منصور بن المعتمر و قال الثوری نامنصور و هذا لفظ ابن عیینة عن منصور بن المعتمر عن ابی وائل قال سئل عبد الله بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن القراءة خلف الامام قال انصت فان فی الصلاة لشغلا سیکنفیک ذلک الا امام خلاصہ یہ کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دوبارہ قرأت مقتدی سوال ہوا فرمایا خاموش رہ کہ نماز میں مشغولی ہے یعنی بیکار باتوں سے باز رہنا عنقریب تجھے امام اس کام کی کفایت کرنے لگے گا یعنی نماز میں تجھے لاطائل باتیں روانہ نہیں اور جب امام کی قرأت بعینہ اس کی قرأت ٹھہرتی ہے تو پھر مقتدی کا خود قرأت کرنا محض لغو ناشائستہ ہے فقیر کہتا ہے یہ حدیث اعلیٰ درجہ صحاح میں ہے اس کے سب رواۃ المرکب اور رجال صحاح ستہ ہیں و اما حدیث الامام عن ابن مسعود فوصلہ محمد انا محمد ابن ابان بن صالح القرشی عن حماد عن ابی ابراہیم النخعی عن علقمة بن قیس ان عبد الله بن مسعود کان لا یقرأ خلف الامام فیمایجھو فیمایخاف فیہ فی الاولیین ولا فی الاخریین و اذا صلی وحدہ قرأ فی الاولیین بقا تحۃ الکتاب و سورۃ و لم یقرأ فی الاخریین شیئاً۔ حاصل یہ کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مقتدی ہوتے تو کسی نماز میں ہر یہ ہو یا سر یہ کچھ نہ پڑھتے تھے نہ پہلی رکعتوں میں نہ پچھلی میں۔ ہاں جب تنہا ہوتے تو صرف پہلیوں میں الحمد و سورت پڑھتے ابو حنیفہ عن حماد عن ابی ابراہیم انہ قال لم یقرأ علقمة خلف الامام حرفاً لا فیمایجھو فیہ القراءة ولا فیمایجھو فیہ ولا قرأ فی الاخریین بام الکتاب ولا غیرہا خلف الامام ولا اصحاب عبد الله جميعاً یعنی علقمة بن قیس کہ کبار تابعین و اعظم مجتہدین اور افقہ تلامذہ سیدنا ابن مسعود ہیں امام کے پیچھے ایک حرف نہ پڑھتے چاہے ہر کی قرأت ہو چاہے آہستہ کی اور نہ پچھلی رکعتوں میں فاتحہ پڑھتے اور نہ اور کچھ جب امام کے پیچھے ہوتے اور نہ کسی نے حضرت کے اصحاب عبد الله بن مسعود سے قرأت کی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین محمد فی الموطا اخبارنا بکیر بن عامر ثنا ابی ابراہیم النخعی عن علقمة بن قیس قال کان اعض علی جمرة احب الی من ان اقرأ خلف الامام یعنی حضرت علقمة بن قیس فرماتے ہیں البتہ آگ کی چنگاری ہونے میں لینا مجھے اس سے زیادہ پیاری ہے کہ امام کے پیچھے قرأت کروں۔ محمد ایضا اخبارنا اسوئیل بن یونس ثنا منصور عن ابی ابراہیم قال ان اول من قرأ خلف الامام رجل منهم یعنی ابراہیم بن سوید النخعی نے کہ رؤساء تابعین و ائمہ دین متین سے ہیں حدیث و فقہاء ان کی آفتاب نمروز ہے فرمایا۔ پہلے جس شخص نے امام کے پیچھے پڑھا وہ ایک مودتہم تھا حاصل یہ کہ امام کے پیچھے قرأت ایک بدعت ہے جو ایک بے اعتبار آدمی نے اصالت کی فقیر کہتا ہے رجال اس حدیث کے رجال صحیح مسلم ہیں امام مالک اپنی موطا میں اور امام ضیل رحمہما اللہ تعالیٰ اپنی سند میں روایت کرتے ہیں و هذا سباق مالک عن نافع ان عبد الله بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کان اذا سئل هل یقرأ احد خلف الامام قال اذا صلی احدکم خلف الامام فحسب قراءة الامام و اذا صلی وحدہ فلیقرأ قال یوکان عبد الله بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما لا یقرأ خلف الامام یعنی سیدنا و ابن سیدنا عبد الله بن امیر المؤمنین عمر فاروق عظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جب دوبارہ قرأت مقتدی سوال ہوتا فرماتے جب کوئی تم میں امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے قرأت امام کافی ہے اور جب اکیلا پڑھے تو قرأت کرے نافع کہتے ہیں عبد الله بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خود امام کے پیچھے قرأت نہ کرتے فقیر کہتا ہے کہ یہ حدیث غایت درجہ کی صحیح الاسناد ہے حتیٰ کہ مالک عن نافع عن ابن عمر کو بہت محدثین نے صحیح ترین

اسانید کہا محمد اخبارنا عبید اللہ بن عمرو بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال من صلی خلف الامام مکثہ قرأتہ یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں مقتدی کو امام کا پڑھنا کافی ہے فقیر کہتا ہے یہ سند بھی مثل سند سابق کے ہے اور اس کے رجال بھی رجال صحاح ستہ ہیں بلکہ بعض علما نے حدیث نے روایات نافع عن نبید اللہ بن عمر کو امام مالک پر ترجیح دی محمد اخبارنا عبد الرحمن بن عبداللہ المسعودی اخبارنا انس بن سیرین عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ سئل عن القراءة خلف الامام قال یکنیک قرأتہ الامام یعنی سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دوبارہ قرآن استفسار ہوا فرمایا تجھے امام کا پڑھنا بس کرتا ہے امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ معانی الآثار میں روایت کرتے ہیں حدثنا ابن وهب فساق باسنادہ عن زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمعہ یقول لا یقرأ الموتہ خلف الامام فی شیء من الصلوة یعنی سیدنا زید ابن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مقتدی امام کے پیچھے کسی نماز میں قرأت ذکر کے یعنی نماز جہرہ ہو یا سر یہ محمد اخبارنا داؤد بن قیس ثنا عمرو بن محمد بن زید عن موسیٰ بن سعد بن زید بن ثابت الانصاری یحدثہ عن جدہ قال من قرأ خلف الامام فلا صلاۃ لہ یعنی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو شخص امام کے پیچھے پڑھے اس کی نماز جاتی رہی فقیر کہتا ہے یہ حدیث حسن ہے اور دارقطنی نے بطریق طاؤس اسے مروی عار وایت کیا الحافظ بن علی بن عمرو الدارقطنی عن ابی حاتم بن جحان ثنی ابراہیم بن سعد عن احمد بن علی بن سلیمان الدوری عن عبد الرحمن المخزومی عن سفین بن عیینہ عن ابن طاؤس عن ابیہ عن زید بن ثابت عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال من قرأ خلف الامام فلا صلاۃ لہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں امام کے پیچھے پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوتی محمد ایضا اخبارنا داؤد بن قیس الفراء المدنی اخبارنا بعض ولید سعد بن ابی وقاص انہ ذکر لہ ان سعدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیہ جمرۃ یعنی سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ افاضل صحابہ و عشرہ مبشرہ و مقرران بارگاہ سے ہیں منقول ہے انھوں نے فرمایا میرا جی چاہتا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کے مونہ میں انگارہ ہو محمد ایضا اخبارنا داؤد بن قیس الفراء ثنا محمد بن عجلان ان عمرو بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لبت فی فم الذی یقرأ خلف الامام جہرا یعنی حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کاش جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اس کے مونہ میں پتھر ہو فقیر کہتا ہے رجال اس حدیث کے بشرط صحیح مسلم ہیں الحاکم اصل ان احادیث صحیحہ و متبرکہ سے مذہب غفیر بھرا اللہ ثابت ہو گیا اب باقی رہے تسکات شافیہ ان میں عمدہ ترین دلائل جے ان کا مدار مذہب کہنا چاہیے حدیث صحیحین میں یعنی الاصلۃ الابفا تحتہ الکتاب کوئی نماز نہیں ہوتی بے فاتحہ کے جواب اس حدیث سے چند طور پر ہے یہاں اسی قدر کافی کہ یہ حدیث تمھارے مفید نہ ہمارے ضرر ہم خود مانتے ہیں کہ کوئی نماز ذات رکوع و سجود بے فاتحہ کے تام نہیں امام کی ہوجوہ ماموم کی مگر مقتدی کے حق میں خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس کے لیے امام کی قرأت کافی اور امام کا پڑھنا بعینہ سکا پڑھنا ہے کما موصا بقا پس خلاف ارشاد حضور والا تم نے کہاں سے نکال لیا کہ مقتدی جب تک خود نہ پڑھے گا نماز اس کی بے فاتحہ ہے گی اور فائدہ ہو جائیگی دوسری دلیل حدیث مسلم من صلی صلاۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن ففی خدا ج ہی خدا ج حاصل یہ کہ جس نے

کوئی نماز بے فاتحہ پڑھی وہ ناقص ہے ناقص ہے ناقص ہے اس کا جواب بھی بعینہ مثل اول کے ہے نماز بے فاتحہ کا نقصان مسلم اور قرأت امام قرأت ماموم سے معنی خلاصہ یہ کہ اس قسم کی احادیث اگرچہ لاکھوں ہوں نہیں اس وقت بکا رآمد ہوں گی جب ہمارے طور پر نماز مقتدی بے ام الکتاب رہتی ہو وہ ممنوع اور آخر حدیث میں قول حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اقروا بھا فی نفسک یا فارسی کہ شافیہ اس سے بھی استناد کرتے ہیں فقیر توفیق الہی اُس سے ایک جواب حسن طویل الذیل رکھتا ہے جس کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں تیسری دلیل حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا تفعلوا الا بام القنآن امام کے پیچھے اور کچھ نہ پڑھو سوائے فاتحہ کے اولاً یہ حدیث ضعیف ہے اُن صحیح حدیثوں کی جو ہم نے مسلم اور ترمذی و نسائی و موطائے امام مالک و موطائے امام محمد وغیرہ اصحاب و محدثین سے نقل کیں کب مفادست کر سکتی ہے امام احمد بن حنبل وغیرہ حفاظ نے اُس کی تضعیف کی یہی بن معین جیسے ناقد جن کی نسبت امام مدوح نے فرمایا جس حدیث کو کبھی نہ پہچانے حدیث ہی نہیں فرماتے ہیں استثنائے فاتحہ غیر محفوظ ہے ثانیاً خود شافیہ اس حدیث پر دو وجہ سے عمل نہیں کرتے ایک یہ کہ اُس میں مادرائے فاتحہ سے منی ہے اور ان کے نزدیک مقتدی کو ضم سورت بھی جائز صحیح بدالہام النودی فی شرح صحیح مسلم دوسرے یہ کہ حدیث مذکور جس طریق سے ابوداؤد نے روایت کی باوازا بلند منادی کہ مقتدی کو جہراً فاتحہ پڑھا روا اور یہ امر بالاجماع ممنوع صحیح بد الشیخ فی اللغات و یفید کلام النودی فی الشرح پس جو حدیث خود اُن کے نزدیک متروک ہم پر اُس سے کس طرح احتجاج کرتے ہیں یا الجملہ ہمارا مذہب مذہب مجدد الشریعہ کا فیہ دلائل دافیہ سے ثابت اور مخالفین کے پاس کوئی دلیل قاطع ایسی نہیں کہ اُسے معاذ اللہ باطل یا مضحک کر سکے مگر اس زمانہ پُر فتن کے بعض جہال بے لگام جنہوں نے ہوائے نفس کو اپنا امام بنایا ہے اور انتظام اسلام کو درہم برہم کرنے کے لیے تقلید المذکر ام میں خدشات داہم پیدا کرتے ہیں جس ساز و سامان پر ائمہ مجتہدین خصوصاً امام الائمہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن مقلد یہ کی مخالفت اور جس بضاعت مزاجات پر ادعائے اجتہاد و فقاہت ہے مقلدائے مضیفین کو معلوم اصل مقصود ان کا اغوائے عوام ہے کہ وہ بیچارے قرآن و حدیث سے ناواقف ہیں جو ان مدعیان خام کار نے کہہ دیا انہوں نے مان لیا اگرچہ خواص کی نظر میں یہ باتیں موجب ذلت و باعث فضیحت ہوں اللہ سبحانہ و تعالیٰ دساوس شیطان سے امان بخشے آمین ہذا والعلوم عند واہب العلوم العالم بكل سر مکثور

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو حافظ نماز میں اس طرح قرآن مجید پڑھتا ہو کہ نہ تو صحیح اعراب کا دھیان رکھتا ہے اور نہ اوقاف لازمہ پر وقت کرتا ہے اور ماضی جمع تکلم کے صیغے ایسے ادا کرتا ہے کہ سامعین کو جمع مؤنث غائب کا شہہ ہو تو ہے اور اکثر جگہ حروف و کلمات بھی فرو گذاشت ہو جاتے ہیں تو اس کے سننے میں کچھ ثواب کی امید ہے یا بالکل نہیں اور نماز اس کے پیچھے درست ہے یا نہیں اور یہ عذر ترک جماعت کے لیے مقبول ہو گا یا نہیں یا دوسری مسجد میں جماعت کے لیے جانا ضروری ہے یا صرف فرض جماعت سے ادا کرے باقی نماز مکان پر پڑھے - بینوا توجروا -

الجواب

خطای الاعراب یعنی حرکت، سکون، تشدید، تخفیف، قصر، مد کی غلطی میں علمائے متاخرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا فتویٰ تو یہ ہے

کہ علی الاطلاق اُس سے نماز نہیں جاتی فی الدائم المختار و زلة القاری لوفی اعراب لا تقصد وان غیر المعتبر بہ یفتی برازیہ رد المختار میں ہے لا تقصد فی الكل وبہ یفتی برازیہ و خلاصہ اگر علیائے متقدمین و خودائے مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم صورت فساد یعنی فساد نماز مانتے ہیں اور یہی من حیث الدلیل اقویٰ اور اسی پر عمل احوط و احویٰ فی شریح لمنیۃ الکبیر هو الذی صحیحہ المحققون و فرعوا علیہ فاعمل بما تمحار والاحتیاط اولیٰ سیما فی امر الصلاۃ التی ہی اول ما یحاسب العبد علیہا اور وقت و وصل کی غلطی کوئی چیز نہیں یہاں تک کہ اگر وقت لازم پر نہ ٹھہرا بڑا کیا مگر نماز نہ گئی فی العلم کیونکہ یہ ان وصل فی غیر موضع الوصل کما لو لم یقف عند قولہ اصحاب النار بل وصل بقولہ الذین یحملون العرش لا تقصد لکنہ قیمہ ہکذا فی الخلاصۃ حلیم میں ہے صریح غیر واحد منہم صاحب الذخیرۃ علی ان الفتویٰ علی عدم الفساد بکل حال لان فی مواعاة الوقت والوصل والابتداء ایقاع الناس فی الحرج خصوصاً فی حق العوم والمخرج مدفوع شرعاً یہیں ضمیمہ میں الف مسموع نہ ہونا مفسد نہیں لما صرح بہ القنیۃ ان من العوب من ینکفی عن الالف بالفتح والیاء بالکسرة والواو بالضمۃ تقول اعذ بالله مکان اعوذ بالله قلت وعلیہ یخرج ما صرح بہ فی الغنیۃ ان حذف الیاء من تعالیٰ فی تعالیٰ جدد بنا لا تقصد اتفاقاً اسی طرح حروف و کلمات کا فروگزاشت ہو جانا بھی دواماً موجب فساد نہیں ہوتا بلکہ اسی وقت کہ تغیر معنی کرے کما هو ضابطۃ الاثمۃ المتقدمین رحمہم اللہ تعالیٰ بالجملہ اگر حافظ مذکور سے وہ خطائیں جو مفسد نماز ہیں واقع نہیں ہوتیں تو نماز اس کے پیچھے درست اور ترک جماعت کے لیے یہ عذرنا مسموع اور اگر خطائے مفسدہ صادر ہوتے ہیں تو بیشک وہ نماز نماز ہی نہیں نہ وہاں ثواب کی گنجائش بلکہ العیاذ باللہ عکس کا خوف ہے نہ اہل محلہ کو دوسری مسجد میں جانے کی حاجت کہ تہی مسجد جو ان پر حق رکھتی ہے ہنوز محتاج نماز و جماعت ہے نماز فاسد کا تو عدم وجود شرعاً یکساں پس اگر ممکن ہو تو دوبارہ جماعت وہیں قائم کرے ورنہ آپ ہی مسجد میں تنہا پڑھ لے کہ حق مسجد ادا ہو کما افادہ فی الفتاویٰ الحنائیۃ و فیہا ایضاً مودن مسجد لا یحضر مسجدہ احد قالوا ہو یؤذن ویقیم ویصلی و ذاک احب من ان یصلی فی مسجد اخر اور اگر یہ صورت ہو کہ حافظ مذکور فرضوں میں قرآن مجید صحیح پڑھتا ہے اور خطائے مفسدہ صرف تراویح میں بوجہ غلط و بے احتیاطی واقع ہوتی ہیں تو فرض میں اس کی اقتدا کرے تراویح میں وہی حکم ہے ورنہ صورت فساد فرضوں میں بھی اقتدا درست نہیں۔

کما لا یخفی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۶ رجب الآخر ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام یا منفو تیسری یا چوتھی رکعت میں کچھ قرأت جہر سے پڑھ جائے تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر امام اُن رکعتوں میں جن میں کھستہ پڑھنا واجب ہے جیسے ظہر و عصر کی سب رکعات اور شام کی کچھیل دو اور مغرب کی تیسری اتنا قرآن عظیم جس سے فرض قرأت ادا ہو سکے (اور وہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب میں ایک آیت ہے) بھول کر آباد پڑھ جائے تو بلاشبہ سجدہ سہو واجب ہوگا اگر بلا عذر شرعی سجدہ نہ کیا یا اس قدر قصداً آباد پڑھا تو نماز کا پھیرنا واجب ہے اور اگر اس مقدار سے کم مستحلاً

ایک آدمی کہ باوجود ہر کلمہ کے باوجود نہ نکل جائے تو نہ ہب رائج میں کچھ حرج نہیں ردالمحتار میں ہے الاسرار یجب علی الامام والمنفذ فیما یس فیہ
وهو صلاة الظهر والعصر والثالثة من المغرب والاخريان من العشاء وصلاة الكسوف والاستسقاء كما في البحر المحمدي مختار میں ہے
تجب سجدتان بترك واجب سهوا كالجهر فيما يخافت فيه وعكسه ولاصح تقدیره بقدر ما تجوز به الصلاة في الفصلين اه ملخصا
غنیہ میں ہے الصحيح ظاهر الرواية وهو التقدير بما تجوز به الصلاة من غير تفرقة لان القليل من الجهر في موضع المختار فوالج
حاشیہ شامی میں ہے صحیحہ فی الہدایۃ والفتیۃ والتبیین والمنیۃ الخ وتماہ فیہ تنویر الابصار میں ہے فرض القراءة آیت علی المذہب
بحر الرائق وعلیگری میں ہے لا یجب السجود فی العمد وانما یجب الاعادة جبر النقصان یہ حکم امام کا ہے اور نفوذ کے لیے بھی زیادہ احتیاط
اسی میں ہے کہ اس فعل سے عمدہ بچے اور سہوا واقع ہو تو سجدہ کر لے وذلك لان العلماء اختلفوا فیہ اخلافا شدید افسنہم من لم یوجب
علیہ الاسرار فیما یس کما لا یجب علیہ الجهر فیما یجهر بالاتفاق وعلیہ مشی فی الہدایۃ والمحیط والتتارخانیۃ وغیرہا ونص فی الہدایۃ
والکفایۃ والعنایۃ ومعراج الدرایۃ وغیرہا من شروح الہدایۃ والذخیرۃ وجامع الرموز شرح النقایۃ فی کتب اخری طول عداہا نہ
ہو ظاہر الروایۃ وان خلافہ روایۃ النوادر ومنہم من جعلہ فیما یس کالامام بہ جزم فی الخلیۃ والمنیۃ والبحر والنہج والمنع والمندقی
الابحور والیہ اشار فی کنز الدقائق ونور الايضاح وصحیحہ فی البدائع والتبیین والفتح والدرر والہندیۃ وقال فی البحر والدسائر ان
المذہب یظہر کل الیک بالمراجعة للعض الی ردالمحتار ولبعض اخر الی ما سیمنا من الاسفار فكان الاحوط ما قلنا والله تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ مسئلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب دوم جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۱۰ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جسے لوگوں نے مسجد جامع کا امام عین کیا ہے جمعہ و جماعت میں گروہ مسلمین کی امامت
کرتا ہے اور سورہ فاتحہ شریف میں بجائے الحمد والرحمن والرحیم کے الحمد والرحمن والرحیم پڑھتا ہے ایسے شخص کو امام بنانا جائز ہے
یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز درست ہوتی ہے یا نہیں۔ بینوا تو جروا

الجواب

اُسے امام بنانا ہرگز جائز نہیں اور نماز اُس کے پیچھے نادرست کہ اگر وہ شخص ح کے ادا پر بالفعل قادر ہے اور باوجود اس کے اپنی بیخیالی
یا بے پرواہی سے کلمات مذکورہ میں ہر پڑھتا ہے تو خود اُس کی نماز فاسد و باطل اور وہ اس کے پیچھے کیا ہو سکے اور اگر بالفعل ح پر قادر
نہیں اور سیکھنے پر جان لڑا کر کوشش نہ کی تو بھی خود اُس کی نماز محض اکارت اور اُس کے پیچھے ہر شخص کی باطل اور اگر ایک ناکافی زمانہ تک کوشش
کر چکا پھر چھوڑ دی جب بھی خود اُس کی نماز پڑھی بے پڑھی سب ایک سی اور اُس کے صدقہ میں سب کی گئی اور اگر برابرہ درجہ کی کوشش کیے
جاتا ہے مگر کسی طرح ح نہیں آتی تو اس کا حکم مثل امی کے ہے کہ اگر کسی صحیح پڑھنے والے کے پیچھے نماز مل سکے اور اقتداء نہ کرے بلکہ تنہا پڑھے
تو بھی اس کی نماز باطل پھر امام بنانا تو دوسرا درجہ ہے اور پڑھتا ہے کہ اگر بالفرض عام جماعتوں میں کوئی درست خواں نہ ملے تو جمعہ میں تو قطعاً
ہر طرح کے بندگان خدا موجود ہوں۔ نہ ہیں پھر اُس کا اُن کی اقتداء نہ کرنا اور آپ امام ہونا خود اس کی نماز کا مبطل ہوا اور جب سب کی گئی۔
بہر حال ثابت ہوا کہ نہ اس شخص کی اپنی نماز ہوتی ہے نہ اس کے پیچھے کسی اور کی تو ایسے کو امام بنانا حرام اور ان سب مسلمانوں کی نماز کا وبال

اپنے سر لیتا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ البتہ اگر ایسا ہو کہ تاحداونی امید کہ شیخص ہمیشہ برابر ات دن تصحیح حرف میں کوشش بلنج کیے جائے اور باوصف بقائے امید واقعی محض طول مدت سے گھبرا کر نہ چھوڑے اور واجب الحمد شریف کے سوا اول نماز سے آخر تک کوئی آیت یا سورۃ یا ذکر وغیرہ اصلاً ایسی چیز نام کو نہ پڑھے جس میں ح آتی اور اسے ہ پڑھنے سے نماز جاتی ہو بلکہ قرآن مجید کی وہ سورتیں اختیار کرے جن میں ح نہیں جیسے سورۃ کافرون و سورۃ ناس اور ثنا و تسبیحات رکوع و سجود و تہجد و درود وغیرہ کے کلمات میں جن میں ایسی ح آئی ہے ان کے مرادفات و مقاربات سے بدل لے مثلاً بجائے سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَقْدَسُكَ اللَّهُمَّ مِثْلًا عَلَيْكَ وَعَلَى هَذَا الْقِيَاسِ اور اسے کوئی شخص صحیح خواں ایسا نہ ملے جس کی اقتدا کرے اور جماعت بھر کے سب لوگ اسی کی طرح ح کو ہ پڑھنے والے ہوں تو البتہ جب تک کوشش کرتا رہے گا اس کی بھی صحیح ہوگی اور ان سب اس کے مانندوں کی بھی اس کے پیچھے صحیح ہوگی اور جس دن باوصف امید تنگ آکر کوشش چھوڑی یا صحیح القراءۃ کی اقتدا ملتے ہوئے تنہا پڑھی یا امامت کی اسی دن اس کی بھی باطل اور اُس کے پیچھے سب کی باطل اور جبکہ معلوم ہے کہ یہ شرائط متحقق نہیں تو حکم وہی ہے کہ جمعہ وغیرہ جمعہ کسی میں نہ اس کی نماز درست نہ اس کے پیچھے کسی کی درست یہ جو کچھ مذکور ہوا یہی صحیح ہے یہی راجح یہی مختار یہی مفتی بہ اسی پر عمل اسی پر اعتماد واللہ العالی سبیل الرشاد در مختار میں ہے لَا يَصِحُّ اقْتِدَاءُ غَيْرِ الْإِثْبَاطِ بِهِ وَحَدِّ الْجَلْبِي وَابْنِ الشَّيْبَانِ أَنَّهُ بَعْدَ بَدَلِ جَهْدِهِ دَائِمًا حَتَّى مَا كَلَامِي فَلَا يُؤْمَرُ بِالْمَثَلِ وَلَا تَقْصُرُ صَلَاتُهُ إِذَا مَرَّ بِهِ الْإِقْتِدَاءُ مِنْ يَحْسَنِهِ أَوْ تَرَكَ جَهْدَهُ أَوْ وَجَدَ قَدْرَ الْغَرَضِ مِمَّا لَا يُلْغِي فِيهِ هَذَا وَهُوَ الصَّحِيحُ الْمُخْتَارُ فِي حُكْمِ الْإِثْبَاطِ وَكَذَا مَنْ لَا يَقْدَرُ عَلَى التَّلَفُّظِ بِحُرُوفٍ مِنَ الْحُرُوفِ أَوْ مَلْتَقَطًا فَتَاوَى مُتَقِنٌ عَلَامَةُ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ غَزِي تَمَرَاتَشِي فِي هِيَ الرَّاجِحُ الْمَفْتَى بِهِ عَدَمُ صِحَّةِ الْإِمَامَةِ الْإِثْبَاطِ لِغَيْرِهِ رَدُّ الْمُخْتَارِ فِي هِيَ مَنْ لَا يَقْدَرُ عَلَى التَّلَفُّظِ بِحُرُوفٍ مِنَ الْحُرُوفِ كَالرَّهْمَنِ الرَّهِيمِ وَالشَّيْبَانِ الرَّجِيمِ وَالْأَمِينِ وَأَيَّكَ نَابِدُ وَأَيَّكَ نَسْتَعِينُ، السُّبْرَاطُ، أَنَا مُتَّكِئٌ عَلَى ذَلِكَ حُكْمُهُ مَا مَرَّ مِنْ بَدَلِ الْجَهْدِ دَائِمًا وَلَا أَفْلَا تَقْصُرُ الصَّلَاةُ بِهِ مَلْخَصًا حَاشِيَةً طُحَاوِيَّةٍ فِي رِوَايَةِ بَدَلِ جَهْدِهِ دَائِمًا هِيَ قَوْلُهُ دَائِمًا فِي أَنَاءِ اللَّيْلِ وَأَطْرَافِ النَّهَارِ كَمَا مَرَّ عَنِ الْقَهْقَسْتَانِي رَدُّ الْمُخْتَارِ فِي هِيَ قَوْلُهُ دَائِمًا فِي أَنَاءِ اللَّيْلِ وَأَطْرَافِ النَّهَارِ فَمَا دَامَ فِي التَّصْحِيحِ وَالتَّعْلُمُ لَمْ يَقْدَرْ عَلَيْهِ فَصَلَاتُهُ جَائِزَةٌ وَإِنْ تَرَكَ جَهْدَهُ فَصَلَاتُهُ فَاسِدَةٌ كَمَا فِي الْمَحِيطِ وَغَيْرِهِ قَالَ فِي الذَّخِيرَةِ وَأَنَّهُ مُشْكَلٌ عِنْدِي لِأَنَّهُ مَا كَانَ خَلْقَةً فَالْعَبْدُ لَا يَقْدَرُ عَلَى تَغْيِيرِهِ تَامَةً فِي شُرُوحِ الْمَدْنِيَّةِ غَيْرِهِ فِي هِيَ قَالَ صَاحِبُ الْمَحِيطِ الْمُخْتَارِ لِلْفَتَاوَى أَنَّهُ إِنْ تَرَكَ جَهْدَهُ فِي بَعْضِ عَمَرَةٍ لَا يَسَعُهُ أَنْ يَتَرَكَ فِي بَاقِي عَمَرَةٍ وَلَوْ تَرَكَ تَقْصُرُ صَلَاتُهُ قَالَ صَاحِبُ الذَّخِيرَةِ أَنَّهُ مُشْكَلٌ عِنْدِي الْخَوَّ وَذَكَرَ فِي فِتَاوَى الْحُجَّةِ مَا يُوَافِقُ الْمَحِيطَ فَانَّهُ قَالَ عَلَى جَوَابِ الْفِتَاوَى الْحَسَامِيَّةِ مَا دَامَ فِي التَّصْحِيحِ وَالتَّعْلُمُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ جَائِزٌ صَلَاتُهُمْ وَإِذَا تَوَكَّلُوا الْجَهْدَ فَسَدَتْ أَوْ وَبَعْنَاهُ فِي فِتَاوَى قَاضِي خَانَ فَالْحَاصِلُ أَنَّ الْإِثْبَاطَ يَجِبُ عَلَيْهِمُ الْجَهْدَ دَائِمًا هَذَا هُوَ الَّذِي عَلَيْهِ الْإِعْتِمَادُ مَلْخَصًا خَلَاصَةً فِي هِيَ إِذَا كَانَ يَجْتَهِدُ فِي أَنَاءِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ فِي تَصْحِيحِهِ وَلَا يَقْدَرُ عَلَى ذَلِكَ فَصَلَاتُهُ جَائِزَةٌ وَإِنْ تَرَكَ جَهْدَهُ فَصَلَاتُهُ فَسَدَتْ إِلَّا أَنْ يَجْعَلَ الْعَمْرَةَ فِي تَصْحِيحِهِ وَلَا يَسَعُهُ أَنْ يَتَرَكَ جَهْدَهُ فِي بَاقِي عَمَرَةٍ أَوْ طَرَحَ فَتَحَ الْقَدِيرُ فَضْلُ الْقُرْآنِ وَأَوْ أَسَى كَيْ قَرِيبَ مَرَاتِقِ الْفَلَاحِ فِي هِيَ حَلِيلِي فِي هِيَ إِلَّا أَنْ هَذِهِ الشُّعْنُ الثَّانِي كَمَا قَالَ صَاحِبُ الذَّخِيرَةِ مُشْكَلٌ لِأَنَّهُ مَا كَانَ خَلْقَةً فَالْعَبْدُ لَا يَقْدَرُ عَلَى تَغْيِيرِهِ قَلَّتْ وَكَذَا إِذَا كَانَ لِعَادَتِهِ

لیس مما یزول عادة واذا كان كذلك فلا یعول فی الفتوی علی مقتضی هذا الشرط ومن ثم ذکر فی خزانه الاكمل فی سیاق النقل عن فتاویٰ ابی اللیث لو قال الھمد لله او كل هو الله احد جازاذا لم یقدر علی غیر ذلك او بلسانه عقلة قال الفقیر فان لم یکن بلسانه عقلة ولكن جرى علی لسانه ذلك لا تقصد انتمی فلم یذکر هذا الشرط وان كان بعد ذلك ذکرة عن ابراهیم بن یوسف والحسین بن مطیع اسی میں ہے قد عرفت انفا انہ لا ینبغی اشتراط الاجتہاد فی ذلك لمن ہو فیہ خلقة او لعارض لیس مما یزول عادة مخطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں ہے کلام ابن امیر الحاج یفید ان هذا الشرط فیہ خلاف والا کثر لم یدکر وہ لان فیہ حرجا عظیما اہ اقول ورایتنی کتبت علی ہامش حاشیہ علی المراقی ما نصہ اقول رب ما کان خلقة یتبدل بال تکلف ورب ما لا یتوقع باقی الجھد فیہ بالفرج ولعل القول الفصل ایجاب الجھد ما کان یرجی التعلم ولورجاء ضعیفا فاذا لیس تحقیقا لا تبر ما وسعہ التزک لا یکلف الله نفسا الا وسعها وفیہ رعاۃ الجانبین ویؤید عدم اشتراط اداۃ الجھد ما فی الحلیۃ عن خزانه الاكمل اذا قرأ مکان الناء ضادا او مکان الضاد ظاء فقال القاضی المحسن الاحسن ان یقال ان تمہد ذلك تبطل صلاۃ عالما کان او جاهلا وان جرى علی لسانہ اولم یکن یمیز بین الحرفین فظن انہ ادی الکلمۃ کما ہی جازت صلاۃ وهو قول محمد بن مقاتل وبہ کان یفتی الشیخ اسمعیل الزاهد لان السنۃ الاکراد واهل السواد والا تراث غیر طائفة فی خارج هذه الحروف فی ذلك حرج عظیم والظاہر ان هذا المجمل ما فی جمیع الفتاوی اہ باختصار فقد عذرہم بجزہم ولم یلزمہم اداۃ جھد ولکن تنبت فضاک تجدد شواہدہ بوفرو کثر والله یحب الیسر ویقبل العذر وهو سمحہ وتعالی اعلم صغیری میں ہے لو قرأ الھمد لله بالہا مکان الحاء حکم فیہ کالحکم فی الا لثغ علی ما یاتی قریبا اہ ملخصا پھر فرمایا المختار فی حکمہ انہ یجب علیہ بذل الجھد دائما فی تصحیح لسانہ ولا یعدا فی ترکہ وان کان لا یطلق لسانہ فان لم یجد ایتہ لیس فیہا ذلک الحرف الذی لا یحسنہ تجوز صلاۃ بہ ولا یؤمر غیرہ فہو بمنزلۃ الامی فی حق من یحسن ما عجزہ عنہ واذا امكنہ اقتداء بہن یحسنہ لا تجوز صلاۃ منفردا وان وجد قد ما تجوز بہ الصلاۃ مما لیس فیہ ذلک الحرف الذی عجز عنہ لا تجوز صلاۃ مع قرأۃ ذلک الحرف لان جواز صلاۃ مع التلفظ بذلک الحرف ضروری فیعدم بالغد امر الضرورة هذا هو الصحیح فی حکم الا لثغ ومن بمعناۃ مسن تقدم انفا ولوالجہ میں ہے ان کان یمكن ان یتخذ من القرآن آیات لیس فیہا تلک الحروف یتخذ الا فاتحۃ الکتاب فانہ لا یدع قرأتها فی الصلاۃ انتمی اقول ولا منشأ لاستثناء الفاتحۃ الا الاختلاف فی رکنیتہا فیترا ائی لی تفتید ذلک فی المکتوبات بالاولیین حتی لو قرأ فی الاخرین فسدت والله تعالی اعلم

مسئلہ - از سہرام مرسلہ مولوی محمد نور صاحب ولایتی ۱۳۰۹ ہجری

خلاصہ فتویٰ مرسلہ مولوی صاحب مذکور کہ بہر تصدیق نزد فقیر آمدہ

ماہرین شریعت پر پوشیدہ نہ رہے کہ ضاد مشتبہ الصوت ہونا ساتھ فلکے بجم کے جملہ کتب تفسیر دفعہ و صرف و تجوید سے ثابت ہے بخلاف وال کے کہ ضاد اور دال میں سات صفوں کا فرق ہے اور قاعدہ کلیہ جملہ کتب فقہیہ کا یہ ہے کہ جن دونوں حروف میں فرق باسانی ممکن ہے اس کے بدل جانے سے نماز فاسد ہوتی ہے اور اگر فرق دو حروف میں مشکل ہے تو اکثر کا مذہب یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی اور یہی مذہب متاخرین کا

معتدل و پسندیدہ ہے اور مذہب متقدمین کا یہ ہے کہ ضاد کے ظا پڑھنے سے بھی نماز فاسد ہوتی ہے پس لفظ ولا الضالین کی جگہ
 دالین پڑھنے سے سب کے نزدیک نماز فاسد ہوتی ہے اور ظا پڑھنے سے اکثر کے نزدیک فاسد نہیں ہوتی اور اسی پر فتویٰ ہے۔ حاصل یہ
 کہ جس شخص سے مخرج ضاد کا نہ آوے وہ ظا پڑھے ہذا هو الحق والصواب تو مسلمانوں کو چاہیے کہ بہت جلد اس کے عامل ہو جائیں واللہ
 اعلم بالصواب فی الواقع یہ مذہب مختار جمہور ضاد کی جگہ ظا پڑھے گا یا ذال نماز فاسد نہ ہوگی واللہ اعلم بالاحسان محمد عبدالحی کھنوی

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب - بسم الله الرحمن الرحيم

اس قدر تجوید جس کے باعث حرف کو حزن سے امتیاز اور تبیس و تبدیل سے احتراز حاصل ہو و اجبات عینہ و اہم مما یشیئ
 سے ہے آدمی پر تصحیح مخرج میں سعی تام اور ہر حرف میں اُس کے مخرج سے ٹھیک ادا کرنے کا قصد و اہتمام لازم کہ قرآن مطہر بن
 ما نزل اللہ تعالیٰ پڑھے و معاذ اللہ ما ہنت و بے پرواہی کہ آج کل کے عوام بلکہ یہاں کے کثیر بلکہ اکثر خواص نے یہاں شاعر کر لیا فقیر نے
 بگوش خود بعض مولوی صاحبوں کو پڑھتے سنا قل ہو اللہ ابد حالانکہ نہ ہرگز اللہ احد نے ہد فرمایا نہ امین وحی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اہد
 پہنچا یا نہ صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہد پڑھایا پھر اسے قرآن کیونکر کہا جائے فان اللہ وانا الیہ راجعون حاشا فتویٰ
 متاخرین پر ورنہ بے پرواہی نہیں باوصف قدرت تعلم تعلم نہ کرنا اور براہ سہل انگاری غلط خوانی قرآن پر مصر و تلمادی رہنا کون جائز رکھے گا
 اتقان شریف میں ہے من المهمات تجوید القرآن وهو اعطاء الحروف حقوقها واداء الحروف الی مخرجہ واصلہ ولا شک ان
 الامۃ کما ہم متعبدون بفہم معانی القرآن واقامۃ حدودہ ہم متعبدون بتصحیح الفاظہ واقامۃ حدودہ علی الصفتہ المتعلقۃ
 من ائمة القراءة المتصلة بالخصرة النبویة وقد عد العلماء القراءة بغير تجوید لحنًا اور احسن الفتاویٰ فتاویٰ برازیہ وغیرہ میں
 ہے ان الحن حرام بلا خلاف غلط پڑھنا بالاجماع حرام ہے ولہذا اللہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ آدمی سے اگر کوئی حرف غلط ادا ہوتا ہو تو
 اُس کی تصحیح و نظم میں اس پر کوشش واجب بلکہ بہت علمائے اس سہی کی کوئی حد مقرر نہ کی اور حکم دیا کہ عمر بھر روز و شب ہمیشہ جہد کیے جائے
 کبھی اس کے ترک میں معذور نہ ہوگا علامہ ابراہیم حلی غنیہ میں فرماتے ہیں یجب علیہ بذل الجہد وانشاء فی تصحیح لسانہ ولا یعد
 فی ترکہ تمستانی وطمطاوی وغیرہ میں ہے دانشا ای اثناء اللیل واطراف النہار اسی طرح اور کتب کثیرہ میں ہے تو کیونکر جائز کہ
 جہد و سعی بالائے طاق سے حرف منزل فی القرآن کا قصد ہی نہ کریں بلکہ عمدًا اُسے شروک و مجور۔ اور اپنی طرف سے دوسرا حرف
 اُس کی جگہ قائم کر دیں فقیر کہتا ہے عفر اللہ تعالیٰ نہ بعد اس کے کہ عرش تحقیق مستقر ہو چکا کہ قرآن ہم نظم و معنی جمیعاً بلکہ ہم نظم من حیث الارشاد
 الی المعنی ہے اور نظم نام حروف علی ہذا الترتیب المعروف اور حروف باہم قباہین اور تبدیل جز قطناً مستلزم تبدیل کل کہ بولف من مباحث
 یقیناً غیر بولف من مباحث آخر ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس تبدیل عمدی اور تحریف کلام اللہ میں کتنا تفاوت مانا جائے گا۔ لاجرم امام
 اجل ابو بکر محمد بن الفضل فضل و امام برہان الدین محمود بن الصدر السعید و خیر ہما اجلہ کرام نے تو یہاں تک حکم دیا کہ جو قرآن عظیم میں عرض
 کی جگہ ظ پڑھے کا فر ہے اقول ولا حاجة الی استثناء (وما هو علی الغیب بضنین) فان ہما لیس اقامة الظاء مقام الضاد

لان المقام ليس مقام الضاد خاصة بل مقامهما جميعا لان اللفظ قرئ بهما في القرآن فكان مثل صولط وسواط وبسطه وبسطه وبيسط ويبيسط ومصيطر ومسيطر الى اشباه ذلك بخلاف ضالين وظالين ومجبل ومجبل فانه تبدل محيطين في سئل الامام الفضلي عن يقرأ الظاء المعجمة مكان الضاد المعجمة او على العكس فقال لا يجوز امامته ولو تعد يكلف مخ الروض في كونه تعد كلف الا كلام فيه الخ پس جزا لازم کہ ہر حرف میں خاص صوت منزل من عند اللہ ہی کی ادا کا قصد کریں اور اسی کے مخرج سے اُسے نکالنا چاہیں پھر وجہ عس حروف و قصور لسان اگر غلط ادا ہو تو مغلض میں کہ عس الحروف ہے تیسیر علی الامۃ فتویٰ بعض متاخرین پر عمل کر کے صحت نماز کا حکم دینا معیوب نہیں بلکہ محبوب ہے کہ شارع علیہ السلام کو یسرو آسانی مطلوب و مرغوب ہے قال المولیٰ سبحنہ و تعالیٰ یرید اللہ بکلم الیسر ولا یرید بکلم العسر وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا ولا تنفروا ولا تجزوا الاثمة احمد والشیخان عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر ایسی حالت میں عند الانصاف اشتراک صفات خواہ اشتباه اصوات کسی کی تخصیص نہیں ہو سکتی کہ جو خلاف قصد ہے اختیاری نہیں اور جو اختیاری نہیں اس پر حکم جاری نہیں اور اگر اپنی طرف سے خاص یا عامہ اصل غلط کا حکم دیکھیے تو یہ وہی تعد غلط ہے کہ یقیناً ممنوع و امدا علامہ شامی قدس سرہ السامی نے عبارت تا تا رخانیہ اذا لم یکن بین الحرفین اتحاد المخرج ولا قرب الا ان فیہ بلوی العامة کالذال مکان الضاد والزاء المحض مکان الذال والطاء مکان الضاد لا تقصد عند بعض المشائخ نقل کر کے فرمایا قلت فینبغی علی هذا عدم الفساد فی ابدال الاء سینا والقاء همزة کما هو لغة عوام زماننا فافهم لا یمیزون بینہما ویصعب علیہم جدا کالذال مع الزاء ولا سیما علی قول القاضی ابی عاصم و قول الصغار و هذا کلمہ قول المتاخرین وقد علمت انه اوسع وان قول المتقدمین احوط قال فی شرح المنیر وهو الذی صححه المحققون و فرعوا علیہ فاعمل بما تختار والا احتیاط اولی سیما فی امر الصلوۃ التی ہی اول ما یحاسب العبد علیہا اس تحقیق این سے ظاہر ہوا کہ تعد نہ ظاد کا جائز نہ دواؤ کا کہ نہ وہ ظاہر نہ دال مخم اور بعد قصد ض و ارادہ حروف صحیح و استعمال مخرج معین بلا غلط جو کچھ ادا ہو تیسیر صحت نماز پر فتویٰ لتعسی المرعی و نکثر البلوی ہذا ما عندی فلتنظر نفس ما ذا تری ہندیہ و علیہ و خزانہ الا کل میں ہے ان جری علی لسانہ اولاً یعرف التمییز لا تقصد هو المختار و جیر کردی میں ہے هو اعدل الاتاویل و هو المختار و اللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم عز شانہ احکم۔

مسئلہ۔ مسئلہ جناب نواب مولوی سید سلطان احمد خاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ از بریلی سہ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

چہ می فرمایند علمائے کرام دریں مسئلہ کہ در صورت ذیل حکم نماز چیست عام از انکہ فرض بود یا نقل کہ در ہر رکعت بہاں سورت تکرار کر دین۔

الجواب

بے ضرورت در فرض کمرہ تریبی است پس نشاید در ادوی قرأت ناس را تعد کردن تا حاجت بتکرار نیفتد اما اگر خواند سہویا عمدنا چار دہ تا نیمہ تریہوں باید خواند کہ قرأت معکوسہ سخت تر از تکرار است بخلاف ختم کنندہ قرآن عظیم کہ اورا باید در رکعت اولی تا ناس خواندن و دہ تا نیمہ از التما مفلحین محدث الحال المر تل کذا فی الخ و رد المحتار قول و انچہ مراد نیست کہ بحالت ختم قرآن مجید این خود نکس و عکس نیست بلکہ از سر گرفتن باشد چنانکہ لفظ حال و مر تل نیز بر آں دلیل است قاضی و اللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئله - در یک رکعت چند سورت خواندن

الجواب

در رکعتی زیاده بر یک سورت خواندن در فرائض نباید اما اگر کند مکروه نباشد بشرط اتصال سورت و اگر سورت متفرقه در رکعتی جمع کند مکروه باشد کما فی الغنیه ثم رد المحتار اقول و بحالت امامت بشرط دیگر نیز است و آن عدم تشقیل بر مقتدی در ذکر اهمیت تحریمی است والله تعالی اعلم

مسئله - یک سورت فرو گذاشته خواندن

الجواب

سورت متروکه اگر مدیه است که بر تقدیر قرائتش در ثانیه اطالت بینه ثانیه بر اولی لازم آید پس انا ان گذشت سورت ثالثه خواندن با یک ندارد چنانکه در ادلی و التتبع و در ثانیه قدر در در فرائض مکروه چنانچه نصر و خلاص و اگر دو سورت در میان باشد مضائقه نمی باشد نصر و فلق والله تعالی اعلم

مسئله - در یک رکعت یک سورت یا یک آیت چند بار خواندن

الجواب

چون تکرار یک سورت در دو رکعت و دو سورت در یک رکعت هر دو در فرائض ناباسته بود تکرار یک سورت در یک رکعت اولی ناباستگی باشد همچنان تکرار آیت خاصه موجب اطالت ثانیه بر اولی باشد و کل ذلك خلاف المأثور المتواتر فی الفرائض فاما کراهت تحریم و حجه نیست جز در فاتحه که در رکعتین اولین پیش از قرائت سورت اعاده کل یا اکثر او کند اقول لتعزیت واجب الضم پس اگر عاده است اعاده نکند و اگر ساهی است سجده سهو بخلاف تکرار فاتحه در آخرین اقول لعدم الضم فیها یا بعد سورت در اولین اقول لمحصل الضم من قبل و لا یجب الركوع اثر السجده بل کل تلا من القرآن کان له ان یتلوه اقول و از صورت تشقیل بر مقتدی غافل نباید بود که هیچ سورت زائد بر قدر سنون است پس اگر گران آورد مطلقاً ناجائز و مکروه تحریمی باشد و این حکم عام است مفرغیضه و نافله همه و پس هر جا از صورت جواز مستثنی بایش فحید و الله تعالی اعلم

مسئله - از یک سوره طویل آیات متفرقه در رکعات خواندن مثلاً در اولی آیت الکرسی و در ثانیه آمن الرسول

الجواب

این چنین قرائت در دو رکعت جائز است و کراهت ندارد بشرط آنکه میان هر دو موضع فصل کم زود آیت نباشد فاما بهتر آنست که بضرورت این هم نکند لاندیه هم الاعراض عن بعض و المعایذ بالله تعالی و اگر همین فصل یک آیت است یا در رکعت واحدیه ضرورت از کتاب این معنی کرده مکروه است اگر چه فصل چندین آیات باشد اقول و گمان دارم که نقل درین باب مخالف فرض نباشد لما ذکو فی فتح القدیر من قوله صلی الله تعالی علیه و سلم لبلال رضی الله تعالی عنه اذا ابتدأت سورۃ فاتمها علی نحوها قال لما سمعته یتنقل فی التمجید من سورۃ الی سورۃ کما رواه ابوداؤد و غیره فقول صلی الله تعالی علیه و سلم هذا کما کان یخیا عن الانتقال من سورۃ الی سورۃ کذا فاذا انخى عن الانتقال من آیه الی اخری ایضاً یا لدلی و لکن لی فیہ کلام سیاقی والله تعالی اعلم

مسئلہ - سورت منکوس خواندن -

الجواب

بالقصد ناجائز و ممنوع است در حدیث بران تہدید شد یہ فرمودہ اند و اگر سہو باشد چنانکہ در اولی نص خواندہ در ثانیہ قصد فلق داشت کہ بجائے قل اعوذ بکرم قل یا بر زبان رفت انگاہ ہمیں سورت کا فردن با تمام رساند و نکند ایں را گذاشتہ سورت دیگر گزشتن بے ضرورت مکروہ است پس ایں رجوع باشد از عدم کراہت بکراہت و ہو کما توی سخن گفتنی ماند از آنکہ ایں معنی در نقل ہم مکروہ باشد یا خیر در محکم و شبہیت خلاصہ ایں را و چیزے چند از جنس ایں را کہ در فرائض کراہت داشت ذکر کردہ میگوید و لا یکرہ فی النقل شی من ذلک اما امام محقق حیث اطلاق فرمودہ عندی فی ہذہ الکلیۃ نظر علامہ علی محشی در ہم در مسئلہ دائرہ بریں کلیہ معترض آمد کہ قرأت منکوس بیرون نماز مکروہ و ممنوع است در نقل جہاں مکروہ نباشد اقول و ہو حسن ظاہر و ما اجاب عنہ العلامة الطحطاوی و اقرہ العلامة الشامی و بالجملۃ فالاحوط الاحتراز والله تعالی اعلم و علمہ جل مجدہ انہ و احکم

مسئلہ - کسی و بیشی در قرأت رکعات کردن -

الجواب

اطالت ثانیہ بر اولی در فرائض مکروہ است بالاتفاق و در نوافل علی الاصح و عکس آں را در نوافل کراہت نیست و در صبح نیز جائز است بالاتفاق و الاطلاق یعنی ہر چہ تطویل کند باک نباشد و بقدر ثلث خود مستحب است و بعضے تا نصف گویند و زیادہ بر آں باوصف جواز خلاف اولی است و در غیر فرائض اختلاف است نزد امام محمد ہمہ جا اطالت اولی باید و شیخین رضی اللہ تعالی عنہما بہ تسویہ رفتہ اند و فتویٰ مختلف است و باید کہ ارجح و اوجہ قول شیخین باشد فان کلام الامام امام الکلام و اللہ تعالی اعلم -

مسئلہ - پس سورت اسائے الہی ضم کرد -

الجواب

در فرائض مکروہ است ہر سوال و استعاذہ نزد آیات ترغیب و ترہیب و در نوافل نیز لتیسیر نظم الصلاۃ و انچہ وارد و ثابت باشد کما فی صلاۃ التیسیم قال فی رد المحتار و الطعن فی ندبہا بان فیہا تغییر النظم الصلوۃ انما یتاتی علی ضعف حدیثہا فاذا ارتقی الی درجۃ الحسن اثبتہا وان کان فیہا ذلک لا والله تعالی اعلم -

مسئلہ - ۲۸ ربیع الآخر مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کو متولی صاحب اور اہل محلہ نے جو نماز پڑھنے مسجد میں آئے ہیں امام کیا اللہ ربہ حرفوں کو خارج سے ادا کرتا ہے اب اُس میں چند آدمی یہ کہتے ہیں کہ تم ضاد نہیں پڑھتے بلکہ ضاد کو مشابہ طاء کے پڑھتے ہو اور زید کہتا ہے کہ میں خارج سے ادا کرتا ہوں اور تم لوگ زبان کو دانتوں سے لگا کر نکالتے ہو وہ (د) ہے اور میں ڈاڑھ سے زبان کی نوک لگا کر نکالتا ہوں وہ ضاد ہے اور ایک شخص کہی نماز پڑھا دیتا ہے ضاد کو خارج دے سے ادا کرتا ہے آیا ان میں کس کے پیچھے نماز جائز ہوگی صاحب

فرمائیے کلام اللہ و حدیث رسول اللہ سے۔ بینوا توجروا

الجواب

ظاد اور ذواذ دونوں محض غلط ہیں اور اس کا مخرج بھی زبان کو دانتوں سے لگا کر ہے نہ زبان کی نوک کو داڑھ سے لگا کر بلکہ اس کا مخرج زبان کی ایک طرف کی کرٹ اسی طرف کی بالائی داڑھوں سے مل کر دراڑی کے ساتھ ادا ہونا اور زبان اور ہونٹ کو اٹھ کر تالو سے ملنا اور ادا میں سختی و قوت ہونا ہے اُس کا مخرج سیکھنا مثل تمام حروف کے ضروری ہے جو شخص مخرج سیکھ لے اور اپنی قدرت تک اُس کا استعمال کرے اور ظ یا د کا قصد نہ کرے بلکہ اُسی حرف کا جو عز و جل کی طرف سے اُترتا ہے پھر جو کچھ نکلے بوجہ آسانی صحت نماز پر فتویٰ دیا جائیگا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص نماز میں ضاد کو مشتبہ بظا پڑے تو اُس کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں اور اُس شخص کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

یہ حرف دشوار ترین حرف ہے اور اس کی ادا خصوصاً عجم پر کہ اُن کی زبان کا حرف نہیں سخت مشکل مسلمانوں پر لازم کہ اُس کا مخرج صحیح سے ادا کرنا سیکھیں اور کوشش کریں کہ ٹھیک ادا ہو اپنی طرف سے نہ ظاد کا قصد کریں نہ ذواذ کا کہ دونوں محض غلط ہیں اور جب اُس نے حسبِ دمع و طاقت جہد کیا اور حرف صحیح ادا کرنے کا قصد کیا پھر کچھ نکلے اس پر مواخذہ نہیں لایکلف اللہ نفساً الا وسعها خصوصاً ظا سے اس حرف کا جدا کرنا تو سخت مشکل ہے پھر ایسی جگہ ان سخت حکموں کی گنجائش نہیں تکفیر ایک امر عظیم ہے لایخرج الانسان من الاسلام الا محذور ما ادخله فيه اور مجبور متاخرین کے نزدیک ضاد نماز کا بھی حکم نہیں رد المختار ان کا نہ الخطا ابدال حرف بحرف فان امکن الفصل بینہما بلا کلفة کا لصاد مع الطاء فانفقوا علی انہ مفسد وان لم یکن الا بمشقة کا لظاء مع الصاد فاکثر هم علی عدم الفساد لعموم البلوی اہ ملخصاً فی الدار المختارہ الاما لیشق تمییزہ کا لصاد والظاء فاکثر هم لم یفسدوا اور انہ متقدمین بھی علی الاطلاق حکم فساد نہیں دیتے عجب کی بات یہ ہے کہ ابنائے زمانہ ان باتوں میں بے طور جھگڑتے اور ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں حالانکہ اصول ایمان و اہمات عقائد میں جو فتنے طوائف جدید پھیل رہے ہیں اُن سے کام نہیں رکھتے اور لطف یہ ہے کہ وہ جہاں جن سے سہل حرف بھی ٹھیک ادا نہیں ہوتے ظاد اور ذواذ پر کئے مرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم اہل اسلام کو نیک و نقی عطا فرمائے۔ ہاں اگر کوئی معاند باطن بقصد تفسیر کلام اللہ و تبدیل حق منزل سے اللہ اس حرف خواہ کسی حرف کو بدلے گا تو وہ بیشک اپنے اس قصد ضیث کے سبب حکم کفر کا مستحق ہوگا اس میں ظاد و ذواذ وسین صائب برابر ہیں و هذا هو المحمل التعمد الذکور فی کلام الامام الفضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام مغرب میں رکوع لفت صدق اللہ رسولہ پڑھ رہا تھا جب فی الانجیل تک پڑھ لیا آیت ہارہ ۲۲ کا مشابہ لگا اُس کے بند یہ آیت انما یزید اللہ لہ ذہب تک پڑھی پھر جب یاد آیا اُسے چھوڑ کر مقام اصل سے شروع کیا

اور نماز ختم کی اور سجدہ سو نہ کیا اس صورت میں نماز ہوئی یا نہیں اور سجدہ سہولاً لازم آیا تھا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

نماز ہوگئی اور سجدہ سو کی بھی حاجت نہ تھی اگر بقدر ادائے رکن سوچتا نہ رہا ہو ہاں اگر بھولا اور سوچنے میں اتنی دیر غلویش کہ جس میں کوئی رکن نماز کا ادا ہو سکتا ہے تو سجدہ سہولاً لازم آیا کما فی الدار المختارہ وغیرہ اگر نہ کیا تو نماز جب بھی ہوگئی مگر ناقص ہوئی پھر نیز واجب کہ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۶ شعبان المعظم ۱۳۱۳ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ امام جب نماز میں کھڑا ہو کر قرأت شروع کرے اگر اس وقت بعد از پخت قرأت بند ہونے کی وجہ سے گلا صاف کرنے کے لیے کھانسا تو نماز جائز ہو جائے گی عمرو کہتا ہے کہ نہیں خواہ کسی حالت میں ہو یا عذر یا بلا عذر اگر پے درپے تین مرتبہ کھانسا تو نماز باطل ہو جائے گی اس مسئلہ میں کون حق پر ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

صورت مذکورہ میں نماز میں اصلاً کچھ خلل نہ آیا کھانسا کھنکارنا جبکہ بعد یا کسی غرض صحیح کے لیے ہو جیسے گلا صاف کرنا یا امام کو سہو پر متنبہ کرنا تو مذہب صحیح میں ہرگز مفسد نماز نہیں فی الدار المختارہ فی المعتمدات (والتمتع بلا عذر) اما بہ بان نشأ من طبعه فلا (لوی بلا غرض صحیح) فلو لم یقین صوته لو یعتقدی امامہ اولاً علامانہ فی الصلاة فلا فساد علی العیض واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۷ مرسلہ جناب حافظ مولوی امیر اشرف صاحب ۲۳ شعبان ۱۳۱۳ھ ہجری

بیضاوی میں قرأت بضنین کو بتایا اور ضاد کا مخرج اور ظا کا اس سے محشی اشارہ بتاتا ہے قرأتین واحدہ کی جائیں اس کے متعلق جو جو حدیثیں یا شرح ہوں ان میں سے یہ بات بتائی جائے کہ کوئی باوجود مخرجین جدا ہونے کے اور استعلا و اطباق میں ایک ہونے کے مشتبہ الصوت کون کون بتاتا ہے اور اس قضیہ کا کیا حال ہے صرف مشتبہ الصوت مان لینے سے ظوا یا دوا صحیح ہو سکتا ہے فقہانے دوا دغیم اور ظوا دوا دستہجن کا صریح حکم کیا بتایا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

ض وظ کا قدرے مشتبہ الصوت ہوا یقیناً ہے یہاں تک کہ تمیز دشوار مگر نہ یہ ظ جو علمہ عوام نکالتے ہیں یہ ذمغم ہے ظ جب اپنے مخرج سے صحیح طور پر بھاریت استعلا و اطباق لسان ادا کی جائے گی ضرور مشابہ الصوت بعض ہوگی یہاں تک کہ اگر استعلا واقع ہو ض ہو جائے دوا نہ مستحسن ہے نہ مستہجن بلکہ محض غلط اسی طرح دوا د اور صحیح ظوا د بھی نہیں فقہائے کرام سب کا ایک حکم دیتے ہیں کہ بحالت فساد معنی نماز فاسد جیسے منظوب، مفدوب اور بحالت صحت معنی صحیح جیسے ظالین دوالین حکما فی الغنیہ وغیرہا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۸ از شرک رک ضلع اڑیسہ محشی بازار مرسلہ شیخ طاہر محمد بن عثمان صاحب ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر زیدی مجتہد کی امامت جائز ہے یا نہیں اور جو ترتیل سے پڑھے اس کی امامت جائز یا ناجائز اور نیز ترتیل کی حد معلوم ہو۔ بینوا توجروا

الجراد

ترتیل کی تین حدیں ہیں ہر حد اعلیٰ میں اُس کے بعد کی حد ماخوذ و ملحوظ ہے حد اول یہ کہ قرآن عظیم ٹھہر کر آہستگی تلاوت کرے کہ سامع چاہے تو ہر کلمے کو جدا جدا گن سکے کما قال تعالیٰ ورتلناہ ترتیلاً ای انزلناہ نجماً نجماً علی حسب ما تجددت الیہ حاجات العباد ومثلہ قولہ تعالیٰ وقراناہ فرقاناً لتقرأہ علی الناس علی مکث وتزلناہ تنزیلاً الفاطمہ تغنیم اداہوں حروف کو اُن کی صفات شدت و جہد و امثالہما کے حقوق پورے دیے جائیں انصار و اخفاء و تغنیم و ترقیق و غیرہ محسنات کا لحاظ رکھا جائے یہ سنون ہے اور اس کا ترک کر وہ نا پسند اور اس کا اہتمام فراغ و اجابت میں تراویح اور تراویح میں نفل ملون سے زیادہ جلالین میں ہے رتل القرآن تثبت فی تلاوتہ کمالین میں ہے امی تان و اقرا علی تودۃ من غیر تعجل بحیث یتمن السامع من عدا یاتہ و کلماتہ اتقان امام سیوطی میں برہان امام زکشی سے ہے کمال الترتیل تغنیم الفاطمہ والا بانه عن حروفہ وان لا یدغم حروف فی حروف وقیل هذا قلہ اسی میں ہے لیسن الترتیل فی قراءۃ القرآن قال اللہ تعالیٰ ورتل القرآن ترتیلاً وروی ابو داؤد وغیرہ عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نعتت قراءۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مفسرۃ حروفاً الخ حدیث میں ہے لا تنثروہ نثر الدقل ولا تخذوہ هذا الشعر فواء عند عجائبہ وحکماء بہ القلوب ولا یکن ہم احدکم اخر السورۃ یعنی قرآن کو سوکے چھوہاروں کی طرح نہ مجاؤ (جس طرح ڈالیاں ہلانے سے خشک کھجوریں جلد جلد جھڑ جھڑتی ہیں اور شعر کی طرح سے گھاس نہ کا ڈو عجائب کے پاس ٹھہرتے جاؤ اور اپنے دلوں کو اُس سے تدبیر سے جنبش دو اور یہ نہ ہو کہ سورت شروع کی تو اب دھیان اسی میں لگا ہے کہ کہیں جلد اسے ختم کر میں رواہ ابو بکر الاجری فی کتاب حملۃ القرآن وعن طریقۃ البغوی فی المعالم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ من قولہ والد یلی مثلاً عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ والعسکری فی المواعظ من حدیث امیر المؤمنین علی کو مرآۃ تعالیٰ وجہہ انہ سئل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن قولہ ورتل القرآن ترتیلاً قال فذکرہ و مختار میں ہے یقرأ فی الفرض بالترتیل حروفاً و فی التواویح بین بین و فی النفل لیلالہ ان یسر ع بعد ان یقرأ کما یفہم اُس کے بیان تراویح میں ہے ویجتنب ہذا رمۃ القراءۃ **دوم** مد و وقت و وصل کے ضروریات اپنے اپنے موقع پر ادا ہوں کھڑے پڑے کا لحاظ رہے حروف مذکورہ جن کے قبل ذن یا یم ہو ان کے بعد غنہ نہ لکھے مثلاً انا کنا کون کن یا انا کن کتاں نہ پڑھا جائے با وجیم ساکنین جن کے بعد تے ہو شدت ادا کیے جائیں کہ پ اور و کی آواز نہ دیں ہمال جلدی میں ابر اور تہنبوا کو ابر اور تہنبوا پڑھتے ہیں حروف مطبوعہ کا کسرہ ضمہ کی طرف مائل نہ ہونے پائے۔ جہاں جب صراط و قاطعہ میں ص و ط کو اظہان کرتے ہیں حرکت تابع حروف ہو کر کسرہ نشا پڑھتا ہو جاتا ہے کوئی حروف بے محل اپنے مجاہد کی رنگت نہ پکڑے ت و ط کے اجتماع میں مثلاً یستطیعون لا تطع بے خیالی کرنے والوں سے حروف تابعی مثلاً ط ادا ہوتا ہے بلکہ بعض سے عتو میں بھی بوجہ تغنیم عین و ضمہ تا آواز مثلاً ط پیدا ہوتی ہے بالجملہ کوئی حروف و حرکت بے محل دوسرے کی شان اخذ نہ کرے نہ کوئی حروف چھوٹ جائے نہ کوئی اجنبی پیدا ہو نہ محدود و مقصور ہو نہ محدود اسی زیادت اجنبی کے قبیل سے ہے وہ الف ج بعض جہال و استبقا الباب دعوا اللہ وقال الحمد للہ ذاقا الشجرۃ کے قیاس پر کھتا الجنتین قیل ادخلوا النار میں نکالتے ہیں حالانکہ یحییٰ فاسد از زیادت باطل و کاسد و واجب و اجماعی متصل ہے منفصل کا ترک جائز و لہذا اُس کا نام ہی مد جائز رکھا گیا اور جس

حجت مدہ کے بعد سکون لازم ہو جیسے ضالین الہ وہاں بھی مد بالاجماع واجب اور جس کے بعد سکون عارض ہو جیسے العالمین الرحیم العباد، یوقنون بحالت وقف یا قال اللهم بحالت ادغام وہاں مد و قصر دونوں جائز اس قدر ترتیل فرض واجب ہے اور اس کا تارک گنہگار نماز سے نہیں کہ ترک مفید صلاۃ ہو مدارک الترتیل میں ہے ورتل القرآن ترتیلاً ای علی قوۃ بتبیین الحروف و حفظ الوقت و اشتباہ الحركات ترتیلاً تاکید فی ایجاب الامر بہ و انہ لا بد منہ للقاری و المختار میں ہے یمد اقل مد قال بہ القوا و الاخر مد لترك الترتیل اماموریہ شریعہ عاصیہ ناعبد الله بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شخص کو قرآن عظیم پڑھا رہے تھے اُس نے انما الصدقات للفقراء کو بغیر مد کے پڑھا فرمایا ماہکذا اقرأنیہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوں نہ پڑھا یا عرض کی آپ کو کیا پڑھا یا فرمایا انما الصدقات للفقراء کے ساتھ ادا کر کے بتایا رواہ سعید بن منصور فی سننہ والطبری فی الکبیر بسند صحیح۔ اتقان میں ہے قد اجمع القراء علی مد نوعی المتصل و ذی الساکن اللزیم وان اختلفوا فی مقداره و اختلفوا فی مد نوعین الاخریین و هما المنفصل و ذی الساکن العارض و فی قصی ہا ہند یہ میں ہے اذا وقف فی غیر موضع الوقت او ابتداء فی غیر موضع الابتداء ان لم یتغیر بہ المعنی تغیراً فاحشاً لخوان قرأ ان الذین امنوا و عملوا الصالحات و وقف ثم ابتداء بقوله اولئك هم خیر البریۃ لا تقسداً بالاجماع بین علمائنا ہکذا فی المحيط و کذا ان وصل فی غیر موضع الوصل کما لو لم یقف عند قوله صاحب النار بل وصل بقوله الذین یحملون العرش لا تقسداً لکنہ قبیہ ہکذا فی الخلاصۃ و ان تغیر بہ المعنی تغیراً فاحشاً لخوان قرأ اشہد ان لا الہ الا اللہ انہ لا الہ و وقف ثم قال الاھولاء تقسداً صلاتہ عند عامۃ علمائنا و عند البعض تقسداً صلاتہ و الفتویٰ علی عدم الفساد بکل حال ہکذا فی المحيط جو شخص اس قسم ترتیل کی مخالفت کرے اُس کی امامت نہ چاہیے مگر نماز ہو جائے گی اگرچہ بکراہت عالمگیریہ میں ہے من یقف فی غیر مواضع ولا یقف فی مواضع لا ینبغی لہ ان یؤمر و کذا من یتخلف عند القراءة کثیراً یسبوا جرمون و حرکات کی تصریح ا ح ط ، ث س ص ، ح ۵ ، ذ ظ و غیر میں تمیز۔ غرض یہ نقص و زیادت و تبدیل سے کہ مفید معنی ہوا احتراز یہ بھی فرض ہے اور علی التفصیل فرائض نماز سے بھی ہے کہ اس کا ترک مفید نماز ہے جو شخص قادر ہے اور بے خیالی یا بے پرواہی یا جلدی کے باعث اسے چھوڑتا ہے یا یکے تو آجائے مگر نہیں سیکھتا ہمارے اللہ کرام مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک اُس کی نماز باطل اور اُس کی امامت کے بطلان اور اُس کے پیچھے ادروں کی نماز فاسد ہونے میں تو کلام ہی نہیں علمائے متاخرین نے بنظر تمیز جو توسیعیں کیں وہ عند تحقیق صورت اغزش و خلط سے متعلق ہیں کہ صحیح جانتا ہے اور صحیح بڑھ سکتا ہے مگر زبان سے بہا کر غلط ادا ہو گیا نہ کہ عاذا اللہ فتویٰ سب پر والی۔ اجازت غلط خوانی و ترک تعلم و کوشش جیسا کہ حرام زمانہ بلکہ اکثر خواص میں بھی وہائے عالمگیری کی طرح پھیلا ہوا ہے اور نہ بھی ہسی تو وہ عوام کی نمازیں ہیں نہ کہ غلط خوانوں کی امام بنانے کے لیے وہی علماء جو وہ توسیعات کہتے ہیں بطلان امامت کی تصریح فرماتے ہیں اور جو قادیانی نہیں کوشش کرتا ہے محنت کرتا ہے مگر نہیں نکلتا جیسے کچی زبان والے گنوار کہ قاف کو کاف، ذال کو جیم پڑھیں۔ صحیح مذہب میں صحیح خواں کی نماز ان کے پیچھے بھی نہیں ہو سکتی تفصیل اس مسئلہ جلیلہ کی جس سے آج کل نہ صرف عوام بلکہ بہت علماء و مشائخ تک غافل ہیں نصیر غفر اللہ

تعالیٰ کے فتاویٰ میں ہے در مختار میں ہے لا یصح اقتداء غیر الا للثب بہ علی الاصح بحر و حور الحلبی وابن الشنہ انہ یبدل
جہدہ دائما حتی کالامی فلا یومر الامثلہ ولا تصح صلاتہ اذا ملکہ الاقتداء بمن یحسہ او ترک جہدہ او وجد قسدا
الغرض مما لا یشخ بہ فیہ ہذا ہوا لصحیحہ المختار فی حکم الا للثب وکن امن لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف او برخص
خلاف شریعت مطہرہ کے فیصلہ کرے اُسے امام بنانا جائز نہیں قال اللہ تعالیٰ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک هم الفسقون
غنیہ میں ہے لو قد موافقا یا ثبوت اور اس کے پیچھے ناز سخت مکروہ کا حقیقہ المحقق الحلبی فی الغنیہ والعلامة الشیخ ابوالانی
فی المراتی وغیرہا فی غیرہا فقد بینا فی غیر موضع من فتاوانا و هو قضیۃ الذیل فعلیہ فلیکن التعویل واللہ سبحانہ
وتعالیٰ اعلم وحکمہ جل مجدہ کا امر واحکم۔

رسالہ نغم الزاد لروم الضاد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مسئلہ - از ریاست رام پور محلہ کنڈہ متصل مسجد میاں گا ماں مسئلہ مولوی محمد یحییٰ صاحب ۲۴ شوال کرم ۱۳۱۵ ہجری
چہ می فرماید علمائے دین و مفتیان شرع متین دریں باب کہ در قرأت غیر المنضوب علیہم ولا الضالین در چند اشخاص نزاع می باشد
و اکثر رسائل و فتاویٰ دریں باب مختلف مستند بعضی خواندن ضاد ببال توارث بین الناس دلیل می آرند و بعضی برائے تبدیل ظا و زائہا بھوت را
دلیل می گردانند قاری عبد الرحمن مرحوم پانی پتی در رسائل و فتاویٰ خلاصہ تحقیق بدین پنج رقم کردہ اند کہ بجائے ضاد دال یا حمزے خواندن محض
غلط است ہر حرف خصوصاً ضاد را از مخرج خود مع صفاتش ادا کردن بر ہمہ شخص واجب است دریں ہنگام شور و شغب بعضی خواص و عوام
سند خواندن دال از شرح کبیر بیان کردہ اند از استماعش در چند امور خطیان واقع گردید ترصد از علمائے ماہرین و معتبرین کہ از جواب رافع
خطیان احقاق حق و ابطال باطل فرمایند اجر کہ اللہ تعالیٰ فی الدارین امرے چند موجب اشتباہ و خطیان مخصوص اداے ضاد بشیر بل امل
یا ظار مجملہ دریافت طلب از علمائے دین - اول فصل زلتہ قاری کہ در کتب فقہ علیحدہ ذیل حکم قرأت فی الصلوۃ مرفوع شدہ آیا حکم
مسائل آن مخصوص بدان صورت است کہ از قاری بلا قصد و ارادہ حرفے بجائے حرفے فجاۃ بر زبان جاری شدہ باشد یا علی العموم است
قاری و تالی بالقصد و ارادہ حرفے بجائے حرفے خواندہ باشد بر تقدیر تسلیم شق عموم ہر گاہ حکم قرأت بالا ارادہ نوشتہ شدہ باعث منون کردہ
فصل بر زلتہ القاری چیست حالانکہ در زلتہ کہ عرب لغزش است ارادہ مفقود است ووم در صورت عموم صرف بر اتحاد مخرج یا قرب مخرج
و تشابہ صورت عموم و سہولت ادا اکتفا کردہ خواهد شد یا کما ظہر ہم داشتہ خواهد شد و بصورت تبدیل معنی و فساد آن حکم فساد ناز دادہ خواهد شد
و دریں صورت کسیکہ در ابدال ضاد ببال توارث بین الناس را مطلقاً دلیل گردانیدہ توجیہ صحت قولش چہ خواهد شد سوم چنانکہ صاحب غنیۃ

شرح مینہ در فصل زلز قاری بمقام حکم ابدال حرفے بحر نے مدار بر صحت و فساد معنی داشته بصورتیکہ معنی صحیح از بدل می شود حکم صحت نماز نگاشته و جائگہ از بدل فساد معنی شده حکم فساد نماز داده ہمیں حکم در ابدال ضا و بدل ہملہ ہم جاری خواہد ماند و ہر جا کہ ضا و بدل ہملہ فساد معنی لازم است حکم فساد نماز داده خواہد شد یا نہ اگر شق اول مسلم است پس ابدال ضا و بدل ہملہ و بصوت دال خواندن عموماً و مطلقاً چگونہ صحیح خواہد شد و اگر شق ثانی است مخصوص آن دو وجوب تخصیص کدام دلیل است چہارم کسیکہ از جہات شرح کبیر و الاضالین بالنظار الجمعہ او الدال الہملہ لا نقصد الا خواندن دال بجائے ضا بدون لحاظ مخالفت و تباعد معنی علی العموم قیاس کردہ قیاس فاسد خواہد شد یا نہ زیرا کہ دریں آیہ کریمہ هل ندلک علی رجل الو صاحب شرح کبیر از بدل قرب معنی ثابت کردہ حکم صحت نماز داده و ممکن است کہ بدیگر مقام از ابدال ضا و بدل فساد معنی شود معنی آن خواہد شد تباہ شوند یا در کواکب موضوع کہ معنی بہ ترتیب چیدہ شدہ است ہر گاہ مودود خواندہ شود معنی آن پدید کردہ شدہ خواہد شد کہ مشعر بر انقطاع آن است علی ہذا بسیارے آیات ہستند کہ حالش بر متعشخیر پوشیدہ خواہد ماند پس در آن صورت لا محالہ حکم فساد نماز داده خواہد شد و ہر گاہ مدار حکم صحت و فساد نماز بصورت ابدال ضا و بظا و دال خود حسب تحریر صاحب شرح کبیر بر صحت و فساد معنی بدل شدہ چگونہ قیاس مذکور سبیل عموم بلوی بخصوص عدم فساد صلاۃ چنانکہ در حق عوام است کہ بیچ امتیاز در صحت لفظ و فرق معنی نمیدارند ہمیناں در حق خواص کہ امتیاز ہرگونہ دارند جاری خواہد شد یا نہ پنجم ہر گاہ از جہات تمیید جزئی و شرح شیخ الاسلام زکریا انصاری بر مقدمہ جزئی و ہم از شرح طاعلی قاری بر آن ثابت است کہ السنہ ناس در ادائے ضا مختلف است بعضے ظائے معجمہ و بعضے دال ہملہ و بعضے ذال معجمہ و بعضے با شام زائے معجمہ می خوانند و این ہمہ حضرات از قرآن عرب معدودند دریں صورت دعوی توارث ادائے ضا و بصوت دال ہملہ چگونہ قابل تسلیم خواہد شد - بینوا توجروا

الجواب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذی انزل علی نبیہ ص و الصلاۃ والسلام علی اخص من نطق بضم و علی الہ و صحبہ الذین اقتدوہم لیسوا کما اخرتہ زاد صلی اللہ تعالی و بآرک وسلم علیہ و علیہم و زاد حق جل و علا و تبارک قرآن عظیم بلسان عربی مبین بر نبی عربی قرشی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرستاد و برائے تلاوت و استماع و استفاضہ و انتفاع عباد آن صفت کریمہ قدیمہ خود را کسوت حروف و اصوات تجلی داد سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کما انزل الیہ البصاہیر کرام و رسانید و صحابہ بتابعین و تابعین و تبع و ہمچنان قرآن بقرا و طبقہ و طبقہ ہر ہر حرف و حرکت و صفت و ہیأت بر اقصی غایات توارث کہ مافوق آن متصور نیست بآرید و الحمد لله العلی المجید و ذلک قولہ تعالی انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحفظون پس بکمال شرف چنانکہ در بیچ کلمہ از کلمات کریمہ اش اصلاح تو ہمے نیست کہ شاید بجائے الحمد الشکر نازل شدہ باشد ہمچنان بمنبت مولی عزوجل در بیچ حرفے از حروف طبیہ اش زہار جائے تردد نہ نیست کہ مگر بحال لام تعریفیم تعریف بودہ باشد پس نہیکہ بقین قاطع میدانیم کہ او ع و ق در زبان عربی جدا گانہ است و در قرآن عظیم الا و علا و فلا بر معانی مختلف برہاں وجہ یقین جازم می شناسم کہ ض و ظ و د نیز در لسان عرب سر حرف متباین است و در فرقان کریم ضل و ظل و دل بدلولات متخالفہ پس ض را ظ یاد خواندن بعینہ بہاں ماند کہ کسے ا ر ا ع یا ف خواند دعائے توارث در ادائے د بجائے ض سخنی است پس غلط و پرہیزہ - توارث اگر در علیائے ستمین قرأت مقصود خود باطل و مردود

و اگر در حوام ہند ملو ایں چکشد سکتات سورہ فاتحہ از صد ہا سال در عایاں رائج است و جملہ برائے توجیہ آنہا ہفت نام شیطان درک تراشیدہ اند دل ہر یک یونکس کفس قفل بعلی و بعض دیگر فروزدہ ہا و مصرا و کذا لک کان یبغی علی مزعومہ شدت تحفظ ایشان بریں سکتات بیشتر و فروزدہ تراز تحفظ برواجات اجماعیہ تجویدی بنیم و ہر کہ مراعات آنہاں نکند ایں نادانان اور از تجوید قرآن جاہل و غافل دانند فانظر کہت صا و فیہا المعروف منکر و الممنکر معروفہ - ایں اختراعات باطلہ را حقیقت بیش ازل نیست کہ ان ہی الاسماء بمعیدتوہاء علماء ایں سکتات باطلہ را تصحیح کردہ اند و بطلان آنہا تصریح علامہ ابراہیم علیہ در غنیۃ المستمل فرماید قال فی فتاویٰ الحجۃ المصلیٰ اذ ابلغ فی الفاتحۃ ایاک نعبد و ایاک نستعین لا یبغی ان یقف علی قولہ ایاک ثم یقول نعبد و انما الاولی والا صح ان یصل ایاک نعبد و ایاک نستعین انہی فلا اعتبار بمن یفعل ذلک السکتۃ من الجہال المتفقہین بغیر علمہ علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ الباری در منہج العلوک بعد ایراد عبارت فتاویٰ الحجۃ می فرمایند اقول و ما اشتهر علی لسان بعض الجملۃ من القرآن ان فی سورۃ الفاتحۃ للشیطان کذا من الاسماء فی مثل هذه التركيب من البناء فخطا فاحش و اطلاق قبیح تم سکتہ ہم عن نحو ال الحمد و کات ایاک و امثالہما غلط صریح علامہ محمد عربی خالہ قرشی خفی در رد ایں مزعوم رسالہ مستقلہ نوشت کما ذکرہ کشف الظنون فی ذکر الومائل - من فقیر در عنوان امر خود پیش از دقت بریں کلمات علماء ایں سکتات باطلہ را ابطال می کردم و منشاء اختراع آنہا می دانم کہ اگر عبارت سخن مانع بودے بقلم می سپردم علماء کہ اختلاف السنۃ ناس در ادائے حق بیان فرمودہ اند عارف مرادہ آنست کہ ایں طریق ادا قرآن عرب بست بلکہ مقصود بیان غلط و خطائے حوام در ادائے ایں حرف و تنبیہ بر بطلان و تخریر از آن صحت عبارت مولانا قاری در شرح مقدمہ جزیریہ یقول ما تن والضاد باستطالة و مخرج میز من الظاء و کما تجی فی الظن ظل نظر عظم الحفظ؛ ایقظ و انظر عظم ظم اللفظ چنان است قد الفرد الضاد بالاستطالة حتى تتصل مخرج اللام لما فيه من قوة الجهر والا طباق والاستعلاء وليس في الحروف ما يعسر على اللسان مثله والسنۃ الناس فيه مختلفة فمنهم من يخرجها ولا مهملة او معجمة ومنهم من يخرجها طاء مهملة كما لمصر بين ومنهم من يشبه ذالا ومنهم من يشتر بها بالطاء المعجمة لكن لما كان تمییزه عن الظاء مشکلا بالنسبة الى غیرہ امور المناظر بقیبیزہ عنہ نطقا ثم بین ما جاء فی القرآن بالطاء لفظا الخ ایں شدت تحفظ علماء است بر تائید حروف و آنچه نکر امام ناظم رحمہ اللہ تعالیٰ کلمات قرآنیہ وارده بظائے مجر و اضبط فرمودہ تا بماند کہ ایں حرف بقرآن عظیم در ہمیں مواد اسع و آنچه غیر اینہا است ہمہ بضاد است ہچنان فاضل اویب حریری در متناسخ علیہ عامہ لغات عرب وارده بظا را مضبوط نمود جائیکہ فرمود - ایما القسائل عن الظاء والضاد و کلیلا فصلہ الالفاظ؛ ان حفظت الظاءات یغنیك فاسمعها استماع امرأۃ غیر طائفتی فی مخارج هذه الحروف و فی ذلک حرج عظیم و الظاهر ان هذا محل ما فی جمیع الفتاویٰ باز فرمود ثم فی الخزانۃ ایضا لو قرأ ولا الضالین بالظاء فسدت صلاته و علیہ اکثر الائمة منهم ابو مطیع و محمد بن مقاتل و محمد بن سلام و عبد اللہ بن الازہری و علی هذا القیاس فی جمیع القرآن لو قرأ بالظاء مکان الضاد تفسد صلاته الا فی قوله تعالیٰ و ما هو علی الغیب بضنین بالظاء والضاد فہما قرأتان بین چہ قدر نفوس روشن است کہ ایں تبدیلا از کج رجاہی ائسے کدہاں و ترکیباں و دہقانیاں کوفہ و غیر ہم حوام و اعجام است و لہذا اکثر

علمائے متاخرین کہ در محل مشقت رو بہ تیسیر کرده اند ایس ترخیص را ہم بحث مایمان مقصود اشتقاق از حکم جمهورائے نظر کن کہ بریں ابدال ہنگام
فساد معنی حکم بفساد نماز فرمودند و ہمین است ائمہ مذہب ائمہ ثلاثہ سیدنا الامام الاعظم و امام ابی و سعید و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمیعین
علی خلاف بینہم فی ما اذا کان مثلہ فی القرآن اولاً کما فصلہ فی الغنیۃ باحسن تفصیل فاللہ یجزیہ الجواز البجیل در غایت
خلاصہ و برآزیہ وغنیہ و خزانۃ المفتین وغیرہا کتب معتدہ مذہب بکثرت فروغ دین تبدیلہا است کہ ہر دسے حکم بفساد نماز داده اند من
شام فلیراجعہا فان فی نقلہا طولاً کبیراً و خود علامہ قاری در شرح جزئیہ فرمود (وان تلاقیا) ای المضاد والظاء فبیان کل منها
لازم ولا یجوز الادغام لبعده فخرجہما قال الیمنی فلو قرأ بالاذغام نقصد الصلاة وقال ابن المصنف وتبعہ الرومی ولیقصر
من عدم بیانہا فانہ لو ابدال ضاد ابطاء او بالعکس بطلت صلاتہ لغضاد المعنی وقال مجوسی فلو بدل ضاد ابطاء فی
الفا تحۃ لم یصح قرأتہ بتلك الكلمة باز کلام ابن الہمام و کلام مذکور منہ آمدہ گفت قال الشارح و هذا معنی ما ذکر فی فتاویٰ الحجۃ
انہ یفتی فی حق الفقہاء باعادة الصلاة و فی حق العوام بالجواز قول و هذا تفصیل حسن فی هذا الباب واللہ تعالیٰ اعلم
بالصواب و فی فتاویٰ قاضی خاں ان قرأ غیراً لمغضوب بالظاء او بالذال نقصد صلاتہ ولا الضالین بالظاء المجهمة او بالذال
المهملة لا نقصد ولو بالذال المجهمة نقصد و در شرح امام شیخ الاسلام ذکر کیا انصاری است (وان تلاقیا) ای المضاد والظاء
فبیان احدهما من الاخر لازم للقاری لئلا یختلط احدهما بالآخر فبطل صلاتہ سبحن اللہ اگر ایس پنج ادا قرأتے عرب را بدسے
حکم صادر اچہ گنجائش بود بلکہ قطعاً ادا قام روا بودے و نماز مطلقاً اجماعاً صحیح ماندے چنانکہ در ماہو علی الغیب ضنین و ہمچنین در قول او
تعالیٰ انکم وما تعبدون من دون اللہ حسب جہنم حسب و حسب و خطب لعیاد و ضاع و طاء و ظاء ہر چہ خواند
نماز قطعاً صحیح است کہ ایس کلمہ ہر بار حروف مطبوعہ در قرأت آمدہ است کہ فی المذنب العسکریہ وغیرہا **اقول** وباللہ التوفیق بنقیضنا
هذا اظهر لك انفسا و ما زعم بعض الفقہاء و هو ان الاعرابی الکو فی حیث کان یقول جائز فی کلما العرب ان یعاقبوا بین الضاد
والظاء فلا یخطئ من یجعل هذه فی موضع هذه و ینشد ے الی اللہ اتکوا من خلیل ادوہ و ثلث خصال کلہا لی غائض
بالمضاد و یقول ہکذا سمعہ من فصحاء العرب نقلہ ابن خلکان فی وفيات الاعیان و ذلك لانه لو کان ما زعمہ صحیحاً لہا
حکم ائمة الفقہ و ہر ما ہم فی جمیع فنون العربیۃ وغیرہا من العلوم الدینیۃ بفساد الصلوۃ فی غیر المغضوب و امثالہ
مما یفسد بہ المعنی و لما فرقوا بینہ و بین ضنین و ظنین فاین هذا معاً من عن الحلیۃ عن الخزانۃ عن الائمة ان فی
جیم القرآن نقصد بہ الصلاة ما خلا ضنین و من سوغ فاما نظر الی التیسیر علی العوام لا انہ صحیح فی قضیہ الکلام اما البیت
فلا حجة لہ فیہ فقد یکون من غاضہ اذ القصة قال الکسود بن یحضر ے اما ترینی قد فتیت و غاضنی و ما نیل من بصری
ومن اجلادی و قال فی تاج العروس معناه نقضی جدد ما تاملی و هذا و هذا ابن العوامی قد انشد بنفسہ و لو قد عرض
معطسہ جویری و لہی لانت عن یکثر و غاضا و و غفرہ فقال اثنی اثم حتی یزل و قد قال ابن سیدہ فی ذلك البیت یجوز
عندی ان یکون غاضی غیر بدل و لکن من غاض ای نقض و لکن معناه حیث نہادہ و نقضی و ینقضی نقلہا فی التاج الاضا و عن

هذا حکم علماؤ فابعد من الفساد فيما لو قرأ ليخيط جمع الكفار بالصاد مكان الطاء كما في الحانية قال في الغنية لان معناه مناسب
اي لينقص جمع الكفار اه وكذا اقال في قوله تعالى قل موتوا بغيظكم وبالحملة فالغنة لا يؤخذ من قل زحوى خالف نصوص الامثلة
بل الانصاف عند من خول الله بصيرته تقدير قولهم على احوال النحاة في العربية ايضا فان الاجتهاد لا يتاقي الا المتضلع منها
مقدون في قلبه النور الالهي فاست ذلك فانه نفيس مهم - آرس مارا نكار نيس كد كلام عرب معا قميان ض وظ اصلا نيام
كلات عديده بهر دحوت دارد شده چون عدا حرب والزمان وعظ زمان وجنگ گزید وگزید رسانید و تافضوا تا فلو ابا هم بچنگ افتادند و
بریکد گز زبان گفتن کشاند و فاض فلاں و فاض بمر و بظ الضارب اواره بعض چنگ زن اوتا را برائے زدن جنبا نید و بیا نود و تقریظ و تقریر
مدح و میض و بیض غایه مور و بظ و بضر و سر الی غیر ذلک معاده ابن مالک فی کتاب الاعتصاف فی معرفة الطاء و الضاد اما این معنی مستلزم آن باشد
که هر جا ابدال دوا بود چنانکه میان لام و را جا با حاقبه است در مجمع بحار الانوار آورده اند که یکره قسط النساء و تشبیهن بالرجال اسراده
عطره ینظهر سر یحه کما ینظهر عطر الرجل وقیل اراد تعطیل النساء باللام و هی من لاحت علیها ولا خضاب واللام والراء یتعاقبا
و زبانه جاز نبود که هر جا خواهن یکجائی دیگر خوانند علی تصریح فرموده اند که در یوم تبلی السرا سر ایل یا در یوم ترجمت الارض و الجبال
بجائی جبال جبار خوانند تا فاسد شود کما فی الحانیه و المنیه و غیرهما بازا این جمله که گفته آمدیم در خصوص طائے مجمه است و عا شا که جائے
و کینز و دهمقانی از عرب بجائی ض دیا طاملتین یا ز مجتین بر زبان راند سخن من در عرب خالص است نه در قسے که باجم
مخالط شده در زبان نیز خافظ و غلط شدند رجعت تقری را گمگرمی گویند و ثمره عشر المتقش و خذ کذا خذ کذا کبیر کاف و وال مملد الی
غیر ذلک من التیارات المملد و بایضی از اعراب و اطراف ین ملاقی شدم که بکذا را بجای گفتند و منک خطاب بانثی را بنج بحیم فارسی و
بعضی دیگر دیدم که جم رکات فارسی مسجد را سگد و جمال را کمال میگفتند قال الرضی الباء التی کالغاء قال السید فی هی کثیره فی لغة العجم
واطن ان العرب انما اخذوا ذلک من العجم لاجل الطهور یا هم بازا خراج ز مجمه بجائی ض خالصا یا اشلما در کلام علی نقلش از عوام جان
نیز یاد نیست البتہ بعض مایان زمان که تشابه صوت شنیده اند بجائی ض ظ بر آوردن می خواهند و بعض دیگر که تحفظ کنند و نتوان چیزے
بین الضاد و الظاهر می آرند و اولئک امثالهم طریقاً نسأل الله ان یوزقنا الحق فی کل باب تحقیقا -

بالحمل حق واضح همین است که این همه حروف با هم متباين است و بر همه را مخرج جدا و ابدال ض با هر حرفیکه باشد مردود و نادره این
حرفے است که حق جل و علا اودا تنها فرید و بیج حرفے را قریش نکرانید و لهذا سبویہ گفت و در مفت لولا الاطباق فی الصاد لکان سینا و فی الطاء
کان ذال و فی الطاء لکان والا و خرجت الضاد من الکلام لانه لیس بشی من الحروف من موضعها غیر ما ه نقله الرضی و آنکه از قاری پانی پت نقل کنند
اقول تحقیق آنست که در صفات حروف بعضی صفات لازم است که نقد انش مستلزم نقد ان ذات باشد چنانچه اطباق در ط و انفاج در ت
او قطعاً واجب المراجعة است و بعضی نه چنان است اگر بجای نیا رند ذات حروف در هم نخورد و چون تنوع در هر حرفه در ش و هو کما فی المنع انتشار
الصوت عند خروجها حتی تتصل بحروف طرف اللسان منها مخرج الطاء و الحال ان مخرجها حافة اللسان من محاذات
وسطه پس مراعات صفات مطلقاً واجب نیست بلکه از صفات حروف آنست که ترکش واجب است و آن صفت تکریر در کسے مخفض

مطلقاً و در مشقہ پیش از یکبار معنی این صفت در آنست کہ (قابل تکرار است نہ آنکہ تکرارش باید باین معنی توفیق اللہ تعالیٰ بخاطر مخطوٰت کردہ بود کہ تصریحش در کلام مولانا علی قاری چہرہ کشود چیست قال تحت قول الماتن والراء بتکریر جعل معنی قولہما ان الراء مکرر ہوان الاولہ قبول التکرار لا دقا وطرف اللسان بہ عند التلفظ لقلولہم لغير الضاحت انسان ضاحت یعنی انہ قابل للضحت وفي المجمل اشارۃ الی ذلک وتکریرہ لحن فیجب معرفۃ التحفظ عند التحفظ بہ کہ معرفۃ السحر لیتجنب عن تصریرہ و یعرف وجہ رفعہ قال المجتہد وطریقۃ السلامۃ ان یلصق الالفاظ ظہر لسانہ باعلیٰ حنکہ لصفاً محکماً مرة واحدة ومتی ارتقد حدث من کل مرة رأو قال مکی لا بد فی القراءة من اخفاء التکریر وقال واجب علی القاری ان ینحی تکریرہ ومتی اظهر فقد جعل من الحروف المشددة حروفاً ومن المخفض حروفین احدهما ببعض اختصار ودر وجوب ادا از مخرج بر معنی کہ سلم است جملہ حروف متساویۃ الاقدام است ہیچ خصوصیت ض را نیست بلکہ توان گفت کہ چون ادائے صادق در دو حراز جملہ حروف است حکم وجوب بعارض مشقت درو سے نسبت سائر حروف رو بتخفیف است فان المشقة تجلب التيسير وما ضاق امر الاتسع ولا يكلف الله نفساً الا وسعها وما جعل عليكم في الدين من حرج يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر والحمد لله رب العالمين آری خصوصیت ض بوجہ عسر مراد در شدت احتیاج باہتمام در آن تحفظ و تيقظ نہ ادائے آنست ۔

الجام الصاد عن سنن الضاد

مسئلہ - از درجہ نگاہ محمد اسماعیل گنج ذاک خانہ لہری اسرئیل سرسہ مولوی محمد شہین صاحب ۱۰ جمادی آخرہ ۱۳۱۴ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ان اطراف بنگالہ وغیرہ میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوئے ہیں کہ جن معجمہ کو قصداً ظاہر بلکہ زہمت ہاتھ پڑھتے ہیں اور اسی کا دوسروں کو امر کرتے ہیں اور عام عوام ہندوستان میں جس طرح یہ حرف ادا کیا جاتا ہے جس سے بڑے مال ہملہ پیدا ہوتی ہے اُس سے نماز مطلقاً فاسد و باطل بتاتے ہیں اور اپنے دعووں کی سند میں اہل ندوہ وغیرہ ہندیان زمانہ کے چھ فتویٰ دکھاتے ہیں جن کا خلاصہ کلام و محصل مرام نماز میں ض کو شابد ہملہ پڑھنے پر حکم فساد اور اُس پر ان دوجہ سے استناد ہے اولاً فی فتاویٰ قاضی خاں ولو قرأ الظالمین بالضاو بالذال لا تقصد صلاتہ ولو قرأ الدالین بالدال تقصد۔ ثانیاً ضاد مشابہ ظا کے ذوال کے میان ضاد و ذال کے صفوں کا فرق ہے جب ضاد و ذال میں صورتاً تقاریر ہے تو فصل اُن میں بلا مشقت ممکن۔ فتویٰ ندوہ کی عبارت یوں ہے "ایسی صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی اس لیے کہ ضاد و ذال دو حرف متغایر المعنی ہیں جن میں امتیاز بلا مشقت ممکن اور ایسی صورت میں فقہاء فساد نماز کو لکھتے ہیں خامی میں اذاکر حرفاً مکان حروف وغیر المعنی ان امکن الفصل بینہما بلا مشقت تقصد والا کالظاء مع الضاد قال اکثر ہم لا تقصد یا نج فتووں کا حاصل تو صرف اس قدر ہے اور ایک یعنی پانچویں میں اتنا بیان اور ہے کہ ظالین پڑھنا بھی غلط ہے لیکن چونکہ ان میں

تشابہ صوتی ہے اور امتیاز متعسر اکثر فقہاء کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن تعسریاں بھی مفسد ہے یہی مذہب مختار ہے کما فی البزانیۃ ان غلوں کا کیا حال ہے اور یہ ان لوگوں کے موافق دہوید ہیں یا نہیں اور جو لگ ض ہی کا قصد کریں اور ض سمجھ کر پڑھیں مگر جو عدم قدرت صان اور نہ ہو اور سننے میں دال سے مشابہ ہو تو ان کی نماز ہوگی یا نہیں۔ اور جو قصد اض کو پڑھے اُس کی نماز کا کیا حکم ہے اور ہنگام تغیر حروف و تقادوت معنی میں جو حکم فساد ہے وہ صرف ض و د و ظ ہی سے خاص ہے یا باقی حروف مثل ا ع ت ط س ث ص ح کا کہ بھی علم ہے اگر عام ہے تو آج کل یہ جھگڑا اسی حرف میں کیوں ہے جواب مختصر ہو کہ عوام مطول کو نہیں پڑھتے۔ بیوا تو جو روا

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم هداية الحق والصواب

الحمد لله الذي نزل سبيل الرشاد عن تحريف كل صادر وأعد بالعذاب من حاد وضاد والصلوة والسلام على الكريم الجواد على مولی العباد مولی المراد وآله الاسیاد وصحبه الامجاد ما اهلكت صادوا عجمت الضاد كثفت صواب واليضاح جواب کو چن بکمل جملے ملحوظ ہیں اول ض ظ ذ ز معجات سب حروف متباين متغايرة ہیں ان میں کسی کو دوسرے سے تلاوت قرآن میں قصد بدلنا اس کی جگہ اُسے پڑھنا نماز میں ہو خواہ بیرون نماز حرام قطعی و گناہ عظیم افتراء علی اللہ و تحریف کتاب کریم ہے فقیر نے اپنے رسالہ نعم الزاد و نور الضاد میں اس پر دلائل قاهرہ باہرہ قائم کیے ہیں یہاں تک کہ امام اجل ابو بکر محمد بن الفضل فضلی و امام برہان الدین محمود صاحب ذخیرہ وغیرہ و علامہ علی قاری مکی رحمہم اللہ تعالیٰ تصریح فرماتے ہیں کہ جو قصد اض کی جگہ پڑھے کا فر ہے محیط برہانی میں ہے سئل الامام الفضلی عن من یقرأ الظاء المعجمة مكان الضاد المعجمة او على العکس فقال لا يجوز امامته ولو تعد يكفر من الروض الازهر میں ہے کون تعدا کفر الا کلامہ فیہ عالمگیری ض کی جگہ ز عمدا پڑھنے کو کفر لکھا حیث قال سئل عن من يقرأ الزاء مقام الضاد وقراء اصحاب الجنة مقام اصحاب النار قال لا يجوز امامته ولو تعد يكفر في الفتن الهندية الضاد معجمة وفي المصرية الصاد وكلها محتمل والحكم واحد لا يتبدل اس طائفہ حادثہ کا حکم تو ہمیں سے ظاہر ہو گیا ووم قاری سے بے قصد تبدیل اگر ض مشابہ د بلکہ عین د ہو تو اس پر مطلقاً فساد نماز کا حکم غلط و فاسد ہے عبارت امام قاضی میں اگر ذکر ہے تو صرف ایک لفظ کا نہ کہ پر بنائے بتاین صوت و سہولت تمیز علم مطلق حقیقہ کرام کا اصل مذہب یعنی مذہب امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ جما میر تحقیقین نے اُس کی تصحیح کی اُس پر اعتماد فرمایا خود واضح دشکار کہ اس میں صرف صلاح و فساد معنی پر بنائے کار تو جہاں ض کی جگہ د پڑھ جانے سے معنی نہ بگڑیں فساد ہرگز نہ ہوگا مثل انہی بتضمین معنی العن ولا نعام فی قولہ تعالیٰ فیضوا علینا من الماء ومثل الکواب مودوعة موضع موضوعة وراية مردیہ مکان راضیہ موضیہ کما بیاناہ فی نعم الزاد یہ علمائے متاخرین کہ عوام کی ہر آسانی کے لیے عسر و سیر تیز کا لحاظ رکھتے ہیں کیا آسانی تمیز کی حالت میں مطلقاً حکم فساد دیں گے اگر چہ تمیز نہ ہوں یہ اصل مذہب سے آسانی ہوئی یا اور شدت و گرائی نہیں۔ ان کا حکم قطعی اُس صورت میں مقصور جہاں معنی بگڑیں اور ان حروف میں تمیز آسان ہو دیکھنے والے اگر کلمات علم پر نظر رکھتے اس امر کے خصوص واضح ملتے یہی امام اجل قاضی خاں اپنے اس فتاویٰ میں فرماتے ہیں اذا اخطأ بذكر حرف مكان حرف وله تیغیر المعنی بان قراء ان المسلمون

ان الظالمون وما اشبه ذلك لم تقصد صلاته لا بغير المعنى وان ذكر حرفا مكان حرف وغير المعنى فان امكن الفصل بين الحرفين من غير مشقة كالطاء مع الصاد قرأ الطالحات مكان الصلحت تقصد صلاته عند الكل وان لم يمكن الفصل الا بمشقة قال اكثرهم لا تقصد صلاته اه مخفوا اسی طرح فتاویٰ ہند یہ ہیں فتاویٰ خانیہ سے منقول ابن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں فی الخانیۃ والحلاصۃ انه ان لم يتغير المعنى جاز مطلقا وان تغير المعنى فان لم يثبت التمييز بين الحرفين فسدت عند الكل وان شق فاکثرهم لا تقصد سوم قطع نظر اس سے کہ دال و مشابہ دال میں فرق بدہی دعویٰ میں یہ تھا اور سند میں وہ - اور قطع نظر اس سے کہ عبارت خلاصہ میں اگر دال مہملہ ہے تو مسئلہ کے صریح خلاف اور مجہول ہے تو حملہ کا ذکر اصلاً نہیں تو سند دعویٰ سے بے علاقہ صاف ہمیں عبارت قاضی خاں سے بحث کرنی ہے جس سے فتویٰ نہ وہ نے بھی استناد کیا اس عبارت میں دال و ذال کے صرف اسما کلمے ہیں انہیں صفت مہملہ و مجہول سے مقید نہ فرمایا اور بقول خصوصاً مطابح میں نقاط کا تغیر کوئی نئی بات نہیں مگر علامہ محقق امیر اہم حلی نے غنیہ شرح منیہ اور علامہ محقق بولسنا حلی قاری کی نے مخ فکر یہ شرح مقدمہ جزیرہ میں یہی عبارت قاضی خاں تبصریح اہمال و اعجام نقل فرمائی جس میں صراحتہ مذکور کہ ضالین کی جگہ والین بذال پڑھے تو نماز جائے گی اور والین بذال مجہول پڑھے تو جاتی ہے گی اول نے فرمایا ہے هذا فصل ابدال احد هذه الاحرف التثنية اعني الضاد والطاء والذال من غيرہ فليورد ما ذكره في فتاویٰ قاضی خاں من هذه القبيل قرأ ولا ضالين بالطاء المعجمة او الدال المهملة لا تقصد لوجود لفظهما في القرآن وقرب المعنى ولو قرأ بالذال محممة تقصد لبعدها معناه ملتقطا ثانی نے فرمایا فی فتاویٰ قاضی خاں ان قرأ غیر المغضوب بالطاء او بالذال تقصد صلاته ولا ضالين بالطاء المعجمة او الدال مهملة لا تقصد ولو بالذال المعجمة تقصد اب اس سے استناد کرنے والے دیکھیں کہ عبارت قاضی خاں ان دونوں اکابر کی نقل پر ان کے صریح مخالف و عکس مراد ہے نہ دے کی دارالافتاء اپنا مبلغ علم دکھائے در نہ تحقیق بانع و نتیجہ بازغ کے لیے بھلا اللہ تعالیٰ فقیر کا رسالہ فہم الزاد ہے چہاں م ض وظ میں دشواری نہیں اس طائفہ حادثہ کو اصلاً مقید نہیں وہ ایک گروہ متاخرین کے نزدیک ہنگام لغزش و خطا سبیل آسانی ہے نہ کہ محاذ اللہ قصد تبدیل کلام اللہ کی دستاویز جو بالقصد مغضوب کی جگہ منقوب معذوب مغزوب پڑھے اس کی نماز بلا شبہ فاسد اور وہ پڑھنے والے مغضوب و فسد تو یہ سب فتویٰ اس کے حق میں بیکہ رد و ناموید علامہ طحاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں محل الاختلاف في الخطأ والنسيان اما في العمد فتقصد به مطلقا بالاتفاق اذا كان مما يقصد الصلاة اما اذا كان ثناء فلا يقصد ولو تعدد ذلك افاده ابن امير الحاج حلیہ میں ہے ثم ما سئل عن الخلاف من المتقدمين والمتأخرين في هذا على ما في الخانية ينبغي ان يكون محله ما اذا لم يتعمد فتنبه له پانچویں فتویٰ کی عبارت سوال میں مذکور اس میں تو صراحتہ تعمد پر حکم فساد مسطور پھر اسے مقید سمجھنا کس قدر عقل و فہم سے دور اس خاص جوئیہ کی جہاتیں بکثرت ہیں حلیہ میں خزائن الفتاویٰ وغیرہ سے منقول غیر المغضوب بالطاء والظلمین بالذال او بالصاد قال بعضهم لا تقصد هم ابو القاسم الصفار و محمد بن سلمة وكثير من المشائخ افتوا به لعموم البلوى فان العوام لا يعرفون مخارج الحروف وقال الامام ابو الحسن والقاضي الامام ابو عاصم ان تعدد ذلك تقصد وان جرى على لسانه او لم يكن ممن يميز بين الحرفين لا تقصد وهو المختار اسی میں خزائن الاكمل سے ہے اذا قرأ مكان الطاء ضاد او مكان الضاد طاء فقال القاضي المحسن الاحسن ان يقال ان تعدد

ذلک تبطل صلاتہ عالمًا کان او جاہلاً اما لو کان مخطئاً اراد الصواب فجرى هذا على لسانہ اولم یکن معین یمیز بین الحرفین
 فظن انہ ادى الکلمۃ کما فی غلط جائت صلاتہ و هو قول محمد بن مقاتل و بہ کان یفتی الشیخ اسمعیل الزاہد و هو احسن لان السنۃ
 الاثر و اہل السواد والا تراث غیر طائفة فی مخارج هذه الحروف و فی ذلک حرج عظیم و الظاہر ان هذا محمل ما فی
 جمیع الفتاویٰ **اقول** انما یشیر الی اطلاق الفساد فی العمدانہ مطمح انظار ہم جمیعاً فالافلاک عدمہ فی الخطأ لا یمکن
 ان یحمل علیہ ما فی جمیع الفتاویٰ فان منہم من یفصل بصر الفصل و منہم من یفرق بقرب مخارج منہم من ہے اما اذا اقرأ
 مکان الذال طاء و مکان الظاد و علی القلب تفسد صلاتہ و علیہ اکثر الائمة و روى عن محمد بن سہلہ لا تفسد لان العجم
 لا یمیزون بین هذه الاحرف و کان القاضی الامام الشیخ المحسن یقول الاحسن فیہ ان یقول ان جرى على لسانہ ولم یکن
 ممیزاً و فی زعمہ انہ ادى الکلمۃ علی وجهها لا تفسد و کذا روى عن محمد بن سہلہ و الشیخ الامام الزاہد برازیہ میں دربارہ منظر و
 ذالین و ظالمین ہے قال القاضی ابوالحسن و القاضی ابوالعاصم ان تعمد فسدا و ان جرى على لسانہ او کان لا یعرف التعلیل لا یفسد
 و هو اعدل الا قایل و هو المختار اسی طرح ہندیہ میں اس سے منقول **اقول** و الظاہر ان هذه الاختیارات ترجع الی شق الجواز
 عند الخطأ اما الفساد عند العمد فینبغی الاتفاق علیہ کما تقدم ما یفید عن الحلیة و التصریح بہ عن الطحطاوی و هو معنی
 استظهار الا کمل انہ محمل ما فی جمیع الفتاویٰ کیف و اذا جعلوا التعمد من الردۃ فما بقاء الصلوۃ هذا واضح جدا و پنجم ضاد و دال
 میں فرق صفات کا ذکر لغو فضول اور محل بحث سے کسر معزول مقدمین کا مسلک معلوم ہے کہ ان کے یہاں تشابہ و عدم تشابہ پر اصلاً نظر نہیں اور
 متاخرین قرب مخارج یا عسر تیز پر غلط کرتے ہیں صفات سے انہیں بھی بحث نہیں و صفات خواہی نہ خواہی آسانی تیز کو مستلزم نہ ان کا
 تشارک دشواری پر حاکم ط حملہ دال حملہ سے سوائے اطباق کے کچھ فرق نہیں اور فرق تیز کی آسانی میں اور تائے مثناة سے متعدد صفات
 میں تباہ تمام اور دشواری نفس منصوص اعلاط مجبورہ و مستعلیہ مطبقہ قفلہ ہے اورت ہوسہ مسئلہ منضجہ ہے قفلہ خانیہ و خلاصہ و حلیہ و ہندیہ و
 رد المحتار و غیرہ میں ہے ان کان لا یمکن الفصل بین الحرفین الا بمشقة كالطاء مع التاء الخ شرح جزیریہ میں ہے قال الرومانی
 وغیرہ لولا الاطباق لصارت الطاء والا لانه لیس بینہما فرق الا الاطباق ششم فتویٰ نہ وہ کا قول کہ ضاد و دال دو حرف
 متغایر المعنی عجیب الفاظ متغایر المعنی ہیں اگر کسی مراد تو ان کے لیے معنی کہاں بھلا بتائیے تو کہ مجرد حرف ض کے کیا معنی ہوئے اور اگر اسما
 مقصود یعنی حدود دال تو نہ وہ حرف نہ ان میں مقال شاید یہ کہنا چاہا اور کہنا نہ آیا کہ ض دال دو حرف جدا گانہ ہیں کسی کلمے میں ان کا تغیر
 معنی کے لیے مستلزم تغایر معنی فی البطن اگر مقصود بھی ہوں تو اولاً اطلاق ممنوع ثانیاً ہر تغیر میں تغیر کد فساد مدفوع و کچھ ضالین و دالین
 میں کس قدر تغایر معنی ہے مگر محقق نبلی نے تغیر نہ مانا و هذا ببداہتہ عنی عن ابانہ مفتہم دو حرفوں میں تغایر صوت ہرگز سب کے لیے سہولت
 تیز کو مستلزم نہیں ح : خ کی آوازیں کتنی جدا ہیں مگر ترک کو ان میں تیز سخت دشوار غنیہ میں ہے ذکر محمد بن الفضل فی فتاویٰ
 ان الترتیب لا یمکنہ اقامۃ الحاء الا بمشقة الخ ان سے زیادہ ہمزہ و ق کی آوازوں کا تباہی ہے مگر علامہ شامی فرماتے ہیں ہائے
 زمانے کے عوام پر ان میں تیز کمال مشکل ہے رد المحتار میں ہے فی الفتاویٰ خانیتہ اذا لم یکن بین الحرفین اتحاد الخرج و لا قربۃ

الا انه فيه بلوى العامة كالذال مكان الصاد والظاء مكان الصاد لا تقصد عند بعض المشائخ ان قلت ينبغي على هذا عدم الفساد في ابدال القاف همزة كما هو لغة عوام زماننا فاعلم لا يميزون بينها ويصعب عليهم جدا كالذال مع الزاء وهذا اكله قول المتأخرين ان باختصار ان عبارات سے واضح ہوا کہ دشواری تمیز میں ہر قوم کے لیے اُس کا حال معتبر ہے۔ قرب مخرج یا تشابہ آواز وغیرہ کچھ ضرور نہیں تو عوام ہند اُرُض و د میں تمیز پر قادر نہیں تو وہ اُن کے لیے اُسی مشقتِ فصل کی فصل میں ہیں جس میں ض و ظ و ط و ط کا شمار ہوا اب عبارات شامی منقولہ فتویٰ ندوہ اور اس کے مثل تمام عبارات بحشبہ بعض بیگانہ بلکہ استناد کرنے والوں کے صریح خلاف مراد ہوں گی اور دالین پر بطور متاخرین حکم جواز دیا جائے گا اور قصداً مغضوب پڑھنے والے پر باتفاق متقدمین و متاخرین حکم بطلان نماز ہشتم یہاں تک مدارک ابنائے عصر پر کلام تھا مگر جان برادر عربی عبارات میں من علیٰ فی کا ترجمہ سمجھ لینا اور بات ہے اور مقاصد و مراد و مرام علیٰ اعلام تک رسائی اور سے اس سعادت زور بازو نیست نہ تا نہ بخشد ولی حمد و رضا نہ مشقت جس سے فتویٰ ندوہ نے استناد کیا اس بحث سوال سے اصلاً متعلق ہی نہیں علماء اکادہ قول صورت خطا و زلت میں ہے کہ لغزش زبان سے باوصف قدرت ایک حرف کی جگہ دوسرا نکل جائے اور یہاں صات صورت عجز ہے کہ یہ ظالین یہ اس کے مشابہ دالین پڑھنے والے ہرگز ادائے ض پر قادر نہیں جس طرح خزائنہ الاکمل وحلیہ کی عبارت گزری کہ ان السنة لا کوا دواهل السواد والا تترك غیر طائفة فی مخارج هذه الحروف فتاویٰ امام قاضی خاں وغیرہ کی عبارت اوپر گزری کہ اس قول کو اذا خطا بذا کو حرف مکان حرف میں ذکر فرمایا اب بحق علی الاطلاق کا ارشاد اجل واجمل سینے فتح میں فرماتے ہیں اما الحروف فاذا وضع حرفا مکان غیره فاما خطا واما عجزا فالاول ان لم یغیر المعنی لا تقصد وان غیر قصدت فالعبرة فی عدم الفساد عدم تغیر المعنی وحاصل هذا ان کان الفصل بلا مشقة تقصد وان کان بمشقة قیل تقصد واكثر مما لا تقصد هذا علی رائي هولاء المشائخ ثم لم تبصبط فروعهما فاورد فی الخلاصة ما ظاهره التنافی للتامل فالاولی قول المتقدمین والثانی وهو الاقامة عجزا کاحمد لله الرحمن الرحیم بالهاء فیها عوذ یا المهملة الصمد بالسین ان کان یجهد اللیل والنهار فی تصحیحہ۔ ولا یقدر فصلاته جائزۃ ولو ترک جهدا ففاسدة ولا یسعه ان یترك فی باقی عمره ان یختصی او یکو خطا و عجز کو صات دو صورتیں متقابل قرار دیا اور وہ فرق مشقت کا قول صرف صورت خطا میں ذکر کیا صورت عجز میں اس تفرقے کا اصلاً نام نہ لیا بلکہ اس و ص و د کی مثالوں سے حروف قشابہ الصوت وغیرہ متشابہ دونوں کا یکساں حکم ہونا صراحتہ ظاہر فرمادیا تو بحالت عجز مغضوب مغدوب بلکہ بالفرض مشکوب مشکوب سب کو قطعاً ایک حکم شامل اور حروف دو ن حرف کا فرق باطل نہم مانا کہ نہ ظاظا نفع جدیدہ کی قصدیت پر نظر ہوئی نہ ذال عوام پر نہ اقوال علما میں فرق عجز و خطا وغیرہ پر اور یا اتباع بعض علمائے متاخرین ارشاد اقدس اصل الیہ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم صحیح و مختار جمہور محققین بھی پسند کیا یہاں تک کہ اس کا صرف ایک ہی قول تفرقہ مشقت نہ تھا متعدد اقوال تھے از انجملہ امام قاضی ابو نعیم و امام محمد ابن قاتل و امام الخلیل زاہد وغیرہم اکابر اجداد کا قول بہت باقت تھا جس پر امام زاہد نے فتویٰ دیا امام محسن و صاحب خزائنہ الاکمل نے احسن کہا خزائنہ الفتاویٰ وحلیہ وغیرہما میں مختار بتایا وجہ کروری و ہند یہ وغیرہما میں اعتدال الاقاویل فرمایا کہ یہ سب عبارات زیرام نہیام گزریں یعنی اگر خطا ایک حرف کی جگہ دوسرا زبان سے نکل گیا یا تمیز نہیں جانتا تو نماز فاسد نہیں اس قول میں مشقت وغیرہ کا کچھ تفرقہ نہ تھا صحت

خطایا عدم تیز حکم ہے اس تقدیر پر واجب تھا کہ ظود کا ایک حال ہو اور بحال عدم تعدد صحت نماز پر فتویٰ دیا جائے کہ کسی فقہی نظر موجب ہوئی کہ قول متاخرین ہی لینا تھا تو یہ قول جلیل زلیا جائے حالانکہ اس کی قوت جلیلہ شانے دار و پھر جس مصلحت کے لیے قول ائمہ متقدمین سے مدول ہوا یعنی عوام پر آسانی وہ بھی اسی میں اتم و ازید ہاں اگر منظور ہی یہ ہو کہ وہابیہ غیر مقلدین ندوی کے برادران منطین کی نماز میں درستی پائیں اور عوام اہلسنت کی نمازیں برباد جائیں اس لیے وہ قول تفرقہ اختیار کیا تو اختیار ہے دہم بلکہ یہاں ایک اور قول باوث تھا جسے امام ابوالقاسم صفار و امام محمد بن سلمہ وغیرہما اجلہ ائمہ نے اختیار فرمایا اور بہت مشائخ نے اُس پر فتویٰ دیا کہ نظر عموم بلوی پر ہے جہاں ابتلائے عام ہو صحت پر فتویٰ دیں گے اسی شامی میں ہیں تھا و فی التاخر خانیۃ عن الحادوی حکم عن الصفار نہ کان یقول الخطاء اذا دخل فی الحروف لا یفسد کان فیہ بلوی عامۃ الناس لانہم لا یقون الحروف الا بمشقة او فیہا اذا لم یکن بین الحروفین اتحاد الخرج ولا قرۃ الا ان فیہ بلوی العامة لا تقصد عند بعض المشائخ او مختصرا وقد مر تمامہ علیہ میں ہے قال بعضهم لا تقصد منهم ابوالقاسم الصفار و محمد بن سلمہ و اکثر من المشائخ افتوا بہ لعموم البلوی فان العوام لا یعرفون مخارج الحروف۔ اس قول پر تو صراحت عکس مرقول ہوتا تھا۔ یہاں ظ خاص طائفہ قلیلہ ذلیلہ وہابیہ پڑھتے ہیں اور دیا مشابہ میں عام ابتلا خود انہیں فتووں سے سائل نے نقل کیا کہ ایک بلا عام اس زمانے میں یہ ہو گئی ہے کہ جن کو بصورت د پڑھتے ہیں اب تو لازم تھا کہ ان غائیوں ندویوں کے بجائیوں کی نماز فاسد کرتے اور عام عوام کی نماز صحیح الحمد للہ ثلاث عشرۃ کاملۃ وقد بقی خیایا فی زوایا لولا ان السائل اوصی بالاجمال لا تینا بھا یہاں تک ان فتووں کی حالتیں ظاہر ہو گئیں اور یہ بھی کہ وہ اس طائفہ حادثہ کو مفید اصلا انہیں امور مسئلہ میں صرت اس کا جواب دہا کہ یہ نزاع خاص اس حرف میں کیونکہ جمل اور عوام اہلسنت کے جملہ کا علم جن کا دشوار ترین حروف ہونا تو ظاہر ادا نہ ہو سکے میں وہ غلا اور یہ جملہ برابر مگر فرق یہ ہے کہ ہمارے عوام نے معاذ اللہ کلام اللہ و تحریف حرف منزل من اللہ کا قصد کیا وہ یہی چاہتے ہیں کہ جو حرف یہاں اللہ عز و جل نے اُتارے اُسی کو پڑھیں اُسی کا ارادہ کرتے اُسی کی نیت رکھتے اور اپنے زعم میں یہی سمجھتے ہیں کہ یہ حرف جہاں تک ہم سے ادا ہو سکتا ہے اُس کی یہی آواز ہے۔ مگر علمائے وہابیہ کو کہاں تاب کہ عجز و جہل کے طعنے سمجھیں وقتوں دشواریوں کی کشاکش میں رہیں وہاں تو مذہب کی بنا ہی آرام پوری پر ہے۔ نزاع کی آفہ نہ ترک کی ایک رکعت میں قسمت سے انہیں اور وہاں کے قول مل گئے دراصل مقصود ہی آرام نفس ہے جاڑا لگتا ہے تم کمر لو جماع میں انزال نہ ہو غسل نہ کرو سال دو سال عورت کی خبر نہ آئے عورت کا نکاح کر دو۔ تین طلاقیں ایک جلسہ میں کہیں بے حلائے سمجھو۔ چھ چیز کے سوا سب میں سود روا۔ خون و مردار و غیرہ دو ایک چیزیں ناپاک باقی تمام اشیا حتیٰ کہ شراب بھی طاہر۔ بے باک دفع ضرورت کو زنا سے خود اپنی بیٹی رضاعی۔ بیٹی سوتیل خالہ سب حلال بلکہ سگی چو بھی کے لیے بھی یہی خیال اُنہائے آرام طلبی یہ کہ جن میں سر سے عامہ دشوار اور یہی سے سج کر لو بولی سبحنہ تعالیٰ نے دامن حوا دوسکھ نہ مایا۔ تم بجا تکم سمجھو وہ تو مشکل یہ ہے کہ ہاتھوں کے لیے حکم غسل آیا اور ان کے دھونے سے آستینیں دھونا دشوار تر کر پہنچے بھی بھیجے اور کپڑا بھی تر در نہ انہیں ایک حکم کی جگہ آستینکم بنالینا کیا دشوار تھا یہاں ایک غیر مقلد صاحب کا قول تھا صاحب جو تم نے تجد میں آپ دشواریاں لگائی ہیں ہماری تو جھاڑے میں جب آنکھ کھلی تکیے پر ہاتھ مار کر بونہ پر پھیر لے اور چار پائی پر بیٹھے بیٹھے دو رکعتیں پڑھیں اور مکان میں نہ بک رہے۔ سنا نہ کر یہ لم تجدوا ماؤ کے معنی سمجھے یعنی جب چار پائی پر رکھا ہوا کھڑا نہ لے تو تکیے پر ہاتھ مار لو اگرچہ نام کو مٹی نہ بخار نہ تکیہ دار کو مرض نہ آتا نہ دلائل

ولا قوة الا بالله الواحد القهار۔ یوں بھی جبکہ وہ قصدی تعریف ہے اور یہ عجز یا جہل یا خطا کی تصحیف تو وہی حق بالانکار ہے اور عوام کا اُنکے علم سے اعلم ہونا واضح و آشکار اصل اس قدر ہے آگے افراط و تفریط واجب الخذر یہ جواب امیر مسلولہ ہے اور اس مسئلہ خاص میں حق تحقیق حقیق بالقبول و عطر تنقیح اکابر جنم لے رہے ہیں کہ مولیٰ عزوجل و تبارک و تعالیٰ نے قرآن عظیم اتارا اور ہمیں بجز اللہ تعالیٰ اُس کے نظم و معنی دونوں سے متنبہ کیا ہر مسلمان بہ حق ہے کہ اُسے جیسا اُترا ویسا ہی ادا کرے حرف کی آواز بدلنے میں بیشمار جگہ الفاظ مائل بہتے یا معنی کچھ سے کچھ جاتے ہیں یہاں تک کہ معاذ اللہ کفر و اسلام کا فرق ہو جاتا ہے آواز صحیح سے جو معنی تھے ایمان تھے اور بدلنے پر جو پیدا ہوئے اُن کا اعتقاد صریح کفر و معاذ اللہ وہ کلام اللہ کہہ کر ہوا آج کل یہاں عوام بلکہ کثیر بلکہ اکثر خواص نے اس امر خطیر میں ملامت و بے پرواہی اپنا شعار کر لی فقیر نے گیوش خود مولوی صاحبوں و عظام و دروس و فتویٰ کو خاص پنجایت میں بر ملا پڑھتے سنا قل هو اللہ احد حالانکہ ہرگز نہ اللہ نے اُھد فرمایا نہ امین وحی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُھد پنچایا نہ صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُھد پڑھایا پھر قرآن کیونکر ہوا احد کے معنی ایک اکیلا شریک و نظیر سے پاک زالا اور اُھد کے معنی معاذ اللہ بزدل کمزور فی القاموس اکا اُھد الجبان زاد فی تاج العروس و من الضعیف و بین تفاوت رہ از کجاست تا کجا۔ لاجرم اس قدر تجوید کہ ہر حرف دوسرے سے ممتاز اور تبدیل و تبیس سے احتراز جو ہر مسلمان پر لازم ہے تصحیح خارج و اقامۃ حروف کا اہتمام فرض متحتم علمائے متاخرین کا فتویٰ معاذ اللہ پر دانہ بے پرواہی نہیں کہ قرآن کو کھیل بنائے اور جلال ما انزل اللہ جو جی میں آئے پڑھ لینا مناسب باوصف قدرت تعلم تعلیم نہ کرنا اور اس امر اہم کو ہٹا سمجھنا غلط خوانی قرآن پر جسے بہن کون جائز کہے گا اس سہل انکاری کی ایک نظیر سن چکے اللہ کو احد ماننا عین اسلام اور معاذ اللہ اُھد کہنا صریح دشنام مانا کہ تمہیں قصد دشنام نہیں پھر اس سے کیا ہوا کفر سے بچ گئے بات کی شناخت کیا جاتی رہے گی تعریف کیجیے اور اسی کا قصد ہو مگر لفظ وہ نکلیں جو صریح ذم ہوں کیا علمائے متاخرین اسے حلال بتا گئے ہیں۔ کلام۔ واللہ حاشا بشریح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا نفس احدکم وھو یصلی فلیرد حتی ینھب عند النور فان احدکم اذا صلی وھو ناعس لا یدری اعلہ ینھب یستغفر فیسب نفسه جب تم میں کسی کو نماز میں اونگھ آئے تو سوراہے یہاں تک کہ نیند چلی جائے کہ اونگھتے میں پڑھے گا تو کیا معلوم شاید اپنے لیے دعائے مغفرت کرنے چلے اور بجائے دعا بد دعا نکلے رواۃ مالک و البخاری و مسلم و ابوداؤد و الترمذی و ابن ماجہ عن امیر المؤمنین الصدوق رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ جب اونگھتے میں نماز سے منع کیا کہ احتمال ہے شاید اپنے لیے دعائے بد نکل جائے اگرچہ قصد دعا ہے تو خود جائگے میں خود اللہ عزوجل کی شان میں سخت گستاخی کا کلام فقط احتمالاً بلکہ تجرباً بارہا ہونے سے کان کیونکر گوارا ہو سکے اگرچہ قصد ثنا ہے اتفاق شریف میں ہے من اللحمات تجوید القرآن وھو اعطاء الحروف حقوقھا و رد الحروف الی مخزجھا و اصلہ ولا شک ان الامة کما ھم متعبدون بفھم معانی القرآن و اقامۃ حدودہ ھم متعبدون بتصحیح الفاظہ و اقامۃ حروفہ علی الصفتہ المتلقاۃ من انشاء القراءۃ المتصلة المحضۃ النبویۃ وقد عد العلماء القراءۃ بغير تجوید لحناً و کچھ کیسی تصریح ہے کہ علمائے کرام قرأت بے تجوید کو لحن بتاتے ہیں اور احسن الفتاویٰ فتاویٰ بزاز یہ میں فرمایا ان اللحن حرام بلا خلاف لحن سب کے نزدیک حرام ہے واللہ اللہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ آدمی سے کوئی حرف غلط ادا ہوتا ہے تو اُس کی تصحیح و تعلم میں اُس پر کوشش واجب اگر کوشش نہ کرے گا مذکورہ رکھیں گے اور نماز نہ ہوگی بلکہ مجبور علمائے اس

سعی کی کوئی حد مقرر نہ کی اور حکم دیا کہ تا عمر شبانہ روز ہمیشہ جد کیے جائے کبھی اس کے ترک میں معذرت نہ ہوگا یہی قول امام ابراہیم ابن یوسف و امام حسین بن مطیع کا ہے محیط میں اسی کو مختار الفتویٰ فرمایا خانیہ و خلاصہ : فتح القدیر و مرقا الفلاح و فتاویٰ الحجۃ و جامع الرموز و در مختار و رد المحتار و غیرہ میں اسی پر جزم کیا علامہ ابن الشخز نے اسی کو محرر بتایا علامہ ابراہیم علی نے غنیہ میں اسی کو مستند فرمایا اگرچہ امام برہان محمود نے ذخیرہ میں اس کو شکل بتایا امام ابن امیر الحاج نے اسی پر تعویل کی علامہ شحاتی نے حاشیہ مرقا الفلاح میں اسی طرف میل کیا کما بینا کل ذلک فی فتاویٰ و کیونکہ جائز کہ جد و سعی بالائے طاق سے سے حرف منزل من القرآن کا قصد ہی نہ کریں بلکہ عمدہ اُسے نہ کرکے و مجرور اور اپنی طرف سے دوسرا حرف اس کی جگہ قائم کر دیں ہذا امما لا یبعثہ شرع و لا دین و العیاذ باللہ رب العالمین فقیر کتاب ہے غفر اللہ تعالیٰ لہ بعد اس کے کہ عرش تحقیق مستقر ہو چکا کہ قرآن نظم و منیٰ ہمیا بلکہ نظم دال علی المعنی کا نام ہے اور نظم یہ حروف بہ ترتیب معروف اور باہم متبائن اور تبدیل جز مستلزم تبدیل کل فان المولف من مباءن مباءن المولف من مباءن انہیں جانتا کہ اس تبدیل قصدی و تحریرت کلام اللہ میں کیا تفاوت مانا جائے گا یہی منشا ہے امام فضل و امام محمود و علامہ قاری و غیرہ کے اُس حکم کا کہ جو قرآن مجید میں ض عمدا ظ سے بدلے کا فر ہے **اقول** و لا حاجة الی استثناء و ما هو علی الغیب بضنین فان ههنا لیس اقامة الظاء مقام الضاد لان المكان لیس مكانا خاصة بل مكانهما جميعا علی التوارد حیث قرئ بهما فی القرآن فكان مثل صراط و سراط و بسطة و بسط و یبسط و یبسط و مصیطر و مسیطر الی اشباہ ذلک بخلاف مغضوب و بخلاف مغضوب و سحیل و صحیل تبدیل پس جزا لازم کہ ہر حرف میں خاص حرف منزل من اللہ ہی کا قصد کریں اور اسی کے مخرج سے اُسے نکالنا چاہیے

مخرج ضاد زبان کی دہنی یا بائیں کروٹ ہے یوں کہ اگر پہلوئے زبان حلق سے نوک کے قریب تک اسی جانب کی اُن بالائی داڑھوں کی طرف جو وسط زبان کے محاذی ہیں قریب ملاصق ہوتا ہو اچلیوں کی طرف دراز ہو یہاں تک کہ شروع مخرج لا تم تک بڑے زبان کی کروٹ داڑھوں سے متصل ہوئی باقی زبان اس حرکت میں اوپر کو میل کر کے تالو سے نزدیکی پائے دانتوں یا زبان کی نوک کاٹس میں کچھ حصہ نہیں وہ اُن قوی حروف میں ہے جو ادا ہوتے وقت اپنے مخرج پر اعتماد قوی مانگتے ہیں جس قدر سانس ان کی آواز میں سینے سے باہر آتی ہے سب کو اپنی کیفیت میں رنگ لیتے ہیں کہ کوئی پارہ سانس کا اُن کے ساتھ جدا چلتا معلوم نہیں ہوتا جب تک اُن کی آواز ختم نہ ہو لے سانس بند رہے گی ایسے حروف کو مجرورہ کہتے ہیں اور ان کے خلاف کو مجرورہ جن کا جامع تحفہ شخص سکت ہے یا سکتہ شخصک حصفہ مثلاً ثائے مثلثہ کو مکرر کر کے بولے ثث تو آواز ثا کے ساتھ ایک حصہ ساکن کا جدا معلوم ہوگا نفس بند نہ ہوا مجرورہ میں ایسا نہیں بلکہ تمام سانس جو شروع تلفظ کے وقت موجود ہو انہیں کی آواز سے بھر جاتی ہے اور جب تک اُس کا تلفظ ختم نہ ہو دوسری نہیں آتی جیسے ذر ذر ظ ظ یوں ہی ضضض یہ امر قوت اعتماد کو لازم ہے کہ دہن یا حلق کے کسی حصے پر اعتماد قوی پائے وہ بھی حالبس دم ہے کما لا یخفی جب اس جگہ سے اس طور پر حرف نکلے گا تو وہ ض ہی ہوگا نہ اُس کا غیر فرق جو پڑتا ہے اُس کا منشا انہیں سے کسی بات کا رہ جانا ہے مثلاً زبان اگلے دانتوں کو لگی یا زبان کی نوک سے کام لیا کہ وہ آغاز مخرج لام کی طرف بھیگی پہلوئے زبان کا وسط داڑھوں کی جانب خلاف کو چلا جاتا کہ اُن کی طرف میل درکار تھا یا زبان تالو کی طرف نہ اٹھائی یا اٹھانا چاہی مگر حرف کی

دشواری و غزابت آئے کہ زبان دب گئی کما یثنبی اطباء نہ ہوا جس طرح لڑائی میں نا تجربہ کار کا ہاتھ باوصف قصد مجھک کر اچھا پڑتا ہے یا اعتماد میں ضعف رہا یا مخرج لام تک استطالہ نہ ہوا یہ بیان دل پر کھنے اور عمل میں رکھنے کا ہے۔ کہ انشاء اللہ تعالیٰ صحت ادا میں بہت مددگار ہے و باللہ التوفیق اب بعد اس کے کہ آدمی صرف منزل من اللہ ہی کا قصد کرے اور اس کا مخرج و طریقہ استعمال جان بھی لے ادا کرنے والے مشابہت دے تو اس تقریر آخری کا خیال کر کے بچ سکتے ہیں اور اگر آدمی نا آخر جو کچھ ہم نے عمرہ صفات میں بیان کیا اُس سب کے مراعات ٹھیک طور پر ہو جائے تو یقیناً اب جو حرف نکلے گا وہ خالص صحیح و فصیح ض ہوگا اگرچہ نا واقف سننے والا اپنی ناشائستگی کے باعث اُسے کچھ سمجھ یا کچھ نہ سمجھے اور بقدر قدرت اُس کے بستے میں کمی بھی ذکر کرے تو اب جو کچھ بھی ادا ہوگا صحت نماز کا فتویٰ دیں گے کہ عمر متحقق ہو گیا اور عذر واضح ہو چکا اور عمر حجاب یسر ہے قال تعالیٰ لا یكلف الله نفسا الا وسعها وقال تعالیٰ یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر وقال تعالیٰ ما جعل علیکم فی الدین من حرج وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یسر وادکعبس والبشرہ ولا تنف وادواک الشیخان عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر ایسی حالتیں عند الانصاف اشتراک صفات خواہ اشتباہ اصوات کسی کی تخصیص نہیں ہو سکتی کہ جو براہ عجز ہے اختیاری نہیں اور غیر اختیاری پر حکم جاری نہیں کما قد منافی جعل الاموات المحاء خاء و عوام عصر العلامة الشامی القات ہمزہ اس تحقیق این سے واضح ہوا کہ یہ طائفہ جدیدہ جس نے قصد ظاہر پڑھنا ٹھہرایا ان کی نماز تو باجماع ائمہ متقدمین و اتفاق اقوال مذکورہ متاخرین کبھی ولا الضالین تک نہیں پہنچنے پاتی پہلے ہی رکعت میں منسوب کی جگہ منظوب پڑھا اور نماز رخصت ہوئی اب افعال بے معنی کیے جاؤ اسی طرح اگر کوئی جاہل حرف منزل ض کا قصد نہ کرے بلکہ عمدہ اُس کو دال خواہ کوئی حرف پڑھنا ٹھہر لے اس کی نماز بھی مندوب سے آگے نہ چلے گی تعلم مخرج و طریق ادا و قصد صحیح بقدر قدرت ہر شخص پر لازم جو کچھ ادا ہوا فتویٰ تمسیر صحت پر حاکم۔ نسأل الله تمسیر کل عسیر انہ ولیہ وعلیہ قد یر و صلی اللہ تعالیٰ علی البشیر النذیر والہ وصحبہ بالحدیث اظا و اذاد و ذل و حرام جو قصد کرے کہ بکائے ض ظ یا دال پڑھوں گا اُن کی نماز کبھی تام فاتحہ تک بھی نہ پہنچے گی معدوب منظوب کہتے ہی بلاشبہ فاسد و باطل ہو جائے گی اور جو حرف منزل ہی کا قصد رکھتا اور اُسی کو ادا کرنا چاہتا ہے پھر اگر ایسی جگہ غلطی پڑے جس سے معنی نہ بدلے تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر معنی بدل گئے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ شخص ادا لے حرف پر قادر تھا براہ لغزش زبان یا جہل یا سہواً زبان سے نکل گیا تو ہمارے مذہب سیدنا امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ و محدث مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک نماز مطلقاً فاسد اور اگر یہ بدلا ہوا کلمہ قرآن مجید میں نہیں تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی اتفاق ہو کر جماع ائمہ متقدمین کہ نماز باطل ہے اور متاخرین کے اقوال کثیرہ مضطرب ہیں۔

مسئلہ۔ اولیٰ رجب پر گنہ جہاں آباد ضلع پیل بھیت مرسلہ خلیفہ الہی بخش ۱۸ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر جلاکو قواعد تجوید سے انکار ہے اور ناحق جانتے ہیں۔

الجواب

تجوید بنس قلس قرآن و اخبار متواترہ سید الانس والجان علیہ وعلی آلہ افضل الصلوٰۃ والسلام و اجماع نام صحابہ و تابعین و سائر ائمہ کرام علیہم الوضوان المستدام حق و واجب و علم دین مشروع الہی ہے قال اللہ تعالیٰ و رتل القرآن ترتیلاً اُسے مطلقاً ناحق بتانا ظلم کفر ہے

والعیاذ باللہ تعالیٰ ہاں جو اپنی نادانگی سے کسی خاص قاعدے پر انکار کرے وہ اُس کا جہل ہے اُسے آگاہ و متنبہ کرنا چاہیے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ادب بریلی محلہ ذخیرہ مسئلہ مجتہدین یکم ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اکثر نمازی سنی نماز کے نہیں جانتے ہیں اور نہ کلمہ شریف کے معنی جانتے ہیں پس جاننا سنی کلمہ شریف اور نماز کے ادب عمل کرنا بہت ہی ضرور ہے پس اگر اہل عرب اور عربی جاننے والے عربی میں پڑھیں اور باقی اہل زبان اپنی اپنی زبان میں عربی کا ترجمہ کر کے پڑھیں تو نماز درست اور صحیح ہے یا نہیں یعنی انگریزی خواں انگریزی میں اور ناگری والے ناگری میں اور اُردو والے اُردو میں پنجگانہ نماز پڑھیں - بینوا تو جو وا

الجواب

گمراہی کہ کریں آتی گمراہی کا پہلا پھانک یہی ہے کہ آدمی کے دل سے اتباع سبیل مومنین کی قدر نکل جائے تمام امت مرحومہ کو بیوقوف جانے اور اپنی رائے الگ جانے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں یہی عجیبی لوگ مشرف باسلام ہوئے حضرت بلال حبشی تھے حضرت صہیب رومی حضرت سلمان فارسی و ابو ہریرہ و غیر ہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمیعاً اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں جو ہزاروں بلا و جہم فتح ہوئے لاکھوں عجیبی مشرف باسلام ہوئے کبھی بھی حکم فرمایا کہ تم لوگ اپنی زبان میں نماز پڑھا کر و اب تیرہ سو برس کے بعد یہ صلیحت بعض ہندی بے علموں کو سوچی اس قدر کا ملاحظہ اتنا سمجھنے کو کافی ہے کہ یہ السام و حزن نہیں بلکہ دوسرے شیطان ہے قرأت قرآن فرض ہے اور وہ خاص عربی ہے غیر زبان میں ادا نہ ہوگی اور نماز نادرست ہوگی اور اس کے ماوراء میں گنگا دی ہے ہاں جو عاجز محض ہو تو مجبوری کی باجاً جدا ہے واقعہ مسخندہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی عادت ہمیشہ نماز مغرب میں باقرات ایک یا نصف رکوع یا سورۃ الضحیٰ یا الزلزلہ یا الشمس حالت امامت میں پڑھنے کی ہے بعض مقتدی اس کو پسند کرتے ہیں اور بعض اس طریقہ کو ناپسند بوجہ طوالت ایسی صورت میں امام اپنی عادت کے موافق کرے یا مقتدیوں کی تابعداری اختیار کرے اور یہ سونہیں ایسے وقت میں کچھ زیادہ تو نہیں ہیں ایک روز نماز مغرب میں زید نے ۱۶ پارہ کا ۲ رکوع انخب الدین کفر و اور دوسری رکعت میں ۲۹ پارہ کا آخری رکوع ان التیقین فی ظلل پڑھا اس سے زیادہ پڑھنے پر مقتدی نہایت شاکہ ہوئے اور ایک مولوی صاحب نے فرمایا کہ یہ امام گنگا رہتے ہیں اتنا بڑا رکوع پڑھنے سے ایسی صورت اور ایسے وقت میں نہیں چاہیے منع آیا ہے بہت بہت مقتدیوں کی شکایت شرعاً جائز ہے یا نہیں اور امام صاحب پر شرعاً کیا الزام اور گناہ ہے سو آدمی کی جماعت میں مقتدی حلیل پیرانہ سالی کی وجہ سے زیادہ شکایت اور امام کو بڑا جانیں وہ بھی الزام دینے سے گنگا رہیں یا نہیں -

الجواب

نماز حضرت یعنی غیر سفر میں ہمارے اکثر سے تین روایتیں ہیں اول فجر و ظہر میں طوالت مفصل سے دو سورتیں پوری پڑھے ہر رکعت میں ایک سورت اور عصر و عشا میں اوسا کا مفصل سے دو سورتیں اور مغرب میں قصار مفصل سے مفصل قرآن عظیم کے اُس حصہ کو کہتے ہیں جو سورۃ ہجرات سے اخیر تک ہے اس کے تین حصے ہیں ہجرات سے بروج تک طوالت بروج سے لم یکن تک اوسا ط - لم یکن سے ناس تک قصار - دوم فجر و ظہر میں

سورہ فاتحہ کے علاوہ دونوں رکعت کی مجموعہ قرات چالیس پچاس آیت ہے اور ایک روایت میں ساٹھ آیات سے سو تک اور عصر و عشا کی دونوں رکعت کا مجموعہ پندرہ بیس آیت اور مغرب میں مجموعہ دس آیتیں۔ سوم کچھ مقرر نہ رکھے جہاں وقت و مقتدیان و امام کی حالت کا مقتضی ہو ویسا پڑھے مثلاً نماز فجر میں اگر وقت تنگ ہو یا مقتدیوں میں سے کوئی شخص بیمار ہے کہ بقدر سنت پڑھنا اس پر گراں گزرے گا یا پڑھا ضعیف ناتواں یا کسی ضرورت والا ہے کہ دیر لگانے میں اس کا کام حرج ہوتا ہے اسے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوگا تو جہاں تک تخفیف کی حاجت سمجھے تخفیف کرے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز فجر میں ایک بچے کے رونے کی آواز سُن کر اس خیال رحمت سے کہ اس کی ماں جماعت میں حاضر ہے طول قرات سے اُدھر بچہ بھڑکے گا اُدھر ماں کا دل بچپن ہوگا صرف قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس سے نماز پڑھا دی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اَللّٰہُ وَاَصْحَابُہٗ وَاٰلِہٖمُ اٰجَمِیْنَ اور اگر دیکھے کہ وقت میں دُست ہے اور نہ کوئی مقتدیوں میں بیمار نہ ویسا کامی تو بقدر سنت قرات ان روایات میں پہلی اور تیسری روایت مختار و معمول ہے وَاَنَا اَوَّلُ لَاخِلَافٍ بَيْنَہُمَا وَاِنَّہٗمَا لَالْاَثَرُ تَقْوِیْدُ الْاَوَّلِ کَمَا لَا یُخْفٰی تُوْحَاہِلُ مَذْہَبِ مَدِیْنۃِ قَرَارِ پَا یا کہ جب گنجائش بوجہ وقت خواہ بیماری و ضعف و حاجت مقتدیان کم دیکھے تو قدر گنجائش پر عمل کرے ورنہ وہی طول و اوساط و قصار کا حرج ملحوظ رکھے اور قلت گنجائش کے لیے زیادہ مقتدیوں کا ناتواں یا کام کا ضرورت مند ہونا درکار نہیں بلکہ صرف ایک کا ایسا ہونا کافی ہے یہاں تک کہ اگر ہزار آدمی کی جماعت ہے اور صبح کی نماز ہے اور خوب وسیع وقت ہے اور جماعت میں ۹۹ آدمی دل سے چاہتے ہیں کہ امام بڑی بڑی سورتیں پڑھے مگر ایک شخص بیمار یا ضعیف بڑھا یا کسی کام کا ضرورت مند ہے کہ اس پر تطویل بار ہوگی اسے تکلیف پہنچے گی تو امام کو حرام ہے کہ تطویل کرے بلکہ ہزار میں اس ایک کے لحاظ سے نماز پڑھائے جس طرح مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف اس عورت اور اس کے بچے کے خیال سے نماز فجر موزنین سے پڑھا دی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تطویل میں سخت ناراضی فرمائی یہاں تک کہ رخصاہ مبارک شدت جلال سے سرخ ہو گئے اور فرمایا اَنْتَ اَنْتَ یَا مَعَاذِ اَفْتَانَ اَنْتَ یَا مَعَاذِ اَفْتَانَ اَنْتَ یَا مَعَاذِ کَیَا تُوْکُوْکُوْکُوْفَقْتَنَ میں ڈالنے والا ہے کیا تو لوگوں کو قفسہ میں ڈالنے والا ہے اے معاذ کما فی الصحاح وغیرہا و فی المہدایۃ مرفوعاً من اَمْرِ قَوْمًا فلیصل بھم صلاۃ اضعفھم فان فیہم المریض والکبیر وذو الحاجۃ اس بیان سے واضح ہوا کہ امام کا مغرب میں سورہ الشمس یا الضحیٰ یا اول میں انفسب لذین کفروا دوسری میں ان المتقین یہ دونوں رکوع پڑھنا خلاف سنت اور نبیوں سے الگ ہوا کہ یہ یہ نصار فصل سے ہے نہ دونوں رکعت میں صرف دس آیت نہ یہی کہ مقتدیوں پر گراں نہ گزرا اسی حالت میں مقتدیوں کی شکایت بر محل ہے اور امام پر ضرور الزام ہے ہاں العلم التکاثر ایک رکعت میں اور اس سے پہلے میں القارۃ یا دوسری میں والعصر پڑھنا مطابق سنت ہے یہاں مقتدیوں کی شکایت حماقت ہے مگر اس حالت میں کہ کوئی بیمار یا بڑھانا تو اں، اس قدر کا تحمل نہ رکھتا ہو تو وہاں اس کے بھی تخفیف کا حکم ہے فی فتح القدیر قد بحثنا ان التطویل هو الزیادۃ علی القراءۃ المسنونۃ فانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی عنہ وکان قراءۃ المسنونۃ فلا بد من کون ما یحی عنہ غیر ما کان دابہ الا بالضرورۃ اء و باقی ما ذکرنا من المسائل معروفۃ فی الدال المختار و رد المحتار وغیرہا من الکتب المتداولۃ فلا حاجۃ بایراد العبارات - فاقہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۲۴، شوال ۱۲۸۱ھ ہجری -

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے نماز میں بعد الحمد شہد اور تین یا زائد آیتوں کے کہا قال رسول اللہ پھر رکوع کو کیا یا قرآن مجید اور تلاوت کی تو اس صورت میں نماز ہوئی یا نہیں اور سجدہ سو کی حاجت ہے یا نہیں۔ بلیوا توجروا۔

الجواب

اگر اس لفظ سے اُس نے کسی شخص کی بات کا جواب دینے کا قصد کیا مثلاً کسی نے پوچھا فلاں حدیث کس طرح ہے اُس نے کہا قال رسول اللہ اور معاً نماز کا خیال آگیا خاموش ہو رہا یا ابتدا کسی سے خطاب کا ارادہ کیا مثلاً کسی کو کوئی فعل ممنوع کرتے دیکھا اُسے حدیث ممانعت سنانی چاہی اس کے خطاب کی نیت سے کہا قال رسول اللہ پھر یاد آگیا آگے نہ کہا تو ان دو صورتوں میں ضرور نماز فاسد ہو جائیگی کہما انصدا علیہ فیما ہو ذکر و ثناء محض کلا الہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ وانا باللہ وانا الیہ راجعون وغیر ذلک اذا قصد بہ الجواب او الخطاب فکیف مالیس کذلک اور اگر یہ صورتیں نہ تھیں تو اس کا جزئیہ اس وقت نظر میں نہیں اور ظاہر کلام علمائے کرام سے یہ ہے کہ اگر شخص حدیث خوانی کا عادی تھا اُس عادت کے مطابق زبان سے قال رسول اللہ نکلا تو نماز فاسد ہوگئی لانہ من کلامہ ولیس ثناء او دعاء بل اخبار اور اگر ایسا نہ تھا تو نماز فاسد نہ ہوگی کہ یہ جملہ آئے کریمہ کا ٹکڑا ہے قال اللہ تعالیٰ فقال لہم رسول اللہ نا قۃ اللہ وسقیفہا بحر الرائق ودر مختار وغیرہا میں ہے لوجری علی لسانہ نعم ان کان هذا الرجل یعتاد فی کلامہ نعم تفسد صلاتہ وان لم یکن عادی لہ لا تفسد لان هذه الکلمۃ فی القرآن فتجعل منہ اور سجدہ سو کی کسی حالت میں حاجت نہیں مگر یہ کہ صورت اخیرہ پائی گئی ہو جس میں جواز نماز ہے اور پوجہ سہواتی دیر تک چکا کچھ سوچتا رہا ہو جس قدر دیر میں ایک دم کن ادا ہو سکے تو اس سکوت کے باعث سجدہ سہولاً آئے گا۔ کما فی التکویر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۱۰۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) اللہ کے الف کو حذف کر کے پڑھے تو جائز ہے یا نہیں (۲) اللہ کے لام کو پڑھ کرنا سنت ہے یا نہیں (۳) الف اللہ کو تکبیرات میں کچھ دراز کر کے پڑھنا جائز ہے یا نہیں (۴) قعدہ اولیٰ میں شک ہو اگر یقین نہیں اور سجدہ سو کا کیا تو نماز جائز ہے یا نہیں (۵) جس نماز میں سہونہ ہو اور سجدہ سو کا کیا تو نماز جائز ہے یا نہیں (۶) ہاتھ رکھ کر دعا چاہیے یا علیحدہ علیحدہ کر کے بلیوا توجروا

الجواب

(۱) نماز جائز ہے مگر قصد کرے تو حرام و گناہ (۲) ہاں سنت متواترہ ہے جبکہ اس سے پہلے فتح یا ضم ہو (۳) تھوڑا دراز کرنا تو مستحب سے اسے تنظیم کہتے ہیں اور زیادہ دراز کرنا کہ صراحتاً دل سے خروج فاحش ہو مکرہ اور اگر معاذ اللہ تان کے طور پر ہو کہ کچھ حروف زوائد پیدا ہوں مثلاً آ تو قصد نماز ہے (۴) جائز ہے (۵) بے حاجت سجدہ ہو نماز میں زیادت اور منوع ہے مگر نماز ہو جائے گی۔ ہاں اگر یہ امام ہے تو جو مقتدی بسوق تھائی یعنی بعض رکعات اُس نے نہیں پائی تھیں وہ اگر اس سجدہ بے حاجت میں اس کا شریک ہو تو اس کی نماز جائز ہے کی لانہ اقتدی فی محل الا نفراد (۶) دونوں ہاتھوں میں کچھ فاصلہ ہونی الدرا المختار یبسط ید یہ حداء صدرہ نحو السماء لا تھا قبلۃ الدعاء ویکون بلیغاً فرجۃ فی رد المحتار ای وان قلت قنیہ۔ واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از شہر کتبہ بانس، بریلی کا مکروٹہ، ارشاد ۱۳۱۹ھ

ناز چار رکعت میں زیادہ اس طرح پڑھتا ہے اول رکعت میں بعد سورہ فاتحہ سورہ یسین شریف دوسری میں سورہ دخان شریف تیسری میں سورہ تنزیل چوتھی میں سورہ ملک اس طرح سے یہ ناز پڑھنا خلاف ترتیب ہوگا یا نہیں اور تنزیل کس صورت سے مراد ہے۔ بدینا تو جودا

الجواب

یہ ناز اسی ترتیب سے حدیث میں حفظ قرآن کے لیے ارشاد ہوئی ہے جامع ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے سورہ تنزیل سورہ الم تنزیل السجدہ ہے روایت ترمذی میں ہی پورا نام آیا ہے اس میں خلاف ترتیب صلا نہیں کہ نفل کا ہر شفع ناز جدا گانہ ہے اور شک نہیں کہ ترتیب قرآن عظیم میں یسین شریف حم الدخان سے مقدم ہے اور تنزیل السجدہ سورہ ملک تو رعایت ترتیب ہر شفع میں ہوگئی اگرچہ چاروں کے محاذ سے سب میں پہلے تنزیل السجدہ ہے پھر یسین پھر دخان پھر ملک یہ خلاف ترتیب نہیں کہ ہر شفع صلاۃ علیحدہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص ناز میں سورہ فاتحہ میں لفظ نستعین اور مستقیم کی جگہ تسعین اور مستقیم بدون ۳ کے پڑھے تو اس کی ناز باطل ہوگی یا مکروہ یا نہیں جواب دیجیے موجب ثواب ہے۔

الجواب

ناز ہو جائے گی لاجل الادغام مگر کراہت ہے لاجل الاحداث فلا ادغام صغیرا فی الفاتحۃ کما فی علیہ فی غیث النفع۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین ان مسائل میں کہ سورہ فاتحہ سے ایک آیت کا تلاوت کرنا ناز میں فرض ہے یا اس کے ماسوا دوسری سورت میں سے ایک آیت پڑھنا فرض ہے مثلاً زید نے ناز پڑھی اور فقط الحمد شرب العالمین پڑھ کر بھول گیا اور رکوع وجود کیا اور سجدہ سو کیا سلام پھیرا اس حالت میں ناز زید کی ہوئی یا نہیں اور نیز دوسری صورت یہ ہے کہ امام صاحب نے ناز پڑھائی اور وہ تشہد کرنا اول کا بھول گئے اور مقتدی نے دوم تہ کھڑے ہوئے امام سے پیشتر کیا التحیات شد مگر امام صاحب کھڑے ہو گئے اور قنوت باجمہر پڑھی اور فقط سورہ فاتحہ پڑھ کر رکوع کیا اور سجدہ سو کیا اس صورت میں مقتدی کی ناز میں کوئی نقصان آیا یا نہیں اور نیز اس صورت میں کہ امام صاحب قنوت میں بھول گئے اور مقتدی نے لقمہ دیا اور امام صاحب نے نہیں لیا تو ناز مقتدی میں کوئی نقصان آیا یا نہیں اور وقت ظہر میں اگر جماعت ہو رہی ہو تو مشربیک ہو جاوے اور چار رکعت سنت حمد میں ان کا پڑھنا کس وقت اہل ہے آیا دو پہلے پڑھے یا چار۔ بدینا تو جودا

الجواب

قرآن مجید کی ایک آیت سورہ فاتحہ سے ہو خواہ کسی سورت سے پڑھنا فرض ہے نہ خاص فاتحہ کی تخصیص ہے نہ کسی سورت کی.....

جو فقط الحمد للہ رب العالمین پڑھ کر بھول گیا اور رکوع کر دیا نماز کا فرض ساقط ہو جائے گا مگر نماز ناقص ہوئی کہ واجب ترک ہوا الحمد للہ شریف تمام و کمال پڑھنا ایک واجب ہے اور اس کے سوا کسی دوسری سورت سے ایک آیت بڑی یا تین آیتیں چھوٹی پڑھنا واجب ہے اگر اگر بھولتا تھا اور واجب اول کے ادا کرنے سے باز رکھا گیا تو واجب دوم کے ادا سے عاجز نہ تھا فقط ایک ہی آیت پر قناعت کر کے رکوع کر دینے میں قصد ترک واجب ہوا علی ما هو الظاہر و ترتیب السورۃ علی الفاتحۃ واجب ثالث کما ان ترک الفصل بینہما باجہنی واجب رابع فاسقاط وجوب السورۃ للعجز عن الفاتحۃ لا یتطہر فیما یتطہر واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور جو واجب قصد پڑھا جائے سجدہ ہوا کسی اصلاح نہیں کر سکتا تو واجب ہے کہ نماز دوبارہ پڑھے ہاں اگر ایسا بھولا کہ نہ بقیہ فاتحہ یاد آتا ہے نہ قرآن عظیم سے کہیں کی آیتیں درناچار رکوع کر دیا اور سجدے میں جانے تک فاتحہ و آیات یاد نہ آئیں تو اب سجدہ سوگافی ہے اور اگر سجدہ کو جانے سے پہلے رکوع میں خواہ فوراً بعد رکوع میں یاد آجائیں تو واجب ہے کہ قرأت پوری کرے اور رکوع کا پھر اعادہ کرے اگر قرأت پوری نہ کی تو اب پھر قصد ترک واجب ہوگا اور نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا اور اگر قرأت بعد رکوع پوری کر لی اور رکوع دوبارہ نہ کیا تو نماز ہی جاتی رہی کہ فرض ترک ہوا و ذلک لان الکوع یرتفع بالعود الی القراءۃ لانہا فرضیۃ و کل ما یقرأ و لو القرآن العظیم کلفاً ما یقع فرضاً کما فی الضواعیہ (۳) جبکہ امام پہلا قعدہ بھول کر اٹھنے کو ہوا اور ابھی سیدھا نہ کھڑا ہوا تھا تو مقتدی کے بتانے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بتانا ہی چاہیے ہاں اگر پہلا قعدہ چھوڑ کر امام پورا کھڑا ہو جائے تو اس کے بعد سے بتانا جائز نہیں اگر مقتدی بتائے گا تو اس کی نماز جاتی رہے گی اور اگر امام اس کے بتانے پر عمل کرے گا تو سب کی جائے گی کہ پورا کھڑا ہو جانے کے بعد قعدہ اولیٰ کے لئے لا شأ حرام ہے تو اب مقتدی کا بتانا محض بیجا بلکہ حرام کی طرف بلانا اور بلا ضرورت کلام ہوا اور وہ قصد نماز ہے قرأت میں صحیح نعتہ دینا مطلقاً جائز ہے نماز فرض جو خواہ نفل امام تین آیات زائد پڑھ چکا ہو خواہ کم تو اس صورت میں نعتہ دینے سے مقتدی کی نماز میں کچھ نقصان نہیں ہاں اگر وہ غلطی کہ امام نے کی غیر معنی قصد نماز تھی اور مقتدی نے بتایا اور اس نے نہ لیا اسی طرح غلط پڑھ کر آگے چل دیا تو امام کی نماز جاتی رہی اور اس کے سبب سے سب مقتدیوں کی بھی گئی اور اگر غلطی قصد نماز نہ تھی تو سب کی نماز ہو گئی اگرچہ امام غلطی پر قائم رہا اور نعتہ نہ لیا اور امام نے صحیح پڑھا مقتدی کو دھوکا ہو کہ اس نے غلط بتایا تو اس مقتدی کی نماز ہر طرح جاتی رہی پھر اگر امام نے نہ لیا تو امام اور دیگر مقتدیوں کی نماز صحیح رہی اور اگر لے لیا تو سب کی گئی۔ ظہر کی پہلی سنتیں پڑھی ہوں تو علماء کے دونوں قول ہیں اور دونوں باقوت ہیں ایک یہ کہ فرض کے دو سنتیں پہلے پڑھے پھر وہ چار پڑھے اور دوسرے اس کا عکس کہ فرض کے بعد پہلے چار پہلی پڑھے پھر وہ اور پہلا قول زیادہ قوی ہے لمطابقہ نفس الحدیث الصریح والحدیث و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۴۴ ارشوال مسئلہ ہجری -

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز فجر و عشاء میں سجدہ طویل پڑھنا صحیح ہے یا نہیں اور اگر ایسے وقت کہ ابتدائی وقت ہو اور طویل یا سنی پڑھی جائے گی نہ پڑھے اور اللہ تو وغیرہ سے بڑھا دے اور مقتدی جماعت سے محروم رہیں تو جماعت خلاف سنت اور مخالفت سے جماعت کردہ ہوگی یا نہیں۔ جیسا تو جو دوا۔

الجواب - قرآن عظیم سورہ ہجرات سے آخر تک مفصل کہلاتا ہے اس کے تین حصے ہیں ہجرات سے شروع تک طویل مفصل

بروج سے لم کین تک اوساط مفصل لم کین سے ناس تک قصار مفصل سنت یہ ہے کہ فجر و ظہر میں ہر رکعت میں ایک پوری سورت طویل مفصل سے پڑھی جائے اور عصر و عشاء میں ہر رکعت میں ایک کامل سورت اوساط مفصل سے اور مغرب کے ہر رکعت میں ایک سورت کاملہ قصار مفصل سے اگر وقت تنگ ہو یا جماعت میں کوئی مریض یا زیادہ بوڑھا یا کسی شدید ضرورت والا شریک جس پر امانی دیر میں ایذا و تکلیف حرج ہوگا تو اس کا لحاظ کرنا لازم ہے جس قدر میں وقت مکروہ نہ ہونے پائے اور اس مقتدی کو تکلیف نہ ہو اسی قدر پڑھیں اگرچہ صبح میں انا اعطینا و قل ہوا شرا حد ہوں یہی سنت ہے اور جب یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو اس طریقہ مذکورہ کا ترک کرنا اور صبح یا عشاء میں قصار مفصل پڑھنا ضرور خلاف سنت و مکروہ ہے مگر نماز ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۲۱ ربیع الاخر ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علما دین و مفتیان شرع متین اس سلسلہ میں کہ امام کے پیچھے مقتدی لفظ آمین کو کس قدر آواز سے کہے اگر برابر والے نمازی جو اس سے دوسرے یا تیسرے درجے پر ہیں نے تو کوئی حرج ہے یا نہیں (۲) اے لفظ آمین کے اور جو کچھ پڑھے تو کس قدر آواز سے پڑھنا چاہیے (۳) حقہ۔ متبا کو پہنچنے والے کے ہونہ کی بنو نماز میں دوسرے نمازی کو معلوم ہوئی تو کوئی قباحہ تو نہیں ہے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب

(۱-۲) آمین سب کو آہستہ کنا چاہیے امام ہو خواہ مقتدی خواہ اکیلا ہی سنت ہے اور مقتدی کو سب کچھ آہستہ ہی پڑھنا چاہیے آمین خواہ بکیر خواہ نسج خواہ التحیات و درود خواہ سبحان اللہ وغیرہ اور آہستہ پڑھنے کے یہی معنی ہیں کہ اپنے کان تک آواز آنے کے قابل ہو اگرچہ بوجہ اس کے کہ یہ خود بہرہ ہے یا اس وقت کوئی غل شور ہو رہا ہے کان تک نہ آئے اور اگر آواز اصلاً پیدا نہ ہوئی صرف زبان ہلی تو وہ پڑھنا چاہنا نہ ہوگا اور فرض و واجب و مستحب جو کچھ عہدہ ادا نہ ہوگا فرض ادا نہ ہوا تو نماز ہی نہ ہوئی اور واجب کے ترک میں گنہگار ہوا اور نماز پھیرنا واجب رہا اور سنت کے ترک میں عتاب ہے اور نماز مکروہ اور مستحب کے ترک میں ثواب سے محرومی۔ پھر جو آواز اپنے کان تک آنے کے قابل ہوگی وہ غالب یہی ہے کہ برابر والے کو بھی پہنچے گی اس میں حرج نہیں ایسی آواز ہونی چاہیے جیسے راز کی بات کسی کے کان میں ہونہ رکھ کر کہتے ہیں ضرور ہے کہ اس سے ملا ہوا جو بیٹھا ہو وہ بھی سنے گا مگر اُسے آہستہ ہی کہیں گے واللہ تعالیٰ اعلم (۳) ہونہ میں بدبو ہونے کی حالت میں نماز مکروہ اور اسی حالت میں سجدہ میں جانا حرام ہے جب تک ہونہ صاف نہ کر لے اور دوسرے نمازی کو ایذا پہنچنی حرام ہے اور دوسرا نمازی نہ بھی ہو تو بدبو سے ملنے کو ایذا پہنچتا ہے حدیث میں ہے ان الملئکتہ تناذی بعماینا ذی نہ بنوا دم واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - الحمد شریف قرآن شریف سے ہے نماز میں کیوں واجب کی گئی اور سورت کا ملائکیوں فرض رکھا گیا اور اگر اصل الحمد بھول جائے تو اس پر سجدہ ۳۰ واجب ہوتا ہے اور آیتیں پڑھنا بھول جائے تو نماز جاتی رہتی ہے اُس کے بدلے میں سجدہ ۴۰ نہیں لکھا گیا اس کی کیا وجہ ہے اور الحمد واجب ظہری اور مقتدی پیچھے امام کے الحمد نہیں پڑھتا ہے اور الحمد کے نہ پڑھنے سے سجدہ ۴۰ لازم آتا ہے تو اس مقتدی کی نماز بغیر سجدہ ۴۰ کیسے ہوئے کیونکر صحیح ہو جاتی ہے۔

الجواب - سورۃ ملائکہ بھی فرض نہیں نہ اُس کے ترک سے نماز جائے وہ بھی مثل فاتحہ واجب ہی ہے اور اسکے ترک کی

بھی سجدہ سو سے اصلاح ہو جاتی ہے جبکہ بھول کر یہی حال فاتحہ کا ہے تو مسئلہ ہی سائل کو غلط معلوم ہے جس کی بنا پر طالب فرق ہے فرض صرف ایک آیت کی تلاوت ہے سجدہ فاتحہ سے ہو یا کسی سورت سے قال اللہ تعالیٰ فاقرأوا ما تيسرو من القرآن سورہ فاتحہ اور فرضوں کے پہلے دو رکعتوں میں ضم سورت کا وجوب یہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موافقت اور بعض احادیث آحاد قولیہ سے ثابت ہوا یہ وجوب ہمارے ائمہ کے نزدیک صرف امام و منفرد پر ہے مقتدی پر نہیں تو لزوم سجدہ کی کوئی وجہ نہیں نہ ترک قصدی میں نہ سہو مقتدی سے اُس پر سجدہ لازم آئے اگرچہ دس واجب ترک ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۲۶، صفحہ ۱۳۱

امام نے نماز جمعہ میں ایک آیت پڑھی بسبب بھول جانے کے اُس کو دوسری بار پڑھ کر دوسری آیتوں کی طرف منتقل کیا ایسی صورت میں نماز مکروہ تحریمی یا تنزیہی یا جائز بلا کراہت یا سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

جبکہ مجبوری اس وقت کچھ کراہت نہیں اور اگر آیت کے یاد کرنے میں بقدر رکن ساکت نہ رہا تو سجدہ سہو بھی نہیں ورنہ سجدہ لازم ہے کما فی الدر المختار واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نماز میں مثل سورۃ واللیل کے درمیان چھوڑ کر پڑھنا اگرچہ سہو ہو کیسا ہے مثلاً رکعت اولیٰ میں والشمس اور رکعت ثانیہ میں والضحیٰ پڑھی۔

الجواب

فرضوں میں تصدًا چھوٹی سورت بیچ میں چھوڑ دینا مکروہ ہے اور سہوً اصلاً کراہت نہیں واللیل والشمس سے یا بیچ آیت زائد ہے ایسی صورت میں کراہت نہیں فی الدر المختار لیکرہ الفصل مبسوطہ قصیرۃ اذ فی رد المحتار اما بسورۃ طویلۃ بجمیع یلزم اطالۃ الركعة الثانیۃ اطالۃ کثیرۃ فلا یکرہ الشرح المنیۃ الخ فی الدر اطالۃ الثانیۃ علی الاولیٰ یکرہ تنزیہا اجماعاً ان ثبت ان تقارب طول وقصر ولا اعتبار بالحروف والكلمات واعتبر بالحلی فحش الطول لاعدد الايات واستثنی فی البحر ما وردت بہ سنة واستظهر فی عدم الکراہۃ مطلقاً وان باقل لا یکرہ لانه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلی بالمعوزتین واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - اس میں کیا حکمت ہے کہ فرضوں میں دو رکعت خالی اور دو رکعت بھری پڑھی جاتی ہے اور سخت اور غفلت میں چاروں بھری

الجواب

نماز میں صرف دو ہی رکعت میں تلاوت قرآن مجید ضرور ہے سنت وفضل کی ہر دو رکعت نماز عید کا ذبہ لہذا ہر دو رکعت میں قرات لازم ہو کر چاروں بھری ہونگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - زید نے اول وقت نماز پڑھی اور بعد فراغ سنن مغرب سے دو رکعت غفلت و راحت سے یا بھر سوایا سے سے پڑھے پھر

اُس کے متصل نماز عشا کا وقت آیا یہ دونوں نفل جو ما بین عشا و مغرب باجماعت ہر سے پڑھے جائز ہیں یا نہیں۔

الجواب

اگر اس جماعت نفل میں صرف دو یا زیادہ سے زیادہ تین مقتدی تھے اور ان میں کسی پر اتنی قرائت طویل گراں تکلیف دہ نہ تھی تو یہ جماعت و قرائت جائز بلا منع و کراہت ہوئی در نہ مکروہ و ممنوع بحر الرائق میں ہے قال شمس الاثمۃ الحلوانی ان کان سوی الامام ثلثۃ لا ینکرہ بالاتفاف و فی الاربع اختلاف والاصح انه ینکرہ اھ ہکذا فی شرح المنیۃ اسی میں ہے والظاهر انما فی تطویل الصلوۃ کراہۃ تحویر الامر بالتخفیف و هو للوجوب الا لصارف لا دخال الضرس علی الغیر اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔۔ از بنا اس مقام بھلو پورہ محلہ احاطہ روہیلہ مسئلہ عبد الرحمن رفوگر ۲۸ محرم ۱۳۳۲ھ

حضرت کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ اذاجاء کے آخر میں جو پڑھا کرتے تھے انہ کان تو ابا کے پاس پڑھا کرتے تھے مولینا امجد علی صاحب تودہ ذرا سا کھ دیکھے گا۔ فقط

الجواب

مستحب طریقہ یہ ہے کہ آخر سورہ میں اگر نام الہی ہے جیسے سورہ اذاجاء میں انہ کان تو ابا تو اس پر وقت نہ کرے بلکہ رکوع کی تکبیر اشداً کبراً کہ ہمزہ وصل گرا کر اس سورہ کا آخری حرف لام اللہ سے ملا دے جیسے اذاجاء میں قوبا یا اللہ اکبر کی قیام کی حالت میں کہے اور دونوں ملا م سے ملتا ہوا رکوع کے لیے جھکنے کی حالت میں اس طرح کہ رکوع پورا نہ ہونے تک اکبر کی دُختم ہو جائے یہیں سورہ واثین میں احکم الحاکمین کے فون کو زبردستی کر اشداً کبر کے لام میں ملا دے اور جس سورہ کے آخر میں نام الہی نہ ہو اور کوئی لفظ نام الہی کے مناسب بھی نہ ہو وہاں یکساں ہے چاہے وصل کرے یا وقف جیسے الم نشرح میں فارغب اشداً کبر اور جہاں کوئی لفظ اسم الہی کے نامناسب ہو جیسے سورہ کوثر کے آخر میں ہوا لا ترواں وصل ہی چاہیے وصل نہ چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صبح کی نماز طلوع آفتاب سے کس قدر پہلے ہونا چاہیے اور کتنی آیتیں پڑھنا چاہیے اور اگر کوئی خرابی نماز میں ہو جائے تو کیا اسی آیت کو جو کہ پہلے پڑھی گئی اُس کی مقدار پڑھنا چاہیے یا کم۔ بینوا تو جو روا

الجواب

نماز صبح میں بحال گنجائش وقت و عدم عذر چالیس سے ساٹھ آیت تک پڑھنا چاہیے اور طلوع آفتاب سے اتنے پہلے ختم ہو جانا چاہیے کہ اگر نماز میں کوئی خرابی ظاہر ہو تو چالیس آیتوں سے قبل طلوع احادہ ہو سکے اور اس کے لیے دس منٹ کافی ہیں اور اگر وقت کم رہ گیا اور خرابی ظاہر ہوئی تو بقدر گنجائش وقت آیت پڑھے اگرچہ سورہ کوثر و اخلاص ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے نماز پڑھائی والعصر ان الانسان لفی خسر اللہ فیہ میں لا اذکرہ وقت کیا پھر الا الذین آمنوا سے آخر تک ختم کیا نماز درست ہے یا نہیں وقیل من (سکتہ) راق و ظن انہ الفراق میں سکتہ کیسا ہے اور لفظ من کے فون کو راق کی را میں ادغام نہ کرنا کیسا ہے۔

الجواب

ناز ہو گئی ہر آیت پر وقت جائز ہے اگرچہ آیت لا ہو ہماری یعنی امام غصص کی قرأت میں فون پر سکتے ہے کہ ادغام سے کلمہ واحد نہ منہوم ہو۔ مراق بر وزن بران اور تمام باقی قراء ادغام کہتے ہیں۔ تو دونوں میں گریباں عوام کے سامنے ادغام نہ کرے کہ وہ معترض نہ ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از موضع گھوڑی ڈاکھا نہ کرشن گڑھ ضلع ندیا ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

ض را شا بہ صوت ظ مجھے باید خواند یا ماشل صوت دال ہملہ و ہر کہ دال محض خواند نمازش روا بود یا نہ و دریں ملک یا تقریباً ہمہ خواص و عوام مشابہ دال می خوانند و خوانندہ ض مشابہ ظ از پس قلیل بینوا تو جروا

الجواب

صوت این حرف را خالق عزوجل از ہر حروف جدا آفریدہ است حقیقتہً بیچ حرف با و اما نیست فرض قطعی آنست کہ مخربش آموزد طرز ادائش یا دیگر دو قصد حرف منزل من اللہ کند و از پیش خویش نہ ظا خواند نہ دال کہ ہر دو میان این است و شبانہ روز سعی مؤثر بجائے آورد تا آنکہ می کشد ہرچہ بر آید روا باشد لایکلف اللہ نفساً الا وسعها فاما اگر صحیح قادر نہ شود اما مست صحیح نتوان کہ در قادی خیرہ است اما مست الشیخ بالصیح فاسد فی الراجح الصحیح و بر او فرض باشد کہ تاپس صحیح خواندن نماز توان یافت تنہا نہ گزارد کہ در اقتدا از قرأت بے نیاز باشد و آنکہ مخرج نیاوخت یا در صحیح او سعی نہ کرد اگر از زبانش ظا یا دال ادا شود ہرچہ با فساد معنی شود نماز فاسد شود ورنہ نے و اگر بہر دو فساد معنی رو نماید چنانکہ منقلب و مفدوب بہر دو فساد شود ایں ہم آنگاہ ہست کہ قصد حرف منزل من اللہ کند زبانی یا دمی دہ ظا یا دال ادا شود چنانکہ صورت اخیرہ در عوام ہند و بنگالہ است و اگر بالقصد بجائے ادھونے دیگر نشانند خواہد حکم او سخت شود زیرا کہ تبدیل کلام اللہ میکند چنانکہ بعض نامقلدان تصریح کردہ اند کہ ضا نتوان ظا خواند امام اجل ابوبکر محمد ابن الفضل رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ دریں صورت حکم کفر فرمودہ است کما فی نسخ الروض الا زہر و مارادین مسئلہ رسالہ است مختصرہ جامعہ انجام الصاد عن سمن الصاد آنجائیں را رنگ تفصیل دادہ ایم و باللہ التوفیق واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از رادمن پور گجرات قریب احمد آباد مسئلہ حکیم محمد میاں صاحب ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

جمعد کی اذان کے بعد بہت آدمی مسجد میں جمع ہو کر سورہ کہف پڑھتے ہیں بلند آواز سے اور بغیر پڑھے جو لوگ ہیں یعنی ان پڑھ نمازی بھی ہوتے ہیں جن کو کلام مجید پڑھنا ہی نہیں آتا وہ نمازی سورہ کہف شوق سے سنتے ہیں اور بعض نمازی جو دیر سے آئے ہیں وہ نفل پڑھ کر سنتے ہیں نفل پڑھنے والے کہتے ہیں سورہ کہف بلند آواز سے مت پڑھو ہمارے نفل میں خرابی آتی ہے نفل کا ثواب زیادہ ہے یا سورہ کہف پڑھنے کا بعد ختم ہونے سورہ کہف کے تمام نمازی سنتیں پڑھتے ہیں مذکور مولوی صاحب فرماتے ہیں زور سے ہرگز مت پڑھو نفل نماز میں خرابی آتی ہے یا سورہ کہف کو بلند آواز سے پڑھیں یا نہیں یا نفل نماز کو چھوڑ دیں۔

الجواب

حدیث صحیح میں قرآن مجید با واز ایسی جگہ پڑھنے سے جہاں لوگ نماز پڑھ رہے ہوں مانعت فرمائی ہے اور قرآن عظیم حکم فرمایا ہے

کہ جب قرآن پڑھا جائے کان لگا کر سنو اور چپ رہو تو ایسی جگہ ہر سے پڑھنا ممنوع اور دویا زیادہ آدمیوں کا آواز پڑھنا اور شدید ممنوع کہ مخالف حکم قرآن اور قرآن عظیم کی بے حمتی ہے ان لوگوں کو چاہیے کہ آہستہ پڑھیں اور نفل پڑھنے والے نفل سے نہیں روکے جاسکتے نفل نماز مستحب تلاوت سے افضل ہے کہ اُس میں تلاوت بھی رکوع سجود بھی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از کھنڈہ ڈاکخانہ خاص ضلع ہوشیار پور مدرسہ امجد علی خاں صاحب معرفت مولوی شفیع احمد صاحب متعلم مدرسہ اہلسنت ۱۲۰۲ جلد اولیٰ لاخریٰ
زید کہتا ہے کہ مخارج حروف معلوم کرنا اور ان سے حروف نکالنا فرض ہے ہاں باوجود کوشش کے اگر مابین ادا نہ ہوئے تو اس قدر میں معذور رہے گا اور اگر مخارج ہی نہیں معلوم یا معلوم ہیں نکالتا نہیں تو نماز ہرگز نہ ہوگی اگر صحیح ہے تو اکثر مسلمان فرض کو چھوڑ دیا یا کسی حرام کے مرتکب ہوں تو ان کے اس فعل سے ساقط یا حلال نہ ہو جائے گا یوں تو اکثر مسلمان نماز ہی نہیں پڑھتے اور ج پڑھتے ہیں ان میں کثیر مواظبت نہیں کرتے سو میں ننانوے یا اس کے قریب غیبت سے پرہیز نہیں کرتے تو قول زید صحیح ہے یا نہیں۔

الجواب

زید کے اقوال مذکورہ سب صحیح ہیں سوا اتنے لفظ کے کہ اگر مخارج معلوم نہیں تو نماز صحیح نہ ہوگی مخارج معلوم ہونا ضرور نہیں حروف صحیح ادا ہونا ضرور ہے بہتر ہے کہ سن سن کر صحیح پڑھتے ہیں اگر ان سے پوچھا جائے تو مخارج بتا نہیں سکتے اردو زبان والا ہر جاہل اپنی زبان کے حروف ٹھیک ادا کرتا ہے اور نخرج نہیں بتا سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بریلی مدرسہ حضرت محمد میاں صاحب مدظلہ العالی

یہ ارشاد فرمائیں کہ قرآن کریم کی اس قدر تجوید کہ ہر حرف اپنے غیر سے ممتاز ہے فرض عین ہے کتب فقہ میں مذکور ہے اگر ہے تو کس کتاب میں کس جگہ جناب کی نظر میں اس بارہ میں صریح تصریح کس کتاب کی ہے اور اگر کوئی حدیث اس بارہ میں اس وقت پیش نظر ہو تو اسکا ارشاد فرمادے

الجواب

تمام کتابوں میں تصریح ہے کہ ایک حرف کی جگہ دوسرے سے تبدیل اگر عجزاً ہو تو مذہب صحیح و معتد میں اور خطاً ہو تو ہمارے المذہب کے نزدیک مفید نماز ہے جبکہ مفید معنی ہو یا امام ابی یوسف کے نزدیک جبکہ وہ کلمہ قرآن کریم میں نہ ہو اور اس سے بچنا بے تعلیم تائید حروف ناممکن اور فساد نماز سے بچنا فرض عین ہے قال تعالیٰ ولا تبطلوا اعمالکم مقدم امام جزری میں ہے اذ واجب علیہم محنت قبل الشروع اولاً ان یعلموا مخارج الحروف والصفات لينطقوا با فصیح اللغات۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از مارہرہ مطرہ ضلع ایٹہ درگاہ شریف مدرسہ صاحبزادہ حضرت سید شاہ محمد میاں صاحب دامت برکاتہم

والا نامہ میں متعلق تجوید ارشاد جناب ہے دو ایک حرف کے دوسرے سے تبدیل اگر عجزاً ہو تو مذہب صحیح و معتد میں مفید نماز ہے جبکہ مفید معنی ہو یا امام ابی یوسف کے الخفجہ اس میں یہ تامل ہے کہ الشغ کی نماز صحیح ہے جبکہ وہ اپنی سعی و کوشش اور صحیح حروف نکالنے میں کوتاہی نہ کرتا ہو اس کوشش کے بعد کوئی تفسیر مفید معنی یا غیر مفید معنی کی خود جناب نے بھی اپنے اصلاح رسالہ سباحہ امت میں نہیں مذکور فرمائی۔

الجواب - الشغ کی نماز صحیح تو صحیح ہے کہ وہ تصریح حرف میں کوشش کیے جائے یہ بھی بے تعلیم صحیح ناممکن ہی تعلیم تجوید ہے تو اسکی

فرضیت قطعاً ثابت اگر صحیح کو نہ دیکھے یا سیکھے اور اس کے ادا کرنے کی کوشش نہ کرے تو نماز ضرور باطل ہوگی تو علم و عمل دونوں فرض ہوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از اردہ نگہ ڈاکا نہ اچھیزہ ضلع اگرہ

حرف ضاد کو بصورت دواو یعنی دال بد پڑھتے ہیں یہ صحیح ہے یا غلط اگر غلط ہے تو نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں اور اکثر لوگ ض واد میں سبب ہونے مشابہت کے فرق نہیں کر سکتے ان کی غلطی درست ہوتی ہے یا نہیں۔

الجواب

یہ حرف نہ د ہے نہ ظ صورتیں ہیں (۱) قصد حرف منزل من اللہ کی تبدیل کرے یہ دواو والوں میں نہیں وہ اپنے نزدیک ضاد ہی پڑھتے ہیں نہ یہ کہ اُس سے ہٹ کر دال مخم اُس کی جگہ بالقصد قائم کرتے ہیں البتہ ظا والوں میں ایسا ہے اُن کے بعض نے تصریحاً لکھ دیا کہ ض کی جگہ ظ پڑھو اور سب مسلمانوں اس پر عمل پیرا ہو جائیے حرام قطعی ہے اور اللہ اجبت کبیرہ بلکہ امام اجل ابو بکر فضل وغیرہ اکابر اُس کی تصریح سے کفر ہے کما فی منہ الروض الاذہر والفتاویٰ العلیگیر یہ وغیرہا ان کی نماز پہلی ہی بار مخطوب پڑھتے ہی ہمیشہ باطل ہے دوم خط تبدیل ہو یعنی ادائے ض پر قادر ہے اُسی کا قصد کیا اور زبان بہک کر دال یا ظ ادا ہوئی اس میں متاخرین کے اقوال کثیرہ مضطرب ہیں اور ہمارے امام مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ مذہب ہے کہ اگر ضاد یعنی ہو تو نماز فاسد در نہ صحیح سوم یہ کہ عجزاً تبدیل یعنی قصد و ض کا کرتا ہے مگر ادا نہیں کر سکا د یا ظ ادا ہوتی ہے اور ہندوستان میں اکثر ذوالے ایسے ہی ہیں ان پر فرض عین ہے کہ ض کا مخرج اور اس کا طریقہ ادا یکھیں اور ضا ظ دونوں حد درجے کی کوشش اُس کی تصحیح میں کریں جب تک کوشاں رہیں گے اُن کی نماز صحیح کہی جائے گی۔ جبکہ صحیح خواں کے پیچھے اقتدا پر قادر نہ ہوں اور اس وقت تک مثال کی اہمیت بھی ہو سکے گی اور جب کوشش اُن کر چھوڑیں یا سرے سے کوشاں نہ ہوں اُن کی اپنی ہی باطل اور اُن کے پیچھے اوڑوں کی بھی باطل یہی حکم ظاہریوں کا ہے جبکہ قصداً تبدیل نہ کرتے ہوں یہ خلاصہ حکم ہے اور تفصیل ہمارے رسالہ الحام الصاد عن سنن الفاضل میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از جڑودہ ضلع میرٹھ مرسلہ صابر جیلانی صاحب -

کیا سورہ تبت کا نماز میں پڑھنا بہتر ہے۔

الجواب

سورہ تبت کے پڑھنے میں استغفر اللہ اصلاً کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ - از شہر بریلی محلہ سوداگران مدرسہ منظر الاسلام مولوی محمد افضل صاحب ۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۳ھ ہجری

چومی فرما یند علماے دین دریں مسئلہ کہ در لکنا تہ تہجیر منہ الا نھر خواندہ شد لکنا نماز شد بغیر کراہت یا نہ

الجواب

نماز درست باشد و بحال ہو و زلت کراہت نیست و حدیث جز برائے دلالت بر عکس شائش شائع است قال تعالیٰ فلما اسلما وتلا للبحین نادینہ جزا ذکر نفوسہمچنان ایں جاتا دلی شود کہ وان منها ما یكون منہ شیء عجیب لعمایہ تہجیر منہ الا نھر باجمود صورت فساد معنی نیست۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ازالہ آباد محلہ نخاس کندہ برکان دھوم شاہ صاحب مسئلہ محمد ناظم آزاد حقانی مظفر پوری مقیم حال الہ آباد ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز جمعہ میں احمد کی تین آیتوں سے زیادہ پڑھ چکا ہو اور قرأت سے رک گیا ہو
 پیچھے سے کسی مقتدی نے لقمہ دیا اس نے بجائے لقمہ لینے کے خود سورت کو اعادہ کیا جس آیت پر رکھا تھا اس آیت کو نکال کر سورت کو پورا کیا بعد ازاں
 رکوع و سجود وغیرہ کیا بعد میں لقمہ دینے والے مقتدی سے امام نے کہا کہ تمہاری نماز باطل ہو گئی اب سوال یہ ہے کہ اس صورت میں مقتدی کو
 لقمہ دینا چاہیے یا نہیں اور ایسی صورت میں امام کو لقمہ لینا جائز ہے یا نہیں اور صورت مسئلہ میں مقتدی کی نماز ہو گئی یا نہیں۔

الجواب

مقتدی و امام سب کی نماز ہو گئی مقتدی لقمہ دے سکتا ہے اگرچہ امام سوائے تین پڑھ چکا ہو یہی صحیح ہے امام نے جس خیال پر نماز مقتدی پڑھ
 مانی امام کی خود کب ہوئی اگر وہ خیال صحیح ہو تو امام کی بھی باطل ہوئی کہ لقمہ دینا کلام ہے اور وہ باجائز شرع جائز رکھا گیا اگر تین آیتوں کے
 بعد اجازت شرع مستحی تو مقتدی کی نماز گئی اور اس کے لقمہ دینے سے امام کو یاد آگیا تو اس نے خارج از نماز سے تعلیم پاکر آیت پڑھی اور
 اور شروع سورت سے اعادہ کرنا اس یا دہانی کو باطل نہیں کر سکتا تو امام کی اپنی بھی گئی اور اس کے سبب سے سب کی گئی رہا یہ کہ صرف
 اس مقتدی کی نماز باطل ہوئی امام و جماعت کی ہو گئی یہ محض باطل ہے اور صحیح وہ ہے کہ سب کی ہو گئی درمختار میں ہے فقہ علی امامہ
 لا یفسد مطلقاً لفتح و اخذ بکل حال الا اذا سمعہ المومنین غیر مصل ففتح بہ تفسد صلاة الكل رد المحتار میں ہے قولہ
 بکل حال ای سواء قرأ الامام ما تجوز به الصلاة امر لا انتقل الی آیتہ اخرى امر لا تکرر الفتح امر لا ھو الا صیغہ غلطہ قولہ الا
 اذا سمعہ المومنین فی البحر من القنیۃ بحب ان تبطل صلاة الكل لان المتلقین من خارج امر و اقرا فی الخبر والله تعالیٰ اعلم
مسئلہ - از ضلع سیونی چھپرہ محلہ قاضی قریب مسجد خفیہ مسئلہ محمد ظہور احسن طالب علم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرأت بدعت ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ تجوید سے پڑھنا فرض ہے
 کیونکہ قرآن کا صحیح طور سے پڑھنا فرض ہے تو صحیح پڑھنا بغیر تجوید کے آہی نہیں سکتا تو اس وجہ سے تجوید بھی فرض ہے بنائے کہ کون حق پر
 ہے۔ فقط محمد ظہور احسن طالب علم۔

الجواب

بلاشبہ اتنی تجوید جس سے تصحیح حروف ہو اور غلط خوانی سے بچے فرض عین ہے برازیہ وغیرہ میں ہے اللحن جرم باطلان جہائے بدعت کتا
 ہے اگر جاہل ہے اسے سمجھا دیا جائے اور دانستہ کتا ہے تو کفر ہے کہ فرض کو بدعت کتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ - جو شخص حافظ ہو قاری نہ ہو اعراب میں غلطی کرتا ہو یعنی زیر کا زیر جیسے غیر المغضوب کے غ یا بر زیر پڑھتا ہو اور انیاک
 کے کاف پر زیر پڑھتا ہو نماز مکروہ تحریمی ہو سکتی ہے یا نہیں اور معنی بدلتے ہیں یا نہیں اور دائمی بھی کتر داتا ہے اور مغرور و متکبر ہو
 جس کا پرکھنا زیر ہو جیسے رتبہ اس کو آیت آجائے پر ہاد کے وقت ربہ پڑھے یا رتبہ۔

الجواب - ایاک نعبد و ایاک نستعین میں اگر کاف کو زیر پڑھے گا معنی فاسد ہوں گے اور نماز باطل غیر المغضوب کے

غین کو گنیر پڑھتے بلکہ صحیح ادا پر قادر نہ ہونے کے سبب بولے کسرہ پیدا ہوتی ہے اور یہ مفید نماز نہیں۔ وارثی کتروائے والے کو امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور غرور تکبر اس بھی بدتر جبکہ وہ علی الاعلان تکبر سے معروف و مشہور ہو۔ وقت کی حالت میں ربہ پڑھا جائے گا اور ربہ کوئی چیز نہیں اور ربہ میں سنت یہ ہے کہ نفس کسرہ نہ ہو بلکہ تخفیف بولے یا پیدا ہونہ یہ کہ بالکل سی اس کا فرق ادا زبان سے سن کر معلوم ہو سکتا ہے تحریر میں آنے کا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر مسئلہ احسان علی طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۵ شوال ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ پارہ دوم نواں رکوع تیسری آیت یعنی کَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً میں واحدۃ کو ہا ظہار تنوین پڑھنا چاہیے یا وقت کے ساتھ یعنی واحدۃ یا واحدہ

(۲) اول رکعت میں ایک بڑی آیت اور دوسری رکعت میں دو تین چار چھوٹی آیتیں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں جیسے آیت مذکور کو پوری اول رکعت میں پڑھی اور دوسرے میں اور حسبہما ان تدخلوا الجنة سے دو آیتیں وما تفلحوا من خیر فان الله بہ علیہ تکم توجانزہے یا نہیں۔ بلیوا توجروا۔

الجواب

دونوں صورتیں جائز ہیں یہاں علامت وقت ہے اور وصل اولیٰ ہے (۲) بیشک جائز بلکہ اہمیت ہے اور یہ صورت خاصان خاص آیتوں سے کہ سورۃ میں کھی عین عدل ہے کہ یہ وہ آیتیں اس آیت کے تقریباً بالکل سادی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مولوی احسان علی صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آیت مایجوز بہ الصلاة کتنی مقدار ہے۔

الجواب

وہ آیت کہ چھ حرف سے کم نہ ہو اور بہت نے اس کے ساتھ یہ بھی شرط لگائی کہ صرف ایک کلمہ کی نہ ہو تو ان کے نزدیک مد ہا مشن اگرچہ پوری آیت اور چھ حرف سے زائد ہے جواز نماز کو کافی نہیں اسی کو منیہ و ظہیریہ و سراج و ہاج و فتح القدر و بحر الرائق و در مختار و غیرہ میں اصح کہا اور امام اجل السیجانی و امام ملک العلماء ابو بکر مسجد کاشانی نے فرمایا کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک صرف مد ہا مشن سے بھی نماز جائز ہے اور اس میں اصلاً ذکر خلاف نہ فرمایا در مختار میں ہے اقلہا ستۃ احرف ولو تقدیراً کلمہ بیلد الا اذا كانت کلمۃ فالاصح عدم الصحۃ ہندیہ میں ہے الاصح انہ لا یجوز کذا فی شرح المعجم لابن ملک وکلذا فی الظہیریۃ و السراج و ہاج و فتح القدر۔ فتح القدر میں ہے لو كانت کلمۃ نحو مد ہا مشن ص ق فان ہذا آیات عند بعض القراء الاصح انہ لا یجوز لانہ لیس بمعاد الا قارئاً بحر الرائق میں اسے ذکر کر کے فرمایا کذا ذکرہ المذکورین و هو مسلم فی ص و نحوہ اما فی مد ہا مشن ف ذکر الاسبیجانی و صاحب البدائع انہ یجوز علی قول ابی حنیفہ من غیر ذکر خلاف بین المذکورین برائے میں ہے فی ظاہر الروایۃ قدر ادنی المعروض بالآیۃ التامۃ کقولہ تعالیٰ مد ہا مشن و ما قالہ ابو حنیفہ اقیس اقول انہ یجوز

مگر جبکہ ایک جماعت اُسے ترجیح دے رہی ہے تو احتراز ہی میں احتیاط ہے خصوصاً اس حالت میں کہ اس کی ضرورت نہ ہوگی مگر مثل فجر میں جبکہ وقت قدریہا جب سے کم رہا ہو ایسے وقت شرعاً نظر کہ بالاجماع ہمارے امام کے نزدیک ادا سے فرض کو کافی ہے مدعا ممتنع سے جلد ادا ہو جائے گا کہ اُس میں حرف بھی نائد ہیں اور ایک متصل ہے جس کا ترک حرام ہے ہاں جسے یہی یاد ہو اُس کے بائے میں وہ کلام ہوگا اور احوط اعادہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ سئلہ ان علی مظفر پوری طالب علم مدرسہ منظر الاسلام بریلی بتاریخ ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آیت ۵ پر ٹھہرنا یا رکوع یا وقت کرنا کیسا ہے کیا قباحت ہے اگر جس آیت پر ۵ ہے اُس پر رکوع کر دیا تو جائز ہے یا نہیں مثلاً اوپر سے پڑھتا آیا اور ہم کلمہ عمی فہم لایرجون پر رکوع کر دیا تو جائز ہے یا کچھ حرج بھی ہے۔

الجواب

ہر آیت پر وقت مطلقاً بلا کراہت جائز بلکہ سنت سے مروی ہے ہر رکوع اگر معنی تام ہو گئے جیسے آیت مذکورہ میں کہ اس کے بعد دوسری مستقل تمثیل ارشاد ہے جب تو اصلاً حرج نہیں اگر معنی بے آیت آئندہ کے ناتمام ہیں تو نہ چاہیے خصوصاً امثال فویل للصلین ۵ میں کہ نہایت قبیح ہے اور ثم رددناہ اسفل سافلیں ۵ میں قبیح اُس سے کم ہے نماز بہر حال ہو جائے گی۔

مسئلہ۔ از مانیہ الدار ڈاکٹر ذکا قاسم پور گدھی ضلع بجنور مسئلہ کفایت علی صاحب ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے پہلی رکعت میں قل اعوذ برب الفلق پڑھائی اور آخر میں سجدہ سو کیا اس مسئلہ کا حکم بیان فرمائیے۔ بینوا تو جروا

الجواب

اگر بھول کر ایسا کیا نماز میں حرج نہیں اور سجدہ سو نہ چاہیے تھا اور قصداً ایسا کیا تو گنہگار ہوگا نماز ہوگئی سجدہ سو اب بھی نہ چاہیے تھا توبہ کرے پہلی میں اگر سورہ ناس پڑھی تھی تو اُسے لازم تھا کہ دوسری میں بھی سورہ ناس ہی پڑھتا کہ فرض کی دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورہ پڑھنا صرف خلاف اولیٰ ہے اور ترتیب اُن کا پڑھنا حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از بیگانہ نیر مار وار محلہ ہمدان مسئلہ قاضی تیز الدین صاحب ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ میں نے ایک معلم صاحب کی زبانی سنا ہے کہ نماز میں تین آیت شریف سے کم مضمون پڑھا جاوے گا یعنی دو آیت شریف پڑھی جائے گی تو نماز نہیں ہوگی اگر غلطی سے پڑھی گئی تو نماز کو دہرانا چاہیے ایک امام نے پہلی رکعت میں ایک رکوع پڑھا دوسری رکعت میں وان یکاد الذین کفرو لیزلعونک بالبصار ہر لما سمعوا الذکر ویقولون انه لجنون وما هو الا ذکر للعالین توبیلاً وکبراً دوسری رکعت میں جو پڑھا گیا وہ میں نے کچھ اب یہ صرف دو آیت شریف ہیں آیا نماز صحیح ہوگئی یا نہیں یا دہرانا پڑے گی۔ بینوا تو جروا

الجواب

نماز میں ایک آیت پڑھنا فرض ہے مثلاً الحمد شرب العالین اس کے ترک سے نماز نہ ہوگی اور پوری سورہ فاتحہ اور اس کے بعد

متصل تین آیتیں چھوٹی چھوٹی یا ایک آیت کہ تین چھوٹی کے برابر ہو پڑھنا واجب ہے اگر اس میں کسی کرے گا نماز ہو تو جائے گی یعنی فرض ادا ہو جائے گا مگر وہ ٹھہری ہوگی بھول کر ہے تو سجدہ سو واجب ہوگا اور قصد ہے تو نماز پھیرنی واجب ہوگی اور بلا عذر ہے تو گنہگار بھی ہوگا مثلاً تین آیتیں یہ ہیں ثم نظر ثم عبس ثم ادبر واستکبر یا یہ الرحمن ۵ علو القرآن ۵ خلق الانسان ۵ ظاہر ہے کہ وہ دو آیتیں دان یکا الذین کفروا بلکہ اس میں کی پہلی ہی آیت ان تین چھوٹی آیتوں سے بڑی ہے تو نائض واجب ادا ہوگی دوسرے کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) امام کو قرأت میں مغالطہ لگا اور امام ایک آیت کلاں یا ایک چھوٹی تین آیت سے زیادہ پڑھ چکا ہے باوجود اس کے کوئی مقتدی امام کو لقمہ دے اور بتائے تو امام کو لقمہ دینے میں یا مقتدی کو لقمہ دینے میں کوئی نماز میں فساد یا نقصان نہ آئے گا (۲) امام کو مستحباب لگا اور ادب پر کی دو ایک آیت کو لوٹا اور دوسرا یا تو اس صورت میں دوسرے سے نماز میں کچھ غلط تو نہ آئے گا اور آئے گا تو کیا سجدہ سو کرنے سے جبر نقصان ہو جائے گا یا نہیں۔

الجواب

(۱) کسی کے نماز میں صحیح بتانے سے کچھ فساد نہ آئے گا اگرچہ ہزار آیتیں پڑھ چکا ہو دوسرے سے کچھ نقصان نہیں ہاں اگر تین یا دو سجدہ سو کرنے کی قدر چکا کھڑا سوچتا رہا تو سجدہ سو آتا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ریاست راپور دوکان ملاحمید محلہ کنڈہ مرسلہ محمد اسحاق صاحب ۱۳ رمضان ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قل ہوا شرا حد میں دال بر تنوین ہے اس کو حرکت کسرہ دے کر ابجد سے وصل کر کے نماز میں پڑھے ہوگی یا نہیں اور گناہ تو نہیں ضروری ہے با جائز یا منع۔

الجواب

فن تنوین کو کسرہ دے کر لام میں ملا کر پڑھنا جائز ہے کوئی حرج نہیں نہ اس سے نماز میں کوئی غلطی اہم یا ہاں وقت بھی جگہ کا ہے جو وصل کی اجازت دیتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از سرانے چبیلہ ضلع بلند شہر مرسلہ راحت الشہ امام مسجد جامع ۱۹ رمضان ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام قرأت میں معاقا لوادکان عند اللہ وجیہا کی جگہ دوکان الخ پڑھ جائے تو نماز درست ہوگی یا نہیں مگر اول معاقا لواد پڑھا پھر خیال ہوا کہ کا فاس ہے۔

الجواب

نماز ہر طرح ہوگی کہ فساد معنی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یاں ماجکوث میں الرحمن پڑھتے ہیں اور رکعت توادج سورہ الرحمن میں ہی ختم

کرتے ہیں پہلی رکعت میں چار آیات اور دوسری میں دو آیات تو اس سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں۔

الجواب

یوں سولہویں رکعت میں یہ دونوں آیتیں واقع ہوں گی غبائی الاور بکا نکذ بان ذواتا افان بہتر یہ ہے کہ ان کے ساتھ ایک آیت اور ملائی جائے کہ ان میں صرف ستائیس حرف ہیں اور ردالمحتار میں ہے کم از کم تیس حرف درکار بتائے و ان کا نہ کلام بیجا علی ہاشم مع ان المقررات یہما ثلثون واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از نو شرع تحصیل جاپور ضلع دیرہ غازیوں مسؤلہ عبدالغفور صاحب ۱۴ محرم ۱۳۳۹ ہجری کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز ظہر و عصر میں جو قرات بالبحر نہیں پڑھی جاتی باقی شام اور عشا اور فجر کی نماز میں بالبحر پڑھی جاتی ہے اس کی وجہ اور رموزات سے مطلع فرمائیے۔

الجواب

یہ احکام ہیں ہندی کو حکم ماننا چاہیے حکمت کی تلاش ضرور نہیں اس کے دو سبب بتائے جاتے ہیں ایک ظاہری کہ کفار قرآن عظیم سن مکر یہودہ بجا کرتے ظہر و عصر دونوں وقت اُن کی بیداری و بیکاری کے تھے اس لیے ان میں قرات خفی ہوئی کہ وہ سن کر کچھ یکنیں نہیں فجو عشا کے وقت وہ سوتے ہوتے تھے اور مغرب کے وقت کھانے میں مشغول لہذا ان میں قرات بالبحر ہوئی مگر یہ سبب چنداں قوی نہیں دوسرا سبب صحیح قوی باطنی وہ ہے جو ہم نے اپنے رسالے انہار الا فوار میں ذکر کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از شہر کمنہ محلہ کانکر ٹولہ مسؤلہ نفعی خاں صاحب ۱۵ محرم ۱۳۳۹ قرات کتنی فرض ہے اور واجب اور سنت اور تحب کہاں تک۔

الجواب

قرات ایک آیت فرض ہے اور الحمد اور اس کے بعد اُس کے متصل ایک آیت بڑی یا تین آیتیں چھوٹی پڑھنا واجب اور فجر و ظہر میں حجرات سے بروج تک دونوں رکعتوں میں دوسو تین اور عصر و عشا میں بروج سے لم یکن تک اور مغرب میں لم یکن سے ناس تک سنت یا ان کی مقدار دوسرے مقام سے اور جماعت میں کوئی مریض یا ضعیف وغیرہ ایسا ہو کہ تطویل سے مشقت ہوگی تو اس کے حالت کی رعایت واجب اور ناقص میں جس قدر تطویل اپنے اوپر شاق نہ ہو تحب ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از شہر محلہ ٹوکپور مسؤلہ شفیق احمد خاں صاحب ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہر نماز میں کتنی مرتبہ اور کس کس مقام پر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا چاہیے۔

الجواب

سورہ فاتحہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم سنت ہے اور اس کے بعد اگر کوئی سورت اول سے پڑھے تو اُس پر بسم اللہ کنا مستحب ہے اور کچھ آیتیں کہیں سے پڑھے تو اُس پر کنا مستحب نہیں اور قیام کے سوا کسی اور جگہ کسی جگہ بسم اللہ پڑھنا جائز نہیں کہ وہ آہ قرآنی ہے

اور نماز میں قیام کے سوا اور جگہ کوئی آیت پڑھنی منع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر محلہ سوداگران مسئلہ مولوی احسان علی مرحوم طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۱۸ صفر ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اول رکعت میں ایک رکوع یا سورہ پڑھی دوسری رکعت میں اگر اس سے مقدم کی سورہ یا رکوع زبان پر سوا جاری ہو جائے تو اس کو پڑھے یا موخر کی سورہ یا رکوع پڑھے اُس کو چھوڑ کر اگر پڑھ کر نماز تمام کر لی تو ہوئی یا نہیں۔ بینوا تو جو را

الجواب

زبان سے سوا جس سورہ کا ایک کلمہ نکل گیا اُسی کا پڑھنا لازم ہو گیا مقدم ہو خواہ مکرر یاں قصداً تبدیل ترتیب گناہ ہے اگرچہ نماز جب بھی ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از تحصیل اترولی ضلع علی گڑھ مسئلہ محمد حسین محمد جوڈیشی ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ایک مسئلہ پر بحث در پیش ہے اور آپس میں مباحثہ لفظی ہو رہا ہے وہ یہ کہ امام نے بوقت نماز مغرب رکعت اول میں سورہ دھر قرأت کی اور اس قدر پڑھا اور سو ہو گیا پھر رکوع کر دیا ویطاف علیہم بانیۃ من فضۃ واکواب کانت قواریراۃ قواریراۃ من فضۃ شانی آیت پر حوت لا موجود ہے امام اعظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اس قدر قرأت پڑھنے سے نماز ہوگی یا نہیں۔

الجواب

نماز بے تکلف بلا کراہت ہو گئی تین آیات کی قدر سے واجب ادا ہو جاتا ہے اور یہ تو پندرہ آیتیں ہو گئیں بلکہ مغرب میں اتنی تطویل مناسب بھی نہ تھی کہ اُس میں قصار مفضل یعنی لم یکن سے آخر تک ہر رکعت میں ایک سورت پڑھنے کا حکم ہے یہ اُس سے ناہم ہو گیا تنویر و در مختار میں ہے یس فی الحفیظ طوال المفصل فی الفجر والظہر وواسطہ فی العصر والعشاء وقصارہ فی المغرب فی کل رکعۃ سورۃ در مختار میں ہے من الحجرات الی آخر البروج ومنها الی آخر لم یکن اواسطہ وباقیہ قصارہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از شہر محلہ سوداگران مدرسہ منظر الاسلام ۱۶ جمادی الثانی ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے تین آیتوں کے بعد غلطی ہوئی معنی بڑا گیا جبکہ سورہ یس شریف میں چار آیات کے بعد رَأٰی نَعْمَہ کی جگہ رَأٰی نَعْمَہ پڑھا اس حالت میں نماز ہو گئی یا نہیں۔

الجواب

فساد معنی اگر ہزار آیت کے بعد ہو نماز جاتی رہے گی مگر بیاں رَأٰی نَعْمَہ میں ت کا زبر پڑھنا مفید نماز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بزرگ مسئلہ محمد علی ۶ رجب المرجب پنجشنبہ ۱۳۳۹ھ

قبلاً وکبہ جناب مولوی صاحب دام افلاکم السلام علیکم بعد اداے آداب وسبب تسلیمات گزارش خدمت میں یہ ہے کہ نماز ظہر عصر کے وقت امام کے پیچھے مقتدی کو حسب معمول پڑھنا چاہیے یا سکوت واجب ہے (۲) نماز مغرب و عشا کے فرضوں کے ادائیگی میں مقتدی کو چاروں

رکعتوں میں سکوت لازم ہے یا اول کی دو میں اور آخر کی دو میں نہیں۔ بدینوا توجروا

الجواب

مطلقاً کسی نماز کی کسی رکعت میں مقتدی کو قرائت اصلاً جائز نہیں قطعاً خاموش کھڑا رہے صرف بخنگ اللهم شامل ہوتے وقت پڑھے جبکہ امام نے قرائت بکسر شروع نہ کی ہو درمختار میں ہے الموت لا یقرأ مطلقاً ولا الفاتحة فی السریة اتفاقاً بل یستمع اذا جہا ویصمت اذا اس۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از ہزار ضلع بلذا انیشین بسوہ متعلق ملکہ پور سولہ سراج الدین ۱۳ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ (۱) آیت قرآن شریف کے ٹکڑے کر کے نماز میں پڑھنے کے متعلق شرع شریف میں کیا حکم ہے (۲) سورہ یسین شریف میں سلمہ قول کی جگہ سلام قول پڑھنا یا سلام پڑ آیت کرنا صحیح کس طرح ہے۔

الجواب

(۱) سائل نے صاف بات نہ لکھی کہ ٹکڑے کرنے سے کیا مراد ہے اگر آیت بڑی ہے اور ایک سانس میں نہیں پڑھ سکتا تو جہاں سانس ٹوٹ جائے مجبوراً وقف کرے گا موقع موقع پر پڑھتا ہوا چلا جائے گا ہاں بلا ضرورت بے موقع ٹھنڈا خلافت سنت ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) دونوں صحیح اور دونوں جائز ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از جے پور بیرون اجیری دروازہ مکان عبدالواحد خاں سولہ حاجن قادری ۱۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید کا خیال ہے کہ عام لوگ تکبیر انتقال نماز میں اللہ اکبر کی آواز کو اس قدر کھینچتے ہیں کہ اس کی وجہ سے نماز میں نقصان واقع ہوتا ہے اللہ اکبر کی آواز کو اس طرح خارج کرنا کہ عام لوگ بجائے اس کے دال محسوس کریں کیسا ہے۔

الجواب

اکبر میں اس کو دال پڑھنا مفید نماز ہے کہ فساد معنی ہے اور یہ بات کہ وہ اس پڑھتا ہے اور ب سننے والے د سنتے ہیں بہت بعید ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از شہر مبارک ضلع مشرقی افریقہ دوکان حاجی قاسم اینڈ سنز سولہ حاجی عبداللہ حاجی یعقوب ۲۶ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اول رکعت میں سورہ کھن دون پڑھی دوسری میں کوثر کی ایک آیت پڑھی پھر اس کو چھوڑ کر اخلاص پڑھی ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں اور نماز میں کچھ خلل واقع ہوگا یا نہیں۔ بدینوا توجروا

الجواب

نماز تو ہو گئی مگر ایسا کرنا جائز تھا جس سورت کا ایک لفظ زبان سے نکل جائے اسی کا پڑھنا لازم ہو جاتا ہے خواہ وہ قبل کی ہو یا بعد کی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از مانادوار کاٹھیا دار مسلدہ ستر اسمعیل صاحب ۲۲ شوال ۱۳۳۹ھ

قرآن شریف اس طرح پڑھنا کہ اول میں الم تر۔ دوسری میں قل ہو اللہ تیسری میں لا یطع جوتھی میں پھر قل ہو اللہ کردہ تنزیہی ہے

یا نہیں حالانکہ اتم تر کے بعد لایف اور پھر ترتیب وار بھی پڑھ سکتا ہے۔

الجواب

نوافل میں مکروہ نہیں کہ اس کی ہر دو رکعت نماز علیحدہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از جمعی پور ضلع بہیڑی مسئلہ ستیم خاں ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی حافظ مسجد میں تراویح میں کلام مجید صحیح پڑھتا ہو اور اچانک اس کے پیچھے دوسرا کوئی حافظ اس کو بھگانے کو آجائے تو ایسا کرنا اور نماز میں آکر فساد ڈالنا جائز ہے یا ناجائز بینوا توجروا

الجواب

اگر فی الواقع اُس نے دھوکہ دینے اور نماز خراب کرنے کے لیے قصد غلط بتا تو سخت گناہ عظیم میں مبتلا ہوا اور شرعاً سخت سزا کا مستحق ہے ایسے لوگ جو مسجد میں آکر فساد ڈالیں اور ناجائز غل جچائیں اور بلا وجہ فوجداری پر آمادہ ہوں جیسا کہ سائل نے بیان کیا نمودی ہیں اور نمودی کی نسبت حکم ہے کہ اُسے مسجد میں نہ آنے دیا جائے کما نص علیہ العلامة البدر العینی فی عمدة القاری شرح صحیح البخاری وعنه فی الدر المختار وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ

چہ می فرماید جو ہر شمسان نکات فرقانی ودقیقہ رسان علم حبیب رحمانی اندر رہیں باب کہ امام در قرأت نماز مغرب وختن و فجر و عیدین و رمضان قرأت سہ یا زائد از سہ آیہ سو کرد و مقتدی ادا میان نماز مذکورہ بالا القمہ داد و اولقمہ مقتدی خود گرفت نماز امام و مقتدی درست شد یا نہ۔ بینوا توجروا

الجواب

صحیح است مطلقاً ہر نماز و ہر حال اگرچہ بعد سہایت باشد ہمین است قول صحیح فی الدر المختار فتی علی امامہ لا یفسد مطلقاً بفتح و اخذ بكل حال الخ فی رد المختار ای سواء قرا الامام قد رما یجوز بہ الصلاة اما لا انتقل الی آیتہ اخری اما لا تکرر الفتح املا هو الاصح۔ واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا ان شانثلہ کو نماز میں انا شانثلہ یا لا کو لاہ یا لہم کو لاہم مغفلة باشباع فتح یا الحمد لله کو الحمد لیلہ باشباع کسر یا قل کو قول باشباع ضمہ پڑھنا عمد یا سو افسد صلاہ ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

عمداً گناہ عظیم ہے اور سو افسد نماز کسی حالت میں نہیں لان الاشباع لغتہ معروفہ من العرب کالاکتفاء عن المدة بالحركة کما نص علیہ فی الغنیۃ وغیرہما واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ مسئلہ احمد شاہ صاحب از موضع نگر یا سادات ضلع بریلی یکم ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

اگر امام نماز پڑھاتا ہو اور وہ کسی سورت میں درمیان کے دو ایک لفظ چھوڑ گیا ہو تو وہ نماز صحیح ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر ان کے ترک سے معنی نہ بگڑے تو صحیح ہوگی ورنہ نہیں پھر اگر یہ سورۃ سورۃ فاتحہ ہے تو اس میں مطلقاً کسی لفظ کے ترک سے مجددہ سہو واجب ہوگا جبکہ سہو ہو اور نہ اعادہ۔ اور اگر کسی سورت سے اگر لفظ یا الفاظ متروک ہوئے اور معنی فاسد نہ ہوئے اور تین آیت کی قدر پڑھ لیا گیا تو اس چھوٹ جانے میں کچھ حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ مسئلہ مولوی عبد الجلیل صاحب متوطن بنگال ۱۵ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے دو رکعت فجر کی فرض پڑھائی بعد الحمد شریف کے ضم سورت میں کسی لفظ کو تین مرتبہ تکرار کیا بوجہ مشتبہ ہونے کے اب اس کی نماز شرعاً درست ہے یا نہیں اگر اس کو بقول شخصے اعادہ کیا جائے اگر اور لوگ اگر اقتدا کریں بعد والوں کی نماز درست ہے یا نہیں۔

الجواب

لفظ کے تکرار کرنے سے نماز میں فساد نہیں آتا اعادہ میں جو نئے لوگ ملیں گے ان کی نماز نہ ہوگی لانہم مفترضون خلف مقتفل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از جنوبی افریقہ ٹرنسوال مقام کروگرس ڈروپ کس ۳۳ مسئلہ ایم ایم داؤد احمد مونی جی سالو جی ۴۲ رمضان ۱۳۳۲ھ

اولاً تحریر حال ملک ٹرنسوال کرتا ہوں کہ اسولہ ذیل کے جواب میں سہولت ہو یہاں پر حکومت کفار ہے اور یہاں کے باشندے بھی کفار ہیں ہاں کچھ لوگ مسلمان شافعی المذہب بھی ہیں باقی مسلمان انڈیا کے تاجرو وغیرہ ہیں مگر مجموعہ مسلمان کفار کی نسبت بہت کم ہیں گاؤں کا تو میں ذکر نہیں کرتا مگر اس ملک کے شہروں میں تحفیناً مفصلہ ذیل تعداد ہوگی کسی جگہ دس بیس کسی جگہ تیس چالیس کسی جگہ اسی تو سو کے ایک شہر کے میرے خیال کے موافق کہیں چار سو پانچ سو کا مجمع نہ ہوگا مساجد کا یہ حال ہے کہ کہیں تو گراہی میں مکان یا ہوا ہے اور اس میں نماز جمعہ وعید ادا کی جاتی ہے اور کسی جگہ ایک مسجد ہے مگر بوجہ قلت وہ بھی نہیں بھرتی البتہ ایک جگہ تین مسجدیں ہیں اور مسلمانوں کی جماعت بڑی ہے تحفیناً پانچ سو سے کم نہ ہوگی نماز جمعہ وعید سب جگہ ادا کی جاتی ہے عید کے موقع پر گاؤں کے مسلمان وہ شریک نماز ہو کر تعداد بڑھاتے ہیں میرے علم میں یہاں کبھی اسلامی حکومت نہیں ہوئی اور حکام کی طرف سے کوئی حکم شرعی یہاں جاری نہیں مگر نماز جمعہ وعید کو منع نہیں کرتے جس جگہ کے لیے یہ تحریر کی جاتی ہے وہ بھی شہر ہے اور ایک مسجد بھی ہے تعداد مسلمانان ساٹھ ستر سے زیادہ نہیں مسجد نہیں بھڑکتی مگر عید کے موقع پر گاؤں والے شریک ہوتے ہیں اور مسجد بھر جاتی ہے (۱) جمعہ کی ادا کے لیے شہر شرط ہے یا نہیں (۲) شہر کس کو کہتے ہیں اکبر مساجد کی تعریف رعایت مذہب ہے یا نہیں (۳) جب قدرت اجرائے حدود شرط ہے اور بالفعل ضرور نہیں۔ تو توانی کی وجہ سے تعریف مذکور کو اختیار کرنا اور ظاہر مذہب کو ترک کرنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے (۴) علمائے خفیہ کے اختلاف کی وجہ سے احتیاطی تجویز ہوئی مگر جہاں حنفی مذہب کے موافق محقق مشرط نہ ہو اور دیگر مذاہب کے موافق ہو وہاں کیونکر جائز نہیں۔ خروج اختلاف کی علت

دونوں جگہ موجود ہے اسی دہاں بھی جمعہ اور احتیاطی پڑھ لینا چاہیے (۵) کل موضع لہ امیر وقاض الخ سے استدلال عدم جواز جمعہ دارحرب پر ہو سکتا ہے یا نہیں (۶) کیفیت مذکور کی رو سے کہاں جمعہ جائز ہے اور کہاں نہیں (۷) جہاں ناجائز ہے انہیں منع کیا جائے یا نہیں اور ان کی نظر کا کیا حکم ہے (۸) جہاں بادشاہ مسلمان نہ ہو وہاں جمعہ کا کیا حکم ہے اور حکومت کفار میں جمعہ کیوں جائز (۹) یہ ملک دارحرب ہے یا نہیں (۱۰) دارحرب کی کیا تعریف اور کس طور سے دارحرب دار اسلام بنتا ہے اور دار اسلام دارحرب (۱۱) جہاں مشروط جمعہ نہ پائے جائیں وہاں عید کی نماز کا کیا حکم اگر جائز نہیں تو پڑھ لینے سے کیا خرابی ہے اگر اپنے مذہب کے طور پر واجب نہیں تو دوسرے مذہب مثل شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے تو واجب ہے اور خروج عن الاختلاف ہو جائے گا (۱۲) ہماری جگہ شہر گنا جاتا ہے اور ایک مسجد ہے اصلی باشندے اسے بھرنے کے یہاں جمعہ کا کیا حکم ہے۔ بینوا وجود

الجواب

جمعہ کے لیے ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اتفاق و اجماع سے شہر شرط ہے شہر کی صحیح تعریف مذہب خفی میں یہ ہے جو خود امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمائی۔ وہ آبادی جس میں مقدمہ محلے اور دواخی بازار ہوں اور وہ ضلع یا پرگنہ ہو اسکے متعلق دیہات ہوں اور اُس میں کوئی حاکم یا اختیار ایسا ہو کہ اپنی شوکت اور اپنے یا دوسرے کے علم کے ذریعہ سے مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے امام علاء الدین سمرقندی نے تحفۃ الفقہاء اور امام ملک العلماء ابوبکر سہود نے بدائع میں اسی کی تصحیح فرمائی غنیہ شرح منیہ میں ہے صرح فی تحفۃ الفقہاء عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ ببلد کبیرۃ فیہا سکک واسواق ولہا رساتین وفیہا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمۃ وعلمہ او علم غیرہ یرحم الناس الیہ فیما یقع من الحوادث وھذا ہوا الاصح کتب جلیلہ مستندہ میں ظاہر المراد یعنی مذہب مذہب خفی سے بالفاظ مختلفہ جتنی نقول ہیں سب کا مال ہی ہے مثلاً ہدایہ لیکن کنز میں فرمایا ہو کل موضع لہ امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود اس میں سکک واسواق ورساتین کا ذکر نہیں اور عبارت آخر غیثیہ میں بجائے سکک جماعات ہیں اور رساتین مذکور نہیں اُسی کی دوسری عبارت میں فتاویٰ سے رساتین کا ذکر فرمایا سکک واسواق کو ترک کیا کہ فی الفتاویٰ لوصلی الجمعۃ فی قریۃ بغیر مسجد جامع والقریۃ کبیرۃ لہا قری وفیہا وال وحاکم جازت الجمعۃ بنوا المسجد اولم ینبوا وان کان بخلاف ذلک لا یجوز فی قول ابی القاسم الصفار ھذا اقرب الاقوال الی الصواب او محصل ایک ہے کہ عادت والی وقاضی ایسی ہی جگہ ہوتے ہیں جس میں آبادی کثیر ہو اور اسے تعدد محلہ وجود اسواق لازم اور ہر گاؤں میں نیا حاکم مقرر کرنا نہ معہود ہے نہ متیسر بلکہ گردو پیش کے دیہات آبادی کبیر کے حاکم کے متعلق کر دیے جاتے ہیں اسے ضلع یا کم از کم پرگنہ ہونا لازم غنیہ میں ہے صاحب الہدایۃ ترک ذکر السکک والرساتین بناء علی الغالب اذا غالب ان الامیر والقاضی شانہ القدرة علی تنفیذ الاحکام واقامة الحدود ولا یکون الا فی بلد کذلک فالاحاصل ان اصحاب الحدود وما ذکرہ فی التحفۃ لصدقہ علی مکۃ والمدینۃ وانما ہما الاصل فی اعتبار المصویۃ پھر ظاہر ہے کہ ان کتب میں تنفیذ واقامت سے قدرت مراد ہے کہ حاکم کا خلاف حکم حکم کرنا شہر کو شہر ہونے سے خارج نہیں کرتا ولہذا علامہ محقق ابراہیم حلبی نے اسی سے پہلے غنیہ میں فرمایا الحد الصیحۃ ما اختارہ صاحب الہدایۃ انہ للذی لہ امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود والمراد القدرة علی ما صح بہ

فی تحفة الفقہاء عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام اکل نے عنایہ میں فرمایا المراد بالامیر وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم اسی طرح در مختار میں بلفظ یقدر تعبیر کیا اور خود نص امام مذہب سے اُس کی تصریح گزری لہذا امام شمس الائمہ سرخی نے مبسوط میں یہ تعبیر فرمایا فی ظاہر المذہب عندنا ان یكون فیہ سلطان وقاضی لا قامتہ الحدود وتنفیذ الاحکام بھر ہدایہ وغیرہ میں امیر وقاضی اور مبسوط میں سلطان وقاضی دو لفظ ہیں کہ عادتہ والی شہر اور ہوتا ہے اور وہ قاضی مقرر کرتا ہے اور مقصود فیصلہ مقدمات ہے لہذا امام مذہب نے ذکر والی پر اقتضار فرمایا اور وہی سلطان سے مراد اس پر اس حدیث سے استناد ارجح الی الولاۃ منها المجمعة جواہر اخلاطی وغیرہ میں نائب والی بھی اضافہ فرمایا کہ وہیضا وال او نائبہ یقدر علی انصاف المظلوم الی قولہ وهو الاصح اور علامہ قاسم نے تصحیح القدوری پھر علامہ حصکفی نے در مفتی پھر علامہ شامی نے رد المحتار میں کہا ینتفی بالقاضی عن الامیر یہاں قاضی کے ساتھ مفتی کی شرط نہ کی کہ ان زمانوں میں قاضی نہ ہوتے مگر علماء رد المحتار میں ہے لریذ کر المفتی اکتفاء ذکر القاضی لان القضاء فی الصدر الاول کان وظیفۃ المجتہدین اور بعض نے شرط مفتی اضافہ کی جامع الرموز میں ہے ظاہر المذہب انہ ما فیہ جماعات الناس وجامع واسواق ومفتی و سلطان او قاض یتقیر الحدود وینفذ الاحکام وقویب منہ ما فی المضمرات وفيہا الاصحح اکابر نے اس کی یہ توجیہ فرمائی کہ حاکم عالم نہ ہو تو عالم کا ہونا بھی لازم غیاثیہ میں ہے قال شمس الائمۃ السرخسی ظاہر المذہب ان المصالح جامع ما فیہ جماعات الناس واسواق التجارات و سلطان او قاض یتقیر الحدود وینفذ الاحکام ای یقدر علی ذلک ویکون فیہ مفتی ان لم یکن القاضی او السلطان بنفسہ مفتیا امام طاہر بخاری نے فرمایا قال امام السرخسی فی ظاہر المذہب عندنا ان یكون فیہ سلطان وقاض لا قامتہ الحدود وتنفیذ الاحکام ویشتروط المفتی ان لا یکن القاضی او الوالی مفتیا امام مذہب نے اس طرف خود ہی اشارہ فرمایا تھا کہ علما و علم غیرہ فتح میں فرمایا اذا کان القاضی یفتی ویقیم الحدود اغنی عن التعدد بالجمل عبارات مختلف ہیں اور مقصود واحد۔ ان تمام عبارات اہل ان کے مثال صد ہا اور خود نص صریح امام مذہب سے جس طرح جمعہ کے لیے اشترط مصر ظاہر ہے ہیں احکام و حدود مفتی کے الفاظ اور ان کی تفایع مذکورہ کتب مذہب سے روشن کہ شہر سے یقیناً اسلامی شہر مراد ہے نہ یہ کہ ثلاث بستوں کا کوئی شہر ہو بادشاہت پرست اور دس لاکھ کی آبادی سب بت پرست۔ چار پانچ سمن وہاں تاجرانہ جائیں اور پندرہ بیس دن ٹھہرنے کی نیت کریں اور ان پر وہاں جمعہ قائم کرنا فرض ہو جائے جبکہ وہ بادشاہ مانع نہ آتا ہو ہرگز شرع مطہر سے اُس کا کوئی ثبوت نہیں عموماً قطعاً اجماعاً مخصوص ہیں اور ظاہر المراد یہ واصل مذہب کی تعریفات یقیناً اسلامی شہر سے خاص بلکہ وہ ضعیف روایت نادرہ مرجوحہ و مالا یم الکبر مساجد اہلہ کہ تحقیق کے نزدیک اصلاً وجہ صحت نہیں رکھتی اور بعد رتوانی فی الحدود اُس کے اختیار کی راہ اُسی ارادہ قدرت سے مسدود اور ظاہر الروایۃ و نص صریح امام اعظم صحیح و مرجح کے ہوتے ہوئے روایت نوادر کی طرف رجوع بجوہ ممنوع و مدفوع کما حقنا کل ذلک فی فتا و منا اس سے زیادہ اُس کی غلطی کیا ہوگی کہ اُس پر کہ معتبر وہ مینہ طیبہ ہی گاؤں ہو جاتے ہیں اور ان میں زمانہ اقدس سے آج تک جمیع ناجائز و باطل قرار پاتا ہے مجمع الانہر میں ہے قالوا ان هذا الحد غیر صحیح عند المحققین غنیہ میں ہے الفصل فی ذلک ان مکة والمدینۃ مصلون تقام بہما الجمعة من زمانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی الیوم کل تفسیر لا یصدق علی احدهما فهو غیر معتبر حتی الذی اختارہ جماعة من المتأخرین وهو ما اکبر مساجدہ لا یصحہم کان منقوض

بھسا اذ مسجد کل منها یسمع اہلہ و زیادۃ اُسے ابن شجاع ثعلبی نے امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے روایت کیا ہدایہ میں تعریف ظاہر الروایۃ بیان کر کے فرمایا ہذا عند ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ وعندہ انہم اذا اجتمعوا فی اکبر مساجد ہم لم یسمعہم ولا اول اختیار الکفرخی وھو الظاہر والثانی اختیار الثعلبی خود امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے الفاظ کہ امام ملک العلما نے باریع پھر امام ابن امیر الحاج نے حلیہ میں ذکر کیے یہ ہیں کہ فرمایا اذا اجتمع فی قریۃ من لا یسمعہم مسجد واحد ابی لہم جامعاً ونصب لہم من یصلی بجمہر الجمعۃ بدیہی ہے کہ بنی او نصب کی ضمیریں سلطان اسلام کی طرف ہیں اور اسی پر وہ حدیث ناطق جس سے طبقۃً طبقۃً ہمارے المرء علی اسی باب شرائط جمعہ استدلال فرماتے رہے کہ لہ امام عادل او جائز مبسوط امام سرخسی میں ہے لہنا ما روینا من حدیث جابر رضی اللہ عنہ ولہ امام جائز عادل فقد شرط رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الامام لا لحاقہ الوعید تبارک الجمعۃ فتح القدر میں ہے الحدیث رواہ ابن ماجہ شرط فی لزومہا الامام کما یفیدہ قید الجملة الواقعة حالاً غرض بوجہ ظاہر ہوا کہ محلیت جمعہ کو اسلامی شہر ہونا لازم ومن ادعی خلافہ فعلیہ البیان شہر کی نسبت عرفاً بھی باعتبار آبادی ہوتی ہے یا لحاظ سلطنت مثلاً جس شہر میں زید آباد ہیں نہ اُس میں سیدوں کی عمارت ہے نہ تھی اُسے سیدوں کا شہر نہیں کہہ سکتے یہ ہیں جبکہ وہاں عام آبادی کفار ہیں اور اسلامی سلطنت نہ اب ہے نہ کبھی تھی تو اگرچہ اس بنا پر کہ حکام کی طرف سے مسلمانوں کو پناہ اور نماز وغیرہ کی اجازت ہے انھیں امان کے شہر کہیں مگر مسلمانوں کے شہر نہ کہلائیں گے تو اعم منقحی ہے چر جائے انھیں لہذا محل جمعہ وعیدین نہیں ہو سکتے عیدین کے لیے بھی سوائے خطبہ وہی شرائط ہیں جو جمعہ کے واسطے تنویر الابصار اور مختار باب العیدین میں ہے تجب صلاحاً علی من تجب علیہ الجمعۃ بشرائطها المتقدمة سنوی الخطبۃ ہاں جہاں ثابت ہو کہ پہلے کبھی اسلامی سلطنت تھی مسلمانوں کا آزاد خود مختار شہر تھا اور دونوں صورتوں میں غیر مسلم نے مسلط ہو کر شہر اسلام بند نہ کیے وہ بدستور اسلامی شہر و ملک رہے گا جیسے تمام بلاد ہندوستان اور وہاں حسب سابق جمعہ فرض اور عیدین واجب رہیں گے لیکن جمعہ وعیدین کی اقامت کو یہ ضرور ہے کہ بادشاہ یا والی خود امانت فرمائے یا دوسرے کو ان نمازوں میں اپنا نائب شہر اکرام بنائے جہاں یہ صورت میسر نہ رہے وہاں بضرورت مسلمان جمع ہو کر ہے ان تین نمازوں کا امام مقرر کر لیں گے بڑھائے گا اور یہ فرض واجب ادا ہو جائے گا متن کنز میں ہے شرط ادا تھا السلطان او نائبہ غنیہ میں ہے الشرط الثانی کون الامام فیہا السلطان او من اذن لہ السلطان جامع الروایہ میں ہے اقامۃ الجمعۃ حق الخلیفۃ الا انہ لم یقدّر علی ذلک فی کل الامصار فیقیم غنیہ نیابۃ و مختار میں ہے ونصب العامة الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر امام مع عدمہم فیجوز للضرورة بائع الفضلین میں ہے کل مصر فیہ وال مسلم من حجة الکفار تجوز فیہ اقامۃ الجمعہ والا عباد واما فی بلاد علیہا ولا کفار فیجوز للمسلمین اقامۃ الجمعہ والا عباد ایسی ہی جگہ جہاں تحقیق بعض شرائط میں شہر ہو احتیاطی رکعتیں رکھی ہیں نہ برائے مراعات خلافت فی المذہب کافی و محیط و علمگیریہ میں ہے فی کل موضع وقع الشک فی جواز الجمعۃ لوقوع الشک فی المصر وغیرہ ینبغی ان یصلوا بعد الجمعۃ اربع رکعات الخ فتح القدر و بحر الرائق میں ہے قد وقع شک فی بعض قری مصر مما لیس فیہا وال وقاض نازلان بما بل لہا قاض لیسیم قاضی الناحیۃ وھو قاض یولی باصلہا فیاتی القریۃ احياناً فیفصل ما اجتمع فیہا من التعلقات ینصرف ووال كذلك هل هو مصر نظراً الی ان لہا والیا وقاضیا ولا نظر الی عدمہما بما اذا اشتبہ علی

الانسان ذلك ينبغي ان يصلى اربعاً بعد الجمعة الخ شريعتهم تعدد وجعے ہوں اور سابق معلوم تو اس میں احتیاطی رکعات کا حکم جنہوں نے دیا وہ بھی مجرد عایت خلاف کے لیے نہیں کہ ایک امر محبت ہے بلکہ بشرت قوت خلاف کے باعث جس کے سبب برات عمدہ بالیقین نہیں انکے نزدیک یہاں احتیاط اسی معنی پر ہے علیہ میں ہے قد يقع الشك في صحة الجمعة بسبب فقد شروطها ومن ذلك ما اذا تعددت في المصنوع الواحد وجعل السبب او علمت المعية على القول بعد مجوز التعدد وهى واقعة اهل مَرَوْ فَيَفْعَل مَا فَعَلُوهُ قَالَ الْمَحْسَنُ امَّا هَتَمُهُم بَادَاءِ الاربع بعد الجمعة حتما احتیاطا غنیہ میں ہے اما من حيث مجوز التعدد وعدمه فالاولى هو الاحتیاط لان الخلاف فيه قوى اذا الجمعة جامعة للجماعات ولم تكن في زمن السلف تصلى الا في موضع واحد من المصنوع كون الصحيح مجوز التعدد وللضرورة وللغنى لا يمنع شرعية الاحتیاط للفقوى من الخالفين میں ہے هو مبني على ان ذلك الاحتیاط اى الخروج عن العهدة بيقين لان العلة اختلاف العلماء في جوازها اذا تعددت وفيه شبهة قوية ظاهر عیدین کی نماز مذہب امام شافعی میں سرے سے واجب ہی نہیں نہ شریعت کا دُل میں اگرچہ اسلامی ہو یا سنت ہے اور غیر اسلامی آبادی اُن کے نزدیک بھی محل جمعہ و عیدین نہیں اور سب سے قطع نظر ہو تو عایت خلاف وہاں تک ہے کہ اپنے مذہب کا مکروہ لازم نہ آئے نہ کہ فاسد و ناجائز محض۔ ایک گناہ تو یہ ہوا پھر جمعہ کہ صحیح نہیں نفل بتداعی ہوئے اور یہ بدعت ہے پھر جہاں نظر فرض ہے اور جماعت واجب اگر جمعہ کے سبب نظر اصلا نہ پڑھیں تارک فرض ہوں اور تنہا تنہا مثلاً بذریعہ رکعات احتیاطی پڑھیں تو ترک جماعت کے سبب تارک واجب کہ اول ہر بار اور ثانی بعد تکرار کبیرہ ہے درختار میں ہے یندب للخروج عن الخلاف لكن بشرط عدم لزوم ارتکاب مکروہ مذہبہ با این ہمہ اپنا یہ مسلک ہے کہ ایسی جگہ عوام جس طرح بھی اللہ و رسول کا نام لیں روکا نہ جائے نہ خود شرکت کی جائے اگر عدم شرکت میں فتنہ نہ ہو ورنہ بہ نیت نفل مشارکت ممکن کہ اختار اھو فھما درختار میں ہے کوہ تحویما وکل ما لا یجوز مکروہ صلاۃ مع شروق الا العوام فلا یمنعون من فعلھا لانھم یترکونھا والاداء الجائز عند البعض اولی من الترتک كما فی القنیۃ وغیرھا رد المحتار میں ہے وعزاه صاحب المصنف الى الامام حمید الدین عن شیخہ الامام المجوبى والى شمس الاثنۃ الخوافی وعزاه فی القنیۃ الى الخوافی والنسفی نیز درختار باب العیدین میں ہے لا یکبر فی طریقھا ولا یتنفل قبلھا مطلقا وکذا بعدھا فی مصلھا فانہ مکروہ عند العامة وهذا للخواص اما العوام فلا یمنعون من تکبیر ولا تنفل اصلا لقلۃ رغبتھم فی الخیرات بحروفی ہامشہ بخط ثقتہ ان علیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ رأى رجلا یصلی بعد العید فقیل اما تمنعہ یا امیر المؤمنین فقال اخاف ان ادخل تحت الوعید قال اللہ تعالیٰ ارایت الذی یفھی عبد اذا صلی وارتحب حکومت اسلام سے دارالاسلام ہو جاتی ہے اور عیاداً باللہ عکس کے لیے فقط حکومت کفر کا فی نہیں بلکہ شرط ہے کہ وہ جگہ کسی طرف دارالحرب سے متصل ہو اور کوئی مسلم یا ذمی پہلے امان پر نہ رہے اور شعار اسلام اُس سے بالکل بند کر دیے جائیں والعیاذ باللہ تعالیٰ جب شعار اسلام سے کچھ بھی باقی ہے بدستور دارالاسلام رہے گی تو یہیں ہے لا نصیر دارالاسلام دارحرب الا باجواء اجزاء الشرك و باتصالھا بدار الحرب وبان لا یبقی فیھا مسلم او ذمی بالا مان الاول و دارالحرب نصیر دارالاسلام باجواء احکام اهل الاسلام فیھا وان بقی فیھا کافراصلی وان لم یصل بداد الاسلام جامع رموز میں ہے لاختلاف ان دار الحرب

تصیر دارالاسلام باجاء بعض احکام الاسلام فيها واما صيرورتها دارالحرب فعوذ بالله منه فعندة بشرط واحد هاجراء احكام
الكفا شقارابان يحكم الحاكم بحكمهم ولا يرجون الى قضاة المسلمين كما في الحيرة والثاني الاتصال بدارالحرب والثالث
زوال الثمان الاول وقال شيخ الاسلام ولا امام الا سبيحاني ان الدار محكومة بدارالاسلام ببقاء حكم واحد فيها كما
في العمادى وغيره لمطحاوى على الدرر من ہے ذکر الاستروشنی فی فصولہ عن ابی الیسر ان دارالاسلام لا تصیر دارالحرب
ما لم یبطل جمیع ما به صارت دارالاسلام و ذکر الاسبیحانی فی مبسوطہ ان دارالاسلام محکوم بكونها دارالاسلام فیبقى هذا
الحکم بقاء حکم واحد فيها ولا تصیر دارحرب الا بعد زوال القرائن ودار الحرب تصیر دارالاسلام بزوال بعض القرائن
وهو ان تجرى فيها احکام اهل الاسلام و ذکر الملا مشی فی واقعاتہ انھا صارت دارالاسلام بهذه الاعلام الثلاثة فلا تصیر
دارحرب ما بقى شئ منها و ذکر الامام ناصو الدین فی المنشوران دارالاسلام صارت دارالاسلام باجاء احکام الاسلام
فما بقيت علقه من علائق الاسلام تبرج جانب الاسلام انتهى والله الحمد والله تعالى اعلم

مسئلہ - از قلند چمرہ ضلع علی گڑھ مسئلہ قبول احمد صاحب ۲۷ رمضان ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک حافظ صاحب نے نماز میں پڑھا ورحمة للمؤمنین ولا یزیدون کو ساکن پڑھا اور انس توڑی
پورا وقف کیا یہ خیال تھا کہ یہاں آیت ہے پھر اپنے کیے پر اصرار کیا دوسرے صاحب نے کہا یہاں لا ہے وصل ضرور تھا حافظ صاحب
نے خیال نہ کیا انھوں نے نماز کا اعادہ کیا حافظ صاحب نے کہا اعادہ درست نہیں گو عمد غلط پڑھا لیکن معنی میں کچھ فساد نہیں ہوا
نماز صحیح ہے انھوں نے کہا عمد کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن کو جانکر غلط پڑھو یہ تو سخت گناہ ہوگا حافظ نے کہا گناہ ہوگا لیکن نماز
صحیح ہے ارشاد فرمائیے کہ اعادہ درست ہوا یا وہی نماز صحیح ہے جس کتاب سے سند ہو اُس کا پورا پتہ تحریر ہو۔ بینوا توجروا

الجواب

وقف وصل میں اتباع بہتر ہے مگر اُس کے نہ کرنے سے نماز میں اصلاً کچھ خلل نہیں آتا خصوصاً ایسی جگہ کہ کلام تام ہے قصد
وقف میں بھی حرج نہیں اعادہ محض بے معنی تھا ہاں قصد مخالفت البتہ گناہ بلکہ بعض صورتوں میں سب سے سخت ترک حکم کا مستوجب ہوگا مگر وہ
مسلمان سے متوقع نہیں علی گریہ میں ہے اذا وقف فی غیر موضع الوقف او ابتداء فی غیر موضع الابتداء ان لم یتغیر بہ المعنی
تغیرا فاحتسب ان قرأ ان الذین امنوا و عملوا الصلحت و وقف ثم ابتداء بقوله اولئک ھو خیر البریۃ لا نقصد
باجماع بین علما ثنا ھکذا فی المحیط۔ والله تعالى اعلم۔

مسئلہ - از کلرالہ ضلع ہمایوں مرسلہ یسین خاں، رضوی الحجہ ۱۳۳۶ھ

در میان میں ایک سورت ترک کرنے سے نماز میں کچھ حرج ہے یا نہیں۔ انا تم نے آٹھ دس آیتیں پڑھ کر ایک یا دو آیتیں ترک
کے پھر قرأت شروع کی اور دس یا آٹھ آیتیں پڑھ کر رکوع کیا نماز میں کچھ حرج ہوا۔؟

الجواب - چھوٹی سورت یحییٰ میں چھوڑنا مکروہ ہے جیسے اذا جاء کے بعد قل ھو اللہ اور بڑی سورت ہو تو حرج نہیں

جیسے والتین کے بعد انا انزلنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اس سے نمازیں حرج نہیں جبکہ سہوا ہو اور قصداً دو ایک آیت بیچ میں چھوڑ دینا مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز فرض میں تین آیت کے بعد لقمہ دینا چاہیے یا نہیں اور تراویح نماز ایک مسجد میں دو مصلے پر جائز ہے یا نہیں۔ بینوا تو مجروا

الجواب

امام جہاں غلطی کرے مقتدی کو جائز ہے کہ اُسے لقمہ دے اگرچہ ہزار آیتیں پڑھ چکا ہو یہی صحیح ہے۔ رواںمحتار میں ہے الفتوح علی امامہ غیر منہی عنہ بھی اُسی میں ہے سواء قوال الامام قد رد ما يجوز به الصلوة ام لا انتقل الى اية اخرى ام لا تكرر الفتوح ام لا ہوا کا صبح غصہ تراویح کی دو یا زائد جماعتیں ایک مسجد میں ایک وقت میں جبکہ ایک کی آواز سے دوسرے کو اشتباہ نہ ہو دور دور زیادہ فاصلے پر ہوں جیسی مکہ معظمہ مسجد الحرام شریف میں ہوتی ہیں جائز ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے نماز میں آخر سورہ بقرہ پڑھا اور بجائے ربنا لا توخذنا ربنا ولا توخذنا یعنی باز یاد حرف واد سہوا پڑھ گیا تو نماز اُس کی درست ہوئی یا نہیں۔

الجواب

ہوئی لا ہذا لم تؤثر خللا فی المعنی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ امام نے غیر المغضوب پڑھا اور علیم ازراہ سو چھوٹ گیا نماز صحیح ہوئی یا فاسد۔

الجواب

نماز صحیح ہوگئی یعنی فرض اتر گیا لصحة المعنی فان حذف امثال اصلات شائع کثیرا ومنه المغفور بمعنی المغفور له کما فی طہل رأیتہ فی حدیث عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مگر واجب کہ قرات سورہ فاتحہ بتام تھی اُس کی ادا میں قصور ہوا سجدہ سہوا چاہیے تھا اگر نہ کیا اعادہ نماز چاہیے رواںمحتار میں علامہ رحمۃ سے ہے بترك شیء منها اية او اقل ولو حرفا لا یكون اتیا بکلمها الذی هو الواجب واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس لفظ کے بارے میں کہ اگر یرزقکم کو بزرگ پڑھا جائے تو کیا خوابی اور قسم کا گنہگار ہوگا خطبہ اولیٰ میں لکھا ہے یرزقکم اور قاری صاحب پڑھتے ہیں یرزقہ اس نے میں غلطی پکڑا ہوں اس میں اگر میرا قصور ہو تو میں تسلیم کروں اور قاری صاحب کی غلطی ہو تو ان پر کیا۔ لفظ فاطمہ الزہراء مدچار الف ہے قاری صاحب نے بے مد کے ادا کیا یہ لفظ نے کیا خطا کیا ہے اس کے اول لفظ شہائد میں چار الف اُس نے ہمارے نہیں کیا اس میں کیا حکم ہے۔

الجواب۔ اگر خطبہ میں اُس نے یرزقکم کی جگہ یرزقہ یا شہید کا ت پڑھا تو ضرور غلط پڑھا اور گرفت صحیح ہے مگر خطبہ میں ایسی

غلطی کا اثر نماز پر نہیں پڑتا نماز ہو جائے گی اور یوز کلمہ بر تشدید کاٹ پڑھا تو غلطی بھی نہیں کہو۔ تعالیٰ الم تخلقکم من ماء مہین
واللہ تعالیٰ اعلم یہ متصل ہے اور متصل واجب ہے تلاوت میں اس کا ترک حرام ہے کما نص علیہ فی رد المحتار مگر خطبہ کا
حکم تلاوت کا سا نہیں ہو سکتا ایک بات چیت ہے کہ امام مقتدیوں سے کرتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از جو ناگزہ سرکل دارالمہام مرسلہ مولوی امیرالدین صاحب ۲۰ رجب ۱۳۳۸ھ

ایک مسجد کا امام آیہ اذا نودی للصلوة من يوم الجمعة کو جموعۃ مع الواوصاف پڑھتا ہے اور فی لیلۃ القدر کو پی لیلۃ
الکھدر صاف پڑھتا ہے اب نماز ہوتی ہے یا نہیں اور ایسے شخص کو امام بنانا چاہیے یا نہیں - بینوا توجروا -

الجواب

یہ سوال دو مسئلوں پر مشتمل مسئلہ اولیٰ اشباع حرکات کہ ان سے حروف پیدا ہو جائیں مثلاً فتوح سے الف ضمہ سے واو کسرہ سے یا۔
اس میں متاخرین سے روایات مختلف ہیں عین اللامہ کرامیسی وجار اللہ زنجشیری نے کہا اگر والصلوات کی جگہ والصلوات پڑھا نماز فاسد
نہ ہوگی عین اللامہ نے کہا تو من کو نو مین پڑھنے میں فساد نہیں زنجشیری نے کہا ہدیت کو ہادیت پڑھنا مفسد نہیں اور انھیں عین اللامہ
نے کہا لم یلد کو لم یالد پڑھا تو اعادہ نماز احوط ہے انھیں نے کہا اگر نشکروک یا نکفروک یا نترک میں اشباع کر کے نشکروک،
نکفروک، نترک پڑھا نماز کا اعادہ کرے قیہ میں ہے عک وجار اللہ والصلوات لا تقصد عک ولو قرأ نستعینک او تو مین
بک لا تقصد جار اللہ قرأ فی من ہادیت لا تقصد لانہ اشباع لفتح عک فی الاخلاص لم یالد فالاعادۃ احوط فی قولہ
نشکروک و نکفروک و نترک یحید انتھی مخضرا اور ہمارے المہم قدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قضیہ مذہب پر تفصیل ہے اگر وہ
محل محل اشباع ہے جیسے مقامات وقف مثلاً نعبد کی جگہ نعبداً (اگرچہ وہاں وقف نہ ہو جیسے اللہ اکبر میں اللہ اشباع ہا کہ وقف
وصل کی تبدیل اصلا مفسد نہیں کما فی الہندیۃ والدارالمختار وغیرہما یا فیہ، عنہ، منہ یدخلہ، تشکروہ وانہ میں
اشباع ہا تو قطعاً مفسد نہیں ورنہ اگر اشباع سے معنی بتغیر فاحش متغیر ہو جائیں جیسے ربنا کی جگہ ربنا یا اللہ اکبر میں کلمہ جلال کے
عوض اللہ یا اکبر کی جگہ اکبر یا قول اصح میں اکبار یا کلمہ محل ہو جائے جیسے بجائے نعبد یا نعبود یا الحمد کی جگہ الحمد
بسکون یکم تو فساد ہے ورنہ نہیں خانیہ میں ہے لو قرأ ایاک نعبد و اشبع ضم الدال حتی یصیر طاء الم تفسد صلاتہ و جیمہ کروری میں
ہے لو زاد حرفاً لا ینفی الماعنی لا تقصد عندہما وعن الثانی روایتان کما لو قرأ فاحشی عن المنکر بزیارۃ الباء و تعدی حد و دہ
یدخلہم ناراً و ان غیر افسد الخ در مختار میں ہے کبر بالحدف اذ مند احد الهمزین مفسد و تعدی کفروک و کذا الباء
فی الاصح رد المحتار میں ہے المد فی اللہ ان کان فی اولہ لم یصیرہ شارعاً لفسد الصلاۃ لو فی اثنا ثمان و ان فی وسطہ کبرہ و فی
آخرہ خطأ ولا یفسد والمد فی اکبر فی اولہ مفسد و فی وسطہ افسد و قال صدداً لشمید صحیح و فی آخرہ قد قیل یفسد حلیہ
ملخصاً قول و ینبغی الفساد بہا لہا لا نہ یصیر جمعاً لہا کما صرح بہ بعض الشافعیۃ تامل و ما فی رد المحتار لخصاً و ایتنی کتبت
علی قولہ قد قیل یفسد ما نصہ اقول لا ینظر الفرق بین مد الراء من اکبر والہاء من الجلالۃ وقد قال فی البیہق السبیل

لومدها والله فهو خطأ فذکر الومد راءه اء اقول و یؤیدہ ما یاقی فی المفسدات عن البرازیة شرًا ان القراءة بالالحان
تفسد ان غیر المعنی والا لا اء وکتبت علی قولہ تأمل ما مضی فانه خلاف المنقول عندنا کما علمت وغایتہ ان یکون مترودا
بین الاشباع وهو غیر مفسد للمعنی کما قد مناعن الخانیة و بین جمع الالهی وهو مغیر وبالاحتمال لم یثبت التغیر کما تدل
علیه فروغ حجة لا نکاد تحصیه و سبب صرح به المحشی فی المفسدات حیث یقول عند الاحتمال ینتفی الفساد لعدم متیقن الخطاء
فالوجه ما هو المنقول اُس میں ہے قولہ بالالحان ای بالنغمات وحاصلہا کما فی الفتح اشباع الحركات لمراعاة النغم قولہ ان
غیر المعنی کما لو قرأ الحمد لله رب العلمین واشبع الحركات حتی اتی بواو بعد الدال و بیاء بعد اللام والهاء وبالف بعد الواو
ومثله قول المبلغ رابن الک الحمد بالف بعد الواو لان الواو هو زوج الام کما فی الصحاح والقاموس اء اقول ذکرنا یتان الواو بعد
الدال والباء بعد الهاء وقع فی غیر موقعہ لما علمت انہما محل الاشباع ولا یتغیر فیہ المعنی وانہما مشی المحشی رحمہ الله
تعالی علی ما ظن سابقا فی اشباع ہاء الجلالة وقد علمت انہ خلاف المقصد مختار محققین قول المہم تقدیر میں ہے کما بینہ فی
الغنیة اور ظاہر اللفظ جموعۃ شق ثانی سے ہے کہ اُس کے معنی معلوم نہیں واللہ تعالیٰ اعلم مسئلہ ثانیہ حروف کو کچی زبان سے
اداکرنا یہ اگر ایسی جگہ ہو کہ فساد معنی لازم نہ آئے جیسے لا تقهر کی جگہ لا تکهر تو امام اعظم و امام محمد کے نزدیک مطلقاً مفسد نہیں و رہے معتد اثر
مذہب مطلقاً فساد ہے اور پ یا ج یا گ بولنے میں فساد اظہر کہ یہ حروف کلام اللہ تو کلام اللہ کلام عرب ہی میں نہیں قبیحہ میں
سألت استاذنا برہان الاثمة المطرزی عن قرأ فی صلاتہ کلمۃ فیہا جیم بالجیم والباء یاء هل تفسد فتأمل فیہ کثیرا
ثم تقر رأیہ علی انہ لحن مفسد قلت ینبغی ان لا تفسد علی ما احتج بہ المتأخرون انہ اذا تقارب المخرج لا یکون لحن
مفسدا لہ ملخصا یہ مسئلہ الشہ ہے اور اُس کی تفصیل و تحقیق ہمارے فتاویٰ میں ہے اور عامۃ المہم کافی بہ یہی ہے کہ اُس کی امامت
صحیح نہیں اور نماز اُس کے پیچھے فاسد ہے فی الجبیریۃ امامۃ الالغی بالفصیح فاسدة فی الراجح الصحیح تو پی لیلۃ الکھدر پڑھنے
والے کے پیچھے صحیح خواں کی نماز باطل ہے اور اُسے امام کرنا حرام ہذا اجملة الکلام وللتفصیل غیر ذلک من المقام واللہ سبحنہ
و تعالیٰ اعلم۔

بَابُ الْإِمَامَةِ

مسئلہ۔ اگر امام رفع یدین کرتا ہے اور آمین بکارتا ہے اور ب مقتدی خفی المذہب ہیں کہ آمین بالجہر اور رفع یدین نہیں کرتے
اور مقتدی اُس کی امامت سے پناہ مانگتے ہیں مگر وہ نماز جبراً پڑھاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اس فعل کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا خواہ میرے پیچھے
کوئی نماز نہ پڑھے اور وہ علم بھی رکھتا ہے پس ایسے امام کے واسطے کیا حکم ہے اُس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں کیا حکم شرع شریف دیتی ہے۔
الجواب۔ ان بلا دیں آمین بالجہر و رفع یدین والے غیر مقلدین ہیں اور غیر مقلدین گمراہ بدین اور ان کے پیچھے نماز ناجائز کما حقنا

فی النہی الاکید عن الصلاة وراعی التعلیل اور اگر بالفرض کوئی سنی صحیح العقیدہ شافعی المذہب بھی آگیا ہو تو اسے ہرگز حلال نہیں کہ کراہت مجمع جماعت و نفرت جملہ مقتدیان کے ساتھ بالجبر ان کی امامت کرے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں تین شخصوں کی نماز ان کے کانوں سے بالشت بھرا دی نہیں اُتھتی یعنی مردود ہے قبول بارگاہ کی طرف بلند نہیں کی جاتی واحد منهم من امر قوما وھملہ کادھون ان میں ایک وہ جو لوگوں کی امامت کرے اور وہ ناراض ہوں۔

مسئلہ۔ ایک شخص حافظ قرآن ہے مگر آدھا کلہ لا الہ الا اللہ پڑھتا ہے اور خود ولی بن کر جو رتوں مردوں کو نصف کلہ پڑھاتا ہے اور محمد رسول اللہ بظاہر اس کی زبان سے نہیں سنا جاتا ہے اور وہ امامت بھی کرتا ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز است محمدیہ حنفیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی درست ہے یا نہیں۔

الجواب

صوفیہ کرام نے تصفیہ قلب کے لئے ذکر شریف لا الہ الا اللہ رکھا ہے کہ تصفیہ حرارت پہنچانے سے ہوتا ہے اور کلہ طیبہ کا یہ جز گرم و جلالی ہے اور دوسرا جز اکرم سرد خشک جلالی ہے اگر ایسے ہی موقع پر صرف لا الہ الا اللہ کی تلقین کرتا ہے تو کچھ حرج نہیں اور اگر خود کلہ طیبہ پڑھنے میں صرف لا الہ الا اللہ کافی سمجھتا ہے اور معاذ اللہ محمد رسول اللہ کہنے سے احتراز کرتا ہے تو اس کی امامت ناجائز ہے کہ یہ ذکر پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معاذ اللہ بیہودہی پر دلیل ہے اور اگر واقعی اسے محمد رسول اللہ کہنے سے انکار ہے یا یہ ذکر کریم اسے مکروہ دنا گوار ہے تو صریح کافروستوجب تکفیر فی النار والعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ۴۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اگر امام نماز پڑھائے جماعت کی اور اللہ آواز سے کہے اور اکبر نہ کہے کسی مقتدی کو نہ سالی اُٹھے جائز یا ناجائز۔

الجواب

اللہ اکبر پورا آواز کہنا مسنون ہے سنت ترک ہوئی نماز میں کراہت تنزیہی آئی مگر نماز ہو گئی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از در ضلع نینی تال ڈاکخانہ کچھارسد عبد العزیز خاں ۴ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے رباعی نماز سے ایک رکعت آخری پائی اور وہ شخص قعدہ اولیٰ کے واسطے دوسری رکعت میں قعدہ کرے گا یا اس کو چاہیے کہ دوسرے میں قعدہ کرے یا تیسری میں اور اگر تیسری میں قعدہ اولیٰ کیا تو اس پر مجزہ ہوا آئے گا یا نہیں۔ بینوا تو جروا۔

الجواب

قول ارجح میں اسے ہی چاہیے کہ سلام امام کے بعد ایک ہی رکعت پڑھ کر قعدہ اولیٰ کرے پھر دوسری بلا قعدہ پڑھ کر تیسری پر قعدہ اخیرہ کرے درمختار میں ہے یقینی اول صلاۃ فی حق قرأۃ و آخرھا فی حق تشهد و عند رکۃ من غیر فحویاتی برکعتین بفاتحۃ وسورۃ ولشہد بینہما وبراۃ للرباعی بفاتحۃ فقط ولا یقعد قبلہا مگر اس کا عکس بھی کیا کہ دو پڑھ کر بیٹھا پہلی پقعدہ

ذکیا پھر تیسری پر قعدہ اخیرہ کیا تو یوں بھی نماز جائز ہوگی سجدہ سہولہ لازم نہ آئے گا رد المحتار میں ہے قال فی شرح المنیۃ ولو لم یقعد جاز
استحسانا لا قیاسا ولم یلزمہ شیخہ المستھد لکون الركعة اولی من وجہ اقول یہ فیصلہ بعینہا فتویٰ سیدنا عبد اللہ بن سعود رضی اللہ
تعالیٰ عنہ ہے کما ذکرہ محمد المذہب محمد رحمہ اللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۱۷، ارجمادی الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک اندھا ہے لیکن حافظ قرآن اور قاری ہے اور سائل روزہ نماز سے بھی اچھی طرح واقف ہے اور نیز آیات قرآن مجید کا ترجمہ کر سکتا ہے اور بہت سی حدیثیں بھی جانتا ہے اور اس لیاقت کا کوئی شخص اس محلہ میں نہیں ہے اُس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الحيوانات

ہر جماعت میں سب سے زیادہ سخت امامت وہی ہے جو ان سب سے زیادہ مسائل نماز و طہارت جانتا ہے اگرچہ لوہو مسائل میں بہ نسبت دوسروں کے کم علم ہو مگر شرط یہ ہے کہ حروف اتنے صحیح ادا کرے کہ نماز میں فساد نہ آنے پائے اور فاسق و بد مذہب نہ ہو جو شخص ان صفات کا جامع ہو اس کی امامت افضل اگرچہ اندھا ہو کہ زیادہ علم کے باعث کراہت نابینائی زائل ہو جاتی ہے ہاں فاسق و بد مذہب کی امامت بہر حال مکروہ اگرچہ سب حاضرین سے زیادہ علم رکھتے ہوں یہ ہیں اگر حروف ایسے غلط ادا کیے کہ نماز گئی تو امامت جائز ہی نہیں اگرچہ علم ہی ہو ورنہ مختار میں ہے الاحق بالامامۃ الاعلم باحکام الصلاة فقط صحۃ و فسادا بشرط اجتنابہ للفواحش الظاہرة او ملخصا کافی میں ہے الاعلم بالسنة اولی الان یطعن علیہ فی دینہ بحر الموائت میں ہے قید کراہت امامۃ الاعلیٰ فی المحیط وغیرہ بان لا یکون افضل القوم فان کان افضلہم فهو اولیٰ رواہ المحمدریں ہے اما الفاسق فقد علوا کراہتہ تقدیمہ فانہ لا یجتہد لامردینہ و بان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیہما انتہ شرا و لا یخفی انہ اذا کان اعلیٰ غیرہ لا یتزول العلة فانہ لا یومن ان ینصلي بہم بغير طہارة فهو کالمبتدع تکرر امامتہ بکل حال الخ والله تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ارچھاؤنی کا مٹی صنایع ناگیور مرسلہ حافظ محمد یقین الدین صاحب رضوی ۱۹ شعبان ۱۳۰۷ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جن مسجدوں میں کئی درجے ہوں اور ہر درجہ سے درہ پچھوہ تو امام کو ان کی ہر عراب و در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے یا صرف اندرونی محرابوں یا وسطانی دروں میں - بیضا و حروا

الجواز

مخرا ہیں وہی ہیں جو وسط میں قیام امام کی علامت کے لیے بنائی جاتی ہیں باقی جو فرجے دو سمتوں کے درمیان ہوتے ہیں درہیں اور امام کو بلا ضرورت تنگی مسجد ہر محراب وہ میں کھڑا ہونا مکروہ ہے بھرا طرف کے دھوں میں قیام نائی کراہت نہیں بلکہ با اوقات اور کراہتوں کا باعث ہوگا کرامام رات تب کہ محراب چھوڑ کر ادھر ادھر کھڑا ہونا مکروہ ہے اور اگر مسجد کی صفت پوری ہوئی تو اس صورت میں امام وسط صفت کے محاذی نہ چوگا یہ ہر امام کے لیے مکروہ ہے اگرچہ غیر راتب ہو تو یہ لا بھار میں ہے کہ یہ قیام الامام فی المحراب مطلقاً اور ملخصاً بحر الرائق میں ہے مقتضی ظاہر الروایۃ الکواہرہ مطلقاً

روالمختار میں ہے فی معراج الدرایۃ من باب الامامة الاصح ما روی عن ابی حنیفۃ انہ قال اکوۃ للامام ان یقوم بین السامعین
او زاویۃ او ناحیۃ المسجد والی ساریۃ لانہ بخلاف عمل الامۃ اہ و فیہ ایضا السعۃ ان یقوم الامام ازاع و وسط الصف الا تری
ان المحارب ما مضت الا وسط المساجد وہی قد عینت لمقام الامام اہ و فی التاثر خانیت و بکرہ ان یقوم فی غیر المحراب الا ضرر
اہ و مقتضاہ ان الامام لو ترک المحراب وقام فی غیرہ بکرہ ولو کان قیامہ وسط الصف لانہ خلاف عمل الامۃ و هو ظاہر فی الامام
الراقب دون غیرہ و المنفرد فاعتنہ هذه الفائدة اہ اسی میں ہے عن المعراج عن الحلواتی عن ابی الیث لا یکرہ قیام الامام
فی الطاق عند الضرورة بان ضاق المسجد علی القوم اہ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از پہلی بحیث مسجد جامع مسئلہ مولوی احسان صاحب بہر جب مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہ نہ حافظ قرآن ہے نہ مسائل داں نہ علم قرأت سے واقف ایک معمولی اردو زبان بلکہ
بازار میں کتب فروش و خلیں فروش کی دوکان کرنے والا ہے ایک مسجد کا امام بننا چاہتا ہے حالانکہ دو عالم متقی و محتاط اسی مسجد میں اور بھی موجود ہیں اور تمام
مسجد و اکثر نمازی اس شخص کی امامت سے راضی نہیں اس صورت میں ایسے امام کے حق میں کیا حکم ہے اور ان علماء کی اقتدا کی نسبت کیا ارشاد ہے بلیغ و جود

ال جواب

صورت مسئلہ میں اس شخص کو امام بننا جائز نہیں اگر امامت کرے گا گنگار ہوگا کہ جب لوگ اس کی امامت اس وجہ سے ناپسند رکھتے ہیں کہ اس
زیادہ علم والے موجود ہیں تو اسے امامت کرنا شرعاً منع ہے و مختار میں ہے لوام قوما دھملہ کارہون ان الکراہۃ لفساد فیدہ اولانہما حق
بالامامة منکرہ لہ ذلک تحویا الخ پس شخص مذکور ہرگز امامت نہ کرے بلکہ جو سنی صحیح العقیدہ غیر فاسق کہ حدوت بقدر صحت نماز ٹھیک واکرتا
اور وہاں کے نمازیوں میں سب سے زیادہ مسائل نماز کا علم رکھتا ہو اسی کو امام کیا جائے کہ حق صاحب حق کو پہنچے اور مقتدیوں کی نماز بھی خرابی و
خوش اسلوبی پائے حدیث میں ہے ان سرکم ان تقبل صلاکم فلیؤکم علماءکم اگر تعین اپنی نماز مقبول ہونا منظور ہے تو چاہیے کہ تمہارے علم و تقویٰ کا
امامت کریں رواہ الطبرانی فی الکبیر عن مرشد الفنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و فی الباب عن ابی عمرو عن ابی امامۃ الباہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا یہ شخص جس کے
جمل کے باعث اکثر نمازی اس کی امامت سے ناراض ہیں ان سخت وعیدوں سے خوف نہیں کرتا جو ایسے امام کے حق میں آئیں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لئن لا یقبل اللہ منہم صلاۃ من تقدم قوما و ہم لکارہون تین شخص ہیں جن کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا ایک وہ
جو لوگوں کی امامت کرے اور وہ اسے ناپسند رکھتے ہوں اخبرہ ابو داؤد و ابن ماجہ عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و فی الباب عن ابن عباس
و عن عمرو بن عارث و عن جنادة بن امیہ و عن ابی امامۃ الباہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم دوسری حدیث میں ہے من ام قوما و ہم لکارہون تین شخص ہیں جن کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا ایک وہ
لم یزل فی سفال الی یوم القیامۃ جو کسی قوم کی امامت کرے اور ان میں وہ شخص موجود ہو جو اس سے زیادہ قاری قرآن و ذی علم ہے وہ قیامت تک
پستی و خواری میں رہے گا اخبرہ العقیلی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و اللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۱۲ رجب الاول شریف ۱۳۸۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زیادہ ایک مسجد میں ہمیشہ سے امامت کے واسطے معین ہے اور ایک شخص اس سے افضل

کسی شہر سے آیا چند آدمیوں نے چاہا کہ شخص فاضل ہے اس وقت کی نماز میں پڑھائے امام قدیم سے پوچھا کہ آپ کی اجازت ہے یا نہیں اُس نے انکار کیا مگر چند آدمیوں نے اس مسافر کو کھڑا کر دیا یہ لوگ اور مسافر امام قدیم کے مواخذہ دار ہوئے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر امام قدیم میں مثل غلط خوانی قرآن بعد از اذان یا بد مذہبی مثل دہا بیت وغیرہ قلعہ یا فسق ظاہر مانند شراب خواری و زنا کاری کوئی خلل ایسا نہ ہو جس کے باعث اُسے امام بنانا شرعاً ممنوع ہو تو اس مسجد کی امامت اُسی کا حق ہوتی ہے اُس کے ہوتے دوسرے کو اگرچہ اُس سے زیادہ علم و فضل رکھتا ہو بے اُس کی اجازت کے امام بنانا شرعاً ناپسندیدہ و خلاف حکم حدیث و فقہ ہے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یؤمن الرجل فی سلطانہ الا وہ احمد و مسلمہ عن ابی مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسری حدیث میں ہے من زار قوما فلا یومہم و لیومہم رجل منہم رواہ احمد و ابوداؤد و الترمذی و النسائی عن مالک بن الحویث رضی اللہ تعالیٰ عنہ در مختار میں ہے صاحب البیت و مثله امام المسجد الراجح اولی بالامامة من غیرہ مطلقاً الخ و المختار میں ہے اسی و ان کان غیرہ من الحاخوین من ہوا علم و اقرا منہ پس صورت مستفسرہ میں اگر اُس امام قدیم میں اس قسم کا کوئی خلل نہ تھا تو بلاشبہ باوصف اُس کی منافقت کے اس مسافر کا امام بنانا حق اُس کے حق میں درست اندازی کرنا ہوا اور یہ خود اہل وہ چند آدمی جنہوں نے ایسی حالت میں اُسے امام بنایا مبتلائے کراہت و مخالفت حکم شریعت ہوئے۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از سیتا پور محلہ تاسم گنج مرسلہ حضور ذوالعزیزین صاحب عالم عظیم المعین ۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۲۹ ہجری

بخدمت علمائے متبحرین متمسک ہوں مثلاً کوئی لڑکا کہ عمر اُس کی تیرہ یا چودہ برس کی ہے اور وہ قرآن شریف پڑھا ہے لیکن کبھی نماز نہیں پڑھتا اور باوجود ہونے متصل مسجد مکان کے بیٹھا رہتا ہے اور نماز جمعہ کی قصد نہیں پڑھتا اور نابالغ ہے اور اپنے گھر کی عورات کو لے کر میلہ ہنود میں جے کر میلہ کنبہ اور میلہ ردنا وغیرہ میں جاتا ہے اور عورتیں اُس کے گھر کی دھوبلا پوش ہیں اور پریش دم ہنود کی کرتی ہیں اُس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں اور اگر ایسا لڑکا نماز جنازہ پڑھائے تو درست ہے یا نادرست۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر فی الواقع اس کے یہاں کی عورات غیر خدا کو پوجتی ہیں یعنی حقیقتہً دوسرے کی عبادت کہ شرک حقیقی ہے (نہ صرف و بعض رسوم جاہلیت یا افعال جاہلیت کہ حدیث و گناہ سے متجاوز نہیں گواہل تشدد انہیں بنام شرک و پیش غیر تعبیر کریں) اور وہ اس شرک حقیقی پر مطلع اور اس پر راضی ہے تو خود کا فرد مرتد ہے فان الوضوء بالکف کفر اس تقدیر پر وہ بالغ ہو خواہ نابالغ کسی بچے کی بھی کوئی نماز اس کے پیچھے صحیح نہیں ہو سکتی نہ اُس کے پڑھے سے نماز جنازہ کا فرض ماقط ہو فان الکافر لیس من اهل العبادۃ اصلاً اور اگر ان عورات کے افعال حد کفر تک نہیں یا ہیں مگر یہ اُن پر راضی نہیں تو مسلمان ہے پس اگر فی الواقع نابالغ ہے تو بالغین کی نماز اُس کے پیچھے صحیح نہیں اگرچہ نماز جنازہ ہی ہو یاں جنازہ میں امامت کرے گا تو ظاہراً نماز فرض کفایہ یعنی ادا ہو جائے گی کہ گواہوں کی نماز اُس کے پیچھے نہ ہو اس کی اپنی تو ہونگی سقوط فرض کیلئے اسی قدر میں ہے کہ نماز جنازہ میں جماعت شرط نہیں و لہذا اس میں عورت کی امامت سے بھی فرض ماقط ہو جاتا ہے فی الدرد المحتار لا یصح

اقتداء رجل بامرأة وصبي مطلقاً ولو جنازة أسي کے صلاة الجنائز میں ہے لو امر بلا طهارة والقوم بها اعيدت وبكسره لا
 كما لو امت امرأة ولوامة لسقوط فرضها بواحد روا مختار میں ہے صرح الاسترومشي ان الصبي اذا غسل الميت جازاه
 اى يسقط به الوجوب فسقوط الوجوب بصلاة على الميت اولى لا تخادعاء وهو اقرب للاجابة من المكلفين اسي میں ہے نقل في
 الاحكام عن جامع الفتاوى سقوطها بفعله كروا السلام وتمام تحقيقه فيه من الامامة ومن الجنائز اور اگر باغ ہے تو ہر نماز یہاں تک
 کہ فرائض پنجگانہ ہی اس کے پیچھے ہو تو جائیں گے کہ داری ہو پھر شرط صحت امامت نہیں بلوغ درکار ہے اور وہ ظہور آثار مثل احتلام وغیرہ سے لڑکوں
 میں بارہ برس کی عمر سے ممکن لیکن جبکہ وہ اراک الصلاة اور بلا تاویل تارک جمع ہے بعد ہے عذر صحیح ترک جماعت و ترک مسجد اور ہنود کے میلوں میں جانے
 اور اپنی عورت کو لے جانے کا عادی ہے تو بوجہ کثیر فاسق ہے کہ ان میں سے ہر امر فاسق کے لیے کافی تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے کہ پڑھی جائے
 تو شرعاً اس کا اعادہ مطلوب لما صرحوا به من كراهة الصلاة خلف الفاسق وان كل صلاة اديت مع كراهة فاختارنا دعاء وجوباً ولو تخويفاً
 وند بالوتنويه وقد اختار المحقق الحلبي كراهة التحريم في الفاسق وهو قضية الدليل لا سيما اذا كان معلناً اور نماز جنازہ میں اسے
 امام کرنا اور بھی زیادہ مایوس کہ یہ نماز بضرر دعا و شفاعت ہے اور فاسق کو شفاعت کے لیے مقدم کرنا حماقت تاہم اگر پڑھا دے گا تو جواز نماز و
 سقوط فرض میں کلام نہیں۔ کما لا يخفى والله تعالى اعلم بالصواب۔

مسئلہ - ۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس نے امام کے ساتھ کچھ رکعتیں نہ پائیں بعد سلام امام وہ اپنی رکعات باقیہ ادا کرتا ہے اس
 صورت میں کسی نے اس کی اقتدا کی تو اس اقتدا کرنے والے کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

ذ۔ فی تنزیل البصار المسبوق منصرفاً فيما يقضيه الا في اربع لا يجوز الاقتداء به والله تعالى اعلم

مسئلہ - یکم جمادی الآخرہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سود خوار کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے اور اسے امام مقرر کرنا چاہیے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

سود خوار فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز ناقص و مکدہ اگر پڑھ لی تو پھیری جائے اگرچہ مدت گزر چکی ہو و لہذا اسے ہرگز امام نہ کیا جائے
 جہاں امامت کرتا ہو بشرط قدرت معزول کر کے امام متقی صحیح العقیدہ صحیح القراءۃ مقرر کریں اگر قدرت نہ پائیں تو جمعہ کے لیے دوسری مسجد میں جائیں
 یہ ہیں پنجگانہ میں خواہ اپنی دوسری جماعت یہیں کر لیں صغیری میں ہے یکرہ تقدیر الفاسق کراہۃ تحویر مرقی الفلاح میں ہے کراہۃ امامۃ
 الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين فوجب اهانتہ شرعاً فلا یُعظم بتقدیمہ للامامة و اذا تعدد منعه ینقل عنه الی غیر مسجدہ
 للجمعة وغیرہا لمطوایر میں ہے ینبغ فیہ التذلیلی ومفادہ کون الکراہۃ فی الفاسق تحویمیۃ حاشیہ در مختار میں فرمایا فی تقدیمہ تعظیہ
 وقد وجب علیہم اهانتہ شرعاً ومفادہ کراہۃ التحویر فی تقدیمہ اور السعد کبیری میں ہے لو استویا فی العلم والصلاح واحد

اقرأ فقد موا الاخراساء واولا ياثمون فالاساءة لترك السنة وعدمه الا شرعاً لم ترك الواجب لا نعم قد موا وجلا صالحا كذا
فی فتاویٰ الحجۃ و فیہ اشارۃ الی انعم لو قد موا قاسقیا ثمون بناء علی ان کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحویل بعد ما اعتناہ با موردینہ و
تساہلہ فی الاتیان بلوازمہ فلا یبعد منہ الاخلال ببعض شروط الصلاۃ وفعل ما ینافیہا بل هو الغالب بالنظر الی فسقہ ولذا لم
تجز الصلوۃ خلفہ اصلاً عند مالک وروایۃ عن احمد النوا و اللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ سئلہ مرزا باقی بیگ صاحب رام پوری صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کو درمیں یعنی دوستوں کے بیچ میں کھڑا ہونا کیسا ہے۔ بیٹھا تو جبراً

الجواب

مکروہ ہے فی مکروہات الصلاۃ من رد المحتار عن معراج الدرایۃ باب الامامۃ الاصح ما روی عن ابی حنیفۃ انہ قال اکوہ للامام
ان یتقدمین الساریتین (الی قولہ) لانہ خلاف عمل الامامۃ انھی واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از امین گوالیار مرسلہ مولوی یعقوب علی خاں صاحب ۱۵ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان سنت و جماعت اس مسئلہ میں کہ زید سائل فقہ سے محض ناواقف اور زبور حدیث و تفسیر باوجود ان وصفا
کے بلا دلائل شرعیہ بیان کرے کہ جو مردم اپنی بی بی سے قربت کرے اور جب تک نہ نہادے سو بدعت ہے اور کہے کہ جو شخص دروازہ مسجد کو بحفاظت
مسجد بعد نماز عشاء مقفل کرے اس مسجد میں نماز قطعی حرام ہے وہ آدمی سنگسار کیا جاوے اور بغیر علم حدیث و تفسیر ترجمہ قرآن مجید کرے اور فرض کو سنت
اور واجب کو مستحب بیان کرے مجھوٹے حوالے کتاب کے دے اور بعد ہونے نماز جنازہ بارہ دوم تکبیر پانچ منوعہ سے نماز جنازہ پڑھائے اور بلا
دقیقت سائل دارکان نماز پیش امامی کرے نماز اس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں اور جائز کو ناجائز کہے اس کے حق میں اور اس کے مدد و معاون کے
حق میں شرعاً کیا حکم ہے۔ احکموا للہ بحوالۃ الکتاب۔

الجواب

زید جاہل سخت جری، بیباک ہے اولاً اس کا علی الاطلاق کتنا جوابی بی بی سے قربت کرے جب تک نہ نہائے معاذ اللہ اور بدعت ہے
شرعیہ بطورہ پر سخت افتراء ناپاک ہے حکم صرف اس قدر ہے کہ مہمما ممکن، نہانے میں تعمیل مندوب و محبوب ہے اگر نہ نہائے تو وضو کر رکھے
کہ جہاں جب ہوتا ہے وہاں فرشتے آنے سے احتراز کرتے ہیں مگر غسل میں تعمیل نہ کرنے والا معاذ اللہ اور بدعت ہونا نہ کہنا دوسرے سے گنگا بھی نہیں
جب تک تاخیر باعث فوت نماز یا دخول وقت کراہت تحریمی نہ ہو خود صاحب شرع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیم جواز کے لیے بعض اوقات بلکہ خاص
شبائے ماہبارک رمضان میں صبح تک تاخیر غسل فرمائی ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فعل سے امت کو دوسلہ تحقیق و رحمت
معلوم ہوں ایک یہی کہ غسل میں تعمیل گو بہتر ہے پر واجب نہیں نماز تک تاخیر کا اختیار رکھتا ہے دوسرے یہ کہ کمال وجاہت صبح کرنے سے روزے
میں کوئی غفل یا نقص نہیں آتا۔ احمد و بخاری و مسلم ام المونین صدیقہ دام المونین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی ان النبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کان یصبح جہنا من جماع ثم یغتسل ویصوم وادی روایت فی رمضان ثانیاً وثالثاً سئلہ مسجد میں خدا و رسول پر

دو افترا اور کیے ایک یہ کہ اس مسجد میں نماز حرام دوسرا یہ کہ وہ آدمی سنگسار کیا جائے پہلے افترا سے وہ ان لوگوں میں داخل ہوا جنہیں قرآن عظیم نے فرمایا ومن اظلم من منع مسجد اللہ ان ینذکوفہا اسمہ وسعی فی خراجہا اس سے بڑھ کر ظالم کون جو خدا کی مسجدوں کو ان میں یا د الہی لکھنے سے روکے اور ان کی دیرانی میں کوشش کرے۔ اور دوسرے سے وہ یگناہ سلم کے ناحق قتل کا فتویٰ دینے والا ہوا علما صاف اجازت دیتے ہیں کہ حاجت کے وقت غیر اوقات نماز میں حفاظت کے لیے دروازہ مسجد بند کرنا جائز ہے کہ غلق باب المسجد الا لحوق علی متاعہ بے یغنی در مختار ہذا هو الصحیح تبیین الحقائق والمسألة فی الفتح والبحر والنہر وغیرہا عامۃ کتب المذہب ہاں بے حاجت یا غیر ذلک حاجت خصوصاً اوقات نماز میں بند کرنا منع اور بند کرنے والا گناہ گار مگر ایسا کہ سنگسار کرنے کے قابل اور یہ سخت جہالت فاحشہ دیکھیے کہ اس مسجد میں نماز حرام۔ سخن اللہ اس نے تو ایک آدمی کو وقت دروازہ بند کیا یہ ہمیشہ کو تینا کیے دیتا ہے وہ سنگسار کرنے کے قابل ہوا کیس سزا کے لائق ہو گا رابعاً بے علم و فہم ترجمہ قرآن مجید میں دخل دینا گناہ کبیرہ ہے خود قرآن مجید فرماتا ہے ام تقولون علی اللہ مالا تعلمون حدیث میں ہے یہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من قال فی العشر ان بغير علم فلیتبا مقعدہ من النار جو بغير علم کے قرآن میں زبان کھولے وہ اپنا گھر جہنم میں بنائے رواہ الترمذی وصحیح ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما خامساً سادساً سابعاً بے سمجھے بوجہ مسائل شرعیہ میں غلط کرنا غلط سلسلہ جو موخر پر آیا فرض کو سنت واجب کو مستحب ناجائز کو جائز بنا دینا بھی گناہ عظیم ہے حدیث میں ہے حضور ید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اجروکم علی الفتیا اجروکم علی النار جو تم میں فتویٰ پر زیادہ بیباک ہے آتش دوزخ پر زیادہ جری اخراج الدار عن عبد اللہ بن ابی جعفر حضرت ثامنًا تاسعاً عاشراً کتابوں کے جھوٹے حوالے دینا کذب و افترا اور وہ بھی علما پر اور وہ بھی امور دین میں یہ سب سخت گناہ ہیں مسائل میں علما پر افترا شرع پر افترا اور شرع پر افترا خدا پر افترا قال اللہ تعالیٰ لا تقولوا لما تصف السنتکم الکذاب ہذا حلال و ہذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذاب ان الذین یفترون علی اللہ الکذاب لا یفلحون اور جنازہ کی نماز جب ایک بار ہو چکی تو ہمارے علمائے کرام کے نزدیک اس کا اعادہ جائز نہیں مگر یہ کہ صاحب حق یعنی ولی میت کے بے اذن دیے عام لوگوں کے کسی نے پڑھا دی اور ولی شریک نہ ہوا تو اسے اعادہ کا اختیار ہے پھر بھی جو پہلے پڑھ چکے اب نہیں کہ اس کی تکرار شرع نہیں فی الدار المختار فان صلی غیر ولی ممن لیس له حق التقدم علی ولی ولم ینال علی اعادہ ولو علی قبرہ ان شاء لا اجل حقہ لا لاسقاط الفرض ولذا اقلنا لیس من صلی علیہا ان یعید مع ولی لان تکرارہا غیر مشروع فان صلی من له حق التقدم او تابعہ ولی لا یعید وان صلی ولی بحق بان لم یخبر من یقدم علیہ لا یصلی غیرہ بعدہ اذ ملخصاً اور پانچ تکبیریں تو ہمارے اللہ بلکہ اللہ ربہ بلکہ جمہور اللہ کے نزدیک منسوخ ہیں بلکہ امام ابو عمر و سعید بن عبد البر ہاگی نے فرمایا چار بار اجماع منعقد ہو گیا و لہذا ہمارے علما کرام حکم فرماتے ہیں کہ امام پانچویں تکبیر کے وقت ہی ہرگز ساتھ نہ دیں خاموش کھڑے رہیں یہی صحیح ہے اور بعض روایات میں تو یہاں تک ہے کہ وہ تکبیر پنجم کے تو یہ سلام پھیر دیں کہ اتباع منسوخ کا رد خوب واضح ہو جائے فی الدار المختار لو کہ امام خمسہ الیقین لانه منسوخ فیکف الموت حق یسلطہ اذا سلطہ بے یغنی رد المحتار میں ہے درود عت الامام ابیہ یسلطہ للمحال ولا ینظر تحقیقاً للخافۃ زید کی یہ حرکت بھی وہی جہل و جرات ہے یا غیر قلعہ کی آفت و علت۔ بہر حال اس کے اقوال منکرہ و مغلط شاہ عدل کہ وہ فاسق و بیباک ہے اور فاسق کے پیچھے نماز کر وہ عاقبتی و خواب ہوتی ہے صریح ہے فی الغنیہ شرح المنیۃ والیہ اشارہ

فی فتاویٰ الحجۃ ورمایح الیہ فی رد المحتار ووضاحتہ فی رسالتنا النہی الاکید عن الصلاة وراء عدی التقليد پس حتی الامکان ہرگز اسکی اقتدا کریں اور جتنی نمازیں اُس کے پیچھے پڑھ چکے ہوں سب پھیریں اور ان باتوں پر جو اس کے مدد و معاون ہیں وہ بھی جرم و گناہ میں اُس کے شریک ہیں قال اللہ تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان گناہ اور مدد سے بڑھنے میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جملہ جہاد اتم واحکم

مسئلہ - ۱۸ محرم الحرام ۱۳۸۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید حافظ قرآن ہے مگر نوکری خاںساں (بیوا) گیری کی کرتا ہے اب اس نوکری سے اس نے توبہ کی اور اب اُس کے پیچھے لوگ نماز پڑھنے سے کراہت کرتے ہیں آیا کراہت کرنا اُن لوگوں کا جائز ہے یا بجائے صحت صاف کتابت و حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمائیے - بینوا تو جروا -

الجواب

اگر صرف اس وجہ سے کراہت کرتے ہیں کہ اس نے وہ نوکری کی تھی اگرچہ اب توبہ کر لی تو اُن کی کراہت بجائے کہ کوئی گناہ بعد توبہ باقی نہیں رہتا حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الما تب عن الذنب کن لا ذنب لہ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم وعلیہ جملہ جہاد احکم -

مسئلہ - ۱۹ از علی گڑھ کارخانہ مہر مہر سید حافظ عبد اللہ صاحب ٹیکیدار ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی مولوی مقلدین حنفیہ کو ذریعہ الشیطان اور کتاب و سنت کا منکر کہے مدد غیر مقلدی کی اشاعت میں مہم تن مصروف ہو اور رسائل خلا فیہ مقلدین کا سخت مخالفت اور غیر مقلدین کا حامی اور معاون ہو اور رسائل حنفیہ کو مثلاً آمین یا اھنکا کا اپنی تحریرات میں خرافات کہے اور بعض اوقات کسی مصلحت دنیوی سے اپنے آپ کو حنفی المذہب ظاہر کرے ایسے شخص کی اقتدا اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور ایسے شخص کو حنفی کہا جائے گا یا نہیں دوم جس امام شریعت شہر کے مسلمان ہو جو شرعی ناراض ہوں اور اُس کے پیچھے نماز پڑھیں تو اس حالت میں اس کا امام ہونا جائز ہے یا نہیں - بینوا تو جروا -

الجواب

اللہم انا نفوذ بك من الشيطان الرجيم

جو ذریعہ الشیطان کتاب و سنت کا منکر حنفیہ کرام خصم اللہ تعالیٰ بالطف والا کریم کا نام رکھتا ہے بظاہر کہ وہ گمراہ خود کا ہے کہ حنفی ہونے کا اگرچہ کسی مصلحت دنیوی سے براہ تقیہ شیعہ اپنے آپ کو حنفی المذہب کہے کہ اُس کے افعال و اقوال مذکورہ سوال اُس کی صریح تکذیب پر وال منافقین بھی تو زبان سے کہتے تھے فتھد انک لرسول اللہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور اللہ کے رسول ہیں مگر ان کے گفتار و کردار اس جھوٹے اقرار کے بالکل خلاف تھے قرآن عظیم نے اُن کے اقرار کو اُن کے جھوٹ پر مارا واللہ جملہ انک لرسولہ واللہ لیثمد ان المظہقین لیکن ہون اللہ خوب جانتا ہے کہ تم بیشک اُس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں ایسے شخص کی اقتدا اور اسے امام بنانا ہرگز روا نہیں کہ وہ بتدرج گمراہ بد مذہب ہے اور بد مذہب کی بضرعاً تو ہیں واجب اسلام کہنے میں عظیم تعظیم تو اُس کے احتیاج لازم علامہ لکھنوی حاشیہ میں نقل فرماتے ہیں

من شد عن جمهور اهل الفقه والعلم والسواد الاعظم فقد شد فيما يدخل في النار فعليكم معاشر المؤمنين باتباع الفرقة الناجية
 المسماة باهل السنة والجماعة فان نصرة الله تعالى وحفظه وتوفيقه في موافقتهم وخللافه وسخطه ومقتة في مخالفتهم وهذا
 الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم في مذاهب اربعة وهم الحنفيون والمالكيون والشافعيون والحنبلون رحمهم الله تعالى ومن
 كان خارجا عن هذه الاربعة في هذا الزمان فهو من اهل البدعة والنار۔ یعنی جو شخص جمہور اہل علم و فقہ وسواد اعظم سے جدا ہو جائے وہ
 ایسی چیز میں تنہا ہو جو اسے دوزخ میں لے جائے گی تو اے گروہ مسلمین تم پر فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کی پیروی لازم ہے کہ خدا کی مدد اور اس کا حافظ
 و کار ساز رہنا موافقت اہل سنت میں ہے اور اس کا چھوڑ دینا اور غضب فرمانا اور دشمن بنانا سبھی کی مخالفت میں ہے اور یہ نجات دلانے والا گروہ
 اب چار مذہب میں مجتمع ہے حنفی مالکی شافعی حنبلی اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت فرمائے۔ اس زمانہ میں ان چار سے باہر ہونے والا بدعتی جہنمی ہے
 اور ان لوگوں کے بدعتی ہونے کا روشن بیان ہم نے اپنے رسالہ النہی الاکید میں لکھا من شاء فليرجع اليها اور حدیث میں ہے حضور پر نور
 سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من وقع صاحب بدعة فقد اعان على هدم الامانة جو کسی بدعتی کی توہین کرے اس نے دین اسلام
 کے ڈھانے میں مدد کی رواہ ابن عساکر وابن عدی عن ام المومنین الصديقة ابونعیم فی الحلیة والحسن بن سفین فی سندہ
 عن معاذ بن جبل والسنجری فی الابانة عن ابن عمرو وکابن عدی عن ابن عباس والطبرانی فی الکبیر وابونعیم فی الحلیة عن
 عبد الله بن بسر رضى الله تعالى عنهم ووصولا فالبيهقي في الشعب عن ابراهيم بن مسيرة المكي قال سميت الفقة مرسلات واپسے
 شخصوں کا نام کرنا گویا دین اسلام ڈھانے میں ہی کرتا ہے العباد باللہ تعالیٰ سنن ابن ماجہ میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور
 اقدس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یؤمن من فاجر موعنا الا ان يعقود بسطانہ یخاف سيفه او سوطه ہرگز کوئی فاجر کسی
 مومن کی امامت نہ کرے مگر یہ کہ وہ اسے اپنی سلطنت کے ذریعے مجبور کرے کہ اس کی تلوار یا تازیانہ کا ڈر ہو صغیری شرح منہ میں ہے بکرة تقديم
 الفاسق كراهة تحريره عند مالك لا يجوز تقديمه وهو رواية عن احمد وكذا المصنف عراقي الفلاح میں ہے یہاں اہل سنت و جماعت
 فلا يعظم بتقديمه للامامة واذا تعدد منعه يتقل عنه الى غير مسجدة للجمعة وغيرها خارجة لمطارد على الدوامتار میں ہے
 الکراهة فيه تحوية على ما سبق محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں روی محمد عن ابی حنیفة وابی یوسف ان الصلاة خلف اهل
 العواء لا تجوز غایف الفقی پر فتاح الصلاة پر مفرج فقہ اکبر میں یہ نام ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے لا تجوز خلف المعتدع
 فقہ غفر اللہ تعالیٰ نے ان حضرات غیر مقلدین کے پیچھے نماز ناجائز و ممنوع ہونے کے باب میں ایک مفصل رسالہ لکھی۔ النہی الاکید عن الصلاة وراء
 عدی التقلید لکھا اور اس میں مقدمات ملکہ کہ اس وجہ تحقیق اور متعدد دلائل قاہرہ سے ان کے پیچھے نماز ممنوع ہونے کا ثبوت دیا انرا جملہ
 یہ کہ انہوں نے نماز طہارت وغیرہ کے مسائل میں آرام نفس کی خاطر وہ دعائیں ایک لک دی ہیں جو مذاہب اربعہ عموماً مذہب مذہب حنفی خصوصاً کمال
 خلاف ہیں حج سرکہ عوض پگڑی کا سج کافی مانتے ہیں لوتہ بربانی میں تولہ بربیشاب پڑھا ہے اس سے وجوہ جائز ٹھہراتے ہیں کہ یہ مسائل اور
 ان کے امثال ان کی کتب میں مخصوص ہیں پھر دین میں ان کی بیباکی و سہل انگاری و بے احتیاطی و کلام جوئی مشہور و مشہود عام گروہ اہل حق
 بالخصوص حضرات خفیہ کے ساتھ ان کا تعصب معروف و معروف تو ہرگز منظور نہیں کہ یہ رعایت مذہب حنفیہ اپنے ان مسائل پر عمل سے بھیجی

بلکہ بحال امامت نظر تعقب و عداوت اس کا خلاف ہی منظور۔ پھر جمہور ائمہ کرام ارشاد فرماتے ہیں کہ شافعی المذہب کی اقتدا بھی اسی حالت میں صحیح ہو سکتی ہے کہ مواضع خلاف میں مذہب حنفیہ کی رعایت کرتا ہو حنفیہ سے بغض نہ رکھتا ہو ورنہ اصلاً جائز نہیں تو یہ بد مذہب کہ چاروں مذہب سے خارج و مجرور اور رعایت مذہب حنفیہ سے سخت نفور اور بغض و تعصب میں معروف و مشہور ان کے پیچھے نماز کیوں کر روا ہو سکتی ہے فتاویٰ علمگیری میں ہے الاقتداء بشافعی المذہب انما یصح اذا کان الامام یجہل مواضع الخلاف بان یؤضاً من الحاج الخبس من غیر السبیلین کالفسد ولا یكون متعصباً ولا یتوضاً فی الماء الراكد القلیل ویفضل ثوبه من المنی ویفرک الیابس منه ویسجود ید راسه هكذا فی النہایة والکفاية ولا یتوضاً بالماء القلیل الذی وقتت فیہ الخباسة کذا فی فتاویٰ قاضی خاں اہ ملخصاً اسی طرح جامع الرموز و مجمع الانوار حاشیہ طحاوی علی مرقی الفلاح وغیرہ میں ہے والتفصیل فی رسالتنا المذكورة واقعہ الموفق سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔ جواب سوال دوم صورتی سوال میں اُسے امام ہونا حلال نہیں جو اسے امام بنائے گا نگار جو کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثة لا یقبل اللہ منہم صلاة من تقدروا وھم لہ کارھون عین غیصوں کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا ایک وہ جو کسی قوم کی امامت کئے اور وہ اُسے ناپسند رکھتے ہوں رواہ ابوداؤد وابن ماجہ عن ابن عمرو وابن خزیمہ عن انس والترمذی وحسنہ عن ابی امامہ وابن ماجہ وابن حبان عن ابن عباس وفي الباب عن طلحة التیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہم عند الطبولی فی الکبیر در مختار میں ہے لو امر قوما وھم لہ کارھون ان الکراۃ لفساد فیہ اطلاقہم احق بالامامة منہ کرہ لہ ذلک تھجیراً واقعہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جملہ ائمہ و احکم مسئلہ۔ از ہلاویں مروی محلہ مسئلہ شیخ محمد حسین صاحب ۹ جمادی الاخرہ ۱۳۳۷ھ بمطبعہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص حنفی ہو کہ مسیح میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ عمل میں لائے یعنی چند بالی چھو لینے پر اکتفا کرے اُس وقت میں کہ گپڑی باندھے ہو تو اُس کی نماز اور اُس کے سہ ماہ کیسی ہے۔

الجواب

صورۃ مستفسرہ میں اگر شخص واقعی شافعی ہوتا تاہم حنفیہ کی نماز اُس کے پیچھے محض باطل تھی ذکر ایسے آزاد لوگ کہ کن ہی میں نہیں فی الہندیۃ الاقتداء بشافعی المذہب انما یصح اذا کان الامام یجہل مواضع الخلاف بان یسبح راسه هكذا فی النہایة والکفاية ولا یتوضاً بالماء القلیل الذی وقتت فیہ الخباسة کذا فی فتاویٰ قاضی خاں ولا یطلو الماء المستعمل هكذا فی السراجۃ اہ ملخصاً اور اس کی اپنی نماز بھی ہٹا لے، ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طہر پر تو ظاہر کہ محض باطل ہے اور ہم بلاشبہ ہی حکم دیں گے فانا انما نفق بمن ہبنا وان کان مذہب غیبتا ما کان کما نص علیہ فی الخلاصۃ والاشباہ وفي الدار المختار و سرد المختار وغیرہا من الاسفار گریبان اور مذہب پر بھی خیر نہیں سیدنا امام ملک رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ہماری ہی طرح باطل ہی فرمائیں گے کہ ان کے یہاں پورے سر کا مسح فرض ہے یوہیں سیدنا امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ اُن سے بھی اظہار رعایات فرضیہ استعاب ہے کما نقلہ الامام المولی الاجل العظیم سیدی عبد الوہاب الشعرائی قدس سرہ الوبانی فی المیزان رہا مذہب سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس پر رحمت نماز کچھ لینا ہی ہوس ہی ہوس ہے ایک اس مسئلہ میں ان سے توافق ہی پھر کیا اُن کے یہاں ایک ہی مسئلہ ہے حدیث مسائل طہارت و حلاۃ غلافہ میں جن پر اطلاع تمام اُسی مذہب کے عالم متبحر کا کام خصوصاً ان

بلادیں کہ نہ اس مذہب کے علماء نہ کتب بھلا یوں نہ مانے تو بتائے تو کہ مذہب شافعی میں نواقص و فراغ وضو و غسل و فراغ داخل و خارجی و مفصلات نماز بتفصیل صورت و شقوق و تنقیح احوال قدیم و جدید و نصوص و وجوہ و تصحیح و ترجیح شیخین و غیر ہا کبرائے مذہب کس قدر ہیں اور جب نہیں بتا سکتا اور بیشک نہ بتا سکے گا تو جہول شئی کی مراعات کیونکر ممکن پھر کہاں سے اطمینان پایا کہ ان کے مذہب پر نماز صحیح ہی ہوگی نہیں نہیں بلکہ بوجہ کثرت خلاف و کثیر حوادث موقعہ فی الاختلاف عادیہ کہیں نہ کہیں وقوع مخالفت ہی منظور کمالا یخفی علی المتدرب ومن لم یقنع فلیجب اور جب ایسا ہوا اور کیوں نہ ہوگا تو بیٹھے بٹھائے ازیں سورا ندہ ازاں سورا ندہ نہ ادرہ کے ہوئے نہ ادرہ کے ہوئے ایک مذہب پر بھی نماز صحیح نہ ہوئی درمختار میں ہے لا باس بالتقلید عند الضرورة لکن بشرط ان یلتزم جمیع مایوجبہ ذلک الامام لما قد منان الحکمہ الملتف باطل بالاجماع غرض لا اقل اس یہاں کی کاتنا حاصل کہ تین مذہب پر تو دانستہ نماز باطل کر لی اور چوتھے پر صحت کی خبر نہیں فانا نشر وانا لیراجعون۔ مولیٰ تعالیٰ جنہیں توفیق خیر فرماتا ہے ہر امر میں جہاں تک اپنے مذہب کا مکروہ لازم نہ آئے بقیہ مذاہب کا بھی لحاظ رکھتے ہیں مثلاً محتاط حنفی و شافعی ہرگز سح کل راس و دولا و ذلک ترک نہ کریں گے کہ آخر مسنون تو ہم بھی جانتے ہیں اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ان کے بغیر طہارت و نماز ہی باطل تو کیا مقتضائے عقل ہے کہ سنت چھوڑے اور ایک امام دین کے نزدیک نماز ہی سے مؤخر ہوئے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم و الحمد للہ مذاہب اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ تصریح فرماتے ہیں کہ الخروج عن الخلاف بالاطماع مستحب مگر بے باک لوگوں کے نزدیک سنت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترک اپنے امام مذہب کی مخالفت تین مذاہب حق پر نماز کا بطلان چوتھے پر صحت میں شک و جہالت یہ سب بلائیں آسان ہیں اور بندہ صی ہوئی پگڑی کے بیچ ذرا سست ہو جانا دشوار۔ اللہ عز و جل ہدایت بخشنے آمین۔ واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و حکمہ عز شانہ احکم۔

مسئلہ - از شکر کنہ بریلی السلام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو شوق قرآن و حدیث کا نہایت درجہ کا ہے مگر بسبب فکر معاش کے نہیں ہو سکتا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ اگر خداوند کریم میری اس فکر کو دور کر دے تو میں اس شوق کو عمر بھر نہیں چھوڑوں گا اور کبھی بچپن سے شوق راگ و غیرہ کا اس نزدیک نہیں تھا اور اب جس وقت سے ایک بزرگ کامل یعنی مولوی فضل الرحمن صاحب سے مرید ہوا ہے اس درجہ کا شوق راگ و غیرہ کا اس کو ہو گیا ہے کہ بیان سے باہر یعنی زندی اگر ناچتی ہو تو وہاں کھڑا ہو جاتا ہے اور تار کا اس قدر شوق ہے کہ رات کے بچے فرصت ہوتی ہے فکر معاش سے تو اس وقت سے لے کر دو بجے رات تک بلکہ بعض روز تمام رات تار بجاتا ہے اور اگر منع کرو تو کہتا ہے میرے واسطے دعا کرو تاکہ خداوند کریم مجھے اپنی محبت عنایت کرے اور اگر دریافت کرو کہ جناب مولوی صاحب نے ان چیزوں کا حکم تم کو دیا ہے تو کہتا ہے کہ نہیں یہ سہا ہنچ دل بے عشق بازی ہے اگر با شہ حقیقی یا مجازی۔ اور قرآن مجید اچھا جانتا ہے عمدہ جاننے میں شک نہیں بلکہ اس کے مقابلے میں اس جگہ پر تو گ غلط پڑھتے ہیں ایسے شخص کے پیچھے نماز صحیح ہے یا نہیں۔ بیٹو! توجروا۔

الجواب

نماز اس شخص کے پیچھے اگرچہ بلاشبہ صحیح ہے لہذا تقریر فقہاء وحدیثا و کلاما من جواز الصلاۃ خلف کل بدوفا جو مگر کہہ رہے تھے ہیں

لہذا دوسرے شخص کو جو ایسے امور سے خالی اور باوجود اس کے سنی صحیح العقیدہ و قاری صحیح القرات ہو امام مقرر کریں ہاں اگر یہ بیان صحیح ہے کہ وہاں اس شخص کے علاوہ سب غلط خواں ہیں یعنی حردن میں تین نہیں سمجھتے اور قرات میں وہ غلطیاں کرتے ہیں جن سے نماز فاسد ہوتی ہے جب تک کوئی سنی صحیح القرات نہ ملے اسی شخص کی اقتدا کریں فان تصحيح الصلاة اهم من دفع المكروهة والله تعالى اعلم

سوال مکرر

مکرر یہ کہ چونکہ سائل نے یہ سوال اپنے ہاتھ سے لکھا ہے لہذا بعض امر پر شیدہ کیا وہ یہ کہ اس شخص کے عقائد کا بھی کچھ ٹھیک نہیں یعنی عقیدہ غیر مقلدی وغیرہ کا رکھتا ہے سنی صحیح العقیدہ نہیں ہے اس میں جو حکم ہو مقرر فرمائیے کہ نماز اس کے پیچھے پڑھیں یا نہیں اور یہ جو اس نے لکھا ہے ہاں لوگ قرآن غلط پڑھتے ہیں تو ایسے سب نہیں ہیں کہ اتنی غلطی کریں کہ نماز نہ ہو ہاں قاری پورے پورے نہیں جیسا کہ حق قاری ہونے کا ہے۔

الجواب

فاسد العقیدہ کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے خصوصاً غیر مقلد کہ ان کی طہارت وغیرہ کسی بات کا کچھ اعتبار نہیں تو ان کے پیچھے نماز محض ناجائز ہے کما حقہ فی رسالتنا النہی الکید عن الصلاة وراء عدي المتقلید پس اگر حال یوں ہے تو صورت مستفسرہ میں مسلمانوں پر واجب قطعی کہ اس شخص کو امانت سے معزول کریں اور اس کے پیچھے ہرگز ہرگز اپنی نمازیں برباد نہ کریں واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از موضع بکہ جیبی والا علاءہ جاگل تھا دہری پورا کا کھانا کوٹہ غیب اللہ خاں مرسلہ مولوی شیعہ محمد صاحب ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مولوی حافظ ہو کر روزہ نہ رکھے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

جو بے عذر شرعی روزہ نہ رکھے فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تو اگر دوسرے شخص متقی کے پیچھے نماز مل سکے تو اسکے پیچھے نہ پڑھے یہاں تک جمیع لان بسبیل من التحول کما افادہ المولی المحقق حیث اطلق فی الفتنہ ورد پڑھ لے فائدہ اولی من الانفراد کما فی رد المحتار عملاً بقول من يقول ان الکراهة فيه تنزيحة او يرد کبره بل لما ذهب اليه كثير من العلماء ان الکراهة فيه تخريبية وهو الذي حققه في الغنية وغيره وهو الاظهر کما بيناه فی فتاونا والله تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از کلتہ دهرم تہہ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۶ صفر ۱۳۱۸ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام شافعی المذہب ہو لہذا مقتدی حنفی تو ان امتیں جو حنفی کو جائز نہیں جیسے آئین باہر کہنا اور رنغ یدین اور قورمیں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا امام کی متابعت کرے یا نہ کرے اور ایسے مقتدی شافعی المذہب کو اپنے مذہب کے خلاف اور میں امام حنفی المذہب کی متابعت چاہیے یا نہیں اور اگر متابعت کرے تو اس کی نلکا کیا حال - بینوا توجروا۔

الجواب

حنفی جب دوسرے مذہب والے کی متابعت کرے یا نہ کرے اگر امام ایسے کسی امر کا مرتکب ہو جو جاری مذہب میں ناقض طہارت یا معذرت نہ ہے جیسے آب قلیل متنجس یا استعمل سے طہارت یا چھائی سر سے کم کا سج یا خون قصہ دریم زخم دقتی وغیرہ نجاسات غیر سبیلین پر وضو

ذکر نایا قدر درم سے نامدنی آلودہ کپڑے سے نماز پڑھنا یا صاحب ترتیب ہو کر باوصف یا وفائستہ وسعت وقت بے قضاۃ قائمہ نماز قی مشرّع
 کر دینا یا کوئی فرض ایک بار پڑھ کر پھر اسی نماز میں امام ہو جانا تو ایسی حالت میں تو حنفی کو سرے سے اُس کی اقتدا جائز ہی نہیں اور اُس کے پیچھے
 نماز محض باطل کما نص علیہ فی عامۃ کتب المذہب بل فی الغنیۃ اما الاقتداء بالمخالف فی الفروع کالشافعی فیجوز ما لم یعلم منه
 ما یفسد الصلاۃ علی اعتقاد المقتدی علیہ الاجماع انما اختلفت فی الکواہت اذ غرض جب وہ ایسے امور سے بری اور اُس کی اقتدا صحیح ہو
 اس وقت بھی ان باتوں میں اس کی متابعت ذکر ہے جو اپنے مذہب میں یقیناً ناجائز و نامشروع قرار پا چکی ہیں اگر متابعت کرے گا تو اُس کی نماز اس
 نامشروع کی مقدار کراہت پر مکر وہ تحریمی یا تنزیہی ہوگی کہ پیروی مشروع میں ہے نہ غیر مشروع میں ردالمحتار میں ہے تھوکن المتابعۃ غیر جائزۃ اذا
 کانت فی فعل بدعتہ او منسوخ او ما لا تعلق له بالصلوۃ حنا یہ پھر خزائن الاسرار پھر حاشیہ شامی میں ہے انما یقتبع فی المشروع دون
 غیرہ مجمع الانہر و حاشیہ طحاویہ میں ہے ما کان مشروعا یتابعہ فیہ وما کان غیر مشروع لا۔ اسی طرح ترک سنت میں امام کی پیروی نہیں بلکہ
 موجب اساءت و کراہت ہے اگر وہ چھوڑے مقتدی بکالائے جبکہ اس کی بجا آوری سے کسی واجب فعل میں امام کی متابعت نہ چھوڑے و لکن اعلیٰ فرماتے
 ہیں اگر امام وقت تحریر رفع یدین یا تسبیح رکوع و سجود یا تکبیر یا تحال یا ذکر قمر ترک کرے تو مقتدی نہ چھوڑے کما نص علیہ فی نظام الزند و لیبی و الخانیۃ
 و الخلاصۃ و البزازیۃ و الهندیۃ و خزائن المفتین و فتح القدیر و الغنیۃ و الدر المختار و حاشیۃ الدرر للعلامة الشرنبلالی و غیرہا و هذا
 نصہ البزازیۃ ملخصا تسعة اشياء اذا ترک الامام اثنی بھا المأمور فھم المیدین فی التھنویۃ و تکبیرۃ الركوع او السجود و التسبیح فیہما او
 التسبیح الخ یہی تکبیرات عیدین میں رفع یدین فی الدرس رفع یدین فی الزوائد ان لم یامامہ ذلك الخ اور اگر رکوع و سجود میں ایک ہی تسبیح کہہ کر
 سرٹھائے تو مقتدی بھی ناچار سنت تخلیص ترک کرے و رد قمر و جلسہ کی متابعت میں خلل آئے گا ہواصحیح کما فی الخانیۃ و الخلاصۃ و الخزائنۃ
 و الوجیز و الفتح و البحر و غیرہا من الاسفار الغر و هذا اعظم الدرر انہ معایب تنقہ علی لزوم المتابعۃ فی الادکان انہ لورفع الامام راسہ من
 الركوع او السجود قبل ان یتلم المأمور التسبیح اثنی و وجب متابعۃ شرح منیۃ علامہ ابراہیم حلیمی و حاشیہ سید ابن عابدین میں ہے الاصل
 عدم وجوب المتابعۃ فی السنن فعلا فکذا ترک الواجب القوی الذی لا یلزم من فعلہ المخالفتہ فی واجب فعلی کالتشہد و تکبیر
 التثنویٰ بمختلف القنوت و تکبیرات العیدین اذ یلزم من فعلہا المخالفتہ فی الفعل و هو القیام مع رکوع الامام الخ اہل خصاص جب یہ
 اصول معلوم ہو لیے تو ان تینوں فروع کا حکم بھی انہیں سے نکل سکتا ہے رکوع و غیرہ میں رفع یدین ہمارے المکرہ لامرضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک
 منسوخ ہو چکا ہے اور منسوخ پر عمل نامشروع تو اُس میں متابعت نہیں امام ملک العل ابوبکر سعید کاشانی قدس سرہ الربانی بدائع میں فرماتے ہیں
 لو اقتدی بمن یرفع یدین عند الركوع او بمن یثبت فی الفجر او بمن یری تکبیرات الجنائزۃ خسا لا یتابعہ بظہور خطیئۃ بیقین لا ین
 ذلک کما منسوخ اہ نقلہ فی عید رد المحتار۔ جلالی پھر شرح مقدمہ التکیدانیۃ للقمستانی پھر جنازہ حاشیہ شامی میں ہے لا یجوز المتابعۃ
 فی رفع الیدین فی تکبیرات الركوع قومہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا شیعہ کے نزدیک نماز فجر کی رکعت اخیرہ میں ہمیشہ اور ترک تیسری میں صرف
 نصف اخیر شہر رمضان المبارک میں ہے کہ ان میں دعائے قنوت پڑھتے ہیں قنوت فجر تو ہمارے المکرہ کے نزدیک منسوخ یا بدعت ہر حال یقیناً منسوخ
 ہے لہذا اُس میں پیروی مشروع اہ جب اصل قنوت میں متابعت نہیں تو بدعتاً ٹھہرتے ہیں کہ اس کی فرع ہے اتباع کے کوئی معنی نہیں مگر اصل قمر

رکوع فی نفسہ شروع ہے لہذا وہ جب تک نماز فجر میں قنوت پڑھے مقتدی ہاتھ چھوڑے چپکا کھڑا ہے درمختار میں ہے یا قی الامام و یقنوت الوتر
 ولوبشا فعی یقننت بعد الركوع لانه مجتہد فیہ لا الفجر لانه منسوخ بل یقنن ساکتا علی الاظهر مرسلاید یہ علامہ شرنبلالی نورالایضاح
 میں فرماتے ہیں اذا قنن فی الفجر قام معہ فی قنوتہ ساکتا علی الاظهر ویرسل یدایہ فی جنبیہ اور نماز وتر میں اگر شافعی کے پیغم
 اقتدا باقی رہے کہ وہ وتر کے دو ٹکڑے کرتے ہیں پہلے تشہد پر سلام پھر کراخیر رکعت اکیل پڑھتے ہیں اگر امام نے ایسا کیا جب تو رکعت قنوت آنے سے
 پہلے ہی اُس کی اقتدا قطع ہوئی اب نہ وہ امام نہ یہ مقتدی نہ اس کے وتر صحیح کہ اُس کی وسط نماز میں عہد اسلام واقع ہوا فی الدار المختار صبح الاقتداء
 فیہ بشافعی لم یفصلہ لیسلم لانا فصلہ علی الاصح او ملخصا جب ایسا نہ ہو اور اقتدا قائم رہے تو اگرچہ شافعیہ قنوت قنوت میں پڑھتے ہیں
 اور ہمارے مذہب میں اُس کا محل قبل رکوع مگر ہمارے علمائے نامتوں و مشرور و فتاویٰ میں مقتدی کو حکم دیا کہ یہاں قنوت میں متابعت کرے اور
 اس کا مشا وہی کہ اسے بالکل نامشروع نہیں ٹھہراتے والمسئلة منصوص علیہا بدلیلہا فی الہدایۃ والکافی وسائر الشروح رہا یہ کہ مقتدی
 اس حالت میں اتباع امام مذہب کرے یا اتباع مذہب امام یعنی ہاتھ باندھے چھوڑے دعا کی طرح ہاتھ اٹھائے کیا کرنا چاہیے اس کی تصریح تفہیم
 سے نگذری نہ اپنے پاس کی کتب موجودہ میں اس سے تعرض یا اظہار ہے کہ نفل قیام ہاتھ باندھے گا کہ جب اسے قنوت پڑھنے کا حکم ہے تو یہ قیام
 ذی قرار و صاحب ذکر شروع ہوا اور ہر ایسے قیام میں ہاتھ باندھنا نقلاً و شرعاً سنت اور عقلاً و عرفاً ادیب حضرت اور ترک سنت میں امام کی بیروی نہیں بقا
 یؤید ذلك اطلاقهم قاطبة سننية الوضع في حالة القنوت كما في عامة الكتب المنهية فيكون مقنونا لهذا القنوت المنصوص ايضا بک
 درمختار میں ہے هو ای الوضع سنة قیام لہ قرار فیہ ذکر مسنون فیضع حالۃ الثناء و فی القنوت لانی قیام بین رکوع و سجود و تکبیرات
 العبد ما لم یطل القیام فیضع سراجیۃ او ملخصا حاشیہ علامہ طحاوی میں ہے ظاہرہ یعمای قیام طال وعلیہ فیضع فی قیام صلاۃ
 التسبیح الذی بین الركوع و السجود یوں ہی ہمارے ائمہ کا اجماع ہے کہ آئین میں سنت اخفا ہے اور اس کی بجا آوری میں امام کے کسی واجب فعلی
 میں مخالفت نہیں تو کیوں ترک کی جائے **اقول** و تحقیق المقام علی ما علمنی الملک العلما ان السنن لاحظ لها فی المتابعة الابالقی و ذلك
 لان معنی متابعتك غيرك جعلك نفسك تابعاله والتبعية انما تصور بشيئين احدهما في نفس اتيان شيء بمعنى انه ان فعله فعلت وان
 تركه تركت والاخر في وقت فلا تنقد عليه ولا تسبقه اليه وان لم يكن فعلك متوقفا على فعله ولا متقيدا ببقائه بل تفعله وان لم
 يفعل وتبادر اليه وان لم ياخذ فيه بعد ففيم انت تابع له بل انت مستقل بنفسك غير تابع ولا متابع وهذا ظاهر جدا واذ قد علمت
 ان ايتان الماموم بالسنن غير متقيدين بايتان الامام بل ياتي بجا وان تركها كما اسمعناك عليه نصوص الائمة ومن لازم ذلك جواز التقدم
 عليه مع الندب اليه لجواز ان يرجع الامام بعد الترتك الى الفعل كما اذا ركع فضوب راسه وطبق الكف او ضم اصابعه او بقى صامتا غير مسبح
 والماموم قد فعل كل ذلك بطلب الشرع ثم عاد الامام فسوى واخذ وخرج وسمع فقد تقدم فعل الماموم وهو فيه غير معلوم بل اليه
 مندوب وهو منه معتمد محسوب فقد ثبت ان لا مدخل للمتابعة في السنن والمستحبات بل الماموم مستبد فيها غير داخل تحت
 حكم الامام ولم يتناوله تحكيمه اياه على ذاته والقرامة ان يهمل بصلاته فيما هو محجور فيه عن التقدم عليه ولا سبدا دونه وما
 هو حقيقة الا الواجبات الفعلية اذ هي موضوع الاقتداء اصالة كما نص عليها في الغنية وابتدأ اليه في المرقاة تحت قوله صلى الله

تعالیٰ علیہ وسلم انما جعل الامام لیوثق بہ فیہا القعدۃ حقیقۃ ومنہا یسری الی غیرہا وان سبہی کوجوب ترک مسنۃ یلزم من فعلہا مخالفتہ الامام منی واجب فعلی فلیس ذلک للمتابعۃ فی ترک السنۃ بل فی الواجب المذکور کعدم جواز ان یاتی بسنن الرکوع قبل رکوع الامام فانہ لا یفعلہا الا فی الرکوع ولا رکوع لہ قبل رکوعہ فغن هذا امتنع تقدیمہا علی رکوعہ لا علی فعلیۃ السنن کما علمت وهذا معنی قولنا لا حظ لہا من المتابعۃ الا بالتبع واذ قد تبین هذا والله الحمد ظہران المقتدی یاتی بالسنن علی مذهب نفسه دون مذهب العلم فان المستبد انما یعمل برائی نفسه ہکذا ینبغی التفتیح والله تعالیٰ ولی التوفیق اتقن هذا فانک لا تجدہ فی غیر هذا التحویر وهو علم عزیز فی کلمہ لیسیر ولہذا حرمین طیبین زادہما اللہ تعالیٰ شرفا وکرمیا میں مرئی دشا ہے کہ ایک امام کے پیچھے چاروں مذہب والے نماز پڑھتے اور ان احمد میں سب اپنے اپنے مذہب پر عمل کرتے ہیں خفی امام خفی کے پیچھے زیرات ہاتھ باندھے ہے اس کے دہنے بازو پر شافعی سینے پر ہاتھ رکھے ہائیں بازو پر مالکی ہاتھ کھولے ہوئے ہے کوئی کسی پر انکار نہیں کرتا اور کیوں ہو کہ بھلا اللہ ہم چاروں حقیقی بھائی ایک ماں باپ کی اولاد ہیں باپ ہمارا اسلام ماں ہماری سنت سنیہ سید الانام علیہ علی آکمل الفضل الصلوۃ والسلام انکار تو ان مگر ہوں پر ہے جو تقلید الکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو معاذ اللہ شرک و حرام بتاتے اور مذہب فقہ راشدہ اہل حق کا نام چوراہہ رکھتے ہیں وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد والہ وصحبہ وعلیٰ اجمعین رہا یہ کہ ایسی صورت میں شافعی کو کیا چاہیے یہ علما راشدیہ سے پرچھا جائے خلاصہ درمختار میں ہے ولوقیل للحنفی ما مذهب الامام الشافعی فی کذا وجب ان یقول قال ابو حنیفۃ کذا **اول** ولا شک ان الرجل یمن مذہبہ ادری واموالفتیاء امر واذہنی فترک اجتراء علی مذهب غیرہ احق واحرمی واللہ تعالیٰ اعلم وعلہ التمر واحکم۔

مسئلہ - از ملک آسام ضلع جواٹ ڈاکخانہ گنگا مقام سرانے ہی مرید سید محمد صفاء الدین صاحب ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عدیم البصر کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

بلاشبہ جائز ہے مگر اولی نہیں مکروہ تنزیہی ہے جبکہ حاضرین میں کوئی شخص صحیح العقیدہ غیر فاسق قرآن مجید صحیح پڑھنے والا اس سے ناٹھیا اس کے برابر اسل نماز و طہارت کا علم رکھتا ہو ورنہ وہ عدیم البصر ہی اولیٰ و افضل ہے جو باوصف صفات مذکورہ باقی حاضرین سے اس علم میں زائد ہو ہندو میں ہے الاولیٰ بالامامۃ اعلیٰہم باحکام الصلوۃ ہکذا فی المختصرات وهو الظاہر ہکذا فی البحر الرائق هذا اذا علم من القراءۃ قدس ما تقوم بہ سنۃ القراءۃ ہکذا فی التبیین ولم یطعن فی دینہ کذا فی الکفایہ وھکذا فی النہایۃ ویمتنب الفواہش الظاہرۃ وان کان غیر اوسع منه کذا فی المحیط وھکذا فی الزاہدی وان کان متبحر فی علم الصلوۃ لکن لم یکن لہ حظ فی غیرہ من العلوم فہو اولیٰ کذا فی الخلاصۃ اسی میں ہے تجوز امامۃ الاعرابی والاعشی والعبد الا انہا تکرہ ام ملخصا بحر میں ہے کراہتہ تنزیہی غانیہ میں ہے غیر ہمد اولیٰ حضرت عثمان بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ باجارت حضور پرورید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قوم کی امامت فرماتے فی الصحیحین واللفظ المسلم عن ابن شہاب ان محمود بن الربیع الانصاری حدثہ ان عثمان بن مالک وھو من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ممن شہد بد رامن الانصار انہما فی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ انی قد انکرت بصری

وانا اصلی لقوی الحدیث فی اتیانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی بقیۃ وصلاتہ فیہ لیتخذنہ مصلی حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سفر کو تشریف لے جاتے دو بار مدینہ طیبہ پر نبی اہل بیت عطا فرمائی کہ باقی ماندہ لوگوں کی امامت کرتے عزاہ فی البحر الی صحیح ابن حبان قلت اخرج احمد وابوداؤد عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استخلف ابن ام مکتوم علی المدینۃ مرتین یصلی بجمہ وھو اعمی علماء فرماتے ہیں انھیں امام مقرر کرنے کی یہی وجہ ہے کہ حاضرین میں سب سے یہی افضل تھے بحر الرائق میں ہے قید کراۃ امامۃ الاعمی فی الحیط وغیرہ بان لایکون افضل القوم فان کان افضلہم فھو اولیٰ وعلیٰ ہذا حمل تقدیر ابن ام مکتوم لانہ لم یبق من الرجال المصلحین للامامۃ فی المدینۃ احدا افضل منہ حیثئذ ولعل عقبان بن مالک کان افضل من کان یومہ ایضاً قلت وقد سمعت انہ کان من اصحاب البیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین فان لم یکن فی من کان یومہم من شہد بدرا کان افضلہم بالیقین واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شاہجہانپور محلہ بابوزئی مرسلہ شاہ نعم عالم صاحب قادری ۲۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ مسجد میں حکم والی ملک (زید) جو حافظ قرآن و متشرع ہے قدیم سے خدمت امامت بجالاتا ہے اور اس کی تنخواہ پاتا ہے لیکن بکرم دوسرے سرشتہ کا ملازم ہے اور اس کے پاس باوجودیکہ کوئی حکم شیخ امامت زید کا نہیں ہے اور نہ بکر حکم امامت کا والی ملک کے ہاں سے ملا اور عموماً مقتدیان بکر کی امامت سے یوجوہات ذیل ناراضا نہیں (۱) یہ کہ بکر بعض اوقات قص طوائف دیکھ لیتا ہے (۲) کفار و مشرکین کے سیلوں ٹھیلوں اور دیوالی کی شب جو ہنود میں صورت پھمن کی ہوتی ہے اور خباثت دیوتاؤں کی پوجا کی جاتی ہے شریک ہو کر وہ بھی سب کے ساتھ صورت کار دہ پیہ چڑھاتا ہے اور علاوہ تنخواہ اپنی مقررہ کے خلاف حکم لوگوں سے نذرانہ بھی لیتا ہے (۳) محفل میلاد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اور قیام کو بدعت سیئہ بتلاتا ہے اور محفل یا زہم حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی کرنے اور پڑھنے والے کو بدعتی اور گنہگار کہتا ہے اور شیعہ سنی محفل میلاد کو بُرا جانتا ہے (۴) شرفا و نجبا کی توہین اور غیبت کو فخر سمجھتا ہے اور مولوی ابوالمنصور صاحب ہلوی کی نسبت جو امام وقت کہے جاتے ہیں ان کی کسی تصنیف پر جو سب علماء دیکھ چکے ہیں اور کوئی حرف زن نہیں ہوا مگر بکر نے فتویٰ کفر کا دیدیا ہے پس مقتدیان وغیرہ کے دلوں میں جو بکر کی طرف سے یوجوہات بالا کراہت آگئی ہے اس واسطے بکر کے پیچھے نماز نہ پڑھنے میں کوئی حرج تو نہیں ہے اور بکر اپنی امامت کے باعث مقتدیان وغیرہ کو تارک جماعت دیکھتا مگر پھر بھی اپنی امامت نہیں چھوڑتا ہے اور اس کے امام حکمی کو جس کا ذکر اوپر آچکا امام کرنے کا موقع نہیں آنے دیتا پہلے خدا امام بن جاتا ہے تو بکر کس گناہ کا مرتکب کہا جائے گا۔ فقط بینوا توجروا

الجواب

صورۃ مستفسرہ میں بکر کا فاسق فاجر مرتکب کبائر بدعتی گمراہ خائب و خاسر ہونا تو بدایت ظاہر ادا اگرچہ فہم کو روپیہ معاذ اللہ بطور عبادت بعینٹ چڑھاتا ہے تو قطعاً یقیناً مرتد کافر اور اس فعل ملعون کے بدترین فسق و فجور قریب بکفر ہونے میں تو کلام ہی نہیں بہر حال اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنے میں کیا حرج ہوتا بلکہ اقتدا میں حرج اور سخت حرج ہے جو اسے امام کرنے کا گنہگار ہو گا سلمان اس فاسق بددین کے پیچھے نماز ہرگز ہرگز نہ پڑھیں جہاں تک قدرت ہو اسے امامت سے دفع کریں قدرت نہ پائیں تو اپنی جماعت جدا کریں اور جبکہ امام معین یعنی زید اور عامر اہل مسجد انھیں کے ساتھ

ہیں تو جماعت اولیٰ انہیں کی جماعت ہوگی اگرچہ وہ پہلے پڑھ جائے بلکہ جبکہ اُس کے اسلام میں شک ہے تو انہیں بدرجہ اولیٰ جائز ہے کہ جس وقت امامت کر لیا ہو اسی وقت اسی مسجد میں نہ اپنی جماعت قائم کریں اور اگر یہ ایسا کریں تو اس جماعت کے مقتدیوں کو چاہیے فوراً نیت توڑ کر اس میں آئیں اگر ایسا نہ کریں گے تو انہیں اپنی نماز پھیرنی ہوگی یہ ہیں آج تک جتنی نمازیں لوگوں نے دانستہ و خواہ نادانستہ اس کے پیچھے پڑھی ہیں سب پھیریں اور اگر مسلمان نہ اُسے امامت سے دفع کر سکتے ہیں نہ اُس مسجد میں اپنی جماعت اُس سے پہلے یا ساتھ یا بعد کر سکتے ہیں تو انہیں روا ہے کہ اس مسجد میں نماز پڑھیں دوسری مسجد میں جا کر شریک جماعت ہوں مراقی الفلاح میں ہے کہ امامۃ الفاسق العالم لعدماہتمامہ بالمدین فتجب اہانتہ شرعاً فلا یعظم بتقدیمہ للامامۃ واذا تعدر منعه ینتقل عنہ الی غیر مسجدہ للجمعة وغیرہا غنیں ہے فی فتاویٰ الحجۃ اشارۃ الی انہم لو قد موافقاً یا ثمنون اہم ملخصاً رد المحتار میں ہے بقی لوکان مقتدیاً بمن ینکرہ الاقتداء بہ شرعاً من لا کراہۃ فیہ ہل یقطع ویقتدی بہ استظہوط ان الاول لو فاسقاً لا یقطع ولو محالفاً و شک فی مواعاة یقطع اقول والاظهر العکس لان الثانی کراہۃ تنزیہۃ کالاعسی والاعرابی بخلاف الفاسق فانہ استظہر فی شرح المنیۃ انہا تحریم بتقدیر لہم ان فی تقدیرہ لامامۃ تعظیمہ وقد وجب علینا اہانتہ بل عند مالک و ہورواۃ عن احمد لا تقصر الصلاۃ خلفہ اہ قلت والحکم فیما نحن فیہ ابین واظهر علی کلا الاستظہارین کمالاً ینفی من حال ذلک الافسوق الاطفی و در مختار میں ہے کل صلاۃ ادیت مع کراہۃ التخریم تجب اعادۃ کما کریمیا کہ اپنے دیگر اقوال و افعال مذکورہ سوال کے باعث غلطی و بیزہ کا رد اور اس بھینٹ کے سبب بدترین و ناپاک ترین اشرار یوں ہی اس امامت میں بھی کر بنا راضی مقتدیان ہے مخالف شرع و گنہگار ہے حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثۃ لعنہما اللہ من تقدروا و عملہ کارہون وامرأۃ بانت و زوجہا علیہا ساخط و رجل مع حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح فلم یجب نہیں شخص ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ایک وہ کہ لوگوں کی امامت کو کھڑا ہو جائے اور وہ اس سے ناخوش ہوں دوسری وہ عورت کہ کفارے اس حالت میں کہ اُس کا شوہر اُس سے ناراض ہے تیسرا وہ شخص کہ حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح سنے اور نماز کو حاضر نہ ہو رواۃ الحاکم فی المستدرک خصوصاً ایسی امامت تو اور بھی سخت ہے کہ بلا وجہ شرعی امام معین کا منصب چھین کر جبراً لوگوں کی امامت کرے اللہ دین نے اسے کبیرہ گناہوں میں شمار فرمایا ابن جریر کی زوایر عن اقتران اکبار میں فرماتے ہیں الکبیرۃ السادسة والثمانون امامۃ الانسان لقوم و ہملہ کارہون عدھذا من الکبائر مع الجزم بہ وقع لبعض ائمتنا وکانہ نظرالی ما فی ہذہ الاحادیث و هو عجیب منہ فان ذلک مکروہ نعم ان حملت تلك الاحادیث علی من تعدی علی وظیفۃ امام راتب فیصلۃ فیہا قہراً علی صاحبہا و علی المامومین امکن ان یقال حیث ان ذلک کبیرۃ لان غضب المناصب اولیٰ بالکبیرۃ من غضب الاموال المصحح فیہ بانہ کبیرۃ اہم ملخصاً واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از کلکتہ دہرم تلامذہ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۵ جمادی الآخرہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو امام نماز پڑھانے پر نہ کہے اُس کی اقتدا کی جائے یا جماعت ترک کی جائے۔ بینوا تو جروا

الجواب

قطناً اقتدا کی جائے اس عذر پر ترک جماعت ہرگز جائز نہیں مقتدین کے نزدیک جو اجرت لے کر امامت کرنے والے کے پیچھے نمازیں پڑھیں

تھی اس بنا پر کہ ان کے نزدیک امامت پر اجرت لینا ناجائز تھا وہ بھی ایسی نہ تھی جس کے باعث ترک جماعت کا حکم دیا جائے اب کہ فتویٰ جواز اجرت پر ہے تو وہ کراہت بھی نہ رہی طحاوی میں زیر قول در مختار تکرار خلف من امر باجورۃ قہستانی فرمایا ہذا مبنی علی بطلان الاستیجار علی الطاعات وہی طریقۃ المتقدمین والمفتی بہ جوازہ خوف تعطیل الشعائر حلی و ابوالسعود اسی طرح رد المحتار وغیرہ میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - اذما ہرہ مطرہ ضلع ایٹہ مرسلہ حضرت سید طور جید میاں صاحب الرحامہ فی الآخرہ ۳۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو بہت رکوع اور سورتیں یاد ہیں جن سے وہ نماز پڑھتا ہے مگر اسے کھڑے پڑے مدودہ وقت رہاؤ پر چنداں خیال جو رہیں اپنے نسیان کی وجہ سے مجبور ہے کہ حافظہ یا قاری کو نسا کر صاف بھی کرتا ہے تاہم پڑے رکوع یا سورت نقصان حافظہ یا کمی علم عربی و قواعد قرأت کے سبب امور مذکورہ کا خیال نہیں رہتا ہاں چھوٹے رکوعوں سورتوں پر اکتفا کرے تو کسی قدر عبور ہو سکتا ہے مگر صبح و عشا وغیرہ میں جو طویل اوساط کا حکم ہے اس کی رعایت نہ ہوگی زید سین و صا دیں بھی غلطی کرتا ہے اس صورت میں زید کی امامت درست ہے یا مکروہ اور کھڑا پڑا ادا نہ ہونے سے نماز تو مکروہ نہ ہوگی اور اگر ہر نماز میں قصار پر قناعت کرے تو کیا حکم ہے دوسرا شخص بکر ہے جو تمام امور قرأت حسب قواعد ملحوظ رکھتا ہے مگر بوجہ اپنے کسی فعل ناجائز مثل نشہ ممنوع شرعی میں ملوث ہونے کے امامت سے انکار کر کے زید کو جو پوچھ غلطی سین و صا و عدم رعایت امور مذکورہ معذور ہے امام کرنا چاہتا ہے اور خود انکار کرتا ہے ایسی صورت میں اس کا اپنی امامت سے انکار اور زید کو امام کرنا درست ہے یا نہیں اور ان دونوں میں لائق امامت کون ہے۔ بینوا تو جو روا

الجواب

اس مسئلہ میں جواب سے پہلے چند مسائل کا معلوم کرنا ضرور (۱) وقت کی غلطی کہ وصل کی جگہ وقت کی جگہ وصل کرے یہ اصلاً مفسد نماز نہیں اگرچہ وقت لازم پر نہ ٹھہرے کما فی النقص علیہ فی الہندیۃ و فی المنیۃ و شرحہ للعلامۃ الحلی الوقف فی غیر موضعہ والابتداء من غیر موضعہ لا یوجب فساد الصلاۃ عند عامۃ علما مثلاً قال بعد ذکر الامثلۃ (۲) فالصحیح عدم الفساد فی ذلک کلمۃ ولما تقدّم لا نہ نظم القرآن اہ ملخصاً (۳) جن حروف مدہ پر مدہ جیسے جاء۔ نوء۔ جائی۔ یا آہا۔ قالوا انا۔ فی آیام۔ دآبہ۔ آمین وہاں مدہ کرنا بھی اصلاً مفسد نہیں فان ذلک من محسنات التجوید ولا دخل لہ فی المعنی بل فی اللفظ ایضاً بحیث یتغیر بقرک اللفظ ففساد عن المعنی (۴) جن حروف مدیا لیں پر مد نہیں مثلاً قال یقول قیل قول خیر ان پر مد کرنا بھی موجب فساد نہیں جبکہ حد سے زیادہ مد ہوں ہاں حد سے تجاوز ہو جیسے گانے میں زمر کہنیچا جاتا ہے تو آپ ہی مطلقاً مفسد ہے اگرچہ مد ہی کی جگہ ہو فی الحانیتہ لو قرأ القرآن فی صلاۃ بالحن ان غیر الکلمۃ تفسد صلاۃ لما عرفت فان کان ذلک فی حروف المد واللين وھی الیاء والالف والواو لا یغیر المعنی الا اذا فحش اھ فی رد المحتار قولہ بالالحن ای بالنغمات وحاصلہا کما فی الفتح اشباع الحركات لمراعاة النغم (۵) کھڑے کو پڑا پڑھنا بھی مفسد نہیں فی الفتنیۃ قح حرقاً و تعالیٰ جددک بغیر باد لا تفسد عن جلاۃ مثلاً لان المعرب یتکفی بالفتحة عن اللالۃ اکتفاء ہر بالکسرۃ عن الیاء ولو قرأ عند باللہ لا تفسد صلاۃ ایضاً لا کتفاء ہر بالفتحة عن اللالۃ۔

عکس وجار الله والصلوات لا تقصد ولكن الوقراً وطور سنين بحذف الياء لا تقصد عكس ولو قرأ استيقنك اودؤمئذ بك
لا تقصد اء وفي الغنية اذا كان الحذف على وجه الترخيم الجائز في العربية نحو ان يقرأ يا مالك بحذف الكاف فلا تقصد اجماعاً
وكذا اذا لم يكن من اصول الكلمة كما اذا قرأ الواقعة بغير هاء وكذا ان كان من الاصول ولم يتغير المعنى كان يقرأ تعالى حيد ربنا
باللام مع حذف الياء في تعالى لا تقصد بالاتفاق اء ان جادون باقوس سے اگرچہ سنو نماز نہیں مگر کراہت منور ہے کہ آخر قرآن عظیم کا غلط
پڑھنا ہے یہاں تک کہ علمائے کرام نے فرمایا مد کا ترک حرام ہے تو کھڑے کو پڑھا پڑھنا بد راجہ اولی حرام ہو گا کہ اس میں توجہ ہر لفظ میں کی ہو گئی بجملة
مکہ امرئاً تھما فی الدر عن الحجة فی النفل لیلہ ان یسمع بعد ان یقرأ کما یفہم اء قال السید ان العلامتان الطحطاوی والشامی
قولہ کما یفہم اء بعد ان بعد اقل مد قال بہ القراء والاحرم لترك الترتیل للمامور بہ شعا یوں ہی تصریح فرماتے ہیں کہ جو شخص
وقت وصل کی رعایت نہ رکھتا ہو اُسے امام نہ ہونا چاہیے فی الهندیہ عن المحيط من یقف فی غیر مواضعہ ولا یقف فی مواضعہ لا ینبئ
لہ ان یؤمر (۶) پڑے کو کھڑا پڑھنے سے اگر معنی فاسد نہ ہو جیسے اتل ادع یرضہ لم یخش وانہ لا تأس علیہ لا تمش یعباد کو اتل
ادع یرضہ لم یخش وانہ لا تأس علیہ لا تمش یعباد پڑھنا تو نماز فاسد نہ ہوگی فی الغنیہ ان زاد حرفاً ان لم یغیر المعنی بان قرأ
وامر بالمعروف واخفی عن المنکر بزيادة الالف فی اللفظ بعد الهاء لا تقصد اء ملخصاً در فاسد کما قد مناعن الخانیة فی الدس
ومنها ای من المفسدات القراءۃ بالالحان ان غیر المعنی الخ فی رد المحتار قولہ ان غیر المعنی کما لو قرأ الحمد لله رب العالمین و
اشیع الحركات حتى اقبوا بعد الدال و بیاء بعد اللام والهاء وبالفت بعد الراء ومثله قول المبلغ وابن الک الحامد بالفت بعد الراء
لان الراء هو زوج الراء کما فی الصحاح والقاموس وابن الزوجة یسمی ریباً اء قول هذا هو الموافق لکلام اصحابنا المتقدمین
وقاعدہ الغیر المنخرمة المختارة للمحققین فلا علیک مما یوجد من خلاف ذلك فی بعض الفروع المنقولة عن المتأخرین نعم
ما ذکر فی الراء عندی فیہ وقفة فانه القیاس فی اسم فاعل الربوبیة وان کان فی الاستعمال بمعنی اخرو اهل اللغة لا ینذرون
المشتقات القیاسیة ولا ہی موقوفة علی السماع والا لم تکن قیاسیة والقیاس لا یورد الا بالنص علی مجازہ لاجرم قال فی تاج العروس
هو اسم فاعل من ربه یوبه ای تکفل بامرہ اء وصحة الصلوة تعتمد احتمال معنی صحیح ولو کان ثم احتمالات فاسدة کما نص
علیہ هو وغیرہ فی رد المحتار عند الاحتمال ینفی الفساد لعدم یتقن الخطأ اء فی الغنیة التحقیق فیہ العمل بصیحة المعنی بوجه
محتمل وعدم مہا کما قررنا انہ قاعدہ الغیر المنخرمة اء فافہم (۷) یوں ہی شد کو مخفف کو شد پڑھنا فاسد معنی میں فساد لازم ہے
جیسے ظلمات تخفیف لام ایاک بتشدید کا نہ نہیں جیسے ما ودعک بتخفیف مال اکبر بتشدید فی الغنیة تخفیف الشد والاصل فیہ
انہ ان کان لا یغیر المعنی کان قواً وقتلوا تعقیلاً لا تقصد وان غیر بان ترک الشد ید فی باب الفتن ونحوہ فاختیار عامۃ المشائخ
تفسد کذا فی الخلاصة وذلك التفصیل علی قول المتقدمین وتقدما انہ الاحوط وحکم تشدید المخفف حکم عکسہ وکذا لک
افہام الشد غم وعکسہ فاجیم فصل واحد اء ملخصاً قولہ کذا فی کتب اخرى حکم الفساد بتخفیف الرب وعندی فیہ
وقفة فقد قال فی القاموس قد یخفف اء ونقلہ الصاعانی عن ابن الانباری واشد المفضل ے وقد علم الاقوام ان لیس فوقہ

رب غیر من یعطی المخطوط ویزق نقلہ فی لسان العرب وغیرہا کما فی التاج (۸) س ص وغیرہا حروف کی باہم تبدیل میں بھی فساد
 معنی ہی پر کھاف ہے بحالت عدم فساد نماز فاسد نہیں خصوصاً جب خاص لفظ زبان عرب میں دونوں طرح ہو جیسے صراط و سراط وہ تبدیل کسی قاعدہ عرب
 کے موافق ہو جیسے ہر وہ کلمہ جس میں سین کے بعد ط ممل یا غین مجہ یا ن یا خ مجہ واقع ہو اُس میں سین کو ص بڑھا صحیح ہے بعض نے قبل وبعد
 کی قید نہیں لگائی اورت کی محبت میں بھی سین اور صاد کی باہم تبدیل دونوں جانب سے جائز بتائی بعض نے کہا جس کلمہ میں ص کے بعد ط
 ممل یا غ مجہ یا سین کے بعد ق یا خ مجہ ہو وہاں ان میں ہر ایک کے عوض دوسرا اور ز مجہ بھی جائز اور جس ص کے بعد د ممل ہو اگر
 ص ساکن ہے تو اس کی جگہ س یا ز و او اور تحرک ہے تو نا جائز و فسد نماز قیہ میں ہے متی سألت جارا لله عن قراء وسطا اصبح واصق
 ومصحفات بالصاد مکان السین فقال لا تفسد لان کل کلمۃ وقع فیہا بعد السین طاء او غین اوقاف او خاء جازان یبدل
 السین صا دا اھ اسی طرح طیمہ میں اُس سے نقل فرمایا وضبط الحروف فقال کل کلمۃ وقع فیہا بعد السین طاء مہملۃ او غین معجمۃ
 اوقاف او خاء معجمۃ جازان یبدل فیہا السین صا دا اُسی میں ہے وفي المبتغی ومن قرأ مکان الصاد سینا ینظر ان کان صاد بعدہا
 طاء کالصواط وبعدہا غین کقولہ واصبح او سین بعدہا قان کقولہ سلقوکم او بعدہا خاء کقولہ لیخرون یجوز مکان السین
 صا دا او زاء واما التي بعد ہا دال انکانت الصاد ساکنۃ کقولہ یصدر یجوز بالسین والزاء واما التي تكون متحرکۃ کقولہ الصمد لا یجوز
 قراءۃ بالسین ولوقرأ بالسین تفسد صلاتہ وعلى هذا ینحج کثیر من المسائل النحوی غانیہ میں ہے عن ابی منصور العراقی کل کلمۃ
 فیہا عین او خاء اوقاف او طاء او تاء فیہا سین او صاد فقرا السین مکان الصاد والصاد مکان السین جازا م اقول ہکذا
 هو فی الخانیۃ طابع کلکتہ ۱۳۳۵ھ المیلادیۃ باہمال العین والحاء جمیعاً وکذا هو فی الغنیۃ طابع استامبول ۱۲۹۵ھ المجہد ومثلہ
 فی البزازیۃ طابع مصر ۱۳۳۵ھ وفي الخانیۃ طابع مصر من تلك السنۃ باعجام الخاء واهمال العین وهو الموافق لما فی عنایۃ القاضی
 حاشیۃ العلامة الخفاجی علی البیضاوی طبع مصر ۱۳۳۵ھ تحت قولہ تعالی الصواط المستقیم حیث قال لغۃ قریش ابدال السین
 صا دا ہذا وفي کل موضع بعدہا عین او خاء اوقاف باطراد اھ والظاہر مما مر عن القنیۃ والحلیۃ مفسر اعجامہا جمیعاً فلیحسب
 پچھلے تین رسائل میں کہ بحالت فساد معنی فساد نماز کا حکم مذکور پہلے امام اعظم صاحب مذہب اہل ان کے اتباع ائمہ متقدمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا
 مذہب تھا اور وہی احوط و مختار ہے اجلہ محققین نے اُسی کی تصحیح فرمائی ومعلوم ان الفتویٰ متی اختلف وجب الرجوع الی قول الامام کما
 نص علیہ فی البحر والدروہ و حواشیہ وغیرہا من اسفار الکرام غنیہ میں ہے الاولی الاخذ فیہ بقول المتقدمین لانضباط قواعدہم
 وكون قولہم احوط واكثر الفروع المذكورة فی کتب الفتاویٰ منزلة علیہ اُسی میں ہے ہذا بناء علی مختار المتقدمین وهو المختار
 اُسی میں ہے ہذا ملخص قاعدة المتقدمین وهو الذی صححه المحققون من اهل الفتاویٰ کقاضی خاں وغیرہ وفعوا علیہ
 الفروع فافہم ترشد اگرچہ علمائے متاخرین ان تین میں بھی کہیں بعض کہیں اکثر بغرض آسانی جانب جواز نماز گئے اور کثرت فروع میں ان کے
 اقوال خود مختلف و مضرب ہے کما ینظر بالرجوع الی الغنیۃ والنظر الی اقوالہم المنقولۃ فی الفتاویٰ مع سیر الفروع و سر دھا الی
 الاصول (۹) س ص وغیرہا حروف کی تبدیل جس میں آج کل اکثر عوام مبتلا ہیں جب بطور مجز ہو یعنی ص کتا چاہیں تو س ہی ادا ہو

ص ذکال میکن جیسا کہ یہاں عوام کا جنہوں نے قواعد ادا نہ کیے اور اس فرض عین کے تارک رہے یہی حال ہے تو اس صورت میں اگرچہ ان کی اپنی نماز ہو جانے پر فتویٰ ہے جبکہ سیکھنے پر کوشش کیے جائیں اور جو حق نہیں نکال سکتے اُس سے خالی کوئی سورت یا آیت پاتے توئے سوائے فاتحہ ایسا کلام جس میں وہ حرف آئے ہیں نہ پڑھیں اور صحیح خوان کی اقتدا ملتے ہوئے جدا نماز ادا نہ کریں مگر یہ حکم صرف اُن کی اپنی نماز ان شرطوں کے ساتھ جائز ہو جانے کے لیے ہے صحیح خوان کی ناست نہیں کر سکتے اُس کی نماز اُن کے پیچھے ہوگی یہی مذہب صحیح ہے اور یہی قول جمہور ائمہ ہے جن میں متاخرین بھی شامل ہیں۔ فتاویٰ خیرہ میں ہے۔ الراجح المقتفی بہ عدم صحۃ امامۃ الکلیۃ لغيرہ من لیس بہ لثغۃ اسی میں ہے امامۃ الکلیۃ لثغۃ الفصیحہ و فاسدۃ فی الراجح الصحیح اسی میں ہے قد اباہ اکثر الاصحاب و لما لغيرہ من الثواب۔ بڑا یہ میں ہے ان املکنہ ان یخذ آیات خالیۃ عن تلك الحروف فعل والاسکت وان وجد آیات خالیۃ عن لثغۃ ومع ذلك قرأ ما فیہا لثغۃ لا یجوز و علی قیاس ما ذکرنا فی المسئلۃ الاولی ان بدل حرفا بحرف ولم یقدر کا یفسد۔ بہ ناخذ، و کذا المسقین مکان المستقیم الا ان غیرہ لا یقتدی غنیہ میں محیط، فتاویٰ جہ، فتاویٰ غانیہ وغیرہ کی عبارات لکھ کر فرمایا الحاصل ان اللغۃ یجب علیہما الجہد دائما و صلوا تم جائزۃ ما داموا علی الجہد و لکنہم بمنزلۃ الایسین فی حق من یصح الحروف لذلک عجزوا عنہ لا یجوز اقتداء بجمہور لا تجوز صلاتہم اذا ترکوا الاقتداء بہ مع قدر تہم و انما تجوز صلاتہم مع قراءۃ تلك الحروف اذ لم یقدروا علی قراءۃ ما تجوز بہ الصلاۃ مما لیس فیہ تلك الحروف و اما لو قدروا مع هذا اقرأوا تلك الحروف فصلا تہم فاسدۃ ایضاً ہذا هو الذی علیہ الاعتماد (۱۰) مجرد ظہر میں طویل فصل، عصر و عشاء میں اوسط کا بڑھنا اگرچہ سنت ہے کما نص علیہ فی المتن مگر ایسا ضروری کہ عذر سے بھی ترک نہ کیا جائے۔ صحیح حدیث سے ثابت کہ ایک بچہ جس کی ماں شریک جماعت تھیں۔ اس کے رونے کی آواز سن کر حضور پر نور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فجر کی نماز صرف موزتین سے پڑھائی۔ علماء یہاں بوجہ اعذار طال قوم و بے آوازی امام تک شمار کرتے ہیں کہ کریم الصوت ہو تو پھوٹی سورتوں پر قناعت کرے تاکہ مقتدیوں کو ناگوار نہ ہو۔ درختار میں ہے۔ اختار فی البدائع عدم التقدید و انہ یختلف بالوقت والقوم والامام و ما لم یختلف فی قولہ والا امام ای من حیث حسن صوتہ و فہم تو قرآن عظیم کو اپنے اغلاط اور اپنی اور مقتدیوں کی نماز کو فساد سے محفوظ رکھنا تو عظیم اعذار اور اہم کا ہے۔ (۱۱) فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے بحر الرائق و درمنی و معراج الدلایہ و جتبی وغیرہ میں اس کو اہمیت کو تنزیہی اور غنیہ و فتاویٰ جہ و مراقی الفلاح و فتح اللہ المعین وغیرہ میں تحریری ٹھہرایا۔ اور یہی کلام امام زمینی کا مفاد کما بیہا فی رسالۃ النہی الاکید عن الصلاۃ و داعی التقلید، وغیرہا من تحریراتنا ردالمحتار میں ہے ہو کالمبتدع تکرر امامۃ بكل حال بل مشی فی مشرَح المفیۃ علی ان کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحویرہ لسا ذکرنا (۱۲) جماعت اہم واجبات اور اعظم شائرا سلام سے ہے تو فسق امام کے سبب ترک جماعت نہ چاہیے۔ ادائیگی جماعت کے لئے اس کے پیچھے پڑھ لیں۔ اور دفع کراہت کیلئے اعادہ کر لیں فی الفتح عن المحیط و فی المجموع عن الفتاویٰ و فی الدرر عن النہج عن المحیط، و صلوا خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعۃ اھ فی ردالمحتار و اعدان الصلاۃ خلفہما اولی من الانفراد الخ و مثله فی البحر عن السوای فی الفاسق و فی الفتح، الحق التفصیل بدین کون تلاصا لکراہۃ کراہۃ تحویرہ فیتجب الاعادۃ او تنزیہ فیتستحب بلکہ جب اس کے موائے

نہ کوئی امامت کے قابل ہو نہ دوسری جگہ جماعت ملے تو اس کے پیچھے کراہت بھی نہ ہے گی فی الدردھذا ان وجد غیرہم ولا فلا کراہۃ، بحرہ مجتہدا ۱۱۱ قال الشامی قد علمت انه موافق للنقول عن الاختیار وغیرہ جب یہ مسائل معلوم ہو گئے۔ تو حکم مسئلہ منکشف ہو گیا۔ زید و بکر دونوں کے پیچھے نماز کم سے کم مکروہ تو ضرور ہے، پس اگر کوئی تیسرا قابل امامت خالی از کراہت ملے تو اس کی اقتدا کریں، اور اگر کوئی نہ ہو تو اگر چھوٹی چھوٹی بعض سورتیں جو زید کو خوب صاف و صحیح یاد ہوں۔ انہیں پر اکتفا کرنے میں زید سے وہ خرابیاں واقع نہ ہوتی ہوں، ان سین و صد و غیر ہما حروف بھی ٹھیک ادا کر لیتا ہو۔ تو واجب بلکہ لازم ہے کہ ہمیشہ انہیں سورتوں پر قناعت کرے ان کے سوا اور ہرگز ہرگز نہ پڑھے۔ جن میں کراہت درکنار نوبت تا بہ فساد نماز پہنچے، اور جب اس تدبیر سے وہ خرابیاں زائل ہوں تو اس تقدیر پر زید ہی کی امامت رکھیں کہ ہر نماز میں چھوٹی سورتوں پر اقتصار ترک سنت سہی مگر بعد از قوی ہے۔ اور عندہ دافع کراہت، بخلاف بکر کہ اس کے پیچھے بسبب فسق کراہت بلکہ سخت کراہت ہے۔ تو زید ہی اولیٰ امامت ہے۔ اور اگر کوئی سورت زید کو صاف نہیں یاد قصار پر اقتصار میں بھی وہی خرابیاں پیش آتی ہیں۔ اگرچہ کم ہوں تو اسے ہرگز امام نہ کیا جائے۔ کہ جب پڑھے کہ کھڑا محففت کو مشد، مشد کو محففت، سو کو ص، ص کو سو پڑھنے کی عادت ہے۔ تو یہ امور ایسی جگہ بھی ضرور واقع ہوں گے جن سے ہمارے اللہ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک نماز بالکل باطل ہو جائے گی۔ اس کے کوئی معنی نہیں کہ اغلاط کا عادی وہیں غلطی کرے جہاں معنی نہ بدلیں۔ اور جہاں فساد معنی ہوتا ہو وہاں نہ کرتا ہو، غلطی اپنے قصد و اختیار کی نہیں کہ جہاں چاہی کی جہاں نہ چاہی نہ کی، نہ بے علم آدمی یہ سمجھ سکتا ہے۔ کہ کہاں معنی بگڑیں گے کہاں نہیں۔ خصوصاً جبکہ سو و ص کی تبدیلی بربنائے عجز ہو کہ عاجز لا جرم کہیں ٹھیک نہ پڑے گا۔ اس تقدیر پر اس کے پیچھے نماز اصل مذہب اور تصحیح اللہ محققین پر فاسد و باطل ہے۔ اور بحالت عجز و جہولانہ کے نزدیک امامت صحیح خواں کی اس میں اصل لیاقت نہیں۔ بلکہ صحیح کے ہوتے ہوئے اس کی خود اپنی ناز نہ ہوگی کہ باوصف قدرت اس نے اس کی اقتدا چھوڑ دی، بخلاف بکر کہ اگرچہ فاسق سہی مگر جبکہ صحیح خواں ہے تو اس کے پیچھے نماز با اتفاق اصحاب صحیح ہے۔ رہی کراہت اس کا مروج اعادہ سے ممکن بلکہ جب دوسرا کوئی قابل امامت نہیں تو کراہت بھی نہیں کہ عندہ ضرورت نائی کراہت ہیں۔ اور اسی سبب سے احسن و اہم یہ کہ بکرا اپنے رب جل و علا سے ڈرے اپنے حال پر دم کرے ضن و نافرمانی بادشاہ قہار سے تاب ہو کہ اس کے پیچھے نماز بے وقت مجبوت مناسب ہو اگر روز قیامت کا اندیشہ نہیں تو اس مجلس اسلام میں حدیث نہ ملنے کی غیرت چاہئے۔ آدمی اگر دنیا والوں کے کسی جلسہ میں جائے تو کوشش کرے گا کہ کوئی حرکت ایسی نہ ہو جو لوگ اچھی جگہ ٹھانے کے قابل نہ سمجھیں اور اگر کسی مجلس میں صدر کی جگہ سے ہاتھ پکڑ کر اٹھا دیا جائے کس قدر غیرت آئے گی نہ امامت ہوگی۔ تو یہ اندیشہ وجل کے دربار میں صدر مقام ہے۔ یہاں کیوں نہ غیرت کو کام میں لائے کہ کارکنان مبارک گاہ سلطانی صدر جگہ سے ہاتھ پکڑ کر اٹھا دیں، اللہ تعالیٰ توفیق خیر فرمے عطا فرمائے۔ آمین اللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ریاست راہبہر مولوی امداد حسین را در مولانا ارشاد حسین صاحب مسئلہ ۱۱۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام کوئی مستحب ترک کرے تو کیا مقتدیوں پر اس کا ترک حکم متابعت واجب ہوتا ہے اور دلیل یہ کہ متابعت فرض ہے اور وہ فعل مستحب اللہ قاعدہ کلیہ ہے کہ مستحب مزاحم فرض نہیں ہو سکتا۔ بیہوا تو جروا

(الجواب - متابعت امام ہر فعل و ترک میں علی الاطلاق فرض و واجب کیا معنی سنون اللہ مستحب بھی نہیں بلکہ بعض صورتیں خلاف دلی

اور بعض میں محض ناجائز ہوتی ہے فی الدار المختار والمتابعہ لیست فرضاً بل تلون واجبة فی الفرائض والواجبات الفعلیۃ وتكون سنة فی السنن وکذا فی غیرہا عند معارضة سنة وتكون خلاف اولی اذا عارضها واجب آخر او كانت فی ترک لا یلزم من فعله مخالفة الامام فی واجب فعلی کرفع الیدین للتحیمۃ ونظائرہ وتكون غیر جائزۃ اذا کان فی فعل بدعة او منسوخ او مالا تعلق له بالصلاة اصلاً الخ پھر اگر اس سبب سے ترک الامام کے فعل کے کسی واجب فعلی میں مخالفت امام لازم نہ آئے۔ تو اس کا فعل ہی اولیٰ اور انسب ہوگا۔ اور وہ سبب درجہ اعتبار کے بھی نہ کرے گا۔ چہ جائیکہ سبب ترک متابعت، حرام یا ہلکے درجے کا مکروہ ہی ہو جائے۔ کیا اگر امام ادب نظر کی مراعات نہ کرے۔ تو مقتدی بھی آنکھیں پھاڑے دیوار قبلہ کو دیکھتے رہیں کیا اگر امام بجات قیام پاؤں میں فصل زیادہ رکھے تو مقتدی بھی ٹانگیں چیرے کھڑے رہیں۔ کیا اگر ایسا نہ کریں تو حکم متابعت تارک واجب و قائم و گنہگار ہوں گے۔ لایقول بد عاقل فضلاء عن فاضل اسی قبیل سے ہے عمار باندھنا مسواک وغیرہ کرنا وغیر ذلک من الادب والحننات التي لا یستلزم فعلها مخالفة الامام فی واجب فعلی اور ہمیں سے ظاہر ہوگئی اس دلیل کی شاعت اور یہ قاعدہ سلمہ تعارض واجب و فرض و سبب مانع فیہ سے محض بیگانہ اور اس کلیہ دلیل کی صریح ناقص، نظم زندگی کی وہ روایت ہے، جیسے علامہ ابن امیر الحاج حلبی نے شرح منیر میں نقل فرمایا حیث قال تسعة اشياء اذا لم يفعلها الامام لا یترکها القوم رفع الیدین فی التحیمۃ والثناء ما دام الامام فی الفاتحة وتکبیر الركوع والسجود والتسبیح فیہما واسمع وقرأة الاستشهد والسلام وتکبیرات القنوتین (مملخصاً) کہ اگر ہر فعل ترک میں متابعت امام فرض ہو تو جس طرح سبب مزاحم فرض ہیں ہو سکتا۔ سنن بھی ملکہ واجبات بھی صلاحیت مزاحمت نہیں رکھتے تو ان فوجیوں میں انہ کا یہ حکم کہ اگر امام ذکرے جب بھی مقتدی نہ چھوڑیں کہو نہ صریح ہوتا، قلت والاستقراء يمنع المحصر والعدد ولا یفنی الزائد وعبارة اخرى متابعت امام صرف افعال نمازیں منظور ہے یا وجبات نماز سے کچھ علاوہ نہیں رکھتی اس میں بھی ضرور ہے۔ بر تقدیر ثانی اگر امام بھلائے تو مقتدیوں میں بھی غارش نہ جائے، یا اگر امام اچھا ٹھنڈی سانس لے تو مقتدیوں کو بھی دھونکنی لگ جائے۔ اور بر تقدیر اول کیا ترک سبب بھی افعال نمازیں محدود ہے جس میں متابعت حتم مقصود ہے۔ شہر اقول بلکہ اگر نظر دقیق کو رخصت مدقین دی جائے۔ تو اس لزوم متابعت کی سبب کلیت درکنار کلیت سلب واضح اور آشکار لہذا ذکرنا من انه لا متابعة فی مالا تعلق له بالصلاة وترك المستحب لذالك وما یترائی من النقص بما اذا استلزم فعله مخالفة الامام فی واجب فعلی فانه یجب متابعة الامام فی ترکہ کما صحیح به العلماء فلیس بنقص فی الحقيقة لانها انما هی فی فعل ذلک الواجب ولزم من ایتانہ ترک هذا المستحب فالامام ترک مقصداً او تمہراً والمقتدی لا یترکہ لمحض ان الامام ترکہ بل لانه لو فعله فانه ما هو اھم والزم فصیح قلنا لا یلزم متابعة فی ترک المستحب مطلقاً ای من حیث هو هو فافہم فانه احرى به والله سبحانه وتعالى اعلم۔

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہابیہ کے پیچھے ناپہ رٹھنا جائز ہے یا نہیں اور اگر کسی مسجد کا امام وہابی المذہب ہو تو اس کی اقتدا کرنا بہتر ہے یا اس مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں ناپہ رٹھنا۔ بینوا توجروا

الجواب

ان دیار میں دلی ان لوگوں کو کہتے ہیں جو اسمعیل دہلوی کے پیرو اور اس کی کتاب فقہیہ الامان کے متفقہ ہیں یہ لوگ مثل شیخ خارجی معتزلہ

وغیر ہم اہلسنت وجماعت کے مخالف مذہب ہیں ان میں سے جس شخص کی بدعت حکم فرما نہ ہو یہ اس وقت تک تھاب کبرائے وہابیہ سے کھلے کھلے ضروریات دین کا انکار کیا اور تمام وہابیہ اس میں ان کے موافق یا کم از کم ان کے حامی یا انہیں مسلمان جاننے والے ہیں اور یہ سب صریح کفر ہیں تو اب وہابیہ میں کوئی ایسا نہ رہا جس کی بدعت کفر سے گری ہوئی ہو خواہ غیر مقلد ہو یا بظاہر مقلد نسأل اللہ العفو والعافیۃ نماز اس کے پیچھے کردہ تحریمی ہے اور جو اس حد تک پہنچ گئی تو اقتداء اس کی اصلاح نہیں شرح عقائد نسفی میں ہے ما نقل عن بعض اہلسنت من المنع عن الصلاة خلف المبتدع فھم على الکراهۃ اذلا کلام فی کراہۃ الصلاة خلف الفاسق والمبتدع هذا اذا لم یؤد الفسق والمبتدعۃ الى حد الکفر اما اذا دى اليه فلا کلام فی عدم جواز الصلاة خلفه اور اسی طرح بحر الرائق میں محیط اور خلاصہ ادرجی سے منقول ہے حیث قال وقیدہ فی المحیط والخصایۃ والمحبیۃ وغیرہا بان لا تكون بدعة تکفیر فان كانت مکفرة فالصلاة خلفه لا تجوز اور جب امام مسجد وہابی المذہب ہو اور اسے منع کرنے اور امامت سے باز رکھنے پر قدرت حاصل نہ ہو تو اس مسجد کو چھوڑ کر چلا جائے اور دوسری مسجد میں جس کا امام ایسے جاث سے پاک ہو نماز پڑھے بحر الرائق میں ہے وذكر المندرج وغيره ان الفاسق اذا تعذر منعه یصلی الجمعة خلفه وفي غیرها ینتقل الی مسجد اخر وعلل له فی المعراج بان فی غیر الجمعة یجد اماما غیره فقال فی فتح القدیر یکره الاقتداء به فی الجمعة اذا تعددت اقامتها فی الموضع علی قول محمد هو المفتی به قلت فاذا کان هذا حکم الفاسقین فی الاعمال فما ظنک بالفاسقین فی العقائد والله تعالی اعلم۔

مسئلہ - از شہر کتبہ بریلی مرسلہ مولوی غلام مصطفیٰ صاحب پنجابی ۸ شعبان المنظم ۱۳۱۲ھ

ایک جنازہ وقت غروب شمس کے پاس مسجد کے موجود ہوا اور وہ جنازہ اہل سنت وجماعت کا تھا حال یہ ہے کہ وارث میت کے من کل الوجہ جاہل تھے حتیٰ کہ نماز سے اور امام اس مسجد کا پانچوں وقت نماز تاکید سے پڑھانا ہے اور کتب درسیہ متداولہ میں بھی تعلیم و تعلم لکھا ہے اور خلاصہ سنت جماعت ہے اور خلاصہ حنفی ہے اور اس امام کا یہ عقیدہ منعقد ہوا ہے خدا ایک ہے مثل اس کے تصور نہیں ہو سکتا ہے اور سب انبیاء علیہم السلام صادق ہیں خصوصاً حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بزرگی میں سب سے زیادہ ہیں اور بعد سب انبیاء علیہم السلام کے بزرگی میں سب سے زیادہ حضرت ابوبکر صدیق ہیں پھر حضرت عمر ہیں پھر حضرت عثمان ہیں پھر حضرت علی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور کرامت اولیاء اللہ کی بھی برحق ہے خلاصہ جو طریقہ اہلسنت وجماعت کا ہے وہ اس امام میں موجود ہے اور ایک شخص اور ہے کتب درسیہ پڑھے ہے یا نہیں واللہ اعلم بالصواب مگر دعویٰ ہے اور تعلیم و تعلم بھی کسی کتاب کا نہیں ہے اور اس شخص کا عقیدہ یہ ہے کہ بزرگی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب آدمی سے زیادہ ہے مگر حضرت علی اور ابی فاطمہ اور حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے زیادہ نہیں ہے بلکہ یہ سب پانچ تن بزرگی میں برابر ہیں اور بزرگی حضرت علی کی سب اصحاب سے زیادہ ہے اور وہ شخص نماز پانچ وقت جماعت سے نہیں پڑھتا ہے بلکہ محض جمعہ کے دن جماعت سے پڑھتا ہے اور تعزیر بنائے کو بھی اچھا لگتا ہے وقت جنازہ کے یہ دونوں مولوی مذکور موجود تھے اور دونوں کو ماروٹن تیس سے بٹایا تھا اور دونوں کو حکم جنازہ پڑھانے کا کیا اور سوا امام کے دوسرا مولوی امام بن گیا اس وقت امام نے کہا لاؤں امامت جملہ مک میں ہوں چونکہ سلطان اور قاضی اس وقت میں نہیں ہیں اور یہاں بات شرح دقا یہ اور ہلایہ اور سب کتب میں موجود ہے عبادت مسند مذکورہ کی ہے والا حق بالامامة السلطان لہذا قاضی شہر

امام الحی ثمالی کما فی العصبیات اور وہ مولوی اس مسئلہ کو نہ مانا اور امام بنا اور امام الحی نے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی اس وجہ سے کہ اُس نے اس مسئلہ محررہ کو نہ مانا اور بلحاظ عقائد مذکورہ محررہ کے امام الحی نے اس کے پیچھے نماز ترک کی۔ آیا امام ہونا نماز جنازہ کا امام الحی مولوی کو لائق تھا یا دوسرے مولوی کو اور نماز کا ترک کرنا امام الحی کا ایسے شخص کے پیچھے مناسبت تھا یا نہ اور سب نماز میں یعنی نماز ہائے فقی اور جمعہ کی اور جنازہ کی ان سب نمازوں میں امام ہونا ان دونوں میں سے کون لائق ہے۔ بینوا تو جو دا

الجواب

فی الواقع جبکہ ان بلاد میں حکام اسلام سلطان والی و قاضی مفقود ہیں اور جب وہ نہیں تو ان کے نائب کہاں اور اولیائے بیت حسب تصریح سائل محض جاہل تھے تو صورت سفیرہ میں امام مسجد کو سب پر تقدیم اور اسی کو امام کرنا مستحب و بہتر تھا تنویر الابصار و سردا لمختار نقد فی الصلاة علیہ السلطان (ثمنا ثبہ کما فی الفتح) ثم القاضی (فی الفتح ثم خلیفة الوالی ثم خلیفة القاضی و مثله فی الامداد عن الزیلعی) ثم امام الحی اہ ملقطا و فی الدردنقا یہ الولاۃ واجب و تقدیم امام الحی مندوب فقط بشرط ان یکون افضل من الولی والا فالولی اولی الخ شخص دیگر کا ترک جماعت تو صرف گناہ تھا کہ بعد تود گناہ کبیرہ موجب فسق ہوا اور تعزیہ رائج بنانے کو اچھا جانا بدعت شیعہ کی تحسین اور حضرت امیر المؤمنین سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل بنانا فرض و بدعت ہی یہی وجہ اس شخص کے پیچھے نماز کے سخت کردہ ہونے کو کافی تھے خلاصہ و فتح القدیر و دہندیہ وغیرہ میں ہے ان فضل علیا علیہما فمبتدع ارکان اربعہ میں ہے اما الشیعۃ الذین یفضلون علیا علی الشیخین ولا یطعنون فیہما اصلا کالزیدیۃ فیحوز خلفہم الصلاة لکن تکرہ کواہۃ شدیدۃ۔ مگر یہاں سائل اگر سچا ہے تو حضرات آل عبا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معاذ اللہ ہمسرد ہم تر بنانا تو خود کفر صریح اور دوسرے کفر صریح یعنی آل عبا کو انبیاء سابقین علیہم الصلاة و التسلیم تفضیل کو مستلزم اس تقدیر پر ہوا امامت کیسی وہ شخص اصلا و قطعا کسی نماز میں یا عبادت یا نیک کام کی خود یا قوت نہیں رکھتا کہ کفار کا کوئی حسنہ مقبول نہیں بلکہ حقیقتہً اُن سے صدور عبادت منقول نہیں اس صورت میں اُس کے پیچھے ترک نماز صرف مناسب بلکہ فرض قطعی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زیر مسائل نماز سے جاہل اور مخارج و صفات و قواعد قرأت سے محض ناواقف اور اس پر بغیر عامل ایک بڑی مسجد کی امامت کرتا ہے عقیدہ کا بھی شکی نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کی ترویج مذہب میں مصروف رہتا ہے جن میں تقیہ ہے اور ان کے مذہب کی ترویج میں ہر قسم کی چالاکی و مہیا کی اور عوام کو مغالطہ دہی گوار تکاب حرام ہو بے تکلف کرتا ہے اور اس مذہب کے علماء و عمائد کی مدح و ستائش اور عوام کو ہر طرح اُن کی طرف متوجہ اور مائل کرتا ہے اور اُن کے مذہبی مشوروں میں شریک ہوتا ہے اُس مذہب کے کیسی ہی بات کہہ دیں گو حد کفر تک پہنچی ہو اُس کو مقبول و مسلم اور اس کی ترویج میں بجان و دل ساعی اور اس مذہب کے اہل علم کے پاس مسافت دور و دُراز قطع کر کے جاتا ہے اور اگر کوئی شکی عالم مسجد میں وعظ کے تو ناخوش ہوتا ہے اور اکثر اوقات شریک نہیں ہوتا اور علمائے اہلسنت کی امامت اور ان پر افتراء بہتان اور ظن کو اُن کی عقیدت سے باز رکھتا اُس کا شیوہ ہے کہ ان حالات سے رفتہ رفتہ صد ہا ہزار اہل سنت واقف ہو گئے ہیں بایں ہمہ اس غرض سے کہ امامت اور جو منافع دنیویہ اُس سے حاصل ہوتے ہیں قائم رہیں اور نیز اس خیال سے کہ سنتوں میں

ملا، کہ عوام کو بتدریج دام میں لائے اور اپنے مذہب کو خفیہ طور پر پھیلانے اس درجہ فقیر کرتا ہے کہ سنیوں کے جماع و مجالس میں بظاہر شریک ہوتا ہے اور سنیوں کے سامنے دوسرے مذہب پر تبر اور ان کے عمل و عبادت کو خاص مسجد میں فحش گالیاں بربلا دیتا ہے اور جب کہا جاتا ہے کہ اگر توفی الواقع اس مذہب میں نہیں تو ان کے مسائل مجھے کیوں معلوم ہیں اور ان کے بیان کے عوام کے سامنے کیوں تعریف اور ان کی طرف راضی اور متوجہ کرتا ہے تو کہہ دیتا ہے مجھے تو قال اللہ و قال الرسول سے غرض ہے، ان کے مسائل سے گویا اُس کے نزدیک سنی عمل جو مسجد میں وعظ کتے ہیں وعظ ان کا قال اللہ و قال الرسول کے خلاف ہے جو اُسے نہیں سُننا اور جب ان کے جماع میں شریک ہونے اور اس مذہب کی تائید و تقویت سے تعرض کیا جاتا ہے تو کبھی انکار کرتا ہے اور جب انکار سے چارہ نہیں پاتا تو توبہ کرتا ہے مگر افعال مذکورہ بدستور رکھتا ہے چنانچہ ایک سال میں تین بار توبہ کی اور ہر بار انھیں افعال کا مرتکب رہا تیسری بار توبہ کے بعد ایک سنی وعظ کو کہ بعد نماز جمعہ کے وعظ کے لیے منبر پر بیٹھ لیے تھے وعظ سے روکا اور مذہب کے ایک عیار کو ایک مثنوی پڑھنے کو بٹھا دیا جس کی تصنیف کا باعث عوام کو مخالفہ دی اور انھیں دام فریب میں لینا اور اپنے مذہب کی طرف گرویدہ کرنا ہے اور اُس میں وہ عیاری و دھال کی ہے جس کی حقیقت عوام اور نادانوں کی سمجھ میں نہیں آسکتی مگر مصنف مثنوی کو سب اہلسنت پہلے سے اپنا مخالف مذہب جانتے تھے لہذا وعظ سنی کو، خاک اُس شخص کو بٹھانا اور وعظ سے روک کے اسی کی مثنوی پڑھانا باعث یہی اہلسنت کا ہو اور جو لوگ اس کی ظاہری باتوں اور بار بار کی توبہ کے فریب میں تھے ان پر حال اس کا منکشف ہو گیا اور نماز اُس کے پیچھے چھوڑ دی اور جو واقع ہوتا جاتا ہے اس مسجد میں نماز کو نہیں آتا بدز بروز جماعت میں کی اور مسجد کی دیرانی اور زبانی ہوتی جاتی ہے ہر وہ لوگ کہ احوال واقعی سے آگاہ اور اُس کی چالاکیوں اور عیاریوں سے واقف نہیں اُس کے پیچھے نماز پڑھتے آتے ہیں اور بعض اشخاص جنہیں نماز سے کام نہ دین سے غرض بعض وجوہ نفسانی سے سنیوں کی نماز اور مسجد کی خرابی گوارا کر کے اُس کی حمایت، بیجا اور امامت قائم رہنے پر اصرار کرتے ہیں آیا اس شخص کو سنی کہا جائے گا یا دوسرے مذہب میں شمار کیا جائے گا یا کسی میں نہیں اور باوجود ان سب امور امامت کے اُس کی توبہ کا اعتبار ہوگا یا نہیں اور ایسے شخص کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے اور مسلمانوں کو اُسے امامت سے موقوف کر کے کسی شخص سنی صحیح العقیدہ واقف مسائل و قواعد فرائض کو جس کی امامت پر کوئی فتنہ اور اختلاف اور جماعت کی کمی اور مسجد کی دیرانی نہ ہو اُس کی جگہ مقرر کرنا اور اُس کی حمایت کرنے والوں کو حمایت سے باز آنا ضرور ہے یا نہیں بدینا و تجردا

الجواب

جو شخص مسائل نماز سے جاہل ہو اُس کی امامت میں احتمال قوی نماز کے فساد و خرابی کا ہے کہ اس سے اکثر باتیں ایسی واقع ہوا گی کہ جو سے نماز فاسد ہو جائے گی یا اُس میں نقصان آئے گا اور وہ سبب جماعت کے ان پر مطلع نہ ہوگا اور ان کی اصلاح ذکر سکے گا اسی طرح جو شخص مخالف و صفات حروف و قواعد تجویز سے آگاہ نہ ہو عیب نہیں کہ اُس کے پڑھنے میں قرآن میں ایسا تغیر واقع ہو جائے جو بالاتفاق یا ایک مذہب پر موجب فساد نماز کا ہو کیا بلا ضرورت ایسے شخص کو امام کرنا نماز میں کہ عباد اسلام و افضل اعمال ہے بے احتیاطی اور امر شرع میں ممانعت و سہل انگاری نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان سرکہم ان یقبل اللہ صلاتکم فلیؤمکم خیارکم فانہم و فداکم فینما بینکم و بینکم رواہ الحاکم فی المستدرک اگر انھیں خوش آئے کہ خدا تعالیٰ نماز کو قبول کرے تو چاہیے کہ تمھارے بہتر تمھاری امامت کریں کہ وہ تمھارے سفیر ہیں تمھارے رب کے درمیان بیڑ کے اکثر افعال مذکورہ فی السوال فسق و گناہ کبیرہ ہیں اور خدا و رسول کی نافرمانی و

ناراضی کے باعث خلق خدا کو گمراہ کرنا اور حق سے پھیرنا علمائے اہلسنت کی اعانت و تحقیر اُن پر افتراء و بہتان خدا و رسول جن کی تعظیم کا حکم دینا
 خلق خدا کو ان کی عقیدت سے باز رکھنا فحش گالیاں دیکیرہ ہیں موجب فسق مسقط شہادت خصوصاً جبکہ سجدہ میں ہوں جہاں دنیا کا مباح کلام
 بھی نیکیوں کو ایسا کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھاد و رافنی الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعظا علی سے ناخوش
 ہونا اور انھیں وعظ سے منع کرنا ظلم عظیم ہے حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابھا
 کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو روئے کے خدا کی مسجدوں کو اس بات سے کہ اُن میں ذکر کیا جائے اُس کا نام اور کوشش کرے اُن کے ویران
 ہونے میں اسی طرح وعظا علی کو مکروہ سمجھ کے دشمن اور وہاں سے چلا جانا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن اظلم ممن ذکر بایات ربہ واعرض
 عنھا ونسی ما قد مت ید انا جعلنا علی قلوبہم اکنۃ ان یفقهوہ وفی اذانہم وقرآ اور کون زیادہ تنگ رہے اس سے جو نصیحت کیا گیا
 اپنے رب کی آیتوں سے تو اُن سے منہ پھیر لیا اور بھول گیا جو آگے بھیجا اس کے ہاتھوں نے بیشک ہم نے کر دیا ہے ان کے دلوں پر پرست
 اُس کے سمجھنے سے اور ان کے کانوں میں ٹینٹ مسلمانوں کے ساتھ جاری و چلائی اور انھیں دھوکے دینا فریب میں ڈالنا ایسے افعال کر کے
 جن کے سبب لوگوں کی ناز اُن کے پیچھے خواب ہو اُن کی تسکین کے لیے بظاہر توبہ کرنا اور انھیں باتوں کا ترک رکھنا فتنہ ہے کہ اللہ کے
 نزدیک قبل ناحق سے زیادہ سخت ہے اور عذاب جہنم کا موجب قال اللہ تعالیٰ والفتنة اکبر من القتل وقال تعالیٰ ان الذین فتنوا
 المؤمنین والمومنات ثم لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم ولھم عذاب الحریق حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے
 ہیں جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے عرش خدا کا نپ جاتا ہے اور حق سبحانہ تعالیٰ اس کی طرف سے منہ پھیر لیتا ہے رواہ ابن ابی الدنیانی
 ذوالغنیۃ والبیہقی فی مسندہ والبیہقی فی شعب الایمان عن انس بن مالک وابن عدی الکامل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہما جب فاسق کی مدح خدا کو اس قدر ناپسند ہے تو دوسرے اہل بدعت کی تعریف کس قدر موجب اس کی ناراضگی کی ہوگی بدل
 اہل بدعت سے محبت و عقیدت دور دور سے ان کے پاس جاتا اُن کی ترویج مذہب میں سامعی رہنا اور شیعوں کی تعزیر کو انھیں گالیاں دینا
 اُس مذہب پر تبرک کرنا ذوالوجہین ہونا ہے جس پر وحید شدیدہ وارد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ذوالوجہین کو قیامت
 میں دو زبانیں آگ کی دی جائیں گی۔ قرآن مجید اس حرکت شنیعہ کی مذمت سے متحون ہے قال اللہ عن وجہ یخدعون اللہ والذین امنوا
 وما یخدعون الا انفسہم وما لیشعروا یعنی دھوکا دینا چاہتے ہیں خدا اور مسلمانوں کو اور حقیقت میں نہیں فریب میں ڈالتے مگر اپنی جانوں کو
 اور انھیں خبر نہیں اور فرماتا ہے اذ القوا الذین امنوا قالوا امنوا فاذا دخلوا الی شیطینہم قالوا انا معکم اما نحن مستہزؤن جب مسلمانوں
 سے ملیں گے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوں تو کہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو یہ ہیں ٹھٹھا کرتے ہیں الغرض
 نزدیک فاسق ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور ناز فاسق کے پیچھے مکروہ ہے۔ علما حکم دیتے ہیں کہ اُس کے پیچھے ناز نہ پڑے بلکہ دوسری مسجد
 میں چلا جائے اور جن لوگوں کے نزدیک جمعہ چند مسجدوں میں جائز نہیں ہوتا وہ بضرورت جمعہ میں اُس کی اقتدار رکھتے ہیں اگر کسی طرح
 اُس کا امامت سے روکنا نہ بن پڑے امام علامہ محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں جبکہ قول مفتی
 یہ ظہر کر جمعہ میں چند مسجدوں میں ہونا ہے تو ناز جمعہ میں بھی اُس کی اقتدار مکروہ ہے کہ دوسری مسجد میں چلا جانا میرے فی بحوالہ رائے

و ذکر الشراح وغیرہ ان الفاسق اذا تعدد بصلی الجمعة خلفہ فی غیرہا یقتل الی مسجد آخر و علل لہ فی المعراج بان
 فی غیر الجمعة یجوز اما ما غیرہ فقال فی فتح القدیرو علی هذا فیکرة الاقتداء به فی الجمعة اذا تعددت اقامتها فی المعراج
 علی قول محمد وهو المفتی بہ لانہ مبطل من التحول ۛ مہذا اکثر جماعت شرع کو مطلوب ہے اسی واسطے جن کی امامت میں احتمال لوگوں
 کی قلت و غت و کمی جماعت کا تھا ان کی اقتداء کو وہ ٹھہری مثل اعرابی و غلام و ولد الزنا پس جس شخص سے لوگ اپنے دین کی وجہ سے تفرام
 رکھیں اور جو اس کے حال سے آگاہ ہوتا جائے نماز چھوڑنا جائے اس کی امامت شرع کو کیونکر پسند آئے گی فی البحر الرائق و اما الکواحة
 فمبينة علی قلة رغبة الناس فی الاقتداء بھؤلاء فیودی الی تقلیل الجماعة المطلوب تکثیرھا لتکثیر الاجور علاوہ بری افعال
 مذکورہ زید مجروح فسق ہی نہیں بلکہ دلیل واضح ہیں اس پر کہ وہ سخت بدعتی غالی مکتب اور مذہب حق کا دشمن اور ظن خدا کو گمراہ کرنے والا ہے تو اب
 کراہت نسبت پہلے کے بہت زائد ہوگئی کہ فسق فی الاعمال و فسق فی العقائد میں زمین و آسمان کا فرق ہے کبیری شرح منیہ میں ہے و یکوہ
 قد یمر بالمبتدع لانه فاسق من حیث الاعتقاد و هو اشد من الفسق من حیث العمل لان الفاسق من حیث العمل یعترف
 بانہ فاسق و یمتاع و لیس یغفر بخلاف المبتدع و المواد بالمبتدع من یعتقد شیئا بخلاف ما یعتقدہ اهل السنة و الجماعة
 یہاں تک تو جو ذکر کراہت تھی اب جبکہ اس کے حالات سے معلوم ہوا کہ اپنا وہ کوئی عقیدہ نہیں رکھتا بلکہ بعض اہل بدعت جو بات کہہ دیں وہ اس کے
 نزدیک تسلیم ہوتی ہے حتیٰ کہ ان کے کفریات کو مسلم رکھتا ہے اور اس کی ترویج میں بجان و دل ساعی ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ بدعت اس کی حد کفر تک
 پہنچی ہے اور انتہا اس کے عقیدہ رائے کی نہیں معلوم ہو سکتی بلکہ جب اپنے ان پیشواؤں کو بھی گالیاں دیتا اور ان کے مذہب سے تبرک کرتا ہے
 تو ظاہر اس کے حال سے یہ ہے کہ وہ محض زندقہ لمحہ بے دین ہے جسے خاص کسی مذہب سے غرض نہیں بلکہ مجرد مخالفت دین اسلام و مذہب
 اہل سنت منظور ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز قطعاً باطل و حرام ہے فی البحر الرائق قیدہ فی المحیط و الخلاصۃ و النجی و غیرہا بان لا یحکون
 بدعة تکفیرہ فان كانت مکفرة فالصلاة خلفہ لا تجوز کبیری میں ہے و انما یجوز الاقتداء مع الکواحة ان لم یکن
 ما یعتقدہ مؤدیا الی الکفر اما لو کان مؤدیا الی الکفر فلا تجوز اصلا اور بعد امتحان و تجربہ کے ظاہر کہ فریب مسلمانوں کے لیے
 توہر کرتا ہے لہذا عقائد و مکائد سے باز نہیں آتا ہرگز اس کی توبہ پر اعتبار نہ ہوگا خصوصاً امر نماز میں کہ تمام اعمال سے افضل و اتم ہے۔
 جو لوگ ایسی توبہ پر اعتماد کرتے ہیں ان سے پوچھا جائے اگر کسی شخص کے چور ہونے کا یقین یقین ہو گیا ہو اور وہ بار بار توبہ کر کے پھر چوریاں کرتا ہو
 آیا اس کی توبہ پر مطمئن ہو کر پھر بھی اپنا مال اسے سپرد کر دو گے انہوں نے مال دینوی کہ اللہ کے نزدیک محض حقیر و ذلیل ہے تمہاری نگاہ میں ایسا
 عزیز و ثمرہ کہ جس امر میں اس کے نقصان کا وہیم بھی ہو اس سے پرہیز کر دو اور نماز کہ اللہ کو نہایت محبوب اور اس کے نزدیک بس عظیم ہے اس میں
 یہ ممانعت اگر بالفرض اس کی توبہ بھی اور صدق باطن سے ہوتا ہم جب حال اس کا مشتبہ ہو چکا تو خواہ مخواہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا کس نے
 فرض و واجب کیا کیا ایسا کوئی شخص نہیں ملتا جو ان صاحب سے بری اور اس کے پیچھے نماز بلا اشتباہ درست ہو اور جو لوگ ایسے شخص کی حمایت
 کرتے ہیں نماز کے دشمن اور مسجد کی دیرانی اور اہل اسلام کے عمدہ شعار یعنی نماز کی بربادی چاہنے والے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از رنگون مرسلہ سیدہ تنظیم علی صاحب ۱۵ رذی الحجہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان دو مسئلوں مندرجہ ذیل میں (۱) ایک شخص کا دہنا ہاتھ ٹوٹ گیا ہے اس وجہ سے نیت باندھے وقت ہاتھ بنا گوش تک نہیں پہنچتا کہ اس کو مس کرے اس سبب سے بعض لوگ اس کے پیچھے اقتدا کرنے سے انکار کرتے ہیں کیا موافق خیال ان لوگوں کے اس کے پیچھے نماز نہیں ہو سکتی۔

الجواب

خیال مذکور غلط ہے اس کے پیچھے جواز نماز میں کلام نہیں ہاں غایت یہ ہے کہ اس کا غیر اولیٰ ہے وہ بھی اس حالت میں کہ یہ شخص تمام حاضرین سے علم مسائل نماز و طہارت میں زیادت نہ رکھتا ہو ورنہ یہی حق و اولیٰ ہے فی رد المحتار تحت قول تکرہ خلف امر و وسفیہ و مغلوب و ابوصالح و كذلك اعرج يقوم ببعض قدمه فالأقتداء بغیرہ اولیٰ تا تاریخانیہ و کذا الجذام برجندی و محبوب و حافن و من له ید و احدة فتاوی الصوفیة عن التحفة و فی الدرکرة امامة الاعصی الان یکون اعلم القوم فهو اولیٰ امر ملخصا والله سبحانه و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ایک شخص کی جوان بی بی بے پردہ باہر نکلتی ہے بلکہ بازا میں بیٹھ کر کچھ سودا بیچا کرتی ہے پس اس شخص کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔

الجواب

اگر باہر نکلنے میں اس کے کپڑے خلاف شرع ہوتے ہیں مثلاً باریک کہ بدن چکے یا اوچھے کہ ستر عورت نہ کریں جیسے اونچی کرتی پٹیاں کھلا ہوا یا بے طوری سے اوڑھے پہنے جیسے دوپٹے سر سے ڈھلکا یا کچھ حصہ بالوں کا کھلا یا زرق برق پوشاک جس پر نگاہ پڑے اور احتمال فتنہ ہو یا اس کی چال ڈھال بول چال میں آشوب بد وضعی پائے جائیں اور شوہر ان باتوں پر مطلع ہو کر باوصف قدرت بند و ست نہیں کرتا تو وہ دہشت ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ فان الدیوث من لا یغار علی امرأته او محرومہ کما فی الدار المختار و هو فاسق واجب التعزیر فی الدیو لو اقر علی نفسه بالدیانة او عرف بها لا یقتل مالم یستحس و یبالغ فی تعزیرہ الخ و الفاسق تکرہ الصلاة خلفه اور اگر ان شرعاً عورت ہے پاک ہے تو اس کے پیچھے نماز میں کوئی حرج نہیں فان المرأة نفسها لا تقس بمجرد کونها بوزة تخالط الرجال حتی اغما تصلم مرکزیتہ معدلة للشهود فلا مشنعة بذلك علی زوجها فی الهندیة یقبل تعدیل المرأة لزوجه و غیرہ اذا كانت امرأة بوزة تخالط الناس و تعاملهم کذا فی محیط السرخسی والله سبحانه و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ازادہ و مطہرہ و مسلمہ حضرت میاں صاحب قبلہ حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نوری میاں ظلیم الاقدس ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۲۸ ہجری کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) توتے کے پیچھے نماز کیسی ہے (۲) ہکے کے پیچھے نماز کیسی ہے (۳) ایک شخص غویلی سی اینون بغرض دوا کھاتا ہے اور اس کے سبب اسے نشہ نہیں ہوتا ایسے کی امامت مکروہ ہے یا نہیں۔

الجواب

(۱) مذہب صحیح میں غیر توتے کی نماز اس کے پیچھے باطل ہے خیر یہ میں ہے امامۃ الاثنی عشر للضمیم فاسدة فی الزواج العجیب (۲) اگر ہکے نماز میں نہ ہکے جیسے بعض لوگوں کا ہکے نا وقت غضب سے مخصوص ہوتا ہے صرف غصہ میں ہکے لگتے ہیں ویسے مان

بولتے ہیں یا بعض کا ہکلا نا بے پردہی کے ساتھ ہوتا ہے اگر تحفظ و احتیاط کریں تو کلام صاف ادا ہوا ایسے لوگوں کو دکھایا گیا ہے کہ باتوں میں ہکلاتے ہیں اور اذان و نماز و تلاوت میں اس کا کچھ اثر نہیں پایا جاتا ایسی صورت میں تو کلام ہی نہیں کہ وہ حق نماز میں خود فصیح ہے اور جو جگہ ہکلائے اس کی تین قسمیں ہیں ایک وہ کہ ان کی تکرار میں بعض حروف معین ہیں مثلاً کاف یا ج یا پ کہ جہاں رکیں گے ان ہی حروف کی تکرار کریں گے یا گھر کر ایں ایں کرنے لگتے ہیں ان کے پیچھے تو فساد نماز بدیہی ہے دوسرے وہ کہ جس کلمہ پر رکتے ہیں اسی کے اول حصہ کی تکرار کرتے ہیں اس صورت میں اگرچہ حرف خارج نہیں بیٹھتا بلکہ اسی کلمہ کا ایک جزو تکرار ہوتا ہے مگر انا بخاک حرف بوجہ تکرار لغو و حمل و خارج عن القرآن رہ گیا ان کے پیچھے بھی نماز فاسد ہے درختار میں تو تلے کے پیچھے فساد نماز کا حکم کفر فہاتے ہیں ہذا هو الصحیح المختار فی حکم الالتماع وکن امن لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف الا یقدر علی اخراج الفاء الا بتکرار نور لا یضاح و مراقی الفلاح میں ہے لا یصح اقتداء من بہ الفاء فاءة بتکرار الفاء و التتمۃ بتکرار التاء فلا یتکلم الا بہ اہ۔ ہ انحصار تیسرے وہ کہ ہکلاتے وقت کو کوئی حرف غیر نکالتے ہیں نہ اسی حرف کی تکرار کرتے ہیں بلکہ سرت رک جاتے ہیں اور جب ادا کرتے ہیں تو ٹھیک ادا کرتے ہیں ایسوں کے پیچھے نماز صحیح ہے ہند یہ میر ہے الذی لا یقدر علی اخراج الحروف الا بالجهد ولم یکن له تمۃ او فاءة فاذا اخرج الحروف اخرجها علی الصحۃ لا یکرہ ان یکون اما ما ہذا فی المحيط رہا یہ کہ کوئی کراہت بھی ہے یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر ان کا رکنا اتنی دیر نہ ہوتا جس میں ایک رکنا ادا کر لیا جائے جب تو کراہت کی کوئی وجہ نہیں اور اگر اتنی دیر ہو تو اگرچہ بوجہ سہو اس قدر سکوت موجب سجدہ سہو ہے اور ظاہر ہے کراہت تحریم کما یظہر من التذویر والدرو الغنیہ ورد المختار اور اگر ان کا رکنا بعد ہے جس طرح جا ہی یا چھینک یا کھانسی وغیرہ اعذار کے باعث بعض اوقات سکوت بقدر ادائے رکنا ہو جاتا ہے تو ظاہر یہاں وہ حکم نہیں اس میں شک نہیں کہ ان کا غیر ان سے اولیٰ ہے جبکہ سبب حاضریں سے علم باحکام طہارت نماز نہ ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۳) نشہ جو ہمارے محاذہ میں سکرو تقیر دونوں کو عام ہے اور بنص حدیث دونوں حرام اس کے یہی معنی نہیں کہ زمین و آسمان یا مرد و عورت میں اختیار نہ رہے یہ تو اس کی انتہا ہے اور نشہ کی ابتدا انتہا دونوں حرمت میں یکساں پس اگر اس ایفون کے سبب کچھ بھی اس کی عقل میں فتنہ یا حواس میں اختلال پیدا ہوتا ہو تو کسی وقت پینک آتی ہو بیٹھے بیٹھے اوٹکھ جاتا ہو یا کسی وقت گردن ڈھلتے یا آنکھیں چڑھ جاتیں ان میں لال ڈورے پڑتے ہوں جسے یہ لوگ اپنی اصطلاح میں کیف و سرور کہتے ہیں تو یہ بے صورتیں حرام ہیں اور ان کا مرتکب فاسق اور اس کے پیچھے نماز مکروہ بلکہ اگر صرف اتنا ہی ہوتا کہ جس دن کھائے جائیاں آئیں اعضا شکنی ہو دوران سر ہوتا ہم حرمت میں شک نہیں کہ ترک پر خار پیدا ہونا صاف بتا رہا ہے کہ استعمال بطور دوا نہیں نفس اس کا خوگر ہو گیا ہے اور بلا غرض مرض اپنی طلب و شوق سے اُسے مانگتا ہے اور یہ صورت خود ناجائز ہے اگرچہ نشہ نہ ہو بلکہ حقیقتہً یہ حالت اُسی کو پیدا ہوگی جس داغ میں ایفون اپنا عمل ناجائز کرتی ہو ورنہ مجرب دوا کا ترک خار نہیں لاتا ہاں اگر ان سب حالتوں سے پاک ہے اور واقعی صرف حالت مرض میں بقصد دوا اتنی قلیل مقدار پر استعمال کرتا ہے کہ نہ اس کے کھانے سے سرور آتا ہے اور نہ چھوڑنے سے خار تو اس کے پیچھے نماز مکروہ نہیں رد المختار میں ہے البنج والا فون استعمال الکثیر المسکونہ حرام مطلقا واما قلیل فان کان للہو حرم و

ان للتداوی فلا انھی ملقطا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۲۴ صفر المظفر ۱۳۳۷ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سے ایک زمین اپنی بنام مسجد قن کی ایک نانے تک ہتم مسجد کے قبضہ میں رہی اور کراہ مسجد میں خرچ ہوتا رہا پھر باغوالے بعض ہنود زید نے ایک کچری میں کرایہ دار پر خود کرایہ پانے کا دعویٰ کیا ہتم مسجد جس کے تعلق اس زمین کا ہتم تھا اور وہی مسجد کا امام ہے مسجد کے نام کے کرایہ نامہ وغیرہ کاغذات اس کے پاس تھے اس کچری میں موافق مسجد رہا کہ دعویٰ خارج ہوا زید نے پھر دوسری کچری میں دعویٰ مالکیت کیا اب وہ ہتم زید سے مل گیا مقدمہ کی پیروی نہ کی نہ مسجد کی طرف سے کاغذات ثبوت پیش کئے عدم پیروی کی وجہ مقدمہ خلافت سب بخیر ہو مسلمانوں نے مسجد کی طرف سے اپیل کیا اس کچری میں کاغذات سے ہتم نے صاف انکار کر دیا کہ زمین قبضہ مسجد سے نکل گئی اس صورت میں ہتم مذکور مسجد کا ہتم یا امام رکھے جانے کے قابل ہے یا نہیں اسے امام مقرر کرنا کیسا ہے اور اب کہ مسلمان اس کی اس حرکت کے باعث ناراض ہیں اسے امام بننا کیسا ہے۔ بینوا تو جو را

الجواب

صورت مذکورہ میں وہ ہتم خائن مجرم فاسق ہے اسے ہتم رکھنا حرام امام بنانا گناہ اسے امام بنانا جائز اگر امامت کرے گا اس کی نماز قبول نہ ہوگی درمختار میں ینزع وجوباً بوازیہ لولا لواقف درہا فغیرہ اداوی غیرہ مامون غنیہ میں ہے لو قد موافقاً یا ثمنون رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں تین شخصوں کی نماز قبول نہیں ہوتی من اور قوما دھملہ کارہون ایک وہ جو کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اس کی امامت سے راضی نہ ہوں یعنی جبکہ یہ ناراضی اس میں کسی نقض شرعی کی وجہ سے ہو جیسا کہ یہاں ہے کما فی الدر وغیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ازبوندیا ضلع بریلی غرہ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ جو شخص رشوت لیتا ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے اور جو شخص اپنی زوجہ کو باہر نکلنے سے منع نہیں کرتا اور پردہ نہیں کراتا اس کے پیچھے نماز پڑھنا چاہیے یا نہیں۔

الجواب

رشوت لینا حرام ہے اور رشوت لینے والے کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہے اور اگر عورت بے شرکلتی ہے جیسے بلاد ہند یہ کے ننگے کپڑے اور شوہر اس کا باوصف اطلاع و قدرت باز نہیں رکھتا تو فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ درز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ازپہلی بھیت محلہ منیر خاں مرسلہ مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی ۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

میں بعد فرض ظہر و مغرب و عشا کے سلام پھیرتے ہی یمین یا بائیں کی جانب رخ کر کے اللہم انت السلام ومنک السلام ثم کھڑے ہو کر پڑھا کرتا ہوں مولوی حبیب الرحمن سہارنپوری نے مجھ سے کہا کہ فقہا بعد ان فرضوں کے جن کے بعد تطوع ہے ترک استقبال قبلہ کو منع لکھتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ان فرضوں کے بعد اسی بیات پردہ ہے اور فوراً تطوع میں مصروف رہے اس پر خلیل الرحمن نے یہ کہا کہ تعامل حرمین میں بھی یوں ہی ہے میں نے کتابوں میں دیکھا تو کہیں مانعت ذلی صرف اتنا ملا کہ جن فرضوں کے بعد تطوع ہے مقدار اللہم انت السلام سے زیادہ توقف

ذکر ہے اس مسئلہ میں جو حضور کے نزدیک صواب ہوا فادہ فرمائیے تاکہ میں اُس کے مطابق عمل کروں بلکہ مناسب تو یہ ہوگا کہ عربی عبارت میں بطور اختصار اس کو قلمبند فرمائیے۔

الجواب

الحمد لله وحده السنة المتوارثة للامام من لدن امام الانام سيد الرسل الكرام عليه وعليهم افضل الصلاة والسلام هو الاضواء من القبلة من اراد مكثا ما بعد السلام كل الصلوات في ذلك متساوية الا قد امر وصح بذلك وبكراهة بقائه مستقبل القبلة بعد التمام غير واحد من العلماء العظام فالحق محكم وما زعم مخالفكم فقد افترى فيه على الفقهاء الفخام قال المولى المحقق محمد بن محمد بن محمد الشهير بابن امير الحاج في الحلية شرح المنية ناقلا عن الذخيرة اذا كان فرغ الامام من صلاته اجمعوا على انه لا يمكث في مكانه مستقبل القبلة سائر الصلوات في ذلك على السواء قال وقد صح غير واحد بان يكره له ذلك امر وقد اخرج الامام ابوداود في سننه والحاكم في المستدرک عن ابی رزمة رضي الله تعالى عنه قال صليت هذه الصلاة او مثل هذه الصلاة مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال وكان ابو بكر وعمر يقيومان في الصف المتقدم عن الامام وكان رجل قد شهد التكبيرة الاولى من الصلاة ليشفع فوثب اليه عمر فاخذ بمنكبيه فخره ثم قال اجلس فانه لم يهلك اهل الكتاب الا انهم لم يكن بين صلاتهم فضل فرفع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بصره فقال اصاب الله بك يا بن الخطاب قلت فهذا امر عن صاحب الشريعة صلى الله تعالى عليه وسلم في انفتاله عن القبلة بعد صلاة يتبعها تطوع فلا وجه للنهي عنه وان خص بعض كراهة المكث مستقبلا بما لا تقوى بعده كما في الغنية عن الخلاصة والله سبحانه وتعالى اعلم

مسئلہ - از تحصیل جل گاؤں جامود ضلع آٹورہ ملک بارمرسلہ حاجی شیخ عبدالرحیم ولد تاج محمد صاحب ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مبروص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں یعنی جس کا تمام جسم عارضہ برص سے سفید ہو گیا ہو اس کی امامت کے لیے کیا حکم ہے اور اس ملک کن میں اکثر لوگ ماہ محرم الحرام میں سواری اپنے مکان پر بٹھالینے ہیں اور اس کو نعل صاحبہ کی سواری کہتے ہیں اکثر لوگ اس سے سنتیں مانگتے ہیں اور بچہ عاوا وغیرہ بہت کچھ چڑھاتے ہیں کیا ایسے شخص کے پیچھے جو اپنے مکان پر سواری بٹھائے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بدینوا توجروا

الجواب

ایسے برص والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے فی الدال المختار تذکرہ خلف ابرص شلع برصہ سواری مذکور بٹھانا اور اس سے سنتیں مانگنا بدعت چال ہے کہ فسق عقیدہ یا فسق عمل سے خالی نہیں اور اہل بدعت و فسق کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہے فی رد المختار الفاسق کا لمبتدع تذکرہ امامتہ بكل حال الخ والله تعالى اعلم

مسئلہ - از بیداویں مدرسه قادریہ ۶ جمادی الآخر ۱۳۱۲ھ

کیا فرمایا ہے شرع مطہر نے اس مسئلہ میں کہ بخشش و لدا حرام المؤمن کی ہوگی یا نہیں اور بشرط قابلیت امامت کے نمازیں امام بنایا جائیگا

یا نہیں اور طریقہ از روئے قواعد طریقت کے بانسبت اور مرتبہ عرفان پاسکتا ہے یا نہیں اور اختلاف اس کا طریقہ جائز ہے یا نہیں یعنی شیخ اپنے کا در صورت حصول قابلیت جانشین ہو سکتا ہے یا نہیں اور شیخ کو سند خلافت اُس کو دینا جائز ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

ہر مومن جس کا خاتمہ ایمان پر ہو اور مومن عند اللہ وہی قابل مغفرت ہے اور اُس کا انجام یقیناً جنت کما نطقت بہ النصوص اجمعت علیہ علماء السنۃ والجماعۃ ولد الزنا کی امامت مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے جبکہ وہ سب حاضرین میں مسائل طہارت و نماز کا علم زائد نہ رکھتا ہو فی الدار المختارہ امامتہ عبد و اعرابی و ولد الزنا الی قولہ الا ان یكون اعلو القوم پھر بھی اس صورت میں ہے کہ دوسرا قابل امامت موجود ہو اور اگر حاضرین میں صرف وہی لائق امامت ہے تو اُسے امام بنانا واجب ہوگا مرتبہ عرفان اہل حق کے نزدیک ہی ہے واللہ یختص برحمۃ من یشاء و ولد الزنا پر خود اس گناہ کا الزام نہیں الزام زانی اور زانیہ پر ہے و قد سئل سید الطائفہ جنید البغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ هل یزنی العارف فاطرق ملینا شر قال وکان امر اللہ قد راعی مقتدا اس کا اختلاف جبکہ وہ اس کا اہل ہو نظر شیخ عارف بصیر پر ہے اگر مصلحت دیکھے تو ممنوع نہیں اگر حال اس کا مشہور اور عامہ خلاف اُس سے نفور ہوں اور سمجھے کہ فاد دعوت الی اللہ اور ہدایہ خلق اللہ سبب تفرقناں منتظم ہوگا تو احتراز فرمائے و اللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید کی ایک بی بی زینب غیر منکوحہ اور دو بیبیاں صغریٰ و کبریٰ منکوحہ ہیں بی بی عرصہ آٹھ سال سے بی بی زینب غیر منکوحہ سے بلا لحاظ و پاس اس کی عدم منکوحیت اور بلا شرم و حجاب اپنے ہمسروں اور بچپنوں کے مباشرت اور ہم صحبت رہتا ہے اس صورت میں زید کی امامت جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر اس کا زانی ہونا ثابت و متحقق ہو جب تو اُسے امام بنانے کی ہرگز اجازت نہیں کہ زانی فاسق ہے اور فاسق کو امام کرنا منع ہے غرض یہ ہے لو قد موافقا یا ثمن بناء علی ان الکراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحریم لعدم اعتنائہ باوردینہ و تساہلہ فی الاتیان بلوازمہ فلا یبعد منہ الاخلال ببعض شروط الصلاۃ و فعل ما ینافیہا بل هو الغالب بالنظر الی تنقہ اور اگر وہ لوگوں میں عام طور پر زانی مشہور ہو جب بھی اس کے امام بنانے سے احتراز چاہیے کہ اس صورت میں لوگ اس کی امامت سے نفرت کریں گے یہ امر باعث تقییل جماعت ہوگا کہ مقاصد شرع کے خلاف ہے کما کہوا امامۃ ولد الزنا لاجل ذلک وان لم یکن الا شر منہ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ ازگور کھپور محلہ شاہ معروف، مکان مولوی محمد سعید العاقیہ محمد عبد القیوم صاحب مرحوم ۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۵۷ ہجری کے امامت جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں حیث لا مانع ہاں غیر ہر کہہ مرجحات و اجماعات امامت میں ہرے سے کم نہ ہو افضل و اولیٰ ہے کہ زانی جس طرح حفظ طہارت بدن و ثوب و مصلیٰ و تصحیح جہت قبلہ کے لئے حارہ بصر کی حاجت ہوتی ہے جس کے سبب بینا کا اندھے بلکہ ضعیف البصر پر زچہ دی گئی

فی الدریکۃ امامۃ الاعلیٰ ونحوہ الاعشیٰ غری فی سردا المختار ہو سجدی البصیر لیلاد غار اقاموس فہذا ذکرہ فی النہج بمخاخذنا
من تعلیل الاعشیٰ بانہ لا یتوقی النجاستۃ یل ہی حاسہ سمع کی بھی ضرورت پڑتی ہے اگرچہ نہ دواؤا مگر نادرا بھی نہیں کہ انسان سے نسیان نادر
نہیں اور وقت سوا امام اصلاح مقتدیوں کے بنانے سے ہوتی ہے اور وہ سمع پر موقوف جب اس کا حس سامعہ موقوف ہے تو ان صورتوں کا
وقوع متوقع جن میں اس کے نہ سننے کے سبب نماز فاسد یا مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہو جائے مثلاً قعدہ آخرہ چھوڑ کر اٹھا مقتدیوں کا بتانا نہ سنا
زائد کا سجدہ کر لیا فرض باطل ہو گئے یا ادلی چھوڑا اور بتانے پر مطلع نہ ہو کر سلام پھیر دیا سجدہ سو کے لیے بتایا گیا تو سمجھا کہ کوئی کچھ بات کرتا ہے تکلم
کر بیٹھا نماز بوجہ ترک واجب واجب الاعادہ رہی یا قرأت میں وہ غلطی کی جس سے معنی میں تغیر اور نماز میں فساد ہو فتح مقتدین سن کر صحیح کا ارادہ کر لیتا
تو اصلاح ہو جاتی علی ما ذکر فی الحلیۃ من احد قولین وهو الا یس الا سرفی کمالا یخفی اس نے نہ سنا اور نماز فاسد کر لی الی غیر ذلک من
وجوہ کثیرۃ تو امامت کے لیے اصلح و ادلی وہی ہے جو وجوہ نقص سے خالی ہو لاجرم امام زبیری نے تبیین الحقائق میں فرمایا کل من کان
اکمل فہو افضل واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ایک شخص کر یہ الصوت اور برابر ہے دوسرا شخص کلام شریف اس سے اچھا پڑھتا ہے اور کر یہ الصوت نہیں ہے اور برابر بھی
نہیں ہے یعنی جو اس خمسہ اس کے صحیح ہیں تو بحالت مساوی العلم ہونے کے ان دونوں میں شرعاً مرجح لائق امامت کون ہو سکتا ہے۔ بینوا
بالبراہین والکتاب توجروا یوم الحساب۔

ترجمہ

اگر اس شخص کے اس سے قرآن مجید اچھا پڑھنے سے مراد کہ یہ حروف مخارج سے صحیح ادا کرتا ہے اور وہ نہیں جیسے آج کل عالمگیر و با
پھیل ہے ا۔ ع۔ ہ۔ ح۔ ت۔ ط۔ ث۔ س۔ ص۔ ذ۔ ز۔ ظ میں تیز نہیں کہتے جب تو اس ہرے کے پیچھے نماز ہی نہیں ہوتی اگر با وصف
قدرت کے سکے تو ادا کر سکے مگر نہ یکھا غلط پڑھتا ہے جب تو نہ اس کی اپنی نماز ہوئی نہ اس کے پیچھے کسی دوسرے کی اور اگر عاجز ہے جیسے تو تلامذہ وغیرہ
تو اس کی اپنی ہو جائے گی جبکہ کسی صحیح خواں کے پیچھے اقتداء پاسکے نہ ایسی کوئی آیت ملے جسے وہ صحیح پڑھ سکے اور یہ دونوں بہت نادر ہیں تاہم
صحیح مذہب پر صحیح خواں کی نماز اس کے پیچھے کسی طرح صحیح نہیں کما حقیقہ فی فتاویٰ در مختار لا یصح صلاۃ اذا حکمہ الاقتداء من
بحسنہ او ترک جملة او وجد قدر الفرض مما لا یلغ فیہ هذا هو الصحیح المختار فی حکم الالغ وکذا من لا یقدر علی المتلفظ
بحرف من الحروف خیرہ وغیرہ میں ہے الواج المفقی بہ عدم صحۃ امامۃ الالغ لغیرہ معن لیس بہ لغتہ اور اگر یہی کہ صحیح وہ بھی
پڑھتا ہے مگر اس کی قرأت و تجوید اس سے بہتر ہے تو اس صورت میں اگر اس کی کراہت اس حد تک ہے کہ لوگوں کو نفرت پیدا کرے تو
اس کی امامت مکروہ ہے فان من المسائل کراہۃ الامام مفقۃ علی هذا الاصل وهو ان من کان فیہ تغیر الناس وقلة غنمہ
فامامتہ مکروہۃ کولد بنی و ابرص شاع برصہ وغیرہما ولہذا تبیین میں فرمایا کل من کان اکمل فہو افضل لان المقصود
کثرة الجماعۃ ورغبۃ الناس فیہ اکثر اور اگر یہ بھی نہیں تاہم بحالت تساوی علم یہ غیر برابر اس سے احق و ادلی ہے اولاً تجوید قرأت میں
اس سے زائد ہے در مختار میں ہے الاحق بالامامۃ تقدیم بالفضیلا لا علم با حکام الصلوۃ شر الاحسن تلامذہ و تجوید للقرآن

ثانیاً اُس کا بہرہ ہونا بھی اس کی ترجیح کی ایک وجہ ہے کما بینا فی المسئلہ الاولی ثالثاً نسبت اسکے خوش آوازی اور زیادہ ہوید ہے و لہذا وہ بھی مرجحات امامت سے شمار کی گئی فوراً الايضاح مرقی الفلاح میں ہے ثم الاحسن صوتاً للرجبة فی سماعہ للخصوع لوک اگر اسکے ہوتے ہوئے اُس بہرے کو امام کریں گے شرعاً بڑا کریں گے در مختار میں ہے لو قد مواعید الاولی ساء و ابلا انتم والله تعالی اعلم

مسئلہ - از براہم پورا ربیع الآخر شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایفونی کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں اور اگر اس نماز کے پھیرنے کا حکم ہو تو نقطہ ظہر و عشا کی پھیری جائے گی یا فجر و عصر و مغرب کی بھی اور ایفونی کھانی کیسی ہے ایفونی فاسق و مستحق عذاب ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

ضرور فاسق و مستحق عذاب ہے صحیح حدیث میں ہے بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن کل مسکرم و مفتر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر چیز کو نشہ لائے اور ہر چیز کو عقل میں نور ڈالے حرام فرمائی رواۃ الامام احمد و ابو داود عن امر المؤمنین ام سلمة رضی اللہ تعالیٰ عنہا بسند صحیح۔ اگر ایفونی پینک کے زور میں ہو جب تو اُس کی خود نماز باطل اور اُس کے پیچھے اوروں کی بھی محض باطل۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا تقربوا الصلوة وانتم سکران حتی تعلموا ما تقولون اور اگر پوش میں ہو جب بھی اُس کے پیچھے نماز ممنوع ہے لان الصلوة خلف الفاسق نکرہ کراہۃ فحرمہ کما حققہ فی الغنیۃ وغیرہا اگر پڑھ لی ہو تو نماز پھیرنی ضرور ہے اگرچہ فجر خواہ عصر خواہ مغرب کا وقت ہو فان کل صلاۃ ادیت مع کراہۃ تحریم تعداد وجوباً کما فی الدرر وغیرہ بل و کذا علی قول من قال بالمتنزه فان الاعسارۃ اکمال لا تنقل کما لا یحقی واللہ سبحنہ وتعالی اعلم

مسئلہ - از کلتہ مسجد و محرم تلامذہ حافظ محمد عظیم صاحب ۱۲ جمادی الاولی ۱۳۱۵ھ

تسلیم بصدت کریم کے بعد خدمت عالی میں عرض رساں ہوں آپ کے اوصاف حمیدہ کی تحریر سے بندہ قاصر ہے جناب کے خدمت میں نہ عرض کے لائق نہ طاقت چونکہ اس وقت ایک فتویٰ پر آپ کے دستخط اور ہر کی اشد ضرورت ہوئی خدمت عالی میں عرض رسا ہوں کہ عند اللہ و عند الرسول اپنے خاص دستخط اور ہر سے زینت بخشیں اس عاجز کو آپ کی قدس بیوی کی از حد متناسیہ دعا فرمائیں فتویٰ یہ ہے: ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ اندر میں کہ بامامت کد ام شخص اولی است و امامت حازمہ مکرمہ تحریمی است یا نہ و امامت شخص بدینہ اشتہ قوم مکرمہ تحریمی است یا چہ و اگر کئے در مسجد از امام محی افضل باشد بامامت کد ام اولی است۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) ہر کہ عالم تر در سنت نماز بود در امامت آن اولی است پس از آن اقرا ثم ادع ثم ممر است کما فی الہدایۃ والعلمگیریۃ و ملتی الامم و جامع الرموز (۲) امامت حازمہ مکرمہ تحریمی است لہذا فی الہدایۃ بکرہ تقدیم العبد والاعرابی والفاسق والاعسی و ولد الزنا لانه لیس لہ اب یشفقہ فیغلب علیہ الجہل ولان فی تقدیم ہولاء تنفیذ الجماعۃ فیکرہ فی العلمگیریۃ و یجوز امامۃ الاعرابی والاعسی والعبد و ولد الزنا والفاسق کذا فی الخلاصۃ الا انها نکرہ و فی شرح الوقایۃ امامۃ بندہ و

اسی ابی و فاسق و اعمی و مبتدع و ولد الزنا جائز بود مکررہ باشد و فی جامع الرموز فان امر عبد او امر ابی او فاسق او اعمی او مبتدع و ولد الزنا (ای ولد یحصل من حرام لعین) کرہ و فی ملتقى الابحی نکرہ امامت العبد و الاعرابی و الاعمی و الفاسق و المبتدع و ولد الزنا الخ (۳) اگر بدینداشتن بیاعت امر شرعی باشد امامت شخص بدینداشتہ قوم مکروه تحریمی است لہذا فی العلمگیریہ وقاضی خان رجل امر قوما و ہم لہ کارہون فان كانت الکراہۃ لفساد فیہ اولاً فہما حق بالامامة منکرہ لہ ذلک (۴) امامت امام حمی اولی بود اگرچہ غیر شریک در سجد افضل است لہذا فی العلمگیریہ دخل مسجد امن ہوا ولی بالامامة من امام المسجد فامام المحلۃ اولی و فی المصیۃ لو دخل فی المسجد من ہوا ولی بالامامة فامام المحلۃ اولی ہکذا احکم الکتاب والیہ المرجع والمآب واللہ اعلم بالصواب المستخرج المذنب ابو نعیم محمد بن عقی عنہ اسلام آبادی۔ المحیب المصیب فقیر محمد امامت امیر غازی پوری۔ الجواب صحیح بندہ رشید احمد عفی عنہ اصحاب من احباب محمد قادر بخش سہرامی عفی عنہ۔ صحیح من احباب حرر الفقیر ابو البرکات غازی پوری۔ مافیہ حق امام الدین عفی عنہ۔

الجواب

اولی بامامت کسے است کہ مسائل نماز و طہارت و اناتراست در توبہ است الا حق بالامامة الاعلم با حکام الصلاۃ در مختار است بشرط اجتنابہ للفواحش الظاہرۃ در رد المحتار از کافی وغیرہ است الاعلم بالسنة اولی الا ان یطعن علیہ فی دین۔

جواب سوال دوم در پنجیں غلام و دہقان و کور اگر در حاضرین غیر ایناں کسے صالح امامت نیست خود واجب بود تقدیم ایناں زیرا کہ اگر جماعت از دست رود واجب فوت شود و ایس نماز بود اگر دیگرے نیز حاضر است اما ایناں در علم مسائل نماز و طہارت برو رجحان و زیادت دارند ہم ایناں حق و اولی بامامت باشند چہ جائے کہ امامت بلکہ کراہت در تقدیم دیگرے باشد کہ کثیر از ایشان است آرسے اگر آں دیگر از ایشان و اناترا ہر دو در علم مذکور ہمسو و برابر اند آں گاہ امامت ایشان مکروه باشد و از مکروهے تنزیہی نہیں نیست یعنی خلاف اولی است و اگر امام نمایند روا باشد و باک ندارد در توبہ الا بصار در مختار است بکوة تنزیہ امامت عبد و اعرابی و اعمی الا ان یکون غیر الفاسق و اعلم القوم فہو اولی (و ولد الزنا) ہذا ان وجد غیرہم فلا کراہۃ بحی مجتہد۔ در بحر الرائق از مجتہبی شرح قدوری و معراج الدرایہ شرح ہدایہ است ہذا الکراہۃ تنزیہیۃ لقولہ فی الاصل امامت غیرہم احب الی ہمدواں باز در فتاویٰ اسعدیہ وغیرہ است فالاصل انہ یکروہ لہؤلاء التقدیم و یکروہ الاقتداء بجمہ کراہۃ تنزیہیۃ ان وجد غیرہم والا فلا کراہۃ در رد المحتار از اختیار شرح مختار و شرح الملتقى للمحسنى و شرح در البحار است لو عدت اى علة الکراہۃ بان کان الاعرابی افضل من الحضوی و العبد من الحر و ولد الزنا من ولد الرشدة و الاعمی من البصیر فالحکم بالعدد در جامع الرموز است فان امر عبد او اعرابی او ولد الزنا کرہ ذلک کراہۃ تنزیہیۃ و فی الاختیار لو کانوا افضل من صدہم فالحکم بالعدد در خانہ است تمجوز امامت الاعرابی و الاعمی و العبد و ولد الزنا و غیر ہمدلی در شرح نقایہ علامہ برجندی است المراد بالکراہۃ المتنزیہۃ علی ما صحیح بہ فی الزہدی و عاشم و غیرہ للعلامة الشرنبلالی است و کرہ امامت ولد الزنا قول الکراہۃ

تذہیبیہ کما فی البحر حاشیہ علامہ سید احمد موطاوی بر مرقی الفلاح از شرح علامہ سید محمد ازہری از علامہ سید احمد حموی است کراہۃ
 الاقتداء بالعبد وما عطف علیہ تذہیبیہ ان وجد غیرہم والا فلا با وصف ایں تصریحات جلیبہ بکراہت تحریم چنانکہ
 از دو طریقان گنگوہی وغاری پوری برخلاف رشد امامت سرزودہ باطل محض است واصلہ ندارد وکامہا اغترابا بطلاق الکراہۃ فی الہدایۃ
 وغیرہا جاہلین بما صرح بہ الشراح فی خصوص المسالۃ وغیرہا من ان حمل المطلق علی المنع غیر کلی بل کثیرا ما یطلقون
 والمراد خصوص التذہیب ورجا یطلقون والمقصود الاعم اعنی ما یشتمل النوعین الاتری انہم لیسردون مکروہات الصلاۃ
 سر داوید خلون الکل تحت قولہم مکروہ و فیہا من کلا النوعین ولذا قال فی الدر المختار ہذہ قعہ التذہیبیۃ الی مرجعہ
 خلاف الاولی فالفارق الدلیل فان غیاطی الثبوت والاصناف فتوحیمیۃ والا فتذہیبیۃ اہ قال الشامی نقل عن البحر
 المکروہ تذہیبہا مرجعہ الی ما ترکہ اولی وکثیرا ما یطلقونہ کما ذکرہ فی الحلیۃ فحینئذ اذا ذکرنا مکروہا فلا بد من النظر
 فی دلیلہ الخ جواب سوال سوم کراہت قوم اگر بلا وجہ شرعی است چنانکہ امامت عالمی صالح را بسبب بعض منازعات دنیویہ خودشان
 مکروہ دارند یا امامت عہد داعی و امثالہما را بانکہ افضل و اعلم قوم باشند بدیندارند نگاہ کراہت ایشان باشد وحق امامت اثری ندارد
 و اگر بوجہ شرعی است چنانکہ امام فاسق یا مبتدع است باجبال عدم علیت یکے از اربعہ مذکورین اعنی عہد داعی و اولد الزنا و داعی است یا
 آنکہ در قوم کسی است بوجہ مرجحات شرعیہ مثل زیادت علم وجودت قرأت وغیرہما حق واولی از دست دریں حالت ہمچو کس را با وصف مکروہ
 داشتن قوم با امامت پیش رفتن ممنوع و مکروہ تحریمی است در متن محقق غری و شرح مدققی علائی است ولہ امر قوما و ہم لہ کارہون
 ان الکراہۃ لفساد فیہ اولا انہما حق بالامامت منہ کمرہ لہ ذلک تحویما لحديث ابوداؤد ولا یقبل اللہ صلاتہ من
 تقدم قوما و لہم لہ کارہون وان ہوا حق لا و الکراہۃ علیہم و مرقی الفلاح علامہ شرنبلالی از کتاب التہنئیس والیزید للامام
 صاحب الہدایۃ است - لو امر قوما و ہم لہ کارہون فهو علی ثلثۃ اوجہ ان کانت الکراہۃ لفساد فیہ او کافوا حق بالامامۃ منہ
 یکمرہ وان کان ہوا حق ہما منہم ولا فساد فیہ ومع ہذا یکمرہ لا یکمرہ لہ التقدم لان الجاہل والفاسق یکمرہ العالم والصلح
 اقول تحقیق مقام آنست کہ ایجاد وجہیست یکے فعل آنکس کہ بخودی خود بنا گواری قوم پیش رفت وایشان را مکروہانہ بر آفتدائے خود داشت
 دوم نماز واپس او علی کہ در صورت مذکورہ حکم بکراہت تحریم فرمودہ اند بر اطلاق خودش ناظر بہ اول است یعنی آنکس را این چنین کردن روا نیست اگر
 میکند گنہگار می شود و نماز خود او خالی از ثواب رود و ہذا معنی قولہم کمرہ لہ ذلک ویکمرہ لا التقدم و امثالہا پس تالیخ آن وجہ شرعی است کہ در آنکس
 حاصل وایشان را بوجہ حق بر کراہت حامل است کما عدہ نناہ بعضہ آن وجہ اگر در نماز موجب کراہت تحریم است کالمنع والبدنہ وغیرہما
 نماز نیز مکروہ تحریمی باشد ورنہ مجرد تشریبی کما فی العبد و نظرائہ الاتری انہم یصحون بکراہۃ امامتہ ہولاء تنزیہا ویرسلون
 ذلک ارسالا ولا یقیدونہ بقدمہم برضی القوم بل یعللونہ بان فیہ تنفیہا لجماعۃ واما التفرة تنشوعن کراہتہم ذلک
 فذل ان الصلاۃ لا تکمرہ الا تنزیہا وان کان التقدم مکروہا لہ تحویلا لہم لہ کارہون ولوان التذہیب کان عقیدۃ بوضاہ
 حق لو کرہوا کرہت الصلاۃ ایضا تحویلہا لکان کراہتہم الی نشأت عن وجہ شرعی ایضا عائذۃ علیہم بالوہاب حیث

وقتہم فی الزکاب ما ثم لم یکن لولم تکن وهو کما توی وانما العود علیہم فی کراہۃ لایعن مستند صحیح کما علمت بالجملہ موجب کراہت دو گونہ است یکے ذاتی کہ خود در آنکس وجہ باشد کہ شرعا امامت او مطلقا یا در جماعت حاضرہ ممنوع یا خلاف اولی بود چنانکہ امتدادش گزشت دوم خارجی و آن مکروہ پنداشتن قوم است مرقدم او را باز ذاتی بر دو صنف است یکے حق الشرع چون فسق و ابتداء و جہل دوم لحق النیر چون حضور صاحب البیت یا امام الہی یا قاضی یا سلطان کہ خلوا اینکس از مرتبہ کہ دیگرے دارد حاصل بر کراہت شد ازین بود ذاتی است و وجہ او مراعات حق غیر است پس گو یا این صنف بزرخ است میان ذاتی و خارجی و نسبت میان اینہا یعنی ہر دو قسم تقسیم اول عموم و خصوص من وجہ است جائے ذاتی یافتہ شود نہ خارجی چون رضائے قوم بقدم غلامے عامی وجائے بالعکس چون کراہت قوم بقدم علماے لقی را بعد اوت نفسانی وجاہا ہم آئند و تاثیر ذاتی نفس نماز است و اثر خارجی بر ذات امام یا قوم نہ بر نماز و وقوع اثرش بر امام مشروط بوجود اول است ورنہ خود رقوم باز کرد و بخلاف اول کہ تاثیرش در نماز موقوف بر وجہ ثانی نیست اگر قوم بقدم فاسق و ولد الزنا جاہل راضی شوند نماز از کراہت بری نشود بچنان اگر یہاں رضائے خود شال یکے از ایشان را با است برگرد بے رضائے صاحب خانہ کراہت نہ رود و حکم اول متنوع بتحریم و تنزیہ است و حکم دوم در حق امام دائما تحریم و دامن دفع میشود رضائے قوم لا تقارح العلۃ بخلاف اول کہ در صنف اول اورضائے و عدم رضائے کے راد غلے نیست لکن حق الشرع المظہر کرے در صنف ثانی رضائے صاحب حق نافی کراہت شود گو رضائے دیگران نباشد لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الاباذنہ و فی رد المحتار عن اللہ از خانیتہ اضیاف فی دار یرید ان یتقدم واحدہ یلغی ان یتقدم المالك فان قدام واحد امنہم لعلمہ و کبرہ فہو افضل الخ اغتتمہ هذا التحییر فاعلمک لا تجدد لہذا التحییر غیرہذا التحییر پس اعمی مثلا علم قوم نباشد قوم ہم بقدم اوراضی نے نگاہ تقدم مراد از مکروہ تحریمی بود و نماز پس او مکروہ تحریمی و اگر قوم بقدم اوراضی کراہت اولی مرتفع شود و ثانیہ باقی و اگر علم قوم است پس بحال رضائے قوم بھی کراہتہ نیست و حال کراہت خود بر کار ہیں است و امام و امامت بری مثله فی ذاک نظرائہ الثلاثۃ علی ما بحث فی الجہود اختارہ فی الدرر وقد ثبت منصوصا فی الاختیار و غیرہ کما مر و ان خالفہ فی النہر فلیس مع النص لاحد مقال واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال جواب سوال چہارم اگر امام الہی از وجہ خلل خالی است ہموں اولی است مگر در حضرت سلطان سلیم و قاضی شرح دولی اسلام کہ اینہا را بر تقدیم است فی الدرر المحتار اعلم ان صاحب البیت و مثله امام المسجد الراتب اولی بالامامۃ من غیرہ مطلقا الا ان یکون معہ سلطان او قاضی فقدم علیہ لعمومہ ولا یقہا و صرح الحدادی بتقدیم الوالی علی الراتب اہ قال العلامة الطحطاوی فی حاشیۃ المراقی قال فی النہایۃ هذا فی الزمن الماضي لان الولاۃ كانوا علماء و غالبہم کاوا صلحاء و اما فی زماننا فاکثر الولاۃ ظلمۃ بجلۃ اہ و رأیتنی کتبت علی ہامشہ ما قصہ **اقول** نعم و لکن المفتی اکبر من القتل بل ان رضا بقدم غیرہم فلا کلام وان کاوا علماء صلحاء کما اذا اذن صاحب البیت لغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم اہ ما کتبت علیہ واللہ معہ و تعالیٰ اعلم

ہمسئلہ - مرسلہ حافظ مولوی امیر الشہ صاحب سرشبان علیہ السلام ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے خط قرآن شریف کیا اور عراس کی تقریبا ۱۵ برس کے سبب یعنی ۳۴ ماہ کم ہیں اور خط

نہ ہونا ظاہر کرتا ہے ولا اکثر حکم اکل حدیث میں داخل ہو کر امامت تراویح بغرض ختم رجال کی کر سکتا ہے اور بالغین کی در صورت عدم بلوغ امامت تراویح کر سکتا ہے مثلاً زید مذکور کے ولی نے کسی حافظ بالغ کو نوکر رکھا اور بعد کو کہا کہ اس نابالغ کا قرآن شریف تراویح میں سن اس اجیر نے بوجہ اقتدا اس نابالغ کے قصد کیا کہ میں تراویح کا اعادہ کروں گا اس جملہ سے اس فاعل پر کوئی کراہت ہے یا نہیں اکثر نابالغین امامت تراویح حسب تجویز مشائخ بلخ کرتے ہیں در صورت عدم جواز کیا ان کا حکم یعنی ان رجال کا جو تراویح باقتدائے نابالغ ادا کریں اعادہ ہے یا نہیں در صورت اعادہ ان پر کوئی اسارت ہے یا نہیں خصوصاً یہ مقتدی حافظ ہو کر جماعت نابالغ کو بوجہ استاد ہونے کے اور اعادہ کرے تو اس پر کیا جہت جنت

الجواب

جبکہ ہنوز پندرہ سال کامل نہیں اور وہ احتلام ہونا ظاہر کرتا ہے تو اس کی تکذیب کی کوئی وجہ نہیں قول اس کا واجب القبول ہے اور تقدیرات میں ولا اکثر حکم اکل نہیں کہہ سکتے ورنہ تحدید باطل ہو جائے اور اگر اس میں بھی حکم بلوغ ہو کہ پندرہ کا اکثر وہ بھی ہے غرض پورے تمام پندرہ دکا رہیں ایک سن بھی کم ہو تو بے اقرار یا ظہور آثار حکم بلوغ نہیں ہو سکتا فی الدار المختار فان لم یجد فیہا شئ فحتی یتم اکل منها خمس عشرة سنة بہ یفتی نابالغوں کی امامت تراویح درکنار فرض میں بھی کر سکتا ہے فی رد المحتار وغیرہ بالغ ان کا ذکر تصحیح امامت ملئلہ من ذکر وائشی وحنفی مگر بالغوں کی امامت مذہب اصح میں مطلقاً نہیں کر سکتا حتیٰ کہ تراویح و نافلہ میں بھی فی رد المحتار لا یصح اقتداء الرجل بصبی مطلقاً ولو فی نفل علی الاصح ہا یہ میں ہے المختار انہ لا یجوز فی الصلوات کلمہا اس حافظ بالغ پر اس جملہ میں برائے مذہب اصح ضرور کراہت ہے لا مشغالہ بما لا یصح در مختار میں ہے صلاة العید فی القری تکرہ تحریم لان اشتغال بما لا یصح مذہب اصح میں ان بالغین پر اعادہ میں اسارت کیا ہوتی بلکہ ترک اعادہ میں اسارت ہے استاذ وغیرہ اس مذہب اصح حکم میں برابر ہیں ہاں اگر حافظ صحیح خواں سوا نابالغ کے نہ ملتا ہو تو اتباع مشائخ بلخ سنت ختم حاصل کریں فان الاداء علی قول خیر من الترتک مطلقاً در مختار میں ہے الاداء الجائز عند البعض اولی من الترتک کما فی القنیۃ وغیرہا پھر مناسب یہ ہے کہ لمحاظ مذہب اصح اعادہ تراویح کر لیں لیجصل الاحتیاط بالمقدار المیسور واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ زید کی بیوی کچھ روز علیحدہ رہی اب اس نے زید کو چھوڑ کر کب سے نکاح کرنا چاہا اور اب ہندہ زید کے پاس جا کر دو چار روز رہی اس سے طلاق نہ لکھوا لائی اس جگہ کے جو صاحب پیش امام ہیں اور وہی قاضی بھی ہیں ان کو طلاق نہ دکھایا پیش امام صاحب نے خود بھی پڑھا اور لوگوں نے بھی پڑھ کر پیش امام صاحب کو سنایا اور سب نے مع مادہ ہندہ پیش امام صاحب سے کہا جب تک عدت کے دن پورے نہ ہوں نکاح نہیں ہو سکتا پیش امام صاحب نے فرمایا کہ تم لوگ نہیں جانتے ہو ضرور نکاح ہو جائیگا چنانچہ رات کو مولوی صاحب پیش امام نے بکر کے خود گھر جا کر نکاح پڑھ دیا بلکہ ہندہ کی والدہ اس نکاح میں بلائے سے بھی نہیں آئی نکاح طبع نفسانی پڑھایا گیا اور پہلے بھی اس قسم کے دو چار نکاح امام صاحب اور پڑھ چکے ہیں امام صاحب مولوی ہیں اور اکثر اس قسم کے فتویٰ بھی دیتے رہتے ہیں مسجد کے اندر بوجہ پوپ ہونے کے پانی کی کثرت ہے بازار اور محلہ کے آدمی اپنے گھروں کے کپڑے دھوتے ہیں پاک ناپاک چھینٹیں مسجد کے گھر سے لے کر فرش مسجد پر پڑتی ہیں دوسرا آدمی کپڑے دھونے والوں کو منع کرتا ہے تو مولوی صاحب منع کرنے والے کو برا کہتے ہیں اور مارنے کو

اُس آدمی کے آمادہ ہوتے ہیں مسجد میں روزمرہ دھوبی گھاٹ رہتا ہے اکثر لوگ مسجد کے اندر خط یعنی حجامت بھی بنواتے ہیں مگر مولوی صاحب کسی کے مانع نہیں آتے دو برس سے مولوی صاحب اس مسجد میں مقرر ہیں چار مہینے اس جگہ رہتے ہیں باقی آٹھ ماہ باہر اور شہروں میں وعظ کرتے ہیں اور اپنی اوگھائی کرتے ہیں غرض یہاں سے بھی اپنی تنخواہ سال تمام کی لیتے ہیں جو کوئی ان سے کہتا ہے کہ مولوی صاحب پیچھے آپ کے یہاں پر نماز پڑھانے والا میسر نہیں آتا ہم لوگوں کو بہت تکلیف ہوتی ہے تو فرماتے ہیں ہم تو ایسے ہی رہیں گے اس مسجد کی تنخواہ میں شہم پر مارتا ہوں اور جن لوگوں کی عزتیں باہر کی پھرنے والی ہیں ان کو مولوی صاحب نماز پڑھانے کی اجازت فرماتے ہیں فقط جواب سے مشرت فرمائیے۔

الجواب

جس شخص کے وہ حالات و عادات و افعال و احوال ہوں وہ بڑا فاسق ہی نہیں بلکہ کھلمگراہ بدین ہے عدت کے اندر نکاح ناجائز و حرام قطعی ہے جس کی حست پر خود قرآن عظیم ناطق قال اللہ تعالیٰ والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثہ قروء مسلمانوں پر فرض ہے کہ اُس کو مسجد سے معزول کریں اُسے امام بنانا گناہ ہے اور اُس کے پیچھے نماز کم از کم سخت مکروہ جب اس کے فسق و بیباکی کی حالت یہ ہے تو کیا اعتبار کہ بے وضو نماز پڑھا دیتا ہو یا جاڑے کے دفوں میں خواہ ویسے ہی نہانے کی کاہلی سے بے نہائے امامت کر لیتا ہو آخر بے غسل کے نماز پڑھنا عدت میں نکاح جائز کر دینے سے زیادہ نہیں ہے غنیہ بشرح مینہ میں ہے انھم لو قد موافقا سقایا ثمن بقاء علی ان کرکھتہ تقدیمہ کراہتہ تحرمیہ لعدم اعتنائہ باموردینہ وتساھلہ فی الایمان بلوازمہ فلا یجعد مینہ الاخلال ببعض شروط الصلاة وفعل بما ینافیھا بل هو الغالب بالنظر الی فسقہ ولذا لم تجز الصلوۃ خلفہ اصلا عند مالک وھو روایۃ عن احمد اور خود معاملہ نماز میں اُس کی بیباکی اور طہارت نجاست سے بے پرواہی اُسی بیان سے ظاہر جو سائل نے لکھے کہ ناپاک کپڑے مسجد میں دھونے والوں کو منع نہیں کرتا بلکہ منع کرنے کو بڑا کتا ہے اور لڑنے پر آمادہ ہوتا ہے تو جس کی یہ حالت ہے اُس کے پیچھے نماز کی اصلا اجازت نہیں ہو سکتی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بنا رس محلہ کنڈی گر ٹولہ مسجد بی بی راجی متصل شفا خانہ مرسلہ مولوی حکیم عبدالغفور صاحب ۲۰ محرم الحرام ۱۳۱۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شہر بنارس میں ایک مسجد متصل کچہری دیوانی جس میں نماز و قیہ و حجب ہوتا ہے عرصہ دراز سے ایک جلسہ بایمانے حاکم ضلع بغرض اندام مسجد مذکور اہل اسلام نے کیا منجملہ اور باتوں کے بیان کیا گیا کہ مسجد کا کھودنا بمعاضہ مکان دیگر اڑنے کتب فقہ جائز ہے تو یہ مسجد کھود ڈالی جائے بوض اُس کے دوسری مسجد سرکار کی جانب سے تیار کر دی جائے گی حالانکہ مسجد کا کھودنا اڑنے فقہ جائز نہیں ہے عالمگیری میں ہے لو کان فی المسجد فی محلۃ ضاق علی اھلہ ولا یسعھما ان یزید وافیہ فسا لھم بعض الحیران ان یجعلن ذلک المسجد لیدخل ہونی دارہ ویعطیہم مکانا عیضا ما ہو خیر لھم فیسعی فیہ اھل المحلۃ قال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ لا یسعھم ذلک اُس جلسہ میں بعض وہ بھی شریک تھے جو بنارس کے مولوی صاحب کہلاتے ہیں انھوں نے معلوم نہیں کس غرض سے مسجد مذکور کے کھودنے کے واسطے رائے دی اور دستخط بھی کیے بلکہ مولوی صاحب بصوت سے لوگوں نے دریافت کیا تو مولوی صاحب نے جواب دیا کھودنے کے واسطے رائے دینا تو کیا بیٹریاں اپنے پیروں میں ڈالنا حالت اکراہ میں تو خود ادا و جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالیاں دینا جائز ہیں حالانکہ کسی قسم کا اکراہ حاکم ضلع کی جانب سے نہ تھا صرف اہل اسلام سے امر مذکور الصدر میں رائے طلب کی گئی تھی

مولوی صاحب نے اکراہ کو قطعاً اور قتل کے ساتھ مقید نہیں کیا اور نہ توریہ کو کہا جس کی قید کتب فقہ میں ہے الغرض ایسی ایسی باتیں مولوی صاحب نے بیان کیں جس سے عوام کے گمراہ ہو جانے کا خیال ہے خفیوں پر اکثر طعن بھی مخالفین کے ہونے لگے کہ تمہارے یہاں ایسے ایسے گندے مسائل ہیں مولوی صاحب کو امام نماز کا ازروئے شرع و صلحت بنانا چاہیے یا نہیں۔ بیٹو! بالکتاب توجروا یومر الحساب۔

الجواب

یہ شخص نص قطعی قرآن شریف فاسق و فاجر ہے قال اللہ تعالیٰ ومن اظلم ممن ضلّ مساجد اللہ ان ینکر فیہا اسمہ و سعی فی خواجھا اُس سے بڑھ کظالم کون ہو گا جو بار نکھے خدا کی مسجدوں کو اُن میں نام خدا لیے جانے سے اور کوشش کرے اُن کی ویرانی میں عذاب اکراہ محض جھوٹا ہے جو کہیں یا رائے زنی کے لیے مقرر کی جاتی ہیں ہرگز حکام کی طرف سے گلے پر پھری نہیں رکھی جاتی کہ اگر تم نے یوں رائے زنی یوں دی تو قتل کر دیے جاؤ گے یا زبان کاٹ لی جائے گی یا ہاتھ قلم کر دیے جائیں گے بلکہ رائے زنی کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ہر شخص آزادانہ اپنی رائے ظاہر کرے ہاں دنیا پرست جیفہ خورشاد میں اگر دین و ایمان گنوا کر حکام پر جبر و اکراہ کا طوفان اٹھا کر بحیلہ کا ذبہ اکراہ چاہیں مسجد و عاتیں چاہے خدا و رسول کو گایاں سنائیں چاہے دو کے آتے تین گائیں و سید علم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۵ ایسے لوگ نہ عناد اللہ معذور ہو سکتے ہیں نہ عناد احکام مجبور ہے

بباد دل آں سہروایہ شاد کرا ز ہر دینا دہدیں بباد

خود مند انصاف پسند حاکموں کی نگاہ میں بھی دین فردش نہایت ذلیل و خوار ہوتا ہے کہ جس نے ذرا سی خوشامد کے لیے دین جیسی عزیز چیز کو خیر باد کہی اُس سے جو ہو جائے تمہارا ہے جس نے ادنیٰ طمع کے واسطے حاکم حقیقی جل جلالہ سے روگردانی کی اُس سے حاکم دنیوی کے ساتھ خیر خواہی کی توقع کیا ہے خسر الدنیا و الآخرة ذلک ہوا خسران المبین اور مسئلہ اکراہ میں یوں بے قید الفاظ جو خدا و رسول کی جناب میں مومن بھرا کر اس شخص نے کسے وہ بھی اس کے سوائے ادب و وقت دین پر دال ہیں شرع مطہر میں خوف جان کے وقت بھی حکم عزیمت ہی ہے کہ کسی طرح اصلاح ملے کفر زبان سے نہ نکالے اور رخصت ہے کہ حتی الامکان توریہ کر کے پلور و ربات سے جان بچائے اگر توریہ پر قادر تھا اور اُسے چھوڑ کر صریح کلمہ کفر بولا قطعاً یقیناً کافر ہو جائے گا در مختار میں ہے ان اکوا علی الکفر باللہ تعالیٰ او سب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقطع او قتل شخص لہ ان ینظر ما امر بہ علی لسانہ و یوری و قلبہ مطمئن بالا یمان و ان خطر ببالہ التوریۃ و لم یورکف دیانۃ و قضاء نواز ل و جلالیہ و یوجو ل و صبر ل تو کہ الاجراء الخ ما ینہ باختصار ایسے شدید فاسق کا فضل الاعمال نماز و مناجات بارگاہ بے نیاز میں اپنا امام بنانا سخت محنت اور دین میں بے احتیاطی و جرات ہے جب وہ ادنیٰ طمع یا خوشامد کے لیے مسجد ڈھانے کے لیے موجود ہے تو ادنیٰ تکلیف یا کابلی کے باعث بے ہمتی یا بے وضو نماز پڑھاتے اسے کیا گنا ہے ایسے کو امام بنانے والے گنگار ہوں گے مسلمانوں کو چاہیے ہرگز ہرگز اُس کے پیچھے ناز نہ پڑھیں اگر نادان فی میں پڑھ لی تو اعادہ کریں غنیہ مخرج منیہ میں ہے لو قد موا فاسقا یا ثون بناء علی ان کراہتہ تقدیمہ کراہتہ تحریمہ لعد ما اعتناہ بامور دینہ و تساہلہ فی الایمان بلوازمہ فلا یبعد منہ الاحلال ببعض شروط الصلاة و فعل ما ینافیہا بل هو الغالب بالنظر الی منقہ امام بنانا در کنار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایسے کی صحبت سے دور بھاگو اُسے اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تمہیں

ہکا دے فتنہ میں نہ ڈالے صحیح مسلم شریف میں ہے ایا کم وایا ہم لا یضلونکم ولا یفتنونکم اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت و توفیق بخشنے آمین - واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم -

مسئلہ - از ملک اپر برہما چھاؤنی مشکینہ مسئلہ حاجی ہادی یار خاں ۶ صفر ۱۳۱۷ھ ہجری کیا فرماتے ہیں علمائے دین و حامیان دین اس مسئلہ میں کہ اس ملک میں رسم ہے کہ عورتیں بازار میں دوکان کرتی ہیں اور باہر تھکتی ہیں سر کھول کر اور بجائے پاجامہ کے تہہ باندھتی ہیں چلتے ہیں ان کا جسم ران تک معلوم ہوتا ہے مردوں کو - اور مردان کے منع نہیں کرتے اور جب ان کے شوہروں سے کہا گیا کہ شرع کے خلاف ہے ایسی عورتوں سے پرہیز کرو تو وہ کہتے ہیں ہم جوان ہیں جب ہم کو شہوت ہوتی ہے تو ہم کیا کریں نکاح پڑھا لیتے ہیں اور وہاں اکثر آدمی اسی کے موافق پڑے ہوئے ہیں جن کی عورتوں کا ذکر ہو چکا اس کے پیچھے نماز اور امامت اس آدمی کی کیسی ہے -

الجواب

ران کھولنا حرام ہے اور اس آزاد عورت کو سر کھولنا بھی حرام ہے وہ عورتیں ان حرکات کی وجہ سے فاسقہ ہیں اور شوہر پر فرض ہے کہ اپنی عورت کو فسق سے روکے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا قوا انفسکم والبلکم نارا اے ایمان والو بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ تم سب اپنے متعلقین کے سردار و حاکم ہو اور ہر حاکم سے روز قیامت اُس کی رعیت کے باب میں سوال ہوگا تو یہ مرد کہ انھیں منع نہیں کرتے خود فاسق ہیں اور ناسق کے پیچھے نماز کر وہ ہے اور اُسے امام بنا نا گناہ ہے غنیہ میں ہے لو قد موا فاسقا یا ثمنون بلکہ جب اس کی عورت بازار میں ران کھولے پھرتی ہے اور وہ منع نہیں کرتا تو دیوث ہے فی الدرا المختار دیوث من کلا یغادر علی امواتہ او محرمہ ہاں اگر یہ منع کرے روکے جس قدر اپنی قدرت اس رسم شنیع کے مٹانے سے ہے صرف کرے اور پھر عورت نہ مانے تو مرد پر الزام نہ رہے گا قال اللہ تعالیٰ لا تزودہ وازنارۃ وذرہا حوی واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ایک مسجد کا امام ہے اور وہ کارہائے مندرجہ ذیل سے روزی پیدا کرتا ہے - مرہ کا نہلانا اور اس کی اجرت لینا سوم میں قرآن مجید پڑھنا اور ناخواندہ لوگوں سے قرآن مجید پڑھوانا اور اُس کی اجرت لینا مرہ کے کپڑے وغیرہ لینا اور فروخت کرنا اور سود کھانا وغیرہ طور سے - اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا ناجائز اور دوسرا شخص جس کو عام لوگ جانتے ہیں کہ اس کی روزی ناجائز ہے اُس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں - بینوا تو جروا

الجواب

سود لینا گناہ کبیرہ ہے یوں ہی جس ناجائز طریقہ سے روزی حاصل کی جائے وہ یا تو سرے سے خود ہی کبیرہ ہو گیا بعد عادت کے کبیرہ ہو جائے گا ناخواندہ لوگوں سے بڑھو اگر اجرت لینا ہے کے معنی سائل نے یہ بیان کیے کہ بے پڑھوں کو بلوا ۴۱ ہے اور براہ فریب اُن کی قرآن خوانی ظاہر کر کے اجرت لینا ہے یہ صورت خود کبیرہ کی ہے اور تلاوت قرآن کریم پر اجرت لینا ہی ناجائز ہے کما

الجواب

جاندار کی تصویر بنانی دستی ہو خواہ عکسی حرام ہے اور مجسودان کفار کی تصویریں بنانا اور سخت تر حرام و اشد کبیرہ ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اشد الناس عذاباً یوم القیۃ المصورون بیشک سب سے زیادہ سخت عذاب روز قیامت مصوروں پر ہوگا رواۃ الاثمة والشیخان عن عبد اللہ بن مسعود عن ام المومنین عائشۃ الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما یوں ہی غلم فاسق فاجر مرکب کبار ہے حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ملعون من یعمل عمل قوم لوط ملعون ہے جو قوم لوط کا کام کرے رواۃ احمد عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جن کی عورت بے ستر باہر بھرتی ہے کہ بازو یا گلابیٹ یا سر کے بال یا پندلی کا حصہ غرض جس جسم کا چھپانا فرض ہے کھلا ہو اسے یا اس پر ایک باریک کپڑا ہو کہ بدن چمکتا ہو اور وہ اس حالت پر مطلع ہو کہ عورت کو اپنی حد مقصود تک نہ روکتا ہو بندوبست نہ کرتا ہو وہ بھی فاسق و دیوث ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثۃ لا یدخلون الجنة الطاق لوالدیہ والدیوث ورجلۃ النساء یمین شخص جنس میں نہ جائیں گے ماں باپ کو یا ذیادینے والا اور دیوث اور مردوں کی صورت بننے والی عورت رواۃ الحاکم والبیہقی بسند صحیح عن بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما در مختار میں ہے دیوث من لا یغار علی امرأۃ او محرمہ جو اپنی عورت یا اپنے کسی محرم بد غیرت نہ رکھے وہ دیوث ہے اسی طرح اگر عورت جوان اور محل فتنہ ہے اور اس کے باہر بھرنے سے فتنہ اٹھتا ہے اور یہ مطلع ہو کہ باز نہیں رکھتا جب بھی کھلا دیوث ہے اگرچہ پورے ستر کے ساتھ باہر نکلتی ہو ان سب لوگوں کو امام بنا نا گناہ ہے اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قریب بحرام ہے نہ پڑھی جائے اور پڑھ لی تو اعادہ ضرور ہے کما حقیقہ فی الغنیۃ وفصلنا فی فتاونا اور حرامی کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی اور خلاف ادنیٰ ہے جبکہ وہ سب حاضرین سے زیادہ سائل نماز و طہارت نہ جانتا ہو اگر امام اور نہ ملے تو ضرور اس کے پیچھے پڑھی جائے اس عذر سے ترک جماعت جائز نہیں فان الواجب لا یتک لاجل خلاف اولیٰ اور دفع کراہت کے لیے اعادہ مستحب کما بدینہ فی الدر المختار واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از نجیب آباد مرسلہ حافظ محمد ایاز صاحب ۲۰ جمادی الآخرہ ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کو مرض بواسیر کا ہے اور سترے کثرت سے ہو گئے ان میں سے آلائش رنگ زردی مائل خارج ہوتی ہے و نیز کثرت ستر سے اخراج ریح فضلہ براز کا دھبہ بھی کپڑے پر آجاتا ہے کہ جو عجم سوں کی چیز سے وقت اجابت کسی جگہ اندر اُبھا ہوا رہ جاتا ہے ان دونوں حالتوں میں کپڑا ہر وقت نجس رہتا ہے زید مذکور ہر طرح انتظام مثل لنگوٹ باندھنا دیا تین پاجامے رکھنا اور ان کا وقتاً فوقتاً دھو کر پاک رکھنا یہ سب کچھ کر چھوڑا مگر کچھ نہ ہو سکا خاص کر سفر میں اس سے زیادہ دقتیں پیش آتی ہیں اور خصوصاً امامت کرنا اگرچہ وہ امامت سے مد گذر کرتا ہے مگر اس صحت میں وہ کیا کر سکتا ہے کہ ادائے نماز فرض کے واسطے کھڑا ہو اور بعد کو اور نمازی اگر مقتدی بن گئے بجز اس کے کیا چارہ کہ نماز ادا کرے ان دقتوں کی حالت میں زید مذکور کو کیا کرنا چاہیے کہ جس سے بے کراہت نماز ادا کرے اور وہ کپڑا حکم پاکی کا رکھے۔ بینوا و جوہرا

الجواب - اگر حال اسی ہے کہ کپڑا پاک کرے یا بے تو فرض نہ پڑھنے پائے گا کہ پھر نجس ہو جائے گا یعنی باز ساڑھے چار ماشہ سے

نائدیادہ زرد پانی روپیہ بھر کی مساحت سے زیادہ آجائے گا تو دھوئے کی کوئی ضرورت نہیں ورنہ بے دھوئے خود اس کی اپنی نماز نہ ہوگی لہذا جبکہ وہ حالت معذوری میں ہے یعنی کسی وقت کامل نماز کا ایسا گزر گیا شروع سے ختم تک کہ اُسے دھو کر کے فرض پڑھ لینے کی فرصت نہ ملی اور جب سے برابر ہر وقت نماز میں یہ نجاست آتی رہتی ہے اگرچہ وقت میں ایک ہی بار تو وہ ایسی حالت میں امامت نہیں کر سکتا لوگ اگر اگر شامل ہوں ہر نہ کہے بکیر آواز سے نہ کہے وہ لوگ خود الگ ہو جائیں گے اور اس پر بھی حیدانہ ہوں تو بعد سلام اطلاع کر دے کہ میں معذور ہوں میرے پیچھے نماز جائز نہیں تم اپنی پھر پڑھ لو فی الدار المختار ان معامل علی ثوبہ فوق الدرہم جازلہ ان لا یغسلہ ان کان لو غسلہ یغسل قبل الفراغ منها الی الصلاة والا یتجنس قبل فراغہ فلا یجوز ترک غسلہ ہواختار للفتویٰ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از دلیر گنج پدگرنہ جہاں آباد ضلع پبلی بحیث مرسلہ خلیفہ الہی بخش ۱۸ رجب ۱۳۱۶ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص قواعد توحید سے ناواقف ہو اُس کو امام کیا جائے یا نہیں اور اگر کیا جائے تو اس کے پیچھے قواعد داں کی نماز ہوگی یا نہیں اور عام لوگوں یعنی غیر قواعد داں کی نماز بھی اس کے پیچھے ہوگی یا نہیں - بینوا توجروا

الجواب

اگر ایسی غلطیاں کرتا ہے کہ معنی میں فساد آتا ہے مثلاً حروف کی تبدیل جیسے ع ط ص ح ظ کی جگہ ا ت س ذ پڑھنا کہ لفظ حمل رہ جائے یا معنی میں تغیر فاحش راہ پائے یا کھڑا بڑا کی بدتمیزی کہ حرکات بڑھ کر حروف مدہ ہو جائیں اور وہی قباحتیں لازم آئیں جس طرح بعض جہال مستعین کو فتا عین پڑھتے ہیں کہ بے معنی ہے یا لا الہ الا اللہ تحشرون بلام تاکید کو لا الہ الا اللہ تحشرون بلام تاکید کہ تغیر معنی ہے تو ہمارے ائمہ متقدمین کے مذہب صحیح و معتقد متعین پر مطلقاً خود اس کی نماز باطل ہے کما حقہ و رجحہ المحقق فی الفتح والحبلی فی الغنیۃ وغیرہما فی غیرہما اور جب اُس کی اپنی نہ ہوگی تو قواعد داں وغیرہ قواعد داں کسی کی اس کے پیچھے نہ ہو سکے گی فان صلاة المأموم مبتنیۃ علی صلاة الامام اور اگر وہ غلطیوں ہے کہ حرف بروجہ صحیح ادا نہیں کر سکتا جس طرح آج کل عام دہقانوں اور بہت شہریوں کا حال ہے تو اب جمہور متاخرین کا بھی فتویٰ اسی پر ہے کہ اس کے پیچھے صحیح خواں کی نماز باطل کما افادہ العلامة الغزوی والعلامة الخیر المصلی وغیرہما اور جب اُس کی اپنی نہ ہوگی اور اگر غریبوں ہے کہ کچھ کی کوشش نہ کی یا کچھ دنوں کے چھوڑ دی اگر پشاور ہوتا تو امید تھی کہ آجاتا جب تو ایسی غلطی ان کے نزدیک بھی خود اس کی اپنی نماز کو بھی باطل کرے گی کما فی الخلاصۃ والفتی وغیرہما عامۃ الکتب غرض ایسا شخص امام بنانے کے لائق نہیں وقد فصلنا القول فی تلك المسائل فی عدة مواضع من فتاونا اور اگر ایسی غلطی نہیں کرتا جس سے فساد معنی ہو تو نماز خود اس کی بھی صحیح اور اس کے پیچھے اور سب کی صحیح پھر اگر حالت ایسی ہے کہ توحید کے امور ضروریہ و واجبات شرعیہ ادا نہیں ہوتے جن کا ترک موجب گناہ ہے جیسے متصل بقدر ایک الف وغیرہ فمما فصلنا فی فتاویٰ لنا فی خصوص الترتیل - جب بھی اُسے امام نہ بنایا جائے گا نماز اس کے پیچھے بشارت مکروہ ہوگی لا شتما لها علی امر مؤثم و کون فاسقا بتادیہ علی ترک واجب متعتمد اور اگر ضروریات سب ادا ہو لیتے ہیں صرف محنات زائدہ مثل اظہار انخاد و دم و اشام و تغیم و ترقیق وغیرہ میں فرق پڑتا ہے تو حرج نہیں ہاں قواعد دین کی امامت اولیٰ ہے لان الامام کلما کان اکمل کان افضل واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - از بنگالہ سلطت موضع پیام مرسلہ جناب سولج میاں صاحب معرفت مولوی سلطان الدین صاحب ۱۳ شعبان ۱۳۸۵
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمرو سے زید نے دربارہ جہاد مشترک فیہ بینہما نزاع مقدمہ کچری گیا عمرو فتحیاب ہوا زید اس
گاؤں کا امام ہے اب عمرو نے بوجہ تعصب و مخالفت کے تمام اس کے مقتدیوں کو کہا کہ زید نے کچری میں واسطے فتحیابی اپنے مقدمہ کے جھوٹ
بولام لوگ اب اُس کے پیچھے نازت پڑو وہ اب امامت کے قابل نہیں رہا تب مقتدیوں نے عمرو سے کہا کہ تم اُس کے جھوٹ بولنے کا
کوئی ثبوت پیش کرو ہنوز کوئی شاہد نہیں پیش کیا گیا ہے دعویٰ بلا دلیل ہے اور آج تک کبھی زید نے جھوٹ کلمہ اپنی زبان سے نہ نکالا اور
نہ کسی نے اُس پر دروغ گوئی کا کبھی شک کیا اگر بالفرض اُس کی گذب گوئی پر کوئی گواہ ثابت ہو جائے تو زید قابل امامت رہے گا یا نہیں
اُس کے پیچھے ناز ہوگی یا نہیں - بینوا توجروا -

الجواب

ناز اس کے پیچھے ہوجانے میں تو اصلاً شرع نہیں بحدیث صلاک بر وفاجر اور کچری میں مقدمہ ارجاعے سے جھوٹا ہونا ثابت نہیں ہوتا
کچریوں میں ہزاروں بار جھوٹے پتے اور پتے جھوٹے ٹھہرتے ہیں انگریزی کچریاں تو شرع مطر سے علاقہ رکھتی ہی نہیں بلکہ یہاں کے اسلامی
حکے ہی پوری پابندی شرع سے صراحتہً کنارہ گزیر جہاں کامل شرعی عدالتیں تھیں وہاں بھی با آنکہ قاضی شرع جس کے خلاف حکم فرماتے
اُسے فتادغ تناقض کے لیے صراحتہً با شرعاً لکھتے ہیں مگر کسی مدعی یا مدعا علیہ کو صرف اس بنا پر کاذب و فاسق و مرتکب کبیرہ نہیں کہہ سکتے
کہ حکم حاکم بنظر ظاہر ہوتا ہے اُس سے واقع میں کذب لازم نہیں آتا رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں انما انا بشر وانکم تختصمون
الی ولعل بعضکم ان یکون الحق بحجتہ من بعض فاقضی لہ علی نحو ما سمع منہ فمن قضیت لہ بشی من حق اخیه فلا یأخذنہ
فالما قطع قطعة من الناس واه الشیخان عن امر سلتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا علاوہ بریں بعض وقت آدمی کسی شبہ یا سہو یا جہل کے باعث
اپنے آپ کو حق برہان کر دعویٰ یا جوابدہی کرتا ہے تو بات واقع میں اگرچہ خلاف ہے مگر اس نے قصہ کذب نہ کیا حکم حق اس پر نہ ہوا و مثلاً
ذلک کثیر فی خصوصات الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم بل ہوا ملتین فیہم علاوہ بریں جب آدمی کا حق مارا جاتا ہو اور وہ بغیر کسی
ایسے اظہار کے جو بظاہر خلاف واقع ہے حاصل نہ ہو سکتا ہو تو اپنے اچھے حق کے لیے ایسی بات کا بیان شرعاً جائز ہے اگرچہ سماع اُسے
کذب پر محمول کرے در مختار میں ہے الکذب مباح لاجتماع حقہ و دفع الظلم عن نفسه الخ و تمام تحقیقہ فی مراد المختار عن تبیین
المجادع عن الامام حجة الاسلام با محصورہ مذکورہ میں صرف بیان مدعا علیہ کوئی چیز نہیں اگر کسی گواہ سے بھی ثابت ہو کہ زید نے اپنے
دعویٰ یا تائید دعویٰ میں کوئی بات خلاف کسی تو اُس سے واقعی کاذب و فاسق ہونا ثابت نہیں ہوتا ہاں اگر شہادت شرعیہ سے زید کا کذاب
فاسق بے حجت ہونا یا ثبوت کو پہنچے تو بیشک اُسے امام بنانا ممنوع اور اُس کے پیچھے ناز پڑنا مکروہ ہوگا کما ہو حکم الفاسق واللہ
سبحنہ و تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - از شہر کہنہ مرسلہ بد عبد الواحد متراوی ۲۰ رذی القعدہ ۱۳۸۵

عورت کا اپنے خاوند کے ساتھ ایک ہی محلے پر فرض ناز پڑھنا بایں صورت کہ خاوند امام ہو اور عورت مقتدی کی کیا حکم رکھتا ہے -

الجواب

اگر عورت اس قدر پیچھے کھڑی ہے کہ اُس کی ساق مرد کی ساق یا کسی عضو کے محاذی نہیں تو اقتدا صحیح ہے اور دونوں کی نماز ہو جائے گی اور اگر برابر ہے کہ نتیجہ میں کوئی حائل ہے نہ کوئی اتنا فاصلہ جس میں ایک آدمی کھڑا ہو سکے اور عورت کی ساق مرد کی ساق یا کسی عضو کے محاذی ہے تو اس صورت میں اگر مرد نے اُس کی امامت کی نیت نہ کی تو مرد کی نماز صحیح ہے اور عورت کی فاسد اور اگر مرد نے وقت تحریر نیت امامت نہ کی مٹی تو دونوں کی گئی فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے الامراة اذا صلت مع زوجها في البيت ان كان قد مہاجذاء قدم الزوج لا تجوز صلاتهما بالجماعت وان كان قد مہا خلف قدم الزوج الا انها طویلة تقع راس المرأة في السجود قبل راس الزوج جازن صلاتهما لان العبرة للقدم والمختار من ہے الزلیعی قالی المعتبر فی محاذاة الساق والکعب فی الاصح وبعضهم اعتبر القدم مہا فعلى قول البعض لو تاخرت عن الرجل بعض القدم تفسد وان كان ساقها وكعبها متاخرا عن ساقه وكعبه وعلى الاصح لا تفسد وان كان بعض قدمها محاذيا لبعض قدمه الخ در مختار میں ہے حاذیہ مشتملة ولا حائل بينهما قلہ قد ردہا عا فی غلط اصبع او فوجہ تسع رجلا فی صلاة مطلقة مشتركة تحريمية واداء واتحدت الجهة فندت صلاته ولو مکلفان نوى الامام وقت شرعه لا بعدة امامتها والا ينوها فندت صلاتها م مختصرا والله تعالى اعلم

مسئلہ - ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۱۰ھ

کیا فراتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سود خوار اور رشوت خور اور جس شخص کی بی بی بے حجاب رہتی ہے اور جو شخص جھوٹی گواہی دیتا ہے اور جو شخص بعض اوقات نماز پڑھتا ہے ان سب کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں جواز و عدم جواز کی کیا دلیل ہے۔

الجواب

سود خوار اور رشوت خور اور جھوٹی گواہی دینے والا اور قصد البعض اوقات نماز چھوڑنے والا یہ سب فاسق ہیں اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کما فی الغنیۃ عن الحجۃ واقعۃ فی رد المحتار و تفصیلہ فی رسالۃ التناہی الاکید عن الصلاة ورائی عدی القلید اور جس کی عورت بے پردہ نکلتی ہے اسی طرح کہ جن اعضا کا چھپانا فرض ہے ان میں سے کچھ ظاہر ہوتا ہے مثلاً سر کے بال یا بازو یا کلائی یا گلا یا پیٹ یا پینڈلی کا حصہ خواہ یوں کہ ان مواقع پر کپڑا ہی نہ ہو یا ہو تو باریک کر ستر نہ کر سکے یا باہر نہیں نکلتی مگر گھر میں غیر محرم بکثرت آتے جاتے ہیں اور وہ ایسی ہی حالت میں رہتی ہے اور شوہر ان امور پر مطلع ہے اور منع نہیں کرتا تو وہ خود ریوٹ ہے فاسق ہے فان الذی ریوٹ کما فی الحدیث و کتب الفقہ کالدس وغیرہ من لا یغار علی اہلہ اور اگر ایسا نہیں بلکہ تمام بدن کے پورے سر عورت کے ساتھ گھر میں کسی نامحرم مثلاً جیٹھ دیور ہنوی یا اپنے چچا خالاموں چھو بھی کے بیٹوں کے سامنے ہوتی ہے یا کم قوم لوگوں کی عورت جو خوب بوٹے اور ڈھیلے کپڑے پہنے سارا بدن ڈھانکے اپنی ضرورتوں کے لیے باہر آتی جاتی ہے یا عورت تو بے حجابی اسی طرح کرتی ہے مگر مرد اُسے اپنی حد قدرت تک روکتا ہے منع کرتا ہے اور وہ نہیں مانتی تو ان صورتوں میں شوہر پر کچھ الزام نہیں اور اس وجہ سے اس کے پیچھے نماز میں کراہت نہیں ہو سکتی۔ قال الله تعالى لا تقربوا زنا و زنا اخوی والله تعالى اعلم۔

مسئلہ - از بسوی ضلع بدایوں مرسلہ خلیل الرحمن صاحب ۹ شعبان المعظم ۱۳۹۱ھ ہجری
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) وہ کون کون شخص ہیں مسلمانوں میں جن کے پیچھے نماز درست نہیں (۲) کوئی
صورۃ میں نابینا کے پیچھے نماز درست ہے یا بالکل ناجائز۔

الجواب

(۱) بہت لوگ ہیں از انجملہ غیر مقلدین اور رافضی اور وہ وہابی جن کی بدعت حد کفر تک پہنچی ہے سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فرماتے ہیں الصلاة خلف اهل الاهواء لا تجوز جو قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا ہو جس سے فساد معنی ہو جس کی طہارت صحیح نہ ہو اگرچہ
معذوری کے وجہ مثلاً جیسے معاذ اللہ سلس البول یا ہرقت ریح خارج ہونے کا عارضہ ہے یا زخم یا پھوڑے سے خون یا زرد آب بہتا ہے
اسی طرح وہ شافعی المذہب مثلاً جس نے اپنے طور پر طہارت صحیح کی مگر مذہب حنفی میں صحیح نہ ہوئی مثلاً سر کے صرف ایک بال کا مسح کر لیا
یا نہ دلوں کو وضو کا اعادہ نہ کیا کہ حنفی کی نماز اس کے پیچھے نہ ہوگی ان کے سوا اور بکثرت صورتیں ہیں کہ کتب مذہب میں اس کی تفصیل ہے (۲) نابینا
کے کپڑے پر اگر نجاست بقدر منع نماز لگی ہے اور اسے خبر نہیں یا اس کے زخم یا پھوڑے سے خون بہا اور اس نے نہ دیکھا تو اس صورت میں اسکے
پیچھے نماز ناجائز ہے ورنہ صرف کردہ تنزیہی اور خلافت اولیٰ ہے جبکہ سب حاضرین سے علم زیادہ نہ رکھتا ہے ورنہ وہی امام کیا جائیگا واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ - از گور بازار ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۱ھ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حافظ کریم بخش امام مسجد گور بازار یتیموں کا مال پوشیدہ لے جانے
میں شریک ہوئے اور اقرار بھی کیا اور اسوا اسکے اور کچھ بھی اس سب سے مقتدیوں نے اقتدا کرنا چھوڑ دیا اور امام دوسرے کی اقتدا کی تب
امام اول ایک مولوی کو بلا کر لایا اور کچھ دے کر اور یہ بھی منگایا کہ آٹھ آنہ ماہواری بھی دینے کا اقرار کیا مولوی صاحب سے کچھ بیان کرایا اور اس میں
کچھ حق بھی بیان کیا اور کچھ طغذاری بھی کی آیا مولوی صاحب اس آیت کے حکم میں داخل ہوئے یا نہیں دلائل و آبیاتی ثنا قلیلا اور
مولوی صاحب نے مقتدیوں کو سمجھایا اور ان کی امامت قائم کرادی اور امام نے مقتدیوں سے معافی چاہی مقتدیوں نے دونوں اماموں کو قائم رکھا
اور امام اول کی خطا مقتدیوں کے معاف کرنے سے تمیوں کی حق تکلیفی جو کہ وہ بھی معاف ہوئی یا نہیں یا امام اول کو یتیموں کا حق دینا پڑے گا
اور دلوں کا پڑے گا یا نہیں اور ایک آدمی خوش الحانی کو ضروریات سے جاننے والا ہے امام کی آیا یہ شرط ہے از دئے شرع شریف کے یا نہیں
اور ایک شخص پابندی نماز کی نہیں کرتا ہے فارسی میں دخل بہت ہے وہ امام اول کو چاہتے ہیں کہ یہ ہے اور دوسرے کو نہیں چاہتے اور امام دوسرے
کی حقیقت یہ ہے کہ علم حدیث و تفسیر و فقہ و اصول عربی میں دخل ہے اب اقتدا واسطے مقتدیوں کے کس کی امامت افضل اور بہتر ہے اور عالم
کے پیچھے نماز پڑھنا ایسی ہے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھی آیا اس کا ثبوت شرع شریف میں ہے کہ نہیں اور امام اول کی اقتدا
ابھی تک بعض لوگ کمرہ جاتے ہیں۔ بینوا تو جو دواعی حوالہ کتاب۔

الجواب - پرایا مال بے اذن شرعی خفیہ لینا چوری ہے اور چوری گناہ کبیرہ ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یسرق

السارق حین یسرق دھومومن چور چوری کرتے وقت ایمان سے الگ ہوتا ہے اور یمیں کمال ناحق لینا سخت ترکیرہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الذین یا کلون اموال الیتامی ظلما انما یا کلون فی بطونہم ناراً ویصلون سعیراً جو لوگ یمیں کمال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں نری آگ کھاتے ہیں اور عنقریب دوزخ میں جائیں گے یمیں کا حق کسی کے معاف کیے معاف نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ خود یتیم کا دادا یا ماں یا کسی نابالغ کے ماں باپ اس کا حق کسی کو معاف کر دیں ہرگز معاف نہ ہوگا فان الولایۃ للنظر لا للصور بلکہ خود یتیم و نابالغ بھی معاف نہیں کر سکتے ذان کے معافی کا کچھ اعتبار ہے للہجرا التام عما ہو ضرر محض یمیں کا حق ضرر دینا پڑے گا اور جو نکلوا سکتا ہے اسے چاہیے کہ ضرر و دلاوے ہاں یتیم بالغ ہونے کے بعد معاف کرے تو اس وقت معاف ہو سکے گا مقتدیوں نے کہ ایسی حرکات ناشائستہ کے باعث امام اول کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی بہت اچھا کیا انھیں اسی کا حکم تھا کما حقہ فی الغنیۃ عن فتاویٰ الحجۃ واقربہ فی رد المحتار وقد تکرر بیانہ فی فتاویٰ منا جس شخص نے کچھ کے کر بعض ناجن باتیں امام اول کی طرف داری کے حق میں ملا دیں وہ ضرر آریہ کریمہ لا تشتر و آیاتی شاقلا اور آریہ کریمہ لا تلبسوا الحق بالباطل کا مورد ہوا امام کے لیے خوش الحانی کچھ ضرر نہیں جو اسے ضروری و شرط بتائے شرع مطہر یا فتر کرتا ہے بلکہ خوش الحانی بعض وقت مضر ہوتی ہے کہ اس کے سبب آدمی اترا تا ہے یا کم سے کم اتتا ہوتا ہے کہ نماز میں خشوع و خضوع کے بدلے اپنے اکان بنانے کا خیال رہتا ہے فتاویٰ قاضی خاں و فتاویٰ عالمگیری میں ہے لا یبغی للقوم ان یقدموا فی الذوا میج الحوشن وان ولكن یقدموا للدرستخوان فان الامام اذا قرأ بصوت حسن یشغل عن الخشوع والتدبر والتفکر امامت عالم کا خاص حق ہے اس کے ہوتے دوسرے کو ترجیح نہیں جبکہ وہ عالم صحیح خاں و صحیح العقیدہ ہو فاسق نہ ہو حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان سرکہم ان تقبل صلا تکر فلیؤمکم علماء ذکھ فانہم وفدکم فیما بینکم و بین ربکم اگر تمہیں اپنی نمازوں کا قبول ہونا پسند ہو تو چاہیے کہ تمہارے علماء تمہارے امامت کریں کہ وہ تمہارے واسطہ و سفیر ہیں تمہارے اور تمہارے رب عزوجل کے درمیان۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن مرثد بن ابی مرثد الغنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاص یہ لفظ کہ عالم کے پیچھے نماز ایسی ہے جیسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے کسی حدیث میں نظر سے نہیں گزری ہاں یہ صحاح کی حدیث ہے کہ العلماء و رثۃ الانبیاء و علماء انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں اور ہلایہ میں ہے من صلی خلف عالم تقی کا نماصلی خلف نبی جس نے کسی عالم متقی کے پیچھے نماز پڑھی گویا نبی کے پیچھے پڑھی لکن لم یعرفہ الخ چون وقال الزبلی ہو عن رب امام اول اپنی اس حرکت سے ضرور فاسق ہوا اور فاسق کے پیچھے نماز ضرر مکروہ ہے جبکہ سچی توبہ کرے اور مال لینے کی توبہ بغیر مال واپس دے ہرگز صحیح نہیں تو جب تک وہ یمیں کا حق نہ پھیرے نماز اس کے پیچھے بیشک مکروہ مسئلہ - ۳۰ فہبان المعظم ۱۸۰ھ

ندویوں کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

ندویوں میں کچھ نجری ہیں کچھ منکران ضروریات دین رافضی یہ بالاجماع کا فرم تہ ہیں اور ان کے پیچھے نماز محض باطل کچھ غیر کافر رافضی و بابی تفصیلی غیر مقلد و غیر ہم بد مذہب ہیں کچھ وہ نئے بگڑے گمراہ ہیں جنہوں نے اب ندوہ جہا کے اپنے دین کی بیج کنی کی ندوہ کی

رودادوں لکچروں میں جن کے کلمات ضلالت چھاپے گئے یہ سب ضال مضال گمراہ بددین ہیں اور ان کے پیچھے نماز یا ناجائز جیسے عام غیر مقلدین کماحققناہ فی النہی الاکید عن الصلاة و راء عدی التقليد یا گناہ و مکروہ تحریمی کما بینناہ فی غیر موضع من فتاوانا یوں ہی وہ خود پہلے بد مذہب تھے اور نہ اب کلمات بد مذہبی کہے مگر ان لکچروں کے اقوال ضلالت سے پسند کیے اور ان پر راضی ہوئے ان کی اشاعت کی حمایت کی یہ سب کل بوجہ رضا و نصرت باطل اہل باطل و ارباب ضلال اور اسی حکم میں ان کے شریک حال ہو گئے کچھ وہ ہیں جن بیچاروں کو اطلاع نہیں کہ ان ظلمہ نے کیا کیا ہے صرف مولویوں کا جلسہ سن کر شریک ہو گئے جب تک مطلع نہ ہوئے معذور ہیں بعد اطلاع پھر شریک رہے تو اقل درجہ فاسق ضرور ہیں اور فاسق کے پیچھے بھی نماز مکروہ فتاویٰ حجب و غیبہ شریعیہ وغیرہا میں تصریح فرمائی کہ یہ کراہت تحریم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از بریلی محلہ سرخہ ۲۴، محرم الحرام ۱۳۸۷ھ

علمائے دین و مفتیان شرع متین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ گروہ و دہائیین یعنی فرقہ دیگر مقلدین داخل ہے اہل سنت و جماعت میں یا خارج ان سے اور فرقوں ضالہ سے اور ہم مقلدوں کو ان کے ساتھ مخالطت اور مجالست کرنا اور ان کو اپنی مساجد میں باوجود خوف فساد کے آنے دینا درست ہے یا نہیں اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے۔ بینوا بالتفصیل توجروا بالاجرا الجزیل

الجواب

فی الواقع فرقہ دیگر مقلدین گمراہ بددین ضالین مفسدین ہیں انھیں امام بنانا حرام ہے ان کے پیچھے نماز پڑھنا منع ہے ان سے مخالطت آگ ہے صورتہ مذکورہ سوال میں انھیں مساجد میں ہرگز ہرگز نہ آنے دیا جائے قال اللہ تعالیٰ و عہدنا لى ابراہیم و اسمعیل ان طہرا بیتی مدیث میں ہے امر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ببناء المساجد فی الدور وان تنظف و تطیب بخاتین مکانا قاذورات مثل آب دہن و آب بینی با آنکہ پاک ہیں مسجد سے اُن کا دور کرنا واجب تو بد مذہب گمراہ لوگ کہ ہر شخص سے بدتر شخص ہیں مدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اہل البدع ش الخلق و الخلیفۃ بد مذہب تمام مخلوق سے بد تمام جان سے بدتر ہیں دوسری حدیث میں ہے اصحاب البدع کلاب اہل النار بد مذہب لوگ جنہیوں کے گتے ہیں تو ایسے لوگوں کو خصوصاً بحال فتنہ و فساد کہ دہائیہ کی عادت قدیم ہے باوصف قدرت مساجد میں کیونکر آنے دیا جاسکتا ہے قال اللہ تعالیٰ و العنتۃ اشد من القتل فتنہ قتل سے بھی سخت تر ہے عینی مشرح بخاری و در مختار وغیرہا میں تصریح ہے کہ مسجد سے موزی نکال دیا جائے و لو بلسانہ اگرچہ صرف زبانی ایذا دیتا ہے نجاستیں دھونے سے پاک ہو جاتی ہیں اور بد مذہب بد ہرچہ شونی پلید تر باشد جہ اعاذنا اللہ منهم و من حالہم و عقائدہم و اعمالہم بجاہ نبیہ الکریم علیہ و علی آلہ افضل الصلاۃ و التسلیم واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از جالس ضلع رائے بریلی محلہ زیر مسجد مکان حاجی محمد ابراہیم مرسلہ حاجی ولی اللہ صاحب ۲ ربیع الاول ۱۳۸۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس کی عورت بے پردہ عوام عورتوں کی طرح پھرتی ہو اور اس کا شوہر اس کو منع نہ کرتا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور اس کو دیوث کہنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

عورت اگر باہر بے پردہ باریک کپڑوں میں پھرتی ہو کہ ان سے بدن چمکے یا گلے یا بازو یا پیٹ یا پنڈلیوں یا سر کے بالوں کا کوئی حصہ کھولے پھرتی ہے اور شوہر مطلع ہے اور باوصف قدرت منع نہیں کرتا تو دیوث ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از جانش ضلع رائے بریلی محلہ زیر مسجد مکان حاجی ابراہیم مسئلہ ولی الشہ صاحب ۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ ہجری کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو شخص ہیں اور دونوں عالم اور پابند صوم و صلاۃ کے ہیں مگر ایک رذیل ایک شریف دونوں میں سے کس کو ترجیح ہوگی مرتبہ اور امامت وغیرہ میں۔ بلیذا تو جو روا

الجواب

امامت میں بعد اس کے کہ دو شخص جامع شرائط امامت سنی صحیح العقیدہ غیر فاسق مہاجر ہوں قرآن عظیم صحیح پڑھنے حدوت خارج سے بقدر تلمیذ ادا کرتے ہوں سب سے مقدم وہ ہے کہ نماز و طہارت کے مسائل کا علم زیادہ رکھتا ہو پھر اگر اس علم میں دونوں برابر ہوں تو جس کی قرأت اچھی ہو پھر جو زیادہ پرہیزگار ہو شہادت سے زیادہ بچتا ہو پھر جو عمر میں بڑا ہو پھر خوش خلق ہو پھر جو تہجد کا زیادہ پابند ہو یہاں تک شرف نسب کا لحاظ نہیں جب ان سب باتوں میں برابر ہوں تو اب شرافت نسب سے ترجیح ہے فی التوفیر والد والاحق بالامامة الاعلم باحکام الصلاۃ بشروط اجتنابہ للفواحش الظاہرة ثم الاحسن تجویدا ثم الاولی ثم الاسن ثم الا حسن خلقا بالضم والفة بالناس ثم اکثرہم تجمدا ثم الاشراف نسباً ثم الاخصی ہاں اگر رذیل اس درجہ کا ہے کہ اسکی امامت سے عام لوگ نفرت کرتے ہیں جماعت میں خلل پڑتا ہے تو اس کی امامت نہ چاہیے لان التنفیر من اشد ما یجتزئ عنہ ہہنا وقد قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطلقاً بشروط اولاً تقوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ میلاد شریف کی مجلس کے حاضر نہ ہونے والے کے پیچھے اور قیام سے کراہت کرے والے کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

الجواب

مجلس مبارک کی عدم حاضری اور قیام سے کراہت اگر بر بنائے وہابیت نہ ہو مثلاً اس وقت حاضری کی فرصت نہیں کسی امر اہم میں مصروف ہے یا وہاں پڑھنے والا روایات بے اصل یا نظم و شریکات شرع پڑھے گا یا صاحب مکان سے دینی یا دنیوی مخالفت ہے جس کا الزام شرعاً اسی صاحب مکان پر ہے وغیر ذلک من العوائج اور قیام سے کراہت صرف اس مسئلے میں کہ خطا کے باعث ہے نہ اصول و ہابیت مان کر تو ان صورتوں میں اس کے پیچھے نماز درست بلکہ کراہت ہے مگر ان بلاد میں صورت انکار و کراہت بے ضلال اصول و ہابیت پائی نہیں جاتی مجلس مبارک و قیام مقدس سے یہاں وہی منکر ہیں جو دہائی گراہ خاص ہیں اور وہاں یہ کے پیچھے نماز ناجائز و گناہ۔ کما حققنا فی عدة مواضع من فتاونا و رسالتنا النہی الالکید وغیرہا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۲۲: بیع الاخر شریف مسئلہ ۲۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک حافظ ذریعات نماز کے چند مسائل جانتا ہے چند مدت سے ایک مسجد کا امام ہے لوگوں نے اُسے تعزیوں میں مرثیے پڑھتے دیکھا ہے دوسرا حافظ شیخ صدیقی پنجابی کل مسائل نماز سے واقف ہے مگر وہ گاہ گاہ مسجد میں آتا ہے اس کی موجودگی میں اسی امام معین کے پیچھے نماز میں کچھ قصور تو نہ ہوگا اور دونوں ہوں تو کون امامت کرے۔

الجواب

تعزیوں کی تنظیم اور آج کل کے ناجائز مرثیوں کا پڑھنا بدعت یا فسق سے خالی نہیں اور دونوں صورتوں میں ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور وہ دوسرا حافظ اگر بلا عذر شرعی جماعت مسجد میں کبھی آتا ہے کبھی نہیں تو ترک جماعت بھی فسق ہے اس کے پیچھے بھی نماز مکروہ ایسی صورت میں تیسرے شخص کو امام کیا جائے جو عقیدہ بدعتی ہو قرآن مجید صحیح پڑھتا ہو فاسق نہ ہو مسائل نماز و طہارت سے خوب واقف ہو اور اگر یہ دوسرا حافظ سنی صحیح العقیدہ صحیح خواں غیر فاسق ہے جماعت کو جس وقت اس مسجد میں نہیں آتا دوسری مسجد میں جاتا ہے یا کسی عذر شرعی کے سبب ترک کرتا ہے تو اس کی اقتداء میں حرج نہیں اُس کے ہوتے ہوئے وہ امام مقرر نماز پڑھائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۲۲: شعبان المعظم ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس مسجد میں امام مقرر ہو جو اس کی بغیر اجازت دوسرے شخص نماز پڑھا سکتا ہو یا نہیں بینوا تو جہاں

الجواب

ہے اُس کی اجازت کے دوسرے کو امامت نہ چاہیے جبکہ وہ امام معین صالح امامت ہو یعنی سنی صحیح العقیدہ کہ قرآن عظیم صحیح پڑھے اور اس کا فسق ظاہر نہ ہو درمختار میں ہے امام للسجد للراتب اولی بالامامۃ من غیرہ مطلقاً الخ وفی رد المحتار من القسار خاتمة ما یفید المنع ان امداد اللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۲۸: رجب ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسجد میں رہتا ہے اور امامت پر مقرر ہے اور اس کی حالت یہ ہے کہ امر و نکر کوں سے محبت رکھتا ہے اور ایک لڑکا ضرور رکھتا ہے جب اس کو چھوڑ دیتا ہے دوسرا جو بزرگ لیتا ہے خلوت میں بھی وہ لڑکے اس کے پاس بیٹھتے ہیں بعض وقت انھیں بیا کر کتے بھی دیکھا گیا ہے اس کی شکایت میں شخص مذکور کو پولیس تک بھی پہنچا ہوا مگر پولیس کی دھمکی پر بھی باز نہ آیا آخر مسلمانوں نے اپنی مسجد سے نکال دیا کہ ہم مسجد میں ایسی ناشائستگی پسند نہیں کرتے اب دوسری مسجد میں آیا یہاں بھی وہی حال ہے یہی صورت میں اُسے امام بنانا اُس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا تو جہاں

الجواب

ایسے شخص کو کہ متمم ہے امام بنانا نہ چاہیے لان التعمد توجب تقلیل الجماعة وهو عکس مقصود الشریعة مسلمانوں کو چاہیے کہ دوسرے شخص سنی صحیح العقیدہ غیر فاسق وغیر متمم کو کہ قرآن عظیم صحیح پڑھتا ہو اور نماز و طہارت کے مسائل سے آگاہی رکھتا ہو امام

مقرر کریں اور شخص کہ کسی طرح اُس عادت سے باز نہیں آتا امامت سے جدا کر دیا جائے نہ مسجد میں سکونت کہے لان الخلوۃ الطبیعیۃ بالامور اخبت من الخلوۃ بالاجنبیۃ فیئزہ المسلمین عنہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از حیدر آباد دکن یا قوت پورہ مسجد کبیلہ مکان ۱۹۹۵ء مسئلہ یہ کہ صاحب ترمذی مولوی ابوالسائین محمد ضیاء الدین صاحب متمم تحفہ خفیہ ۲، ربیع الآخر شریف ۱۳۲۶ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین محمدی و ستیفان شریعت مصطفوی و تابعین مذہب حنفی اس مسئلہ میں کہ ایک صاحب زوجان خوبصورت لائق امامت فن قرأت سے بخوبی واقفیت رکھتے ہیں اور مسائل ما تجوز بہ الصلاۃ سے واقف مذہب حنفی کے تابع ہیں دوسرے صاحب حال میں مذہب حنفی ترک کر کے مذہب حنبلی اختیار فرمائے ہیں فن قرأت سے بمقابلہ صاحب اول کے ناواقف ہیں مگر مسائل ما تجوز بہ الصلاۃ اور قدرے ریش بھی رکھتے ہیں پس حال مند جہ بالا میں حسب قواعد خفیہ بضرر امامت بلا کسی علت و کراہت کے ہر دو صاحب میں سے کس کو ترجیح دی جاسکتی ہے جس مقام پر کثرت سے مقتدی تابعین مذہب حنفی کے بوقت جماعت موجود ہوں بہ السائل حسین خاں حنفی

الجواب

عبارت سوال ابہام و اجمال و تعدد احتمال رکھتی ہے دوسرے صاحب فن قرأت سے بمقابلہ صاحب اول کے ناواقف ہیں مگر کہ یہ ناواقف صرف امور زائدہ میں ہو جن پر صحت و فساد ناز مبنی نہیں اگرچہ واجبات بخوبی بلکہ واجبات شرع سے بھی ہوں یا شرعاً خواہ تجویداً بھی صرف محتملات و مستحبات ہوں جیسے وقف و وصل و مد و قصر و اظہار و اخفاء و تقسیم و ترقیق و روم و اشمام وغیرہ کہ اکثر ان میں واجبات بخوبی سے ہیں اور امثال و مفصل کی رعایت شرعاً بھی واجب اور ترک حرام مگر ان میں کسی کا ترک اصلاً مفید ناز نہیں اور ممکن کہ اولاد از میں ہو جیسے تمایز حروف جہاں تغیر موجب فساد معنی ہو صورت ثانیہ میں صاحب دوم کے پیچھے ناز باطل و فاسد ہوگی بخلاف صورت اولیٰ اور دوسرے صاحب قدرے ریش بھی رکھتے ہیں اس میں بھی دو احتمال ہیں ایک یہ کہ ان کے تھوڑی تھوڑی دائرہ عملی ہے پہلے صاحب محض امر ہیں اس تقدیر پہ پہلے صاحب کے پیچھے ناز مکروہ تنزیہی ہوگی فی الدار المختار تکرر خلف امر فی رد المختار الظاہر اغانی تزیجیۃ والظاہر ایضاً کما قال الرحمتی ان المراد بہ الصلیح الجہ لان محل الفتنة دوسرے یہ کہ دوسرے صاحب قدرے ریش باقی رکھتے ہیں اگرچہ زیادہ کتر و دیتے ہیں بخلاف صاحب اول کہ اصلاً نہیں رکھتے اس تقدیر پہ دونوں کے پیچھے ناز مکروہ تحریمی ہوگی اور انھیں امام بنانا مکروہ تحریمی نہ انا اور کتر و اگر حد شرع سے کم کرنا دونوں حرام و فسق ہیں اور اس کا فسق بالاعلان ہونا ظاہر کہ امیہ کے ممنوع پر جعلی قلم سے فاسق لکھا ہوتا ہے اور فاسق ملعون کی امامت ممنوع و گناہ ہے کما نص علیہ فی الغنیۃ عن الحجۃ و تحقیقنا فی فتاونا اور مذہب اربعہ حقہ سے کسی دوسرے مذہب والے کے پیچھے حنفی کی اقتدا میں چند صورتیں ہیں۔

(۱) اس خاص ناز میں معلوم ہو کہ امام نے کسی فرض یا شرط وضو یا ناز یا امامت مطابق مذہب حنفی کی رعایت نہ کی وقد المستنا ببیان بعضہ مع مالہ و علیہ فی فتاونا اس صورت میں اُس کے پیچھے حنفی کی نافرمانی باطل (۲) خاص ناز کا حال معلوم نہ ہو مگر اس کی عادت معلوم ہے کہ غالباً اور مذکورہ میں مذہب حنفی کی مراعات نہیں کرتا تو اس کے پیچھے ناز مکروہ تحریمی ہے (۳) عادت بھی معلوم نہیں تو اس کی

امامت مکروہ ہے اور ارجح یہ کہ اب یہ کراہت تحریمی نہیں (۴) عادت یہ معلوم ہے کہ ہمیشہ مراعات کا التزام کرتا ہے تو صورت سوم سے حکم اخذ ہے مگر ایک گونہ کراہت سے ہنوز خالی نہیں (۵) خاص اس نماز کا حال معلوم ہے کہ اس میں اس نے جمیع امور مذکورہ کی رعایت کی ہے تو اب عند الجمود کراہت اصلاً نہیں اگرچہ پہلے عادت عدم مراعات رکھتا ہو پھر بھی افضل یہی ہے کہ مل سکے تو موافق المذہب کی اقتدا کرے فی الدار المختار تکوہ خلف مخالف کشافی لکن فی وترا البحر ان یقین المراجعة لم یکرہ او عدم مہالہ یصح وان شک کوہ اہ وقد فصلنا القول فیہ فیما علقناہ علی مراد المختار واما میں ہے قولہ فی وترا البحر الخ ہذا هو المعتمد لان المحققین جنھو الیہ و قواعد المذہب شاهدة علیہ وقال کثیر من المشائخ ان عادتہ مراعاة مواضع الخلاف جاز واکلا فلا قولہ ان یقین المراجعة ای فی الفرائض من شروط و ارکان فی تلك الصلاة وان لم یراع فی الواجبات والسنن کما هو ظاهر سیاق کلام البحر و ظاهر کلام شرح المنیۃ ایضاً فی رسالۃ الملا علی قادی ذہب عامۃ مشائخنا الی الجواز اذا کان یحتاج فی موضع الخلاف والا فلا واطعن انہ یجوز فی المراسی بلا کراہۃ فی غیرہ معہا ام مختصراً امام بحر الرائق بحجتی سے ہے اذا کان مواضعاً فلا اقتداء صحیح علی الاصح ویکرہ والا فلا یصح اصلاً اقول والتوفیق بنفی کراہۃ التخریم فی المراسی واثبات کراہۃ التنزیہ نیز بحر میں ہے الاقتداء بالشافعی علی ثلثہ اقسام الاول ان یعلم منہ الاحتیاط فی المذہب الحنفی فلا کراہۃ الثانی ان یعلم منہ عدمہ فی خصوص ما یقتدی بہ اونی الجملة صحیح فی النہایۃ الاول وغیرہ اختار الثانی فی فتاوی الزاہدی از صیوانہ یصح وحسن الظن اولی الثالث ان لا یعلم شیئاً فالکراہۃ پس صورت مستفسرہ میں اگر صاحب دوم میں کوئی امر مضد مانا ہے مثلاً قرآن عظیم کی غلط خوانی بحدافہ یعنی یا اس خاص نماز کے وقت طہارت وغیرہ کسی شرط نماز یا شرط امامت کا وقت جب تو ظاہر ہے کہ اس کی امامت کے کوئی معنی ہی نہیں اب اگر صاحب اول میں کوئی وجہ کراہت تحریم نہ ہو تو اس کی امامت میں حرج نہیں مگر وجہ اجتماع امر دیت وحسن صورت اولی یہ ہے کہ کسی اور صحیح العقیدہ صحیح خواں کو امام کہیں جس میں اصلاً کوئی وجہ کراہت نہ ہو اور اگر صاحب اول میں کراہت تحریم ہے تو واجب کہ دونوں کو چھوڑیں اور کسی اور صالح امامت کی اقتدا کریں اسی طرح اگر صاحب دوم میں کوئی امر موجب کراہت تحریم ہے مثلاً دارمعی حد شرع سے کم کرنا یا فرائض و شرائط نماز میں مذہب حنفی کی پرواہ نہ کرنا اگرچہ یہ دو ہی ایک بار اس کے افعال سے مشاہدہ ہوا ہو اور صاحب اول میں کوئی وجہ تحریم نہیں جب بھی یہی حکم ہے کہ صاحب اول سے بہتر امام نہ ملے تو اسی کو امام کرنا لازم اور دونوں میں کوئی وجہ کراہت تحریم ہے تو دونوں کے سوا تیسرا امام پیدا کریں اور اگر صاحب دوم میں کوئی وجہ کراہت تحریم نہیں اور صاحب اول میں ہے تو حکم بالعکس ہوگا کہ اگر کوئی حنفی صالح امامت نطفہ ملے تو اسی کی اقتدا کی جائے ورنہ صاحب دوم ہی کے پیچھے پڑھیں جبکہ اس کی عادت سے معلوم ہے کہ مذہب حنفی کی رعایت کا التزام رکھتا ہے یا معلوم ہو کہ اس خاص وقت میں جامع جملہ شرائط امامت مطابق مذہب حنفی ہے اور اگر دونوں میں کوئی کراہت تحریم نہیں تو اگر معلوم ہے کہ صاحب دوم خاص اس وقت جامع شرائط حنفیہ ہے تو اور کوئی حنفی صالح نہ ملے کی حالت میں اسی کی امامت اولی کہ اس تقدیر پر اس کی امامت بلا کراہت ہے اور اگر حنفی ہوتا تو افضل ہوتا اور صاحب اول میں وجہ امر دیت وحسن کراہت ہے اور اگر خاص اس وقت شرائط جامعیت معلوم نہیں اور عادت مراعاة معلوم نہیں تو اور کوئی امام نطفہ نہ ہونے کی حالت میں صاحب اول ہی کو ترجیح چاہیے کہ اب مذہب جمہور و مشرب منصور پر کراہت متزینہ میں

دونوں شریک ہوئے اور مخالفت المذہب میں اس قدر زیادت ہے کہ اس کے پیچھے ایک قول پر مطلقاً نازکر وہ تحریمی ہے اگرچہ مراعات شرائط بھی کرے یہاں تک کہ اُس کی اقتدا پر تنہا ناز پڑھے اور جماعت چھوڑنے کو بعض نے ترجیح دی ردالمحتار میں ہے خالفہما العلامة الشیخ ابراہیم البیری بناء علی کراہۃ الاقتداء بجمہ لعدم مراعاتہم فی الواجبات والسنن وان الاقرار بالاعتصام بولعید رت امام مذہبہ وخالفہما لیساً العلامة الشیخ زحرا اللہ السندی تلمیذ ابن الہمام فقال الاحتیاط فی عدم الاقتداء بہ ولو مراعیاً۔ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم

مسئلہ - از ماہ گاجہ ملک پیراگ مرسلہ نیاز محمد خاں بدایونی ۳۰ ربیع الآخر ۱۲۸۶ھ شنبہ ۱۳ جمادی الثانی ۱۲۸۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمع اہل اسلام شافعی مذہب ہیں عام جن میں ایک مرتبہ اوچترتہ جمع بھی کر آئے ہیں مگر تارک نماز سنت ہیں کوئی بھی کسی وقت کی نماز سنت ادا نہیں کرتا صرف فرض ادا کر لیتے ہیں ان کی امامت واسطے پیر و امام شافعی کے کیسی ہے۔

الجواب

شبانہ روز میں بارہ رکعتیں سنت ہو کہ وہ ہیں دو صبح سے پہلے اور چار ظہر سے پہلے اور دو بعد اور دو مغرب و غشا کے بعد جو ان میں سے کسی کو ایک آدمہ بار ترک کرے سختی طاعت و عتاب ہے اور ان میں سے کسی کے ترک کا عادی گنہگار و فاسق و مستوجب عذاب ہے اور فاسق معلن کے پیچھے نازکر وہ تحریمی اور اس کو امام بنانا گناہ ہے صحیحہ فی الغنیۃ عن الحجۃ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ - از ماہ گاجہ ملک پیراگ مرسلہ نیاز محمد خاں بدایونی ۳۰ ربیع الآخر ۱۲۸۶ھ شنبہ ۱۳ جمادی الثانی ۱۲۸۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عام دستور اور رواج اس ملک کا ہے کہ مستوراتیں باہر نکلتی ہیں ڈولی یا پاکی کا دستور ہے نہ جانتی ہیں غرض کہ پردہ قطعی نہیں ہے کسی تقریب یا عیادت یا کسی ضروریات کو یا پیادہ جانا پوشش زن کی بجائے یا جامہ ایک تہ بند مثل غلات نیکہ کرے گھٹنوں تک بدن پر مثل ہندوستان چھوٹے کپڑے یا دو پٹے کے استعمال میں نہیں ایک چنہ کے مثل مٹنی ہیں جو نیچا پیر کے تلے تک ہوتا ہے یا سر کا پردہ جب گھر سے باہر نکلتا ہوا تو ایک تہ بند مثل بالاخریر کے اندر جسم میں پہن لیا سر اور کمر تک کا پردہ ہو جاتا ہے مگر چہرہ کھلے رکھنے کی عادت ہے ہاتھ البتہ بحفاظت پردہ میں رہتے ہیں ان کا نکلنا عام وارثوں کی اجازت سے ہے بلکہ خاوند یا وارث ہمراہ ہوتے ہیں یہ طریقہ عام ہے خواہ نواب ہو خواہ غریب ان لوگوں کی امامت کیسی ہے۔

الجواب

عورت اگر کسی نامحرم کے سامنے اس طرح آئے کہ اُس کے بال اور گلے اور گردن یا پیٹھ یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر ہو یا لباس ایسا بادیک ہو کہ ان چیزوں سے کوئی حصہ اُس میں سے چلے تو یہ بالاجماع حرام اور ایسی وضع و لباس کی عادی عورتیں فاسقات ہیں اور ان کے شوہر اگر اُس پر راضی ہوں یا حسب قدرت بند و بست نہ کریں تو دیوث ہیں اور ایسوں کو امام بنانا گناہ اور اگر تمام بدن سر سے پاؤں تک مٹے کپڑے میں خوب چھپا ہوا ہے صرف مونہ کی ٹکلی کھلی ہوئی جس میں کوئی حصہ کان کا یا ٹھوری کے نیچے کا یا پیشانی کے بال کا ظاہر نہیں تو اب

فقوی اس سے بھی ممانعت پر ہے اور یہ امر شوہر دین کی رضا سے ہو تو ان کی امامت سے بھی احتراز انب کہ سد فتنہ اہم واجبات شرعیہ سے ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ما نو گاجہ ملک پیراگ مسئلہ نیاز محمد خاں بدایونی ۳ ربیع الآخر ۱۲۲۶ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ استنجا کون سے نہیں کرتے اسی وقت پیشاب کیا اور فوراً پانی سے استنجائے لیا ان کی امامت کیسی ہے۔

الجواب

اس صورت میں ترک سنت ضرور ہے مگر صرف پانی سے اگر انقطاع قطره ہو جاتا اور ان لوگوں کو اطمینان مل جاتا ہے تو یہ امر اس حد کا نہیں جس کے ترک بران کی امامت کو ناجائز کہا جائے جب کہ ان کا منشا کوئی امر بیچ مثل استحقاق سنت حضرت امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نہ ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - الرحید آباد دکن مسئلہ حسین خاں بواسطت مولوی ضیاء الدین صاحب ۵ ربیع الآخر ۱۲۲۶ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مصطفوی اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی صاحب نے مذہب حنفی ترک کر کے مذہب حنبلی اختیار کیا ہے اور وجہ تبدیل مذہب یہ بتاتے ہیں کہ قریب زمانہ وفات حضرت جناب سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے مذہب حنبلی اختیار فرمائے اس لیے میں نے بھی تبدیل مذہب کیا بس بصورت صحت بیان مولوی صاحب نسبت تبدیل مذہب اقتدائے مولوی صاحب حسب اصول فقہ درست ہے یا نہیں جبکہ وہاں کثرت سے حنفی لوگ لائق اقتدار موجود ہوں۔

الجواب

ان بلاد میں کہ جہاں مذہب حنبلی مذہب کے عالم ہیں نہ کتاب میں حقیقت چھوڑ کر حنبلیت اختیار کرنا ہرگز جائز نہیں انتقال کرنے والا اگر مذہب حنفی کا عالم تھا تو یہ انتقال صراحتاً مرد شرع کے مضاد ہوگا کہ شرع نے طلب علم کا حکم فرمایا اور یہ ترک علم و طلب جہل کرتا ہے حاشا للہ حنبلیت جہل نہیں چاروں مذہب حق و ہدی و رشاد ہیں مگر جہاں نہ جس مذہب کے عالم نہ کتاب میں وہاں اس کا اختیار صراحتاً اپنے جہل کا اختیار ہے اور اگر اول سے جاہل تھا تو اپنے لیے علم و عمل کا دروازہ بند کرتا ہے احکام حقیقت سے آگاہ نہ تھا تو فاسد لواہل الذکر کے امثال پر تو قادر تھا اب کہ وہ مذہب اختیار کرتا ہے جس کے اہل ذکر بھی بیان نہیں تو صراحتاً جہل کے ساتھ عجز ملتا اور اپنے بونہر پر نصیحت مقرر کا دروازہ بند کرتا ہے۔ واللہ الہادی۔

مسئلہ - از کلی ناگر پرن پورن پور ضلع پٹی بھیت مسئلہ اکبر علی ۵ جمادی الآخرہ ۱۲۲۶ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ منکوحہ زید کو لفظ طلاق کہنے کا ثبوت نہ پا کر پندرہ بیس مرد و ماہل اسلام نے مشورہ کہے اپنا پیش امام مقرر کیا اور مسئلہ دیکھا کہ جس پر ہوا ہیر علمائے دین چہاں تھیں اور علمائے دین نے نماز پڑھانے کی اجازت زید کو دی اور پیش امام مذہب دراز سے امامت کرتے ہیں اور نماز جمعہ بھی پڑھاتے ہیں اور پیش امام حرام کا دوس کو بھی نصیحت کرتے ہیں اور

حرام کاروں نے نصیحت کرنے کے سبب سے دو جماعتیں کر لی ہیں اب ایک مولوی صاحب ان کے یہاں وارد حال مقیم ہیں کہ جو غیر اشترک جافوز ذبح کرنے ہیں مولوی صاحب بھی ان کے یہاں کھانا کھاتے ہیں جمعہ کے روز وہ لوگ جو امام سے برگشتہ تھے مولوی صاحب کو مسجد میں لائے اور بروقت آنے مولوی صاحب کے پیش امام اٹھے اور منبر پر بیٹھ گئے اور اذان کا حکم دیا کہ اذان پڑھو اور جو لوگ کہ پیش امام سے برگشتہ تھے اور مولوی صاحب کو لائے تھے پیش امام سے کہا کہ منبر پر سے تم آؤ یہ مولوی صاحب نماز پڑھائیں گے جن مردمان اہل اسلام نے کہ پیش امام اپنا مقر کیا تھا اور جو پیش امام منبر پر بیٹھے تھے ان کے روز وہ اذان کی گئی اس پر مولوی صاحب بولے کہ یہ پیش امام طلاق ہے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے پیش امام نے اسی وقت مسئلہ باجائز نماز بجا ہوا میرے علمائے دین پیش کیا مولوی صاحب نے مسئلہ دیکھ کر پھینک دیا اور کہا کہ یہ مسئلہ درست نہیں یہ کلام مولوی صاحب کا سن کر جن اہل اسلام نے اپنا پیش امام مقرر کیا تھا پیش امام سے کہا کہ نماز پڑھاؤ اور مولوی صاحب سے کہا کہ ہم کو اعتبار اس مسئلہ کا ہے کہ جس پر ہوا میرے علمائے دین موجود اور چپاں ہیں اگر یہ مسئلہ غلط ہوتا تو میرے علمائے دین کیونکر اس پر چپاں کرتے اگر تمہاری نماز ان کے پیچھے نہیں ہو سکتی ہے تو نہ ہو ہماری نماز تو ہو سکتی ہے یہ کلام اہل اسلام کا سن کر مولوی صاحب مسجد سے باہر چلے گئے اور بعد ہو جانے نماز جمعہ کے پھر مسجد میں آئے اور دوسری مرتبہ مولوی صاحب نے خطبہ پڑھا اور جمعہ کی نماز پڑھائی تو حاصل کلام یہ کہ اول جمعہ کی نماز ہو جانے کے بعد دوسری نماز جمعہ کی جماعت ہو سکتی ہے اور مولوی صاحب جدید وارد حال امامت کے لائق ہیں یا نہیں - بیٹو! توجرو!

الجواب

جمعہ کے لئے امام وہی ہو سکتا ہے جس کا تقرر بادشاہ اسلام سے چلا آتا ہے یا وہ کہ جسے ضرورت عام مسلمان مقرر کر لیں نماز جمعہ قصداً چھوڑ کر چلا جانا اور پھر بعد ختم جماعت اپنے چند آدمیوں کو لا کر اسی مسجد میں دوبارہ خطبہ و نماز قائم کرنا ہرگز جائز نہیں یہ کھلی نافرمانی ہوئی اور یہ دوسرا شخص گنہگار ہوا اور فتویٰ شرعی کو زمین پر پھینک دینے سے اس کا حکم بہت سخت ہو گیا علیگیری وغیرہ میں اسے کفر تک لکھا ہے یہ جدید شخص امام بنانے کے لائق نہیں - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از کلی ناگرہ پر گنہ پور ضلع پبلی بحیث مسئلہ اکبر علی صاحب ۵ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص مدت دراز سے امامت کرتا ہے اور بشورہ اہل اسلام ہمیشہ امام ہے اور بعد اس امامت کرنے کے پیش امام نے اپنے گھر میں حرام کرایا ادا کیا عورت کا حرام پیٹ اپنے گھر میں گروایا تو اب اس کو امامت کرنی چاہیے یا نہیں -

الجواب

اگر ثابت ہو کہ اس نے حرام کرایا یا حرام کا سامان جمع کیا یا حرام میں کسی طرح سامعی ہمایا اس پر راضی ہوا تو وہ فاسق ہے اسے ہرگز امامت نہ کرنی چاہیے اور اگر ان میں سے کچھ نہ تھا بلکہ کوئی عورت کسی طرح معاذ اللہ حرام میں مبتلا ہوئی اور اسے حل رہا اس نے اس کی پردہ پوشی کے لیے اسقاط کرایا جبکہ بچہ میں جان نہ پڑی تھی تو اس پر الزام نہیں بلکہ پردہ پوشی امر حسن ہے - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از کلی ناگرہ پر گنہ پور ضلع پبلی بحیث مسئلہ اکبر علی صاحب ۵ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ پیش امام نے اپنے نفس کے واسطے جھوٹ بولا اور یہ کہا کہ میرے گھر کو آگ لگ گئی ہے تو اس سے پیش امام کی امامت میں فرق تو نہیں آیا اور یہ پیش امام امامت کے لائق ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر اس نے جھوٹ بول کر لوگوں کو دھوکہ دیا اُن سے کچھ مال وصول کیا تو وہ فاسق ہے امامت سے معزول کیا جائے اور اگر مراد یہ نہیں تو مراد واضح کی جائے کہ اس کا جواب دیا جائے ایسے گول الفاظ سوال میں لکھنا نادانی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از پبلی بھیت محلہ منیر خاں مدرسہ جناب مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمہ اللہ تعالیٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) کیا امامت میں شرعاً وراثت جاری ہے کہ امام مرجائے تو اُس کے بعد اُسی کی اولاد یا خاندان سے امام ہونا ضرور ہے غیر شخص امام ہو تو اُن کے حق میں دست اندازی ہو (۲) کیا اہلسنت کے مذہب میں امامت حق خاندانی ہے کہ امام کے بعد اُس کے خاندان سے باہر جانائے کی حق تلفی ہے (۳) امامت اصل حق علمائے دین کا ہے یا جاہلوں کا (۴) اگر امامت کے شرعاً حق والیق علماء ہیں تو جو لوگ عالم دین صالح متدین جامع جملہ شرائط امامت کے ہوتے ہوئے جاہلوں کو امام بنائیں یا بنا نا چاہیں یا اُس میں کوشش کریں اُن پر شرعاً الزام ہے یا نہیں (۵) امامت پنجگانہ و امامت جمعہ و عیدین کا ایک ہی حکم ہے یا کیا فرق ہے (۶) اگر کسی گھرانے میں ابن سے امامت رہی ہے پھر اُن کے ایک شخص سے مسلمانوں نے ناراض ہو کر اُسے امامت سے معزول کیا ہو اور با اُنکے اس خاندان میں دو تین شخص اور اسی کے مثل موجود ہوں اُن کے ہوتے ہوئے ایک عالم دین کو امامت کے لیے انتخاب کیا اور بیرون اُس عالم یا اُس کے نائب نے جمعہ پڑھایا اور اس گھرانے والوں نے بھی بلا نزاع اُس کے پیچھے نماز جمعہ پڑھی ہو پھر کئی سال کے بعد دفتہ وہ لوگ مدعی ہوں کہ امامت ہمارا حق خاندانی ہے اور اس بنا پر عالم کی امامت چھیننا چاہیں تو اُن کا یہ فعل محمود ہے یا مذموم و ممنوع اور یہ دعویٰ سموع ہے یا ممنوع و مدفوع اور اگر اب یہ لوگ زمانہ ریاست اسلام کی کوئی سند ہری ظاہر کریں کہ امامت ہمارے ہی خاندان کی ہے تو وہ سند شرعاً مستند ہے یا نہیں (۷) اگر یہ لوگ اپنے اوپر علم دین کی ترجیح دینے کو حدیث صلوا خلف کل بدو فاجبر پیش کریں تو اُن کا یہ استدلال صحیح ہے یا باطل۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) امامت میں وراثت جاری نہیں ورنہ سهام فرائض پر تقسیم ہو اور حکم آیت کریمہ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکو مثل حظ الانثیین دوہر حصہ بیٹوں کو ملے اور اگر اس بیٹیوں کو اور حکم آیت کریمہ ولعن الثمن مما ترکتم ان کان لکم ولد آٹھویں دن کی امامت بی بی کو ملے بلکہ بیٹ کے بچے بھی امامت کا حصہ پائیں کہ شرعاً وراثت تو وہ بھی ہیں عورات و اطفال کا اصلاً اہل امامت نہ ہونا ہی دلیل واضح کہ امامت میں وراثت نہیں کہ وراثت خاندانی اُسی شے میں جاری ہو سکتی ہے جو ہر وارث کو پہنچ سکے بلکہ سب کو نہ چاہنا لازم اور امامت میں تعدد محال تو کس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ امام کے بعد اُس کے وارثوں ہی میں امامت ضرور ہے یہ صریح جمل مبین ہے رد المحتار میں ہے اعتقاد ہم ان خبر الاب لابنہ لا یفید لمافیہ من تغیر حکم الشرع واعطاء وظائف من تدلّیس و امامۃ وغیرہا لی غیر مستحقین و کذا لک اعتقاد ہم ان الارشاد ان فوض فی مرض موتہ لمن اودا صح لان مختار الارشاد ارشاد فہو باطل لان الرشید صفة قائمة بالرشید لا تفصل

ملجود اختیار غیر دل کمالا بصیر الجاہل عالمنا بجز آختیار الغیر لہ فی وظیفۃ التدبیر وکل ہذا امورنا شئتہ عن الجہل واتباع
 عادۃ المخالفۃ لصریح الحق بمجروح حکم العقل المختل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۲) اہلسنت کے مذہب میں
 امامت حق خاندانی نہیں کہ یہ رافضیوں میں بھی جاہل رافضیوں کا خیال ہے اسی بنا پر ان کے نزدیک امامت بعد حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم کے حق امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ تقی شیعین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عازا اللہ تاق پیچی کہ مولیٰ علی حضور کے خاندان اقدس میں تھے
 نہ شیعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین آج تک ان کے جہال عوام کو یہی بہکاتے ہیں کہ خاندان کی چیز خاندان سے باہر نہیں جاسکتی صدیق و فاروق
 کیونکر اس کے سختی ہو گئے اور اہلسنت ہی جواب دیتے ہیں کہ یہ نبوی وراثت نہیں دینی منصب ہے اس میں وہی حق مقدم ہے گا جو افضل ہو۔
 واللہ تعالیٰ اعلم (۳) امامت اصل حق حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے کہ نبی اپنی امت کا امام ہوتا ہے قال اللہ تعالیٰ
 انی جاعلک للناس اماما اب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو نبی الانبیاء و امام الائمہ ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ہر عاقل جاننے ہے
 جہاں اصل تشریف فرمانہ ہو وہاں اس کا نائب ہی قائم ہو گا نہ کہ غیر اور تمام مسلمان آگاہ ہیں کہ علمائے دین ہی نائبان حضور سید العالمین صلی
 تعالیٰ علیہ وسلم ہیں نہ کہ جہال تو امامت خاص حق علمائے اس میں جہال کو ان سے منازعت کا اصلاح نہیں دہذا علمائے کرام نے تصریح
 فرمائی ہے احق بالامامت اعلم قوم ہے تو یہ الابصار و درختار و غیر ہا میں ہے الاحق بالامامۃ تقدیم اہل نصبا مجمع الاھل الاعلم بالحکام
 الصلوۃ واللہ تعالیٰ اعلم (۴) بیشک جو عالم دین کے مقابل جاہلوں کو امام بنانے میں کوشش کرے وہ شریعت مطہرہ کا مخالف اور اللہ و رسول
 اور مسلمانوں سب کا خائن ہے حاکم و معتلی طبرانی و ابن عدی و خطیب بغدادی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی
 حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من استعمل رجلا من عصابة و فہم من ہوا رضی اللہ منہ فقد خان اللہ و رسولہ
 و المؤمنین جو کسی جماعت سے ایک شخص کو کام پر مقرر کرے اور ان میں وہ موجود ہو جو اللہ عزوجل کو اس سے زیادہ پسندیدہ ہے بیشک اس نے اللہ
 رسول و مسلمانوں سب کے ساتھ خیانت کی واللہ تعالیٰ اعلم (۵) امامت جمعد و عیدین و کسوف، امامت نماز پنجگانہ سے بہت تنگ تر ہے
 پنجگانہ میں ہر شخص صحیح الایمان صحیح الفرائض صحیح الطہارۃ مرد عاقل بالغ غیر منذور امامت کر سکتا ہے یعنی اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی اگرچہ وجہ فسخ
 و غیرہ مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہو تجوز الصلاۃ خلف کل برد فاجر کے یہی معنی ہیں مگر جمعد و عیدین و کسوف میں کوئی امامت نہیں کر سکتا اگرچہ
 حافظ قاری متقی و غیرہ فضائل کا جامع ہو مگر وہ جو حکم شرع عام مسلمانوں کا خدا امام ہو کہ بالعموم ان بد استحقاق امامت رکھتا ہو یا ایسے امام کا
 ماذون و مقرر کردہ ہو اور یہ استحقاق علی الترتیب صرف تین طور پر ثابت ہوتا ہے۔ اول وہ سلطان اسلام ہوتا فانی جہاں سلطنت اسلام نہیں وہاں
 امامت عامہ اس شہر کے علم علمائے دین کو ہے ثالث جہاں یہ بھی نہ ہو وہاں بمجوری، عام مسلمان جسے مقرر کر لیں بغیر ان صورتوں کے جو
 شخص نہ خدا یا امام ہے نہ ایسے امام کا نائب و ماذون و مقرر کردہ اس کی امامت ان ماذون میں اصلاح نہیں اگر امامت کرے گا نماز باطل محض
 ہوگی جمعد کا فرض سر پر رہ جائے گا ان شہروں میں کہ سلطان اسلام موجود نہیں اور تمام ملک کا ایک عالم پر اتفاق دشوار ہے علم علمائے بلد کہ
 اس شہر کے شی عالموں میں سب سے زیادہ فقیہ ہو نماز کے مثل مسلمانوں کے دینی کاموں میں ان کا امام عام ہے اور حکم قرآن عظیم ان پر اسکی
 طرف رجوع اور اس کے ارشاد پر عمل فرض ہے جمعد و عیدین و کسوف کی امامت وہ خود کرے یا جسے مناسب جانے مقرر کرے اس کے خلاف یہ

عوام بطور خود اگر کسی کو امام بنالیں گے صحیح نہ ہوگا کہ عوام کا تقرر مجبوری اس حالت میں روا رکھا گیا ہے جب امام عام موجود نہ ہو سکے ہوتے ہوں
ان کی قرارداد کوئی چیز نہیں تنویر الابصار و در مختار باب الحجۃ میں ہے یفترط لصحتها سبعة اشياء الاول المصروف فناء والثاني السلطان
او ما مورہ باقامتها فتاویٰ امام عتباتی پھر حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۲۴ میں ہے اذا خلی الزمان من سلطان ذی
کفاية فالامور موکلة الى العلماء ويلزم الامه الرجوع اليهم وبصيرت ولاة فاذا عسر جمعهم على واحد استقل كل قطربا تباع
علمائہ فان کثروا فالمتبع اعلمهم فان استووا قرع بينهم شرع وجعل فرما ہے اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولی الامر منکم انہ دین
فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ آپ کریم میں اولی الامر سے مراد علمائے دین ہیں نص علیہ العلامة الزرقانی فی شرح المواہب وغیرہ فی غیرہ
در مختار میں ہے نصب العامة الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر امام مع عدمہم فیجوز للضرورة فتاویٰ قاضی خاں و المختار وغیرہ میں
ہے خطب بلا اذن الامام والا امام حاضر لم یجز الا ان یکون الامام امرہ بذلک واللہ تعالیٰ اعلم (۶) عالم سے اُن کی منازعت
مذموم و ممنوع اور ان کا دعویٰ مردود و ناسموع جوابات سابقہ میں واضح ہو گیا کہ امامت میں وراثت نہیں نہ وہ کسی کا حق خاندانی ہے بلکہ حق علمائے
دین ہے اور انہیں کو تقدیم و ترجیح ہے خصوصاً امامت جمعہ و غیر دین کہ یہاں ہے اُن کے اذن کے محض باطل ہے اور سالہا سال تک عالم کا امامت کرنا
اور ان کا معترض نہ ہونا دلیل واضح ہے کہ وہ عامیہ خیالات کے طور پر بھی کوئی استحقاق محکم اس کا نہ رکھتے تھے کہ اُن کے خاندان سے باہر کوئی
امام نہ ہو نہ اس وقت ان کے پاس کوئی سند تھی ورنہ ضرور ظاہر کرتے امامت اگر ان کا خاندانی حق ہوتی ہرگز سالہا سال دوسرے کو اس میں تفرق
کرتے دیکھ کر ساکت نہ رہتے اب کہ منازعت کرتے ہیں تازی امت ہے جس طرح ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ جب ایک شخص کسی شے میں برسوں
تصرف کرے اور دوسرا دیکھے اور مانع نہ ہو پھر دعویٰ کرے کہ میرا حق ہے تو اس کا دعویٰ ہرگز مسموع نہ ہوگا عقود الدریہ میں فتاویٰ علامہ غفری
سے ہے مسئل عن رجل له بیت فی دار یسکنہ مدۃ تزيد علی ثلاث سنوات وله جارية بجانہ والرجل المذکور یتصرف فی
البیت المذکور عدا ما و عمارۃ مع اطلاع جارية علی تصرفہ فی المدۃ المذکورۃ تسمع دعواہ املا اجاب لا تسمع دعواہ علی
ما علیہ الفتویٰ اسی میں ہے مجرد الاطلاع علی التصرف مانع من الدعوی اور مجرد نہ اگرچہ مہری ہو کوئی حجبہ شرعی نہیں نہ ہرگز قبول میں
پیش ہونے کے قابل۔ فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے احضرو صکاً فیہ خطوط العدول والقضاۃ الماضیین وطلب من العاخی
القضاء بذلک الصک قالوا لیس للقاضی ان یقضی بذلک الصک لان القاضی انما یقضی بالحجۃ والحجۃ ہی البینۃ
اولا قزار واما الصک فلا یصلح حجۃ لان الخط بشبہ الخط اشباہ والنظار میں ہے لا یعتد علی الخط ولا یعمل بہ فتاویٰ
علیگیری میں ہے الکتاب قد یزور ویفتعل والخط یشبہ الخط والخط یشبہ الخطا واللہ تعالیٰ اعلم (۷) زمانہائے
خلافت میں سلاطین خود امامت کرتے اور حضور عالم ماکان و مایکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ ان میں فساد و فجار بھی ہوں گے
کہ سکنون علیکم امراء یؤخرون الصلاۃ عن وقتہا اور معلوم تھا کہ اہل صلاح کے قلوب ان کی اقتدا سے متفرک کریں گے اور معلوم تھا کہ اُن سے
اختلاف، آتش فتنہ کو مشتعل کرنے والا ہوگا اور دفع فتنہ دفع اقتداء فسق سے اہم و اعظم تھا قال اللہ تعالیٰ والفتح ما کبر من القتل
لہذا روازہ فتنہ بند کرنے کے لیے ارشاد ہوا۔ صلوا خلف کل بد فاجر یہ اس باب سے ہے من ابلی ببلیتین اختاروا ہونہما

اور فقہا کا قول تجوز الصلاة خلف کل برو فاجرو اسی معنی پر ہے جو اوپر گزرے کہ نماز فاسق کے پیچھے بھی ہو جاتی ہے اگرچہ غیر معین کے پیچھے مکروہ تنزیہی اور معین کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوگی مگر ان مدعوں کے لیے اس حدیث و مسئلہ فقہ میں کوئی حجت و سند نہیں نفس جواز و محنت سے مساوات کیونکر نکلی کہ منافی ترجیح ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **ام نجعل المتقین کالفجار** یہی فقہا برابر تصریح فرماتے ہیں کہ امامت کا احق اعلم قوم ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ پھر جواز بھی غیر نماز جمعہ و عیدین و کسوف میں ہے ان نمازوں کی شرط وہ تنگ ہے کہ بے امامت عامہ معینی مذکور کسی صالح متقی کے پیچھے بھی نہیں ہو سکتی کما تقدم بیان ہر عجب تناقض ہے کہ اپنا استحقاق جتانے کے لیے تو امامت خاص اپنے خاندان کے لیے مخصوص کر دیں کہ خاندان سے باہر کسی عالم دین کو بھی اُس کا استحقاق نہ مانیں اور عالم دین کی ترجیح رفع کرنے کو کل برو فاجر کے عموم کا دامن تھا میں اور اسی امامت کو ہر نیک و بد کا مساوی حق قرار دیں جب ہر صالح و طالح اُس میں یکساں ہیں تو تمھارے خاندان کی خصوصیت کہاں ہے اور جب ہر فاسق و بدکار کے پیچھے روا بناتے ہو تو عالم دین صالح ثقہ متقی سے کیوں ابھتے ہو معلوم ہوا کہ اپنے ہوائے نفس کے پیرو ہیں باقی بس اللہ تعالیٰ اتباع شرع و اطاعت علمائے دین کی توفیق بخشنے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۲۱۔ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ

اندھے کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی یا تحریمی ہے یا نہیں اور یہ امامت کے واسطے سزا دار ہے یا نہیں اور مولانا روم کے اس شعر کا کیا مطلب ہے **در شریعت ہست مکروہ اسے کیا ہے در امامت پیش کردن کو رانہ** اگرچہ حافظ با شد و چست و نیکہ چشم روشن ہو و گر با شد سفید۔

الجواب

اندھا اگر تمام موجودین میں سب سے زیادہ مسائل نماز کا جانتے والا نہ ہو اور اس کے سوا دوسرا صحیح اقوال صحیح العقیدہ غیر فاسق معین حاضر جماعت ہے تو اندھے کی امامت مکروہ تنزیہی ہے اور اگر وہی سب سے زیادہ علم نماز رکھتا ہے تو اسی کی امامت افضل ہے اگر حاضرین میں دوسرا صحیح خواں بد مذہب یا فاسق معین ہے اور اندھا ان سب عیبوں سے پاک ہے تو اسی کی امامت ضرور ہے اور اگر صحیح خواں صرف وہی ہے جب تو اصلاً دوسرا قابل امامت ہی نہیں درمختار میں ہے بلکہ تنزیہاً امامتہ اعمیٰ الا ان یکون اعلم القوم فهو اولیٰ اھ مختصوا حضرت مولوی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہ البسرہ النوریٰ ان آنکھوں میں کلام فرماتے ہیں جن سے انھیں کام ہے جس کی چشم باطن روشن ہے اگرچہ علم بطور رسمی حاصل نہ کیا ہو علم رسمی کے عالم غیر عارف سے افضل و احق بالتقدیم ہے کہ علم لدنی علم رسمی سے برجہا اجل و اکمل ہے قال تعالیٰ **وا تقولوا للہ و یعلمکم اللہ** وقال تعالیٰ **قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون واللہ تعالیٰ اعلم۔**

مسئلہ - ازگندہ فالہ مرسلہ وزیر احمد ۹۔ جمادی الآخرہ یوم شنبہ ۱۳۲۳ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زیر لکات میں سود لکھوالیتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ میں صرف

لکھوا لیتا ہوں اور چار پانچ برس ہوئے کہ اس نے مع سود نالش کر کے ڈگری کرائی تھی اس صورت میں اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بیلنا تو جڑا

الجواب

ہرگز نہیں جس طرح سود لینا حرام ہے یونہی سود لکھوانا حرام ہے بلکہ حدیث میں دوسرے کے لیے سود کا کاغذ لکھنے پر لعنت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ وہ اور سود لینے والا دونوں برابر ہیں تو خود اپنے لیے سود لکھوانا کیونکر موجب لعنت نہ ہوگا اور یہ زعم کہ میں لیتا نہیں محض اس کا اپنا ادعا ہے کہ قبول نہ ہوگا اور اگلی نالش مع سود اس کے کذب پر گواہ ہے غرض کہ وہ فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قریب بحرام واجب الاعادہ ہے یعنی نادانستہ پڑھ لی ہو تو جب معلوم ہو عتبی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہوں سب کا دہرانا واجب ہے اور دانستہ پڑھی تو نماز دہرانا جہاد واجب اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا گناہ علاوہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۹ رجب المرجب یوم یکشنبہ ۱۳۳۶ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس میں اوصاف حسب ذیل ہوں وہ شخص لائق امامت ہے یا نہیں۔ (۱) نماز میں قرآن شریف جو پڑھتے ہیں اس میں کبھی نیچے کی آیت اوپر پڑھ جاتے ہیں کبھی آیت چھوٹ جاتی ہے (۲) فجر کی نماز اکثر قضا کر دیتے ہیں (۳) ظہر کا وقت کبھی سونے میں گزر جاتا ہے ایسے تنگ وقت میں نماز پڑھتے ہیں کہ فرض پڑھتے ہی عصر کا وقت آ جاتا ہے (۴) مغرب کا وقت سیر بازار میں گزرتا ہے تنگ وقت میں واپس آتے ہیں جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آپ مسجد کے امام ہیں اور نماز اور لوگوں کو بڑھانا پڑتی ہے تو اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ نماز کا میں کچھ پابند نہیں ہوں (۵) اپنے وضو کا ٹوٹا اور گھڑا ہونے کا علم نہ رکھتے ہیں (۶) ایک راضی سے بے تکلفی ہے کہ اس کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں اور مسجد میں باہم دونوں کے مٹاق بے تکلفانہ اور مشوقانہ ہوا کرتا ہے (۷) نماز کے مسائل نہیں معلوم ہیں۔

الجواب

سوائے کسی آیت میں تقدیم و تاخیر یا کسی آیت کا چھوٹ جانا اگر نادار ہو تو مضائقہ نہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے ایسے شخص کی امامت سے احتراز اولیٰ ہے جبکہ دوسرا صحیح خواص صحیح العقیدہ صحیح الطہارت غیر فاسق معین قابل امامت موجود ہو نماز فجر اتفاقاً قضا ہو جانے پر مواخذہ نہیں جبکہ اپنی طرف سے تقصیر نہ ہو مگر اکثر قضا ہونا بے تقصیر نہیں ہوتا اگر کوئی علت صحیح شرعی قابل قبول نہ رکھتا ہو تو بے پرواہی ضرور اسے حد فسخ تک پہنچائے گی اور فاسق کو امام بنانا منہج ہے جو شخص آفتاب ڈھلنے ظہر کا وقت شروع ہونے سے پہلے سوئے اور کسی مرض یا مانگی کے سبب اتفاقاً ایسا ہو جائے کہ ظہر کا وقت گزر جائے تو اس پر الزام نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تقرب فی النوم انما الذی یطو فی البقعة سونے میں تصور نہیں تصور جائے میں ہے اور اگر ظہر کا وقت آگیا یعنی آفتاب دائرہ نصف النہار سے ڈھل گیا اس کے بعد سویا اور وقت بالکل گزار دیا تو اصل پر الزام ہے کما فی فی رد المحتار اور جبکہ اس کا عادی ہو بارہا ایسا واقع ہو تو ضرور فاسق ہے اور اسے امام بنانا گناہ یوہی اگر اتنے سونے کا عادی ہو کہ فرض ظہر پڑھتے ہی وقت عصر و اتنی آجاتا ہے سنت کا وقت نہیں ملتا تو اس صورت میں بھی ترک سنت مکروہ کی عادت کے سبب آثم و گنہگار اور امام بننے کا نامسزدار ہے مغرب کا وقت سیر بازار میں تنگ کر دینا اگر اتنا ہو کہ چھوٹے چھوٹے تائے بھی

ظاہر ہو جائیں کہ حقیقت تنگ وقت یہی ہے جب تو اُس کا مکروہ و ممنوع ہونا ظاہر اور اگر اتنا بھی نہ ہو تو اس قدر میں شک نہیں کہ جماعت یا اقل جماعت اولیٰ ضرور متروک ہوئی و قد حقتناہ فی فتاویٰ و منا ان الواجب هو ادراك الجماعة الاولى تو اُس کے ترک کی عادت بھی فسق ہے اور ایسے کی امامت ممنوع اور وہ لفظ کہ میں نماز کا کچھ پابند نہیں ہوں اپنے ظاہر پر بدتر و شنیع تر فسق ہے اپنے وضو اور نہانے کے برتن علیحدہ رکھنا اگر براہ تکبر ہو تو سخت کبیرہ اور براہ وہم و وسوسہ ہو جب بھی ممنوع اس کا ترک فاسق افسق ہے یا وہی احمق دین اسلام میں نہ چھوت ہے نہ دس اوں پروری۔ روافض زمانہ علی العموم کفار و مرتد ہیں کما حقتنا فی رد المحتار و درمحدین سے میل جول حرام اور مسجد میں ایسا مذاق سنی صحیح العقیدہ سے بھی حرام لاجرم شخص مذکور سخت فاسق و فاجر مرتکب کبائر ہے اور اس کی امامت ممنوع اُسے امام بنانا حرام اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ اور نماز کے مسائل ضروریہ کا نہ جانا بھی فسق ہے بہر حال شخص مذکور کی امامت کی ہرگز اجازت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از فیض آباد ڈاکخانہ شہزاد پور مرسلہ عبد اللہ طالب علم سال ۱۳۲۲ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین آیا زانی کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں کیونکہ اس مسئلہ میں بہت جھگڑا پیدا ہے یہاں تک حالت گزر گئی کہ نماز جماعت میں تفرق ہو گیا ہے حدیث اور کن ب کی سند ہونا چاہیے۔ بینوا توجروا

الجواب

زانی فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز منع ہے اُسے امام بنانا مکروہ ہے اُس کے پیچھے جو نمازیں پڑھی ہوں ان کا پھیرنا واجب ہے رد المحتار میں ہے مثنیٰ فی شرح المنیۃ علی ان کواہتہ تقدیمہ یعنی الفاسق کواہتہ تحویر و تحاریر میں ہے کل صلاۃ ادیت مع کواہتہ التحویر تجب اعادتها۔

مسئلہ۔ از گوئدہ ملک اودھ مرسلہ مسلمانان گوئدہ عموماً و حافظ عبد الحفیظ صاحب مدرس مدرستہ انجمن اسلامیہ گوئدہ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ زید کہ صاحب علم متین ہے یعنی عالم ہے اور سید و معروہ پابند صوم و صلاۃ ہے مگر اکثر جماعت سے ناگاہد انہیں کرتا ہے گھر پر پڑھ لیتا ہے لیکن جمعہ کے روز مسجد میں امامت کرتا ہے اور کثرت سے لوگ اُس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں مگر بعض اشخاص اُس کے پیچھے نماز پڑھنے سے اعتراض کرتے ہیں الا اعتراض کنندہ زید سے ہر بات میں کم رتبہ ہیں اور محتاط و متقی بھی نہیں ہیں اور نفسانیت و ضد بھی ہے اور پیشتر یہ عرض بھی اُس کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو پس زید کے پیچھے نماز پڑھنی ایسے اشخاص مذکورہ بالا کی درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

زید کا ترک جماعت کرنا اگر کسی عذر صحیح شرعی کے سبب ہے تو زید پر مواخذہ نہیں اور اس کے پیچھے ہر نماز بلا کر اہم درست ہے جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو اشخاص مذکورین کا اُس کی اقتداء سے احتراز اس صحت میں محض جماعت و بیجا ہے اور اگر وہ بلا عذر شرعی ترک جماعت کا عادی ہے تو یہ ضرور فسق ہے اور اس تقدیر پر اُس کی اقتداء سے بچنا بجا ہے جبکہ جمعہ دوسری جگہ صالح امامت متقی کے پیچھے مل جاتا ہو ورنہ صرف اس عذر سے کہ امام تارک جماعت ہے ترک جمعہ کی اجازت نہیں ہو سکتی رد المحتار میں ہے فی المعراج قال اصحابنا لا یلین فی ان یفتدی بالفاہم الا فی جمعة لانه فی غیرہا یجد اماما غیرہ اہ قال فی الفتاویٰ علیہ فیکرہ فی الجمعة اذا تعددت اقامتہا فی المصر علی قل محمد

المفتی بہ کانہ بسبیل الی التحول و مختار میں ہے الجماعۃ سنۃ مولدۃ للرجال وقیل واجبۃ وعلیہ عامۃ مشائخنا وھو الرا حج عند اھل المذھب فشن او تجب ثمرتہ تظھر فی الاثر بترکھا مرة اھ ملقطا واللہ سبحنہ وتعالی اعلم ۔

مسئلہ - از ریاست جادوہ مکان عبدالمجید خاں صاحب سررشتہ دارشاہی بھری کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ذابح البقر کی امامت کیسی ہے ۔

الجواب

جائز ہے جبکہ غلط خوانی یا بد مذہبی یا فسق وغیرہ مانع شرعیہ نہ ہوں ذبح بقر کوئی مانع نہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ - حیات النبی ہونے سے خالہ کو انکار ہے اور مدینہ طیبہ کی زیارت سے بھی ، حافظ قرآن مذکور کو انکار ہے یہاں تک کہ بہت سے مسلمانوں کو خانہ کعبہ سے لوثا لایا اور نہ جانے دیا ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں کیا حکم ہے ۔ بینوا توجروا

الجواب

خالہ گمراہ بد دین ہے اُسے امام بنانا جائز نہیں حضور پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلکہ جمیع انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیثیت قرآن وحدیث واجماع سے ثابت ہے اور زیارت مدینہ طیبہ سے انکار رکھنا مسلمانوں کو ٹھکانا لانا کا شیطان و خلافت رائے مسلمانان ہے قال تعالیٰ - یتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما قوی وفضلہ جھنم وھما مت مصیبا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - سؤلہ عبدالرحیم صاحب ٹھکانا موہن پور ضلع بریلی ۵ محرم الحرام یوم یکشنبہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص دونوں کانوں سے بہت برا ہے تکیہ زوالی کانوں سے نہیں سنتا ہے اور قرآن شریف بھی اس کو صحیح یاد نہیں ہے بیوی اس کی بے پردہ دوکان پر چرنے فروخت کرتی ہے دوپٹہ موسم سرما میں گانڈے کا اوڑھتی ہے اور موسم گرمی میں خاصہ و تنزیب کا اوڑھتی ہے اور کڑنی دس گیارہ گرہ لانی پہنتی ہے مگر کلاٹیاں ہر دو کھلی چوڑی آستینوں کے باہر رکھتی ہے اور اُس کے شوہر کو کھینچا حال معلوم ہے بہت خود کھینچتا ہے مگر کچھ ہدایت نہیں کرتا ہے اگر وہ ہدایت اپنی بیوی کو پردے کی کرے تو اُس کی حالت بہتر ہونے سے اور صحیح نہ پڑھنے سے قابل پیش امام ہونے کے ہے یا نہیں علاوہ گزارش مندرجہ بالا کے ہنایہ بد آواز بھی ہے اور جو شخص اُس کو ہدایت کرتا ہے تو اُس سے محبت و تقویٰ برجات کے ساتھ کرتا ہے ۔ بینوا توجروا

الجواب

جب کہ اُس کی عورت کلاٹیاں کھولے باہر ہر ترقی دوکان کرتی ہے یا گرمیوں میں باریک کپڑے پہنے نکلتی ہے جن سے بدن چمکتا ہے اور اُس کا شوہران احوال سے واقف ہو کر حسب مقدور کامل بندوبست نہیں کرتا تو وہ دیوث ہے اُس کے پیچھے نماز پڑھنا اور اُسے اپنا امام بنانا گناہ ہے اور اگر وہ عورت کو ہدایت بھی کرے اور اس الزام سے توبہ کر کے پاک ہو جائے تو اس حالت میں بھی جبکہ وہ قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا ہو جس سے تلاوت نہ ہوتی ہے تو اُس کی امامت بالکل باطل ہے اور اُس کے پیچھے نماز ا صلہ نہ ہوگی مگر یہ الزام وہی لگا سکتے ہیں جو خود صحیح پڑھتے ہوں نہ اُن کی خود بھی نماز نہیں ہو سکتی وہ سب ایک سے ہمے اُن سب پر فرض ہے کہ حرفوں کی اتنی صحت کر لیں جس سے نماز صحیح ہو جائے جب تک ایسا نہ کریں گے اُن کی صحت کی

ناز باطل ہوگی اور اگر غلطی وہ ایسی نہیں کرتا جس سے ناز فاسد ہو اور اُس کے سوا اور کوئی صحیح پڑھنے والا وہاں نہیں تو لازم ہے کہ وہی امام کیا جائے اور بہل جانے کی پروا نہ کی جائے گی جبکہ وہ عورت کا بند و بست کر لے اھا اگر اور بھی صحیح العقیدہ غیر فاسق صحیح پڑھنے والا وہاں موجود ہے تو یہ اگرچہ صحیح بھی پڑھے اور عورت کا بند و بست بھی کر لے اُس دوسرے صحیح خواں کی امامت اولیٰ ہوگی کہ جب یہ ایسا بہرا ہے کہ تکبیر کی آواز نہیں سنتا تو نماز میں اگر اس سے کہیں بھول یا غلطی واقع ہوئی مقتدیوں کا بتانا نہ اُسے گا واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ وجعل جده اتم و احکم

مسئلہ - از بھیکن پور ضلع علی گڑھ مرسلہ جعفر علی صاحب ۲۲۔ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین بیچ امامت اس شخص کے جو صرف حافظ قرآن و فارسی خواں ہو اور ایک مسجد کا امام تنخواہ دار لیکن بالذاتیں مسلمان سے لڑتا اور غلطیات الفاظ زبان پر لاتا ہو اور کبھی مسجد میں ہوڈن سے سخت کلامی اور اس کی حسب و نسب پر بھی مقتدیوں میں الزام لگاتا ہو ہوڈن بعض مقتدیوں سے عرصہ سے کدورت و کینہ رکھتا ہو تنبیہ کرنے پر مقتدیوں پر الزام لگاتا ہو کہ تم میری غیبت کرتے ہو اور میری روزی چھیننے کی کوشش کرتے ہو اور اپنے قصور کا ہنوز اعتراف نہ کرتا ہو اور ہوڈن سے سلام علیک ترک کر دی ہو ایسے امام کی اقتدار کراہت جائز ہے یا کچھ کراہت ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

مسلمان سے بلا وجہ شرعی کینہ و بغض رکھنا حرام ہے اور بلا مصلحت شرعیہ تین دن سے زیادہ ترک سلام و کلام بھی حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تبغضوا ولا تتحاسدوا ولا تلادکوا و لا توادکوا و لا تواد الله اخوانا اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یجل لمسلم ان یمجر اخاه فوق الثلث اور فحش بکنا خصوصاً برسر بازار مصیبت و فسق ہے حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس المؤمن بالطعان ولا الفحاش دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الحیاء من الایمان والبلایہ من النفاق خصوصاً اگر اس فحش میں کسی مسلمان مرد یا عورت کو زنا کی طرف نسبت کرتا ہو جیسے آج کل فحش لوگوں کی گایوں میں عام طور پر رائج ہے جب تو اشد کبیر وہے قال اللہ تعالیٰ یحظکم اللہ ان تقودوا المثلہ ابدان کنتمہ مومنین با کلمہ شخص مذکور فاسق ملعن ہے اور فاسق ملعن کو امام بنانا گناہ اور اُس کے پیچھے ناز کر وہ تحریری یعنی پڑھنی منع ہے اور پڑھنی ہو تو پھیرنی واجب فتاویٰ حجہ پھر غنیہ پھر رد المحتار میں ہے لو قد موافقاً یا ثعون واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از سینا پور ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پر بغض کا شبہ ہے اُس کی نشست آن لوگوں کے پاس ہے اور ان کی خاص مجلسوں میں جاتے بھی اُسے دیکھا اور اس سے توبہ کو کہا جائے تو توبہ بھی نہیں کرتا اور حالت اس کی یہ ہے کہ رافضیوں میں رافضی شیعوں میں سُنی اور اسے بعض لوگوں نے اپنے لوگوں کا معلم اور مسجد کا امام مقرر کیا ہے اس صورت میں اس کا اور اس کے مقرر کرنے والوں کا کیا حکم ہے اور اس کا معزول کرنا بوجہ شرع کے واجب ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو کس دلیل سے حالانکہ وہ اہلسنت کے سامنے کوئی بات عقیدہ روافض کی زبان سے نہیں نکالتا اور اگر وہ توبہ کر لے تو اس کے بعد بھی رکھا جائے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب - جبکہ ثابت و محقق ہو کہ رافضیوں میں رافضی اور شیعوں میں سُنی بنتا ہے جب تو ظاہر ہے کہ وہ رافضی بھی ہے اور منافق بھی

اور اس کے پیچھے ناز باطل محض جیسے کسی یہودی نصرانی ہندو مجوسی کے پیچھے کیا بیٹنا کہ فی النہی الالکید بلکہ تبرائی روافض زمانہ اُن سے بھی بدتر ہیں کہ وہ کافران اصلی ہیں اور یہ مرتد اور مرتد کا حکم سخت تر و اشد کما حقیقتاً فی المقالة المسفرة اور اگر صرف اسی قدر ہو کہ اس کی حالت مشکوک و مشتبہ ہے جب بھی اُسے امامت سے معزول کرنا بدلائل کثیرہ واجب ہے **فاقول** وباللہ التوفیق **دلیل اول** علی تصریح فرماتے ہیں کہ جب کسی امر کے بدعت و سنت ہونے میں تردد ہو تو وہاں سنت ترک کی جائے بحر الرائق پھر رد المحتار مکروہات الصلاۃ میں ہے اذا تردد بالحکم بین سنة وبدعة کان ترک السنة راجحاً علی فعل البدعة مختصراً المحیط بفتح القدر اداً و آخر بحد السہو میں ہے ما تردد بین البدعة والسنة ترکہ لان ترک البدعة لازم و اداء السنة غیر لازم ظاہر ہے کہ اگر یہ شخص واقع میں سنی ہو تو خاص اسی کو امام کرنا کچھ سنت بھی نہیں اور رافضی ہو تو اُسے امام کرنا حرام قطعی جب سنت مکروہ کے تردد میں ترک سنت کا حکم ہوا تو جائز و حرام قطعی کے تردد میں وہ جائز کیوں نہ واجب ترک ہوگا **دلیل دوم** علی فرماتے ہیں کہ جب کسی بات کے واجب و بدعت ہونے میں تردد ہو تو وہ ترک نہ کی جائے فتح و علیہ و بحر و رد المحتار وغیرہ میں ہے واللفظ لہذا فی النوافل قد تقاربان ما دار بین وقوعه بدعة اداً و اجبالات یترک ظاہر ہے کہ یہ شخص سنی ہو تو اس کی جگہ دوسرا امام مقرر کرنا کچھ بدعت بھی نہیں اور رافضی ہو تو اُسے معزول کرنا فرض قطعی جب بدعت و واجب کے تردد میں فعل ضروری ہوتا ہے تو جائز و فرض قطعی کے تردد میں اُسے معزول کرنا کیوں نہ اشد ضروری ہوگا **دلیل سوم** شرع مطہر کا قاعدہ مقرر ہے کہ اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام جب ایک چیز میں حلت و حرمت دونوں وجہیں جمع ہوں تو غلبہ حرمت کو رہے گا اور وہ شے حرام سمجھی جائے گی کما فی الاشباہ والنظائر یہ سنی ہو تو امامت حلال اور رافضی ہو تو حرام و غلبہ حرمت ہی کو دیا جائے گا **دلیل چہارم** عبادات میں احتیاط مطلقاً واجب ہے نہ کہ نماز کہ اہم و اعظم عبادات ہے جس کے لیے علی و فرماتے ہیں کہ اگر اس کی صحت و فساد میں اشتباہ پڑے ایک وجہ سے فاسد ہونی ہو اور متعدد وجہ سے صحیح تو اس ایک ہی وجہ کا اعتبار کر کے اُس کے فساد ہی کا حکم دیں گے فتح القدر صلاۃ المسافر میں ہے ہذا مسائل الزیادات مسافر و مقیم امام احمد ما الاخر فلما شربنا شکاک فی الامام استقبالاً لان الصلوة متی فسدت من وجہ وجازت من وجہ حکم بنسنادھا امامتہ المقتدی مفسدة واحتمال کون کل منہما مقتدی یا قائم ففقد علیہما ظاہر ہے کہ بر تقدیر سنت اُس کے پیچھے نماز صحیح اور بر تقدیر رفض فاسد تو اُس کی امامت کیونکر جائز ہو سکتی ہے **دلیل پنجم** علی فرماتے ہیں قاضی محض تمت و حصول ظن پر تعزیر دے سکتا ہے بحر و رد المحتار وغیرہ میں ہے للقاضی تعزیر الملتہد و ان لم یثبت علیہ جب تمت ایسی چیز ہے جس کے سبب بے ثبوت سرحد ایک مسلمان کو سزا دینے کی اجازت ہو جاتی ہے جس میں اصل حرمت ہے تو نماز کے لیے احتیاط کرنی کیوں نہ واجب ہو جائے گی جس کی اصل فرضیت ہے جس شخص نے اُس کے حال سے مطلع ہو کر اُسے مسلمانوں کا امام اپنے آپ کو ان کا معلم مقرر کیا حالانکہ اہلسنت میں صاف و پاک امام و معلم بکثرت مل سکتے ہیں اُس نے اشد و رسول اور مسلمانوں سب کی خیانت کی وہ مسلمانوں کا بدخواہ ہے اُس پر اپنے فعل سے تو یہ اور اپنے مقرر کیے ہوئے کو معزول کرنا لازم حاکم صحیح مستدرک میں ہے اور ابن عدی عقیلی و طبرانی و خطیب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من استعمل رجلاً من عصابة و فہم من ہوا رضی اللہ منہ فقد خان اللہ و رسولہ و المؤمنین جس نے کسی جماعت سے ایک شخص کو کام پر مقرر کیا اولاً میں وہ شخص مجرم تھا جو اس سے زیادہ اللہ کو پسند ہے تو اُس نے اشد رسول اللہ مسلمانوں سب کی خیانت کی تیسرے شرح جامع صغیر میں اسی حدیث کی

شرح میں ہے ای نصبہ علیہم امیرا او قیما او عیفا او اماما بالصلاة پھر اگر شخص تو یہ بھی کرے تو مجرد تو یہ اسے امام نہیں بنا سکتے بلکہ لازم ہے کہ ایک زمانہ امت تک اسے معزول رکھیں اور اس کے احوال پر نظر رہے اگر خوف و طمع و غضب و دھما وغیرہ حالات کے متعدد ہونے سے ثابت کر دیں کہ واقعی یہ سنی صحیح العقیدہ ثابت قدم ہے اور وہ شخص سے اصلا میل جول نہیں رکھتا بلکہ اُن سے اور سب گمراہوں بددینوں سے متفرق ہے اس وقت اسے امام کر سکتے ہیں فتاویٰ قاضی خاں پیر فتاویٰ علیگیری ہے الفاسق اذا تلاف لا یقبل شہادۃ ما لم یض علیہ زمان یشہر علیہ اثرا التوبة والصحيح ان ذلك موقوف الى راء القاضي امیر المومنین غیظ المناقین امام العادلین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب صبیغ سے جس پر بوجہ بحث متشابہات بد مذہبی کا اندیشہ تھا بعد ضرب شدید توہابی ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمان بھیجا کہ سلمان اس کے پاس نہ بیٹھیں اس کے ساتھ خرید و فروخت نہ کریں بیمار پڑے تو اس کی عیادت کو نہ جائیں مر جائے تو اس کے جنازے پر حاضری نہ ہوں تبیل حکم ایک مدت تک یہ حال رہا کہ اگر سو آدمی بیٹھے ہوتے اور وہ آتا سب متفرق ہو جاتے جب ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرضی بھیجی کہ اب اس کا حال اچھا ہو گیا اس وقت اجازت فرمائی اخرج نضر المقدسی فی کتاب الحجۃ وابن عساکر عن ابی عثمان الہندی عن صبیغ انه سأل عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن المرسلات والذاریت والنازعات فقال له عمر انی ما علی راسک فاذا له ضفیرتان فقال لو وجد تک محلو فالضربت الذی فیہ عینک ثم کتب الی اهل البصرة ان لا تجالسوا صبیغا قال ابو عثمان فلو جاء ونحن مائة نفر فقلعنا عنہ **واخرج** ابو بکر بن الانباری فی کتاب المصاحف وابن عساکر عن محمد بن سیرین قال کتب عمر بن الخطاب الی ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان لا تجالسوا صبیغا وان یحرم عطاءه ورازقه **واخرج** المقدسی فی الحجۃ عن اسمعیل بن بشر القریشی قال اخبرنا ابن امیہ او ابواسحق قال کتب الی امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ الی ابی موسیٰ اما بعد فان الاصبغ بن علیہم التیمی تکلف ما کفی وضیم ما ولی فاذا جاءک کتابی هذا فلا تبأبعوه وان مرض فلا تمودوه وان مات فلا تشہدوه قال کان الاصبغ یقول قد مات البصرة فاقمت بها خمسة وعشرين يوما وما من غائب احب الی ان القائه من الموت ثم ان الله المہمة التوبة وقد فها فی قلبہ فانیت اباموسیٰ وهو علی المنبر فسلمت علیہ فاعرض عنی فقلت ایھا المعرض انه قد قبل التوبة من هو خیر منک ومن عمر وانی اتوب الی الله عزوجل مما اسخط امیر المومنین وعامة المسلمین فکتب بذلك الی عمر فقال صدق اقبلوا من انھیکم **واخرج** الدارمی ونضر والاصبغانی کلاهما فی الحجۃ وابن الانباری فی المصاحف واللالکائی فی السنة وابن عساکر فی التاريخ عن سلیمان ابن یسار ان رجلا من بنی تمیم یقال له صبیغ بن عسل قد مر المدینة وكان عنده کتب فكان یسئل عن متشابہ القرآن فبلغه ذلك عمر رضی اللہ فبعث الیہ وقد اعد له اعراجین الفحل فلما دخل علیہ قال من انت قال انا عبد الله صبیغ قال عمر رضی اللہ تعالیٰ وانا عبد الله عمر وادما الیہ فجعل یضربه بتلك العراجین فما زال یضربه حتی شجہ وجعل الدم یسیر علی وجهہ فقال حسبک یا امیر المومنین والله فقد ذهب الذی احببت فی راسی **واخرج** الدارمی وابن عبد الحکیم وابن عساکر عن مولیٰ ابن عمر ان صبیغ العریقی جعل یسأل عن اغنیاء عن القرآن فی اجناد المسلمین (وساق الحدیث الی ان قال)

فارس عمرانی یطلب الجریڈ فخر بہ بجا حتی ترک ظہر و برة ثم ترک حتی برئ ثم عاد له ثم ترک حتی برئ ثم عاد ب
لیعود بہ فقال صبغ یا امیر المؤمنین ان کنت ترید قتلی فاقتلنی قتلاً جمیلاً وان کنت ترید تدانینی فقد والله برأت فاذن ل
الی ارضه وکتب له الی ابی موسی الاشعری ان لا یجالسه احد من المسلمین فاشتد ذلك علی الرجل فکتب ابو موسی الاشعری
الی عمران قد حسنت هیأتہ فکتب انا ایدن للناس فی مجالستہ بلکہ اگر اس کا مکرو زور و کذب و فریب ظاہر و مشہور ہو تو بہ
توہ بھی کبھی امام نہ کریں کہ اُسے امام کرنا کچھ ضرور نہیں اور معروف کذاب کی توبہ پر ہمیں اعتبار کا کیا ذریعہ ہے خصوصاً روافض خدام اللہ
تعالیٰ کہ تقیہ ان کا اصل مذہب اور اس کی بنیاد کا سب سے پہلا پتھر ہے خصوصاً جہاں نوکری وغیرہ کی طمع یا کسی خون کا قدم در میان ہو۔
امام ملک العلما ابو بکر مسعود کا فانی قدس سرہ کی کتاب بدائع پھر فتاویٰ علیگیری میں ہے المعصون بالکذب لا تعد الذلہ فلا تقبل
شهادتہ ابد ا فان تاب بخلاف من وقع فی الکذب سکھوا وابتلی بہ مرة ثم تاب اھ و نسأل اللہ حسن التوبۃ والعفو والعافیۃ
بعینہ ہی حکم و ہا بیت دیوبند یہ کہ ہے کہ وہ بھی مثل رفض زمانہ ارتداد بین اور اس کے اصغر مثل روافض تقیہ گزین توجہ دیکھیں کہ اُن
لوگوں سے میل جول رکھتا، اُن کی مجالس و عظیمیں جاتا ہے اُس کا حال مشتبہ ہے ہرگز اُسے امام نہ کریں اگرچہ اپنے کو سُنی کہتا ہو واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ - زید و ہا بیہ عقیدہ رکھتا ہے اور اُس کا لڑکا نابالغ بعمرتینا ۱۲ سال اسال قرآن حافظ ہوا ہے اور وہ ہم لوگ مذہب حنفیہ
اہلسنت و جماعت کو مجبور کرتا ہے اور زور ڈالتا ہے کہ میرے لڑکے مذکور بالا کے پیچھے قرآن شریف سن لیا جائے اس کے پیچھے تراویح وغیرہ
درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اس لڑکے کے پیچھے تراویح وغیرہ کوئی نماز جائز نہیں کہ صحیح مذہب میں نابالغ بالعموں کی امامت کسی نماز میں نہیں کر سکتا اور اگر وہ بھی عقیدہ
و ہا بیہ رکھتا ہو جیسا کہ ظاہر یہی ہے تو وہ بالی کے پیچھے ویسے بھی نماز ناجائز محض ہے اگرچہ بالغ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ - از شہر کہنہ محلہ روہیلی ٹولہ مسئلہ جناب ہدایت اللہ خاں صاحب ۱۹ سوال ۲۹
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وقت نماز چند اشخاص جمع ہیں لیکن کامل پابند شریعت نہیں ہیں ایک حافظ ہے اور مسائل
سے بھی واقف ہے مگر دائمی اُس کی کسی قدر کسری ہوئی ہے موافق شرع شریف نہیں دوسرے کا لباس و وضع تو موافق شریعت ہے
اور کچھ مسائل سے بھی کسی قدر واقفیت رکھتا ہے۔ مگر قرآن مجید بقابلہ حافظ کے صحیح نہیں پڑھ سکتا نہ خطبہ جمعہ کا یہ کوئی شخص حافظ تو نہیں
ہے مگر مسائل نماز سے واقف ہے قرآن عظیم صحیح پڑھتا ہے ملازمت پولیس کر چکا ہے پیشن پاتا ہے غرض ایسی ہی حالت ہر شخص کی ہے
اس حالت میں کون شخص امامت کے لائق سمجھا جاوے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اُن میں جو شخص وضو و غسل وغیرہ طہارت ٹھیک کرتا ہو نماز صحیح پڑھتا ہو قرآن مجید ایسا غلط نہ پڑھتا ہو جس سے معنی بدلین فاسد
ہوں اُس کے پیچھے نماز ہو جائے گی مگر امام بنانا جائز ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ مذہب کا سُنی خالص ہو فاسق علی الاعلان نہ ہو یعنی

کوئی گناہ کبھی اعلان کے ساتھ نہ کرتا ہو صغیرہ بھی عادت و اصرار سے کبیرہ ہو جاتا ہے جو شخص ان سب باتوں کا جامع ہو اگرچہ قرآن عظیم حافظ کی مثل نہ پڑھ سکے یا پولیس کی فشن پائے اُسے امام بنانے میں حرج نہیں اور جو اڑھی حد شرع سے کم کراتا ہو وہ فاسق مطلق ہے اُسے امام بنانا گناہ ہے سستی ہونا جو ہم نے جواز امامت کی شرطوں میں رکھا ہے نہ صحت نماز کی اُس سے مراد یہ ہے کہ ایسا بد مذہب بھی نہ ہو جس کی بد مذہبی حد کفر تک پہنچے کہ ایسے کو امام بنانا گناہ اگرچہ فرض ساقط ہو جائے گا اور جس کی بد مذہبی حد کفر تک پہنچی ہو جیسے آج کل کے عام رافضی وہابی پجری قادیانی غیر مقلد کے پیچھے تو نماز محض باطل ہے جیسے کسی ہندو یا پارسی کے پیچھے والعباد باللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از مورخ پنج ضلع بریال مرسلہ عبدالرحیم صاحب ۲۱ ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ

جس شخص کو جذام کے گھاؤ ہو گیا ہو لیکن لنگڑایا انگلیاں گرانہ ہو اچھی طرح اُٹھ بیٹھ سکتا ہو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں اور جس کو سوزاک ہو یا مونہ بانکا ہو گیا ہو یا ضعیف اس قدر ہو کہ اُٹھنے بیٹھنے میں درگتی ہو ان اشخاص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے۔

الجواب

جذام میں جب تک ٹپکنا نہ شروع ہوا ہو یہ حکم ہے کہ اگر لوگوں کی نفرت کی حد تک ہے جس کے سبب اس کی امامت میں جماعت کی کمی ہو تو اُس کی امامت مکروہ ہے ورنہ نہیں اور اگر ٹپکنے لگا تو اگر معذور کی حد تک پہنچ گیا کہ ایک وقت کامل کسی نماز کا اس پر ایسا لگنا کہ وضو کر کے فرض پڑھ لینے کی ہمت نہ تھی تو جب تک ہر نماز کے وقت اگرچہ ایک ایک ہی بار ٹپکنا یا یا جاوے وہ معذور ہے اسے پانچ وقت تازہ وضو کرنا کافی ہے اور اس کے پیچھے صرف ایسے ہی عارضہ والے کی جو اُسی کی سی حالت رکھتا ہو نماز ہو جائے گی باقی لوگوں کی نماز نہیں ہو سکتی یہی حکم سوزاک کا ہے اگر پیپ بہتا ہو اور اگر پیپ نہ نکلے تو اس کے پیچھے نماز میں کچھ حرج نہیں جس کا مونہ معاذ اللہ پٹھا ہو گیا ہو اگر اس کے سبب قرأت صحیح نہ پڑھ سکتا ہو حروف غلط ادا ہوتے ہوں تو اس کے پیچھے نماز جائز نہیں اور اگر حروف صحیح تو نکلنے ہوں مگر پڑھنے میں بہت بد ثنائی پیدا ہو گئی ہو تو اُس کی امامت اولیٰ نہیں ورنہ کچھ حرج نہیں جو ضعف کے سبب دیریں اُٹھتا بیٹھتا ہو اُس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں جبکہ ایسی حالت نہ ہو کہ مثلاً جب تک سجدہ سے اُٹھ کر بقدر تین بار سجدہ کرنے کے بیٹھنا نہ رہے کھڑا نہیں ہوتا اور جب ایسی حالت ہو تو اُس کے پیچھے نماز مکروہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسجد اہلسنت و جماعت کا امام اودوہ بھی مدعی ہے کہ میں سُنی ہوں مگر اس کی رشتہ داری و قرابت روافض سے ہوتی ہے اس کی پیچیاں بھی روافض کو منسوب ہوئیں اور اس کی ہمیشہ گان کے روافض سے نکاح لائے اور اس نے اپنا نکاح بھی روافض میں کیا ایسی حالت میں اس کا دعویٰ قبول ہوگا یا نہیں تقیہ جو روافض کا شعار ہے اور اس کے ذریعہ سے اہلسنت کے عبادات کو ضائق کرنا باعث نجات خیال کرتے ہیں محمول ہو کہ ایسے شخص کے پیچھے اہلسنت کو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں بغرض محال اس کے دعویٰ کو صحیح سمجھا جائے اور اس کو سُنی خیال کیا جائے تو نکاح اُس کا اور اس کی ہمیشہ گان کا صحیح ہو یا نہیں اور

جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھیں اُن کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں۔ بیہودا توجروا

الجواب

اگرچہ رافضیوں کے یہاں بیہمت کرنے سے خود اس شخص کا خواہی نہ خواہی رافضی بننا واضح نہیں ہوتا کہ بعض احمق نادان جاہل سنی بھی اس بلائے عظیم میں محض اپنی جہالت سے مبتلا ہیں اور بعض وہ بھی ہیں کہ اسے برا سمجھتے ہیں اور پھر اپنی اگلی رشتہ داریوں وغیرہ بیہودہ وجوہ کے سبب اُس میں مبتلا ہوتے ہیں اور پھپھیں بہنوں کے نکاح میں وہ بھی عذر کر سکتا ہے کہ یہ فعل اُس کے باپ دادا کا ہے بلکہ شاید اپنے نکاح میں بھی یہی کہے کہ باپ نے کر دیا اور ایسی وجوہ سے کسی کے قلب عقیدہ پر حکم نہیں لگا سکتے اور جب وہ اپنے آپ کو سنی کہتا ہے اور اُس کی کوئی بات عقیدہ اہلسنت کے خلاف نہیں تو بدگمانی کر کے رافضی ٹھہرا دینے کی اجازت نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْفَقِيَ الْيَكْمَ الْمُسْلِمُ لَسْتَ مُؤْمِنًا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں افلا شققت عن قلبہ مگر امام بنانے کے لیے فقط سنی تصور کرنا ہی کافی نہیں بلکہ فاسق معلن نہ ہونا ضرور ہے اس کی حالت دیکھی جائے اگر رافضیوں سے میل جول خلا ملا دوستی اتحاد کے برتاؤ کرتا ہے تو اگر رافضی نہیں تو کم از کم سخت فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور اسے امام بنانا گناہ اور جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہوں ان کا پھر نا واجب کما فی فتاویٰ الحجۃ والغنیۃ وغیرہما من الاسفار الکثیرۃ وقد حققنا فی النسخی الاکید اور اگر باوصف ان بیہمتوں کے ان لوگوں سے بالکل جدا ہے تو اسے بتایا جائے کہ آج کل کے تبرائی رافضی علی العموم کا فرمتد ہیں اور ان سے نکاح مرد کا ہو یا عورت کا محض باطل ہے اور اُس میں قربت زنائے خالص اور اولاد اولاد الزنا ہے یوں نہ سمجھے تو اسے رسالہ رد المرفضہ دکھایا جائے جس میں بکثرت کتب مستندہ کی صفات تصریحوں سے کفر ثابت کیا گیا ہے اگر پھر بھی نہ مانے تو متمدن سرکش فاسق ہوگا اور رافضیہ عورت کے رکھنے سے زنا کار ہوگا اور اسے امامت سے معزول کرنا واجب ہوگا اور اگر جاہل نہیں بلکہ جانتا ہے کہ وہ مرتد ہے اور مرتد مرد خواہ عورت کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا پھر اس عورت کو جدا نہیں کرتا آپ ہی فاسق وزانی اور امامت سے واجب العزل ہے اور اگر رافضیوں کے عقائد کفریہ خالص پر مطلع ہے اور پھر ان کو مسلمان جانتا ہے جب تو فسق رکنا خود کفر ہے بزاز یہ مجمع الانہر ودر مختار وغیرہ میں ہے من شک فی کفرہ وعدنا بہ نقد کفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از دکان چو یکہ تحصیل و ضلع مشرور ہو ہر کنہیا لال مسؤلہ غلام محمد صاحب ۲۸ صفر ۱۳۲۱ ہجری

مند نشین شریعت غرا جناب مولانا صاحب دام ظلکم بعد حصول سعادت قد ہوی عرض یہ ہے کہ جو کہ کترین کے آباؤ اجداد تھے وہ سب گاہوں کے امام تھے اور قدیم ایام سے امامت کرتے چلے آئے ہیں اور کترین کے جناب دادا صاحب بھی خود گاہوں کے استاد تھے اور کترین کے جناب والد بزرگوار بھی استاذی اور امامت کرتے تھے اور ان کے بعد میں بھی استاذی طریقہ رکھتا ہوں کہ گاہوں کے بہت سے لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم اور کتابوں وغیرہ کی بھی دی ہے اور پانچ نماز بھی ہم نام ہو کہ پڑھواتے رہے ہیں اور اب گاہوں کے ایک شخص زیندار نے کہا اگر مرضی ہو تو امام رکھیں ورنہ نہ رکھیں کہ امام ذکر کی جگہ ہوتا ہے حوالہ ذکر کے پیچھے نماز ادا کریں یا نہ کریں اور غرض ضلالت بہت بیہودہ گالی بھی نکالی ہیں اور بے ادب لفظ بولے ہیں اور اب کترین جناب کی جانب دراز دست ہے اس شخص کی نسبت

فتویٰ حدیث اور شریعت کے تحریر کر کے ارسال فرما دیں کہ اُس کی تفریق لگائی جاوے از حد مہربانی ہوگی اور کترین کا حق گاؤں پر ہے یا نہیں اور شریعت میں اُس کے واسطے کیا حکم ہے وہ اب امامت سے برخاست کرنا چاہتے ہیں فتویٰ مع آیات و احادیث کے ارسال فرمائیے

الجواب

کسی مسلمان کو بلا وجہ شرعی ایذا دینا حرام ہے اور گالی دینا سخت حرام ہے اور بعض گالیاں تو کسی وقت حلال نہیں ہو سکتیں اور ان کا دینے والا سخت فاسق اور سلطنت اسلامیہ میں اسی کوڑوں کا مستحق ہوتا ہے اُن سے ملکی گالی بھی بلا وجہ شرعی حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ جس نے کسی مسلمان کو بلا وجہ شرعی ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اُس نے اللہ کو ایذا دی اور علم دین کے اُستاد کا حق باپ سے بھی زائد ہے اُسے ستانے والا عاق ہوتا ہے اور بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کے رزق میں خلل اندازی بہت سخت ہے جا اور بلا وجہ ایذا ہے ایسوں کو خوف نہیں آتا کہ وہ کسی مسلمان کے رزق میں بلا وجہ خلل ڈالیں اللہ قادر مطلق اُن کی روزی میں خلل ڈالے اُن کا رزق تنگ کرے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کما تدین اللہ ان جیسا تو اوروں کے ساتھ کرے گا ویسا ہی اللہ تیرے ساتھ کرے گا ان لوگوں پر لازم ہے کہ امام سے معافی مانگیں اُستاد سے خطا بخشوائیں اور اگر کوئی حرج شرعی نہ ہو تو بے سبب اُسے موقوف نہ کریں ہاں اگر سبب شرعی ہو تو بہ نرمی اُس سے کہیں اگر وہ اس کا علاج نہ کرے یا نہ کر سکے تو نرمی کے ساتھ الگ کر دیں اس وقت اس امام کو بھی بیجا ہٹ مناسب نہیں امامت کسی کا حق و میراث نہیں اور وجہ شرعی کے سبب اہل جماعت جس کی امامت سے ناراض ہوں اُسے امام بننا گناہ ہوتا ہے اُس کی نافرمانی قبول نہیں ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۸ - رجب الاول ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنا نکاح ایک عورت سے کیا کچھ عرصہ بعد اپنی عورت کی ہمشیرہ سے دوسرا نکاح کیا دونوں عورتیں اس کے پاس رہیں کچھ مدت کے بعد اس دوسری سے ایک لڑکا پیدا ہوا جب وہ بالغ ہوا اُس نے کلام مجید پڑھا اب اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

یہ لڑکا ولد الحرام ہے ولد الزنا نہیں اسے حرامی نہیں کہہ سکتے کہ عرف میں حرامی ولد الزنا کہتے ہیں اور یہ شرعاً اپنے اسی باپ کا بیٹا ہے اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں ہاں اگر جماعت کو اس کے ولد حرام ہونے کے باعث اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے نفرت ہو تو اُس کی امامت مکروہ ہوگی کہ وہ تقبیل جماعت ہوگی مگر اس صورت میں کہ یہ لڑکا سب حاضرین سے زیادہ مسائل نماز و طہارت کا علم رکھتا ہو تو اُسی کی امامت حلالی ہے اور اب اگر عوام کو نفرت ہو تو انھیں سمجھا یا جائے کہ اُن کی یہ نفرت خلاف حکم و بے محل و بیجا ہے یہ تو یہ اگر کوئی ولد الزنا بھی ہو تو جب حاضرین سے علم میں نہ ہو وہی سختی امامت ہے علمگیریہ میں ہے ان تزدوجما فی عقد تین فتکاح الاخیرۃ فاسدۃ و یجب علیہ ان یتفارقا فاما ان یتفارقا بعد الدخول فعلیہا العدة ویثبت النسب ہا یہ میں ہے بیکہ تقدیر العبد لانه لا یتفرغ للعلم والاعمال لان الغالب فیہما الجمل وولد الزنا لانه لیس له اب یشفقہ فیغلب علیہ الجمل وکان فی تقدیرہ ہولاء تنفیذ الجماعۃ فیکوہ انفیاد شرح عثمانی ہے

ان کان الاثر ابی افضل من الحضری والعبد من الحور وولد الزنا من ولد الرشدة والاعسی من البصیر فالحكم بالفضل والاحتیار میں ہے نحوہ فی شرح الملتقی للبنہسی وشرح دررار البحار ولعل وجهہ ان تنفیہ الجماعۃ بتقدیمہ یزول اذا کان افضل من غیرہ مل التنفیہ یکون فی تقدیمہ وغیرہ در مختار میں ہے الا ان یکون غیر الفاسق اعلم القوم نفوادی اسی میں ہے لو امر قوما وھملہ کارھون ان الکراۃ لفساد فیہ اولاً نہما حق بالامامۃ منہ کرة ذلک تحویما وان ھو احق لا والکراۃ علیھما واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۳۱۱ - سیدہ بھری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص امام مسجد ہے اور وہ فاطمہ و علم غیب وغیرہ سے منکر ہے بلکہ مسجد میں اور رکوع میں تسبیح اس قدر زور سے کہتا ہے کہ اگلی صف والے بخوبی سن لیتے ہیں اور پیچھے والے بھی کچھ سن لیتے ہیں اور ایسے مقام پر کوئی دوسرا امام میسر نہیں آتا تو اس حالت میں کس طرح باجماعت نماز پڑھی جائے کہ ثواب جماعت کا ہو اور نماز میں بھی کوئی نقص نہ ہونے پائے۔

الجواب

گر علم غیب بطلائے الہی کثیر وافر اشیاء و اسما و صفات و احکام و برزخ و معاد و اشرار ساعت و گزشتہ و آئندہ کا منکر ہے تو صریح گمراہ بدین و منکر قرآن عظیم و احادیث متواترہ ہے اور ان میں ہزاروں غیب وہ ہیں جن کا علم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملنا ضروریات دین سے ہے اور ضروریات دین کا منکر یقیناً کافر یوں ہی تبلیسی طور پر بعض کا اقرار کرتا اور دبا بیہ کا اعتقاد رکھتا ہے تو گمراہ بدین ہے اور جو خاص و پابندی عقائد پر ہو وہ کافر و مرتد ہے یونہی جو ان عقائد پر اپنا ہونا نہ بتائے مگر ان لوگوں کے عقائد کفریہ پر مطلع ہو کر ان کو اچھا جانے یا مسلمان ہی سمجھے جب بھی خود مسلمان نہیں در مختار و مجمع الانہر و بزاز یہ وغیرہ میں ہے من شک فی کفرہ فقد کفر ہاں اگر تمام خواثوں سے پاک ہو اور علم غیب کثیر وافر بقدر مذکور پر ایمان رکھے اور عظمت کے ساتھ اس کا اقرار کرے صرف احاطہ جمیع ماکان و مایکون میں کلام کرے اور ان میں ادب و حرمت ملحوظ رکھے تو گمراہ نہیں صرف خطا پر ہے مگر آج کل یہاں فاطمہ کا انکار خاص دبا بیہ ہی کا شعار ہے اور دبا بیہ اہل اہوا سے ہیں اور اہل اہوا کے پیچھے نماز ناجائز ہے فتح القدیر میں ہے لا تجوز الصلاۃ خلف اهل الاھوا و اگر امام میسر ہو بہتر ورنہ تنہا پڑھی جائے ہاں اگر وہاں دبا بیت نہ ہوتی تو فقط اتنی بات پر کہ تسبیحات رکوع و سجود بآواز کہتا اور اس پر اصرار رکھتا ہو نماز اس کے پیچھے مکروہ ہوتی کہ اگر امام نہ ملتا تو اسی کے پیچھے پڑھنے کا حکم دیا جاتا مگر بحال دبا بیت ہرگز اقتدا جائز نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از نجیب آباد ضلع بجنور متصل تحصیل مسئلہ محمد ظفر اللہ صاحب حنفی ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

(۱) ایک شخص اس مسجد کا جو امام ہے جس کی بابت یہ قصہ ہے کہ صدقہ نظر لیتا ہے حتی کہ وہ خود صاحب زکوٰۃ ہے اگر اس کو صدقات سے کچھ نہ دیا جائے یا دینے میں دیر ہو جائے تو ناراض ہو جاتا ہے ایسی جگہ سے نماز ترک کرنا جائز ہے یا نہیں (۲) عالم الریض اور جس کے وضو کا بھی کافی طور سے احتمال ہو اور قرآن شریف کو صحت الفاظی کے ساتھ نہ پڑھتا ہو بلکہ غلط پڑھتا ہو باوجود اس کے کہ وہاں قاری اور حافظ موجود ہوں تو ایسے شخص کی ثنویت جماعت سے اجتناب چاہیے یا نہیں (۳) جو اشخاص ناحق رعایت و پاسداری کرتے ہوں اور بدعتیں پس قرآنی سے حاسد ہوں اور وہ اس جماعت میں شامل ہوں اور عوام کی غیبت کرتے ہوں تو ایسے موقع پر ترک جماعت جائز ہے یا نہیں (۴) وہ

شخص اس بنائے فساد سے مخوف ہو کر اُس حجرے میں جو شارع عام سے کچھ فاصلہ مسجد سے واقع ہے نماز پڑھ لیوے تو جائز ہے یا نہیں اگر حجرہ میں جماعت علیحدہ کرتا ہے تو ناحق مفیدہ پیدا ہوتا ہے اب کیا کرنا چاہیے آیا نماز اب کس طریق پر اور کس جگہ پرادا کرے (۵) وہ امام جو اس مسجد میں امامت کے واسطے بلائے جاتے ہوں اُس کے مقتدی ہمیشہ بخش کلامی سے یاد کرتے ہوں اور اس سے پھر مقتدی ناراض ہوں تو اُس کے پیچھے اُن کی نماز ہوتی ہے یا نہیں اور اس کو وہاں امامت کرنا روا ہے یا نہیں (۶) اندر مسجد کے جمع ہو کر دنیا داری کی باتیں کرنا جائز ہے یا نہیں اور جو کرتے ہیں وہ خطا دار ہیں یا نہیں (۷) مسجد کی امامت کے واسطے امام بے علم یا مشتبہ کافی ہے یا نہیں کہ نماز مع کل فرائض، واجبات، سنن کے پوری ہو جاوے فقط۔

الجواب

(۱) غنی کو صدقہ فطر لینا حرام ہے اگر امام غنی ہے اور صدقات فطر لیا کرتا ہے یہاں تک کہ ملنے میں دیر سے ناراض ہوتا ہے تو وہ فاسق ملعن ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اگر اُسے معزول ذکر سکین تو وہاں ترک جماعت کا یہ عذر صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) اگر قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا ہے جس سے نماز فاسد ہوتی ہے مثلاً آیات ط یا ث س ص یا ح ہ یا ذ ز ظ میں فرق نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز باطل ہے اور اس صورت میں اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا ترک جماعت نہیں کہ وہ جماعت کیا نماز ہی نہیں پونہی اگر اس کا وضو مشکوک رہتا ہے جب بھی اس کے پیچھے نہ پڑھنے میں مواخذہ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم (۳) مقتدیوں کے گناہ کے باعث ترک جماعت جائز نہیں اُن کے گناہ میں اور ترک جماعت اس کا گناہ ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم (۴) اگر امام مسجد فاسق ملعن یا بد مذہب یا بے طہارت یا غلط خواں ہے اسے آگے پیچھے یا اُس سے الگ حجرہ میں جماعت پر بھی قدرت نہیں بلکہ فتنہ اُٹھتا ہے تو اس صورت میں تنہا پڑھنے کی اُسے اجازت ہوگی مگر یہ بات بہت دشوار ہے کہ حجرہ میں دو ایک شخص کے ساتھ جماعت کرنے میں بھی فتنہ ہو واللہ تعالیٰ اعلم (۵) اس صورت میں مقتدی گنہگار ہیں امام پر کچھ الزام نہیں وہ امامت کر سکتا ہے اور ان کی نماز اسکے پیچھے روا ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۶) مسجد میں دنیا کی بات کے لیے بیٹھنا حرام ہے اور اس میں جمع ہو کر دنیا کی بات کرنا ضرور غلط ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۷) امام میں چند شرطیں ضروری ہیں اولاً قرآن عظیم ایسا غلط نہ پڑھتا ہو جس سے نماز فاسد ہو جیسے وہ لوگ کہ مثلاً آیات ط یا ث س ص یا ح ہ یا ذ ز ظ میں فرق نہیں کرتے دوسرے وضو غسل طہارت صحیح رکھتا ہو سوم سنی صحیح العقیدہ مطابق عقائد علماء حرمین شریفین تفصیلی وغیرہ بد مذہب نہ ہوں نہ وہابی خصوصاً دیوبندی کہ سرے سے مسلمان ہی نہیں یا ان کو اچھا جاننے والا کہ وہ بھی انھیں کئے شیعہ شفا شریف بزاز یہ مجمع الانسود مختار وغیرہ میں ہے ومن شك في كفره وعذابه فقد كفر جدام فاسق ملعن نہ ہو ہی طح اور امور مانی امامت کا پاک ہو انکے بعد ذی علم ہو نا شرط صحت حلت نہیں شرط اولیت ہے اگر جاہل ہے اور شرط نہ کہ وہ رکھتا ہے اسکے پیچھے نماز ہو جائیگی اگرچہ اولی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - جو شخص داڑھی اپنی مقدار شرع سے کم رکھتا ہے اور ہمیشہ تر شواتا ہے اس کا امام کرنا نماز میں شرعاً کیا حکم رکھتا ہے۔

الجواب

وہ فاسق ملعن ہے اور اسے امام کرنا گناہ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی غنیہ میں ہے لو قد موافقاً یا ثنون

اور دلائل مسئلہ بحیرہ کی تفصیل ہمارے رسالہ لمعة النضی فی اعفاء اللہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از سینا پور ضلع بریلی مسئلہ امیر علی صاحب رضوی ۱۶ ارشوال سنہ ۱۳۳۳ ہجری
ایک وقت کی نماز جس شخص کی قضا ہوگئی ہو اُس کے پیچھے نماز امامت درست ہوگی یا نہیں۔ اتفاق سے قضا ہوگئی ہو۔

الجواب

بلا قصد جس کی نماز قضا ہو جائے اُس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں۔

مسئلہ۔ ہر ایک آدمی کی نماز کسی کی کسی وقت کی اور کسی کی کسی وقت کی قضا ہو اور سب اپنی اپنی قضا پڑھ لیوں ایسی حالت میں امامت ہوگی یا نہیں کیونکہ بعض بعض جگہ بوجہ کاشتکاری کے کام کے اکثر لوگوں کی نماز قضا ہو جاتی ہے اور سب ایسی ہی حالت میں ہیں یہ لوگ امام کریں یا اپنی اپنی نماز علیحدہ ادا کریں یا کوئی ان میں امام ہو کر نماز ادا کریں۔

الجواب

کاشتکاری خواہ کسی کام کے لیے نماز قضا کر دینا سخت حرام دگنا کبیرہ ہے جو ایسا کرتے ہیں سب فاسق ہیں سب پر فوراً توبہ فرض ہے کی نہیں جلتے کہ کھیتی بھی اُسی کے اختیار میں ہے جس نے نماز سب سے بڑھ کر فرض کی ہے اگر نماز کھونے میں تمہاری کھیتی برباد کر دے تو تم کیا کر سکتے ہو نماز گھنٹوں میں نہیں ہوتی تھوڑی دیر کے لیے نماز کے واسطے کھیتی کے کام کو روک دو تو نماز اور کھیتی کا مالک تمہاری کھیتوں میں بہت برکت ہے جہاں سب اسی طرح کے ہوں وہاں اُن سب پر توبہ تو فرض ہے ہی جب توبہ کر لیں اُن میں سے جو قابل امامت ہے امامت کرے اور رافضیوں کی طرح الگ الگ دپڑھیں ہاں یہ ضرور ہے کہ امام اور مقتدی سب کی قضا متحد ہو مثلاً سب کی آج کی ظہر یا سب کی کل کی عصر تو جماعت ہو سکتی ہے اور اگر نماز مختلف ہو مثلاً امام کی ظہر اور مقتدی کی عصر یا امام کی آج کی ظہر، تو جماعت نہیں ہو سکتی اپنی اپنی الگ پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ امام کی اتفاق سے ایک وقت کی نماز قضا ہوگئی ہے تو وہ نماز پڑھا سکتا ہے یا دوسرا شخص کھڑا ہوئے۔ بینا تو جروا

الجواب

وہی امامت کرے جبکہ قصداً قضا نہ کی ہو اور اگر قصداً قضا کی اگرچہ اتفاق سے تو فاسق ہو گیا اگر توبہ نہ کرے تو دوسرا شخص امامت کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی عمر اٹھارہ سال کی ہے اور حافظ ہے داڑھی نہیں ہے آیا نماز اُس کے پیچھے درست ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر حسین جمیل خوبصورت ہو کہ فساد کے لیے محل شہوت ہو تو اس کی امامت خلاف اولیٰ ہے در نہ نہیں در مختار میں ہے تکرر خلعت اُمود و المختار میں ہے قال الرحمتی المراد بہ العصبیہ الوجه لانہ محل الفتنة۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از قصبہ دھام پور ضلع بجنور محلہ بند و قحیاں مرسلہ محمد سعید صاحب ۶ ار ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک جامع مسجد کا پیش امام جو ابدی نماز پڑھاتا ہے و جماعت کثیرہ اس کے پیچھے نماز پڑھے اور محلہ قصبہ والے اور دیہات والے خوش ہوں اور دس پانچ آدمی بسبب خصوصیت نفسی کے اُس پیش امام کے پیچھے پڑھیں اور جماعت ہوتی رہے اور وہ مسجد کے صحن میں یا دیوار کے پاس کھڑے رہیں اس انتظار میں کہ جماعت ہو جائے تو ہم دوسری جماعت اپنی کر کے نماز پڑھیں اور اگر وہ لوگ قبل آجادیں تو امام کے مصطلع پر کھڑے ہو کر نماز پڑھ کر چلے جاویں یہ فعل جائز ہے یا نہیں۔ فقط

الجواب

اگر امام سنی صحیح العقیدہ مطابق عقائد علمائے حرمین شریفین و مخالفت عقائد غیر مقلدین دو ہا بیہ دیوبند یہ وغیرہم گمراہان ہے اور قرآن مجید صحیح قابل جواز نماز پڑھتا ہے اور فاسق ملعون نہیں غرض اگر کوئی بات اُس میں ایسی نہیں جس کے سبب اُس کی امامت باطل یا گناہ ہو پھر جو لوگ براہ نفسانیت اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور جماعت ہوتی رہے اور شامل نہ ہوں وہ سخت گناہگار ہیں اُن پر تو یہ فرض ہے اور اس کی عادت ڈالنے سے فاسق ہو گئے لیکن اگر امام میں ان عیوب میں سے کوئی عیب ہو اور اس کے سبب یہ لوگ اس کے پیچھے نماز سے احتراز کرتے ہوں تو درست و بجا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از میلپور ضلع پہلی بھیت محلہ درگا پور شاد مکان فخر الدین صاحب مرسلہ حافظ شمس الدین صاحب ۲۳ ر ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ
جو شخص کہ سودی دستاویز لکھاتا ہو لیکن لیتا نہ ہو اور جو ملازمان گورنمنٹ مثل تھانہ دار یا سب رجسٹرار اور نیز ملازمان چوکی اگر بیوقوف نماز کے پابند نہیں وہ امامت کر سکتے ہیں یا نہیں۔ امام جماعت سے کس قدر فاصلہ سے کم سے کم یا زیادہ سے زیادہ کھڑا ہو اس صورت میں کہ مقتدیوں کی صف پوری ہو۔ فقط

الجواب

سودی دستاویز لکھانا سود کا معاہدہ کرنا ہے اور وہ بھی حرام ہے صحیح حدیث میں ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکل الربوا و موكله و كاتبه و شاهده و قال هم سواء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سود کھانے والے اور سود کھلانے والے اور اس کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنے والوں پر اور فرمایا وہ سب برابر ہیں جب اُس کا شک لکھنا موجب لعنت اور سود کھانے کے برابر ہے تو خود اُس کا معاہدہ کرنا کس درجہ خبیث و بدتر ہے ایسے شخص کو امام نہ کیا جائے ہر وہ نوکری جس میں خلاف شریعت حکم دینا پڑتا ہو حرام ہے اور رجسٹراری کا حال ابھی گزر چکا کہ اُس میں سودی مشکوک کا لکھنا اور ان کی تصدیق کرنا پڑتی ہے تھانہ دار اگر رشوت لے یا جھوٹ مقدمے بنائے جھوٹی گواہیاں دلوائے لوگوں سے دبا دھمکا کر مال حاصل کرے جب تو ظاہر ہے کہ یہ سب افعال سخت حرام ہیں ورنہ چالان میں خلاف شریعت احکام کی اعانت ضرور ہوتی ہے تو ایسی حالت میں شرعاً امامت کے لائق نہیں ہاں چونکہ کاملاً لازم اگر چوکی تحصیل کرنے پر نوکر ہے اور اس میں یہ نیت رکھتا ہے کہ لوگوں پر آسانی کرے اور لوگ خود باؤ ڈال کر زیادہ روپیہ وصول کرتے ہیں اُس سے بچالے تو اس میں حرج نہیں کمافی دلائل تھانہ دار اگر قابل امامت ہو تو اس کی امامت میں مضائقہ نہیں۔ امام صف سے اتنا آگے کھڑا ہو کہ جو

مقتدی اُس کے پیچھے ہے اُس کا سجدہ بطور مسنون یا سانی ہو جائے بلا ضرورت اس سے کم فاصلہ رکھنا جس کے سبب مقتدیوں کو سجدہ میں تنگی
منع ہے یہ ہیں فاصلہ کثیر بحث چھوڑنا خلاف سنت مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - سرگڑھ ضلع مراد آباد مسؤلہ سید عبد العزیز صاحب ۵ محرم شریف ۱۳۳۲ھ ہجری

باپ نے بیٹے کو عاق کر دیا اور پھر اُس کی خطامعات بھی کر دی تو اس کی خطامعات ہوئی یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی؟
(۲) اگر کسی شخص سے چار جمعہ حالت مرض میں پے درپے سا قح ہو گئے تو باپ جو اس جمعہ میں نماز اُس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

ہاں اگر وہ باپ کی نافرمانی اور باپ کو ناراض کرنے سے باز آیا اور سچے دل سے توبہ کی تو خطامعات ہوگئی اور اب اُس کے پیچھے نماز جائز
ہو جائے گی اور اگر وہ نافرمانی و ایذا سے پردے باز نہ آیا تو ضرور سخت اشد فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی جس کا پھر نادر واجب ہے
اور اُسے امام بنانا گناہ اگرچہ باپ اپنی حرم بانی سے ہزار بار خطامعات کر دے کہ یہ صرف باپ کی خطامعات نہیں اللہ عزوجل کا بھی گناہ اور سخت
گناہ شدید کبیرہ ہے تو فقط باپ کے معاف کیے کیونکہ معاف ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۲) اگر مرض ایسا تھا کہ قابل حاضری جمعہ نہ تھا
تو اس پر کچھ الزام نہیں اور اگر حاضر ہو سکتا تھا اور کاہلی اور بے ہمتی سے نہ آیا تو فاسق ہے اسے امام کرنا گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از قبیلہ ضلع وڈا کا نہ بیٹو مرسلہ حکیم رضا حسین صاحب -

کہا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ولد الزنا کا نکاح صحیح ہوا اور اُس سے اولاد ہوئی تو اس اولاد کے پیچھے اقتدا درست
ہے یا نہیں۔ فقط

الجواب

ولد الزنا کا بیٹا نکاح صحیح سے پیدا ہوا ہو ولد الزنا نہیں اس کے پیچھے نماز میں کچھ کراہت نہیں ہاں اگر اہل جماعت اُس سے نفرت
کریں اور اس کے باعث جماعت کی تقلیل ہو تو اسے امام نہ کیا جائے اگرچہ وہ خود بے قصور ہے جیسے معاذ اللہ برص و جذام والے کی امامت مکروہ
ہے جبکہ باعث تنفیہ جماعت ہوا اگرچہ مرض میں اس کا کیا قصور ہے درختار میں ہے مگر خلف ابوص شاع برصہ رد المحتار میں ہے کذا اجزم
برجندی والظاہران العلة النفرة ولذا قيدا لا برص بالشیوع لیکون ظاهرا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از قبیلہ بیٹور ضلع بیجور مرسلہ محمد عبدالحی سوداگر جنت ۲۹ محرم ۱۳۳۲ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عیادت اللہ خاں صاحب جائداد ہے اور دوسری جائداد خریدنے کے لیے
یا کسی وارث کی جائداد اپنے نام کرانے کے لیے روپیہ سودی متک لکھ کر بقال سے قرض لیا ایسے شخص کو امام بنانا مذہب حنفیہ میں کیسا ہے خصوصاً
حمید و عیدین کا امام بنانا۔ عیادت اللہ صاحب نصاب ہے۔ فقط

الجواب

شخص مذکور کو جائداد خریدنا کوئی ضرورت شرعی نہ رکھتا تھا اور بے حالت اضطراب و مجبوری محض سود دینا اور لینا دونوں یکساں ہیں

دیے لینے والے دونوں ملعون صحیح مسلم شریف میں امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکل الربوا و موکلہ و کاتبہ و شاہد یہ و قال ہم صواء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سو کھانے والے اور سو کھلانے والے اور اسکا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنے والوں پر اور فرمایا وہ سب برابر ہیں ایسا شخص جمعہ، عید، پنجگانہ کسی نماز میں امام بنانے کے قابل نہیں اُسے امام بنانا گناہ اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - مسئلہ علامہ الدین صاحب عرضی نویں کچری دیوانی پر تاب گدھ ۲۲، صفر ۱۳۳۲ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ قیام کرنا محفل مولد خیر الانام اور نماز تراویح کے بعد ختم قرآن مجید کے اپنے پاس سے خواہ چندہ سے بخشی اپنے شیرینی تقسیم کرنا جائز ہے یا بدعت اور ایسے شخص جو قیام کا منکر اور جو تراویح کے بعد ختم قرآن مجید کی شیرینی کا تقسیم کرنا بدعت سمجھتا ہو اور ناجائز کہتا ہو اُس کے پیچھے نماز کی اقتدا کرنا بروئے مذہب حنفی کیا ہے ایسے امام کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں یا کیا ہے۔ فقط

الجواب

قیام وقت ذکر و ولادت حضور سید الانام علیہ وآلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم جس طرح حرمین طیبین و مصر و شام و سائر بلاد اسلام میں رائج و معمول ہے ضرور مستحسن و مقبول ہے علامہ سید جعفر ربیع رحمہ اللہ تعالیٰ جن کا رسالہ میلاد مبارک حرمین طیبین و دیگر بلاد عرب و عجم میں پڑھا جاتا ہے اُس رسالہ میں فرماتے ہیں قد استحسن القیام عند ذکر ولادۃ صلی اللہ تعالیٰ وسلم ائمۃ ذر وایۃ دروۃ فطوبی لمن کان تعظیمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غایۃ موامہ و مرامہ بیشک ذکر ولادت اقدس کے وقت قیام کرنا اُن اماموں نے مستحسن جانا جو اصحاب روایت و اباب روایت تھے تو خوشی اور شادمانی ہو اُس کے لیے جس کی نہایت مراد و غایت مقصود محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہو یہاں آج کل اس قیام مبارک کو بدعت و ناجائز کہنے والے حضرات وہابیہ ہیں خذ لہما اللہ تعالیٰ اور وہابیہ زمانہ اب بدعت و ضلالت سے ترقی کر کے معراج کفر تک پہنچ چکے ہیں بہر حال ان کے پیچھے نماز ناجائز اور انھیں امام بنانا حرام یوں ہی ختم قرآن عظیم کے وقت مسلمانوں میں شیرینی کی تقسیم بھی ایک امر حسن و محمود ہے اُسے بدعت بتانا انھیں اصول ضالہ وہابیت پر مبنی ہے اللہ عزوجل نے تو وجوب و ممانعت کی یہ معیار بتائی تھی ما اتکم الرسول فخذوہ وما نہکم عنہ فانہوہا رسول جس بات کا تمہیں حکم دیں وہ اختیار کرو اور جس بات سے منع فرمائیں باز رہو مگر وہ اپنی صاحبوں نے معیار ممانعت یہ لکھی ہے کہ جسے ہم منع کر دیں اُس سے بچو اگرچہ اللہ رسول نے کہیں منع نہ فرمایا ہو غرض یہ اسکا شرک فی الرسالۃ ہے اُس کے پیچھے ہرگز نماز نہ پڑھی جائے والعیاذ باللہ تعالیٰ رب العالمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ضلع جھنڈا رہ محلہ کم تالاب مرسلہ حکیم ہدایت اللہ خاں صاحب متولی مسجد ۲۴، صفر الحظف ۱۳۳۲ ہجری

کیا فرماتے علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حافظ قرآن ہے اور جبرائیل پیش امام بننا چاہتا ہے حالانکہ جماعت مسلمین اس کی ذیل کی باتوں سے ناخوش ہیں اور اپنا پیش امام نہیں بنانا چاہتے حافظ صاحب پہلے گورنمنٹی ملازم تھے

رشتہ کھا کر سزا پائی مگر قسمت کے زور سے اپیل میں رہائی پائی (۲) اس حافظ صاحب نے ایک سے آٹھ آنے لے کر سید لکھ دی تھی بعد میں دھوکا دے کر سید جلادی کچری میں انکار کیا کہ آٹھ آنے نہیں لیا جس سے اُس شخص کو بڑا بھاری نقصان ہوا حالانکہ یہ بات سچ تھی کہ پیسے حافظ صاحب نے چکے تھے اور صاف انکار کر دیا اور اسی معاملہ میں پہلے بھی قسم قرآن شریف کی کھا چکے تھے (۳) حافظ صاحب اپنے پیرومرشد پرمعن و تشنیع کرتا ہے کہ محلہ میں یا مدرسہ اسلامیہ میں جو خاص اُن کے پیرومرشد کا ایجاد کردہ ہے کہتے ہیں کہ اُن کے باپ دادا کا میراث ہے کیا اور اپنے پیر کی بات پر فتویٰ بلواتا ہے حالانکہ پیر مرحوم نے ان کو اپنا خلیفہ زبانی مقرر کیا ہے نہ کہ تحریری بعد اس طعنہ تشنیع کے پیر مرحوم پر حافظ صاحب کی خلافت باقی ہے یا باطل ہوئی یا خلافت سے نکل گئے۔ (۴) حافظ صاحب نے چڑھ قربانی کا جو کہ صاحب نصاب ہیں مدرسہ اسلامیہ میں دینے کو کہا تھا دھوکا دے کر اپنے صرف میں لے آئے (۵) اور سید کو زکوٰۃ کا پیسہ لینا درست ہے یا نہیں۔ اتنی باتیں حافظ بنو علی صاحب میں موجود ہیں جس کو ہر فرد بشر اس محلہ کا بخوبی جانتا ہے تیسرے بھی وہ پیش امام بننا چاہتے ہیں جبراً اور فساد برپا کرتے ہیں کہ میں حافظ ہوں خلیفہ ہوں میرا حق زیادہ ہے پیش امام میں بنوں گا اور جماعت کثیرہ کی رائے نہیں ہے کہ اس کو اپنا پیش امام بنائے اس لیے جناب والا کی خدمت میں ناقابل یہ تحریر ارسال کرتا ہوں کہ تکلیف گوارا فرما کر اس کا جواب تفصیل وار ہر ایک سوال کا تحریر فرمائیں گے کہ ایسی زبردستی پیش امام جس سے مقتدی ناراض ہوں درست ہے یا نہیں زیادہ کیا عرض کروں زیادہ حد ادب۔

الجواب

جس سے مقتدی اُس کے کسی عیب کی وجہ سے ناراض ہوں اُس کی نماز قبول نہیں ہوتی حدیث میں ارشاد فرمایا ثلثۃ لا تقبل صلاتھم فی ق اذا نفم شبوا وعد منهم من امر قوما وھملہ کادھون تین شخصوں کی نماز اُن کے کافوں سے بالشت بھر بھی ادبھی نہیں ہوتی یعنی بارگاہ عزت تک رسائی تو بڑی چیز ہے ایک وہ جو کچھ لوگوں کی امامت کرے اور وہ لوگ اس سے ناراض ہوں یعنی اس میں کسی قصور شرعی کے سبب والا فالو بال علیہم کما فی الدر المختار وغیرہ اور ظاہر ہے کہ صورت مستفسرہ میں اُس شخص میں متعدد قصور ہیں رشتہ لینا اگر ثابت ہو تو وہ گناہ کبیرہ ہے حدیث میں فرمایا الراشی والموتشی کلاهما فی النار رشتہ دینے والا اور لینے والا دونوں دوزخی ہیں پیسے لے کر مکر جانا اور اُس پر قرآن عظیم کی جھوٹی قسم کھانا اور سید جلاد کر مسلمان پر جھوٹا دعویٰ کرنا اور اُسے نقصان پہنچانا یہ سب گناہ کبیرہ ہیں ان چوہ سے حافظ مذکور کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور اسے امام بننا گناہ اور جبراً امام بننے میں خود اس کی نماز بھی تباہ جب تک وہ ان تمام افعال شنیعہ سے علاوہ نہ کرے قربانی کی کھال اگر دوسرے نے اسے مدرسہ میں دینے کو دی تھی اور اس نے دھوکا دے کر اپنے صرف میں کر لی تو یہ بھی دغا اور خیانت اور گناہ کبیرہ ہے اور اگر اپنی قربانی کی کھال مدرسہ میں دینے کو کسی تھی پھر نہ دی تو بجا ہے مگر چنداں الا لام نہیں جبکہ کسی عذر شرعی سے ایسا کیا ہو ورنہ اللہ عز وجل سے وعدہ خلافی ہے چنانچہ نتیجہ بہت شدید ہے قال اللہ تعالیٰ فاعقبھم اللہ ففاقا فی قلوبھم الی یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ ما وعدوہ وما کافو ینکد بون پیر پرمعن و تشنیع ارتداد طریقت ہے اس سے خلافت ورکنا رجیت سے بھی خارج ہو جاتا ہے۔ سید حاجت محمد کو زکوٰۃ دینے میں بعض نے اجازت لکھی ہے اور صحیح و معتد ظاہر الروایہ عدم جواز کما بینا فی الزھد الباسم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص گناہ کبیرہ میں مبتلا ہوتا ہو اور وہ حسب ہدایت گناہ سے باز آکر اکل الفضل دین و اسلام کے دو برو توبہ کرے اور اس گناہ سے بفضلہ تعالیٰ نجات پائے تو کیا اس کا ایمان کامل ہوا۔ (۲) اس کی امامت جائز ہے (۳) جو لوگ بعد توبہ اس پر اعتراض کریں ان کے واسطے کیا حکم ہے۔ فقط

الجواب

اشد عز وجل توبہ قبول فرماتا ہے هو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ اور پہلی توبہ کے بعد گناہ بالکل باقی نہیں رہتے حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ گناہ سے توبہ کرنے والا بے گناہ کے مثل ہے توبہ کے بعد اس کی امامت میں اصلاً حرج نہیں بعد توبہ اس پر اس گناہ کا اعتراض جائز نہیں حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں غیر اخاہ بذنب لم یمیت حتی یعملہ وفی روایۃ بذنب تاب منه وبہ فسر ابن منیع جو کسی اپنے بھائی کو ایسے گناہ سے عیب لگائے جس سے توبہ کر چکا ہے تو یہ عیب لگانے والا نہ مرے گا جب تک خود اس گناہ میں مبتلا نہ ہو جائے رواۃ الذمذنی وحسنہ عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از میرٹھ مھاؤنی ویرکب مسئلہ عمر بخش خان ماں ۲ ربیع الاول ۱۳۳۲ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ ایک شخص عرصہ چند سال سے امام مسجد رہ کر بباعث وجہات ذیل کے معزول کر دیا گیا ہے (۱) اہتمام زمانہ (۲) اہتمام سرقدیرہائے مسجد وغیرہ اسباب مسجد جو متعلق مسجد اس کے ماتحت تھا (۳) میل عمل قوم لوط۔ جس کے مشاہدہ و معائنہ کے چند اشخاص معتبران شاہد ہیں وغیرہ وغیرہ اب وہ شخص بغیر اجازت بانی مبنی مسجد و متولی مسجد چند اشخاص کے کہنے پر جو ساکنان غیر محلہ اس مسجد کے ہیں امام ہونا چاہتا ہے علاوہ اس کے جو بالفعل امام مسجد بانی و متولی مسجد کے مقرر کیا ہوا ہے اعلم بالسنۃ والحدیث ہونے پر سوا جامع عالم جید ہے اور معزول شدہ کا مبلغ علم صرف کنز الدقائق۔ ایسے شخص کا امام ہونا باوجود جمع وجہات بالا کے جائز ہے یا نہ۔ فقط

الجواب

اہتمام اور بدگمانی تو شرعاً جائز نہیں قال اللہ تعالیٰ یا ایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اللغو قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن الذنب الحدیث مگر جس بات کے معاینہ کے گواہان ثقات بتائے جاتے ہیں وہی مانع امامت کو بس ہیں بلکہ جو ایسے افعال شنیعہ سے متہم ہو چکا اور طبائع اس سے نفرت کرنے لگیں اگر ثبوت نہ بھی ہوتا ہم اس کی امامت میں تقییل جماعت ضرور ہے اور اسی قدر کراہت امامت کو بس ہے اگرچہ واقع میں بے قصور ہو کما نصوا علیہ فی من شاع برصہ والعیاذ باللہ تعالیٰ کما فی الدر وغیرہ بہر حال وہ عالم متقی صحیح خاں کے مقابل کسی طرح مستحق امامت نہیں ہو سکتا خصوصاً جبکہ بانی مسجد و اہل محلہ کو اس سے کراہت ہے فان امر الامامۃ مغوض الی البانی ثم الی الجماعۃ ولا دخل فیہ لاجانب تو غیر اہل محلہ کا اسے مقرر کرنا اصلاً معتبر نہیں ہو سکتا نہ حالت مذکورہ میں کہ قوم بروہ شرعی اس سے کراہت رکھتی ہے خود اسے امام بننا

نا جائز۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلاث لا ترفع صلاتھن فوق اذانھن شبرا وعد منھن من امر وما وھم لہ کارھون واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ اذکار پور توپ خانہ بازار قدیم مسجد سر منارہ ۲۰، ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و متقیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عالم ہے یعنی علم فقہ و حدیث و تفسیر بخوبی جانتے ہیں مگر عالم موصوف بائیں پیر سے مجبور ہیں جس کو لشکر کہتے ہیں زمین میں پیر مذکور کا فقط انگشت لگا سکتے ہیں اور دہنا پیر درست ہے قیام رکوع بھجود بخوبی کر سکتے ہیں یہ عالم مذکور پانچ وقتی نماز کی امامت کر سکتے ہیں یا نہیں اگرچہ عالم دیگر موجود ہو یا نہیں باعبارت و دلائل کے تحریر فرمائیں کہ اس میں کون کسی قسم کا شبہ نہ رہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں ایسے شخص کی امامت بلا شبہ جائز ہے پھر اگر وہی عالم ہے تو وہی زیادہ مستحق ہے اس کے ہوتے جاہل کی تقدیم ہرگز نہ چاہیے اور اگر دوسرا عالم بھی موجود ہے جب بھی اس کی امامت میں حرج نہیں مگر بہتر وہ دوسرا ہے یہ سب اس صورت میں کہ دونوں شخص شرائط صحت و جواز امامت کے جامع ہوں صحیح خوان صحیح الطہارۃ سنی صحیح العقیدہ غیر فاسق معلن در نہ جو جامع شرائط ہوگا وہی امام ہوگا و مختار میں ہے صحیح اقتداء قائم باحد اب وان بلغ حدہ الکوع علی المعتمد و کذا باعوج وغیرہ اولی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از تحصیل چو نیاں ضلع لاہور مسلولہ انوار الحق صاحب ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ ہجری

اس ملک پنجاب میں دین کی بہت سستی ہے خالصکر دیہات میں تو دین مذہب کا کچھ پتا ہی نہیں چنانچہ ہر ایک دیہات میں امام مسجد سوائے چند سورتوں کے یاد رکھنے کے اور کوئی علم نہیں رکھتا اور مقتدیوں کی غرض بھی یہی ہوتی ہے کہ امام مسجد ایسا ہو جو کہ ہماری نیت کو غسل دے سکے یا نکاح پڑھ سکے یا دو تین سورتیں نماز پڑھانے کے واسطے یاد ہوں اور کوئی شوق نہیں چنانچہ ایک گاؤں بنام تیرہ میں ایک امام مسجد ایسی ہی صفتوں والا صبح گو گیا اور وہیں وفات پائی اسی مذکورہ گاؤں میں ایک دہرکارہ جو کہ اپنے آپ کو حنفی کہتا تھا اور پھر بعد میں چند سال وہاں ہی مذہب رہا بعد ازیں چند سال سے چکڑا لوی مذہب ہے اب مذکورہ امام مسجد کی فتیدگی ہر اس نے اس خیال سے کہ میں امام مسجد بن جاؤں مسجد کے متعلق گھروں کی آمدنی میرے کام آوے یہ ظاہر کیا کہ میں نے چکڑا لوی مذہب سے توبہ کی مجھے امام مسجد مقرر کر دیا چنانچہ اسکے ہم خیال چند دوستوں نے اس کو پگڑی پھائی اور اس کو امام مسجد مقرر کر دیا اب چند مسلمان اس کے مخالف اٹھے جن کو اس کے چند مذہب بدلنے کا رنج تھا انھوں نے اس کو معزول کرنا چاہا اب چونکہ وہ کچھ علم رکھتا ہے اس نے کہا کہ میں نے توبہ خالص کر دی ہے اور اب میں حنفی مذہب پر آگیا ہوں اگر تم اب بھی معزول کرتے ہو تو مجھے شریعت کا حکم دکھاؤ میں کہ اسے ہو جاؤں گا چنانچہ وہ کہتا ہے کہ کافر کی توبہ منظور ہے میری کیونکر نہ منظور ہوگی آپتے مسلمانوں کا خیال ہے کہ اگر یہ امام مسجد مقرر رہا تو یہ دین میں رخنہ انداز ہوگا پھر کئی آدمی اس کے موافق ہو جائیں گے پھر ہم میں امنی طاقت نہ ہوگی کہ ان کو سیدھا کریں اس خیال سے وہ چاہتے ہیں کہ اگر کوئی حکم ایسے مشکوک آدمی کے بارے میں ہو تو ہمیں فتویٰ دیا جائے کہ اس کو نکالا جاوے اور اس کے فتنہ سے بے فکر ہو جاویں۔ فقط

الجواب

نماز اہم عبادت ہے اور اس کے لیے غایت احتیاط درکار ہے یہاں تک کہ ہمارے علمائے تصریح فرمائی کہ اگر نماز چند وجہ سے صحیح ٹھہرتی ہو اور ایک وجہ سے فاسد تو اسے فاسد ہی قرار دیں گے امام ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں الصلاة اذا صححت من وجوه وفسدت من وجہ حکم بفسادھا جو شخص ایسا مضطرب الحال ہو کہ اتنے دنوں میں تین مذہب بدل چکا اس کی توبہ بایں معنی قبول کرنے میں کوئی عذر نہیں کہ اگر تو نے دل سے توبہ کی ہے تو اللہ قبول فرمائے والا ہے نیز اسی سبب خفیت کا اظہار کرتے ہوئے اگر وہ مرجائے گا ہم اس کے جنازہ کے ساتھ وہ طریقہ برتیں گے جو ایک متقی حنفی کے ساتھ کیا جاتا ہے لانا انما نحکم بالظاهر والله يتولى السرائر مگر اس قبول توبہ سے یہ لازم نہیں کہ ہم ایسے مضطرب شخص ایسے مشکوک حالت والے کو اپنے ایسے اہم فرض دینی کا امام بھی بنالیں اگر واقعہ میں وہ سچے دل سے تائب ہو اسے تو اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی اور اگر امامت لینے کے لیے توبہ ظاہر کرتا ہے تو وہ نماز باطل و فاسد ہوگی اور اس کی حالت شک ڈالنے والی اور نفع کی طمع اس کی تائید کرنے والی کسی طرح عقل سلیم و احتیاط کا مقتضا ہرگز نہیں کہ اسے امام کیا جاوے وہ پیسہ کے معاملہ میں گواہی کے لیے تو علمائے کرام یہ احتیاط فرماتے ہیں کہ فاسق اگرچہ توبہ کر لے اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی جب تک ایک نماز اس پر نہ گزرے جس سے صدق توبہ و صلاح و تقویٰ کے آثار اس پر ظاہر ہوں کہ جب وہ فاسق ہے تو ممکن کہ اس وقت اپنی گواہی قبول کر دینے کے لیے توبہ کا اظہار کرتا ہو فتاویٰ علیگیری مدنی فتاویٰ قاضی خاں میں ہے الفاسق اذا تاب لا تقبل شهادتہ ما لم يمض عليه زمان يظهر عليه اثر التوبة والصحيح اذا ذلک مفضول الى راء القاضی بلکہ جو جھوٹ کے ساتھ مشہور ہے اس کی نسبت تصریح فرماتے ہیں کہ اس کی گواہی کبھی مقبول نہ ہوگی اگرچہ دوبار توبہ کرے بدائع امام ملک العلام ابو بکر سہود کا شافی پھر فتاویٰ ہندیہ میں ہے والمصروف بالكذب لا عدالة له فلا تقبل شهادتہ ابدان تاب بخلاف من وقع في الكذب مھوا وادابتلی بہ مرة ثم تاب جب دو پیسے کے مال میں یہ احتیاطیں ہیں تو نماز کہ بعد ایمان اعظم ارکان دین ہے اس کے لیے کس درجہ احتیاط واجب شریعت مطہرہ ہرگز ایسے مشکوک شخص کو امام بنانا پسند نہیں فرماتی جو لوگ اس کی امامت میں کوشاں ہیں وہ اللہ و رسول و مسلمانوں سب کے خائن ہوں گے حدیث میں ہے حضور رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من استعمل رجلا من عصابة وفيهم من هو ارضى الله منه فقد خان الله ورسوله والمؤمنين جو کسی جماعت پر ایک شخص کو مقرر کرے اور ان میں وہ ہو جو اس شخص سے زیادہ اللہ کو پسندیدہ ہے تو بیشک اس نے اللہ و رسول اور مسلمانوں سب کے ساتھ خیانت کی رواہ الحاکم وصحیحه وابن عدی والعقيلي والطبرانی والخطيب عن ابن عباس رضي الله عنهما والله تعالى اعلم

مسئلہ - از صدر بازار اشیشن و ڈاک خانہ دانی گنج ضلع بردوان مرسلہ مظفر حسین ۲۳ ربیع الاول ۱۳۳۲ ھ ہجری

ما فوق لکم رحمکم اللہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک مسجد میں مؤذن و امام نبی دونوں کام پر مہمور ہے اور زید مذکور اپنی والدہ کو زود کو بکرتا ہے اس کو چند آدمیوں نے بطور پند کے کہا کہ تم اپنی والدہ کو کس طرح مارتے ہو تو تمہاری نماز و وظیفہ کرنا تمہارا اللہ تعالیٰ کے روبرو کیا کام دیں گے در جواب اس کے زید مذکور نے کہا کہ جس طرح سے اور لوگ غیر عورت سے زنا کرتے ہیں شراب پیتے ہیں اسی طور سے ہمارا مسجد میں بیٹھنے کے وظیفہ و نماز کرنا ہے تو زید مذکور نے نماز و وظیفہ کو تشبیہ دیا ساتھ افعال قبیحہ کے تو اس صورت میں زید کا

مسجد میں اذان کہنا و نماز اس کے عقب پڑھنا عند الشروع جائز ہے یا نہیں بغیر توبہ کیے ہوئے، اور یہ کس درجہ میں شمار ہوگا آیا گناہ کبیرہ میں یا کہ درجہ کفر میں در صورت اگرچہ یہ گناہ داخل ہو درجہ کفر میں تو زید کی زجر اس کے عقد سے خارج ہو جائے گی یا نہیں اور زید مذکور کو بعد ثواب ہونے کے زجر سے از سر نو ضرورت درستی عقد کی پڑے گی یا نہیں جواب بجا کہ کتب معتبر ارشاد ہو۔ بینوا تو جورا

الجواب

صورت مستفسرہ میں وہ شخص سخت فاسق و فاجر مرتکب کبار مستحق عذاب نار و غضب جبار ہے ماں کو ایذا دینا سخت کبیرہ ہے نہ کہ مارنا جس سے مسلمان تو مسلمان کا فہمی پرہیز کر گیا اور گھن کھائیگا حدیث میں ارشاد ہوا ثلثۃ لا یدخلون الجنة وعد منهم العاق لوالدین تین شخص جنت میں نہ جائیں گے اُن میں سے ایک وہ جو اپنے ماں باپ کو ستائے ایسا شخص قابل امامت نہیں ہو سکتا فتاویٰ حمید و غنیہ میں ہے لوقد ہوا فاسقا یا ثون۔ تبیین الحقائق وغیرہ میں ہے لان فی تقدیمہ تعظیہ وقد وجب علیہما اہانتہ شرعاً اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنا گناہ اور پڑھی تو پھیرنی واجب جب وہ ایسا بیباک ہے کہ ماں کو مارتا ہے تو اس سے کیا تعجب کہ بے وضو نماز پڑھائے یا نہانے کی ضرورت ہو جاوے کے سبب بے غسل پڑھاوے اور وہ جو اس نے پند کے جواب میں کہا سخت بیہودہ و بے معنی ہے مگر اُس سے تکفیر نہیں ہو سکتی اُس میں تاویل ممکن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ مسئلہ سید اشرف علی صاحب ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حنفی شافعی کے پیچھے نماز پڑھے تو جائز ہے یا نہیں اور اگر شافعی نماز پڑھا رہا ہے اور حنفی آیا تو اُس جماعت میں شریک ہو یا نہیں۔ فقط

الجواب

اگر شافعی طہارت و نماز میں فرائض و ارکان مذہب حنفی کی رعایت کرتا ہے اُس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے اگرچہ حنفی کے پیچھے افضل ہے اور اگر حال رعایت و عدم رعایت معلوم نہ ہو تو قدر سے کراہت کے ساتھ جائز اور اگر عادت عدم رعایت معلوم ہو تو کراہت شدید ہے اور اگر معلوم ہو کہ خاص اس نماز میں رعایت نہ کی تو حنفی کو اُس کی اقتدا جائز نہیں اُس کے پیچھے نماز نہ ہوگی صورت اول و دوم میں شریک ہو جائے اور صورت سوم میں شریک نہ ہو اور چارم میں تو نماز ہی باطل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ مسئلہ مخیر حسین صاحب از بہایں محلہ سرائے چودھری ۱۶ جمادی اولیٰ ۱۳۳۲ھ

جناب مخدوم مکرم بندہ مولوی صاحب دام ظلکم بعد سلام سنت الاسلام کے عرض خدمت بابرکت میں ہے کہ ایک مسئلہ دریافت کرنے کی ضرورت پڑی وہ یہ ہے کہ جس شخص کے والدین اُس شخص سے کہیں کہ میرے جنازہ پر بھی ہرگز ہرگز نہ آئے اُس شخص کو امام کرنا چاہیے یا نہیں اور مقتدی اُس شخص کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہیں۔ زیادہ حدادب۔ فقط

الجواب

والدین اگر بلا وجہ شرعی ناحق ناراض ہوں اور یہ ان کی استرضائیں حد و قدرت تک کی نہیں کرتا تو اس پر الزام نہیں اور اسکے پیچھے

ناز میں کوئی حرج نہیں اور اگر یہ ان کو ایذا دیتا ہے اس وجہ سے ناراض ہیں تو عاق ہے اور عاق سخت ترک کبیرہ ہے اور اسکے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور امام بنانا گناہ اور اگر ناراضی تو ان کی بلا وجہ شرعی تھی مگر اس نے اس کی پرواہ نہ کی وہ کھینچے تو یہ بھی کھینچ گیا جب بھی مخالف حکم خدا و رسول ہے اُسے حکم یہ نہیں دیا گیا کہ ان کے ساتھ برابری کا برتاؤ کرے بلکہ یہ حکم فرمایا گیا و اخفض لہما جناح الذل من الرحمة بکھادے ماں اور باپ کے لیے ذلت و فروتنی کا بازو رحمت سے اس کے خلاف و اصرار سے بھی فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بریلی مدرسہ منظر اسلام مسئلہ جناب استاذی مولوی رحمہ اللہ صاحب ۵ ارفصلہ ۳۳۳ ہجری کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سے خالد ظاہراً و باطناً کدورت رکھتا ہے حتیٰ کہ زید جس وقت مسجد میں داخل ہو کر سلام نیک کہتا ہے خالد جواب سلام بھی نہیں دیتا اور خالد ہی امامت کرتا ہے ایسی حالت میں زید کی نماز خالد کے پیچھے ہوگی یا نہیں اور زید جماعت ترک کر کے قبل یا بعد جماعت علیحدہ نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں جبکہ خالد دل میں کدورت رکھتا ہے اس کے واسطے کیا حکم ہوتا ہے - بینوا اتجروا

الجواب
محض دنیوی کدورت کے سبب اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں اور اس کے واسطے جماعت ترک کرنا حرام خالد کی زید سے کدورت اور ترک سلام اگر کسی دنیوی سبب سے ہے تو تین دن سے زائد حرام اور کسی دینی سبب سے ہے اور قصور خالد کا ہے تو سخت تر حرام اور قصور زید کا ہے تو خالد کے ذمے الزام نہیں زید خود مجرم ہے - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از قصبہ بی یوہ اشیشن سر بند گورنمنٹ پٹیا لہ مسئلہ شیخ شیر محمد صاحب ۱۶ ارفصلہ ۳۳۳ ہجری کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید و بکر کی نسبت یہ مشترک کیا گیا ہے کہ ہر دو باہم فاعل و مفعول تھے یعنی اغلام کہتے تھے زید مفعول کے دیگر رشتہ داران مثل پدر و برادر قصبہ ہذا میں امامت کرتے ہیں زید کے افعال قبیلہ کی خبر اُس کے برادر اور دیگر رشتہ داران کو بھی تھی جس کی اطلاع ان کو بذریعہ تحریرات کے دی گئی مگر باہم انھوں نے کبھی زید کو اس فعل ناجائز سے نہیں روکا اور نہ کسی قسم کی زجر و توبیخ کی بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ زید کی ناجائز آمدنی سے وہ خود بھی فائدہ اٹھاتے تھے فاعل و مفعول کو ہنگام اختلاط کسی شخص نے مجتہد نہیں دیکھا مگر واقعات اس امر کو پائے ثبوت پر پہنچا ہے ہیں مثلاً برادر بکر کا تمام شب دونوں کو ایک جا دکھنا اور بکر کی گوشالی کرنا اور تحریرات کا عام لوگوں میں بذریعہ ڈاک روانہ کیا جانا اور زید کا عام لوگوں میں اپنی مفعولیت کا اقرار کرنا اور رہا یہاں پولیس کے روبرو زید کا اقبالی بیان تحریر کرنا اور اس کے برادر کا تائید کرنا زید کا معمولی حیثیت کا آدمی ہونا مگر زید و زینت اس درجہ رکھتا اور اس کے بعد برادر کا اس طرف توجہ نہ کرنا پس دریافت طلب یہ امر ہے کہ جو شخص خلاف وضع و حرام فعل کریں یا لکھیں ان کی امامت شرعاً جائز ہے یا نہیں اور اگر مفعول کے پدر و برادر وغیرہ کو اس امر کی خبر ہو اور وہ چشم پوشی کر کے ان کو ممتنع نہ کریں تو ان کی امامت کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے امید کہ قول مفتی بہ بحوالہ کتب تحریر فرما کر شکر فرمائیں -

الجواب

یہ سخت شدید گناہ کبیرہ ہے اور فاعل و مفعول بھی اگر بالغ و غیر مجبور ہوں فاسق ہیں ان کی یہ حالت اگر صحیح طور پر معروف مشہور ہو یا وہ خود اقرار کرتے ہوں جس طرح یہاں زید کا اقرار مذکور ہے نہ صرف قیاسات و سوائے ظن جن کا شرع میں اعتبار نہیں بلکہ ان وجوہ پر کبیرہ کی نسبت کرنے والے خود ہی مرتکب کبیرہ ہوتے ہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے لولا اذ سمعتموه ظن المؤمنین والمؤمنات بانفسهم خیرا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایاکم والظن فان الظن الذنب الحدیث اس پر لحاظ و کارروائی جائز نہیں بلکہ وجہ صحیح شرعی سے ثابت و معروف ہو تو فاسق معنی ہیں ان کو امام بنانا گناہ ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنا گناہ اور پھینکا واجب اور اگر ثبوت شرعی و اقرار معروف نہ ہو مگر لوگوں میں افواہ اڑ گئی ہو جن کے سبب ان سے نفرت اور ان کی امامت میں جماعت کی قلت ہو تو اس حالت میں ان کی امامت مکروہ تنزیہی ہے وان لم یثبت الذنب بل لولم یکن لان الظن ان الذنبة کمین شاع برصہ والعیاذ باللہ تعالیٰ پدر و برادر اگر اس کے روکنے پر قادر ہیں اور نہیں روکتے یا اس فعل پر راضی ہیں تو وہ بھی فاسق ہیں قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا قوا انفسکم واهلیکم نارادودھا الناس والحجارة وقال تعالیٰ کانوا لا یبتاعون عن منکر فاعلوه ان کی یہ حالت اگر معروف ہو تو ان کا بھی وہی حکم ہے کہ انہیں امام بنانا گناہ اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی فتاویٰ حجت و فنیہ میں ہے لوقد موافقا یا شعون اور اگر اس حرام کمائی سے ان کا فائدہ لینا اسی طرح بہ ثبوت شرعی ثابت ہو نہ فقط اتنا کہ کہا جاتا ہے یہ کوئی چیز نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں بیش مطیۃ الرجل زعموا رواہ احمد وابوداؤد عن حفص رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو حرام خوار بھی ہیں اور اول سے سخت تر دور کرنے کے سزاوار اور اگر بقدر قدرت منع کرتے ہوں اور وہ باز نہیں آتا اور یہ اس ملعون کمائی سے فائدہ نہیں لیتے تو ان پر الزام نہیں قال اللہ تعالیٰ لا تزنا وازراۃ وذرنا سخوی لیکن الفہم عام کی بنا پر نفرت و تقلیل جماعت ہو تو ان کی امامت مکروہ تنزیہی اور نامناسب ہوگی اگرچہ پہلی صیحت کی طرح مکروہ تحریمی اور گناہ نہیں یہاں بھلا اللہ تعالیٰ فتویٰ پر کوئی فیس نہیں لی جاتی بفضلہ تعالیٰ تمام ہندوستان و دیگر ممالک مثل چین و افریقہ و امریکہ و خود عرب شریف و عراق سے آتے آتے ہیں اور ایک ایک وقت میں چار چار سو فتوے جمع ہو جاتے ہیں بھلا اللہ تعالیٰ حضرت جد امجد قدس سرہ العزیز کے وقت سے اس مسئلہ تک اس روز اس سے فتوے جاری ہوئے اکانوے برس اور خود اس فقیر غفرلہ کے قلم سے فتوے نکلے ہوئے ہوں اللہ تعالیٰ کا دانہ برس ہونے آئے یعنی اس صفر کی ۱۴ تاریخ کو پچاس برس چھ مہینے گندے اس نو کم سو برس میں کتنے ہزار فتوے لکھ گئے بارہ جلد تو صرف اس فقیر کے فتوے کے ہیں بھلا اللہ تعالیٰ یہاں کبھی ایک پیسہ نہ لیا گیا دلپا جائیگا بونہ تعالیٰ ولا الحمد معلوم نہیں کون لوگ ایسے پست نظرت و بی ہمت ہیں جنہوں نے یمینہ کسب کا اختیار کر رکھا ہے جس کے باعث دوردہ کے نادان مسلمان کئی بار بوجھ چکے ہیں کہ نہیں کیا ہوگی بھائیو منا استککم علیہ من اجوان اجوی الاعلیٰ رب العلمین میں تم سے اس پر کوئی بوجھ نہیں لگتا میرا اجر تو سارے جہان کے پروردگار پر ہے اگر وہ چاہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از مبہنی محلہ قصابان پوسٹ ۳۰ مرسلہ مولوی عبدالرزاق ۱۸ شعبان ۱۳۳۳ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید چند ماہ تک پہلے ایک مسجد میں امامت کرتا رہا اور وہاں پر زید کی کئی حرکتیں معلوم ہوئیں کہ پیشاب کر کے ڈھیلا نہ لینا بلکہ پیشاب و پاخانہ کر کے اُسی وقت اُسی جگہ پانی سے استنجا کر کے اور لنگوٹ باندھ کر نماز پڑھنا اور بازاری عورتوں کے ساتھ خلا ملا مزاج و مسخر کرنا ان باتوں کا جو چاہل جماعت میں ہونے کو تھا کہ زید دوسری مسجد میں منتقل ہو گیا وہاں بھی اس کی وہی حرکتیں بدستور قائم رہیں جب لوگوں نے اُس کو لنگوٹ باندھنے اور ڈھیلا نہ لینے کی نسبت پوچھا تو کہا میں معذور ہوں ڈھیلا نہیں لے سکتا اور لنگوٹ بھی بوجہ عذر کے باندھتا ہوں مگر نماز کے وقت صرت کپڑے بدل لیتا ہوں اور خلا ملا عورتوں سے بدستور لوگ اس کی ایسی حرکتوں سے سخت بیزار ہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے بھی سخت ناراض ہیں بلکہ لوگوں نے اُس کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کر دیا چند لوگ اپنی نفسانیت سے اُس مکار کی حمایت پر اڑے ہیں باوجود اس کے معذور ہونے اور یہ حرکتیں معلوم ہونے کے بھی اس کو علیحدہ اس منصب سے نہیں کرنا چاہتے اب زید نے اپنی سفاکی اور بے دینی کی وجہ ان کو یہ سبق پڑھا رکھا ہے کہ حدیث میں ہے دَعِ مَا يَوْيِلُكَ اِلَى مَا يَرْيِبُكَ وَ اِنْ اِقْتَالَ الْمَهْزُونُ كَمْ تَجْعَلُ كَيْسِيْزٍ فِيْ شَاكٍ يَّاشِبُهُ اَسْجَادُ دَعِ مَا يَجْعُوْ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ اَسْجَادُ دَعِ a

گمراہ کرے اُس کا کیا حکم ہے۔ بینوا تو جروا

الجواب

یہاں چند امور قابل لحاظ (۱) مرد کو پیشاب کے بعد استبراء کے اثر بول منقطع ہو جانے پر اطمینان قلب حاصل ہو جائے فرض ہے یعنی عملی کہ واجب کی قسم اعلیٰ ہے جس کے بغیر عمل صحیح نہیں ہوتا و لہذا بعض نے فرض نبض نے واجب نبض نے لازم فرمایا کہ فرض واجب دونوں کو شامل ہے پھر اس میں طبائع مختلف ہیں بعض کو وہ نم کہ سوراخ ذکر پر بعد بول زائل ہوتے ہی اطمینان ہو جاتا ہے کہ اب کچھ ڈائے گا بعض کو صرف دو تین بار کھنکھارنا کافی ہوتا ہے بعض کو ذکر کا دو ایک بار اوپر سے نیچے کو مل دینا اور بعض کو ٹپلنے کی حاجت ہوتی ہے دس قدم سے چار سو قدم تک بعض کو بائیں کروٹ پر لیٹنا بعض کو ران پر ران رکھ کر ذکر کو دبا ہوا غرض کہ مختلف طریقے ہیں اور ہر شخص اور اُس کی طبیعت و مختار میں ہے عجب الاستبراء بمشی و اد تخیخ و اد نوم علی شقہ الایسو و مختلف بطباع الناس رد المحتار میں ہے فی الغنویۃ المروءۃ کالرجل الافان لا استبراء علیہا بل کما فرغت تصیر ساعۃ لطیفۃ ثم تستنجدی و مثله فی الامداد و غیرہ بالوجوب تبعاً للدر و غیرہا و بعضہم عبر بانہ فرض و بعضہم بلفظ ینبغی و علیہ فہو مندوب کما صرح بہ بعض الشافعیۃ و محلہ اذا من خروج شیء جده فیندب ذلک مبالغۃ فی الاستبراء و المراد الاستبراء بخصوص هذه الامشیاء من

لخوامشی والتخیر اما نفس الاستبراء حتی یطمئن قلبہ بزوال الرشح فهو فرض وهو المراد بالوجوب ولذا قال الشرنبلالی یلزم
الرجل الاستبراء حتی یزول اثر البول ویطمئن قلبہ وقال عبرت بالزوم لكونه اقوی من الواجب لان هذا یفوت الجواز بقوته
فلا یصح له الشروع فی الوضوء حتی یطمئن بزوال الرشح اه زید اگر ایسا ہو کہ وہیں بیٹھے بیٹھے کھٹکھٹانے یاٹنے سے اسے اطمینان صحیح
ہو جاتا ہو اور بعد استبراء صرف پانی سے استنجہ کرے جب تو یہ فرض ادا اور وضو صحیح ہو جاتا ہے اور اگر مثلاً ٹٹن وغیرہ اسے دکا رہے ہے اسے
ادائیگی پانی سے دھولیتا ہے تو فرض کا تارک ہے اور اسی حالت میں وضو کرے تو وضو ناجائز اور اس کی نماز باطل امامت تو دوسری چیز ہے تو
حالت زید مشکوک ہوئی بلکہ دریافت کرنے پر اس کا یہ نہ بتانا کہ مجھے جتنے خفیف استبراء کی حاجت ہے کر لیتا ہوں زیادہ کی ضرورت نہیں بلکہ اپنی
معذوری کا عذر پیش کرنا اس کی حالت کو مشتبہ ترکرتا ہے اور وہ خود حدیث پڑھ چکا ہے کہ شبہ کی بات چھوڑو اگرچہ لوگ کچھ فتویٰ دیں تو اس نے
خود مان لیا کہ مسلمانوں کو اس کی امامت سے احتراز کا حکم ہے اور اگر کوئی مفتی اس کی امامت پر فتویٰ بھی دے تو نہ مانا جائے (۲) یہاں تک تو
اس کی امامت صرف مشتبہ ٹھہری اور خود اس کی پڑھی ہوئی حدیث سے اس کے چھوڑنے کا حکم ہوا مگر اگلا بیان صراحتہ اس کی امامت کو باطل
محض کر رہا ہے وہ اپنے آپ کو ڈھیلا لینے سے معذور بتاتا ہے اور عادت کوئی عذر ڈھیلا لینے سے مانع نہیں مگر یہ کہ محل استنجہ پر زخم ہو
یا دانے پکے یا پکنے پر ہیں جن میں ریم ہے ان کے سبب ڈھیلا کی رگڑ کی تاب نہیں زخم کی حالت تو ظاہر حق کی اس سے نہ وضو ہوتا نہ کپڑے
پاک دانوں میں احتمال تھا کہ شاید ابھی آب و ریم نہ دیتے ہوں مگر اس کا کہنا کہ لنگوٹ بھی بوجہ عذر کے باندھتا ہوں مگر نماز کے وقت صرف
کپڑے بدل لیتا ہوں صاف دلیل روشن ہے کہ وہ دانے آب و ریم دیتے ہیں اور اتنا جس سے ہر وقت کپڑا نچس ہوتا ہے جب تو ناف کے
وقت اسے کپڑے بدلنے کی ضرورت پڑتی ہے تو اب کھل گیا کہ وہ معذور شرعی ہے اور معذور کی امامت غیر معذوروں کے لیے یقیناً
باطل محض ہے کما نص علیہ فی الکتب کلھا (۳) اس شاعت کبریٰ کے بعد باقی امور کی طرف توجہ کی زیادہ حاجت نہیں در
اس میں اور بھی وجہ ہیں جن پر شرع مطہر اسے امام بنانے سے منع فرماتی ہے مثلاً فاحشہ عورتوں سے خلا ملا مزاج شہر۔ استباہ وغیرہ
میں ہے الخلوۃ بالاجنبیۃ حرام تو یہ حرام کا مرتکب پھر اس پر مضر پھر اس میں مشہر ہے تو فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کو امام
بنانا گنہ فتاویٰ حرمہ وغنیہ میں ہے لو قد موافقاً یا ثون تبیین الحقائق وغیرہ میں ہے لان فی تقدیمہ تعظیہ وقد وجب علیہم اہانتہ
شرعاً اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کما فی الغنیۃ وغیرہا واقعہ فی رد المحتار تو جتنی نمازیں اس کے پیچھے اس حالت میں پڑھی ہوں سب
مقتدوں پر ان سب کا پھیرنا واجب اگر نہ پھیریں گے گنہگار رہیں گے اگرچہ دس برس کی نمازیں ہو کما حکم کل صلاۃ ادیت مع
کراۃ الخوید کما فی الدر المختار وغیرہ (۴) مقتدیوں کا اس کے عیوب کے باعث اس کی امامت سے ناراض ہونا۔ ایسے کی نماز
اس کے کانوں سے ادھر نہیں جاتی یعنی آسمانوں پر جانا اور بارگاہ عزت میں حاضر ہونا تو بڑی بات ہے وہیں کی وہیں پرانے چیمٹے کی طرح
پیش کر اس کے منہ پر مادی جاتی ہے اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثۃ لا ترفع
صلواتہم فوق رؤسہم شبرا رجل اذ قوما دھملہ کا دھون وامرأۃ بانث ذذجھا علیہا ساخطا و اخوان متصارمان رواہ ابن
ماجہ وابن حبان عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما یسند حسن دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

ثلثة لا يقبل الله منهم صلاة من تقدم قوما وهم له كارهون ورجل ياتي الصلاة دبارا والد بآذان ياتيها بعد ان تقوته ورجل اعتد محرابا راه اجدوا ودا بن ماجه عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما تيسري حديث من ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایما رجل امر قوما وهم كارهون لم تجز صلاته اذنيه رواه الطبراني في الكبير عن طلحة ابن عبيد الله رضي الله تعالى عنه چوتھی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثة لا يقبل الله منهم صلاة ولا تصعد الى السماء ولا تجاوز رؤسهم رجل امر قوما وهم له كارهون ورجل صلى على جنازة ولم يوروا امرأة دعاها زوجها من الليل فابت عليه رواه ابن خزيمة عن عطاء ابن دينار وسند اخر عن انس بن مالك متصل رضي الله تعالى عنه پانچویں حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثة لا تجاوز صلاتهم اذا هم العبد الابن حتى يرجع وامرأة بآذان وزوجها عليها ساخط وامام قوم وهم له كارهون رواه الترمذي عن ابي امامة رضي الله تعالى عنه وقال حسن غريب تنويرا لا يصار در مختار میں ہے ولو امر قوما وهم له كارهون ان الكراهة لفساد فيه اولانهم احق بالامامة منه كره ذلك لمحمدا (۵) اُس کے سبب تفریق جماعت کے سوال میں ہے لوگوں نے اُس کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کر دیا جس کے سبب تفریق جماعت ہو اُسے امام بنانا منع ہے اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے اگرچہ وہ خود بے قصور ہو جیسے برص والا نہ کہ وہ خود فاسد رکھتا ہے در مختار میں ہے کذا تکره خلف ابرص شاع برصه واستظهر في رد المحتار ان العلة النفرة ولذا قيد الابص بالشيوع وليكون ظاهرا اه اقول ليس محل الاستظهار بل العلة هي هي لا شك ثم الذي يظهر لي ان كراهة الصلاة خلفه تنزيهية كما هو قضية كلام الشامي اذ يقول تحت قول الدر هذا وكذا لك اعرج يقوم ببعض قدمه فلا اقتداء بغيرة اولى تا تاريخانية وكذا اجزم بوجندي اهدان لماره في امامة البرجندی من شرحه للنقابة لكن كراهة تقديمه اذ يبلغ التنفير الى ترك الناس الجماعة كما في السؤال ينبغي ان تكون كراهة تحريم لما فيه من النقص الصريح لمقصود الشارع صلى الله تعالى عليه وسلم من شرعية الجماعة واجبا بها وقد قال صلى الله تعالى عليه وسلم بشر واولا تنفروا والتنفير المعلن به في الهداية كراهة تقديم العبد والاعصى والاسى الى لا يبلغ عشر هذا بل هو نادر محتمل وهذا غالب متحقق فانظر قاضيا هذا عندى والعلم بالحق عند ربى عز وجل (۶) اُس کا کہنا کہ بیبی میں کوئی مکان یا گلی کو چہ ایمان ہوگا جس میں شبانہ روز زنا نہ ہوتا ہو اگر وہ تمہیں تمہیں کرتا تو بیبی کے لاکھوں مسلمان مردوں، مسلمان پارسا بیبیوں پر صیغہ تممت ملعونہ زنا تھی جس کے سبب وہ لاکھوں قذوف کا مرتکب ہوتا اور ایک ہی قذوف گناہ کبیرہ ہے اور قذوف کرنے والے پر لعنت آئی ہے تو وہ ایک سانس میں لاکھوں گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا اور لاکھوں لعنتوں کا استحقاق پاتا ہے مگر اس نے مکان اور کوچہ میں تردید سے تعظیم کو روکا اور ”نہوگا“ کے لفظ سے جزم میں فرق ڈالا پھر بھی اس قدر میں شک نہیں کہ اُس نے وہاں کے عام مسلمان مردوں، بیبیوں کی حرمت بردھت لگایا اور اسے خاص محترم سمجھا میں کہہ کر مسلمانوں کو ناسخ بدنام کرنے اور اُن میں اشاعت فاحشہ کا بوجھ اپنی گردن پر اٹھایا اور بکثرت مسلمانوں کو بلا وجہ شرعی ایذا دی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من اذى مسلما فقد اذنى ومن اذنى فقد اذى الله جس نے کسی مسلمان کو ناسخ ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے اللہ عز وجل کو ایذا دی رواه الطبراني في الاوسط عن انس رضي الله تعالى عنه بسند

حسن اللہ عزوجل فرماتا ہے ان الذین یحبون ان تنصیب الفاحشة فی الذین امنوا لہم عذاب الیم فی الدنیا والاخرۃ جو یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بیچوائی کی بات کا جرحا پھیلے ان کے لیے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے جب اُس پر دونوں جہان میں عذاب شدید کی وحید ہے تو یہ بھی کبیرہ ہوا اور مرتکب کبیرہ فاسق ہے اور یہ فتنہ بالاعلان برسر مجلس دغما ہوا تو اس وجہ سے بھی وہ شخص فاسق ملعن ہوا اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی (۶) ظاہر ہے کہ وہ جاہل ہے اور باد صفت جبل اُس نے فتوے پر اقدام کیا اور ایشاد اقدس حدیث کو اٹا اور مفتیان شریعت مطہرہ کے فتوؤں کو بے اعتبار کہا اور عوام جہال کو ردق وائے شریعت پر دیر کیا تو بلاشبہ وہ ضال ضل ہوا خود گمراہ داروں کو گمراہ کرے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اتخذ الناس رؤسا جھالا فاستلوا فافوا بغير علم فضلوا واضلوا لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے اور ان سے مسئلہ پوچھیں گے۔ بے علم فتویٰ دیں گے آپ بھی گمراہ ہوئے اوروں کو بھی گمراہ کریں گے رواہ الامتۃ احمد والبخاری ومسلم والترمذی وابن ماجہ عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس صورت میں اس کی امامت دکنار اس کے پاس بیٹھنا منع ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایاکم وایا ہم لا یصلو تکم ولا یقتولکم ان سے دور رہو اور انھیں اپنے سے دور کرو کیوں وہ تمھیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں رواہ مسلم عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسی حالتوں میں جو اس کی حمایت کریں اس کی امامت قائم رکھنا چاہیں مسلمانوں کے بدخواہ ہیں اور ان کی نازوں کی خرابی بلکہ تباہی و بربادی چاہنے والے اور اللہ و رسول کے خائن اللہ عزوجل فرماتا ہے ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان گناہ اور حد سے بڑھنے پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من مشی مع ظالم وہو یعلم انه ظالم فقد خرج من الاسلام جو دانستہ کسی ظالم کی مدد کو چلے وہ اسلام سے نکل جائے رواہ الطبرانی فی الکبیر والبیضاوی صحیحہ المختار عن اوس بن شریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من استعل رجلا من عصابة وفہم من ہوا رضی اللہ عنہ فقد خان اللہ ورسولہ والمومنین جو کسی جماعت میں ایک شخص کو ان پر مقرر کرے اور اس جماعت میں وہ موجود ہو جو اللہ عزوجل کو اس سے زیادہ پسند ہے بیشک اس نے اللہ ورسول اور مسلمانوں سب کی خیانت کی رواہ الحاکم وابن عدی والحقیل والطبرانی والخطیب عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان لوگوں پر لازم ہے کہ توبہ کریں اور اس کی حمایت سے باز آئیں اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ اُسے امامت سے معزول کریں اور کسی صالح امامت کو امام بنائیں اور حدیث مجتہد کے لیے ہے جسے کسی امر میں دلائل متعارض معلوم ہوں وہ اسے ترک کرے گا اور دوسرے مجتہد کی تقلید اُس پر نہیں یا اہل ورع کے لیے ان خاص امور دقیقہ میں ہے جن پر ظاہر شریعت مطہرہ سے فتویٰ جواز ہوگا اور متورع محتاط کا قلب اس پر مطمئن نہ ہوگا وہ اس کے پیچھے گا نہ اس لیے کہ فتویٰ متبرنین بلکہ اس لیے کہ ایسی جگہ مقام تقویٰ فتویٰ سے اعلیٰ ہے ایک بی بی سیدنا امام احمد کے پاس حاضر ہوئیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مسئلہ پوچھا بادشاہ کی سواری نکلتی ہے کیا میں اس کی روشنی میں سوئی میں ٹھہرا ڈال سکتی ہوں امام نے ان کی طرف نظر اٹھائی اور فرمایا آپ کو ان میں کیا میں بشر حافی کی بہن ہوں رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا ایسا ورع تمھارے گھر سے نکلا ہے وباللہ التوفیق واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از چہ ہر اڈاک خانہ بانسی مرسلہ محمد کلیم الدین صاحب ۱۴۲۱ھ رجب الآخر ۱۳۳۳ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بروز جمعہ بعد نماز فجر قبل فرض جمعہ کوئی نماز پیش منسلی پر خواہ اشراق ہو

یا قبل الجمعہ غرہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں بعض علما فرماتے ہیں منع ہے بعض فرماتے ہیں جائز ہے۔ بینوا تو جردا

الجواب

وہ مصلیٰ اگر واقف نے صرف امامت کے لیے وقف کیا ہے تو امام و غیر امام کوئی اُسے دوسرے کام میں نہیں لاسکتا اگرچہ صراحۃً یا وہاں کے عرف کے سبب دلالت ممانعت اور اگر صرف امام کے لیے بطور مذکور وقف ہوا ہے تو امام اس پر نوافل بھی پڑھ سکتا ہے دوسرے کچھ نہیں اور اگر عام طور پر وقف ہوا یعنی صراحۃً تخصیص ہے نہ دلالت تو غیر وقت امامت میں ہر شخص اس کو فرائض و نوافل سب کے کام میں لاسکتا ہے بلکہ درس و تدریس کے بھی کما فی القنیۃ واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از حسن پور ضلع مراد آباد مرسلہ طفیل احمد صاحب قادری برکاتی رضوی سلمہ اللہ القوی ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۳۳ ہجری

حضور مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ دیوبندی کے پیچھے نماز نہیں ہو سکتی تو حضور ہم نے جو بے خبری میں ان کے پیچھے نماز میں پڑھی ہیں ان کا کیا کیا جائے اور حضور حسن پور سب مسجدوں میں وہی لوگ امام ہیں تو اب ہم کیا کریں اور اگر اپنی اپنی نماز پڑھ لی تو نماز جمعہ کو کیا کیا جائے کیونکہ جہاں جہاں جمعہ ہوتا ہے وہی امام ہیں اور عیدین بھی وہی پڑھاتے ہیں اور جنازہ کی بھی اور نماز تراویح بھی پھر یہ کہ جب ہم مریں گے تو ہمارے جنازوں کی نماز بھی یہی پڑھائیں گے تو حضور ہم بے نماز ہی دفن ہوں گے کیونکہ اگر انھوں نے پڑھائی بھی تو وہ نماز ہی کیا ہوئی اور سنی بس ہم دو تین شخص ہیں اول حضور کوئی ایسی ترکیب ارشاد ہو کہ جو نمازیں ہم نے اُن کے پیچھے پڑھی ہیں معاف ہو جائے کیونکہ ہمارے ایمان ایسے مکرور ہیں کہ ہم سے بیچ وقت نماز بھی ادا نہیں ہوتی تو حضور ان کی ادا کی کیا صورت ہو وہ تو معاف ہونی چاہیے کیونکہ بے خبری میں ایسی خطا ہوئی اور یہ بھی ناممکن ہے کہ حسن پور چھوڑ دیا جائے حضور اس پر کچھ توجہ فرمائی جائے اور کوئی سبیل نکال دی جائے۔ اور فوراً جو مسئلہ دریافت کرنا ہو وہ کس سے دریافت کیا جائے کیونکہ وہاں جو عالم ہیں وہ وہی ہیں گو حسن پور میں میلاد شریف، تیجہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ کثرت سے ہوتا ہے مگر یہ خبر نہیں کہ ان کے پیچھے نماز بھی نہ پڑھی جائے۔

الجواب

دیوبندی عقیدے والوں کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ ہونگی ہی نہیں فرض سر پہ ہے گا اور ان کے پیچھے پڑھنے کا شدید عظیم گناہ۔ علاوہ امام محقق علی الاطلاق فتح القدر شرح ہدایہ میں ہمارے تینوں ائمہ مذہب امام اعظم دامام ابو یوسف دامام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نقل فرماتے ہیں لا تجوز الصلاة خلف اهل الاھواء اس میں سب برابر ہیں نماز بیجا نہ ہو خواہ جمعہ یا عید یا جنازہ یا تراویح کوئی نماز ان کے پیچھے ہو سکتی ہی نہیں بلکہ اگر (ان کو قبل امامت یا مسلمان جانتا بھی درکنار) ان کے کفر میں شک ہی کرے تو خود کافر ہے جبکہ ان کے خبیث اقوال پر مطلع ہو۔ علمائے کرام حرمین شریفین بالاتفاق فرماتے ہیں من شک فی عذابہ و کفرا فقد کفر جو شخص ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے جب وہاں میلاد شریف اور سوم وغیرہ کرنے والے بکثرت ہیں تو ضرور وہ لوگ دیوبندی نہیں انھیں علمائے کرام مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ کے فتوے (کہ دشمن بر سر سے چھپ کر تمام ملک میں شائع ہو رہے ہیں) دکھائیے اور رسالہ تنہید ایمان پڑھ کر سنائیے الحمد للہ مسلمان ایسے نہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے کے پیچھے نماز جائز جانیں یا اُسے مسلمان

مانیں انشاء اللہ تعالیٰ اللہ عزوجل ضرور ہدایت و اثر پہنچنے گا اور مسلمان ہوشیار ہو کر ان کے پیچھے نماز چھوڑ دیں گے اور سنی امام اپنے لیے پنجگانہ و جمعہ و عیدین و جنازہ سب کے لیے مقرر کریں گے اور لوگ بالفرض کوئی نہ سنے تو دو آدمی مل کر سوائے جمعہ سب نمازوں پنجگانہ و عید و جنازہ وغیرہ میں جماعت کر سکتے ہیں ایک اور ایک مقتدی بس کافی ہے اور جمعہ کے لیے ایک شخص اہل کو امام مقرر کیجیے کہ وہی عیدین کی بھی امامت کرے اور جمعہ میں کم سے کم تین مقتدی ہوں جمعہ ہو جائے گا زیادہ نہ مل سکیں تو کچھ حرج نہیں مگر یہ ضرور ہے کہ جمعہ و عیدین اعلان کے ساتھ ہوں ظاہر کر دیا جائے کہ مسلمانوں کا جمعہ و عید ظناں جگہ ہوگی جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے گا شریک ہو جائے گا ان کے پیچھے جو نمازیں بے خبری میں پڑھیں ان کا علاج ایک تو یہ ہے دوسرے یہ ضرور ہے کہ ان نمازوں کی قضا پڑھی جائے اندازہ اتنا کر لیا جائے کہ کوئی نماز باقی نہ رہ جائے زیادہ ہو جائیں تو حرج نہیں۔ اگر کوئی شخص دارالحرب خاص کفار کی بستی میں بے جہاں مثلاً صرت ہندو ہوں اور وہ کے کہ میں یہاں کی سکونت تو چھوڑ نہیں سکتا یہ بتاؤ کہ فوری ضرورت کے مسئلہ کس سے پوچھوں تو کیا اُس سے یہ کہہ دیا جائے گا کہ پنڈت سے پوچھ لیا کرو اناللہ وانا الیہ راجعون۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از موضع سرادک خانہ تیلو تو ضلع شاہ آباد آ رہہ مرسلہ شیخ مدار بخش ۸ ربیع الآخر ۱۳۳۸ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص معمولی اردو خواں موزنی بھی کرتا ہے اور امامت بھی کرتا ہے اور وہی شخص گھر گھر سے صدقہ فطر مال زکوٰۃ دکھال قربانی وغیرہ لیتا اور کھاتا ہے اور قبرستان میں جو غلہ اور پیسہ کوڑی خیرات کیا جاتا ہے وہ بھی لیتا ہے اور اس کا پیشہ یہی ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں امام کے لیے کون کون شرائط ہے کیسے شخص کو امام ہونا چاہیے اگر بجائے شخص مذکور کے دوسرا شخص جو ان باتوں سے محتاط ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا افضل ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر وہ فقیر ہے صاحب نصاب نہیں رسید ہاشمی ہے تو ان اموال کا لینا اُسے جائز ہے اور اس وجہ سے اُس کی امامت میں کوئی حرج نہیں۔ امامت کے لیے صحیح الاسلام صحیح الطہارت صحیح القراءة سنی صحیح العقیدہ غیر فاسق ملعون درکار ہے جس میں ان باتوں سے کوئی کم ہوگی اس کے پیچھے نماز ہوگی ہی نہیں یا مکروہ تحریمی ہوگی اس شخص میں ان باتوں میں سے کوئی بات مکرم ہے تو اس کی امامت جائز نہیں۔ وجہ ہے کہ دوسرے کو جو ان باتوں کا جامع ہو امام کریں اور اگر یہ سب باتیں اُس میں ہیں تو اس کی امامت میں حرج نہیں پھر دوسرا اگر نماز و طہارت کے سائل اس سے زیادہ جانتا ہے تو وہ دوسرا ہی اولیٰ ہے اور اگر یہ زیادہ جانتا ہے تو یہی بہتر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از کراچی گاڑی احاطہ محلہ رام باغ مرسلہ نور احمد ولیڈنہ واکانی ہمیز ۸ ربیع الآخر ۱۳۳۸ ہجری

جس امام کو اس کے عقائد پوچھے جائیں اور وہ نہ بتائے تو اس کی اقتدا جائز ہے یا نہیں۔ (۲) جو امام وقت مقررہ کا پابند نہ ہو یعنی کہ نماز مقررہ وقت پر پڑھنا عرشِ اعظم پر لکھا ہوا ہے کیا حالاً کہ مصلیوں کی آسانی کے لیے جماعت نے وقت مقرر کیا اُس کو کیا سمجھنا چاہیے۔ (۳) جس امام سے جماعت کے بعض آدمی ناراض ہوں اور بعض اس کی خوشامد کرتے ہوں تو ایسے کی اقتدا کرنا جائز ہے یا نہیں (۴) جس امام کے دونوں ہاتھ ہوں مگر ایک ہاتھ یعنی سید ہاتھ نکلتا ہو اور بائیں ہاتھ سے اُبدست لیتا ہو استنجا کرتا ہو وضو کرتا ہو

اور کھانا کھاتا ہو امام ہو سکتا ہے یا نہیں۔

الجواب

(۱) اپنا عقیدہ و مذہب دریافت کرنے پر نہ بتانے سے ظاہر یہی ہے کہ اُس میں کچھ فساد ہے ورنہ دین بھی کچھ چھپانے کی چیز ہے اُس کی اقتدا ہرگز نہ کی جائے کہ بطلان نماز کا احتمال قوی ہے اور نماز اعظم فرض اسلام سے ہے اُس کے لیے سخت احتیاط مطلوب یہاں تک کہ امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا اذا فسدت الصلاة من وجه وصحت من وجوه حکم بفسادها والله تعالى اعلم (۲) اس میں دونوں ہی باتیں ہیں بعض مقتدیوں کے مزاج میں تشدد اس قدر ہوتا ہے کہ وہ چند منٹ کا آگاہی چھاروا نہیں رکھتے ایسی حالت میں اگر امام نے اُس پر انکار کیا بیجا نہ کیا اور اگر امام کی طرف سے بلا وجہ شرعی تکاسل ہے اور اس جماعت کو تکلیف پہنچتی ہے تو اس پر الزام ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۳) رنجیدگی دیکھی جائے گی اگر اُس میں کسی قصور شرعی کی وجہ سے ہے تو اُسے امام بنانا گناہ ہے اور حکم حدیث اُنکی نماز مقبول نہ ہوگی ثلثہ لا ترفع صلاتہم فوق اذانہم شبرا الى ان قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومن امر قوما وھملہ کارھون اور اگر اس میں کوئی قصور شرعی نہیں تو اس کی امامت میں کوئی حرج نہیں اور ان رنج رکھنے والوں پر وبال ہے کما نص علیہ فی الدلائل واللہ تعالیٰ اعلم (۴) ہو سکتا ہے بلکہ اگر وہی حاضرین میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہو تو وہی امام کیا جائے گا کما نصوا علیہ فی الملتون والشروح والفتاویٰ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ابراہیم بن صدر بازار دوکان سیٹھ حاجی احمد حاجی کریم محمد شریف جنرل مرچنٹ مرسلہ عبداللہ ولد حاجی ۳۲ ربیع الآخر ۱۳۳۳ھ امام صدر راہباعت افتادون از ستور در یک دست تشیع واقع شدہ است الیں و جردست ماؤذہ ابوقت تکبیر تحریر مس فرمہ گوش منی شود آیا دیریں صورت امامت او بظاہر امامت جائز است یا نہ۔

الجواب

جائز است بلکہ اگر اعلم قوم است ہوں الحق بامامت است واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از سیٹا پور محلہ قضاہ مرسلہ الیاس حسین صاحب ۳۲ ربیع الآخر ۱۳۳۳ھ جب ایک عالم اور شریف ہے مگر سید نہیں ایک عالم رذیل ہے جاہل یا کم نجیب الطرفین سید کی موجودگی میں ان دونوں قسموں کے عالموں سے کون زیادہ مستحق ہے صرف سید ہی کو استحقاق ہے؟

الجواب

عالم بہر حال زیادہ مستحق امامت ہے جبکہ مبتدع یا فاسق ملعون نہ ہو اور دونوں عالموں میں جسے علم نماز و طہارت میں ترجیح ہو وہ مقدم ہے اور اس میں سادہی ہوں تو قرأت و ورع و سن و غیر ہماروحات کے بعد شریف نسب سے ترجیح دی جائے گی عالم رذیل کہنا بہت سخت لفظ ہے عالم کسی قوم کا جو اگر عالم دین ہے اللہ کے نزدیک ہر جاہل سے اگرچہ کتنا ہی شریف ہو افضل ہے قال اللہ تعالیٰ قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون مطلق فرمایا کہ جو عالم نہیں عالم کے برابر نہیں ہو سکتا اُس میں کوئی تخصیص نسب

وغیرہ کی نہ فرمائی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از ترسانی کاٹھیاواڑ مسئلہ احمد داؤد صاحب ۲، جمادی الاولیٰ ۱۳۳۳ھ ہجری

ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کے مقلد کی امامت یا متابعت خواہ چار اماموں سے کوئی ایک امام کا مقلد ہو یعنی شافعی حنفی امام کے پیچھے یا حنفی شافعی امام کے پیچھے یا حنبلی حنفی کے یا حنفی حنبلی کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں (۲) اگر حنفی کا شافعی امام بنے تو کیا یہ ضرور ہے کہ حنفی کی خاطر رفع یدین یا آمین بالجہ ترک کر دے یا یہ کہ ہر شخص امام ہو یا مقتدی اپنے اپنے امام کی پیروی کرے۔

الجواب

(۱) اگر معلوم ہے کہ اس وقت امام میں وہ بات ہے جس کے سبب میرے مذہب میں اس کی طہارت یا نماز فاسد ہے تو اقتدا حرام اور نماز باطل اور اگر اس وقت خاص کا حال معلوم نہیں مگر یہ معلوم ہے کہ یہ امام میرے مذہب کے فرائض و شرائط کی احتیاط نہیں کرتا تو اس کی اقتدا ممنوع اور اس کے پیچھے نماز سخت مکروہ اور اگر معلوم ہے کہ میرے مذہب کی بھی رعایت و احتیاط کرتا ہے یا معلوم ہو کہ اس نماز خاص میں رعایت کیے ہوئے ہے تو اس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے جبکہ سنی صحیح العقیدہ ہو نہ غیر مقلد کہ اپنے آپ کو شافعی ظاہر کرے اور اگر کچھ نہیں معلوم تو اس کی اقتدا مکروہ تنزیہی واللہ تعالیٰ اعلم (۲) ہر شخص اپنے امام کی پیروی کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بریلی

زید امام مسجد ہے اور اس نے جھوٹ بولا اس پر ایک شخص نے اُن کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کر دی اور کسی وقت کی نماز وہ شخص قبل پڑھ لیتے ہیں اور مؤذن بھی وہی شخص ہیں اور تکبیر بھی کہتے ہیں تو آیا یہ تکبیر صحیح ہوگی یا نہیں اور نماز ایسے امام کے پیچھے جائز ہے کہ نہیں اور اس وقت تک جتنی نمازیں اُن کے پیچھے پڑھی گئیں جس وقت سے اُنھوں نے جھوٹ بولا تو نمازیں ہو گئیں یا نہیں۔

الجواب

سائل نے یہ بیان کیا کہ امام کے ذمے یہ جھوٹ رکھا جاتا ہے کہ اُس سے پوچھا گیا کیا بجا ہے کہا سوا آٹھ بجے ہیں ادب کے تھے سوا نو یہ کوئی جھوٹ ایسا نہیں جس کے سبب اُس کے پیچھے نماز چھوڑ دی جائے سوا نو بجے ہیں تو ضرور سوا آٹھ بجے چکے علی گری میں ہے کہ اگر کوئی چیرہ دس روپیہ کو خریدی اور پوچھنے پر کہا پانچ کو لی ہے تو یہ کوئی جھوٹ قابل مواخذہ نہیں یونہی سوا نو میں سوا آٹھ داخل ہیں مؤذن کہ اتنی سی بات پر ترک جماعت کرتا ہے دُہرا گنہگار ہے ایک جماعت چھوڑنے کا گناہ دوسرا سخت گناہ یہ کہ اوروں کو اذان دے کر بلانا اور خود باز رہنا قال اللہ تعالیٰ یا ایھا الذین امنوا الم تقولون مالا تقولون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تقولون اے ایمان والو کیوں کہتے ہو جو نہیں کرتے اللہ کو سخت دشمن ہے یہ بات کہ ہو اور نہ کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از قصبہ رنگ لاہور مسئلہ ابو رشید محمد عبد العزیز۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی امام گاہے گاہے مردہ شویٰ کرے تو کیا اُس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا الجواب۔ میت مسلم کو نہ لانا فرض ہے اور فرض کے ادا کرنے میں اجر ہے اور اگر وہاں اور بھی کوئی اس قابل ہو کہ نہلا سکے تو اس کے

نہلانے پر اجرت لینا بھی جائز ہے بہر حال اس سے امامت میں کوئی خلل نہیں آتا اور اگر وہاں کوئی دوسرا ایسا نہ ہو کہ نہلا سکے تو اب اس پر نہلانا فرض عین ہے اور اس پر اجرت لینا حرام ایسا کرے گا تو فاسق ہوگا اور اس کے پیچھے نماز کر وہ تحریمی اور اس کا امام بنانا گناہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از روپٹی ڈیبر ضلع بہرائچ بازار نیپال گنج مرسد سید علی ناریل فروش، در محرم الحرام ۱۳۳۵ ہجری

زید نے بیکر کی زوجہ سے زنا کیا بیکر یہ حالات کا حق معلوم کر کے زوجہ مذکور کو طلاق بائن دیا اور خود بھی تائب ہوا بیکر بیاض کی جامع مسجد کا پیشانیام بھی ہے اب بیکر کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں۔

الجواب

صورت مذکورہ میں زنائے زوجہ کے سبب بیکر کی امامت میں کوئی خلل نہیں جبکہ وہ بوجہ صحت مذہب و صحت طہارۃ و صحت قرآنہ وغیرہ شرعاً قابل امامت ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از موضع کوتاہ ضلع میرٹھ مرسلہ شیخ وجیہ الدین احمد و محمد عبداللہ خاں و محمد اسماعیل خاں ۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین محمدی و مفتیان شرع احمدی حنفی المذہب اہلسنت و جماعت اس مسئلہ میں کہ ایک شخص دہائی فرقہ کا حنفی المذہب اہلسنت و جماعت کے محلہ کی مسجد کا ایک ماہ و چند روز سے پیش امام ہے اور اس کے باپ دادا بھی اسی فرقہ و ہابیہ میں مرگے احسن اتفاق سے اس مسجد میں دو عالم واعظ تشریف لائے اور وعظ میں حضرت رسول مقبول محبوب رب العالمین شفیع الذین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمد و ثنا بیان فرمائی اور امام مسجد نے ان کے پیچھے نماز پڑھنی ترک کر دی اسی روز شب کو ایک شخص اشتہار نے اپنے مکان پر مولوی صاحبان نوادر سے مجلس مولود شریف کرائی امام مسجد شامل نہ ہوا صبح کو بوقت ظہر دریافت کیا کہ تم مجلس مولود شریف کے نسبت کیا کہتے ہو جواب دیا کہ اچھا کہتا ہوں پھر کہا گیا تم اچھا کہتے ہو تو تم کیوں نہیں کرتے ہو امام نے جواب دیا کہ میرے باپ دادا نے اس فعل کو نہیں کیا میں بھی نہیں کرتا پھر کہا گیا کہ شب کو جو مجلس ہوئی تھی اس میں شامل کیوں نہ ہوئے جواب دیا کہ وہاں پر قیام و نفقہ ہوتی ہے اس لیے میں شامل نہیں ہوا پھر کہا گیا کہ نفقہ کے معنی حمد و ثنا و تعریف کے ہیں حضرت رسول کریم رحمۃ اللعالمین کی تعریف سے کیوں بھاگتے ہو کچھ جواب نہ دیا سکوت کیا ۱۵ ربیع الاول ۱۳۳۵

مقدسہ کو بعد نماز فجر پورا جہ جملہ نازیان مسجد امام سے کہا کہ جناب مولفنا و مولوی حاجی قاری احمد رضا خاں صاحب کی تصنیفات سے یہ کتاب تجلی الیقین موجد ہے تمام و کمال انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف فرماتے ہیں تم حضرت کی تعریف و نفقہ سے کیوں گریز کرتے ہو جواب نہ دیا خاموش رہا اس مبارک کتاب تجلی الیقین کے چند موقع پڑھ کر مناسبت لکھ کر اللہ تعالیٰ تعالیٰ حضور و الافضل و شرح تحریر فرمادیں کہ حنفی المذہب اہلسنت و جماعت کی نازیان ایسے برعقیدہ و دہائی مذہب کے پیچھے جائز ہے یا ناجائز ہے یہ لائل ویران قرآن شریف و حدیث شریف جواب مرحمت فرمادیں اللہ جل شانہ تعالیٰ حضور و الا کی ذات ستودہ صفات کرمش آفتاب و کتاب و کتاب کے روشن و ستودہ گاہے اسی طرح تاہم القیام روشن رکھے مگر عرض ہے کہ کمترین وجیہ الدین کا یا اور کسی باشندہ محلہ کا کوئی دنیاوی تعلق نہیں ہے کسی کا کوئی عہدہ امامت کے لائق ہے صرف بغض شد و حب شد پر عمل ہے۔

الجواب۔ بیان سوال سے ظاہر کہ وہ شخص دہائی بلکہ دہائیوں میں بھی اونچی چوٹی کا ہے وہابی کا اصل عقیدہ نفقہ و فساد سے جلد ہے

مگر مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لیے یوں صاف نہیں کہتے جو اس نے کسی کہ ”وہاں نعت ہوتی ہے اس لیے شامل نہ ہوا“ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نفرت نہ کرے گا مگر کافر اور کافر کے پیچھے نماز محض باطل اگر مسلمان ہو تانت اقدس کو دوست رکھنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من احب شیئاً اکثر من ذکرہ جو کسی سے محبت رکھتا ہے اُس کا ذکر زیادہ کرتا ہے رواہ ابو نعیمہ شوالہ بن سلمہ عن مقاتل بن حیان عن داؤد ابن ابی ہند عن الشعبي عن امة المؤمنين الصدقة رضي الله تعالى عنها ثلاثهم من رجال مسلم والادبعة جے محبت رکھنا نفرت ہوتا ہر ہے کہ اُسے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت نہیں پھر وہ مسلمان کیسے ہو سکتا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لایومن احدکم حتى اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین تم میں کوئی شخص مسلمان نہیں ہوتا جب تک میں اُسے اُس کے ماں باپ اولاد اور تمام آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں رواہ الاثمة احمد والبخاری و مسلم والنسائی وابن ماجہ عن انس رضي الله تعالى عنه تجلی الیقین کے کلمات سن کر اثر نہ ہوتا اور نعت شریف کے اُن سوالوں پر خاموش رہنا اُس کے دل کی دبی آگ کو اور ظاہر کر رہا ہے قال الله تعالى قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفي صدورهم أكبر قد بينا لكم الايات ان كنتم تعقلون دشمنی ان کے مومنین سے ظاہر ہو گئی اور وہ جو ان کے سینوں میں چھپی ہے اور زیادہ ہے ہم نے تم پر نشانیاں کھول دیں اگر تمہیں عقل ہو یا بھلہ وہ یقیناً وہابی ہے اور وہابیہ قطعاً بے دین اور بے دین کے پیچھے نماز محض ناجائز فتح القدیر میں ہے روى محمد عن ابی حنیفۃ وابی یوسف رضي الله تعالى عنهما ان الصلاة خلف اهل الاهواء لا تجوز نماز رکنا رخص قرآن عظیم اس کے پاس بیٹھنا حرام قال الله تعالى واما ينسبك الشيطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین - والله تعالى اعلم

مسئلہ - از ادبہ ڈاک خانہ خاص ضلع کھیری مرسلہ مولوی خدا بخش صاحب ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں جھلا لوگوں کو صوم و صلاۃ کی جانب رجوع کرتا ہوں اور انہوں نے خدا کے فضل سے اس جانب توجہ فرمائی لیکن بعض اشخاص بے نمازی تعزیر دار قبر پرست اور بعض صرف جمعہ کے نمازی رمضان شریف کے نمازی عید کے نمازی ان لوگوں کو میری جانب سے بظن کرتے ہیں اور ان کے سامنے یہ بات پیش کرتے ہیں کہ میری آنکھوں میں پھلی ہیں لیکن پتلی پر نہ ہونے کے سبب دکھائی دیتا ہے دوسری تہمت لگاتے ہیں کہ ان کے والد کے دو نکاح ہوئے ایک عورت کا نکاح نہیں ہوا بلکہ انہوں نے ویسے ہی رکھا ہے حالانکہ یہ سب محض لغو اور جھوٹ بیان ہے انہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ میرے والد کے دو نکاح ہوئے جناب والد صاحب مرحوم کے تین نکاح ہوئے ہیں اگر یہ ثابت کر دیں تو میرا حق ترک در نہ تہمت لگانے والوں کا حق ترک ہونا چاہیے۔

الجواب

آنکھ میں پھلی ہونا جبکہ وہ پتلیوں سے الگ ہو اور دیکھنے کو مانع نہ ہو نماز میں اصلاً کسی کراہت کا بھی موجب نہیں اور سائل کے باپ پر یہ الزام لگانا کہ اُس کے دو نکاح ہوئے اور ایک عورت بے نکاحی رکھی اول تو ایک مسلمان کی طرف نسبت ذاتاً بالواقعہ ہے اور یہ سخت حرام و کبیرہ ہے اور تہمت رکھنے والے پر شرعاً سختی استی کوڑے کا حکم ہے ثانیاً سائل پر اس کا کیا الزام جب تک یہ ثبوت قطعی نہ دیں کہ اُس کی ولادت بے نکاح ہے اب طعن کرنے والے سختی سزائے شدید کے ہیں جب تک تو یہ نہ کریں اُن کا حق پانی بند کیا جاوے۔ والله تعالى اعلم

مسئلہ - از کوہین ضلع لمیہار محلہ شاپخیری مکان سید سلیمان قاسم مرسلہ مین حاجی طاہر محمد مولانا ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۵ ہجری کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خدا کو مجسم ٹھہرا دے اُس کی اقتدا کر کے نماز پڑھنا کیسا ہے

الجواب

اُس کی اقتدا حرام ہے اور اُس کے پیچھے نماز باطل ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از دہلی چاندنی چوک متصل گھٹنہ گھر مسجد باغ والی مرسلہ مولوی عبدالننان صاحب ۱۶ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید قدیم الایام سے ایک مسجد کا پیش امام تھا اب بعض اہل محلہ نے اس سے برخلاف ہو کر ایک دوسرے امام کو کھڑا کر دیا ہے اور اس سے پہلے امام میں کوئی عیب شرعی جس سے معزول ہو سکے نہیں پایا گیا اور پہلا امام ثانی کے کھڑا کرنے پر ناراض ہے اور کہتا ہے کہ میری اجازت کے سوا اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے کیا اس امام اول کا کہنا ٹھیک ہے کہ امام ثانی کے پیچھے نماز مکروہ ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر واقع میں امام اول نہ وہابی ہے نہ غیر مقلد نہ دیوبندی نہ کسی قسم کا بد مذہب نہ اس کی طہارت یا قرأت یا اعمال وغیرہ کی وجہ سے کوئی وجہ کماہت تو بلا وجہ اس کو معزول کرنا ممنوع ہے حتیٰ کہ حاکم شرع کو اس کا اختیار نہیں دیا گیا رد المحتار میں ہے لیس للقاضی عزل صاحب وظیفۃ بغیر حجتہ اور اگر واقعی اُس میں کوئی وجہ کماہت ہے تو اس کی امامت مکروہ ہے اور اس کی نماز نامقبول صحاح احادیث میں ہے ثلثۃ لا ترفع صلاتھم فوق اذانھم شہدا (وعد منھم) من امر قومادھملہ کارھون اور اگر اُس میں کوئی وجہ فساد نماز ہے مثلاً غیر مقلد یا دیوبندی یا غیر صحیح الطہارۃ یا غیر صحیح القراءۃ ہو تا جب تو ظاہر ہے کہ اُس کی امامت فاسد اور اُس کے پیچھے نماز باطل محض اُس کا معزول کرنا فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از باندی کوئی مرسلہ منشی محمد الرحمن ملازم ڈاک سبزی ۸ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید بسبب ہونے حافظ قرآن ایک مسجد میں بخدمت پیش امی و برائے تعلیم قرآن طفلان اہل اسلام سنت و الجماعت کے مقرر کیا گیا چند عرصہ تک بظاہر کسی قسم کا فرق نہ معلوم ہونے سے ایک گروہ جاہلوں کی متغدد و مطیع زید ہو گئے جب زید دو تین لڑکوں کا حافظہ ختم کرا چکا اور اپنا رسوخ پورا پورا جما چکا تو اپنے منصب امامت پر فخر کرنے لگا اور مسجد کو اپنی میراث جان کر کہنے لگا کہ مجھ کو اس مسجد سے کوئی ہٹا نہیں سکتا غرض زید کا ایک شاگرد رشید بیکر نامی جس کا حافظہ ختم ہو چکا تھا اس کی شادی ہو جانے کے بعد اُس کے والد نے زید ہی کو زواج بیکر کی تعلیم قرآن کے لیے مقرر کیا چند ہی عرصہ میں انگشت نمائی ہونے لگی بیان تک کہ برسوں کے بعد معاملہ طویل ہو کر ظاہر ہوا تو بکر سے طلاق دلا یا گیا اور زید نے مطلقہ کو خد نکاح میں لا کر فریہ کہتا ہے اب تو موافق شرع کے حرام نہیں ہے چونکہ عورت جو ان زید بن رینہ تھا زید کے دباؤ میں نہ رہ کر آزادانہ مش اختیار کر کے پردہ بھی بالائے طاق رکھا اور زید کے جو جوان پرانے شاگرد تھے ان سے خلا ملا رہنے لگا چونکہ زید دیکھنے والا ذاب صمدین حسن بھوپالی کا ہے ہر موقعہ پر حق کو ناحق اور ناحق کو حق بنا کر جاہلوں کو یہ حال کیا تھا اس پر

جو تھوڑے لوگ حق شناس تھے اُن سے الگ رہنے لگا اس درمیان ایک لڑکا ولد الانا پیدا ہوا اُس کا حقیقہ کیا گیا یہی زید پیشاں امام صاحب شریک حقیقہ ہو کر بکری کی کھال کی غرض سے خوب بلاؤ پر ہاتھ مار کر بچا کرنے لگے کہ حقیقہ کھانا جائز تھا ہرگز حرام نہیں جب اس پر بھی لوگ امن کی پیش امامی پر عرض ہوئے تو خود ہی زید صاحب غیظ و غضب میں آکر چلا اُٹھے کہ پیش امامی کرنے پر لعنت ہے میں تو ہرگز نماز نہیں پڑھاؤں گا جو مجھ پر اعتراض کرتے ہیں وہی بڑھاویں قرہ و پیش برجان درویش ایک ہفتہ تک نماز پڑھانے سے رُکے رہے آخر جب تک کہ خود ہی نماز پڑھانے لگے اور لوگوں نے نماز پڑھی پس ان سب باتوں پر نظر ڈالتے ہوئے معلوم ہونا چاہیے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

اگرچہ لوگوں کی انگشت نمائی کا اعتبار نہیں اکثر محض باطل بدگمانی پر ہوتی ہے مگر زید کا بعد کناح کناب تو حرام نہیں ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ پہلے حرام تھا تو یہ اقرار حرام ہوا اگرچہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ پہلے تم مجھ پر ناحق بدگمانی حرام کرتے تھے اب تو حرام نہیں۔ زن زید کی نسبت جو کھا گیا ہے اگر برضائے زید ہے یا زید بقدر قدرت بند و بست نہیں کرتا تو دقوت ہے اور دقوت سخت اجنبت فاسق اور فاسق معین کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اُسے امام بنا نا حلال نہیں اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور پڑھی تو پھیرنا واجب سائل نے کچھ نہ کھا کہ زنا سے لڑکا کس کے پیدا ہوا اگر کسی دوسرے کے یہاں کا یہ واقعہ ہے اور وہ عورت شوہر دار ہے شوہر نے اُسے اپنا بچہ ٹھہرا کر حقیقہ کیا تو بیشک اُس میں کوئی حرج نہ تھا نہ اُس کے کھانے میں کوئی حرج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الولد للفراش وللعاهر الحجر اور عورت بے شوہر تھی اور اس نے حقیقہ کیا تو ازواجہ کہ اس سے نسب قطعاً ثابت ہے اور نسب فی نفسہ نعمت ہے جعلہ نسباً وصفاً اگرچہ وجہ سبب سے یہ صورت سخت بلا ہے اس حقیقہ کی تحریم یا اُس کے کھانے کی حرمت ظاہر نہیں ہوتی خصوصاً جبکہ علمائے فقہ کج فرمائی ہے کہ شراب پینے پر بسم اللہ کہے تو کافر ادبی کر احمد شد کہے تو نہیں کہ شراب اگرچہ سخت بلا ہے مگر اس کا حلق سے اُڑ جانا اور اسی وقت گلے میں پھنس کر دم نہ کال دینا اس شدید عصبان کی حالت میں رب عزوجل کی نعمت ہے۔ فصول عمادی و فتاویٰ ہندیہ میں ہے من اکل طعاما حراما وقال عند الاکل بسم اللہ حکم الامام اطعمون بخواہر زادہ اندیکف ولو قال عند الفراع الحمد للہ قال بعض المتأخرین لا یکف البتہ اگر زانی نے حقیقہ کیا تو وجہ نعمت اصلاً منتفی ہے پھر بھی زنا پر شکر اُس سے معذور نہیں ہوتا بلکہ بہت جہاں یہ جانتے بھی نہیں کہ حقیقہ سے شکر مقصود ہے ایک رسم سمجھ کر کرتے ہیں اس صورت میں اُس میں شرکت اندر اس کا کھانا ضرور معیوب و شنیع تھا۔ امامت پر لعنت تو صریح کفر ہے مگر اُس سے یہ مقصود ہو سکتا ہے کہ اگر یہ شخص امامت کرے تو اس شخص پر لعنت ہے یہ کیا تھوڑا ناپاک لفظ ہے زید کی امامت نامناسب خصوصاً اگر صدیق حسن خاں کے مذہب پر ہو کہ ان حالات میں ضرور بددین ہے اور اُسے امام بنا نا حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم مسئلہ - زید کھری میں جا کر مقدمہ دار کرتا ہے اور اُس کی کوشش اور پیروی میں مصروف رہتا ہے اُس کے لڑکے کی منکوحہ بیوی یتیم ہے اور کوئی دوسرا ذریعہ معاش کا بھی نہیں ہے ایک ایسا لڑکا باہم کھاتے پیتے ہیں اور لڑکے کی منکوحہ بیوی کو اپنے یہاں بلاتے نہیں جس کی وجہ سے وہ سخت تکلیف میں ہے زید نے لڑکے کا نکاح ثانی بھی کر لیا آیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں اُس کے واسطے شرع شریف میں کیا حکم ہے۔

الجواب

عورت کو بلانا نان و نفقہ دینا اچھا برتاؤ کرنا شوہر کے ذمہ ہے اس کے باپ کے ذمہ نہیں اللہ تعالیٰ ایک کا گناہ دوسرے پر نہیں رکھتا ہاں اگر بلا وجہ شرعی باپ اسے بلانے سے منع کرتا ہے یا اس کے اس ظلم پر راضی ہے تو خود شریک ظلم ہے اگر وہ بات باعلان کرتا ہے لوگوں میں اس کے ارتکاب سے شہور ہے تو اسے امام نہ بنایا جائے گا کہ فاسق معلن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از قطب پور ڈاک خانہ بیرگن ضلع رنگ پور رسول محمد رحمت اللہ ۵۔ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ ہجری سود کھانے والے اور دینے والے دونوں کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

سود خوار کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے اور سود دینے والا اگر حقیقتہً صحیح شرعی مجبوری کے سبب دیتا ہے اُس پر الزام نہیں رہتا۔ میں ہے میجوز للمحتاج الاستقراض بالربح اور اگر بلا مجبوری شرعی سود دیتا ہے مثلاً تجارت بڑھانے یا جائداد میں اضافہ کرنے یا اونچا محل بنوانے یا اولاد کی شادی میں بہت کچھ لگانے کے واسطے سودی قرض لیتا ہے تو وہ بھی سود کھانے والے کے مثل ہے اور اسے امام بنانا بھی گناہ اور نماز کا وہی حال دھرتعالیٰ اعلم

مسئلہ - از ڈونگر پور ملک میواڑ راجپوتانہ مکان سمندر خاں محمد رسول عبدالرؤف خاں ۵۔ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ (۱) کوئی آدمی عالم کے آنے سے مسجد میں آنا چھوڑ دے اور حسد کرے اور وہ پیش امام بھی ہو اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں (۲) کوئی عالم ہو اور پیش امام وقاضی شہر ہو خود سب سے سائل بیان کرے اور سب کو سائل اور سب کے پہلے جا کر بوہروں کے یہاں کا ذبح کیا ہو گوشت کھاوے اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں (۳) جو شخص ہمیشہ مسجد میں دنیا کی بات کرتا ہو اور وہ پیش امام ہو اُس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) ایسی اجمالی باتوں پر حکم نہیں ہو سکتا وہ کیسا عالم ہے اور وجہ حسد کیا اور قبیحہ تفصیل معلوم ہو اجمالی بات کا جواب نہیں دیا جاسکتا عالم علمائے دین ہیں اور دوا بیہ وغیرہم مرتدین بھی عالم کہلاتے ہیں اور وجہ منازعت بھی مختلف ہوتی ہیں واللہ تعالیٰ اعلم (۲) جو شخص دانستہ بوہروں کا ذبح کھاتا ہے مردار کھاتا ہے اُسے امام بنانا جائز نہیں اور اس کے پیچھے نماز منع واللہ تعالیٰ اعلم (۳) فقط اتنا کہ دنیا کی بات مسجد میں کرتا ہے علی الاطلاق منافقت امامت کا موجب نہیں جب تک علانیہ مدفق کو پہنچنا ثابت نہ ہو اگر دنیا کی بات کرنے کے لیے بالقصد مسجد میں نہیں جاتا نماز کے لیے بیٹھا ہے اور کوئی آیا دنیا کی باتیں بھی کر لیں جن میں غش وغیرہ خاصی نہ ہوں تو اگر چہ ایسا بھی نہ چاہیے مگر اس سے امامت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از موضع سہادن پور گاؤں گوپال گنج متصل ڈروہ ڈاکخانہ ڈروہ تحصیل گنڈہ ضلع پرتاب گڑھ رسول بخیر شاہ ۵۔ رمضان ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ حنفی کی نماز شافعی کے پیچھے ہو سکتی ہے یا مکروہ ہوتی ہے (۲) اور جو لوگ مولود شریف کو منع

کرتے ہیں اور بدعت کہتے ہیں ان کے پیچھے حنفی کی نماز ہو سکتی ہے یا مکروہ ہوتی ہے۔ بنیوا توجروا

الجواب

(۱) اگر معلوم ہے کہ اس خاص نماز میں حنفی مذہب کے کسی فرض طہارت یا فرض نماز کا تارک ہے تو حنفی کی یہ نماز اس کے پیچھے نہیں ہو سکتی اور اگر معلوم ہے کہ وہ اس نماز میں کسی فرض و شرط مذہب حنفی کا تارک نہیں تو یہ نماز اس کے پیچھے ضرور ہو سکتی ہے اگرچہ حنفی کے پیچھے اولیٰ ہے اور اگر اس نماز کا حال معلوم نہیں مگر اس کی عادت معلوم ہے کہ فرائض و شرائط میں مذہب حنفی کی رعایت کرتا ہے تو اس کی اقتدا میں حرج نہیں اگرچہ حنفی اولیٰ ہے اور اگر اس کی عادت معلوم ہے کہ فرائض و شرائط میں مذہب حنفی کی رعایت نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور کیا بہت شدید ہے پھر اگر ان دونوں صورتوں میں بعد کو معلوم ہو کہ اس نماز میں اس نے رعایت نہ کی تھی تو وہ نماز پھر بڑھنی ہوگی کہ صحیح یہی ہے کہ مذہب مقتدی کا اعتبار ہے اور اگر بعد کو ثابت ہے کہ اس نماز خاص میں رعایت کی تھی تو نماز ہوگئی اعادہ کی کچھ حاجت نہیں اور اگر اس کی عادت ہی کچھ معلوم نہ ہو تو اس کی اقتدا مکروہ ہے مگر حنفی امام کے پیچھے نماز نہ ملے جو جماعت نہ چھوڑے بعد کو ظہور حال کا حکم وہی ہے جو ابھی گزرا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۲) اب مجلس میلاد مبارک مطلقاً ناجائز کہنے والے نہیں مگر وہابیہ اور وہابیہ مرتدین میں اور مرتد کے پیچھے نماز باطل واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از بھوسا دل ضلع خاندیس محلہ ستارہ مسؤل حافظ امین محبوب، ۱۷ رمضان ۱۳۹۹ھ بمجرى

کیا فرماتے ہیں علمائے دین (۱) زید نصاریٰ کی تابعداری کرتا ہو وہ امامت کے لائق ہے یا نہیں۔ (۲) اگر ہے تو کن لوگوں کی نماز ہوتی ہے کن لوگوں کی نہیں (۳) زید مسلمانوں میں نفاق ڈالے تو وہ قابل امامت ہے یا نہیں۔ (۴) زید حاکم وقت کی چوری میں گرفتار ہوا ہو تو وہ قابل امامت ہے یا نہیں۔ (۵) زید باطنی غیر مقلد ہو اور اہلسنت کے دکھانے کو کہے کہ میں حنفی مذہب رکھتا ہوں اور اس پر یہ بھی کہ ساتھ فخر کے کہے تو وہ امامت کے لائق ہے یا نہیں۔ (۶) ایک مسلمان عزت دار امامت کرتا ہو مگر دو چار مسلمانوں کے مخرف کرنے سے ایک شخص اس پر الزام لگا دے کہ شخص امامت کے لائق نہیں اور وہ لوگ احادیث وغیرہ سے واقف نہ ہوں اور مسلمانوں میں نا اتفاقی کرائیں تو ان کے لیے کیا حکم ہے آیا وہ استغفار کے حقدار ہیں یا نہیں۔ بنیوا توجروا

الجواب

(۱) سائل نے تابعداری کا گول اور مجمل لفظ لکھا تابعداری نصاریٰ کی ہو یا ہنود کی یا مسلم کی حلال میں حلال ہے حرام میں حرام ہے کفر میں کفر۔ جو کفر میں کسی کی تابعداری کرے کا فر ہے اور اس کے پیچھے نماز باطل اور جو حرام میں اتباع کرتا ہو فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ اور جو حلال میں اطاعت کرے اس پر الزام نہیں نہ اس وجہ سے اس کی امامت میں کچھ حرج واللہ تعالیٰ اعلم (۲) جو امامت کے لائق ہے اس کے پیچھے سب کی نماز ہو سکتی ہے اس صورت میں خاصہ کو یہاں دخل نہیں کہ آدمی ایک قسم خاص کے لوگوں کی امامت کر سکتا ہو دوسرے لوگوں کی اس کے پیچھے نماز جائز نہ ہو جیسے معذور کہ اپنے مثل معذور کی امامت کر سکتا ہے اور دوسری نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۳) مجمل سوال ہے بارہا مسئلہ حق بیان کرنے سے جاہلوں میں اختلاف پڑتا ہے اور احمق یا بددین لوگ اسے نفاق قرار

کہتے ہیں یہ وجہ الزام نہیں ہو سکتا۔ سائل بفضل لکھے کہ کیا کتا اور کیا نفاق ڈالتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۴) اگر توبہ کر چکا اور اس سے نفرت قلوب میں نہ رہی اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو تو اس کی امامت میں حرج نہیں واللہ تعالیٰ اعلم (۵) غیر مقلد کی امامت باطل ہے اور اس کے پیچھے نماز محض ناجائز اور جب اس کا غیر مقلد ہونا ثابت و تحقیق ہے تو اس کا براہ تقیہ اپنے آپ کو حنفی کہنا کچھ مفید نہیں قال اللہ تعالیٰ اذا جاءك المنافقون قالوا نشهد انك لرسول الله واللہ یعلم انك لرسولہ واللہ یشہد ان المنافقین لکذابون جب منافق تمھارے حضور حاضر ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک حضور و راشد کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ بیشک تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک منافق ضرور جھوٹے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم (۶) استغفار کا حقدار ہر مسلمان ہے قال اللہ تعالیٰ واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات اگر انھوں نے بیجا الزام لگایا ہے سخت گنہگار و حق العبد میں گرفتار نفاق ڈالنے کا جواب ۳ میں ہو چکا محل باتوں پر قطعی حکم دے کر فتویٰ کو کسی غرض نفسانی کا مویہ نہیں کر سکتے ومن لم یعرف اهل زمانہ فهو جاهل واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از تحصیل سکندرہ را وضع علی گڑھ مسئلہ محمد لطیف قرق امین ۱۰ اردیمن ۱۳۳۹ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی غیر صحیح النسل یعنی کسی کسی زادہ کے پیچھے جو حافظ قرآن ہو نماز پڑھنا اور خاص کر تراویح ادا کرنا درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

مکرہ تنزیہی ہے اگر وہ سب حاضرین سے علم مسائل طہارت و صلاۃ میں نالید نہ ہو ورنہ وہی اولیٰ اگر جملہ شرائط امامت کا جامع ہو کما فی الدار المختارہ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بریلی کا نکر ٹولہ متصل چوکی پولیس پرانا شہر مسئلہ عبدالغنی صاحب ۱۰ اردیمن ۱۳۳۹ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ کس کس شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے اور کس کس کے نہیں دیگر یہ کہ گاؤں کے کا زندے کے پیچھے جو حال میں کاندگی کر رہا ہو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور حضور کو خوب روشن ہو گا کہ جس طرح کا زندے اپنی گذراوقات کے ذرائع نکالتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ہر شئی صحیح العقیدہ صحیح القراءۃ صحیح الطہارۃ غیر فاسق معلن جس میں کوئی بات ایسی نہ ہو کہ لوگوں کے لیے باعث نفرت اور جماعت کے لیے وجہ قلت ہو اس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے گاؤں کے کا زندے جن کا غبن اور سامی وغیر ہم سے ناجائز پسمہ لینا ظاہر و معروف ہو ان کو امام بنانا گناہ ہے اور ان کے پیچھے نماز مکرہ تحریمی ورنہ کاندگی خود کوئی گناہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر محلہ باغ احمد علی خاں مسئلہ نیاز علی ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۳۹ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ پانچ آدمی باوجودیکہ مسجد میں جماعت ہو رہی ہے شامل نہیں ہوتے بعد ختم جماعت کثیر یا پنج آدمی علیحدہ جماعت پڑھتے ہیں یا مسجد میں پڑھنے آتے ہی نہیں امام مسجد جو عرصہ سے امامت کر رہا ہے اور اپنا

حقیقہ ذیل بیان کرتا ہے اس کو وہ بڑا کہتے ہیں ایسے کے لیے کیا حکم ہے اور ان کے ساتھ کیا برتاؤ ہونا چاہیے (حقیقہ پیش امام مسجد کا یہ ہے) میں مذہب اہلسنت و جماعت پر عمل کرتا ہوں میرا یہی مذہب ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقلد ہوں اللہ عزوجل کی توحید اور جناب رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بعد خدا کے تمام مخلوق سے افضل و اعلیٰ جانتا ہوں کرامت اولیاء و بزرگان دین کا قائل ہوں ایسا امام اگر وہابی "جو فی زمانہ مشہور کر دیے گئے ہیں" کے مدرسہ میں پڑھنے کو چلا جائے تو اس کی امامت جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

صورت سوال میں پیش امام موصوف کی امامت بلاشبہ صحیح و درست ہے جب پیش امام اپنا حنفی ہونا بیان کرتا ہے اور حقیقہ مطابق اہلسنت و جماعت رکھنے کا مدعی ہے اور اس کے کسی قول و فعل سے اس کا خلاف ثابت نہیں ہوتا تو محض کسی وہابی کے مدرسہ میں پڑھنا یا بالفرض کسی ہاٹ ٹالہ یا اسکول میں تعلیم حاصل کرنا ہرگز صحت امامت کے لیے قاذر نہیں ہو سکتا کیونکہ احکام شرعیہ کا مدار ظاہر پر ہے ہم شوق قلب پر مامور نہیں وہ اشخاص جو مختلف عن الجماعہ ہیں اگر کوئی عذر شرعی رکھتے ہوں تو معذور رہیں گے اور اگر محض عصبیت و نفسانیت کی جہت سے شریک جماعت نہیں ہوتے تو وہ فاسق مردود الشہادۃ قابل تعزیر ہیں اہل محلہ کو ان سے سلام و کلام ترک کر دینا چاہیے۔

العبد الجلیب محمد عبداللہ کان اللہ۔۔۔ صحیح ہے محمد بنو اعلیٰ غفرلہ۔ الجواب صحیح محمد واحد نور عفی عنہ۔

الجواب

یہ فتویٰ محض غلط ہے اس میں اصل بحث سے پہلو ہٹتی کی گئی ہے اور بے علاقہ روایتیں محض فضول نقل کر دیں اس پر انھیں لوگوں کے دستخط ہیں جو خود دیوبندی خیال کے ہیں یا کم از کم دیوبندوں کو کافر نہیں کہتے وہ تو ایسا کہا ہی چاہیں حالانکہ علمائے حرمین شریفین باتفاق فتویٰ نے چکے کہ گنگوہی و نانوتوی و انیسٹن و تھانوی سب مرتد ہیں اور بحوالہ ہذا یہ مجمع الانہر و درمختار تحریر فرمایا ہے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ عقائد اہلسنت کا مدعی ہونا یا اپنے آپ کو حنفی کہنا یا توحید و رسالت افضلیت و کرامت کا اپنے آپ کو قائل بتانا ان میں سے کون سی بات کا وہابیہ و دیوبندیہ اقرار نہیں کرتے اور پھر کافر ہیں ایسے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر بلکہ ان چاروں باتوں کے عقائد یا نیک ہیں اور اپنے آپ کو مقلد امام ابو حنیفہ بھی کہتے ہیں کیا اس سے انکا کفر ٹھیک یا شرعیہ شریعت میں شک ظاہر ہو حکم فرماتی ہے اور ظاہر یہی ہے کہ آدمی جسے کافر مرتد جانے کا اس سے علم دین نہ پڑے گا ہاٹ ٹالہ اور اسکول کی مثال جالت ہے کیا کوئی پندتوں، پادریوں سے قرآن عظیم و حدیث و فقہ پڑھنے جاتا ہے اور بفرض غلط اگر وہابیہ سے پڑھنے والا عقائد وہابیہ کی طرف مائل نہ بھی ہو اور انھیں کافر مرتد جانتا ہو جب بھی انھیں استاذ بنانا ان کی تعظیم کرنا تو ہے اللہ اکبر دین نے فرمایا جو کسی بھوسے کو تعظیم یا استاذ کہے وہ کافر ہو جاتا ہے فتاویٰ خمیریہ و اشباہ و النظائر و تنویر الابصار و ریخ الفقار و درمختار وغیرہ میں ہے ولو قال ملجوسی یا استاذ تمجیلا کفر جب صرف تعظیما یا استاذ کہنے پر حکم ہے تو مرتد کو حقیقتہً استاذ بنانا اور اقسام تعظیم بجالانا کیسا ہوگا بلاشبہ ایسا شخص امام بنانے کے قابل نہیں جس کے دل میں دین کی عظمت ہے ہرگز اسے امام نہ بنائے گا نہ اس کے پیچھے ناز پڑے گا ہاں جو شخص دین کو ہنسی کھیل سمجھے وہ جو چاہے کرے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت دے کہ اپنی نمازیں برباد نہ کریں ہم اس کی ایک آسان پہچان بتاتے ہیں اس

فتویٰ برجن جن لوگوں کے دستخط ہیں ان سے سوال کرو کہ حرام الحرمین شریف میں تمام علمائے جرمین شریفین نے جن جن دہا بوں کو نام بنام کافر و مرتد لکھا ہے اور فرمایا ہے جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر آیا تم لوگ بھی انھیں کافر و مرتد کہتے ہو دیکھو ہرگز نہ کہیں گے تو صاف معلوم ہوا کہ یہ بھی متم ہیں تو ان سے فتویٰ لینا کس طرح حلال ہوا اور اس پر عمل کو کسی شریعت نے جائز کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بانک مسؤلہ قاضی محمد سلیم ۲۷ جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ ہجری

اگر حنفی مذہب کا امام اس بات اور ولیمہ میں شامل ہو جس میں مرزائی اور وہ شخص ہو جس نے کہ اپنے لڑکے کا نکاح اُس عورت سے پڑھالیا ہو جس کے کہ طلاق ثلاثہ چھ سال دی رکھی اور بغیر حلالہ کے نکاح پڑھالیا ہو ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں خلاصہ یہ کہ جو امام علم والا حنفی مذہب کا اس بات یا ولیمہ میں شامل ہو جاوے جس میں کہ مرزائی وغیرہ کارکن ہو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں آیا اس کے لیے کوئی تعزیر وغیرہ ہے یا نہیں اور جس کے گھر شادی ہو وہ بھی اپنے عقائد کا پورا العین مرزائیوں کو اچھا مسلمان سمجھتا ہے۔ فقط

الجواب

فقط اتنی بات کہ جس بات یا ولیمہ میں یہ شریک ہوا اُس میں قادیانی مرتد یا اپنی تین طلاق کی مطلقہ سے بے حلالہ نکاح کرنے والا فاسق بھی شریک تھا ایسا نہیں کہ اس نے اس کی امامت ناجائز کر دی ہاں اگر صاحب خانہ مرزائیوں کو مسلمان جانتا ہو تو وہ خود ہی مرتد ہے اور اس کے یہاں تقریب میں جانا حرام اگر امام جانتا تھا اور پھر اس کا مرتکب ہوا تو یہ اگر اس بنا پر ہو کہ امام خود بھی مرزائی کو کافر نہیں جانتا تو وہ آپ ہی کافر ہے اور اس کے پیچھے نماز باطل اور اگر اس کو کافر جا کر ہی شریک ہوا تو گنہگار ہوا اور اس سے توبہ لی جائے اگر توبہ سے انکار کرے یا بارہا ایسی شرکت کر چکا ہو تو اسے امام بنا ناگاہ ہے امامت سے معزول کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از ناگپور مالک متوسطہ محلہ گانجہ کا کھیت مسؤلہ چاند میاں محل محمد سوداگر ۱۱ رمضان ۱۳۳۹ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص جو چڑی پہنانے کا پیشہ کرتے ہیں اُن کو امام بنا یا ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ ان کی اقتدا بوجہ چڑی پہنانے کے ناجائز اور امامت مکروہ تحریمی ہے اور خود معترض پیشہ طبابت کرتے ہیں بوجہ نباضی دس دیگر اعضائے مستورات ہی اعتراض واقع ہوگا یا نہیں بہت زیادہ حصہ جماعت کا اس امام کی اقتدا پر رضامند ہے تو کوئی نقصان شرعی قائم رہتا ہے یا نہیں۔ بینوا تو جو را

الجواب

جماعت کی رضا عدم رضا کو اُس وقت دیکھا جاتا ہے جب شرعی نقصان نہ ہو جاں شرعی عدم جواز ہے مقتدیوں کی رضا کیا کام دے سکتی ہے بلاشبہ اجنبیات کو چڑی پہنانا اُن کی کھائی کا دیکھنا یا ہاتھ کا مس کرنا حرام ہے اور اس کا پیشہ رکھنے والا فاسق ملعون اور اسے امام بنا ناگناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب اور طبیب کا اس پر قیاس صحیح نہیں حبیب کا نبض دیکھنا حاجت کیلئے ہے اور ایسی حاجت و ضرورت کہ دیگر اعضا کا مس بھی جائز ہے بلکہ وہ نیت فاسدہ کرے یا وضو اسے حرام ہے مگر اس کا علم استدعا و جل کو ہے ہاں بلا حتم مس و نظر ناجائز کہ تاہم وہ بھی فاسق ہے اور اسی اعتراض کا مستحق۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از جندارہ محلہ کم تالاب مسؤلہ نجم الدین ریڈ زوٹی کلکٹر ۱۱ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک حافظ نماز پنجگانہ جمعہ کے امام ہیں جن کی جسمی حالت بسبب مرض ذیل ہے آیا ان کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں (۱) پیش امام صاحب ہر نماز میں سجدہ میں جاتے وقت نصف یا نصف کم ٹھیک جانے پر اللہ اکبر کی ابتدا کیا کرتے ہیں اور سجدہ سے اٹھتے وقت نصف یا زائد اٹھ جانے پر اللہ اکبر کی ابتدا کیا کرتے ہیں یہ اس لیے کرتے ہیں کہ مقتدی ان سے پہلے سجدے سے اٹھنے یا سجدے میں جانے نہ پائیں (۲) بقاعدہ مذہب حنفی دونوں زانووں پر ہاتھ رکھتے ہوئے پہلے زمین پر گھٹنے بعد ازاں ہاتھ وغیرہ سجدہ کے لیے مطلق نہیں رکھ سکتے اور اسی طرح کھڑے بھی نہیں ہو سکتے (۳) سجدہ میں جاتے وقت ایک دم لمبے ہو کر دونوں ہاتھ زمین پر رکھتے ہیں اور پیروں کو برابر کیا کرتے ہیں اور اسی طرح سجدے سے اٹھتے وقت بھی لمبے ہو کر اٹھا کرتے ہیں کیونکہ ان کے دونوں پیر کمر سے بیکار ہو گئے ہیں (۴) بایاں پیر گھٹنے کے نیچے زیادہ تر بیکار ہے اس لیے ہر جلسہ وقفہ میں پیر بچکانے کے لیے اٹھتے وقت ہوتی ہے اکثر ہاتھ سے پیر اٹھا کر بچھاتے ہیں تب بیٹھتے ہیں یا بعض موقع براؤنٹ کی بیٹھک کی مانند دوسرا سجدہ کر لیتے ہیں (۵) قرأت میں دم بھولتا ہے دم بدم سوخہ سے مالتس خارج کرتے ہیں بے محل وقف ہو جایا کرتا ہے ایسے امام کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں۔ بینوا تو جبراً

الجواب

یہ پانچوں باتیں کہ سوال میں لکھیں ان میں سے کوئی مانع صحت نماز نہیں نہ ان میں کمزوری فعل کثیر ہے یہ محض گمان غلط ہے ان میں کمزوری ترک واجب بھی نہیں سوائے صورت چارم کی اس شق کے کہ بعض وقت دو سجدوں کے درمیان سیدھے نہیں بیٹھتے صرف یہ صورت ترک واجب کی ہے اس سے اسے مانع کی جاوے اور اگر وہی علم و تقویٰ میں زائد ہے تو اسی کی امامت رکھیں ہاں اگر اس کا کوئی استحقاق نہیں اور دوسرے اس سے احق موجود ہیں تو جواہق ہے اسی کی امامت اولیٰ ہے فقہ الحدیث عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجعلوا اثمتکم خیارکم فانہم وفدکم فیما بینکم و بین ربکم واللہ تعالیٰ اعلم اور اسے چاہیے کہ سجدہ کو جاتے یا سجدہ سے اٹھتے وقت اللہ اکبر کی ابتدا کرے اور ختم انتقال پر ختم کرے مقتدیوں کی رعایت جو وہ کرتا ہے عکس مقصود شرع ہے حدیث میں فرمایا انما جعل الامام لیوتر بہ یہ بات کہ ایسا نہ کرے تو مقتدی اُس سے پہلے سجدہ کر لیں گے اس کا لحاظ مقتدیوں پر ضرور ہے جب اسے سجدہ تک پہنچنے میں دیر ہوتی تو یہ انتظار کریں اور ایسے وقت سجدہ کو ٹھکیں کہ اس کے ساتھ سجدہ میں پہنچیں بئذ لك امر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از پورہ ڈاکھا د سکلیا گھڑی محمد بھولے بگان اصغر چائے والے کا بارڈا سولہ شیخ سن ۲۳ رمضان ۱۳۹۱ ہجری کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو لوگ علمائے حرمین طہیین کو بدعتی بتائیں ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینوا تو جبراً

الجواب

مطلقاً علمائے حرمین طہیین کو بدعتی نہ ہی بتائے گا جو دہائی ہو اور دہائی کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از مطبع شمس المطالع فرخ نگر ضلع گڑگاؤں نوان سولہ حکیم شمس الدین مالک مطبع ۲۸ رمضان ۱۳۹۱ ہجری کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ احمد ذیل کہنے والے کی امامت جائز ہے یا نہیں اور اس کی بابت کیا حکم ہے۔ باوجود زیادہ ہوئے

قرآن کے درمیان کلام مجید سے کچھ بکلی یاد پر نماز جمعہ میں قرأت شروع کر دیتا ہے جس کی وجہ سے اکثر بلکہ عموماً نماز جمعہ میں بھول جانے کی وجہ سے نماز ڈھرائی جاتی ہے خطبہ بھی صحت لفظی کے ساتھ نہیں پڑھتا ہے سمجھانے پر لوگوں کو مغلفات بکنا شرط نج سے ماہر ہونے کے سبب کھیلنے والوں کو ان کے پاس بیٹھ کر چال بتانا پچھو قسم کے لوگوں کے ساتھ کوئلے وغیرہ کی لکیروں سے طرح طرح کے پائسنے بنا کر کنکریوں کے ذریعہ سے مثل قمار بازاران بغیر کسی شرط قائم کیے کھیل کا کھیلنا ایسے شخص کے ساتھ میل جول نشست برخاست اذکاری رکھنی جو اپنے حقیقی پسر کی بیوہ سے اپنی زوجہ کی زندگی میں زنا کرتا ہے اور آئندہ خواہش نکاح رکھتا ہے جس کو حالات مذکورہ کی وجہ سے اہل برادری نے بھی خارج کر دیا ہے مسجد میں بیٹھ کر اپنے خانگی معاملات میں یا ناصح آدمیوں کو فحش اور مغلفات سنانا شخص مندرجہ صدر کی اعانت کرنے والے کی بابت کیا حکم ہے جبکہ اُس کی اعانت محض نفسانیت سے کرتے ہوں بصورت حالات مندرجہ صدر کا ناہجہ دوسری مسجد میں جائز ہے یا نہیں جبکہ ایک پُرانا قصبہ مثل شہر کے ہوجس کی بنیاد شہر اور فرد گاہ افواج توارنجی حساب سے صد ہا سال سے مع آبادی اہل اسلام ثابت ہے اور نمازی بھی تہذیب شرعی سے زیادہ ہو جاتے ہوں۔ روزہ کی حالت میں ایسے شخص کا آٹھ دس دفعہ غل کرنا جو بے صبری پر دال ہے۔ جملی معاملہ کو پشیدہ رکھ کر اپنے مطلب کی تائید میں علما سے فتویٰ حاصل کرنا۔ بینوا و جبروا

الجواد

امام کو لازم ہے کہ نماز میں وہ سورت یا آیات پڑھے جو اسے پختہ طور پر یاد ہوں کچھ یاد ہونے کی وجہ سے اگر غلطی کرتا ہے تو یہ دیکھا جائے کہ وہ غلطی کس قسم کی ہے اُس سے فساد معنی یا کسی واجب کا ترک لازم آتا ہے یا نہیں اگر نہیں تو نماز دہرانا بے معنی ہے اور اس کا الزام جہالت پر ہے نہ کہ قرأت پر اور اگر ہاں تو بیشک ایسا شخص قابل امامت نہیں خطبہ میں صحت لفظی ہونا نماز کی طرح شرط نہیں ہاں ایسا خطبہ خلاف سنت ہے مغلفات بکنا فسق ہے حدیث میں ارشاد ہوا کہ فحش بکا کرنا مسلمان کی شان نہیں ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے بشرط نج کھیلنے والوں کو چال بتانا اگر گوشہ انتہائی میں نہیں بلکہ بر ملا عام نظر گاہ میں ہے یا اس پر مدامت ہے تو یہ بھی فسق ہے۔ قمار بازوں کی طرح پائسنے بنا کر ان سے کھیلنا بھی گناہ ہے اگرچہ کوئی شرط بدی جائے علمائے کرام نے فرمایا کہ شراب کے ددر کی طرح پانی پینا حرام ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من تشبه بقوم فهو منهم جو کسی قوم سے مشابہت پیدا کرے وہ انہیں میں سے ہے۔ بیوہ پسر کا جو واقعہ لکھا ہے اگر واقعی ہے اور جب عادت زمانہ لوگوں کی بدگمانی نہیں جس پر وہ تہمت لگانے والے خود اسی اسی کوڑوں کے مستحق ہوں بلکہ ثبوت صحیح شرعی سے ثابت ہے تو ایسا شخص ہرگز میل جول کے قابل نہیں مسلمانوں کو اس کے پاس بیٹھنا منع ہے قال اللہ تعالیٰ و اما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین اور اسے امام بنانا حرام فتاویٰ حجہ میں ہے لوقد موافاسقا یا ثمنون مسجد میں گالیاں سخت حرام اور بیت اللہ کی بے ادبی ہے اور ناصحوں کو نصیحت پر گالیاں دینا اور بھی زیادہ خبیث اور شرعی طور سے سرتابی ہے باطل پر اعانت حرام ہے قال اللہ تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان ایسا شخص جس کی امامت شرعاً ممنوع ہے اگر جمعہ پڑھاتا ہو تو دوسری جگہ جمعہ پڑھیں جبکہ وہ قصبہ مصر شرعی ہو جہاں جمعہ صحیح و جائز ہے فتح القدیر میں ہے لا ینسب الیہ من التحول اور روزہ میں غل مچانا اور اظہار بے صبری کرنا مکروہ ہے حقیقتاً واقعہ چھپا کر علما سے غلط فتویٰ لینا شرعی طور پر مکروہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از منظر پور ضلع مظفرنگر مسئلہ عبد الصمد صاحب سنی حنفی صوفی ۲۸، رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ (۱) جس شخص میں بوجہ حرص کے طمع ہو اور ذلت کے ساتھ سوال کرنے کا عادی ہو یا وجود معقول تنخواہ پانے کے ایسے بے حرمت آدمی کے پیچھے شرفا کی نماز کامل ہو سکتی ہے یا نہیں (۲) جو شخص یہ کہے کہ میں فلاں آدمی کا معین صورت میں محض نماز پڑھانے کے واسطے ملازم ہوں نماز جنازہ پڑھانے سے یا کسی مقتدی کی اطاعت سے مجھے کام ایسا آدمی قابل امامت ہے یا نہیں - بینوا قوجروا

الجواب

(۱) بے ضرورت سوال حرام ہے ایسا شخص فاسق ملعن ہے اُسے امام بنا ناگناہ ہے اس کے پیچھے عالم و جاہل سب کی نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب واللہ تعالیٰ اعلم (۲) امام پر بلا وجہ مقتدی کی اطاعت لازم نہیں نہ اُسے نماز جنازہ پڑھانا ضرر اس کہنے سے اس کی قابلیت امامت میں کوئی خلل نہیں - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از مدرسہ السنۃ منظر اسلام مسئلہ مولوی عبد اللہ صاحب مدرس مدرسہ مذکورہ ۳، شوال ۱۳۳۹ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں (۱) کسی مسجد میں جماعت طیار ہے لیکن اتنا وقت نہیں کہ دریافت کیا جائے کہ امام سنی ہے یا وہابی تو جماعت سے نماز پڑھنا چاہیے یا اپنی علیحدہ (۲) مسجد میں جماعت ہو رہی ہے اور امام میں نقص شرعی ہے تو جماعت چھوڑ کر فوراً ہی اپنے فرض پڑھ سکتا ہے یا نہیں (۳) عاق شدہ کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں - بینوا قوجروا

الجواب

(۱) جبکہ شہر کی کوئی وجہ قوی نہ ہو جماعت سے بڑھے پھر اگر تحقیق ہو کہ امام وہابی تھا نماز پھیرے - واللہ تعالیٰ اعلم (۲) اگر امام میں ایسا نقص ہے کہ اس کے پیچھے نماز باطل ہے مثلاً وہابی ہے یا قرآن عظیم غلط پڑھتا ہے یا طہارت صحیح نہیں جب تو وہ نماز نمازی نہیں اگر صحیح جماعت کر سکتا ہو تو اس جماعت کے ہوتے ہوئے اپنی جماعت قائم کرے اگر فقہ نہ ہو اور اپنی جماعت نہ مل سکے تنہا پڑھے اور اگر نقص ایسا ہے کہ اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے جیسے فاسق ملعن تو دوسری جگہ جماعت کو چلا جائے ورنہ نہیں اس جماعت کے بعد دوسری جماعت کرے یا تنہا پڑھے اور اگر صورت کراہت تنزیہیہ ہے تو اس جماعت کا ترک جائز نہیں شامل ہو جائے - واللہ تعالیٰ اعلم (۳) شرعاً عاق وہ ہے جو بلا وجہ شرعی ماں باپ کو ایذا دے اُن کی نافرمانی کرے ایسا شخص فاسق ملعن ہے پھر اگر وہ یہ گناہ علانیہ کرتا ہے تو فاسق ملعن ہے اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے - پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب اور اگر علانیہ نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہیہ ہے کہ پڑھنی جائز اور پھیرنی مستحب اور اگر یہ اُن کو ایذا نہیں دیتا غیر معصیت میں ان کی نافرمانی نہیں کرتا اگرچہ معصیت میں انکا کتنا ماننا ہو اگرچہ اس سے ایذا ہو تو وہ عاق نہیں اگرچہ وہ تیار کہیں کہ ہم نے تجھے عاق کیا جب اس کے ذمہ مواخذہ شرعی نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں مگر جہ جاہل اسے عاق شدہ سمجھیں - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از سہرام برتلہ ضلع آرمہ مسئلہ قدت الشہرہ ۵، شوال ۱۳۳۹ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اعلم بالسنة عالم باعلی سماع بالمرامیر سنتا ہے اور اس کی امامت جائز ہے اور اس کی امامت میں کراہت ہے یا نہیں۔ - بینوا توجروا

الجواب

مرامیر حرام ہیں اُن کا سننا عالم باعلی کا کام نہیں کما بینا و فی اجل التجبر فی حکم السماع بالمرامیر اگر علانیہ اس کا ترک ہو اسے امام نہ کریں اور کراہت سے کسی حال خالی نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ - از سرکار اجیر مقدس لنگر گلی مسئلہ حکیم غلام علی ۱۶ شوال ۱۳۳۹ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام جامع مسجد درگاہ شریعت حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالی علیہ بعد ہر نماز یہ کہتا ہے کہ اے خداوند کریم غیر شرع دارھی منڈھے جھوٹے دعویٰ ران خلافت کو سچا دعویٰ از خلافت بنائے اور جب کبھی وہابیوں کا ذکر آتا ہے تو اُن کے مولویوں کو اور جو مولوی خلافت کو اپنے پیٹ بھرنے کا پیشہ بناتے ہیں اور ان کے سب پیروں کو خوب برا کہتا ہے اس کے پیچھے بوجہ شریعت مطہرہ ناپڑھنا جائز ہے اور جو مولوی اس کے پیچھے نماز پڑھنا حرام بتائے اُس کے لیے شرعاً کیا حکم ہے اگر یہ بحث مسجد میں ہو تو مسجد کی توہین ہوتی ہے یا نہیں۔ - بینوا بالتفصیل توجروا عند الرب الجلیل -

الجواب

اس دعا میں کوئی حرج نہیں اور وہابیہ کی برائی بیان کرنا فرض ہے یہ وہی جھوٹے مدعیان خلافت اور اس نام سے شکم پروران پر آفت کی شاعت سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا ضرور ہے اور مسجد کہ مجمع مسلمانان ہوان بیانون کا بہترین موقع ہے اور اس میں مسجد کی کچھ توہین نہیں کہ مسجد ذکر اللہ کے لیے بنائی گئی ہیں اور نبی عن المنکر اور بیان شاعت گمراہان اعظم طرق ذکر اللہ و اجل احکام شریعت اللہ سے ہے حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں اترعنون عن ذکر الفاجر متی یعرفہ الناس اذکرہم والافاجر بما فیہ یحذرہ الناس کیا فاجر کو برا کہنے سے پرہیز کرتے ہو لوگ اسے کب پہچانیں گے فاجر کی برائیاں بیان کرو کہ لوگ اس سے بچیں صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالی عنہ کے لیے مسجد کریم مدینہ طیبہ میں منبر بجاتے کہ وہ اس پر کھڑے ہو کر مشرکین کا رد فرماتے ان وجوہ امام مذکور کی امامت میں اصلاً کوئی خلل کیا کراہت بھی نہیں اور جو اس سبب سے اُس کے پیچھے نماز حرام بتاتا ہے اللہ عز وجل نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم و شریعت مطہرہ پر افترا کرتا ہے اُس پر تو یہ فرض ہے ورنہ سخت عذاب نار و غضب جبار کا مستحق ہوگا قال اللہ تعالی ان الذین یفترون علی اللہ الکذاب لا یفلحون متلع قلیل ولہم عذاب الیم وہ جو اللہ پر جھوٹا افترا اٹھاتے ہیں فلاح نہ پائیں گے دنیا کا تھوڑا برت لینا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے وقال تعالی ویلکم لا تغتروا علی اللہ کذباً فلیستہ حکم بعد اب تمہاری خرابی ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو کہ تمہیں عذاب میں بھون ڈالے گا۔ واللہ اعلم بالصواب واللہ تعالی اعلم

مسئلہ - از تلوٹڈی رائے ضلع لودھیانہ پنجاب مسئلہ اقبال محمد ۱۶ شوال ۱۳۳۹ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں ایک یہ صاحب ہیں قرآن کریم کو کافی درست پڑھتے ہیں ایک نہایت ہی

اعلیٰ بزرگ کے مرید ہیں ان بزرگ سے ان کو خلافت کا رتبہ مل گیا ہے قرآن مجید اچھا بڑھنے کی وجہ سے اکثر مسجد میں امامت کرتے ہیں لیکن سید صاحب موصوف نے ایک شغل اختیار کیا ہے وہ یہ کہ ایک باعزت نمازی تہجد خواں پر ہیزگار جوان کا پیر بھائی ہے اور دچاریم پہلے سید صاحب نامعلوم ظاہری باطنی اس کو دوست سمجھتے تھے مگر اب لوگوں کو ان کے اور چند آدمیوں کے خلاف قطع تعلق کی ترغیب دیتے ہیں حالانکہ وہ بے قصور ہیں اور بلا وجہ سید صاحب وغیرہ نے ان کو ذلیل کرنے کے لیے یہ حرکت کی ہے کہ ایک بڑے مجمع میں سید صاحب نے بیٹھ کر قرآن شریف درمیان رکھ کر اہل مجلس کو علانیہ کہا کہ ان چند آدمیوں سے قطع تعلق کی قسم کھاؤ اور قرآن عظیم کو ہاتھ لگاؤ کہ ہمارا یہ قول تازنگی رہے گا آیا سید صاحب موصوف امامت کے قابل ہیں یا نہیں اگر ہیں تو کیا وہ بھی ان کے پیچھے پڑھ سکتے ہیں جن کے ساتھ خواہ مخواہ بلا وجہ ایسا سلوک کیا گیا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر یہ واقعی بات ہے کہ سید صاحب مذکور نے ان مسلمانوں سے بلا وجہ شرعی محض کسی خصوصیت دنیوی کے سبب اپنے پیر بھائی اور ان مسلمانوں سے قطع تعلق کیا اور ہمیشہ کے لیے کیا اور علانیہ برسر مجلس کیا تو قابل امامت نہ رہے اور ان کو امام بنانا منع ہے جب تک اس حرکت سے علانیہ توبہ نہ کریں کہ بلا وجہ شرعی تین دن سے زیادہ مسلمانوں سے قطع تعلق حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یحل للرجل ان یحجراخاه فوق ثلث لیلال یتقیان فیعرض ہذا ویعرض ہذا وخیر ہما الذی بیدأ بالسلام آدمی کو حلال نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کو تین رات سے زیادہ چھوڑے راہ میں ملیں تو یہ ادھر موٹھ بھیر لے وہ ادھر موٹھ بھیر لے اور ان میں بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کرے یعنی ملنے کی پہل کرے رواہ الشیخان عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یحل لمؤمن ان یحجراخاه فوق ثلث فان موت بہ ثلث فلیلقہ فلیسلم علیہ فان رد علیہ السلام فقد اشترک فی الاجر فان لم یرد علیہ فقد باء بالاثم وخرج المسلم من الہجرة کسی مسلمان کو حلال نہیں کہ کسی مسلمان سے تین رات سے زیادہ قطع کرے جب تین راتیں گزر جائیں تو لازم ہے کہ اس سے ملے اور اسے سلام کہے اگر سلام کا جواب نہ دے تو دونوں ثواب میں شریک ہوں گے اور وہ جواب نہ دے گا تو سارا گناہ اسی کے سر پر یا یہ سلام کرنے والا قطع کے وبال سے نکلے گا رواہ ابوداؤد عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیسری حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یحل لمسلم ان یحجراخاه فوق ثلث فمن ہجرا فوق ثلث فمات دخل النار مسلمان کو حرام ہے کہ مسلمان بھائی کو تین رات سے زیادہ چھوڑے جو تین رات سے زیادہ چھوڑے اور اسی حالت میں مرے وہ جہنم میں جائے گا رواہ احمد و ابوداؤد عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ معلوم ہوا کہ یہ کبیرہ ہے کہ اس پر وعید نازل ہے اور کبیرہ کا علانیہ مرتکب فاسق ملعون اور فاسق ملعون کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیری واجب فتاویٰ حرمین ہے لہذا موافقا بقایا ثنوں میں اہل حق میں ہے لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ شرعا اور اس میں برابر ہیں وہ جن سے سید صاحب نے قطع تعلق کیا اور وہ جن سے قطع دیکر سب کی نماز ان کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوگی جب تک توبہ نہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از قبہ رچھارو و ضلع بریلی مسئلہ حکیم محمد احسن صاحب ۹ شوال ۱۳۳۹ھ ہجری
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں (۱) کہ فاسق فاجر کے پیچھے جب کوئی نماز پڑھانے والا نہ ہو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں
(۲) ماہی گیر کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں - بدینا توجروا

الجواب

(۱) اگر علانیہ فسق و فجور کرتا ہے اور دوسرا کوئی امامت کے قابل نہ مل سکے تو تنہا نماز پڑھیں فان تقدیر الفاسق اثم
والصلاة خلفه مکروہۃ تمحیما والجماعة واجبة فہما فی درجۃ واحدة ودرء المفسد اہم من جلب المصلح اور اگر کوئی
گناہ چھپا کر کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھیں اور اس کے فسق کے سبب جماعت نہ چھوڑیں لان الجماعة واجبة والصلاة خلف
فاسق غیر معلن لا تکون الا تنزیہا واللہ تعالیٰ اعلم (۲) جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از سینو ٹوریم ضلع نینی تال مسئلہ سراج علی خاں صاحب رضوی بریلوی ۶ شوال ۱۳۳۹ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) فاسق کی کیا تعریف ہے - فاسق و فاجر میں کوئی فرق ہے فاسق کے پیچھے
نماز کیسی ہے - فاسق معلن کہ کہا جائے گا اور اس کے پیچھے نماز کیسی ہے اُسے ایسا جان کر امام بنانے والے کا کیا حکم ہے (۲) ہاتھ
یا پیر میں انگوٹھی چھلتے پہننا یعنی ایک انگ کی ایک انگوٹھی موافق شریعت مطہرہ سے ناگزیر پہننے والے کا کیا حکم ہے اُس کے پیچھے
نماز کیسی اس پر اصرار کرنے والا کہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی کس درجہ مکرر گناہ ہے - (۳) دو یا تین
شخص ایسے جمع ہو کر جماعت سے نماز پڑھنا چاہتے ہیں کہ ایک بالکل جاہل مگر صورت ہیئت لباس وغیرہ سب شریعت کے مطابق
ہے اور نمازی بھی ہے مگر قرآن پاک کی تلاوت اس کو نہیں آتی اور تلفظ بالکل ادا نہیں ہوتا دوسرا خواندہ قرآن کی قرأت کر سکتا ہے
ضروری مسائل بھی جانتا ہے مگر فاسق ہے تیسرا مسافر ہے جس پر قصر واجب ہے بے علمی میں پہلے شخص کا درجہ رکھتا ہے مگر صرف ان
سورتوں میں معمولی طریقہ سے پڑھ سکتا ہے جو نماز میں بار بار آتی ہیں مثلاً الحمد شریف یا قل ہوا اللہ شریف وغیرہ ان میں سے کس کو امام بنایا
جائے اور اگر کوئی بھی امامت کے قابل نہیں تو کیا علیحدہ علیحدہ پڑھیں - بدینا توجروا

الجواب

(۱) فاسق وہ کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا اور وہی فاجر ہے اور کبھی فاجر خاص زانی کو کہتے ہیں فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے
پھر اگر معلن نہ ہو یعنی وہ گناہ چھپ کر کرتا ہو معروف و مشہور نہ ہو تو کراہت تنزیہی ہے یعنی خلاف اولیٰ اور اگر فاسق معلن ہے کہ علانیہ
کبیرہ کا ارتکاب یا صغیرہ پر اصرار کرتا ہے تو اُسے امام بنا نا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پڑھ لی ہو تو
پھیرنی واجب واللہ تعالیٰ اعلم - (۲) ایک آدمہ بار پہننا گناہ صغیرہ اور اگر پہنی اور اُٹا ڈالی تو اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں
اور اگر نماز میں پہنے ہوئے امام بنا نا ممنوع اور اس کے پیچھے نماز مکروہ یوں ہی جو پہنا کرتا ہے اُس کا عادی ہے فاسق معلن
ہے اور اس کا امام بنا نا گناہ اگر اس وقت نماز میں بھی پہنے ہو گناہ اگرچہ صغیرہ ہو اُسے چھوٹی بات کہنا بہت سخت جرم ہے اس

شخص پر توبہ فرض ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۳) صورت مذکورہ میں اس مسافر کو امام کیا جائے کہ فاسق کو امام بنانا گناہ ہے اور غلط خواں کے پیچھے نماز باطل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از میٹرہ سٹی ضلع جوڈھ پور سولہ فروردین شاہ ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۳۹ ہجری
کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ (۱) یتیموں کو تکلیف دینا اور غیبت کرنا اور جھوٹی قسم کھانا مسلمانوں میں نفاق ڈالنے والے کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔ (۲) ایک شخص یہاں میٹرہ میں پیرزادہ کہلاتے ہیں اُس نے اپنی عورت کو طلاق دی مین روز برابر اس کو بچھا یا پر نہیں مانا۔ کہا کہ مہر دے۔ کہا کہ مہر میں نے معاف کروایا پھر ہم نے اس لڑکی سے تلاش کیا جواب دیا کہ مہر تو میں معاف کر دیا اور پھر اسکے چچا وغیرہ نے اُس لڑکی کو اُس کے گھر بھجوا دیا بغیر نکاح کرے طلاق ہوئی یا نہیں اس کے بچہ پیدا ہوا وہ حرام کا ہے یا نہیں اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں یتیم سے بہت عداوت رکھتا ہے۔ بینوا تو جروا

الجواب

(۱) یتیموں کو بلا وجہ شرعی تکلیف دینا سخت حرام ہے یہاں غیبت زنا سے سخت تر ہے جبکہ شرعاً غیبت ہو مثلاً فاسق ملعون کی غیبت غیبت نہیں اور بد مذہب کی برائیاں بیان کرنے کا خود شرعاً حکم ہے جھوٹی قسم گھروں کو دیران کر چھوٹی ہے اور مسلمانوں میں بلا وجہ شرعی تفرقہ ڈالنا شیطان کا کام ہے اور فتنہ قتل سے سخت تر ہے فتنہ سورہا ہے اس کے جگانے والے پر اللہ کی لعنت ہے جو ان افعال کا علانیہ مرتکب ہو اُسے امام بنانا گناہ ہے اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۲) طلاق ہوگئی اور مہر عورت نے معاف کر دیا ہے معاف ہو گیا بچہ اگر طلاق سے دو برس کے اندر پیدا ہوا حلالی ہے اُسی شوہر کا ہے طلاق دینے سے نماز کی امانت میں کوئی خلل نہیں آتا یتیم سے بلا وجہ عداوت سخت گناہ ہے اگر اس کی بلا وجہ عداوت علانیہ مشہور ہے تو امام بنانے کے قابل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از چھاوٹی فیروز پور کباڑی بازار سولہ حاجی خواجه الدین ٹیلر ماسٹر ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۳۹ ہجری
کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زنا کار اور شرابی کے پیچھے نماز کسی وقت جائز ہے یا نہیں جب امام مقیم ہو وہ ہر ایک کو امام مقرر کر دیتا ہے یہ جائز ہے کہ نہیں۔ بینوا تو جروا

الجواب

زانی اور شرابی کے پیچھے کسی وقت نماز پڑھنے کی اجازت نہیں مگر جہاں جمعہ وعیدین ایک ہی جگہ ہوتے ہوں اور امام فاسق ہو اُس کے پیچھے پڑھ لے جائیں اور جمعہ کے اعادہ کو چار رکعت غم پڑھیں امام غیر جمعہ وعیدین میں اگر دوسرے کو کہ صالح امانت ہے اور امام کہ دیتا ہے حرج نہیں بلکہ وہ اگر اس سے علم و فضل میں ناہم ہو تو اسے یہی بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از علی پور ضلع پٹنہ سولہ منصب علی ۱۲ شعبان ۱۳۳۹ ہجری
قاری مکہ معظمہ کا قرأت سکھا ہوا اور وہاں پر چند سال رہ کر مسلمی کیا لیکن دارمعی تر شواتا ہے آپا اُس کے پیچھے نماز پنجگانہ اور جمعہ

جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

داڑھی ترشوانے والے کو امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب اور مکہ معظمہ میں رہ کر قرأت سیکھنا فاسق کو غیر فاسق نہ کرنے کا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از فقہور ضلع شاہجہاں پور مرسلہ بقول حسن خان نائب مدرس نیپل اسکول، اشعبان ۱۳۳۶ھ ہجری کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کی نماز فجر قضا ہو وہ نماز ظہر یا دیگر اوقات کی نمازوں میں امام ہو سکتا ہے یا نہیں

الجواب

اگر صاحب ترتیب ہے تو جب تک قضاے فجر ادا نہ کر لے ظہر کی امامت نہیں کر سکتا ورنہ کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از پبلی بھیت محلہ احمد زئی مرسلہ مولوی عبدالسبحان صاحب ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ ہجری کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) بہرے کے پیچھے تراویح یا فرض نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں (۲) بہرے کی کوئی تخصیص ہے یا نہیں

الجواب

(۱) جائز ہے اور اس کا غیر بہتر ہے اگر یہ علم و قرأت میں اس سے افضل نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۲) اتنی ہی ہے کہ جواب دل میں گزری۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از سہ سوانی ٹولہ مسئلہ محمد یامین ۶ شوال ۱۳۳۶ھ ہجری

عمرد بہت مسخرا ہے اور بہت فحش گالی کے ساتھ مذاق کرتا رہتا ہے اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

الجواب

اُسے امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از مقام چھاؤنی میرٹھ قصبہ کنکر کٹرہ مرسلہ پیر سخاوت حسین صاحب ممبر جامع مسجد ۹ شوال ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حافظ قرآن پاک ہے اور امامت جامع مسجد کی کرتا ہے اور پابند صوم و حلوۃ کا ہے اور زوجہ اس کی پردہ نشین ہے مگر قوم سے شخص مذکور قصاب ہے کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر اس کی طہارت و نماز صحیح ہے اور مذہب کا دہائی یا دیوبندی وغیرہ بیدین و بدین نہیں سنی صحیح العقیدہ ہے اور فاسق ملعن نہیں تو اس کے پیچھے نماز پڑھنی بیشک جائز ہے قصاب ہونا کوئی مانع امامت نہیں متعدد اکابر دین نے یہ پیشہ کیا ہے ہاں اگر جماعت والے اس سے نفرت کرتے ہوں اور اس کی امامت کے باعث جماعت میں کمی پڑے اور دوسرا امام سنی صحیح العقیدہ قابل امامت

موجود ہو تو اس دوسرے کی امامت اولیٰ ہے فقد کرھوا خلف ابوص شاع برصد لاجل التفتیر مع انہ لا خطیئۃ لہ فیہ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ - از میوندی بزرگ برگنہ اجاؤں ڈاک خانہ شاہی ضلع بریلی مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب ۱۶ شوال ۱۳۳۷ھ ہجری
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) جو شخص زنا کرتا ہو اور اس کا ثبوت بھی ہو گیا ہو تو جو اس کے پیچھے نمازیں پڑھیں وہ
 ہوئیں یا نہیں (۲) جب زانی ایسا شخص تو بہ کر لے تو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں (۳) زانی اپنے افعال سے توبہ کرتا ہے اور
 گاؤں والے اس کی توبہ کو نہیں مانتے تو وہ گاؤں والے کس جرم کے سختی ادا کس درجہ میں شمار ہیں (۴) جس عورت نے اپنے شوہر سے
 سرکشی کی اور اس کے حکم کو نہ مانا اور شوہر کا دل دکھایا اور شوہر پر زبان درازی کی تو ایسی عورت کو طلاق دینا واجب ہے یا نہیں اور
 اگر شوہر اپنی بی بی کی زبان درازی اور سرکشی پر عاضی ہے اور وہ امامت کرتا ہے تو ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

الجواب

(۱) زنا کا ثبوت سخت دشوار ہے جسے عوام ثبوت سمجھتے ہیں وہ ادبام ہوتے ہیں جب تک اس کی یہ حالت نہ تھی اس وقت تک اس کے
 پیچھے نمازیں کوئی حرج نہ تھا ان کے اعادہ کی بھی کچھ حاجت نہیں فانہ ان کان فاسقا غیر معین فاما الکراہۃ خلفہ الا تنزیہیۃ (۲) جب
 بعد توبہ صلاح حال ظاہر ہو اس کے پیچھے نمازیں حرج نہیں اگر کوئی مانع شرعی نہ ہو (۳) اللہ عز وجل اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور
 گنہ بختا ہے والذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویغفر عن السیئات جو لوگ توبہ نہیں مانتے گنہگار ہیں ہاں اگر اس کی حالت توبہ سے
 قابل اطمینان نہ ہو اور یہ کہیں کہ تو نے توبہ کی اللہ قبول کرے۔ ہم تجھے امام اس وقت بنائیں گے جب تیری صلاح حال ظاہر ہو تو یہ بلا ہے
 (۴) اسے جزا طلاق دینا واجب نہیں اور اس پر صبر کرنے والا نہایت نیک کام کرتا ہے اگر نیت اللہ کے لیے ہو بہر حال یہ امر امامت میں
 خلل انداز نہیں کہ یہ اپنے حق سے درگزر ہے اور اس میں حرج نہیں اور ہمارا راضی ہونا بایں معنی نہیں تھا کہ اس کے افعال خلاف شرع کو پسند
 کرتا ہے جن سے وہ قابل امامت نہ رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از میوندی از سید صاحب

زید اپنی سوتیلی ساس سے زنا کرتا ہے اور زید کے سسر کو بھی یہ معلوم ہے لیکن اس کو منع نہیں کرتا اس خوف سے کہ یہ سسرے گھر سے نکلیں گی
 تو وہ کس جرم کا سختی ہے اور زید جو اپنی ساس سے زنا کر رہا ہے وہی امامت بھی کرتا ہے تو یہ زید کس درجہ کا سختی ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا
 یا میل جول رکھنا کیسا ہے (۲) جس کا پیرایا ہو کہ جملہ افعال حرام ہوں جیسے زنا وغیرہ کرنا اور سلفہ وغیرہ پینا اور اکثری فعل ناچ رنگ میں شامل ہونا
 وغیرہ وغیرہ ہوں علمائے دین اس سے بیعت کرنا حرام فرمادیں اور جو بیعت حاصل کر چکا ہو اس کو نسخ کرنے کا حکم دیں تو اب علمائے دین فرمادیں
 کہ جو ایسے پیر سے بیعت کئے ہوئے ہو اور ایسے پیر پر اعتقاد رکھتا ہو اور علمائے دین کے حکم کے خلاف کرتا ہو کہ علما تو ایسے پیر سے بچنے کا حکم
 فرمادیں اور وہ نہ مانے اور متبع ہو اور امامت کرتا ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور میلاد پڑھوانا اور شریک حال ہونا کیسا ہے درست یا غیر درست اور
 بعض کہتے ہیں کہ جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں وہ نادرست ہیں ان کا بھی پھر نادرست ہے کیونکہ اس نے اتباع علما نہیں کیا۔ بینوا تو جو
الجواب - جو باوصف قدرت اپنی عورت کو اس بیچائی سے منع نہیں کرتا نہیں روکتا وہ دیوث ہے اور وہ جو زنا کرتا ہے اگر اس کا

یہ حال صحیح مشہور ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اس سے میل جول نہ چاہیے اگر عوام کے اداہم کی افواہ ہے کہ خواہی خواہی عیب لگاتے ہیں تو اس اعتبار نہیں پھر می اگر کسی سبب لوگوں کی اس سے نفرت و اسکے پیچھے جامع کی علت ہو تو اسے ادا نہ کریں اگرچہ وہ الزام سے بری ہے کمین مشاع بروصہ کہانی الدار (۲) ایسا شخص ہو تو وہ فاسق ہے اس کے پیچھے نماز پڑھی جائے اس سے میلاد شریف نہ پڑھایا جائے لان فی تقدیر تعظیہ وقد وجب علیہما اہانتہ شرعاً تبیین المحتاجین وغیرہ۔ جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں ضرور عادیہ کی جائیں اس کا شریک حال مذکور ہونا حرام ہے اس سے میل جول نہ چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از شر برہنہ مدرسہ نظر الاسلام مسؤلہ مولوی محمد فہود الحق صاحب ۳۴۲۱ ہجری ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایسے شخص کے واسطے کہ وہ حافظ قرآن ہے مگر ایفون کھاتا ہے اور رمضان المبارک کا روزہ نہیں رکھتا ہے آیا وہ اہل بیت کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بیضا بالکتاب و وجہ و ایوم الحساب۔

الجواب

ایفونی اور بلا عذر شرعی تارک صوم رمضان دونوں فاسق ہیں ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنا گناہ اور پھینکا واجب جبکہ ان کا فسق ظاہر و آشکارا ہو اور اگر مخفی ہو جب بھی کراہت سے خالی نہیں اور ایفونی اگر پینک میں ہو جب تو اس کے پیچھے نماز باطل محض قال تعالیٰ حتی تعلموا ما تقولون واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از شر مدرسہ اہل سنت مسؤلہ مولوی فہود الحق صاحب طالب علم ۳۴۲۱ ہجری ۱۳۳۱ھ

اس سوال میں جواب مذکور ہے خلافت واقعہ محض حمد پر کیا گیا ہے ایفونی تارک صوم اور پھر اس پر بلا عذر یہ تینوں لفظ اعلان کے مصداق تحقیق طلب ہیں کیونکہ نتیجہ جواب انہیں بدیہی ہے اس جواب سے یہ نہیں معلوم ہوا کہ اطباء نے امراض زلہ و جربان وغیرہ میں ایفون بقدر اصلاح تجویز فرمائی ہمد عذر شرعی کے اندر محدود ہے یا نہیں اگر نہیں تو عذر شرعی کیا ہے دوسرے یہ کہ اگر کوئی شخص یا عیض سرفرا مرض روزہ رمضان قضا کرے تو تارک صوم ہوگا یا نہیں اور عذر شرعی اس کے لیے ہے یا نہیں اور حافظ کلام مجید ایوں میں اہل بیت کے لیے شرف افضل ہے یا نہیں اگر کوئی شخص ایک مدت تک مقتدی وہ کہ محض حد سے الزام لگائے ایسے کیسوں کا کہ تو وہ عذر الشیخ مستوجب کیس قریز کا ہے۔

الجواب

ایفون اتنی کہ پینک لائے مطلقاً حرام ہے کسی مرض کے لیے حلال ہو سکتی ہے نہ کسی طبیب کی تجویز سے۔ اللہ و رسول کے برابر حکیم کون ہے وہ نسخ فرماتے ہیں ان کا نسخ فرمایا ہوا کسی کی تجویز سے جائز نہیں ہو سکتا عذر شرعی ہے عذر شرعی فتویٰ میں دوبارہ ایفون لکھا تھا بلکہ دوبارہ صوم و قیام میں ہے (ظاہر المذہب المنع) بدالاحتار میں ہے اجاب الامامان الموضع فیما لا طبباء و قولہم لیس بحدیحتی لوتعین الحوام مدافعا للہلاکہ بجل کالمیتۃ والخمر عند الضرورۃ ہاں سرفرا و مرض جس میں روزہ کا مضر ہونا ثابت و محقق ہمد روزہ قضا کرنے کے لیے عذر شرعی ہیں۔ حافظ ایوں سے جب افضل ہے کہ فاسق نہ ہو اور فاسق تو عالم بھی افضل نہیں چہ جائے حافظ و مختار میں ہے الا ان یکون غیو الفاسق اعلم القوم فہود الحق اگر الزام سمجھا لگائے تو سخت کبیرہ ہے اور اسکی

سخت سزا ہے اور اگر الزام سچا ہے تو مدت تک خاموش رہنے کا اس مقتدی پر الزام ہے اور وہ اس وجہ سے سزاوار سزا ہے مگر وہ امام اس بنا پر الزام سے بری نہیں ہو سکتا کہ اب تک مقتدی کیوں خاموش رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از اورنگ آباد ضلع گیا مرسلہ محمد اسماعیل مدرس مدرسہ اسلامیہ ہم ار صفر المظفر ۱۳۳۳ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمرو تعزیہ کی نہایت عظمت کرتا ہے اور اکھاڑے میں شریک ہوتا ہے اور حضرت سید الشہداء حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی مجلس میلاد منعقد کرتا ہے اور اس میں باحسین سلام علیک یا ذکی سلام علیک یا علی سلام علیک وغیرہ بحالت قیام پڑھواتا ہے اور مجلس میں سماع میں ہر قسم کے مزامیر یعنی انگریزی باجا روشن چوکی خدک شنائی مشکلی باجا وغیرہ بجاتا ہے اور نماز پنجگانہ وجہ کے لیے مسجد میں نہیں آتا صرف عیدین کی امامت کرتا ہے مقتدی اس سے سبب ان افعال کے سخت نفرت رکھتے ہیں تو عمرو قابل امامت ہے یا نہیں اور عمرو کے یہ افعال شرع شریف میں کیا حکم رکھتے ہیں۔

الجواب

مزامیر حرام ہیں صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے یستحلون الخمر والمخمر والمخمر بالمخمر والابتداء بالمخمر بیکوہ تو مجلس مزامیر منعقد کرنا فسق اور نماز عید کو ان شیطانی باجوں کے ساتھ آنا فسق اور تباعث کے لیے بلا عذر شرعی حاضر نہ ہوا کرنا فسق اور جمعہ میں بلا مجبوری نہ آنا سخت تر فسق اور تعزیہ کی تنظیم پرعت عمرو ہرگز قابل امامت نہیں التحائف میں ہے لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ شہداء حضرت سید الشہداء اور حضرت مولیٰ مشکلا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مجلس ذکر شریف منعقد کرنا اور یا علی سلام علیک یا ذکی سلام علیک کہنا کچھ حرج نہیں رکھتا جبکہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از گونا سنٹرل انڈیا ریاست گوالیار مرسلہ محمد صدیق سکریٹری انجمن اسلامیہ ۷ صفر ۱۳۳۳ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی زوجہ ثانی ایک دوسرے شخص کے ساتھ فرار ہو گئی اور فسق و فجور کرتی ہے اور زید اس کو رکھے ہوئے ہے اور وہ زوجہ زید، زید بہ حادی ہے زید دوسروں سے کہتا ہے کہ تم فلاں شخص کو جس کو میری زوجہ بلاتی ہے میرے گھر آنے سے روکو جب زید سے کہا جاوے کہ تم اس کو طلاق دے دو تو بہتر ہے اس پر زید غصہ کرے اور کلمات سخت کہے اور کہے کہ میری زوجہ اولی بھی تو لوگوں کو بلواتی ہے کیا اس کو بھی طلاق دیدوں ایسا ہرگز نہیں کروں گا تو ایسے اصرار سے زید دیوث ہے یا نہیں اور مسلمانوں کو، زید کو اگر وہ پیش امامی کرتا ہو معزول کرنا چاہیے یا نہیں زید نے جو پیش امام مسجد ہے اُس نے چند جاہلوں کو اپنا طرفدار بنالیا ہے ان میں سے ایک شخص بکرنے کہا کہ ہمارا پیش امام دودو بوتلیں شراب کی پیے گا اور چار رنڈیاں رکھے گا اور وہی پیش امام رہے گا پس بکرنے کی بابت شرعاً کیا حکم ہے اور جو لوگ ایسے امام کی طرف ذاری کریں اور اس کو پیش امام رکھنے پر اصرار کریں ان کی بابت کیا حکم ہے

بیٹھا تو جبروا

الجواب

زید اپنی زوجہ کے ایسے افعال پر اگر واضی ہے یا بقدر قد رعت بندوبست نہیں کرتا تو بلاشبہ دیوث ہے اور اسے امامت سے

مغزول کرنا واجب اور اسکے پیچھے نماز پڑھنا گناہ اور اس کا بھیرنا لازم اور اسکے حامی گنہگار قال اللہ تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان اور اگر وہ ان افعال پر راضی نہیں اور جہاں تک اُس کا امکان ہے بند و بست کرتا ہے تو عورت کے افعال پر اس کا الزام نہیں قال اللہ تعالیٰ لا تنزلوا ذرا اخری نہ اس پر طلاق دینا لازم حدیث میں ہے جاء رجل الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال ان امرأتی لا تزود لایامی قال فطلقها قال انی احبھا قال فاستفتح بها رواہ ابوداؤد ودرمختار میں ہے لایجب علی الزوج تطلیق الفاحشة بکرجس نے وہ ناپاک کلمات کے اُن سے صراحت شریعت مطہرہ سے عناد نکلتا ہے اُس پر تو فرض ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از ریاست جے پور گھاٹ دروازہ مدرسہ قادیانہ کیہ اعظم شاہ مسلہ حاجی عبدالمجبار صاحب رضوی ۳۴ صفر ۱۳۳۲ ہجری کیا حکم ہے شریعت مطہرہ کا اس سلسلہ میں کہ زید امامت کرتا ہے اور اس کے سر کے بال لیے یعنی دوش سے نیچے قریب سینہ تک ہیں عمرو یہ کہتا ہے کہ دوش سے نیچے بال بڑھا حرام ہیں اور ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے زید کہتا ہے کہ اتنے بالے بال رکھنا یعنی دوش سے نیچے جائز ہے اور شائع و سادات کا یہ شعار ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مظلوم نے اپنے رسالہ الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن کے صفحہ ۱۹ سطر ۱ میں حضرت سیدنا امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے گیسو شانہ پر لٹک رہے تھے لہذا سوال یہ ہے کہ زید کا کہنا صحیح ہے یا عمرو کا اگر عمرو کا قول صحیح ہے تو عینی نمازیں ہم مقتدیوں نے زید کے پیچھے پڑھی ہیں حساب کر کے سب کا اعادہ کریں یا نہیں۔

الجواب

مسلمان کو اتباع شریعت چاہیے حکم نہیں مگر اللہ رسول کے لیے سینہ تک بال رکھنا شرعاً مرد کو حرام اور عورتوں سے تشبیہ اور حکم احادیث صحیحہ کثیرہ معاذ اللہ باعث لعنت ہے قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعن اللہ المتشبهین من الرجال بالنساء ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک عورت کو مردانہ جوتا پہنے دیکھا اُسے لعنت کی خبر دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو کمان لٹکائے ملاحظہ فرمایا ارشاد فرمایا اللہ کی لعنت اُن عورتوں پر کہ مردوں سے تشبیہ کریں اور ان مردوں پر کہ عورتوں سے مشابہت کریں حالانکہ جوتا کوئی جزو بدن نہیں جزو لباس ہے اور کمان جزو لباس بھی نہیں ایک خارج شے ہے جب ان میں مشابہت پر لعنت فرمائی تو بال کہ جزو بدن ہیں ان میں مشابہت کس وجہ حرام اور باعث لعنت ہوگی الحرف الحسن میں یہ ہے کہ شانہ پر لٹک رہے تھے یا یہ کہ شانہ سے اُتر کر سینہ تک پہنچے تھے۔ شانہ تک لیے گیسو کا ہونا اگر آگے اصلاً نہ بڑھیں ضرور جائز بلکہ سنن زوائد سے ہے حساب کر کے نمازوں کا اعادہ چاہیے اور امام صاحب سے امید ہے کہ حکم شرع قبول فرما کر خود مصیبت سے بچیں گے اور اپنی اور مقتدیوں کی ناکراہمت سے بچائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از مانیہ والا ڈاک خانہ قاسم پور گدھی ضلع بجنور مسلہ سید کفایت علی صاحب ۳۳ ربیع الاول ۱۳۳۲ ہجری کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس سلسلہ میں کہ امام اور ایک مقتدی نماز پڑھتے ہوں دوسرا مقتدی آگیا تو امام کو وہیں رہنا چاہیے یا آگے چلا جاوے یا نہیں (اور آگے بڑھنے کی جگہ ہو) بینوا و جروا

الجواب - اگر پہلا مقتدی مسئلوں سے ہے اور اسے پیچھے ہٹنے کی جگہ ہے تو وہ ہٹ جائے دوسرا مقتدی اُس کی بار بار کھڑا ہو جائے

اور اگر مسئلہ دان نہیں یا اسے پیچھے ہٹنے کو جبکہ نہیں تو امام آگے بڑھ جائے اور اگر امام کو بھی آگے بڑھنے کو جبکہ نہیں تو دوسرا مقتدی بائیں ہاتھ کو کھڑا ہوجائے مگر اب تیسرا مقتدی اگر آگے نہ بڑھے تو سب کی نماز مکروہ تحریمی اور سب کو اس کا پھیرنا واجب ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از برلی مسؤل محمد حسن صاحب طالب علم مدرسہ منتظر اسلام بریلی ۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ ہجری

ما قول علماء اهل السنة والجماعة رحمكم الله تعالى هل تجوز الصلاة خلف اكامله والذى هو ابن ستة عشر سنة

افيدونا الجواب رحمكم الله الوهاب -

الجواب

نعم تجوز ان لم يكن مانع شرعي لانه بالغ شرعا وان لم يظهر الاثار نعم تكرر ان كان صبيا محلا لغتة كما في رد المحتار عن الرضوي واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از کوٹ ڈسکہ مدرسہ محمد حیات صاحب مدرس ہائی اسکول ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۲ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام اسے امام مسجد کے بارے میں جس میں مفصلہ ذیل نقص صریحاً ہوں (۱) احوال و ذائقہ ہے اگر کسی صاحب میت سے کچھ دے تو شاکہ ہوتا ہے (۲) سامان مسجد کی مطلق حفاظت نہیں کرتا اور نہ ان کی مرست و غیرو کی لوگوں کو ترغیب دیتا ہے اس لیے ارشاد مسجد بگڑتی اور خراب ہوتی رہتی ہیں اور ضائع اور ضعیف ہوتی رہتی ہیں اور مسجد کے متعلق مکان میں رہائش رکھتے ہیں جو کہ مسجد سے جملہ متصل مسجد ہیں اگر حفاظت سامان مسجد کو کہیں تو برا فروخت ہو جاتے ہیں (۳) جماعت نماز صرف مغرب کی کرتے ہیں باقی نمازیں متفرق طور پر لوگ خود بخود پڑھتے ہیں اگر کہیں تو ناراضی (۴) مرض بواسیر عرصہ سے ہے تقاطر بول اور پیپ اور خون سے محفوظ رہنے کے لیے بچے لنگوٹی رکھتے ہیں ہر سے طور پر شکایت مرض بواسیر نہیں گئی اور نہ یہ جانے والی ہے (۵) میونسپل کمیٹی قصبہ کوٹ ڈسکہ میں ایک ادنیٰ آسافی جھوٹاری خاکہ بان شے دے پے ماہوار پر ملازم ہیں۔ کام اچھا نہ ہونے پر مقامی افسر اور مسلمان کمیٹی اکثر ناراض رہتے ہیں اور سخت سخت کہتے ہیں جو کہ مسلمانوں کو ناگوار گزرتا ہے (۶) میانجی کے انعقدون شہر میں جو مکانات ہیں ان کے بالکل متصل ایک پرانی مسجد ہے انقلاب زمانہ سے اس محلہ میں مسلمانوں کے گھر دسے اور مسجد غیر آباد ہو گئی اب میانجی اس مسجد کو مالی موسیٰ خانہ اور گوبرھینس خانہ بنا رکھا ہے طرفہ یہ کہ جو اس مسجد کا برابرے دسے ہیں (۷) روزہ ماہ رمضان المبارک اگر سمر ہونے کی وجہ سے نہ بھی رکھتے ہوں تو نماز تراویح پڑھانے کے لیے آتے ہیں کیونکہ تراویح پڑھانے والے کی خدمت ہوتی ہے مگر نماز فرض کی جماعت سوائے مغرب ندارد ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنی کیسی ہے۔

الجواب

اگر یہ بیانات صحیح ہوں تو صرف نمبر ۳، نمبر ۶ اس کے خاسق معن ہونے کے لیے کافی ہیں کہ چاروں نمازوں میں روزانہ تارک جماعت سے اور مسجد کو ناپاک و لوٹ کرنے والا اور خاسق معن کو امام بنا ناگانہ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب فتاویٰ لمحہ و فہمہ میں ہے لوقد موافقا سقا یا ثنوں اور تقاطر بول اور جریان خون اگر لنگوٹ سے بند نہیں ہوتے جب تو آپ ہی اس کے پیچھے نماز باطل شخص ہیں ان ہی اگر روزہ رکھ سکتا ہو اور ہر کس درکے تو سخت خدیو خاسق ہے ہر حال اسے اس سے سزا دل کرنا چاہیے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر سہ غلام محمد صاحب دہلی مورخہ ۲۱ رجب المرجب ۱۳۳۵ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا قیص چوری ہوا اور بکر پہ چند قرآن کی وجہ سے بطور شبہ کے چوری ثابت کیا گیا اور جس روز سے بکر پہ چوری ثابت ہوا اس روز سے نام محمد والوں نے بکر کے پیچھے نماز پڑھنا قطعی چھوڑ دی بھر شک کے اور اسی شک کو لے کر بکر کے پیچھے نماز پڑھنا بلا توبہ جائز ہے یا نہیں دیگر گزارش یہ ہے کہ بکر کے باپ نے کہا کہ زید اگر قسم کھائے تو مال مسروقہ ہم دیں گے اور زید نے کہا ہم قسم کھائیں گے لیکن قسم نہیں کھایا اور زید کے پیچھے بلا توبہ نماز جائز ہوگی یا نہیں - بینوا تو جو

الجواب

زید پر کوئی الزام نہیں اور خالی شبہ کے سبب بکر پہ چوری ثابت نہیں ہو سکتی اس کے پیچھے نماز منع ہو - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از گلشن ناز کل ڈنگار لندہ روگدھام مدرسہ شیخ عرفان علی صاحب ۱۴ رجب المرجب ۱۳۳۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق مغلطہ دیا وہ مطلقہ مدت ایک سال تک بیٹھی رہی پھر اس کے شوہر نے اس کو بلا عقد شریعہ اپنے زوجیت میں رکھ لیا اور اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی یہاں تک کہ لڑکی مذکورہ بالغ ہوئی میں اس لڑکی سے کسی مسلمان نے اگر عقد شادی کر لیا اور اس نسل سے اولاد جو پیدا ہو وہ امامت کر سکتا ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں - بینوا تو جو

الجواب

اس کی ماں و لڑائی ہوئی وہ خود ولایت نہیں اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں جبکہ مذہب و اعمال و قرأت و طہارت وغیرہ میں قابل امامت ہو ہاں اگر محام اس کی امامت سے نفرت کریں اور یہ امر باعث قلت جماعت ہو تو اسے امام نہ کریں - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از گلشن ناز رچٹ پور روڈ مدرسہ حاجی زکریا حاجی جان محمد صاحب ۱۴ رمضان ۱۳۳۵ ہجری

ایک مسجد کے متولیوں نے زید کو بچا پس روپے ماہوار پانچ سال کے لیے ملازم رکھا یہ شرط تھی کہ ہم تین سال بعد معزول کر سکتے ہیں اسے امام نے بذریعہ تحریری اقرار نامہ کے منظور کر کے اپنے دستخط کر دیے (۲) باوجود متولیوں کے منع کرنے اور باضابطہ روکنے کے کہ جب تک ہم کو کسی داعی یا لکچرار کے خیالات اور مذہب کا علم نہ ہو جائے کسی کو مسجد میں وعظ و کچر دینے کی اجازت نہ دو وہ بے اطلاع متولیوں کے خود اجازت دیتا ہے چنانچہ گزشتہ فساد کے موقع پر گلشن میں اسے مسجد کے اندر ہندوؤں تک کو آسنے دیا (۳) امام مذکور اکثر مسجد کی امامت سے بغیر حاضر ہوتا اور سیر یا دعوتوں میں بے اجازت متولیوں کے چلا جاتا ہے اور متولیوں کے منع کرنے کی بالکل پرواہ نہیں کرتا (۴) متولیوں نے بعد گزرنے بعد اقرار نامہ اور باضابطہ تحریری اطلاع دہی کے دوسرے امام کو جو مدینہ منورہ کا ساکن اور مسجد نبوی کے امام کے خاندان سے ہے اور مسجد نبوی میں امامت کر چکا ہے اب یہاں اس کے مقرر کیا ہے تو وہ مزاحم و مانع ہے اور آمادہ فتنہ و فساد ہے اور متولیوں پر خلاف اقتداء بہین آمین الزام و بستان مشہر کرتا ہے آیا ایسے امام کو شرعاً متولیان مسجد معزول کر سکتے ہیں یا نہیں

الجواب معزول کر سکتے ہیں بلکہ ان حرکات پر اس کو حرج و حرج گرا ہی چاہیے لاجعل صاحب و طفلة الاب بختہ و هذه

جنحۃ - واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۱۰۔ ارشاد مبارک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ زید نے عمرو سے شلابرتاں گلستاں کے بچپن میں دو یا تین سبق پڑھے تھے اب اُن میں رنج ہو گیا اور عمرو نے اسے پاک (عاق) کر دیا تو زید کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر شاگرد کا قصور تا حد فسق ہے اور بوجہ اعلان مشہور و معروف ہے تو اسے امام بنانا جائز نہیں اور اس کے پیچھے نماز گناہ اور اگر اس کا قصور نہیں یا حد فسق تک نہیں یا وہ بالا اعلان اُس کا ترک نہیں تو ان پہلی دو صورتوں میں اس کے پیچھے نماز میں اس وجہ سے کوئی کڑاہٹ نہیں اور پچھلی صورت میں کردہ تنزیہی خلاف اولیٰ ہے باقی عاق کر دینا کوئی شے نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از باب گلدھ صدر بازار بدوکان امیر بخش ٹیکر مسلہ شیخ طالب حسین ۱۴ ارشاد بروز پنجشنبہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ راب گلدھ میں دو مسجدیں ہیں جس میں سے ایک مسجد کا متولی جو روزہ نماز کا پائے بند نہیں ہے اُس نے ایک پیش امام جو قوم کا صدیقی اور علم کا حافظ و مولوی حکیم مقرر تھا اس کو متولی نے بلا وجہ الگ کر دیا اور پکائے اُس کے بلارائے مقتدیوں کے دوسرا امام جو صرف حافظ و قوم کا قصاب ہے اور ہنوز ان کے یہاں پیشہ جاری ہے مقرر کر دیا جس پر میں نے متولی صاحب سے پوچھا کہ سابق پیش امام کس قصور پر علیحدہ کیے گئے تو متولی عبدالصمد صاحب نے بہت غصہ کے ساتھ جواب دیا کہ ہمارے مسجد ہے ہم جو چاہیں سو کریں مقتدی پوچھ نہیں سکتے ایسے پیش امام کے پیچھے اور ایسی مسجد میں نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینوا تو جروا

الجواب

اگر پہلا امام معاذ اللہ بد مذہب ہو تو اُس کا معزول کرنا اشد ضروری تھا اور اگر دوسرا بد مذہب ہو تو اس کا مقرر کرنا حرام ہوا اور معزول کرنا لازم ہے یوں ہی اُن میں جو قرآن مجید غلط پڑھتا ہو یا طہارت صحیح نہ کرتا ہو اُس کا معزول کرنا فرض ہے ایک ہوا دو دنوں اور اگر صحت مذہب قرأت و طہارت میں بقدر جواز نماز میں اور امام وظیفہ پاتا ہے تو بلا قصور پہلے کو معزول کرنا گناہ ہوا کہ بلا وجہ ایذا سے سلم کہ لا یعزل صاحب وظیفۃ بغیر جنحۃ اور متولی کا کہنا کہ مسجد ہماری ہے ہم جو چاہیں کریں محض باطل ہے مسجد میں اشد عزوجل کی ہیں ان المنجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احد اُس میں وہی کیا جائے گا جو حکم شرع ہے اور اس کا یہ زعم باطل ہے کہ مقتدی پوچھ نہیں سکتے بلکہ امام و موزن مقرر کرنے میں متولی کا اختیار نہیں جبکہ خود بانی مسجد اس کے اقارب میں دہو امام و موزن کے نصب میں پہلا اختیار بانی پھر اس کی اولاد و اقارب کا ہے اور دوسرا اختیار مقتدیوں کا ہے یہ بھی جبکہ جس کو بانی مقرر کرنا چاہتا ہے اور جسے مقتدی چاہتے ہیں دونوں یکساں ہوں اور اگر جسے یہ چاہتے ہیں وہی شرعاً اولیٰ ہے تو انھیں کا اختیار مانا جائے گا متولی اس بارے میں کوئی چیز نہیں درختار البانی للسجد اولیٰ من القوم بنصب الامام والموزن فی المختار (وکن اولیٰ لہما و عشیرتہ اولیٰ من غیرہما اشباہہ ام شامی) الا اذا عین القوم اصلہ ممن عینہ البانی (لان منفعتہ ذلک توجب الیہما النفع الوسائل احض) اور اگر امامت بلا وظیفہ ہے اور پہلا امام شرعاً اس دوسرے سے

اولی تھا تو متولی نے دوسرا ظلم کیا رائج کو ہٹانا اور مرجع کو بڑھانا اور دونوں برابر ہیں جب بھی بلا وجہ پہلے کو ایذا دہی کا مرتکب ہوا اور اگر یہ دوسرا اولی بایں معنی کہ پہلے کے پیچھے نماز میں کچھ کراہت تھی اس کے پیچھے نہیں تو متولی نے اچھا کیا مقتدیوں کا اس پر اعتراض بجا ہے نماز اس کے پیچھے ہی مطلقاً جائز ہے جبکہ مذہب و قرأت و طہارت و اعمال صحیح ہوں اور مسجد کا تو کوئی جرم ہی نہیں اس میں ہر حال جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ازنا تہ دوار ریاست اودھ پور ملک میواڑ سراج الدین صاحب ۲۲ جون ۱۹۲۲ء
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ ایک شخص مسائل نماز روزہ کے تھوڑا بہت وقیفیت ہے مگر چند عرصہ سے اس کے کانوں میں سماعت کم ہو گئی ہے یعنی اونچا سنتے ہیں تو ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں، ہونے کا سبب خلاصہ تحریر فرمائیں اور اگر بہرے پیش امام نے نماز میں غلطی کرے اور اپنے مقتدی کا لقمہ نہ سنے تو نماز میں کوئی خلل تو نہیں آتا ہے یا آتا ہے اس کا جواب باصواب مع فقہ و حدیث اور کتب فقہ و حدیث کا حالہ بھی ضرور تحریر فرمادیں اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمادے گا۔ ۲۲ جون ۱۹۲۲ء
ازنا تہ دوار ریاست اودھ پور ملک میواڑ سراج الدین صاحب۔

الجواب

بہرے کے پیچھے نماز جائز ہے مگر اس کا غیر اولی ہے جبکہ علم مسائل نماز و طہارت میں اس سے کم نہ ہو اور غلطی جس پر مذہب یا اگر مفسد نماز تھی نماز جاتی رہی ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از حسن پور ضلع مراد آباد مدرسہ مدرسہ مولوی عبدالرحمن مدرس ۱۸ ذی قعدہ ۱۳۴۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سفر میں امام کے عقائد کی تصدیق کی ضرورت ہے یا نہیں۔

الجواب

ضرورت ہے اگر محل شبہ ہو مثلاً کسی سے سنا کہ یہ امام وہابی ہے وہ کہنے والا اگرچہ عادل نہ ہو صرف مستور ہو تحقیق ضرور ہے قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیف وقد قیل یا وہ بستی وہابیہ کی ہو تو تحقیق کہو اور اگر کوئی وجہ شبہ نہیں تو نماز پڑھے پھر اگر بعد کو ثابت ہو کہ مثلاً وہابی تھا اعادہ فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ ایک مسجد فرقہ غیر مقلد نے سنی حنفی اخصاص کے محلہ میں کسی طرح پر آراضی کا بیٹنامہ کرا کے تعمیر کرائی اور اس کے دروازہ پر ایک پتھر جس پر لفظ اہل حدیث کندہ نصب کرا دیا اور نماز پڑھنے لگے اس مسجد میں سنی ناواقف لوگ سنی حنفی ہو کر بھی اکثر اوقات ان کی جماعت میں شریک ہو کر نماز پڑھ لیتے ہیں ان کی نماز غیر مقلد امام کے پیچھے ہوگی یا نہیں (۲) اگر اس مسجد میں سنی حنفی امام کے پیچھے حنفی لوگ غیر مقلدوں کی جماعت کے بعد یا اول ہر روز یا جمعہ کے روز ادا کریں تو نماز ہوگی یا نہیں (۳) اور اگر سنی حنفی امام کے پیچھے غیر مقلد شخص اسی مسجد میں جماعت میں شریک ہو کر نماز اپنے طریقہ پر پڑھے یعنی آمین بآپھر کرے اور رفع یدین کرے تو حنفیوں کی نماز میں کوئی نقص عائد ہوگا یا نہیں۔ بینوا تو جروا

الجواب

(۱) غیر مقلد کے پیچھے نماز باطل محض ہے ہرگز نہ ہوگی اور پڑھنے والے کے سر پہ گناہ عظیم ہوگا۔ فتح القدیر میں امام عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے لا تجوز الصلاة خلف اهل الاھواء واللہ تعالیٰ اعلم (۲) سنی امام کے پیچھے نماز ہو جائے گی مگر اس مسجد میں پڑھنے سے مسجد کا ڈاب نہ ملے گا کہ یہ شرعاً مسجد نہیں اور بلا عذر شرعی ترک مسجد گناہ ہے حدیث میں ہے لا صلاة لجار المسجد الا فی المسجد واللہ تعالیٰ اعلم (۳) جماعت میں غیر مقلد کے شریک ہونے سے ضرور نماز میں نقص پیدا ہوتا ہے اول تو اس کے آئین بالجہر سے طبیعت متوش ہوگی اور دوسرا عظیم نقص یہ ہے کہ اس کی شرکت سے صفت قطع ہوگی کہ اس کی نماز نماز نہیں ایک بے نمازی شخص صفت میں کھڑا ہوگا اور یہ صفت کا قطع ہے اور صفت کا قطع ناجائز ہے صحیح حدیث میں فرمایا من قطع صفا قطعہ اللہ - معذرتاً بذرہوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے بھی حدیث میں منع فرمایا ہے لا تضلوا معہم واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر محلہ شاہ دانا مرسلہ جناب میر قدح حسین صاحب مورخ ۱۲ رذی الحجہ ۱۳۳۵ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز جماعت سنی حنفی اشخاص کی طالب علمان مدرسہ داری دہوا دہ سرائے غام کے پیچھے ہوگی یا نہیں (۲) اگر کسی مسجد میں پیش امام مقرر نہ ہو تو حاضرین مسجد کسی شخص کو اپنے میں سے منتخب کریں تو اس میں کس کس احترام و التزام اور کس کس بات کی ضرورت ہے (۳) امام ہر طبقہ کے لوگوں میں سے کہ جس وقت موجود ہوں کثرت دوائے سے منتخب ہو سکتا ہے یا وجوہیکہ وہ منتخب شدہ شخص اپنے آپ کو امامت کا اہل نہ سمجھتا ہو مگر اجماع اس کی امامت پر ہو جائے تو وہ امامت کر سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

جو مدرسہ خلاف مذہب اہلسنت ہو اس کے طلباء کو امام نہیں بنا سکتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۲) امام ایسا شخص کیا جائے جس کی طہارت صحیح ہو قرأت صحیح ہو سنی صحیح العقیدہ ہو فاسق نہ ہو اس میں کوئی بات نفرت مقتدیان کی نہ ہو سائل نماز و طہارت سے آگاہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۳) جو شخص شرط مذکور کا جامع ہے وہ امام کیا جائے اگرچہ وہ اپنے آپ کو نااہل کہے اور جو واقعی نااہل ہے وہ امام نہیں ہو سکتا اگرچہ جب کی رائے ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - مسوئلہ مسلمانان شہر کتہ روہیل ٹولہ ۱۲ رذی الحجہ ۱۳۳۵ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کرتا اس طرح کا پہنا کرتا ہے جس کی آستینیں کینوں کے برابر بلکہ کچھ اونچی ہوتی ہیں یعنی کُنیاں کھلی رہتی ہیں ایسا کرتا ہے ہوئے پر زید کو امام بنایا جاسکتا ہے یا نہیں اور کوئی نقص اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں تو نہیں آتا ہے زید کو اس قدر مقدور بھی ہے کہ وہ پوری آستینوں کے کرتے بنوا کر پہن سکتا ہے اور امامت کرنے کے وقت اگر کھاد وغیرہ تھیں پہنتا علوہ اس کے زید کو علم بھی اچھا ہے اور ہر ایک مسائل سے واقفیت کافی رکھتا ہے۔

الجواب - بیان سائل سے معلوم ہوا کہ وہ کرتے ایسے ہی آدھے آستین کے بناتا ہے اور نماز کے وقت اگر کھاد پہن سکتا ہے

مگر نہیں پہنتا اور بازار کو انگرکھا پس کر جاتا ہے اس صورت میں زید کے پیچھے نماز اگرچہ ہو جاتی ہے مگر کراہت سے خالی نہیں فائدہ
إذن من ثياب مهنة والصلاة فيها مكروهة جب وہ ذی علم ہے اور اسے سمجھایا جائے کہ دربار الہی بازار سے زیادہ قابل تعظیم و تکریم
ہے قال اللہ تعالیٰ خذوا زینتکم عند کل مسجد وقال ابن عمر اللہ احق ان تتزین لہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از قصیدہ عمری ڈاکخانہ خاص ضلع مراد آباد مسؤلہ غلام مصطفیٰ اسرار الحق انصاری قادری ۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۹ ہجری
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین صورتائے مفصلہ ذیل میں کہ (۱) دہابی امام کے پیچھے اہلسنت و جماعت کی اقتداء
نماز خواہ پنجگانہ یا تراویح یا جمعہ یا عیدین یا نوافل یا نماز جنازہ میں درست ہے یا کیا حکم ہے (۲) زید مولویان فرقہ دہابیمہ دیوبندیہ کو عالم دین
سمجھتا ہے اور اُن کی تعظیم و تکریم بھی کرتا ہے لیکن خود عالم نہیں ہے اب زید مذکور اہل سنت و جماعت کی امامت کر سکتا ہے یا نہیں اور اُس کی
امامت سے نماز سنی کی صحیح ہے یا کیا (۳) زید فرقہ دہابیمہ دیوبندیہ کو بُرا سمجھتا اور کہتا ہے لیکن اُن کی امامت سے نماز بلا تکلف پڑھتا ہے اور
عمرو سنی حنفی ہے اور دہابیمہ کے پیچھے نماز پڑھنے سے احتراز کرتا ہے بخیاں نہ ہونے نماز جائز کے لہذا زید مذکور کی امامت سے عمرو مذکور کی
نماز صحیح ہوگی یا نہیں اور کیوں (۴) امام جمعہ دہابی عقائد ہے اور صرف ایک ہی مسجد میں جمعہ ہوتا ہے کیا سنی اُس کی امامت میں نماز جمعہ
پڑھ سکتا ہے یا نہیں اور اگر نہیں تو کیا نماز ظہر ہی ادا کرے (۵) اگر امام جمعہ نمبران (۲) یا (۳) مذکورہ میں سے کوئی ہو تو اہل سنت و
جماعت اُس کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں اور نماز صحیح ہوگی یا کیا۔ نیز نماز عیدین کے بارے میں اسی صورت میں کیا حکم ہے (۶) امام
سنی المذہب ہے اور چار مقتدی جن میں سے ایک سنی کامل ہے اور باقی تین صورتائے متذکرہ نمبران (۲) و (۳) کے ہیں ایسی حالت میں
جمعہ قائم کر سکتے ہیں یا نہیں (۷) نماز مغرب یا کسی وقت کی جماعت ساتھ امام صورتائے متذکرہ نمبران (۱) یا (۲) یا (۳) کے
ہو رہی ہے تو کیا سنی المذہب شریک جماعت ہو سکتا ہے یا نہیں اور تنہا پڑھنے کی حالت میں نماز صحیح ہوگی یا نہیں (۸) حافظ نامینا کی امامت
جائز ہے یا نہیں نماز پنجگانہ یا تراویح میں بشرطیکہ سوائے اس کے اور کوئی حافظ قرآن موجود نہیں ہے البتہ ناظرہ خواں چند ہیں (۹) صورتائے
مذکورہ الصبر نمبران (۲) یا (۳) میں سے اگر امام ہو تو نماز تراویح میں اُس کی اقتداء جائز ہے نہیں۔

الجواب

(۱) دہابی کے پیچھے کوئی نماز فرض خواہ نفل کسی کی نہیں ہو سکتی ذرا اس کے پڑھے سے نماز جنازہ ادا ہو اگرچہ نماز جنازہ میں جماعت و امامت
شرط نہیں لہذا اگر عورت امام اور مرد مقتدی ہے نماز جنازہ کا فرض ادا ہو جائے گا کہ اگرچہ مقتدیوں کی اُس کے پیچھے نہ ہوئی خود اُس کی ہوئی اور
اسی قدر فرض کفایہ کی ادا کو کافی ہے مگر دہابی کی تو نماز خود باطل ہے لہذا لا دین لہ ولا صلاۃ لمن لا دین لہ تو نہ اُس کی اپنی ہو سکتی ہے
نہ اُس کے پیچھے کسی کی اگرچہ اُس کا ہم مذہب ہو یا اور کسی قسم کا بد مذہب ہو سنی تو سنی واللہ تعالیٰ اعلم (۲) دیوبندیہ کی نسبت علمائے کرام
حرمین شریفین نے بالاتفاق فرمایا ہے کہ وہ مرتد ہیں اور شفاعت امام قاضی عیاض و بزاز یہ و مجمع الانہر و در مختار وغیرہ کے حوالہ سے فرمایا
کہ من شک فی کفرہ وعدا بہ فقد کفر جو اُن کے اقوال پر مطلع ہو کر اُن کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر اور اُن کی حالت کفر و ضلال اور
اُن کے کفری و ملعون اقوال طشت از بام ہو گئے ہر شخص کہ ترا جگلی نہ ہو اُن کی حالت سے آگاہ ہے پھر انھیں عالم دین جانے تو ضرور ستم ہے

اور اُس کے پیچھے نماز باطل محض واللہ تعالیٰ اعلم (۳۳) ابھی گزرا کہ دیوبندیہ کے کافر ہونے میں جو شک کرے وہ بھی کافر ہے صرف انھیں برا جاننا کافی نہیں تو جو انھیں قابل امامت سمجھتا ہے اُس کے پیچھے نماز بیشک باطل محض ہے فانہ منہم واللہ تعالیٰ اعلم (۳۴) اہلسنت پر فرض ہے کہ اپنا امام سنی صحیح العقیدہ جمعہ وعیدین کے لیے مقرر کریں وہابی کے پیچھے نماز باطل محض ہے اور شہروں میں جمعہ کا ترک حرام ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۳۵) اس کا جواب انھیں نبیوں میں گزرا۔ (۳۶) ایسی صورت میں جمعہ قائم نہیں ہو سکتا کہ اُس کے لیے امام کے سوا کم از کم تین مقتدی درکار ہیں اور یہاں ایک ہی ہے باقی تین مقتدی نہیں ایسٹ پیٹر کی موت میں ہیں واللہ تعالیٰ اعلم (۳۷) بارہا بتا دیا گیا کہ ان کے پیچھے نماز باطل اور خود ان کی نماز باطل وہ نماز ہی نہیں لغو حرکات ہیں مسلمان اُسی وقت اپنی جماعت قائم کریں اور جماعت نہ ملے تو اپنی تنہا پڑھے (۳۸) نابینا کی امامت جائز ہے ہاں اگر اُس سے افضل موجود ہو تو خلافت اولیٰ ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۳۹) کتنی بار کہا جائے کہ کسی نماز میں اصلاً جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از شہر ڈونگر پور ملک میواڑ راجپوتانہ برہمان جمدار سکندر خاں مسؤلہ عبدالرؤف خاں ۱۳ محرم ۱۳۳۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص بخومی ہو یا رتال یا خال دیکھنے والا اُس پر ہجرت لینے والا ہو اور امامت کرتا ہو اُس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

الجواب

بخومی و رتال قابل امامت نہیں یہ ہیں جھوٹے فالناموں والے ہاں اگر جائز طور پر خال دیکھے اور نہ اُس بدیقین کرے بدیقین طائے توحیح نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از شہر کٹہ مسؤلہ سید ممتاز علی صاحب رضوی ۱۳ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ اہلسنت و جماعت کا متفق علیہ عقیدہ ہے کہ سیدنا ابابکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام افضل البشر ہیں یہ و خالد دونوں اہل سادات ہیں زید کہتا ہے کہ جو شخص حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فضیلت دیتا ہے اُس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے خالد کہتا ہے کہ میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فضیلت ہے اور ہر سید تفضیلیہ ہے اور تفضیلیہ کے پیچھے نماز مکروہ نہیں ہوتی بلکہ جو تفضیلیہ کے پیچھے نماز مکروہ بتائے خود اُس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے۔

الجواب

تمام اہلسنت کا عقیدہ اجماعیہ ہے کہ صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے افضل ہیں ائمہ دین کی تصریح ہے کہ جو مولیٰ علی کو ان پر فضیلت دے مبتدع بد مذہب ہے اُس کے پیچھے نماز مکروہ ہے فتاویٰ خلاصہ و فتح القدیر و بحر الرائق و فتاویٰ علیگیرہ وغیرہ کتب کثیرہ میں ہے ان فضل علیا علیہما و مبتدع اگر مولیٰ علی کو صدیق و فاروق پر فضیلت دے تو مبتدع ہے غنیہ و رد المحتار وغیرہ میں ہے الصلاة خلف المبتدع تکراہ کل حال بد مذہب کے پیچھے

ہر حال میں نماز مکروہ ہے ارکان اربعہ میں ہے الصلاۃ خلفہم تکوہ کراہت شدیدیۃ تقضیلیوں کے پیچھے نماز سخت مکروہ یعنی مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - شہر کتبہ محلہ کانکر ڈیلہ سولہ نفعہ خاں ۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو کا نذر آدمی اس کی امامت جائز ہے یا ناجائز۔

الجواب

جائز چیز بیچنا اور جائز طور پر بیچنا کچھ حرج نہیں رکھتا اُس کے سبب امامت میں کوئی خلل آئے ہاں اگر ناجائز چیز بیچے یا مکروہ کذب یا حقوہ فاسدہ مثل ربوا وغیرہ کا ارتکاب کرے تو آپ ہی فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از صدر بازار بریلی سولہ نعمت اللہ خاں محرم پونڈ ۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید سنت جماعت ہے تو زید کی نماز وہابی کے پیچھے جائز ہے یا نہیں (۲) بکروہابی ہے اور زید سنت جماعت ہے تو بکر کی نماز زید کے پیچھے ہو سکتی ہے یا نہیں۔

الجواب

سنی کی نماز وہابی کے پیچھے نہیں ہو سکتی امام محمد و امام ابو یوسف و امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی لا تجوز الصلاۃ خلف اهل الاهواء بلکہ وہابی کی نماز کسی کے پیچھے ہو سکتی ہے نہ خود تہمانہ وہابی کے پیچھے کسی کی نماز ہو سکتی ہے اگرچہ اُس کا ہم مذہب ہو کہ صحت نماز کے لیے پہلی شرط اسلام ہے اور وہابیہ تو ہیں خدا و رسول کے سبب اسلام سے خارج ہیں فتاویٰ علمائے کرام و مہین شریفین میں ہے من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از موضع برتا پور ضلع بریلی سولہ گلزار شاہ ۲۱ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند آدمی ناخواندہ قلعہ ہیں اور اُن آدمیوں میں ایک آدمی کچھ خواندہ عربی کا ہے لیکن پیشہ فقیری کا ہے اُس کی امامت جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

فقیری کا پیشہ کہ تندرست ہوتے ہوئے بھیک مانگتے پھرتے ہیں حرام ہے اور اُس کی کمائی ضعیف اور اُسے امام بنانا گناہ اُس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اس میں سے کسی پر ہینر گار جو سنی صحیح العقیدہ ہو وضو غسل ٹھیک کرتا ہو نماز صحیح پڑھتا ہو امام بنائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از ضلع سیونی چھپارہ محلہ قاضی مالک متوسط سولہ محمد طور احسن صاحب ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ مندرجہ ذیل حدیث شریف کو جھوٹا کہتے ہیں وہ یہ ہے عن عمرو بن سلمۃ قال لما كانت وقعة الفتح بادر کل قوم باسلامہم و بدرابی قومی باسلامہم فلما قدم قال جئکم واللہ من عند اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقا فقال صلو ا صلاۃ کذا فی حین کذا و صلاۃ کذا فی حین کذا فاذا حضرت الصلاۃ فلیؤذن

احدکم و یومکم اکثرکم قریانا فظروا فلم یکن احد اکثر قرانا منی لما کنت اتلقى من الرکبان فقد مونی بین یدیهما وانا ابن ست او سبع سنین وکانت علی بردة کنت اذا سجدت تقلصت معنی فقالت امرأة من الحی الا تغطوا عنا است قارکم فاشتروا فقطعوا لی قبصا فما فرحت بشئ فرحی بذلک القبص رواه البخاری و فی روایة النسائی کنت او مهم وانا ابن ثمان سنین و فی روایة لابن داود وانا ابن سبع سنین او ثمان سنین و فی روایة لاحمد و ابی داود فما شهدت مجمعا من جرم الا کنت امامهم الی یوم هذا۔ عمرو بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب مکہ فتح ہوا تو ہر ایک قوم نے اسلام لانے میں جلدی کی اور میرے والد نے اپنی قوم سے اسلام لانے میں جلدی کی پس جب وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت سے واپس آئے تو انہوں نے فرمایا میں تمہارے پاس اُس بچے نبی اور حق کے پاس سے آیا ہوں پس تم لوگ نماز ایسے ایسے وقت میں پڑھا کرو پس جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک اذان کہے اور تم میں سے زیادہ قرآن پڑھا ہوا تمہاری امامت کراوے پس انہوں نے دیکھا تو مجھ سے زیادہ قرآن خواں کسی کو نہ پایا کیونکہ میں سواروں سے (جو ہمارے پاس سے گزرتے تھے) سیکھ لیا کرتا تھا انہوں نے مجھ کو اپنا امام بنالیا اور میں چھوٹا سا برس کا لڑکا تھا اور مجھ پر ایک چادر ہوتی تھی جب میں سجدہ کرتا تھا تو وہ چادر مجھ سے ٹکرتی جاتی تھی پس قبیلہ کی ایک عورت نے کہا تم ہم سے اپنے قاری امام کے سرین نہیں ڈھانکتے پس انہوں نے کپڑا خریدا اور انہوں نے میرے لیے ایک کرتا بنایا پس میں جیسا اُس کپڑے سے خوش ہوا اور کسی چیز سے خوش نہیں ہوا بخاری اور نسائی کی روایت بھی ہے کہ میں ان کی امامت کرتا تھا اور میں آٹھ برس کا تھا اور ابی داؤد کی روایت میں زیادہ ہے کہ سات یا آٹھ برس کا لڑکا تھا اور احمد اور ابوداؤد کی ایک روایت میں زیادہ ہے کہ میں جرم قبیلہ کے کسی مجمع میں نہیں حاضر ہوا مگر وہ آج کے دن تک وہاں مجھ کو ہی امام بناتے ہیں اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بچہ نابالغ کی امامت جائز ہے اور امام حسن بصری اور اسحاق اور امام شافعی اور امام یحییٰ کا بھی مذہب ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ بچے کی امامت کے منع میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں اور اگر کوئی شخص اس حدیث شریف کو جھوٹا کہے تو اُس کے واسطے شریعت کی طرف سے کیا حکم ہے اور ایک لڑکا ہے جو دیکھنے میں بالغ معلوم معلوم ہوتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں بالغ ہوں اور بالغ کی علامت پائی جاتی ہے اور اُس کی عمر ۱۴ برس کی ہے اور وہ قرآن شریف کو ٹھیک طور سے حروف کی ادائی کے ساتھ پڑھتا ہے لیکن بعض لوگ اس کو نابالغ کہتے ہیں اس کی بات پر یقین نہیں کرتے دریافت طلب یہ بات ہے کہ وہ نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں ہر دو سوالوں کے جواب باصواب سے مشرف فرمایا جاوے۔

الجواب

بعدہ برس کی عمر کا لڑکا جب کہ میں بالغ ہوں اُس کا قول واجب القبول ہے اور اُسے بالغ مانا جائے گا اور اُس کے پیچھے نماز جائز ہوگی جبکہ ظاہر حال اُس کی تکذیب نہ کرنا ہوا اور بالغ ہمارے ائمہ کے نزدیک بالغ کا امام نہیں ہو سکتا کہ وہ منتقل ہے اور یہ فرض و نقل متضمن فرض نہیں ہو سکتا۔ حدیث مذکور صحیح ہے اسے جھوٹا کہنا جہل یا عناد اور اُس کے جوابات فتح القدیر و تفسیر ہایہ میں مذکور ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر محلہ قراولان مسؤلہ عبد الکریم خیاط قادری رضوی ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ ہجری
کیا ارشاد ہے شریعت مقدسہ کا اس مسئلہ میں کہ زید بد مذہبوں کے یہاں کا کھانا علانیہ کھاتا ہے بد مذہبوں سے میل جول رکھتا ہے
مگر خود سنی ہے اُس کے پیچھے نماز کیسی ہے اور اس کی تراویح سننا کیسا ہے۔ بینوا تو جو دوا

الجواب

اس صورت میں وہ فاسق معین ہے اور امامت کے لائق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر محلہ ذخیرہ مسؤلہ منشی شوکت علی صاحب محرر چنگی ۲۴ محرم ۱۳۳۹ھ ہجری
کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ امامت کن کن شخصوں کی جائز ہے اور کن کن کی ناجائز اور مکروہ اور سب سے بہتر امامت
کس شخص کی ہے۔

الجواب

جو قرأت غلط پڑھتا ہو جس سے معنی فاسد ہوں یا وضو یا غسل صحیح نہ کرتا ہو یا ضروریات دین سے کسی چیز کا منکر ہو جیسے وہابی رضوی
غیر مقلد نہجری قادیانی چکڑا لوسی وغیرہم یا وہ جو ان میں سے کسی کے عقائد پر مطلع ہو کہ اُس کے کفر میں شک کرے یا اُس کے کافر کہنے
میں تامل کرے اُن کے پیچھے نماز باطل محض ہے اور جس کی گمراہی حد کفر تک نہ پہنچی ہو جیسے تفضیلیہ کہ بولی علی کو شیخین سے افضل بتاتے
ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا تفسیقیہ کہ بعض صحابہ کرام مثل امیر معاویہ و عمرو بن عاص و ابو موسیٰ اشعری وغیرہ بن شیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو
برکتے ہیں ان کے پیچھے نماز بکراہت شدیدہ تحریمیہ مکروہہ ہے کہ انھیں امام بنانا حرام اور ان کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور جہنمی پڑھی ہوں
سب کا پھیرنا واجب اور انھیں کے قریب ہے فاسق معین مثلاً داڑھی منڈا یا خشناشی رکھنے والا یا کتروا کہ حد شرع سے کم کرنے والا یا
کنڈھوں سے نیچے عورتوں کے سے بال رکھنے والا خصوصاً وہ جو چوٹی گندھواٹے اور اُس میں نوبات ڈالے یا ریشمی کپڑے پہنے یا منفرد
توپ یا سارٹھے چار ماٹھے زائد کی انگوٹھی یا کئی نگ کی انگوٹھی یا ایک نگ کی دو انگوٹھی اگرچہ بل کر ساٹھے چار ماٹھے سے کم وزن کی ہوں
یا سود خوار یا ناج دیکھنے والا اُن کے پیچھے بھی نماز مکروہ تحریمی ہے اور جو فاسق معین نہیں یا قرآن عظیم میں وہ غلطیاں کرتا ہے جن سے نماز
فاسد نہیں ہوتی یا نابینا یا جاہل یا غلام یا ولد الزنا یا خوبصورت امرو یا عذامی یا برص والا جس سے لوگ کراہت و نفرت کرتے ہوں اس
قسم کے لوگوں کے پیچھے نماز مکروہ تہریبی ہے کہ پڑھنی خلاف اولیٰ اور بڑھلیں تو کوئی حرج نہیں اور اگر یہی قسم اخیر کے لوگ حاضرین میں
سب سے زائد مسائل نماز و طہارت کا علم رکھتے ہو تو انھیں کی امامت اولیٰ ہے بخلاف ان سے پہلی دو قسم والوں سے کہ اگرچہ علم متبر ہو
وہی حکم کراہت رکھتا ہے مگر جہاں جمعہ یا عیدین ایک ہی جگہ ہوتے ہوں اور اُن کا امام بدعتی یا فاسق معین ہے اور دوسرا امام
نہ مل سکتا ہو وہاں اُن کے پیچھے جمعہ و عیدین پڑھ لے جا دیں بخلاف قسم اول مثل دیوبندی وغیرہم نہ اُن کی نماز نماز ہے نہ اُن کے پیچھے
نماز نماز الفرض وہی جمعہ یا عیدین کا امام ہو اور کوئی مسلمان امامت کے لیے نہ مل سکے تو جمعہ و عیدین کا ترک فرض ہے جمعہ
کے بے تہر پڑھیں اور عیدین کا کچھ عوغض نہیں امام اُسے کیا جائے جو سنی صحیح العقیدہ صحیح الطہارتہ صحیح القراءۃ مسائل نماز و طہارت کا عالم

غیر فاسق ہوئے اس میں کوئی ایسا جسمانی یا روحانی عیب ہو جس سے لوگوں کو تنفر ہو یہ ہے اس مسئلہ کا اجمالی جواب اور تفصیل موجب تطویل اطباء
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب -

مسئلہ - از شہر یا موہن پور ضلع بریلی سولہ حافظ ابراہیم خاں ۲۸ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امامت کا مصلیٰ اگر در میں ڈالا جائے تو کون سے در میں ڈالا جائے اگر بائیں در میں ڈال لیا جائے تو جائز ہی نہیں

الجواب

سنت یہ ہے کہ امام مسجد کے وسط میں کھڑا ہو اگر مثلاً اندر کی مسجد چھوٹی ہو اور باہر کی مسجد جذب یا شمال کی طرف زیادہ وسیع ہو تو جب اندر پڑھائیں
اُس حصہ کے وسط میں امام کھڑا ہو اور جب باہر پڑھائیں تو اس حصہ کے وسط میں خواہ وہ کسی در کے مقابل ہو یا سب دروں سے باہر ہو جائے۔
واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - شہر کمنہ محلہ لودھی ٹولہ سولہ حبیب اللہ خاں صاحب ۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص جھوٹے مسئلے ظاہر کرے اُس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں -

الجواب

اگر قصد اجماعاً فتویٰ دیا قابل امامت نہیں کہ سخت کبیرہ کا مرتکب ہو اور جہالت سے ایک آدھ بار فتویٰ میں دخل دیا اُسے سمجھایا جائے
تا تب ہو اور آئندہ باز رہے تو اُس کی امامت میں حرج نہیں اور اگر عادی ہے اور نہیں چھوڑتا تو فاسق ہے اور لائق امامت نہیں واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ - از شہر محلہ چھوڑ سولہ حشمت علی ۲۱ صفر ۱۳۳۹ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید دہا بیہ کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اہلسنت و جماعت کا زید کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے
یا نہیں - بینوا تو جروا

الجواب

جو دہا بی کو دہا بی جانتا اُس کے پیچھے نماز پڑھے اگر دہا بی کو قابل امامت جانتا ہے خود دہا بی ہے اور اُس کے پیچھے نماز باطل محض
ورنہ اپنی نماز کا باطل کرنے والا اور کم از کم فاسق معلن ہے اُسے امام بنانا گناہ ہے اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھر پڑھنی
واجب - واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - بشارت گنج ضلع بریلی سولہ حاجی غنی رضا خاں صاحب رضوی ۲۸ صفر ۱۳۳۹ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ داڑھی منڈانے والے کو اول صفت میں جماعت میں شریک ہونا چاہیے یا پچھلی صفت میں
زید کہتا ہے کہ اُس کی مانعت کسی جگہ شرع میں نہیں ہے اور داڑھی منڈانے والا جماعت بھی پڑھا سکتا ہے کیونکہ نماز فاسق کے پیچھے بھی جائز ہے
اور یہ بھی تحریر فرمائیے گا کہ امام کی داڑھی کتنی بڑی ہونی چاہیے اور داڑھی منڈانے والے کی نماز میں تہنا پڑھنے میں کچھ فرق آتا ہے کہ نہیں -

الجواب - داڑھی منڈانا فاسق ہے اور فسق سے تلبس ہو کر بلا تو بہ نماز پڑھنا باعث کراہت نماز ہے جیسے ریشمی کپڑے پہن کر یا صرغ

پانچا مہینہ کر اور داڑھی منڈانے والا فاسق ملعون ہے نماز ہو جانا بایں معنی ہے کہ فرض ساقط ہو جائے گا ورنہ گنہگار ہوگا اُسے امام بنانا گناہ اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب باقی اگر وہ صف اول میں آئے تو اُسے ہٹانے کا حکم نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں جو شخص تارک الجماعت بھی ہو اور نماز پنجوقتہ پڑھانے کی اجرت یا تنخواہ بطور چندہ مسلمانوں سے طلب کرے اُس کے پیچھے نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں اور وہ قبر کی نوکری بھی کرتا ہو۔

الجواب

بیان سائل سے واضح ہوا کہ شخص باوصف قدرت اصلا جماعت میں نہیں آتا اور اپنا آنا اس شرط پر مشروط کرتا ہے کہ مجھے تنخواہ دو تو امامت کروں اور قبر پر قرآن مجید پڑھنے کی نوکری کیا کرتا ہے تلاوت قرآن مجید کی نوکری تو ناجائز و حرام ہے کما حقہ العلامة المشامی فی اجابة رد المحتار اور امامت کی نوکری اگرچہ اب جائز ہے کما صرح بہ فی الملون مگر نہ اس طرح کہ نوکری نہ ہو تو جماعت ہی کو نہ آئے ایسا تارک جماعت باوصف قدرت بیشک فاسق مردود الشہادۃ ہے نص علیہ العلماء الکبار و شہدت بھا الاحادیث والاثار اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قریب مجرام ہے کما حقہ المولی المحقق ابو اہیمہ الحلبی فی الغنیۃ شرح المنیۃ جہاں کہ جمعہ متعدد مساجد میں ہوتا ہے نماز جمعہ بھی ہرگز اُس کے پیچھے نہ پڑھی جائے لانه بسبیل من التحول کما فی فتح القدیر وغیرہ ایسے شخص کو امام بنانا گناہ ہے کما افادہ فی فتاویٰ الحجۃ - واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از پبلی ہیٹ محلہ بھینسا بھاڑ مکان عبدالکریم صاحب زمرہ مرسلہ عبدالحکیم صاحب ۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۷ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں ایک شخص کو قطرہ کا عارضہ ہے مگر ہر وقت نہیں آتا ہے جس وقت پیشاب پھرتا ہے اُس کے بعدیں برابر آتا رہتا ہے اور ڈھیلے سے استنجاء نہیں سوکتا ہے مگر پانی سے استنجاء کر کے نصف گھنٹہ لنگوٹ باندھ لیتا ہے تو سوکھ جاتا ہے پھر جب تک پیشاب نہیں پھرتا ہے نہیں آتا ہے مگر کبھی دوسرے دوسرے دن پیشاب پھرے غیر وقت میں بھی آجاتا ہے ہر روز نہیں آتا ہے ایسے شخص کے پیچھے فرض پڑھنا درست ہے یا نہیں اور یہ شخص حافظ قرآن بھی ہے اس کے پیچھے تراویح بھی درست ہے یا نہیں۔

الجواب

اُس کے پیچھے فرض و تراویح وغیرہ سب درست ہیں درمختار میں ہے یجب رد عذره او تقلیلہ بقدر قدرته ولو بصلاۃ مؤمناً و بردہ لا یبقی ذاعذر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ امام مصلیٰ ہر کھڑا ہو اور مقتدی بغیر مصلے یعنی فقط صحن میں کھڑا ہو اس صورت میں نماز مکروہ ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

نماز میں کچھ کراہت نہیں کہ حدیث و فقہ میں کہیں اس کی ممانعت نہیں نہ امام کی تعظیم شرعاً ممنوع ہے نہ یہ افراد علی الدکان کی قبیل سے ہے بحر الرائق میں ہے الکراہۃ لا یدلہا من دلیل خاص بخالفہا من دلیل عام الا تثبت الکراہۃ اذ لا یدلہا من دلیل خاص

البتہ اگر امام براہ کبر و استعلا ایسا امتیاز چاہے تو اس کی یہ نیت سخت گناہ و حرام و کبیرہ ہے قال اللہ تعالیٰ الیس فی جہنم مثویٰ للمتکبرین ۵
اعاذنا اللہ سبحنہ و تعالیٰ بمنہ و کمال کرمہ امین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از قصبہ سردار علاقہ کشن گڑھ متصل اجیرہ ہوشیاروں کی مسجد مسئلہ جناب قاضی اکبر صاحب ۲۰ رذی القعدہ ۱۳۳۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ (۱) غیر مقلدین کے پیچھے ہماری نماز ہوتی ہے یا نہیں (۲) غیر مقلدین کی
ہماری مقلدین کی مسجد میں آنے دینا درست ہے یا نہیں (۳) جس کسی محلہ کی مسجد میں محلہ داران خفیہ نے متفق ہو کر اپنے محلہ کی مسجد میں ایک تو
مؤذن اور ایک پیش امام مقرر کر رکھا ہو اور نماز کے وقت مؤذن وقت کی راہ دیکھتا ہے کہ وقت ہو جائے تو اذان کہے اور پیش امام مذکور یا وضو
مسجد مذکور میں یا خاص مصلے پر بیٹھا ہو اس حالت میں بلا رضا مندی پیش امام مقررہ کے دوسرا کوئی مسجد مذکور میں اسی محلہ کا یا دوسرے محلہ کا
یا دوسرے گاؤں کا اذان دے یا نماز پڑھائے تو جائز ہے یا نہیں اگر بلا رضا مندی اذان دینا یا نماز پڑھنا مقرر کے سوائے ناجائز ہو اور محلہ داران
مذکور منع کرتے ہوں اور وہ زمانے تو شرع شریف سے اُن کے لیے کیا حکم؟ فقط

الجواب

(۱) ان کے پیچھے نماز محض باطل ہے جیسے کسی یہودی کے پیچھے فتح القدر میں ہے الصلوٰۃ خلف اهل الاہواء لا تجوز واللہ تعالیٰ
اعلم (۲) یہ تو معلوم ہو چکا کہ نماز میں اُن کا کوئی حق نہیں اُن کی نماز نماز ہی نہیں تو مسجد میں اُنہیں آنے کا حق نہیں اور اُن کے آنے سے
فتنہ ہوتا ہے اور فتنہ کا بند کرنا فرض ہے اور وہ قصد مسلمانوں کو ایذا دیتے ہیں کم از کم اپنی آئین بالجبر کی آوازوں سے جو قصد اعتدال سے بھی زائد
نکالتے ہیں اور وہودی کو مسجد سے روکے جانے کا حکم ہے درمختار میں ہے یمنع منه کل مؤذن ولو بلسانہ واللہ تعالیٰ اعلم (۳) امام مین جب
موجود و حاضر ہے تو بے اُس کی مرضی کے دوسرے کا زبردستی بلا وجہ شرعی امام بن جانا ناجائز و گناہ ہے حدیث میں فرمایا الا یؤمن الرجل
فی سلطانہ الا باذنہ اور مؤذن مقرر کیے ہوئے کے خلاف مرضی بلا وجہ شرعی اذان دینا اُس کے حق میں ناحق دست اندازی اور نفرت دلانا ہے
اور صحیح حدیث میں اس سے منع لبتش وادلا تنفوا ایسے لوگ مفسد ہیں اگر نہ مانیں تو مسجد سے باہر کر دینے کا حکم ہے ہاں اگر امام ناقابل امت
ہے مثلاً غلط خواں یا دیوبالی وغیرہ تو نہ وہ امام ہے نہ اُس کا پڑھنا امامت۔ یوہیں اگر مؤذن ایسی حالت پر ہو جس کی اذان کے لیے شرعاً حکم عائد
ہے تو ایسوں کو اذان و امامت سے باز رکھنا بجا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر جامع مسجد مولوی محمد افضل صاحب

چہ ہی فرماید علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ شخص امام راغب بنی داند باعتقاد خود و درخانہ نماز میگذارد رواہست یا نہ۔

الجواب

اگر فی الواقع امام بد مذہب یا فاسق معن یا فاسد القراۃ است و تبدیلیش نتواند نہ جماعت دیگر در مسجد ہی ہوں کہ وہ آنگاہ بخاند یا اہل خود
اقامت جماعت بایک کرد یا تنہا گزارد اگر دیگرے ندارد۔

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقتدی عمار باندھے ہوں اور امام فقط ٹوپی پہنے تو نماز مکروہ ہوگی یا نہیں۔ بینوا و جروا

الجواب

اس میں شک نہیں کہ نماز عامہ کے ساتھ نماز بے عامہ سے افضل کہ وہ اسباب مجمل ہے ہی اور یہاں مجمل محبوب اور مقام ادب کے مناسب اس لیے تلاوت قرآن کے وقت تعظیم مندوب ہوا کما فی فتاویٰ قاضی اور نماز میں کہ گویا دربار عظیم الشان حضرت ملک السموات والاخرین جل جلالہ کی حاضری ہے رعایت آداب نسبت تلاوت کے اہم اور امام کہ سردار و مطاع قوم ہے اُس کے ساتھ احق والین لہذا نظافت ثوب پاکیزگی لباس وجہ تقدیم استحقاق امامت سے قرار پائی کما فی الدال المحتار مگر بایں ہمہ صورت مستغفرہ میں صرف ترک ادائی ہو تو اُس سے کراہت لازم نہیں آتی تاوقتیکہ اُس کا ثبوت کسی خاص دلیل شرعی سے نہ ہو ورنہ نماز چاشت و اشراق وغیرہا مستحب کا ترک مکروہ ٹھہرے اور یہ صحیح نہیں حاشیہ ثانیہ میں بحر الرائق سے نقل کیا لایزال من ترک المستحب ثبوت الکراہۃ اذ لا بد لہا من دلیل خاص و فیہا عن تحریر الاصول خلاف اولی مالئیس فیہ صیغۃ ھلی کترک صلاۃ الضعی بمخلاف المکر وہ تنزیہا انھی و تمامہ فیہا بالجملہ جب تک اس مادہ میں نہی ثابت نہ ہوگی کراہت زمانی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علیہ التوکل و احکم

مسئلہ - از سرکار ماہرہ مطرہ ضلع ایٹہ درگاہ کلاں سورہ حضرت صاحبزادہ والا مرتبت بالانصبت حضرت سید شاہ محمد یحییٰ صاحب پیر پوریم ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۳۳ھ۔

جامع کمالات منبع برکات مولانا المعظم زادت برکاتہم پس از سلام سنون عارض بنوں فساد کی امامت علی المذہب الحق بہ مکروہ تحریمی قابل اعادہ یا مکروہ تنزیہی یا کچھ تفصیل اگر فساد کی امامت سے صلحا بھی اور فساد دونوں نماز پڑھیں۔ بر تقدیر اعادہ صرف صلحا کے لیے نماز مکروہ تحریمی قابل اعادہ ہے یا صلحا و فساد دونوں کے لیے اور صلحا اگر من فساد عن الامامۃ سے عاجز ہوں تو صلوات خمسہ بے جماعت پڑھنا یا فساد کی امامت سے پڑھنا اولی در مختار میں ہے کہ فساد داعی و عہدہ دلالتنا وغیرہ کی امامت جب مکروہ ہے جب دوسرے ان سے اچھے موجود ہوں ورنہ نہیں اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ جو لوگ مکروہ کہتے ہیں ان کے نزدیک بھی یہی حکم ہوا کہ اگر در بینہا تواجد

الجواب

امامت فساد کی نسبت علما کے دونوں قول ہیں کراہت تنزیہیہ کما فی الدر وغیرہ اور کراہت تحریمی کما فی الغنیہ و فتاویٰ الحجۃ المتیین والشرعیات والیہ والی السعد والطحطاوی علی مراتب الفلاح وغیرہا اور ان میں توفیق یہ ہے کہ فاسق غیر معین کے پیچھے مکروہ تنزیہی اور معین کے پیچھے تحریمی مبتدع کی بدعت اگر حد کفر کو پہنچی ہو اگرچہ عند الفقہاء یعنی منکر قطعاً ہو اگرچہ منکر ضروریات نہ ہو تو صحیح یہ ہے کہ اُس کے پیچھے نماز باطل ہے کما فی فتوح القدیر و مفتاح السعاده والخیاتیۃ وغیرہا کہ وہ ہی احتیاطاً جو تکلیفیں کراہت کی تکفیر سے باز رکھے گی اُس کے پیچھے نماز کے فساد کا حکم دے گی فان الصلاۃ اذا صححت من وجوہ وفندت من وجہ حکم بفساد ہا ورنہ مکروہ تحریمی جن صورتوں میں کراہت تحریم کا حکم ہے صلحا و فساد سب پر اعادہ واجب ہے جب مبتدع یا فاسق معین کے سوا کوئی امام نہ مل سکے تو مفرداً پڑھیں کہ جماعت واجبہ الہدایہ کی تقدیم منوع بکراہت تحریم اور واجب مکروہ تحریم دونوں ایک مرتبہ میں ہیں و درہ المفاسد اھم من جلب المصالح ان اگر جمعہ میں دوسرا امام نہ مل سکے تو جمعہ پڑھیں کہ فرض ہے اور فرض اہم۔ اسی طرح اگر اُس کے پیچھے نہ پڑھنے میں فتنہ ہو تو پڑھیں و اعادہ کریں کہ الفتنۃ اکبر من القتل واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۱۲، صفر ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر استاد وہابی ہو تو شاگرد اُس کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

وہابی کے پیچھے نماز جائز نہیں اگرچہ اپنا استاد ہو بلکہ اُسے استاد بنانا ہی اس کے حق میں زہر قاتل سے بدتر ہے فوراً پرہیز کرے کہ صحبت بد آدمی کو بد بنا دیتی ہے نہ کہ بد کی تعلیم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایاکم وایاھم لا یضلوکم ولا یفتنوکم اُن سے دُور بھاگو اور اُن کو اپنے سے دُور کرو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از فیض آباد ڈاک خانہ شہزاد پور مسئلہ عبد اللہ طالب العلم ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ آیا زانی کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں کیونکہ اس مسئلہ میں بہت جھگڑا پیدا ہے یہاں تک حالت گزر گئی نماز جماعت میں تفرق ہو گیا ہے حدیث اور کتاب کی سند ہو یا چاہیے۔ بینوا توجروا

الجواب

زانی فاسق ہے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز منع ہے اُسے امام بنانا گناہ ہے اُس کے پیچھے جو نمازیں پڑھی ہوں اُن کا پھیرنا واجب ہے واما مختار میں ہے ہشی فی شرح المذنب علی ان کواھة تقدیر یعنی الفاسق کواھة تحویر در مختار میں ہے کلی صلاة اذیت مع کواھة التحویر تجب اعادتها۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از کاسٹل ضلع ایٹہ محلہ نواب مسئلہ عباد اللہ صاحب دیکسینٹر ۱۲ شعبان ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید بن عمر امامت نماز فرض پنجگانہ و نماز جمعہ بجماعت کثیر معمولی جو تہ جو ہر وقت پڑھتا رہتا ہے کہ پڑھتا رہتا ہے وقت اعتراض بکر کو ترجمہ حدیث مشکوٰۃ شریف دکھاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے الدوام پڑھی ہے چونکہ یہاں کوئی ذخیرہ کتب دینیہ ہے جو دیکھ کر اطمینان کرایا جاوے اور نہ کوئی عالم ہے جس کے ذریعہ سے پایہ ثبوت کو پہنچیں لہذا آپسے التجا کی جاتی ہے کہ براہ نوازش عالمانہ آپ مع حوالہ کتاب و باب و صفحہ و سطر حسب قاعدہ مرحمت فرمائیے۔

الجواب

تعلیم و توبہین کا مدار عرف پر ہے عرب میں باپ کو کاف اور انت سے خطاب کرتے ہیں جس کا ترجمہ ”تو“ ہے اور یہاں جو باپ کو ”تو“ کہے بے شک بے ادب گستاخ اور اس آیت کریمہ کا مخالفت ہے لا تقل لہما اف ولا تنہما وقل لہما قولا کویا ہاں باپ کو ہوں نہ کہ نہ جھڑک اور اُن سے عروت کی بات کہہ۔ صد ہا سال سے عرف عام ہے کہ استعمالی جوتے پہن کر مسجد میں جانے کو بے ادبی سمجھتے ہیں ائمہ دین نے اُس کے بے ادبی ہونے کی تصریح فرمائی امام برہان الملئو والدین صاحب ہدایہ کی کتاب التخنیں والمزید اور محقق بحر زین ابن نجیم کی بحر الرائق اور فتاویٰ سرسجدیہ اور فتاویٰ علی گیریہ جلد پنجم صفحہ ۱۲۷ کتاب الکراہتہ باب خامس میں ہے دخول المسجد متنعلاً مکروہ آج اگر کسی نواب کے دربار میں آدمی جو تاپنے جائے بے ادب ٹھہرے نماز اللہ واحد قہار کا دربار ہے مسلمانوں کی

راہ کے خلاف چلنا اور اُن میں فتنہ و فساد پیدا کرنا اور اُنھیں نفرت دلانا قرآن عظیم و احادیث صحیحہ کے نصوص قاطعہ سے حرام اور سخت حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از ترپول سولول ڈاکخانہ ہرول ضلع درجنگہ بلگر چہ مسئلہ عبدالحکیم صاحب ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ اگر کوئی مسلمان کا بستی سے باہر دوسرے محلہ میں مکان ہو اور وہ امام بھی ہو اور کبھی پنجوقتہ نماز میں دھوکے سے آکر نماز پڑھے اور امامت کرے اور وہ ہمیشہ اپنے محلہ میں موجود رہتا ہے اور اپنی نماز پنجوقتہ اور امامت کا خیال نہیں کرتا ہے اور مسجد میں ایک مفسد میں جمعہ کی نماز پڑھانے کے واسطے آیا کرتا ہے اور ہمیشہ امامت کا جستجو رکھتا ہے کہ ہم امام ہیں ایسے مقام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں اور اس امام کی شرکت کرنے والے جو لوگ ہیں اُن کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں۔

الجواب

جب شخص کو جمعہ کا امام مقرر کیا ہے وہ اگر فقط جمعہ ہی کو آکر امامت کرتا ہے یا اور بھی کبھی کبھی آجاتا ہے یا نہیں آتا اور اپنے محلہ میں نماز باجماعت پابندی سے پڑھتا ہے تو اُس پر کوئی الزام نہیں نہ اُس کے شرکیوں پر کوئی الزام ہے اور وہ ضرور جمعہ کا امام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شرفراشی محلہ مسئلہ اہل محلہ معرفت ہدایت اشہ بخار ۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہ جس کی نسبت تفصیلیہ ہونا کہا جاتا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ طوائفوں کے ساتھ علانیہ خلاف شرع راہ درسم وغیرہ رکھتا ہے نیز جس کے سر کے بال بھی مثل عورتوں کے شانوں سے نیچے نکلے ہوں وہ کسی جائے نماز پر بلا اجازت اس موقع کے پیش امام کے اگر نماز جمعہ ادا کرنے کی غرض سے بحیثیت امام آمادہ ہوا اور ایک گروہ کثیر اس کے امام ماننے اور اتباع کرنے کے خلاف ہو اس پر وہ شخص متعدد آدمیوں کا امام بن کر نماز جمعہ ادا کر کے مع اپنے ہمراہیوں کے چلا جائے بعد اس کے باقی انہو اسی موقع اور جگہ پر وہیں مجوز امام کی تقلید سے اس کے پیچھے دوسری بار نماز جمعہ ادا کریں تو ایسی صورت میں پہلے امام کی نماز جو اس نے ادا کی ہے جائز ہوئی یا دوسرے امام کی یا دونوں نہ ہوں۔

الجواب

مسلمان نماز حکم شرعی ہے احکام شرع کے مطابق ہی ہو سکتی ہے کوئی خانگی معاملہ نہیں کہ جس نے جب چاہا کر لیا حکم شرعی ہے کہ اقامت جمعہ کے لیے سلطان اسلام یا اُس کا نائب یا اُس کا ماذن شرط ہے اور جہاں سلطان اسلام نہ ہو عالم دین فقیہ معتد اعلم اہل بلد کے اذن سے امام جمعہ و عیدین مقرر ہو سکتا ہے اور جہاں یہ بھی نہ ہو تو مجبوری جسے وہاں کے عامر سلیکین انتخاب کر لیں وہ امامت جمعہ یا عیدین کر سکتا ہے ہر شخص کو اختیار نہیں کہ بطور خود یا ایک دو یا دس بیس یا سو پچاس کے کہے سے امام جمعہ یا عیدین بن جائے ایسا شخص اگرچہ اُس کا عقیدہ بھی صحیح ہو اور عمل میں بھی فسق و فجور نہ ہو جب بھی امامت جمعہ و عیدین نہیں کر سکتا اگر کرے گا نماز اُس کے پیچھے باطل محض ہوگی کہ اُن تین طریقوں میں سے ایک وجہ کا امام یہاں شرط صحت نماز تھا جب شرط مفقود مشروط مفقود لہذا صورت مسئلہ میں پہلے لوگوں کا جمعہ باطل محض ہوا اور دوسرے لوگوں کا صحیح و مختار میں ہے بشرط لصحتها السلطان او ما مورہ باقامتها بصدق تدبیر

میں ہے اخلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور موکلة الی العلماء و یلزم اکامۃ الرجوع الیہم فاذا عسر جمعہم
لی واحد استقل کل قطر باتباع علمائہ فان کثیروا فالمدقم اعلمہم تنویر الابصار و در مختار میں ہے (نصب العامة)
الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکرہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از کاہنور پرنی تا تھ اسکول مسؤلہ قاضی محمد ثمن الدین ۲۱ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے بریلی اس بارہ میں کہ اگر کوئی شخص حنفی المذہب و کرامات اولیاء اللہ کا قائل علم دین و فن تجوید سے بہرہ ور
حالت پیری میں نابینا ہو گیا ہو تو اس کی امامت کیسی ہے شرح وقایہ جلد اول صفحہ ۲۳۹ باب الجمعہ میں مرقوم ہے کہ من صلح امامانی غیرہا
(فی غیر صلوة الجمعة) صلح فیہما ای ان امر المسافر والمريض او العبد فی الجمعة صحیح الا کیا اس عبارت مختصرہ کا بوجہ شرح وقایہ
سے یہ تنقید شرع ہوتی ہے کہ جو نابینا نصف بہرہ اوصاف مذکورہ بالا ہو اس کے امام بننے سے مقتدیوں کی نارہنیں ہوتی نسخہ بھرا رائق
جلد اول صفحہ ۳۶۹ کی عبارت صاف دال ہے کہ ابن ام مکتوم جو نابیر اٹھے امام بنائے گئے تھے بحوالہ کتب جواب مرحمت فرمائیے۔

الجواب

نابینا سنی صحیح العقیدہ صحیح الطہارۃ صحیح الفرائض بلاشبہ امام ہو سکتا ہے صرف اس کا "غیر" اولیٰ ہے اگر یہ اس سے مسائل نماز
و طہارت میں علم زیادہ نہ رکھتا ہو ورنہ یہی اولیٰ ہے کما فی الدرد وغیرہ عبارت مذکورہ سوال کو امامت نابینا کی نفی سے کوئی تعلق نہیں
ہاں جمعہ و عیدین میں بینا ہو یا نابینا وہی شخص امام ہو سکتا ہے جو خود سلطان اسلام ہو یا اس کا ماذون یا وہاں کا علم اہل بلد یا اس کا
ماذون ہو ورنہ بضرورت جسے عام مسلمانوں نے ان ماذنوں میں امام مقرر کیا نابینا اگر ان پانچ میں سے ہے تو جمعہ و عیدین اسی کے
پیچھے ہو سکیں گے اور بینا اگر ان میں سے نہیں تو اس کے پیچھے نہ ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ادبشارت گنج صلح بریلی مسؤلہ حاجی رضا خاں صاحب ۲۴ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید قوم سادات سے ہے اور امامت بھی کرتا ہے وہابیہ اور سنی عالم کو کیساں سمجھتا
ہے مسئلہ علم غیب کا جب ذکر آتا ہے جواب میں یہ کہتا ہے یہ مسئلہ جدید نہیں ہے قدیم سے اسی طرح جھگڑا ہوتا چلا آیا ہے اور عالم باہمی
تقریر اور محبت کرتے چلے آئے ہیں اس مسئلہ کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے اور مسائل ایک مفتی سنی عالم کے جو کہ واجبات سنت و مستحب سے
تعلق رکھتے ہیں ان کے بارے میں کہتا ہے کہ کرے تو ثواب ہے نہ کرے تو حرج نہیں اور خلافت کیٹی جو علمائے وہابیہ کہہ رہے ان کی امداد
پہنچانے کی غرض سے نہایت کوشش سے چندہ فراہم کر کے پہنچاتا ہے اور جب یہ کہا جاتا ہے کہ سنی عالم انکار کرتے تو جواب میں کہتا ہے
کہ ہم کس کا موغہ پکڑیں لوگ تو سنی عالموں کو طرفدارانہ کر کے ملازم کہتے ہیں عمر و ایک سنی مفتی عالم کا مرید ہے زید کی ان باتوں سے متغیر ہو کر
مازہ جمہ ترک کر کے ظہر پڑھتا ہے آیا اس صورت میں زید قابل امامت ہے یا نہیں معتبر کتب سے ثبوت ہونا چاہیے۔ بینوا تو جھوٹا

الجواب

جو شخص وہابیہ اور اہلسنت علیٰ ان کو کیساں سمجھتا ہے اسی قدر بات اس کے خارج از اسلام ہونے کو بہت ہے اس کے پیچھے

نماز باطل ہے جیسے کسی ہندو یا نصرانی کے پیچھے۔ جمعہ اگر اور جگہ نہ مل سکے نہ اُسے امامت سے جدا کر سکے تو فرض ہے کہ نظر پڑھے اُسکے پیچھے جمعہ پڑھے گا تو سخت شدیدہ کبیرہ گناہ کرے گا اگرچہ بعد کو نظر بھی پڑھ لے اور اگر نہ پڑھے تو نہ جمعہ ہوگا نہ نظر۔ فرض سر پر رہ جائے گا۔ فتح القدیر میں ہے روى محمد بن ابی حنیفۃ و ابی یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان الصلاة خلف اهل الاھواء لا تجوز۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ماہرہ مشرف ضلع ایٹہ مسئلہ جناب سید منظور حیدر میاں صاحب ۴ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ہمیشہ ہمیشہ بوجہ کثرت احتلام یا کسی اور مرض جسمی کے بجائے غسل تیمم سے نماز ادا کرتا ہے امامت کرنا اُس کو تیمم سے بمقابلہ اور مقتدیوں کے جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

کثرت احتلام تو خود کوئی وجہ جواز تیمم کی نہیں جب تک نہانے سے نصرت نہ ہو بے صحیح اندیشہ نصرت کے تیمم سے پڑھے تو اُس کی خود نماز نہ ہوگی دوسرے کی اُس کے پیچھے کیا ہو یا جسے بالفعل ایسا مرض موجود ہو جس میں نہانا نقصان دے گا یا نہانے میں کسی مرض کے پیدا ہو جانے کا خوف ہے اور یہ نقصان و خوف یا تو اپنے تجربے سے معلوم ہوں یا طبیب حاذق مسلمان غیر فاسق کے بتائے سے تو اُس وقت اُسے تیمم سے نماز جائز ہوگی ادباً اُس کے پیچھے سب مقتدیوں کی نماز صحیح ہے غرض امام کا تیمم اور مقتدیوں کا پانی کی طہارت سے ہونا صحیح امامت میں خلل انداز نہیں ہاں امام نے تیمم ہی بے اجازت شرع کیا ہو تو آپ ہی نہ اُس کی ہوگی نہ اُس کے پیچھے اور دل کی - تنویر میں ہے صحیح اقتداء متوضیٰ بمقیمہ بمرالرائی میں ہے ترجمہ المذہب بنبعل عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ حین صلی بقومہ بالتیمم لخنوف البرد ومن غسل الجنابة وهم متوضئون ولم یأمرهم علیہ الصلاة والسلام بالاعادة حین علم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۲۷ شوال ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام فقط نماز جمعہ پڑھاتا ہے دیگر اوقات پنجگانہ نماز میں کبھی امامت نہیں کرتا اور اس امامت جمعہ کے عوض میں سال بھر کے بعد رمضان المبارک کے آخر جمعہ میں اور نیز عیدین کی نماز کے بعد اجرت امامت جمعہ و امامت عیدین مصلیین سے طلب کرتا ہے یہ اجرت اُس کو حلال ہے یا حرام اور باوجود منع بھی اخذ اجرت سے باز نہیں آتا ایسے شخص کے پیچھے نماز جمعہ و عیدین مکروہ ہے یا ناجائز۔ بینوا توجروا

الجواب

اجرت امامت اگر اس شخص سے قرار پائی ہے کہ فی عید یا ماہوار یا سالانہ اس قدر دیں گے یا خاص اس سے قرار داد نہ ہو اگر وہاں اس امامت کی تنخواہ معین ہے اسے بھی معلوم تھی یہ اُسی کے لیے امام بنا اور امام بنانے والوں نے بھی جانا اور مقبول رکھا غرض صراحتاً یا دلالتاً تعین اجرت ہو لیا تو یہ اجرت اُسے حلال ہے اور اس وجہ سے اُس کے پیچھے نماز میں کچھ کراہت نہیں کہ امامت و اذان و تعلیم فقہ و تعلیم قرآن پر

اجرت لینے کو ائمہ نے بغیر صورت زمانہ جائز فرمادیا ہے کما نصوصاً علیہ فی الکتب قاطبۃ اور جب تعین ہو لیا تو اجارہ صحیح ہو جس میں کوئی مضائقہ نہیں ادا اگر اجارہ صراحۃً خواہ دلائلہ واقع ہو یعنی اس نے اجرت کے لیے امامت کی اور قوم نے بھی اسے اختیار سمجھا مگر تعین اجرت دہیان میں آیا نہ قرآن سے واضح ہوا تو اجارہ فاسد ہے وہ اجرت اُس کے حق میں غیبت ہے اُسے تصدیق کر دینے کا حکم ہے مگر اصل اجارہ اب بھی باطل نہیں نہ طلب اجرت ظلم ہے ایسا اجارہ اگر متعدد بار کرے گا فاسق ہو گا ادا اُس کے پیچھے نماز مکروہ اور اگر سرے سے اجارہ ہی نہ ہوا نہ صراحۃً نہ دلائلہ اور اب اجرت مانگنا ہے تو صریح ظلم و فسق و کبیرہ ہے یہاں مطلقاً اُس کے پیچھے کراہت نماز کا حکم ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۲۲۲ ذی قعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام مسجد یہ کہتے ہیں کہ نماز کے بعد مضامینہ بتخصیص نماز فجر درست نہیں اور اہل محلہ کہتے ہیں درست ہے اور کہتے ہیں کہ اگر تم اس کے جواز کے قائل نہ ہو گے تو ہم تمہارے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے اس لیے کہ تمہارا مذہب ہمارے مذہب کے خلاف ہے لہذا فرمائیے کہ شرع شریف میں کس طرح ہے اور کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

صحیح یہ ہے کہ مضامینہ بعد نماز مباح ہے نص علی تصحیص العلامۃ الخفاجی فی سیمایا الریاض امام اگر سنی المذہب ہے صرف اسی مسئلہ میں اس کا خیال بنظر بعض عبارات فقہیہ ہے تو اُسے سمجھا دینا چاہیے کہ تصحیح و ترجیح جانب جواز ہے صرف اتنی بات پر وہ ترک اقتدار کا سہی نہیں اور اگر برہائے وہابیت اس کا انکار کرتا ہے تو دہائی بلاشبہ لائق امامت نہیں اہل محلہ کو چاہیے ہرگز اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۲۲۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نازکی پڑھائی معین کر کے لینا درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

درست ہے مگر بہتر بچنا ہے اشد کے واسطے پڑھائے اور نازی اسے حاجت مند دیکھ کر اشد کے لیے اُس کی اعانت کریں یہ صاف کر لیا جائے کہ امامت کی اجرت کچھ ذلی دی جائے گی یوں بلا وقفہ حلال طیب ہے لان النفی الصریح یزید حکم دلالۃ الحال فان الصریح یفوق الدلالۃ کما فی قاضی خاں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از مراد آباد مسئلہ مولوی محمد عبد الباری صاحب ۱ صفر ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ بعد فراغت نماز اگر امام مقتدیوں کو مجبور کرے کہ باتباع اُس کے ویسے ہی بیٹھے رہیں اور نہ انہیں تاخیر میں مقتدیوں کا قریب نصف گھنٹہ کے ضائع ہو اور در صورت عدم شرکت بوجہ مجبوری اُن پر اہتمام مذکور بھی لگائے تو یہ چیز کیا ثابت اس کے لیے کون سی حدیث ناطق اور اُس چیز کا نام سنت نبوی رکھنا اور اُن کو مجبور کرنا حتیٰ کہ اُن پر الزام تو ہب کا نہیں بلکہ عیب کا لگانا شرع شریف میں کس مقام پر وارد ہے۔

الجواب

امام کو سلام کے بعد مقتدیوں پر کوئی جبر کا اختیار نہیں سلام سے تو اس کی ولایت منقطع ہو چکی عین نماز میں جب تک وہ قیوم تھا اور اس کی پیردی مقتدیوں پر واجب تھی اس وقت بھی اسے حرام تھا کہ سنت سے زیادہ کوئی بات ایسی کرے جو مقتدیوں پر ثقیل و گراں ہو اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غضب شدید فرمایا اور ایسا کرنے والے کو فتنان بنایا یعنی سخت فتنہ گر تو بعد نماز بلا وجہ شرعی مجبور کرنا اور نہ ماننے والے کو جھوٹا اہتمام لگانا۔ کیسا سخت حرام شدید اور ظلم بعید ہے۔ پھر اس ظلم و حرام کا نام معاذ اللہ سنت رکھنا نہایت سخت اشد اور صریح گمراہی اور سنت پر اقرار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - سؤلہ کرم احمد اللہ صاحب صدر بازار ہردوئی -

تارک فرض و واجب نیز سنت موکدہ اور تارک مستحب و مباح کس درجہ کا گنہگار ہے۔ تارک امور خمسہ یا تارک مستحب و مباح کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

فرض کے ایک بار ترک سے فاسق ہے اور ترک واجب کی عادت سے سنت موکدہ حکم میں قریب واجب ہے۔ فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ اور فسق بالاعلان ہو تو اسے امام بنا نا گناہ۔ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ۔ اور پھیرنی واجب مستحب و مباح کے ترک میں کچھ گناہ نہیں۔ نہ ان کے تارک کی امامت میں کچھ نقص۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر کہنہ ۲۷ رجب ۱۳۲۲ ہجری

ما قولکم رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اس مسئلہ میں کہ امام ضم سورہ میں اس قدر دیر کرتا ہے کہ بعد آمین کہنے کے کلمہ طیبہ پڑھ لیا جائے۔ اس قدر دیر کرنا امام کو جائز ہے یا نہیں۔ اس کو منع کیا گیا کہ اس قدر دیر نہ کیا کرے۔ تو وہ کہتا ہے کہ سورہ سوچنے میں دیر ہو جاتی ہے اور وہ دیر کرنے کو نہیں چھوڑتا ہے۔ پس اس امام کی اقتداء سے نماز میں کسی قسم کی کوتاہی ہو جاتی ہے یا نہیں۔

الجواب

سورت سوچنے سے اتنی دیر جس میں زمین بار سخن اللہ کہ لیا جاوے ترک واجب و موجب سجدہ سو ہے کما نص علیہ فی التنبیہ والدرد والغنیۃ وغیرہما تو یہ جن کی عادت ہے اس کے پیچھے نماز میں ضرور کراہت ہے عالمگیرہ و محیط میں ہے من یقف فی غیر مواضعہ ولا یقف فی مواضعہ لا ینبغی ان یؤمر وکذا من یقف عند القراءۃ کثیراً جو وقت و وصل بے جا کرے یا پڑھتے وقت بار بار کھکھارے جب اسے فرماتے ہیں کہ اس کی امامت سزاوار نہیں حالانکہ مراعات وقت و وصل واجبات نماز سے نہیں۔ تو جو واجب نماز یعنی وصل سورہ و فاتحہ بے اجنبی کے ترک کا عادی ہو۔ بدرجہ اولیٰ لانی امامت میں ہاں فاتحہ کے بعد اتنی دیر کہ دم راست کرے آمین کے۔ کوئی سورت ابتداء سے پڑھنی ہو تو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے کہ یہ دیر بھی تقریباً کلمہ طیبہ پڑھنے کے برابر ہو جائے گی۔ بلاشبہ مباح و سنت و مستحب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر کتبہ ۲۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ زید کہتا ہے کہ بعد کلمہ لا الہ الا اللہ کے محمد رسول اللہ کی کیا ضرورت ہے۔ اگر جنت نہ جائے گا تو کیا اعراف میں بھی نہ جائے گا۔ زید قیام میں نماز کے بعد رسالت بار اللہ اکبر کہنے کے ٹھہرتا ہے۔ کتا ہے کہ صرف سبحن اللہ و بحمدہ کہنے سے نماز ہو جاتی ہے۔ بے کرۃ ٹوٹی۔ کہ نماز ادا کرتا ہے۔ کتا ہے کہ صرف پانچ بار سے نماز ہو جاتی ہے۔ یوں بھی کتا ہے کہ نماز میں الحمد و سورت کی کچھ حاجت نہیں۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ ایسے شخص کو مسلمان سمجھنا چاہیے یا نہیں؟ اہل اسلام کا سا برتاؤ اس سے چاہیے یا نہیں؟ جواب بدلیل قرآن و حدیث و فقہ تحریر فرمائیں۔ بیدنا توجروا

الجواب

صرف پانچ بار پسنے بالائی حصہ بدن کا ننگا رکھ کر نماز بائیں معنی تو ہو جاتی ہے کہ فرض ساقط ہو گیا۔ مگر مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔ واجب ترک ہوتا ہے۔ فاعل گنہگار ہوتا ہے اس کا پھیرنا گردن پر واجب رہتا ہے۔ پھر رے تو دوسرا گناہ سر پر آتا ہے۔ ہاں اگر اتنے ہی کپڑے کی قدرت ہے تو ایسی محتاجی میں مجبوری و معافی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یصلین احدکم فی الثوب الواحد لیس علی عاتقہ منہ شیء ہرگز تم میں کوئی شخص ایک ہی کپڑا پہن کر نماز نہ پڑھے۔ کہندے ہیں اس کا کوئی حصہ نہ ہو۔ رواہ الشیخان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ خطیب بغدادی جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے راوی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الصلوۃ فی السراویل یعنی نقطہ پانچ بار سے نماز پڑھنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ خلاصہ و ہندیہ وغیرہ میں ہے لوصلی مع السراویل والقبض عندہ لیکرہ نماز میں فرضیت قرأت کا انکار احادیث کثیرہ صحیحہ صریحہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا رد اور اجماع اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا خرق بلکہ بعد انقطاع اقوال شاذہ اجماع مستقر کا خلاف اور اب گمراہی و ضلالت صاف صاف ہے۔ امام عبد الوہاب شمرانی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں اجمع الائمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم علی ان الصلوۃ لا تصح الا مع العلم بدخول الصلوۃ و علی ان الصلوۃ ارکان داخلۃ فیہا و علی ان النیۃ فرض و کذلک تکبیرۃ الاحرام والقیام مع القدرة والقراءۃ والركوع والسجود والجلوس فی التشہد الاخیر (الی ان قال) هذا ما وجدته من مسائل الاجماع التي لا یصح دخولها فی مرتبۃ المیزان۔ رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمۃ میں ہے۔ اتفقوا علی ان القراءۃ فرض علی الامام والمنفرد فی رکعتی الفجر و فی الركعتین الاولیین من غیرہا بلکہ امام ابن امیر الحاج علیہ میں فرماتے ہیں نسب صاحب غایۃ البیان الاصلہ الی خرق الاجماع وهو یفید سبق الاجماع علی الافتراض قبل ذہابہ الی عدمہ عالمگیری میں ہے من انکر خبر الواحد لا یكلف غیرانہ یا ثم بترك القبول هكذا فی الظہیریۃ لمطوادی میں ہے۔ من کان خارجا عن هذه الاسبعۃ فی هذا الزمان فهو من اهل البدعة والنار (یعنی جو ان چاروں مذہب سے اس زمانہ میں باہر ہے وہ بدعتی جہنمی ہے) نماز میں الحمد و سورت کی حاجت نہ ماننا بھی جہل قبیح اور ارشادات حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انکار صریح ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الكتاب یعنی بے سورہ فاتحہ کے نماز ناقص ہے۔ رواہ الائمۃ احمد والستۃ

عن عبادة بن الصامت رضي الله عنه. ووسرى حديث میں فرماتے ہیں صلى الله تعالى عليه وسلم من صلى صلاة لم يقربها
بفاتحة الكتاب فهي خداج يعني جو نماز بے سورہ فاتحہ کے ہو۔ وہ ناقص ہے رواہ احمد ومسلم وابوداؤد والترمذی
والضائعی عن ابی ہریرۃ واحمد وابن ماجہ عن الامامین الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما تیسری حدیث میں ابو ہریرہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امرہ ان یخرج فینادی لا صلوة الا بقراءة فاتحة الكتاب
فنادی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ باہر جا کر نادائی کرو کہ سورہ فاتحہ اور کچھ نائد قرأت کی نماز ناقص ہے مودا
احمد وابوداؤد چوتھی حدیث میں ہے۔ فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم لا یجزئی صلاة الا بفاتحة الكتاب ومعها غیرھا
نماز کام نہیں دیتی بے فاتحہ اور اس کے ساتھ اور قرأت کے رواہ الامام الاعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ عن سیدنا ابی سعید
والخدیجی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ ومعناہ فجوہ عند الترمذی وابن ماجہ اور ان سب سے سخت تر دنا پاک تر اس کا وہ قول مردود
ہے کہ کلمہ طیبہ میں (خاکش بدین) محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنے کی کیا ضرورت؟ اگر اس سے یہ مراد لیتا ہے کہ اسلام لانے کو
صرف لا الہ الا اللہ ماننا کافی ہے محمد رسول اللہ کی حاجت نہیں جب تو قطعاً یقیناً ناکا فرم رہا ہے۔ عورت اس کی اس کے
نکاح سے نکل گئی پاس جائے گا تو زنا ہوگا۔ اولاد ہوگی تو ولد الزنا ہوگی۔ عورت کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرے اور اگر یہ مراد
نہیں تاہم اس ناپاک کلام کی طرز سون سخت گستاخی و بے باکی سے خبر دے رہی ہے۔ اور وہ لفظ کہ جنت میں نہ جائے گا تو کیا اعتراف
میں نہ جائے گا؟ دین متین کے ساتھ استہزاء کا پتہ دیتا ہے۔ بہر حال اس قدر میں شک نہیں کہ شخص مذکور فاسق فاجر گمراہ بد مذہب ہے۔
اس کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز و ممنوع ہے۔ کما حققناہ فی رسالتنا النخی الاکید و ذکرناہ فی عدۃ مواضع من فتاوانا سلمان
اس سے تو بلیں اگر تو بکر لے فہا قدرہ اس کے ساتھ وہ معاملہ برتیں جو گمراہوں بد دینوں کے ساتھ چاہئے واللہ العادی واللہ
سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

النہی الاکید عن الصلۃ وراء عدی التقلید

۱۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله الذی هدانا لهذا الشئن ۞ ووقانا المحن ۞ وجعل فینا کل امام حسن ۞ بہ یتأشی وعلیہ یؤمن ۞ واعنانا
ان نقصدی باهل الفتن ۞ والصلۃ الحنۃ والسلام الا حق ۞ علی الامام الامین الامان الا من حمل مرقی الروح
والبدن ۞ والہ وصحبہ فی السر والعلن ۞ ولائۃ المجتہدین مصابیح الزمن ۞ کاشفی ما خفی ومظہری ما بطن ۞
الثقات السراۃ ہدایۃ الشئن ۞ السقاۃ الفراقۃ من فوات الشئن ۞ وعلینا بہم یا عظیم المن ۞ واشہدان لا الہ

الا لله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله صلى عليه وسلم ومن به اما بعد یہ چند سطور کا تقاضا
 جلیلہ الفائدہ جمیلہ العائدہ ہیں اظہار صواب میں اس سوال کے جواب میں جو فقیرنا سزا عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری بکائی
 بریلوی غفر اللہ لہ وحق اللہ واصلح عملہ کے پاس مولوی فضل الرحمن صاحب حفظ عن الشرع امام جامع مسجد فیروز پور کا بھیجا کہ
 فیروز پور ملک پنجاب سے آیا فقیر ان دنوں ایک مبارک رسالہ بجواب سوال مونگیر بنگالہ سسے بہ تجلی الیقین بان نبینا
 سید المرسلین کلمے میں منتقل اور اس کے بعد اور چند رسائل دیگر بلاد کو بسلہ پنجاب پر حق تقدم حاصل جب ان سے فرغت پائی
 اس کی نوبت آئی النہی اککید عن الضلالتہ وراء عدنی التقليد اس تحریر کا نام اور یہی اس کی تاریخ آغاز و انجام اس
 رسالہ میں اصل مقصود یہ ظاہر کرنا ہے کہ غیر مقلدوں کے پیچھے نازنا روا ہے اس کے ضمن میں ان کے بعض عقائد و احوال و مکائد و
 دیگر فوائد بہ نہایت اجمال تحریر میں آئے مگر اس سے سوال کہ قبول فرمائے اہل اسلام و سنت کو نفع پہنچائے ادا بخاک موضوع رسالہ
 رد مخالف نہیں لہذا محاذ مجادل سے کنارہ گزیر کہ وہ تو ایک فتویٰ ہے جواب مسئلہ کی حد پر مقتصر اور اپنے موافقوں پر ایک حکم کا
 منظر تجھے اس رنگ کا کلام شتاق بنائے تصانیف افاضل یا فقیر حقیر کے دیگر رسائل مندرجہ مجموعہ الباریۃ الشارقة علی
 ماریۃ المشارقة کی طرف رجوع لائے وحسبنا الله ونعم الوکیل و افضل الضلالتہ علی الحبيب الجمیل والہ وصحبہ
 بالوف التبعیل امین امین یا عزیز یا جلیل -

نقل عبارت استفتا

باسمہ سبحانہ - بخد مت بابرکت حضرت مولینا و بالفضل و اکمال اولنا محمد مکرّم حضرت مولینا احمد رضا خاں صاحب
 سلمہ الرحمن - سلام سنوں بہ نیاز مقرون کے بعد عرض ہے کہ مشد اس استفتا کا جواب مرحمت فرمادیں کہ عندا مشد جو رد عند الناس مشکور
 ہوں - مولوی غلام نبی صاحب امام مسجد قصابان خور و جو شاگرد مولویان لکھنؤ کی علاقہ فیروز پور کے ہیں اول انھوں نے رسالہ شاہ طہویر میں
 حضرت ابن عربی اور مولینا روم و مولینا عبد الرحمن جامی علیہم الرحمہ کی تکفیر درج مکی اور وہ رسالہ مطبع فیروز پور میں حافظ محمد صاحب لکھنؤ
 نے چھاپا تھا اس کی تصدیق پر اپنے دستخط کر دیے تھے جس کے شاہد بہت لوگ موجود ہیں اور اس کا کسی قدر ذکر رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ
 کے صفحہ ۱۸۱ کے متن و حاشیہ میں مندرج ہے - پھر جب ریاست فرید کوٹ میں علمائے مقلدین کا مناظرہ ہوا تھا تب بھی یہ مولوی صاحب
 بشمول علمائے غیر مقلدین کے تھے اور ان کے زمرہ میں ریاست سے رخصتہ نہ لے کر واپس آئے تھے جیسا کہ اشتهار اور فروری ۱۳۸۸ء
 مطبوعہ ریاست فرید کوٹ اس پر شاہد ہے اور رسالہ کے صفحہ ۱۸۱ میں بھی اس کا نام بزمہ غیر مقلدین شامل ہے - پھر رسائل اور واقعات
 ان کے بھی صریح غیر مقلدی کی دلیل ہیں جس کا نمونہ ایک یہ ہے کہ سماء قاطمہ بنت امام الدین خاں کو جب اس کے شوہر نے مطلق کیا
 اور طلاق نامہ تحریر ہوا تو بائیس روز بعد ازاں عدت کے اندر ہی مولوی مشار الیہ نے اس مطلقہ کا نکاح باہرین ملازم
 سکوت لال کرتی سے منع کر دیا اور اس کی دلیل مولوی جمال الدین امام مسجد بوچان کلاں کو دکھلائی کہ حدیث ترمذی سے ثابت ہے

کہ خلع کی عدت ایک حیض ہوتا ہے اس پر جواب دیا گیا کہ دینی کتابوں میں مثل فتح القدیر وغیرہ کے صریح لکھا ہے کہ خلع طلاق ہے
بند حدیث بخاری وغیرہ کے اور جمہور امان سلف و خلف کا یہی مذہب ہے کما فضل فی باب الخلع اور باب عدت میں بھی
مذکور ہے کہ طلاق اور خلع اور لعان سب کی عدت تین حیض ہیں اور مترجمائیں یہ نکاح عدت کے اندر حنفی مالکی شافعی سب کے نزدیک
ناروا ہے پس جو شخص غیر مقلد ایسے اطوار کا طور رکھے اور حرام کو حلال بنا دینے تک نوبت پہنچائے تو اس کے پیچھے اقتدار واپس ہے یا
نہیں۔ بیضا تو جوا۔ حررہ فقیر محمد فضل الرحمن امام جامع مسجد صدر بازار فیروز پور پنجاب ۱۰ سوال ۳۰۵۰ رحمہمہ اللہ

اللهم هداية الحنن والصواب

الجواب

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کو زید و عمر و کی ذات سے غرض نہیں اور حضرات اولیائے کرام قدس سرار ہم کی شان عظیم میں بعد وضوح حق
اُس کلمہ طہود کہنے کا جواب جو روز قیامت ملے گا بس ہے وہ حضرات جرات شعار جبارت و تاجرن کا مسلک عامہ المہ و علمائے کبار کو
عیاذ باللہ مشرک بتائے اُن سے مدارک دقیقہ حقائق اولیائے تک نہ پہنچنے کی کیا شکایت کی جائے علاوہ بریں مسئلہ خدا اس قابل کہ
اُس میں ایک رسالہ مستقلاً تصنیف میں آئے اور خدا انصاف دے تو حدیث بخاری فاذا اجبتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ
وبصرہ الذی یرى بہ ویدہ الذی یبطش بہا ورجلہ الذی یمشی بہا (الی قولہ تعالیٰ) وما ترددت عن شئ انا فاعلہ
توردی عن قبض نفس المؤمن بکرة الموت وانا اکرہ مساء تہ و حدیث مسلم یا ابن آدم مرضت فلم تعد فی یا ابن آدم
استطعتک فلم تطعمنی یا ابن آدم استسقیک فلم تسقنی اخرجہما عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حدیث
مشہور قمی الی امش الیک وامش الی امرؤ الیک اخرجہ احمد عن رجل من الصحابة و البخاری بمعناہ عن انس و عن
ابی ہریرۃ والطبرانی فی الکبیر عن سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم و حدیث و اذا احب اللہ عبد الم یضربہ ذنب اخرجہ
الدلیلی و الامام الاجل القشیری وابن النجار فی التاریخ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حدیث الدنیا و الآخرة حرام
علی اهل اللہ اخرجہ فی مسند الفردوس عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما و حدیث انزل القرآن علی سبعة احوث
لکل حرف منها ظہر و بطن و لکل حرف حد و لکل حد مطاع اخرجہ الطبرانی فی اکبر معاجیم عن عبد اللہ بن مسعود
رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حدیث قولہ عز وجل اعطیہم من حلی و علمی اخرجہ احمد و الطبرانی فی الکبیر و الحاكم فی المستدرک
و اللبیہقی فی شعبہ باسناد صحیح عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حدیث من زهد فی الدنیا علمہ اللہ بلا تعلم
و ہدایہ بلا ہدایہ و جعلہ یصیر و کشف عنہ العمی اخرجہ ابو نعیم فی حلیۃ الاولیاء عن سید الاولیاء امیر المؤمنین
علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ و حدیث دع عنک معاذ فان اللہ یبایہ بہ المملکۃ قالہ لرجل قال لہ معاذ بن جبل رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فقال حتی تؤمن ساعة فشکاہ الرجل الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقال او ما نحن بمؤمنین
فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذاک اخرجہ سیدی محمد بن علی الترمذی عن معاذ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ و حدیث کان عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا لقى الرجل من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال فقال یومئذ یومئذ ساعة فقال ذات یوم لرجل فغضب الرجل فجاء الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ الا تری الی ابن رواحہ یرغب عن ایمانک الی ایمان ساعة فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یرحمہ اللہ ابن رواحہ انہ یحب الجالس الی یتباهی به المملکة رواہ احمد بسند حسن عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حدیث ابہر برہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حفظت عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعائین فاما احدهما فبیتہ واما الاخر فلو بشتہ قطع هذا البیت اخرجه البخاری و آیت ید اللہ فوق ید یہم و آیت و ما یمیک اذ یمیت و لکن اللہ معی و آیت آیتما تولاؤا جوہکم فتم وجہ اللہ و آیت قل الرزق من امر ربی و ما اذیتکم من العلم الا قليلا و آیت اتینہ رحمۃ من عندنا و علمتہ من نانا علما و آیت قال انک لن تستطیع معی صبرا و کیف تصبر علی ما لم یحط بہ خبرا و آیت قال فان اتبعنی فلا تشا لئی عن شیء حتی احدث لک منہ ذکرا و آیت فانطلقا حتی اذا ركبنا فی السفینتین خر فقا قال اخر فقا لیتفرقا آھلما لقد جئت شیئا امرا و قال ألم اقل انک لن تستطیع معی صبرا و آیت فانطلقا حتی اذا لقینا علما فقتلہ قال آقتلت نفسا زکیة یغیر نفسی لقد جئت شیئا نورا و قال ألم اقل لک انک لن تستطیع معی صبرا و آیت قال هذا فراق بینک و بینک ما یتبعک بتاویل ما لم تستطع عنہ صبرا و آیت و ما فعلت عن امری ذلک تاویل ما لم تستطیع علیہ صبرا و غیرہ ذلک آیات و احادیث سمعہا وال کے لیے علم باطن اور اس کے رجال و مضائق مجال و حقائق اقوال و دقائق افعال کا پتہ دینے کو بہت ہیں و من لم یجعل اللہ لہ نورا ضالہ من نور ہذا اس بحر عین کے لیے ساحل نہ یہ حضرت اس کی سیر کے قابل نہ اس معنی سے اصل فرض سائل لہذا فقیر این دہاں سے قطع نظر کر کے نفس مرام مسؤل عنہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے یعنی نماز میں حضرات غیر مقلدین کی اقتداء کا حکم کہا ہے اور اذا انجا کہ اس کی منتیج ان کی کشف بعض بدعات پر موقوف لہذا اس باب سے ایک اجمالی مقدمہ لکھ کر عنان قلم جانب جواب مصروف ہر چند اس باب میں علما متعدد تحریریں کر چکے مگر امید کرتا ہوں کہ بحول اللہ تعالیٰ یہ ہو جو تحریر کا فی و کامل وافی و ناغ صافی و واضح واقع ہو و باللہ التوفیق و بہ الوصول الی ذری التحقیق انہ نعم المولیٰ و نعم المعین و الحمد للہ رب العالمین۔

مقدمہ فی الکلام الاجمالی علی بدعتہ غیر المقلدین

یا معشر المسلمین یہ فرقہ غیر مقلدین کہ تقلید اللہ دین کے دشمن اور پجارت خواہ اہل اسلام کے رہزن ہیں مذاہب اربعہ کو چوراہا بنائیں اللہ ہدیٰ کو اجارہ دہیان ٹھہرائیں سچے مسلمانوں کو کافر و مشرک بنائیں قرآن و حدیث کی آپ سمجھ رکھنا ارشاد اللہ کو جانچنا پرکھنا ہر عامی جاہل کا کام کہیں ہے راہ چل کر بچا و چل کر حرام خدا کو حلال کہیں حلال خدا کو حرام کہیں ان کا بدعتی بد مذہب گروہ بے ادب ضال مضل غوی مہمل ہونا نہایت جلی و اظہر بلکہ عند الانصاف یہ طائفہ تالفہ بہت فرق اہل بدعت سے اشروا ضرر و اشغ و انحر کما لا یخفی علی ذی بصیر صحیح بخاری شریف میں تعلیقا اور شرح السنۃ امام بنووی و تہذیب الآثار امام طبری میں موصولاً وارد و کان

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بری الخوارج شہرا دخلن اللہ وقال انہما انطلقوا الی آیات نزلت فی الکفار فجعلوا علی المؤمنین
یعنی جدائش بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خوارج کو بدترین خلق اللہ جانتے کہ انہوں نے وہ آیتیں جو کافروں کے حق میں اتریں اٹھا کر مسلمانوں
رکھ دیں بعینہ یہی حالت ان حضرات کی ہے کہ یہ کہیں کہیں اٹھتے ہیں اور ان کے کفار اہل کتاب اور ان کے
عمائد و ارباب میں اترتی ہمیشہ یہ بیباک لوگ اہل سنت و ائمہ اہل سنت کو اس کا مصداق بتاتے ہیں علامہ طاہر برہمٹ خاں فرماتے ہیں
بحار الانوار میں قول ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نقل کر کے فرماتے ہیں قال المذنب تاب اللہ علیہ وامن منهم من یجعل آیات اللہ
فی شرا للیہود علی علماء الامۃ المعصومة المرحومة طہر اللہ الارض عن رجسہم یعنی ان خارجیوں سے بدتر وہ لوگ ہیں کہ ان شرار
یہود کے حق میں جو آیتیں اتریں انہیں اُست محفوظہ جو مسکے علماء پر ڈھالتے ہیں اللہ تعالیٰ زمین کو ان کی خباثت سے پاک کرے آمین اصل
اس گروہ نافع پڑھ کی نجد سے نکلی صحیح بخاری شریف میں ہے عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فقال اللہم بارک لنا فی شامنا اللہم بارک لنا فی یمننا قالوا یا رسول اللہ وفی نجدنا قال اللہم بارک لنا فی شامنا
اللہم بارک لنا فی یمننا قالوا یا رسول اللہ وفی نجدنا قال فی الثالثة هناك الزلازل والفتن وبها یطعم قرون الشیطان یعنی
حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اُمّی ہمارے لیے برکت دے ہمارے شام میں اُمّی ہمارے لیے برکت رکھ ہمارے یمن میں
صحابائے عرض کی یا رسول اللہ اور ہمارے نجد میں حضور نے دوبارہ وہی دعا کی اُمّی ہمارے لیے برکت کر ہمارے شام میں اُمّی ہمارے لیے برکت بخش
ہمارے یمن میں صحابہ نے پھر عرض کی یا رسول اللہ اور ہمارے نجد میں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں میرے گمان میں تیسری دفعہ
پھر حضور نے نجد کی نسبت فرمایا وہاں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہیں سے نکلی گی سنگ شیطانی کی اس خبر صادق بخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کے مطابق عبدالوہاب نجدی کے پیرو اتباع نے حکم آنکھ سے پھر اگر اتنا نہ پھر تمام کند۔ تیرھویں صدی میں حرمین طیبین پر خروج کیا ادا
ناکردی کا مومن ناگفتنی باتوں سے کوئی دقیقہ زلزلہ و فتنہ کا اٹھا نہ رکھا وسیع علم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ○ حاصل ان کے
عقائد ناٹنے کا یہ تھا کہ عالم میں وہی مشیت ذلیل موحّد سلمان ہیں باقی تمام مؤمنین معاذ اللہ مشرک اسی بنا پر انہوں نے حرم خدا و حرم
مصطفیٰ علیہ افضل الصلاۃ و الثناء کو عیاذ باللہ دار الحرب اور وہاں کے رکن کرام ہمسائیگان خدا و رسول کو (خاک بدہان گستاخان) کافر
و مشرک ٹھہرایا اور بنام جہاد خروج کر کے لوٹے فتنہ عظمیٰ پر شیطنت کبریٰ کا پرچم اڑایا علامہ فہامہ خاتمہ المحققین مولانا امین الدین محمد بن
عابدین شامی قدس سرہ السامی نے کچھ تذکرہ اس واقعہ ہائے کافریا رد المحتار حاشیہ مختار کی جلد ثالث کتاب ایما دباب البغاة میں زیر
بیان خراج فرماتے ہیں کما وقع فی زماننا فی اتباع عبد الوہاب الذین خرجوا من نجد و تغلبوا علی الحرمین و کانوا ینتقلون من
الحنا بلہ لکنہم اعتقدوا انہم ہم المسلمون وان من خالف اعتقادہم مشرکون و اسلحوا بذلک قتل اہل السنۃ و قتل
علما ثقیہ حتی کسر اللہ تعالیٰ شوکتہم و خرب بلادہم و ظفر بہم عسا کر المسلمین عام ثلث و ثلثین و ما تین و الف یعنی
خارجی ایسے ہوتے ہیں جیسا ہمارے زمانے میں پیروان عبدالوہاب سے واقع ہوا جنہوں نے نجد سے خروج کر کے حرمین محترمین پر غلبہ
کیا اور وہ اپنے آپ کو کہتے تو صلی تھے مگر ان کا یہ عقیدہ تھا کہ بس وہی سلمان اور جو ان کے مذہب پر نہیں وہ سب مشرک ہیں

اس وجہ سے انھوں نے اہلسنت و علماء اہلسنت کا قتل مباح ٹھہرایا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی شوکت توڑ دی اور اُن کے شہر و دیار کیے اور لشکر مسلمین کو اُن پر فتح بخشی مسئلہ ہجری میں) والحمد للہ رب العالمین ۵ غرض یہ فتنہ شنیعہ ہاں سے مطرود اور خدا و رسول کے پاک شہروں سے مدفوع و مردود ہو کر اپنے لیے جگہ ڈھونڈتا ہی تھا کہ نجد کے ٹیلوں سے اس اراکین ہندوستان کی نرم زمین اُسے نظر پڑی آتے ہی یہاں اپنے قدم جمائے باقی فتنہ نے کہ اس مذہب نامذہب کا معلم ثانی ہوا وہی رنگ آہنگ کفر و شرک پکڑا کہ ان معدودے چند کے سوا تمام مسلمان مشرک یہاں یہ طائفہ بحکم اَلَّذِیْنَ قَرَأُوْا دِیْنَهُمْ وَاَنْتُمْ شَیْعَہُ خود متفرق ہو گیا ایک فرقہ بظاہر مسائل فرعیہ میں تقلید اللہ کا نام لیتا رہا دوسرے نے حج قدم عشق پیشتر بہتر۔ کہہ کر اسے بھی بالائے طاق رکھا چلیے آپس میں چل گئی وہ انھیں گمراہ یہ انھیں مشرک کہنے لگے مگر مخالفت اہلسنت و عداوت اہل حق میں پھر حملہ واحد ہے ہر چند ان اتباع نے بھی تکفیر مسلمین میں اپنی چلتی گئی نہ کی لیکن پھر کلام الامام امام الکلام ان کے امام و بانی و ثانی کو شرک و کفر کی وہ تیز و تند چڑھی کہ مسلمانوں کے مشرک کا فرمانے کو حدیث صحیح مسلم لایذہب اللیل والنہار حتی یصید اللات والعزی (الی قول) یبعث اللہ رجحاطیبة فوقی من کان فی قلبہ مثقال حبة من خردل من ایمان فلیغیہ من لاخیر فیہ فیرجعون الی دین ابا نھم مشکوٰۃ کے باب لا تقوم الساعة الا علی شرار الناس سے نقل کر کے بے دھڑک زمانہ موجود پر جادی جس میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ زمانہ فنا نہ ہوگا جب تک لات و عزی کی پھر پشنتش نہ ہو اور وہ ہوں ہوگی کہ اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو ساری دنیا سے مسلمانوں کو اٹھائے گی جس کے دل میں رائی کے دانے برابر ایمان ہوگا اتھال کرے گا جب زمین میں نہ رہے گا فرہ جائیں گے پھر بتوں کی پوجا بدستور جاری ہو جائے گی) اس حدیث کو نقل کر کے صاف لکھ دیا سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون ۵ ہر شخص نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ اگر یہ وہی زمانہ ہے جس کی خبر حدیث میں دی ہے تو واجب ہوا کہ روئے زمین پر مسلمان کا نام و نشان باقی نہ ہو پچھلے مانس اب تو اور تیرے ساتھی کہ ہر جگہ کرجاتے ہیں کیا تمھارا طائفہ دنیا کے پردے سے کہیں الگ بستلے تم سب بھی انھیں شرار الناس و بدترین خلق میں ہوئے جن کے دل میں رائی کے دانے برابر ایمان کا نام نہیں اور دین کفار کی طرف پھر کرتوتوں کی پوجا میں مصروف ہیں سچ آیا حدیث مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد کہ جبک الشئ عیسیٰ ویصم مشرک کی محبت نے اس ذی ہوش کو ایسا اندھا ہر کر دیا کہ خدا اپنے کفر کا اقرار کر بیٹھا غرض تو یہ ہے کہ کسی طرح تمام مسلمان عدا اللہ مشرک ٹھہریں اگرچہ پرانے ٹکون کو اپنا ہی چہرہ ہموار ہو جائے اور اُس بیباک چالاک کی نہایت عیاری یہ ہے کہ اُسی مشکوٰۃ کے اُسی باب لا تقوم الساعة الا علی شرار الناس میں اسی حدیث مسلم کے برابر متصل بلا فصل دوسری حدیث مفصل اسی صحیح مسلم کی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے وہ موجود تھی جس سے اس حدیث کے معنی واضح ہوتے اور اُس میں صراحت ارشاد ہوا تھا کہ یہ وقت کب آئے گا اور کیونکر آئے گا اور آغاز بت پرستی کا مشاکیا ہوگا وہ حدیث مختصر ہے وعن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یخرج الدجال فیمکت اربعین فیبعث اللہ عیسیٰ بن مریم فیھلکہ ثم یمکت فی الناس سبع سنین لیس بین اثنین عداۃ ثم یرسل اللہ رجحاً باردة من قبل الشام

فلا یبقی علی وجه الارض من فی قلبہ منقال ذرۃ من خیر ادا یمان الا قبضتہ حتی لو ان واحد کمدخل فی کبد جیل لدخلتہ علیہ حتی نقبضہ قال فیبقی شرار الناس فی حنۃ الطیر واحلام السباع لا یخون مع وفاء ولا ینکرون منکرا فیتمثل لہم الشیطان فیقول الا شتیون فیقولون ما تأمونا فیا مرہم بعبادۃ الاوثان ثم یفخر فی الصور (رواہ مسلم) یعنی حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں دجال نکل کر چالیس تک ٹھہرے گا پھر اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھیجے گا وہ اسے ہلاک کریں گے پھر سات برس تک لوگوں میں اس طرح تشریف رکھیں گے کہ کوئی دودل آپس میں عداوت نہ رکھتے ہوں گے اس کے بعد اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا بھیجے گا کہ روئے زمین پر جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا اس کی روح قبض کر لے گی یہاں تک کہ اگر تم میں کوئی پہاڑ کے جگر میں چلا جائے گا تو وہ ہولو ہاں جا کر بھی اس کی جان نکال لے گی اب بدترین خلقت باقی رہ جائیں گے فسق و شہوت میں پرندوں کی طرح ہلکے بیک اور ظلم و شدت میں درندوں کی طرح گراں سخت جو اصلاً کبھی بھلائی سے آگاہ ہوں گے نہ کسی بدی پر انکار کریں گے شیطان ان کے پاس آدمی کی شکل بن کر آئے گا اور کہے گا تمہیں مشرم نہیں آتی یہ کہیں گے پھر تو ہمیں کیا حکم کرتا ہے وہ انہیں بت پرستی کا حکم دے گا اس کے بعد نفع صور ہوگا (عیار ہوشیار اس حدیث کو الگ بچا گیا کہ یہاں تو سارے مکر کی قلمی کھلتی اور صاف ظاہر ہوتا کہ حدیث میں جس زمانے کی خبر دی ہے وہ بعد خروج و ہلاک دجال و انتقال عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آئے گا اس وقت کے لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روئے زمین پر کوئی مسلمان نہ رہے گا جس طرح احمد و مسلم و ترمذی کی حدیث میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آیا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لا تقوم الساعة حتی لا یقال فی الارض اللہ اللہ قیامت نہ آئے گی جب تک کہ زمین میں کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے) اللہ اللہ یہ حدیث بھی مشکوٰۃ بحوالہ مسلم اسی باب کے شروع میں ہے مرقہ چالاک و لدادہ اشراک برابر کی حدیثیں نقل کرتا تو مسلمانوں کو کافر مشرک کیونکر بناتا اور اس جھوٹے دعوے کی گنجائش کہاں سے پاتا کہ اپنے زمانے کی نسبت کہہ دیا سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا مسلمان دیکھیں کہ جو عیا و صریح واضح متداول حدیثوں میں ایسی معنوی تحریفیں کریں بے پرکی اڑانے میں اپنے باطنی علم کے بھی کان کتریں جھوٹے مطلب دل سے بنائیں اور انہیں مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقصود ٹھہرائیں حالانکہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متواتر حدیث میں ارشاد فرمائیں قن کذب علی معتمد ا فلیتقوا مقعدہ من النار جو جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے) ایسوں کا مذہب معلوم اور عل بالحدیث کا مشرب معلوم مع قیاس کن زگلتاں شان بہار شاں - جب اصول میں یہ حال ہے تو ظاہر ہے کہ فروع مسائل فقہ میں حدیثوں کی کیا کچھ گت نہ بناتے ہوں گے پھر دعویٰ یہ ہے کہ ہم تو خیر البریہ یعنی قرآن اور قول خیر البریہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی حدیث پر چلتے ہیں سخن اللہ پر تو اور یہ دعویٰ صحیح فرمایا خیر البریہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یاقی فی اخرا الزمان قوم حد ثاء الاسنان سفہاء الاحلام یقولون من خیر قول البریہ یمرقون من الاسلام کما یمرق السهم

سہ راوی نے کہا مجھے نہیں معلوم کہ چالیس دن فرمایا یا چھتے یا برس اتنی اور دوسری حدیث میں چالیس دن کی تصریح ہے پہلا دن سال بھر کا دوسرا ایک مہینہ کا تیسرا ایک ہفتہ کا باقی دن عام دنوں کی طرح رواہ مسلم عن النواص بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث طویل ۱۲ منہ

من الرمیة لا یجاذزایما نفھ حناجرھم آخر زمانہ میں کچھ لوگ حدیث السن سفیہ العقل آئیں گے کہ اپنے زعم میں قرآن یا حدیث سے منکر ہیں
اسلام سے نکل جائیں گے جیسے تیر شانہ سے نکل جاتا ہے ایمان اُن کے گلوں کے نیچے نہ اُترے گا اخوجہ البخاری ومسلم وغیرھما عن
امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ واللفظ للبخاری فی فضائل القرآن من الجامع الصحیح واقعی یہ لوگ اُن پرانے خوارج کے
ٹھیک ٹھیک بقیہ و یادگار ہیں وہی مسئلے وہی دعوے وہی انداز وہی تیسرے خارجیوں کا داب تھا اپنا ظاہر اس قدر مشرّع بناتے کہ
عوام مسلمین انھیں نہایت پابند مشرّع جانتے پھر بات بات پر عمل بالقرآن کا دعویٰ عجب دام در سبزہ تھا اور مسلک وہی کہ ہیں مسلمان ہیں
باقی سب مشرک یہی رنگ ان حضرات کے ہیں آپ موحّد اور سب مشرکین آپ محمدی اور سب بدین آپ عامل بالقرآن والحدیث اور سب
چنیں و چناں بزم خمیث پھر ان کے اکثر مکملین ظاہری پابندی مشرّع میں بھی خوارج سے کیا کم ہیں اہلسنت کان کھول کر سن لیں کہ دھوکے
کی ٹٹی میں شکار نہ ہو جائیں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا تحفون صلاتکم مع صلاتھم وصیامکم مع
صیامھم وعملکم مع عملھم تم اپنی نماز اُن کے آگے حقیر جانو گے اور اپنے روزے اُن کے روزوں کے سامنے اور اپنے اعمال اُن کے اعمال
کے مقابل) ہائیمہ ارشاد فرمایا ویقوّن القرآن لایجادز حناجرھم یمروّن من الدین کما یموق السھم من الرمیة ان اعمال پر
اُن کا یہ حال ہو گا کہ قرآن پڑھیں گے گلوں سے تجاوز نہ کرے گا دین سے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے رواہ البخاری ومسلم عن ابی
سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر شان خدا کہ ان مذہبی باتوں میں خارجیوں کے قدم بقدم ہونا درکنار خارجی بالائی باتوں میں
بھی بالکل یک رنگی ہے انھیں ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے قیل ما سیماھم قال سیماھم التحلیق عرض کی گئی یا
رسول اللہ اُن کی علامت کیا ہو گی فرمایا سر مُنڈانا یعنی اُن کے اکثر سر مُنڈے ہوں گے رواہ البخاری ولبس بعدہ فی الجامع الصحیح
الاحدیث واحد بعض احادیث میں یہ بھی آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا پتا بتایا مشتمی الاذ (گھنٹی اُڑا دالے
اوکھا ورد عندہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بیشمار درود میں حضور عالم ماکان و مایکون پر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باجمہ حضرات خوارج
نہروان کے رشید پس ماندے بلکہ غلو و بیباکی میں اُن سے بھی آگے ہیں یہ انھیں بھی نہ سوجھی تھی کہ مشرک و کفر تمام مسلمین کا دعویٰ اس حدیث صحیح
سے ثابت کر دکھاتے جس سے ذی ہوش مذکور نے استدلال کیا صاع طرہ شاگردے کہ میگو یہ سبق اُستاد را۔ مگر حضرت حق عزوجل کا حسن انتقام
لائق عبرت ہے چاہ کن را چاہ در پیش من حص بیدالاخیر فقد وقع فیہ حدیث سے سدا لئے تھے مسلمانوں کے کافر مشرک بنانے کو اور
بجدا اللہ خود اپنے مشرک کافر ہونے کا اقرار کر لیا کہ جب یہ وقت وہی ہے کہ روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں تو یہ استدلال بھی انھیں کافروں میں کا
ایک ہے قضی الرجل علی نفسه اقرار مرد آزار مرد الموء مواخذ باقرارہ مدہوش بیچارہ خود کردہ را علاج نیست میں گرفتار ہوا اور
مسلمانوں کو تو خدا کی امان ہے اُن کے لیے اُن کے سچے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سچی بشارت آئی ہے کہ یہ امت موجود ہرگز
مشرک اور غیر خدا کی پرستش نہ کرے گی امام احمد سند اور ابن ماجہ سنن اور حاکم مستدرک اور بیہقی شعب الایمان میں حضرت شداد بن اوس رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے راوی حمید بن زورید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کی نسبت فرماتے ہیں اما نفھم لایعبدون شمسا ولا قمرًا
سلط ظاہر ہے کہ علامت قوم وہ جو تمام قوم یا اکثر میں ہو ۱۲ منہ

ولا حجرا ولا وشنا ولكن يرأون اعمالهم خيرا واربو بيشك ده نه سورج کو پاویں گے نہ چاند کو نہ پتھر کو نہ بٹ کو ہاں ہوگا کہ دکھاوے کے لیے اعمال کریں گے) اسی لیے جب قیامت آئے کہ ہوگی اور شرک محض کا وقت آئے گا ہوا بھیج کر مسلمانوں کو اٹھالیں گے والحمد لله رب العالمین پھر اہل عرب کے لیے خاص فزہ ارشاد ہوا ہے کہ وہ ہرگز شیطانی پریش میں مبتلا نہ ہوں گے احمد و سلم و ترمذی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان الشیطان قد یئس ان یعبدا المصلون فی جزیرۃ العرب ولكن فی التحدیث بینہم بیشک شیطان اس سے ناامید ہو گیا ہے کہ جزیرہ عرب کے نمازی اُسے پاویں ہاں اُن میں جھگڑے اٹھانے کی طمع رکھتا ہے) ابویعلیٰ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان الشیطان قد یئس ان یعبدا کما صنعوا فی ارض العرب ولكنه سیرضی منکم بدون ذلک بالمحققات الحدیث یعنی شیطان یہ اُمید نہیں رکھتا کہ اب زمین عرب میں بُت پوجے جائیں مگر وہ اس سے کم درجہ گناہ تم سے کر دینے کو غنیمت جانے گا جو حقیر و آسان سمجھے جاتے ہیں واصلہ عنہ عند احمد والطبرانی بسند حسن یعنی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تذکیر اور حضرت عبد الرحمن بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تقریر راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وداع کرتے وقت ارشاد فرمایا ان الشیطان قد یئس ان یعبدا فی جزیرۃ العرب وذلک بطاع فیما تحقیقون من اعمالکم فقد رضی بذلک یعنی شیطان کو یہ اُمید نہیں کہ اب تمہارے جزیرے میں اُس کی عبادت ہوگی ہاں اُن اعمال میں اُس کی اطاعت کرو گے جنہیں تم حقیر جانو گے وہ اسی قدر کو غنیمت سمجھتا ہے) امام احمد حضرت عبادہ بن صامس و ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مٹا راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان الشیطان قد یئس ان یعبدا فی جزیرۃ العرب بیشک شیطان اس سے ناامید ہے کہ جزیرہ عرب میں اس کی پریش ہو) یہ سچہ صحابیوں کی حدیثیں ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہاں انہیں سن کر مسلمان کہے کہ دیکھو پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمانے کے مطابق ہوا کفر و شرک جب سے جزیرہ عرب سے نکلے وہ دن اور آج کا دن پھر اُدھر کا روز کرنا نصیب نہ ہوا والحمد لله رب العالمین پھر خطبہ مبارکہ حجاز یعنی حرمین طیبین اور اُن کے مضافات کے لیے اس سے اجل و اعظم بشارت تائی جامع ترمذی میں عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور پر نور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان الدین لیا رنالی الحجاز کما تأرد الحیمۃ الی حجروا ولیعقلن الدین من الحجاز معقل الارویۃ من الجبل بیشک دین حجاز کی طرف ایسا مئے گا جیسے سانپ اپنی بانہی کی طرف اور بیشک دین حرمین طیبین کو ایسا اپنا مسکن و ما من بنائے گا جیسے پہاڑی بکری پہاڑ کی چوٹی کو) پھر مدینہ امینہ کا کہنا ہی کیا ہے کہ وہ تو خاصوں کا خاص اور دین متین کا اول و آخر لمجاؤ مناص ہے صلی اللہ تعالیٰ علی من جلاہا کلہا وبارک و سلم اُس کی نسبت بالتحصیص ارشاد ہوا ان الایمان لیا رنالی المدینۃ کما تأرد الحیمۃ الی حجروا بیشک ایمان مدینے کی طرف یوں مئے گا جیسے سانپ اپنی بانہی کی طرف وادۃ الائمة احمد و البیہاقی و مسلم و ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ و فی الباب عن سعد بن ابی وقاص وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم انصاف کیجیے تو صرف یہی حدیثیں اور اُن کی امثال ان سب کے ابطال مذہب میں کافی و دانی و برہان ثانی کا اگر ان کا مذہب حق ہے تو اہل مدینہ و اہل مکہ و اہل حجاز و اہل عرب و اہل تمام بلاد دارالاسلام سب کے سب معاذ اللہ مشرکین بے دین ہیں اور مسلمان صرف یہی

ہمسکے چند بے ہجام کثیر الحیف یا نجد کے بعض بے ہمار بقیۃ السیف انا للہ وانا الیہ راجعون ۵ اسی طرح وہ متواتر حدیثیں ان کی بطل مذہب جن میں ارشاد ہوا کہ اس امت مرحومہ کا بڑا حصہ ہرگز گراہی پر مجتمع نہ ہوگا میں اُن کی وفور کثرت و کمال شہرت کے سبب یہاں اُن کی نقل سے دست کشی کرتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ تعزیر جداگانہ میں اُن کی شوکت قاہرہ کو جلوہ دیا جائے گا ہر مسلمان اور یہ حضرات خود بھی جانتے ہیں کہ تمام بلاد اسلامیہ میں امت مرحومہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کرداروں اور اُردی جادک اللہ تعالیٰ فیہم وعلیہم اس مذہب سے مندرجہ دہری ہیں اس کے نام پر لفظ ہی دلیل و قلیل مشے چند ہندی و نجدی ہیں فرقہ یہ کہ اُن کے بعض مکملین اپنی اس شذوذ و قلت و مخالفت جماعت پر ناز کرتے اور احادیث جماعت و سواد اعظم کے مقابل آئیے و لو عجبت کثرة الخبیث پڑھتے ہیں یہ کیدان مصلحت ہے کہ تمام مذاہب باطلہ کے خطر مجموعہ میں حضرات روافض سے اُڑایا وہ اپنی ذلت و قلت کو اپنی حقانیت کی حجت ٹھہراتے اور آیات قرآنیہ میں یوں تحریفیں کر کے خواہی خواہی مدعا پر جاتے ہیں شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اشاعرہ یہ میں فرماتے ہیں کید یاد ہم آگاہ گیت مذہب اشاعرہ یہ حق مست ذرا کہ اشاعرہ قلیل و دلیل اند و اہل سنت کثیر و عزیز و خدا سے تعالیٰ در حق اہل حق می فرماید و قلیل ماہم و دریں تعزیر تحریف کلام اللہ است زیرا کہ حق تعالیٰ در حق اصحاب الیمین فرمودہ است ثلثہ من الاولین و ثلثہ من الاخرین و اگر قلت و ذلت موجب حیثیت شود باید کہ نواصب و خوارج حق و ادلی بحق باشند کہ بسا قلیل و دلیل اند بلکہ حق تعالیٰ جا بجا ظہور و غلبہ و تسلط در شان اہل حق می فرماید و در احادیث جا بجا اتباع سواد اعظم از امت و موافقت با جماعت تاکید فرمودہ اند اہم ملئقطا لطف یہ ہے کہ اس کے بعد جو شاہ صاحب نے روافض کے حالات اور اُن کی بد مذہبی کے ثمرات لکھے کہ بیچ ملک ناحیہ را از کفرایت نیاوردہ و دارالاسلام نساخہ بلکہ اگر گاہے ایشان را ریاست ناحیہ بدست آمدہ با کفار و ماہمنہ نمودہ و دارالاسلام را دارالکفر ساختہ اند ہر گاہ در ملکی تشیع رائج شد فتنہ و فساد و نفاق فیما بین فوج باریدہ حالت ہندوستان باید دید و حالت ملک عرب و شام و روم را با و سباید سنجید اہم لخصایہ سب باتیں بھی حرف بکرت اس طائفہ جدیدہ پر منطبق اول تو انھیں نکلے اتیسے کئے دن ہوئے تا ہم جب سے سر اُٹھایا اسارا غصہ مسلمانوں ہی پر اُتار ہمیشہ مسلمانوں کو مشرک کہا سلت نوز ہی کے قتل و غارت کا حوصلہ رہا آخر کچھ دین شوکت بھی پائی فوج و جمیعت بھی ہاتھ آئی پھر کونسا ملک کافروں سے لیا کونسا حملہ مشرکوں پر کیا ہاں خدا و مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہروں کو دارالحرب بتایا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ماننے والوں کا خون بہایا آدمی کو جب قوت ملتی ہے دل کی دبی بھر کر جلتی ہے جن سے حفظ تھا انھیں بڑے ڈٹے خدا و مصطفیٰ کے شہر ٹوٹے۔ صلی علیہ اللہ تعالیٰ و صلی علیہم اجمعین الامن المثنوی جب وہاں ان کا ستارہ شکر سلطانی نے گرفتار بیت الوہاب کیا ان آزاد بلاد نے جہاں نہ کوئی پیرسان سنت نہ خبر گیران قت انھیں جلاکت علی غار بیک کہہ کر لیا قدموں کی برکت کہاں جائے جب نجد اُجاڑ کر ہند میں آئے یہاں ان کے دم سے جو فتنہ و فساد پھیلے باہم مسلمانوں میں نفاق و شقاق کے چشتے اُبلے فتنہ ہر و عیاں ہیں کس پر نہاں ہیں خصوصاً اُن شہروں کی تو پوری شامت جن میں اُن کے عائد کی کثرت کچھ دین قدیم جھگڑا رہے ہیں کچھ بڑے گئے کچھ بگڑا رہے ہیں باپ سنی ذریت دہائی شہر شتی عورت دہائی گھر گھر فتنے آئے دن فساد میث منقص چیں برباد ابتداء بانی ثانی نے بھی وہی رنگ جملے بلاد اسلام دارالکفر ٹھہرائے جس سال نجد میں ان کے اکابر کا قلع قمع ہوا تو پرنس چکے کہ ۱۲۳۳ھ تمام اسی

سال سے انھوں نے یہاں کے شہروں پر یہ فتویٰ دیا اُمّام الطائفہ نے ترغیب ہمارے ضمن میں لکھا ہندوستان دریں جزو زمان کہ
 ۱۲۳۳ھ یک ہزار دو صد و سی و سوم ست اکثرش دارالحرب گردیدہ مگر زمانے نے زیادہ ملت ندی دل کی حسرت مل ہی میں رہی
 اتباع میں اتنا کوئی نہ ہوا کہ ٹٹے جگ کو جوٹے ناچار زبان قلم و قلم زبان سے چلے دل کے پھولے پھولے تکفیر مسلمین اصل
 مذہب ہے کفر و شرک تو پہلا لقب ہے ان کے بعض دلاوروں نے تصریحیں کی ہیں کہ اہل سنت کفار حربی ہیں ان کے خون مال
 حلال بلکہ اس سے زائد شیطانی اقوال موقع پائیں تو کیا کچھ ذکر دکھائیں قَدْ بَدَأَ الْبَعْضَاءُ مِنْ آفْوَاهِهِمْ وَمَا تَحْتَهُ مِنْ دُرِّهِمْ
 أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ هُوَ الْمُسْتَعَانُ عَلَى كُلِّ ذِي شَرٍّ غَرَضُ کیں خوارج کی ہمسگی کیں ردافض سے ہرنگی مع مذہب
 معلوم و اہل مذہب معلوم - اور شاہ صاحب کے اخیر فقرے تو موتیوں میں تو لے کے قابل کہ حالت ہندوستان باید دید و حالت

ملک عرب و شام و روم را ہادے باید سنجید واقعی دیکھے یہاں ان کی آنادی و بے قیدی سے مذہب حق پر کتنا ضرر ہے اور وہاں جو
 عام بلاد میں ان کا نشان نہیں اور نجد میں جو بقیۃ السیف رہے ان میں سر اٹھانے کی جان نہیں دین متین کس قوت پر ہے ماشاء اللہ
 لا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ان صاحبوں سے پوچھے آپ بھی شاہ صاحب کی طرح یہ عرب و روم و شام کا ہندوستان سے موازنہ مانیں گے یا
 ان بکرت والے ملکوں کو اس سے بھی بدتر حال میں جانیں گے کہ ہاں آپ کے مذہب کو اشتہار بھی ہے اعلان مشرب کا اختیار
 بھی ہے اور وہاں تو یہ اعزاز مذہب جدید کہ نام لیا اور آفت رسید و الحمد للہ العلی المجید غرض کہاں تک کیے کلام طویل تو
 فرصت قلیل عرب و عجم کے علماے اہلسنت شکر اللہ تعالیٰ مساجہم المجید نے بکرات و مرآت اس طائفہ تالفہ کے رد بلغ فرمائے اور
 فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کے بھی متعدد فتاویٰ میں ہر بار کلام تازہ و فوائد جدیدہ بیان میں آئے یہاں سائل کا جس قدر سے سوال ہے
 اُس کی طرف توجہ کا خیال ہے فَاُولَئِیۡمَسْتَعِیۡنَا بِالْقَرِیۡبِ الْمَجِیۡبِ وَمَا تَوْفِیۡقِیۡ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَیۡهِ تَوَكَّلْتُ وَالِیۡہِ اَنِیۡبُ ۝

الشرع فی الجواب بتوفیق الملک الوہاب

بلاشبہ غیر مقلد کے پیچھے ناز نہ کروہ و ممنوع و لازم الاحتراز انھیں با اختیار خدا امام کرنا تو ہرگز کسی شئی محب سنت و کارہ بدعت کا
 کام نہیں اور جہاں وہ امام ہوں اور منع پر قدرت نہ ہو شئی کو چاہیے دوسری جگہ امام صحیح العقیدہ کی اقتدا کرے حتیٰ کہ جمعہ میں بھی
 جبکہ اور جگہ مل سکے امام محقق ابن الہمام فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں یکرہ فی الجمعۃ اذا تعددت اقامتہا فی المصنوع
 علی قول محمد بن المفلح بہ لانہ بسبیل الی التحول اور اگر مجبوری ان کے پیچھے پڑھ لیا پڑھنے کے بعد حال کھلا تو ناز پھر لے
 اگرچہ وقت جاتا رہا ہو اگرچہ مدت گزر چکی ہو کما حقہ المولی الفاضل معینی امین الدین محمد بن عابد بن الشامی رحمہ اللہ
 تعالیٰ فی رد المحتار فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ اس حکم کو پانچ دلیلوں سے روشن کرتا ہے - وباللہ التوفیق

دلیل اول

یہ تو خود واضح اور ہماری تقریر سابق سے لازم کہ طائفہ مذکورہ بدعتی بلکہ بدترین اہل بدعت سے ہے اور فاضل علامہ سیدی احمد

مصری طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ حاشیہ در مختار میں ناقل من شد عن جمهور اهل الفقه والعلم والسواد الاعظم فقد شد فیما یدخله فی النار فعلیکم معاش المؤمنین باتباع الفرقة الناجية المسماة باهل السنة والجماعة فان نصرہ اللہ تعالیٰ وحفظہ وتوفیقہ فی موافقتہم وحذ لانہ ومخطئہ فی مخالفتم وھذہ الطائفة الناجية قد اجتمعت الیوم فی مذاہب اربعة وھم الحنفیون والمالکیون والشافعیون والحنبلیون رحمہم اللہ تعالیٰ ومن کان خارجا عن ھذہ الاربعة فی ھذا الزمان فھو من اهل البدعة والنار یعنی جو شخص جمہور اہل علم وفقہ وسواد اعظم سے جدا ہو جائے وہ ایسی چیز کے ساتھ تھا ہو جو اُسے دوزخ میں لے جائے گی تو اسے گروہ مسلمین تم پر فرقہ ناجیہ السنۃ وجماعت کی پیروی لازم ہے کہ خدا کی مدد اور اُس کا حافظہ و کارساز رہنا موافقت السنۃ میں ہے اور اُس کا چھوڑ دینا اور غضب فرمانا اور دشمن بنانا سینوں کی مخالفت میں ہے اور یہ نجات والا گروہ اب چار مذہب میں مجتمع ہے حنفی مالکی شافعی حنبلی اللہ تعالیٰ اُن سب پر رحمت فرمائے اس زمانے میں ان چار سے باہر نکلنے والا بدعتی جہنمی ہے علامہ شامی کا ارشاد گزرا کہ انھوں نے ان کے اسلاف نجد کو خارجیوں میں شمار فرمایا۔ یہ اخلاف کہ اصول میں اُن کے معتقد اور فروع میں اعلان بے لگامی سے اُن پر بھی نازل کہ وہ بظاہر دعائے صلیبیت رکھتے تھے یہ اس نام کو بھی سوائے شرک اور اپنے حق میں دشنام سخت جانتے ہیں کیونکہ خوارج میں داخل اور اپنے انگوٹوں سے بڑھ کر گمراہ و بطل نہ ہوں گے ان صاحبوں سے پہلے بھی ایک فرقہ قیاس واجتہاد کا منکر تھا جنھیں ظاہر یہ کہتے ہیں جن کی نسبت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے لکھا داد و ظاہری ومتابعائش را از اہل سنت شمر دن در چہ مرتبہ از جہل وسفاہت ست انجو۔ مگر وہ بیچارے بالانہمہ تقلید کو شرک اور مقلدان اللہ کو شرک نہ جانتے تھے جب تصریح شاہ صاحب انھیں سُنی جاننا سخت جہالت و حماقت ہے تو استغفر اللہ یہ کہ ضلالت میں اُن سے ہزار قدم آگے کیونکہ ممکن کہ بدعتی گمراہ نہ ٹھہریں بالجلدان کا مبتدع ہونا اظہر من الشمس وابین من الامس ہے اور اہل بدعت کی نسبت تاکتبہ فتوٰ و متون و مشروح و فتاویٰ میں صریح تصریحیں موجود کہ اُن کے پیچھے ناز و مکروہ اور تحقیق یہ ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے یعنی حرام کی مقارب گناہ کی جالب اعادہ ناز کی موجب کما اثبتنا علیہ عن مش التحقیق بحول ربنا ولی التوفیق فی تحویرنا مستقل اینق و آجبنا فیہ عما یترای من خلاف ھذا القول التحقیق بقیول اهل التدقیق ولکن کو طرفا من الکلام قاذۃ لمزید التوفیق علما فرماتے ہیں ناز اعظم شاعر دین ہے اور مبتدع کی توہین شرعاً واجب آوینا ماست میں اُس کی توقیر و تعظیم مقصد شرع سے بالکل بجانب طبرانی معجم کبیر میں عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موصولاً اور بھی شعب الایمان میں ابراہیم بن مسروق سے مرسل راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من و مرۃ صاحب بدعة فقد اعان علی ھدم الاسلام جو کسی بدعتی کی توقیر کرے اُس نے دین اسلام کے ڈھانے پر مدد کی) **اقول** وباللہ التوفیق اوکا ظاہر ہے کہ امام سرور ہوتا ہے اور مقتدی اُس کے پیرو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں انما جعل الامام لیؤتمر بہ امام تو اسی لیے مقرر ہوا ہے کہ اُس کی پیروی کی جائے رداۃ الاثمہ احمد والبخاری ومسلم وغیرہم عن ام المؤمنین الصدیقۃ وعن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

اذا مدح الفاسق غضب الرب واهتز لذلك العرش جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے رب تبارک و تعالیٰ غضب فرماتا ہے اور اُس کے سبب عرش الہی ہل جاتا ہے رواہ الامام ابو بکر بن ابی الدنیا فی ذم الغيبة عن انس خاتم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وابن عدی فی الکامل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور امام عبدالعظیم منذری زکی الدین علیہ الرحمۃ الی یوم الدین نے کتاب الترهیب والترہیب میں ایک ترہیب اس بارے میں لکھی کہ فاسق یا بدعتی کو سردار وغیرہ کلمات تعظیم سے یاد نہ کیا جائے حدیث قال الترهیب من قوله لفاسق او مبتدع یا سیدی ونحوها من الکلمات الدالة علی التعظیم پھر اُس میں حدیث بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کی کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تقولوا للمنافق یا سید فانہ ان یکن سیداً فقد استخطتہ ربکم عزوجل منافق کو اسے سردار کہہ کر نہ پکارو کہ اگر وہ تمہارا سردار ہوا تو بیشک تم نے اپنے رب عزوجل کو ناراض کیا رواہ ابوداؤد والنسائی باسناد صحیح اور حاکم کے لفظ یہ ہیں اذا قال الرجل للمنافق یا سید فقد اغضب ربہ عزوجل جب کوئی شخص منافق کو اسے سردار کہہ کر پکارے تو بیشک وہ اپنے رب عزوجل کو غضب میں لایا قلت وھکذا اخبرہ البیہقی فی شعب الایمان۔ سچن اللہ جب فاسق و بدعتی کی ذمائی تعریف اور انہیں صرف محل خطاب میں بلفظ سردار نہ کرنا موجب غضب الہی ہوتا ہے تو اُسے بحالت اختیار حقیقۃ امام و سردار بنانا اور آپ اُس کے تابع و پیرو بننا معاذ اللہ کیونکہ موجب غضب نہ ہوگا اور بیشک جو بات باعث غضب رحمن عزوجل ہو اُس کا ادنیٰ درجہ کراہت تحریم ہے ثانیاً ابونعیم حلیہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اھل البدع شرا الخلق والخلق بدعتی لوگ تمام جان سے بدتر ہیں (یعنی) کی حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یقبل اللہ لصاحب بدعة صلاة ولا صوما ولا صدقة ولا حجا ولا عمرة ولا جهادا ولا صوفا ولا عدلا یمخرج من الاسلام کما یمخرج الشعرة من العجین اللہ تعالیٰ کسی بد مذہب کی نماز قبول کرے نہ روزہ نہ زکاة نہ حج نہ عمرہ نہ جہاد نہ فرض نہ نفل بد مذہب اسلام سے یوں نکل جاتا ہے جیسے آٹے سے بال (امام دارقطنی و ابو حاتم محمد بن عبد الواحد خزاعی اپنے جزء حدیثی میں ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اصحاب البدع کلاب اھل النار اہل بدعت دوزخیوں کے کتے ہیں) اور ان کے سوا بہت حدیثیں بد مذہبوں کی مذمت شدیدہ میں وارد ہوئیں اور پُر ظاہر کہ نماز مقام مناجات و راز اور تمام اعمال صالحہ میں معزز و ممتاز ہے کیا لطافت ایمانی گوارا کر سکتی ہے کہ ایسی جگہ ایسے اشرار کو بلا عذر اپنا پیشوا و سردار کیا جائے جن کے حق میں مگان جہنم وارد ہوا عقل سلیم تو یہی کہتی ہے کہ اگر اہل بدعت و اہوا زمانہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ظاہر ہوتے اُن کے پیچھے نماز سے منافقت آتی نہ یہ کہ صرف خلاف اولیٰ ہے پڑھو تو کچھ مضائقہ نہیں ثالثاً بدعتی مبغوض خدا ہے اور مبغوض خدا سے نفرت و دوری واجب و لہذا قرآن مجید میں ارشاد فرمایا وَ اَمَّا یُؤَسِّرُکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَعْتَدُ بَعْدَ الذِّکْرِ مَعَ الْقَوْرِ الظَّالِمِیْنَ ۝ اور اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آئے پڑھالوں کے پاس نہ بیٹھ) اور اسی لیے احادیث میں فرق باطلہ سے قرب و اختلاط کا منع آیا احمد و ابوداؤد و حاکم حضرت امیر المومنین عمر فاروق عظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تجالسوا اھل القدر ولا تقاسموا قدرہم کے

پاس نہ بیٹھو ان سے سلام کلام کی ابتدا کرو) عقیلی و ابن جہان انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اللہ اختارنی واختار لی اصحابا واصحابا وصیاتی ومرتسبونہم ویمنقصرتہم فلا تجالسوہم ولا تنساروہم ولا تناکحوہم بنکاح اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لیے اصحاب و اصحاب چن لیے اور قریب ایک قوم آئے گی کہ انہیں بُرا کہے گی اور انکی شان گھٹائے گی تم انکے پاس نہ بیٹھو انکے ساتھ پانی پینا نہ کھانا کھانا شادی ریاہت کرنا جن کے پاس بیٹھنا خدا و رسول کو ناپسند ہو جل جلالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں امام بنانا شروع کیونکہ گوارا فرمائے گی والملک وہ تنزیہا سائغ مشروع یجامع الاباحۃ کما فی علیہ العلماء الکرام و ذکرنا تحقیقہ فی رسالتنا مجلیۃ ان الملک وہ تنزیہا لیس بحصیۃ بلکہ اسی حدیث میں روایت ابن جہان ان لفظوں سے ہے فلا تناکحوہم ولا تنساروہم ولا تفصلوا علیہم ولا تفصلوا معہم یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ پانی پیو نہ ان کے جنازے کی نماز پڑھو نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو) رابعاً ابن ماجہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یؤتمن فاجر مؤمن الا ان یفہرہ بسلطانہ یخاف سیفہ او سوطہ ہرگز کوئی فاسق کسی مسلمان کی امامت نہ کرے مگر یہ کہ وہ اُس کو بزرگ سلطنت میں رکھے کہ اُس کی تلوار یا کوڑے کا ڈھو (بلکہ ابن شاہین نے کتاب الافراد میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں تقر بوالی اللہ ببعض اهل المعاصی والقوہم بوجہ مکفہرۃ والتمسوا رضا اللہ بسخطہم وتقر بوالی اللہ بالقباعد عنہم اشکی طرف تقرب کرو فاسقوں کے بعض سے اور ان سے ترش رو ہو کر ملو اور اشکی رضامندی ان کی خفگی میں ڈھونڈو اور اشکی نزدیکی ان کی دُوری سے چاہو) جب فاسق کی نسبت یہ احکام ہیں تو مبتدعین کا کیا پوچھنا ہے کہ یہ تو فساق سے ہزار درجہ بدتر ہیں ان کی نافرمانی فردع میں ہے ان کی اصول میں وہ گناہ کرتے اور اُسے بُرا جانتے ہیں یہ اُس سے اشد و اعظم میں مبتلا اور اُسے عین حق و ہدی جانتے ہیں وہ گاہ گاہ نادام و مستغفرہ گاہ و بے گاہ معصوم و تکبر وہ جب اپنے دل کی طرف رجوع لاتے ہیں اپنے آپ کو حقیر و بدکار اور صلحا کو عزیز و مقرب دربار بتاتے ہیں یہ اتنا غلو و توغل بڑھاتے ہیں اتنا ہی اپنے نفس مغرور کو اعلیٰ و بالا اور اہل حق و ہدایت کو ذلیل و پُر خطا ٹھہراتے ہیں ولہذا حدیث میں ان کی نسبت بدترین خلق وارد ہوا کہما دوینا اور غنیہ شرح منیہ میں ہے المبتدع فاسق من حیث الاعتقاد و هو اشد من الفسق من حیث العمل لان الفاسق من حیث العمل یعترف بانہ فاسق و یخاف ویستغفر بخلاف المبتدع بالجملہ بد مذہبی فی نفسہ ایسی ہی چیز ہے جیسے امامت دینی سے مباہلت یقینی ہے اور اُس کے بد مذہب پر دوسری دلیل کی چنناں حاجت نہیں کس کا دل گوارا کرے گا کہ جنم کے کٹوں سے ایک گستاخات الہی میں اُس کا مقتدا ہو علامہ یوسف چلبی ذخیرۃ العقبیٰ فی شرح صدر الشریعۃ النظمیٰ میں فرماتے ہیں بدعة المبتدع تقضی الی عدم الاقتداء بہ سیما فی اہم الامور رد المختار میں ہے المبتدع تکرر امامتہ بکل حال علامہ ابراہیم حلبی نے تصریح فرمائی کہ فاسق و مبتدع دونوں کی امامت مکروہ تحریمی ہے اور امام مالک کے مذہب اور امام احمد کی ایک روایت میں تو ان کے پیچھے نماز اصلا ہوتی ہی نہیں جیسے کسی کافر کے پیچھے شرح صفیر منیہ میں فرمایا بیکرہ تقدیر الفاسق کو اہۃ تحویر و عند مالک لا یجوز تقدیمہ و ہو روایۃ عن احمد و کذا المبتدع علامہ عطلاوی حاشیہ در مختار میں فاسق و بد مذہب کے پیچھے نماز کے باب میں فرماتے ہیں الکراہۃ فیہ تحرمیۃ علی ما سبق بحر العلوم عبد العلی

لکھنوی نے ارکان اربعہ میں دربارہ تفصیلیہ فرمایا اما الشیعة الذین یفضلون علیا علی الشیخین ولا یطعنون فیہما اصلا کالزیدۃ
فتجوز خلفہم الصلاة لکن تکرہ کراہۃ شدیدۃ جب تفصیلیہ کہ صرف جناب مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو حضرات شیخین پر فضل
کنے سے مخالفت اہلسنت ہوئے باقی اُن کی سرکار میں معاذ اللہ گستاخی نہیں کرتے اُن کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہوگی یہ تو اشد
مبتدعین جن کی اہلسنت سے مخالفتیں غیر محصور اور محبوبان خدا پر طعن و تشنیع اُن کا دائمی دستور ان کے پیچھے کس عظیم درجہ کی کراہت
چاہیے ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو شخصوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کیا اور اُس کی وجہ یہی فرمائی کہ یہ یعنی میں فی شرح
الفقہ اکابر عن مفتاح السعادة عن تلخیص الزاہدی عن الامام ابی یوسف عن الامام ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ قال
فی رجلین یتنازعان فی خلق القرآن لا تصلوا قال ابو یوسف فقلت اما الاول فعمد فانہ لا یقول بقدم القرآن واما الآخر فما بالہ
لا یصلی خلفہ قال انہما یتنازعان فی الدین والمنازعۃ فی الدین بدعۃ۔ قال القادی ولعل وجہ ذمہما اخر حین اطلق فانہ
حدث انزالہ ام **اقول** لعل الامام اطالع منہ علی انہ یرید المراء یمضی صاۃ لا اظہار الحق واللہ تعالیٰ اعلم بلکہ محرر المذہب
امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام اعظم و امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ بد مذہب کے پیچھے نماز اصلا جائز نہیں محقق
علامہ کمال الدین بن الہمام فتح میں فرماتے ہیں روی محمد عن ابی حنیفۃ و ابی یوسف ان الصلاة خلف اهل الاہواء لا تجوز اُسی
میں روایت امام ابو یوسف لا یجوز الا قتداء بالمتکلم وان تکلم یحییٰ کی شرح میں امام ابو جعفر منہ والی سے نقل کیا یجوز انیکون مراد
ابی یوسف من یناظر فی دقائق علما الکلام انتہی **اقول** المناظرۃ فی دقائق لا یرید علی بدعۃ اوفسق و علی کل یفید عدم الجواز
خلف المبتدع کما لیس بخاف غیاث المغنی پھر مفتاح السعادة پھر شرح فقہ اکبر میں امام ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے لا یجوز خلف
المبتدع **اقول** وبالشر التوفیق جواز کبھی بمعنی صحت مستعمل ہوتا ہے بقول البیہ عند اذان الجمعة یجوز ویکرہ ای صحیح وینعی اور گاہے
معنی صحت لا یجوز الصلاة فی الارض المتعصوبۃ ای لا یصل وان صحت اگر یہاں معنی اخیر مراد لیں لایسا جبکہ افعال میں اکثر وہی ہے کما
ان الاکثر فی العقود الاول کما صرح بہ فی رد المحتار وغیرہ تو یہ روایت بھی قول سابق کے منافی نہ ہوں گی کہ مکروہ تحریمی بھی بایں معنی
ناجائز ہے ومعلوم ان ابداء الوفاق اولیٰ من ابقاء الخلاف ولذا صرحوا بانہ یوفیٰ بین الروایات مہما امکن کما
فی الشامیۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

دلیل دوم

غیر مقلدین بد مذہبی کے علاوہ فاسق ملعون میابک مجاہد بھی ہیں اور فاسق متہنک کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کما اثبتناہ فی تخریرنا
ذاک **اقول** وبہ یحصل التوفیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق دلیل اول میں اس مسئلے پر بعض کلام آور ضعیفی و مطاویٰ کا نص گزرا اور اسی طرح
امام علامہ زبلی نے تبیین المحتائق شرح کنز الدقائق اور علامہ حسن بشر بن ابی الی نے شرح نور الابصار اور علامہ ابوالسعود نے حاشیہ مراتب الفلاح
میں اشارہ فرمایا اور یہی فتاویٰ حجاز کا مفاد آور تعلیل مشائخ کرام سے مستفاد یہاں تک کہ علما نے تصریح فرمائی اگر غلام یا گنوار یا حرامی یا اندھا
علم میں افضل ہوں تو انہیں کو امام کیا چاہیے مگر فاسق اگرچہ سب سے زیادہ علم والا ہو امام نہ کیا جائے کہ امامت میں اُس کی غفلت اور وہ شرعا

سستی اہانت مختص امداد الفتاح میں ہے کہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اہتمامہ بالدين فنجب اہانتہ شرعاً فلا يعظم بتقدیمہ
 للامامة واذ انقدر منعہ ینقل عنہ الی غیر مسجدہ للجمعة وغیرہ اسیدی احمد مصری اُس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں قولہ فنجب
 اہانتہ شرعاً فلا يعظمہ بتقدیمہ للامامة) تبع فیہ المزیلعی ومفادہ کون الکراہۃ فی الفاسق تحریمیۃ اور حاشیہ شرح علانی میں
 فرماتے ہیں اما الفاسق العلم فلا یقد مرکان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہما اہانتہ شرعاً ومفادہ اکر اہانتا المحرم فی
 تقدیمہ البرا بالسعود انھی علامہ محقق مجلسی غنیہ میں فرماتے ہیں العالم اولی بالتقدیم اذ کان یجتنب الفواحش وان کان غیرہ اوبیح
 منہ ذکرہ فی المحیط ولو استویا فی العلم والصلاح واحد ہما اقرء فقد موألاً خراساؤ اولیاً ثمنون فالاساءۃ لترك السنۃ وعدم الاثم
 لعدم ترك الواجب لانہم قد موارجل صالحا کذا فی فتاویٰ الحجۃ وفيہ اشارۃ الی انہم لو قد موافقاً سقائاً ثمنون بناء علی ان
 کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحریم لعدم اعتنائہ بامور دینہ وتساہلہ فی الاتیان بلوازمہ فلا یبعد منہ الاخلال ببعض شروط
 الصلاۃ وفعل ما ینافیہا بل هو الغالب بالنظر الی فسقہ ولذا المیزان الصلاۃ خلفہ اصلہ عند مالک وروایۃ عن احمد الخلیفہ یامیہ کہ
 غیر مقلدین فساق مجاہد کو نہ کہ ہیں یہ خود واضح و بین کون نہیں جانتا کہ ان کے اکابر اصغر عموماً دواماً المہ شریعت و علمائے ملت و اولیائے
 امت رحمہ اللہ تعالیٰ کے طعن و توہین میں گزارتے ہیں اور عام مسلمین کی سب و شتم تو ان کا وظیفہ ہر ساعت ہے جس نے جانا اُس نے جاننا اور
 جس نے نہ جانا وہ اب ان کے رسائل دیکھے باتیں سُنئے خصوصاً اُس وقت کے مجھے خزانہ سُنوائے جب یہ باہم تنہا ہوتے اور اذا اخذوا کا وقت
 پا کر آپس میں کھلتے ہیں یا بعض اہل حق نے جو اپنی تصانیف میں ان کے کلمات ان کی تالیفات سے نقل کیے وہی دیکھیے فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ ان
 ہفتوات مغضوبہ کا زبان قلم پر لانا پسند نہیں کرتا وہ نہ نقل کر لاتا تو ان میں فسق اول سب و دشنام اہل اسلام ہے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم
 تعالیٰ علیہ وسلم حدیث مشہور میں فرماتے ہیں سباب المسلم فسوق مسلمان کو سب و شتم کرنا فسق ہے اخراجہ احمد والبخاری ومسلم
 والترمذی والنسائی وابن ماجہ والحاکم عن ابن مسعود والطبرانی فی الکبیر عن عبد اللہ بن مغفل وعن عمرو بن
 النعمان بن مقرن وابن ماجہ وعن ابی ہریرۃ وعن سعد بن ابی وقاص والدارقطنی فی الاخر اذ عن جابر بن
 عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین فسق دوم طعن علی طبرانی کبیر میں بسند حسن ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثۃ لا یستخف بہم الامناف ذوالشیبۃ فی الاسلام وذوالعلم وامام مقسطین شخص ہیں
 جن کی تحقیر نہ کرے گا مگر منافق ایک وہ ہے اسلام میں بڑھاپا آیا دوسرا ذی علم تیسرا امام عادل احمد بسند حسن واللفظ لہ اور طبرانی و حاکم عبادہ
 بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس من امتی من لم یجمل کبیرنا ویرحمہ صغیرنا
 ویرحمہ لعالمنا میری امت سے نہیں بڑھاپا توں کے بڑے کی تعظیم اور ان کے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور عالم کا حق نہ پہچانے منہ الفودس
 میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں العالم سلطان اللہ فی الارض فمن
 وقع فیہ فقد هلك عالم اللہ کی سلطنت ہے اس کی زمین میں تو جو اُس کی شان میں گستاخی کرے ہلاک ہو جائے والعیاذ باللہ تعالیٰ فسق سوم
 عداوت عامہ اہل عرب و حجاز انھیں جو تعصب اُن کے ساتھ ہے یہی خوب جانتے ہیں قد بدت البغضاء من افواہہم وما تخفی صدورہم

اکبر اور اس کی وجہ مخالفت مذہبی کے علاوہ بار بار بتکرار علی نے عرب کے فتاوے ان کی تفصیل و تذیل میں آنا اور بکرات و مراتب ان کے ہم مذہبوں کا وہاں ذلتیں اور سزائیں پانا جس کی حکایات خواص و عوام میں مشہور و مذکور کچھ مدت ہوئی کہ ان کے پانچ مکتب مجاہدین ہمارے ہاں رہے اور اپنے دام بچھانے چاہے حال کھلتے ہی تعزیر پاکر نکالے گئے جس پر ان کے ہمدردوں نے کہا کہ اہل حرمین نے مجاہدوں کو نکال کر معاذ اللہ سواد الوجہ فی الدارین حاصل کیا حالانکہ علاوہ اربابوں کے ان سیفیان گستاخ نے یہ بھی نہ جانا کہ دارالاسلام سے دارالاسلام کو جانا مجاہدین نہیں یہ صورت مجاہدیت ہے اور مجاہدیت خود مکرمہ تحریمی مگر افراد اولیاء اللہ کے لیے کماحققناہ بتوفیق اللہ تعالیٰ فی العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ تودہ جہاں مدعیان فضل و کمال اس فعل میں بھی آئم تھے خصوصاً جبکہ وہاں جا کر اشاعت بدعات چاہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يُؤَدِّ فِتْنَةً يُلْحَاقْ بِظُلْمِهِ نَذْرًا مِّنْ عَذَابٍ اَلِيمٍ جو کہ مظہر میں براہ ظلم کسی بے اعتدالی کا ارادہ کرے گا اُسے دردناک عذاب چکھائیں گے اور یہ تو ابھی کی بات ہے کہ ان کے امام العصر جنہیں یہ حضرات شیخ اکل فی اکل کہا کرتے ہیں بخوف مسلمانان عرب کشتن دہلی دہلی کی چٹھیاں لے کر حج کو گئے وہاں جو گزری انہیں سے پوچھ دیکھے اگر ایمان سے کہیں ورنہ صد ہا حاضرین و ناظرین موجود ہیں اور خود مکرمہ مظہر کے چچے ہوئے اشتهار شہروں شہروں شہرت پانچے عرض کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ ان کو تمام علماء عرب و حجاز سے سخت بغض و عداوت ہے اور طبرانی معجم کبیر میں پسند حسن صحیح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں بغض العرب لفاق جو اہل عرب سے عداوت رکھے منافق ہے فسق چہارم پھر یہ عداوت منجر برب و دشنام ہوتی ہے جس کی ایک نظیر ہم اوپر لکھ چکے اور یحییٰ شعب الایمان میں حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من سب العرب فاللک ہم المشرکون جو اہل عرب کو سب و شتم کریں وہ خاص مشرک ہیں فسق پنجم مدینہ طیبہ کو جو پہلے عرب پر جس قدر نفیست ہے اُسی قدر ان کی عداوت و بدخواہی کو اہل مدینہ کے ساتھ زیادت ہے اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لایکید اهل المدينة احد الا انما عکما ینما ع الملم فی الماء کوئی شخص اہل مدینہ کے ساتھ بداندیشہ نہ کرے گا مگر یہ کہ ایسا گل جائے گا جیسے نمک پانی میں اخرجہ الشیخان عن سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اداد اهل المدينة بسوء اذابه الله کمایذوب الملم فی الماء جو اہل مدینہ کے ساتھ کسی طرح کا برا ارادہ کرے اللہ تعالیٰ اُسے ایسا گلا دے جیسے نمک پانی میں گل جاتا ہے اخرجہ احمد و مسلم و ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسری حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من اذی اهل المدينة اذاه الله وعلیہ لعنة الله واملئکة والناس اجمعین لا یقبل منه صوت ولا عدل جو مدینہ والوں کو ایذا دے اللہ سے مصیبت میں ڈالے اور اُس پر خدا اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے اللہ تعالیٰ دُاُس کا نفل قبول کرے نہ فرض اخرجہ الطبرانی فی الکبیر عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما اگر یہ حضرات ان امور سے انکار کریں تو کیا مضائقہ اُن سے کہیے تعالیٰ الی کلمۃ سواء بیفنا و بینکم ہم اور تم سب مل کر حرمین کر دیں کہ مسائل مذہبی میں جو مسلک علیائے حرمین طہیین زاد ہما اللہ شرفاً و نظماً کا ہے فریقین کو مقبول ہوگا اگر بے تکلف اس پر راضی ہو جائیں نہما ورنہ جان لیجیے کہ یہ قطعاً اہل حرمین کے مخالفت مذہب اور سنیان ہند وغیرہ کے مثل الن پاک مبارک شہروں کے علماء کو بھی معاذ اللہ مشرک و دگرہ و بددین جانتے ہیں پھر عداوت و بدخواہی نہ ہونا کیا سننے اور خود ان سے پوچھنے کی حاجت

کیا ہے علمائے حرمین عظیم اللہ تعالیٰ کے فتاوے ان صاحبوں کے رد میں بکثرت موجود انھیں سے حال کھل جائے گا کہ مخالفان مذہب میں جیسا ایک دوسرے کو کہتا ہے دوسرا بھی اُس کی نسبت وہی گمان رکھتا ہے عداوت ہو خواہ محبت دونوں ہی طرف سے ہوتی ہے جب وہ اکابر ان کے عمائد کو لکھ چکے کہ **أُولَئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ** تو کیونکر معقول کہ یہ ان کے دشمن نہ ہوں آخر نہ دیکھا کہ ان کے امام العصر نے امن و امان والی حرمین کو اپنے لیے محل خوف و خطر سمجھا اور کشتن ذلی و مبہی کی چٹھیوں کو سپردِ لاجول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم فق ششم عداوت اولیائے کرام قدس سرار ہم جس کی تفصیل کو دفتر درکار جس نے ان کے اصول و فروع پر نظر کی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ ان کی بنائے مذہب مجربانِ خدا کے زمانے اور ان کی محبت و تعظیم کو جہاں تک بن پڑے گھٹانے مٹانے پر ہے یہاں تک کہ ان کے بانی مذہب نے تصریح کر دی کہ اللہ کو مانے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے انتہی اور چوڑے چارے اور ناکارے لوگ تو نیک زبان پر ہے خود حضور سید المہجوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت صاف کہہ دیا کہ وہ بھی مرکزِ مٹی میں مل گئے **اشد مقت اللہ علی کل من عادی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علی رسولہ وآلہ وبارک وسلم اللہ تعالیٰ** فرماتا ہے **وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ** جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ کے رسول کو ان کے لیے دھک کی مار ہے اور فرماتا ہے **لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا** اللہ نے ان پر لعنت کی دنیا و آخرت میں اور ان کے لیے تیار رکھا ہے ذلت کا عذاب) سچ اللہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ارشاد فرمائیں ان اللہ حرم علی الارض ان تا کل اجساد الانبیاء بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر پیغمبروں کا جسم کھانا حرام کیا ہے **اخرجه احمد وابوداود والنسائی وابن ماجہ وابن حبان والحاکم ابونعیم کلہم عن اوس بن ابی اوس الثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ** اور وارد کرتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من کلمہ روح القدس لم یؤذن للارض ان تأکل من لحمہ جس سے جبریل نے کلام کیا زمین کو اجازت نہیں کہ اُس کے گوشت پاک میں کچھ تصرف کرے **اخرجه الزبیر بن بکار فی اخبار المدینۃ وابن زبالبۃ عن الحسن مرسلًا امام ابوالعالیہ تابعی نے کہا ان لحوم الانبیاء لا تبلیہا الارض ولا تأکلہا السباع انما کا گوشت عازمین نہیں کھاتی نہ دندے گستاخی کر سکیں **اخرجه الزبیر والبیہقی** اور رب العالمین جل مجدہ ان کے غلاموں یعنی شہدائے کرام کی نسبت ارشاد فرماتے **وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ** جو خدا کی راہ میں مارے گئے انھیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں خبر نہیں اور فرماتے **وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ** فرحیدن خبردار شہیدوں کو مردہ نہ جانو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی دیے جاتے ہیں شاد شاد ہیں) اور ایک پیغمبر غرور مجربانِ خدا سے نفور خود حضور پر نور اکرم المہجوبین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کی نسبت وہ ناپاک الفاظ کہے اور وہ بھی یوں کہ معاذ اللہ حضور ہی کی حدیث کا یہ مطلب ٹھہرائے کہ یعنی میں بھی ایک دن مرکزِ مٹی میں ملنے والا ہوں قیامت میں انشاء اللہ تعالیٰ مرکزِ مٹی میں ملنے کا مرا الگ کھلے گا اور یہ خدا پوچھا جائے گا کہ حدیث کے کون سے لفظ میں اسی ناپاک معنی کی برہمی جو تو نے یعنی کہہ کر محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا کیا حضور پر افترا خدا پر افترا ہے اور خدا پر افترا جہنم کی راہ کا پر لا سرائے **الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ****

مَتَاعٌ قَلِيلٌ وَكُفْرُهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ بھلا جب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ یہ برتاؤ ہیں تو اولیائے کرام کا کیا ذکر ہے اور حضرت حق عزوجل فرماتا ہے من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحبوب جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے میں نے اعلان دیدیا اُس سے لڑائی کا اخراجہ الامام البخاری عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن ربہ عن جبل اور حضور پر نور سید المجدوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من عادی اولیاء اللہ فقد اذنتہ باللحارۃ جس نے اولیاء اللہ سے عداوت کی وہ سر میدان خدا کے ساتھ لڑائی کو نکل آیا اخراجہ ابن ماجہ والحاکم والبیہقی فی الزہد عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال الحاکم صحیح ولا علة لہ اللہ تعالیٰ اپنے مجدوبوں کی بھی محبت پر دنیا سے اٹھائے امین بجاہم عندک یا ارحم الراحمین یا من احبہم فامرونا بحبہم حبہم الینا وحبینا الیہم یحبینا یا اھم یا اکوہم الا کوہم امین امین فسق مفتقر ہم او پر بیان کر آئے کہ ان کا خلاصہ مذہب یہ ہے کہ گنتی کے ڈھائی آدمی ناجی باقی تمام مسلمان شرک میں پڑ کر ہلاک ہو گئے اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا سمعت الرجل یقول ہلک الناس فہو اھلکھم جب تو کسی کو یوں کہتے ہو گئے کہ لوگ ہلاک ہو گئے تو وہ ان سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے اخراجہ احمد والبخاری فی الادب و مسلم وابوداؤد عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث سے ثابت ہوا کہ حقیقت یہی لوگ جو ناحق مسلمانوں کو چنیں و چنیں کہتے ہیں خود ہلاک عظیم کے مستحق ہیں اور اللہ جل جلالہ فرماتا ہے فھل یمھلک اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ کون ہلاک ہوا سو فاسق لوگوں کے (پھر ان کے اشد الفاسقین سے ہونے میں کیا شبہ ہے والیاذ باللہ سبحنہ و تعالیٰ چہرستم برستم یہ کہ وہ ان محرمات کا صرف ارتکاب ہی نہیں کرتے انھیں حلال و مباحات بلکہ افضل حسنات بلکہ اہم واجبات سمجھتے ہیں یہ سلیق اگر تاویل کا قدم در میان نہ ہوتا تو کیا کچھ ان کے بارے میں کہنا نہ تھا اللہ تعالیٰ نے یہ دین پر استقلال اور کڑی طبیعت کا ادب و اجلال بتنہ و کرم ہم اہل سنت ہی کو عطا فرمایا ہے کہ بد مذہبان گمراہ ہماری تکفیر کریں ہم پاس کلمہ سے قدم باہر نہ دھریں وہ ہر فرق اس فکر میں کہ کسی طرح ہم کو مشرک بنائیں ہم ہمیشہ اس خیال میں کہ جہاں تک ممکن ہو انھیں مسلمان ہی بتائیں۔ جیسے وہ بھوکے اونٹنی جس کے پیچھے ہری بولیں رہیں اور ان میں شیر اور آگے صاف میدان پھر آباد شہر وہ بولوں کی ہریالی پر ہمارے تڑپائی اور پٹی جاتی ہے کہ خود بھی ہلاک ہو اور سوار کو بھی حملہ میں ڈالے سوار ہمیں کرتا تازیا نے لگاتا آگے بڑھاتا ہے کہ آپ بھی نجات پائے اور اُسے بھی بچالے

ہوئی ناقصی خلطی وقد اعی الہوی وانی وایا ہا لمختلعات

منصف کے نزدیک اتنی ہی بات سے اہل حق و مبطلین کا فرق ظاہر و احمد اللہ رب العلمین ۝ قُلْ کُلُّ یَعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ فَرَبَّکُمْ اَعْلَمُ بِعَمَلِکُمْ ۝ سیدنا ۝ تنبیہ عبارت مذکورہ غنیہ دیکھ کر بعض اذہان میں یہ خیال گزر سکتا ہے کہ طائفہ غیر مقلدین اگرچہ ان فضیلت کے عادی ہیں مگر وہ انھیں فسق جان کر نہیں کرتے بلکہ اپنے زعم میں کار ثواب و عین جواب سمجھتے ہیں یہ ان کی فہم کی کمی اور مذہب کی بدی ہے اس سے وہ مباح کی ثابت نہ ہوئی جس کی بنا پر امامت فاسق ممنوع ہوئی تھی کہ جب اُسے دین کا اہتمام نہیں تو کیا عجب کہ بے وضو نماز پڑھائے یا شرائط نماز سے کوئی اور شرط چھوڑ جائے اقول منہ امامت فاسق صرف اسی پر مبنی نہ تھا بلکہ اس کی بڑی علت وہ تھی کہ تقدیم میں علت اور فاسق شرعاً مستحق اہانت یہ بہر حال موجود بلکہ چوب و ذنوب کو صواب و ثواب جاننے میں اور زیادہ

خدیوہ الورد کہ اس سے سن ہزار چند ہو جاتا ہے تو اسی قدر استحقاق اہانت ترقی پائے گا اور اس کی ترقی پر اتنا ہی شاعت امامت میں جوش آئے گا مہذا جس نے تجربہ کیا ہے اس سے پوچھیے کہ دنیا دکن خاص امور دین میں اصاغر بالائے طاق ان کے اکابر و مستدین میں جو شیخ بیباکیاں عظیم سفایاں پھیل رہی ہیں خلا نہ کرے کہ کسی فاسق سے فاسق کو بھی ان کی ہوا لگے کیا نہ دیکھا کہ ان کے امام العصر نے اپنے ہمراہی فتوے میں دودھ کے چچا کو بھتیجی دلائی کیا نہ جانا کہ ان کے دشید شاگرد نے مطبوعہ رسالے میں حقیقی بچہ بھی تک حلال بتائی کیا نہ کہ دوسرے شاگرد نے سوبیل خاں کو بھانجے کے حق میں مباح کر دیا اور اس آفت کے فتوے سے امتا صاحب نے اپنی ہر کانکاح کر دیا پھر امام العصر کا اجرت لے کر مسائل لکھا ایک ہی مقدمہ میں مدعی مدعا علیہ دونوں کے پاس حضرت کا فتویٰ ہونا کیسی اعلیٰ درجے کی دیانت ہے ان سب وقائع کی تفصیل بعض احباب فقیر نے رسالہ سیف المصطفیٰ علی ادیان الافترار و رسالہ نشاۃ السکین علی حلول البقرا السمین میں ذکر کی پھر بات بنانے کو اجا و اموات پر ہزاروں افترا و بہتان کرنا فرضی کتابوں سے سند لانا خیالی عالموں کے نام گروہ لینا نقل عبارت میں قطع بریک کرنا جرح محدثین کو نسب بدل لینا احادیث و اقوال کے غلط حوالے دینا اور ان کے سوا دیدہ و دانستہ ہزاروں قسم کی عیاریاں ان کے عمائد و متکلمین اپنی مذہبی تصانیف میں کر گزرے انہیں کھائیں الزام اٹھائے اور باز نہ آئے رسالہ سیف المصطفیٰ انہیں امور کے بیان و اظہار میں تالیف ہوا جس میں عزیزم مؤلف حفظہ اللہ نے اکابر طائفہ کی ایک سو ساٹھ دانتوں کو جلوہ دیا پھر کون گمان کر سکتا ہے کہ جرات و جبارت میں ان کا پایا کسی فاسق سے گھٹا ہوا ہے مہذا آزما لیجیے کہ یہ حضرات جس مسئلہ میں خلاف کریں گے آرام نفس ہی کی طرف کریں گے کبھی وہ مذہب ان کے نزدیک راجح نہ ہو جس میں ذمہ شقت کا پلہ جھکا تراویح میں ۲۰ رکعت چھوڑیں تو ۳۶ کی طرف دگے جو امام مالک سے مروی نہ چالیس لیں جو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول اور امام اسحق بن راہویہ و اہل مدینہ کا مذہب تھا آٹھ پر گئے کہ آرام کا سبب تھا اور ان کے بعض مسائل کا نودہ انشاء اللہ تعالیٰ غریب آتا ہے مسلمان تو جب بیباکی وہ ہے کہ جو چاہا کہ دیانہ قرآن سے غرض نہ حدیث سے کام آجاء اللہ تو کس چیز کا نام ادھر آرام طلبی کا جوش تام تو کیا عجب کہ بے غسل یا بے وضو نماز جائز کر لیں خصوصاً جبکہ موسم سرما ہو اور پانی ٹھنڈا آخر یہ پھر بھی بھتیجی خالہ کی حلت سے عجب تر نہ ہو گا سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذا لم تستحی فاصنع ما شئت ع آزا کہ حیائیت ازویج عجب نیست : والیہا ذی اللہ تعالیٰ۔

دلیل سوم

اس کی تقریر میں اوگلا یہ سنیے کہ ان حضرات کی فقہی مسائل متعلقہ نماز و طہارت جو انہوں نے خود اپنی تصانیف میں لکھے کیا ہیں اور وہ علی الاطلاق مذہب راشدہ یا خاص مذہب خفیہ سے کتنے جدا ہیں محبت مولوی دہی احمد صاحب سورتی سلمہ اللہ تعالیٰ نے فتوائے جامع الشواہد فی اخراج الوہابیہ عن المساجد میں عقائد غیر مقلدین نقل کر کے ان کے بعض عملیات بھی تلخیص کیے ہیں یہاں اسی کے چند کلمات بطور القاط لکھنا کافی سمجھتا ہوں مسئلہ داہانی کتنا ہی کم ہو نجاست پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک رنگ یا بویا مزہ نہ دے نواب صدیق حسن خاں بہادر شوہر ریاست بھوپال نے طریقہ محمدیہ ترجمہ دربرہیہ مصنف قاضی

شوکانی ظاہری المذہب مطبوعہ فاروقی دہلی کے صفحہ ۶۷ پر اس کی تصریح کی اس کتاب پر مولوی نذیر حسین صاحب نے مہر کی اور لکھا اس پر موصدین بے دھڑک عمل کریں اور دیا چے میں خود نواب مترجم لکھتے ہیں متجہ سنت اس پر آنکھ بند کر کے عمل کرے اور اپنی اولاد اور بی بیوں کو پڑھائے اور یہی مضمون فتح المغنیٹ مطبوعہ صدیقی لاہور کے صفحہ ۵ میں ہے یہ وہی کتاب طریقہ محمدیہ ہے جس کا نام بدل کر نواب بھوپال نے دوبارہ و دوبارہ بھوپال اور لاہور میں چھپوایا اس مسئلے کا مطلب یہ ہوا کہ کوآں تو بڑی چیز ہے اگر پاؤ بھر پانی میں دو تین ماشے اپنا یا کتے کا پیشاب ڈال دیجیے پاک رہے گا مرنے سے وضو کیجیے نماز پڑھیے کچھ مضائقہ نہیں مسئلہ (۲) اسی فتح المغنیٹ کے صفحہ ۵ اور طریقہ محمدیہ کے صفحہ ۱ میں ہے نجاست گوہ اور موت ہے آدمی کا مطلق مگر موت لڑکے شیر خوار کا اور لعاب ہے کتے کا اور لینڈ بھی اور خون بھی حیض و نفاس کا اور گوشت ہے سور کا

اور جو اس کے سوا ہے اُس میں اختلاف ہے اور اصل اشیا میں پاکی ہے اور نہیں جاتی پاکی مگر نقل صحیح سے کہ جس کے معارض کوئی دوسری نقل نہ ہو۔ یہاں صاف صاف نجاست کو ان سات چیزوں میں حصہ کر دیا باقی تمام اشیا کو اصل طہارت پر جاری کیا جب تک نقل صحیح غیر معارض وارد نہ ہو میں کہتا ہوں اب مثلاً اگر کوئی غیر مقلد مرعی کے گوہ یا سور کے موت یا کتے کی منی سے اپنے چہرہ و ریش و برت و جامہ پر عطر و گلاب انشانی فرما کر نماز پڑھ لے یا یہ چیزیں کسی ہی کثرت سے پانی میں مل جائیں اگرچہ رنگ و مزہ و بو کو بدل دیں اور غیر مقلد صاحب اُس سے وضو کریں اصلاح حرج نہیں کہ آخر جائزہ بدن پر کوئی نجاست نہیں نہ پانی کے اوصاف کسی شخص نے بدلے پھر کیا مضائقہ ہے سب مباح و روا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون ثم اول آیت کریمہ قل لا اجد فیما اوحی الیّ محرمًا علیّ طایعہ طیعیہ الا یہ منہ کافی موجود اور جس طرح نجاست بے نقل صحیح غیر معارض ثابت نہیں ہو سکتی اور اصل اشیا میں طہارت ہے یہ وہی حرمت کا ثبوت بھی ہے اس کے نہ ہوگا اور اصل اشیا میں اباحت تو غیر مقلد کو ان چیزوں کے نوش جان کرنے میں کیا مضائقہ ہے حج گھر تو حلال ست حلال بادا مسئلہ (۳)

نواب موصوف روضہ ندیہ کے صفحہ ۱۲ میں فرماتے ہیں شراب و مُردار و خون کی حرمت اُن کی نجاست پر دلیل نہیں جو انھیں ناپاک بتائے دلیل پیش کرے اھ ملخصاً شرعاً میں کہتا ہوں شاعر بھولا کہ ناحق خلاف شرع پینے کا لفظ بولا اگر یہ مسئلہ شفتایوں کے کتاب سے

چھوٹا نہیں شراب کبھی بے وضو کیے قابل میں میرے روح کسی پارسا کی ہے

جس میں شریعت جدیدہ کا خلاف بھی نہ ہوتا اور زیادت مبالغہ سے حسن شعر بھی بڑھ جاتا کہ بتانا نہیں سے چھوٹا نہیں میں کہیں زیادہ مبالغہ ہے مسئلہ (۴) نواب صاحب اپنے صاحبزادہ کے نام سے نبج المقبول من شرائع الرسول مطبوعہ بھوپال کے صفحہ ۲۰ پر فرماتے ہیں مشق منی از برائے استفادہ بودہ است نہ بنا بر نجاست و بر نجاست خمر و دیگر مسکرات دلیل کہ صالح مسک باشد موجود نیست و اصل در ہمہ چیز طہارت است و در نجاست محرم خوک خلاف است و دم مسفوح حرام است نہ نجس اھ ملخصاً مسئلہ (۵) اسی فتح المغنیٹ کے صفحہ ۶ پر ہے کافی ہے مسح کرنا پگڑی پر یعنی وضو میں سر کا مسح نہ کیجیے پگڑی پر اٹھ پھیر لیجیے وضو ہو گیا اگرچہ قرآن عظیم فرمایا کرے و اَمْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ اپنے سروں کا مسح کرو مسئلہ (۶) مولوی محمد سعید شاگرد مولوی نذیر حسین ہدایت قلوب قاسیہ کے صفحہ ۳۶ میں لکھتے ہیں جو اپنی بیوی سے جماع کرے اور انزال نہ ہو تو اُس کی نماز بغیر غسل کے درست ہے مسئلہ (۷) فتاویٰ ابراہیمیہ صفحہ ۱۰۷ پر ابراہیم غیر مقلد مطبوعہ دھرم پرکاش الہ آباد کے صفحہ ۲ میں ہے وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے مسح فرض ہے انھوں نے پاؤں کے مسئلے میں رافضیوں سے

بھی آگے قدم رکھا وہ بچا رہے بھی صرف جواز مانتے ہیں نہ افتراض واللہ المستعان علی شئ الرفاض وقوم شتر من الرفاض ثانیاً خیال کیجیے کہ انہیں اہلسنت کے ساتھ کس درجہ تعصب ہے اور تعصب وہ شے ہے کہ خواہی نخواہی آدمی نیش عقرب ہو کر بقاضائے طبع ایذا و اضرا پہ کرکست ہے اور جہاں تک بن پڑے شقاق و خلاف کو دوست رکھتا ہے اگر علانیہ نہ ہو سکے تو خفیہ ہی کوئی بات کر گزرے اور آپ ہی آپ دل میں ہنس لے جہاں روافض کی حکایات مشہور ہیں کہ ان کی مجالس مرتبہ میں جو جاہل سُنی جا بیٹھے انہوں نے قسطنین کے چھینٹے شربت میں ملائے بعض اشقیانے اسمائے طیبہ پر چوں پر لکھ کر فرش کے نیچے رکھ دیے کہ سُنی بیٹھیں تو پاؤں کے نیچے آئیں اگرچہ نادانستہ ہی سہی پھر جہاں ایسا موقع ہاتھ لگا کہ کوئی خاص چیز کسی ہمان یا حاجتمند سُنی ناواقف کے کھانے پینے کو پیش کی ظاہری تکلف حد سے گزرا اور بعض نجاسات قطیعہ سے آلودہ کر دی یہ سب شاخیں تعصب کی ہیں پھر حضرت غیر مقلدین کا تعصب ان روافض سے کم نہیں بلکہ زائد ہے کہ یہ دشمن تازہ ہیں اور ان کے حوصلوں کی نئی اٹھان ہے اب ان کی مباحی و جرات و مسائل مسابہت و شدت عداوت دیکھ کر نہ صرف احتمال قوی بلکہ ظن غالب ہوتا ہے کہ اگر یہ امام کیے جائیں ضرور اپنے ان بعض مسائل مذکورہ پر عمل کریں گے انہیں کیا غرض پڑی ہے کہ مذہب مقتدیان کی رعایت کر کے ان امور سے باز آئیں اور تعصب برت کر دل ٹھنڈا نہ کریں پھر بعض جگہ غسل وغیرہ کی مشقت اٹھانی ہو وہ نفع میں ثالثاً اب یہ غور کیجیے کہ علمائے دین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اہل حق و ہدٰی کے مذاہب مختلفہ مثلاً باہم خفیہ و شافعیہ میں ایک کی دوسرے سے اقتدا پر کیا کلام کیا ہے یہ مسئلہ ہمیشہ سے معرکہ الاوارہا اور اُس میں تکرر شقوق و اختلاف اقوال شدت ہوا ہیں یہاں صرف اس صورت سے غرض ہے کہ دوسرے مذہب والا جو نماز و طہارت میں ہمارے مذہب کی مراعات نہ کرے اور خروج عن الخلفات کی پڑاہ نہ رکھے اُس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے پہلے اس احتیاط و مراعات کے معنی سمجھ لیجئے بعض باتیں مذاہب راشدہ میں مختلف فیہ ہیں مثلاً فصد و حجامت سے شافعیہ کے نزدیک وضو نہیں جاتا ہمارے نزدیک جاتا ہے مس ذکر و مس زن سے ہمارے نزدیک نہیں جاتا اُن کے نزدیک ٹوٹ جاتا ہے دو قلعہ پانی میں اگر نجاست پڑ جائے اُن کے مذہب میں ناپاک نہ ہوگا ہمارے نزدیک ہو جائے گا اُن کے نزدیک ایک بال کا مسح وضو میں کافی ہے ہمارے یہاں ربع سر کا ضرور ہمارے مذہب میں نیت و ترتیب وضو میں فرض نہیں اُن کے نزدیک فرض و علی ہذا القیاس اس قسم کے مسائل میں باجماع ائمہ آدمی کو وہ بات چاہیے جس کے باعث اختلافِ علمائے واقع نہ ہو جب تک یہ احتیاط اپنے کسی مکروہ مذہب کی طرف نہ لے جائے تو محتاط شافعی فصد و حجامت سے وضو کر لیتے ہیں اور مسح میں بعض پر قناعت نہیں کرتے اور محتاط حنفی مس ذکر و مس زن سے وضو کر لیتے ہیں اور ترتیب و نیت نہیں چھوڑتے کہ اگرچہ ہمارے امام نے اس صورت میں وضو واجب نہ کیا منع بھی تو نہ فرمایا پھر نہ کرنے میں ہماری طہارت ایک مذہب پر ہوگی دوسرے پر نہیں اور کر لینے میں بالاتفاق طہارہ بر جائیں گے اور اپنے مذہب میں وضو علی الوضو کا ثواب پائیں گے جو ایسی احتیاط کا خیال نہیں کرتے اور دوسرے مذہب کے خلاف و وفان سے کام نہیں لیتے جمہور مشائخ کے نزدیک اُن کی اقتدا جائز نہیں کہ صحیح مذہب پر رائے مقتدی کا اعتبار ہے جب اس کی رائے پر خلل طہارت یا اور وجہ سے فساد نماز کا مظہر ہو یہ کیونکر ایسی نماز پر اپنی نماز بن کر سکتا ہے خانیہ و خلاصہ و سراجیہ و کفایہ و نظم و بحر الفتاویٰ و شرح نقایہ و مجمع الانہر و حاشیہ مرا فی الفلاح وغیرہ کتب میں اس کی

لے بشرطیکہ پانی کا کوئی دھبہ مثلاً بر بارنگ یا مزہ متغیر نہ ہو جائے ورنہ بالاتفاق ناپاک ہو جائے گا۔ ۱۲

تصریح فرمائی اور اسے علامہ ہندی تہ علامہ حلبی پھر علامہ شامی نے بہت مشائخ اور علامہ علی قاری نے عامہ مشائخ کرام سے نقل کیا فتاویٰ
 علمگیری میں ہے الاقتداء بشافعی المذہب اما یصح اذا کان اکامام یجہامی مواضع الخلاف بان یتوضاً من الخارج النجس من غیر
 السبیلین کالفصد ولا یكون متعصباً ولا یتوضاً من الماء الرکد القلیل یغسل ثوبه من المني ويفرك الیابس منه ویستحس بر
 رأسه هکذا فی النہایة والكفاية ولا یتوضاً بالماء القلیل الذی وقت فیہ النجاسة کذا فی فتاویٰ قاضی خاں ولا بالماء المستعمل
 هکذا فی السراجیة ام ملخصاً فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے اما الاقتداء بشافعی المذہب قالوا لا بأس به اذا لم یکن متعصباً
 وان یكون متوضاً من الخارج النجس من غیر السبیلین ولا یتوضاً بالماء القلیل الذی وقت فیہ النجاسة ام ملخصاً فتاویٰ امام ظاہر
 بن عبد الرشید بخاری میں ہے الاقتداء بشافعی المذہب ان لم یکن متعصباً ویكون متوضاً من الخارج من غیر السبیلین ولا یتوضاً
 بالماء الذی وقت فیہ النجاسة وهو قدر قلین یجوز ام ملخصاً جامع الروض میں ہے هذا اذا علم بالاحتراز عن مواضع الخلاف
 فلو شك فی الاحتراز لم یجوز الاقتداء مطلقاً کما فی النظم فلا بأس به اذا لم یتعصب ای لم یغض للحنفی او ساقی الکلام فی مسائل
 المراعاة فجمع وادعی ثم قال (اکل فی بحر الفتاویٰ شرح ملقی البحر میں ہے جواز اقتداء الحنفی بالشافعی اذا کان الامام یحیط
 فی مواضع الخلاف علامہ احمد مصری عاشر نور الايضاح میں فرماتے ہیں صحۃ الاقتداء اذا کان یحیط فی مواضع الاختلاف کان
 یجد والوضوح بخروج فحرم وان یسوء رأسه وان یغسل ثوبه من منی او یفرکه اذا جفت الخ والاحتراز میں ہے قال کثیر من المشائخ
 ان کان عادته مراعاة مواضع الخلاف جاز ولا فلا ذکرہ السنن المقدمہ ذکرہ ح قلت وهذا بناء علی ان العبرة لرأی المقتدی
 وهو الاصح الخ اسی میں ہے فی رسالۃ الاہتداء فی الاقتداء لمن لا علی القاری ذہب عامۃ مشائخنا الی الجواز اذا کان
 یحیط فی مواضع الخلاف والا فلا اسی طرح اور کتب میں تصریح ہے بقی ان الشامی نقل عن القاری بعد قوله المذکور المعنی انه
 یجوز فی المرئی بغیر کراہۃ وفی غیرہ معها **اقول** وهذا یخالف تصریح الہندیۃ بعدم الصحۃ لکن لا یتکر علی لانی انما
 عبرت بعدم الجواز الشامل للفساد وکراہۃ التحریم فینطبق علی تفسیر القاری وتصریح الہندیۃ جسیعاً والذی یتظہر لی
 وارجو ان یتوضاً انشاء اللہ تعالیٰ ان البطلان انما هو اذا علم عدم المراعاة فی خصوص الصلاة کما اختاره العلامة
 السفناقی وجزم بہ فی وترالدر وغیرہ والا فالصواب مع القاری فتصویر عدم العلم بالمفسد وتکرر لکونہ غیر محتاط وان حملت
 الصحۃ فی کلام الہندیۃ علی الجواز وان کان فیہ بعد فیترا فی القولان ومن الدلیل علی هذا الحمل ان صاحب الہندیۃ
 ادخل کلام قاضی خاں تحت مسئلۃ عدم الصحۃ وانما نص الخانیۃ کما سمعت تعلیل نفی البأس بتلك الشرائط فانما یفید
 بمفہوم المخالفة وجود البأس عند عدمها ووجود البأس لا یتستلزم البطلان نعم هو مساوق لعدم الجواز بمعنی عدم الحل للجامع
 لکراہۃ التحریم ویؤید ذلك ما نص علیہ العلامة الحلبي فی الغنیۃ الاختلاف انما هو فی الکراہۃ والا فلی الجواز یعنی الصحۃ الإجماع

لہ قلت ای بحث تقع المسألة فی بناء علی نجاسة الماء المستعمل ۱۳ من ۱۱ قلت ای اذا بلغ حد المنع ۱۶ من ۱۱ قلت ای لا یجوزی باقل من ۱۳ من ۱۱
 قلت ای تسمیہ غیرہ کا تخانیۃ بالقلیل ۱۳ من

تہا لا یدہبن عنک ان الکراہۃ ہہنا للتحریم اذ ہوا الذی یصح تفسیر عدم الجواز بہ کما فعل القاری فافہم وتثبت ہذا ما ظہر لی وقد بقی خیایا والعبد الضعیف حقن الکلام فی ہذا المرام فی فتاویٰ الملقبۃ بالعطا یا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویۃ وبالله التوفیق سبحن اللہ جبکہ بے احتیاط شافعی کے پیچھے نماز جمور اللہ کے نزدیک ناجائز تو ان مبتدعین تہورین کو اہل حق و ہدایت سے کیا نسبت ان کے پیچھے بدرجہ اولیٰ ناجائز و ممنوع تر ہونا چاہیے کما لا یخفی تنبیہ خانیہ و خلاصہ و نہایہ و کتایہ و بحر الفتاویٰ و شرح نقایہ و ہندیہ کے نصوص سن چکے کہ متعصب شافعی کے پیچھے نماز جائز نہیں اور اُس کی تفسیر گزری کہ متعصب وہ جو حنفیہ سے بغض رکھتا ہو اب غور کر لیجیے کہ غیر مقلدین کو نہ صرف حنفیہ بلکہ تمام مقلدین اللہ دین سے کس قدر بغض شدید و لیکن مدید ہے خصوصاً جو عنایت حضرات حنفیہ خصم اللہ بالطافۃ الحنفیہ کے ساتھ ہے بیان سے باہر تو ان روایات پر یہ جداگانہ دلیل ہوئی ان کی اقتدا ناجائز ہونے کی لکن قتال المحقق فی الفتح لا یخفی ان تعصبہ انما یوجب فسقہ اہا قول قد علمت ان عدم الجواز بمعنی عدم الحل الصادق بکراہۃ التحریم وان الصلاة خلف الفاسق مکروہۃ فحرمایا فان اعيد الا شکل بما فی الہندیۃ اعدنا الکلام بما قد مناوہ یؤول ہذا الدلیل الی الدلیل الثانی کما لا یخفی و ہذا الحمل تکلون الروایات مؤیدات لما حققنا من ان الکراہۃ خلف الفاسق والمبتدع کراہۃ تحریم واللہ سبحنہ بکل شیء علیم -

دلیل چہارم

حضرت امام اللہ سراج الامہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو متکلم ضروریات عقائد کی بحث میں (جن میں لغزش موجب کفر ہوتی ہے) یہ چاہے کہ کسی طرح اُس کا مخالفت خطا کر جائے وہ کافر ہے کہ اس نے اُس کا کافر ہونا چاہا اور مسلمان کو مبتلائے کفر چاہا رضا بالکفر ہے اور رضا بالکفر آپ ہی کفر علماً فرماتے ہیں ایسے متکلم کے پیچھے نماز جائز نہیں فتح القدیر میں ہے قال صاحب المجتبى واما قول ابی یوسف لا تجوز الصلاة خلف المتکلم فیمجوز ان یرید الذی قد رتبہ ابو حنیفہ حین رائی ابنہ حماد ایناظر فی الکلام فنهاہ فقال رأیتک تناظر فی الکلام وتنہائی فقال کنا نناظر وکان علی رؤسنا الطیر مخافة ان یزل صاحبنا وانتم تناظرون وتزیدون زلة صاحبکم ومن ازاد زلة صاحبہ فقد اراد ان یکفر فہو قد کفر قبل صاحبہ فہذا ہوا الخوض المنہی عنہ و ہذا المتکلم لا یجوز الا اقتداء بہ انتہی جب اُس متکلم کے پیچھے نماز ناجائز ہوئی جس کے انداز سے کفر غیر پرہیزنا

لہ قول ایسے ہی شافعیہ یا مالکیہ یا حنبلیہ سے بغض رکھنے والا عند من براہ ائمہ من التعصب کہ اہل حق سے بغض نہ رکھے گا مگر بد مذہب اور بد مذہب کے پیچھے نماز ممنوع ۱۲ منہ سلمہ کافر ہے یہ را کہ اُس کفر کا اندیشہ ہے والیعا ذی اللہ تعالیٰ فی الخلاصۃ سمعت القاضي الامام (برید الامام ابو جلال قاضی خاں) ان اراد تجیل انھم کفر قال و عندی لا کفر و یجشی علیہ الکفر اھ وقال العلامة بدر الرشید الحنفی فی رسالتہ فی کلمات الکفر فی المحيط من و ہنی کفر نفسہ فقد کفر ای اجماعا و کفر غیرہ اختلاف المشائخ و ثم ذکر عن شیخ الاسلام ما حق ان یسطر علی الصدور و حاصلہ انہ انما یكون کفرا اذا کان مستحسنا ثم قال (وقد عثرنا علی روایۃ ابی حنیفہ ان الرضا کفر الغیر کفر من غیر تفصیل اھ قلت وہی ہذہ الروایۃ الخ و ذکر فی المجتبى قال العلامة القاری بعد نقل ما فی رسالۃ البیدر الجواب ان روایۃ ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اذا کان تہملۃ او عبارۃ مطلقۃ قلنا ان تفصیلا و تقيہا علی مقتضى القول عدا حنیفہ ۱۰ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ سلمہ رہ -

یہ ہر عصر کے علما اور گیارہ سو برس کے عامہ مومنین معاذ اللہ سب کفار و مشرکین ہوئے نہ سہی آخر اتنا تو اجلہ یہ بیعت سے ہے جس کا انکار آفتاب کا انکار کہ صد ہا برس سے لاکھوں اولیا علیا محدثین فقہاء عامہ اہلسنت واصحاب حق و ہدی غافرہ تقلید اللہ الیچہ ووش بہت پر اٹھائے ہوئے ہیں جسے دیکھو کوئی حنفی کوئی شافعی کوئی مالکی کوئی حنبلی یہاں تک کہ فرقہ ناجیہ اہلسنت وجماعت ان چار مذہب میں مختصر ہو گیا جیسا کہ اُس کی نقل سید علامہ احمد مصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے شروع دلیل اول میں گزری اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے متقدمین و مستندین طائفہ سے ہیں تفسیر منظری میں لکھتے ہیں اہل السنة قد اختلفت بعد القرون الثلاثہ او الاربعۃ علی اربعۃ مذاہب ولم یبق فی الفروع سوى هذه المذاهب الاربعۃ اہلسنت تین چار قرن کے بعد ان چار مذہب پر تقسیم ہو گئے اور فروع میں ان مذاہب الاربعہ کے سوا کوئی مذہب باقی نہ رہا (طبقات حنفیہ و طبقات شافعیہ وغیرہما تصانیف علما دیکھو گے تو معلوم ہوگا کہ ان چاروں مذہب کے مقلدین کیسے کیسے اللہ ہدی والا بر محبوبان خدا گزرے جنہوں نے ہمیشہ اپنے آپ کو مثلاً حنفی یا شافعی کہا اور ہمیشہ اسی لقب سے یاد کئے گئے اور ہمیشہ اپنے ہی مذہب پر فخر دے دیے اور ہمیشہ اُسی کی ترویج میں دھڑلے پڑے سب تو معاذ اللہ تمہارے نزدیک چنیں و چنناں ہوئے جانے دو عمل نہ سہی قول تو مانو گے اُن جماعات کثیرہ علما کو کیا جانو گے جنہوں نے تقلید شخصی کے حکم دیے اور یہی اُن کا مذہب منقول ہوا امام مرشد الانام محمد غزالی قدس سرہ تعالیٰ احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں مخالفتہ للقلد متفق علی کو نہ منکرنا بین المحصلین تمام منتہی فاضلوں کا اجماع ہے کہ نقل کا اپنے امام مذہب کی مخالفت کرنا شیخ و واجب الانکار ہے) شرح نقایہ میں کشف اصول امام بزدوی سے منقول من جعل الحق متعددہ کا ملعزولہ اثبت للعامی الخیار من کل مذہب ما یراہ و من جعل واحد العلماء الزم للعامی اماما واحدا یعنی جن کے نزدیک مسائل نزاع میں حق متعدد ہے کہ ایک شے جو مثلاً ایک مذہب میں حلال دوسرے میں حرام ہو تو وہ خدا اللہ حلال بھی ہے اور حرام بھی وہ تو عامی کو اختیار دیتے ہیں کہ ہر مذہب سے جو چاہے اخذ کر لے یہ مذہب معتزلہ وغیرہم کا ہے اور جو حق کو واحد مانتے ہیں وہ عامی پر امام معین کی تقلید واجب کرتے ہیں یہ مذہب ہمارے علما وغیرہم کا ہے (علامہ زین بن نجیم مصری صاحب بحر الرائق و اشباہ وغیرہما رسالہ کبار و صفائیں فرماتے ہیں اما الکبار فقلوا ہی بعد الکفر الزنا واللواطہ وشرب الخمر ومخالفتہ المقلد حکم مقلدہ اہ مختصرا یعنی کبیر و گناہ علمائے یوں گناہے کہ عیاد اللہ سب میں پہلے تو کفر ہے پھر زنا و اغلام و شراب خواری اور نقل کا اپنے امام کی مخالفت کرنا) ظل و دخل میں ہے علماء الفریقین لم یجوزوا ان یاخذوا العامی الحنفی الا بحد مذہب ابی حنیفہ والعامی الشافعی الا بحد مذہب الشافعی و دونوں فریق کے علما یہ جائز نہیں رکھتے کہ عامی حنفی مذہب ابو حنیفہ یا عامی شافعی مذہب شافعی کے سوا دوسرے مذہب پر عمل کرے (شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ) میں لکھتے ہیں المرجع عند الفقہاء ان العامی المنتسب الی مذہب لہ مذہب فلا تجوز لہ مخالفتہ فقہاء کے نزدیک ترجیح اسے ہے کہ عامی جو ایک مذہب کی طرف انتساب رکھتا ہے وہ مذہب اُس کا ہو چکا اُسے اُس کا خلاف جائز نہیں) اب فرمائیے تمام منتہی فاضل جن سے امام غزالی ناقل کہ ترک تقلید شخصی کو منکر و ناجائز مانتے اکابر ائمہ جن کے قول سے کشف کا شفع کہ تقلید امام معین کو واجب ٹھہراتے مشائخ کرام جن کے صحاب کلام سے صاحب بحر متفق کہ ترک تقلید شخصی کو گناہ کبیرہ کہتے علمائے فریقین و فقہائے عظام جن سے ظل و دخل و شاہ ولی اللہ حاکم کی تقلید معین کی مخالفت ناجائز رکھتے یہ سب تو معاذ اللہ تمہارے طور پر صریح کفار و مشرکین ٹھہرے

اس سے بھی درگزر و ان اللہ دین کی خدمات عالیہ میں کیا اعتقاد ہے جنہوں نے خود اپنی تصانیف جلیلہ و کلمات جمیلہ میں وجوب تقلید معین وغیرہ ان باتوں کی صاف صریح تصریحیں فرمائیں جو تمہارے مذہب پر خالص کفر و شرک ہیں ان سب کو تو نام بنام تبیین اسم (خاک بدمان گستاخان) معاذ اللہ کافر و مشرک کہیے گا یہ نوجو رسالہ کو اطلاع اہل حق کے لیے ایک مختصر فتوے ہے جو اپنے منصب یعنی اظہار حکم فقی کو پہنچ احسن ادا کر چکا اور کرتا ہے اس میں ان اقوال و افروہ و نصوص مشکثہ کی گنجائش کہاں۔ مگر انشاء اللہ العظیم تو فتن ربانی مساعادت فرمائے تو فقیر ایک جامع رسالہ اس باب میں ترتیب دینے والا ہے جو ان اقوال کثیرہ سے جملہ صاحب کو ایک نئے طرز پر جلد دے گا اور انشاء اللہ تعالیٰ غیر مقلدین کے اصول مذہبی کو ان کے مستندین ہی کے کلمات مستندہ سے ایک ایک کر کے متاصل کرے گا میں یہاں صرف ان اللہ دین و علمائے مستندین کے چند اسماء شمار کرتا ہوں جو خاص اپنے ارشادات و تصریحات کے رو سے مذہب غیر مقلدین پر کافر و مشرک ٹھہرے والیعاذ باللہ رب العالمین ان میں سے ہیں امام ابو بکر احمد بن اسحاق جوزجانی تلمیذ التلمیذ امام محمد امام ابن السمعانی امام کیا ہر اسی امام اجل امام انور ہیں امام محمد محمد محمد غزالی امام برہان الدین صاحب ہدایہ امام طاہرین احمد بن عبدالرشید بخاری صاحب خلاصہ امام کمال الدین محمد بن الہمام امام علی خواص امام عبدالوہاب شمرانی امام شیخ الاسلام زکریا انصاری امام ابن حجر مکی علامہ ابن کمال باشا صاحب البیاض و اصلاح علامہ علی بن سلطان محمد قاری کی علامہ شمس الدین محمد شارح نقایہ علامہ زین الدین مصری صاحب بحر علامہ عمر بن نجیم مصری صاحب نہر علامہ محمد بن عبداللہ غزالی قمر تاشی صاحب تنویر الابصار علامہ خیر الدین رملی صاحب فتاویٰ خیرہ علامہ سیدی احمد حموی صاحب غفر علامہ محمد بن علی دمشقی صاحب درو خرائن علامہ عبدالباقی زرقانی شارح مواہب علامہ برہان الدین ابراہیم بن ابی بکر بن محمد بن حسین حسینی صاحب جواہر اخلاطی علامہ شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی علامہ احمد شریف مصری طحاوی علامہ آفندی امین الدین محمد شامی صاحب منیہ صاحب سراجیہ صاحب جواہر صاحب مصنف صاحب ادب المقال صاحب تہذیب صاحب مجمع صاحب کشف مؤلفان علیگیر کہ باقر مؤلف امداد المسلمین پانسو علمائے یہاں تک کہ جناب شیخ مجدد الف ثانی شاہ ولی اللہ شاہ عبدالعزیز صاحب قاضی ثناء اللہ بانی پتی حتیٰ کہ خود میاں مذہب حسین دہلوی اور ان کے اتباع و مقلدین مگر یوں کہ اتاحہ اللہ من حیث کلا شیعروں ۵ والحمد للہ رب العلمین ۵ اور لطف یہ ہے کہ ان میں وہ بھی ہیں جن سے خود امام العصر و دیگر متکلمین طائفہ نے براہ جہالت و تجاہل استناد کیا اور ان کے اقوال باہرہ و کلمات کاہرہ کو جو اصول طائفہ کے صریح بیلکن تھے دامن عیاری میں چھپالیا ہیں انشاء اللہ تعالیٰ اس رسالہ میں یہ بھی ثابت کروں گا کہ علمائے سلف سے ان کے استناد محض مغالطہ و تبلیس عوام ہیں ان کے مذہب کو ان سے اصلا علاقہ نہیں بلکہ خود ہی اقوال جنہیں اپنی سند ٹھہراتے ہیں ان کے اصول مذہب کی بنیاد گراتے ہیں مگر حضرات کو موافق و مخالفت کی تیز بینی یا ہے تو قصداً اغوائے جہال کو سبزاغ دکھاتے ہیں میں بحول اللہ تعالیٰ اس رسالے میں یہ بھی تنبیہ کروں گا کہ اپنے مباحث میں ان حضرات کا تقلید شخصی کے وجوب و عدم وجوب کی بحث چھیڑ دینا ناکید و فریب دہیسی بزدیب ہے کہ اہل تبیین و اصحاب تخیر دونوں فریق جواز تبیین و عدم حرج کو تسلیم کیے ہوئے ہیں جن کے نزدیک سرے سے تقلید مشرک و کفر ان کے مسلک سے اسے کیا تعلق وہ امر ابتدائی یعنی عدم شرک و جواز کو طے کر لیں اس کے بعد آگے چلیں یہ چالاک لوگ اپنے لیے راہ آسان کرنے کو ادھر سے ادھر طرفہ کر جاتے ہیں اور ہماری

طرف کے ذی علم ارحاء اللعان اُس میں گفتگو کرنے لگتے ہیں حالانکہ اگر کشتن روز اول باید ابتدائاً ان ہوشیاروں کی راہ روکا جائے کہ پہلے شرک پھر جوست سے جان بچا لیجئے اُس کے بعد آگے قصد کیجیے۔ فریقین کے اقوال کے اقوال ان حضرات کے رد میں یک دل و یک زبان اور طرفین کے علما ان کے زعم پر معاذ اللہ مشرک و گمراہ ہوتے ہیں یکساں بلکہ میں بفضلہ تعالیٰ ثابت کروں گا کہ اقوال تخییران کی رد و تکذیب میں اتم و اکمل ہیں پھر ان سے استناد دیا ان کا مذکرہ محب تماشا ہے میں بوند تعالیٰ یہ بھی واضح کروں گا کہ ان حضرات کو ابھی خود اپنا ہی مسلک منقح نہیں ہوا ہے متن نقض کلام متخالف احکام لکھتے اور جمل جیسا موقع پاتے ہیں ویسا ہی بیان کر جاتے ہیں جو سے میں کچھ دلیل میں کچھ اعتراض میں کچھ جواب میں کچھ بھی ایک پائے پر قرار نہیں کرتے اور بیشک تمام اہل بدعت کا یہی دیرہ ہے خصوصاً جو اس قدر نو پیدا ہو کہ آخر جتنے جتنے ایک زمانہ چاہیے تین یہاں اصل نزاع کی بحث و تحقیق میں نہیں ان کے اقتدا کا حکم واضح کرنا ہے لہذا اُس کی طرف رجوع مناسب بالکل اصل محل شہد نہیں ان صاحبوں نے تقلید کو شرک و کفر اور مقلدین کو کافر و مشرک کہہ کر لاکھوں کر دروں علما و اولیاء و صلحاء و اصفیاء بلکہ امت مروجہ محمدیہ علی مولہا و علیہ الصلوٰۃ و التیمۃ کے دین حصوں سے نو کو علی الاعلان کافر و مشرک ٹھہرایا وہی علامہ شامی قدس سرہ السامی کا ان کے اکابر کی نسبت ارشاد کہ اپنے طائفہ تالفہ کے سوا تمام عالم کو مشرک کہتے اور جو شخص ایک مسلمان کو بھی کافر کہے ظواہر احادیث صحیحہ کی بنا پر وہ خود کافر ہے اور طرد یہ کہ اس فرقہ ظاہر یہ کو ظاہر احادیث ہی پر عمل کا بڑا دعویٰ ہے امام مالک و احمد و بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی و لفظ مسلمہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایما اموی قال لاخیه کافر فقد باء بها احدہما ان کان کما قال واکار جعت علیہ یعنی جو شخص کسی کفر کو کافر کہے تو ان دونوں میں ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی اگر جیسے کہ وہ حقیقہ کافر تھا جب تو خیر ورنہ یہ کلمہ اسی کہنے والے پر پڑے گا (صحیح بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور شہید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا قال الرجل لاخیه یا کافر فقد باء بها احدہما جب کوئی شخص اپنے بھائی مسلمان کو کافر کہے تو ان دونوں میں ایک کی رجوع اس طرف بیشک ہو) امام احمد و بخاری و مسلم حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور شہید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس من دعا رجلاً بالكفر او قال عدوا لله و لیس کذا لک الا حار علیہ ولا یرمی رجل رجلاً بالفسق ولا یرمیہ بالكفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذا لک جو شخص کسی کو کافر یا دشمن خدا کہے اور وہ ایسا نہ ہو یہ کہنا اسی پر پڑے گا اور کوئی شخص کسی کو فسق یا کفر کا طعن کرے گا مگر یہ کہ وہ اسی پر اڑا پھرے گا اگر جس پر طعن کیا تھا ایسا نہ ہوا (ہذا مختصراً) امام ابن حبان اپنی صحیح میں بالتقاسیم والافواع میں بسند صحیح حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور شہید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ما کفر رجل رجلاً قط الا باء بها احدہما ان کان کافراً واکلف بتکفیرہ یعنی کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک شخص دوسرے کی تکفیر کرے اور وہ دونوں اُس سے نجات پا جائیں بلکہ ان میں ایک پر ضرور گرے گی اگر وہ کافر تھا تو یہ نکال دیا ورنہ اُسے کافر کہنے سے یہ خود کافر ہوا (علما فرماتے ہیں یوں ہی کسی کو مشرک یا زندقہ یا ملحد یا منافق کہنا علامہ عارف باللہ شہیدی عبدالغنی بن اسماعیل تلمیذ قدس سرہ القدسی حدیقہ ند یہ میں یہ حدیث ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں من دعا رجلاً بالكفر بالله تعالیٰ او بالشک بہ وکذا لک بالزندقة وکذا لک بالحداد والنفاق الکفری اء ملخصاً اور یہ حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمایا کذا لک یا مشرک ونحوہ اقول وبالله التوفیق یہی خود

انہیں احادیث سے ثابت کہ ہر مشرک عدو اللہ ہے اور عدو اللہ کہنے کا حکم خود حدیث میں مصرح اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تصریح فرمائی کہ فاسق کہنا بھی بیلتا ہے تو مشرک تو بہت بزرگوار جنت اقسام کفار سے ہے تو عموماً یا کافر میں بھی داخل اولیٰ رکھتا ہے والیاء باللہ بخیرہ و تعالیٰ وجہ اس پلٹنے کی جس طرح ارباب قلوب نے افادہ فرمائی ہے کہ مسلمان کا حال مثل آئینہ کے ہے صبح ترک و ہند و در من آن بندہ کہ دوست بہ المرؤۃ فیس علی نفسہ جب اس نے اسے کافر یا مشرک یا فاسق کہا اور وہ ان عیوب سے پاک تھا تو حقیقتاً یا دوستا و میمہ اسی کہنے والے میں تھے جن کا عکس اُس آئینہ الہی میں نظر آیا اور یہ اپنی سفاہت سے اُس کریمہ بدنا شکل کو آئینہ تاباں کی صورت سمجھا حالانکہ دامن آئینہ اس لوٹ و غبار سے صاف و منترہ ہے یہ تو حدیث تھی جو حکم بقولون من خیر قول البریۃ ان کا زبانی وظیفہ ہے اور دل کا وہی حال جو حدیث میں ارشاد فرمایا لا یجاوز تراقیہم آب فقہ کی طرف چلے بہت اکابر ائمہ مثل امام ابو بکر اعمش وغیرہ علمائے بلخ و بعض ائمہ بخارا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم احادیث مذکورہ پر نظر فرما کر اس حکم کو یوں مطلق رکھتے اور مسلمان کی تکفیر کو علی الاطلاق موجب کفر جانتے ہیں یہی اسمعیل نابلسی شرح در و غرر مولیٰ خسرو میں فرماتے ہیں لو قال للمسلم کافر کان الفقیہ ابو بکر الاعمش یقول کفر وقال غیرہ من مشایخ بلخ لا یکفر واتفقت ہذا المسئلۃ ببخارا فاجاب بعض ائمۃ بخارا انہ یکفر فوجہ الجواب الی بلخ انہ یکفر فمن اختلفی بخلاف قول الفقیہ ابی بکر راجع الی قوله الخ ملخصاً رسالہ علامہ بدر رشید پھر شرح فقہ اکبر لاطالی قاری میں ہے فوجہ الکمل الی فتویٰ ابی بکر البلیخی وقالوا کفر الشاتم احکام میں بعد عبارت مذکورہ کے ہے ویلغی ان لا یکفر علی قول ابی الیث و بعض ائمۃ بخارا اور مذہب صحیح و معتد و مرجع فقہائے کرام تفصیل ہے کہ اگر بطور سب و دشنام بے اعتقاد تکفیر کیا تو کافر نہ ہوگا جیسے۔ سببا کوں بے قیدوں کو خربے بجام و رنگ بے زنجیر کہیں کہ معنی حقیقی مراد نہیں در نہ کافر ہو جائے گا فتاویٰ ذخیرہ و فصول عمادی و شرح در و غرر و شرح نقایہ برجندی و شرح نقایہ قستانی و نہر القائن و شرح وہبانیہ علامہ عبدالبر و در مختار و حایقہ ندیہ و جواہر خلاطی و فتاویٰ علمگیری و رد المحتار وغیرہ کتب مستندہ میں تصریح فرمائی کہ یہی مذہب مختار و مختار للفتویٰ و مفتی ہے علیٰ فرماتے ہیں جب اس نے اپنے اعتقاد میں اُسے کافر سمجھا اور وہ کافر نہیں بلکہ مسلمان ہے تو اس نے دین اسلام کو کفر ٹھہرایا اور جو ایسا کہ وہ کافر ہے۔ اقول و باللہ التوفیق تو ضیح اس دلیل کی علیٰ حسب مرامہم یہ ہے کہ کافر نہیں مگر وہ جس کا دین کفر ہے اور کوئی آدمی دین سے خالی نہیں نہ ایک شخص کے ایک وقت میں دو دین ہو سکیں فان الکفر و الاسلام علی طرفی النقیض بالنسبۃ الی الانسان لا یجتمعان ابدالاً لا یرتفعان قال تعالیٰ اَمَّا شَاکِرًا وَاَمَّا کَفُورًا وَاَمَّا جَعَلْنَا لِرَجُلٍ مِنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِہٖ اَبٌ یُّؤْتِیْ مِثْلًا لِّذِیْہِمْ کَا کَفَرَتْ ہِیَ اس کے یہ معنی کہ اُس کا دین کفر ہے اور زید واقع میں بیشک ایک دین سے نصف ہے جس کے ساتھ دوسرا دین ہو نہیں سکتا تو لا جرم یہ خاص اُسی دین کو کفر بتا رہا ہے جس سے زید انصاف رکھتا ہے اور وہ دین نہیں مگر اسلام تو بالضرورۃ اس نے دین اسلام کو کفر ٹھہرایا اور جو دین اسلام کو کفر قرار دے قطعاً کافر آب عبارات علمائے ہند یہ میں ہے المختار للفتویٰ فی جنس ہذا المسائل ان القائل بمثل ہذا المقالات انکان اراد المشتد ولا یعقده کافر الا یکفر وان کان یعقده کافر ا فحاطبہ بھذا ابتداء علی اعتقادہ انہ کافر یکفر کفائی الذخیرۃ انتھی زاد الشامی عن النہا عن الذخیرۃ لانه لما اعتقد المسلم کافر اعتقد دین الاسلام کفر ارتجاء میں ہے عنہ الشاتم

بیا کافر و هل یکفر ان اعتقد المسلم کافر انعم والا لابه یفتی علامہ ابرہیم اخلاطی نے فرمایا المختار للفتویٰ فی جنس هذه المسائل ان القائل اذا اراد به الشتم لا یکفر واذا اعتقد کفر المخاطب یکفر لانه لما اعتقد المسلم کافر افقد اعتقداً ان دين الاسلام کفر ومن اعتقد هذا فهو کافر علامہ عبد العلی نے شرح مختصر الوقایہ میں فرمایا قد اختلفت فی کفر من ینسب مسلماً الی الکفر ففی فضول العمادیۃ اذا قال لغيره یا کافر کان الفقیہ ابو بکر الاعمش یقول یکفر القائل وقال غیرہ لا یکفر والمختار للفتویٰ فی جنس هذه المسائل الخ ذکر مثل ما مر عن الذخیرۃ بنقل الہندیہ والنفی معاً سواء بسواء علامہ شمس الدین محمد نے جامع الرموز میں فرمایا المختار انہ لو اعتقد هذا الخطاب شتماً لم یکفر ولو اعتقدت الخطاب کافر لا کفر لانه اعتقد الاسلام کفر الکما فی العمادی وما فی المواقف انہ لم یکفر بالاجماع اريد به اجماع المتکلمین مجمع الانشریح متفق الا بحر میں ہے قد فتن مسلماً بیا کافر و اراد الشتم ولا یعتقد کفر افا نہ یعن رولا یکفر ولو اعتقد الخطاب کافر کفر لانه اعتقد الاسلام کفر علامہ عبد الغنی شرح طریقہ محمدیہ میں احکام سے ناقل المختار للفتویٰ (فذا کرعین ما مر عن البرجندی و زاد) ومن اعتقد ان دين الاسلام مکفر یکفر اس مذہب مفتی بہ پر بھی اس طائفہ تائفہ کو سخت دقت کہ یہ قطعاً اپنے اعتقاد سے مسلمانوں کو کافر و مشرک کہتے اور اپنی تصانیف میں لکھتے اور اس پر فتوے دیتے ہیں تو باتفاق ہر دو مذہب ان کا کافر ہونا لازم اور ان کے پیچھے نماز ایسی جیسے کسی یہودی یا نصرانی یا مجوسی یا ہندو کے پیچھے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم سبحن اللہ کہ کر دینیات چاہ کن را چاہ در راہ مسلمانوں کو ناحق مشرک کہتا تھا احادیث صحیحہ و مذاہب ائمہ کرام و فقہائے عظام پر خود انہیں کے ایمان کے لئے پڑ گئے یہ

دیدي کہ خون ناحق پروانہ شمع را چنداں اماں ندا کہ شب را سحر کند

ماذا اخاضک یا مغرور فی الخطر حتی هلکت فلیت النمل لم تقدر

مگر حاش شہر ہم پھر بھی دامن احتیاط ہاتھ سے نہ دیں گے اور یہ ہزار ہیں جو چاہیں کہیں ہم زہار ان کو کفار نہ کہیں گے ہاں ہاں یوں کہتے ہیں اور خدا و رسول کے حضور کہیں یہ لوگ آثم ہیں خا طی ہیں ظالم ہیں بدعتی ہیں ضال ہیں مضل ہیں غوی ہیں مبطل ہیں مگر مہیات کافر نہیں مشرک نہیں اتنے بد راہ نہیں اپنی جانوں کے دشمن ہیں عدو اللہ نہیں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کفو اعن اهل لا اله الا الله لا تکفر و هم بذنب فمن الکفر اهل لا اله الا الله فهو الی الکفر اقرب یعنی لا اله الا الله کہنے والوں کو کسی گناہ پر کافر نہ کہو جو لا اله الا الله کہنے والے کو کافر کہے وہ خود کفر سے نزدیک تر ہے اخراجہ الطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور مروی کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قلت من اصل الایمان الکفر عن قال لا اله الا الله ولا یکفر بذنب لا یخرجہ من الاسلام بعمل الحدیث یعنی اصل ایمان سے ہے یہ بات کہ لا اله الا الله کہنے والے سے زبان روکی جائے اُسے کسی گناہ کے سبب کافر نہ کہیں اور کسی عمل پر دائرۃ اسلام سے خارج نہ بنائیں اخراجہ ابوداؤد عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور وارد کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الاسلام یعلم ولا یعلى اسلام غالب ہے مغلوب نہیں اخراجہ الدارقطنی

والبیہقی والضیاء عن عائذ بن عمرو والمذنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مذکور کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تکفر واحد من اهل القبلة اهل قبلہ سے کسی کو کافر نہ کہو اخرجہ العقیلى عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حدیثیں اور اپنے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد لا تکفر احد من اهل القبلة اور اپنے علمائے محققین کا فرمانا لا یخرج الانسان من الاسلام الا بحود ما ادخلہ فیہ یاد ہے اور جب تک تاویل و توجیہ کی سب قابل احتمال ضعیف راہیں بھی بند نہ ہو جائیں مدعی اسلام کی تکفیر سے عمدتاً چاروں حدیثوں میں بھی مثل احادیث اربعہ سابقہ صلاح و دیانت طائفہ کے لیے پورا مرثیہ اور انھیں سے ظاہر کہ یہ مدعیان عمل بالحدیث کہاں تک ہوائے نفس کو پالتے اور اُس کے آگے کیسا کیسا احادیث کو پس پشت ڈالتے ہیں هذا واقل يظهر للعبد الضعیف غفر الله تعالى له ان همنا في كلمات العلماء اطلاقاً في موضع التقييد كما هو دأب كثير من المصنفين في غير ما مقام وانما محل الکفار باکفار المسلم اذا كان ذلك لا عن شبهة او تاویل والا فلا فانه مسلم بظاہرہ ولم نورث بشق القلوب والتطلع الى مکامن الغیوب ولم نعتز منه علی انکار شیء من ضروریات الدین فکيف یحجم علی نظیر ما یحجم علیہ ذلك السفیه هذا هو التحقيق عند الفقهاء الکرام الیضایذ عن بذلک من احاط بکلام مهم واطلع علی مرامهم رحمة الله تعالى علیهما جمعین الا ترى ان الخوارج حذوا لهما الله تعالى قد اکفروا و امیر المؤمنین ومولی المسلمین علیاً رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمہرہ عندنا لا یکفرون کما نص علیہ فی الدار المختار و بحر الرائق وردا المختار وغیرہا من معتبرات الاسفار واما ما مر من تقریر الدلیل علی التکفیر فانت تعلم ان لانہ المذہب لیس بمذہب واما الاحادیث فمؤلة عند المحققین کما ذکرہ الشراح الکرام اقول ومن ادل دلیل علیہ قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الحدیث المار فہو الی الکفر اقرب فلم یسمہ کافراً وانما قربه الی الکفر لان الاجتزاء علی اللہ تعالیٰ بمثل ذلك قد یکون برید الکفر والعیاذ باللہ رب العلمین ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

خیر تاہم اس قدر میں کلام نہیں

کہ یہ حضرات غیر مقلدین و سائر اخلاف طوائف نجد یہ مسئلہ نوں کو ناحق کافر و مشرک ٹھہر کر ہزار ہا اکابر ائمہ کے طور پر کافر ہو گئے اس قدر مصیبت ان پر کیا کم ہے والعیاذ باللہ سبحنہ و تعالیٰ علامہ ابن حجر مکی اعلام بقواطع الاسلام میں فرماتے ہیں انه یصیر ہر تدا علی قول جماعة و کفی بهذا اخساراً و تقریظاً تو حکم شرع ان پر تو بہ فرض اور تجرید ایمان لازم اس کے بعد اپنی عورتوں سے نکاح جدید کریں فی الدار المختار عن شرح الوہبانیۃ للعلامہ حسن الشرنبلالی ما یکون کفر الا نقایا یبطل العمل والنکاح واولادہ واولاد ذنی و ما فیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبة و تجدید النکاح المسلمت کو چاہیے اُن سے بہت پرہیز رکھیں اُن کے معاملات میں شریک نہ ہوں اپنے معاملات میں انھیں شریک نہ کریں ہم اوپر احادیث نقل کر آئے کہ اہل بدعت بلکہ فساق کی صحبت و محالطت سے ممانعت آئی ہے اور بیشک بد مذہب آگ ہیں اور صحبت مؤثر اور طبیعتیں سزاوار اور قلوب نقیب حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں انما مثل الجلیس الصلح و جلوس السوء کما مل المسک ونا فخر الکبیر اما ان تبترع منه واما لا

وامان تجد منه ریحاً طيبة ونا فح الکبر امان یحرق ثیابک واما ان تجد منه ریحاً خبیثة نیک ہنشین اور بد جلس کی مثال یہ ہیں ہے جیسے ایک کے پاس مشک ہے اور وہ دوسرا دھونکنی دھونکتا ہے مشک والا یا تو تجھے مشک پہرہ کرے گا یا تو اُس سے خریدے گا اور کچھ نہ ہو تو خوشبو تو اُسے گی اور وہ دوسرا یا تیرے کپڑے جلادے گا یا تو اُس سے بدبو پائے گا رواہ الشیخان عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے حضور شہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں مثل جلس السوء مکمل صاحب الکبران لم یصیبک من سوادہ اصابک من دخانہ یعنی بد کی صحبت ایسی ہے جیسے لہار کی جھٹی کہ کپڑے کا لے دے تو دھواں جب بھی پہنچے گا رواہ عنہ ابو داؤد والنسائی حاصل یہ کہ اشرار کے پاس بیٹھے سے آدمی نقصان ہی اٹھاتا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انما مثل القلب مثل ریشة الغلالة تعلقت فی اصل شجرة قلبها الریاح ظهر البطن دل کو قلب اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ انقلاب کرتا ہے دل کی کمادت ایسی ہے جیسے جنگل میں کسی پٹری کی جڑ سے ایک پڑ پٹا ہے کہ ہوائیں اُسے پٹا دے رہی ہیں کبھی سیدھا کبھی اُٹا رواہ الطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولفظه عند ابن ماجہ مثل القلب مثل الریشة قلبها الریاح بفلاة اسنادہ جید اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعتبار الارض باسمائھا واعتبروا الصاحب بالصاحب زمین کو اس کے ناموں پر قیاس کرو اور آدمی کو اُس کے ہنشین پر اخراجہ ابن عدی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً والبیہقی فی الشعب عند موقوف اولہ فلو اهدى یوتقی الی درجة الحسن اور مروی کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایاک وقرین السوء فانک بہ تعرف برے صاحب سے نک کہ تو اسی سے پہچانا جائے گا رواہ ابن عساکر عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی جیسے لوگوں کے پاس آدمی کی نشست برعاست ہوتی ہے لوگ اُسے جیسا ہی جانتے ہیں اور بد مذہبوں سے محبت تو زہر قاتل ہے اس کی نسبت احادیث کثیرہ صحیحہ مستبرہ میں جو خطر عظیم آیا سخت ہونا کہ ہے ہم نے وہ حدیثیں اپنے رسالہ المقالة المستفیہة عن احکام بدعة للمکفرہ میں ذکر کیں بالجملہ ہر طرح ان سے دوری مناسب خصوصاً ان کے پیچھے ناز سے تو احتراز واجب اور ان کی امامت پسند نہ کرے گا مگر دین میں ماہرین یا عقل سے مجانبہ امام بخاری تاریخ میں اور ابن عساکر ابوالمانہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور شہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان سے کہ ان تقبل صلا تکر فلیؤمکم خیارکم فانکم وخذکم فیما بینکم وبن دیکو اگر تمہیں اپنی نیک تمہاری امامت کریں (حاکم مستدرک اور طبرانی معجم میں مرغ بن ابی مرغ غوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور شہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان سے کہ ان تقبل صلا تکر فلیؤمکم خیارکم فانکم وخذکم فیما بینکم وبن دیکو اگر تمہیں اپنی ناز کا قبول ہونا خوش آتا ہو تو چاہیے جو تم میں اچھے ہوں وہ تمہارے امام ہو کہ وہ تمہارے بغیر میں تم میں اور تمہارے رب میں واقفیتی وبقی اپنی سنن میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور شہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اجعلوا اثمتکم خیارکم فانکم وخذکم فیما بینکم وبن دیکو اگر تمہاری نیکوں کو اپنا امام کرو کہ وہ تمہارے وصال میں درمیان تمہارے اور تمہارے رب عزوجل کے) اقول والا حادیث وان ضحفت فقد تائیدت اذ عن ثلثة من الصحابة ورودت علیہم

جميعا رضوان المولى جل وعلا وتقدس وتعالى - الحمد لله الذي جعلنا من ذى القعدة من شروء اورچرام ذى الحجة روزگار افروز
و شنبه ۳۰ محرم قديره على صاحبها العتق صلاة وتحيية كودرسائے انتقام ہوئی - وصلى الله تعالى على خاتم النبیین بدارسما
المرسلين محمد وآله والا ئمة المجتهدين والمقلدين لهم باحسان الى يوم الدين والحمد لله رب العلمين والله تعالى اعلم
وعلمه جل مجدده اتم واحكم -

بَابُ الْجَمَاعَةِ

مسئلہ - از میرٹھ خیر نگہروا زہ خیر المساجد مولوی ابو العاتق محمد عیوب اللہ صاحب قادری برکاتی ۲ رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ مسجد خیر نگہروا زہ کا صحن محراب کے ہر دو جانب میں ساوی نہیں ہے بلکہ دست راست کی جانب ۱۶ فٹ بڑھا ہوا ہے گری برسات وغیرہ میں جب نماز صحن مسجد میں پڑھی جاتی ہے تو جماعت اس سرے سے اُس سرے تک قائم ہوتی ہے جو محراب کی نسبت سے دائیں جانب ۱۶ فٹ متجاوز ہوتی ہے جس کا ایک خاکہ بھی مسئلہ خدمت ہے اب درایف طلب یہ ہے کہ جب صحن مسجد میں جماعت قائم ہو جائے تو امام کو رعایت و مصلحت کی لازم ہے یا محاذات محراب ضروری ہے۔ بینوا تو جبر و

الجواب

امام کے لیے سنت متواترہ کہ زمانہ اقدس رسالت سے اب تک سہو ہے وسط مسجد میں قیام ہے کہ صف پوری ہو تو امام وسط صف میں
 ہو اور یہی جگہ محراب حقیقی و متواتر ہے محراب صوری کہ طاق نما ایک خلا وسط دیوار قبلہ میں بنا نا حادث ہے اُسی محراب حقیقی کی علامت ہے
 یہ علامت اگر غلطی سے غیر وسط میں بنائی جائے اُس کا اتباع نہ ہوگا بلکہ مراعات تو وسط ضروری ہوگی کہ اتباع سنت و انتقام کراہت و امثال
 ارشاد حدیث تو سطوا الامام جو محبین مصطفیٰ محمد ہاں یہ محراب صوری ہوتی ہی نہیں جیسے الفضل المساجد مسجد اعظم شریف اور اس میں ہر
 مسجد کا صحن داخل ہے کہ باختلاف توئم مسجد متقل ہے فقہائے کرام درجہ مسجد کو مسجد شتوی کہتے ہیں اور غیر مسجد کو مسجد صغی جب اُن کے وسط مطابق
 نہ ہوں تو ہر مسجد کے لیے اُس کا اپنا وسط معتبر ہے پس صورت مستفسرہ میں جبکہ مسجد صغی مسجد شتوی سے سولہ فٹ جانب راست زائد ہے تو امام
 محراب صوری اندرونی کی محاذات سے آٹھ فٹ جانب راست ہٹ کر صحن میں کھڑا ہو کہ اس مسجد کی محراب میں قیام حاصل ہو در مختار میں ہے
 یصف الامام ویقف وسطا وایہ شرح ہدایہ میں ہے السنۃ ان یقوم الامام اذاء وسط الصف الا تری ان الحدایب ما نصبت
 الا وسط المساجد وہی قد عینت لمقام الامام مبسوط امام بکر خواہ مرادہ میں ہے لو قام فی احد جانبی الصف یکبرہ ولو کان المسجد
 الصغی یجنب الشوی وامتلاء المسجد یقوم الامام فی جانب الحائط البستوی القوم من جانبہ الخ اثر ہاشم) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ازادہ نگہ ڈاکھا : اچھیندرہ ضلع اگر مسئلہ محمد صادق علی خاں صاحب - رمضان شریف ۱۳۳۱ ہجری
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے باہر درمیں جو مشرق کی جانب ہوتا ہے اُس میں تنہا امام کو کھڑے ہو کر نماز پڑھانی کیسے

اور اکثر مساجد میں باہر کا صحن اندر کے صحن سے بہت نیچا ہوتا ہے۔ بیٹو! توجروا

الجواب

امام کو در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے فی رد المحتار عن المعراج الدرایۃ عن سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ انی اکوہ للامام ان یقوم بین الساریتین پھر امام و مقتدیان کا درجہ بدلا ہوتا کہ امام درجہ مسقط میں ہے اور ب مقتدی صحن میں یہ دوسری کراہت ہے کما فی جامع الرموز پھر اگر در کی کرسی صحن سے بقدر امتیاز بلند ہوئی تو یہ تیسری کراہت ہے کما فی الدال المختار والتفصیل فی فتاویٰ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ڈھاکہ بنگالہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۰۵ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طالب العلم پر جو طلب علم دین کرتا ہے جماعت نماز بیجا نہ واجب ہے یا نہیں۔ بیٹو! توجروا

الجواب

علماء نے طالب و مشغول علم کو احیاناً ترک جماعت میں معذور رکھا ہے بچہ شرط اس کا اشتغال خاص علم فقہ سے ہو کہ مقصود اصلی ہے نہ خود صرف وقت و مکانی و بیان و بدیع و غیرہ اگرچہ وجہ آیت داخل علم دین ہیں اور وہ اشتغال بدرجہ استفادہ ہو جس کے سبب فرصت نہ پائے نہ یہ کہ اشتغال فقہ کا ہر نہ کر کے جماعت تو ترک کرے اور اپنا وقت بطالت فضولیات میں گذارے جیسا کہ بہت طلبائے زمانہ کا اندازہ ہے یا حالت یہی ہو کہ کسی وقت اہتمام جماعت کے سبب اس کے کام میں حرج واقع ہو جس کا بندوبست نہ کر سکے نہ دوسرا وقت اس کا بدل سکتا ہو مثلاً ایک جمع طلبہ کے ساتھ فقہ کا درس رکھتا ہے اگر اس جماعت کو جائے یہ جماعت نہ پائے پھر باتیں ہمہ کسل نفس کے لیے اس مسئلہ کو حیلہ بنا کر ترک جماعت پر مبادرت نہ کرے بلکہ احیاناً واقع ہو درہ معذور نہ ہو گا بلکہ سخت تعزیر ٹھہرے گا در مختار میں دربارہ اعذار ترک جماعت لکھا کہ الاشتغال بالفقہ لا یغیرہ کذا اجز مرہ الباقی تبعاً للہنسی الا اذا واطب تکاسلا فلا یعذر ویغفر۔ فوراً ایضاح و مراقی الفلاح میں ہے (و تکرار فقہ) لا یخولفہ (بجماعت تفرغ) ولہ ید اوم علی ترکھا قینہ کے لفظ ہیں من لا یخیرہا لاستغراق اوقاتہ فی تکرار الفقہ الخ علامہ شامی نے فرمایا ثم اشتغال لا یغیر الفقہ فی بعض من الاوقات عذر معتبر واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از پٹنہ عظیم آباد مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۰۵ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر صحن اول کے مقتدی امام کے ایسے متصل کھڑے ہوں کہ ان کے پیچھے امام کی ایڑی کے برابر ہوں یا ایک بالشت امام کی ایڑی سے پیچھے ہوں اس غرض سے کہ دوسری صف بھی مسجد کے اندر ہو جائے حالانکہ صحن میں جگہ ہے اور صحن اول کا کوئی مقتدی امام کے پیچھے نہ ہو اس صورت میں کراہت ہوگی یا نہیں اگر ہوگی تو کیسی کراہت ہوگی۔ بیٹو! توجروا

الجواب

صورت سنفسرہ میں بیشک کراہت تحریمی ہوگی اور ایسے امر کے مرتکب آثم و گنہگار کہ امام کا صحن پر مقدم ہونا سنت دائمہ ہے جس پر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ مواظبت فرمائی اور مواظبت دائمہ دلیل وجوب ہے اور ترک واجب مکروہ تحریمی اور مکروہ تحریمی کا

از کتاب گناہ امام محقق علی الاطلاق فتح القدر میں فرماتے ہیں ترك التقدم لاما للرجال محرم وكن صرح الشارح وسماه في الكافي
مكروها وهو الحق اى كراهة تحريم لان مقتضى المواظبة على التقدم منه عليه الصلاة والسلام بلا ترك الوجوب فلعنه كراهة
التحريم اى في حق مقتضى فعله صلى الله تعالى عليه وسلم التقدم على الكثير من غير ترك الوجوب بحر الرائق في التقدم واجب
على الامام للمواظبة من النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وترك الواجب موجب كراهة التحريم المقتضية للاشراقول وبالله
التوفيق ظاہر ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ تقدم ہمیشہ یوہیں تھا کہ صفت کے لیے پوری جگہ عطا فرماتے ذوہ ناقص وقاصر تقدم
جو سوال میں مذکور ہوا دلیل واضح اس پر یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تکمیل صفت کا نہایت اہتمام فرماتے اور اس میں کسی جگہ فرج
چھوڑنے کو سخت ناپسند فرماتے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو ارشاد ہوتا اقيموا صفو فكم وتراصوا فاني اراكم من وراء ظهري
اپنی صفیں سیدھی کرو اور ایک دوسرے سے خوب مل کر کھڑے ہو کہ بیشک میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں اخروہ البخاری والنسائی
عن انس بن مالك رضى الله تعالى عنه ومسلم بلفظ اتهموا الصفوف فاني اراكم خلف ظهري دوسری حدیث میں ہے سدوا الخلل
فان الشيطان يدخل فيما بينكم بمنزلة الخذف یعنی صفت چھدری نہ رکھو کہ شیطان بھیڑ کے بچے کی وضع پر اس چھوٹی ہوئی جگہ میں داخل ہوتا
ہے رواہ الامام احمد عن امامة الباهلی رضى الله تعالى عنه اور یہ معنون حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بالفاظ عدیدہ مروی ہوا امام
احمد بسند صحیح ان سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں راضوا الصفوف فان الشيطان يقوم في الخلل یعنی صفیں خوب گھنی رکھو
جیسے انگ سے درزیں بھر دیتے ہیں کہ فرج نہ رہتے تو اس میں شیطان کھڑا ہوتا ہے نسائی کی روایات صحیحہ میں ہے راضوا صفو فكم وقاربوا بينكما
وحاذوا بالاعتناق فالذي نفسي بيده اني لارى الشياطين تدخل من خلل الصفف كما تخال الخذف اپنی صفیں خوب گھنی کرو اور آپس پاس
کرو اور گردنیں ایک سیدھ میں رکھو کہ قسم اُس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بیشک میں شیاطین کو رخزہ صفت میں داخل ہونے دیکھتا ہوں
گو یا وہ بھیڑ کے بچے ہیں ابوداؤد طیالسی کی روایت میں یوں ہے اقيموا صفو فكم وتراصوا فالذي نفسي بيده اني لارى الشياطين
بين صفو فكم كانها غنر غنر گویا وہ بکریاں ہیں جھکے رنگ کی فائدہ بھیڑ بکری کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو اکثر دیکھا ہے کہ
جہاں چند آدمی کھڑے دیکھے اور دو شخصوں کے بیچ میں کچھ فاصلہ پایا وہ اس فرج میں داخل ہو کر ادھر سے اُدھر نکلتے ہیں یوہیں شیطان جب
صفت میں جگہ خالی پاتا ہے دلوں میں دوسرہ ڈالنے کو آگھٹتا ہے اور جھکے رنگ کی تخصیص شاید اس لیے ہے کہ حجاز کی بکریاں اکثر اسی رنگ
کی ہیں یا شیاطین اس وقت اسی شکل پر متشکل ہوتے جو متنی حدیث میں اس تاکید شدید سے ارشاد فرمایا اقيموا الصفوف فانما يصفون
بصف الملائكة وحاذوا بين المناكب وسدوا الخلل ولينوا بايدي اخوانكم ولا تذروا فرجات للشياطين ومن وصل صفا و
صله الله ومن قطع صفا قطعه الله یعنی صفیں درست کرو کہ تمہیں تو ملائکہ کی سی صفت بندی چاہیے اور اپنے شانے سب ایک سیدھ میں
رکھو اور صفت کے رخنے بند کرو اور سلاخوں کے ہاتھوں میں نرم ہوجاؤ اور صفت میں شیطان کے لیے کھڑکیاں نہ چھوڑو اور جو صفت کو وصل کرے اللہ
اُسے وصل کرے اور جو صفت قطع کرے اللہ اُسے قطع کرے رواہ الامام احمد وابوداؤد والطبرانی فی الکبیر والحاکم وابن خزيمة وصحاحہ
عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما وعند النسائي والحاکم عنه بسند صحيح الفصل الاخير اعني من قوله من وصل الخلد يث

ملائکہ کی صف بندی کا دوسری حدیث میں خود بیان آیا خراج علیہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال الا تصفون کما تصف
 الملائکۃ عند ربھا فقلنا یا رسول اللہ کیف تصف الملائکۃ عند ربھا قال یقون الصف الاول ویتواصون فی الصف سید عالم صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم نے باہر تشریف لاکر ارشاد فرمایا ایسے صف کیوں نہیں باندھتے جیسے ملائکہ اپنے رب کے سامنے صف بستہ ہوتے ہیں ہم نے عرض کی یا رسول
 اللہ اپنے رب کے حضور کیسی صف باندھتے ہیں فرمایا اگلی صف کو پورا کرتے ہیں اور صف میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں اخوجہ احمد و مسلمہ
 و ابوداؤد و الدنمائی و ابن ماجہ عن جابر بن سمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مسلمانوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جانا یہ کہ اگر اگلی صف میں کچھ
 فرج رہ گیا اور بیٹیں باندھ لیں اب کوئی مسلمان آیا وہ اس فرج میں کھڑا ہونا چاہتا ہے مقتدیوں پر ہاتھ رکھ کر اشارہ کرے تو انہیں حکم ہے کہ
 دب جائیں اور جبکہ دیدیں تاکہ صف بھر جائے فتح القدیر و بکر الرائق و مراۃ الفلاح و در مختار و غیرہ میں ہے واللفظ للشر نبلائی قال بعد
 ایراد الحدیث الرابع وبھذا یعلم جمل من یستفسک عند دخول احد بمعنبہ فی الصف یظن انہ ریاء بل ہوا عانۃ علی ما امر بہ النبی
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور نہایت یہ کہ اگر اگلی صف والوں نے فرج چھوڑا اور صف دوم نے بھی اس کا خیال نہ کیا مگر اپنی صف گھنی کر لی اور
 بیٹیں بندھ گئیں حالانکہ ان پر لازم تھا کہ صف اول والوں نے بے اعتدالی کی تھی تو یہ پہلے اس کی تکلیف کر کے دوسری صف باندھتے اب ایک شخص آیا
 اور اس نے صف اول کا رخ نہ دیکھا اسے اجازت ہے کہ اس دوسری صف کو چیر کر جائے اور فرج بھر دے کہ صف دوم بے خیالی کر کے آپ تقصیر ار
 ہے اور اس کا چیز نادرہ۔ قنیہ و بکر الرائق و شرح فہر الا بیہدج و در مختار و غیرہ میں ہے واللفظ لشرح التذویر لو وجد فرجۃ فی الاول لا الثانی
 لہ خرق الثانی لتقصیرہم بھر میں ہے لاحرمۃ لہم لتقصیرہم یہیں اس رخ نہ بندی کے لیے پھیل صف کے نازیوں کے آگے گزرتا جائز ہے
 کہ انھوں نے خود اس امر عظیم میں بے پرواہی کر کے جس کا شرع میں اس درجہ اہتمام تھا اپنی حرمت ماقط کر دی۔ قنیہ میں ہے قام فی اخر صف
 و بیہدج و بین الصفوف مواضع خالیۃ فللا دخل ان یردین ہدایہ لیصل الصفوف لانه اسقط حرمۃ نفسه فلا یانقر المار
 بہن ید یہ حدیث میں ہے من نظر الی فرجۃ فی الصف فلیسدھا بنفسہ فان لم یفعل فمر مار فلیخط علی رقبتہ و نازہ
 لاحرمۃ لہ یعنی جسے صف میں فرج نظر آئے وہ خود وہاں کھڑا ہو کر اسے بند کر دے اگر اس نے نہ کیا اور دوسرا آیا تو وہ اس کی گردن پر قدم
 رکھ کر چلا جائے کہ اس کے لیے کوئی حرمت نہ رہی اخوجہ الدیلمی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہیں اگر صف دوم میں کوئی
 شخص نیٹ باندھ چکا اس کے بعد اسے صف اول کا رخ نہ نظر آیا تو اجازت ہے کہ عین نماز کی حالت میں چلے اور جا کر فرج بند کر دے کہ پیش قبل
 حکم شرع کے امتثال کو واقع ہوئی ہاں دو صف کے فاصلہ سے نہ جائے کہ مٹھی کپڑا ہو جائے گی علامہ ابن امیر الحاج علیہ میں ذخیرہ سے ناقل
 ان کان فی الصف الثانی فرأی فرجۃ فی الاول فمشی الیھا لم تفسد صلاتہ لانه ماصور بالمراصۃ قال علیہ الصلوۃ والسلام
 تواصوا فی الصفوف ولو کان فی الصف الثالث تفسد علامہ ابن عابدین رواحتہ میں فرماتے ہیں ظاہر التعلیل بالامرانہ یطلب
 منہ المشی الیھا تامل ثم اقول و باللہ التوفیق یہ احکام فقہ و حدیث باعلیٰ نہ اسنادی کہ وصل صفوف اور ان کی رخ نہ بندی اہم
 ضروریات سے ہے اور ترک فرج منوع و ناجائز یہاں تک کہ اس کے دفع کو نازی کے سامنے گزر جانے کی اجازت ہوئی جس کی بابت حدیثوں
 میں سخت نہی وارد تھی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لو یعلم العاربین یدی المصلی ماذا علیہ لکان ان یقف اربعین

خیر اللہ من ان یربین ید یہ اگر نمازی کے سامنے گزرنے والا جانتا کہ اس پر کتنا گنہ ہے تو چالیس برس کھڑا رہنا اس گزر جانے سے اس کے حق میں بہتر تھا اخرجہ الاثمہ احمد والسنة عن ابی جہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال الحافظ فی بلوغ المرام ووقع فی البزاس من وجہ اخرا ربین خریفا قلت والاحادیث یفسر بعضها بعضا اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لو یعلم احدکم ماله فی ان یربین یدی اخیہ معترضاً فی الصلاة کان لان یقوم مائة عام خیر له من الخطوة التي خطاها اس میں تئیس برس کھڑا رہنا اس ایک کام رکھنے سے بہتر فرمایا رواہ احمد وابن ماجہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام طحاوی فرماتے ہیں پہلے چالیس ارشاد ہوئے تھے پھر زیادہ تعظیم کے لیے تئیس فرمائے گئے۔ تیسری حدیث میں ہے لو یعلم الماربین یدی المصلی لاحتب ان یکسر فخذہ ولا یربین ید یہ اگر نمازی کے آگے گزرنے والا دانش رکھتا تو چاہتا اس کی ران ٹوٹ جائے مگر نمازی کے سامنے سے نہ گزرے۔ رواہ ابوبکر بن ابی شیبہ فی مصنفہ عن عبد الحمید بن عبد الرحمن منقطع۔ چوتھی حدیث میں ارشاد فرمایا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا صلی احدکم الی شیء یسترہ من الناس فاراد احد ان یمتاز بین ید یہ فلیدفعہ فان ابی فلیقاتلہ فانما هو شیطان۔ جب تم میں سے کوئی شخص سترہ کی طرف نماز پڑھتا ہو اور کوئی سامنے سے گزرنا چاہے تو اسے دفع کرے اگر نہ مانے تو اس سے قتال کرے کہ وہ شیطان ہے اخرجہ احمد والبخاری ومسلم وابدوؤد والنسائی عن ابی سعید الحدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظاہر ہے کہ ایسا شدید امر جس پر یہ تشدیدیں اور سخت تنہدیں ہیں اُسی وقت رد رکھا گیا ہے جب دوسرا اس سے زیادہ اشد اور اشد تھا کما لا یخفی ایک دلیل اس وجوب اور فرج رکھنے کی کراہت تحریمی پر یہ ہے دلیل دوم احادیث کثیرہ میں صیغہ امر کا وارد ہونا کما سمعت وما ترکک لیس باقل مما سدرت اس لیے ذخیرہ وحیدہ میں فرمایا انہ مامور بالامراصة۔ فقہ القدر و بحوالائق وغیرہا میں فرمایا سد الفرجات مأمور بہ فی الصف اور اصول میں برہن ہو چکا ہے امر مفید وجوب ہے الا ان یصرف عنہ صارف ولیل سوم علی تصریح فرماتے ہیں کہ صف میں جگہ چھوٹی ہو تو اور مقام پر کھڑا ہونا مکروہ ہے فی الخانیة والدار المختار وغیرہا واللفظ للعلاء لوصلی علی رفوف المسجد ان وجد فی صفہ مکانا مکروہ لقیامہ فی صف خلف صف فیہ فرجة اور کراہت مطلقہ سے مراد کراہت تحریم ہوتی ہے الا اذا دل دلیل علی خلافہ کما نص علیہ فی الفقہ والبحر وحاشی الذر وغیرہا من تصانیف الکرام الغر ولیل چہارم احادیث سابقہ میں حدیث رابع کے وحید شد یہ من قطع صفا قطعہ اللہ علامہ طحاوی پھر علامہ شامی زیر عبارت مذکورہ در مختار فرماتے ہیں قول کقیامہ فی صف الخهل الکراہۃ فیہ تنزیہیۃ او تحویمۃ ویؤشد الی الثانی قول علیہ الصلوۃ والسلام ومن قطعہ اللہ انتہی فافہم جب یہ امر واضح ہو گیا تو اب صورت مذکورہ سوال میں دوسری وجہ کراہت تحریم کی اور ثابت ہوئی ظاہر ہے کہ جب امام و صف اول میں صرف اس قدر فاصلہ قلیل چھوٹا تو بالیقین صف اول ناقص رہے گی اور امام کے پیچھے ایک آدمی کی جگہ چھوٹے گی وہ بھی ایسی جسے وجہ تنگی مقام کوئی بھر بھی نہ سکے گا تو یہ فعل ایک مکروہ تحریمی کو مستلزم اور جو مکروہ تحریمی کو مستلزم ہو خود مکروہ تحریمی ہے محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں بعد عبارت منقولہ صدر جواب کے فرماتے ہیں واستلزم معاذ ذکر ان جماعة النساء نکرة کراہۃ تحریم لان ملزوم متعلق بالحکم اعنی الفعل المعین ملزوم لذلك الحکم انتہی۔ بحکمہ اللہ اس تحقیق انیق سے چند سائل

نفیس ثابت ہوئے اولاً امام کا صفت بر تقدیم جو نبض ہادیہ دکانی وغیرہ واجب ہے وہ صرف ٹھوڑا آگے بڑھ جانے سے ادا نہیں ہوتا جب تک پوری صفت کی جگہ نہ چھوٹے ثانیاً ہر صفت میں اول سے آخر تک دوسری صفت کے لیے صفت کامل کی جگہ بچنا واجب ہے ثالثاً کسی صفت میں فرج رکھنا مکروہ تحریمی ہے جب تک اگلی صفت پوری نہ کر لیں صفت دیگر ہرگز نہ باندھیں رابعاً صورت مذکورہ سوال دو کراہت تحریمی مشترک ہے ایک ترک تقدم دوسری بقائی فرج خامساً اکثر واقع ہوتا ہے کہ امام کے ساتھ ایک مقتدی تھا دوسرا آیا بائیں ہاتھ کو کھڑا ہو گیا یہاں تک تو کراہت تنزیہی تھی لکن السنۃ بھرا اور لوگ بھی آتے اور یہیں برابر کھڑے ہو جاتے ہیں نہ امام آگے بڑھتا ہے نہ مقتدی پیچھے ہٹتے ہیں یہ صورت مکروہ تحریمی ہے کہ اگرچہ ایسے مقتدی کے حق میں سنت یہ ہے کہ امام کے داہنی جانب بالکل اس کے محاذی کھڑا ہو نہ متاخر اور یہ سنت عوام میں صد ہا سال سے متروک ہے اکیلا بھی امام سے کچھ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہوتا ہے امام نسفی کافی شرح دانی میں فرماتے ہیں الواحد یقوم عن یمینہ۔ اسی ان کان مع الامام واحد وقف عن یمین الامام لانه علیہ الصلوۃ والسلام صلی بامن عباس فاقامہ عن یمینہ ولا یتأخر عن الامام فی ظاہر الروایۃ وعن محمد انه یضع اصابعہ عند عقب الامام وهو الذی وقع عند العوام انھی قلت وعوام زماناً قد تعدوا حتی خرجوا عن روایۃ محمد ایضاً کما هو مشاہد۔ پھر جو بعد کو آئے وہ اس مقتدی کی محاذات میں کھڑے ہوں گے جس کے باعف امام کو قدم سے قدم رہے گا اس صورت میں وہ توسط جس کی نسبت درمختار میں فرمایا لو توسط اثنین کمرہ تنزیہا و تحویلاً لو اکثر اگر نہ بھی مانا جائے تاہم اس صورت میں کراہت تحریم ہی رہے گی کہ توسط نہ سہی فرج رکھنا اور صفت کامل کی جگہ نہ چھوڑنا خود موجب کراہت تحریمی ہے یہ مسائل واجب الحفظ ہیں اکثر اہل زمانہ اُن سے غافل ولعلک لا تجد هذا للتحقیق الخطیر بحذالایضاح والفقیر فی غیر هذا التحویر والحمد لله علی ما علمنا الله سبحانه وتعالی اعلم۔

مسئلہ - یکم جمادی الآخرہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سمجھ وال لڑکا آٹھ نو برس کا جو نماز خوب جانتا ہے اگر تنہا ہو تو کیا اسے یہ حکم ہے کہ صفت دُور کھڑا ہو یا صفت میں بھی کھڑا ہو سکتا ہے۔ بینوا تو جروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں اُسے صفت سے دُور یعنی بیچ میں فاصلہ چھوڑ کر کھڑا کرنا تو منع ہے فان صلاة الصبی المميز الذی یقبل الصلاة صحیحۃ قطعاً وقد امر النبی صلی الله تعالی علیہ وسلم بسد الفرج والتراصق فی الصفون ونهی عن خلافہ بنهی شدید اور یہ بھی کوئی ضروری امر نہیں کہ وہ صفت کے بائیں ہی ہاتھ کو کھڑا ہو علیاً اُسے صفت میں آنے اور مردوں کے درمیان کھڑے ہونے کے صاف اجازت دیتے ہیں درمختار میں ہے لو واحد أدخل الصف مر فی الفلاح میں ہے ان لم یکن جمع من الصبیان یقوم الصبی بین الوجال بعض بے علم جو ظلم کرتے ہیں کہ لڑکا پہلے سے داخل نماز ہے اب یہ آئے تو اُسے نہت بندھا ہوا ہٹا کر کنارے کر دیتے اور خود بیچ میں کھڑے ہو جاتے ہیں یہ محض جهالت ہے اسی طرح یہ خیال کہ لڑکا برابر کھڑا ہو تو مرد کی نماز نہ ہوگی غلط و خطا ہے جس کی کچھ اصل نہیں۔

فتح القدر میں ہے اما محاذاة الامور فصوح الكل بعدم افساده الامن شذو ولا مفسك له في الرواية ولا في الدراية والله تعالى اعلم وعلمه جل مجدہ اتموا حکم۔

مسئلہ - از ہسرام محلہ دائرہ ضلع آرہ مسئلہ حافظ عمر جلیل ۱۶ شوال ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا میں (۱) اگر کوئی نماز کسی وجہ سے دہرائی جائے تو وہ شخص کہ نماز مشکوکہ میں شریک نہیں تھا وہ عبادت ثانیہ میں شریک ہو سکتا ہے یا نہیں (۲) امام فرض پڑھا رہا ہے ایک مقتدی دوسری یا تیسری رکعت میں ملا تو اس کا جو چھوٹ گیا ہے باواز بلند پڑھے یا آہستہ (۳) قضا عمری کو امام وداع جمعہ کو فجر سے عشا تک بھر پڑھا دے تو سب کی عمر بھر کی قضا کیا ادا ہو جائے گی۔ (۴) نماز جمعہ میں اگر کوئی شخص تشدد میں شریک ہو تو نماز ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) نماز اگر ترک فرض کے سبب دہرائی جائے نیا شخص شریک ہو سکتا ہے ورنہ نہیں (۲) عل تصریح فرماتے ہیں کہ سبوت اپنی چھوٹی ہوئی رکعات میں مغفوب ہے اور تصریح فرماتے ہیں کہ مفرد کو جہری رکعتوں میں جہر جائز بلکہ افضل ہے مگر اس میں یہ دقت ہے کہ مفرد کا جہر اور کے شامل ہونے کا داعی ہوگا اور یہ دعوت غیر ہے کہ دونوں کو جماعت مل جائے گی لیکن سبوت کا جہر کہ ناواقف کو شرکت کی طرف داعی ہو امر ناجائز کی طرف داعی ہوگا اور اس کا وہ عمل باطل جائے گا لہذا یہ ہی اصوب معلوم ہوتا ہے کہ وہ جہر نہ کرے۔ (۳) یہ قضا عمری کی جماعت جاہلوں کی ایجاد اور محض ناجائز و باطل ہے (۴) سلام سے پہلے جو شریک ہو گیا اُسے جمعہ مل گیا۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقتدی ابھی التحیات پوری نہ کرنے پایا تھا کہ امام کھڑا ہو گیا یا سلام پھیر دیا تو مقتدی التحیات پوری کر لے یا اتنی ہی پڑھ کر چھوڑ دے۔ بینوا توجروا

الجواب

ہر صورت میں پوری کر لے اگرچہ اس میں کتنی ہی دیر ہو جائے لان الشہد واجب والواجب لا یترک لسنة والمسئلة منصوص علیہا فی الحانیتہ وغیرہا فی کتب العلماء واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از فیض آباد مسئلہ منشی احمد حسین صاحب خرسند نقشہ نویس اسسٹنٹ انجینیئر ریلوے ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین و مفتیان شرع مبین اس مسئلہ میں کہ (۱) زید مسجد یا خلافت آں نماز فرض پڑھا رہا ہے اور اس کی پہلی رکعت ہے یا کوئی اور رکعت اور بکر تنہا یا دو شخص داخل ہوئے باوجود اطلاع ہونے یا ہو جانے کے بکر تنہا یا دونوں شخصوں نے اُسی مقام پر اور اُسی صفت پر علیحدہ فرض پڑھے اور زید کے مقتدی نے نہ کیا حکم ہے اُن کی نماز کا۔ یا پہلے ان کو اطلاع نہ تھی نیت باندھنے کے بعد رابع نے باواز بلند کہہ دیا اب کیا حکم ہے بکر کی نماز کا۔ آیا وہ نماز درست ہوئی اگر نہیں تو اطلاع پانے تک جس قدر ہو چکی ہے وہیں سے ترک کر دے یا پوری کر کے وہ نماز عادیہ کرے مفصل فرمائیے (۲) اگر بیٹا یا عورت یا نابالغ یا شیخہ جن کی امامت بالاتفاق ناجائز ہے نماز فرض پڑھ رہا ہے مسجد میں یا باہر اور زید بھی نماز فرض پڑھنا چاہتا ہے کیا اُسی محلے پر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہ۔ کیا اس شخص کے نماز ختم ہونے تک زید کو انتظار لازم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواد

(۱) اگر زیہ قابل امامت تھا اور انھیں معلوم تھا کہ یہ فرض پڑ رہا ہے اور انھوں نے اقتداء کی بلکہ بعد ازاں فرض پڑے تو اگر جماعت اولی ہو چکی ہے جب تو فضل سے محروم رہے اور اگر یہی جماعت اولی ہوئی تو گنہگار ہوئے اور اگر زیہ قابل امامت نہیں اور ان دونوں میں کوئی قابل امامت تھا تو اب بھی وہی احکام ہیں اور اگر ان میں بھی کوئی قابل امامت نہیں تو اصلاً حرج نہ ہو اور نماز تینوں صورتوں میں مطلقاً ہو جائے گی اور نیت توڑ دینا صرف جماعت قائمہ کی تحصیل کے لیے ہے مثلاً ایک شخص نے ظہر کے فرض شروع کیے ایک رکعت یا اُس سے کم پڑھنے پایا تھا کہ جماعت قائم ہوئی نیت توڑ دے باقی جماعت معذورہ کی تحصیل کے لیے نیت توڑنے کی کہیں اجازت نہیں۔ (۲) پڑھ سکتا ہے اور ختم نماز تک انتظار کرنا کچھ ضرور نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ازیر ٹرکبہ دروازہ کارخانہ داروغہ یاد آگئی صاحب مسئلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۲ رمضان ۱۳۱۶ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جماعت ثانیہ کی نسبت کیا حکم ہے یہاں بعض لوگوں کو اس کی ممانعت میں تشدد ہے جماعت اولی کے بعد آٹھ آٹھ دس دس آدمی جمع ہو جاتے ہیں مگر جماعت نہیں کرتے برابر کھڑے ہو کر علیحدہ علیحدہ نماز پڑھتے ہیں یہ کیسا ہے۔ بینوا تو جو را

الجواد

(۱) مسجد اگر شارع عام یا بازار کی ہے جس کے لیے اہل معین نہیں جب تو بالا جماع اُس میں تکرار جماعت باذان جدید و تکبیر جدید جائز بلکہ یہی شرعاً مطلوب ہے کہ ذیبت بہ ذیبت جو لوگ آئیں نئی اذان و اقامت سے جماعت کرتے جائیں (۲) اور اگر مسجد محلہ ہے تو اگر اُس کے غیر اہل جماعت کر گئے ہیں تو اہل محلہ کو تکرار جماعت بلاشبہ جائز (۳) یا اول اہل ہی نے جماعت کی مگر بے اذان پڑھ گئے (۴) یا اذان آہستہ دی تو اُن کے بعد آنے والے باذان جدید و رجعت اعادہ جماعت کریں (۵) یا اگر امام میں کسی نقص قرأت وغیرہ یا فسق یا مخالفت مذہب کے باعث جماعت اولی فاسدہ یا مطلقاً مکروہہ یا باقی ماندہ لوگوں کے حق میں غیر اکل واقع ہوئی جب بھی انھیں اعادہ جماعت سے مانع نہیں یہ سب صورتیں تو قطعی یقینی ہیں اب رہی ایک صورت کہ مسجد مسجد محلہ ہے اور اُس کے اہل بر وجہ سنون اذان دے کر امام تطبیق موافق الذہب کے پیچھے جماعت کر چکے اب غیر لوگ یا اہل محلہ ہی سے جو باقی رہ گئے تھے آئے انھیں بھی اُس مسجد میں جماعت ثانیہ جائز ہے یا نہیں یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے ظاہر اردایہ سے حکم کراہت نقل کیا گیا اور علامہ محقق اجل مولیٰ خسرو نے درود غرہ اور مدق اکل علامہ محمد بن علی دمشقی حنفی نے خزائن الاسرار میں فرمایا کہ اس کراہت کا محل صرف اُس صورت میں ہے جب یہ لوگ باذان جدید جماعت ثانیہ کریں ورنہ بالا جماع مکروہ نہیں اور اسی طرف درمختار میں اشارہ فرمایا اور ایسے ہی منہج وغیرہ میں تصریح کی اور قول محقق منہج یہ ہے کہ اگر یہ لوگ اذان جدید کے ساتھ اعادہ جماعت کریں تو مکروہ تحریمی ورنہ اگر محراب نہ ملیں تو مکروہ تنزیہی ورنہ اصلاً کسی طرح کی کراہت نہیں یہی صحیح ہے اور یہی ماخوذ للفتویٰ درمختار میں ہے یکرہ تکرار الجماعۃ باذان و اقامۃ فی مسجد محلۃ لانی مسجد طریق او مسجد لا امام لہ ولا موزن رد المحتار میں ہے عبادتہ فی الخرائن اجمع مما ہنا ونصہا یکرہ تکرار الجماعۃ فی مسجد محلۃ باذان و اقامۃ الا اذا صلی بما فیہ ولا غیر اہلہ وکان یحذفہ الا اذا کان موزن رد المحتار میں ہے عبادتہ فی الخرائن اجمع مما ہنا ونصہا یکرہ تکرار الجماعۃ فی مسجد محلۃ باذان و اقامۃ الا اذا صلی بما فیہ ولا غیر اہلہ وکان یحذفہ الا اذا کان موزن

و یصلی الناس فیہ فجاءوا فان الافضل ان یصلی کل فریق باذان واقامة علیہ کہانی امالی قاضی خاں اہ و نحوه فی الدرس
والمراد بمسجد المحلة ماله امام و جماعة معلومون کہانی الدرس وغیرہا قال فی المنہج والتقلید بالمسجد المختص بالمحلة
احتراز من الشارع وبالأذان الثاني احتراز عما اذا صلی فی مسجد المحلة جماعة بغیر اذان حیث یباح اجماعاً اہ ثم قال اعنی
الشامی بعد ما نقل الدلیل علی الکراهة مقتضی هذا الاستدلال لا کراهة التکرار فی مسجد المحلة ولو بدون اذان ویؤیدہ
ما فی الظہیریۃ لو دخل جماعة المسجد بعد ما یصلی فیہ اہلہ یصلون وحداناً وهو ظاهر الروایۃ اہ وهذا مخالف للحکایۃ
الاجماع المارۃ الخ وقال قبل هذا فی باب الاذان بعد نقل عبارة الظہیریۃ فی آخر شرح المنیۃ وعن ابی حنیفۃ لو كانت
الجماعة اکثر من ثلثة یکرہ التکرار والا فلا وعن ابی یوسف اذا لم تکن علی الہیئۃ الاولی لا تکرہ والا تکرہ وهو الصحیح وبالعدل
عن المحراب فتختلف الہیئۃ کذا فی البرازیۃ اہ و فی المتأخرات عن الولوالجیۃ وبہ ناخذ اُسی میں ہے قد علمت ان الصحیح
انہ لا یکرہ تکرار الجماعة اذا لم تکن علی الہیئۃ الاولی بالکملہ جماعت ثانیہ جس طرح عامہ بلاد میں رائج و معمول در و منبع و خزان شروح
معتدہ کے طور پر تو بالاجماع اور عند التحق قول صحیح و معنی بہ پر بلا کراہت جائز ہے کہ دوسری جماعت والے تجدید اذان نہیں کرتے اور محراب
ہٹ ہی کر کھڑے ہوتے ہیں اور ہم پر لازم کہ ائمہ فتویٰ جس امر کی ترجیح و تصحیح فرمائے گئے اُس کا اتباع کریں درمختار میں ہے اما نحن فعلمنا
اتباع ما دمجوه وما صححوہ کما لو افتونا فی حیاتہم بغير خلاف صحیح مذہب اختیار کر کے اسے ناجائز و ممنوع بتانا اور اُس کے سبب
لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کو گنہگار ٹھہرانا محض بیجا ہے ثم اقول حال زمانہ کی رعایت اور مصلحت وقت کا لحاظ بھی مفتی پر واجب علمائے فراتے ہیں
من لم یعرف اہل زمانہ فهو جاهل اب دیکھیے کہ جماعت ثانیہ کی بندش میں کوشش و کاوش سے یہ تو نہ ہوا کہ عوام جماعت اولی کا التزام
تام کر لیتے رہا وہی کہ کچھ آئے کچھ نہ آئے ہاں یہ ہوا کہ آٹھ آٹھ دس دس جو رہ جاتے ہیں ایک مسجد میں ایک وقت میں اکیلے اکیلے نماز پڑھ کر ناحق
روافض سے مشابہت پاتے ہیں حضرات مجتہدین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے زمانے میں ایسی مشابہت پیدا ہونا درکنار خود جماعت کی برکات عالیہ
ظاہر یہ و باطنیہ سے محروم رہنا ایک سخت تازیانہ تھا جس کے ڈر سے عوام خواہی خواہی جماعت اولی کی کوشش کرتے اب وہ خوف بالائے طاق اور
اہتمام التزام معلوم۔ جماعت کی جو قدرے وقت نگاہوں میں ہے کہ اگر رہ گئے اور تنہا پڑھی ایک طرح کی غفلت و ندامت ہوتی ہے جب یعنی
مفتیان ہی انداز ہے اور گروہ کے گروہ اکیلے اکیلے پڑھا کیے تو ایک تو مرگ انبوہ جسٹن دار و دوسرے شدہ شدہ عادت پڑ جاتی ہے چند روز میں
یہ رہی سہی وقت بھی نظر سے گرجائے گی اور اُس کے ساتھ ہی سستی و کاہلی اپنی نہایت پر آئے گی اب تو یہ خیال بھی ہوتا ہے کہ خیر اگر پہلی جماعت
وقت ہوئی ایسی دیر تو نہ کیجیے کہ اکیلے ہی رہ جائیں اور تنہا پڑھ کر محرومی و ندامت کا صدر اٹھائیں جب یہ ہوگا کہ جماعت تو آخر ہو چکی اول ہو چکی اب
جماعت تو ملنے سے رہی اپنی اکیلی نماز ہے جب جی میں آتا پڑھ لیں گے یا پھر مسجد کی بھی کیا حاجت ہے لاؤ گھری میں سہی یا ہذا ائمہ فتویٰ رحمہم
تبارک و تعالیٰ کچھ سوچ سمجھ کر ترجیح و تصحیح فرمایا کرتے ہیں من و تو سے اُن کے علوم وسیعہ و عقول رفیعہ لاکھوں درجے بلند و بالا ہیں روایت و دایت
و مصالح شریعت و زمانہ و حالت کو جیسا وہ جانتے ہیں دوسرا کیا جائے گا پھر اُن کے حضور دخل در معقولات کیسا فائدہ الہادی و ولی
الایادی اس مسئلہ میں کلام طویل ہے اور بعد ذیل پختہ بولی عزیز و جلیل اگر تفصیل کیجیے رسالہ مبسوط ہوتا ہے لیکن عذر غناء اگر کس است

یکھت بس است تنبیہ مگر یہ اُن کے لیے ہے جو اچانک کسی عذر کے باعث حاضری جماعت اولیٰ سے محروم رہے نہ کہ جماعت ثانیہ کے بھروسہ پر قصداً بلا عذر مقبول شرعی جماعت اولیٰ ترک کریں یہ بلاشبہ ناجائز ہے کماحقہ فی فتاویٰ دینا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از وطن مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ: ہر رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ چرمی فریاد علیٰ دین دریں مسئلہ کہ دو جماعت در یک مسجد در یک وقت بلا علیٰ پس نماز مصلین جماعت ثانیہ جائز است یا نہ۔ بینوا توجروا

الجواب

در جواز میں صحت شک نیست اگرچہ باوصف علم باشد آری بحال علم جواز یعنی حل نیست مگر آنکہ امام اول ناشر یا ان امامت باشد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از کلکتہ دھرم تہ نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۸ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہ جماعت جو کراہت تحریمی پر مشتمل ہے جیسے پانچ چھ مقتدی امام کے برابر کھڑے ہیں یا امام کی آستین کھینچوں تک چڑھائی ہوئی ہیں یا وہ کلام مجید صبح نہیں پڑھتا اُس میں شریک ہونا چاہیے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

فقط خوانی امام اگر تاحد فساد ہے جب تو ظاہر کہ اُس جماعت میں شرکت نہ کی جائے کہ شرعاً وہ جماعت و نماز ہی نہیں اور اگر صرف اس قدر کہ مثلاً حرف صحیح تو خوب ادا کر لیتا ہے مگر پورے اوصاف زائدہ مثل تعظیم و ترفیق لام و را وغیرہ نہیں ادا ہوتے یا اظہار و انخا یا مد و قصر و تحقیق و تمیز وغیرہ اُن قواعد تجویہ کی رعایت نہیں کرتا جس کی مراعات اگرچہ تجویذ واجب ہو فقہاً صحت نماز کے لیے کچھ ضروری نہیں تو ضرور شریک ہو کہ جماعت کا ترک یا اُس سے اعراض صرف اتنی بات پر ہرگز روا نہیں ہوگی اگر جماعت کراہت تحریم پر مشتمل ہو تو شرکت ذکر کے فان سلب المقاصد اہم من جلب المصالح اور اگر صرف کراہت تنزیہ ہو جیسے امامت فاسق غیر معلن میں تو اگر دوسری جماعت پاکیزہ اُس میں بھی شرکت نہ چاہیے ورنہ شریک ہو جائے کہ ترک جماعت کراہت تنزیہی سے اشد ہے بخلاف کراہت تحریم کہ اُس کا مرتبہ قل سنیت جماعت پر ترک جماعت سے بدتر اور مسلک معتد یعنی وجوب جماعت پر مہر و برابر ہے فی حاشیۃ الحللی نشر الشافعی علی الدر الجماعۃ واجبة فقدم علی ترک کراہۃ التنزیہ وہیہ فی المعراج قال اصحابنا لا ینبغی ان یقتدی بالفاسق الا فی الجمعیۃ لانه فی غیرہا یجد اماما غیرہ اھ قال فی الفتح و علیہ فیکرہ فی الجمعیۃ اذا تعددت اقامتہا فی المصروع علی قول محمد المفتی یہ لانه بسبیل الی التحول اھ و فی الدر عن النہر عن المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعۃ اھ فی رد المحتار افا دان الصلاۃ خلفہما اولیٰ من کلا نفر ادا و وہیہ لوانتظر اماما مذبذبہ بعید عن الصفوف لم یکن اعراضا عن الجماعۃ للعلم بانہ یرید جماعۃ اکل من عذۃ الجماعۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از کلکتہ دھرم تہ نمبر ۶ مرسلہ غلام قادر بیگ صاحب ۵ رجب ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے ساتھ ایک مقتدی برابر کھڑا ہے دوسرا اور آیا نہ وہ مقتدی اول پیچھے ہٹا ناام آگے بڑھا تو یہ اُس مقتدی کو نیت باندھ کر کھینچے یا بے نیت باندھے۔ بینوا توجروا

الجواب

دو نوں صورتیں جائز ہیں فتح القدیر سے استفادہ کہ نیت باندہ کر کھینچنا اولیٰ ہے اور خلاصہ میں تصریح فرمائی کہ پہلے کھینچ کر نیت باندہ نیت
مناسب ہے ہر حال دونوں طریقے روا ہیں فتح کی عبارت یہ ہے لواقیدی واحد باخر فناء ثالث یجذب المقتدی بعد التکبیر ولو جاذبہ
قبل التکبیر لا یضیہ خلاصہ کا نص یہ ہے ینبغی ان یجذب احد من الصفت فی المسجد او فی الصحراء اولاً ثم یمسک بکبر یمسک بکبر یمسک بکبر یمسک بکبر
یہ بات کہ کھینچنا اسی کو چاہیے جو ذی علم ہو یعنی اس مسئلہ کی نیت سے آگاہ ہو ورنہ نہ کھینچے کہ مبادا وہ سبب ناواقفی اپنی نماز فاسد کر لے تحقیق
منہج اس مسئلہ میں یہ ہے کہ نماز میں جس طرح اللہ اور اللہ کے رسول کے سوا دوسرے سے کلام کرنا مفید ہے یہ ہیں اللہ و رسول کے سوا کسی کا
کہنا یا تاجل جلالہ و صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پس اگر ایک شخص نے کسی نمازی کو کچھ کھینچا یا آگے بڑھنے کو کہا اور وہ اُس کا مکمل ہو کر
ہٹا نماز جاتی رہی اگرچہ یہ حکم دینے والا نیت باندہ چکا ہو اور اگر اس کے حکم سے کام نہ رکھا بلکہ مسئلہ شرع کے لحاظ سے حرکت کی تو نماز میں کچھ خلل نہیں
اگرچہ اس کہنے والے نے نیت نہ باندھی ہو اس لیے بہتر یہ ہے کہ اس کے کہتے ہی فوراً حرکت نہ کرے بلکہ ایک ذرا تامل کر لے تاکہ بظاہر غیر کے حکم
ماننے کی صورت بھی نہ رہے جب فرق صرف نیت کا ہے اور زمانہ بدجل غالب تو عجب نہیں کہ عوام اس فرق سے غفل ہو کر بلا وجہ اپنی نماز غائب
کر لیں و لہذا علما نے فرمایا غیر ذی علم کو اصلاً نہ کھینچنے اور یہاں ذی علم وہ جو اس مسئلہ اور نیت کے فرق سے آگاہ ہو درمختار میں ہے لوامتثل امر
غیرہ فقیل له تقدم فقدّم فسدت بل یکفک ساعة ثم یتقدم بواہ قہستانی معزیا للزہدی رد المحتار میں ہے فی
المضغ بعد ان ذکر لوجذبہ اخر فناء ثالث یجذب المقتدی بعد التکبیر ولو جاذبہ قبل التکبیر لا یضیہ خلاصہ کا نص یہ ہے ینبغی ان یجذب احد من الصفت فی المسجد او فی الصحراء اولاً ثم یمسک بکبر یمسک بکبر یمسک بکبر یمسک بکبر
فی شرح القدوری بانہ امتثال لغير الله تعالى اھ کلام المصنف و ذکر الشرنبلالی ان امتثاله اناھو لا مر رسول الله صلی اللہ علیہ
تعالیٰ علیہ وسلم فلا یضیہ اھ قال ط لوقیل بالتفصیل بین کونہ امتثل امر الشارع فلا تقصد و بین کونہ امتثل امر اللہ اھ
مراعاة لمخاطرة من غیر نظر لامر الشارع ففقد لکان حسناً اھ ما فی رد المحتار ملقطاً اقول و هذا التفصیل حکماتری
من الحسن بکان بل ہوا لمحمّل لکلمات العلماء وبہ یمحصل التوفیق وبالله التوفیق رد مختار میں ہے یجذب احداً لکن
قالوا فی زماننا ترکہ اولیٰ عزائے لا سرار میں ہے ینبغی التقویض الی رأی المبتلی فان رأی عالماً جاذبہ رد المحتار میں ہے
هو توفیق حسن اختارہ ابن وہبان فی شرح منظومہ رہا یہ کہ جب نہ مقتدی ہے نہ امام بڑھے نہ وہ ذی علم ہو کہ یہ کھینچ سکے یا
مثلاً امام قندہ اخیرہ میں ہو جاں ان باتوں کا محل ہی نہیں تو ایسی صورت میں اُس آنے والے کو کیا کرنا چاہیے اگر امام کے ساتھ ایک ہی
مقتدی ہو اُس کے بائیں ہاتھ پر یہ مل جائے کہ امام کے برابر دو مقتدیوں کا ہو ناصر خلافت اولیٰ ہے قال الشامی الظاہر ان هذا اذا
لم یکن فی القعدة الاخيرة والاقتدی الثالث عن یسار الا امام ولا تقدم ولا تاخو اور اگر پہلے سے دو ہیں تو یہ پیچھے شامل ہو جائے
کہ امام کی برابر تین مقتدیوں کا ہو انکروہ تحریمی ہے فی الدردلو توسط اثنتين کرۃ تنزیہاً و نحوہا لو اکثر مرأتی الفلاح میں ہے جاذب
عالماً بالحکم لا یتاذا بہ ولا قام وحده اھ قلت فارشد الی القیام وحده صونا للصلاة غیرہ عن الفساد المحتمل فکیف
اذا کان فیہ صون صلاة نفسه وغیرہ جمیعاً عن الخلل المتیقن الموجب للاعادة والله تعالیٰ اعلم۔

الْقِلَادَةُ الْمَرْصَعَةُ فِي نَحْرِ الْأَجُوبَةِ الرَّابِعَةِ

۱۲ ۱۳ ہجری

مسئلہ - اذکان بازار میدہ دکان نور بخش و محمد سلیم مرسلہ مولوی شفیع الدین صاحب لکینوی تلمیذ مولوی احمد حسن صاحب کانپوری
۱۶ صفر ۱۳۱۲ھ

بخدمت مجمع کالات عقلیہ و نقلیہ جناب احمد رضا خاں صاحب دامت افضالہم السلام علیکم ایک استفتا خدمت شریف میں مرسل ہے
پہلا جواب مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا تھا دوسرا جواب مولوی قاسم علی مراد آبادی نے لکھا ہے چونکہ دونوں جوابوں میں مخالفت ہے
لہذا ارسال خدمت شریف میں کیا گیا ہے جو جواب صحیح ہو اُس کو مٹرو دستخط سے مزین فرمائیں اگر دونوں جواب خلاف تحقیق ہیں تو جناب علیحدہ
جواب مع حوالہ کتب تحریر فرمائیں۔ ما جوابکم ایھا العلماء رحمکم اللہ تعالیٰ ان مسئلوں میں کہ (۱) ایک شخص اپنے ایک پیسے معذور
ہے چونکہ اُس کو شب کو دوبارہ مسجد میں آنے سے تکلیف ہوتی ہے تو وہ شخص مسجد میں قبل اذان و جماعت کے اپنی نماز عشا ہمراہ ایک شخص کے
اقامت کہہ کر پڑھ لیتا ہے پس شخص مذکور کو جماعت کا ثواب ہوگا یا نہ۔ اور جو جماعت مع اذان کے بعد کو ہوگی اُس میں کچھ کراہت ہوگی یا نہ۔
(۲) ہمراہ شخص مذکور کے جو نماز پڑھتا ہے تو وہ بعد والی جماعت بسبب فوت ہونے تہجد کے ترک کرتا ہے جائز ہے یا نہ۔ (۳) ایک شخص
ہمیشہ قیلولہ اس طرح کرتا ہے کہ اُس کی ظہر کی جماعت اولیٰ ترک ہو جاتی ہے اور عذر اُس کا خوف فوت تہجد ہے جائز ہے یا نہ۔ (۴) چند
شخصوں کو کوئی ضرورت درپیش ہے وہ چند شخص قبل اذان و جماعت اپنی نماز جماعت سے مسجد میں پڑھیں جائز ہے یا نہ۔ بینوا و جبروا

جَوَابِ کَانَ پُور

جواب سوال اول - نفس جماعت کا ثواب ملے گا مگر جماعت اولیٰ کی نفیلت سے محروم رہے گا جماعت اولیٰ وہی ہوگی جو اذان و اقامت
سے اس کے بعد ہوگی اور اُس میں کچھ کراہت نہیں ہے۔ جواب سوال دوم خوف فوت تہجد ترک جماعت اولیٰ میں عذر نہیں ہے۔
جواب سوال سوم یہ عذر ترک جماعت ظہر نہیں ہو سکتا۔ جواب سوال چہارم ضرورت شدیدہ میں ترک جماعت اولیٰ جائز ہے۔

اشرف علی
الذکر وہ اولیا

واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد اشرف علی عفی عنہ

جَوَابُ مُرَادِ اَبَاد

جواب سوال اول کا یہ ہے کہ شخص معذور جو سوال کا جماعت کرنا مکروہ تحریمی ہے ثواب جماعت اصلاً نہ ہوگا اس لیے کہ اولاً تو

مذور ہے جماعت ساقط ہے بلکہ بلاجماعت امید حصول ثواب بوجہ مذوری کے ہے کما فی الہندیۃ وتسقط الجماعة بالاعذار حتی لا تجب علی المريض والمقعد والزمن ومقطوع اليد والرجل من خلاف والمفلوج الذی لا یستطیع المشی والشیخ الکبیر العاجز او کان قیما للمریض او یحتاج ضیاع ماله انتهى ملخصا ومع هذا اس شخص کا بغیر اذان واقامت کے جماعت کرنا علی الخصوص ایسے شخص کے ساتھ کہ وہ شرعاً مذور نہیں ہے موجب کراہت تحریم کا ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے ویکرة اداء المكتوبة بالجماعة فی المسجد بغیر اذان واقامة ونیز درانت الاذان سنة لا داء المكتوبة بالجماعة وقیل انه واجب الصحیح انه سنة مؤكدة پس حصول ثواب نفس جماعت کما بلکہ بوجہ ترک سنت مؤکدہ کے موجب معصیت ہے کما قال العلامة الشامی صرح العلامة ابن نجیم فی رسالته المولفة فی بیان المعاصی بان کل مکروه تحویما من الصغائر وصرح ایضا باختم شرطوا لا سقاط العدالة بالصغیرة الادمان اور جماعت بعد کوع اذان ہوگی وہ بلا کراہت ہوگی کما مر فقط۔

جواب سوال دوم کا یہ ہے کہ جواب سوال اول سے بخوبی مرہون ہو گیا کہ شرعاً یہ جماعت مکروہ تحریم ہے پس دوسرے شخص کا اس مذور کے ساتھ قبل اذان کے بخون فوت نماز تہجد کے نماز پڑھنا ترک کرنا جماعت کا ہے اور ترک جماعت کہ سنت مؤکدہ قریب واجب کے ہے واسطے ادائے صلوٰۃ تہجد کے کہ سبب ہے درست نہیں اس واسطے کہ ترک سنت معصیت ہے برخلاف امر مندوب کہ وہ معصیت نہیں درمیان میں لکھا ہے ومن المندوبات رکعتا السجدة والقنوت منه وصلوة اللیل علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں قال فی البحران الظاهر من کلامه ان الاثم منوط بترك الواجب او السنة المؤکدة لتقصي مجهم باثم من ترك سنن الصلوات الخمس علی الصحیح ونصی مجهم باثم من ترك الجماعة مع انها السنة المؤکدة علی الصحیح فقط **جواب سوال سوم** بہتر یہ ہے کہ بخون فوت تہجد کے اس قدر قیلولہ نہ کرے کہ جو موجب ترک فضیلت جماعت اولیٰ کا ہووے و ہذا اگر کرے تو جائز ہے بشرطیکہ جماعت ترک نہ ہو جائے کہ جماعت ثانیہ ہوگی اس لیے کہ ہمارے اساتذہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قول محقق یہی ہے کہ جماعت ثانیہ بلا کراہت درست ہے اور مساوی ہے ثواب میں نفس جماعت اولیٰ کے اور جماعت اولیٰ اولیٰ ہے چنانچہ میرے استاد دو کمال ومحدث والد ماجد قدس سرہ کا اثبات جماعت ثانیہ کے بارہ میں ایک رسالہ مبسوط ہے من شاء فلیطلع علیہا بناؤ علیہ واسطے ادائے نماز تہجد کے کہ اعلیٰ درجہ کی سبب ہے اس قدر قیلولہ کرنا کہ جس سے جماعت اولیٰ ترک ہو جائے نہ مطلق جماعت بلاشبہ جائز ہے اس لیے کہ فضیلت جماعت کی مساوی فضیلت تہجد کے نہیں ہے بلکہ کمتر ہے من شاء فلیطلع الاحادیث المرویة فی هذا الباب من الصحاح والاحسان فقط **جواب سوال چہارم** بحالت عذر شرعی کے بھی قبل اذان کے مسجد میں جماعت کرنا اشخاص مندرجہ سوال کا درست نہیں مگر وہ ہے البتہ بعد اذان کے درست ہے کما فی الہندیۃ ویکرة اداء المكتوبة بالجماعة فی المسجد بغیر اذان واقامة یہی حکم مورسولہ کا کہ تحریر ہوا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب فقط

العجوب صحیحہ والحبیب نجیب

قاسم علی خلعت
مولانا محمد عالم علی

حورہ العبد المقتدر الی اللہ العفی محمد قاسم علی عفی عنہ

منظیر سنہ ۱۳۰۳
مکتبہ محمد علی

قائد یقودنی الی المسجد فسأل رسول الله صلى الله عليه وآله تعالى عليه وسلم ان يرخص له فيصلى في بيته فوخص فلما ولى دعاه فقال تسمع النداء بالصلاة فقال نعم قال فاجب واخرجه السراج في مسنده مبينا فقال ان ابن امر مكنوم الاعشى الحديث وعند الحاكم عن ابن مكنوم قلت يا رسول الله ان المدينة كثيرة الهوام والسباع قال تسمع صي على الصلوة صي على الفلاح قال نعم قال فحمد الله وعند احمد وابن خزيمة والحاكم وعند بسند جيد اليسعني ان صلى في بيتي قال اتسمع القامه قال نعم قال فالتفت في اخرى قال فاحضرها ولم يرخص له وللبيهقي عنه سأل ان يرخص له في صلاة العشاء والفجر قال هل تسمع الاذان قال نعم مرة او مرتين فلم يرخص له في ذلك وله عن كعب بن عجرة جاء رجل فمر بالي النبي صلى الله عليه وآله وسلم فيه ايلفك النداء قال نعم فاذا سمعت اجب ولا حمد وابي يعلى والطبراني في الاوسط وابن حبان عن جابر واللفظ له قال اتسمع الاذان قال نعم قال فأتها ولو جوا فكان ذلك فيما نرى والله تعالى اعلم انه رضى الله تعالى عنه لم يكن يشق عليه المشى وكان يمتدى الى الطريق من دون حرج كما يشاهد الآن في كثير من العميان ثم راجعت الزرقاني على الموطأ فرأيت نص على ذلك نقلا فقال جملة العلماء على انه كان لا يشق عليه المشى وحده لكثير من العميان اروج يترجى بحث العلامة الشامي حيث بحث ايجاب الجمعة على امثال هؤلاء فقد يظهر لي وجوبها على بعض العميان الذي يمشى في الاسواق ويعرف الطرق بلا قائد ولا كلفة ويعرف اي مسجد اراده بلا سؤال احد لانه حينئذ كالمرئى القادر على الخروج بنفسه بل ربما تلحقه مشقة أكثر من هذا قائل ان ثمر رأيت الامام النووي نقل في شرح مسلم ما ذكر المحققان من معنى الرخصة عن الجمهور فقال اجاب الجمهور عنه بانه سأل هل له رخصة ان يصلى في بيته وتحصل له فضيلة الجماعة بسبب عذره فقيل لا قال ويؤيد هذا ان حضرا الجماعة يسقط بالعذر باجماع المسلمين ودليله من السنة حديث عتب بن مالك الخ **اقول** وقد علمت ما في هذا التأييد فان الشان في ثبوت الحرج له رضى الله تعالى عنه ولعل عتب بن مالك ممن يتخرج بالمشى وحده دون ابن امر مكنوم رضى الله تعالى عنهما ثم ان الامام النووي استشعر ورود قوله صلى الله عليه وآله وسلم فاجب فاجاب باحتمال انه يوحى نزل في الحال وباحتمال تغير اجتهاده صلى الله عليه وآله وسلم وبان الترخيص كان بمعنى عدم الوجوب وقوله فاجب نداء الى الافضل **اقول** اما الاولان فتسليم للقول واما حمل فاجب على الندب فخلافت الظاهر لا سيما مع بقاءه على سماع الاذان فان الندب حاصل مطلقا فافهم والله تعالى اعلم رايعا سبب قطع نظريتي في تأييد عند من في المحذور عند المعتبرين انهما بل كبر **اولا** وهي ايتان جماعت في اذان كدرباب استئذان موكد اذان اگرچه مواهب الرحمن ومرتضى الفلاح ورد المختار كذا اطلاقا است وبعيد هي وبعيد منها كثير من روايات المبسوط والمحيط والحامية والخلصة والبرازية والهندية وغيرها من المعتبرات حتى نفس رد المختار ومشي وجه الدار المختار كما بيناه فيما علقناه على هامشه مكراس قدر بلا شبهة ثابت كذا نازحنا من

له دخلت الجمعة وخروج صلاة العيدين والكسوت والجماعة والاستسقاء وغيرها والفرائض وجماعة النساء والصبيان والعبيد والعزاة وجماعة البيوت والعصاة ومستند كل ذلك مذكور فيما علقناه على رد المختار ۱۲ منه غفر له

رجال احرار غیر عراۃ مسجد میں باجماعت ادا کریں اُس کے لیے سوا بعض صورتیں کے وقت میں اذان کا پہلے ہولینا سنت ہو کہ قریب ہو اجنبی اور بے اُس کے جماعت کر لینا مکروہ و گناہ یہاں تک کہ یہ جماعت شرعاً اصلاً معتبر نہیں اس کے بعد جو جماعت باذان واقامت ہوگی وہی پہلی جماعت ہوگی بلکہ علمائے فراماتے ہیں اگر کچھ لوگوں نے آہستہ اذان دے کر جماعت کر لی کہ آواز اذان ادروں کو نہ پہنچی تو ایسی جماعت بھی داخل شمار و اعتبار نہیں نہ کہ جب سرے سے اذان دی ہی نہ جائے و حیز امام کردی میں ہے ویکرمہ للرجال اداء الصلوۃ بجماعۃ فی مسجد بلا اعلامین لا المفازۃ والکرم والبیوت الخ **اقول** قولہ بلا اعلامین ای بدون الجمعہ بینہما بنافی الکراہۃ ہوالایقان بہما لا باحد ہما بدلیل قولہ لا فی المفازۃ الخ فان ترک اعلام الشروع مکروہ مطلقاً ولو فی المفازۃ وقد نص علی الاساءۃ فی ترکہما دروغر علامہ مولیٰ خسرو میں ہے (یأتی بہما) ای بالاذان والاقامۃ (المسافر والمصلی فی المسجد جماعۃ) فی بیتہ بصر وکرہ للاول (ای المسافر ترکہا) ای الاقامۃ (وللثانی) ای المصلی فی المسجد (ترکہ) ای الاذان (ایضاً) ای کلاقامۃ علیگیریہ میں ہے لوصلی بعض اہل المسجد باقامۃ وجماعۃ ثم دخل موذن والا مام وبقیۃ الجماعۃ فالجماعۃ المستحبۃ لہم والکراہۃ للاولی کذا فی المضمرات یہ خاص جزئیہ مسئلہ سؤلہ ہے خلاصہ و خانہ دہندیہ وغیرہ میں ہے واللفظ للامام البخاری جماعۃ من اہل المسجد اذ نودی فی المسجد علی وجہ الخافۃ بمحیث لم یسمع غیرہم ثم حضری من اہل المسجد قوم وعلماؤہم ان یصلوا بالجماعۃ علی وجہہا ولا عبرۃ للجماعۃ الاولی اہل اُس معذور اور اُس کے شریک اور ان ضرورت والوں کا یہ فعل جماعت سنوۃ معتبرہ شرعیہ نہیں بلکہ مکروہہ ممنوعہ ہے اور جو جماعت باذان واقامت اس کے بعد ہوگی اُس میں کچھ کراہت نہ ہوگی بلکہ وہی جماعت سنوۃ وجماعت اولیٰ ہے ثانیاً جب یہ جماعت جماعت نہیں تو دقیق نظر حاکم کہ ان کا یہ فعل بعد دخول وقت مسجد سے بے نیت نہ ہو جماعت باہر جانا ہوا یہ بھی مکروہہ اور حدیث میں اس پر وعید شدید وارد ابن ماجہ عن امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من ادرك الاذان فی المسجد ثم خرج لم یخرج لحاجۃ وھو لا یرید الرجۃ فھو منافق در مختار میں ہے کرہ تحویلاً للنہی خروج من لم یصل من مسجد اذن فیہ جری علی القالب والمراد دخول الوقت اذن فیہ اولا بمرالرائی میں ہے الظاہر من الخروج من غیر صلاۃ عدم الصلاۃ مع الجماعۃ الخ **اقول** وظاہر ان المراد بالجماعۃ ہی الجماعۃ السنوۃ المشروعة دون المکر وہۃ المنعوتۃ فان النہی عن الخروج انما ھو لطلب الجماعۃ فلا یقتل الا الجماعۃ المطلوبۃ شرعاً کیف وقد تقدم ان الجماعۃ بلا اذان کلاجماعۃ فلا یعتد بہا اصلاً واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتعوا حکم جواب سوال دوم خون و زت تہجد

لہ شلا تہجد کے دن شریعت میں جو معذور نظر نہیں اُنہیں اذان کی اجازت نہیں اگرچہ جماعت کریں کہ اُنہیں جماعت کرنا بھی جائز نہیں تو کچھ میں معذور ہیں مزدلف کے لیے صرحت کیجی ہوئی ہے تا اذان کما فی الہندیۃ عن الخانیۃ ولا حاجۃ ہذا الی استثناء فرامت قودی فی المسجد کما فعل الشافعی ولا ما وراہ اول فانک ولوا بیت فی غیر المسجد کما زناۃ علیہ لان الکلام ہذا فی الاداء ۱۲ منہ غفل لہ لہ سندہ ضعیف واقصرنا علیہ تبعاً للبحر وغیرہ وقد ثبت بسند صحیح من حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکن فیہ تخصیص مسجد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فانه قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یسمع النداء فی مسجدی هذا ثم یخرج منہ الا حاجۃ ثم لا یرجع الیہ الا منافق رواۃ الطبرانی فی الاوسط ولابی داؤد فی مراسیلہ عن سعید بن المسیب ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لا یخرج من المسجد احد بعد النداء الا منافق الا بعد حاجۃ وھو یرید الرجوع منہ غفل لہ

مذکر جماعت مامور بہا کا مجوز ہو سکتا ہے نہ بعد دخول وقت بے شرکت جماعت شرعیہ مسجد سے نکل جانے کا بھیج نہ جماعت مکروہہ ممنوعہ کا داعی نہ خود اس عذر کا غالباً کوئی محصل صحیح کیا اذان موجب وقت تہجد ہے غرض یہ بہانہ منوع نہیں اگرچہ تہجد سنت ہی بھی کمال الہیہ کلام المحقق فی الفتح و مال الیہ تہلیلہ المحقق محمد بن الحلبي فی الحلبيہ قائلانہ الا شبه کما **اولا** وہ بر تقدیر نیست بھی معارضہ جماعت کا صانع نہیں وہ بارہ تہجد صرف ترغیبات ہیں اور ترک جماعت پر سخت ہوناک و عیدیں حتی کہ حکم کفر تک فارغ علی تاویلات المعروفة فی امثال الامام و حدیث عند احمد و الطبرانی فی الکبیر عن معاذ ابن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بسند حسن و قال ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی المتخلفین عن الجماعات لو ترکتم سنتہ نیکم کفرتم اور جماعت عشا کے نہ حاضر ہونے پر گھر جلا دینے کا قصد فرماتا ثابت کما فی الصحیحین من حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الباب غیرۃ **ثانیاً** وقت سنت آئندہ کے خون یتیقن سے فی الی اپنے ہاتھوں سنت جلیلہ چھوڑ دینے کی نظیر یہی ہو سکتی ہے کہ کوئی غنص مرگ فردا کے اندیشہ سے آج خود کشی کرے **ثالثاً** یہ جاگنے میں قصد مکروہات و منیات شرعیہ کا ارتکاب ہوگا اور تہجد نہ بھی ملا تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نوم میں تفریط نہ رکھی احمد و مسلم و ابوداؤد و ابن حبان عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظۃ بلکہ بنیت تہجد سونے والے کو اگرچہ تہجد پائے ثواب تہجد کا وعدہ فرمایا اور اس کی نیند کو رب العزت جل جلالہ کی طرف سے صدقہ بتایا مالک فی الموطا و ابوداؤد و النسائی عن اہل المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ما من امرئ تکلن لہ صلاۃ اللیل یغلبہ علیہا نوم الا کتب اللہ لہ اجر صلاتہ و کان نومہ علیہ صدقۃ و هو عند ابن ابی الدنیا فی کتاب التہجد بسند جید النسائی و ابن ماجہ و خزیمۃ و البزار بسند صحیح عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اتی فراشہ و هو ینوی ان یقوم یصلی من اللیل فغلبتہ عیناہ حتی اصبح کتب لہ ما نوی و کان نومہ صدقۃ علیہ من ربہ عزوجل و هو بمناء عند ابن حبان فی صحیحہ عن ابی ذر و ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہکذا ہا لشک امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو حثمہ اور ان کے صاحبزادہ سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حکمت صبح میں نہ دکھا ان کی زوجہ اور ان کی والدہ شفا رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سبب پوچھا ہا نماز شب کے سبب نیند نے غلبہ کیا نماز صبح پڑھ کر توبہ فرمایا مجھے جماعت صبح میں حاضر ہونا نماز تمام شب سے محبوب تر ہے **مالک** عن ابن شہاب عن ابی بکر بن سلیم بن ابی حثمہ

لہ سیاق فی نفسہ فی جواب السؤال الثالث ۱۷ منہ ہذا روایۃ ابی داؤد و الحدیث بلنظ لفضلہ عند مسلم وغیرہ ۱۲ منہ بعض احادیث میں عشا بعض میں فجر بعض میں مجرب بعض میں مطلق جماعت وار ہے اور سب صحیح ہیں کما فی عمدۃ القاری للامام العینی یہاں ذکر عشا ہی تھا لہذا اس کی تخصیص کی ۱۲ منہ غزلہ ۱۲ منہ حدیث مشہور و درمن حدیث عمرو بن اہم مکتوم عند احمد و عن اسامۃ بن زید عند ابن ماجہ و عن انس بسند جید و عن ابن مسعود کلہما عند الطبرانی فی الاوسط و عن جابر بن عبد اللہ عند الطحاوی فی مشکل الاناس و قد ذکرنا احادیثہم فی رسالتنا حسن البراعۃ فی تنقید حکم الجماعۃ اما حدیث ابی ہریرۃ فرواہ من لا یحصى من اصحاب الصحاح و السنن و المسانید و المعاجیم و اللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ عشا فی الجامع الصغیر لاحمد و ابن حبان قال شارحہ المناوی و رواہ عنہ ابوداؤد وغیرہ ۱۲ ولا شک انہ موجود فی صحیحہ المسلم ۱۲ منہ

ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقد سلیم ابن ابی حنہ فی صلاۃ الصبح وان عمرو بن الخطاب غدا الی السوق و
 مسکن سلیم بن السوق والمسجد النبوی فمر علی الشفاء سلیم فقال لها ما سلیم فی الصبح فقالت انه بات یصلی فغلبته
 عیناه فقال عمر لان اشهد صلاۃ الصبح فی الجماعة احب الی من ان اقر لیلۃ عبد الرزاق فی مصنفه عن معمر عن
 الزہری عن سلیم ابن ابی حنہ عن امہ الشفاء قالت دخل علی عمرو عندی رجلان ثمان ثقی زوجا ابائهما و ابنہما
 سلیم فقال اما صلیا الصبح قلت لم یزلا یصلیان حتی اصبحا فصلیا الصبح واما فقال لان اشهد الصبح فی جماعة احب
 الی من قیام لیلۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔ جواب سوال سوم۔ اقول وباللہ التوفیق۔ اس مسئلہ میں جواب حق و حق جواب
 یہ ہے کہ عذر مذکور فی السؤال سرے سے بیہودہ و سراپا اہمال ہے و زعم کرتا ہے کہ سنت تہجد کا حفظ و پاس اُسے تقویت جماعت پر باعث ہوتا
 ہے اگر تہجد بروجہ سنت ادا کرتا تو وہ خود فوت واجب سے اُس کی محافطت کرتا نہ کہ اُٹا فوت کا سبب ہوتا قال اللہ عزوجل ان الصلاۃ
 تنفی عن الفحشاء والمنکر بیشک نماز بیحیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں علیکم بقیام
 اللیل فانہ داب الصلحین قبلکم وقربۃ الی اللہ تعالیٰ ومنہا عن الکاشغہ و تکفیر للسیئات ومطرۃ للداء عن الجسد
 تہجد کی تلازمیت کرو کہ وہ اگلے نیکوں کی عادت ہے اور اللہ عزوجل سے نزدیک کرنے والا اور گناہ سے روکنے والا اور برائیوں کا کفارہ اور بدن
 سے بیماری دور کرنے والا رواہ الترمذی فی جامعہ وابن ابی الدنیا فی التہجد وابن خزیمہ فی صحیحہ والحاکم فی المستدرک
 وصحیحہ والبیہقی فی سننہ عن ابی امامۃ الباہلی واحمد والترمذی وحسنہ والحاکم والبیہقی عن بلال والطبرانی فی
 الکبیر عن سلمان الفارسی وابن المنی عن جابر بن عبد اللہ وابن عساکر عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین
 تو فوت جماعت کا التزام تہجد کے سر رکھنا قرآن وحدیث کے خلاف ہے اگر میزان شرع مطہرے کر اپنے احوال وافعال تو لے تو کھل جائے کہ
 یہ الزام خود اُسی کے سر تھا بھلا یہ تہجد و قیلولہ وہ میں جو اس نے خود ایجاد کیے جب تو انہیں تقویت شعار عظیم اسلام کے لیے کیوں عذر بناتا
 ہے اور اگر وہ ہیں جو حضور رب عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قولاً وفیلاً منقول ہوئے تو بتائیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
 کب ایسے تہجد و قیلولہ کی طرف بلایا جن سے جماعت فریضہ فوت ہو کیا قرآن وحدیث ایسے ہی تہجد کی ترغیب دیتے ہیں کیا سلف صالح نے
 ایسے ہی قیام لیل کیے ہیں حاشا و کلا۔ ہر رسم نہ وہی کعبہ لے اعرابی کہیں وہ کہ تو میری ہرکستان است یا ہذا سنت ادا کیا چاہتا ہے
 تو بروجہ سنت ادا کر یہ کیا کہ سنت لیجے اور واجب فوت کیجیے۔ خدا بگوش ہوش سن اگرچہ حق تلخ گزرے دوسرے ڈانے والے نے تجھے یہ چھوٹا
 بہانہ سکھایا کہ اسے مفتیان زمانہ پر پیش کرے جس کا خیال ترغیبات تہجد کی طرف جائے تجھے تقویت جماعت کی اجازت دے جس کی نظر اکہد
 جماعت پر جائے تجھے ترک تہجد کی مشورت دے کہ من ابلی مبلتین اختارواھو نفسا ہر حال مفتیوں سے ایک ایک کے ترک کی
 دستاویز نقد ہے مگر حاشا خدام فقہ وحدیث نہ تجھے تقویت واجب کا فہمی دیں گے نہ عادی تہجد کو ترک تہجد کی ہدایت کر کے ارشاد حضور صلا لا سواد
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا عبد اللہ لا تکن مثل فلان کان یقوم اللیل فترک قیام اللیل کا خلاف کریں گے رواہ الشیخان عن
 عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ اس لیے کہ وہ توفیق عزوجل حقیقت امر سے آگاہ ہیں اُن کے یہاں عقل سلیم

و نظر قویم دو عادل گواہ شہادت دے چکے ہیں کہ تجمہ و جماعت میں تعارض نہیں ان میں کوئی دوسرے کی تقویت کا ادھی نہیں بلکہ یہ ہوائے نفس شریر و سوئے طرز تدبیر سے ناشی ہوا یا ہذا اگر تو وقت جماعت جاگتا ہوتا اور طلب آرام پڑا رہتا ہے جب تو صراحتہ آشوب و تارک واجب اور اس عذر باطل میں مبتل و کاذب ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الجفاء کل الجفاء والكفر والنفاق من مع منادی اللہ ینادی الی الصلوات فلا یجیبہ ظلم پر اظلم اور تفاق ہے کہ آدمی اللہ کے منادی کو ناز کی طرف بلاتا سنے اور حاضر نہ ہو حدیث حسن قد ذکرنا تخویجہ و لفظ الطبری ینادی بالصلاة و یدعو الی الفلاح اور اگر ایسا نہیں تو اپنی حالت جانچ کہ یہ فتنہ خواب کیونکر جاگا اور یہ فساد عجاب کہاں سے پیدا ہوا اس کی تدبیر کر کیا تو قیلہ ایسے تنگ وقت کرتا ہے کہ وقت جماعت نزدیک ہوتا ہے ناچار ہو شہار نہیں ہونے پاتا یوں ہے تو اول وقت خواب کر اولیائے کرام قد سنا اللہ تعالیٰ باسمہ ارہم نے قیلہ کے لیے خالی وقت رکھا ہے جس میں نماز و تلاوت نہیں یعنی صخوة کبریٰ سے نصف النہار تک وہ فرماتے ہیں چاشت وغیرہ سے فارغ ہو کر خواب خوب ہے کہ اس سے تجمہ میں مدد ملتی ہے اور ٹھیک دوپہر ہونے سے کچھ پہلے جاگنا چاہیے کہ پیش از زوال وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر وقت زوال کے ابتدائے ظہر ہے ذکر و تلاوت میں مشغول ہو امام اجل شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سرور دی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حوار شریف میں فرماتے ہیں النوم بعد الفراغ من صلاة الضحی و بعد الفراغ من اعداد اخر من الركعات حسن قال سفین کان یجھم اذا فرغوا ان ینہما و اطلبہا للسلامة و هذا النوم فیہ فائدہ منها انه یعین علی قیام اللیل (الی قولہ قدس سرہ) و یغنی ان یکون انتباہہ من نوم النہار قبل الاستواء بساعة حتی یتکمن من الوضوء و الطہارة قبل الاستواء بحیث یکون وقت الاستواء مستقبل قبلہ ذاکرا و امسبحا او تالیما الخ ظاہر ہے کہ جو پیش از زوال بیدار ہو یا اس سے وقت جماعت کے کوئی معنی ہی نہیں کیا اس وقت سونے میں تجھ کچھ عذر ہے اچھا ٹھیک دوپہر کو سو گز نہ اتنا کہ وقت جماعت آجائے ایک ساعت قلیلہ قیلہ بس ہے اگر طول خواب سے خوف کرتا ہے تکیہ رکھ بچھو نا بچھا کہ بے تکیہ بے بستر سونا بھی سنون ہے سوئے وقت دل کو خیال جماعت سے خوب متعلق رکھ کر فکر کی فیند غافل نہیں ہوتی کھانا حتی الامکان علی الصباح کھا کہ وقت نوم تک بخارات طعام فرو ہو لیں اور طول منام کے باعث نہ ہوں سب سے بہتر علاج تقلیل غذا ہے سید المرسلین فرماتے ہیں ما ملأ آدمی وعاء شرا من بطنہ یحسب ان ادم اکلک یقمن صلیہ فان کان لا محالة فثلث لطعامہ و ثلث لشرا بہ و ثلث لنفسہ آدمی نے کوئی برتن پیٹ سے بدتر نہ بھرا آدمی کو بہت ہیں چند لقمے جو اس کی پیٹو سیدھی رکھیں اور اگر یوں نہ گزرے تو تہائی پیٹ کھانے کے لیے تہائی پانی تہائی سانس کو رواۃ الترمذی و حسنہ وابن ماجہ وابن حبان عن المقدام بن معدیکوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیٹ بھر کر قیام لیل کا شوق رکھنا باجمہ سے بچ مانگنا ہے جو بہت کھائے گا بہت پیے گا بہت پئے گا بہت سوئے گا جو بہت سوئے گا آپ ہی یہ خیرات و برکات کھوئے گا سے استغفر اللہ من قول بلا عمل : لقد نسبت بہ لئلا یندب علی و لہذا حدیث میں آیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان کثرة الاکل شوم بیشک بہت کھانا شوم ہے رواۃ البیہقی فی شعب الایمان عن امار المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما یوں بھی نہ گزرے تو قیام لیل میں تخفیف کر دو رکعتیں خفیف و تام بعد نماز عشا ذرا سونے کے بعد شب میں کسی وقت پڑھنی اگرچہ آدمی رات سے پہلے ادا سے تجمہ کو بس ہیں مثلاً ذبح عشا پڑھ کر سوراہا دس بجے اٹھ کر دو رکعتیں

لیس له ترك صلاة الجماعة كما هان الشعائر فهي اكد من سنة الفجر ولذا يتركها خوفاً من الجماعة او سنت فجر بالاتفاق بغير تمام سنن من افضل ولهذا بصورت فوت مع الفريضة بعد وقت قبل زوال ان كي قضا كا حكم ه بـ بخلاف سائر سنن كه وقت كه بد كسى كي قضا نهىس ولهذا باعذر مبع سنت فركو بيكر كر پنهانا جائز بخلاف ديكر سنن كه بـ عذر بهي رواا اگر چه ثواب ادها ولهذا صاحبين رحمهما الله تعالى كه قابل سنيت وتر هوئے سنت فجر كو اس سـ اكده مانئى كي طرف كئى در مختار ميں هـ السنن اكدها سنة الفجر اتفاقا وقيل بوجوبها فلا تجوز صلاحها قاعداً بل عذر في الاصح ولا يجوز تركها لعالم صار مرجحاً في الفتاوى بخلاف باقى السنن وتقضى اذا فاتت معه بخلاف الباقي اـ ملخصاً بحر الرائق ميں هـ سنة الفجر اقوى السنن باتفاق الروايات لها في الصحيحين عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت لم يكن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم على شئ من النوافل اشد تعاهداً منه على ركعتي الفجر اُسى ميں خلاصه سـ هـ اجمعوا على ان ركعتي الفجر قاعداً من غير عذر ولا يجوز كذا اروي الحسن عن ابى حنيفة اُسى ميں قينه سـ هـ اذا لم يسع وقت الفجر الا الترتوا الفجر او السنة والفجر فانه يوتر ويترك السنة عند ابى حنيفة وعند هما السنة اولى من الترتوير مذ هب اصح پر سنت قبلية نظرية سنن سـ اكده ميں صحى المحسن واستحسنه المحقق في الفتيه فقال وقد احسن لان نقل المواظبة الصريحة عليها اقوى من نقل مواظبته صلى الله تعالى عليه وسلم على غير هان من غير ركعتي الفجر اـ وكذا اصحى في الدراية والعناية والنهاية وكذا اذكر تصحيحه العلامة فوح كما في الطحطاوى على مرقاى الفلاح وكذا اصحى في البحر عن القنيه وعلله بوسرود الوعيد وتبعه في الدر اور ايام شمس الاله طراى كي زديك سنت فجر كه بد افضل و اكده ركعتين مغرب ميں پھر ركعتين نظرية ركعتين عشا پھر قبلية نظرية كا في الفتح وغيره قلْتُ وعليه مشى في الهندية عن تبیین الحقائق للامام الزبلى فقال اقوى السنن ركعتا الفجر ثم سنة المغرب ثم التي بعد الظهر ثم التي بعد العشاء ثم التي قبل الظهر پھر شك نهىس كه همارے الله كرام رضي الله تعالى عنهم كه زديك سب سنن روا تب تجمد سـ اهم و اكده ميں اقول وكيف لا وقد ثبت استئناها موكد امن دون تردد بخلاف التهجد فان جمهور العلماء بعد و نه من المنذوبات حتى جاء المحقق ابن الهمام فبحث بحثاً ولم يقطع قولاً فتردد في ندبه واستثنائه مع التخصيص بان الادلة القولية انما تفيد التذنب ثم بحث تليذه المحقق ابن امير الحاج اشبهية سنيتة على ما فيه من نزاع طويل ولولا غرابة المقام ومخافة الطويل لا تينا بما فيه من قال وقيل ولهذا همارے علم سنن روا تب كي نسبت فرماتے ميں انهما لتاكدها اشبهت الفريضة كما في الدر اور ميں مذ هب جمهور وشرب منصور هـ وان خالفهم الامام ابو اسحق المروزي من الشافعية فقال بتفضيل التهجد مطلقاً وتبعه الامام الاجل ابو زكريا النووى الشافعى في المنهاج مستدلاً بما لا حجة له فيه عند المتدين كما بيناه في بعض تعليقاتنا وقد علمت مذ هب اصحابنا واجماعهم على ان الاقوى الاكده

له اخرج الاثمة احمد ومسلم والاربعة عن ابى هريرة ومحمد بن هارون الروبانى في مسنده والطبرانى في الكبير عن جندب رضي الله تعالى عنهما قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم افضل الصلاة بعد المكتوبات صلاة في جوف الليل فحمله ابو اسحق المروزي و من واقعه على ظاهره فقالوا ان صلاة الليل افضل من السنن الاربعة قال الامام النووى وقال اكثر اصحابنا الرواتب افضل لا تمانشبه الفرائض قال والاول اقوى وادنى للمحدث اـ وتبعه العلامة ميرك فقال فيه حجة لا بي اسحق المروزي من شافعية على ان صلاة

مطلقاً سنة الفجر فلا عليك من جرح الفاضل ميرك وبالله التوفيق تعالى وتبارك توہجد جماعت کے کتر از کتر سے کتر یا پھر
درجہ میں واقع ہے سب سے اکہ جماعت پھر سنت فجر پھر قبیلہ نظر پھر باقی روایت پھر تہجد وغیرہ سنن و نوافل اور دوسرے قول پر تو کہیں ساتویں
درجہ میں جا کر پڑے گا کہ سب سے قوی جماعت پھر سنت فجر پھر سنت مغرب پھر بعد یثعشا پھر قبیلہ نظر پھر تہجد وغیرہ پھر پھر سنت پھر کتر
بھی جماعت سے افضل کیا برابر کہنے کی بھی اصلاً کوئی راہ نہیں نہ کہ مستحب مان کر اگر کہیں یہاں کلام جماعت اولیٰ میں ہے کہ سوال میں اس کی تفسیر
موجود اور واجب یا اس اعلیٰ درجہ کی نوکہ مطلق جماعت ہے نہ خاص جماعت اولیٰ بلکہ وہ صرف افضل و اولیٰ اور افضل تہجد اس سے اعظم و اعلیٰ تو
حفظ تہجد کے لیے ترک اولیٰ جائز و روا اگرچہ افضل اتیان و ادا **أَقُولُ وَبِاللَّهِ التَّوْفِيقُ** قطع نظر اس سے کہ جب تعارض مسلم اور افضل تہجد
اکہ و اعظم تو حفظ تہجد کو ترک اولیٰ نہ ترک اولیٰ بلکہ ترک ہی اولیٰ کما لا یخفى یہ تاصیل و تفریع سراسر بے اصل و احداث شیعہ کہ احادیث حضور پر نور
سید الانام علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام اس کے ساعد نہ کلمات و روایات علمائے کرام و فقہائے عظام مؤید و شاہد اگر ایسا ہو تو بے عذر فوت تہجد
وغیرہ بجلے چنگے بیٹھے بٹھائے بھی جماعت اولیٰ تصد اوت کر دینا جائز و روا ہو جبکہ ایک آدمی اپنے ساتھ جماعت کے لیے حاضر و ہتیا ہو کہ آخر
کچھ گنہ نہ کیا صرف ایک اولویت ترک کی جس میں حکم کراہت بھی نہیں معاذ اللہ سلمان اگر اس پر عمل کریں تو امر جماعت میں کس قدر تفرق و شیعہ

(بقیہ حاشیہ ص ۳۳۳)

اللیل افضل من الرواتب وقال أكثر العلماء ان الرواتب افضل والا اولیٰ اقویٰ لنص هذا الحديث قال وقد يجاب بان معناه من افضل الصلوة
وهو خلاف سياق الحديث اهـ اماموا فقوا الجمهور فاووه بان المراد انغراض وتوابعها ای کان الرواتب لشدة النصاقها بالمكتوبات
وشبهها بها دخلت في قوله صلى الله تعالى عليه وسلم بعد المكتوبة قال السولى على القارى في المرقاة افضل الصلوة بعد المفروضة
ای دروا تبها اهـ وقال المنادى في تيسيرای ولواحقها من الرواتب ونحوها من كل نفل یسن جماعۃ اذ هی افضل من مطلق النفل على
الاصح اهـ ومثلها في السراج المنير للعن یزی وقال عمداً المحقق في تعلیقاته على الجامع الصغیر ای النفل المطلق في الليل افضل منه في
النهار والا فالرأية في النهار افضل من التهجداً اهـ وابدی القارى جوابین اخرین فقال وقد يقال التهجداً افضل من حیث زیادة
مشقته على النفس وبعد العناء والرواتب افضل من حیث الاکدیه في المتابعة للمفروضة فلا منافاة اهـ ای ان التهجداً له
هذا الفضل الجزئی على الرواتب فلا یبنا فی فضلها الکی قال او یقال صلاة اللیل افضل لاشتمالها على الوتر الذی هو من الواجبات
اقول هذا لا یصلح بیاناً لمعنى كلام الشارع صلى الله تعالى عليه وسلم اذ لا واجب عندنا انما شئنا طلب جازماً فافترضنا او غیر جازماً
فندب كما حققه المحقق حيث اطلق في الفقه فان كان له ترعنده واجبا لدخل في ثنیا المكتوبة ولو ترك قوله الذی هو من
الواجبات وهی الکلام على استئذان الوتر كما هو مذهب صاحبین لم یجبه ایضاً لان سنة الفجر افضل من الوتر على قولهما
كما سمعت اقول وظهر للعبد الضعیف جواب حسن احسن من كل ما سبق وهو ان النبی صلى الله تعالى عليه وسلم لم یقتل
ان التهجداً افضل الصلوة بعد المكتوبات حتى یكون دلیلاً من شذ انما قال صلاة اللیل فان ثبت ان صلاة اللیل تشتمل على
نافلة غیر التهجداً هی افضل النوافل مطلقاً حتى روا تب سقط الاحتجاج به وهو ثابت بحمد الله تعالى بحديث الصحیحین عن
ام المومنین الصدیقة رضی الله تعالى عنها قالت کان النبی صلى الله تعالى عليه وسلم یصلی من اللیل ثلث عشرة رکعة منها الوتر
ورکعتا الفجر فهذه امر المومنین وامام الفقهاء والمحدثین وغرة العرب العرباء الا فصحیحین رضی الله تعالى عنها قد عدت سنة الفجر
من صلاة اللیل فهذه هی النافلة التي تفرق الصلوات كلها بعد المكتوبة فبالاشتمال علیها فضلت صلاة اللیل على صلاة النهار
بالاطلاق فهذا الجواب القاطع بحمد الله تعالى ثم لا غرو من الامام الاجل النوی انما العجب من العلامة میرك كيف تبعه و
خلف اجماع ائمة مذهب على ان سنة الفجر اكد النوافل مطلقاً وبالله التوفیق ۳۳۳

واقع ہوتا ہے وجوب جان کر ترک پخت سخت وعیدیں سن کر تو بہت لوگ کسل و کاہلی کر جاتے ہیں کاش یہ سن پائیں کہ جماعت اولیٰ کی حاضری شرعاً کچھ ضرور نہیں ایک بہتر بات ہے کہ کی ذکی ذکی تو ابھی جو رہا سہا انتظام جماعت ہے سب درہم برہم ہوا جاتا ہے لوگ مرنے سے ڈان نہیں اور اپنے لمو و لعب میں مشغول رہیں کہ جلدی کیا ہے اپنی ڈیڑھ انبٹ کی الگ بنالیں گے کیا ایسی ہی متفرق بے نظم جماعتوں کی طرف حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلایا کیا انھیں کے ترک پر سخت سخت جگر ٹکات و عیدوں کا حکم سنایا حاش شہ ختم حاش شہ ذرا نگاہ اٹھاؤ درکار کہ یہ قصداً تقریب جماعت و تقلیل حضار کس قدر مقاصد شرع سے دور اور نوزائنت حق و صواب سے بعید و منحور ہے نہیں نہیں بلکہ یقیناً وجوب تاکد مذکور خاص جماعت اولیٰ کے بے منظور اور وہی صدر اول سے محمود اور وہی احادیث و عید علی الترتیب میں مقصود اور زہار زہار ہرگز جائز نہیں کہ بے عذر مقبول شرعی جماعت ثانیہ کے بھروسے پر جماعت اولیٰ قصداً چھوڑ دیجیے اور داعی الہی کی اجابت نہ کیجیے جماعت ثانیہ کی تشریح اس غرض سے ہے کہ اچاننا بعض مسلمین کسی عند صبح مثل مدافعت افشین یا حاجت طعام وغیرہ کے باعث جماعت اولیٰ سے رہ جائیں وہ برکت جماعت سے مطلقاً محرومی د پائیں بے اعلان و تداعی محراب سے جدا ایک گوشے میں جماعت کر لیں نہ کہ اذان ہوتی رہے داعی الہی پکارا کرے جماعت اولیٰ ہوا کرے مرنے سے گھر میں بیٹھے باتیں بنائیں یا پاؤں پھیل کر آرام فرمائیں کہ محبت کیا ہے ہم اور کر لیں گے قطعاً یقیناً بعثت سید شیعہ ہے ہذا معالایثک فیہ من دخل بستان الفقہ فشعری فالانوارہ الفاتحۃ او ففتح اجفان الفکر فثام ہرتا من انوارہ الاثمۃ و مالنا فستمرسل فی مس والبراہین علی مثل ہذا الواضح للہدیین ولكن لا باس ان تذکر شیئاً من التنبیہ لیستظہر الفقہیہ وی تذکر النبیہ **فاقول** وبہ نستعین **اولاً** فقیر غفر اللہ تعالیٰ رک ایک موجز و جامع رسالہ کسی بنام تاریخی حسن البراعۃ فی تنقید حکم الجماعۃ ہے جس میں بفضلہ سبحنہ و تعالیٰ حکم جماعت کی تحقیق حدیثی و فقہی اعلیٰ درجہ کمال و جمال پر مبنی ہوئی ہمارے علم سے در باب جماعت شاذ و مشہور و مقبول و مجدد چھ قول ماثور فرض عین فرض کفایہ واجب عین واجب کفایہ سنت مؤکدہ مستحب اس نفیس مبارک رسالہ نے بوجہ تعالیٰ ثابت کر دکھایا کہ ان اقوال میں اصلاً تلافی و تمانع نہیں سب حق و صحیح اور اپنے اپنے معنی پر راجع و منجج ہیں یہ جلیل تحقیق جلیل توفیق و شہ احمد والہ عجب نادر محجب و عفاۓ مغرب ہے جس کا نام سن کر ناظر متحیر اندکھے ہذا الا یکن و کیف یکن اور جب اس کی زاہر و باہر تقریر پر اطلال پائے متعجباً و اعتراف کرے کہ لمثل ہذا اقلیٰ العالمون اس رسالہ میں ہم نے احادیث عبد اللہ بن عباس و ابو ہریرہ و بریدہ کجہا بن عجرہ و انس بن مالک و عثمان غنی و عمرو بن ام مکتوم و ابو امامہ و جابر بن عبد اللہ و غیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت کیا کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان سن کر حاضری واجب فرمائی ادا شناس سخن انھیں احادیث سے جان سکتا ہے کہ اذان کس جماعت کے لیے بلاتی اور شرع اس کی اجابت کیوں واجب فرماتی ہے مگر میں یہاں اصرار و اوضح ذکر کروں حدیث حسن معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ او پر گزری جس میں مذاہن کر حاضر ہونے پر حکم جفا و کفر و نفاق فرمایا گیا طبرانی کے یہاں بطریق آخریوں آئی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بحسب العوم من الشقاء و الخبیۃ ان یسمع المودن ینوب بالصلۃ فلا یحبیبہ مسلمانوں کو یہ بد بختی و نامرادی بہت ہے کہ مودن کو تکبیر کہتے سنے اور اس کا بلانا قبول نہ کرے اس روایت نے روایت سابقہ کی تفسیر کر دی کہ وہاں بھی ندا سے یہی تکبیر مراد تھی فان الاحادیث یفنی بعضها بعضاً و خیر فقیر

الحديث ما يستبين بجمع طرقه بلکہ عند التحقيق احادیث ایجاب اجابت فعلیه عند الاذان کا مرجح بھی اسی طرف کہ ہم نے رسالہ مذکورہ میں احادیث و آثار ابو قتادہ و جابر بن عبد اللہ و ام المؤمنین و ابو ہریرہ و جابر بن سمرہ و امیر المؤمنین فاروق اعظم و عبد اللہ بن عمرو و سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت کیا کہ یہ وجوب تا وقت اقامت موسع ہے اگرچہ قنیہ و مجتبیٰ میں مراحۃ تفسیق کی کہ جواذان سن کر تکبیر کے انتظار میں بیٹھا رہے بدکار و مردود الشہادہ ہے بحر الرائق میں ہے فی القنیۃ لو انظر الی اقامۃ لدخول المسجد فهو مسیئ اسی میں ہے فی المجتبیٰ من کتاب الشہادۃ من سمع الاذان فی بیتہ لا یقبل شہادۃ غرض حدیث سے ثابت کہ جو تکبیر سن کر حاضر جماعت ہو اُسے بد بخت نامراد ظالم اعظم کا فرمانا فرمایا گیا اللہ انصاف کیا تکبیر کسی مطلق جماعت کی طرف ہوتی ہے کیا اس جماعت میں بلو نہ ہو نہ دعوت تکبیر کی اجابت ہو جاتی ہے کیا اُس میں سحی علی الصلوۃ سحی علی الفلاح کے یہ معنی ہیں کہ چاہے اس نماز و فلاح میں حاضر ہو چاہے نہ اُپنی الگ کر لینا شاید قد قامت الصلوۃ کا یہی مطلب ہو گا کہ یہ نماز تو کھڑی ہو ہی گئی اب اس میں اگر کیا کرو گے تم اور کوئی بیٹھی ہوئی اٹھانا حاشا دکلا بلکہ تکبیر اسی جماعت کی طرف ہوتی اور اسی کی عدم حاضری پر وہ حکم و کفر و نفاق و شقاق و ضیبت ہے تو قطعاً حکم و وجوب و اُتکد کی مصداق یہی ماثور و معہود جماعت ہے **ثانیاً** یہ توسیع تو ہمارے طور پر تھی اگر تصریح قنیہ و مجتبیٰ و تقریر پر نظر کیجیے تو امر اظہر کہاں وہ تفسیق کہ اذان کے بعد تکبیر کا انتظار بھی جائز نہیں کہاں یہ توسیع شیعہ کسر سے جماعت اولیٰ میں حاضر ہونا ہی کچھ ضرور نہیں ثالثاً روشن تر نص قاطع لیجیہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شانہ اظہر سے سجدہ انور میں قریش امامت جلوہ فرما ہوتے ایک دن نماز عشا کو تشریف لائے جماعت میں قلت دیکھی کچھ لوگ حاضر نہ پائے نہ لڑتے شدید غضب و جلال محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس سے ظاہر ہوا ارشاد فرمایا خدا کی قسم میرے سحی میں آتا ہے کہ مؤذن کو تکبیر کا حکم دوں پھر کسی کو امامت کے لیے فرماؤں پھر بھڑکتی ہوئی سفلیں لے جاؤں اور ان لوگوں پر ان لوگوں کے گھر چھو تک دوں جنہیں یہ

لہ هذا ثابت فی غیر هذا الحدیث من عداۃ احادیث صحاح اور دناہ فی حسن البراۃ ۱۲ منہ رحمہ اللہ ۱۳ هذا منصوص علیہ فی هذا الحدیث عند مسلم فی صحیحہ وعند غیرہ ۱۲ منہ رحمہ اللہ ۱۳ هذا عند احمد وغیرہ من حدیث کعب بن عجرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعند سراج فی مسندہ فی هذا الحدیث ۱۴ هذا فی روایۃ المساجد قال ثم خرج الی المسجد فاذا الناس عنون واذا هم قلیلون فغضب غضباً شديداً لا اعلم انه رأیته غضب غضباً شديداً ثم قال لقد هممت ان امر رجلاً یصل بالناس ثم اتبع هذه الدور التي تخلفها اهلها عن هذه الصلوة فاضر مها علیہم بالنیر ان فان قلت اليس فی نفس الحدیث ما یدل ان الاولی لا یجب عیناً والا لما هو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان یقیم الصلوة ثم ینصرف الیہم لاحراق بیوتہم قلت هذا السؤال قد ورد قبل علی الاحتیاج بالحدیث لوجوب الجماعت وقد تصدی الطمأنجاء بحجابه قال العلامة المبدی محمود العینی فی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری الثالث (انی من وجوۃ الجواب عن حدیث الباب) ماله ابن بریدۃ عن بعضہما انہ استنبط من نفس الحدیث عدم الوجوب لکونه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم بالتوجہ الی المتخلفین فلو كانت الجماعۃ فرض عین ما ہر بترکھا اذا توجہ قال العینی ثم نظریۃ ابن بریدۃ بان الواجب یجوز ترکہ لما هو واجب منہ اہ کلام العمدۃ اقول فلفظ صحیح مثل ذلك عنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الجمعۃ اخرج مسلم فی صحیحہ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لقوم یتخلفون عن الجمعۃ لقد هممت ان امر رجلاً یصل بالناس ثم احرق علی وجال یتخلفون عن الجمعۃ بیوتہم اقول علان عبد اللہ بن وہب روى الحدیث فی مسندہ فقال حدثنا ابن ابی ذئب حدثنا عجلان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فذاکر الحدیث وفیہ یفقیہ رجال من حول المسجد لا یشهدون العشاء اولاً ثم احرق بیوتہم وقد قال فی حدیث سقنا عن الجامع لیجیہ ثم اخذ شعلہ من نار ولا نسلم ان بین ان یدہب بعد الاقامۃ یتنقل قد اوقدت الی بیوت حول المسجد فیقوموا علیہم ویبین الرجوع الی المسجد ما یوجب تقویت الجماعۃ حتی یلزم الترتک لغیر نفوت الادراک من اول الصلوۃ وھولیس الا فضیلتہ ربما یترک لاقول من هذا علی السکینۃ فی المشی لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جمعتہم الا قامۃ فامشوا الی الصلوة وعلیکم بالسکینۃ والوقار فما اردو کہتم فصلوا وما قالتم قالتموا واداء الشیخان وغیرہما عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فسقط الاشکال راسوا واللہ الحمد واللہ تعالیٰ اعلم علیہ جل مجدہ فاما حکم اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اذان سنے یہ وقت ہو گیا اب تک گھروں سے نماز کو نہیں نکلتے **البخاری** عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیس صلاۃ أقل علی المنافقین من الفجر والعشاء ولو یعلمون ما فیہا لا توہموا ولو حبوا لقد ہست ان امرالمؤمن فیکفیر ثم امرہا رجلا یوم الناس ثم اخذ شعلۃ من نار فاحرق علی من لا ینحج الی الصلاۃ بعدہ یہ حدیث صحیح صریح ہے کہ وقت اقامت تک مسجد میں نہ حاضر ہونا وہ جرم قبیح ہے جس پر حضور اقدس صلوٰۃ اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علیہ وعلیٰ آلہ الکرام نے اُن لوگوں کے جلا دینے کا قصد فرمایا علیٰ فرماتے ہیں یہ لو شائد کہ تکبیر کہلو اگر نماز شروع کراؤں اُس کے بعد تشریف لے جاؤں اُسی بنا پر تھا کہ اُن کی عدم حاضری ثابت اور الزام مختلف قائم ہو لے اس کا منشا وہی تحقیق ہے جو ہم نے ذکر کی کہ ایجاب اجابت تا وقت اقامت موسع ہے امام اجل ابو زکریا نووی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں انما ہر باتیا ہم بعد اقامۃ الصلاۃ لان ذلک الوقت یتحقق مخالفتہم وتخلفہم فینوجہ اللوم علیہ الخ **اقول** یہاں سے واضح ہو گیا کہ ظاہر حدیث میں جو کلام قنیہ و مجتبے کی تائید نکلتی تھی ممنوع و مطلق ہے معہذا شک نہیں کہ حضور مسجد مغربہ جہاد مقصودہ نہیں بلکہ غرض شہود جماعت ہے اہل قبل از اقامت و نہ جماعت غیر معقول تو اقامت تک وجوب موسع ماننے سے چارہ نہیں مگر بات یہ ہے کہ اقامت تک تاخیر یا تو امام معین کو میسر جس کے بن آئے جماعت قائم ہی ہوگی یا اُسے جس کا مکان مسجد سے ایسا ماضی کہ تکبیر کی آواز اُس پر محض نہ رہے گی ان کے سوا اور نمازیوں کو انتظار اقامت کرنے کے کوئی معنی ہی نہیں کہ جب نہ تکبیر اُن پر موقوف نہ انہیں اُس کی آواز آئے گی تو کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں ایسوں کو اُسی وقت تک تاخیر واجب تک تقویت کا خوف نہ حدیث ایسے ہی لوگوں پر محمول اور ممکن کہ کلام قنیہ و مجتبے بھی اسی معنی پر حمل کریں فیحصل التوفیق وبالله التوفیق **راجعاً** اگر بفرض باطل یہ احکام مطلق جماعت کے ہوتے کہ اولی و ثانیہ دونوں جس کے فرد واجب تھا کہ بعد فوت اولی ثانیہ بالتعین واجب و نہ کہ ہوتی کہ اب براءت ذرا سی فرد میں منحصر ہو گئی حالانکہ ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بعد فوت اولی وجوب ممکن نفس جواز ثانیہ میں نزاع عظیم ہے ظاہر الروایۃ منہ و کراہت اگرچہ ماخوذ و مختار جواز ہے جبکہ بے اعادہ اذان ہیأت اولی بدل کر ہو کما بیننا فی فتاونا بما یقبل المنصف وان کا بر المتعسف امام اجل طہیر الدین مرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں لو دخل جماعۃ المسجد بعد ما صلی فیہ اہلہ یصلون وحداناً وہو ظاہر الروایۃ وبعبارة اخرى جس جماعت کو محل واجب یا سنت ہو کہ وہ کہتے ہیں اُس کا تاکہ تغیر علیہ ہے اور ثانیہ کا بعد فوت اولی بھی نفس جواز مختلف فیہ تو ثانیہ کسی وقت اُس جماعت کے نہیں جس کا حکم وجوب و تاکہ ہے لیکن ثانیہ دائماً مطلق جماعت کی فرد ہے تو لا جرم یہ احکام مطلق اصولی کے نہیں بلکہ خاص اولی کے ہیں و هو المطلوب رد المحتار میں ہے قد علمت ان تکرارہا مکروۃ فی ظاہر الروایۃ الا فی روایۃ عن الامام وروایۃ عن ابی یوسف کما قد مناہ قویاً و سیاقی ان الراجح عند اہل المذہب وجوب الجماعۃ و انہ یا ثم یقفونہا اتفاقاً بعبادہ کیا چیز ہے جس کی تقویت

لہ قولہ بعد نقیض قبل مبنی علی الضم فلما حذف منہ المضاف الیہ بنی علی الضم و سبی غایۃ لانتفاء الکلام الیہا والحق بعد ان یسمی الذم الی الصلاۃ اہمۃ القادی قلت والنفی اذا لاقی زمانا استغنی عن جمیع اجزائہ فہمۃ من بدء وقت المضاف الیہ الی ان التکلم ولذا یرجع حاصلہ فی امثال المقام الی قولک الی الان نقول ما جاء فی بعد ای بعد ان ذهب الی هذا الحین وهذا معنی قولہ سبی غایۃ لانتفاء الکلام الیہا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لہ یہاں کلام علی ما هو المشہور بین کثیر من الناس ہے تقریر فرماتا ہے کہ اس کی تحقیق کمال توفیق و جلیل تعلیق فائز ہوتی خاص بابین تحریر فقیر سے دیدنی ۱۲ مہر رحمہ اللہ ۱۲ قلت وروایۃ عن محمد کما فی البحر والمجتبی والحلیۃ وغیرہا ۱۲ منہ

بالا اتفاق گناہ ثانیہ کو تو اسی عبارت میں ردائیت مشورہ پر مکروہ بتا رہے ہیں لاجرم وہ اولیٰ ہی ہے تو ثانیہ کے اعتماد پر اُسے قوت کرنا بالاتفاق گناہ ہے اور گناہ کی اجازت دینی اُس سے بھی بدتر و بعبارة ثالثة دہی علیٰ کہ جماعت ثانیہ کو مکروہ بتاتے ہیں وجوب تاکد جماعت کی تصریح فرماتے ہیں کما لا یخفی علی من تتبع کلمات القوم وقد علمت الخلف والوفاء اور وجوب تاکد کا کراہت سے اجتماع یعنی نہی عن الفعل یا نذر ترک بعد حصول المتاکد یقیناً محال اگرچہ معنی المطلوب الدفع قبل الحصول و مطلوب الفعل بعد الحصول ممکن اور شک نہیں کہ یہاں اجتماع ہوگا تو یعنی اول فاعل و وافہم ان کنت تفہم بالیقین وہ حکم اجماعی ایسی ہی جماعت کا ہے جو ثانیہ کو شامل نہیں در نہ قول مشورہ صرف مجر بلکہ قول بالمحال اور محاذ ابشر قانون عقل و تیز سے دور ہوگا وای شناعة استغفر من ذلک خامساً ایک بدیہی بات یسیت کا ہے سے ثابت ہوتی ہے موافقت حضور ید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مطلقاً یا مع ترک حیثاً اور وجوب کو کیا چاہے انکار اہل ترک بھی یا صرف موافقت دائرہ اب دیکھ لیا جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس جماعت پر موافقت فرمائی اور کس کے ترک پر کیرائی ظاہر ہے کہ وہ جماعت اولیٰ ہی تھی تو وجوب یا استئذان ہو کہ اُسی کا حکم ہے نہ مطلق ثانیہ کا تنبیہ احکام افراد جانب مطلق سرایت کرتے ہیں شبہ نہیں مگر وہ مطلق مطلق منطقی ہے جس کے تحقق کو تحقق فرد واحد اور اُس پر صدق حکم کو صدق علی فردہ و علی خلاف سائر افراد کا فی الواقع متضاد احکام افراد مورد احکام متضاد ہوتا ہے بایں معنی مطلق جماعت بیشک فرض واجب سنت مستحب مباح مکروہ حرام سب کچھ ہے کہ جماعت جمعہ و جماعت پنجگانہ و جماعت کسوف و جماعت و تر رمضان و جماعت نوافل بالاتذاعی بتذاعی و جماعت ظہر فی المصروف و غیرہ سب کو شامل اس معنی پر حکم فرد کی مطلق سے نفی دوبار قول بالتناقضین ہے لثبوتہ و نفیہ علیہما والمطلق کلیہما کلام اس میں نہیں مطلق اصولی یعنی فرد شائع یا ماہیت متقرہ فی ای فرد یا د میں کلام ہے اس کی طرف احکام خاصہ فرد دون فرد ہرگز ساری نہیں ہو سکتے اور جو حکم اس کے لیے ثابت وہ ہر فرد کو ثابت مالم یمنع مانع یہ نکتہ ضروری الحفظ ہے کہ اس سے غفلت باعث غلط و شرط ہوتی ہے وقد حققہ تاج المحققین خاتمة المدققین سیدنا والوالد قدس سرہ الماجد فی کتابہ المسماة اصول الرشاد لقمع مباحی الفساد والله الہادی الی سبیل السداد یا بکلمہ جماعت اولیٰ پر ترجیح تجد وجہ صحت رکھتی ہے نہ حکم وجوب و تاکد جماعت اولیٰ سے متقدی ہے نہ باعتبار ثانیہ ترک اولیٰ کی اجازت ہو سکتی ہے نہ ہرگز اولیٰ و ثانیہ کا ثواب سادہ ہے بلکہ باعتبار ثانیہ تقویت اولیٰ گناہ قطعی اجماعی ہے ہاں مسجد اگر مسجد شائع ہوئی اُس کے لیے کوئی جماعت معلوم نہیں جیسے بازاروں کی مسجدیں کہ کسی خاص محلہ و گروہ سے مختص نہیں کچھ راہگیر آئے بڑھ گئے کچھ بھڑ آئے وہ بڑھ گئے یہ ہیں متفرق گروہ آتے اور پڑھتے جاتے ہیں تو ہاں اس قول کی گنجائش ہے کہ ایسی مساجد کی ہر جماعت جماعت اولیٰ ہے فان الاولیٰ الناہیۃ عن الثانیۃ مطلقاً و بشرطہ ہی ما فعلہا اهل المسجد باذان جہر او اقامۃ حتی لو ان مسجد من مساجد الحی اتاہ قوم من غیر اہلہ فاذا نواوا قواموا وصلوا جماعة کان لاہلہ ان یصلوا جماعة من دون حاجۃ الی العدول عن المحراب لان الحی لہم فلا یبطل بفعل غیرہم کما نصوا علیہ

لہ لانہ ان اقبل للفرد فقد اثبت للطلق بحکم السراۃ لکنہ اثبت للفرد و اثبت للمطلق وقد نفی عنہ لکنہ لم یثبت لاسطلق فلم یثبت للفرد وقد اثبت لہ ۱۲ متہ

و مساجد الشوارع لا اهل لها معينا فلا يتحقق فيها الاولى بالمعنى المذكور بل الكل اولی اذ ليس بعض من بعض باولی و لهذا ہر گز وہ کہ آتا جائے اپنی اپنی جدا اذان و اقامت سے جماعت کرے کما فی رد المحتار عن خزائن الاسرار عن اُمّالی الامام قاضیخان و فی خانیتہ مسجد لیس لہ مؤذن امام معلوم یصلی فیہ الناس فوجا فوجا بجماعة الا فضل ان یصلی فیہ کل فریق باذان و اقامة علی حدۃ اہ و فی الثامیۃ عن الطبع اما مسجد الشارع فالناس فیہ سواء لا اختصاص لہ بفریق دون فریق اہ الحمد للہ کلام اپنے ذرۃ اقصیٰ کو پہنچا اور حکم مسائل نے غایت انجلا پایا ہلکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق روشن رہے کہ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کو کسی کے کلام پر اخذ مقصود نہیں بلکہ صرف اظہار حق و ادائے واجب اکد و احق کہ بعد سوال اعانت جواب و ابانت صواب اہم واجبات شرعیہ سے ہے جس پر ہم سے حضور پر نور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عہد واثق لیا اللہم اجعلنا من المفلحین وبعہد بنیک من الموفین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ و التسلیم یر بنا تقبل منا انک انت السميع العليم الحمد للہ کہ یہ ضروری و موجز جواب کا شرف صواب فرصت اختلاصی کے چند متفرق جلسوں میں ۲۴ صفر ۱۳۱۳ ہجریہ روز جان افروز و شنبہ کو وقت اشراق ہر مشرق سمائے ختام و لمحاظ تاریخ بدر و ختم القلادۃ المرصعہ فی نحو الاجوبۃ الاربعة اس کا نام ہوا و آخر دعوتنا ان الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد و آلہ و صحبہ اجمعین امین واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ ۱۵ حکم۔

الْقُطُوفُ الدَّانِيَةُ مَنْ أَحْسَنَ الْجَمَاعَةَ الثَّانِيَةَ

۱۳ ————— ۱۳

مسئلہ - از مراد آباد مدرسہ امدادیہ مدرسہ مولوی سید محمد حبیب الرحمن صاحب سلسلہ ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جماعت ثانیہ بغیر اذان و اقامت در صورت بدل دینے ہیائے جماعت اولیٰ کی از روئے شرع شریعت بلا کراہت جائز ہے یا نہیں - بیضا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں جماعت ثانیہ بلا کراہت مطلقہ مطلقاً جائز و مباح عند اہل التحقیق ہے جس کی تنقیح بالغ و توضیح بازغ مع ردوائع الاحکام تلخ بعض اہل علم نے زمان بوزن تعالیٰ رسائل فقیر سے ظاہر و عیاں بیان نفس مسئلہ کے اجمال احکام اور ان کے متعلق نقول و نصوص علمائے کرام پر اقتضار کیجیے کہ شان قوی اسی کے خایاں — فَاَقُولُ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ وَبِہِ الْوَصُولِ اِلٰی ذُرِّیِّ الْحَقِیْقِ اَوَّلًا عَمَّا جَاعِلًا جَوَازًا فَضِیْلَتِہِ کی وہ صورتیں سینے جن میں اصلاً نزاع کو گنجائش نہیں (۱) جو مسجد شارع عام یا بازار یا انجمن یا سرا کی ہے جس کے لیے اہل معین نہیں وقت پر جو لوگ گزرے یا آئے یا پڑھ گئے غرض کسی محلہ خاص سے خصوصیت نہیں رکھتی کہ وہاں کی معمولی جماعت ہی ہے

اوروں کا آنا اتفاقی و عارضی ہے ایسی مسجد میں بالاجماع کراہت باذان جدید و تکبیر جدید جائز بلکہ یہی شرعاً مطلوب ہے کہ نوبت ہو بت جو لوگ آئیں نئی اذان و اقامت سے جماعت کرتے جائیں اگرچہ وقت میں دس بیس جماعتیں ہو جائیں (۲) مسجد محلہ کہ ایک محلہ خاص ہے اختصاص رکھتی ہے اُس میں اقامت جماعت اُنہیں کا حق ہے اگر اُن کے غیر جماعت کر گئے تو اہل محلہ کو تکرار جماعت بلاشبہ جائز ہے جیسے کہ ناجائزہ حالانکہ اُس کی تکرار اصلاً مشروع نہیں پھر بھی اگر غیر دلی بے اذن دلی پڑھا جائے اب دلی آئے اعادہ کا مجاز ہے کہ حق اس کا تھا (۳) بعض اہل ہی جماعت کر گئے مگر بے اذان پڑھ گئے (۴) اذان بھی دی تھی مگر آہستہ ان صورتوں میں بھی بعد کو آنے والے باذان جدید و چہ سنت اعادہ جماعت کریں کہ جماعت معتبرہ وہی ہے جو اذان سے ہو اور اذان وہ جو اعلان سے ہو (۵) محلے میں خفی و غیر خفی دونوں رہتے ہیں پہلے غیر خفی امام نے جماعت کر لی اور خفیہ کو معلوم ہے کہ اس نماز میں اس نے مذہب خفی کے کسی فرض طہارت یا فرض صلاۃ یا شرط امامت کو ترک کیا ہے مثلاً چارم سر سے کم کا مسح یا آب قلیل نہایت اُفتادہ سے وضو یا جسم یا کپڑے قدر درہم سے زیادہ مٹی یا صاحب تیب کا باد صفت یا دو وسعت وقت بے ادائے فائتہ و قتیہ پڑھنا یا نماز وقت تنہا پڑھ کر پھر اُسی نماز میں امامت کرنا تو ایسی حالت میں خفیہ بلاشبہ اپنی جماعت جدا کر دے کہ اگرچہ شرعاً اُن جماعت کرے والوں کے لیے اُسے جماعت اولیٰ مانے مگر خفی تو اُس میں اقتدا نہیں کر سکتا اگر کرے تو غازی ہی نہ ہو (۶) اس خاص نماز کا تو حال معلوم نہیں مگر اس امام کی بے احتیاطی اور فرائض میں ترک لحاظ مذہب خفی ثابت ہے جیسے عامہ غیر مقلدین کہ خواہی خواہی اہل حق سے مخالفت اور مذہب رابعہ خصوصاً مذہب حنبلہ کی مضادات پر حرفیں ہوتے ہیں جب بھی خفیہ کو اُن کی اقتدا گناہ و ممنوع ہے اپنی جماعت جدا کریں (۷) اُس کی نسبت امور مذکورہ کی مراعات کا عادی ہونا نہ ہونا کچھ معلوم نہیں جیسے کوئی نامعلوم الحال شافعی مالکی حنبلی اس صورت میں بھی اُن کی اقتدا خالی از کراہت نہیں تو جماعت ثانیہ کا فضل مبین (۸) عادت مراعات بھی معلوم ہی سہی تاہم تبصریح ائمہ امام موافق المذہب کے پیچھے جماعت ثانیہ ہی افضل و اکمل اور اسی پر حرمین محترمین و مصر و شام و غیرہ بلاد دارالاسلام میں جمہور مسلمین کا عمل (۹) جس نے جماعت اولیٰ کی فاسد العقیدہ بد مذہب بدعتی تھا مثلاً دہانی یا تفصیلی یا معاذ اللہ مکان کذب الہی شانہ ماننے والا یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں کسی کو بُرا جاننے والا کہ عند تحقیق ایسوں کی اقتدا کراہت شدیدہ سخت مکروہ ہے (۱۰) فاسق تھا جیسے شرابی، زنا کار یا دارہی منڈا سود خوار کہ یہ لوگ اُن دہابیوں کذبوں و غیرہ ہم بد مذہبوں کے مولویوں متقیوں سے بھی اگرچہ لاکھ درجہ بہتر حال میں ہیں پھر بھی اُن کی اقتدا شرعاً بہت ناپسند (۱۱) امام اولیٰ زابے علم جاہل نماز و طہارت کے مسائل سے غافل تھا جیسے اکثر گنوار غلام و غیرہ ہم عوام کہ ایسے کی امامت بھی کراہت انضمام (۱۲) قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا تھا جس سے معنی فاسد ہوں مثلاً 'ع یات ، ط یا دف ، س ، ص یا ح ، کا یا ذ ، ز ، ظ میں تیز نہ کرنے والے کہ آج کل اس دارالافتن ہند میں اکثر بلکہ عام عوام بلکہ بہت بلا اکثر پڑھے لکھے بھی اس بلا میں مبتلا ہیں و حسبنا اللہ و نعم الوکیل و انا للہ و انا الیہ راجعون پھر خواہ بے خیالی بے احتیاطی یا سیکھنے میں بے پروائی یا زبان کی نادمی کوئی سبب ہو مذہب مستمیر پر صحیح حوالہ کی نماز اُس کے پیچھے مطلقاً فاسد ہے اگرچہ ان میں بعض صورتوں میں مذہب متاخرین خود اُس کی اپنی نماز کے لیے بہت دہشتیں نے عند تحقیق بھی بشرط معلومہ مضبوط کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیں تا قاصر تا قادر کا امام ہو سکے تو اگر یہی صورت صحیح واقع ہو کہ وہ جماعت اولیٰ ٹھہرے لاجرم صحیح خوانوں کو جماعت ثانیہ ہی کا حکم ملے یہ صورت صورت اولیٰ کی مانند ہے اول باخو نسبتہ وار و فرض ایسی صورتیں جماعت

ثانیہ کی خاص تاکید یا فضل مزید کی ہیں جن میں بالاجماع یا علی الاصح اصلاً کلام کی گنجائش نہیں ضابطہ یہ ہے کہ جب جماعت ادنیٰ اہل مسجد یا اہل مذہب کی نہ ہو یا اپنے مذہب میں فاسدہ یا مکروہ ہو تو ہمیں جماعت ثانیہ کی مطلقاً اجازت بلکہ در صورت کراہت تصدقاً تقویت ادنیٰ کی رخصت جبکہ ثانیہ نظیفہ مل سکتی ہو اور در صورت فساد تو اس میں شرکت ہی سے صاف ممانعت اگرچہ ثانیہ بھی میسر نہ ہو اب ان تمام طالب پر نفوس علماء نے فقیر نے ان سب مسائل میں بتوفیقہ تعالیٰ قول منع اختیار کیا ہے اسی کے متعلق عبارات کتب بایجاز و اختصار نقل کروں کہ ذکر اقاویل و تطبیق و توفیق و ترجیح و تحقیق و تنقیح و تدقیق محتاج تطویل محمد ابونہ تعالیٰ ان مباحث میں یہ سب مدارج فتاویٰ و رسائل و قوانین فقیر میں ملے ہو چکے ہیں و باللہ التوفیق یتن غرر میں ہے لا تکرر فی مسجد محلة باذان و اقامة الا اذا صلی بہما فیہ او لا غیر اہلہ او صلی اہلہ بمخافۃ الاذان خزائن الاسرار شرح تنویر الابصار میں ہے لو کان مسجد طریق جازاً جماعاً کما فی مسجد لیس لہ امام و لا مؤذن و یصلی الناس فیہ و جافا فان الا فضل ان یصلی کل فریق باذان و اقامة علی حدة کما فی امالی قاضی خاں درمختار میں ہے نکرہ خلف مخالف کشافی لکن فی و ترا بجران یتقن المراعاة لم یکرہ او عدا مہا لم یصم وان شک کرہ بحر الرالی میں ہے حاصلہ ان صاحب الهدایۃ جوز لا اقتداء بالشافعی بشرط ان لا یعلم المقتدی منہ ما ینع صحۃ صلاۃ فی رائی المقتدی کا نقص و لحوہ و عدد مواضع عدم صحۃ الاقتداء بہ فی الغایۃ و غایۃ البیان بقولہ کما اذا لم یتوضأ من الفصد و الخارج من غیر السبیلین او کان شاکی فی ایمانہ بقولہ انا مومن انشاء اللہ او متوضأ من القلتین او یرفع یدہ عند الکوع و یرفع الراس من الرکوع اولہ یغسل ثوبہ من المنی و لم یفرکہ او انخرت عن القبلة الی الیسار او صلی الوتر بتسلیمتین او اقتصر علی رکعة او لم یوتر اصلاً او فہقہ فی الصلاۃ و لم یتوضأ او صلی فرض الوقت مرة ثم اقام القوم فیہ زاد فی النہایۃ وان لا یراعی الترتیب فی الفوائت وان لا یمسح برأسه و زاد قاضی خاں وان یکون متعصباً و اکل ظاہر ماعد اخسۃ اشیاء **الاول** مسئلۃ التوضؤ من القلتین فانه صحیح عندنا اذا لم یقع فی الماء نجاسة و لم یختلط بمستعمل مساوہ او اکثر فلا بد ان یقید قولہم بالقلتین المنفصل ماؤہما او المستعمل بالشراط المذكور لا مطلقاً **الثانی** مسئلۃ رفع الیدین من وجہین الاول ان الفساد روایتہ شاذۃ لیسبت بصحیحہ روایۃ و لا درایۃ الثانی ان الفساد عند الکوع لا یقتضی عدم صحۃ الاقتداء من الابداء مع ان عرض البطلان غیر مقطوع بہ حتی یجمل کا لمحقق عند الشروع لان الرفع جائز الترتیب عندہم لسنیۃ **الثالث** مسئلۃ الانحراف عن القبلة الی الیسار کان المانع عندنا ان یجاوز المشارق الی المغرب و الشافعیۃ لا ینحر فہذا الانحراف **الرابع** مسئلۃ التعصب لان التعصب علی تقدیر وجودہ منہم انما یوجب الفسق و الفسق لا ینع صحۃ الاقتداء **الخامس** مسئلۃ الاستثناء فی الایمان فان التکفیر غلط و الاستثناء قول اکثر السلف اہم ما یقطعی کلام بحر فی البحر **اقول** وقد کانت ظہرت لی بحمد اللہ الخمسۃ المذكورۃ اول ما نظرت الکلام مع زیادۃ فلندکر ما بقی من الابحاث تنبیہاً للافادۃ الاول قولہم لم یوتر اصلاً لا ینظر لہ وجہ فانه بترکہ لا یفسق

لہ صادق بان لا اہل لہ او صلی من لیس من اہلہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فضلاً عما یوجب بطلان الاقتداء فان الوتر وان وجب عندنا فهو مجتہد فیہ ولا تفسیق بالاجتهاد یاات وان حمل علی انه ان لم یصلہ لم یصح الاقتداء بہ فی الفجر بشرطہ لغوات الترتیب نافاۃ قولہ زاد فی النہایۃ وان لا یراعی الترتیب ثم رأیت العلامة الشافعی علیہ فی مفتحة الخالق بهذا ثم اعله بالتکرار قال فلیتأمل بالمراد **اقول** بل هو أشد من التکرار فان قولہ زاد لا یحتملہ کما علمت الثانی **اقول** ویبغی اسقاط صلاتہ الوتر بتسلیمتین فان طریان المبطّل غیر المبطّل من رأس کما افادہ البحر ثم علی ما ذهب الیہ الامام ابو بکر الرازی لا یفسد بالمال ایضاً لان امامہ لم یخرج عنہ نفسہ بالسلام فانه یحسب ما بعدہ من الوتر وهو مجتہد فیہ نعم الاصح الفساد کما جزم بہ فی متن التنویر وهو المویّد بقول الجمهور الصحیح المشہور من ان العبرة لرائی المقتدی الثالث مثله الکلام فی اقصارہ علی رکعة الرابع افاد الشافعی قال افاد شیخنا حفظہ اللہ تعالی ان المراد انهم اذا اجتهدوا فی القبلة مع وجود المحارب القدیمۃ فانه یجوز عندہم لا عندنا فلو انهم عن المحارب القدیم (ای انحرافاً جاوز المشارق الی المغرب) لا یصح الاقتداء بہ **اقول** وهو وجہ مسقط لوجه اسقاط عند الانحراف نعم لا بد من التقييد وهو غیر بعيد فان عدم رعاۃ الترتیب وعدم غسل المني او فركہ كل مقيد کما نبهنا علیہ ولم یوجب اسقاطہما فکذا هذا وبہ ظهر الخامس وهو عدم اسقاط التوضوء من القلتین وان کان الوجه هو التقييد الا ان یفرق بالغالب والنادر والحفی والمتبادر ولنرجع الی ما کنا فیہ من الکلام فما کان الا من تجاذب القلم عنان الرقم لمناسبة المقام نیز بحر میں ہے فصار الحاصل ان الاقتداء بالشافعی علی ثلثة اقسام الاول ان یعلم منہ الاحتیاط فی مذهب الحنفی فلا کراهۃ الثانی ان یعلم عدمہ فلا صحۃ لکن اختلفوا هل یشترط ان یعلم منہ عدمہ فی خصوص ما یقتدی بہ او فی الجملة صحیح فی النہایۃ الاول وغیرہ اختار الثانی وفي فتاوی الزاہدی الاصح انه یصح وحسن الظن بہ اولی الثالث ان لا یعلم شیئاً فالکراهۃ رد المحتار میں ہے نقل الشیخ خیر الدین عن الرمل الشافعی انه مشی علی کراهۃ الاقتداء بالمخالف حیث أمکنہ غیرہ ومع ذلك ہی افضل من الانفراد ویحصل لہ فضل الجماعة وبہا فتی الرملی الکبیر واعتمد السبکی والاسنوی وغیرہما قال والحاصل ان عندہم فی ذلك اختلافاً وقد سمعت ما اعتمدہ الرملی وافتی بہ والفقیر اقول مثل قولہ فیما یعلق باقتداء الحنفی بالشافعی والفقیر المنصف یسلم ذلك سے وانا رملی فقہ الحنفی بڑا لا مرابعد اتفاق العالمین واما ملخصاً یعنی بہ نفسہ ورملی الشافعیۃ رحمہما اللہ تعالی فتحصل ان الاقتداء بالمخالف المراعی فی الفرائض افضل من الافراد اذا لم یجد غیرہ والا فلا اقتداء بالموافق افضل اسی میں مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری سے ہے لو کان کل مذهب امام کما فی زماننا فلا فضل الاقتداء بالموافق سواء تقدم او تاخر علی ما استحسنہ عامۃ المسلمین وعمل بہ جمهور المومنین من اهل الحرمین والقدس ومصر والشام ولا عبرۃ بمن شد منهم یمر خود فرمایا والذي یمیل الیہ القلب عدم کراهۃ الاقتداء بالمخالف ما لم یکن غیر مراعی فی الفرائض وانه لو انتظر امام مذهبہ بعیداً عن الصفوف لم یکن اعراضاً عن الجماعة للعلم بانه یرید جماعة اکمل من هذه الجماعة اسی میں زیر سلم امامت عبید اعرالی

وغیرہا تبعاً للبحر ہے بیکرہ الاقتداء بہم تنزیہاً فان امکن الصلاة خلف غیرہم فہو افضل والا فلا فتداء اولی من کلا نفر ادا
 اسی میں ہے فی المعراج قال اصحابنا لا یبغی ان یقتدی بالفاسق الا فی الجمعة لانه فی غیرہا یجد اماماً غیرہ بلکہ اسی میں ہے
 بقی لو کان مقتدیاً بیکرہ الاقتداء بہ ثم شرع من لا کراہۃ فیہ ل یقطع ویقتدی بہ استظهر ط ان الاول لو فاسقا
 لا یقطع ولو مخالفاً وشک فی مراعاتہ یقطع اول والاظهر العکس ان الثانی کراہۃ تنزیہیۃ کالاعسی والاخر ابی بخلاف
 الفاسق فانہ استظهر فی شرح المنیۃ انها تحریمیۃ نقولہما ان فی تقدیمیہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علینا
 اہانتہ الخ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی للعلامة ابراہیم الحلی میں ہے بیکرہ تقدیم المبتدع ایضاً لانه فاسق من حیث الاعتقاد
 وهو اشد من الفسق من حیث العمل لان الفاسق یعترف بانہ فاسق ویخاف ویستغفر بخلاف المبتدع تنزیلاً لالتباعد ودر مختار
 میں ہے لا یصح اقتداء غیر الا لایحی بالائتباع علی الاصح کما فی البحر وحرر الحلی وابن التتبع انہ بعد بذل جہدہ دائماً احتمالاً
 کلامی فلا یؤم الامثلہ ولا تصح صلاتہ اذا مکنہ الاقتداء او ترک جہدہ او وجد قدر الفرض مع الایتنافح فیہ هذا هو الصیح
 المختار وکذا من لا یقدر علی التلفظ بحروف من الحروف رد المحتار میں ہے وذلك کالوھمن الرھیم والشیتان الرجیم والظلمین
 وایاک فابدا وایاک نسئین السمات انامت فکل ذلك حکمہ ما مرقا وی خیرہ میں ہے امامۃ الایتنافح للقصیح فاسدۃ
 فی الراجح الصیحہ اب محل نظر صرف ایک صورت رہی کہ مسجد محلہ میں اہل محلہ نے باذان واقامت بروجہ سنت امام موافق المذہب
 سالم العقیدہ متقی مسائل داں صحیح خواں کے ساتھ جماعت اولی خالیہ عن الکراہۃ ادا کر لی پھر باقی ماندہ لوگ آئے انھیں دوبارہ اس مسجد میں
 جماعت قائم کرنے کی اجازت ہے یا نہیں اور یہ تو کبرامت یا بے کراہمت اس بارے میں عین تحقیق حق وثیق واصل این نظر دین
 واثرتوفیق یہ ہے کہ اس صورت میں تکرار جماعت باعادۃ اذان ہمارے نزدیک ممنوع و بدعت ہے یہی ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا
 مذہب مذہب و ظاہر الروایہ ہے متن متین مجمع البحرین و بحر الرائق علامہ زین میں ہے ولا تکررہا فی مسجد محلہ باذان ثان در مختار و
 خزائن الاسرار میں ہے والنظم لدی دیگر تکرار الجماعۃ باذان واقامۃ فی مسجد محلہ لا فی مسجد طریق او مسجد امام لہ ولا
 مؤذن غرالا حکام اور اس کی شرح درالحکام میں ہے او تکرار الجماعۃ فی مسجد محلہ باذان واقامۃ یعنی اذا کان المسجد امام و
 جماعۃ معلومان فضلہ بعضہم باذان واقامۃ لا یباح لہما فیہم تکرارہا جہا مشر ح المجمع للمصنف الامام العلامة ابن الساعاتی
 وفتاویٰ ہندیہ میں ہے المسجد اذا کان لہ امام معلوم وجماعۃ معلومۃ فی محلۃ فضل اہلہ فیہ بالجماعۃ لا یباح تکرارہا فیہ بلان
 ثان وچیز کردی وغنیہ علامہ حلی میں ہے لو کان لہ امام و مؤذن معلوم فیکرہ تکرار الجماعۃ فیہ باذان واقامۃ عندنا ذخیرۃ العقبی شرح
 صدر الشریعۃ العظمیٰ میں ہے ان کان المسجد امام معلوم وجماعۃ معلومۃ وصلوا فیہ بالجماعۃ باذان واقامۃ لا یباح تکرارہا جہا
 جس کا حاصل عند تحقیق کراہت اذان جدید کی طرف راجع نفس جماعت کی طرف ولہذا اسی مذہب کو امام محقق محمد محمد بن امیر الحاج
 حلی نے جلیس میں اس عبارت سے ارشاد فرمایا المسجد اذا کان لہ اہل معلوم فصلوا فیہ او بعضہم باذان واقامۃ کرہ لغیر اہلہ
 وللباقین من اہل اعادۃ الاذان والاقامۃ اور اگر بغیر اس کے تکرار جماعت کریں تو قطعاً جائز و روا ہے اسی پر ہمارے علی کا اجماع ہے

خزان میں ہے لو کہ راہلہ بد و فہما جازا جماعا در میں ہے لوکان مسجد الطریق یباح تکرارہا بھما و لو کہ راہلہ بد و فہما جازا
شرح الجمع للمصنف و علیگیرہ میں ہے اما اذا صلوا بغیر اذان یباح اجماعا و کذا فی مسجد قارۃ الطریق ذخیرۃ العقبی و شرح الجمع للعلما
میں ہے لو صلوا فیہ بلا اذان یباح اتفاقا عجیب و ملقط و شرح در البحار و رسالہ علامہ رحمۃ اللہ الہندی تلبیۃ المحقق ابن الہمام و حاشیہ
البحر للعلامہ خیر الدین الرطبی استاذ صاحب الدراختار میں ہے یجوز تکرار الجماعۃ بلا اذان و بلا اقامۃ ثانیۃ اتفاقا و لفظ بعضہا
اجماعا پھر یہ جواز مطلق محض و خالص ہے یا کہیں کراہت سے بھی مجامع اس میں صحیح یہ ہے کہ اگر محراب میں جماعت ثانیہ کریں تو مکروہ
اور محراب سے ہٹ کر تو اصلا کراہت نہیں خالص مباح و اذن فیہ ہے بزاز یہ و شرح منیہ و رد المحتار میں ہے عن ابی یوسف اذ لم
تکن علی الہیئۃ الاولی لا تکرہ والا تکرہ و هو الصحیح و بالعدل عن المحراب تختلف الہیئۃ و لا یجوز تکرار ثانیۃ و ثانیہ میں ہے
بناخذ اسی میں ہے قد قلت ان الصحیح تکرار الجماعۃ اذ لم تکن علی الہیئۃ الاولی یہ ان احکام میں اجمالی کلام تھا و بالتفصیل
محل آخر الحمد للہ العلی اکبر و الصلاۃ والسلام علی الحبيب الاذہن و آلہ واصحابہ الا طائب الغر و اللہ سبحنہ و تعالی
اعلم و علمہ جل مجدہ اللہ و احکم۔

مسئلہ - زید نے وقت مغرب ایک مسجد میں داخل ہو کر دیکھا کہ جماعت ہو رہی ہے اور امام قرات بچہ پڑھ رہا ہے زید نے اس امام
کی اقتدانہ کی اور اُس آن واحد میں علیحدہ اپنی قرات بچہ شروع کر دی اور دوسری جماعت قائم کی پس زید کا کیا حکم ہے اور اس جماعت ثانی کا
جو بحالت موجودگی جماعت اول قائم ہوئی ہے کیا حکم ہے اور دو شخص ایک آن میں قرات بچہ کر سکتے ہیں یا نہیں۔ بینوا تو جروا

الجواب

تفریق جماعت حاضرین حضرت حق سبحنہ و تعالیٰ کو نہایت ناپسند ہے حتیٰ کہ انتہا درجہ کی ضرورت میں یعنی جب عساکر مسلمین و لشکر کفار
میں صف آرائی ہو مورچہ بندی کر چکے ہوں اور وقت نماز آجائے اُس وقت بھی نماز خوف کی وہ صورت قرآن مجید میں تعلیم فرمائی جس سے تفریق
جماعت نہ ہونے پائے اور ایک ہی امام کے پیچھے نماز ہو ورنہ ممکن تھا کہ نصف بر سر سر کر رہیں اور نصف باقی اپنی جماعت کر لیں پھر یہ نصف
مقابلہ پر چلے جائیں اور وہ اگر اپنی نماز پڑھ لیں اتحاد جماعت کی عذا اللہ ایسی ہی تو کچھ سخت ضرورت ہے جس کے لیے عین نماز میں مشی کثیر مجتہد
صلواتہ ہے روا رکھی گئی علاوہ بریں صد ہا آیات و احادیث اس فعل کی مذمت پر دال ہیں اور حکمت ایک جماعت کی مشروعیت کہ ایالات مسلمین
ہے کہ نہایت محبوب الہی ہے یغفل بالکلیہ اُس کے مناقض ہے کمالا بخفی جس زمانے میں نظم خلافت حق گسیختہ اور بنائے امامت راشدہ
ازہم ریختہ ہو گئی تھی اور سلطنت فساد و فجار بلکہ بد مذہبان فاسد العقیدہ کو پہنچی تھی وہ لوگ امامت کرتے اور صحابہ و تابعین و کافہ مسلمین مجبور
ان کے پیچھے نماز پڑھتے اُس وقت بھی ان اکابر و زوہدین نے تفریق جماعت گوارا نہ کی پس اس دوسری جماعت کی شاعت میں کوئی شبہ نہیں
اور فاعل اُس کا عوض ثواب کے مستوجب طعن و ملام ہوا خصوصاً جبکہ وہ اس تفریق کا سبب کسی نبض دنیاوی کے جو اسے امام اول سے
مٹا کر مکتب ہوا یا بوجہ اپنے فاسد العقیدہ ہونے کے عدا و امام اول کو بد مذہب و مبتدع ٹھہرا کر اُس کی اقتدا سے استنکاف کیا کہ ان صورتوں
میں تشیع اُس پر راشد و اکد ہے مگر یہ کہ در حقیقت امام اول سے بدعت تا بکفر و ارتداد و مرتقی ہو گئی جو مثلاً سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

حیاً ذاباً بشر تو ہین کرتا ہو حضور کے ختم نبوت میں کلام رکھتا ہو حضور والا کے بعد کسی کو حصول نبوت میں حرج نہ جانتا ہو حضور اقدس کی تعظیم جو بعد تعظیم الہی کے تمام معظمتوں کی تعظیم سے اعلیٰ و اقدم ہے مثل اپنے بڑے بھائی کی تعظیم کے جانتا ہو و علیٰ ہذا القیاس دیگر عقائد زائفہ کفرہ و کھتا ہو اس تقدیر پر تو البتہ یہ فعل زید کا نہایت محمود ہوگا اور وہ اس پر اجر جزیل پائے گا کہ صورت مذکورہ میں وہ جماعت عند اللہ جماعت ہی نہ تھی کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز راستاً باطل ہے فی القیور و یکبرہ امامۃ المبتدع لم یکفر بھا و ان کفر بھا لم یصح الاقتداء بہ اصلاً اہ ملخصاً اور اگر صورت مرقومہ میں امام ثانی مقتدا و متبوع حضار کا ہو اور جس وقت وہ شخص امامت کر رہا ہے عین اسی حالت میں اس کا دوسری جماعت قائم کر دینا اور اس کے پیچھے نماز سے احتراز مجمع میں ظاہر کرنا باعث اس کے زجر و توبیخ یا حاضرین کی نگاہ سے اس کے گر جانے کا ہو تو اب یہ فعل ادب بھی موکد و ضروری ہو جائے گا اسی طرح اگر کفر و ارتداد کے سوا اور کوئی وجہ ایسی ہو جس کے سبب اس کے پیچھے نماز باتفاق روایا باطل محض ہوتی ہو تو جب بھی یہ جماعت ثانیہ قطعاً جائز ہوگی لہذا ذکر نان الجماعۃ الاولیٰ لیست بجماعۃ فی الحقیقۃ لبطلان الصلاۃ بالاعتداء بکلام امام الاول لیکن اس فعل میں اگر کوئی غرض صحیح شرعی نہ ہو تو اس تقدیر پر اس سے احتراز اولیٰ ہے ختم جماعت کا انتظار کر کے اپنی جماعت کر لے و ہذا کلمہ ظاہر جد الاخفاء فیہ عند عقل سلیم و راء نبیہ و اللہ تعالیٰ اعلم و علیٰ حل مجد کا اتم و حکمہ عن شانہ احکم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں ایک شخص واسطے امامت کے مقرر ہے اگر وہ امام قبل از نماز عشا یا کسی اور وقت میں کسی مقتدی سے یہ کہہ جائے کہ میں کسی کام کو جاتا ہوں میرا انتظار کرنا یعنی بعد پورا ہونے وقت معینہ کے میرا انتظار کرنا بعدہ سب مصلیٰ اپنے وقت معینہ پر جمع ہو گئے اور اس کے بعد انھوں نے پاؤں گھٹا وقت معمول سے دیر واسطے تعمیل حکم امام صاحب کے۔ پھر انھوں نے ایک شخص کو امام بنا کر نماز پڑھ لی آیا ان سب کی نماز درست ہوگی یا نہیں اور اگر امام صاحب پھر ان کے لوگوں سے کہیں کہ تم لوگوں کی نماز نہیں ہوئی تو یہ قول امام صاحب کا صحیح ہوگا یا نہیں اور امام صاحب کوئی فتویٰ اپنی رائے سے واسطے خواہش نفس کے دیں تو شرعاً کیا حکم ہوگا۔ بینوا توجروا

الجواب

مقتدیوں کے ذمہ امام معین ہی کے انتظار میں بیٹھا رہنا اور جب تک کہ آئے جماعت ذکر نہ ہو اگر ضرورت نہیں بعض اوقات حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ میں کسی اور محلہ میں تشریف لے گئے ہیں اور واپس تشریف لےنے میں دیر ہوئی ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جماعت ادا کر لی ہے ایک بار صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام کیا ایک بار عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے پسند فرمایا کما ہو مصروح بہ فی الاحادیث امام کا کہنا کہ تمھاری نماز نہ ہوئی اگر صرف اسی بنا پر ہے کہ میرا انتظار نہ کرنے اور دوسرے کو امام بنا لینے سے تمھاری نماز نہ ہوئی تو محض باطل اور تشریف مطہرہ پر صریح افتراء ہے اپنی خواہش نفسانی کے لیے اپنی رائے سے فتویٰ دینے والا لائن امامت نہیں ہاں جس شخص کو اس کی غیبت میں مقتدیوں نے امام بنایا وہ اگر قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا تھا جس سے فساد نماز ہو یا معاذ اللہ اس کے مذہب میں ایسا فساد تھا جس سے اس کی امامت صحیح نہ ہو تو اس بنا پر امام کا قتل درست ہے

کہ تمہاری نماز نہ ہوئی۔ اس قدر پر مقتدیوں نے سخت خطا کی انہیں تو یہ چاہیے کہ اس نماز کی قضا پڑھیں واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۱۲۰۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تارک الجماعت کس کو کہتے ہیں بینوا توجروا

الجواب

تارک جماعت وہ کہ کسی عذر شرعی قابل قبول کے قصدًا جماعت میں جاضر نہ ہو مذہب صحیح معتد پر اگر ایک بار بھی بالقصد ایسا کیا گنہگار ہوا تارک واجب ہوا سخت عذاب ہوا والعیاذ باللہ تعالیٰ اور اگر عادی ہو کہ بار بار حاضر نہیں ہوتا اگرچہ بار بار حاضر بھی ہوتا ہو تو بلاشبہ قاسم عاجز مردود الشہادۃ ہے فان الصغیرۃ بعد الاصول کبیرۃ من مختار میں ہے (الجماعۃ سنۃ موکدۃ للوجاہ) قال الزاہدی ارادوا بالتکید الوجوب (وقیل واجبۃ وعلیہ العامۃ) ای عامۃ مشائخنا و بہ جزم فی الخفۃ وغیرہا قال فی البحر و هو الراجح عند اهل المذہب (فتسن او تعجب) ثمرتہ تظہر فی الانشد بترکہامرۃ ام مختصوار و المختار میں ہے قولہ - قال فی البحر و قال فی الفہر ہوا عدل الا قال واقواہا ولذا قال فی الاجناس لا تقبل شہادۃ اذا ترکہا استخفافا و عجانۃ اما مہو او بتاویل لکون الامام من اهل الاهواء و لا یراعی مذہب المقتدی فقبیل او ط واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بلدان ملک بار مرسلہ شیخ فتح محمد صاحب حلال حر ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں سلمان حلال خود جو پنجوقتہ نماز پڑھتا ہو اس طرح پر کہ اپنے پیشہ سے فارغ ہو کر غسل کر کے ظاہر کپڑے پہن کر مسجد میں جائے تو وہ شریک جماعت ہو سکتا ہے یا نہیں اور اگر جماعت میں شریک ہو تو کیا پچھلی صف میں کھڑا ہو یا جہاں اس کو جگہ ملے یعنی اگلی صف میں بھی کھڑا ہو سکتا ہے اور اس طرف بعد نماز صبح و بعد نماز جمعہ نمازی آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو کیا وہ بھی مسلمانوں سے مصافحہ اور مسجد کے لوگوں سے دھوکہ دے سکتا ہے اور جو حلال خورینا پیشہ نہ کرتا ہو صرف جادوب کشی بازار وغیرہ کی کرتا ہو اس کے واسطے شرع شریف کا کیا حکم ہے ہر دو صورتوں میں جو حکم شرع شریف کا ہو اس سے اطلاع بخجے - بینوا توجروا

الجواب

بیشک شریک جماعت ہو سکتا ہے اور بیشک سب سے مل کر کھڑا ہوگا اور بیشک صف اول یا ثانی میں جہاں جگہ پائے گا قیام کرے گا کوئی شخص بلا وجہ شرعی کسی کو مسجد میں آنے یا جماعت میں ملنے یا پہلی صف میں شامل ہونے سے ہرگز نہیں روک سکتا اور عزوجل فرماتا ہے ان المسجد للہ بیشک مسجدیں خاص اللہ کے لیے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں العباد عباد اللہ بندے سب اللہ کے بندے ہیں - جب بندے سب اللہ کے مسجدیں سب اللہ کی تو پھر کوئی کسی بندے کو مسجد کی کسی جگہ سے بے حکم الہی کیونکر روک سکتا ہے اور عزوجل نے کہا ارشاد فرمایا من اظلم من منع مسجد اللہ ان ینذکرها اسمہ اس سے زیادہ ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روک کے ان میں خدا کا نام لینے سے اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے کہ بادشاہ حقیقی عزجلالہ کا یا عامہ دارغاں صاحب شیخ صاحب بغل صاحب یا

تجار زمیندار معافی دار ہی کے لیے ہے کم قوم یا ذلیل پیشہ والے نہ آنے پائیں علماء جو ترتیب صفوں لکھتے ہیں اُس میں کہیں قوم یا پیشہ کی بھی خصوصیت ہے ہرگز نہیں وہ مطلقاً فرماتے ہیں یصف الرجال ثم الصبیان ثم الخنثاء ثم النساء یعنی صفت باندھیں مرد پھر لڑکے پھر عورتیں پھر عورتیں بیشک زبال یعنی پاخانہ کسانے والا یا کنس یعنی جاروب کش مسلمان پاک بدن پاک لباس جبکہ مرد بالغ ہو تو وہ اگلی صفت میں کھڑے ہوں گے اور خالص صاحب اور شیخ صاحب نعل صاحب کے لڑکے پھیلی صفت میں جو اس کا خلوت کرے گا حکم شرع کا عکس کرے گا شخص مذکور جس صفت میں کھڑا ہو اگر کوئی صاحب اُسے ذلیل سمجھ کر اُس سے بچ کر کھڑے ہوں گے کہ بچ میں فاصلہ رہے وہ گنہگار ہوں گے اور اس وحید شہید کے سختی کہ حضور قدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من قطع صفا قطعہ اللہ جو کسی صفت کو قطع کرے اللہ اُسے کاٹ دے گا اور جو متواضع مسلمان حق الایمان اپنے رب اکرم نبی اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم بجالائے کو اُس سے شاذ بشاذ خوب مل کر کھڑا ہوگا اللہ عزوجل اُس کا رتبہ بلند کرے گا اور وہ اُس وعدہ جمیلہ کا سختی ہوگا کہ حضور انور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من وصل صفا وصلہ اللہ جو کسی صفت کو وصل کرے اللہ اُسے وصل فرمائے گا دوسری جگہ ہمارے نبی کریم علیہ علی آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں الناس بنو آدم و آدم من ثواب۔ لوک سب آدم کے بیٹے ہیں اور آدم مٹی سے رواہ ابو داؤد و الترمذی و حسنہ و البیہقی بسند حسن عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ دوسری حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں یا ایہا الناس ان ربکم واحد وان اباکم واحد الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی یونانی ولا لاصوری علی اسود ولا لاسود علی احمر الا بالتقویٰ ان اکرمکم عند اللہ اتقنکم اے لوگو بیشک تم سب کا رب ایک اور بیشک تم سب کا باپ ایک سن لو کچھ بزرگی نہیں عربی کو عجمی پر نہ عجمی کو عربی پر نہ گورے کو کالے پر نہ کالے کو گورے پر نہ گریز کا رسی سے بیشک اللہ کے نزدیک تم میں بڑا تہودالادہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے رواہ البیہقی عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہاں اس میں شک نہیں کہ زبالی مشرعا مکروہ پیشہ ہے جبکہ ضرورت اُس پر باعظمت ہو مثلاً جہاں نہ کا فر بھگلی پائے جاتے ہوں جو اس پیشہ کے واقعی قابل ہیں نہ وہاں زمین مثل زمین عرب ہو کہ رطوبت جذب کر لے اسی جگہ اگر بعض مسلمین مسلمانوں پر سے دفع اذیت و تنظیف بیوت و حفظ صحت کی نیت سے اسے اختیار کریں تو مجبوری ہے اور جہاں ایسا نہ ہو تو بیشک کراہت ہے لتعاطی النجاسات من دون ضرورة وہ بھی ہرگز حد فتن تک منتهی نہیں فتح القدیر و فتاویٰ علیگیری میں ہے اما شہادۃ اہل المصانع الدنیۃ کالکساح والزبال والحائل والحجام فالاصح انھا تقبل لا غناقد ولا غافوم صالحون فمالہم لعلہم القاح لا مبنی علی ظاہر الصناعة مگر ان قوم دار حضرات کا اُس سے تفرہ ہرگز اس بنا پر نہیں کہ یہ ایک امر مکروہ کا مرکب ہے وہ تفر کرنے والے حضرات خود صدام امور محرمات و گناہ کبیرہ کے مرکب ہوتے ہیں تو اگر اس وجہ سے نفرت ہو تو وہ زیادہ لائق تفر ہیں ان صاحبوں کی صفوں میں کوئی نشہ باز یا قمار باز یا سود خوار شیخ صاحب تجارت یا رشوت خاں مرزا صاحب عمدہ دار اگر کھڑے ہوں تو ہرگز نفرت نہ کریں گے اور اگر کوئی کپتان یا کلکٹر صاحب یا جنٹ مجسٹریٹ صاحب یا اسسٹنٹ کمشنر صاحب یا جج ماتحت صاحب اگر شامل ہوں تو ان کے برابر کھڑے ہونے کو تو فرمایا جائے گا حالانکہ اللہ و رسول کے نزدیک یہ افعال اور پیشے کسی نفل مکروہ سے بدرجہا بدتر ہیں واللہ یقول الحق و هو یمدی السبیل و یخمد و یجیر و میں ذیل پیشہ کا ذکر کر کے فرمایا و اما اتباع الظلمۃ فاحس من الکل تو ثابت ہوا کہ ان کی نفرت

خدا کے لیے نہیں بلکہ محض نفسانی آن بان اور رسمی تکبر کی شان ہے تکبر ہر نجاست سے بدتر نجاست ہے اور دل ہر عضو سے شریف تر عضو انوس کہ ہمارے دل میں تو یہ نجاست بھری ہو اور ہم اُس مسلمان سے نفرت کریں جو اس وقت پاک صاف بدن دھوئے پاک کپڑے پہنے ہے فرض جو حضرات اس بیہودہ وجہ کے باعث اُس مسلمان کو مسجد سے روکیں گے وہ اُس بلائے عظیم میں گرفتار ہوں گے جو آیت کریمہ میں گزری کہ اُس سے زیادہ ظالم کون ہے اور جو حضرات خود اس وجہ سے مسجد و جماعت ترک کریں گے وہ اُن سخت سخت ہولناک وعیدوں کے مستحق ہوں گے جو ان کے ترک پر وارد ہیں یہاں تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا الجفاء کل الجفاء والكفر والنفاق من سمع منادی الله ينادى ويدعو الى الفلاح فلا يجيبه نظم پر اظلم اور کفر اور نفاق ہے کہ آدمی موزن کو سنے کہ نماز کے لیے بلاتا ہے اور حاضر نہ ہو رواۃ الامام احمد والطبرانی فی الکبیر عن معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن اور جو بندہ خدا اللہ عزوجل کے احکام پر گردن رکھ کر اپنے نفس کو دبائے گا اور اس مزاحمت و نفرت سے بچے گا مجاہدہ نفس و تواضع اللہ کا ثواب جلیل پائے گا بھلا فرض کیجیے کہ ان مساجد سے تو ان مسلمانوں کو روک دیا وہ مظلوم بیچارے گھروں پر پڑھ لیں گے سب میں افضل و اعلیٰ مسجد مسجد الحرام شریف سے انہیں کون روکے گا اس مسلمان پر اگر حج فرض ہو تو کیا اُسے حج سے روکیں گے اور خدا کے فرض سے باز رکھیں گے یا مسجد الحرام سے باہر کوئی بنا کعبہ اُسے بنادیں گے کہ اُس کا طواف کرے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت بخشنے آمین۔ اس تقریر سے ثابت ہو گیا کہ مسجد کے لوٹے جو عام مسلمانوں پر وقت ہیں اُن سے وضو کو بھی اسے کوئی منہ نہیں کر سکتا جبکہ اس کے ہاتھ پاک ہیں رہا مصافحہ خدا ابتدا کرنے کا اختیار ہے کیجیے یا نہ کیجیے فان المصافحة بعد الصلوات علی الاصح من المباحات والمباح لا یلام علی فعله ولا ترکہ مگر جب وہ مسلمان مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھائے اور آپ اپنے اس خیال بے معنی پر ہاتھ کھینچ کیجیے تو بیشک بلا وجہ شرعی اُس کی دل شکنی اور بیشک بلا وجہ شرعی مسلمان کی دل شکنی حرام قطعی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذنی فقد اذی اللہ جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اُس نے بیشک مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے بیشک اللہ عزوجل کو ایذا دی رواۃ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شکر کنہ ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۲۸ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مقام پر جماعت نماز کی جوتی ہے اور یہ بھی نماز پڑھتا ہے اور جماعت کے وقت بھی حاضر رہتا ہے جماعت ترک کر کے اوں جماعت سے یا بعد جماعت کے نماز پڑھتا ہے اس میں کیا حکم ہے۔

الجواب

اگر امام میں کوئی ایسا نقص ہو جس کے سبب اس کے پیچھے نماز قاسد یا مکروہ تحریمی ہو تو مثلاً قرآن عظیم غلط پڑھتا جس سے نماز میں فسادیں آئے یا وہ بانی رافضی یا غیر مقلد ہو یا کم از کم تفضیلیہ یا فاسق ہونا تو زیہ پر الزام نہیں اور اگر بلا وجہ شرعی جماعت ترک کرتا ہے تو سخت گنہگار فاسق ہے اُس پر تو یہ واجب ہے قال اللہ تعالیٰ ومن یشاق الرسول من بعد ما تبین لہ الہدٰی ویبتغ غیر سبیل المؤمنین ذلہ ما تولى ونصلہ جہنم وساعٰ مصیرا ینکم قرآن ایسا معلن شخص کہ بلا وجہ شرعی جماعت ترک کرے سختی جہنم ہے خصوصاً ترک بھی ایسا کہ جماعت جوتی ہے اور یہ پیشاد ہے

مسئلہ - از نگار ضلع دھاکہ موضع چیتا رچہ مرحلہ نواب عبدالواحد صاحب ۱۰ جمادی آخرہ ۱۳۲۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے مع ایک مقتدی کے نماز شروع کی بعد ایک رکعت کے دوسرا اور ایک شخص آیا
تو اس صورت میں امام سامنے بڑھے گا یا وہ شخص مقتدی کو پیچھے کی طرف کھینچے گا اگر امام سامنے بڑھے تو قبل اشارہ کے یا بعد اشارہ کے اگر
بعد اشارہ کے تو قبل تکبیر تحریرہ کے اشارہ کرے گا یا بعد اگر قبل تکبیر تحریرہ کے اشارہ سے امام بڑھے گا یا مقتدی کو قبل تحریرہ کے وہ شخص اپنی
جانب کھینچے گا تو اس صورت میں نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔

الجواب

جب امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو اور دوسرا آئے تو افضل یہ ہے کہ مقتدی پیچھے ہٹے ہاں اگر مقتدی مسئلہ نہ جانتا ہو یا پیچھے ہٹنے کو جگہ نہیں تو
ایسی صورت میں امام کو بڑھنا چاہیے کہ ایک کا بڑھنا دو کے ہٹنے سے آسان ہے پھر اگر مسئلہ جانتا ہو تو جب کوئی دوسرا ملا چاہتا ہے تو خود ہی
پیچھے ہٹنا چاہیے خواہ امام خود ہی آگے بڑھ جائے ورنہ اس آنے والے شخص کو چاہیے کہ مقتدی کو اور وہ مسئلہ نہ جانتا ہو تو امام کو اشارہ کرے
انہیں مناسب ہے کہ نما اشارہ کے ساتھ ہی حرکت ذکر کریں کہ امتثال امر غیر کا شبہ نہ ہو بلکہ ایک تامل خفیف کے بعد اپنی رائے سے اتباع حکم
شرع و ادائے سنت کے لئے اس کا اشارہ ماننے کی نیت سے حرکت کریں اس صورت میں برابر ہے کہ یہ آنے والا مقتدی نیت باندھ کر اشارہ
کرے خواہ بلا نیت کے بہر حال وہ اطاعت حکم شرع کریں گے، اُس کے حکم کی اطاعت اور جو جاہل اس کا حکم ماننے کی نیت کرے گا تو اس کا
تکبیر تحریرہ کے بعد اشارہ کرنا کیا نفع دے گا کہ امام یا مقتدی کو دوسرے مقتدی کا حکم ماننا کب جائز ہے فقر قرآن میں یا فحال میں لہذا کہ امام کو
جائز ہے وہ بھی حکم شرع ہے نہ کہ اطاعت حکم مقتدی جو اس کی نیت کرے گا اُس کی نماز خود ہی فاسد ہو جائے گی اور جب وہ امام ہے تو اُس کے
ساتھ سب کی جائے گی۔ فی الدار المختار لو امثل امر غیرہ فقیل لا تقدم فقدم او دخل فوجه الصف احد و مع له فسدت بل یکف
ساعة ثم یقدم برأیہ قہستانی معزیا للزاهدی و فی رد المحتار عن المصنف لوجذبہ اخر فخر الا صحو لا تقصد صلاتہ اھ و عن
الشربلانی فی تیسیر المقاصد ان امثاله انما هو لا موصول لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلا یضراہ و عن الطحطاوی لوقیل
بال تفصیل بین کونہ امثل الشارع فلا تقصد و بین کونہ امثل امر الداخل مراعاة لحظہ من غیر نظر لامر الشارع
فقد لکان حسنا و رأی ینی کتبت علیہ مانصہ **اقول** و هو من الحسن بکان بل هو ملحمل کلمات العلماء و بہ
یحصل التوفیق و باللہ التوفیق و فی الہندیۃ رجلا ن صلیا فی الصحراء و اثم احدہما بالآخر و قام عن یمین الامام فجاہ
ثالث و جذب المؤمن الی نفسه قبل ان یکبر لافلتاح حکى عن الشیخ الامام ابی بکر بن طرخان انہ لا تقصد صلاۃ المؤمن
جذبہ الثالث الی نفسه قبل التکبیر و بعدہ کذا فی المحیط و فی الفتاوی العتابیۃ ہوا الصحیح کن فی التا تاریخانیہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از فیض آباد مرحلہ احمد حسین صاحب خزندہ نقشبندیہ سنہ ۱۳۲۰ھ ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ (۱) مسجد یا خلوات مسجد امام کا مصلی مقتدیوں کی صف سے
ملا رہے یا علیحدہ اگر علیحدہ ہو تو کس قدر فاصلہ پر امام مصلے کے کنارہ پر کھڑا ہو یا کچھ آگے بڑھ کر تاکہ مقتدیوں کو کافی جگہ ملے فرمائیے اللہ آپ کو

ابو عظیم عطا فرمائے (۲) زید مسجد یا خلافت آں نماز فرض پڑھ رہا ہے اور اُس کی پہلی رکعت ہے یا کوئی اور رکعت اور بکر تنہا یا شخص داخل ہوئے باوجود اطلاع ہوئے یا ہو جانے کے تنہا بکر یا دونوں شخصوں نے اُسی مقام پر اور اُسی صفت پر علیحدہ فرض پڑھے اور زید کے مقتدی نہ بنے کیا حکم ہے اُن کی نماز کا۔ یا پہلے اُن کو اطلاع نہ تھی نیت باندھنے کے بعد رابع نے باواز بلند کہہ دیا اب کیا حکم ہے بکر کی نماز کا آیا وہ درست ہوئی اگر نہیں تو اطلاع پانے تک جس قدر ہو چکی ہے وہیں سے ترک کر دے یا پوری کر کے وہ نماز اعادہ کرے مفصل فرمائیے۔ بینوا توجروا (۳) اگر عجز یا عورت یا نابالغ یا شیعہ جن کی امامت بالاتفاق ناجائز ہے نماز فرض پڑھ رہا ہے مسجد میں یا باہر اور زید بھی نماز فرض پڑھنا چاہتا ہے کیا اُس مصلے پر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہ کیا اُس شخص کے نماز ختم ہونے تک زید کو انتظار لازم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) فصل بقدر کھایت و حاجت ہوجس میں مقتدی بخوبی سجدہ کر لیں اور اس سے زائد فضل کثیر کردہ و خلافت سنت ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) اگر زید قابل امامت تھا اور انہیں معلوم تھا کہ یہ فرض پڑھ رہا ہے اور انہوں نے اقتداء کی بلکہ جدا جدا فرض پڑھے تو اگر جماعت اول ہو چکی ہے جب تو فضل سے محروم رہے اور اگر یہی جماعت اولی ہوتی تو نگاہ ہوئے اور اگر زید قابل امامت نہیں اور ان دونوں میں کوئی قابل امامت تھا تو اب بھی وہی احکام ہیں اور اگر ان میں بھی کوئی قابل امامت نہیں تو اصلاً حرج نہ ہو اور نماز تینوں صورتوں میں مطلقاً ہو جائے گی اور نیت توڑ دینا صحت جماعت قائم کی تفصیل کے لیے ہے مثلاً ایک شخص نے ظہر کے فرض شروع کیے ایک رکعت یا اُس سے کم پڑھنے پایا تھا کہ جماعت قائم ہوئی تو نیت توڑ دے باقی جماعت مدورہ کی تفصیل کے لیے نیت توڑنے کی کہیں اجازت نہیں واللہ تعالیٰ اعلم (۳) پڑھ سکتا ہے اور ختم نماز تک انتظار کرنا کچھ ضرور نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از شہر فیروز پور محلہ پیران والا مرسلہ منشی عنایت اشرف شاہ قادری

چرمی فرماہند علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بعض لوگ مسجد میں آتے ہیں اور جماعت اولیہ پڑھی نہیں گئی اور امام کے حاضر ہونے میں ابھی کچھ وقفہ ہے وہ اپنے کام کے واسطے امام معین کا انتظار نہیں کرتے حاضرین میں سے کسی کو بغیر امامت امام کے امام بنلاتے ہیں اور نماز جماعت ادا کر لیتے ہیں یا اگر جماعت ہو چکی ہے اور آنے والا شامل جماعت نہیں ہوا تو پھر دیکھا کہ ایک دو آدمی موجود ہیں جو شامل جماعت نہیں ہوئے ان کو ہمراہ لے کر جماعت پڑھائی یا اُن میں سے کسی کو امام بنادیا اور امام سے نہیں پوچھا بعض کی یہ عادت ہے کہ مسجد میں آئے اور امام کا مصلے لیا اور بچھا یا اور اُس پر نماز پڑھی یا پوچھ گئے کیا اُن کا ایسا کرنا اور بغیر امام کے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں جواب بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں۔ بینوا بالدلیل و توجروا بالاجرا الجوزیل۔

الجواب

جو لوگ جماعت معینہ سے پہلے جماعت کر کے چلے جائیں اُس میں چند صورتیں ہیں اگر امام معین محلہ میں واقعی کوئی مسند و مرقع ہے مثلاً وضو طہارت ٹھیک ہو جائے یا تجوید و قرائت میں ایسی غلطی کہ موریٰ فساد نماز ہو یا سادہ فساد نہ ہو مثلاً دو یا بیسہ غیر منقولہ وغیرہ یا فسق یا لاعلمان مثلاً مدعی حد شرع سے کم رکھنا تو ان تین صورتوں میں ان لوگوں پر کوئی الزام نہیں بلکہ اُسی جماعت محلہ یا امام ہو گا جو ایسے امام مقابل است

یا ممنوع التقدیم کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں یہ ہیں اگر وہ مسجد کسی خاص جماعت کی مسجد نہ ہو جیسے مسجد شارع دسراوا شیخ جب بھی کوئی الزام نہیں کہ وہاں امام معین ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا جو جماعت آئے جدا اذان کے اور جدا اقامت کرے اور اپنے سے ایک شخص صالح امامت کو امام بنا کر جماعت پڑھے یہ سب جماعتیں جماعت اولیٰ ہوں گی ان میں کسی دوسرے پر ترجیح نہیں اور اگر مسجد محلہ ہے جس کے لیے امام و جماعت معین ہے اور امام میں کوئی محذور شرعی نہیں اور چند لوگ اپنی کسی ضرورت خاصہ شرعیہ سے پیش از جماعت نماز پڑھ کر جانا چاہتے ہیں مثلاً کہیں انھیں جانے کی ضرورت جائزہ ہے اور جماعت کا انتظار کریں تو ریل کا وقت جاتا رہے گا ایسی صورت میں بھی ان کو اجازت ہوگی کہ باہم جماعت کر کے چلے جائیں کہ شرع دُان کو یہ حکم دے گی کہ جماعت کا انتظار کرو اور ریل نکل جانے دو نہ یہ حکم دے گی کہ جبکہ تم جماعت کا انتظار نہیں کر سکتے الگ الگ پڑھو اور جماعت نہ کرو نہ اس جماعت میں منصب امام معین سے کوئی منازعت ہوگی کہ وہ محلہ کی جماعت اولیٰ کا امام معین ہے اہل محلہ کے لیے جماعت اولیٰ دہی ہوگی جو وہ اپنے امام کے ساتھ اپنے وقت معین پر پڑھیں گے ان چند آدمیوں کا بضرورت پہلے جماعت کر جانا ان کے ثواب جماعت میں کچھ کمی نہ کرے گا اور جب منازعت نہیں تو استیذان امام کی بھی حاجت نہیں پھر بھی احسن یہ ہے کہ محراب سے مہذب کر جماعت کریں تاکہ صورت معارضہ سے بچیں اور باعث تغیر و وحشت امام معین نہ ہو اور اگر ان کو کوئی ضرورت شرعیہ نہیں تو ضرور مورد الزام شرعی ہیں کہ مرکب تفریق جماعت ہوئے پھر نیت کے اختلاف سے حکم اشد ہوتا جائے گا مثلاً اپنے کسی ابو و لعب مباح کی جلدی کے باعث جماعت کر گئے تو صرف تفریق جماعت کا الزام ہے اور اگر کسی ابو و لعب ناجائز کی جلدی تھی یا کسی ناجائز جگہ جانے والے تھے اور وقت ریل نکلے سبب جلدی کی تو الزام دو چند ہے اور اگر اپنی بد مذہبی کے باعث امام سنی صحیح العقیدہ صالح امامت کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہی تو الزام سب میں سخت تر ہے والکل ظاہر عندا من له ادنی مسکة فی العلم یہ صورت تقدیم کا جواب ہوا رہی صورت تاخیر اس میں بھی اگر وہ مسجد مسجد محلہ نہیں تو ہم اوپر کہ چکے کہ یہاں نہ تقدیم ہے نہ تاخیر ہے نہ معین امام کے کوئی معنی سب جماعت اولیٰ ہیں اور سب یکساں اور اگر مسجد مسجد محلہ ہے اور امام معین میں کوئی محذور شرعی تھا جس کے سبب انھوں نے قصداً تاخیر کی جب بھی ان پر کچھ الزام نہیں کہ مقصود اصلاح جماعت سے انحراف فقہ ہے اور اس میں تقدیم تاخیر یکساں اور اگر امام میں کوئی محذور شرعی بھی نہیں مگر جماعت اولیٰ بے اذان یا اذان خفی ناکافی اعلان کے ساتھ کی گئی جب بھی ان کو باعلان اذان اعادہ جماعت کی اجازت بلکہ حکم ہے کہ پہلی جماعت جماعت مسنونہ نہ ہوئی جماعت مکروہ ہوئی اور اگر یہ بھی نہیں مگر امام معین مذہب فقہی میں اس جماعت باقیہ کا مخالفت ہے مثلاً وہ شافعی الذہب ہے یہ حنفیہ ہیں اپنی جماعت جدا کرنا چاہتے ہیں تو کوئی بھی الزام نہیں کہ افضل یہی ہے کہ امام مخالف الذہب کے پیچھے نماز پڑھی جائے اگر مخالف الذہب حتی الامکان مراعات مذاہب اور رع رکھتا ہو ان سب صورتوں میں اس جماعت ثانیہ کو نہ اذان امام اول کی حاجت نہ تبدیل محراب و محلے کی ضرورت اور اگر ان سب وجوہ سے ہمارا جو تو پھر تاخیر میں نظر باعث وہی شقوق عود کریں گے جو تقدیم میں نہیں مگر باعث تاخیر کوئی ضرورت شرعیہ تھی مثلاً بھوکا ہونا یا استنجے کی ضرورت ہونا وغیرہ لکھنا اعداء فقہانے تحریر فرمائے ہیں تو ان پر کوئی الزام نہیں مگر اعادہ اذان کی اجازت نہ ہوگی اور محراب نہ بدلتا مکروہ اور بعد تبدیل محراب شرعی اجازت ہے اذن امام کی حاجت نہیں نہ اس کے منصب میں منازعت نہ اس میں اس کے لیے تغیر و وحشت اور اگر ہو بھی اور وہ کہے کہ اگرچہ جماعت اولیٰ میں نے ہی کی اور میرے حق میں کوئی دست اندازی نہ ہوئی پھر بھی تم نے میری مسجد میں

بے سرے اذن کے کیسے جماعت ثانیہ کر لی تو اس وحشیانہ وحشت کا الزام خود اُس پر ہے ورنہ پر۔ اور اگر بے ضرورت شرعی کسی امرِ مباح کے سبب تاخیر کی تو تقریر جماعت و ترک جماعت اولیٰ کا اُن پر وبال ہے اور اگر کسی امر ناجائز کے سبب تو وبال دو چند اور اپنی بد مذہبی کے باعث امام سنی صالح الامامت کے پیچھے نماز نہ پڑھنا چاہی تو وبال سب میں سخت تر ہے کما تقدم اور مصلائے امام کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ خاص اُس کی بلکہ ہو کہ اُس نے اپنے لیے مسجد میں بچھا رکھا ہے یہ تو ظاہر ہے کہ بے اُس کے اذن کے کسی کام میں استعمال نہیں ہو سکتا جو استعمال کرے گا گنہگار ہوگا دوسرے یہ کہ مصلے وقف ہو اس میں پھر تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ واقعہ نے صرف امام کے لیے وقف کیا تو اُسے کوئی نمازی منفرد یا مقتدی بھی نہیں لے سکتا چر جائے کہ غیر۔ بلکہ اگر خاص امام جماعت اولیٰ کے لیے وقف کیا ہو تو امام جماعت ثانیہ بھی نہ لے سکے گا۔ دوسرے یہ کہ واقعہ نے نماز کے لیے وقف کیا تو ہر نمازی لے سکتا ہے اگرچہ منفرد ہو سوائے نماز اور جلوس کے لیے نہیں لے سکتے جبکہ واقعہ نے اسے جائز نہ رکھا ہو تیسرے یہ کہ مسجد کے لیے وقف کیا اور صراحتہ یا دلالتہ حاضرانِ مسجد کے لیے اُس کا استعمال مطلق جس طرح چٹائیوں میں معروف ہے تو اُسے نماز کے لیے بھی لے سکتے ہیں اور غیر وقت نماز میں کسی ایسے جلوس کے لیے بھی کہ شرعاً مسجد میں جائز ہو پھر اتنا لحاظ رہے کہ بحال اطلاق بھی جس طرح صفیں جماعت کے لیے ہوتی ہیں مصلے میں حتیٰ امام زیادہ ملحوظ ہوتا ہے تو عین وقت امامت امام کو اُس سے محروم نہیں کیا جاسکتا ہاں خالی وقت میں لے لینا اور وقت امامت کے لیے مقام امام پھر بچھا دینا بھی کوئی حرج نہیں رکھتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از کھربا پوٹہ کلاں ضلع پیل بھیت مرسلہ شرف الدین صاحب زمیندار، رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ظہر کی نماز دو بجکر پچیس منٹ پرتین شخص جماعت کر لیں وہ بہتر ہے یا دو بجکر پینتیس منٹ پرتین آدمیوں کی جماعت ہو یہ بہتر ہے ان دونوں جماعتوں میں کون سی جماعت اولیٰ ہے۔ فقط

الجواب

جماعت جتنی کثیر ہوگی ثواب عظیم ہوگا اور اس دن منٹ میں کچھ وقت تنگ نہیں ہوتا کثرت جماعت ہی کے لیے شرعاً مطہر نے نماز فجر کو آخر وقت میں پڑھنے پر ثواب زیادہ رکھا ہے اصل حکم یہ ہے اور اگر کسی جگہ کوئی خاص صورت باعثِ فتنہ ہو تو فتنہ سے بچنا لازم ہے اور وبالِ فتنہ کرنے والے پر اور مسجد محلہ میں امام معین اکثر اہل محلہ کے ساتھ جو جماعت بروجہ سنت ادا کرے وہ جماعت اولیٰ ہے اُس سے پہلے دو چار بلا وجہ یا اپنے کسی کام کے سبب جماعت کر جائیں تو وہ ان اکثرین کی جماعت کا ثواب کم ذکر ہے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ بتوسط جناب مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی، صفر ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ مسجد میں آتے ہیں اور جماعت بھی لکھتے ہیں پڑھی گئی امام کے حاضر ہونے میں بھی کچھ وقفہ ہے امام معین کی انتظامی نہیں کرتے اپنے میں سے ایک کو امام بنایا اور نماز باجماعت ادا کی اور چل دیے امام سے بھی امامت کا اذن نہیں لیا علیٰ ہذا اگر جماعت ہو چکی اور دیکھا کہ دو چار آدمی اور بھی جمع ہیں جو جماعت میں شامل نہیں ہوئے ایک کو امام بنایا اور جماعت کرائی اسی طرح بد اور آئے اور انھوں نے بھی ایسا ہی کیا بعض کی عادت ہے کہ امام کا مصلیٰ جو اُس کے نام سے نامزد ہے اور وہ اُس پر ہمیشہ

کھڑا ہو کر امامت کرتا ہے جیسا کہ دستور ہے اٹھایا اور اُس پر نماز ادا کی یا بیٹھ گئے امام سے پوچھا بھی نہیں لوگوں کو اگر منع کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ نیک کام ہے اس سے روکنا نہ چاہیے سابقہ الخیرات حکم ہے ضرورت کے وقت چونکہ شمولیت جماعت مقررہ سے شریعت کی جانب سے رجعت ہے اور انفرادی حالت میں بہ نسبت جماعت کے ثواب کم ہے اس واسطے شریعت کی جانب سے ایسی امامت کی نہی نہیں معلوم ہوتی اور مضمرات کی عبارت ولو صلے بعض اہل المسجد باقامۃ وجماعۃ ثم دخل المودن والا امام وبقیۃ القوم فالجماعۃ المستحبۃ لہم والکواہۃ للاولی علیگیر کو بلا ضرورت اقامت جماعت ثانیہ للاعراض عن المقررة یا احداث فتنہ پر مجبور رکھتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مساجد کی وضع عبادت کے لیے ہے صفیں جیسے مقعدیوں کی نماز کے لیے ہیں ایسے مصلی امام کے لیے امام صف پر نماز پڑھا سکتا ہے ایسا ہی اگر مصلی پر کوئی غیر امام نماز پڑھ لے تو کچھ حرج نہیں بعض کا قول ہے مصلی امام کی ملک نہیں فقہ کی متداولہ کتابوں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ معین امام کی انتظاری لازم ہے اور بغیر اجازت امام معین کے امامت نہ کرائیں اگر انتظار میں وقت مکروہ ہو یا کسی ضروری کام کے لیے جانا چاہتا ہو مثلاً ریل کا وقت جاتا رہے گا تو الگ الگ نماز پڑھ کر چلے جاویں ترک جماعت میں اُن کے حق میں امام کا اذن دینا اس قبیل سے ہو گا حدیث لا یؤمن الرجل الرجل فی سلطانہ علی تکرمتہ الا باذنه رواہ مسلم مشکوٰۃ معناه ما ذکرہ اصحابنا وغیرہم ان صاحب البیت والمجلس وامام المسجد احق من غیرہ وان کان ذلک الغیا فقہ وافرہ واورع وافضل منه الخ نوی شرح مسلم قوله فی سلطانہ ای موضع ملکہ وتسلطہ علیہ بالتصوف کصاحب المجلس وامام المسجد مجمع بکار الا نوار لیس للفاضلی ان یصلی بہم اذ لم یومر بہ صریحاً او دلالتہ کبیری علت نہی کی یہ ہے وھذا الثلاثہ یودی الی تھوین امر سلطنتہ وخلع ربقۃ اطاعتہ والتباغض والخلاف الذی شرع الاجتماع لوجہ مجمع بکار الا نوار ان منقولات سے پایا جاتا ہے کہ امام کہیں ہو جہاں تک ممکن ہو امام سے اجازت کے کراہت کرائیں کہ امامت بلا اذن منع ہے امام کا جماعت میں بالفعل موجود ہونا شرط نہیں اور عموم حدیث کی ثالث بھی اسی پر ہے موض الامیر فضلی الشاطی لم یجز الا باذنه علیگیر کی عبارت کا بھی یہی مقصود ہے بعض کا خیال ہے کہ حدیث مذکورہ بالا سے یہ امر ثابت ہے کہ منع امامت امام دیگر بوقت حضور امام المحلہ ہے نہ بوقت عدم حضور کیونکہ مراد رجل اول سے امام دیگر ہے اور رجل ثانی سے امام المحلہ یا صاحب البیت ہے اور کہا کہ رجل اول رجل ثانی کی امامت ذکر ہے اگر رجل ثانی حاضر ہو گا تو اس کی امامت ممکن ہے اور نہی امور ممکنہ سے متعلق ہو اگر تہی ہے جماعت ثانیہ اگر تحت عموم حدیث کے ہو تو اُس کا بھی یہی حکم ہے اور یہی علت ہے اگر خارج ہے تو بھی فقہانے اسے مکروہ تحریمیہ کہا ہے اور بعض کہتے ہیں اگر ہیئت اولی کے خلاف ہے تو مکروہ نہیں جیسا کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نفی جو امام ابی یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مذکور ہے مراد اُس سے کراہت تحریمیہ کی نفی ہے نہ مطلق بہر حال کراہت سے خالی نہیں مصلی پر امام کے نماز پڑھنا یا بیٹھنا بلا اُس کے اذن کے اسکی مانعت بھی مذکورہ بالا کے آخری فقرہ میں ولا یعتقد فی بیتہ علی تکرمتہ الا باذنه سے پائی جاتی ہے قولہ علی تکرمتہ ہو موضع خاص لجلوسہ من فرائض اور یہ معایین کا کرامہ نہ ہی بفضہ تاء وکسہا کفراش وجماعۃ وضوحاً مجمع مجاہد لا نوار چونکہ ہر سہ سوالات کی نسبت قول علماء و عبارات کتب مختلف ہیں اس واسطے بہت تردد رہتا ہے اور تسکین نہیں ہوتی ہے بظاہر عبارت کتب سے تو نہی الجمع معلوم

ہوتی ہے اور اقبال علمائے مخالف اس لیے ادب سے التماس ہے کہ حقیقت امر سے مفصل اندھ نقل طبع پر بحوالہ کتب اور عبارات سے آگاہ فرمادیں تاکہ شق راجح پر عمل درآمد ہو بلیغاً و قویاً۔

الجواب

مسجد اگر جامع یا سراسر بازار یا اسٹیشن کی غرض مسجد عام ہے کہ ایک جماعت خاصہ سے مخصوص نہیں جب تو اس میں ان حالات کا محل ہی نہیں اس کی سب جماعتیں جماعت اولیٰ ہیں جو گروہ آئے اپنی جماعت کرے اور محراب ہی میں امامت کہے ادا افضل ہے کہ ہر گروہ جلیب اذان و اقامت کرے کما نص علیہ فی فتاویٰ قاضی خاں وغیرہا ہاں مسجد محلہ جس کے لیے جماعت معین امام معین ہے اُس میں ضرور امام مقرر کا حق مقدم ہے جبکہ اس کی طہارت، قرات، عقیدے، عمل میں خلل نہ ہو کما فی الدر المنثور و مسند المحاضر وغیرہ ماحولہ کلا سفار اور قصداً بلا وجہ شرعی تفریق جماعت ضرور موجب ذم و شائبہ خواہ یوں ہو کہ امام معین سے پہلے پڑھ جائیں یا جماعت اولیٰ فوت کر کے اپنی جماعت الگ بنائیں۔ رہے اہل ضرورت وہ مستثنیٰ ہیں اور اُن کی جماعت اگرچہ پہلے ہو (مثلاً جماعت معین کا ابھی وقت نہ آیا اور انتظار میں ریل کا وقت نہ رہے گا پڑھ کر چلے گئے) امام اور اہل محلہ کے حق میں جماعت اولیٰ نہ ہوگی تو اس سے حق امامت میں مزاحمت نہ ہوگی الا لا یومن الرجل الرجل فی سلطانہ کا کچھ خلاف نہ ہو کہ نہ امام معین کی امامت کی نہ اُس کی امامت میں مزاحمت کی اور ہرگز شرعاً طہارے کوئی دلیل نہیں کہ ایسے لوگ بے اذن امام جماعت سے ممنوع ہیں نہ اصلاً کہیں اُن پر حکم ملے گا کہ مجتمع ہوتے ہوئے الگ الگ پڑھیں اور روافض سے تشبہ کریں یہ ہیں جو اتفاقاً بلا تقصیر جماعت سے رہ گئے وہ شرعاً افراد پر مجبور نہیں نہ شرع سے کوئی دلیل کہ جماعت میں اذن نام کے محتاج ہیں کہ یہاں بھی اُس کے حق میں مزاحمت نہیں البتہ نیز جماعت اولیٰ واجباً فرق و احراز صورت مزاحمت کے لیے محراب سے الگ ہونا چاہیے وبالعدد ول عن المحراب تختلف الهيئة هو الصحیح وہیہ ناخذ کما اثرہ فی رد المحتار عبارات ضرورت کا محل وہی صورت تفریق بلا ضرورت ہے یہ ہیں حکم انتظار محل عدم ضرورت میں ہے ما جعل علیکم فی الدین من حرج بصورت ضرورت بروجہ مذکور جماعت میں نہ امامت معینہ کی توہین نہ امام معین کی توہین نہ کوئی وجہ تباہی و تخلف محراب علیک و جماعت کبیری دونوں دربارہ جمعہ ہیں اور جماعت کا اُس پر قیاس باطل کہ جمعہ میں شرط ہے کہ امام خود سلطان ہو یا اُس کا ماذون اسی کی تفریح میں دونوں کتابوں کی وہ عبارات ہیں کبیری میں فرمایا الشہادۃ لثانی کون الامام فیہا سلطاناً و من اذن له السلطان (الی ان قال) المتغلب الذی لا منشور له اذا کان سیرتہ فی الرعیۃ سیرۃ الاموال و یجوز اقامتها لان بذلک تثبت السلطۃ فیحقق الشرط و لیس للقاضی ان یصلی بجماعہ علیکیرہ میں ہے منها السلطان حتی لا یجوز اقامتها لغير امر السلطان او امر نائبہ موضح الامیر الخ حدیث کی عبارت النص اگرچہ صورت امامت للامام میں ہے مگر بلا وجہ شرعی اُس کی امامت فوت کر کے خود امام بن جانے کو بھی دلالت شامل لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لبشر وادلائق وادلائق وادلائق وادلائق اور جو صورتیں اوپر گزریں نہ اُن میں عبارتہ منصوص نہ دلالت داخل جماعت ثانیہ کی تفصیل فتاویٰ فقیر میں ہے جس کا محل ہے کہ مسجد عام میں ہر جماعت اولیٰ ہے اور مسجد محلہ میں قصداً تفریق یا اولیٰ کی تفویض بلا عذر صحیح شرعی ناجائز و نہ باعادہ اذان ہو تو مکروہ تحریمی اور محراب نہیں تو سلطان اولیٰ و نہ اصلاً کراہت نہیں ہو الصحیح وہیہ ناخذ تاثر خانہ مصحح علی لکرمک امام ہے جب تو ظاہر کہ اُس کے بے اذن اُس میں تصرف

حرام اور اگر واقعہ نے خاص امام جماعت اولیٰ کے لیے وقت کیا جب بھی اور لوگ استعمال نہ کریں لاق شراط الواقعہ کنص الشارع ورنہ اس پر نماز میں اصلاح حرج نہیں جبکہ بلا وجہ امام سے مخالفت یا تنفر ناحق یا اثارت فتنہ ہوا احکام کہ فقہ میں مذکور ہوئے آپ پر واضح ہیں اور بعض کی استبانت کے لیے یہ عبارت بحوالہ الزلیٰ پیش نظر ہونا نافع قال رحمہ اللہ تعالیٰ من ہذا یعلم جمل بعض مدرسی زمانہ انما منعہم من یدرس فی مسجد تقر فی تدربیسہما وکراہتہم لذلک لاسمین الاختصاص بما دون غیرہم حتی سمعت من بعضهم انہ یضیفہا الی نفسہ ویقول ہذا مدرستی اولا تدرس فی مدرستی وھذا کلمہ جمل عظیم فقد خال اللہ تعالیٰ وان المسجد للہ فلا یتعین مکان مخصوص کا حد حتی لکان للدرس موضع من المسجد یدرس فیہ فسبقہ غیرہ الیہ لیس لہ ازعاجہ واقامتہ منہ اہ مختصراً واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ التوا حکم۔

مسئلہ - از شہر محلہ مسجد جامع سولہ مولوی محمد احسان صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام صاحب ہنگام ضرورت محراب مسجد میں یعنی آثار دیوار و پچھیت مسجد کے اندر کھڑا ہے اور اپنے دائیں و بائیں برابر ایک ایک یا زیادہ مقتدی کھڑے کرے باقی اور صفیں عقب حدود مسجد میں ہوں تو ایسی صورت میں نماز ہو جائے گی یا نہیں۔ بینوا تو جبروا

الجواب

وقت ضرورت امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں اور اپنے برابر کسی مقتدی کے لینے کی حاجت نہیں بلکہ دو مقتدیوں کا امام کے برابر ہونا مکروہ ہے امام کا محراب میں ہونا بضرورت تھا کہ مکروہ نہ رہا یہ کس ضرورت سے ہوا اور اگر تین یا زیادہ مقتدی امام کے برابر ہو جائیں گے تو نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہو جائے گی محراب میں بلا ضرورت کھڑا ہونا بھی ایسا ہی مکروہ بلکہ یہ سخت و شدید مکروہ و ممنوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از عبد الغفور صاحب بیوٹیل کمنٹر یکٹر می ضلع اجیر شریف ۵ ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام مذہب حنفی امامت کر رہا ہے اور اس کے مقتدی کل حنفی ہیں اور ان میں چند اشخاص غیر مقلد شریک ہو کر آئین باجمہور خفیہ ین کریں تو اس صورت میں امام کے نماز حنفی میں نقص واقع ہوتا ہے یا نہیں کہ جس سے نماز مکروہ ہوتی ہے یا فاسد۔

الجواب

غیر مقلد یہ نماز بکلم فقہاء تصریحات عامہ کتب فقہیہ کافر تھے ہی جس کا روشن بیان رسالہ الکو کتبہ الشہابیہ در سالہ سل السیون و رسالہ النہی الاکیدہ وغیرہ میں ہے اور تجربہ نے ثابت کر دیا کہ وہ ضرور منکران ضروریات دین ہیں اور ان کے منکروں کے حامی و ہرہہ تو یقیناً قطعاً اجماعاً ان کے کفر و ارتداد میں شک نہیں اور کافر کی نماز باطل تو وہ جس صفت میں کھڑے ہوں گے اتنی جگہ خالی ہوگی اور صفت قطع ہوگی اور قطع صفت حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من وصل صفا وصلہ اللہ ومن قطع صفا قطعہ اللہ جو صفت کو ملائے اللہ اپنی رحمت سے اُسے ملائے اور جو صفت قطع کرے اللہ اپنی رحمت سے اُسے جدا کرے تو جتنے اہلسنت ان کی شرکت پر راضی ہوں گے یا یا صفت

قدرت منع نہ کریں گے سب گنہگار سخت وعید عذاب ہوں گے اور نماز میں بھی نقص آئے گا کہ قطع صفت کردہ تحریمی ہے اور اگر صرف ایک ہی صفت ہو اور اُس کے کنارہ پر غیر مقلد کھڑا ہو تو اس صورت میں اگرچہ فی الحال قطع صفت نہیں مگر اس کا احتمال و اندیشہ ہے کہ ممکن کہ کوئی مسلمان بعد کو آئے اور اُس غیر مقلد کے برابر یا دوسری صفت میں کھڑا ہو تو قطع ہو جائے گا اور جس طرح فعل حرام حرام ہے یہ ہیں وہ کام کرنا جس سے فعل حرام کا سامان ہیا اور اُس کا اندیشہ حاصل ہو وہ بھی ممنوع ہے و لہذا حدود اللہ میں فقط وقوع کو منع نہ فرمایا بلکہ اُن کے قرب سے بھی ممانعت ہوئی کہ تلك حدود الله فلا تقربواھا معہذا ابن جان کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لا تقربوا علیہم ولا تصلوا معہم اُن کے جنازہ کی نماز پڑھو نہ اُن کے ساتھ نماز پڑھو۔ بعد ہوں کے ساتھ نماز نہ پڑھو واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از نجیب آباد ضلع بجور مسولہ احمد حسین خاں صاحب، ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

دو بار دوم از قصبہ سردار علاقہ کشن گڑھ متصل اجیر شریف ہوشیارپور کی مسجد مسولہ قاضی اکبر صاحب، ۲۰ ذی قعدہ ۱۳۳۳ھ
کیا کسی امام کے مذہب میں آئین باؤ از بلند کتا جائز ہے اگر کوئی جماعت میں آئین زور سے کتا ہو حنفی سنیوں کی جماعت میں شریک کرنے سے نماز میں تو کچھ نقص واقع نہیں ہوتا۔

الجواب

آئین باجمہر امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب میں ہے اگر کوئی سنی شافعی مذہب آئین باؤ از کئے وہ بلا تکلف حنفیوں کی جماعت میں شریک ہو بلکہ بشرائط مذکورہ کتب فقہیہ امامت کرے ہم اُس کے پیچھے نماز پڑھ لیں گے کہ ہم اور وہ سب حقیقی بھائی ہیں ہمارا باپ اسلام ہماری ماں سنت سید الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام مگر یہاں جو آئین باجمہر والے ہیں یہ غیر مقلد وہابی ہیں یہ اللہ و رسول کی توہین کرنے والے ہیں یہ ہمارے اللہ اکرام کو گالیاں دیتے والے ہم کو شرک کہنے والے ہیں ان کی شرکت جماعت حنفی سے ضرور ضرر ہے کہ ان کے عقائد باطلہ مذکورینہ و توہین رسول کے باعث ان کی نماز ہی نہیں تو جماعت میں ان کا کھڑا ہونا بالکل ایسا ہے کہ ایک شخص بے نازیچ میں داخل ہے اس سے صفت قطع ہوگی اور صفت کا قطع کرنا حرام۔ حدیث میں فرمایا من وصل صفا وصلہ اللہ ومن قطع صفا قطعہ اللہ حدیث میں حکم فرمایا کہ نماز میں خوب مل کر کھڑے ہو کہ بیچ میں شیطان نہ داخل ہو، یہاں آنکھوں دیکھا شیطان صفت میں داخل ہے یہ جائز نہیں تو بشرط قدرت اُسے ہرگز اپنی جماعت میں نہ شامل ہونے دیں اور جو مجبور ہے معذور ہے۔

مسئلہ - از ریاست اور راجپوتانہ محلہ قاضی وارڈہ مرسلہ مولوی محمد رکن الدین صاحب نقشبندی ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ بمجرى

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قانع برصفت وضلالت جامع مقول و منقول جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب اداام فیوضہم و برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فقیر حقیر مسکین محمد رکن الدین حنفی نقشبندی مجددی نادیدہ مشتاق زیارت دوستی خدمت شریف میں پیش کر کے امیدوار ہے کہ جناب اپنی تحقیق سے اس عاجز کو ممنون فرمادیں اللہ تعالیٰ اس کا اجر عظیم عطا فرمادے گا ایک مسئلہ تو جماعت ثانی کا ہے اس میں گزارش یہ ہے کہ رد المحتار میں جو اقوال کراہت و عدم کراہت کے نقل کیے ہیں اُن میں سے کراہت کا قول اُس محلہ کی مسجد کی نسبت کراہت میں

امام اور مؤذن اور غازی معین ہوں ظاہر الروایۃ بیان کیا ہے اور اس کو مدلل بھی کر دیا ہے اور عدم کراہت کے قول کی صحت بھی منقول ہے کہ جو منسوب امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے وہ بھی اُس میں موجود ہے اب یہ فرمائیے کہ ظاہر الروایۃ کے مقابلہ میں جبکہ وہ مدلل بھی جو دوسرے قول بلا دلیل کی ترجیح کس طرح ہو سکتی ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

بلاحظہ مولانا المجلد المکرم؛ لکنین جلد اللہ تعالیٰ من شید ہم رکن الدین۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ہمارے امام ہمام سراج اللہ امام الامیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب مذہب و ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ مسجد محلہ جس کے لیے اہل مین ہوں جب اُس میں اہل محلہ باعلان اذان واقامت امام موافق المذہب صالح امامت کے ساتھ جماعت صحیحہ سنو نہ بلا کراہت اذاکر چکے ہوں تو غیر اہل محلہ یا باقی ماندگان اہل محلہ کو اذان جدید کے ساتھ اس میں اعادۃ جماعت مکروہ و ممنوع و بدعت ہے مجمع البحرین و بحر الرائق میں ہے لا تکررہا فی مسجد محلۃ باذان ثان شرح المجمع للمصنف فتاویٰ علیگیر یہ میں ہے المسجد اذا کان له امام معلوم و جماعۃ معلومۃ فی محلۃ فصلی اہلہ فیہ بالجماعۃ لا یباح تکرارہا فیہ باذان ثان اسی طرح فتاویٰ بزازیہ و شرح کبیر منیہ و غرر و درر و خزائن الاسرار و در مختار و ذخیرۃ العقبی وغیرہ میں ہے اور اُس کا حاصل حقیقۃ کراہت اعادۃ اذان ہے فان الحکم المنصب علی مقید انما ینسحب علی القید کما قد عرف فی محلہ و لهذا امام محقق ابن امیر الحاج علی بن اربابہ ملازمہ امام ابن الہمام نے علیہ میں اسی مذہب مذہب کو اس عبارت سے ادا فرمایا المسجد اذا کان له اهل معلوم فضلوا فیہ او بعضهم باذان واقامتہ کہ لغیر اہلہ والباقی من اہلہ اعادۃ الاذان والاقامۃ و لهذا کتب مذہب طافح ہیں کہ بے اعادۃ اذان مسجد محلہ میں جماعت ثانیہ بالاتفاق مباح ہے اُس کے جواز و اباحت پر ہمارے مجمع المذہب کا اجماع ہے عجاب و ملقط و منیع و شرح در البحار و شرح مجمع البحرین للمصنف و شرح الجمع لابن ملک و رسالہ علامہ رحمۃ اللہ علیہ امام ابن الہمام و ذخیرۃ العقبی و خزائن الاسرار شرح تنویر الابصار و حاشیۃ البحر للعلامة خیر الدین الرملی و فتاویٰ ہندیہ وغیرہ کتب معتدہ میں اس پر اتفاق و اجماع نقل فرمایا خزائن میں ہے لو کور اہلہ بدو نما او کان مسجد طریق جاز اجماع علیگیر یہ و شرح الجمع للمصنف میں ہے اما اذا اصلوا بغیر اذان یباح اجماع ادا المحکم میں منیع سے ہے التفتید بالمسجد المختص بالمحلۃ احتراز عن الشارع و بلا اذان الثاني احتراز عما اذا اصل فی مسجد المحلۃ جماعۃ بغیر اذان حیث یباح اجماعا حاشیہ علامہ طحاوی علی الدر المختار میں ہے اما اذا کورت بغیر اذان فلا کراہۃ مطلقا و علیہ المسلمون یہ عبارت تو نہ صرف ہمارے المذہب کا اتفاق بلکہ جملہ مسلمانوں کا اسی پر عمل بتاتی ہے اور خود لفظ اجماع کہ عامۃ کتب میں واقع اسی طرف ناظر توکید نہ کر مکن کہ ظاہر الروایۃ اس کے خلاف ہر ظہیر یہ میں کہ تنہا پڑھنا لکھ کر اُسے ظاہر الروایۃ بتایا **اقول** واجب کہ اُس سے مراد نفی وجوب جماعت ہونہ و وجوب نفی جماعت کہ اجماع کے خلاف پڑے اور یہ ضرور حق ہے اُس کا حاصل اس قدر کہ جس طرح عباد اولیٰ مجدد کر تنہا پڑھنا جائز و گناہ کیا یہاں ایسا نہیں یہ الگ الگ پڑھ لیں وہ نہیں پڑھ سکتے تھے عقل و نقل کے قاعدہ متفق علیہا سے واجب ہے کہ محکم کو محکم کی طرف رد کریں کہ حکم کو محکم سے رد کریں تو عبارت ظہیر یہ سے رد نقول متظاہرۃ اجماع نامکن ہے بلکہ مکرر دوسرے

منہج صحیح نہ رکھنا نہ اصلاً محتمل بلکہ خلاف اجماع میں نص مفسر ہوتی تو حسب قاعدہ قاطعہ نقول عامہ کے خلاف خود ہی بوجہ غرض امتنا مقبول
 ٹھہرتی و کربا بالنکس رد المحتار باب سجدة التلاوة میں ہے ہذا اعزاء فی الجرح والی المضبوطات وقال ان الثانی غریب اور وجہ غرض امتنا
 انہ انفرادی بذکرہ صاحب الظہیریۃ ولذا اعزاء من بعدہ الیہما فقط اسی کے باب الیہا مسئلہ اعتبار میں ہے قولہ فی الاصح
 ذکرہ فی المجتبیٰ والقرتاشی والایضاح والمبتغی وعزائہ فی القنیۃ الی شرح صدر القضاۃ وجمع المقارنۃ وھو متوغل فی
 الاغواب مختلف لما اطلقہ جمہور الاصحاب کما فی شرح الوہابیۃ پھر جبکہ بحال اعادہ اذان اصل مذہب و ظاہر الروایۃ کراہت
 تحریم حتی لافہد الحداد قولہ ویکرہ ای تحریم القول الکافی لایجوز والجمع لایباح اویسے اذان ثانی جواز و عدم کراہت پر اجماع و اب
 اس میں اختلاف ہوا کہ آیا یہ جواز و اباحت محض خالص ہے یا کہیں کراہت تنزیہ سے بھی مجامع امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت آئی
 کہ محراب ہی میں ہو تو کراہت فان المکرہ تنزیہاً من قسم المباح کما فی رد المحتار وحققناہ فی جملہ مجملیۃ اس باب میں امام ابو یوسف
 رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت آئی کہ محراب ہی میں ہو تو کراہت ہے اور اس سے ہٹ کر اصلاً کراہت نہیں البتہ ترجیح نے اسی کی تصحیح کی کہ لا یجوز
 و یجوز کردی و تا تاریخانیہ وغنیہ وغیرہ میں اسی کو ہوا الصحیح و بہ ناخذ فرمایا بحمد اللہ تعالیٰ اس تقریر میر و توفیق و تحقیق سے واضح ہوا
 کہ یہ تصحیح ظاہر الروایۃ کے خلاف ہیں نہ ظاہر الروایۃ کی حکایت اجماع کے خلاف اور مسئلے میں قول منہج یہ نکلا کہ مسجد محلہ میں بشرائط
 مذکورہ (جن کے محترفات کی تفصیل جملہ فتاویٰ فقیر میں مذکور ہے) باعادہ اذان جماعت ثانیہ ناجائز و مذکورہ تقریر ہے ہی ظاہر الروایۃ
 و مذہب امام ہے اور بے اذان ثانی بلاشبہ جائز اس پر خود اتفاق و اجماع الیہ ہے مگر محراب میں بکراہت اور اس سے ہٹ کر خالص مباح
 بلکہ کراہت ہی صحیح و ماخذ معتد ہے اب شبہ اصل سے منقطع ہو گیا اور بالفرض اگر براہ تنزل مان بھی لیں کہ اللہ نے خلاف ظاہر الروایۃ کی تصحیح
 فرمائی تو ہم پر لازم کہ انہیں کا اتباع کریں ظاہر الروایۃ کی ترجیح اس وقت ہے کہ اس کے خلاف پر تصحیح صریح نہ ہو چکی ہو ورنہ ترجیح ضمنی صریح
 تصحیح کے معارض نہ ہو سکے گی اور اسی تصحیح صریح کا اتباع ہوگا درختار میں ہے اما نحن فہمنا اتباع ما رجحہ و ما صححہ کما لو
 افتقار حیاتیہ رد المحتار میں ہے ترجیح ضمنی لکل ما کان ظاہر الروایۃ فلا یعدل عنہ بلا ترجیح صریحہ مقابلہ و مختار میں ہے
 اذا ذیل روایۃ بالصیحح او الماخوذ بہ لم یفت بخلافہ و مختصر ارد المحتار میں ہے اذا کان التصحیح بصیغۃ نفقۃ
 قصر الصحۃ علی تلك الروایۃ فقط کا تصحیح و الماخوذ بہ و لجزہا مسا یفید ضعف الروایۃ المخالفۃ لم یجوز الا فتا
 بعضاً لہا کما سیاقی ان الفتیۃ بالموجوح حمل اسی میں ہے لوزکرہ مسئلہ فی المتون و لم یصرحوا بتصحیح جہا بل صرحوا
 بتصحیح مقابلاً فقد افاداً لعلہ قاسم ترجیح الثانی لانہ تصحیح صریح و ما فی المتون تصحیح التزامی و التصحیح المصریح
 مقدم علی التصحیح الا التزامی ای التزام المتون ذکر ما ہو الصحیح فی المذہب اب رہیں بعض تعلیلات اول تو بعد تصحیح اللہ ترجیح ہیں
 نظر فی الدلیل کی حاجت نہیں نہ وہ ہمارا منصب پھر بوجہ تعالیٰ اس کا حال ملاحظہ تعلیقات سے واضح ہوگا جو فقیر نے کتاب مستطاب رد المحتار پر
 لکھیں اسما فاللزام اس مقام سے اس کی نقل مسطور قولہ ولنا انہ علیہ الصلاۃ والسلام کان خرج لصلی بین و قد عاد الی المسجد
 و قد صلی اهل المسجد رجوع الی منزله فجمع اہلہ و صلی و لو جاز ذلک لما اختار الصلاۃ فی بیتہ علی الجماعۃ فی المسجد

اقول اولاً لا يتعين هذا سبباً لذلك فان في اعادته صلى الله تعالى عليه وسلم الجماعة في المسجد كان اجماعاً انه لم يرض
 بجماعة القوم فلهذا اذا دفع ذلك الوجه وتأكيد تقريرهم على ما فعلوا وثانياً لعل الباقي من اهله صلى الله تعالى عليه
 وسلم للجماعة النساء الطاهرات وحدهن فاحب الجماعة ولم يجب ان يخرجن وحدهن للجماعة للمسجد وعسى ان يراه
 الناس ممن قد صلوا فيجبوا اعادة الصلاة خلفه صلى الله تعالى عليه وسلم او يجزي بعض من لم يصل بعد فيقفوا خلفهن
 فقد صلوا **ثالثاً** من فاته الجماعة وحده فهو مخير في الانفراد او اتباع الجماعة وان ياتي اهله فيجتمع بهم
 كما نفع عليه في الخانية والبرازية وغيرهما وقد نصوا كما في رد المحتار وغيره ان لا يصح ان يجمع باهله لا يكره وينال فضيلة
 الجماعة لكن جماعة المسجد افضل اه وقد كان صلى الله تعالى عليه وسلم ربما يترك الافضل لبيان الجواز وكان حينئذ
 هو الافضل في حقه صلى الله تعالى عليه وسلم لما فيه من التبليغ المبعوث له من عنده عز وجل فكيف يتركه ولو
 جاز ذلك لما اختار وفيه **رابعاً** ايضاً العلامة المحشي ان قد انعقد اجماع بلا نزاع على جواز اعادة الجماعة في
 المسجد العام بل صرحوا قاطبة انه الافضل ومعلوم قطعاً ان مسجد صلى الله تعالى عليه وسلم ليس مسجد محلة فلو
 تم هذا الاستدلال لصادم اجماع وافي بتجريمه ما ليس في حله بل وكذا فضله محل نزاع **اقول** ومثله في الضعيف بل
 اضعف ما قدم في الاذان من الاستدلال بطريق عن انس رضي الله تعالى عنه ان اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه
 وسلم كانوا اذا قاتلهم الجماعة في المسجد صلوا في المسجد فرادى فانه ليس فيه ان الجماعة كانت تقوت جماعة منهم معاً فكانوا
 يصلون في المسجد فرادى مجتمعين وحاش لله متى عهد هذا من الصحابة رضي الله تعالى عنهم وانما كانت تقوت نادراً
 واحداً بعد واحد منهم ولا دلالة يصنع الجمع على القرآن في الفعل فان معناه انهم كانوا كل من فاتته الجماعة صلى في المسجد
 منفرداً ولم يكونوا يتقربون للمساجد نفياً للخرج فكان لقول انس ايضاً صليت خلف النبي صلى الله تعالى عليه وسلم
 وابي بكر وعمر وعثمان فكانوا يستقبحون بالحمد لله رب العالمين رواية احمد ومسلم وهل لقائل ان يقول ان في فضل الحديث
 دليل على هذا المعنى وذلك اننا لا نسلم ان المراد بالجماعة الجماعة الاولى عينا بل فجر كما هي على لسانها والجماعة لا تقوت
 الجماعة الا ان يمنعوا عن تكرارها فتوقف الاستدلال به على اقباط ما نعت التكرار فيعود مصادرة على المطلوب وقد
 ذكر البخاري في صحيحه عن انس نفسه رضي الله تعالى عنه انه جاء الى مسجد قد صلى فاذا نوا قام وصلى جماعة فلم
 تفته الجماعة اذ لم يكن وحده وصح ان رجلاً دخل المسجد وقد صلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم باصحابه فقتل
 رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من تصدق على زانية فقتل معه فقام رجل من القوم فضلى معه رواية احمد وابو داود
 والترمذي وابو بكر بن ابي شيبة والدارقطني وابو يعلى وابن خزيمة وابن حبان وسعيد بن منصور والحاكم كلهم عن ابي سعيد
 الخدري والطبراني في الكبير عن ابي امامة وعن عصمة بن مالك وابن ابي شيبة عن الحسن البصري وموسى وعبد الرزاق
 في مصنفه وسعيد بن منصور في سننه عن ابي عثمان الهدي مرسلاً ايضاً وفي الباب عن ابي موسى الاشعري والحاكم في المستدرج

كما في الترمذي رضي الله تعالى عنهم اجمعين وفي بعضها ان ذلك المتصدق على الرجل ابو بكر الصديق رضي الله تعالى
 عنها **قول** - وكان في اطلاق هكذا اتقليل الجماعة معنى فانهم لا يجتمعون اذا علموا انها لا تقوتهما **قول** لسنابنج تعمد ترك
 الجماعة الاولى انك لا على الاخرى فمن سمع منادى الله ينادى ولم يجب بلا عذر اشر وعز رفاين الاطلاق وانما نقول فيمن غابوا
 فحضر واو كانوا مشتغلين بنحو اكل تأقت اليه انفسهم او التخلي وغير ذلك من الاعذار فتخلفهم عن الاولى قد كان باذن الشارع
 فعلاهم يعاقبون مجرمات الجماعة وفيهم تودي الى التقليل وقد اثبتنا في رسالتنا حسن البراعة في تنقيح حكم الجماعة ان
 الواجب هي الجماعة الاولى عينا فاذا علموا انهم لم يحضروا فاقاموا الواجب فكيف لا يجتمعون اما الكسالى وقليل المبالاة
 فلا يجتمعون وان علموا انهم تقوتهما الاولى والاخرى جميعا الا ترى ان بعض العصريين ممن يدعى العلم والدين قد شدد
 في ذلك تشديدا بليغا وزعم ان تكرار الجماعة معصية مطلقا فتبعه بعض عوام تلك البلاد في ترك تكرار الجماعة ولم
 يتبعوه في ايتان الاولى فترى فوجا من الاحايش ياتون بعد الجماعة فيصلون معا فرادى فيزيدون مشابهة بالروافض
 والله المستعان **قول** - ويؤيده ما في الظهيرية لو دخل جماعة المسجد بعد ما صلى فيه اهله يصلون وحدها وهو ظاهر
 الرواية اهـ وهذا مخالف لحكاية الاجماع المارة **اقول** لا تأييد ولا خلاف فان يصلون ليس نصا في الايجاب ومن
 تتبع ابواب صفة الصلاة والحج من اى كتاب شاء وجد قاطير مقنطرة من صيغ الاخبار وارادة فيما ليس بواجب بل
 ولا سنة انما قصارة الذنب وقد قال في البحر الرائق والطحاوى في حاشية الدان ذلك اى دلالة الاخبار على الوجوب
 فيما اذا صدر من الشارع اما من الفقهاء فلا يدل هو ولا الامر منهم على الوجوب كما وقع لمحمد حيث قال في صفة
 الصلاة افترش رجله اليسرى ووضع يده وامثال ذلك كثيرة اهـ ولست انكر انه كثيرا ما يجبي للوجوب كما بيناه
 في كتابنا فضل القضاء في **رسم الافتاء** وانما اريد ان المحتمل لا يقضى على المفسر فكيف يرد به الاجماع المتظافر
 على نقله المعتمدين بل كيف يصح ان يحمل على ما يصير به مخالفا للاجماع ولو كان كذا كان هو احق بالرد من الاجماع
 اذا لما كى الواحد عن ظاهر الرواية اقرب الى السهول من الجماعة بل لقائل ان يقول لا يمكن الحمل ههنا على الوجوب اصلا
 وان قلنا بكراهة تكرار الجماعة في مسجد الحى مطلقا وذلك كما نصوا عليه في الوجيز والتبيين والهندية وغيرها ومياتي
 شرحا وحاشية ان من فاتته في مسجد ندب له طلبها في مسجد اخر الا المسجدين الملكى والمدنى كما في القنية ومختصر البحر
 وبحث في الغنية الحاق الاقصى وذكر القندورى يجمع باهله ويصلى بهما اى وينال ثواب الجماعة كما في الفقه فاذا بالجماعة
 معهم لا يحتاجون الى التفتيش عنها فمن ذا الذي حرم عليهم ان يذهبوا الى بعض البيوت مثلا ويجمعوا وينالوا الفضل
فان قلت عاقهم عن الخروج الدخول **قلت** كلاهما مذكور مطلق فيمن دخل ومن لم يدخل والخروج لادراك
 الجماعة لا يمنع الدخول الا ترى ان مقيما الجماعة يخرج تكبيرا الجماعة الاولى باذنيه فلان يجوز لهؤلاء الخروج ولا تكبير

ولا اولی لا ولی وبالجمله لا محل ههنا لا یجاب وعلیه کان یوقوف التائید والخلاف **فإن قلت** فاذا وجوب فما مترع الكلام **قلت** افادة جواز الانفراد لهم بلا حظر ولا حرج بخلاف ما لو لم تقم الجماعة بعد حيث لا يجوز الصلاة منفردا الا بعد رما فيه من تفويت الجماعة الواجبة على المعتد او القریبة من الوجوب على المشهور فذن كان علی وزان ما قال العینی فی عمدة القاری قال ابو حنیفة رضی الله تعالی عنہما وانما اوشغله عن الجماعة شغل جمع باهله فی منزله وان صلی وحده یجوز له وهذا معنی صاف لا غبار علیه انشاء الله تعالی وبه یزول کل اشکال والله الحمد **قول** وعن هذا ذکر العلامة الشیخ رحمہ الله السندی تلید المحقق ابن الهمام فی رسالته ان ما یفعله اهل الحرمین من الصلاة بائمة متعددة وجماعات مترتبة مکروهة اتفاقا الى قوله واقرة الرملی فی حاشیة البحر **قول** یا سبین الله ای مساس لهذا بما نحن فیه فان انکارهم علی التقرب العمدی كما هو الواقع فی الحرمین المکرمین فانهم جزؤا الجماعة اجزاء وعینوا کل جزء اما ما والتقربین بالقصد حيث لا باعث علیه شرعا لا یجوز اجماعا والا لما سن الله تعالی صلاة الخوف وهذا المستوی فیه مساجد الاحیاء والقوارع والجوامع والبراری جمیعا قولا فصلا من دون فصل ثم وقع الخلاف فی الاقتداء بالمخالف علی وجوه فصلها فی الجورود المختار وغيرهما واتینا علی لبابه فی فتاوینا ضمن لاکراهة عنده اصلا ای اذ لم یعلم ان الامام لا یراع مذهب غیره بناء علی اعتبار رأی المقتدی كما هو الاصح اولو علم انه غیر مراع بل لم یراع عند من یقول العبرة برأی الامام فهذا التقرب عند من دون باعث شرعی وهؤلاء هم الذین حضروا الموسم تلك السنة وانکروا ومن حکم بالکراهة عند الشک فی المراعاة او اعتقد ان الفضل الاقتداء بالموافق مهما أمکن وان تحقیقت المراعاة فهو عنده بوجه شرعی وهما الجمهور وعلیما العمل فلا انکار علی اهل الحرمین ولبس فی فعلهم خلل ولازل والعلامة السید المحشی هو الناقل فیما سیأتی عن الملا علی القاری انه قال لو کان لكل مذهب امام كما فی زماننا فلا فضل الاقتداء بالموافق سواء تقدم او تاخر علی ما استحسنه عامة المسلمين وعمل به جمهور المؤمنین من اهل الحرمین والقدس ومصر والشام ولا عبرة بمن شذ منهم اراءه وعلی کل هذا الکلام من واد اخروا تعلق له بجواز التکرار وعدمه **قول** لکن یشکل علیه ان شحرا المسجد المکی والمدنی لبس له جماعة معلومون فلا یصدق علیه انه مسجد محله بل هو کسجد شارع وقد مر انه لاکراهة فی تکرار الجماعة فیه اجماعا فلیتأمل **قول** انما نبشأ الاشکال من حمله علی مسئلة التکرار وقد علمت ان لم یقصدوها وانما انکروا تعمدا والتقرب وهو محظور قطعاً ولو فی مسجد شارع فالعجب من السید العلامة المحقق المحشی یورد علی مسئلة التکرار ما لا یرد له علیها ثم یشکل هذا الوارد بما لا اشکال به اصلا ولكن کل جولة کبوة نسأل الله سبحانه عفوہ ثم **قول** واشد العجب من العلامة الشیخ رحمۃ الله رحمہ الله تعالی حیث قال الاحتیاط فی عدم الاقتداء به ای بالمخالف ولو من اعیانکما سیقله المحشی عنه ثم قال ههنا یکرهة ترتیب الجماعات وادعی الاتفاق علی خلاف ما علیه الجمهور ولبت شعری اذا کان هذا مکروها وفاقا فکیف یعمل بالاحتیاط الذی اعترفتم به ای یجعل الناس کلهم علی مذهب واحد ام یسکن مقلدا واکل امام فی بلده علیہ او یجعل لكل منهم مسجد بحیاله ویمنع اهل ثلاثة مذاهب عن الصلاة فی المسجدین الکریمین او یجعل الجماعة لمذهب واحد

و یومر الباقون بالصلاة فرادی ثم اقول ویرد مثله علی تقریر العلامة خیر الملة والدين الرملة رحمه الله تعالى لما مر وهوالناقل
 كما سيأتي حاشية عن العلامة الرملة الشافعي انه مشى على كراهة الاقتداء بالمخالف حيث امكنه غيره وبه افتى الرملة الكبير
 واعتمده السبكي والاسنوي وغيرهما قال والحاصل ان عندهم في ذلك اختلافا وكل ما كان لهم علة في الاقتداء بصحة
 وفساد او كراهة وفضلية كان لنا مثله عليهم وقد سمعت ما اعتمده الرملة وافتي به والفقيه اقول مثل قوله فيما يتعلق باقتداء
 الحنفى بالشافعي والفقيه المنصف يسلم ذلك سه وانارملة فقه الحنفى لا يراى بعد اتفاق عالمين به اما فاذا كان الفقه والافتاء
 هو كراهة الاقتداء بالمخالف فكيف ينكر على ما فعله اهل الحرمين لا جرم وجع العلامة نفسه في حاشيته على شرح زاد الفقير
 للعلامة العزى والمتن للامام ابن الهمام الى موافقة الجمهور فقال كما نقله في منحة الخاتمة على البحر الرائق بقى الكلام في الافضل
 ما هو الاقتداء به او الانفراد لما من صرح به من علمائنا وظاهر كلامهم الثاني والذي يظهر ويحسن عندى الاول لان
 في الثاني ترك الجماعة حيث لا تحصل الا به ولو لم يكن بان كان هناك حنفى يقتدى به الافضل الاقتداء به الحنفى فقد اعترف
 ان الافضل الاقتداء بالحنفى اذا وجد وان كان الشافعي الذى يؤم صالحا عالما تقيا يراعى الخلاف كما وصفه به في تلك
 الحاشية یہ تمام عبارت تعلیقات فقیر علی رد المحتار کی ہے اور بکھرا شدہ فتاویٰ اُس سے حق واضح و جلی ہے واللہ تعالیٰ اعلم
 مسئلہ - از سنبل ضلع مراد آباد مرسلہ از سید محمد علی مدرس فارسی مدرسہ جارج مسلم اسکول -

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زید کہتا ہے کہ مسجد کے فرش پر محراب کے محاذ میں جماعت ہونا افضل ہے خواہ نمازی کم ہوں
 خواہ کسی درخت وغیرہ کے ہونے کی وجہ سے نمازیوں کی طبیعت پر بار ہو اور دلیل اُس کی یہ ہے کہ شامی کے اندر یہ مضمون ظاہر کرتا ہے کہ محراب میں
 امام کا کھڑا ہونا افضل ہے اسی پر قیاس کر لیا جاوے عمر یہ کہتا ہے کہ تمام فرش مسجد کا ایک حکم میں ہے کسی جگہ کے واسطے فضیلت نہیں ہو سکتی
 اگر اس قدر نمازی ہوں کہ محراب سے راست و چپ میں جماعت ممکن ہو اور نمازیوں کو بھی وہاں آسائش ہو تو ضرور جماعت کر لی جاوے دوسرے
 یہ کہ اگر محبت بن کے قیاسات کا اختتام ہو گیا علمائے حال کا قیاس کیا ہو سکتا ہے جبکہ علمائے حال کی کیفیت ہے کہ لفظ کے لغوی معنی غلطی ہے
 کچھ سے کچھ خیال کرتے ہیں لہذا مکلف خدمت ہوں کہ جواب مع دلیل تحریر فرمادیں۔ مگر یہ کہ زید محراب کے محاذ میں جماعت ہونے کی فضیلت میں
 کوئی قول منقول پیش نہیں کرتا محض قیاس سے کام لینا چاہتا ہے عمر قیاس کو رد کر کے منقول دلیل مانگتا ہے۔

الجواب

فی الواقع سنت متواتر یہی ہے کہ امام وسط مسجد میں کھڑا ہو اور صف اس طرح ہو کہ امام وسط صف میں رہے محراب کا نشان اسی غرض
 کے لیے وسط مسجد میں بنایا جاتا ہے اور اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اگر امام ایک کنائے کی طرف بھکا ہو اکھڑا ہو تو اگر جماعت زائد
 ہے فی الحال امام وسط صف میں ہوگا اور ارشاد حدیث توسطوا الامام کا خلاف ہوگا اور اگر بھی جماعت قلیل ہے تو آئندہ ایسا ہونے کا اندیشہ
 ہے لاجرم خود امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نص ہے کہ گوشہ میں کھڑا ہونا مکروہ ہے کہ حدیث کا
 ارشاد ہے امام کو وسط میں رکھو یہ طاق جسے اب عرف میں محراب کہتے ہیں حادث ہے زمانہ اقدس و زمانہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اجمعین میں نہ تھا عراب حقیقی وہی صدر مقام اس کا مسجد میں قریب حد قبلہ ہے یہ عراب صوری اُس کی علامت ہے جس مسجد کے دو حصے ہوں ایک مسقف دوسرا صحن جیسا کہ اب اکثر مساجد میں ہیں وہ دو مسجدیں ہیں مسقف مسجد شتوی ہے یعنی جاڑوں کی مسجد اور صحن مسجد یعنی گرمیوں کی مسجد ہر مسجد کے لیے وہ عراب حقیقی موجود ہے اگرچہ عراب صوری صرف مسجد شتوی میں ہوتی ہے اعتباراً اسی عراب حقیقی کا ہے یہاں تک اگر عراب صوری وسط مسجد میں نہ ہو یا جانب مسجد بنا دینے سے اب وسط میں نہ رہے تو امام اُس میں نہ کھڑا ہو بلکہ عراب حقیقی میں کہ وسط مسجد ہے اور جب یہ حکم عام ہے جملہ مساجد کو شامل اور صحن مسجد بھی ایک مسجد ہے تو وہ بھی یقیناً اس حکم منصوص میں خود داخل ہے نہ کہ یہاں کسی قیاس کی حاجت ہے صحن مسجد میں جو جگہ قریب حد قبلہ وسط میں ہے وہ خود عراب حقیقی ہے خواہ عراب صوری کے محاذی ہو یا نہ ہو یا سرے سے اُس مسجد میں عراب صوری نہ بنی ہو اس عراب حقیقی میں امام کا کھڑا ہونا سنت ہے بشرط جماعت اولیٰ لیکن جماعت ثانیہ کے لیے اسی مقام سے رہنے یا بائیں ہٹ کر امامت کرنا نافی کراہت ہے معراج الدرا یہ شرح ہایہ میں ہے فی مبسوط بکوالسنة ان یقوم فی المحراب یقتدل الطرفان ولو قام فی احد جانبی الصف یکرة ولو کان المسجد الصیفی یجنب الشتوی وامتلأ المسجد یقوم الامام فی جانب الحائط لیستوی القوم من جانبیه والاصح ما روی عن ابی حذیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال اکوۃ ان یقوم بین الساریتین او فی زاویۃ او فی ناحیۃ المسجد او الی ساریۃ لانه خلاف عمل الامة۔ قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو سطو الامام وسد والاخلل اُسی میں ہے المحارب مانصبہ الاوسط المساجد وہی قد عینت لمقام الامام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔۔ از کان پور نئی شریک مسلولہ حاجی فہیم بخش صاحب عرف چھٹن ۱۳ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین زید اور عمرو کے بارے میں دونوں خفیت کا دعویٰ کرتے ہیں اور ترجمہ حدیث زید بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب من صلی الصلاۃ مرتین میں ہے حسب ذیل کرتے ہیں زید آخری حصہ حدیث اذا جئت الصلوۃ فوجدت الناس فضل معہم وان کنت قد صلیت تکن لک نافلۃ وھذہ مکتوبۃ کا ترجمہ یہ کرتا ہے کہ پہلی نماز جو گھر میں پڑھی گئی ہو نفل ہوگی اور جو جماعت کے ساتھ پڑھی جائے فرض ہو جائے گی دلیل یہ ہے وان کنت قد صلیت تکن لک نافلۃ میں ان شرطیہ ہے اور تکن جڑ ہے ان وصلیہ اس وجہ سے نہیں ہو سکتا کہ وصلیہ آخر کلام میں آیا کرتا ہے اُس کے بعد مستقل جملہ اور کلام متانف ہو کرتا ہے یہاں ایسا نہیں عمر و کرتا ہے کہ زید کا یہ ترجمہ مذہب حنفی کے موافق نہیں بلکہ مخالف ہے عمرو آخری حصہ حدیث مندرجہ بالا کا ترجمہ یوں کرتا ہے کہ گھر والی نماز جو پہلے پڑھی ہے وہ فرض ہوگی اور جو بعد میں جماعت سے پڑھی ہے وہ نفل ہوگی اس وجہ سے کہ ان وصلیہ ہے دلیل یہ ہے کہ وان کنت قد صلیت میں اول واو داخل ہے دوسرے کنت موجود ہے جو ماضی کے لیے مخصوص ہے اور قد تحقیق ماضی کے لیے نیز ھذہ اسم اشارہ قریب ذکر کے لیے ہے پس قد صلیت سے جو صلوۃ مدلول ہے وہ مشار الیہ ہے اور یہ پہلی ہی ہوگی وہی فرض ہوگی اور جو صلوۃ فضل معہم سے مدلول ہے وہ بعید ذکر ہے۔ مشار الیہ نہیں اگر خود کنت ماضی کو شرط بنایا جاوے تو تکن جڑ متب کون مخاطب پر نہیں ہے نیز فضل معہم امر بھی جواب کو چاہتا ہے اور شرط بھی جزا کو علی سبیل التسلیم تب بھی تکن لک نافلۃ جواب امر کا ہے جزا نہیں بوجہ مقدم ہونے امر کے جیسے جملہ قسمیہ جب مقدم ہو بشرط پر تو جزا نہیں ہوتی بلکہ جواب قسم سے استغناء ہو جاتا ہے ان دونوں قائلوں میں کونسا قائل

لاستی پر ہے نیز او پر بیان کی ہوئی دلیلیں قابل قبول ہیں یا نہیں زید و عمرو کی دلیلوں میں سے کس کی دلیلیں زیادہ صحت کے ساتھ مانی جاسکتی ہیں اور قبول کی جاسکتی ہیں دیگر جو نماز رکوع بخود والی علاوہ فجر و عصر و مغرب جماعت سے پڑھی یا پڑھائی ہو عام ہے کہ نماز عید و جمعہ ہی کیوں نہ ہو دوبارہ جماعت ملنے پر نفلاً تکرار نماز کر سکتا ہے یا نہیں اگر او پر بیان کی ہوئی حدیث سے تکرار نماز پر اس طور سے کہ پہلے پڑھی ہوئی نماز فرض یا واجب اقتدا یا امامت کر کے دوسری جماعت دوسرے روز ملنے پر تکرار نماز کر سکتا ہے اور وہ نفل ہو گی استدلال لایا جاوے تو صحیح ہے یا نہیں۔ بدینوا توجروا رحمکم اللہ تعالیٰ

الجواب

زید کا قول غلط اور دلیل باطل۔ اولاً ان وصیہ کا آخر کلام ہی میں آتا اور اس کے بعد جملہ اور وہ بھی کلام مستانف ہی ہونا سب باطل و بے اصل ہے وہ کلام واحد کے وسط اجزائیں آتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے قولہ تعالیٰ وما اکثر الناس ولو حرصت بمؤمنین رضی میں ہے قد یدخل الواد علی ان المدلول علی جوابها بما تقدم ولا تدخل الا اذا كان ضد الشرط اولی بذالك المقدم والظاهر ان الواو فی مثله اعتراضیہ ونعنی بالجملة الاعتراضیة ما يتوسط بين اجزاء الكلام متعلقا به معنی مستانفا لفظاً كقوله ع تری كل من فيها وعاشاك فانیاً؛ وقد یجئ بعد تمام الكلام كقوله صلى الله تعالى عليه وسلم اناسید ولد آدم ولا فخر فقول فی الاول زید وان كان غنيا بخیل وفي الثاني زید بخیل وان كان غنيا والا اعتراضیة تفصل بین ای جزئین من الكلام کا نا بد تفصیل اذا لم یکن احدهما حرفاً مختصراً لاجرم صحیحین میں ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ما من عبد قال لا اله الا الله ثم مات على ذلك الا دخل الجنة وان زنی وان سرق وان زنی وان سرق وان سرق علی رعمانف ای ذرتانیا حدیث کی بہتر تفسیر حدیث ہے امام مالک و احمد و نسائی نے مجن بن اورع و طبری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اذا حیث المسجد و کنت قد صلیت فاقیم الصلاة فصل مع الناس وان کنت قد صلیت یہاں یقیناً وصیہ ہے مرقاة میں ہے (فصل) ای نافلة لا قضاء ولا إعادة (مع الناس وان) وصیہ ای ولو (کنت قد صلیت) ثالثاً صرف ان کا وصیہ یا شرطیہ ہونا یہاں احد المعنیین کی تعیین نہیں کرتا تو اس میں بحث فضول اور اس سے استناد نامقبول ملاحظہ فرمائیے کہ مرجع اور ہذا کے مشار الیہ پر ہے اگر ضمیر ثانیہ کے لیے ہے اور اشارہ اولیٰ کی طرف کہ وہی اقرب ذکر ہے کما قالہ عمرو و اولیٰ فرض اور ثانیہ نفل ہوگی اگر چہ ان شرطیہ ہوا و عکس ہے تو عکس اگر چہ ان وصیہ پر ہوا و ہذا ظاہر جدا اشتہائات میں ہے (وان کنت قد صلیت) و اگر کسی کو کہ تحقیق نماز گزار دہ (تکن لك نافلة) باشد نمازیکہ دوم بار سبکی یا مردم نفل مرتباً (و ہذا مکتوبہ) و باشد اس نماز کہ نخست گزار دہ فرض و این معنی موافق است بظاہر احادیث کہ دلالت دارد بر بودن نماز دوم نفل از جهت سقوط ذمہ بادائے اولیٰ پھر طبری شافعی سے دوسرے معنی نقل کیے۔ دیکھو ان شرطیہ یا اور نماز دوم کو نافلة قرار دیا مرقاة میں ہے (فصل معهم وان کنت قد صلیت) لیحصل لك ثواب الجماعة و زیادة النافلة (تکن) ای صلاتك الاولى (لك نافلة و ہذا) ای التي صلیتها الان قیل و یحتمل العکس (مکتوبہ) مخرج میں وان کنت قد صلیت کے بعد

لیحصل لك الخ لانے سے ظاہر ہے کہ ان وصلیہ لیاور نہ شرط و جزا کے بیچ میں اس کے لانے کا کوئی محل نہ تھا فصل معہم کے بعد لکھتے
 ہوئے نماز دوم کو فریضہ بتایا **اقول** ولا یبعد ان یکون القدر فی ذہنہ اولاً ما هو الاوفق بالاحادیث والا لصق بالقواعد فجعل
 ان وصلیۃ ویوبدہ قولہ و زیادۃ النافلۃ وان امکن تاویلہ بان المراد بالنافلۃ ہی الاولی وتربہا علی قولہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم فصل معہم مع وقوتہا سابقاً باعتبار وصفت نافلة فانه انما یتظهر بصلاته معہم فافہم ثم اذا اقی علی قولہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تکن حاد النظر الی حاشیۃ الطیبی فنقل ما فیہا واللہ تعالیٰ اعلم عمر و کا قول صحیح اور دلائل زائل
اولاً ہم بیان کر چکے کہ ان کا وصلیہ ہونا کچھ مفید نہ شرطیہ ہونا مضر ثانیاً دخول وادو وصلیہ ہونے پر کیا دلیل شرطیہ پر بھی عاطفہ آتا ہے
 ثانیاً کنت اور قد بھی مافی شرط نہیں قد کا دخول خود فعل شرط پر ممنوع ہے فلا نقول ان قد فعلت وان قد تفعل اذ ضی
 یہاں فعل شرط کنت ہے جسے ابقائے معنی ماضی ہی کے لیے شرط کرتے ہیں کقولہ تعالیٰ عن عبدہ عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام
 ان کنت قلتہ فقد علمتہ وقولہ تعالیٰ عن شاہد یوسف علیہ الصلاۃ والسلام وان کان قمیصہ قد من دبر یعنی وہ نفس
 ماضی جسے شرط کرنا اور معنی پر بانی رکھنا منظور ہو اگر اُس پر ان داخل کرتے مستقبل کر دیتا لہذا اُسے خبر کان اور کان کو
 شرط کرتے ہیں اب وہ فعل اپنے معنی ماضی پر بانی رہتا ہے ضی میں ہے اعلان یکون شرطہا فی الاغلب مستقبل المعنی فان
 امردت معنی الماضی جعلت الشرط لفظ کان کقولہ ان کنت قلتہ وان کان قمیصہ لان الفائدة التي لیستقا دمنہ فی الكلام
 الذی ہو فیہ الزمن الماضی فقط ومع النص علی الماضی لا یمکن استفادۃ الاستقبال اور جب وہ فعل معنی ماضی پر بحال ہے تو
 ماضی کے لیے قد کا آنا کیا محال ہے رابعاً نماز اول اگر قریب ذکر اُسے دوم قریب وقوعاً ہے اور شک نہیں کہ جدید متاخر الوقوع قدیم متاخر الذکر
 سے اقرب ہے خامساً ضمیر بھی مرجع قریب چاہتی ہے تکن سے قد صلیت متصل ہے تو ضمیر صلاۃ سابقہ کی طرف اور اُس کا
 تقاضا اقضائے ہذہ سے پہلے ہوا یا سا و سا شرط بلا شہ کنت ہے مگر معنی سببیت کہ شرط میں ہیں نفس فعل شرط میں نہیں ہوتے بلکہ
 مع جمیع متعلقات ان تلوتہ تیس فی بیٹی عند رأسی ثلاث لیل مستقبلی القبلة متوضیین فانتم احرار ان ساتوں قیود کے
 جمع ہونے سے آزاد ہوں گے مجرد تلاوت سے نہیں ہوتے خصوصاً کان جس کی دلالت حدیث مطلق وزمانہ ماضی کے سوا کسی چیز پر نہیں
 کما قد منا انقاع الوضی تو سبب کون مخاطب نہیں بلکہ کو نہ قد صلی یعنی تقدم ایقاع صلاۃ کہ اُس کا نافلہ ہونا اُس کے
 وقوع پر موقوف سابقاً امر کے لیے جواب لا سکتے ہیں نہ یہ کہ اعطاب جواب ہے بخلاف قسم تو ناستدعی جواب کا تقدم شرط استدعی
 جزا کے اقتضا پر مرجع نہیں ہو سکتا ثامناً اگر تکن جواب امر ہی ہو تو یہ بھی تعین احد المعینین سے عاری ہے جزائے ان کنت
 نہ سہی اُس سے پہلے قد صلیت کلام میں تو واقع ہے رجوع ضمیر کو اتنا ہی درکار ہے بالجملہ دلائل طرفین کچھ نہیں ہیں اس تمام بیان
 کی حاجت نہ تھی اگر سوال میں نہ ہوتا کہ کس کی دلیلیں قبول کی جاسکتی ہیں اور طریق صحیح یہ ہے کہ اولاً کلام اس میں ہے کہ پہلے فرض
 بنیت فرض وقت میں باستجماع شرائط ادا کر چکا ہو ورنہ ہاتھ پہلی نماز نماز ہی نہ تھی یا کوئی نقل تھی اگر دوسری میں شامل نہ ہوتا جب بھی وہ
 نقل یا باطل ہی رہتی اور جب صورت یہ ہے تو قطعاً اُس وقت پڑھنے سے فرض دوسرے ساقط ہو گیا اب نہ وہ وقت میں عود کر سکتا ہے نہ

وقت میں دو فرض ہو سکتے ہیں تو یقیناً یہ دوسری نہ ہوگی مگر نفل۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ برکت و ثواب جماعت میں حصہ ملے گا مگر کافی حدیث مالک و ابی داؤد عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذلک لہ سهم جمع **واقول ثانیاً** اگر ثانی فرض ہو تو طلب جماعت فرض ہو حالانکہ اس حکم کو حدیث نے مصلیٰ کے آنے پر محمول فرمایا ہے کہ اذا جئت الصلاة فوجدت الناس فصل معهم وان كنت قد صليت یہ نہیں فرمایا اذا صليت فی رحلتك افتض علیک ان تاتی الجماعة فتصلی معهم ابو داؤد و ترمذی و نسائی کی حدیث میں یزید بن الاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اذا صليتما فی رحلتکما ثم اتیتما مسجد جماعة فصلیا معهم فانها لکما نافلة بلکہ حدیث میں تخمیر کی تصریح ہے کہ جی میں آئے تو شامل ہو جاؤ سنن ابی داؤد میں عبادہ ابن صامت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال سیکون علیکم بعدی امراء تشغلهم اشياء عن الصلاة لوقتھا حتی یدھب وقتھا فصلوا الصلاة لوقتھا فقال رجل یا رسول اللہ اصلی معهم قاتی نعم ان غثت فرض میں اختیار کیسا اقول والمراد بالوقت المستحب ای یخرجون الی وقت انکراھة اذا لم یعھدوا من اولئک الامراء لان یصلوا العصر جماعة بعد الغروب والعشاء بعد الطلوع وثالثاً دارقطنی بسند صحیح عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اذا صليت فی اھلک ثم ادرکت فصلھا الا الفجر والمغرب فجر ومغرب کا استثنا اسی بنا پر ہو سکتا ہے کہ یہ دوسری نفل ہو کہ نہ فجر میں نفل ہے نہ نفل میں ایثار اگر یہ فرض ہوتی تو فجر و مغرب میں ادائے فرض سے کون مانع ہے و رابعاً حدیث بتا رہی ہے کہ ان میں ایک کا نفل ہونا اس کے شریک جماعت ہونے پر مرتب ہے ”تکن“ اگر جواب امر ہے جب تو ظاہر اور جزائے ان کنت قد صليت ہے جب بھی مطلب یہی ہے یہ ہرگز مراد نہیں کہ جس وقت فرض پہلے پڑھے تھے اسی وقت وہ نفل ہوئے تھے چاہے بعد کو جماعت ملتی یا نہیں شریک ہوتا یا نہیں اور جب ترتب نفیلت شرکت پر ہے اب اگر اس ایک سے ناز دوم مراد تو ہے تکلف مستقیم ہے کہ یہ نفل اُسے شرکت ہی سے ملیں گے اور اگر اول مراد تو معنی یہ ہوں گے کہ اب تک اُس سے فرض ادا ہوئے تھے اس جماعت کی شرکت اُن فرضوں کو نفل کی طرف منقلب کر دے گی اور یہ کہ حتماً مطلوب نہ تھی فرض واقع ہوگی ان دونوں باتوں کے لیے شرع میں نظیر نہیں و خامساً سند احمد و صحیح مسلم میں ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیف انت اذا کانت علیک امراء یمیتون الصلاة او قال یخرجون الصلاة عن وقتھا قال قلت فما تأمرنی قال صل الصلاة لوقتھا فان ادرکتھا معهم فصل فانھا لک نافلة اس میں ضمیر انھا صلات نماز ثانی کی طرف راجع ہے اولی کی طرف ارجاع بعید عن الفہم ہونے کے علاوہ ارشاد اقدس صل الصلاة لوقتھا کے منافی ہے کہ پہلی کو اس کے وقت میں پڑھ کے اوقات فرائض کے لیے ہیں نہ کہ نفل کے واسطے و سادساً حدیث مذکور عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سند امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ میں یوں ہے کہ فرمایا واجعلوا صلاتکم معهم تطوعاً اس میں صلات تصریح ہے کہ یہ دوسری نفل ہوگی سابعاً اگر یہی مانا جائے کہ نافلہ پہلے اور مکتوبہ دوسری کو فرمایا تو فقیر کے ذہن میں یہاں ایک کلمہ بدیعہ ہے ظاہر ہے کہ نماز تہنا ناقص اور جماعت میں کامل ہے جس نے فرض اکیلے پڑھ لیے پھر نادم ہو کر جماعت میں ملا تو قضیہ اصل حکم عدل یہ ہے کہ اُس کے فرض ناقص اور نفل کامل ہوئے مگر اُس کی ندامت اور جماعت کی برکت نے یہ کیا کہ سرکار فضل نے اس

کامل کو اُس کی فرست فرض میں داخل فرمایا اور ناقص کو نفل کی طرف پھیر دیا تو یہ نفل کامل فرض لکھے گئے اور وہ فرض ناقص نفل میں محسوب ہوئے کہ کمال فرض کا جمال فضل پائے اور اُس کی رحمت سے بعید نہیں جو فرماتا ہے اولئک یدل اللہ سینا فہم حسنت جب اُس کا کرم گناہوں کو نیکیوں سے بدل لیتا ہے نفل کو فرض میں گن لینا کیا دشوار ہے اب حاصل یہ رہا کہ ہے تو پہلی ہی فرض اور دوسری نفل مگر رحمت الہی اس نفل کو فرض میں شمار فرمائے گی اسی طرف شیر ہے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد جب اُن سے پوچھا گیا میں اُن دونوں میں کس کو اپنی نماز یعنی فرض تصور کروں فرمایا وذلک الیک انما ذلک الی اللہ عن وجل یجعل ایتہما شاء یہ کیا تیرے ہاتھ ہے یہ تو اللہ کے اختیار میں ہے اُن میں جسے چاہے شمار فرمائے گا رواہ الامام مالک هذا ما عندی - العلم بالحق عند ربی - ظہر وجمعہ وعشا نفلًا دوبارہ پڑھ سکتا ہے نماز عید کے ساتھ متقل شرع سے ثابت نہیں - حدیث دوسرے روز ملنے پر کسی طرح دلیل نہیں کہ وہ اُس صورت میں ہے کہ یہ نماز تنہا پڑھ چکا اب اُس کی جماعت قائم ہوئی حدیث مجن رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تھا کنت قد صلیت فاقیمت الصلوۃ حدیث ابوالیوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے یصلی فی منزله الصلاۃ ثم یاتی المسجد فقام الصلاۃ حدیث ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تھا فان ادرکتہا معہم سنن ابی داود میں حدیث یزید بن الاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک لفظ یہ ہیں اذا صلی احدکم فی رحلہ ثم ادرک الصلاۃ مع الامام فلیصلہا معہ فانہا لہ نافلۃ حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں تھا اذا صلیت فی اہلک ثم ادرکت حدیث اخیر ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں ہے اصلی فی بیتی ثم ادرک الصلاۃ فی المسجد مع الامام دوسرے روز اُس نماز کی جماعت نہیں ہو سکتی آج کی ظہر ظہر دیر روزہ کی غیر ہے ولہذا امام و مقتدی کا قضا واد میں اختلاف بطل اقتدا ہے اور دوسرے دن اگر لوگ کل کی قضا بجماعت پڑھتے ہوں تو اسے ادراک نہ کہیں گے اور واجب سے تو اسے علاقہ ہی نہیں کہ وہ یا وتر ہے یا نماز عیدین اول میں متقل گناہ اور ثانی میں شریعت مظہر سے ثابت نہیں - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از کانپور محلہ بوچڑخانہ - مولوی نثار احمد صاحب ۲۰ صفر ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم - حامداً و مصلیاً و مسلماً - حضرات علمائے کرام ادام اللہ بقائہم علی رؤس المسلمین و حامم - ان چند سوالوں کا جواب مرحمت فرمائیں (۱) یہ کہ اختلاف علما ہو یوم النحر میں تو قربانی کو احتیاطاً ایک روز مؤخر کرانے والا اختلاف علما سے بچنے کے لیے مجرم ہے یا نہیں (۲) رشتہ ارذی الحجہ کو عید الضحیٰ کی نماز واجب کی نیت سے پڑھانے والا امامت سے بوجہ ثبوت شرعی ماننے کے اور چہار شنبہ کو اُس جگہ حاضر ہو کر جہاں عید الضحیٰ بوجہ ثبوت کامل نہ ہونے کے عید رشتہ کو نہیں ہوئی تھی بلکہ آج چہار شنبہ کو عید الضحیٰ تھی اور جماعت میں شریک ہو گیا نفل نیت سے مجرم ہوا یا نہیں (۳) رشتہ کو امامت و خطبہ کے بعد احتیاطی جملہ کا تلفظ اور دوسرے روز اُسی کا جماعت میں بہ نیت نفل شریک ہونا لوگوں کو شبہ دلاتا ہے کہ اس نے اپنی نماز دوہرائی اور ہم لوگوں کی نمازیں خراب کیں مگر امام دو شنبہ کو اعلان وقت نماز کے یقین تھا عید کا اور راضی تھا اور خود رشتہ کو وہ ایک اعلان دینے پر راضی تھا کہ میں نے ثبوت کو یقین جلن کر بہ نیت واجب پڑھی اور امام ہو کر اقرار کرتا ہے اصرار ہے کہ واجب یقینی جان کر پڑھائی اور احتیاطی جملہ میں بھی یہ عرض کیا کہ دینی بھائیو آج عید ہے اور اکثر جگہ ہے نماز بھی عید کی پڑھی گئی مگر قربانی کل کرنے میں احتیاط ہے ایسی اختلافی حالت میں کس کے قول کو مانا جانا چاہئے امام کے قول کو یا مقتدیہ کے

(۴) پڑھی ہوئی نماز نفل کی نیت سے پھر پڑھنا حنفیوں کے نزدیک حدیث یزید ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جواب "من صلی الصلوة مرتین" میں ہے۔ سے ثابت ہوتا ہے یا نہیں (۵) اس حدیث میں دان کنت قد صلیت میں ان وصلیہ ہے یا شرطیہ اولی وصلیہ ہوتا ہے یا شرطیہ (۶) آیہ کریمہ من تطوع خیرا فهو خیر لہ اور من تطوع خیرا فان اللہ شاکر علیہ سے عبادات مالیہ اور بدنیہ جس میں نفلی نماز بھی داخل ہے کوئی ثابت کرے تو استدلال درست ہے یا نہیں اور معطوف علیہ نہ ہونے کی وجہ سے تحریر میں بغیر داو کے لکھنے والا اور آیہ ثانیہ میں بغیر ترتیبیہ کے لکھنے والا غلطی کرنے والا ہے یا نہیں۔ بلیغ توجروا رحمکم اللہ تعالیٰ

الجواب

(۱) محل اختلاف علما میں مراعات خلاف جہاں تک ارتکاب مکروہ کو مستلزم نہ ہو بالا جماع مستحب ہے۔ مستحب جرم نہیں ہوتا بلکہ اسے جرم کہنا جرم ہے در مختار میں ہے یندب للخروج من الخلاف لا سيما للامام لكن بشرط عدم ارتکاب مکروہ مذہب (۲) جبکہ اُس نے ثبوت شرعی پایا اور روزِ شنبہ کو روزِ عید جان کر بے نیت واجب نماز عید ادا کی اور دوسرے جن کو ثبوت نہ پہنچنے کے باعث اُن پر شرعاً آج عید واجب تھی اُن کی جماعت جماعت روزِ اول تھی اور شنبہ کے دن پڑھنے والے کے نزدیک اگرچہ جماعت روزِ دوم تھی مگر اس امام صالح امامت عید اور اُس کے مقتدیوں نے کل ادا نہ کی تھی اور یہاں تاخیر بالعدز بالا جماع بلا کراہت جائز ہے اور عدم تحقق ثبوت عند ہم سے بڑھ کر اور کیا عذر ہو سکتا ہے بہر حال یہ نماز امام و قوم اور اس کل پڑھنے والے سب کے نزدیک جماعت واجبہ تھی تو اس کا بے نیت نفل اُس میں مل جانا ہرگز جرم نہیں ہو سکتا جرم نہیں مگر مخالفت امر اللہ ہی ان کون سے امر اللہ کا خلاف ہوا ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون ہاں اگر ایک دن نماز عید ہو کر دوسرے دن مطلقاً ناجائز ہوتی حتیٰ کہ اُس امام صالح امامت عید و قوم کو بھی جس نے کل بعد از پڑھی تو البتہ اسے شریک ہونا جرم ہوتا اگرچہ اُن پر جرم کیسا وہ اپنا ادا ہے واجب کر رہے تھے کہ اُن کو کل کا ثبوت نہ پہنچا تھا مگر اس کے اعتقاد میں تو عید کل ہو چکی تھی آج دوسرا دن تھا جس میں نماز ناجائز تھی تو یہ اپنے اعتقاد کی رو سے ایک ناجائز نفل میں شرکت کرتا اور مجرم ہوتا فان المراء مواخذ بزعمہ مگر ایسا ہرگز نہیں بلکہ قطعاً جواز ہے کما انصوا علیہ قاطبہ ذابک جماعت جائزہ میں متفقاً شریک ہونا کس نے منع کیا نماز عید نماز جنازہ نہیں جس سے نفل میں شرعاً جواز کا حکم ثابت ہے بلکہ امام ملک العلما میں ہے لا یصلی علی میت الامرة واحدة لا جماعت ولا وحدا انا عندنا لما روی ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلی علی جنازة فلما فرغ جاء عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ومعه قوم فاراد ان یصلی ثانیاً فقال له النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الصلاة علی الجنازة لا تعدو لکن ادع للمیت واستغفر له وهذا فی الباب (الی قولہ) دلیل علی عدم جواز التکرار صلاة عید میں نہی کہاں ہاں ثبوت بھی نہیں پھر عدم ثبوت کو ثبوت عدم سے کیا علاقہ وهذا بحث لقد فرغنا عنه فی الود علی الوہابیة مراراً غایت یہ کہ بے طلب شرع بے وجہ ہے جبکہ کوئی عارض خاص ہو مثلاً مرید یا تلمیذ یا ابن کے نزدیک کل ثبوت شرعی ہو گیا تھا پڑھ لی شیخ یا استاذ یا اب کے یہاں آج ملنے کو حاضر ہوا ان کے نزدیک آج عید ہے یا نماز کو کھڑے ہوئے اب ان کی مخالفت اُس امر میں کہ شرعاً ممنوع و حرام نہیں معیوب و قبیح ہے لہذا متفقاً شریک ہو گیا تو یہ صورت بے وجہ بھی نہیں بلکہ وجہ وجہ ہے امام مجتہد مطلق عالم قریش سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے توجہ مزار مبارک امام الامامہ سیدنا

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور نماز صبح پڑھائی دعائے قنوت نہ پڑھی نہ بسم اللہ آمین جہر سے کہے نہ غیر تحریر میں رفع یدین فرمایا اعلیٰ
 مافی الروایات خود اپنا مذہب مجتہد نے ترک کیا اور عذر بھی بیان فرمایا کہ مجھے ان امام اجل سے شرم آئی کہ ان کے سامنے ان کا خلافت
 کروں کہا بیناہ فی حیاۃ الاموات فی بیان سماع الاموات (۳) امام اپنے قلب سے نیت کرتا ہے اور قلب غیب ہے اور زبان اس کا
 ذریعہ بیان - ہر سلم اپنے مافی الضمیر پر امین ہے جب تک ظاہر اس کا کذب نہ ہو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں
 افلا شققت عن قلبہ حتی تعلم اقالہا ام لا رواہ مسلم مقتدریں کا یہ دوسرے بدگمانی ہے اور بدگمانی حرام قال تعالیٰ یا ایہا الذین
 امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم وقال اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایاکم و انظن فان الظن اکذب لعلکم
 (۴) ہاں ثابت ہے کما فصلنا فی الفوی السابقۃ بما لا مزید علیہ فجر و مغرب کا حدیث میں استثناء فرمایا رواہ الدارقطنی
 مسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تعلیل حکم نے فجر سے عصر مغرب سے
 وتر کا الحاق بتایا اور یہی مذہب خفیہ ہے (۵) وصیہ اولیٰ ہے بدلیل حدیث محجن رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم اذا جمعت المسجد و کنت قد صلیت فاقیمت الصلاة فصل مع الناس وان کنت قد صلت یہ وہی مضمون و حکم ہے
 اور اس میں وصیہ متقین والحدیث خیر تفسیر للحدیث (۶) ہاں درست ہے جہاں شرع مطر سے مانعت ثابت نہ ہو اور یہ عموم کریمہ
 کی تخصیص نہیں بلکہ وہ عموم میں داخل ہی نہیں کہ من تطوع خیرا فرمایا ہے اور ممنوع خیر نہیں کہ خیر ممنوع نہیں **اقول** تحقیق مقام یہ
 ہے کہ شے مطلوب الفعل او ترک باحد الطلبین الجازم وغیرہ ہوگی یا لا ولا ہیں سے احکام خمسہ پیدا ہوئے ان کا خاص مباح و تمام
 الکلام فیہ مجیث کا یوجد فی شئی من الکتب فی رسالتنا الجود الحاد فی ارکان الوضوء اربع اول کو ثبوت درکار اور عدم ثبوت
 طرفین کا نتیجہ خاص مگر یہ خاص کسی مستحق کے نیچے اندراج اور نیت حسنہ کے اندراج سے مستحق ہو جاتا ہے جیسے نیت قیچہ سے ستیج فعل
 لوح سادہ ہے اور نیت نقش صورت اخیرہ میں وہ مکروہ حرام اور اس سے بدتر ہو سکتا اور اولیٰ میں تطوع ہو کر دونوں آ یہ کریمہ کے
 عموم میں آئے گا۔ اشبلہ درالمتار وغیرہا میں ہے المباحات مختلف صفتها باعتبار ما قصدت لاجلہ فاذا قصد
 بها التقویٰ علی الطاعات او التوصل الیہا کانت عبادۃ کالاکل والنوم واکتساب المال والوطء انتھی لہذا مسئلہ دائرہ
 میں یہ حکم نہ دیں گے کہ نماز عید دوبارہ پڑھنا مستحب ہے کہ یہ طلب شرعی سے خبر دے گا یعنی شرعاً مطلوب ہے کہ دوبارہ پڑھے
 اور یہ باطل ہے کہ اس کو ثبوت درکار اور ثبوت نہیں ولہذا اس کا فعل بے وجہ ہوگا کہ سبب نہیں یہ اس کا فی نفسہ حکم ہے پھر اگر
 خارج سے وجہ پیدا ہو مثلاً یہ امام متبرک بہ ہے یا اس جماعت میں وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ پڑھنے میں امید رحمت ہے کہ ہم
 القوم لایشتی بھم جلیس ہم یا وہ وجہ جو ہم نے نبردوم میں بیان کی کہ معظم دینی سے موافقت و ملحوصورت مخالفت تو یہ سب نیت
 محمودہ ہیں اور مباح نیت محمودہ سے محمود اور محمود کا ادنیٰ درجہ نفل خصوصاً نماز کہ الصلاة خیر موضوع فمن استطاع ان یستکثر
 منها فلیستکثر رواہ الطبرانی فی الاوسط عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 یوں تحت کریمتین داخل ہوگا کشف الغمہ میں امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ہے کان رضی اللہ تعالیٰ عنہ لاینبی

احداً اقلوع بشی زائد علی السنۃ ویقول فمن تطوع خیراً فهو خیر لہ رہا کر میتین میں ترک واو وفا یہ لکھنا تلاوت قرآن کا وقت نہ تھا بلکہ استدلال کا اور ترک کسی ایسے حنف کا نہ کیا جس پر نظماً یا معنی صحیح کو توقف یا موجب تغیر ہو تو اسے کسی طرح غلطی نہیں کہہ سکتے ابن ابی حاتم و بیہقی نے امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کی انہ وجلاساً لہ عن الہدیٰ فضا ہو فقال من الثانیۃ الازواج فكان الرجل شک فقال هل تقرأ القرآن قال نعم قال فسمعت اللہ یقول لیذکرُوا اسمہ اللہ علی ما رزقہم من بہیمۃ الانعام ومن الانعام حمولہ وقرشاً قال نعم قال فسمعتہ یقول من اللصان اثنتین ومن المعز اثنتین ومن الزیل اثنتین ومن البقر اثنتین قال نعم امیر المومنین نے ایک آیت ستر ہو میں پارسے کی لی ایک آٹھویں کی اور ان کو سیاق و احادیث میں ذکر فرمایا دوبارہ سورہ انعام کی آیتوں میں خاص و مط میں سے اتنے جملے چھوڑ دیے قل واللہ کو بہن حرم ام الاثنین اما اشتملت علیہ ارحام الاثنین نبیونی بعلم ان کنتہ صدقین اب یہاں کیا حکم ہوگا نبیونی بعلم ان کنتہ صدقین واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از شہر کتبہ بریلی محلہ کانکر ٹولہ مسئلہ محمد ظہور خاں صاحب ۱۳ شوال ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فجر کی نماز امام پڑھا رہا ہے اب دوسرا نمازی آیا تو شامل جماعت ہو جاوے یا اول سنت ادا کرے اگر مسجد چھوٹی ہے یا صحن مسجد قلیل ہے اور کانوں میں امام کا آواز آتا ہے ایسی صورت میں لو انگی سنت کس صورت سے پونا چاہیے یا بلا ادائیگی سنت شامل ہو جاوے اور سنت بعد طلوع آفتاب پونا بہتر ہے یا اول یعنی جماعت میں جو شامل ہو گیا تھا اس کے بعد۔

الجواب

اگر جانتا ہے کہ سنتیں پڑھ کر جماعت میں شامل ہو سکے گا اور صف سے دو سنتیں پڑھنے کو جبکہ ہے تو پڑھ کر لے ورد بے پڑھے پھر بعد بلندی آفتاب پڑھے اس سے پہلے پڑھنا گناہ ہے کان میں آواز آنے کا اعتبار نہیں۔ امام اندر پڑھ رہا ہو یا باہر پڑھے باہر پڑھتا ہو اندر پڑھے حد مسجد کے باہر پاک جبکہ پڑھنے کو ہو تو سب سے بہتر واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض نمازیوں کی کسی دنیاوی ضرورت کی وجہ سے مثلاً بازار کو خرید و فروخت کے لیے جانا ہوتا ہے تو اس کے لیے ان کی رعایت سے وقت مستحب نماز کو ترک کرنا اور اول وقت پڑھنے میں کچھ قباحت تو نہیں ہے یا امام کو وقت مستحب پھر پڑھنا چاہیے مثلاً عصر کے وقت کہ بعد گزرنے دو مثل سایہ کے پندرہ بیس منٹ کا وقفہ اذان و صلوٰۃ کے لیے دے کر جماعت کرنے میں افضلیت تو ترک نہ ہوگی۔

الجواب

عام جماعت کو ضرورت ہو تو حرج نہیں ایک کے لیے جماعت منتشر کرنا یا سب کو ترک وقت مستحب کی طرف بلانا بیجا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ سکریٹری انجمن شفق المسلمین محلہ باسیم پورہ بریلی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مبتلا ہے جذام کو جس سے طباً اجتناب واجب ہے

اور مسلمانان محلہ اُس کے دخل مسجد واستعمال ظروف سے حذر کرنے ہیں مسجد میں بغرض شرکت جماعت وغیرہ آنے سے شرعاً بغرض فائدہ عوام روکا جاسکتا ہے یا نہیں جلیقوا توجروا

الجواب

ہاں جبکہ اُس کے آنے سے مسجد میں نجاست کا ظن غالب ہو تو وجوباً اور ایسا نہ ہو صرف نفرت عوام و احتمال تفریق جماعت ہو تو احتیاطاً واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - حافظ نجم الدین گندہ نالہ بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ (۱) ایک شخص کو غسل کی حاجت ہے اگر وہ غسل کرتا ہے تو فجر کی نماز قضا ہوئی جاتی ہے تو اس وقت اس کو کیا کرنا چاہیے (۲) جبکہ امام رکوع میں ہے اور ایک شخص ایک تکبیر کہہ کر شامل جماعت ہو گیا تو یہ تکبیر تحریمہ ہوئی یا سنو نہ اس صورت میں نماز اس مقتدی کی ہوگی یا نہیں۔

الجواب

(۱) انہیں کر کے نماز پڑھ لے اور غسل کر کے پھر اعادہ کرے (۲) اگر اُس نے تکبیر تحریمہ کہی یعنی پڑھ لے کر ہوئے تکبیر کہی کہ ہاتھ پھیلائے تو زائت تک دجائے تو نماز ہو گئی اور اگر تکبیر انتقال کہی یعنی جھکتے ہوئے تکبیر کہی تو نماز نہ ہوگی اُسے دو تکبیر کہنے کا حکم ہے تکبیر تحریمہ اور تکبیر انتقال پہلی تکبیر تحریمہ قیام کی حالت میں اور دوسری تکبیر انتقال رکوع کو جاتے ہوئے درمختار میں ہے لہذا وجہ الامام رکوعاً فکبر منحنیان الی القیام اقرب صحیح ولغت فنیۃ تکبیرۃ الکوع واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - دو شخص ایک چٹائی ایک مصلے پر جدا جدا برابر کھڑا ہو کر ایک ہی نماز قریضہ قبل جماعت یا بعد جماعت پڑھ رہے ہیں ان کی نماز ہو جائے گی یا نہیں۔

الجواب

نماز تو ہر طرح ہو جائے گی لیکن قبل جماعت الگ الگ پڑھیں اور ایک کا حال دوسرے کو معلوم ہو اور اُن میں ایک قابل امامت ہے اُس کو کوئی عذر شرعی نہ ہو تو اُن پر ترک جماعت کا الزام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از شہر بریلی محلہ باغ احمد علی خاں ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

جماعت جمعہ کے اندر پہلی صف میں دو یا تین شخص جن کی وارسی منڈی ہوئی اور ایک شخص کی کٹری ہوئی اُس نے یہ لفظ کہا کہ بزرگ لوگ پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں وہ اگلی صف میں آجائیں اور منڈی اور کٹری ہوئی پیچھے چلے جائیں لہذا اُس نے گناہ کیا یا نہیں اور اگلی صف میں منڈی ہوئی ہیں اور پیچھے صف میں برہینہ گار اور متقی ہیں اُن کو پہلی صف میں لے جائیں اور منڈی ہوئی کو پیچھے ہٹایا جائے یا نہیں اور وہ لوگ جن کی وارسی منڈی ہوئی اس مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد کو نماز پڑھنے کو جاتے ہیں اور ایک کے ساتھ ایک یا دو وارسی والے بھی جاتے ہیں اس بات کو ان لوگوں کو نہایت ناگوار معلوم ہوا

الجواب

واضحیٰ کترانا منڈانا حرام ہے اور اس کے مرکب فاسق ان کو قہیم ہدایت کی جائے بہتر ہے کہ امام کے قریب دانشور لوگ ہوں حدیث میں فرمایا لیلینی منکم اولوا الاحلام والہی اور وہی دانشور ہے جو متقی ہو متقیوں کو چاہیے تھا کہ یہی پہلے آئے کہ سب سے اول میں جگہ پاتے اب کہ وہ دوسری قسم کے لوگ پہلے آگئے تو انہیں مناسب ہے کہ متقیوں کے لیے جگہ خالی کر دیں ورنہ انہیں ہٹانے کی کوئی وجہ نہیں خصوصاً جبکہ سب فتنہ ہو اعمال میں ہدایت نرمی سے چاہیے کہ سختی سے ضد نہ بڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از شہر بانس منڈی مسؤلہ محمد جان بیگ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پانچوں وقت کی نازا کرتا ہے اور صوم و صلاۃ کا بھی پابند ہے مگر مسجد میں تین وقت کی نمازیں ظہر و عصر و مغرب مسجد میں اور عشا و فجر کی اپنے مکان پر تنہا پڑھتا ہے اور وجہ تنہائی میں پڑھنے کی یہ ہے کہ بعد نماز عشا و فجر کے وظیفہ میں زیادہ وقت لگتا ہے اور قرآن عظیم کی تلاوت بھی کرتا ہے تنہا پڑھنے میں علیحدہ کوئی حرج تو نہیں۔

الجواب

پانچوں وقت کی نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ واجب ہے ایک وقت کا بھی بلا عذر ترک گناہ ہے وظیفہ و تلاوت باعث ترک نہیں ہو سکتے فرض مسجد میں باجماعت پڑھ کر وظیفہ و تلاوت مکان پر کرے ورنہ صورت مذکورہ فسق و کبیرہ ہے فان کل صغیرۃ بالاعتقاد کبیرۃ و کل کبیرۃ فسق حدیث میں ہے ظلم اور کفر اور نفاق سے ہے یہ بات کہ آدمی اللہ کے منادی یعنی موذن کو پکارتا سننے اور حاضر نہ ہو وہ وظیفہ و تلاوت کہ جماعت و مسجد سے روکیں وظیفہ و تلاوت نہیں بلکہ ناجائز و معصیت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از اسیریاں محلہ سادات ضلع فتح پور مسؤلہ حکیم سید نعمت اللہ صاحب ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جماعت ثانیہ میں اقامت کی جائے یا نہیں اور جماعت ثانیہ میں امام کو زور سے جہری نماز میں قرات کرنی چاہیے یا جماعت اولیٰ کے لوگ جو تہتیں پڑھ رہے ہیں اُن کے خیال سے برائے نام آواز سے پڑھے تاکہ دوسروں کی نمازیں ذہن و منتقل ہو جو شرعی حکم ہوا ارشاد فرمائیں

الجواب

جماعت ثانیہ کے لیے اعادۃ اذان ناجائز ہے تکبیر میں حرج نہیں اور اس کا امام نماز جہری میں بقدر حاجت جماعت جہر کرے گا اگرچہ اور لوگ سنتیں پڑھتے ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ شہر کنہ محلہ لودھی ٹولہ مسؤلہ حبیب اللہ صاحب ۲۹ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و بکر باہم ہشتہ دار ہیں دونوں میں خانگی معاملات میں محکمہ رشتہ داران زید و بکر عرصہ سے نا اتفاقی ہے اور زید و بکر دونوں شرکاء ہو کر ہو کر ایک جماعت میں ہمیشہ نماز پڑھتے ہیں۔ امام صاحب سے کسی کو کچھ کدورت نہیں ہے اب اہل محلہ زید و بکر سے کہیں کہ تم دونوں باہم میل کر لو بکر یہ جواب دے کہ ہم باہم رشتہ دار ہیں ہمیں میل کرنے میں کچھ

انکار نہیں ہے مگر اس معاملہ میں دیگر رشتہ دار داماد بھائی حقیقی وغیرہ بھی شریک ہیں جن کے ساتھ زید کو مع دیگر رشتہ داران ناراضگی ہے اُن کی موجودگی کی بھی ضرورت ہے اُس وقت پورا میل ہو سکتا ہے تما میل کرنے میں دیگر رشتہ داران کو مجھ سے رنج ہو جائے گا بغیر اُن کی موجودگی کے غیر ممکن ہے یہ جواب بکر کا چند اشخاص کو ناگوار معلوم ہوا اور اُن اشخاص نے ناخوش ہو کر بکر سے کہا کہ اگر تم اس وقت ہمارے کہنے سے میل نہیں کرو گے تو ہم جماعت میں شریک نہیں ہونے دیں گے ہر طرح پر پریشان کریں گے لہذا اس بنا پر ایک شخص نے سب میں وقت نماز اعلان کیا کہ زید و بکر میں باہم رنج ہے جب دو شخص ایسے جن میں رنج ہے وہ شریک جماعت ہوں تو پوری جماعت کی نماز نہیں ہوتی ہے اور نہ دعا اس جماعت کی قبول ہوتی ہے اور صرف بکر کو یہ کہہ کر جماعت سے علیحدہ کر دیا تو یہ عمل ان اشخاص کا جائز ہے یا ناجائز اگر ناجائز ہے تو علیحدہ کر دینے والوں کو شرع شریف کا کیا حکم ہے (۲) سوال بصورت حال مندرجہ بالا جو اشخاص وقت نماز جماعت سے علیحدہ کر دیں اُن کے واسطے شرع شریف کا کیا حکم ہے۔

الجواب

(۱) اس صورت میں اُس کو جماعت سے علیحدہ کرنا جائز نہیں اور یہ کہنا محض باطل ہے کہ جس جماعت میں دو شخص آپس میں رنج رکھتے ہوں نماز نہیں ہوگی اور یہ بھی غلط محض ہے کہ وہاں دعا قبول نہیں ہوگی ہاں باہم اہل سنت کے اتفاق رکھنے کا حکم ہے اور دو بھائیوں میں کسی دنیوی وجہ سے قطع مراسم تین دن سے زیادہ حرام ہے اور جو باہم موافقت کی طرف سبقت کرے گا وہ جنت کی طرف سبقت کرے گا اور جس سے اُس کا بھائی معافی چاہے گا اور وہ بلا عذر شرعی معاف نہ کرے گا تو حدیث میں فرمایا کہ اُسے روز قیامت جوش کوثر پر میرے پاس حاضر ہونا نصیب ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم (۲) بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کو جماعت سے علیحدہ کرنا ظلم شدید ہے اس میں حق کا بھی مواخذہ ہے اور حق العبد کی بھی گرفتاری تو یہ بھی کریں اور ان لوگوں سے معافی بھی چاہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر تکیہ سفر علی شاہ مسؤل مولوی احمد بخش صاحب ۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عشا کے واسطے (۸۰) بجے وقت مقرر کر لیا گیا بلا انتظار کیے دوسرے کے اُس وقت جماعت کھڑی ہو جائے گی کل شب میں ۱۴ آدمی دروازے پر مسجد کے کھڑے تھے پانچ سات کو وضو کرنا تھا دو تین کر چکے تھے یہ سب ایک مسئلہ پر ذکر کر رہے تھے جماعت کی تکبیر دالے نے اُن سب کو نہیں بلایا نماز شروع کر دی آیا بلانا۔ آیا انتظار واجب تھا یا نہیں۔

الجواب

اگر اذان کے بعد انتظار بقدر سنون کر لیا گیا ہو پھر زیادہ انتظار کی حاجت نہیں اور اگر وقت میں وسعت ہو اور حاضرین پر گراں نہ ہو تو جو آگئے ہیں اُن کے وضو کا انتظار کر لینا بہتر اذان کے بعد غیر مغرب میں بحالت وسعت وقت اتنا انتظار سنون ہے کہ کھانے والا کھانے سے فارغ ہو جائے جسے قضاے حاجت کرنی ہے اس سے فراغ پائے اور طہارت و وضو کر کے آجائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از مونڈیا جاگیر ضلع بریلی مسؤلہ عبدالصمد ۵ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے یہاں پانچ آدمی ہیں اور سب کلام مجید خواں اور نمازی ہیں ایک روز زید نے

وقت عشا بوجہ تنہائی مکان اپنے گھر نماز ادا کی بوجہ حاضر نہ ہونے مسجد کے زید کا مع اس کے برادران اور اہل خانہ حق پانی بھنگی بھشتی دھو بی جلد کام والوں سے بند کر دیا اور پانچ دن سے بند ہے یعنی یکم صفر سے ۵ صفر تک حالانکہ زید نماز کے لیے کوئی عذر وجہ نہیں کرتا بلکہ بوجہ مجبوری کے حاضر نہیں بنا آیا زید اس سزا کا مستوجب تھا کہ نہیں اگر نہ تھا تو سزا دہندگان کو کیا کرنا چاہیے۔

الجواب

اگر واقعی مکان تنہا تھا اور تنہا چھوڑ کر آنے میں اندیشہ تھا تو یہ عذر قابل قبول ہے اور ایسی حالت میں سزا دینا ظلم ہے اور اگر کوئی عذر صحیح نہ ہو بلا عذر جماعت پھوٹے تو شرعاً قابل سزا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از مؤلف یا جاگر ضلع بریلی مسئلہ عبد الصمد ۵ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو مرض جذام ہے سال گزشتہ میں ڈاکٹر نے مرض مذکور کی تصدیق کر دی ہے اب زخون وغیرہ کے دیکھنے سے مرض کی شدت کا ثبوت ہوتا ہے چونکہ زید مسجد میں آکر دھوکرتا ہے جس سے بعض اشخاص تنفر کرتے ہیں بلکہ مسجد میں نماز پڑھنے سے جماعت سے احتراز کرنا چاہتے ہیں اور اکثر مقتدیان کا عزم ہے کہ زید اگر جماعت میں شامل ہوگا تو ہم گھر پر نماز پڑھ لیا کریں گے دریں صورت مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے آیا زید کو مسجد سے روک دینا چاہیے یا لوگوں کو گھر پر نماز پڑھ لینا اور کبھی کبھی خود بھی نماز پڑھانے کو کھڑا ہو جاتا ہے۔

الجواب

اس صورت میں زید کو چاہیے کہ گھر میں پڑھے جماعت منتشر نہ کرے اور اس کی امامت مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از محلہ سوداگراں مسئلہ شمس الممدی صاحب علم مدرسہ منظر الاسلام ۱۲ صفر ۱۳۳۹ھ

حنور اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ کوئی شخص ایسا ہو کہ دیہاتی کے مدرسہ میں پڑھتا ہو اور ان کے اقوال بھی جانتا ہے اور پھر دیہاتی کے مکان میں رہتا ہے اور اس کے یہاں کھانا کھاتا ہے تو اس صورت میں اسے اہلسنت کی نماز جماعت میں کھڑا ہونے دیں یا نہیں اور اگر کھڑا ہوگا تو فصل لازم آئے گا یا نہیں۔

الجواب

اگر وہ دیہیہ کے عقائد سے واقف ہو کر اُنہیں مسلمان جانتا ہے تو ضرور صفت میں اس کے کھڑے ہونے سے فصل لازم آئے گا اور صفت قطع ہوگی اور قطع صفت حرام ہے قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من قطع صفا قطعہ اللہ اور اگر وہ دیہیہ کو کافر جانتا ہے تو ان سے میل جول کے باعث جس میں سب سے بدتر ان سے بڑھنا ہے سخت فاسق ہے امام سعید کے قابل نہیں نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوگی مگر صفت میں اس کے کھڑے ہونے سے صفت قطع نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - مولوی عبد اللہ صاحب بہاری مدرسہ منظر الاسلام محلہ سوداگراں بریلی ۹ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک جماعت میں چار صغیف ہیں صفت اول میں کسی مقتدی یا امام کا وضو جاتا رہتا ہے وہ مقتدی

یا امام باہر کس طرح آسکتا ہے کیونکہ درمیان میں تین صفیں ہیں جو شانہ سے شانہ ملائے ہیں اور مقتدی کہ جو جگہ خالی ہے اُس کے واسطے کیا حکم ہے۔

الجواب

مقتدی جس طرف جگہ پائے چلا جائے یہ ہیں امام دوسرے کو خلیفہ بنا کر اب صفوں کا سامنا سامنا نہیں کہ امام کا سرہ سب کا سرہ ہے اور مقتدی کی جو جگہ خالی رہی کوئی نیا آنے والا اُسے بھر دے یا یہ ہیں رہنے دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از شہر محلہ باغ احمد علی خاں مسؤلہ نیاز احمد صاحب ۲۴ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک محلہ میں دو گروہ آباد ہیں دیوبندی و سنی حنفی اس محلہ کی مسجد میں دو دو جماعتیں ہوتی ہیں پہلی جماعت دیوبندی فرقہ کی ہوتی ہے وہ لوگ عداوت کی وجہ سے مغرب اور فجر کی نماز میں دیکر دیتے ہیں اس میں جماعت (نماز) قضا ہونے کا اندیشہ ہے اگر سنی اپنی جماعت پہلے کرنا چاہتے ہیں تو وہ لوگ فساد پر آمادہ ہوتے ہیں ایسی حالت میں شیعوں کو کیا کرنا چاہیے۔ بینوا توجروا

الجواب

عین اُن کی جماعت ہونے کی حالت میں سنی اپنی جماعت کر سکتے ہیں کہ اُن کی جماعت جماعت ہے دُن کی نماز نماز۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از شہر مبارک ضلع شرقی افریقہ دوکان حاجی قاسم اینڈ سنز مسؤلہ حاجی عبداللہ حاجی یعقوب ۶ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نماز پڑھاتا ہے جماعت کو بعد دوسرے آدمی امام شافعی علیہ الرحمہ کے مقلد اُسے اور صحن میں جماعت پڑھانے لگے اسی طرح دو جماعت ایک مسجد میں ساتھ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں اور صحن میں ایک امام نماز پڑھا رہا ہے مقتد شافعی کے پاس سبوت کے ساتھ اقتدا کرنا جائز ہے اسی طرح نماز جماعت سے پڑھتے ہیں اور امام آیا اور تکبیر ہوئی اور جماعت کھڑی ہوئی اُسی طرح دو جماعت ایک مسجد میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

ایک مسجد میں ایک فرض کی دو جماعتیں ایک ساتھ قصد کرتا بلا وجہ شرعی ناجائز و منوع ہے لیکن ایک جماعت خفیہ کی امام حنفی کے پیچھے ہو اور دوسری شافعیہ یا مالکیہ یا حنبلیہ کی اپنے ہم مذہب امام کے پیچھے ہو اس میں حرج نہیں جس طرح حرمین شریفین میں معمول ہے کہ یہ دو شرعی ہے سبوت کی اقتدا ہمارے مذہب میں باطل ہے اگرچہ وہ سبوت شافعی الذہب ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از موضع دھرم پور ضلع بند شہر گنڈو بانی کوٹلی نواب صاحب مسؤلہ عبدالرحیم ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز باجماعت ہو چکی بعد میں دو چار آدمی فراہم ہو گئے اور جماعت سے رو گئے تو وہاں ہیں مل کر نماز جماعت سے پڑھ سکتے ہیں یا نہیں کیونکہ اکثر ایسا دیکھا گیا تھا اب ایسا معلوم ہوا ہے کہ اول جماعت کے بعد پھر جماعت سے نماز پڑھنا بوجہ ثواب نہیں بلکہ عذاب ہے لہذا جو حکم شریعت ہو اُس سے آگاہ فرمائیے۔ بینوا توجروا

الجواب

جو مسجد کسی معین قوم کی نہیں جیسے بازار یا سرائیا اسٹیشن کی مسجد میں ان میں تو ہر جماعت جماعت اولیٰ ہے ہر جماعت کا امام اُسی محل قیام امام پر محراب میں کھڑا ہو کر امامت کرے بلکہ افضل یہ ہے کہ ہر جماعت جدید اذان سے وہاں مسجد محلہ میں جس کے لیے امام و جماعت معین ہیں اس اعتماد پر کہ ہم اپنی جماعت دوبارہ کر لیں گے بلا عذر شرعی مثل بد مذہبی امام وغیرہ جماعت اولیٰ کا قصد ترک کرنا گناہ ہے اور اگر امام کے ساتھ اہل محلہ کی جماعت ہو گئی اور کچھ لوگ اتفاقاً یا عذر صحیح کے سبب رہ گئے تو ان کو اذان جدید کی اجازت نہیں اور محراب میں قیام امام کی جگہ ان کے امام کو کھڑا ہونا مکروہ ہے اذان دوبارہ نہ کہیں اور محراب سے ہٹ کر جماعت کریں یہی افضل ہے اسے جو موجب عذاب بتاتا ہے غلط کتاب ہے کما تحقیقناہ فی فتاویٰ دنا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از مدرسہ اہلسنت منظر اسلام بریلی مسئلہ مولوی عبداللہ مدرس ۳، ۳۳۹۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک صف پر دو یا چار شخص علیحدہ علیحدہ فرض پڑھ سکتے ہیں یا نہیں - بینوا تو جو را

الجواب

اگر جماعت کر سکتے ہوں تو ترک جماعت نہ کریں رافضیوں سے مشابہت نہ کریں اور اگر یہ جماعت جماعت اولیٰ ہے جب تو اس کا ترک گناہ اور ناجائز ہے مگر نماز سب کی بہر حال ہو جائے گی - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از گو رکھپور محلہ دھوبی مسئلہ سعید الدین ۹، ۳۳۹۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) جماعت کے لیے تعین وقت گھڑی سے جائز ہے یا نہیں (۲) امام کو کسی مقتدی کیلئے جو مسجد و میر محلہ ہو اور سید ہو باوجود گزر جانے وقت معین گھڑی کے جماعت کے لیے انتظار کرنا درست ہے یا نہیں (۳) امام کے نزدیک تمام مقتدیوں کی عزت برابر ہونی چاہیے یا نہیں (۴) ایک مقتدی کو جو مسجد و میر محلہ اور سید ہو دوسرے مقتدی پر فوقیت ہے یا نہیں - (۵) اگر کوئی مقتدی سنت سب نماز پڑھتا ہو تو اس کی سنت ختم ہونے تک امام کو انتظار کرنا چاہیے یا نہیں سنت مؤکدہ کی تعریف کیا ہے (۶) کسی مقتدی کا جو جو اس کی امارت و اعزاز کے باوجود معین گھڑی وضو اور سنت کا انتظار کرنا جائز ہے یا ناجائز (۷) امام کا کہنا کہ ہم کو مقتدیوں کے انتظار کی ضرورت نہیں بلکہ مقتدیوں کو امام کے انتظار کی ضرورت ہے صحیح ہے یا نہیں (۸) امام کو وقت معین گھڑی پر آنا جائز ہے یا نہیں (۹) امام کا کہنا کہ گھڑی کا معین صرف مؤذن کی اذان کے لیے ہے جماعت کے لیے نہیں درست ہے یا نہیں (۱۰) باوجود تعین وقت گھڑی امام کا کہنا کہ جب امام نماز کے لیے کھڑا ہو جائے وہی وقت نماز کا ہے درست ہے یا نہیں (۱۱) مقتدیوں کا پیش امام سے جو کہ وقت معین پر نماز پڑھاتے ہوں کہنا کہ آپ وقت معین سے ۲-۴-۱۰ منٹ پہلے تشریف لائے درست ہے یا نہیں (۱۲) امام کا کہنا میں شریک نہ آؤں گا درست ہے یا نہیں - بینوا تو جو را

الجواب

(۱) جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) درست ہے جبکہ حاضرین پر گراں نہ ہو اور وقت وسیع ہو - واللہ تعالیٰ اعلم (۳) جس کو دینی

عزت زائد ہے ہر مسلمان کے نزدیک زائد ہے اُس کی وہ رعایت کی جائے گی جو دوسرے کی نہ ہوگی جب تک کوئی حرج شرعی لازم نہ آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۴) ہے مگر ایسی کہ اُس کی فاقی رعایت اوروں پر باعث بار ہو اور عین نماز میں کسی عین کی رعایت جائز نہیں مثلاً امام رکوع میں ہے اور کوئی سڑیک ہونے کو کیا اگر امام نے نہ پہچانا تو اُس کے لیے رکوع میں بعض تیس عین زائد کر سکتا ہے جس میں وہ شامل ہو جائے کہ یہ دین میں اعانت ہے لیکن اگر پہچانے فلاں ہے اور اُس کی خاطر سے زائد کرنا چاہے تو جائز نہیں دینحشی علیہ امر عظیم واللہ تعالیٰ اعلم (۵) انتظار کر سکتا ہے اگر وقت میں وصت ہو اور اوروں پر گرانی نہ ہو۔ سنت ہو کہ وہ امر دینی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا مگر نادرا کیا کبھی ترک نہ فرمایا مگر اتفاق سے کسی نے ترک کیا تو اُس پر انکار بھی نہ فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۶) اس کا جواب یہ ہے کہ مطابق ہے مگر خاص اُس کی مالدار کے سبب رعایت کی اجازت نہیں لیکن اُس حالت میں کہ رعایت نہ کرنے سے فتنہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۷) مقتدیوں کو امام کا انتظار چاہیے امام کو تا حد وسعت مقتدیوں کا انتظار چاہیے حدیث میں ہے لوگ جلد جمع ہو جاتے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلد نماز پڑھ لیتے اور لوگ دیر میں آتے تو تاخیر فرماتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۸) جائز کیا بلکہ مناسب ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۹) تینیں وقت جماعت ہی کے لیے کی جاتی ہے لوگ جب وقت معین ہر آجائیں تو امام کو بلا ضرورت زیادہ دیر لگانے کی اجازت نہیں کہ وجہ نقل و باعث نفرت جماعت ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۱۰) جب وقت معین ہو چکا تو اُس کے بعد دیر کر کے امام کا نماز پڑھانا اس کا حکم ابھی سوال سابق میں گزرا اور اس سے پہلے جلدی کر کے پڑھ لینا باعث تقریب جماعت ہوگا اور بلا ضرورت جائز نہیں واللہ تعالیٰ اعلم (۱۱) پیشتر کی استدعا فضول ہے یہ استدعا کریں کہ وقت معین پر تشریف لایا کیجیے واللہ تعالیٰ اعلم (۱۲) اگر پیشتر آنے سے انکار ہے تو بجا نہیں امام انتظار کے لیے نہیں بنایا گیا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از چاند پارہ ڈاک خانہ شہر گنج ضلع بستی سولہ محمد یار علی نائب مدرس ٹریننگ اسکول ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام کو مقتدی کے صف کے آگے کھڑا ہونے کی جگہ نہیں ہے تو امام صف مقتدی میں کس صورت سے کھڑا ہو آیا امام مقتدی سے کچھ امتیاز کے واسطے آگے کھڑا ہو یا مقتدی امام کی دونوں جانب یعنی دہنی بائیں امام کے پیروں کے برابر کھڑے ہوں۔ بینوا تو جروا

الجواب

جب صرف ایک مقتدی ہو تو سنت یہی ہے کہ وہ امام کے برابر داہنی طرف کھڑا ہو مگر اس کا لحاظ فرض ہے کہ قیام قعود رکوع سجود کی حالت میں اُس کے پاؤں کا گنا امام کے گنے سے آگے نہ بڑھے اسی احتیاط کے لیے امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ اپنا پنجہ امام کی اڑی کے برابر رکھے اور اگر دو مقتدی ہوں تو اگرچہ سنت یہی ہے کہ پیچھے کھڑے ہوں پھر بھی اگر امام کے دہنے بائیں برابر کھڑے ہو جائیں گے حرج نہیں مگر دوسے زیادہ مقتدیوں کا امام کے برابر کھڑا ہونا یا امام کا صف سے کچھ آگے بڑھا ہونا کہ صف کی قدر جگہ نہ چھوٹے یہ ناجائز و گناہ ہے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعداد ہوگی اگر مقتدیوں کی کثرت اور جگہ کی قلت ہے باہم صفوں میں فاصلہ کم چھوڑیں پچھلی صف الگ صف کی پشت پر سجدہ کرے اور امام کے لیے جگہ بقدر ضرورت پوری چھوڑیں اور اگر اب بھی امام کو جگہ ملنا ممکن نہ ہو نہ ان میں کچھ لوگ دوسری جگہ

نماز کو جائیں مثلاً نماز شد کسی ایسی کوٹھری میں مجوس ہیں جس کا عرض جانب قبلہ گزرا گزہ ہے تو یہ صورت مجبوری محض ہے اس میں قواعد شرع سے ظاہر یہ ہے کہ جماعت کریں امام بیچ میں کھڑا ہو پھر تنہا تنہا اُس کا اعادہ کریں جماعت اقامت شعار کے لیے اور اعادہ رفع مثل کے واسطے۔ درمختار میں ہے کہ صلاۃ ادیت مع کراہۃ التحريم تجب اعادتها اسی میں ہے لو توسط اثنین کو نہ تزیحاً و تھیحاً لو اکثر اہ ولا يقال الجماعة واجبة بل قيل سنة مؤكدة وكراہۃ التحريم في جانب النهي كالوجوب في جانب الكراهي والا جتناب عن المناهي اہم من اتیان الاوامر في الحديث لترك ذرة معانہی اللہ خیر من عبادۃ الثقلین لانا نقول اقامة الشعائر اہم من كل شیء حتی اباحو اللہ ان وليس الا سنة صریح المعومات من النظر والمس في المندیۃ عن العنایۃ فی ختان الکبیر اذا امکن ان یختن نفسه والا لم یفعل الا ان یمکن ان یتزوج اولی شری ختانة فتختنہ ذکر الکفرخی فی الجامع الصغیر ویختنہ الحماحی **اقول** ویؤدہ ما عن الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم انہم كانوا لا یختنون اولادہم الا بعد البلوغ وقال فی الدروقتہ غیر معلوم وقیل سبع سنین وقیل عشر وقیل اقصاۃ اثنتا عشرة سنة زاد الشامی عن الطحطاوی وقیل لا یختن حتی یبلغ لانه للطہارۃ ولا تجب علیہ قبلہ قال فی الدروقتہ العبرة بطاقتہ وهو الا شبہ قال ش ای بالفقہ زلیعی وھذہ من صیغہ التصحیحہ اھ فشمع اذا لم یطعن الا بعد البلوغ لا يقال فلیصل ثلثۃ ثلثۃ تقری یوم کل اثنین امام فالجماعۃ یحترزون وعن الکراہۃ یحترزون لانا نقول لا اصل فی الشریعۃ الطاہرۃ لتفرق الجماعۃ الحاضریۃ ولم یرض اللہ بہ المسلمین وھم فی غیر العدو فما ظنک بسائر الاحوال ھذا ما ظھر لی وعند ربی علم حقیقۃ کل حال واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از غازی پور محلہ میاں پورہ مرسلہ منشی علی بخش صاحب محرد قمر جمی غازی پور، ارذی القعدہ ۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین (۱) ایک مسجد میں دو تین جماعتوں کا یکے بعد دیگرے ہونا کیسا ہے چاہے یا نہیں (۲) اگر اہم جماعت ثانیہ میں آپ کی کیا تحقیق ہے (۳) ایک مسجد میں ایک ہی وقت دو تین آدمیوں کا فرداً فرداً فرض پڑھنا کیسا ہے (۴) اور اگر فرداً فرداً چند شخص فرض پڑھیں تو نماز ہو جائے گی یا نہیں۔

الجواب

(۱) مسجد دو قسم ہے ایک مسجد عام جسے کسی خاص محلہ سے خصوصیت نہیں جیسے مسجد جامع یا بازار یا سرا یا اسٹیشن کی مسجد دوسری مسجد محلہ کہ ایک محلہ خاص سے اختصاص رکھتی ہو اس کی معمولی جماعت معین ہے اگرچہ کچھ یا بکیر یا سافر بھی متفرق اوقات میں شریک ہو جایا کریں۔ اور یکے بعد دیگرے چند جماعتیں کرنے کی بھی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ جماعت موجودہ کے دو یا چند حصے کر دیں۔ جب ایک حصہ کر لے تو دوسرا کرے۔ دوسرے یہ کہ وہ حاضر ہوا پڑھ گیا دوسرا اُس کے بعد آیا یا اب جماعت کو تاسے تعدد جماعت کی پہلی صورت بلا ضرر و ربح شرعیہ مطلقاً حرام ہے۔ خواہ مسجد محلہ ہو یا مسجد عام۔ ہاں بضرورت جائز ہے جیسے صلاۃ الخوف میں۔ یا یہ کہ مسجد میں کوئی بد مذہب گمراہ یا فاسق ملن یا قرآن مجید کا غلط پڑھنے والا امامت کرتا ہے کچھ لوگ براہ جہل یا تعصب اُس کے پیچھے پڑھتے ہیں دوسرے لوگ

اُس کے روکنے پر قادر نہیں ہے اُس کی اقتدا سے باز رہتے ہیں اور اُس کے فراغ کے بعد اپنی جماعت جدا کرتے ہیں جس کا امام سب بلاؤں سے پاک ہے یہ صورت مطلقاً جائز بلکہ شرعاً مطلوب ہے مسجد عام ہو خواہ مسجد محلہ۔ اور قعدہ جماعت کی صورت ثانیہ کہ یہ گروہ پہلی جماعت کے وقت حاضر نہ تھا یہ مسجد عام میں مطلقاً جائز و مطلوب ہے یہاں تک کہ کتابوں میں تصریح ہے کہ بازار وغیرہ کی عام مساجد میں افضل یہ ہے کہ جو گروہ آتا جائے نئی اذان نئی اقامت سے نئی جماعت کرے سب جماعتیں جماعت اولیٰ ہوں گی کمافی فتاویٰ الامام قاضی خاں وغیرہ اور مسجد محلہ میں بھی اگر پہلی جماعت کسی غلط خواں یا بد مذہب یا مخالف مذہب نے کی یا بے اذن دیے ہو گئی یا اذان آہستہ دی گئی دوسری جماعت مطلقاً جائز و مطلوب ہے اور اگر ایسا نہیں بلکہ اہل محلہ موافق الذہب سنی صالح صحیح خواں امام کے پیچھے باعلان اذان کہہ کر پڑھ گئے اب باقی ماندہ آئے تو انھیں دوبارہ اذان کہہ کر جماعت کرنی مکروہ تحریمی ہے اور بے اذان دیے محراب جماعت اولیٰ میں امامت کرنی مکروہ تنزیہی اور اگر محراب بدل دیں تو اصل کراہت نہیں اس مسئلہ کی تفصیل تام فقیر نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کی (۲) اس کا جواب جواب اول میں آگیا (۳) اگر ان میں کوئی شرعی حیثیت سے قابل امامت ہو اور دانستہ بلا وجہ شرعی ترک جماعت کریں تو گنہگار ہوں گے اگرچہ نماز ہو جائے گی۔ اور نادانستہ ہو یعنی ایک شخص فرض پڑھ رہا ہے دوسرا آیا اُسے معلوم نہیں کہ یہ فرض پڑھ رہا ہے اُس نے بھی فرض کی نیت الگ باندھ لی اسی طرح تیسرا آیا اُس نے بھی فرض نیت باندھ لی یا اُن میں کوئی قابل امامت نہیں توجہ نہیں (۴) نماز ہو جاتی ہے مگر ترک جماعت سے گناہ ہوتا ہے جبکہ کوئی عذر شرعی نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۲۹، صفر ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے انتظار میں وقت میں تاخیر کرنا مقتدیوں کو درست ہے یا نہیں۔ بلیغاً توجروا

الجواب

وقت کراہت تک انتظار امام میں ہرگز تاخیر نہ کریں اس وقت مستحب تک انتظار باعث زیادتِ اجر و تحصیلِ فضیلت ہے پھر اگر وقت طویل ہے اور آخر وقت مستحب تک تاخیر حاضرین پر شاق نہ ہوگی کہ سب اس پر راضی ہیں تو جہاں تک تاخیر ہو اتنا ہی ثواب ہے کہ سارا وقت ان کا نماز ہی میں کھاجائے گا وقد صحیح عن الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم انتظار النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی مضی نحو من شطو اللیل وقد اقرہم علیہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقال انکم لن تزالوا فی صلاۃ ما انتظروا ثم الصلاۃ وزید اوسط درجہ تاخیر میں حرج نہیں جہاں تک کہ حاضرین پر شاق نہ ہو فی الافق وید عن التا تاریخا نیت عن المنقذی للامام الحاکم الشہید ان تاخیر المؤمنون و تطویل القراءة لادراك بعض الناس حرام هذا اذا كان لاهل البدنیا تطویلا و تاخیرا یشتق علی الناس والحاصل ان التاخیر القلیل لا عانة اهل الخیر غیر مکروہ ولا باس بان ینتظروا لامام انتظارا و سطا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از فیض آباد مسجد مغل پورہ مرسلہ شیخ اکبر علی مؤذن و مولوی عبد العلی ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۱ھ

اگر کوئی پیر یا مولوی عربی خواں مسجد کے قریب رہتا ہو اور اُس مسجد کا منظم ہو جماعت میں شریک نہ ہو اور اذان وقت بے وقت ہو اور

کبھی نہ ہو لوگ بلا اذان نماز پڑھ جائیں ایسا شخص گنہگار ہے یا نہیں۔

الجواب

ترک جماعت اور ترک حاضری مسجد کا عادی فاسق ہے اور فاسق قابل اتباع نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر جوناگڑھ محلہ کیتانہ مدرسہ اسلامیہ مدرسہ حافظ محمد حسین ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

جو شخص جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کو مستحب کہے اُس کو علمائے دین کیا کہیں گے یہاں پر ایک مدرسہ ہے اُس میں تھوڑے عرصہ سے شور و غوغا مچا ہے اور آپ علمائے دین کی نصفی پر سب کا اتفاق ہے برائے خدا ہم جاہلوں کو راہ راست بتائیں

الجواب

جماعت کو مستحب سمجھنے کے اگر یہ معنی ہیں کہ اُسے واجب یا سنت ہو کہ وہ نہیں جانتا صرف ایک مستحب بات مانتا ہے تو سخت بطل شدید

خاص ہے اور احادیث صحیحہ اور تمام کتب فقہ کے ارشاد کا مخالف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از ترسائی کا ٹھیاواڑ مدرسہ احمد داد صاحب ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۵ھ

ایک ہی مسجد میں جماعت ثانی بلا وجہ ہو سکتی ہے یا نہیں مثلاً سو سے جماعت اول کو نہ بھیج سکے اور بعد میں جماعت ثانی کر لے خواہ گاؤں ہو یا شہر شارع عام ہو یا کوچہ قائم امام ہو یا نہ ہو۔

الجواب

جو مسجد شارع یا بازار یا سرایا یا پیشین کی ہو کہ کسی محلہ یا امام سے مخصوص نہیں اُس میں سب جماعتیں جماعت اولیٰ ہیں جو کہ وہ آئے نئی اذان

و اقامت سے محراب میں جماعت کرے اور جو مسجد محلہ ہے جس کے لیے امام و جماعت معین ہے اُس میں جب امام پہلی جماعت باعلان اذان

مطابق سنت ادا کر چکا تو بعد کو جو آئیں انھیں اعادہ اذان ناجائز ہے اور محراب میں امامت کر وہ اور بلا اعادہ اذان محراب سے ہٹ کر بے کراہت

جائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر کنہ محلہ مردہی ٹولہ مسئلہ بشیر الدین صاحب ۱۹ رمضان شریف ۱۳۳۶ھ

ایک مصلیٰ پر دو شخص علیحدہ نماز فرض ادا کریں تو ایسا حالت میں فرض ادا ہوتے ہیں یا نہیں۔

الجواب

اگر اُن میں کوئی امامت کے قابل ہے اور قصد ترک جماعت کیا اور یہ مسجد محلہ نہ تھی یا تھی اور یہ جماعت جماعت اولیٰ ہوتی تو جس کی طرف

یہ ترک ہے وہ گنہگار ہوا ایک خواہ دونوں اور اگر یہ مسجد محلہ تھی اور یہ جماعت جماعت اولیٰ نہ ہوتی تو بڑا کیا رافضیوں سے مشابہت تو قدیم سے تھی

اب دیوبندیوں گنگوہیوں سے بھی ہوئی اور اگر اُن میں کوئی قابل امامت نہ تھا تو حرج نہیں بہر حال فرض ادا ہر صورت میں ہو جائیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از ملتان علی تال کوہ نمین تال مدرسہ مولوی محمد حسین صاحب تاجر طلسمی بریس ۵ شوال ۱۳۳۶ھ

جماعت صرف عورتوں کی جن کا محض امام مرد ہو دست ہے یا نہیں اور امام کے ہو کہ وہ لڑکی یا عورت بتا سکتی ہے یا نہیں جس سے پردہ نہیں ہوتا۔

الجواب

اگر یہ جامع مسجد میں ہو مطلقاً مکروہ ہے کہ عورت کو حاضری مسجد منع ہے اور اگر مکان ہو اور مرد کو حاضری مسجد سے کوئی عذر صحیح شرعی نہیں تو مطلقاً مکروہ ہے کہ مرد پر حاضری مسجد واجب ہے اور اگر اُسے عذر ہے اور جامعہ میں جتنی عورتیں اُس کی محرم یا زوجہ یا غیر مشتہاتہ لڑکیوں کے سوا نہیں تو مطلقاً بلاکراہت جائز ہے اور نامحرم مشتہاتہ ہیں تو مکروہ بہر حال، اگر امام کو سہو ہو تو عورت تصفیق سے اُسے متنبہ کرے یعنی سیدھی سنبھلی بائیں پشت دست پر مارے آواز سے تسبیح وغیرہ نہ کہے کہ مکروہ ہے درمختار المرأة تصفیق لا ببطن علی بطن ولو صفحت او مصفحت لم تقصد وقد تركنا السنة تارة خانیہ **اقول** ہاں اگر امام نے قرأت میں وہ غلطی کی جس سے نماز فاسد ہو تو عورت مجبوراً آواز ہی سے بتائے گی جبکہ وہ تصفیق پر امام کو یاد نہ آجائے وذلک لان الضرورات تبیح المحظورات واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - یکم جمادی الاخرہ ۱۳۷۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک سمجھ وال لڑکا آٹھ نو برس کا جو نماز خوب جانتا ہے اگر تنہا ہو تو آیا اسے حکم ہے کہ صف سے دور کھڑا ہو یا صف میں بھی کھڑا ہو سکتا ہے - بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفہرہ میں اسے صف سے دور یعنی بیچ میں فاصلہ چھوڑ کر کھڑا کرنا تو منع ہے فان صلاة الصبی المميز الذي يعقل الصلاة صحیحة قطعاً وقد امر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بسبب الفرج والتواضع في الصفوف ونهی عن خلافہ بنھی شدید اور یہ بھی کوئی ضروری امر نہیں کہ وہ صف کے بائیں ہی ہاتھ کو کھڑا ہو علماً اسے صف میں آنے اور مردوں کے درمیان کھڑے ہونے کی صاف اجازت دیتے ہیں درمختار میں ہے یصف الرجال ثم الصبيان ظاہرہ تعددہم لو واحد داخل الصف مراقی الفلاح میں ہے ان لم یکن جمع من الصبيان یقوم الصبی بین الرجال بعض بے علم جو یہ ظلم کرتے ہیں کہ لڑکا پہلے سے داخل نماز ہے اب یہ آئے تو اسے نیت بندھا ہوا ہٹا کر کنارے کر دیتے اور خود بیچ میں کھڑے ہو جاتے ہیں یہ محض جہالت ہے اسی طرح یہ خیال کہ لڑکا بر ۱ بر کھڑا ہو تو مرد کی نماز نہ ہوگی غلط وخطا ہے جس کی کچھ اصل نہیں فتح القدیر میں ہے اما معاذة الامر قد صرح الكل بعدم افساده الا من شذ ولا مفسد له فی الروایة ولا فی الدرایة واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم -

مسئلہ - از کلثہ دھرم تلا ۱۲ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۶ صفر ۱۳۷۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آپ نے پہلے میرے سوال کے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ امام کے رابین مقتدی ہو جائیں گے تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی ایک حافظ صاحب کہ آدمی ذی علم ہیں وہ کہتے ہیں کہ جناب مولوی صاحب نے جو حوالہ دیا ہے وہ مختار کے متن سے نہیں بلکہ شرح سے ہے اور چاہتے ہیں کہ اصول سے جواب تحریر فرمادیں - بینوا توجروا

الجواب

یہ مطالبہ سخت عجیب ہے درمختار تو شرح ہی کا نام ہے کیا شروع معتبر نہیں ہوتیں یا ان میں درمختار نا معتبر ہے یا میں میں شرح کے

خلوت لکھا ہے اور جب کچھ نہیں تو ایسا مطالبہ اہل علم کی شان سے بعید درمختار بحر علم کی وہ درمختار ہے کہ جب سے تصنیف ہوئی مشائخ و
مخابر ارض میں فتوائے مذہب حنفی کا گویا مدار اُس کی تحقیقات عالیہ و تدقیقات عالیہ پر ہو گیا۔ اللہ عز و جل رحمت فرمائے علامہ سید
ابن عابدین شامی پر کہ فرماتے ہیں ان کتاب الدر المختار شرح تنویر الابصار قد طار فی الاقطار و ساری الاعصار و فاق فی الاستہدار
علی الشمس فی رابعة النهار حتی اکب الناس علیہ و صار مفزعہم الیہ و هو الحوی بان یطلب و یکن الیہ المذہب فانہ الطراز
المذہب فی المذہب فلفقد حوی من الغرور و المنقحة و المناہل المصححة مالم یجوز غیرہ من کبار الاسفار و لم یتنبہ علی منوالہ
یہذا لافکار خلاصہ یہ کہ درمختار نے تمام عالم میں آفتاب چاشت کی طرح شہرت پائی مخلوق ہر تن اُس سے گرویدہ ہو کر اپنے نہات میں اُس کی
طرف التجا لائی یہ کتاب اسی لائق ہے کہ اسے مطلوب بنائیں اور اس کی طرف رجوع وائیں کہ یہ دامن مذہب کی زرنگار گوشت ہے وہ نصیح و تنقیح کے
مسائل جمع ہیں کڑی بڑی کتابوں میں مجتمع نہیں آج تک اس انداز کی کتاب تصنیف نہ ہوئی۔ سبحان اللہ کیا ایسی کتاب اس قابل ہے کہ
اُس کا ارشاد بلا وجہ محض قبول نہ کریں خیر فتح القدیر تو معتبر ہوگی جس کے مصنف امام ہمام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام قدس سرہ
ذہ امام اجل ہیں کہ اُن کے معاصرین تک اُن کے لیے منصب اجہاد ثابت کرتے تھے کما ذکرہ فی رد المحتار تبیین المحتائق تو مقبول ہوگی
جس کے مصنف امام اجل محمد الدین ابو محمد عثمان بن علی زلمی فاضل کنز ہیں جن کی جلالت شان آفتاب غیر ذرے روشن تر یا امام محقق علی الاطلاق
سے مقدم اور اُن کے مستند ہیں کافی امام نسفی تو معتبر ہوگی جس کے مصنف امام بکر الانام حافظ الملک والدین ابو البرکات عبد اللہ بن محمد نسفی
صاحب کنز الدقائق ہیں سب جانے دو ہدایہ بھی ایسی چیز ہے جس کے اعتماد و استناد میں کلام ہو سکے یہ اب اکابرائے تصریح فرماتے ہیں کہ جماعت
رجال میں امام کا قوم کے برابر ہونا حرام و مکروہ تحریمی ہے ہدایہ میں ہے محرم قیام الامام و وسط الصف فتح القدیر میں ہے صریح فی ان ترک
التقدم لامام الوجہ محرم و کذا صرح الشارح و سماہ فی الکافی مکروہا و ہوا الحق اسی کراہۃ التحویم لان مقتضی المواظبۃ علی
التقدم منہ علیہ الصلاۃ والسلام بلا ترک الوجہ فاعدمہ کراہۃ التحویم فاسم المحرم مجاز بجر الرائق میں ہے محرم قیام الامام و وسط
وسط الصف کذا فی الہدایۃ و ہو یدل علی انها کراہۃ تحویم لان التقدم واجب علی الامام للمواظبۃ من النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم و ترک الواجب موجب لکراہۃ التحویم المقضیۃ للاثم و ذکر الاحکام علامہ مولیٰ خسرو میں ہے مخطو قیام الامام و وسط
الصف اہم ملخصا و خیرۃ العقبیٰ میں ہے اما کراہتہا فلعدم خلوها عن المحرم مجمع الانہر میں ہے قیام الامام و وسط الصف
مکروہ کراہۃ تحویم اہم ملخصا مستخلص میں ہے محرم و قوت الامام و وسط الصف فتح المعین علامہ سید ابی السعود ازہری میں
زیر قول شارح والاثنان خلفہ وان کثر القوم کراہۃ قیام الامام و وسطہم فرمایا اسی صحیح بالترک الواجب رد المحتار میں ہے تقدم الہمام
امام الصف واجب باہیں ہمہ اگر دلیل درکار ہو تو فتح القدیر و بحر الرائق کا ارشاد پیش نظر کہ حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
ہمیشہ ہمیشہ صف پر تقدم فرمایا اور ایسی ہر دامت کہ کبھی ترک نہ فرمائیں دلیل وجوب ہے اقول وقد قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
صلوا کما رأیتونی اصلی رواہ البخاری عن مالک بن الحویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہاں امر ہے اور امر کا مفاد وجوب تو جب تک
دلیل خصوص مثل ترک ایچانا یا اقرار علی التکرار ثابت نہ ہو اس عموم میں داخل اور وجوب حاصل اور ترک واجب مکروہ تحریمی اور مکروہ تحریمی

گنہ صغیرہ اور صغیرہ بعد اعتقاد کبیرہ اور کبیرہ کا مرکب فاسق و مردود و الشہادۃ اور گناہ تو ایک ہی بار میں ثابت نہاں اللہ العفو والعافیۃ
واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از گونڈہ ملک اودھ مدرسہ اسلامیہ مدرسہ حافظ عبدالعزیز صاحب مدرس مدرسہ منکورہ ۱۳ جمادی الآخرہ ۱۳۱۸ھ

سوال اول زید کی امامت سے جماعت ثانیہ مسجد، بازار یا سرائے میں ہو رہی ہے اسی مسجد میں بکر بھی آیا اُس کو معلوم ہو گیا کہ یہ جماعت
ثانیہ ہے اُس نے طلعہ و تنہا جماعت کے قریب یا کسی قدر فاصلے سے اپنی نماز ادا کی تو نماز بکر کی ادا ہو گئی یا نہیں -

الجواب

نماز باہر معنی تو ہو گئی کہ فرض سرے اتر گیا مگر سخت کراہت و لزوم مصیبت کے ساتھ کہ بے عذر شرعی ترک جماعت گناہ و شاعت ہے
نہ کہ خود بحال قیام جماعت صریح خلاف و اضاعت یہاں تک کہ اگر کسی نے تنہا فرض شروع کر دیے ہنوز جماعت قائم نہ تھی اس کے بعد قائم
ہوئی اور اس نے ابھی پہلی رکعت کا سجدہ نہ کیا تو اُسے شرعاً مطلقاً حکم فرماتی ہے کہ نیت توڑ دے اور جماعت میں شامل ہو جائے بلکہ
مغرب و فجر میں تو جب تک دوسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو حکم ہے کہ نیت توڑ کر مل جائے اور باقی تین نمازوں میں دو بھی پڑھ چکا ہو تو انہیں
نفل ٹھہرا کر جب تک تیسری کا سجدہ نہ کیا ہو شریک ہو جائے فی التثویذ شرع فیہما اداء منہما اثنائاً یقطعہما قائماً بتسلیمۃ
واحدۃ ویقتدی بالامام ان لم یقید الركعة الاولى بسجدة او قیدہا فی غیر رباعیۃ او فیہما وضع الیہا اخوی وان صلی
ثلثاً منہما اثنائاً ثم اقتدی متغلاً ویدرک فضیلۃ الجماعۃ الا فی العصور جب پیش از جماعت تنہا شروع کرنے والے کو حکم
ہے حالانکہ اُس نے ہرگز مخالفت جماعت نہ کی تھی اور نیت توڑنا بے ضرورت شرعیہ سخت حرام ہے قال اللہ تعالیٰ لا تبطلوا اعمالکم
اپنے عمل باطل نہ کرو مگر شرعاً مطلقاً جماعت حاصل کرنے کے لیے نیت توڑنے کو ابطال عمل نہ سمجھا اکیال عمل تصور فرمایا تو یہاں کہ
جماعت قائم کے خلاف اپنی الگ پڑھنا ہے کیونکہ شرعاً مطلقاً گوارا ہو سکتا ہے بلکہ جو شخص مسجد میں نماز تنہا پوری پڑھ چکا ہو اور جب جماعت
قائم ہوئی اگر نظر یا عشا ہے تو شرعاً اُس پر واجب ہے کہ جماعت میں شریک ہو کہ مخالفت جماعت کی تمت سے بچے اور باقی تین نمازوں
میں حکم ہے کہ مسجد سے باہر نکل جائے تاکہ مخالفت جماعت کی صورت نہ لازم آئے فی الدار المختار من صلی الظهر والعشاء وحده مرة
فلا یکرہ خروجہ بل ترکہ للجماعۃ الاعد الشروع فی الاقامة فیکرہ لمخالفتہ الجماعۃ بلا عذر بل یقتدی متغلاً ومن
صلی الفجر والعصر والمغرب مرة یخرج مطلقاً وان اقامت فی المنہر ینبغی ان یجب خروجہ لان کراہۃ مکشہ بلا صلاۃ اشد
اد مختصراً فی رد المحتار تحت قوله الا عند الشروع فی الاقامة لان فی خروجہ قحمة قال الشیخ اسمعیل وهو المذکور فی کثیر من
الفتاویٰ والھمة هنا فاشأت من صلاتہ منہم اذا خرج یؤیدھا الخ وفیہ عن المحیط مخالفتہ الجماعۃ ورس عظیم جب جماعت
سے پہلے تنہا پڑھنے والا جماعت میں شریک نہ ہو تو متم اور مخالفت جماعت اور وزیر عظیم میں مبتلا قرار پاتا ہے تو جو باوصف قیام جماعت قصد
مخالفت کر کے اپنی الگ شروع کر دے کیونکہ سخت متم و صریح مخالفت و گرفتار گناہ شدید نہ ٹھہرے گا بلکہ علماً فرماتے ہیں کہ قیام جماعت کی
حالت میں اگر کچھ لوگ آکر دوسری جماعت مجداً قائم کر دیں مبتلائے کراہت ہوں گے کہ تقریباً جماعت کی حالانکہ نفس جماعت کے تارک

نہ ہوئے نہ ان پر اصل جماعت سے مخالفت کی تمت آسکتی ہے تو اکیلا اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ بنانے والا کس قدر شدید مخالفت ہوگا
فی الخلاصة ثم الهندية قوم جلوس في المسجد الداخل وقوم في المسجد الخارج اقام الموزن فقام امام من اهل الخارج
فامهم وقام امام من اهل الداخل فامهم من يسبق بالمشروع فهو والمقتدون به لا كراهة في حقهم اور اس جماعت کا جماعت
ثانیہ ہونا ان شاعتوں سے نہیں بچا سکتا اگرچہ جماعت ثانیہ کی مخالفت کا تمت سے مطلقاً بری ہونا مان بھی لیا جائے کہ جب مسجد مسجد محل نہیں بائزر
یا سر کی مسجد ہے تو اس کی ہر جماعت جماعت اولیٰ ہے کما حقنہ فی فتاویٰ ہاں اگر یہ امام قرآن عظیم ایسا غلط پڑھتا ہے جو مفید نماز ہو
یا اس کی بد مذہبی تاحفہ ہے یا نقص طہارت وغیرہ کوئی اور وجہ افساد کی ہے تو الزام نہیں کہ ان صورتوں میں وہ جماعت خود جماعت ہی
نہیں بلکہ اب اس میں شرکت تمتع ہوگی لبطلان الصلاة خلفه والله سبحانه وتعالى اعلم سوال دوم ایک عالم صاحب فرماتے
ہیں کہ جماعت ثانیہ کیا بلکہ جماعت اولیٰ بھی ہوتی ہو اس وقت کوئی دوسرا شخص اسی مسجد میں آئے اور تنہا اپنی نماز پڑھ لے تو اس کی نماز
ہو جائے گی جماعت کا پچیس گنا ثواب نہ ملے گا نماز ہو جانے کا سبب یہ بتایا کہ جماعت سنت ہو کہ وہ ہے نہ فرض ہے نہ واجب اس بارے میں
کیا ارشاد ہے۔

جواب سوال دوم اس کا جواب جواب سوال اول سے واضح ہے۔ ہو جانا بمعنی سقوط فرض مسلم مگر اس قائل کے فوائے کلام سے
ظاہر ہے کہ صرف اس قدر اس کی مراد نہیں بلکہ اس میں فقط کمی ثواب مانتا اور بحون اثم سے پاک جانتا ہے و لہذا تعلیل میں نہ واجب کا
لفظ پڑھا یا اور سقوط فرض تو بحال ترک جمیع واجبات بھی حاصل ہے اب یہ قول محض غلط ہے اولاً مذہب معتد میں جماعت واجب ہے اور اُسے
سنت ہو کہ کہنا بوجہ ثبوت بالسنۃ ہے اور نہ بھی سہی تاہم اُس کے قصدی ترک میں بحون گناہ سے مفر نہیں فی الدار المختار الجماعۃ سنۃ
موکدة للرجال قال الزاهدی اورادوا بالاکید الوجوب الخ وفيه وقيل واجبة وعليه العامة اى عامة مشائخنا وادبہ جوہر
فی التحفة وغیرہا قال فی البحر وهو الراجح عند اهل المذهب اه وفي البحر من باب صفة الصلوة الذی یتظہر من کلام
اهل المذهب ان الاثم منوط بترك الواجب او السنۃ المؤکدة علی الصحیح لتصريحهم بان من ترك سنن الصلوات الخمس
قليل لا ياء ثم والصحیح انه یا ثم ذکوة فی فتح القدیر وتصريحهم بالا ثم لمن ترك الجماعة مع انها سنۃ مؤکدة علی الصحیح
وکذا فی نظائر لمن تتبع کلامهم فلا شک ان الاثم مقول بالتشکیک بعضہ اشد من بعض فلا ثم لتارك السنۃ المؤکدة
اخذ من الاثم لتارك الواجب اه وفي رد المحتار عن النهر عن الکشف الکبیر عن اصول ابی الیسر حکم السنۃ ان یندب الی
تحصيلها ویلازم علی ترکها مع بحون اثم یسیر اه سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں لقد رأیتنا وما یختلف عنہا الا
منافق معلوم النفاق یعنی ہم نے اپنے آپ کو عہد رسالت میں دیکھا کہ جماعت سے پیچھے نہ ہٹتا تھا مگر کلام منافق اور فرماتے ہیں لو ترکتم سنۃ
نبیکم لصللتم اگر تم اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ترک کرو گے گمراہ ہو جاؤ گے رواہ مسلم اور ایک روایت میں ہے لکھن تم
تم کا فر ہو جاؤ گے رواہ ابوداؤد یعنی کفران یا یہ کہ معاصی برید کفر ہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز میں امام کے واسطے مصلیٰ مخصوص کرنا اور مقتدی بغیر مصلیٰ کے قصد اکھڑے

کے جاویں بایں نیت کہ امام بنسبت مقتدیوں کے ممتاز ہونا چاہیے مکروہ ہے یا غیر مکروہ۔ بلیوا توجروا

الجواب

اتفاقاً ایسا ہو جائے تو مضائقہ نہیں یا امام نے خود نہ چاہا کسی مقتدی نے نہ اس لیے کہ امام و مقتدی میں امتیاز چاہیے بلکہ امام کو کسی فضیل دینی کی تنظیم کے لیے مثلاً وہ عالم دین ہے اُس کے نیچے مصلی بچھا دیا تو بھی حرج نہیں اور خاص اُس نیت سے بالقصد مقتدیوں کو بے مصلی کھڑا کرنا کہ نماز میں امام و مقتدیوں کا یوں امتیاز ہونا چاہیے بعض بے اصل و خلاف سنت اور دین میں نئی بات نکالنا ہے۔ واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی رمضان میں اور مسجد میں کلام شریف سننے جائے تو اپنی مسجد میں عشا کی جماعت اُس کے جانے سے بالکل جاتی ہے کیا ایسا شخص مقیم جماعت نہ ہوگا گو امام مقرر مسجد نہیں مگر قرآن شریف مابجوز بہ الصلوٰۃ پر قادر ہے در صورت اس کے موجود ہونے کے جماعت ہو سکتی ہے چنانچہ جمعہ مسجد میں یہی شخص پڑھاتا ہے اس کو غیر مسجد میں جانا اپنی مسجد کو ایک وقت بے عمل چھوڑنا بغرض استعمال قرآن جائز ہے یا مکروہ یا کراہت ہے لیکن استعمال قرآن تراویح میں صرف تراویح سے ثواب اتنا زیادہ ہے کہ کراہت کا نکتہ نہ لگن ہو جائے بلیوا توجروا

الجواب

ایسا شخص بلاشبہ مقیم جماعت ہے اُسے چاہیے کہ نماز فرض اپنی مسجد میں پڑھا کر تراویح کے لیے دوسری مسجد میں چلا جائے کہ جب اپنی مسجد میں قرآن عظیم نہ ہوتا ہو تو دوسری مسجد میں اس غرض سے جانا کوئی باک نہیں رکھتا بلکہ مطلوب و مندوب ہے ہاں قلیل جماعت فرض جائز نہیں لہذا فرض یہاں پڑھا کر دوسری جگہ جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ فی جواب ہذا السؤال۔ جماعت تراویح میں بعض لوگ صف اول و دوم میں متفرق طور پر اس طرح نماز پڑھتے ہیں کہ چار آدمی کھڑے ہو کر پھر چار بیٹھ کر بعد ہی اُس کے دو کھڑے ہوئے اُن بعد پھر تین بیٹھے ہوئے پڑھتے اور قرآن سننے میں اگرچہ یہ بیٹھے والے سب ضعیف و معذور نہیں ہیں بلکہ بیشتر نوجوان ہیں جن کو بحیال تطویل قرات امام برا بکھڑا ہوتا جو اپنی کابلی و کاسل کے ناگوار ہے آیا بیٹھ کر نماز پڑھنا اُن کا اندر صفوں بلا کراہت جائز ہے کیا تسبیح صفوں کا حکم اس سے قطعاً غیر متعلق ہے کیا جماعت فرض تراویح میں اس کی بابت کوئی حکم تخصیصی ہے ایک فریق کہتا ہے کہ بیٹھ کر پڑھنے والے آخر صف میں نماز پڑھیں دوسرا فریق مجوز ہے کہ ایسی جماعت بلا کراہت صحیح و درست ہے چاہے کسی صف میں کوئی شخص بیٹھ کر پڑھتا ہو یا کھڑا ہو کر اس میں کوئی محذور شرعی نہیں ہے ایسی حالت میں کون حق پر ہے۔ بلیوا توجروا

الجواب

دربارہ صفوں شرعاً تین بائیں بتائید اکید مامور ہیں اور تینوں آج کل معاذ اللہ کالترک ہو رہی ہیں یہی باعث ہے کہ مسلمانوں میں نا اتفاقی پھیل ہوئی ہے اول تسبیح کہ صف برابر ہو مخم نہ ہو مخم نہ ہو مقتدی آگے پیچھے نہ ہوں سب کی گردنیں شانے ٹخنے آپس میں محاذی ایک خط مستقیم پر واقع ہوں جو اُس خط پر کہ ہمارے سینوں سے نکل کر قبلہ منظر پر گزرا ہے عود ہو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سہراتے ہیں

عباد اللہ لتسودن صفو فکرم او لیما لعن اللہ بین وجوہکم اللہ کے بند و ضروریات تم اپنی صفیں سیدھی کرو گے یا اللہ تمہارے آپس میں اختلافات ڈال دے گا حضرت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صف میں ایک شخص کا سینہ اوروں سے آگے نکلا ہوا ملاحظہ کیا اُس پر یہ اشارہ فرمایا رواہ مسلم عن النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہا دوسری حدیث صحیح میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را حوا صفو فکرم وقاربوا بینہما وحاذوا بالاعناق فالذی نفسی بیدہ انی لاری الشیاطین تدخل من خلل الصف کا غا الخذون اپنی صفیں خوب گھنی اور پاس پاس کرو اور گردنیں ایک سیدھ میں رکھو کہ قسم اُس کی جس کے ہاتھ نہیں میری جان ہے میں شیاطین کو دیکھتا ہوں کہ رخنے صف کے داخل ہوتے ہیں جیسے بھیڑ کے بچے رواہ النسائی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیسری حدیث صحیح میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اقیمو الصفوف فانما تصفون بصف الملئکة وحاذوا بین المناکب صفین سیدھی کرو کہ تمہیں تو ملکہ کی سی صف بندی چاہیے اور شانے ایک دوسرے کے مقابل رکھو رواہ احمد وابوداؤد والطبرانی فی الکبیر وابن خزیمہ والحاکم وصحاحہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دوام کہ جب تک ایک صف پوری نہ ہو دوسری نہ کریں اس کا شرع مظہر کو وہ اہتمام ہے کہ اگر کوئی صف ناقص چھوڑے مثلاً ایک آدمی کی جگہ اُس میں کہیں باقی تھی اُسے بغیر پورا کیے پیچھے اور صفیں باندھ لیں بعد کو ایک شخص آیا اُس نے اگلی صف میں نقصان پایا تو اُسے حکم ہے کہ ان سب صفوں کو چیرتا ہوا جا کر وہاں کھڑا ہو اور اُس نقصان کو پورا کرے کہ انھوں نے مخالفت حکم شرع کر کے خود اپنی حرمت ساقط کی جو اس طرح صف پوری کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کے لیے مغفرت فرمائے گا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا الا تصفون کسا نصف الملئکة عند ربھا ایسی صف کیوں نہیں باندھتے جیسی ملکہ اپنے رب کے حضور باندھتے ہیں صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ملکہ کیسی صف باندھتے ہیں فرمایا یتمون الصف الاول ویتراقون فی الصف اگلی صف پوری کرتے اور صف میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ عن جابر بن سمرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتموا الصف المقدم ثم الذی یلیہ فما کان من نقص فلیکن فی الصف الموخر پہلی صف پوری کرو پھر جو اُس کے قریب ہے کہ جو کمی ہو تو سب میں پھیلی صف میں ہو۔ رواہ الا ثمثة احمد وابوداؤد والنسائی وابنا حبان وخزیمہ والضیاء باسانید صحیحہ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من وصل صفا وصلہ اللہ ومن قطع صفا قطعہ اللہ جو کسی صف کو وصل کرے اللہ اُسے وصل کرے اور جو کسی صف کو قطع کرے اللہ اُسے قطع کر دے رواہ النسائی والحاکم بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہو من تقیۃ حدیثہ الصحیح المذکور سابقا عند احمد وابی داؤد والثلثۃ الذین معہما ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من نظر الی فرجة فی صف فلیسدھا بنفسہ فان لم یفعل فمر مار ملیتہ علی رقبته فانہ لا حرمة لہ جو کسی صف میں غفل دیکھے وہ خود اُسے بند کر دے اور اگر اس نے نہ کیا اور دوسرا آیا تو اُسے چاہیے کہ وہ اُس کی گردن پر پاؤں رکھ کر اُس غفل کی بندش کو جائے کہ اُس کے لیے کوئی حرمت نہیں رواہ فی مسند الفی دوس عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اللہ وملتکنتہ یصلون علی الذین یصلون الصفوف ومن سد فرجة دفعہ اللہ بما درجۃ - بیشک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں ان لوگوں پر جو صفوں کو وصل کرتے ہیں اور جو صف کا فرج بند کرے

اللہ تعالیٰ اُس کے سبب جنت میں اُس کا درجہ بلند فرمائے رواہ احمد وابن ماجہ وابن حبان والحاکم وصحیحہ واقوہ عن امر
 العوینین الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سوم تراویح یعنی خوب مل کر کھڑا ہونا کہ شانہ سے شانہ چھلے اللہ عز وجل فرماتا ہے صفا کا نظم
 بنیان موصوص ۵ ایسی صف کہ گویا وہ دہوار ہے راگنگا پلائی ہوئی، راگنگ پگھلا کر ڈال دیں تو سب درزیں بھر جاتی ہیں کہیں رخنہ فری نہیں
 رہتا ایسی صف باندھنے والوں کو مولیٰ سبحہ و تعالیٰ دوست رکھتا ہے اس کے حکم کی حدیثیں اور پرگزریں اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 اقیہوا صفو فکم و تراصوا فانی اور لکم من وراء ظہری اپنی صفیں سیدھی اور خوب گھنی کرو کہ میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں
 رواہ البخاری والنسائی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بھی اُسی اتمام صفوں کے متمات سے اور تینوں امر شرعاً واجب ہیں کما
 حققناہ فی فتاویٰ و کتابہ من الناس عند غافلون اور یہاں چوتھا امر اور ہے تقارب کہ صفیں پاس پاس ہوں بیچ میں قدر سجدہ سے
 زائد فضول فاصلہ نہ چھوٹے جس کا ذکر حدیث دوم میں گزرا وہ یہاں زیر بحث نہیں صف میں کچھ مقتدی کھڑے کچھ بیٹھے ہوں تو اُس سے
 امر اول یعنی تسویہ صف پر تو کچھ اثر نہیں پڑتا کہ قائم وقاعد بھی خط و احد تقیم میں ہو سکتے ہیں تسویہ میں ارتخاع کی برابری ملحوظ نہیں نہ وہ ملحوظ
 ہونے کے قابل کہ ایک پیمائش کے قد کہاں سے آئیں گے ہاں جبکہ بیٹھے والے محض کسل و کاہلی کے سبب بے معذوری شرعی بیٹھیں گے تو
 فرائض و واجبات مثل عیدین و وتر میں امر دوم و سوم کا خلاف لازم آئے گا کہ جب بلا عذر بیٹھے تو ان کی نماز نہ ہوئی اور قطع صف لازم آیا کہ
 نمازیوں میں غیر نمازی داخل ہیں ان بیٹھے والوں کو خود فساد نماز ہی کا گناہ کیا کم تھا مگر انہیں یہاں جگہ دینا اور اگر قدرت ہو تو صف سے نکال نہ دینا
 یہ باقی نمازیوں کا گناہ ہو گا کہ وہ خود اپنی صف کی قطع پر راضی ہوئے اور جو صف کو قطع کرے اللہ اُسے قطع کر دے اُن پر لازم تھا کہ انہیں
 کھڑے ہونے پر مجبور کریں اور اگر نہ مانیں تو صفوں سے نکال کر دُور کریں ہاں نمازی اس پر قادر نہ ہوں تو معذور ہیں اور اس قطع صف کے وبال
 عظیم میں بھی رہی بیٹھے والے ماخوذ ہیں یہ حکم فرائض و واجبات کا تھا رہی تراویح اس میں ہمارے علما کو اختلاف ہے کہ آیا یہ بھی مثل واجبات و
 سنت فجر بلا عذر بیٹھ کر ناجائز و فاسد ہوتی ہیں یا مثل باقی سنن جائز ہو جاتی ہیں اگرچہ خلاف توارث کے سبب مکروہ ہوتی ہیں بعض علما حکم اول
 کی طرف گئے اور صحیح ثانی ہے در مختار میں ہے (التراویح نکرہ قاعداً) لزیادۃ تاکد ہا حتی قبل لا تقیم (مع القدرة علی القيام)
 کما یکمرہ تأخیر القیام الی رکوع اکامام للتشبیہ بالمنافقین خانیہ و ہذا مختار میں ہے لوصلی التراویح قاعداً قبل لا یجوز بلا عذر
 لساوی الحسن عن ابی حنیفۃ لوصلی سنۃ الفجر قاعداً بلا عذر لا یجوز فکل التراویح لان کلا منہما سنۃ موکدۃ وقیل یجوز و هو
 الصحیح والفرق ان سنۃ الفجر سنۃ موکدۃ بلا خلاف والتراویح دو مخافی التاکید فلا یجوز التسویۃ بینہما قول اول پر کاہلوں کا
 بلا عذر صف میں بیٹھنا ویسا ہی ناجائز و مورت گناہ و موجب قطع صف ہو گا جیسا واجبات میں کہ اس قول پر یہ لوگ بھی نماز سے خارج ہیں اور
 قول ثانی پر مستحب ہو گا کہ ان اہل کسل کو موز کیا جائے اور صفوں میں یوں داخل نہ ہونے دیا جائے کہ ایک قول پردہ گناہ و معصیت ہے اور دوسرے
 پر محض بے ضرورت ہے تو اُس سے احتراز ہی میں فضیلت ہے علما تصریح فرماتے ہیں کہ دوسرے مذاہب جو اپنے مذہب سے بے علاقہ ہیں
 جیسے حنفیہ کے لیے شافعیہ مالکیہ حنبلیہ اُن کے خلاف کی رعایت رکھنی بالا جماع مستحب ہے جب تک اپنے مذہب کا مکروہ نہ لازم آتا ہو
 تو یہ خلاف تو خود اپنے علمائے مذہب میں ہے در مختار میں ہے لا ینقضہ مس ذکر و امراۃ لکن یندب للخروج من الخلاف لا مسمیاً

للاماہر لکن بشرط عدم لزوم ارتکاب مکروہ مذہبہ مگر یہاں ایک اور نکتہ واجب الیٰ اللہ ہوگا کہ تاخیر اتنے کا ہوں کہ جو جس قدر تمام صفت سے زائد ہوں ورنہ اطراف صفت آخر میں اقامت ہو تا کہ مذہب صحیح پر قطع صفت نہ لازم آئے اُس سے تخریج مستحب تھا یہاں واجب ہوگا توضیح یہ کہ یہاں تین صورتیں ہوں گی اول یہ کہ قاضیین بقدر کمال صفت ہوں یعنی اُن سے ایک یا چند صفیں پوری کامل ہو جائیں کہ نہ آدمی زائد بچے نہ صفت میں جگہ رہے اس صورت میں صفوں سابقہ کا طرہ قاضیوں سے کر لی جائیں اور کاہلین سب سے آخر میں اپنی صفت یا صفیں کامل یا ناقص جس قدر ہیں باندھیں یہ صورت کاہلین کی تاخیر مطلق کی ہوگی دوم قاضیوں سے اکمال صفت نہیں ہوتا خواہ اس قدر کم ہیں کہ پہلی ہی صفت پوری کرنے کو اور آدمیوں کی حاجت ہے یا کثیر ہیں ایک یا چند صفیں اُن سے مکمل ہو گئیں اور اب اتنے بچے جن سے بعد کی صفت پوری نہیں ہوتی اور قاصرین سے تکمیل ہو جائے گی اور زیادہ نہ بچیں گے تو لازم ہے کہ قاضیوں کی اخیر صفت میں کاہلین کو ایک کنارے پر جگہ دے کر تکمیل صفت کریں حتیٰ کہ اگر صفت اول ہی ناقص تھی تو اُسی کے کنارے پراخیں رکھیں اس صورت میں کاہلوں نے اصلاً تاخیر نہ پائی ہاں ایک کنارے پر جمع کر دیے گئے سو تکمیل صفت میں کاہلین کی حاجت ہے اور وہ بعد تکمیل بھی بچتے ہیں تو جس قدر تکمیل کے لیے مطلوب ہیں قاضیوں کی صفت آخر کے ایک کنارے پر پراخیں رکھ کر باقی کی صفت ناقص یا کامل اخیر میں کر دی جائیں یوں بعض کی تاخیر اور بعض کی طرف پر اقامت ہوگی اور وجہ ان سب کی وہی ہے کہ جب مذہب صحیح میں کاہلین کی نماز میں صرف کراہت ہے نہ باطل محض اور قاضیوں کی صفت کو تکمیل کی حاجت ہے تو اُس سے ہٹا کر کاہلین کو صفت دیگر میں رکھنا صفت اخیر قاضیوں کو ناقص چھوڑنا ہوگا اور یہ جائز نہیں پھر ہر حال اگر اور قاضیوں آتے جائیں یا انھیں میں سے بعض توفیق پاتے جائیں تو وہ بجائے کاہلین فی طرف الصفت ہوں اور کاہلین فی الطرف منخوڑتے جائیں یہاں تک کہ مثلاً صورت ثانیہ صورت اولیٰ کی طرف رجوع کرے اور ثالثہ ثانیہ یا اولیٰ ہو جائے الیٰ غیر ذلک من الاحتمالات یہ سب اُس صورت میں ہے کہ کاہلین دستِ شرع میں نرم ہوں ورنہ بحال فتنہ قدر میسر پر عمل چاہیے وباللہ التوفیق هذا ما افادہ التفقہ والکتاب واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ۔ از جان دھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی محمد جان صاحب مسئلہ محمد احمد خاں صاحب ۲۰ رشتہ ۱۲۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی کتاب میں یہ عبارت لکھی ہے البتہ چار مصلے جو کہ معظمہ میں مقرر کیے ہیں لاریب یہ امر زبوں ہے کہ تکرار جماعت و افتراق اُس سے لازم آگیا کہ ایک جماعت ہونے میں دوسرے مذہب کی جماعت بھی رہتی ہے اور شریک جماعت نہیں ہوتی اور مرکب حرم ہوتے ہیں مگر یہ تفرقہ نہ ائمہ دین حضرات مجتہدین سے ہے نہ علمائے متقدمین سے بلکہ کسی وقت سلطنت میں کسی وجہ سے یہ امر حادث ہوا ہے کہ اُس کو کوئی اہل حق پسند نہیں کرتا پس یہ طعن نہ علمائے اہل حق مذہب اربعہ پر ہے بلکہ سلاطین پر ہے کہ مرکب اس بدعت کے ہوئے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ پس دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ چار مصلے کس کی سلطنت میں ہوئے اور کس امر و بنیاد پر قائم کیے گئے کہ جو زید لکھتا ہے کہ لازیب یہ امر زبوں ہے صد ہا علمائے کاہلین و صلحائے مقبولین گزرے کسی نے آج تک یہ اعتراض نہیں کیا کہ جواب زید یہ اعتراض کرتا ہے اُس کا لکھنا درست ہے یا خلاف اور زید کو شرعاً کیا کہنا چاہیے جواب مدلل مکمل صاف صاف تحریر فرمائیں بنیوا بالتقصیل جزاکم اللہ الوب الجلیل۔

الجواب

حقیقت امر یہ ہے کہ حرمین طیبین زاد ہما اشرف شرفاً و تعظیماً میں چاروں مذاہب حقہ اہلسنت حقہم اللہ تعالیٰ کے لوگ مجتمع ہیں اور ان میں باہم طہارت و نماز کے مسائل میں اختلاف رحمت الیگابت ایک مذہب میں واجب دوسرے میں ممنوع ایک میں مستحب دوسرے میں مکروہ ایک کے نزدیک ایک امر ناقض طہارت دوسرے کے نزدیک نہیں ایک کے یہاں کسی صورت میں وضو تکام دوسرے کے یہاں نہیں توجہ امام کسی مذہب کا ہو اگر اُس نے دوسرے مذہب کے فرائض طہارت و صلاۃ کی رعایت اور ان کے فوائض و مفسدات سے مجاہدت نہ کی جب تو اس مذہب والوں کی نماز اُس کے پیچھے باطل و فاسد ہی ہوگی اور اگر مراعات و مجاہدت مشکوک ہو تو مکروہ و تکلیف مذہب باجماع جمہور ائمہ حرام و باطل اور بحال رعایت بھی ہر مذہب کے مکروہات سے بچنا یقیناً محال اور بعض ائمہ ایک مذہب میں سخت اور دوسرے میں مکروہ ہیں اگر بجا لایا تو مذہب ثانی اور تارک ہوا تو مذہب اول پر کراہت و لہذا غایت امکان قدر فرائض و مفسدات تک ہے محققین نے تصحیح فرمائی کہ ہر حال موافق المذہب کی اقتدا اکمل و افضل تو انتظار موافق کے لیے نوافل یا ذکر وغیرہ میں مشغول رہنا جماعت سے اعراض نہیں بلکہ اکمل و اعلیٰ کی طلب ہے اور یہ تفریق جماعت نہیں بلکہ تکمیل و تحسین ہے خصوصاً ان دو مسجد مبارک میں کہ مسجد محلہ نہیں ہر جماعت جماعت اولیٰ ہے اس لیے آئمہ سویرس یا زائد سے مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ و بیت المقدس و جدہ و مصر و شام و غیرہ بلاد اسلام میں عامہ مسلمین کا عمل اس پر جاری و ساری رہا اور بعض کا انکار شاذ و مجرور قرار پایا تو بعد وضوح حق و استقرار امر اُسے زبون و حرام و بدعت کہنا باطل و جہل و سفاہت ہے چار مصلیٰ ہونا اسی طریقہ انیقہ سے عبارت ہے جسے علمائے مذاہب نے بنظر مصاحح جلیلہ مذکورہ پسند و مقرر رکھا باقی کسی مکان یا علامت کا بننا کہ یہ بھی صد ہا سال سے معمود و مقبول ہے نہ اُس کے لیے ضرورت نہ ان میں غل بلکہ وہ بھی منافع پر مشتمل در مختار میں ہے بیکہ تطوع عند اقامۃ صلوٰۃ مکتوبہ ای اقامۃ امام مذہبہ رد المحتار میں لو اتت نظر امام مذہبہ بعید عن الصفوف لم یکن اعضاضاً عن الجماعة للعلم بانہ یرید جماعة اکمل من ہذا الجماعة شیخ علمائے مکہ معظمہ مولانا علی قاری مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رسالہ اہتدایں فرماتے ہیں لو کان لكل مذہب امام کما فی زماننا فالأفضل الاقتداء بالموافق سواء تقدم او تاخر علی ما استحسنہ عامۃ المسلمین وعمل بہ جمہور المؤمنین من اهل الحرمین والقدس ومصر والشام ولا عبرۃ بمن شذ منهم علامہ عبد الغنی النابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں قد سئل بعض العلماء عن هذه المقامات المنصوبة حول الکعبة التي یصلون فیہا الآن باریعة ائمة علی مقتضی المذاهب الاربعۃ فاجاب بانها بدعة ولكنها بدعة حسنة لاسیئۃ لانھا تدخل بدلیل السنة الصحیحۃ وتقریرھا فی السنة الحسنۃ لانھا لم یحدث منها ضرر ولا حرج فی المسجد ولا فی المصلدین من المسلمین لعمامة اهل السنة فالجماعة بل فیہا عمود النفع فی المطر والحو الشدید والبرد وسیلۃ للقراب من الامام فی الجمعة وغیرھا ففی بدعة حسنة ولیمون بعلوم السنة الحسنۃ وان كانت بدعة اهل السنة لا اهل البدعة لان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال من سن سنة حسنة الى اخو ما اطل و اطاب علیہ رحمۃ الملائک الوهاب واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از غازی پور محلہ میان پورہ مسئلہ منشی علی بخش صاحب محرد دفتر ججی غازی پور ۱۷ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام پر تحکم کرنا مقتدیوں کو یا انتظار کرنا امام کو مقتدی کا بعد اوقات معینہ کے بھی بالخصوص
ایسے مقتدی کا جو بے علم اور مشہور جھگڑالو ہو درمیان میں مقتدیوں کے اور یہ چاہتا ہو کہ جب ہم کہیں جب ہی اذان ہو اور جب ہم کہیں جب
ہی نماز ہو اگرچہ وقت کچھ ہی ہو جائے اور امام پانچوں وقت بعد اذان کے خود آکر ہمیں گھر سے بلالے جایا کرے پس ایسے شخص کا نماز کے
باب میں انتظار کرنا اور متبع ہونا امام کو سزاوار ہے یا نہیں۔

الجواب

مقتدی کو امام پر تحکم نہیں پہنچتا اور وہ خیالات جو سوال میں مذکور ہوئے محض ظلم و اثم ہیں امام کو ایسے شخص کا اتباع اور اس کی ان
نفسانی خواہشوں کا لحاظ ہرگز نہ چاہیے مگر جبکہ شریر و موزی ہو اور اس کے ترک انتظار میں مظنہ فتنہ ہو تو بھجوری تا حد امکان انتظار
کر سکتا ہے کہ فتنہ سے بچنا ضرور ہے قال اللہ تعالیٰ العتۃ اشد من القتل لترمان جماعت جب تک حاضر نہ ہوں اور وقت میں
کراہت نہ آئے امام انتظار کرے ورنہ نہیں وقد کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا حضر الناس عجل واذا اقاموا اخر۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از شہرکنہ مسئلہ رحیم بخش۔ بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ کھانا تیار ہے اور جماعت بھی تیار ہے تو اول کھانا کھائے یا نماز پڑھ لے۔

الجواب

جماعت تیار ہے اور کھانا سامنے آیا اور وقت تنگ نہ ہو جائے گا اور پہلے جماعت کو جائے تو بھوک کے سبب دل کھانے میں
لگا رہے گا یا کھانا سرد ہو کر بے مزہ ہو جائے گا یا اس کے دانت کمزور ہیں روٹی ٹھنڈی ہو کر نہ چبائی جائے گی تو اجازت ہے کہ پہلے کھانا
کھالے اور اگر کھانے میں کوئی خرابی یا دقت نہ آئے گی نہ اسے ایسی بھوک ہے تو جماعت نہ کھوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ مسئلہ اصغر علی خاں۔ بریلی بانس منڈی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں دس بیس شخص نمازی روزمرہ جمع ہوتے ہیں ان سب کی رائے سے
وقت ظہر دو بجے اور عصر پانچ بجے اور عشا ۹ بجے قرار پایا ہے اذان ہوئی اور دو ایک شخص تشریف لا کر بیٹھے رہے یہاں تک کہ اور نمازی بھی
جمع ہو گئے اور صفت بازو کر کھڑے ہوئے تو ان صاحب نے جو پیشتر سے تشریف لائے ہیں کہا کہ ہم نے تو ابھی وضو ہی نہیں کیا ہے لہذا کچھ
صاحبوں کی اہل جماعت سے رائے ہوئی کہ وضو کر لینے دو جملہ نمازی کھڑے رہے جب ان صاحب نے وضو کر لیا بلکہ پاؤں دھونا باقی تھے
کہ اس عرصہ میں دو چار شخص اور آ گئے ان کو وضو سے فارغ نہ ہونے دیا اور فوراً کھڑے ہو گئے۔ دیگر یہ کہ کوئی صاحب تشریف لائے اور وضو
کر کے جماعت میں دیر دیکھ کر اپنے مکان کو تشریف لے گئے تو ان کا انتظار کیا جائے یا نہیں اور جماعت تیار ہے۔ بینوا تو جو ا

الجواب۔ یہ دو چار شخص جو بعد کو آئے اور ان کے وضو کا انتظار نہ کیا اور جماعت قائم کر دی اگر لوگ اہل محلہ سے نہ تھے انھیں

اُس تیسرین وقت پر جو اہل مسجد نے مقرر کر لی ہے اطلاع نہ تھی اور وقت میں تنگی بھی نہ تھی اور حاضرین میں کسی بلا انتظار سے کوئی ضرر و جرح بھی نہ تھا تو اس صورت میں ان کے وضو کا انتظار کر لینا مناسب تھا خصوصاً جبکہ اس انتظار نہ کرنے میں اُن کی دل شکنی ہو کہ بلا وجہ کسی مسلمان کی دل شکنی بہت سخت بات ہے دو چار منٹ میں وضو ہو جائے گا اس میں ان کا ایک نفع اور اپنے تین، اُن کا تو یہ کہ تکبیر اولیٰ پالیں گے اور اپنا پہلا نفع یہ کہ اُس فضیلت کے ملنے میں مسلمانوں کی اعانت ہوئی اور اس کا اجر عظیم ہے قال اللہ تعالیٰ تعاونا علی اللہ واللہ تعاونا فیہا تک کہ عین نماز میں امام کو چاہیے کہ اگر رکوع میں کسی کی پچھلے سے اور اُسے پہچانا نہیں تو دو ایک تسبیح زیادہ کر دے کہ وہ شامل ہو جائے دوم اس رعایت سے اُن مسلمانوں کا دل خوش کرنا متعدد احادیث میں ہے احب الاعمال الی اللہ بعد الفرائض ادخال السورہ فی قلب المسلم او کما قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرائض کے بعد سب اعمال میں اللہ کو زیادہ پیارا مسلمان کا دل خوش کرنا ہے سوم صحیح حدیث میں ارشاد ہوا کہ انکم فی صلوٰۃ ما انتظرتم الصلوٰۃ بیشک تم نماز ہی میں ہو جب تک نماز کے انتظار میں ہو ورنہ انتظار نہ کرنے میں کوئی حرج نہ ہوا جو شخص جماعت میں دیر دیکھ کر چلا گیا وقت مقررہ کے بعد اس کے انتظار کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از گھار ضلع بڑیوں مرسلہ نشین خاں، ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

ایک شخص نے نماز پڑھنا شروع کیا دوسرا آیا اس کے برابر کھڑا ہو گیا تیسرا آیا وہ دوسری طرف برابر کھڑا ہو گیا چوتھا آیا اس نے دونوں مقتدیوں کو کھینچ کے پیچھے کھڑا کر کے شامل ہوا پوچھا گیا کہ نماز میں کوئی قصور تو نہ ہوا کہا حدیث میں آیا ہے کہ مقتدیوں کو کھینچ کے پیچھے کھڑا کر لیوے۔ بینوا توجروا

الجواب

آج کل بوجہ غلبہ جبل کھینچنا منہ ہے پھر بھی نماز ہو گئی اگر ہٹنے والے حکم شرع ماننے کے لیے بیٹھوں اور اگر کھینچنے والے کا حکم ماننے کو ہٹے یہ مسئلہ کے لحاظ سے تو ان ہٹنے والوں کی نماز نہ ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از ڈیرہ غازی خاں ہلاک ۱۲ سولہ احمد بخش صاحب ۸ صفر ۱۳۳۹ھ

حضرت ملک العلامی شمس الفضلہ مقتدائے اہل ایمان پیشوائے اہل ایقان ادام اللہ تعالیٰ فضلم و مجدہم الی یوم الدین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ نیاز مند مشتاق زیارت محتاج دعا ہزار ہزار نیاز کے بعد عرض کرتا ہے کہ ان ایام میں ایک مسجد جدید تیار کرائی جاتی ہے جس کے متعلق یہ ارادہ ہے کہ سقف پر عورتوں کے نماز پڑھنے کی جگہ تیار ہو اس حالت میں جماعت کی وضع اور صورت یہ ہوگی کہ بعض صفوں رجال جو نیچے زمین پر ہوں گی عورتوں کی صفوں سے مقدم اور بعض محاذی زیر و بالا اور بعض مؤخر بیرونی صحن میں پس کیا ایسی جماعت اس لیے کہ عورتوں کے صفوں بعض صفوں رجال کے اوپر اور بعض صفوں رجال سے جو بیرونی صحن میں ہوں گی مقدم ہیں مگر وہ یا نا جائز ہوگی اس لیے کہ عورتوں کے صفوں اور صفوں رجال کے درمیان دیواریں اور پردے حائل ہوں گے یا کوئی کراہت نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

جبکہ بیچ میں سقف و جدار حائل ہیں باعث بطلان نماز رجال نہیں ہو سکتا کہ محاذات نہ ہوئی تو ہرالا بصار میں ہے و اذا احاذتہ

امراة ولا حائل بينهما في صلاة مطلقة فسدت صلاته مگر یہ صورت بوجہ کراہت و مانعت سے خالی نہ ہوگی اولاً عورتوں کا مسجد میں جانا خود ممنوع ہے تو ایک امر ممنوع کے لئے سامان کرنا ہے تو تیزاً البصار میں ہے ویکرہ حضورہن الجماعة مطلقاً علی المذہب ثانیاً بے ضرورت شرعیہ مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے یہاں تک کہ شدت گرمی بھی اس کے لیے عذر نہ مانی گئی علیگیر میں ہے الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ ولہذا اذا اشتد الحر بیکرہ ان یصلوا بالجماعة فوقہ ثالثاً یہ اگرچہ تقدیم محسوس نہیں مگر واقع میں بعض صفوف رجال سے تقدیم اور بعض سے معیت ضرور ہے اور حکم یہ ہے کہ اخروہن من حیث اخرہن اللہ لہذا اس سے احتراز ہی کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فصل المسبوق

مسئلہ - از فیض آباد مدرسہ منشی احمد حسین خوسد نقشہ نویس اسسٹنٹ انجینیر ریلوے ۲۱، ربیع الاول شریف ۱۳۲۳ھ
س کتاب ہے جس کو مغرب کی تیسری رکعت جماعت کے ساتھ ملے وہ جب اپنی نماز پوری کرنے کھڑا ہو تو اپنی دوسری رکعت میں قعدہ کرے
کیونکہ قاعدہ مصرح ہے نماز مسبوق درحق قرأت حکم اول نماز دارد درحق قعود حکم آخر نماز ع کتاب ہے مسبوق دوسری رکعت پر قعدہ نہ کرے
کہ بعض کتب فقہ میں ایسا ہی لکھا ہے اور جو دوسری رکعت پر قعدہ کرے گا تو تینوں رکعات علیحدہ علیحدہ ہو جائیں گی پس سوال یہ ہے کہ قول
س کا قابل عمل ہے یا ع کا۔ بینوا توجروا

الجواب

قول س کا صحیح ہے ائمہ فتویٰ سے اسی کا اختیار مفید ترجیح ہے کتب معتدہ میں اس کی تصریح ہے درمختار میں ہے یقزی اول صلاتہ
فی حق قراءۃ و آخرها فی حق تشہد فسد رک رکعت من غیر فجر یا قی برکعتین بقا تجتہ وسورۃ وتشہد بینہما و برابۃ الرباعی
بقا تجتہ فقط ولا یقعد قبلہا خلاصہ وہند یہ میں ہے لو ادرك رکعة من المغرب قضی رکعتین وفصل بقعدة فتكون بثلاث
فقد ات یہاں تک کہ غنیہ شرح منیہ میں فرمایا اگر ایک رکعت پڑھ کر قعدہ نہ کیا تو قیاس یہ ہے کہ نماز ناجائز ہو یعنی ترک واجب کے سبب
ناقص و واجب الاعادہ البتہ استحساناً حکم جواز و عدم وجوب اعادہ دیا گیا کہ یہ رکعت من وجہ پہلی بھی ہے ردالمحتار میں ہے قال فی شرح
المنیۃ ولو لم یقعد جازاً استحساناً لا قیاساً ولہ یلزم سجود السہو لکون الركعة اولی من وجہ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - حافظ عبداللہ خاں موضع ٹھریا ضلع بریلی بتاریخ ۲۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۳ھ

جماعت رکوع میں ہو تو مسبوق نمازی کو نیت کر کے اور تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھنا چاہیے یا بے ہاتھ باندھے دوسری تکبیر کہہ کر رکوع میں
جانا چاہیے یا ایک ہی تکبیر اس کے واسطے کافی ہے یا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب - ہاتھ باندھنے کی تو اصلاً حاجت نہیں اور فقط تکبیر تحریر کہہ کر رکوع میں مل جائے گا تو نماز ہو جائے گی مگر سنت

یعنی تکبیر رکوع فوت ہوئی لہذا یہ چاہیے کہ یہ ہا کھڑا ہونے کی حالت میں تکبیر تحریمہ کہے اور سبحانک اللہم پڑھنے کی فرصت نہ ہو یعنی اتنا ہو کہ امام جب تک سر اٹھائے گا تو معاً دوسری تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے اور امام کا حال معلوم ہو کہ رکوع میں دیکر کرتا ہے سبحانک اللہم پڑھ کر بھی شامل ہو جاؤں گا تو پڑھ کر رکوع کی تکبیر کہتا ہوا شامل ہو یہ سنت ہے اور تکبیر تحریمہ کھڑے ہونے کی حالت میں کہنی تو فرض ہے بعض اوقات جو یہ کرتے ہیں کہ امام رکوع میں ہے تکبیر تحریمہ جھکتے ہوئے کسی اور شامل ہو گئے اگر اتنا جھکنے سے پہلے کہ ہاتھ پھیلائیں تو گھٹنے تک پہنچ جائیں اللہ اکبر ختم ذکر لیا تو ناز نہ ہوگی اس کا خیال لازم ہے - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بلند می افریقہ سائل حاجی عبداللہ و حاجی یعقوب علی -

ناز نظر کے جماعت کھڑی ہے میں نے وضو کیا تب تک تین رکعت خلاص ہو گئی چوتھی میں جا ملا اب میں تین رکعت کس ترتیب ادا کر دوں۔

الجواب

سلام امام کے بعد کھڑے ہو کر سبحانک اللہم الخ پہلے اگر نہ پڑھا تھا تو اب پڑھے ورنہ اعوذ سے شروع کرے اور الحمد و سورت پڑھ کر رکوع و سجدہ کر کے بیٹھ کر التحیات پڑھے پھر کھڑا ہو کر الحمد و سورت پڑھے اور رکوع و سجدہ کر کے بغیر بیٹھے کھڑا ہو جائے اور چوتھی رکعت میں فقط الحمد پڑھ کر رکوع و سجدہ کر کے التحیات پڑھے اور نماز تمام کرے در مختار میں ہے لقیضی اول صلاۃ فی حق قراءۃ و آخرھا فی حق تشهد فسد رکعت من غیر فجی یا فی برکتین بقا تحۃ و سورۃ و تشهد بینہما و براۃ الرباعی بقا تحۃ فقط ولا یقع قبلہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از لشکر گوالیار محکمہ ڈاک دربار گوالیار مرسلہ مولوی نور الدین احمد صاحب ۹ صفر ۱۳۱۷ھ

مخدوم نیاز منداں بسط اللہ ظلمکم ایدہ مسبوق سجدہ سو میں امام سے ملے یا نہیں یعنی اگر اُس کو علم ہو کہ امام اور اُس کے مقتدی سجدہ سو کر رہے ہیں یا تشهد بعد سجدہ سو میں بیٹھے ہیں باوجود اس علم کے اُس کی اقتدا درست ہے یا نادرست - بینوا توجروا

الجواب

ضرور مل جائے ہر حال میں اقتدا درست و صحیح ہے ردالمحتار میں زیر قول در مختار المسبوق لیسجد مع امامہ مطلقاً سواء کان السهو قبل الاقتراء او بعدہ لکھا شمل ایضاً ما اذا سجد الامام واحداً ثم اقتدی بہ قال فی البحر فانه یتابع فی الاخری ولا یقضى الاولی کہا لا یقضیہا لواقندی بہ بعد ما سجد ہما انتھی - واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۲۲ رجب ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب زید صبح کی نماز کے وقت وضو کر کے فارغ ہوا تو گمان کیا کہ امام نصف التحیات پڑھ چکا اور جماعت دوسری بھی طیار ہے اُس نے سنت پڑھنا شروع کیا بعد سنت کے جماعت ثانی ہوئی زید اُس میں شریک ہوا آیا یا سنتیں اُس کی ہوئیں یا نہیں اور زید امام اول کی التحیات میں شریک نہ ہونے سے گنہگار ہوا یا نہیں اور اُس التحیات میں شریک ہونا اُسے ضروری تھا یا نہیں - بینوا توجروا -

الجواب

• سنتیں ہو تو ہر حال میں گئیں مگر زید کو حکم یہی تھا کہ امام اول کی التحیات میں شریک ہو جائے جماعت ثانیہ کے اعتماد پر اولیٰ کی شرکت نہ چھوڑے زید بالقصد بلا عذر صحیح شرعی جماعت اولیٰ فوت کر دینے سے گنہگار ہوا درمختار میں ہے اذ اخاف فوت رکعتی الفجر لا شغل لہ بسنتہما تو کھاردا مختار میں ہے الواجب عند اهل المذهب وجوب الجماعة وانه ياتم بتفويتها اتفاقا اه وقد حققنا في قتالنا بتوفيق الله تعالى ان هذا الحكم للجماعة الاولى عينا ہاں اگر جماعت اولیٰ کا امام غلط خواں یا معاذ شہید مذہب گمراہ یا فاسق معلن تھا اور امام ثانی ان بلاؤں سے پاک تو زید نے بہت اچھا کیا ایسا ہی چاہیے تھا بلکہ اگر امام اول مثلاً شافعی المذہب تھا اور اس نے امام حنفی المذہب کی اقتدا چاہی اس نیت سے تاخیر کی جب بھی گناہ نہ ہوا کما بینا کل ذلك في فتاونا والمسائل في رد المختار وغیره۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از گونڈل مرسلہ سید غلام محی الدین صاحب راندھیری ۱۱ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسبوق بروقت اختتام نماز امام قعدہ اخیرہ میں تائیمت تشہد کے بعد گویا فقیہ احوال کے بموجب شہادتین کو مسبوق دوہرایا کرے تا سلام امام بجائے شہادتین کے اگر السلام علیک ایہا النبی سے دوہرایا کرے تو کچھ حرج ہے۔

الجواب

فتحا نے تکرار تشہد ہی کو لکھا ہے اور اگر السلام سے تکرار کرے جب بھی کوئی مانعت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بریلی مرسلہ مولوی عبدالرشید صاحب مدرس ۲۲ شوال ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسبوق امام کی متابعت سجدہ و سلام دونوں میں کرے گا یا فقط سجدہ میں اور اگر بالفرض والتقدیر سلام میں متابعت کرے تو نماز مسبوق کی باقی رہے گی یا فاسد۔ بینوا توجروا حوا کما لاہی اللہ تعالیٰ

الجواب

مسبوق صرف سجدہ میں متابعت کرے نہ سلام میں اگر سلام میں قصد متابعت کرے گا اگرچہ اپنے جہل سے یہی سمجھ کر کہ مجھے شرعاً سلام میں بھی اتباع امام چاہیے تو نماز اس کی فاسد ہو جائے گی ہاں اگر سوہا سلام کیا تو نماز مطلقاً نہ جائے گی اور سجدہ سوہی اپنی نماز کے آخر میں کرنا نہ ہوگا اگر یہ سلام سوہا سلام امام سے پہلے یا معاً اس کے ساتھ ساتھ بغیر تاخیر کے تھا اور اگر سلام امام کے بعد بھول کر سلام پھیرا تو اس سجدہ سوہی میں تو امام کی متابعت کرے ہی پھر جب اپنی باقی نماز کو کھڑا ہو تو اس کے ختم پر اس کے سوہا سلام کے لیے سجدہ سوہا کرے رد المختار میں ہے المسبوق لیسجد مع امامہ قید بالسجود لانه لا يتابعه في السلام بل يسجد معه ويتشهد فاذا سلم الامام قام الى القضاء فان سلم فان كان عامداً فسدت ولا ولا يسجد عليه ان سلم سهواً قبل الامام او معه وان سلم بعده لزم لمكونه منفرداً حينئذ يجر واداء بالمعیتة المقارنتہ وهو نادر الوقوع کما فی شریع الملتیة وفيہ لو سلم علی ظن ان علیہ ان یسلم فهو سلام عمد یمنع الذباء۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - مرسلہ مرزا باقی بیگ صاحب رام پوری ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقيم نے امام مسافر کی اقتدا کی اور ایک یا دونوں رکوع نہ پائے مثلاً دوسری رکعت یا صرف التحیات میں شریک ہوا تو بعد سلام امام کے اپنی نماز کس طرح ادا کرے۔ بینوا توجروا

الجواب

یہ صورت سبق لاحق کی ہے وہ پچھلی رکعتوں میں کہ مسافر سے ساقط میں مقيم مقتدی لاحق ہے لہذا نہ لید رکعہ مع الامام بعد ما اقتدی بہ اور اس کے شریک ہونے سے پہلے ایک رکعت یا دونوں جس قدر نماز ہو چکی ہے اُس میں سبق ہے لاخافا تہ قبل ان یقتدی در مختار و رد المحتار میں ہے مقيم اثم بمسافر فهو لاحق بالنظر للاخیرتین وقد یکون مسبوقا ایضا کما اذا خافه اول صلاة امامه المسافر اور حکم اس کا یہ ہے کہ جتنی نماز میں لاحق ہے پہلے اُسے بے قرائت ادا کرے یعنی حالت قیام میں کچھ نہ پڑھے بلکہ اتنی دیر کہ سورہ فاتحہ پڑھی جائے محض خاموش کھڑا رہے بعدہ جتنی نماز میں سبق ہوا اُسے مع قرائت یعنی فاتحہ و سورت کے ساتھ ادا کرے فی الدار المختار واللاحق یبید و بقضاء ما خافه بلا قراءۃ ثم ما سبق بہ بھان کان مسبوقا ایضا املخصا رد المحتار میں ہے قولہ ثم ما سبق بہ بھان الخ اسی ثم صلی اللاحق ما سبق بہ بقراءۃ ان کان مسبوقا ایضا بان اقتدی فی اثناء صلاة الامام ثم نام مثلا وهذا بیان للقسمة الرابع وهو المسبوق اللاحق الخ پس اگر دونوں رکوع نہ پائے تھے تو پہلے دو رکعتیں بلا قرائت پڑھ کر بعد التحیات دو رکعتیں فاتحہ و سورت سے پڑھے اور اگر ایک رکوع نہ ملا تھا تو پہلے ایک رکعت بلا قرائت پڑھ کر بیٹھے اور التحیات پڑھے کیونکہ یہ اس کی دوسری ہوئی پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت اور دوسری ہی بلا قرائت پڑھ کر اس پر بھی بیٹھے اور التحیات پڑھے کہ یہ رکعت اگرچہ اس کی تیسری ہے مگر نام کے حساب سے چوتھی ہے اور رکعات فائزہ کو نماز امام کی ترتیب پر ادا کرنا ذمہ لاحق لازم ہوتا ہے پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت با فاتحہ و سورت پڑھ کر بیٹھے اور بعد تشهد نماز تمام کرے فی رد المحتار عن شریحی المبنیة والمجمع انه لو سبق بركعة من ذوات الاربعة ونام فی رکعتین یصلی اولاما نام فیہ ثم ما ادرکہ مع الامام ثم ما سبق بہ فیصلی رکعة مما نام فیہ مع الامام ویقعد متابعۃ لہ لاخافا ثانیۃ امامہ ثم یصلی الاخری مما نام فیہ ویقعد لاخافا ثانیۃ ثم یصلی التي انتبہ فیہا ویقعد متابعۃ لامامہ لاخافا رابعۃ وکل ذلك بغیر قراءۃ لانه مقتد ثم یصلی الركعة التي سبق بها بقراءۃ الفاتحة وسورة والا صل ان اللاحق یصلی علی ترتیب صلاة الامام والمسبوق یقضى ما سبق بہ بعد فراغ الامام اه **قول** فهذا هي الصورة المسئول عنها بید ان ما نحن فیہ اعنی اقتداء المقيم بالمسافر لا یتحقق فیہ الا دراک بعد ما صار لاحقا لانه انما یصیر لاحقا فی الاخيرین وذلك انما یکون بعد سلام الامام فلا تتأخر ما صورة المتابعة بعد اداء ما هو لاحق فیہ کما لا یخفى ولذلك تغیر بعض الترتیب والله سبحانه وتعالى اعلم۔

مسئلہ - اگر امام ضلع ہر دولی محمد میدانی پورہ مدسلہ حضرت سید ابراہیم صاحب دار ہر وی ۲۰ صفر ۱۳۸۵ھ

امام نماز ظہر یا عصر یا عشاء پڑھتا ہے اور ایک یا دو رکعت پڑھ چکا ہے کہ دوسرا شخص آکر شامل ہوا تو بعد ختم نے نماز کے یہ مقتدی اپنے رکعات باقیہ جو پڑھے تو اُس میں فاتحہ و سورت قرائت کرے یا بقدر پڑھنے فاتحہ و سورت کے ساکت رہ کر رکوع و سجود

بجائے تشریحا لکھا جاوے اور اسی طرح اگر مسافر نماز میں مذکور نصف پڑھ کر ختم کرے تو مقتدی فاتحہ پڑھے یا بقدر قرات ساکت رہے۔
 بیٹو! توجروا۔

الجواب

صورت اولیٰ میں مقتدی کہ بعد سلام امام رکعت اولیٰ یا اولین قضا کرے فاتحہ و سورت و جواب پڑھے کیونکہ وہ مسبوق ہے اور مسبوق اپنے رکعات میں مثل منفرد اور فرد پر قرات لازم اور صورت ثانیہ میں مقیم کہ بعد سلام مسافر رکعتین اخیر تین ادا کرے بجائے قرات ساکت رہے کہ وہ ان رکعات میں لاحق ہے اور لاحق حکماً مقتدی اور مقتدی کو قرات ممنوع فی الدار المختار واللاحق من فاتتہ الركعات کلھا اور بعضہا بعد اقتدائہ لمقیم ائمتہ بمسافر وحکمہ کہ مؤخر فلا یأتی بقراءة ولا سهو والمسبقون من سبقہ الامام بھا اور بعضہا وهو منفرد حتی یثنی یتعوذ ویقرأ ویفیم یقضیہ فمد رکعة من غیر فجر یا فی برکعتین بفاتحة وسورة وتشهد بینہما وبراۃ الرباعی بفاتحة فقط اھ ملقطا واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ ائمتہ واحکم۔

مسئلہ - از پبلی بحیث و موضع بھنڈ وہ علاقہ آؤلہ یکم شوال ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس امام کے ساتھ چار رکعت کی نماز میں ایک رکعت ملی وہ باقی نماز کی تکمیل ادا کرے۔
 بیٹو! توجروا۔

الجواب

امام کے سلام کے بعد اٹھ کر ایک رکعت فاتحہ و سورت کے ساتھ پڑھے اور اس کے بعد التحیات کے لیے بیٹھے پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت فاتحہ و سورت کے ساتھ پڑھے اور اس پر نہ بیٹھے پھر ایک رکعت صرف فاتحہ کے ساتھ پڑھے اور قعدہ اخیرہ کے سلام پھیر دے ہذا ما اعتمدہ الائمة الحلۃ وعلیہ اقصر فی الخلاصة وشرح الطحاوی واکالا سیبھانی وفتح القدیر والبحر الرائق والدرر والدر المختار والھندیہ وغیرہا من معتمدات المذہب ومنتخباتہم ہے یقضی اول صلاتہ فی حق قراۃ و آخرھا فی حق تشهد فمد رکعة من غیر فجر یا فی برکعتین بفاتحة وسورة وتشهد بینہما وبراۃ الرباعی بفاتحة فقط ولا یقعد قبلہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از قصبہ میرزاوالی ڈاکٹرانگہک ریوی ضلع گوجرانوالہ مسئلہ حافظ شاہ ولی اللہ صاحب، محرم الحرام ۱۲۸۵ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ بخیرت عالی جناب قدسی القاب مولوی احمد رضا خاں صاحب دام برکاتہ از فقیر غافل ولی اللہ شاہ بعد از تسلیات و آداب ما وجب معروض آنکہ عرصہ ایک سال کا گزر رہے کہ بندہ حضور کی قدسوس سے مشرف ہوا تھا اور ایک مسئلہ حضور سے دریافت کیا تھا کہ باب اقتدار مقیم کا مسافر کے ساتھ نماز رباعی میں اس حالت میں جو مسافر ایک رکعت ادا کر چکا ہو اور مقیم اگر ملا تو ایک رکعت مقیم نے امام مسافر کے ساتھ پائی پھر وہ تین کس طرح پرادا کرے میں نے آپ سے مسئلہ دریافت کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ اول ذکر رکعت جو خالی قرات سے ہیں وہ ادا اس طرح پرادا کرے کہ بقدر الحمد کے قیام کرے اور اس میں قرات نہ پڑھے بعد ایک رکعت جو مسبوقانہ پرادا کرے

اور اس میں ثنا و فاتحہ و سورۃ پڑھے اور یہی مسئلہ مسافر والے کا اس جگہ تنازع دو مولوی صاحبوں کا آپس میں پڑا ہوا ہے بلکہ بہت عالموں سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا ہے سب کے سب آپ کے برخلاف بیان کرتے ہیں اور یہی کہتے ہیں کہ یہ اسناد کتاب کے ہم نہیں مانتے اور دوسری جگہ ہمیشہ جب امام سے علیحدہ ہو کر مسبوق ادا کرتا ہے تو پہلے ابتداء سے شروع کرتا ہے یعنی ثنا و فاتحہ و سورۃ شروع کرتا ہے کیا وجہ ہے کہ مقیم نماز رباعی میں امام مسافر کے ساتھ مسبوق ہو جائے تو اول خالی دو رکعت ادا کرے برخلاف ترتیب معمولہ کے لہذا امر بانی فرما کر محض واسطے ثواب کے یہ مسئلہ مسافر والا مفصل مع حوالہ کتب معتبرہ کے تحریر فرمائیں تاکہ تنازع رفع ہو جائے مگر بجز حوالہ کتاب کے تسلی نہ ہوگی کیونکہ ہم نے اس جگہ بہت کتب سے معلوم کیا ہے کچھ تسکین نہیں ہوئی اور اگر پہلی خالی دو رکعت کو ادا کرے تو اس میں قعدہ ایک پر کرے یا نہ اور قرات و سجدہ سو بھی ادا کرے یا نہ کرے از جانب نیاز مند امیر احمد اگر چہ ظاہر آپ سے شرف ملاقات حاصل نہیں مگر زبانی حافظہ دلی اللہ شاہ صاحب سے آپ کی تعریف سن کر شائق ہوں کہ آپ جیسا شاید ہندوستان میں کوئی عالم حنفی مذہب موجود نہیں جو مسئلہ حافظہ دلی اللہ شاہ صاحب نے ادا پر کھلے آپ پورا پورا بعینہ حوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں تاکہ اطمینان کلی حاصل ہو اور کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے اور دوسرے صریح نیاز مند یہ شبہ واقع ہوا ہے کہ مسافر کے ساتھ مقیم نے نماز چار گانہ میں دوسری رکعت میں اگر اقتدار کیا تو اب پہلی رکعت جو بعد فراع امام اٹھ کر پڑھے گا کس طرح پڑھے گا کیونکہ اس کی تین رکعت باقی ہیں اور یہ جو رکعت امام کے ساتھ اس نے پائی ہے مقتدی کی کون رکعت ہوگی آیا عموم قاعدہ کے جو رکعت امام کی وہی رکعت مقتدی کی اس نماز میں تو یہ رکعت امام کی بجاۓ مسافر ہونے کے آخر کی ہے اور مقیم کی دوسری اب وہ دوسری رکعت میں الحمد و قل پڑھے گا یا نہیں ہر رکعت میں جیسے قرات پڑھنی کتب سے ثابت ہو تحریر فرما دیں تکلف و اوقات گرامی امیر احمد عفی عنہ مکرر عرض یہ ہے کہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ جو رکعت امام کی قرات والی ہے اس کی بھی قرات والی رکعت اس کے ساتھ ملحق ہو جائے یا کہ پہلی دو رکعت وہ ادا کرے جو خالی سورۃ والی ہیں فقط بنیوا و جروا

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم! نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم شاہ صاحب کرم فرما اگر کم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حکم مسئلہ جو کہ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے بیان کیا صحیح و مطابق کتاب تھا فاشتبہ ناظرین یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں یہ مقیم بھی بہت ہے اور ہم مسبوق کو دیکھتے ہیں کہ حق قرات میں اول نماز سے ابتدا کرتا ہے درمختار میں ہے المسبوق یقضی اول صلاتہ فی حق قراۃ تو چاہیے تھا کہ یہ بھی بعد سلام امام رکعت اولیٰ ہی ادا کرتا جس میں اس کی حکم قرات ہے مگر انھوں نے یہ خیال نہ فرمایا کہ صورت مسطورہ میں مقیم تنہا مسبوق نہیں لاحق بھی ہے در رکعت اخیرہ کی نظر سے لاحق اور اولیٰ کے اعتبار سے مسبوق درمختار میں ہے الا لاحق من فاتحہ الركعات کلھا او بعضها بعد اقتدائہ مکفیرا ثم بمسافر رد المختار میں ہے ای فہو لاحق بالنظر للاخیرتین وقد یکون مسبوقا کما اذا فاتہ اول صلاۃ امام المسافر اور مسبوق لاحق کو یہی حکم ہے کہ پہلے دو رکعت بے قرات ادا کرے جن میں لاحق ہے ان سے فارغ ہو کر رکعت مسبوق بہا کی قضا با قرات کرے درمختار میں ہے الا لاحق یبدأ بقضاء ما فاتہ بلا قراۃ ثم ما سبقت بہا ان کان مسبوقا ایضا تو علماء کا فرما نا کہ مسبوق فضلے رکعات میں اول نماز سے آغاز کرے اس کے یہ معنی نہیں کہ سب سے پہلے رکعات مسبوق بہا کی قضا کرے

یہ تو نہ لفظوں کا مفاد نہ ان کی مراد نہ واقع میں صحیح و مضبوط بعد اتمام کتب فقہیہ جن میں خود انھیں علماء کی صاف و صریح تصریح ہے کہ مقتدی جس نماز میں لاحق ہو اسے سبوت بہا سے پہلے ادا کرے اس کے بطلان پر شاہد عدل بلکہ علماء اس حکم سے صرف رکعات سبوت بہا کی باہمی ترتیب ارشاد فرماتے ہیں یعنی چند رکعتوں میں سبوت بہا وہ ان کی قضاء کے وقت الاول فالاول ادا کرے مثلاً تین میں سبوت بہا تو پہلے میں ثنا و تہود و فاتحہ سبب کچھ پڑھے دوسری میں صرف فاتحہ و سورۃ تیسری میں فقط فاتحہ غرض حکم منکشف ہے اور شہد منکشف یونہی دوسرا شہد کہ قیاس چاہتا ہے کہ رکعت قرأت رکعت قرأت سے ملتی ہو اولاً نصوص صریحہ کے مقابل ہمارے خیالات کو کیا دخل ثانیاً جسے چار رکعت نماز میں صرف اخیرہ ملی بعد سلام امام دو رکعت قرأت پڑھے گا تو جیسے خالی سے خالی کا اتصال ضرور نہیں یونہی بھری سے بھری کا ثالثاً یہ دیکھنا تھا کہ وہ رکعت قرأت کون سی ہے جس سے رکعت قرأت ملتی ہوئی ہے اور وہ کون سی ہے جو اسے امام کے ساتھ ملی ہے وہ رکعت قرأت رکعت اولیٰ ہے جس کے بعد رکعت قرأت ہوتی ہے اور اس نے ہمراہ امام رکعت ثانیہ پائی اس سے رکعت بے قرأت ہی ملتی ہے غرض یونہی دیکھئے تو دوسری کے بعد تیسری کا محل ہے نہ وہ پہلی کا بخلاف سبوت بہا کی چوتھی تک ادا کر چکا لاہرم اب پہلی سے شروع کرے گا رہا حکم تہود و سجود جب سلام امام مسافر کے بعد مقیم قائم ہو ایک رکعت پڑھ کر اسے تہود چاہیے کہ اگرچہ اصل میں یہ تیسری رکعت ہے مگر اس کی ادائی میں دوسری ہے تو اس پر ایک شفعہ تام ہوگا اور ہر شفعہ پر قعدہ مطلقاً چاہیے امام مفرد مقتدی مدبر کا لاحق سبوت اس قدر حکم میں سبب شرکاء ہیں سبوت کے لیے درمختار و خلاصہ و ہند یہ میں ہے واللہ لفظ لہا تین لو ادرك رکعة من المغرب قضی رکعتین وفضل بقعدة فتكون بثلاث قعدات ولو ادرك رکعة من الرباعیة یقضی رکعة ویشہد الخ لاحق کے لیے شرح مجمع وغنیہ ورد المختار میں ہے لو سبق برکعة من ذوات الادب ونام فی رکعتین یصل اولاً ما نام فیہ ثم ما ادرک مع الامام ثم ما سبق بہ فیصلی رکعة مما نام فیہ مع الامام ویقعد متابعاً لہ لانها ثانیة امامہ ثم یصلی اخرى مما نام فیہ ویقعد لانها ثانیة الخ دیکھوان کی ادائی میں جو رکعت دوسری تھی اس پر قعدہ کا حکم دیا اگرچہ واقع میں وہ سبوت کی پہلی اور لاحق کی تیسری تھی کما لا یخفی یہ عبارت بھی نص صریح ہے کہ لاحق سبوت جس رکعت میں لاحق ہوا اسے رکعت سبوت بہا سے پہلے ادا کرے گا اور مقیم مذکور کو بعد فراغ امام جو سہو ہوا اگر وہ سہو رکعت سبوت بہا میں ہے تو بالاجماع سجدہ سہو لازم لانہ فیہا سبوت وعلی المسبوت السجود بسجدة اور اگر ان دو رکعت میں ہے جن میں اسے حکم لاحق دیا گیا تو لزوم سجدہ میں علیاً مختلف ہیں اور اصح لزوم ہے بحر الرائق میں ہے الملقیم المقتدی بالمسافر اذا قام الی اتمام صلاتہ و تھا ذکر فی الاصل انہ یلزم سجود المسجود صحیح فی البدائع او ملخصاً واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علی جبل مجداً اتم واحکم فقد

فصل الاستخلاف

مسئلہ - از کب بریلی ۱۱ ربیع الاول ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اگر نماز پڑھاتے ہیں امام کا وضو جاتا رہے تو مقتدی کیا کریں اور انکی نماز کیونکر درست ہے۔ بلیو اتوجروا

الجواب

یہ صورت اختلاف کی ہے کہ امام قبل اس کے کہ وضو کرنے کو مسجد سے باہر نکلے مقتدیوں میں سے کسی صالح امامت کو اپنا خلیفہ کر دے اور وہ خلیفہ نہ کرے تو مقتدی اپنے میں سے ایک کو امام کر دیں یا ان میں سے کوئی خود ہی آگے بڑھ جائے بشرطیکہ امام ابھی مسجد سے خارج نہ ہوا ہو کہ خلیفہ اس کی جگہ جاکھڑا ہوا ان صورتوں میں بعد نماز شرائط اکثرہ نماز قائم رہے گی اور اگر پانی مسجد ہی میں مل سکے کہ وضو کے لیے باہر جانا نہ پڑے تو ان باتوں کی حاجت نہیں بلکہ مقتدی اپنی حالت پر باقی رہیں اور امام وضو کر کے آجائے اور نماز جہاں سے چھوڑی تھی شروع کر دے مگر یہ مسئلہ اختلاف ایک سخت دشوار و کشیدہ شقوق مسئلہ ہے جس میں بہت شرائط اور بکثرت اختلاف صورت سے اختلاف احکام ہے جن کی پوری مراعات عام لوگوں سے کم متوقع لہذا وہ ان امور کے خیال میں دپڑیں بلکہ جو بات احسن و افضل و اعلیٰ و اکمل ہے اُسی پر کاربند رہیں یعنی اس نیت کو توڑ کر از سر نو نماز پڑھنا کہ جو لوگ علم کافی رکھتے اور مراعات جمیع احکام پر قادر ہیں ان کے لیے بھی افضل یہی ہے تو عام لوگ ایک خلاف فضل بات کے حاصل کرنے کو ایسے راہ دشوار گزار میں کیوں پڑیں فی الدال المختار اعلام ان لجواز البناء ثلثة عشر شہ ط الخ ثم قال سبق الامام حدث غیر مانع للبناء استخلف ای جازلہ ذلک ما لم یجاوز الصفوف لوفی الصیاء و ما لم ینخرج من المسجد لوفیہ ولو کان الماء فی المسجد لم یحتج للاستخلاف واستثنایہ افضل تمحوزا عن الخلاف او ملنقطا رد المختار میں ہے ان قدم القوم واحدا او تقدم بنفسه لعدم استخلاف الامام جازان قام مقام الاول قبل ان ینخرج من المسجد ولو خرج منه فسدت صلاة الكل دون الامام کذا فی الخانیة انتمی والله تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کو حدث ہوا اس نے ایک امی مقتدی کو خلیفہ کیا اس خلیفہ نے دوسرے کو خلیفہ کر دیا آیا یہ نماز صحیح ہوئی یا فاسد - بینوا توجروا -

الجواب

اگر یہ خلیفہ فی الحقیقۃ امی ہے کہ ایک آیت بھی قرآن کی اُسے یاد نہیں اور اس نے قبل اس کے کہ امام مسجد سے باہر جاوے اور آسمان امام کی جگہ پہنچے دوسرے شخص صالح امامت کو خلیفہ کر دیا اور وہ امام کے نکلنے سے پہلے اُس کی جگہ پر پہنچ گیا تو نماز صحیح ہوگئی کہ ہر چند اُمی صلاحیت خلاف نہیں رکھتا لیکن اس حالت میں خلیفہ دوسرا شخص ہے نہ وہ فی الہندیۃ و شرط جواز صلاة الخلیفۃ والقوم ان یصل الخلیفۃ الی المحراب قبل ان ینخرج الامام عن المسجد کذا فی جمع الرائق ولو استخلف فاستخلف الخلیفۃ عنده قال الفضلی ان لم ینخرج الاول ولم یأخذ الخلیفۃ مکانہ حتی استخلف جاز یصیر کان الثانی تقدم بنفسه او قدم الاول والا لم یجز ہکذا فی الخلاصہ اور جو امام نے اُسے شہد میں یا اُس سے پہلے خلیفہ کیا اور اُس نے امام کی جگہ پر پہنچنے کے بعد دوسرے شخص کو خلیفہ کیا تو نماز فاسد ہوئی اب اصلاح اس کے دوسرے کو خلیفہ کرنے سے متصور نہیں فی الدال المختار واستخلف الامام امیا فی الاخریین ولو فی الشہد اما بعدہ ففصح لخروجه بصدقة نقصد صلاحیہ اسی طرح دوسرا شخص امام کی جگہ پر بعد اس کے کہ امام مسجد سے خارج ہو پہنچا تو نماز فاسد ہوگئی۔ اور جو خلیفہ اول کو ایک آیت قرآن کی یاد ہے تو وہ صالح خلاف تھا اسی صورت میں دوسرے کو خلیفہ کرنے سے نماز اس کی فاسد ہوگئی۔

کہ اختلاف بدون ضرورت کے نماز کو فاسد کرتا ہے کما فی الہدایۃ فی مسئلۃ من الحدث۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از شہر یازار شہاست گنج مسئلہ نثار احمد صاحب و صفر ۱۳۳۹ھ

کی فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کا نماز میں وضو ٹوٹ گیا اور امام رکوع ان ابراہیمہ کان پڑھ رہا تھا اور جو خلیفہ امام نے بنایا اُس کو رکوع مذکور یاد نہیں تھا اب وہ خلیفہ کوئی سورت یعنی اخلاص یا اور کوئی سورت پڑھے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں اور وضو کے بعد امام اپنی جگہ آسکتا ہے یا نہیں۔ بلیوا توجروا

الجواب

نماز ہو جائے گی امام کے خلیفہ نے جتنی پڑھی اتنی پڑھ کر اگر خلیفہ نماز میں ملے اُس کا شریک ہو جائے یہ نہیں کر سکتا کہ باقی نماز میں اُسے ہٹا کر خود امام ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب مُفسدات الصلوٰۃ

مسئلہ۔ از بمبئی مسجد قضا بان کرافٹ مارکیٹ ۲۹ شعبان ۱۳۳۹ھ مسئلہ مولوی عمر الدین صاحب

مولانا المعظم ذی الفضل الاعظم دست برکاتہم العالیہ بتسلیمات بصیرت قیامات کے واضح رائے عالی ہو کہ زمانہ طاب علی میں کسی کتاب میں دیکھا تھا کہ مصلیٰ کو غیر مصلیٰ پنکھا کرے تو مصلیٰ کو اگر اُس پر روضا مندی ہے تو نماز اُس کی فاسد ہو جائے گی اب اس مسئلہ کو بہت تلاش کیا ہوں نہیں ملتا البتہ مولوی عبدالحی کے رسالہ نفع المفتی والسائل میں ہے قلت فہما فی مجمع البرکات من فساد صلوٰۃ من روضہ غیر مصلیٰ بمروحة معللا بانہ وضی بفعل الغیر معتد اعلیہ فانہ مخالف للدرایۃ والروایۃ وقد کان الوالد العلام افقی بہ مرۃ ثمر جمع عنہ وحکم بکونہ غلطاً وقد اغتر بہ بعض معاصوہ فاصی علی الافتاء بہ واعتمد علیہ عملا وافقاء ولہ یدار کونہ لغوا مجمع البرکات کس کی تصنیف ہے اور حضور کی رائے عالی اس مسئلہ میں اُس کے موافق ہے یا مخالف بر تقدیر موافقت برقی پنکھا جو آدمی کی صنف ہے اس حکم میں داخل ہے یا نہیں چارچھ سطر اس کے متعلق اگر جوابی کارڈ پر تحریر فرمائی جائے تو عین بندہ نوازی ہوگی۔

الجواب

مولانا البجل المکرم المعظم جیلہ المولیٰ سبحنہ تعالیٰ کا سمد عمر الدین آمین۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مجمع البرکات مولانا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کی تصنیف ہے اگر یہ عبارت اُس کے کسی نسخہ صحیحہ میں ہو تو اُس سے مراد نماز قلبی کا فساد ہوگا نہ نماز فقی کا کہ ادائے فرض و دفع کبیرہ ترک کے لیے باز نہ تعالیٰ کافی ہے ظاہر ہے کہ فعل غیر پر روضا عمل قلیل بھی نہیں کثیر درکنار تو فساد نماز فقی ناممکن ہے ہاں نماز قلبی تذل و تضرع و خشع ہے کما فی الحدیث اور یہ امر فروع منجر بردال ہے لہذا اُس میں مغل ہو سکتا ہے اگر اُس کی نیت خود استعظام اور نماز میں اپنا اعظام ہو تو یقیناً فساد نماز قلب ہے درہ مفید کی صورت ہے لہذا احتراز درکار ہے پنکھا کہ کل کے ذریعہ سے چلے اگر اُس کے

مسئلے میں مٹی کا تیل وغیرہ بدبو چیزیں ہوں تو ایسی اشیاء کا مسجد میں لے جانا حرام ہے ورنہ کم از کم ناپسند و خلاف مصالح ہے پتکے کا مسئلہ فتاوائے فقیر میں بہت مفصل ہے۔ خلیفہ راجع واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ مسئلہ شوکت علی۔ ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نازی کے آگے سے نکلنے والا گنگا نہ ہوتا ہے اور اُس کی نماز میں تو کوئی خلل واقع نہیں ہوتا ہے اور نازی کے آگے سے کس قدر دور تک گزر نہ کرنا چاہیے۔

الجواب

نماز میں کوئی خلل نہیں آتا نکلنے والا گنگا نہ ہوتا ہے نماز اگر مکان یا چھوٹی مسجد میں پڑھتا ہو تو دیوار قبلہ تک نکلنا جائز نہیں جب تک زیچ میں آڑ نہ ہو اور صحرا یا بڑی مسجد میں پڑھتا ہو تو صرف موضع سجد تک نکلنے کی اجازت نہیں اُس سے باہر نکل سکتا ہے موضع سجد کے یعنی کہ آدمی جب قیام میں اہل خشوع و خضوع کی طرح اپنی نگاہ خاص جائے سجدہ پر جمائے یعنی جہاں سجدے میں اُس کی پیشانی ہوگی تو نگاہ کا قاعدہ ہے کہ جب سامنے روک نہ ہو تو جہاں جمائے وہاں سے کچھ آگے بڑھتی ہے جہاں تک آگے بڑھ کر جمائے وہ سب موضع سجد میں ہے اُس کے اندر نکلنا حرام ہے اور اُس سے باہر جائز درختار میں ہے مردہ فی الصحواء فی مسجد کبیر موضع سجدہ فی الاصحہ او مردہ بین یدین الی حائط القبلة فی بیت و مسجد صغیر فانہ کبقعة واحدة رد المحتار میں ہے قوله بموضع سجدہ کما فی الدار و هذا مع القيود التي بعدہ انما هو لانظر والا فالفساد منتف مطلقا قوله فی الاصحہ صحیحہ التمرناشی وصاحب البدائع واختاره فخر الاسلام ورجحہ فی النهاية والفتح انه قدر ما يقع بصرہ علی المار لوصولی بخشوع ای رامیا ببصرہ الی موضع سجدہ اھ مختصا بمنزلة الخلق میں تجنیس سے ہے الصحیح مقدر منتهی بصرہ وهو موضع سجدہ وقال ابو نصر مقدار ما بین الصف الاول و بین مقام الامام وهذا عين الاول ولكن بعبارة اخرى وفيما قرأنا علی شيخنا منها ج الاثمة رحمہ اللہ تعالیٰ ان یمر بمحیط يقع بصرہ وهو یصلی صلاة الخاشعین وهذه العبارة اوضح علامہ شامی فرماتے ہیں فانظر کیف جعل لكل قولا واحدا وانما الاختلاف فی العبارة لانی المعنی نیز رد المحتار میں ہے (قوله فی بیت) ظاہرہ ولو کبیر او فی القفستان فی ویبغی ان یدخل فیہ ای فی حکم المسجد الصغیر الدار والبیت رہا یہ کہ مسجد صغیر و کبیر میں کیا فرق ہے فاضل قسطنی نے لکھا چھوٹی مسجد وہ کہ چالیس گز مگر سے کم ہو ففی رد المحتار عند مسجد صغیر هو اقل من ستین ذراعا وقيل من اربعین وهو المختار کما اشار الیہ فی الجواهر اقول یہاں گزے گز مساحت مراد ہونا چاہیے لانه الا لبق بالمسوحات کما قالہ الامام قاضی خاں فی الماء ففہنا هو الملتعین بالاولیٰ اور گز مساحت ہمارے اس گز سے کہ از مساحت چالیس انگل یعنی تین فٹ کا ہے ایک گز دو گزہ اور دو تہائی گزہ ہے کما بینا ہ فی بعض فتاوانا تو اُس گز سے چالیس گز مگر ہمارے گز سے چون گز سات گزہ اور گزہ کا نواں حصہ ہوا کما لا یمخفی علی المحاسب تو اس زعم علامہ پر ہمارے گز سے چون گز سات گزہ مگر مسجد صغیر ہوئی اور سارے چون گز مسجد کبیر ہے وہ کہ انھوں نے لکھا اور علامہ شامی نے اُس میں ان کا اتباع کیا اقول مگر یہ شبہ ہے کہ فاضل مذکور کو عبارت جواہر سے گز عبارت جواہر الفتاویٰ دوبارہ دار ہے دوبارہ مسجد مسجد کبیر صرف ہے جس میں مثل صحرا اتصال صفوف

شرط ہے جیسے مسجد خاتم کدولہ ہزار ستون پر ہے باقی عام مساجد اگرچہ دس ہزار گز کسبوں مسجد صغیر ہیں اور ان میں دیوار قبلہ تک بلا حائل مرور ناجائز کما بیناہ فی قتادنا - واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - از کلّہ فوجداری بالا خانہ ۳۳۳ مسئلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب آخر بیع الاخر شمسہ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام کو قعدہ اولیٰ میں اپنی عادت سے دیر لگی اور مقتدی نے بخیال اس امر کے کہ
امام کو سہو ہوا ہوگا تکبیر یا از بلند بنا بر اطلاع امام کہی تو نماز مقتدی کی فاسد ہوئی یا نہیں - بینوا توجروا

الجواب

ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ بتانا اگرچہ لفظاً قراءت یا ذکر مثلاً تسبیح و تکبیر ہے اور یہ سب
اجزاء و اذکار نماز سے ہیں مگر معنی کلام ہے کہ اس کا حاصل امام سے خطاب کرنا اور اسے سکھانا ہوتا ہے یعنی تو بھولا اس کے بعد تجھے یہ کرنا
چاہیے پر نظام کہ اس سے یہی غرض مراد ہوتی ہے اور سامع کو بھی یہی معنی مفہوم تو اس کے کلام ہونے میں کیا شک رہا اگرچہ صورت قرآن یا ذکر
ولہذا اگر نماز میں کسی یحییٰ نامی کو خطاب کی نیت سے یہ آئے کریمہ لیجی اخذ الکتب بقوۃ پڑھی بالاتفاق نماز جاتی رہی حالانکہ وہ حقیقتہً
قرآن ہے اس بنا پر قیاس یہ تھا کہ مطلقاً بتانا اگرچہ بر محل ہو مقصد نماز ہو کہ جب وہ لحاظ معنی کلام ٹھہرا تو بہر حال افساد نماز کرے گا مگر حاجت
اصلاح نماز کے وقت یا جہاں خاص نص وارد ہے ہمارے امام نے اس قیاس کو ترک فرمایا اور حکم استحسان جس کے اعلیٰ وجہ سے نص و ضرورت
ہے جواز کا حکم دیا ولہذا صحیح یہ ہے کہ جب امام قراءت میں بھولے مقتدی کو مطلقاً بتانا اگرچہ قدر واجب پڑھ چکا ہو اگرچہ ایک سے دوسرے
کی طرف انتقال ہی کیا ہو کہ صورت اولیٰ میں گو واجب ادا ہو چکا مگر احتمال ہے کہ رکنے اُجھنے کے سبب کوئی لفظ اس کی زبان سے ایسا نکل جائے
جو مقصد نماز ہو لہذا مقتدی کو اپنی نماز درست رکھنے کے لیے بتانے کی حاجت ہے بعض عوام حفاظ کو شاہدہ کیا گیا کہ جب تراویح میں بھولے اور یاد
نہ آیا تو ایسے آں یا اور اسی کی قسم الفاظ بے معنی ان کی زبان سے نکلے اور فساد نماز کا باعث ہوئے اور صورت ثانیہ میں اگرچہ قراءت وائل ہے
تو صرف آیت چھوٹ جانے سے فساد نماز کا اندیشہ نہ ہو مگر اس بات میں شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نص وارد و ہر حدیث سورۃ المؤمنین
الذی ذکرہ المحقق فی الفتح وغیرہ فی غیرہ مع اطلاقات احادیث اخروار دة فی الباب کما بینہ فی الحلیۃ من المفسدات
اقول والاحسن من کل ذلک التمسک بما اخرج ابو داود و عبد اللہ ابن الامام فی زوائد المسند عن مسور بن بزید
المالکی قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فترك اية فقال له رجل يا رسول الله اية كذا وكذا فقال فها اذكر
تنبها و ذلک لان حدیث الفتح فی ترک کلمة و هو انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرأ فی الصلاة سورة المؤمنین فترك
کلمة فلما فرغ قال المکیں فیکم ائی قال بلی قال فلا نقص علی فظاہر ان حکم ترک کلمة اضیق من حکم الانتقال
من اية الى اية و اثر علی کرم اللہ تعالیٰ و جہہ اذا سقطت کلمہ لا امام فاطعمہ رواہ سعید بن منصور فی سننہ و ذکرہ فی
الحلیۃ و الفتح فیما اذا سقطت الامام ینتظر الفتح و حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کما نفع علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم علی الاثمۃ رواہ الدارقطنی و الحاکم و صحیحہ مجمل بخلاف ما ذکرنا ففیہ تصریح ترک اية وان کان قد یقال

علیٰ هذا وعلى ما تمسك به في الفقه من حديث الكلمة انهما من وقائع العين ليس فيهما ان ذلك كان بعد ثلاث او قبلها
 ولما ذكر كوفي مكان في آية اذن چاہے اور یہ اس غرض سے کہ اُسے نماز میں ہونا معلوم ہو جائے تسبیح یا تکبیر یا تہلیل کے نماز فاسد نہ ہوگی کہ
 اس بارے میں بھی حدیث وارد وهو علی ما ذکر علماءنا فی الهدایة والکافی والتبیین والفتح والحلیة والنعیمة والبحر وغیرہا حدیث
 سهل بن سعد عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من نابه شیء فی صلاته فلیسیم اخرجہ الشیخان وغیرہما قول والا قرب
 ما اخرج احمد فی المسند عن علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ قال کان لی ساعة من السجود دخل فیہا علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم فان کان قائما یصلی سجد لی الحدیث بس جو بتا حاجت ونص کے مواضع سے جدا ہو وہ بیشک اصل قیاس پر جاری رہے گا
 کہ وہاں اُس کے حکم کا کوئی معارض نہیں اس لیے اگر غیر نمازی یا دوسرے نمازی کو جو اس کی نماز میں شریک نہیں یا ایک مقتدی دوسرے مقتدی
 یا امام کسی مقتدی کو بتائے قطعاً نماز قطع ہو جائے گی کہ اُس کی غلطی سے اُس کی نماز میں کچھ خلل نہ آتا تھا جو اسے حاجت اصلاح ہوتی تو بے ضرورت
 واقع ہوا اور نماز گئی بخلاف امام کہ اُس کی نماز کا خلل بعینہ مقتدی کی نماز کا خلل ہے تو اس کا بتانا اپنی نماز کا بنانا ہے تبیین الحقائق میں ہے قوله
 وفتحہ علی غیر امامہ لانه تعلیم وتعلم من غیر ضرورة فکان من کلام الناس وقوله علی غیر امامہ لیشمل فتحہ المقتدی علی
 المقتدی وعلی غیر المصلی وعلی المصلی وحده وفتحہ الامام والمفرد علی ای شخص کان وکل ذلك مفسد الا اذا قصد به
 التلاوة دون الفتح اہ ملخصا در مختار میں ہے یفسد ما کل ما قصد به الجواب او الخطاب کقوله لمن اسمر یحییٰ یحییٰ خذا لکتب
 بقوة اہ ملخصا در مختار میں ہے قوله او الخطاب الخ هذا مفسد بالاجماع وهو مما اورد نقضا علی اصل ابی یوسف فانه
 قرآن لم یوضع خطا بالسن خاطبه المصلی وقد اخرجہ بقصد الخطاب عن کونہ قرآنا وجعله من کلام الناس علامہ ابن امیر
 الحاج حلبی حلیہ میں فرماتے ہیں الذی یفتیہ کان یقول خذ منی کذا والتعلیم لیس من الصلاة فی شیء وادخال ما لیس منها فیہا
 یوجب فسادها وکان قضیة هذا المعنی ان نقصد صلاته اذا فتح علی امامہ لکن سقط اعتبار التعلیم للاحادیث وللحاجة
 الی اصلاح صلاة نفسه فساعد ذلك یعمل فیہ بقضیة القیاس اہ ملخصا بالمعنی اُسی میں ہے هذا قد استعمل فی
 موضع الجواب وقد ارید ذلك منه وفهم فیصیر من هذا الوجه کلام الناس فیفسد وان لم یکن من حیث الصیغة فی
 الاصل من کلامهم فالقیاس فساد الصلوة الا انا ترکناه بالنص والمعدول به عن القیاس لا یقاس علیہ اہ ملخصا
 اُسی میں ہے م ان فتح بعد ما قرأ قد رما تجوز به الصلاة تنفسد ش لانه لیس فیہ اصلاح صلاته فلیبقى تعلیمها
 وجوابا له وان اخذ الامام بفتحہ تنفسد صلاة الكل م الصحیحہ لانش کذا فی الخاتمة والخلاصة ونص القاضی فی شرح
 الجمع الصغیر انہ الاصح وعلله هو وغیرہ بانه لو لم یفتح رہا جاری علی لسانہ ما یكون مفسد اُنکان بمنزلة الفتح والا ولی
 فی التعلیل حدیث المسور بن یزید واطلاق ما روی عن علی وعن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم وان انتقل الامام الی
 آية اخرى ففتحہ علیہ بعد الانتقال تنفسد ش لوجود التلغین من غیر ضرورة کذا فی الهدایة وغیرہا وجعل صاحب
 الذخیرة هذا محکما عن القاضی الامام ابی بکر الزنجوی وان غیرہ من المشائخ قالوا لا تنفسد کذا نقلوه عن المحيط واخذ

من هذا صاحب النهاية ان عدم الفساد قول عامة المشائخ ووافقه شيخنا رحمه الله تعالى على ذلك وهو الاوافق لاطلاق
الخص الذي روينا اه ملخصا فتح القدير میں ہے خروج قصد اعلام الصلاة بالحديث لالانه لم يتغير بعزيمة فيبقى
ماوراءه على المنع اه ملخصا جب یہ اصل مہد ہولی حکم صورت مسئلہ واضح ہو گیا ظاہر ہے کہ جب امام کو قعدہ اولیٰ میں دیر ہوئی اور
مقتدی نے اس گمان سے کہ یہ قعدہ اخیرہ سمجھا ہے تنبیہ کی تو دو حال سے خالی نہیں یا تو واقع میں اس کا گمان غلط ہوگا یعنی امام قعدہ اولیٰ
ہی سمجھا ہے اور دیر اس وجہ سے ہوئی کہ اُس نے اس بار التحیات زیادہ ترتیل سے ادا کی جب تو ظاہر ہے کہ مقتدی کا بتانا نہ صرف بے ضرر
بلکہ محض غلط واقع ہوا تو یقیناً کلام ٹھہرا اور مفسد نماز ہوا لقول الحلیہ ان ماوراء ذلك يعمل فيه بقضية القياس ولقوله المعدل
به عن القياس لا يقاس عليه ولقول الفقه يبقی ماوراءه على المنع ولقول التبيين لا يقاس عليه غيره وهذا واضح جدا
یا اس کا گمان صحیح تھا غور کیجیے تو اس صورت میں بھی اس بتانے کا محض لغو ہے حاجت واقع ہونا اور اصلاح نماز سے اصلاح تعلق نہ رکھنا ثابت
کہ جب امام قعدہ اولیٰ میں اتنی تاخیر کر چکا جس سے مقتدی اُس کے سو پہ مطلع ہوا تو لا جرم یہ تاخیر بقدر کثیر ہوئی اور جو کچھ ہونا تھا یعنی ترک واجب
ولزم سجدہ سہوہ ہو چکا اب اس کے بتانے سے مرفع نہیں ہو سکتا اور اس سے زیادہ کسی دوسرے خلل کا اندیشہ نہیں جس سے بچنے کو فیصل کیا جائے
کہ غایت درجہ بھول کر سلام پھیر دے گا پھر اس سے نماز تو نہیں جاتی وہی سو کا سو رہے گا یاں جس وقت سلام شروع کرتا اُس وقت حاجت
محقق ہوتی اور مقتدی کو بتانا چاہیے تھا کہ اب نہ بتانے میں خلل و فساد نماز کا اندیشہ ہے کہ یہ تو اپنے گمان میں نماز تمام کر چکا محجب نہیں کہ
کلام وغیرہ کوئی قاطع نماز اس سے واقع ہو جائے اس سے پہلے نہ خلل واقع کا ازالہ تھا نہ خلل آئندہ کا اندیشہ تو سوا فضول و بے فائدہ کے
کیا باقی رہا لہذا مقتضائے نظر فتنی پر اس صورت میں بھی فساد نماز ہے نظیر اس کی یہ ہے کہ جب امام قعدہ اولیٰ چھوڑ کر پورا کھڑا ہو جائے تو اب
مقتدی بیٹھنے کا اشارہ نہ کرے ورنہ ہمارے امام کے مذہب پر مقتدی کی نماز جاتی رہے گی کہ پورا کھڑے ہونے کے بعد امام کو قعدہ اولیٰ کی طرف
عودنا جائز تھا تو اس کا بتانا محض بے فائدہ رہا اور اپنے اصلی حکم کی رو سے کلام ٹھہر کر مفسد نماز ہوا جواز الرائن میں ہے لوعرض للامام شئ
فسبح المأموم لا بأس به لان المقصود به اصلاح الصلوة فقط حکما الکلام عند الحاجة الى الاصلاح ولا يسبح للامام اذا قام
الى الاخيرين لانه لا يجوز له الرجوع اذا كان الى القيام اقرب فلم يكن التسبیر مفيدا کذا فی البدائع وینبغي فساد الصلوة به
لان القياس فسادها به عند قصد الاعلام وانما ترك الحديث الصحيح من نابه شئ في صلاته فليسبح فللحاجة لم يعمل
بالقياس فعند عدمها يبقى الامر على اصل القياس ثم رأيت في المجتبى قال ولو قام الى الثالثة في الظهر قبل ان يقعد
فقال المقتدى سبحن الله قيل لا تقصد وعن الكرخي تقصد عندهما اه وبه انتهى ما نقلناه عن البحر قلت وقوله عندهما
يريد به الطرفين فان مذهبهما تغیر الذکر بتغیر العزيمة خلا فالابی يوسف قعدة ما كان ذكرا بصيغته لا تعمل فيه النسبة
وكن اوله اعني المجتبى لوسبح او هلل يريد به زجرا عن فعل او امرا به فسدت عندهما اه فانما اراد الطرفين رضی الله
تعالى عنهما ثم اقول وبالله التوفيق لا يبعد ان يكون قام في القيل للامارة لقوله تعالى يا ايها الذين امنوا اذا قستم الى
الصلوة وفي رواية الكرخي للحقيقة لقوله تعالى وانه لما قام عید الله يدعوه الیه وهذا جمع كما ترى حسن انشاء الله تعالى

والا فلا شک ان الدلیل مع الکوفی وانه هو قضیة مذهب الامام والا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما فعلیہ فلیکن التعلیل
 فان قيل فی القیل لو ارادوا لایة فمالوجہ لتخصیص المسألة بالذکر فانها معلومة من اطلاق قولہم لوعرض الامام شیء **القول** بل
 کان لمتوہمان یتوہم عدم الجواز ہنہا مطلقا کما یتوہم من ظاہر لفظ البدائع لا یسبح للامام اذا قام الی الاخرین حیث
 لم یفصل والحادی علی الوہمان المقتدی لا یطلع علی قیام الامام بغورہ بل یتاخر ذلک عن افاضتہ فی القیام ولو لخطات
 کما ہو معلوم مشاہد فعند ذلک یسبح ثمر الامام لا ینبہ بغورہ ما بدأ المقتدی بحجرات التسمیہ بل یتاخر ولو لخطۃ ثم ہو رہا
 لا یقتد کر یجوز السماع والتنبہ علی تنبیہہ بل قد یحتاج الی فقی من التامل فہذہ ثلث وقفات والامام اذا خفض خفض ولم
 یکن فیہ تدرج یقتضی مکثا معتد ابہ فرجا لا یتنبہ بتسمیہ الابعاد ما قات وقت العود لاسیما علی قول من قال بقواتہ
 اذا قرب الی القیام کما ہو مختار صاحب البدائع والہدایۃ والوقایۃ والکذب وغیرہم من الجملۃ الکرام وان کان الاصح العبرۃ
 بتام القیام کما اعتدہ فی مواہب الرحمن ونور الایضاح والتنبیہ والفتوح والدر المختار وغیرہا وجعلہ فی الدر ظاہر المذهب
 فاذا کان الامر علی ما وصفنا لک نفسی ان یتوہم کونہ عبثا مطلقا فیحکم بفساد الصلوۃ بہ علی الاطلاق نعمت الحاجۃ الی
 التصویح بذلک فان المسووع ہو کونہ مفید احین وقوعہ ہو کذلک فی فور القیام ولو بما یرجى العود بہ بل ربما یقع وھذا
 حسبہ ولا یضوۃ ان تعجل الامام ولم یلتفت کما اذا فتم ولم یأخذ **فانقلت** یحتمل ان الامام لما ظن ان صلاتہ تمت
 لعلہ یتعمد الکلام او الذہاب او الضمک قبل ان یسلم **قلت** ہذا فی غایۃ البعد ولا یتوقع من المسلم بل ہو اساعۃ
 ظن بہ والفقہ لا یبنی علی نادر فضلا عما عساه لم یقع قط بل ہو احتمال علی احتمال لان ظن الامام تمام الصلوۃ
 ایضا غیر معلوم کما قد منا فان شہۃ الشہۃ ولا عبرۃ بما اصلا ہذا ما وقع فی الحلیۃ نقلنا عن المحیط الرضوی اذا فتم علی امامہ
 یجوز مطلقا لان الفقیہ وان کان تعلیما ولكن التعلیل لیس یجعل کثیرا وانه تلذذۃ حقیقۃ فلا یکون مفسدا وان لم یکن محتاجا الیہ
فاقول یجب ان یحتمل فیہ لام التعلیل علی العهد ای ہذا التعلیل من المقتدی للامام مکمل لام الفقیہ فلیس المراد الا ہذا الفقیہ
 لا مطلقا ولو من غیر مقتدی علی امامہ وذلك لان کون مطلق التعلیل من العمل القلیل باطل بداہتہ وتشہد بہ فروع فی المذهب
 متواترات بل قد نص فی الفقیہ فی نفس مسئلۃ الفقیہ ان التکوار لم یشتط فی الجامع ای ان الجامع الصغیر لم یشتط للافساد تکوار الفقیہ
 بل حکم بہ مطلقا قال دھو الصحیح وکذا صحیح فی الخانیۃ وقد علم ہذا من مذهب الامام فانه اذا جعل کلاما قلیلہ وکثیرہ
 سواء فاعرف وتثبت وبالله التوفیق ہذا ما عندی والله سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از کلمتہ علی موتی گلی بہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۱ جمادی الآخرہ ۱۳۱۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں اکثر لوگ بے پڑھے نماز ظہر وعصر وغیرہ کے فرض تنہا پڑھنے کی حالت میں
 تکبیرات انتقالیہ بجز اس غرض سے کہتے ہیں کہ دوسرے نمازی معلوم کر لیں کہ شخص فرض پڑھتا ہے اور شریک ہو جائیں اس صورت میں ہر کے
 ساتھ تکبیر کرنے سے نماز میں فساد ہوتا ہے یا نہیں دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے دوسرا شخص آیا اور منتظر اس امر کا ہے کہ

یہ نازی بجز تکبیر کے تو میں شریک ہو جاؤں چنانچہ اُس نے اُس کی اطلاع کی غرض سے تکبیر جبر کے ساتھ کہی اس صورت میں ناذ فاسد ہوگی یا صحیح۔ بینوا تو جبر و

الجواب

دونوں صورتوں میں اگر نازیوں نے اصل تکبیرات انتقال بہ نیت ادا کی سنت و ذکر الہی عز وجل ہی کہیں اور صرف جبر نہایت اطلاع کیا تو نازیوں میں کچھ فساد نہ آیا رد المحتار میں ہے وقال فی البیض ومعال الحق بالجواب ما فی المجتبیٰ لوسیع اوہل یرید زجوا عن فعل اوامو بہ فسدت عندہما قلت والظاهر انہ لولم یسبحوا ولكن جہا بالقراءة لا لفساد لانه قاصد للقاء واما قصد الزجر او الامر بمجود رفع الصوت تامل اہ اور شک نہیں کہ واقع ایسا ہی ہوتا ہے نہ یہ کہ نفس تکبیر ہی سے ذکر وغیرہ کچھ مقصود نہ ہو صرف بضرع اطلاع بہ نیت مذکورہ کہی جاتی ہو یا اگر کوئی جاہل اہل ایسا قصد کرے تو اُس کی نماز ضرور فاسد ہو جائے گی علی قول اکامام والاکامام محمد خلا لا امام ابی یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہم **اقول** وباللہ التوفیق تحقیق مقام یہ ہے کہ ان مسائل میں حضرات طہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک اصل یہ ہے کہ نازی جس لفظ سے کسی ایسے معنی کا افادہ کرے جو اعمال نماز سے نہیں وہ کلام ہو جاتا اور فساد نماز قرار پاتا ہے اگرچہ لفظ فی نفسہ ذکر الہی یا قرآن ہی ہو اگرچہ اپنے محل ہی میں ہو مثلاً کسی موسیٰ نامی شخص سے نازی نے کہا ماتک بیہینک یا موسیٰ نماز جاتی رہی اگرچہ یہ الفاظ آکر یہ ہیں یا التحیات پڑھ رہا تھا جب کلمہ تشہد کے قریب پہنچا موزن نے اذان میں شہادتین کہیں اُس نے نہ نیت قراءت تشہد بلکہ نیت اجابت موزن اشہدان لا الہ الا اللہ واشہدان محمد عبدة ورسوله کہا نماز جاتی رہی اگرچہ یہ ذکر اپنے محل ہی میں تھا باریان میں ہے اذا ذکر فی التشہد الشہادتین عند ذکر الموزن الشہادتین فسدت ان قصد الاجابة اہ مگر جبکہ ایسا قصد بضرورت اصلاح نماز ہو جیسے مقتدیوں کا امام کو بتانا یا اُس کے جواز میں خاص نص آگیا ہو جیسے کوئی مرد دوازے پر آواز دے یہ نماز پڑھتا ہو اُس کو مطلع کرنے کے یہ سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ یا اللہ اکبر کے تو صرف ان صورتوں میں نماز نہ جائے گی اور ان کے ماورائے مطلقاً اُسی اصل کلی پر عمل ہو کر فساد نماز کا حکم دیا جائے گا فتح القدیر میں ہے قلنا خرج قصد اعلام الصلوة بقوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا ناب احدکم نائبة وهو فی الصلوة فلیسہ الحدیث اخرجه الستة لالانہ لم یتغیر بعزيمة فان مناط کون من کلام الناس کو نہ لفظا افید بہ معنی لبس من اعمال الصلوة لا کونہ وضع لا فادۃ ذلك فیبقى ما وراۃ علی المنع الخ قلت وقد اوضحنا المسألة بقولہا فیما تقدم من فتاونا اور شک نہیں کہ جب نازی نے اشہد اکبر یا سمع اللہ لمن حمدہ صرف اس اطلاع کی نیت سے کیا کہ میں پڑھ رہا ہوں میرے شریک ہو جاؤ تو یہ ایک لفظ ہے جس سے ایسے معنی کا افادہ چاہا جو اعمال نماز سے نہیں کہ اعمال نماز اُس کے افعال مخصوصہ معلوم ہیں کسی سے یہ کہنا کہ نازیوں میں مل جاؤ اور اس خصوص میں نص وارد ہے نہ یہ کہ کسی نہ جاننے والے کو اس کا بتانا ہے کہ میں نماز میں مشغول بلکہ اس سے اپنے فرض میں ہونے کا اعلام اور اپنی نماز کی طرف بلانا مقصود ہے یہ دونوں باتیں مجرد قصد اعلام صلوۃ سے ثابت ہیں کہ اس قدر تو وہ آنے والے خود ہی جانتے ہیں کہ یہ نماز پڑھ رہا ہے تو یہ صورت اُن صورت استثناء میں داخل نہیں اور حکم فساد نماز ہے مگر اگر اصل لفظ سے کوئی امر بیرونی مقصود نہیں بلکہ صرف رفع صوت بقصد دیگر ہے تو یہاں کوئی لفظ ایسا نہ پایا گیا جس سے کسی خارج

بات کا قصد کیا گیا ہو اور نہ ہمارے رفع صوت کلام نہیں تو مناسط فساد متحقق نہ ہوا و لہذا امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام قدس سرہ نے جبکہ اُن مکبروں کی نسبت جو کبیرات انتقالات میں گانے کے طور پر اپنی آواز بنانے کے لیے گھٹاتے بڑھاتے اور سامعین کو اپنی خوش الحانی جتانے کا قصد کرتے ہیں فساد نماز کا حکم دیا اُسے دو امر پر مبنی فرمایا ایک یہ کہ ان کبیرات سے اُن کا قصد اقامت عبادت نہیں ہوتا بلکہ اپنی صناعت موسیقی کا اظہار مقصود ہوتا ہے تو اب یہ کبیریں خود ہی وہ الفاظ ہیں جن سے معنی خارج کا افادہ مراد ہوا دوسرے یہ کہ اس جزو دوم سے حروف زائد پیدا ہو جاتے ہیں جو اصل کلمات کبیر میں نہیں تو اگرچہ نفس کبیر سے اُن کا قصد وہ نہ ہو مگر یہ حروف تو ضرور اُسی قصد سے بڑھائے گئے اور اب یہ وہ الفاظ بقصد افادہ معنی خارج ہوئے بہر صورت فساد نماز چاہیے فیجہ القدر میں درایہ سے مکبرین کے لیے رفع صوت کا جواز نقل کر کے ارشاد فرمایا مقصودہ اصل الرفع لا بلاغ الانتقالات اما خصوص هذا الذي تعارفوه في هذا البلاد فلا يبعد انه مفسد فانهم يبالغون في الصياح زيادة على حاجة البلاغ والاستغفال بقبح يرات النغم اظهرا للصناعة النغمية لا اقامة للعبادة والصياح ملحق بالكلام وهذا معلوم ان قصده اعجاب الناس به ولو قال اعجبوا من حسن صوتي وتحريري فيه افسد وحصول الحروف لا من التلحين اه مختصرا وقد اقره في النهر واسمحه في الحلية فقال وقد اجاد فيما اوضح وافاد علامه شامی تنبيه ذوي الافهام على احكام التبليغ خلف الامام میں فرماتے ہیں ان المحقق لم يجعل مبنى الفساد مجرد الرفع بل زيادة الرفع الملتحق بالصياح المشتغل على النغم مع قصد اظهاره لذلك والاغراض عن اقامة العبادت بقول المحقق والصياح ملحق بالكلام اى الصياح المشتغل على ما ذكره بدليل سواين الكلام ولو احقر الخ اُسی میں ہے فحاصل کلام المحقق ان الاشتغال بتحریر النغم والتلحين والصياح الزائد على قد الحاجة لا يقصد القرابة بل ليعجب الناس من حسن صوته ونغمه مفسد من وجهين الاول ما يلزم من التلحين من حصول الحروف المفسد غالبا والثاني عدم قصد اقامة العبادة الخ **قول** وللعبد الضعيف في بعض كلام العلامة الشامی هنا كلام بينته على هامشه ولكن المرجح ————— بالبحر جبکہ لفظ بقصد مفسد نہ ہو تو مجرد رفع صوت کسی معنی زائد کلام لادہ مفسد نہیں و لہذا علامہ حموی نے رسالہ القول بالتبليغ میں فرمایا فی کون الصياح بما هو ذكر ملحقا بالكلام نظر لان المفسد للصلاة المملووظ لا عزيمية القلب اه ملخصا رد المحتار من صلاۃ میں ماثیہ علامہ ابوالسعود ازہری سے ہے ما نقل عن الطحاوی اذا بلغ القوم صوت الامام فبلغ الموزن فسدت صلاته لعدم الاحتياج اليه فلا وجه له اذ غايته انه رفع صوته بما هو ذكر بصيغته وقال الحموي اظن ان هذا النقل مكذوب على الطحاوی فانه مخالف للقواعد اه والله سبحانه وتعالى اعلم وعلمه جل مجده التواضع۔

مسئلہ۔ از کلکتہ فوجداری ۳۱۳۳ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۳۰ رجب سنہ ۱۲۸۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقتدی نے رکوع یا سجدہ امام کے ساتھ نہ کیا بلکہ امام کے فارغ ہونے کے بعد کیا تو نماز اس کی ہوئی یا نہیں۔ بینوا تو جروا

الجواب

ہوگئی اگرچہ بلا ضرورت ایسی تاخیر سے گنگار ہوا اور بوجہ رک واجب اعادہ نماز کا حکم دیا جائے تحقیق مقام یہ ہے کہ متابعت امام جو

مقتدی پر فرض میں فرض ہے تین صورتوں کو شامل ایک یہ کہ اس کا ہر فعل فعل امام کے ساتھ کمال مقادرت پر محض بنا فضل واقع ہوا ہے
یہ عین طریقہ مسنونہ ہے اور ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مقتدی کو اسی کا حکم دوسرے یہ کہ اس کا فعل فعل امام کے بعد بدیر واقع
ہو اگرچہ بعد فراغ امام فرض یوں بھی ادا ہو جائے گا پھر فضل بضرورت ہوا تو کچھ حرج نہیں ضرورت کی یہ صورت کہ مثلاً مقتدی قعدہ اولیٰ میں
آکر ملا اس کے شریک ہوتے ہی امام کھڑا ہو گیا اب اسے چاہیے کہ اتھما پوری پڑھ کر کھڑا ہو اور کو شش کرے کہ جلد جاملے فرض کیجیے کہ
اتنی دیر میں امام رکوع میں آگیا تو اس کا قیام قیام امام کے بعد اختتام واقع ہوگا مگر حرج نہیں کہ یہ تاخیر بضرورت شرعی تھی اور اگر بلا ضرورت
فضل کیا تو قلیل فضل میں جس کے سبب امام سے جا ملنا فوت نہ ہو ترک سنت اور کثرت میں جس طرح صورت سوال ہے کہ فعل امام ختم ہونے کے بعد
اس نے فعل کیا ترک واجب جس کا حکم اس نماز کو پورا کر کے اعادہ کرنا قیس ہے یہ کہ اس کا فعل فعل امام سے پہلے واقع ہو مگر امام اسی فعل میں
اس سے آئے مثلاً اس نے رکوع امام سے پہلے رکوع کر دیا لیکن یہ ابھی رکوع ہی میں تھا کہ امام رکوع میں آگیا اور دونوں کی شرکت ہو گئی یہ
صورت اگرچہ سخت ناجائز و ممنوع ہے اور حدیث میں اس پر وعید شدید وارد مگر نازیوں بھی صحیح ہو جائے گی جبکہ امام سے شرکت ہو لے اور اگر
ابھی امام مثلاً رکوع یا سجود میں نہ آنے پایا کہ اس نے سر اٹھا لیا اور پھر امام کے ساتھ یا بعد اس فعل کا اعادہ کیا تو مقتدی کی نماز اصلاً نہ ہوگی کہ
اب فرض متابعت کی کوئی صورت نہ پائی گئی تو فرض ترک ہوا اور نماز باطل رہا مختار میں ہے و تکلون المتابعة فضا بمعنى ان یأتی بالقرض
مع امامه او بعدہ کما لورکح امامه فکح معہ مقدارنا او معاقباً وشارکہ فیہ او بعدہ مارفع منه فلو لم یرکح اصلاً اور کح و رفع قبل
ان یرکح امامه ولم بعدہ معہ او بعدہ بطلت صلاتہ والحاصل ان المتابعة فی ذاتها ثلثة انواع مقارنة لفعل اکاماً و مثل
ان یقارن احرام امامه و رکوعه لو کوعه و سلامه و سلامه و یدخل فیہا ما لورکح قبل امامه و دام حتی ادرکہ امامه
فیہ و مقارنة لابتداء فعل امامه مع المشاركة فی باقیہ و متراخیۃ عنہ فنطلق المتابعة الشامل لہذا الانواع الثلاثة
یکون فرضاً فی الفرض و واجباً فی الواجب و سنة فی السنة عند عدم المعارض و عدم لزوم المخالفة کما قد مناه و المتابعة
المقیدۃ بعدم التأخیر و التراخی الشاملة للمقارنة و المعاقبة لا تکلون فرضاً بل تکلون واجبة فی الواجب و سنة فی السنة عند
عدم المعارض و عدم لزوم المخالفة ایضاً و المتابعة المقارنة بلا تعقیب ولا الخ سنة عنده لا عندہما الی آخر ما افاد و اجاب
علیہ رحمۃ الملک الجواد **اقول** و فی التقسیم الذی ذکر المولی المحقق الفاضل و الذی ابداه ہذا العبد الظلوم الجاحل
نوع تقنین و مال الاقسام واحد فهو رحمۃ اللہ تعالیٰ جعلہا ثلثاً مقارنة و معاقبة و متراخیۃ و ادخل المتقدمۃ التي الت
الی المشاركة فی المقارنة و العبد الضعیف قسم ہکذا متصل و منفصل و متقدمۃ و ادخل المتراخیۃ و المعاقبة فی المنفصلۃ
و جعل المتقدمۃ قسماً بجملہا و ذلک لانی رأیت المتقدمۃ تباین المقارنة لانہا مفاعلة من الطرفين فکما ان تاخیر المتقدمۃ
یمخرجه عن القران حتی جعل المعاقبة قسماً للمقارنة فذلک تقدمہ و ایضاً رأیت احکام المتابعة الجزئۃ ثلثہ سنة و کولہا
الا لضرورة و کراہۃ شدیدۃ مطلقاً فاجبت ان تنفذ ز الاقسام بحسب الاحکام بخلاف ما صنع ہو رحمۃ اللہ تعالیٰ فان
المقارنة علی ما افاد تشتمل اکمل مطلوب و اشنع مہروب اعنی المتصلۃ و المتقدمۃ کما سمعت و علی کل فالحاصل واحد

والحمد لله اُسی میں ہے قال فی شرح المفیة متابعة الامام من غیر تاخیر واجبة فان عارضها واجب یا تی به ثم یتابع کما لو قام الامام قبل ان یتلمز المقیدی الشهد فانه یتلمز ثم یقوم او ملخصاً در مختار میں ہے لو رفع الامام رأسه من الركوع او السجود قبل ان یتلمز الامام التبعیجات الثلاث وجب متابعتها بخلاف سلامه او قیامه لثالثه قبل اتمام الطلوع للشهد فانه لا یتابعه بل یتلمز لوجوبه رد المختار میں ہے قوله فانه لا یتابعه الخ ای ولو خاف ان تقوته الركعة الثالثة مع الامام كما صرح به فی الظهیریة در مختار میں ہے مجوز السهو یجب علی مقتد بسهوا ما لا بسهوة اصلاً رد المختار میں ہے قال فی النهر ثم مقتضى كلامهم انه یعیدها لثبوت الكراهة مع تعدد الجواب **قلت** فاذا كان هذا فی السهو فالعهد اولى بالاعادة مع تصحيحهم بانها هی سبیل کل صلاة ادیت مع کراهة التحویر والله تعالی اعلم

مسئلہ - از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئلہ مولانا حسنت علی صاحب علم قادری رضوی ۲۹ محرم ۱۳۳۶ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے یا یاھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً پڑھی مقتدی کے مؤرخ سے عادتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکل گیا نماز فاسد ہوئی یا نہیں۔

الجواب

اس میں جواب امام مقصود نہیں ہوتا بلکہ امثال امر آئی لہذا فساد نماز نہیں۔

مسئلہ - از میرٹھ لال کرتی کوٹھی حافظ عبدالکریم صاحب مسئلہ مولوی محمد احسان الحق صاحب ۲۴ رمضان ۱۳۳۶ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں (۱) زید ایک مسجد کا امام تراویح میں قرآن مجید پڑھتا ہے عمرو اسی مسجد کا مؤذن ہوتا ہے مسجد کی طرف سے زید کا سامع مقرر کیا گیا ہے محمود ایک تیسرا شخص ہے جو ہمیشہ یا کبھی کبھی اسی مسجد میں زید کے پیچھے تراویح پڑھا کرتا ہے اگر محمود کے خیال میں زید (امام) نے کچھ غلط پڑھا اور عمرو مقرر کیا ہوا سامع سو یا بعداً خاموش رہا یا یہ کہ زید نے صحیح پڑھا اور عمرو نے سو یا بعداً غلط بتایا یا یہ کہ زید نے غلط پڑھا اور عمرو نے بھی سو یا بعداً غلط بتایا تو ان تینوں صورتوں میں محمود شخص ثالث کو غلطی کی تصحیح کا اگرچہ وہ غلطی مفسد نماز نہ ہو حق حاصل ہے یا نہیں اور ایسی تصحیح اس کو حالت قرائت میں کرنی چاہیے یا بعد اختتام نماز کے وجوباً کرنی چاہیے یا اختیاراً۔ قرآن مجید کے غلط پڑھے جانے کے غالب گمان ہونے کی حالت میں محمود کی خاموشی اس کے لیے گنہگار ہونے کا باعث ہوگی یا نہیں (۲) شرع شریف میں امامت اور مؤذن کی طرح ساحت قرآن مجید کا بھی کوئی منصب مقرر ہے یا نہیں یعنی آیا یہ بات شرعاً جائز ہے کہ کوئی شخص قرآن مجید سننے کے لیے کسی طرف سے ایسا سامع مقرر کیا جائے جس کی بلا اجازت و اذن دوسرا شخص امام کو فتح ذکر کر سکے کسی متمم مسجد کا ایک ایسی بات کو جو شرعاً مستحسن و ادنیٰ یا واجب ہو اپنے ذاتی رسوم اور ٹکنت اور اعلیٰ شخصیت کی وجہ سے حکم بند کر دینا یعنی در صورت خلاف درزی حکم کے خلاف کرنے والے کو مسجد سے نکال دینا یا آئندہ اس مسجد میں نماز نہ پڑھنے کی ہدایت کرنا یا اور تشدد کرنا شرعاً و اخلاقاً کیسا ہے خصوصاً اس حالت میں کہ جس فعل کے ارتکاب سے دوسروں کو تشدد کے ساتھ روکا جاتا ہو خود مانع اس کو نہیں تفسیر کے ساتھ متعدد بار کر چکا ہو۔ بلیغاً و جوا

الجواب

۱۔ امام جب ایسی غلطی کرے کہ جو بفساد نماز ہو تو اس کا بتانا اور اصلاح کرنا ہر مقتدی پر فرض کفایہ ہے اُن میں سے جو بتا دے گا سب پر سے فرض اتر جائے گا اور کوئی نہ بتائے گا تو جتنے جاننے والے تھے سب مرکب حرام ہوں گے اور نماز سب کی باطل ہو جائے گی وذلك لان الغلط لما كان مفسدا كان السكوت عن اصلاحه ابطالا للصلاة وهو حرام بقوله تعالى ولا تبطلوا اعمالكم اور ایک کا بتانا سب پر سے فرض اُس وقت ساقط کرے گا کہ امام مان لے اور کام چل جائے ورنہ اوروں پر بھی بتانا فرض ہوگا یہاں تک کہ حاجت پوری اور امام کو وثوق حاصل ہو بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک کے بتانے سے امام کا اپنی غلط یاد پر اعتماد نہیں جاتا اور وہ اس کی تصحیح کو نہیں مانتا اور اس کا محتاج ہوتا ہے کہ مقتد خضاد تین اُس کی غلطی پر گزریں تو یہاں فرض ہوگا کہ دوسرا بھی بتائے اور اب بھی امام رجوع نہ کرے تو تیسرا بھی تائید کرے یہاں تک کہ امام صحیح کی طرف واپس آئے وذلك لان الاصلاح ههنا فرض ومالا يتم الفرض الا به فهو فرض **اقول** ونظيره ان الشهادة فرض كفاية فان علم الشاهد انه اسرع قبولاً عند القاضي وجب عليه الاداء عهنا وان كان هناك من قبل شهادته كما في الخانية والفقه والوهبانية والبحر والدر وغيره او ان كان غلطاً ایسی ہے جس سے واجب ترک ہو کر نماز مکروہ تحریمی ہو تو اُس کا بتانا ہر مقتدی پر واجب کفایہ ہے اگر ایک بتا دے اور اُس کے بتانے سے کارروائی ہو جائے سب پر سے واجب اتر جائے ورنہ سب گنہگار رہیں گے فان قيل له مصلحه اخر وهو سجد السهو فلا يجب الفقه عينا قلت بلى فان ترك الواجب معصية وان لم يات بها السهو ودفع المعصية واجب ولا يجوز التقدير عليها بناء على جابر يجرها كما لا يخفى اور اگر اُس غلطی میں بفساد نماز ہے نہ ترک واجب جب بھی ہر مقتدی کو مطلقاً بتانے کی اجازت ہے ہوا الصحيح كما نفع عليه في الدر وغيره من الاسفار لغیر مگر یہاں وجوب کسی پر نہیں لعدم الموجب **اقول** مگر دو صورتوں میں ایک یہ کہ امام غلطی کر کے خود متنبہ ہوا اور دوسری آتیا ذکر کرنے کے لیے رکا اگر تین بار سبحن الله کہنے کی قدر رکے گا نماز میں کراہت تحریم آئے گی اور سجدہ سهو واجب ہوگا فی الدر المختار اذا شغله الشك فتفكر قد راداء ركن ولم يشغل حالة الشك بقراءة وجب عليه سجود السهو تو اس صورت میں جب اُسے رکا دیکھیں مقتدیوں پر بتانا واجب ہوگا کہ سکوت قدر ناجائز تک نہ پہنچے۔ دوسرے یہ کہ بعض ناواقفوں کی عادت ہوتی ہے جب غلطی کرتے ہیں اور یاد نہیں آتا تو اضطراراً اُن سے بعض کلمات بے معنی صادر ہوتے ہیں کوئی اؤل اؤل کہتا ہے کوئی کچھ اور اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے تو جس کی یہ عادت معلوم ہے وہ جب رکے پر آئے مقتدیوں پر واجب ہے کہ فوراً بتائیں قبل اس کے کہ وہ اپنی عادت کے حروف نکال کر نماز تباہ کرے وذلك لانه اذن يكون صيانتاً عن البطلان وهي فريضة غيران وقوعه مظنون للعادة لا مقطوع به فينزل فيما يظهر الى الوجوب عليه في نفس القاضي في شرح الجامع الصغير على انه لا صحح وعمله هو وغيره بانه لو لم يفقه ربما يجرى على لسانه ما يكون مفسداً **اقول** ولا يرد عليه ما في الحلية انه كما يكره للامام الحياء القوم الى الفقه عليه بكرة للمقتدى ان يفهم عليه من ساعته قال في الذخيرة لانه ربما يتذكر الامام من ساعته تكون قراءته خلفه قراءة من غير حاجته اه فان هذا حيث لم يخش الفساد اما اذا خشي كما ذكرنا فحاجة وامى حاجة **اقول** اور ان دونوں صورتوں کے سوا جب تراویح میں

ختم قرآن عظیم ہو تو دیسے بھی مقتدیوں کو بتانا چاہیے جبکہ امام سے نہ نکلے یا وہ آگے رہاں ہو جائے اگرچہ اُس غلطی سے نمازیں کچھ خرابی نہ ہو کہ مقصود ختم کتاب عزیز ہے اور وہ کسی غلطی کے ساتھ پورا نہ ہو گا یہاں اگرچہ یہ بھی ممکن ہے کہ اُس وقت نہ بتائے بعد سلام اطلاع کرے امام دوسری تراویح میں اُس نے الفاظ کو میرے کا صحیح طور پر اعادہ کر لے مگر ادنیٰ ابھی بتانا ہے کہ حتی الامکان نظم قرآن اپنی ترتیب کریم پر ادا ہو خانیہ و ہندیہ وغیرہ میں ہے اِذَا غَلَطَ فِي الْقِرَاءَةِ فِي التَّرَاوِيحِ فَتَرَكْ سُورَةً أَوْ آيَةً وَقَرَأَ مَا بَعْدَهَا فَالْمُسْتَقْبَلُ لَهُ أَنْ يَقْرَأَ الْمَرْكُوكَةَ ثُمَّ الْمَقْرُوءَةَ لِيَكُونَ عَلَى التَّوْتِيْبِ اور ان تمام احکام میں جملہ مقتدی یکساں ہیں امام کو بتانا کسی خاص مقتدی کا حق نہیں ارشادات حدیث و فقہ سب مطلق ہیں ابن عساکر نے سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی قال امرنا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان نرد علی الامام ہم کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ امام پر اُس کی غلطی رو کر دیں ابن منیع نے مسند اور حاکم نے مسند رک میں ابو عبد الرحمن سے روایت کی قال قال علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ من السنۃ ان فقیہ علی الامام اذا استطعمک قیل لابی عبد الرحمن ما استطعم الامام قال اذا سکت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا سنت ہے کہ جب امام تم سے نعمہ مانگے تو اُسے نعمہ دو ابو عبد الرحمن سے کہا گیا امام کا مانگنا کیا کہا جب وہ پڑھتے پڑھتے چپ رہے کتب مذہب میں عموماً یجوز فقہ علی امامہ فرمایا جس میں ضمیر مطلق مقتدی کی طرف ہے کہ اُسے امام کو بتانے کی اجازت ہے مسئلہ کی دلیل جو علی نے فرمائی وہ بھی تمام مقتدی کو شامل ہے بجز الرائی وغیرہ میں ہے لانه تعلق بہ اصلاح صلاتہ لانه لو لم یفتخر بما یجوز علی لسانہ ما یكون مفسد او لاطلاق ما روی عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا استطعمکم الاعمار فاطعموہ واستطعمامہ سکوتہ ولہذا لو فقیہ علی امامہ بعد ما انتقل الی آیتہ اخری لا یفسد صلاتہ وهو قول عامۃ المشائخ لا لاطلاق المخصص اہ مختصراً حتی کہ بالغ مقتدیوں کی طرح تیز دار بچہ کا بھی اُس میں حق ہے کہ اپنی نماز کی اصلاح کی سب کو حاجت ہے قنیہ پھر بھر ہندیہ میں ہے وفتح المراءہن کا البالغ قوم کا کسی کو سامع مقرر کرنے کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ اس کے غیر کو بتانے کی اجازت نہیں اور اگر کوئی اپنے جاہلانہ خیال سے یہ قصد کرے بھی تو اُس کی ممانعت سے وہ حق کہ شرع مطلوب نے عام مقتدیوں کو دیکھ کر سلب ہو سکتا ہے اور اُس کے سبب کسی مسلمان پر تشدد یا مسجد میں آنے سے ممانعت یا معاذ اللہ مسجد سے نکلوا دینا سخت حرام ہے اللہ عز وجل فرماتا ہے ولا تقنوا ان اللہ لا یحب المعتدین زیادتی نہ کرو اللہ دوست نہیں رکھتا زیادتی کرنے والوں کو اور فرماتا ہے ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان ینذک فہما اسمہ اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں نام خدا لینے سے روکے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من اذی مسلماً فقد اذی من اذی اللہ جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی بیشک اُس نے اللہ عز وجل کو ایذا دی رواہ الطبرانی فی المعجم الاوسط عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن اور دوسرے کو منع کرنا اور خود ترک ہونا دوسرا الزام ہے اللہ عز وجل فرماتا ہے یا ایہا الذین امنوا لم تقولون مالا تفعلون ہ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون ہ اے ایمان والو کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے اللہ کو سخت دشمن ہے یہ کہ کہو اور نہ کرو۔ اس بیان سے جملہ الحاج سوال کا جواب منکشف ہو گیا بیشک محمود کو سب صورتوں میں عین نماز میں بتانے کا حق حاصل ہے کہیں وجوہاً کہیں اختیار جس کی تفصیل ادھر گزری اور بحال وجوب عینی خاموشی میں گناہ ہو گا خصوصاً اُس حالت میں کہ عمر و غلط بتائے کہ اب تو بہت جلد فوراً فرائض صحیح بنانے کی طرف

مبادرت واجب ہے کہ بتانا تعلیم و کلام تھا اور بصورت اصلاح نماز جائز رکھا گیا اور غلط بتاتے ہیں نہ اصلاح نہ ضرورت۔ تو اصل پر رہنا چاہیے تو عمرو نے اگر قصد مغالطہ دیا جب تو یقیناً اُس کی نماز جاتی رہی اور اگر امام اس کے مغالطہ کو لے گا عام ازیں کہ امام غلط پڑھا ہو یا صحیح تو ایک شخص خارج از نماز کا امثال یا اُس سے قلم ہوگا اور یہ خود مقصد نماز ہے تو امام کی نماز جائے گی اور اُس کے ساتھ سب کی باطل ہوگی لہذا اس فساد کا اسناد فوراً واجب ہے بحر الرائق میں ہے القیاس فسادا ہا بہ و اما ترک الحاجة فعند عدلھا بقی الامر علی اصل القیاس او مختصراً اور اگر سو غلط بتایا تو بظاہر حکم کتاب و قضیہ دلیل مذکور اب بھی وہی ہے اقول مگر فقیر امید کرتا ہے کہ شرع مطہر ختم قرآن مجید فی التراجع میں اس باب میں تمسیر فرمائے کہ سامع کا خود غلطی کرنا بھی نادر نہیں اور غالباً قاری اُسے لے لیتا یا اُس کے امثال کے لیے اُدھر سے پھر عود کرتا ہے تو اگر ہر بار بحال سو فساد نماز کا حکم دیں اور قرآن مجید کا اعادہ کر لیں حج ہوگا والحدود مدفوع بالنص بہر حال یہ حکم قابل غور و محتاج تفریہ تام ہے تو اندیشہ فساد سے تحفظ کے لیے عمرو کے غلط بتانے کی حالت میں مطلقاً دوسروں کو صحیح بتانے کی طرف فوراً مبادرت چاہیے واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از میرٹھ لال کرتی بازار مسئلہ حاجی شیخ علاؤ الدین صاحب رئیس ۲۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک امام مسجد میں تراویح پڑھاتا ہے اور ایک سامع حافظ بھی اُس کی تصحیح کے واسطے مقرر ہے امام اُس کی تصحیح سے فائدہ اٹھاتا ہے اب کوئی حافظ بھی امام کو اپنے خیال کے موافق نغمہ دیتا ہے جو کبھی غلط اور کبھی صحیح ثابت ہوتا ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ سامع اپنی یادداشت کے موافق اُس دوسرے بتانے والے کی تردید بھی کر دیتا ہے اور امام اس شش و پنج میں پڑ جاتا ہے کہ کس کا قول مانا جائے غرض کہ امام کو کئی شخصوں کے نغمہ دینے سے اور زیادہ شکوک پیدا ہوتے ہیں اور پریشان ہو کر معمول سے زیادہ غلطی کرنے لگتا ہے چنانچہ یہ بات بارہا تجربہ سے ثابت ہو چکی ہے علاوہ بریں اکثر نوجوان ایسے ہوتے ہیں جو محض اپنی یاد بتانے کے واسطے ذرا ذرا شبہ بر لقمہ دیتے ہیں اور قاری کو پریشان کرتے ہیں اور بعض اوقات امام اور نئے بتانے والے میں غلط بتانے پر جھگڑا بھی ہوتا ہے اور قاری ملامت کرتا ہے کہ کیوں غلط بتایا جس کے باعث نماز میں بے لطفی پیدا ہوتی ہے ان امور پر لحاظ فرما کر علمائے کرام اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ اور حفاظ بعد سلام اپنے شکوک کا اظہار فرمائیں اگر فی الواقع وہ غلطی نکلے گی اور اس کی وجہ سے نماز میں نقصان کچھ واقع ہوگا تو نماز دہرائی جائے گی اور یہ بھی ممکن ہے کہ فقط کراہت کی وجہ سے نماز دہرائی جائے ایسی صورتوں میں اُن حفاظ کو باوجود اپنے شک کے کہ قاری غلط پڑھتا ہے سکوت کرنے میں کچھ گناہ تو لازم نہیں آتا خصوصاً ایسی صورت میں کہ جب اُن کو ایسے شبہات کے موقع پر جس سے نماز میں قطعاً فساد پیدا ہوتا ہو رونے کی اجازت بھی دیدی جائے کیونکہ اگر حافظ عالم بھی ہو تو ایسے فساد معنی پر اُس کو کما حقہ آگاہی ہو جائے گی اور ایسے مواقع میں شبہ نہیں بلکہ یقیناً اُس کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ موقع فساد نماز کا ہے بینوا توجروا۔

الجواب

یہاں چند امور ہیں جن کے علم سے حکم واضح ہو جائے گا (۱) امام کو فوراً بتانا مکروہ ہے رد المحتار میں ہے یکوہ ان یفتی من ساعته

ہاں اگر وہ غلطی کر کے رواں ہو جائے تو اب نظر کریں اگر غلطی مفسد معنی ہے جس سے نماز فاسد ہو تو بتانا لازم ہے اگر سامع کے خیال میں نہ آئی ہر مسلمان عالم کا حق ہے کہ بتائے کہ اُس کے باقی رہنے میں نماز کا فساد ہے اور دفع فساد لازم اور اگر مفسد معنی نہیں تو بتانا کچھ ضرور نہیں بلکہ نہ بتانا ضرور ہے جبکہ اُس کے سبب امام کو وحشت پیدا ہو فان الامر بالمعروف والنہی یقسط بالکلیات بحاشا کما فی الفتاویٰ العلمگیریہ وغیرہا بلکہ بعض قاریوں کی عادت ہوئی ہے کہ غیر شخص کے بتانے سے اور زیادہ الجھ جاتے اور کچھ حروف اُس گھبراہٹ میں اُن سے ایسے صادر ہو جاتے ہیں جس سے نماز فاسد ہوتی ہے اس صورت میں اوروں کا سکوت لازم ہے کہ اُن کا ہونا باعث فساد نماز ہوگا (۲) قاری کو پریشان کرنے کی نیت حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لبشروا ولا تنفروا ویسروا ولا تقصروا اور بیشک آج کل بہت حفاظ کا یہ شیوہ ہے یہ بتانا نہیں بلکہ حقیقت یہود کے اُس فعل میں داخل ہے لا تسمعوا لهذا القرآن والغافیہ (۳) اپنا حفظ جتانے کے لیے ذرا ذرا شبہ پر رو کنا ریا ہے اور ریا حرام ہے خصوصاً نماز میں (۴) جبکہ غلطی مفسد نماز نہ ہو تو محض شبہ پر بتانا ہرگز جائز نہیں بلکہ صبر واجب بعد سلام تحقیق کر لیا جائے اگر قاری کی یاد صحیح نکلے فہما اور ان کی یاد ٹھیک ثابت ہوئی تو تکمیل ختم کے لیے حافظ اُسے الفاظ کا اور کسی رکعت میں اعادہ کر لے گا حرمت کی وجہ ظاہر ہے کہ فتح حقیقت کلام ہے اور نماز میں کلام حرام و مفسد نماز مگر ضرورت اجازت ہوئی جب اسے غلطی ہونے پر خود یقین نہیں تو بیچ میں شک واقع ہوا اور محرم موجود ہے لہذا حرام ہوا جب اسے شبہ ہے تو ممکن کہ اسی کی غلطی ہو اور غلط بتانے سے اس کی نماز جاتی رہے گی اور امام اخذ کرے گا تو اُس کی ادیب کی نماز فاسد ہوگی تو ایسے امر یا اقدام جائز نہیں ہو سکتا (۵) غلطی کا مفسد معنی ہونا مبنائے افساد نماز ہے ایسی چیز نہیں جسے سہل جان لیا جائے ہندوستان میں جو علماء گئے جاتے ہیں اُن میں چند ہی شاید ایسے ہو سکیں کہ نماز پڑھتے ہیں اُس پر مطلع ہو جائیں ہزار جگہ ہوگا کہ راسخو گماں کہیں گے اور حقیقت فساد نہ ہوگا جیسا کہ ہمارے فتاویٰ کی مراجعت سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان امور سے حکم مسئلہ واضح ہو گیا صورت فساد میں یقیناً بتایا جائے ورنہ تشویش قاری ہو تو نہ بتائیں اور خود شبہ ہو تو بتانا سخت ناجائز اور جو ریا و تشویش چاہیں اُن کو روکا جائے نہ انہیں تو ان کو مسجد میں نہ آنے دیا جائے کہ موزی ہیں اور موزی کا دفع واجب درمختار میں ہے وینفع منہ کل موز ولو بلسانہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از جلال پور ڈاکخانہ خدائے صنع شاہجہاں پور مرسلہ سید مشتاق علی صاحب ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

ذات فیض سہ ماہ قبلہ از باب علم و کعبہ اصحابِ علم کی ہمیشہ فدویوں کے سروں پر سایہ انداز رہے بعد سلام نیاز و شوق قدمبوسی کے عرض پر داز ہوں کہ ایک مسئلہ میں ضرورت جناب کے حکم کی بوجہ شرع شریف و حدیث نبوی کے ہے کہ اُس میں ہم لوگوں کو کیا کرنا چاہیے۔ ذیل کے سوال کا جواب بواپسی ڈاک ہم لوگوں کو مکرمہیت اور گناہ سے بچائیے وہ یہ ہے کہ ایک صاحب نے نماز جمعہ پڑھانے وقت مقتدی کا لقمہ درمیان قرات کے لیا اور پھر سجدہ سہو کیا تو اُس حالت میں نماز ہوئی یا نہیں وجہ شک کے پیدا ہونے کی یہ ہوئی ہے کہ ایک دوسرے صاحب مقام لکھنؤ میں نماز جمعہ پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے جو کسی اسلامیہ اسکول کے غالباً منتهی طالب علم تھے اتفاق سے قرات میں بھول گئے لہذا میں نے فوراً لقمہ دیا مٹا انھوں نے نماز سلام کے ساتھ ترک کر کے دوبارہ نماز پڑھائی اور یہ کہا کہ فرضوں میں لقمہ دینا ناجائز ہے فرضوں میں لقمہ دینے سے سجدہ سہو کیا جائے تو بھی نماز نہیں ہوتی ہے میری غلطی یہ ہوئی کہ میں نے اُن صاحب سے بالتشریح نہ دریافت کیا کہ اس کا

کیا ثبوت علاوہ اس کے اُن صاحب نے یہ بھی کہا کہ بجز تراویح کے دوسرے نماز فرض یا واجب کسی میں لقمہ دینا بھی جائز نہیں لہذا اسکی بابت بوالہسی جواب جلد سرفراز فرمائیے۔

الجواب

امام جب نماز یا قرائت میں غلطی کرے تو اُسے بتانا لقمہ دینا مطلقاً جائز ہے خواہ نماز فرض ہو یا واجب یا تراویح یا نفل اور اُس میں سجدہ ہو کی بھی کچھ حاجت نہیں ہاں اگر بھولا اور تین بار سبحن اللہ کہنے کی دیر تک چپکا کھڑا رہا تو سجدہ ہو آئے گا جس نے لقمہ دینے کے سبب نیت توڑ دی اُس نے محض جهالت برقی اور مبتلائے حرام ہوا کہ بے سبب نیت توڑ دینا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از بنگور ڈاکخانہ گجادر گنج لین مین اشیشن بکسر مسئلہ حاجی عبداللہ خاں ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی نماز امام پڑھاتا ہو اور درمیان میں رک گیا لقمہ دینا چاہیے یا نہیں اور اگر لقمہ دیا گیا تو سجدہ ہو جائز ہے یا نہیں۔ بفرما تو جروا۔

الجواب

امام کو لقمہ دینا ہر نماز میں جائز ہے جمعہ ہو یا کوئی نماز بلکہ اگر اُس نے ایسی غلطی کی جس سے نماز فاسد ہوگی تو لقمہ دینا فرض ہے نہ دے گا اور اُس کی تسبیح نہ ہوگی تو سب کی نماز جاتی رہے گی اور لقمہ دینے سے سجدہ ہو نہیں آتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باب مکروہات الصلوٰۃ

مسئلہ۔ از مکتبہ فوجداری بالاخانہ دوکان ۳۶۷ مسئلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کا دوستوں کے بیچ میں اور مقتدیوں سے تین گراہی جگہ پکڑا ہوا لکھا ہے بفرما تو جروا

الجواب

امام کا دوستوں کے بیچ میں کھڑا ہونا مکروہ ہے رد المحتار میں ہے فی معراج الدراية من باب الامامة الاصح ما روى عن ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انه قال اکروہ للامام ان يقوم بین الساریتین او زاویۃ او ناحية المسجد او الی ساریۃ لانه بخلاف عمل الامۃ اسی طرح امام کا تمام مقتدیوں سے بلند جگہ میں ہونا بھی مکروہ سنن ابی داؤد میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اذا مال الرجل القوم فلا يقوم فی مکان ارفع من مقامہم او نحو ذلک یعنی جب کوئی شخص نمازیوں کی امامت کرے تو اُن کے مقام سے اونچی جگہ میں نہ کھڑا ہو ابو داؤد و ابن حبان و حاکم حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی و هذا الفضا الحاکم فی مستدرک ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی ان يقوم الامام فوق و ینقی الناس خلفہ یعنی حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ امام اونچا کھڑا ہو اور مقتدی نیچے رہیں پھر ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے

ظاہر الروایہ میں اس کراہت بلندی و پستی کو کسی مقدار میں مثلاً ایک ذراع شرعی وغیرہ پر موقوف نہ مانا بلکہ جس قدر سے امام و قوم کا مقام میں امتیاز واقع ہو مطلقاً باعث کراہت جانا اور اسی کو امام ملک العلماء ابو بکر مسعود کا شانی قدس سرہ الربانی نے بدائع میں صحیح اور امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام صاحب فتح القدیر وغیرہ محققین نے ادبہ و ارجح فرمایا اور یہی اطلاق احادیث کا مفاد تو اسی پر فتویٰ اور اسی پر اعتماد و اہتمام و نقایہ و جامع الروایہ وغیرہ میں حکم کراہت کو مطلق رکھا در مختار میں کراہت انفرادی امام علی الدکان للہمی و قدر الارتفاع بذراع و لا باس بما دونہ و قیل ما یقع بہ الامتیاز و هو الاوجه ذکرہ الکمال وغیرہ رواحتار میں قولہ و قیل الخ ہو ظاہر الروایۃ کما فی البدائع قال فی البحر والحاصل ان التصحیح قد اختلف والاولی العمل بظاہر الروایۃ و اطلاق الحدیث اھو کذا رجحہ فی الحلیۃ امام ملک العلماء ابو بکر بدائع میں فرماتے ہیں الصحیح جواب ظاہر الروایۃ لما روی ان حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما قام بالمداثن یصلی بالناس علی دکان فحذ بہ سلمان الفارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثم قال ما الذی اصابک اطال العهد ام نسیت اما سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول لا یقوم الامام علی مکان انشز معا علیہ اصحابہ و فی روایۃ اما علمت ان اصحابک ینکھون ذلک فقال تذکرت حین جذ بتنی منیرہ میں ہے یکوہ ان ینفرد فی مکان اعلیٰ من مکان القوم اذالم یکن بعض القوم معہ نقایہ کے کروات الصلاۃ میں ہے و تخصیص الامام بمکان شرح علامہ شمس الدین محمد میں ہے (تخصیص الامام) ای الفردہ (بمکان) اما بان یکون مقامہ اعلیٰ و اسفل من مکان القوم الخ و یافی تمامہ ہمارے مذہب کے قواعد مقررہ سے ہے کہ عند اختلاف الفتاویٰ ظاہر الروایۃ پر عمل واجب ہے بحر الرائق میں ہے اذا اختلف التصحیح وجب الفحص عن ظاہر الروایۃ والرجوع الیہا اور علما فرماتے ہیں جب روایت و روایت متطابقت ہوں تو عدل کی گنجائش نہیں علامہ حلبی نے غنیہ میں فرمایا لا یعدل عن الدراية ما و افقتها روایۃ یہاں جبکہ یہی ظاہر الروایۃ اور اسی کے مطابق دلیل و روایت تو لا جرم قول یہی ہے کہ ادنیٰ ما بہ الامتیاز بلندی بھی مکروہ ہے ہاں ایسا قلیل تفاوت جس سے امتیاز ظاہر نہ ہو معفو ہے فان فی اعتبارہ حرجا والحرج مدفوع بالنص یہ ہیں اگر پہلی صفہ امام کے ساتھ ہو باقی صفیں نجی تو بھی مذہب اصح میں کچھ حرج نہیں کما قد مناعن المذنبۃ وغیرہ وقال فی الدار المختارہ لم یکرہ لو کان معہ بعض القوم فی الامام اقول و ربما یشیر الیہ ما فی حدیث الحاکم و یشیر الناس خلفہ فافہم اور شک نہیں کہ تین گروہ بلندی قطعاً ممتاز و باعث امتیاز ہے کہ ہر شخص بنگاہ اولیں فوراً تفاوت بین جان لے گا تو مذہب ہمتہ پر اس کی کراہت میں شبہ نہیں بلکہ علی تصریح فرماتے ہیں کہ امام کے لیے تخصیص مکان کی کراہت میں یہ صورت بھی داخل کہ مثلاً وہ مکان مسقف میں ہو اور مقتدی صحن میں شرح نقایہ میں بعد عبارت مذکورہ ہے و اما بان یکون فی صفۃ و ہم فی وسط الدار مثلاً کما فی الجواہر و اما بان یقوموا فی المسجد و الامام فی طاق یقتضی المحاب یہاں تک کہ امام کے مقتدیوں سے تقدم کو فرماتے ہیں یہ بھی تخصیص مکانی ہے اگر شریعت مطہرہ میں اس کا حکم نہ آتا مکروہ ہوتا علامہ رخصدی نے شرح نقایہ میں فرمایا یدخل فی تخصیص الامام بمکان قیامہ فی الطاق ای المحاب بحيث یکون قدما فیہ و التقدیم علی القوم وان کان تخصیصا لہ بمکان لکنہ مستثنیٰ شرعاً جب اسے فرق کو بھی تخصیص مکانی ٹھہراتے ہیں علامہ کلین واحد اور زمین ہمارے جس میں فی نفسہ اصلاً کوئی فرق و امتیاز نہیں تو مثلاً کسی مکان یا چوڑے کی بلندی اگرچہ دو تین ہی گروہ ہو بدرجہ اولیٰ

تخصیص مکانی باعث کراہت ہوگی کہ یہاں نفس مکان میں تفرق و تفاوت موجود اور دالان و صحن کے فرق میں تو سرے سے درجہ ہی بدل گیا تو یہ سب صورتیں ارشاد امام علام صدر الشریعہ قدس سرہ و تخصیص الامام بمکان میں داخل ہیں جزاء اللہ خیر اجزاء کیا دو لفظوں میں تمام صورت کا احاطہ فرمایا اور بہت نزاعوں کا تصفیہ کر دیا فاللہ رب العالمین پس ثابت ہوا کہ جہاں دالان مسجد کی کرسی صحن مسجد سے بلندی ممتاز رکھتی ہو جیسا کہ اکثر مساجد میں ہے وہاں امام کا دوستوں کے درمیان کھڑا ہونا جیسا کہ عوام ہند میں مشاہد ہے نہ صرف ایک کراہت بلکہ تین کراہتوں کا جامع ہوگا **اولاً** یہی بین الساریتین قیام امام ثانیاً مقتدیوں پر بلندی ممتاز ثالثاً اس کا زیر سقف اور مقتدیوں کا صحن پر ہونا ہکذا ینبغي التحقیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق وھو سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ ۱۵۸۵۸۵

مسئلہ - از شہر کتبہ بریلی مسئلہ محمد ظور محمد صاحب ۱۲ ر شوال ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) بعض شخص نماز میں رکوع کے بعد سجدہ کو جاتے وقت دونوں ہاتھوں سے دونوں پانچوں کو گھٹنوں سے اوپر کو چڑھایا کرتے ہیں یعنی ہر رکعت میں ایسا ہی کرتے ہیں اس کی نسبت کیا حکم ہے (۲) ہاتھوں کی کٹنی کھول کر آستین اوپر کو چڑھا کر نماز پڑھنے میں کس قدر نقصان ہے کس درجہ کی وہ نماز ہوگی زید کا خیال ہے وہ نماز مکروہ ہوئی مگر عمر و کا خیال ہے کہ مکروہ نہیں ہوئی اور عمر و کا سوال ہے کہ اگر مکروہ ہوئی تو صحت کے ساتھ بتلادیا جائے۔

الجواب

(۱) مکروہ ہے (۲) نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی اگر نہ پھیرے گا گناہ گار ہے گا۔ درمختار علیہ وغیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از بریلی مدرسہ منظر اسلام مسئلہ احسان علی مظفر پوری طالب علم بتاریخ ۱۳ ر شوال ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسائل میں کہ (۱) نماز کے اندر اگر ٹوپی گر جائے تو اٹھانا چاہیے یا نہیں (۲) امام قرائت یا رکوع کو کسی مقتدی کے واسطے سے دراز کر سکتا ہے یا نہیں جبکہ مقتدی وضو کر رہا ہو یا مسجد میں آگیا ہو اور یہ امام کو معلوم ہو گیا کہ کوئی شخص ہے کہ عنقریب شریک ہونا چاہتا ہے بایں صورت رکوع میں کچھ دیر کر دے تو جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

(۱) اٹھالینا افضل ہے جبکہ بار بار نہ کرے اور اگر تذلل و انکسار کی نیت سے سر پر بند رہنا چاہے تو نہ اٹھانا افضل درمختار میں ہے سقطت قلنسوتہ فاعادتها افضل الا اذا احتاجت لتکریر او عمل کثیر رد المحتار میں ہے الظاہ ان فضلیتہ اعادتها حیث لم یقصد بتکرار تذلل (۲) اگر خاص کسی شخص کی خاطر اپنے کسی علاقہ خاصہ یا خوشامد کے لیے منظور تو ایک بار تسبیح کی قدر بھی بڑھانے کی ہرگز اجازت نہیں بلکہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یحشی علیہ امور عظیم یعنی اس پر شرک کا اندیشہ ہے کہ نماز میں اتنا عمل اس نے غیر خدا کے لیے کیا اور اگر خاطر خوشامد منظور نہیں بلکہ عمل حسن پر مسلمان کی اعانت (اور یہ اس صورت میں واضح ہے کہ یہ اس آنے والے کو نہ پہچانے یا پہچانے اور اس کا کوئی تعلق خاص اس سے نہ ہونے کوئی غرض اس سے اٹکی ہو) تو رکوع میں دو ایک تسبیح کی قدر بڑھا دینا جائز بلکہ اگر حالت یہ ہے کہ یہ ابھی سر اٹھائے لیتا ہے تو وہ رکوع میں شامل ہونے نہ ہونے میں شک میں پڑ جائے گا تو

بڑھا دینا مطلوب اور جو ابھی نماز میں نہ ملے گا مسجد میں آیا ہے وضو وغیرہ کرے گا یا وضو کرتا رہے اس کے لیے قدرِ خون پر نہ بٹھائے بلکہ اگر بٹھائے مروج نقل حاضرین نماز ہوگا تو سخت ممنوع و ناجائز المسألة دوارة فی الکتاب و بسطها الشامی من صفة الصلوة و ما قلته عطر المنحیق۔

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - یکم ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید نے منع کرنے پر کہ آستین چڑھے ہوئے سے نماز نہ پڑھا کر د آستین اتار لیا کہ وجوب دیا کہ کس کا قول ہے کس حدیث میں ہے اور اس کا راوی کون ہے۔

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے صحیحین کی حدیث ہے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں اور جاہل کو ایسے سوالات نازیبا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از بریلی محلہ ذخیرہ مسئلہ مسعود حسین ۲۹ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر دھوپ کپڑا بدل کر لائے تو اس کو پہن کر عورتوں کو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

بدلا ہوا کپڑا پہننا مرد و عورت سب کو حرام ہے اور اس سے نماز مکروہ تحریمی جوڑا باندھنے کی کراہت مرد کے لیے ضرور ہے حدیث میں صاف نھی الرجل ہے عورت کے بال عورت ہیں پریشان ہوں گے تو انگشت کا خون ہے اور چوٹی کھولنے کا اُسے غسل میں بھی حکم نہ ہوا کہ نماز میں کف شمر گندھی چوٹی میں ہے جب اس میں حرج نہیں جوڑے میں کیا حرج ہے مرد کے لیے منافعت میں حکمت یہ ہے کہ سجدے میں وہ بھی زمین پر گرے اور اس کے ساتھ سجدہ کریں کما فی العرقاة وغیرہا اور عورت ہرگز اس کے مامور نہیں لاجرم امام زین الدین عراقی نے فرمایا ہو مختص بالرجال دون النساء۔ وهو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از موضع مانیوالہ ڈاک خانہ قاسم پور گڈھی ضلع بجنور پرگنہ افضل گروہ مرسلہ کفایت علی ولد حمایت علی ۳ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

حضور کی مسجد میں ایک مرتبہ نماز عشا کی پڑھ رہا تھا سر پر چادر اوڑھے ہوئے تھا وہ چادر بدن پر قائم رہی مگر سر پر اتار کر کندھے پر لٹکی تھی میں نے یہ سنا تو میں نے نہیں تھا آپ کے خلیفہ مولوی امجد علی صاحب نے یہ فرمایا اگر چادر رکوع میں یا کھڑے ہونے سے گر جائے تو ہاتھ سے اشارہ کر کے سر پر رکھ لینی چاہیے اگر نہیں رکھے گا تو نماز مکروہ ہوگی اور بھیتر چادر اوڑھنے کے ٹوپی کے ڈوپٹہ بندھا ہوا تھا جیسا کہ انھوں نے بتایا تھا ویسا خاکسار عمل میں لایا تھا مگر غریب خانہ آنکر جو نمازوں کو دیکھا تو وہ چادر یا رضائی سر کے اوپر سے نہیں اوڑھے بلکہ کاندھے پر اوڑھے ہیں میں نے ان سے کہا کہ چادر نماز پڑھتے ہیں سر پر سے اوڑھنی چاہیے اگر سر پر گر جائے تو ہاتھ سے سر پر رکھ لینی چاہیے ان نے کہا نماز پڑھتے ہیں چادر سر پر رکھے گا نماز نہیں ہوگی اب اس مسئلہ کا خواستگار ہوں تحریر کیجیے۔ بلیڈا تو جودا

الجواب

ابو نعیم نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لا یصلحون عمامہم تحت ردائهم یعنی فی الصلوۃ اللہ تعالیٰ اُس قوم کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا جو نماز میں اپنے علمے اپنی چادر کے نیچے نہیں کرتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از سردلی کلاس ڈاکخانہ کچھا ضلع خنی تال مسئلہ محمد حسین خورد ۱۵ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر سر پر رومال باندھ کر نماز پڑھی جائے تو ہو سکتی ہے یا نہیں اور بغیر ٹوپی کے رومال باندھا جائے تو نماز ہو سکتی ہے یا نہیں۔ بدینوا تو جروا

الجواب

رومال اگر بڑا ہو کہ اتنے بیچ آسکیں جو سر کو چھپالیں تو وہ عمامہ ہی ہو گیا اور چھوٹا رومال جس سے صرف دو ایک بیچ آسکیں پسینا مکرہ ہے اور بغیر ٹوپی کے عمامہ بھی نہ چاہیے نہ کہ رومال حدیث میں ہے فوق ما بیننا وبين المشرکین العمامۃ علی القلائس ہم میں اور مشرکوں میں ایک فرق یہ ہے کہ ہمارے عمامہ ٹوپیوں پر ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از شہر ممباسہ ضلع شرقی افریقہ دوکان حاجی قاسم اینڈ سنز مسئلہ حاجی عبد اللہ حاجی یعقوب ۲۶ رمضان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو جاگتے میں کچھ غفلت ہوئی یا نماز پڑھتے میں کچھ شیطانی خیال آ گیا وہ آنکھوں کے سامنے عورت کی فرج کو دیکھا اور اپنا ذکر سامنے کیا لیکن دخول نہیں کیا ایک منٹ کے بعد اُس خیال کو دور کیا پھر نماز تمام کی اب اُس نے نہ دخول کیا اور نہ ذکر کھڑا ہوا تھا اور نہ منی یا ہڈی نکلی ہے ایک سزا سا یہ خیال اُس کو تھا لیکن پیشاب اُس کو لگا ہے غسل کرنا ہو گا یا نہیں اور اُس کی ناکریسی ہوئی اُس کا خیال ہے کہ مجھ پر غسل نہیں اور نماز میں پڑھتا ہے قرآن مجید پڑھتا ہے اب نماز میں پڑھنا یا قرآن مجید پڑھنا درود شریف درود پڑھنا سب کیسا ہے۔ بدینوا تو جروا

الجواب

جب نہ اُس نے دخول کیا نہ منی نکلی تو غسل واجب نہ ہوا۔ قرآن مجید کی تلاوت کر سکتا ہے اور سوائے قرآن مجید اور اذکار غسل مکمل طہرہ و تسبیح و تہلیل و درود شریف وغیرہ تو حالت جنابت میں بھی پڑھ سکتا ہے اور جبکہ صورت مذکورہ میں مذبی بھی نہ نکلی تو نماز بھی ہوگی بشرطیکہ اس کا پرہیز عضو عورت کی پرہیزہ شرکاء سے ملانہ ہو ورنہ وضو جائز اور نماز نہ ہوئی باقی نماز میں ایسا خیال بہت بد ہے اگرچہ فرض ادا ہو جائے گا نماز سخت مکروہ ہوگی اور اگر پہنکی ایسی ہو جس سے دوسرے کی نظر سے حجاب نہ ہو تو اسی قدر سے نماز جاتی رہے گی جبکہ چار مہنوں کی قدر پر ہنہ کرے مگر چہ وضو نہ جائے گا جبکہ پرہیزہ شرکاء زن سے ملنا نہ ہو یا سب اسی صورت میں ہے کہ وہاں واقعی کوئی عورت موجود ہو ورنہ مجروح خیال سے نہ وضو جائے گا جب تک مذبی نہ نکلے نہ غسل واجب ہو گا جب تک منی نہ نکلے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از جمشید پور ڈاکخانہ خاص ضلع سنگھ بھوم آفس کارکیسے مسئلہ حمید اللہ ۹ رتوال ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ پتلون پہن کر نماز درست ہے یا نہیں جبکہ اس میں نشست و برخاست پوری طور سے ہوتا ہے۔
بینوا توجروا -

الجواب

پتلون پہننا مکروہ ہے اور مکروہ کپڑے سے نماز بھی مکروہ - واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ - گلابند یا بگڑی یا رومال سے پیشانی چھبی ہے تو سجدہ درست ہوگا یا نہیں -

الجواب

سجدہ درست ہے اور نماز مکروہ - واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - مرزا اصغر علی خاں بانس منڈی بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اکثر جماعت میں امام مسجد کے درمیں اور مقتدی باہر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں اس میں کیا حکم ہے - بینوا توجروا

الجواب

امام کا درمیں کھڑا ہونا مکروہ ہے کما فی رد المحتار من معراج الدارایہ عن سیدنا الامام رضی اللہ تعالیٰ عنہ - واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم
مسئلہ - جو ابیں پہن کر پاؤں میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں زید کہتا ہے کہ جبکہ ان کے پنجنے سے ٹخنے بند ہو گئے تو نماز مکروہ ہو گئی۔
بینوا توجروا -

الجواب

زید کا قول غلط ہے موزی پہن کر نماز پڑھنا بہتر ہے - واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - از سرکار پاک پٹن شریف ضلع منٹگری درگاہ اقدس مرسلہ امام علی شاہ صاحب ۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۱ھ

حق حق حق - جناب مولانا السلام علیکم مکلف ہوں کہ اس مسئلہ میں کہہ کیا فرماتے ہیں کسی بزرگ کے آشنا پاک ہیں اسی بزرگ صاحب مزار کے روضہ منورہ کے دروازے کو بند کر کے روضہ کے آگے ہی اگر نماز پڑھ لی جائے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں یہ مسئلہ اخبار دب بکندری میں لکھ دیا جائے تاکہ سب لوگ دیکھ لیں زیادہ نیاز المکلف فقیر محمد امام علی شاہ اولاد بابا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ از درگاہ حضرت جناب بابا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ گنج شکر قطب عالم اغیاث ہند پاک پٹن شریف ضلع منٹگری

الجواب

جناب شاہ صاحب علیکم السلام رحمۃ اللہ وبرکاتہ - صورت مذکورہ میں نماز جائز اور بلا کراہت جائز اور قرب مزار محبوباں کرو گار کے باعث زیادہ ثمر برکات و انوار و مورد رحمت جلیبہ غفار خلاصہ و ذخیرہ و محیط و ہندیہ وغیرہ میں ہے واللہ اعلم ہذا قال محمد اکوہ ان تكون قبلة المسجد الى المخرج والحمام والقبر (الى قوله اعني المحيط) هذا كله اذ المكيين بين المصلى وبين هذه المواضع

حائط اوسترة اما اذا كان لا يكره ويصير الحائط فاصلا سرکار اعظم مدینہ طیبہ صلی اللہ تعالیٰ علی من طیبہا وآلہ وسلم میں روضہ انور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے نمازیوں کی صفیں کی صفیں ہوتی ہیں جن کا سجدہ خاص روضہ انور کی طرف ہوتا ہے مگر نیت استقبال قبلہ کی ہے نہ استقبال روضہ الطہر کی لہذا ہمیشہ علیائے کرام نے اسے جائز رکھا ہاں بلا مجبوری مزار اقدس کو پیٹھ کرنے سے منع فرمایا اگرچہ نماز میں ہونسک متوسط اور اس کی شرح مسلک متقطلا علی قاری میں ہے (لا یستند برالقبر المقدس) ای فی صلاۃ ولا غیرھا الا بضرورة ملحجة الیہ نیز شرح مذکور میں ہے لا تکرہ الصلوۃ خلف الحجرة المشرفة الا اذا قصد التوجه الی قبرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امام اجل قاضی عیاض شرح صحیح مسلم شریف پھر علامہ طیبی شرح مشکوٰۃ المصابیح پھر علامہ علی قاری مرقاۃ المفاتیح نیز علامہ محدث طاہر فتنی مجمع بحار الانوار نیز امام قاضی ناصر الدین بیضاوی پھر امام جلیل علامہ محمود عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری پھر امام احمد محمد خطیب قسطلانی ارشاد الساری شرح بخاری نیز امام ابن حجر کی شرح مشکوٰۃ شریف پھر شیخ محقق محدث دہلوی لمعات التتبع میں فرماتے ہیں وهذا لفظ اکادین من اتخذ مسجدا فی جوار صالح اوصل فی مقبرہ وقصد الاستظهار بروحہ او وصول اثر من آثار عبادتہ الیہ لا للتظیم لہ والتوجہ نحوه فلا حرج علیہ الا ترى ان موقدا اسمعيل عليه الصلاة والسلام في المسجد الحرام عند الحطيم ثم ان ذلك المسجد افضل مكان يقوى المسجد لصلاة یعنی جس نے کسی نیک بندے کے قرب میں مسجد بنائی یا مقبرہ میں نماز پڑھی اور اس کی روح سے استمداد و استعانت کا قصد کیا یا یہ کہ اس کی عبادت کا کوئی اثر اسے پہنچے نہ اس لیے کہ نماز سے اس کی تعظیم کرے یا نماز میں اس کی طرف منہ ہونا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیا دیکھتے نہیں کہ یہنا اسمعيل عليه الصلاة والسلام کا مزار شریف خاص مسجد الحرام میں حطیم کے پاس ہے پھر مسجد ب سے افضل وہ جگہ ہے کہ نمازی نماز کے لیے جس کا قصد کرے، آخرین کے لفظ یہ ہیں خروج بذلک اتخاذ مسجد بجوار نبی او صالح والصلوة عند قبرہ لا لتظیمہ والتوجہ نحوه بل لوصول مدد منه حتی تکمل عبادتہ ببرکۃ مجاورتہ لتلك الروح الطاهرة فلا حرج في ذلك لما ورد ان قبر اسمعيل عليه الصلاة والسلام في الحجر تحت الميزاب وان في الحطيم وبين الحجر الاسود وزمزم قبر سبعين نبيا ولم يذعن الصلاة فيه یعنی کسی نبی یا ولی کے قرب میں مسجد بنانا اور ان کی قبر کے حیم کے پاس نماز پڑھنا ان دونوں سے بلکہ اس لیے کہ ان کی مدد مجھے پہنچے ان کے قرب کی برکت سے میری عبادت کا مل ہو اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ وارد ہوا ہے کہ اسمعيل عليه الصلاة والسلام کا مزار پاک حطیم میں میزاب الرحمة کے نیچے ہے اور حطیم میں اورنگ اسود و زمزم کے درمیان شرف پیروں کی قبریں ہیں علیہم الصلاة والسلام اور وہاں نماز پڑھنے سے کسی نے منع نہ فرمایا شیخ محقق فرماتے ہیں کلام الشارحین متطابق فی ذلك تمام اصحاب شرح اس بارے میں یکہ بان ہیں الحمد للہ کرام کے اس اجماع و اتفاق نے جان دہا بیت پر کیسی قیامت توڑی کہ خاص نماز میں مزارات اولیائے کرام سے استمداد و استعانت کی ضروری اب تو عجیب نہیں کہ حضرات وہابیہ تمام المذہب کو گور پرست کا لقب بخشیں ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم پھر روضہ مبارک کا دروازہ مقدسہ بند کرنے کی بھی ضرورت اس حالت میں ہے کہ قبر انور نمازی کے خاص سامنے ہوا دریاچ میں چھڑی وغیرہ کوئی ستر نہ ہو اور قرب اتنی قریب ہو کہ جب یہ خاشعین کی سی نماز پڑھے تو حالت قیام میں قبر پر نظر پڑے لہذا اگر مزار مبارک ایک کنارے کو ہے یا بیچ میں کوئی ستر ہے اگرچہ آدھ گز اونچی کوئی لکڑی ہی کھڑی کر لی ہو یا مزار مطہر نماز کی جگہ سے اتنی دور ہے کہ نمازی نیچی نظر کرے اپنے سجدہ کی جگہ نظر جمائے تو

مزار شریف تک نگاہ نہ پہنچے تو ان صورتوں میں دروازہ بند کرنے کی بھی حاجت نہیں ہوگی نماز بلا کراہت جائز ہے تا تا خانہ پھر فتاویٰ علیگیریہ میں ہے ان کان بینہ و بین القبر مقدرا ما لو کان فی الصلوۃ ویمر انسان لا یکرہ قہننا ایضا لا یکرہ جامع مغفرت شرح قدوری پھر جامع الرموز شرح نقایہ پھر طحاوی علی مرقی الفلاح ورد المحتار علامہ شامی میں ہے لا فکرہ الصلوۃ الی جہۃ القبر الا اذا کان بین یدینہ بحیث لو صلے صلاۃ الخاشعین وقع بصیۃ علیہ یہ قلب و ہا بیت پر کیسا شاق ہوگا کہ مزار مبارک بلا حائل بے پردہ صرف چار پانچ گز کے فاصلہ سے عین نماز میں نمازی کے سامنے ہے اور نماز بلا کراہت جائز کیا یہ فقہائے کرام کو قبر پرست نہ کہیں گے والعیاذ باللہ رب العالمین یہ سب اُس صورت میں ہے کہ وہ دونیت فاسدہ نہ ہوں یعنی نماز سے تعظیم قبر کا ارادہ یا بجائے کعبہ نماز میں استقبال قبر کا قصد۔ ایسا ہو تو آپ ہی حرام بلکہ معاذ اللہ نیت عبادت قبر ہو تو صریح شرک و کفر مگر اس میں مزار مقدس کی جانب سے حرج نہ آیا بلکہ اس شخص کا فاسد ارادہ یہ فساد لایا اس کی نظر یہ ہے کہ کوئی ناخذ ترس کعبہ معظمہ کے سامنے اس نیت سے نماز پڑھے کہ وہ کعبہ کی طرف نہیں بلکہ وہ خود کعبہ کو سجدہ کرتا ہے یا نماز تعظیم کعبہ کے لیے پڑھتا ہے ایسی نماز بیشک حرام اور نیت عبادت کعبہ ہو تو سلب اسلام مگر اس میں کعبہ معظمہ کا کیا قصور ہے یہ تو اس کی نیت کا فتور ہے ہو ہیں جو مزارات کے حضور ہے اور مزار کریم مستور ہے یا نظر خاشعین سے دُور ہے تو فاسد نیت سے مازور ہے اور تبرک و استوداد کی نیت سے ماجر ہے کہ نماز دنیا کا اجتماع نور علی نور ہے۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتموا حکمہ۔

مسئلہ - از موضع سر نیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲۲ رجب ۱۳۳۱ھ

(۱) وضو، نماز، غسل، جماعت، لباس، نماز جنازہ، کفن، دفن، نکاح وغیرہ میں کتنے کتنے اور کون کون سے فرض ہیں، مستحب، واجب ہیں جس کے ترک سے نماز فاسد، یا مکروہ تہریمی یا تحریمی یا کہ بطور دہرانے کے یا سجدہ سو کے قابل ہو جاتی ہے یا کیا چیز ترک ہو جس سے امام نے دوبارہ جماعت شروع کی اب اور نئے آدمی شامل نہیں ہو سکتے ہیں اور کس ترک کے سبب سے اب نئے آدمی بھی شامل ہو سکتے ہیں اسی طرح غسل، جماعت، لباس، کفن، دفن، نکاح سب کا حال علیحدہ علیحدہ ترتیب وار تحریر فرمایا جائے (۲) زید متبا کو کھانے پینے کی اکثر باندھ کر نماز پڑھتا ہے نماز ہوگی؟ (۳) زید اکثر رزائی، کمل چادر کی گھوکی ڈال کر نماز پڑھتا ہے ہوگی یا نہیں۔ بدینوا تو جبروا۔

الجواب

(۱) اس سوال کا جواب اگر مفصل لکھا جائے تو کم از کم دو ہزار ورق ہوں گے سائل کو چاہیے علم سیکھے یہ باتیں آجائیں گی۔ فرض کے ترک سے نماز فاسد ہوتی ہے اور واجب کے ترک سے مکروہ تحریمی اور سنت موکدہ کا ترک بہت برا ہے اور غیر موکدہ کے ترک سے مکروہ تہریمی اور مستحب کے ترک سے غیر اولیٰ فرض کے ترک میں پھر پڑھنا فرض ہے کہ پہلی نماز اصلاً نہ ہوئی اور اسی صورت میں نئے آدمی شامل ہو سکتے ہیں اور واجب بھول کر چھوٹا تو سجدہ سو کا حکم ہے اور قصداً چھوٹا یا بھول کر چھوٹا تھا مگر سجدہ سو نہ کیا تو عادیہ واجب ہے اور سنت کے ترک میں سنت اور مستحب کے ترک میں مستحب اور ان سب صورتوں میں نئے آدمی شامل نہیں ہو سکتے۔ (۲) ہاں نماز ہو جائے گی مگر بدو آئے تو کراہت ہے (۳) نماز مکروہ ہوگی جب تک ایک پلہ اُس کا دوسرے کندھے پر نہ ڈالا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ازگلتہ دھرم تلائے مردہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۲ رمضان ۱۳۱۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرد کو ریشمیں کپڑا پہن کر نماز کیسی ہے اور جب امام باوصف معلوم ہو جانے حرمت کے
لباس ریشمیں پہن کر امامت کیا کرے تو ساری جماعت کے نماز میں کراہت تحریمی کا وبال امام پر ہوگا یا نہیں۔

الجواب

فی الواقع ریشمیں کپڑا پہن کر نماز مرد کے لیے مکروہ تحریمی ہے کہ اُسے اتار کر پھر پڑھنا واجب کہ ماہوم معلوم من الفقہ فی غیر ما موضع
شرح مقدس غزوہ پھر فتاویٰ انقرویہ میں ہے تکرار الصلوٰۃ فی ثوب الحریر وعلیہ ایضا لانہ محرم علیہ لبسہ فی غیر الصلوٰۃ ففیہا
اولیٰ فان صلی فیہا صحت صلاتہ لان الذمی لا یختص بالصلوٰۃ انتھی قول وقولہ وعلیہ ایضا مبین علی قولہما من
حرمۃ افتراش الحریر والا فہو جائز عند الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ لان المحرم لبسہ لاساۃ وجوب الانتفاع کما
فی رد المحتار وغیرہ نعم تکرار الصلوٰۃ علیہ وان جازا افتراشہ لان الصلوٰۃ لیست موضع التفرع وھذا التکواہۃ تنزیہیۃ
جبکہ اشد حر و جل نے مرد کو ریشمیں کپڑا گھر میں پہننا حرام کیا تو خود اس کے دربار میں اُسے پہن کر حاضر ہونا کس درجہ گستاخی و بے ادبی ہوگا جو
بات گھر بیچ کر تنہائی میں کرتا تو قانون سلطانی میں جرم ہو وہ خود بادشاہ سلطانی میں اُس کے حضور کھڑے ہو کر کرنا کیسی صریح بیباکی اور بادشاہ کا
موجب ناراضی ہوگا والعیاذ باللہ تعالیٰ اور پڑ ظاہر کہ نماز امام کی یہ کراہت نماز مقتدیان کی طرف بھی سرایت کرے گی تو ان سب کی نماز میں خراب و
ناقص ہونے کا یہی شخص باعث ہوا اور معاذ اللہ ارشاد حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی کا مصداق ٹھہرا ہے اے ادب تنہا ز خود راداشت بدو
بکہ آتش در ہنہ آفاق زدو بعینہ ہی حکم ان سب چیزوں کا ہے جن کا پہننا ناجائز ہے جیسے ریشمیں کمر بند یا مغز ٹوپی یا دیکڑا جس پر ریشم یا
چاندی یا سونے کے کام کا کوئی بیل بونا چار انگل سے زیادہ عرض کا بول ہاتھ خواہ پاؤں میں تانبے سونے چاندی پیتل لوہے کے چھلے یا کان
میں بالی یا بند یا سونے خواہ تانبے پیتل لوہے کی انگوٹھی اگرچہ ایک تار کی ہو یا ساڑھے چار ماشے چاندی یا کئی نگ کی انگوٹھی یا کئی انگوٹھیاں
اگرچہ سب مل کر ایک ہی ماشہ کی ہوں کہ یہ سب چیزیں مردوں کو حرام و ناجائز ہیں اور ان سے نماز مکروہ تحریمی اور تانبے پیتل لوہے کے زیور تو
عورتوں کو بھی حرام ہیں انھیں پہن کر ان کی نماز بھی مکروہ تحریمی ان مسائل کی تفصیل ہمارے فتاویٰ میں ہے اشد غزوہ جل مسلمانوں کو ہدایت
فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از براہیوں پچھری منصفی مرسلہ شیخ حامد حسین وکیل ۱۷ جمادی الاخرہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگریزی وضع کے کپڑے پہننا کیسا اہل ان پکڑوں سے نماز ہوتی ہے یا نہیں اور ہوتی ہے تو
بکراہت تحریمی یا تنزیہی یا بلا کسی فساد کے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

انگریزی وضع کے کپڑے پہننا حرام سخت حرام اشد حرام اور انھیں پہن کر نماز مکروہ تحریمی قریب بحرام واجب الاعادہ کہ جائز کپڑے
پہن کر نہ پھیرے تو گنہگار مستحق عذاب والعیاذ باللہ العزیز الغفار سیدی علامہ اسماعیل نابلسی مشرح درر وغرہ پھر علامہ عارف باللہ عبد الغنی

نامیسی قدس سرہما القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں ما فعلہ بعض ارباب الحرف بدمشق لما زینت المبلدۃ بسبب اخذ بلد من الافرنج من لبسہم زی الافرنج فی رؤسہم وسائر بدنہم وجعلہم اساری فی القیود وعرض ذلك فی البلدۃ علی زعمانہ حسن وهو العیاذ باللہ کفر علی الصحیح وخطا عظیم علی القول المرجوح اعاذنا اللہ من الجہل المورود موارد السوء علیگیری میں تاتارخانیہ سے ہے تکرر الصلاۃ مع البرش - واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از ملک ابربرہما چھاؤنی منکینہ مرسلہ حاجی ہادی یارخاں ۶ صفر ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی ہے اُس کے کپڑا بہت ہے لیکن آستینیں چڑھا کر کُنی سے اوپر ناز پڑھتا ہے کچھ کراہت نماز میں آتی ہے یا نہیں اس کا جواب مع حدیث شریف تحریر فرمائیے۔

الجواب

مکروہ ہے نماز پھیرنے کا حکم ہے درمختار میں ہے کرہ سدل ثوبہ وکرہ کفہ ای دفعہ ولول ثواب کشمیر کما و ذیل رد المحتار میں ہے حوا الخیر الرملی ما یقید ان الکراہۃ فیہ تحرمیۃ حدیث صحیح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں امرت ان اسجد علی سبعة اعضاء وان لا آکف شعرا ولا ثوبا رواہ الستۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از میرٹھ مرسلہ مولوی محمد حسین ۲ صفر ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آستین کُنی تک چڑھی ہوئی نماز پڑھنی مکروہ ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

ضرور مکروہ ہے اور سخت و شدید مکروہ ہے صحاح ستہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں امرت ان اسجد علی سبعة اعضاء وان لا آکف شعرا ولا ثوبا صحیحین میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں امرت ان لا آکف الشعر والذیاب تمام متون مذہب میں ہے کرہ کف ثوبہ فتح القدیر وجر الرائین میں ہے یدخل ایضا فی کف الثوب تشمیر مکیہ رد المحتار میں ہے کرہ کف ای دفعہ ولول ثواب کشمیر کما و ذیل رد المحتار میں ہے حوا الخیر الرملی ما یقید ان الکراہۃ فیہ تحرمیۃ غنیہ میں ہے یکرہ ان یکف ثوبہ وھدی فی الصلاۃ بعمل قلیل بان یرفع من بین یدیه او من خلف عند السجود یدخل فیہا وھو مکفوف کما اذا دخل وھو مشموا لکم والذیل علامتین محققین جلیلین شارحین منیہ تحقیق فرماتے ہیں کہ اکثر کلائی کُنی سے آستین چڑھی ہونا ہی کراہت کہ کافی ہے اگرچہ کُنی تک نہ ہو غنیہ میں ہے (و) یکرہ ایضا (ان یرفع کفہ) ای شمر (الی المرفقین) وھذا قید اتفاقی فالہ لو شمر الی ما دون المرفق یکرہ ایضا لانہ کف للثوب وھو منجی عنہ فی الصلاۃ لہذا وھذا اذا شمر خارج الصلوۃ وشرع فی الصلوۃ وھو کذلک اما الوشمۃ فی الصلاۃ تفہید کا نہ عمل کثیر علیہ میں ہے ینبغي ان یکرہ تشمیر ہما الی ما فوق نصف الساعد لصیق

کعت الثوب علی هذا تلامزم ہے کہ آستینیں اُٹا کر نماز میں داخل ہو اگرچہ رکعت جاتی رہے اور اگر آستین چڑھی نماز پڑھے تو اعادہ کی جائے
کما هو حکم کل صلاة ادریت مع الکراهة کما فی الدرود وغیرہ۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - غزہ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید بنی المذہب ہے اور اُس نے کسی وجہ سے نماز دست کش پڑھی تو وہ اُس کی نماز صحیح ہوگئی یا نہیں یا اُس کا اعادہ کرنا چاہیے یا کیا۔

الجواب

نماز ہو جائے گی مگر کبر اہست لتؤک السنة اعادہ چاہیے علی وجه الاستحباب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ازمار ہرہ مطرہ ضلع ایٹہ محلہ کبودان مسئلہ تاج الدین حسین خاں صاحب ۵ جمادی الآخرہ ۱۳۱۰ھ

موسم گرما میں میں ساری بہت نیچی باندھتا ہوں اکثر نماز مولوی صاحبوں کے ہمراہ پڑھی کسی نے اعتراض نہ کیا ایک سید صاحب سے دریافت کیا تو فرمایا جو اونچی دھوتی باندھتے ہیں اُن کو کاجھ کھولنی ضرور ہے کہ ستر پوشی ہو اور تم بہت نیچی باندھتے ہو اس میں ضرور نہیں کہ ستر چھپا رہتا ہے میں نماز بیٹھ کر پڑھتا ہوں کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا اس پر چند آدمیوں نے اعتراض کیا کہ کھول دیا کرو ورنہ نماز میں غفل پڑتا ہے پس اُن محذور کو تکلیف دیتا ہوں حکم شرع بیان فرمائیے اور اگر باندھنا ساری کا داخل پوشاک مشرکین ہو تو میں موقوف کروں کیونکہ میرا اعتقاد آپ کے قول پر ہے بقابلہ آپ کے میں کسی کے قول کو ترجیح نہیں دیتا ہوں بقول مخدوم مینا صاحب قدس سرہ العزیز
ہمہ شہرچہ زخواب نم و خیال ما ہے واکھنم کہ چٹم بدخونکند کبکس نگاہے واز یادہ نیاز

الجواب

مکرمی سلم اللہ تعالیٰ جواب مسئلہ انھیں نفلوں میں ہے جو آپ نے تحریر فرمائے کہ اس محدث کے کو حل فرمائیے واقعی ساری نیچے دھونے کراہت نماز کا موجب ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اموت ان لا اکف شع او لا ثوبا غنیہ شرح منہ میں ہے یکوہ ان کف ثوبہ وهو فی الصلاة یعمل قلیل بان یرفعہ من بین ید یدہ او من خلفہ عند السجود او یدخل فیہا وهو مکفوف کما اذا دخل وهو مشغور الکف والذیل اور ساری یا دھوتی باندھنا جہاں کے شرفا میں اس کا رواج نہ ہو جیسے ہمارے بلاد وہاں شرف کے لیے خود بھی کراہت سے خالی نہیں کما حقتنا کا فی کتاب المحظور من فتاونا اور اگر وہاں کے مسلمان اسے لباس کفار سمجھتے ہوں تو احتراز لوگد ہے حرج پیچھے گھرنے میں ہے ورنہ تہ بند تو عین سنت ہے اور گنوں سے اوپر تک ہونا چاہیے اس سے زیادہ نیچی کردہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
یہ تو آپ کے سوال کا جواب تھا اور ان سب باتوں سے زیادہ ضروری مسئلہ قیام نماز ہے فرض و رتو سنت فجر بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت صرف اُن حالت میں ہے کہ کھڑے ہونے پر اصلا قدرت نہ ہو نہ دیوار کی ٹیکہ نہ کسی آدمی یا گڑھی کے سہارے سے اور محض بھی ایسا ہو کہ ایک بار اللہ اکبر کہنے کی دیر تک بھی کھڑا نہ ہو سکے اگر اتنی ہی دیر قیام کی طاقت ہو اگرچہ کسی سہارے سے تو فرض ہے کہ بغیر تحریر کھڑے ہو کر کئے پھر طاقت نہ رہے تو بیٹھ جائے آج کل اکثر لوگ اس کا خلاف کرتے ہیں ذرا تکلیف ہوئی اور نماز بیٹھ کر پڑھ لی اور سید سے کھڑے ہو کر گھر کو راہی ہوئے یوں نماز میں

قطعاً باطل ہوتی ہیں بلکہ جتنی دیر جس قدر اور جس طرح کھڑے ہونے کی قدرت ہو اتنا قیام ہر رکعت میں فرض ہے یہ مسئلہ خوب یاد رکھنے کا ہے وقد بینا فی فتاونا وبالله التوفیق ثم السلام -

مسئلہ - ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وقت نماز اپنی جوتیاں سجدہ کے رو برو رکھ کر نماز ادا کرے تو نماز میں کیا شرعاً کراہت آتی ہے اور دہنے یا بائیں طرف رکھنے سے کیا نفع نقصان ہے اگر سجدہ کے برابر رکھ کر کپڑے وغیرہ سے چھپا دی جائیں تو علیحدہ ہونے کے مرتبہ میں ہوئی یا نہیں اور کس حدیث سے جوتیوں کو سجدہ کے رو برو رکھنا منع آیا ہے اور ایسے وقت میں نزول رحمت کا بند ہونا کیوں ہے معمولی جوتیاں جو ہر شخص پہنے پھرتے ہیں پہنے ہوئے مسجد میں چلائے اور پہنے ہوئے نماز ادا کرے جائز ہے یا نہیں کن بزرگان دین نے ایسا فعل کیا تھا - بینوا تو جروا -

الجواب

سنن ابی داؤد میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا صلی احدکم فلا یضع نعلیه عن یمینہ ولا عن یسارہ فتكون عن یمین غیرہ الا ان لا یكون احد ولیضع ہما بین وجلیہ جب تم میں کوئی نماز پڑھے تو جوتی اپنے دہنے طرف نہ رکھے نہ اپنے بائیں طرف رکھے کہ دوسرا جو اس کے بائیں ہاتھ کو ہے اُس کے دہنی طرف ہوں گی ہاں اگر بائیں طرف کو کوئی نہ ہو تو بائیں جانب رکھے ورنہ اپنے پاؤں کے بیچ میں رکھے رواہ الحاکم ایضاً والبیہقی دوسری روایت میں اس مانعت کے لیے یوں حدیث آئی فلا یؤخذ بها احداً کسی کو ایذا نہ ہو رواہ الثلثۃ المذکورون وابن حبان عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک حدیث میں اس ایذا کی یوں تصریح آئی لا نضع ہما عن یمینک ولا عن یسارک فتؤذی الملتکۃ والناس دہنے ہاتھ کو رکھے گا تو ملائکہ کو ایذا ہوگی بائیں کو رکھے گا تو جو لوگ بائیں طرف ہیں انہیں ایذا ہوگی رواہ الخطیب عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علمائے اس ایذا کی وجہ فرمائی یعنی وہی نوع اہانتہ لہ جس کی طرف جوتا رکھا جائے اُس کی ایک طرح کی اہانت ہوتی ہے قالہ الطیبی ونقلہ فی المرقاۃ اعلیٰ درجہ کی حدیث صحیح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا کان احدکم یصلی فلا یصیب قبل وجہہ فان اللہ تعالیٰ قبل وجہہ اذا صلی جب تم میں کوئی نماز میں ہو تو سامنے کو نہ تمھو کے کہ نمازی کے سامنے اللہ عزوجل کا فضل و جلال و رحمت و عظمت ہوتے ہیں رواہ مالک فی الموطا عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ومن طریقہ الشیخان فی الصحیحین اللہ دین اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں یجب علی المصلی اکرام قبلتہ بما یکرم بہ من یناجیہ من المخلوقین عند استقبالہم بوجہ یعنی نمازی پر واجب ہے کہ معظمت کے سامنے کھڑے ہونے میں جس بات میں ان کی تعظیم جانتا ہے وہی ادب اپنی اپنی جانب قبلہ میں ملحوظ رکھے کہ اللہ عزوجل سب سے زیادہ احق بالتعظیم ہے ذکرہ ابن بطلال ونقلہ فی ارشاد السادی ان احادیث میں دہنے بائیں کا حکم صاف مصرح ہے اور سامنے کا حکم اُس حدیث صحیح کہ دلالت النض اور اسی ارشاد علی کے عموم اور نیز اس قاعدہ سلمہ مرحیہ عقلیہ شرعیہ سے معلوم کہ توہین تعظیم کا مدار عرف و عادت الناس و بلاد پر ہے وقد حققہ المولی علامۃ خاتمۃ المحققین سیدنا والوالد قدس سرہ الماحد فی اصول الرشاد اور شک نہیں کہ اب عرف عام تمام بلاد میں ہے کہ دربار شاہی میں بحضور سلطانی بائیں کرنے کھڑا ہوا اور جوتا سامنے رکھے بے ادب لگتا جائے گا فقیر نے بحیث خود

دیکھا ہے کہ کعبہ معظمہ پر پھو بار برسی تھی میزاب رحمت سے بوندیں ٹپک رہی تھیں مسلمان حاضر تھے اُن بوندوں کو لیتے اور چشم و دل سے ملتے ان میں کوئی ہندی شخص جو تاہاتھ میں لیے کھڑا تھا ترکی خادم دوڑا اور اُس کی گردن دبا دی متاجی ربك و فلاك بيدك جوتیاں ہاتھ میں لیے ہوئے اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتا ہے بلکہ سنن ابن ماجہ میں حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں یوں ہے فاجعلہما بین رجلین ولا تجعلہما عن یمینک ولا عن یسارک ولا عن ورائک فتوزی من خلفک یعنی جوتے اپنے پیچھے بھی نہ رکھ کہ جو پیچھے ہے اُس کے آگے ہوں گے اُسے ایذا ہوگی انجاء الحاجہ میں لکھا ہے اذا وضعہما وراءک یكونان قد امد من کان فی الصف الموحود رحمة اللہ تعالیٰ تنزل علیہم فیکون هذا الفعل اساءة ولہذا المکرہ دین نے تصریح فرمائی کہ استعمالی جوتیاں اپنے ہوئے مسجد میں جانا بے ادبی و مکروہ ہے امام برہان الدین صاحب ہدایہ کتاب التنجیس والمزید پھر علامہ برجہ الرائی میں فرماتے ہیں قد قیل دخول المسجد متعلا من سوء الادب رد المحتار میں عمدۃ المفتی سے ہے دخول المسجد متعلا من سوء الادب فتاویٰ سراجیہ و فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے دخول المسجد متعلا مکروہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ دو جوڑے رکھتے تھے استعمالی جوتا پہن کر دروازہ مسجد تک تشریف لاتے پھر دوسرا جوڑا پہن کر مسجد میں جاتے ذکرۃ ایضاً فی البحر عن التنجیس و اذا لامودار علی العرف فالحکم الحظر الآن مع ثبوته عن سید المتادین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وذلك کترك الکلاب تدور فی المسجد ووضع السیر وادخال البعیر وضوب الخیمة لرضی وغیرہم فیہ ولنا دسالة فی الباب سیمنا ہا جلال الاجال لتوقیف حکم الصلاة فی النعال واخری نفیسة حافلة فیما تصان عنه المساجد ہاں اگر بائیں جانب یا پیچھے رکھنے میں چوری کا خوف ہو اور یہاں جوتی پاؤں کے نیچ میں جو فرج نمازیں ہوتا ہے یعنی چار انگلی اس قدر میں آنے کے قابل نہیں ہوتے تو کپڑے سے چھپانا کافی ہے ہذا کلمہ ملاحظہ لی تفقہا و جا قورت ظہران لاوس و دلبقیۃ حدیث الخطیب المذکور وان سلّم ان سلّم من الضعف لان الاحکام ہمہنا بالعرف۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔۔۔ ۳۴۔۔۔ رجب الآخر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اخفاء رحمہم کرے اللہ آپ لوگوں پر اور برکت دے علم میں کہ فیض پہنچاتے رہیں علم سے اپنے خلائق کو اس قول میں کہ دردی جو کہ سپاہی پولیس کے پہنتے ہیں اور دعوتی جو کہ کفار پہنتے ہیں اُس کو پہن کر نماز مکروہ ہے یا کہ مکروہ تحریمی حکم حسیت۔

الجواب

وہ دردی پہن کر نماز مکروہ ہے خصوصاً جبکہ سجدہ بردہ جسٹون سے مانع ہو فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے او الحیا ط اذا استوجز علی خیاطۃ شئ من ذی الفساق و یعطی لہ فی ذلک کثیر اجراً لا یستحب لہ ان یعمل لانه اعانة علی المعصیۃ اور دعوتی باندھنا بھی مکروہ ہے کہ اگر لباس ہنود وغیرہ نہ ہو تو کپڑے کا پیچھے گھرنا ہی نماز کو مکروہ کرنے کے لیے بس ہے لہذا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن کف ثوب او شع ہاں پیچھے نہ گھریں تو وہ دعوتی نہیں مگر ہے اور اس میں کچھ کراہت نہیں بلکہ سنت ہے واللہ صحتہ تعالیٰ علم

مسئلہ۔۔۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عینک لگا کر نماز پڑھا تا ہے تو مقتدیوں کی نمازیں کچھ قصور تو نہیں۔ بدینوا تو جروا۔

الجواب

اگر عینک کا حلقہ یا قیاس چاندی یا سونے کی ہیں تو ایسی عینک ناجائز ہے اور نماز اُس کی اور مقتدیوں سب کی سخت مکروہ ہوتی ہے ورنہ تائبے یا اور دھات کی ہیں تو بہتر یہ کہ نماز پڑھتے میں آثار لے ورنہ یہ خلاف اولیٰ اور کراہت سے خالی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے در و محراب میں نماز پڑھنا و پڑھانا جائز ہے یا نہیں اور اگر آگے در کے چوڑے یا لکڑی کی مثل چوکی کے بنا کر اُس پر نماز پڑھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم در کے باہر نماز پڑھتے ہیں اور بعض در ایسے ہیں کہ کچھ دروازہ اُن کا عمارت میں نکال دیا گیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ دریچ کا آگے کو ان دونوں دروں سے نکال دیا گیا ہے تب ان صورتوں میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اصل حکم یہ ہے کہ تنہا ایک شخص کہ نام ہے مقتدی بلکہ اپنی نماز جدا پڑھ رہا ہے اُسے در میں کھڑے ہو کر اپنی نماز پڑھنے میں حرج نہیں ہے اور مقتدی کو در میں کھڑا ہونا ممنوع ہے مگر بضرورت کہ جگہ نہیں ہے یا مثلاً مینہ برس رہا ہے صحیح حدیث میں ہے کہنا تنقی هذا علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ہے کہما بینا فی فتاویٰ ہما یہ حکم منفرد مقتدی کے لیے تھا رہا امام اُس کے لیے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ در میں کھڑے ہونا مکروہ ہے تا تا خانہ و در المختار میں امام سے ہے افی اکوہ الامام ان یقوم بین السادیتین اور اُس کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ خلاف عمل امت ہے کما فی المعراج وغیرہ اور دوسرے یہ کہ امام مقتدی کا درجہ بدل گیا اگر امام ایک درجہ میں تھا ہے اور مقتدی دوسرے درجہ میں ہے تو یہ مکروہ ہے کما فی الفہستانی فی شروح النقایہ در کا اس پاس کے دروں سے آگے نکلا ہونا اس سے کراہت کا دفع نہیں ہو سکتا البتہ امام در کے باہر کھڑا ہو اور سجدہ در کے اندر کرے تو وہ کراہت جاتی رہے گی کہ اب امام مقتدی ایک ہی درجہ میں ہیں لان العبرة بالقدم کما فی الفہستانی وغیرہ مگر اب غالب ساجد میں ایک اور کراہت پیش آئے گی یہ ہے کہ اگلے درجے کی کرسی صحن سے بلند ہوتی ہے تو کھڑا ہوا نیچے اور سجدہ بلند یا پر کیا یہ بلند کی اگر دو خشت بخارا یعنی ۱۲ انچ یعنی پاؤں کی قدر ہوئی جب تو نماز ہی نہ ہوگی کما فی الفہستانی فی الدال المختار اور اگر اس سے کم ہوئی جب بھی کراہت کا خالی نہیں لہذا اس کا علاج یہ ہے کہ در کی کرسی اس قدر جس میں امام سجدہ کر سکے زمین کاٹ کر صحن کی برابر کر دی جائے اب امام در کے باہر کھڑا ہو اور اُس کئی ہوئی زمین میں سجدہ کرے سب کما ہتیں جاتی رہیں اور وہ جو چوکی رکھ دیتے ہیں یا لکڑی وغیرہ کا چوڑے بنا دیتے ہیں اس سے اگرچہ دو کراہتیں جاتی رہیں کہ اب امام در میں ہے نہ اُس کا سجدہ پاؤں کی جگہ سے بلند ہے مگر تیسری کراہت اور عارض ہوئی کہ امام کو مقتدیوں سے بلند جگہ پر امتیاز کھڑا ہونا بھی مکروہ ہے کما فی الدال المختار و ہوالا صم المختار اور مشابہت یہود ہے اور حدیث میں فرمایا لا تشبہوا بالیہود وقد قالوا انھم یقیمون امامہم علی دکان ممتازا عن خلفہ تو چارہ کار وہی ہے جو اوپر بتایا گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تيجان الصّواب

في قيام الامام في المحراب

۲۰ — ۵ — ۱۳

مسئلہ - از جبل پور قریب مسجد کو توالی مرسلہ مولانا مولوی شاہ محمد عبدالسلام صاحب قادری برکاتی ۶ جمادی الاخرہ ۱۳۲۲ھ
اما بعد ما یقول سیدنا وسندنا ومولنا ومرشدنا والذخیر لیلونا وعذنا ودوسیلتنا ویرکتنا فی الدنیا والدین ائمة
من آیات اللہ رب العلمین نعمۃ اللہ علی المسلمین اعلم العلماء المتبحرین افضل الفضلاء المتصدرین تاج المحققین
صراج المدققین مالک ازمة الفتاوی والمفتیین ذوالمقامات الفاخرة والکمالات الزاهرة الباهرة صاحب الحجة
القاهرة مجدد المائة الحاضرة العلامة الاجل الایجل حلال عقدة مالا ینحل بحی العلوم کاشف السرا لمکتوم
صدر الشریعة شی السنة المحدث الفقیہ العدیم النظیر
التحریر لزاللت لوا مع افکاره توضیح غوامض مشکلا

وانوار اساره
المعضلات فی هذا المرام **سوال اول** امام راتب اگر محراب یا گزاشتہ در مسجد یا در صحن باز اسے وسط قیام
نماید آیا اس ترک مقام معین و مقام در غیر محراب مکروہ باشد یا نہ بر تقدیر اول ایچہ در کتاب مستطاب رد المحتار در باب الامامة مذکور است والظاهر
ان هذا فی الامام الواتب لجماعة كثيرة لئلا یلزم عدم قیامه فی الوسط فلو لم یلزم ذلك لایکروہ فما المراد منه وبر تقدیر ثانی ایچہ
در ہما کتاب در مکروہات الصلوة مسطور است ومقتضاہ ان الامام لو ترک المحراب وقام فی غیرہ بیکروہ ولو کان قیامہ وسط الصف
لانہ خلاف عمل الامامة وهو ظاہر فی الامام الواتب دون غیرہ والمنہ دالخ فما المستفاد عنہ از عبارات اولی مفهوم می شود کہ
ترک محراب سبب کراہت نیست بلکہ لزوم عدم قیام فی الوسط باعث کراہت است پس اگر امام راتب ہم ترک محراب نمودہ در غیر محراب بمجازات
وسط صف قیام نماید در مسجد یا در صحن مسجد با جماعت قلیل کہ از عدم محافات وسط صف لازم نیاید مکروہ نباشد و از عبارات اخری استفادی شود
کہ امام راتب را ترک محراب و قیام در غیر محراب مطلقا اگرچہ باز اسے وسط صف باشد و بہر کجا کہ بود اندرون مسجد یا بیرون مسجد در صحن و غیرہ مکروہ باشد
لانہ خلاف عمل الامامة وظاہر ہما یدل علی التضارب والتنافی بینہما فکیف التطبیق **سوال دوم** قیام امام در محراب بطوریکہ
مصرح فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالی است یعنی قیامہ خارجہ و سجودہ فیہ چہ حکم دارد مباح یا سنت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ در جامع الصغیر
می فرماید عن یعقوب عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی لا بأس ان یکون مقام الامام فی المسجد وسجودہ فی الطاق ویکروہ ان
یقوم فی الطاق اھلکذا فی الہدایۃ ودر کتاب الآثار می نویسند واما نحن فلا نری باسا ان یقوم بحیال الطاق ما لم
یدخل فیہ اذا کان مقامہ خارجا منه وسجودہ فیہ وهو قول ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ فیفہم من هذه العبارات ان

الاذن والوخصۃ فیہ واز اکثر کتب معتدۃ فقہیہ ہم جواز مطلق مفہوم می شود کہ عبارات متون و مشروح معتبرۃ مشیرہ بیکرہ قیام الامام فی الطاق لا بیکرہ سجودہ فی الطاق اذا کان قائما خارج المحراب الخ ملخصا یعنی کنز لا سجودہ فیہ و قد ماہ خارج الخ مختصا و در مختار لا بیکرہ ان قام الامام فی المسجد و مسجد فی الطاق الخ مختصرا قہستانی و غیرہا من العبارات المتقابۃ لہا مشعر بہین معنی خواہند شد از این تصریحات معلوم می شود کہ قیام امام در محراب بطور مذکور واجب و جائز است نہ کہ سنت و مندوب پس از ترک محراب و قیام در غیر آن بی شک کراہت لازم نیاید اما علامہ محقق شامی رحمۃ اللہ علیہ در رد المحتار از معراج الدرایہ و مبسوط نقل می فرماید السنۃ ان يقوم فی المحراب ليعتدل الطرفان ولو قام فی احد جانبي الصف بیکرہ الخ ایضا السنۃ ان يقوم الامام ازاء وسط الصف الا ترى ان المحارب ما نصبت الاوسط المساجد و ہی عینہا لمقام الامام ایضا و الاصح ما روی عن ابی حنیفۃ انه قال اکرہ ان يقوم بین الساریتین او فی زاویۃ او فی ناحیۃ المسجد او الی ساریۃ لانہ خلاف عمل الامۃ قال علیہ الصلوۃ والسلام توسطوا الامام الخ و از آثار خانہ می آرند و بیکرہ ان يقوم فی غیر المحراب الا بصیورۃ و نیز می فرماید یفہم من قوله او الی ساریۃ کراہۃ قیام الامام فی غیر المحراب و یؤیدہ قوله قبلہ السنۃ ان يقوم فی المحراب و کذا قوله فی موضع آخر و سنۃ ان يقوم الامام ازاء وسط الصف الی آخر ما هو المنقول و المذکور فیہ کل ذلك يدل علی ان السنۃ للامام ان يقوم فی المحراب و بیکرہ ان يقوم فی غیرہ فمما صورۃ التطبيق بین هذه الاقوال المختلفۃ او التراجع لواحده علی وجه یتبین بہ الصواب و الحكم الصحیح ای امام راتب را قیام در صحن مسجد بجای ذاء محراب در صفت کما هو المتعاد فی دیارنا بنا بر اعتبار فرق مسجد یعنی دشمنی جائز داشتہ شدہ یا وجبہ دیگر فالمستول من الحضرة العلیۃ الجہیۃ السنیۃ الرضویۃ المطہرۃ القدسیۃ ان نستفیض بتحقیق المقام و توضیح المرام بحیث یدکشف بہ المشکل و ینحل بہ المعضل فتطمئن بہ الاوهام - بنیوا توجروا - فقیر حقیر مشہام غلام تراب الاقدام اذل خدام بحضور عالی مقام احقر الطالب محمد عبد السلام سنی حقی قادری جیپوری عفی عنہ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم - محمدہ وفضلہ علی رسولہ الکریم اما بعد برضیہ منیر ہدی تخمیر بولتنا الفاضل الکامل العالم العادل التقی النقی الحنفی الوفی الصفی الذکی الذکی السنی الجلیل الجلیل المولوی الشاہ محمد عبد السلام القادری البرکاتی السنی الحنفی سلمۃ اللہ تعالی بالغزو والاکرام والسلامۃ والسلام وحماۃ الاسلام وجعلناہ دایہ واما السلام آمین آمین یاذا الجلال والاکرام ستر غیبت کہ مسلمہ سلمہ سامی ہر چار سوال اشتمال دارد یکے نفی تنافی از دو عبارات علامہ شامی کہ جائے منبائے کراہت در حق امام عدم توسط صفت را داشتہ است نہ کہ محراب را تا آنکہ اگر میانہ صفت ایستد کراہت نبود اگر چہ ترک محراب گوید و دیگر جانفس ترکش را تا آنکہ اگر در غیر محراب ایستد کراہت باشد گویم نہ صفت باش دوم دفع تنازع از تمضیصات متون و غیرہا کہ قیام بنفس محراب را مکروہ فرمودہ اند و بازائے اداسۃ دن را چنانکہ سجدہ در محراب افتد بہ لفظ لا باس بہ کہ مفید مجود اباحت عادی از فضیلت بلکہ در غالب اطلاق مشعر بکراہت است تعبیر نمودہ و تصریحات مبسوط امام خواہر زادہ و معراج الدرایہ و آثار خانہ و غیرہا کہ قیام امام در محراب سنت است و ترکش موجب کراہت و اساءت سوم آنکہ امام راتب را ترک محراب باو صفت توسط صفت در مسجد یعنی خواہ شوی مکروہ باشد

یا خیر چہ ارم آنکہ امام را بازائے محراب ایستادن چنانکہ سجده درون طاق باشد سنت و وجہ فضیلت است یا محض مباح دو سوال پیشین متشابہ و متماثل است عبارت اول شامی کہ ترک محراب را وجہ ایراث کراہت نداشت بانصوح متون موافق می آید کہ قیام بازائے محراب را لباس بہ گفتند پیدا است کہ ترک مباح کراہت ندارد و عبارت دومش باقوال مبسوط و مامعہ مشایعت نماید کہ قیام فی المحراب چوں مسنون است نفس ترکش ہر آئینہ مکروہ و زہون است و سوال سوم نیز از ہمیں مناشی ناشی آمدہ کہ اونیز از کراہت و عدم کراہت ترک محراب مستحسن می راند و اگر نیکو بنگرد سوال چہ ارم نیز از ہمیں گریبان سر برزدہ زیرا کہ چوں بتصریحات المذہب قیام و نفس طاق مکروہ است لاجرم آنجا کہ حکم فضیلت یا سلب کراہت کنند مراد نباشد مگر قیام بازائے او قریباً پس سوال از دوشن فضیلت و اباحت محض راجع شود بخالف مافی المتون و المبسوط پس گریہ کہ این جا باید کشود ہمیں است کہ معنی قیام فی المحراب و حکمش در حق امام از کراہت و اباحت و استحباب چیست و ہر چہ منفع شود در کلمات کرام این چہ تنافی است فقیر گوید یعنف اللہ لہ اما دفع تدافع میان حکم سنت و تعمیر لباس بہ بنظر ظاہر خود آسان است کہ لباس گاہے برائے دفع توہم لباس آید گو آنکار خود سنت بلکہ واجب باش قال اللہ تعالیٰ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بہما عروہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خارش حضرت ام المومنین مجوبہ حبوب رب السلمین عائشہ صدیقہ نبیہ الصدیقہ صلی اللہ تعالیٰ علیہا و آلہا و سلم و ابیہا و علیہا وسلم را ازین آیت پرسید و گفت فواللہ ما علی احد جناح ان لا یطوف بالصفا والمروۃ ام المومنین فرمود ببس ما قلت یا ابن اخی ان ہذہ لو کانت کما اولتہا علیہ کانت لا جناح علیہ ان لا یطوف بہما ولكنہا انزلت فی الانصار کا نوا قبل ان یسلموا یحلون لمناء الطاغیۃ انتی کا نوا یعبد و فہما عند الممثل فکان من اجل یتخرج ان یطوف بالصفا والمروۃ فلما اسئلوا سئلوا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن ذلک قالوا یا رسول اللہ انا کنا نخرج ان نطوف بین الصفا والمروۃ فانزل اللہ تعالیٰ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ الایہ وقد سن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الطواف بینہما فلیس لایحد ان یتروک الطواف بینہما نظر کردنی است ام المومنین چہاں نفی حرج وارد دفع توہم حرج مرزد آمدہ ہمہ لیکرم دلیل ماطعہ کرد کہ اگر چنان بودے لاجناح علیہ ان لا یطوف بودے نہ ان یطوف یعنی منافی و وجوب نفی حرج از ترک است نہ از نفل کہ او خود لازم و وجوب است زیرا کہ واجب را در ترک حرج باشد و ثبوت حرج دران مستلزم انتفاء آں از نفل است و اثبات لازم منافی ثبوت لازم نباشد بلکہ موکد و مقرر آن است یعنی شریف بالطف و انحصار لفظاً و فرمود و لہذا چون عروہ این حکایت پیش ابو بکر بن عبد الرحمن بن حارثہ زہری ہشام برد ابو بکر گفت ان ہذا العلم و آیت بالیسب و دیگر از اہل علم آورد کہ لہذا ذکر اللہ تعالیٰ الطواف بالبیت ولم ینذکر الصفا والمروۃ فی القرآن قالوا یا رسول اللہ کنا نطوف بالصفا والمروۃ وان اللہ تعالیٰ انزل الطواف بالبیت فلم ینذکر الصفا فہل علینا من یمخرج ان نطوف بالصفا والمروۃ فانزل اللہ تعالیٰ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ الایہ قال ابو بکر فاسمع ہذا الایۃ انزلت فی الغر یقیم الخ رواہ الشیخان امی دیگر نیز از ہماں وادی است کما لا یخفی در رد المحتار باب ما یکرہ فی الصلاۃ قبیل احکام المسجد است قد یقال ان لا یاس ہنا لدفع ما یتوہمان علیہ یا سائیز در اوائل ادراک الغریضہ گوید لیس کلمۃ لا یاس ہنا بخلاف الاولی لان ذلک غیر مطرد فیہا بل قد تاتی بمعنی یجب ہم در باب العیدین فرمود کلہ لا یاس قد تہت فی المندوب کما فی البحر من الجہات و الجہاد ومنہ ہذا الموضع اینجا نیز از نزد قیام فی الطاق را مکروہ فرمودہ بود نہ توہم می شود کہ شاید ایرچاں قیام کہ سجده و طاق افتد نیز مکروہ باشد دفع این التباس را لباس آوردند اما نفی تنافی از کلام شامی فاقول بخیر

سامی علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ در ہر دو باب کلام امام امام الکلام و کلمات علمائے کرام از مبسوط و درایہ و تاتار خانیہ آوردہ متفقین و النود کہ قضیہ این سخن کراہت ترک محراب است مر امام را مطلقاً اگر چه زیادہ صفت ایستہ این اطلاق را بنظر او دو تخصیص پور یکے مستفاد از حکم منصوص و آن تخصیص امام غیر راتب است اسے در مسجد محلہ زیر کہ فرق احکام راتب و غیر او ہما نجاست اما مساجد القوارع و الجوامع العامۃ و امثالہا فلا راتب لہا و ان کان بلا فضل لہ علی غیرہ بل اکل فیہا سواء و لن اکانت کل جماعۃ فیہا جماعۃ اولی و کان الافضل فی کل جماعۃ ان تقام باذان و اقامۃ جدیدین کما نص علیہ فی الخانیۃ و غیرہا و بیناۃ فی فتا و لنا علم تصریح فرمودہ اند کہ بعد امام راتب یعنی بعد جماعت اولی در مسجد محلہ امام دیگر را باید کہ از محراب عدول نماید **اقول** و لعل ذلک ابانۃ لشرف الاولی و تنبیہا علی ان من تاخروا عن اشرف المقامات و ایضا قد تأدی عن المسجد فلا یکرم فی صلاۃ مرتین لحدیث لا یصلی بعد صلاۃ مثلہا رواہ ابن ابی شیبۃ عن امیر المؤمنین الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ من قوله و ظاہر کلام الامام محمد انہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال المحقق علی الاطلاق فی الفتح و محمد اعلم بذلک من اء و قد حملہ علی الجماعۃ الثانیۃ الامامان الجلیلان فخر الاسلام و فخر الدین قاضی خان قال فی البحر فالحاصل ان تکرار الصلاۃ ان کان مع الجماعۃ فی المسجد علی ہیئۃ الاولی فمکروہ الخ و فی رد المحتار عن الغنیۃ عن البزازیۃ عن ابی یوسف اذ المکن علی ہیئۃ الاولی لا تکرہ و لا تکرہ قال و هو الصحیح و بالعدول عن المحراب تختلف ہیئۃ و فیہ عن التتار خانیۃ عن الولوالجیۃ وہ ناخذہ این تخصیص چون مبنی بر تخصیص بود ہر دو مجاہد را بیان نمود و در مکروہ ہا ہر خود سخن در آن نفرد بلکہ در آخرش بجلد فاغتفر ہذا الفائدة لب کثرت دوم آنکہ از حکمت و علتش استنباط خواست و تحقیقش علی ما قول چنانست کہ معبود متوارث الزمان برکت تو امان حضور سید الانس و الجنان و علی آلہ افضل الصلوۃ والسلام قیام امام در محراب است فاما ظاہر این سنت بقصد لعینہا نیست بلکہ لغیرہا و اصل سنت توسط امام در صفت است لحکم بالغۃ سیأتیک بیان بعضها انشاء اللہ تعالیٰ و لهذا جائیکہ قیام در محراب با توسط صفت بر طرقت اقتدا یعنی جمع میان ہر دو توان کرد آنجا توسط صفت اختیار کنند و قیام محراب را ترک دہند مثلاً چون مسجد صغیری در جنب شتوی باشد و مردمان بکثرت گرد آمدند کہ ہر دو مسجد بصدیق جملۃ یکے شد آن گاہ را امام را حکم است کہ محراب گزارشہ بکنار دیوار ایستہ تا میانہ صفہا باشد فی رد المحتار عن معراج الدرایۃ عن مبسوط الامام بکہ خواہر زادہ السنۃ ان يقوم فی المحراب ليعتدل الطرفان و لو قام فی احد جانبي الصفت یکرہ و لو کان المسجد الصغیر یجب الشتوی و امتلاً المسجد يقوم الامام فی جانب الحائط لیستوی القوم من جانبہ و الاصح ما روى عن ابی حلیفۃ الی قوله قال علیہ الصلاۃ والسلام توسط الامام پس این استدلال بحدیث و آن فرع نفیس خاصہ بعد آن مقال کہ السنۃ ان يقوم فی المحراب و تعلیلش بآن کہ ليعتدل الطرفان و تعقیبش بقول او و لو قام فی احد جانبي الصفت یکرہ این ہمہ ہا دلیل روشن است بر آنکہ اصل مقصود توسط امام است نہ نفس قیام فی المحراب آرسے غالب آنست کہ محراب بمقام تقادل طرفین است چوں صفت کامل باشد خود ظاہر است و آن گاہ بزرگ محراب ترک سنت مقصودہ بالفعل نقد وقت است ورنہ در عاتق مساجد استکمال صفت پس آیند گاہ موجود متوقع می باشد یا زیادتش بہیکہ توسط موجود از ہم باشد پس ترک محراب فرض بزرگ سنت و مخالفت عمل است بود و احکام فقہیہ بر امور غالبہ السحاب و باید ازین مخرج

پسینت قیام فی المحراب کردہ اند اما اگر مسجد در جائے خالی بعید از محرم و مورد باشد کہ ہمیں چند کساں در و حاضر اند و آں بقدر زیادت اصل متوقع نیست آنجا اگر امام راتب در گوشہ از مسجد میانہ صفت موجود است ظاہر مخالفت سنت نباشد زیرا کہ سنت قولیہ وسطوا الامام خود ادا شد و سنت فعلیہ متنبی بر ہمیں حکمت بود و این جا از عدم توقع زیادت مذکورہ خود را معرض مخالفت انگذدن لازم نیست و فعل متواتر از زمان اقدس در مسجد است کہ از اشہر و اعظم مساجد بود همچو مسجد خاں را بر آں قیاس نتوان کرد و گراہمت حکم شرعی است بے دلیل شرعی رنگ ثبوت نیا بد پس ظاہر این صورت نادر تر باشد این ست مطمح نظر علامہ شامی و این جملہ مطالب را با وجہ کلام دریں دو لفظ ادا فرمود و الظاہر ان هذا فی الامام الواتب لجماعة کثیرة فمعنی قوله الامام الواتب ای امام الجماعة الاولى دون الثانية و هو فی مسجد المحلة ظاہر و فی غیرہ کل امام لان جمیع جماعاتہ اولی فالکل فی حکم الواتب فی مسجد المحلة و معنی قوله لجماعة کثیرة ای واقعة او متوقعة و کذا ا قوله لثلاثا یلزم ای حالا او مالا ظنا و احتمالا هذا ما يعطيه الفقه في تفسير كلامه و تبیین مواہمہ و الله تعالی اعلم با حکامہ لکن از آنجا کہ برخلاف تخصیص اول آنجا نصی کہ مفید او باشد بدست نبود باستظهار خودش بودن او تصریح نمود و در آخر امر بتأمل فرمود زیرا کہ می تواند کہ شارع علیہ الصلاة والسلام را در نفس قیام امام راتب فی المحراب حکمتی باشد پس جزم حکم نتوان نمود کما هو داب العلاء فی اینجا شہر این را تا فی توان گفت کہ جائے بخصوص و مفاد از انصوص اقتضای در زیدہ و جائے بر رک خود استظهار خصوص و اگر نموده نظر بر این ترک و انظار و اقتضای و استظهار در کلام شرح و تمشیں و خود علامہ شامی بوفور یافتہ می شود فانهم اذا لم یجزموا بما استظهروا لم یثبتوا علی المنصوص و ینقطعون الیہ و ینفقون لذہ اما تحقیق کلام در تفسیر و احکام محراب و قیام **فاقول** و بالله التوفیق و به الاعتصام حضرت عرہ منزہ از صورت جلالت و توالت نعمادہ دریں عالم ہر شی را صورتی دادہ است و ہر صورت را حقیقتی نہادہ شرع مطہر در غالب احکام مطمح نظر حقیقت شی را داشت و صورت را نیز ممل نگذاشت اسے بسا احکام کہ تنہا بر صورت میرود و گاہے مجموع حقیقت و صورت بیأت اجتماعیہ ملحوظ می شود و کل ذلک جلی عند فضلکم لا یخفی علی مثکم پس چنانکہ مسجد را حقیقتی است و آں بقعہ مخصوصہ موقوفہ للصلاة مفرزة فی جمیع الجهات عن حقوق العبادت کہ بیچ بنائے عمارت را در نسخ ماہیتش مدخل نیست فی الخانیہ و فی الہندیۃ عن الذخیرۃ عن الواقعات للامام الصدر الشہید رجل له ساحة لا بناء فیہا امر قوما ان یصلوا فیہا ابدا و امرهم بالصلاة مطلقا و لوی الابد صارت الساحة مسجد الوما ت لا یورث عنہ امر مختصرا در آیہ کریمہ انما یعمر مسجدا لله من امن بالله و کریمہ و لا تباشروہن و انتم عاکفون فی المسجد و حدیث خیر البقاع المساجد و شر البقاع الا سواق رواہ الطبرانی و ابن حبان و الحاکم بسند صحیح عن ابن عمر و معناه مسلم عن ابی ہریرۃ و لا حد و الحاکم عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالی عنہم عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم و حدیث لا صلاة لجار المسجد الا فی المسجد رواہ الدارقطنی عن جابر بن ہریرۃ و فی الباب عن امیر المؤمنین علی و عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالی عنہم کلہم عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم و اکثر اادیث و احکام فقہیہ متعلقہ بمساجد نظر اصلی یا کلی ہمیں حقیقت است و ادرا صورتی است کہ عبارت از بنائے مخصوص بروجہ مخصوص باشد در آیہ کریمہ و لولادفع الله الناس بعضهم ببعض لهدم صوامع و بيع وصلوات و مساجد یدکر فیہا اسم الله کثیرا و کریمہ و السدین اتخذوا مسجدا و اضرا و حدیث ابنو المساجد و اتخذوا حاکما رواہ البیہقی عن انس و ابن ابی شیبہ عنہ و عن ابن عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحديث ما اموت بقتیید المساجد رواہ ابوداود عن ابن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند صحیح عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وکشف وکج مسجد یاب زو غیر امام میں صورت ست
ہمچنان محراب صورتے دارد و آن طاق معین در مدار قبلہ است و تحقیقش کہ این صورت بر آن علم باشد موضع ست از مسجد برائے قیام امام محوط
ہو و محافظ کیے آنکہ در عرض مسجد کہ خط عمود ست بر خطا را از مصلے قبلہ چنانکہ در دیار ما جزواً شمالاً واقع در وسط بود الحدیث و تیطوا اللہام
وسنت والخلل رواہ ابوداود عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وکنت در آن تعدیل
واعتدال در قرب و بعد رجال و سماع قرائت و اطلاع انتقال و سران فیوض برین و شمال از امام ست و دوم آنکہ در جهت قبلہ تاحد تیسر شری و
عادی ہر چہ تا متر اقرب قبلہ باشد الحدیث کان بین مصلے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و بین الجدار و ممر شاة رواہ اللانثہ
احمد و الشیخان عن سہیل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حدیث کا یزال قوم بتأخرون حتی یؤخرہما اللہ عن وجہ رواہ مسلم
و ابوداود و النسائی و ابن ماجہ عن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و حدیث ابن مسعود رضی اللہ
تعالیٰ عنہ لا یصلین احدکم و بینه و بین القبلة فجوة رواہ عبد الرزاق فی مصنفہ دروے توسیع برائے مقتدیاں پس
آینہ گاہ و عدم تفسیق بزرگراں و گزرندگان و عدم تعطیل پارہ از قبلہ مسجد باہمال آن و تفاؤل حسن بقرب رحمت و نزدیکی رحمان ست جل و علا
فان احد کما اذا قام فی صلاتہ فانه یناجی ربہ وان ربہ بینه و بین القبلة کما رواہ الشیخان و غیرہما عن انس رضی اللہ
تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیداست و تعیین این موضع را بطاق معروف بلکہ پہنچ بنا ہرگز نیاز نیست تا آنکہ اگر مسجد
ساتھ سادہ باشد این موضع بتعین و تحدید او خود متعین می شود و در زبان عرب نیز معنی محراب باصورت طاق جفت نیست عرباں ہر گاہان فوج
و صدر مجلس و اشرف مواضع بیت را محراب نامند لکن معانی تنافس فیہ و یتنازع علیہ فرماید الی حرب و قتال و فی الحدیث
اتقوا هذه المذابح یعنی المحارب رواہ الطبرانی فی الکبیر و البیہقی فی السنن عن عبد اللہ بن عمر و بن العاص رضی اللہ
تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال المناوی فی التیسیر ای تجنبوا تحوی صدر و المحارب یعنی التنافس
فیہا و محراب مسجد حسب تصریح المرفعت و تفسیر از ہمیں معنی ما خود ست لکن صدر لا المقام و مقدمہ و اشرف موضع فیہ لکنہ مقام
الامام اوسط قطعۃ علی القبلة لا جرم محراب را بطلق مقام فی المسجد تفسیر کردہ اند در مجمع بحار الانوار است دخل محرابا للہم ہو
الموضع العالی المشرف و صدر المجلس ایضا و منہ محراب المسجد و هو صدرہ و اشرف موضع فیہ و منہ محراب
کان یکرہ المحارب ای لم یکن یحب ان یجلس فی صدر المجلس و یترفع علی الناس در قاموس فرمود المحراب الغرفۃ و صدر
البیت و اکرم مواضعہ و مقام الامام من المسجد و الموضع ینفد بہ الملائک فیتباعہ عن الناس در مختار رازی منتخب صحاح ست
المحارب صدر المجلس و منہ محراب المسجد در صراح ست محارب پیشگاہ برائے مجاہد و منہ محراب المسجد در صباح المنیر
المحارب صدر المجلس و یقال هو اشرف المجالس و هو حیث یجلس الملوك و السادات و العظماء و منہ محراب المصلی
در تاج العروس ست اما محراب نقلہ الہروی فی غریبہ عن الاصمعی و قال الزجاج المحراب از قع بیت فی الدار
و ارفع مکان فی المسجد و قال ابو عبیدۃ المحارب اشرف الاماکن قال ابن الانباری سمي محراب المسجد لانہ اذا امام

فیه و بعده من القوم و فی لسان العرب المحارب صدرا لمجالس ومنه محراب المسجد ومنه محارب عثمان باليمن و محراب
القبلة و محراب المسجد ایضا صدره و اشراف موضع فیه و المحراب اکرم مجالس الملوك عن ابی حنیفة و قال ابو عبیدة المحراب
سید المجالس و مقدما و اشرافها قال و كذلك هو من المساجد اهل ملخصا در معالم التنزیل فرمود المحراب اشراف المجالس و مقدما
و كذلك هو من المسجد در انوار التنزیل است (المحراب) ای الغرفة او المسجد و اشراف مواضعه و مقدما سمي به لانه محل
محاربة الشیطان کا تھا (ای سید تنامویم) وضعت فی اشراف موضع من بیت المقدس در شرح او غایة القاضی است ذکر للمحراب
معانی المشهور منها الاخير و لذ القصة علیه اخیر فی قوله کا تھا الخ در جلائین است (المحراب) الغرفة و هی اشراف المجالس در تفسیر کبری است
المحراب الموضع العالی الشریف و قیل للمحراب اشراف المجالس و ارفعها در کثافت است قیل غرفة و قیل اشراف المجالس و مقدما
این است معظم عبارات الله فن که از همان نفس موضع نشان می دهد از صورت طاق و چپها از نشان دهند که او خود حادث است در مساجد قدیمه
تا سال هشتاد و هشت هجری تا می ازان بود افضل المساجد مسجد الحرام هنوز ازان خالیست و در مسجد اکرم سید عالم صلی الله تعالی علیه و سلم نیز در زمان
اقدس بودن بعد خلفائے راشدین نه بعد امیر معاویه و عبداللہ بن زبیر رضی الله تعالی عنهم اجمعین بلکه ولید بن عبدالملک مروانی در زمان امارت
خود احداث کرده است و اما که حامل برآں غیر زینت اعلام مقام امام بعلانی ظاهره قیمنه باشد که در توسط صفت خاصه بمساجد کبار حاجت نظر
و از مودن نیفتد و شب نیز به روشنی بدرک شود و برآئے مقتدیان سجد امام در طاق فراخی فراخی هم نماید چون کارش مثل مصالح بود و راج گرفت
و زان باز در عامه بلاد اسلام معبود شد پس اطلاق محراب برآں نام معین برآئے معین است اعنی تسمیة الدال باسم المدلول
سید محمودی قدس سره در خلاصه الوفا در فصل هشتم باب چهارم فرماید لیجی عن عبدالمهیمن بن عباس عن ابیه مات عثمان و لیس فی
المسجد شرافات و لا محراب فاول من احداث المحراب و الشرافات عمرو بن عبد العزيز بعد فضل دوم ازان فرمود لکن المسجد محراب
فی عهدہ صلی الله تعالی علیه و سلم و لا فی عهد الخلفاء بعده حتی اتحد عمرو بن عبد العزيز فی عمارة الولید امام عسقلانی
در فتح الباری شرح صحیح بخاری آورد قال الکوفانی من حیث انه صلی الله تعالی علیه و سلم کان یقوم بجانب المنبر ای و لم یکن المسجد
محراب امام عینی در عمدة القاری شرح بخاری فرمود انه صلی الله تعالی علیه و سلم کان یقوم بجانب المنبر لانه لم یکن المسجد محراب علامه
شیخ محقق محدث دہلوی قدس سره العزیز در جذب القلوب شریف فرماید در زمان آن سرور صلی الله تعالی علیه و سلم علامت محراب که الآن در مساجد متعارف
نمود ابتداء آن از اوقات عمر بن عبدالعزیز است در وقتیکه امیر مرزبان بنو از جانب ولید بن عبدالملک اموی او بعد از آن است طول مسجد در زمان ولید
دو بیست ذراع بود و عرض آن یکصد و شخصت و هفت ذراع دوی در کف و نصف عمارت باقصی الفایة کوشید و علامت محراب که الآن در مساجد
متعارف است او ساخت و پیش ازان نبود او مختصرا ازان تقریر نیز مستقیم شد که هیچ مسجد شتوی خواه صیغی تا آنکه بقعه ساده بود و قفلة نیز از محراب
حقیقی نمی نتوان بود و چون است مقام امام متعارف از زمان امام الانام علیه و علی آله افضل الصلاة و السلام پس جائیکه قیام امام فی المحراب را
سنت گفته اند مراد همین است و نه قیام در محراب صوری یا باز آنکه آن که او خود در زمان نبوت بود و جائیکه مراد گفته اند محراب صوری متعارف است و بجای آنکه گفته اند
له تبرکاً صوره الکبری رحم الله تعالی ظن ان وقع فی القفصا لیه قیام فی الطاق انه نبی فی المساجد المحارب من لدن رسول الله صلی الله تعالی علیه و سلم و لم یکن علیه قفلة و نه غل

اوباشد بلیل دلیل و آن اشتباه حال امام است بر قول تشبیه به یهود و شبیه اختلاف مکان بر قول اصح و وجه اطلاق محراب **اقول** و فی تعلیل
الاشتباه نظر و اشتباه فانه لا یحصل غالباً الا اذا زاد طول الصف و هو یحصل بدون القیام فی المحراب بل مع عدم المحراب
و البناء اصلاً و ایضاً ان ارید اطلاع الكل بنظر نفسه فان النظر له حد لا یتجاوز فکما یجوز عند قیام الامام فی المحراب لبعده
ما یجوز ایضاً بدونہ علی بعد اخرون اکثری بالاطلاع و لو بواسطة من معه فی الصلاة فلا معنی للاشتباه بالقیام فی
المحراب ولا شک ان الاخیر هو المعتبر والا لم یکن کل من بعد الصف الاول ید من الاشتباه ولا لمن فی طرفی الاول
علی بعد یبصر النظر الا بالالتفات عن القبلة در رد المحتار است صرح محمد فی الجامع الصغیر بالکراهة و التفضل فاختلف
المشائخ فی سببها فقیل کونه یصیر ممتازاً عنهم فی المكان المحراب فی معنی بیت آخر و ذلك صنیع اهل الکتب و اقصی
علیه فی الهدایة و اختاره الامام السرخسی و قال انه الاوجه و قيل اشتباه حاله علی من فی یمینه و یساره فعلى الاول یکره
مطلقاً و علی الثانی لا یکره عند عدم الاشتباه و اید الثانی فی الفتح بان امتیاز الامام فی المكان مطلوب و تقدّمه واجب و
غایة التقاط الملتزمین فی ذلك و ارتضاة فی الحلیة و ایدہ لکن نازعه فی الجواب مقتضی ظاهر الروایة الکراهة مطلقاً و بان
امتیاز الامام المطلوب حاصل بتقدّمه بلا وقوف فی مکان آخر و لهذا قال فی الولوالجیة و غیرها اذا لم یضق المسجد بمن
خلف الامام لا ینبغی له ذلك لانه یشبه تباین مکانین اھ یعنی و حقیقة اختلاف المكان تمنع الجواز فتشبهة الاختلاف
توجب الکراهة و المحراب وان کان من المسجد فصورتہ و هیأتہ اقضت شبهة الاختلاف اھ ملخصاً قلت ای لان المحراب
انما نبی علامة لمحل قیام الامام لیکون قیامہ وسط الصف کما هو السنة لا لان یقوم فی داخله فهو وان کان من بقاع المسجد
لکن اشبه مکاناً آخر فاوثر الکراهة و لا یخفی حسن هذا الکلام فافهم لکن تقدم ان التشبیه انما یکره فی المذموم و فیما قصد
به التشبیه لامطلقاً و لعل هذا من المذموم تأمل اھ کلام الشامی **اقول** ولا محل للترجی بعد ما افادنا قلائع الولوالجیة
و غیرها انه یشبه تباین مکانین و حقیقتہ نقصد غشیة تکرر بل لوعده هذا دلیل براسه لکنی و شفی کما لا یخفی بدست
که این شبه و تشبیه و اشتباه همه با هم در محراب صوری است نه حقیقی اما قیام بمحاذات محراب صوری آنچنان که سجده در طاق افتد پس فی نفسه کراهتہ
دارد و بعد از الوجوه المذکورة من التشبیه و التشبیه فیہ فضیلتہ لما قدمنا انه لم یکن فی اصل السنة محراب صوری و لا
محاذاتہ پس نظریات خودش نباشد جز مباح ازینجا است که این راست نگفته اند و چون مکروه هم نبود دفع قیام را با باس آوردند آری اگر این
قیام بمحل محراب حقیقی موافق آید کما هو الغالب لاجرم سنت باشد نه ازاں رو که محاذات محراب صوری است بل ازاں جهت که موافقات محراب حقیقی
ازین تحقیق این بگذارد روشن شد که اگر امام در مسجد صغیری بمحراب حقیقی ایستد یقیناً اصابت سنت یافته باشد و هیچ کراهتہ بر نبود گو محراب صوری را محاذاتی
هم باش چنانکه صغیری در عرض ازید از شتوی باشد آنگاه باید که از محاذات طاق بجانب زیادت میل کند و بوسط صغیری بایستد تا بمحراب حقیقی قیام
کرده باشد و بدستور دشتوی نیز اگر طاق در حاق وسط نبود امام را طاق گزاشته بوسط دشتوی عدول باید که محراب حقیقی بدست آید در ولایت افغانست
از علی زمان که قیام امام را در مسجد صغیری مکروه گویند دلیل بر آن از همان سنه سنیت قیام فی المحراب چوں در سوالیکه نزد فقیر ازاں ولایت آمده بود
را نمود ناشی از اشتباه معنی محراب است عزیزان ادر محراب صوری گماشتند و از حقیقی غفلت کرده اند و دانسته شد که قیام در صوری سنت نیست

بلکہ معنی حقیقیش خود مکر و سہ است و انکہ سنت است بر مسجد یعنی نیز نقد وقت است پس کراہت از کجا امام ابن الہمام در فتح این معنی را رنگ بپاشاد و او کہ فرمود لولہ تبین (ای المحادیب) کانت السنۃ ان يتقدم فی محاذاة ذلك المكان لانه یحاذی وسط الصف وهو المطلوب اذ قیامہ فی غیر محاذاتہ مکروہ اھ و اگر چنان باشد کہ صیغی مطلقاً از صلاحیت اقامت جماعت بدرود زیرا کہ آنجا محراب صوری نتوان یافت و مجرد محاذات اگرچہ از دور رہندہ نیست کما علمت و قد اعترفوا بہ والا لہم یحکموا بکراہتہ قیام الامام فی الصیفی مطلقاً و این برخلاف عمل و نیست جملہ امت است مسجد را برود در سہرا و گرما از ہمیں رو بخش میکنند کہ بہر نوم اقامت جماعت بر مسجد نتوانند اگر این پارہ از قیام امام معطل ماند لا جرم جماعت را نیز لازم باشد ہم در پارہ شتوی صفیابستن کہ انفراد امام بدرجہ خود مکروہ است پس از صیغی بہرہ نیابند مگر بعض قوم در بعض احوال آن گاہ کہ شتوی ہمہ آمودہ شود و این یقیناً مخالف نیست و قصد جملہ بنیان و عمل و توارث عامہ مومنان است باز در ہندیہ و بزاریہ و خلاصہ و ظہیر فی خوانہ لغتین و غیرہ کتب معتدہ است قوم جلوس فی المسجد الداخل و قوم فی المسجد الخارج اقام المودن فقام امام من اهل الخارج فامہم و قام امام من اهل الداخل فامہم من یسبب بالشروع فهو والمقتدون بکراہتہ فی حقہم چہ البائے نفی جنس مطلقاً سلب مستغرق نمایند چہ انگویند کہ امام مسجد صیغی و مقتدیانش بہر حال در گرو کراہت اند زیرا کہ قیام فی المحراب را ترک گفتہ با جملہ این خطائے فاحش است کہ ولایتیان دریں جزو زمان احداث کردہ اند ازیں با خبر باید بود سخن ماندن ماند از استظهار علامہ شامی عاملہ اللہ باللطف النامی

اقول انچہ بالا گفتہ ایم غایت توجیہ کلام آن فاضل غلام بود و ہنوز کل نظر سے دیدن دارد و ما ثور و موروث چنانکہ دانی ہماں قیام امام در محراب حقیقی است و آن مقام اشرف موضع و صد مسجد است چنانکہ شنیدی پس ترک ادبے عذر شرعی عدول از افضل و خلافت متوارث العمل و فرع مبسوط دالت بر آن ندارد کہ اینجا فی نفسہ اصلاً منظور نیست بلکہ غایتش آنست کہ توسط صف سنت عظیمہ ہم ترا از آن ست چون ہر دو دست و گریبان شود اختیار بہ سنت توسط رود پس انچہ بدل می چسپد کلمات المئرا بر اطلاق آنہا داشتن اگرچہ در کمال خمول باشد غیر امام جماعت ثانیہ فی مسجد المحلہ را محراب حقیقی گزاشتن است ہذا اخر الکلام فی ہذا المقام و قد انضی بہ کل مرام و انکشف بہ جمیع الاوهام و الثامت کلمات الاتمہ الکوام و ما توفیق الا باللہ المملک العلم والسلام مع الکرام علی مولدنا عبد السلام واللہ سبحنہ و تعالی اعلم و علمہ جل مجدہ اعدوا حکمہ

مسئلہ - از بنگالہ ضلع چانگام تھانہ را و جان موضع پھر ام سلمہ مولوی اسمعیل صاحب مہر شوال ۱۲۳۰ھ

چہی فرمایند علمائے دین و فضلائے شرع متین اندرین صورت کہ شخص مصلی ردائے خود را بریں نوع پوشد کہ اولاً و سطر دارا بر پشت نہادہ و ہر دو سرش را تحت البطین بیرون آوردہ باز جانب چپ را بر منکب راست و طرف راست را بر منکب چپ افکند حتی کہ ہر دو سرش نیز بطرف پشت و سرین رسد این صورت در حالت صلاۃ شرعاً جائز است یا نہ

الجواب

جائز است فی الصحیحین عن عمر بن ابی سلمۃ رضی اللہ تعالی عنہما قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و سلم یصلی فی ثوب واحد مشتملاً بہ فی بیت ام سلمۃ واضعاً طرفیہ علی عاتقیہ و للبخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ

قال سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول من صلى في ثوب واحد فليخالف بين طرفيه شيخ محقق دہلوی قدس سرہ
در اشقة اللغات می فرماید صورت اشتغال آن است کہ طرفے راست از جامہ کہ بردوش راست ست گرفته بردوش چپ بپند از دوطرف چپ کہ
بردوش چپ ست از زیر دست چپ گرفته بردوش راست بپند از دستر بند ہر دوطرف را برسیند وغالباً احتیاج بستن ہر دوطرف برسیند
بر تفریق ریسیت کہ گوشائے جامہ دراز نباشد و بیم باشند بود و اگر دراز بسیار باشد احتیاج بستن نباشد چنانکہ از لباس فقرائے مین ظاہر
میگردد و لہذا در عبارت بعض شارحان این قید واقع نشدہ - واللہ تعالی اعلم -

مسئلہ - از ملک بنگالہ ضلع مین سنگھ مدرسہ عبدالحکیم ۲۸ جمادی الاول ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چوترہ جو صحن میں ملاصق بیچ کے درمیں بلندی ہوتی ہے اُس پر نماز جماعت میں
اہم کا کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اس کو اگر دور کر دیا جائے تو نماز جائز ہوگی یا نہیں -

الجواب

یہ صورت مکروہ ہے لمشاہدۃ الیہود فانہم یجعلون لامامہم دکانا ولا صحن لا تقدیرو بل کل ما یقع بہ الامتیاز بیکہ
کما فی الدار اور اگر اُسے دور کر دیں تو امام اگر درمیں کھڑا ہو تو یہ بھی مکروہ ہے لقول امامنا رضی اللہ تعالی عنہ انی اکرہ للامام ان یقوم بین
الساہبتین کما فی المعراج اور اگر صحن میں کھڑا ہو کر کرسی کی بلندی پر سجدہ کرے تو یہ سخت تر مکروہ ہے یہاں تک کہ وہ بلندی بالشت بھر ہو تو نماز
ہی نہ ہوگی کما فی الدار المختار وغیرہ تو جب صحن میں صفوں کے لیے زیادہ وسعت چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ در کی کرسی بقدر سجدہ کھود کر
طاق کے مثل بنائیں اور اتنا کھڑا صحن سے ہموار کر دیں امام صحن میں کھڑا ہو کر اُس طاق نما میں سجدہ کرے اب کوئی کراہت نہیں - واللہ تعالی اعلم
مسئلہ - از اترولی ضلع علی گڑھ مدرسہ اسلامیہ مدرسہ حافظ عبدالحکیم صاحب مدرس ۸ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پہلی رکعت میں قل یا پڑھے دوسری رکعت میں انا اعطینا پڑھے ترتیب واجب ہیں فرق آما اظا
قرآن پڑھنے سے - بینوا تو جروا -

الجواب

ترتیب اُٹھنے سے نماز کا اعادہ واجب ہو دسجدہ سہو آئے ہاں یہ فعل ناجائز ہے اگر قصد اُکسے گنہگار ہوگا ورنہ نہیں اور اگر بعد کی سورت پڑھنا چاہتا
تھا زبان سے اوپر کی سورت کا کوئی حرف نکل گیا تو اب اُسی کو پڑھے اگرچہ خلاف ترتیب ہوگا کہ یہ اس نے قصد کیا اور اُس کا حرف نکل جانے سے
اُس کا حق ہو گیا کہ اب اُسے چھوڑنا قصد اُچھوڑنا ہوگا ترتیب السور فی القراءۃ من واجبات التلاوة واما جواز للصغار تسهیلًا لضرورۃ
التعلیم والتفہیم والفضل بقصیدۃ انما یکرہ اذا کان عن قصد فلو سہوا فلا شرج المنیۃ واذا انتقت الکراہۃ فاجواضہ عن
التی شرع فیہا لا ینبغی وفي الخلاصۃ افتتح سورۃ وقصدہ سورۃ اخری فلما قرأ آیۃ او آیتین اراد ان یتروک تلك السورۃ
ویفتتح التی ارادہا یکرہ الخ وفي الفتح ولو کان ای المقروء وحرفا واحدا الخ مرد المحتار انہم قالوا یمجب الترتیب فی سورۃ القرآن
فلو قرأ منکوسا ثم لکن لا یلزمہ سجود السہولان فذلك من واجبات القراءۃ لا من واجبات الصلوۃ حکما فی البیہر

باب السهو الخ شامی اقول وبہ يظهر ما في افتاء الشيخ الملائم الدين والد ملاك العلماء بحجرات العلوم وحسبهما
الله تعالى بايجاب السجود فيه بناء على وجوبه فانه خلاف المنقول المنصوص عليه في كتب المذهب وقد كان يتوقف
فيه المولى بحجرات العلوم قدس سره والله تعالى اعلم -

مسئلہ - ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

اگر کسی شخص نے صبح کی نماز کے وقت جلدی میں غلطی سے یا اندھیرے میں اٹنی دُلائی اوڑھ کر نماز پڑھی تو وہ نماز مکروہ تحریمی یا واجب الاعادة ہوگی یا فاسد وغیرہ - بلیوا توجروا

الجواب

واجب الاعادة اور مکروہ تحریمی ایک چیز ہے کپڑا اٹا پہننا اور حنا خلاف متاد میں داخل ہے اور خلاف متاد جس طرح کپڑا پہننا یا اوڑھ کر
بازار میں یا اکابر کے پاس نہ جاسکے ضرور مکروہ ہے کہ دربار عزت احتیاج بابت و تعظیم ہے واصلہ کراہۃ الصلوۃ فی ثیاب مہنتہ قال فی الدر
وکرہ صلاتہ فی ثیاب مہنتہ قال الشامی وفسرہا فی شرح الوقایۃ بما یلبس فی بیتہ ولا یدھب بہ الی الاکابر اور ظاہر کراہت تنزیہی
فان کراہۃ التحویر لا بد لہا من غی غیر مصروف عن الظاہر کما قال مش فی ثیاب المہنتہ والظاہر ان الکراہۃ تنزیہیۃ اور اسے
سدل میں کر مکروہ تحریمی اور اس سے نہی وارد داخل نہیں کہ وہ بلبس خلاف متاد نہیں بلکہ کپڑا اوپر سے اس طرح سے ڈال لین کہ دونوں جانبیں
لتقی رہیں مثلاً چادر سر یا کندھوں پر ڈال لی اور دو بالا نہ مارا یا انگر کھانکے پر ڈال لیا اور آستین میں ہاتھ نہ ڈالا کما فی الدر وغیرہ اور اگر
آستینوں میں ہاتھ ڈالے اور بند نہ باندھے تو یہ بھی سدل نہ رہا اگرچہ خلاف متاد ضرور ہے ہاں امام ابو جعفر مندوانی نے اس صورت کو مشابہ سدل
ٹھہر کر فرمایا کہ براکیا امام ابن امیر الحاج نے حلیہ میں ایک قید اور بڑھائی کہ اگر نیچے کرنا نہ ہو ورنہ حرج نہیں اور اقرب یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں حرج
ہے قال فی رد المحتار قال فی الخواص بل ذکر ابو جعفر انہ لو داخل ید یہ فی مکبہ ولم یشد وسطہ اولہ من زرارۃ فہو مستی کا نہ
یشبہ لسدل اقلت لکن قال فی الحلۃ فیہ نظر ظاہر بعد ان یکون تحتہ قمیص او نحوہ مما یستر البدن اقول وفيہ نظر
ظاہر فان انکشاف شی من صدر الرجل و بطنہ لا اساءۃ فیہ اذا کان عاتقہ مستورین وانما غی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
عماذ لصلی فی ثوب واحد ولبس علی عاتقہ منہ شی ولا شک ان اوصال اطراف مثل الشایۃ من دون ان یزیرا اذ لاھا انما یشبہ
السدل بنفس ہیأتہ ولا مدخل فیہ لوجود القمیص تحتہ وعدمہ کما ان السدل سدل وان کان فوق القمیص وراۃ یتنی
کتبت علی هامشہ مانصہ اقول المنظر ان کان فی کراہۃ التحویر اما التنزیہی فلا شک فی ثبوتہ - ہاں اگر قصد ایسا کیا یوں کہ نماز کو
محل بے پرواہی جانا اور اس کا ادب و اجلال ہلکا مانا تو کراہت و حرمت درکنار عداۃ اسلام ہی نہ رہے گا کما قالوا فی الصلاۃ حاسر الراس
اذا کان للاستہانۃ والعیاذ باللہ واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی نے گوبند سر میں لپیٹ کر نماز پڑھائی بغیر ٹوپی کے تو یہ نماز مکروہ تحریمی یا
تنزیہی ہوئی یا نہیں -

الجواب

مخالفت سنت ہوا حدیث میں ہے الفرق بیننا وبين المشركين العمانہ علی القلائس وقررا الشیخہ قدس سرہ فی اللغات ان تعمیم مشرکی العرب ثابت معلوم فالمعنی انا نجعل العمانہ علی القلائس وهم یعمسون بدوئھا پھر اگر گلوبند چھوڑا ہو کہ ایکے و بیچ سے زائد ذکر کرے تو یہ سنت عمامہ کا بھی ترک ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ازراہ پور مرسلہ جناب مولانا مولوی شاہ سلامت اللہ صاحب ۴۴ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ (مع رسالہ فہم الجواب فی مسئلہ المحراب)

خلاصہ سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید امام مسجد کہتا ہے کہ محراب ہی کے پاس نماز پڑھنا سنون ہے باہر مسجد کے مکروہ ہے باوجودیکہ اندر مسجد کے عشا کے وقت سخت گرمی اور لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے زید اندر ہی محراب کے پاس پڑھتا ہے اکثر ضعفا کو اس تکلیف و گرمی سے بچے بھی ہو جاتی ہے اور بیوشی ہوتی خوف ہلاکت ہوتا ہے لیکن زید نہیں مانتا۔ بینوا توجروا

الجواب

محرر فقیر برجواب مولوی معز اللہ خاں صاحب و تائید مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب

جزی اللہ الحبيب خیرا وینیب واید الفاضل المؤید بنصہ القریب فی الواقع زید کا قول محض باطل و جہالت اور اس پر ایسا اصرار اور اس کے سبب نمازیوں بلکہ خود نماز و جماعت نماز کو اس وجہ اصرار صریح ضلالت ہے فقیر نے اپنے فتاویٰ میں اس مسئلہ کی تنقیح تام اور محراب کی حقیقی و صوری اقسام اور حدیث و فقہاء ان کے احکام اور تحقیق مرام و ازالہ ادھام بفضلہ تعالیٰ بروجہ کافی و ثانی ذکر کی یہاں اسی قدر کافی کہ ہندیہ و برازیہ و خلاصہ و ظہیریہ و خزائنہ الفتن وغیرہ کتب معتدہ میں ہے قوم جلوس فی المسجد الداخل و قوم فی المسجد الخارج اقام المؤمن فقام امام من اهل الخارج فامهم وقام امام من اهل الداخل فامهم من یسبون بالشروع فهو والمقتدون بہ لا کراہۃ فی حقہم امام ابن امیر الحاج مجلس شرح منیہ میں فرماتے ہیں المسجد الخارج صحن المسجد دیکھو کسی تصریح ہے کہ صحن مسجد میں نماز پڑھنی جماعت کرنی امامت کرنی اصلا کسی طرح مکروہ نہیں لان السابق بالشروع فی الصلوة المذکورة انکان امام الخارج وهو الذی هو ومقتدوہ کلہم فی الصحن کانوا المحکوم لہ بقول الائمۃ هو والمقتدون بہ لا کراہۃ فی حقہم ولا ہذا لنفی الجنس فقید نفی کل کراہۃ عنہم وهو المقصود واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ازراہ ہرہ مظہرہ کبہہ محلہ مرسلہ چوہدری محمد طیب صاحب ۴۴ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

جو تیوں سمیت نماز پڑھنا ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا کہا ہم سے شعبہ نے کہا ہم کو ابو مسلمہ سعید بن یزید ازدی نے خبر دی کہا میں نے اس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کیا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جتیاں پہنے پہنے نماز پڑھتے تھے انہوں نے کہا ہاں حد ثنا آدم بن ابی ایاس قال انا ابو مسلمة سعید بن یزید الازدی قال سألت اش بن مالک اکان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلی فی نعلیہ قال نعم (حاشیہ) ابن بطال نے کہا جب جوئے پاک ہوں تو ان میں نماز پڑھنا جائز ہے میں کہتا ہوں سبب ہے کیونکہ ادا و اود اور حاکم کی

حدیث میں ہے کہ یہودیوں کا خلعت کر وہ جو توں اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں جوتے اتارنا مکروہ جانتے تھے اور ابو عمر و شیبانی کوئی نماز میں جوتا اتارے تو اس کو مارتے تھے اور ابراہیم سے جو امام ابو حنیفہ کے استاذ ہیں ایسا ہی منقول ہے شوکانی نے کہا صحیح اور قوی مذہب یہی ہے کہ جوتیاں پہن کر نماز پڑھنا مستحب ہے اور جوتوں میں اگر نجاست ہو تو وہ زمین پر گر کر دینے سے پاک ہو جاتے ہیں خواہ کسی قسم کی نجاست ہو تر یا خشک جرم والا یا بے جرم۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب **اقول** وبالله التوفيق وبه الوصول الى ذرى التحقيق سخت اور تنگ پہنچے کا جوتا جو سجدہ میں انگلیوں کا پیٹ زمین پر بچھانے اور اس پر اعتماد کرنے زور دینے سے مانع ہو ایسا جوتا پہن کر نماز پڑھنے صرف کراہت و اساتد دکن رند مذہب مشہور و مفتی بہ کی رو سے راساً مفہ نماز ہے کہ جب پاؤں کی انگلی پر اعتماد نہ ہو اسجدہ نہ ہو اور جب سجدہ نہ ہو نماز نہ ہوئی امام ابو بکر جصاص و امام کرخی و امام قدوری و امام برہان الدین صاحب ہدایہ وغیرہم اجلہ المائے نے اس کی تصریح فرمائی محیط و خلاصہ و برازیہ و کافی و فتح القدیر و سرارج و کفایہ و بحیثیہ و شرح المجمع للمصنف و منیہ و غنیہ شرح منیہ و فیض المولیٰ الکریم و جوہرہ نیرہ و نور الایضاح و مرآۃ الفلاح و در منقہ و در مختار و علی گریہ فتح العین علامہ ابو السود ازہری و حواشی علامہ نوح آفندی و غیرہ کتب معتدہ میں اسی پر جزم فرمایا زہدی نے کہا یہی ظاہر الروایہ ہے علامہ ابراہیم کرکی نے فرمایا اسی پر قوی ہے جامع الرموز میں قنیہ سے نقل کیا یہی صحیح ہے رد المحتار میں لکھا کتب مذہب میں یہی مشہور ہے در مختار میں ہے فیہ (اسی فی شرح للفتی) یفترض وضع اصابع القدم ولو واحدة نحو القبلة والا لم تجز والناس عنه غافلون و شرط طهارة المكان وان يجرد حذاء الارض والناس عنه غافلون اه ملخصاً اسی میں ہے منها (ای من الفرائض) السجود یجہتہ و قدمیہ و وضع اصبع واحدة منهما شرط منیہ میں ہے لو سجد ولم یضع قدمیہ علی الارض لا یجوز ولو وضع احدہما جاز غنیہ میں ہے المراد من وضع القدم وضع اصابعها قال الزاهدی و وضع رؤس القدمین حالۃ السجود فرض و فی مختصر الکرخی سجد و رفع اصابع رجلیہ عن الارض لا تجوز و کذا فی الخلاصۃ و البرازی وضع القدم بوضع اصابعہ وان وضع ظہر القدم بلا اصابع ان وضع مع ذلك احدا قد میہ صحیح و لا فلا و ختم من هذا ان المراد بوضع الاصابع یتیمیھا نحو القبلة لیکون الاعتماد علیہا و الا فهو وضع ظہر القدم و قد جعلہ غیر معتبر و هذا مما یجب التنبیہ لہ فان اکثر الناس عنه غافلون بحر الرائق و شرہ بلایہ میں ہے السجود فی الشریعۃ وضع بعض الوجه مسا لاسخریہ فیہ و خرج بقولنا لاسخریہ فیہ ما اذا رفع قدمیہ فی السجود فانه لا یصح لان السجود مع رفعہما بالتلاعب اشبه منه بالتعظیم و الاجلال و یکفیه وضع اصبع واحدة فلو لم یضع الاصابع اصلاً و وضع ظہر القدم فانه لا یجوز لان وضع القدم بوضع الاصابع اه ملقطاً جوہرہ نیرہ میں ہے من شرط جواز السجود ان لا یرفع قدمیہ فان رفعہما فی حال سجدہ لا تجزیہ السجدة وان رفع احدہما قال فی المرتبۃ یجوزیہ مع الکراہۃ و لوصلی علی الدکان و ادلی رجلیہ عن الدکان عند السجود لا یجوز و کذا علی السیر اذا ادلی رجلیہ عنہا لا یجوز فتح القدیر میں ہے اما افتراض وضع القدم فلان السجود مع رفعہما بالتلاعب اشبه منه بالتعظیم و الاجلال و یکفیه وضع اصبع واحدة و فی الوجیز وضع القدمین فرض فان رفع احدہما لدون الاخری

جائز ويكره شرح نقايه قسطنطيني ميں ہے الصحيح ان رفع القدمين مفسد كما في القنينة فتح اشرا المعين ميں ہے وضع اصبع واحدة من القدمين شرط اُسي ميں ہے يفترض وضع واحدة من اصابع القدم اُسي ميں زر قول كنز وجه اصابع رجلية نحو القبلة فرمايا خص اصابع الرجلين بالذكر مع ان اصابع اليدين كذلك حتى يكره تحويلها عن القبلة انما خصها لافتراض وضعها موجبة كما ذكره توح افندي ونصه قال الزاهدي ووضع رؤس القدمين حالة السجود فرض وفي مختصر الكرخي سجد ورفع اصابع رجلية عن الارض لا يجوز قال وفهم من هذا ان المراد بوضع الاصابع توجيهها نحو القبلة ليكون الاعتماد عليها والا فهو وضع لظاهر القدم وهو غير مقبول وكذا الحلبي عن المنية الخ نور الايضاح ومرآة الفلاح ميں ہے من شرط صحة السجود وضع شيء من اصابع الرجلين موجها بباطنه نحو القبلة ولا يكفي لصحة السجود وضع ظاهر القدم رد المحتار ميں ہے وكذا قال في الهداية واما وضع القدمين فقد ذكر القندوري انه فرض في السجود اهما فاذا سجد ورفع اصابع رجلية لا يجوز كذا ذكره الكرخي والجصاص ولو وضع احدتهما جاز قال قاضي خاں ويكره قال في المحبته ظاهر ما في مختصر الكرخي والمحيط والقندوري انه اذا رفع احدتهما دون الاخرى لا يجوز وقد رأيت في بعض النسخ في روايتان اھ ومشي على رواية الجواز برفع احدتهما في الفيض والخلاصة وغيرهما وذهب شيخ الاسلام الى ان وضعهما سنة واختار في العناية هذه الرواية وقال انها الحق واقرة في الدرس وجهه ان السجود لا يتوقف تحققه على وضع القدمين فيكون افتراض وضعهما زيادة على الكتاب بخبر الواحد لكن رده في شرح المنية وقال ان قوله هو الحق بعيد عن الحق وبضد احوال رواية تساعد والدراية تنفيه لان ما لا يتوصل الى الفرض الا به فهو فرض وحيث تظافرت الروايات عن ائمتنا بان وضع اليدين والركبتين سنة ولم ترد رواية بان فرض تعيين وضع القدمين او احدتهما للفرضية ضرورة التوصل الى وضع الجبهة وهذا الوجه ترد به عنهم رواية كيف والروايات فيه متوافرة اھ ويؤيده ما في شرح المجمع لمصنفه حيث استدلال على ان وضع اليدين والركبتين سنة بان ما سميت السجدة حاصلة بوضع الوجه والقدمين على الارض الخ وكذا ما في الكفاية عن الزاهدي من ان ظاهر الرواية ما ذكر في مختصر الكرخي وبه جزم في الفيض وبه يفتي هذا وقال في الحلية والاوجه على منوال ما سبق هو الوجوب لما سبق من الحديث اذ اى على منوال ما حققه شيخنا من الاستدلال على وجوب وضع اليدين والركبتين وتقديم انه اعدل الاقوال فكذا هنا واختاره في البحر والشر نبالية قلت ويمكن حمل الروايتين السابقتين عليه بحمل عدم الجواز على عدم الحل لا عدم الصحة ونفي شذوذ الاسلام فرضية وضعهما الايمان في الوجوب ونقص يح القندوري بالفرضية يمكن تاويله فان الفرض قد يطلق على الواجب تامل وما مر عن شرح المنية للبحث فيه مجال لان وضع الجبهة لا يتوقف على وضع القدمين بل توقف على الركبتين واليدين ابلغ فدعوى فرضية وضع القدمين دون غيرهما ترجيح بلا مرجح والروايات المتظافرة انما هي في عدم الجواز كما يظهر من كلامهم في الفرضية وعدم الجواز صادق بالوجوب كما ذكرنا والحاصل ان المشهور في كتب المذهب اعتماد الفرضية والارجح من حيث القواعد الوجوب والله تعالى اعلم - **قول** ولو واحدة صرح به في الفيض **قول** نحو القبلة اقول وفيه نظر فقد قال في الفيض ولو وضع ظهر القدم دون الاصابع بان كان المكان ضيقا او وضع احدتهما دون الاخرى لضيقه جاز كما لو قام على قدم واحد وان لم

ليكن المكان ضليعا يكره اه فهذا صريح في اعتبار وضع ظاهر القدم وانما الكلام في الكراهة بلا عذر لكن رأيت في الخلاصة ان وضع
 احد القدمين بالشرطية بدل او العاطفة اه لكن هذا ليس صريحا في اشتراط توجيه الاصابع بل المصرح به ان توجيهها نحو القبلة
 سنة يكره تركها كما في البرجندی والتمستاني به ظاهر شاي الكلام به كقدره اختصارا كما منقول هو انا **اقول** وبالله
 العون حصل عدم الجواز على عدم الخل في الصلاة بعيد ولهذا اعترفتم ان المشهور في كتب المذهب اعتماد الفرضية مع
 قولكم ان نظائر الروايات انما هو في عدم الجواز فلو ان مراده الشائع الذائع هو الافتراض فحين اين يكون اعتماد الفرضية
 مشهورا في كتب المذهب ثم المحصل من ذلك انما هو في عدم الجواز فلو ان مراده الشائع الذائع هو الافتراض فحين اين يكون اعتماد الفرضية
 ثقتين مفيدتين لعدم الصحة وثبوت الفرضية بالمعنى المقابل للوجوب وهو كذلك في غير ما كتاب منها مخصرا لكرخي كما تقدم
 هذا وجه والثاني مثله اضافة عدم اجواز السجود كما مضى عن الجوهرية والثالث اظهر منه التعبير بعدم الاجزاء كما
 سلف عنها ايضا فهو مفسر لا يقبل التأويل والرابع كن الحكم بالفساد كما سمعت عن جامع الرموز عن القنية والخاص
 مقابلته عدم اجواز هذا الحكم اجواز على ما اذاع احدى القدمين كما في الفتح والوجيز والجوهرية وغيرها نص ايضا
 في ارادة الجواز بمعنى الصحة الا ترى انهم حكموا عليه بالكراهة والمراد كراهة التحريم كما هو المحمل عند الاطلاق وكما هو قضية
 الدليل هذا الجواز بمعنى الخل منته في ايضا والسادس قد عبر في عدة كتب كالخلاصة والبرازية والقنية والبحر الرائق
 ونور الايضاح ومراقي الفلاح وغيرها كما سبق بعدم الصحة وهو صريح في المراد والسابع مثله الحكم بالشرطية كما في الدرر
 والجوهرية وادبي السعود ونور الايضاح ومراقي الفلاح والثامن صرح في شرح المجمع والكافي والفتح والبحر وغيرها كما مر بدخول
 ذلك في حقيقة السجود شرعا وكل قاض بالا فتراض بالمعنى الخاص غير قابل للتأويل الذي ابدى ثمرة فكيف يمكن ارجاع جميع
 تلك النسخ الى ما تباد به بالاباء الواضحة في يتأتى متوفيق ومن اين يسوغ ترك النصوص المذهب بحث ابداء العلامة ابن
 امير الحاج وان تبعه البحر والشر نبلاي على مناقضة منها لا نفسها رحمهم الله تعالى والبحر صرح هنا وقبله بان السجود مع رفع
 القدمين تلاعب والشر نبلاي قد جزم في منته وشرحه بافتراض وضع بعض الاصابع والمحقق على الاطلاق اعلم واقفة من
 تلميذه ابن امير الحاج وقد جزم بما جزم وقد سمعت كل ذلك ثم النظر في دليل العلامة ابراهيم الحلبي مد فوع بساقد منا
 عن الفتح والبحر والشر نبلاي ان السجود مع رفع القدمين بالتلاعب اشبه منه بالتعظيم ولا نسلم ان كذلك اليدين والركبتين
 وكون توقف وضع الوجه على وضع هاتين ابلغ من توقفه على وضع القدمين مع ظهور ضعفه في اليدين فلا حاجة في وضعه الى
 وضعهما اصلا وكذا في الركبتين فان الواقع ههنا التساوي لا الابلغية نحن لا نبني الكلام على توقف وضع الوجه بل على توقف
 وضع الوجه بل على توقف السجود المطلوب الشرعي عليه وهو الذي يكون على جهة التعظيم والاجلال ولا تعظيما اذا وضع الوجه ورفعه
 القدمين كما اذا تحقق على الاطلاق فمن هذا كان وضع القدمين مما لا يتوصل الى الفرض الا به فكان فوضا لا جرم لم يتفرد العلامة
 الحلبي بهذا التعليل بل سبقه اليه امام جليل وهو الامام ابو البركات النسي قال في شرح وافية الكافي وضع القدمين فخرض

فی السجود لانه لا يمكن تحقيق السجود الا بوضع القدمين اذ لم يقل لا يمكن وضع الوجه بل تحقيق السجود اما قول الغنية نحو القبلة وقد تبعه عليه العلامة الشر بنبلالی فی مرقا الفلاح والمدقق العلائی والعلامة نوح أفندی والعلامة ابوالسعود الازهری وقد تلونا عليك نصوصهم جميعا **فاقول** حملة على ما فهمت بعيد من مرادهم كل البعد وكيف يروونه وهم مصححون بانفسهم ان توجيه الاصابع سنة يكره تركه فلم يحتج عليهم بالبرجندی والقهستانی لمر لا يحتج عليهم بهم قال الحلبي قبيل فضل النوافل يعني كل شيء لم يذكر انه فرض او واجب وقد ذكر في صفة مما سوى ما عينا هنا انه سنة فهو ادب لكن هذا التعميم فيه نظر فان من جملة ذلك وضع اليدين والركبتين في السجود وهو سنة وكذا ابداء الضبعين ومجافاة البطن عن الفخذين وتوجيه الاصابع نحو القبلة فيه فان كل ذلك سنة لما تقدم من ادلة هناك وقال الشر بنبلالی مقناوشر حاكمة تحويل اصابع يده او رجليه عن القبلة في السجود وغيره لما فيه من ازالتهما عن الوضع المسنون وقال العلائی يستقبل باطراف اصابع رجليه القبلة ويكره ان لم يفعل ذلك بل انما ارادوا رحمة الله تعالى على ما الهنسي الملك المنعم عزجلاله ان يقولوا يفترض وضع بطن الاصبع ولا يكفي وضع ظهرها ولا رأسها الكائن عند ظهرها لان على الاول يكون وضع ظهر القدم وقد اسقطوه عن الاعتبار وعلى الثاني يكون وضعها مجردا عن الاعتماد والمقصود الاعتماد وقد بين هذا بقوله ليكون الاعتماد عليها والا فهو وضع ظهر القدم وقد جملة غير معتبر وانما عبر عنه بالتوجيه نحو القبلة لان المصلحة ان اراد في سجوده الاعتماد على بطن اصبع قدمه لم يمكن ذلك الا بتوجيهها نحو القبلة اعني بالمعنى المفترض في الاستقبال ممتدا بين الجنوب والشمال لا بالمعنى المسنون النافي للانحراف وكذلك ان اراد توجيهها للقبلة بالمعنى العام لم يأت له الا باصابة بطنها الارض وهذا ظاهر جدا فبينهما تلازم في الصلاة وان كان يمكن خارجا لمن سجد غلطا او عمد الغير القبلة ان يعتمد على بطنها وهي على خلاف جهة القبلة فكان هذا من باب اطلاق اللازم واردة الملزوم اما السنة فجعلها على مسامحة القبلة من دون انحوات وهذا الذي ليس في تركه الا الكراهة والا ساءة هكذا ينبغي ان يفهم هذا المقام والحمد لله الملك المنعم وذلك ما نقل الامام ابن امير الحاج في الحلية عن التحقيق مقرا عليه بالمعتبر في القدمين بطون الاصابع الخ اما ما نقلتم عن الفيض في العبارة في الخلاصة والوجيز والحلية والغنية والهندية وغيرها بلا خلاف بان الشرطية دون او العاطفة فاو في نسخة الفيض تصحيف وقد اغتربه العلامة البرجندی في شرح النقاية فليتنبه وبالحيلة **فتح** رسالتهم ان الاعتماد في السجود على بطن احدی اصابع القدم العشر فريضة في المذهب المعتمد المفتي به والاعتماد على بطون كلها او اكثرها من كلتا القدمين لا يجب لما حورس في الحلية وتوجيهها نحو القبلة من دون انحوات سنة اغتنم هذا التحوير المفرد المنير فلعلمك لا تمهده من غير الفقير والله الحمد والمنة اورشك نيس که ان بلاد میں اکثر جوئے سلیم شاہی پنجابی خیرد نو کے منڈے گرگانی وغیرہ خصوصاً جبکہ نئے ہوں ایسے ہی ہوتے ہیں کہ انگیوں کا پیٹ زمین پر باغداد تمام کچھے دے دیں گے تو ان جو توں کو پہن کر مذہب مفتی پر نماز ہوگی ہی نہیں اور گناہ و ناجوازی تو ضرور نقد وقت صعب شریف کے جو توں میں صرف پاؤں کے نیچے چڑا ہوتا تھا اور اوپر بندش کے لیے

قسم جسے شرک کہتے تھے پھر عرب میں نخل کی تعریف یہ تھی کہ نرم و شیرین ہو یہاں تک کہ صرف اکبرے پر ت کی زیادہ پسند رکھتے تھے مجمع بجا والا نوا میں
 زیر حدیث ان رجلا شکا الیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رجلا من الانصار فقال یا خیر من یشی بعقل فردھی الفردھی التی تحففت
 ولم تطارق وانماھی طارق واحد والعرب یمدح برقة النعال ویجعلها من لباس الملوک تودہ کیسے ہی سنے ہوئے سجدہ میں فرض
 دو واجب کیا کسی طریقہ نسخہ کو بھی مانع نہ ہوتے اُن نخل پر یہاں کی جوتیوں کا قیاس صحیح نہیں پھر اگر اُسی طرح کے جوتے ہوں کہ سنت سجدہ میں
 بھی خلل نہ ڈالیں تو اگر وہ نئے بالکل غیر استعمالی ہیں تو انہیں پہن کر نماز پڑھنے میں حرج نہیں بلکہ افضل ہے اگرچہ مسجد میں ہو در مختار میں ہے
 صلاۃ فیہما افضل مگر عند التحقیق استعمالی جوتے پہن کر نماز پڑھنی مکروہ ہے اور اگر معاذ اللہ نماز کو کہ حاضری بازگاہ شہنشاہ حقیقی ملک الملوک
 رب العرش عز جلالہ ہے ہلکا جان کر استعمالی جوتا پہنے ہوئے نماز کو کھڑا ہو گیا تو صریح کفر ہے پھر بے نیت استحقاق دی کراہت بھی اُس حالت
 میں ہے کہ غیر مسجد میں ایسا کرے اور مسجد میں تو استعمالی جوتے پہنے جانا ہی ممنوع و ناجائز ہے کہ مسجد میں یہ جوتا پہنے شرکت جماعت نماز دخول
 مسجد کے یہ احکام بھدا اللہ تعالیٰ دلائل کثیرہ سے روشن ہیں تفصیل موجب تطویل ہوگی لہذا چند کلمات ناخ و سود مند باذن اللہ تعالیٰ القاکرین کہ
 بعونہ تعالیٰ احکام کا ایضاح اور اوہام کا ازالہ کریں **فاقول** وباللہ المستعین افادہ اول متون و شروح و فتاویٰ تمام کتب مذہب میں
 بلا خلاف تصریح صاف ہے کہ ثیاب بذلت و منست یعنی وہ کپڑے جن کو آدمی اپنے گھر میں کام کاج کے وقت پہنے رہتا ہے
 جنہیں میل کچیل سے بچانا نہیں جاتا انہیں پہن کر نماز پڑھنی مکروہ ہے تنویر البصار و در مختار میں ہے ذکر و صلاۃ فی ثیاب بذلت
 یلبسہا فی بیتہ (و مہنتہ) ای خدمۃ ان لہ غیر ہادر و غر و شرح وقایہ و شرح نقایہ و مجمع الانہر و بحر الرائق و رد المحتار میں اُن کی تفسیر کی
 مایلبسہ فی بیتہ و لایذہب بہ الی الا کا بر غنیہ میں اُن کی تفسیر کی مایلبسہا و لا یحفظ من الدنس و نحوہ اُسی میں ہے بیکرہ تکلیف لرعایۃ
 الادب فی الوقوف بین ید یدہ تعالیٰ بما امکن من تجمیل الظاہر و الباطن و فی قولہ تعالیٰ خذوا زینتکم عند کل مسجد اشارۃ الی ذلک
 وان کان المراد بها ستر العودۃ علی ما ذکرہ اہل التفسیر کما تقدم امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو ایسے ہی
 کپڑوں میں نماز پڑھتے دیکھا فرمایا بھلا بتاؤ اگر میں کسی آدمی کے پاس تھے مجھوں تو انہیں کپڑوں سے چلا جائے گا۔ کہا نہ فرمایا تو اللہ عز و جل زیادہ
 مستحق ہے کہ اُس کے دربار میں زینت و ادب کے ساتھ حاضر ہو علیہ پھر بحر الرائق میں ہے احتیج لہ فی الذخیرۃ بانہ زوی ان عمر رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ رأی رجلا فعل ذلک فقال ارایت لو ارسلتک الی بعض الناس اکننت تمر فی ثیابک ہذا فقال لا فقال عمر فافلہ احسن ان
 یتزین لہ سجن اللہ کام خدمت کے کپڑے کہ گھر میں پہنے جاتے ہیں انہیں پہن کر نماز مکروہ ہو اور استعمالی جوتے کہ پاخانے میں پہنے جاتے ہیں انہیں
 پہن کر مکروہ نہ ہو معمولی کپڑے کہ میل سے محفوظ نہیں رکھے جاتے اُن سے نماز میں کراہت ہو اور استعمالی جوتے کہ نجاسات سے بچائے نہیں جاتے اُن سے
 نازل میں کراہت نہ ہو یہ بدہمت عقل کے خلاف اور صریح خون انصاف ہے ولیس هذا من باب القیاس بل کما تری استدلال بفقوی
 الخطاب لا یحوم حولہ شک ولا ارتباب افادہ دوم متون و شروح و فتاویٰ تمام کتب مذہب میں بلا خلاف تصریح صاف ہے کہ مذہب
 کے پیچھے نماز مکروہ ہے کہ اُسے نجاست سے کامل احتیاط و شوار ہے ہدایہ میں ہے بیکرہ تقدیر معالعی لانہ لا یتوقی النجاستہ کافی امام نسفی
 میں ہے الاعشی لا یصون ثیابہ عن النجاسات فالجسید اولی بالامامۃ و ثنائی میں ہے و نحوہ الاعشی غیر رد المحتار میں ہے الاعشی

ہوسمی البصر لیلاد و غمارا قاموس و هذا ذکرہ فی النہج بحثا اخذ من تعلیل الاعی بانہ لا یتوقی النجاستہ ابو السعد علی الکثرین
ہے والا عی کا نہ لا یتوقی النجاستہ و هذا یقتضی کراہۃ امامۃ الاعشی مطہادی علی المراقی میں اس کے بعد ہے و هو الذی لا یبصر
لیلاد محل النصات ہے کہ نمازی پر ہیز گار نابینا بلکہ ضعیف البصر کے کپڑوں یا بدن پر اندیشہ و مظنہ نجاست زیادہ ہے یا ان استعمالی جو توں پر
جنہیں پہن کر پاخانے تک میں جانا ہوتا ہے پھر وہاں کراہت ہونا یہاں نہ ہونا صریح عکس مدعا ہے بلکہ وہاں ایک حصہ کراہت ہو تو یہاں
کئی حصے ہوتا ہے افادہ سوم علمائے حدیث مذکور سوال کی شرح میں تصریح فرمائی کہ عام لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر
قیاس صحیح نہیں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کون امتیاز کر سکتا ہے **اقول** اور اگر نادرا کوئی شے واقع ہو تو جبریل امین
علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر ہو کر عرض کر دیتے ہیں جیسا کہ حدیث خلع نعال فی الصلوٰۃ سے ثابت ہے مجمع بحار الانوار میں بر وزن فرمایا یصلی فی
النعلین لا یؤخذ منه لغیرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لان حفظ غیرہ لا یلحق بہ افادہ چہارم بے جرم نجاست مثل رول
وغیرہ کا مطلقاً صرف زمین پر گر ڈیے سے پاک ہو جانا جیسا کہ سوال میں بیان کیا حسب تصریح صریح کتب معتبرہ تام اللہ مذہب کے خلاف
ہے امام محمد کے نزدیک تو نعل وخت بھی مطلقاً بے دھوئے پاک نہیں ہو سکتے جیسے کپڑے کا حکم ہے اور امام اعظم کے نزدیک نجاست جرم دار
اور خشک ہو گئی ہو اُس کے بعد اس قدر گر گئی کہ اُس کا اثر زائل ہو جائے اُس وقت طہارت ہوگی اور اگر نجاست یا بے جرم جیسے پیشاب وغیرہ
بے دھوئے پاک نہ ہوں گے اور امام ابی یوسف کی روایت میں اگرچہ خشک ہو جانا شرط نہیں ترمیمی طے دینے اثر زائل کر دینے سے پاک
ہو سکتی ہے مگر جرم دار نجاست کی ضرورت قید ہے اکثر مشائخ نے قول امام ابی یوسف ہی اختیار کیا اور یہی مختار الفتویٰ ہے تو بے جرم نجاست کی
بے دھوئے تطہیر ائمہ ثلاثہ مذہب کے بھی خلاف اور جہور مشائخ مذہب کے بھی خلاف اور قول مختار الفتویٰ کے بھی خلاف ہے وقد صرحوا ان
لا عبرۃ بالمحرف علی خلاف المنقول ہدایہ میں ہے اذا اصاب الخف نجاستہ لھا جرم کالروث والعذرة والدم فحفت
فذلک بالارض جازوہذا استحسن وقال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ لا یجوز و هو القیاس وفي الرطب لا یجوز حتی یفسلہ وعن
ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ انہ اذا مسحہ بالارض حتی لم یبق اثر النجاستۃ یطہر نعم البلوی و اطلاق ما یروی و علیہ
مشائخنا رحمہم اللہ تعالیٰ فان اصابہ بول فیس لم یجوز حتی یفسلہ و کذا کل ما لا جرم لہ کالخمر فتح القدر میں ہے و علی
قول ابی یوسف اکثر المشائخ و هو المختار غایہ میں علیہ اکثر مشائخنا قال شمس الانمۃ السرخسی و هو صحیح و علیہ الفتویٰ علیہ
میں ہے فی الخلاصۃ و علیہ عامۃ المشائخ و هو الصحیح ونص فی الفتاویٰ الخانیۃ والکافی والحادی علی ان الفتویٰ علیہ بکراۃ
میں ہے علی قولہ اکثر المشائخ و فی النہایۃ والعنایۃ والخانیۃ والخلاصۃ و علیہ الفتویٰ و فی فتاویٰ القدر و هو المختار تنویر الابصار
میں ہے یطہر خف و نحوہ تبخس بذی جرم بذاک والا فیفضل مطہادی علی المراقی الفلاح میں ہے واحتقر بہ عن غیر ذی الجرم فانہ
یفصل اتفاقا ذکرہ العینی بحر میں ہے ان لم یکن لھا جرم فلا بد من غسلہ واشترط الجرم قول الکل لانہ لو اصابہ بول
فیس لم یجوز حتی یفسلہ لان الاجزاء تتشرب فیہ فاتفق الکل علی ان المطلق مقید الخ مختصرا تحت الخلق میں ہے المحاصل
انہم اتفقوا علی التقیید بالجرم غیریہ میں ہے ان لم یکن لھا ای للنجاستۃ التی اصاب الخف جرم کالبول والخمر و نحوہما

فلا بد من الغسل بالاتفاق رطباً كان أو يابساً و المختار من علامہ مقدسی سے ہے البحت لا يقضى على المذهب اُسی میں ہے الفرض في اشواط الطواف اكثر السبع لا كلها وان قال المحقق ابن الهمام ان الذي ندين الله تعالى به ان لا يجوز اقل من السبع ولا يجبر بعضه بشيء فإنه من ابحاثه المخالفة لاهل المذهب قاطبة كما في الجوهرة قال تليذه العلامة قاسم ان ابحاثه المخالفة للمذهب لا تعتبر اور شك نہیں کہ اکثر نجاست کہ عام لوگوں کے جوتوں کو لگتی ہے یہی نجاست رقیقہ استنجہ کے پانی اور پیشاب کی ہوتی ہے۔

مسئلہ - ۳۱ ربيع الاول شریف ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حقہ تبا کو پہنے والے کے مونہ کی بونماز میں دوسرے نمازی کو معلوم ہوئی تو کوئی قباحت تو نہیں ہے۔ بینوا وجروا

الجواب

مونہ میں بہہ ہو جانے کی حالت میں نماز مکروہ ہے اور ایسی حالت میں مسجد میں جانا حرام ہے جب تک مونہ صاف نہ کر لے اور دوسرے نمازی کو ایذا پہنچی حرام ہے اور دوسرا نمازی نہ بھی ہو تو بدبو سے لنگہ کو ایذا پہنچی ہے حدیث میں ہے ان الملشكة تتاذی مسا بیتاذی بہ بنو آدم واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ریاست جادوہ مکان عبد المجید خاں صاحب سرستہ دار ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حالت نماز میں اگر کسی مقام پر کھجلی چلے و کجاوے یا نہیں اور اگر کجاوے تو کتنی مرتبہ۔

الجواب

ضبط کرے اور نہ ہو سکے یا اُس کے سبب نماز میں دل پریشان ہو تو کجاوے لے کر ایک رکن مثلاً قیام یا قعود یا رکوع یا سجد میں تین یا نہ کجاوے دوبار تک اجازت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - مرسلہ احمد شاہ از موضع نگریہ سادات یکم ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) اگر تہبند کے نیچے لنگوٹ بندھا ہو تو نماز جائز ہے یا نہیں (۲) تہبند کا بیچ کھول کر نماز کیوں پڑھتے ہیں (۳) دائرہ میں ڈالنا باندھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں (۴) کمر میں پٹکا باندھ کر نماز درست ہے یا نہیں (۵) کسی چیز کی مورد اگر جیب میں رکھی ہو تو نماز ہوگی یا نہیں (۶) پیر پیسہ جیب میں رکھ کر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں۔

الجواب

(۱) درست ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز میں کپڑا سینے گھرنے سے منع فرمایا ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۳) منع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز میں بالوں کے روکنے سے منع فرمایا ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۴) درست ہے مگر دامن اُس کے نیچے نہ دب جائے واللہ تعالیٰ اعلم (۵) نماز درست ہوگی مگر یہ فعل مکروہ و نا پسند ہے جبکہ کئی ضرورت نہ ہو ورنہ اشرفی میں ضرورت ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۶) درست ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شکر کتبہ ۲۸ شوال ۱۳۲۹ھ

کیا فرمانے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگرکھے کے بند یا گھنڈی بلا باندھے یا لگائے یا کرتے کے بٹن جو سامنے سینہ پر گوث میں لگے ہوتے ہیں بلا لگائے ہوئے یا کرتے کی وہ گھنڈی جس کے کہ گوث آگے سینہ پر نہیں ہوتے بلکہ دونوں کندھوں پر ایک ایک گھنڈی لگی ہوتی ہے ایک گھنڈی لگا کر ناز پڑے تو کوئی حرج تو نہیں ہے اگر کسی شخص کی ہمیشہ یہ عادت ہے کہ وہ گھنڈی کرتے کے گلے میں جو ہیں ایک کھل رکھے جس سے کہ کچھ گلا کھلا ہوا ہے تو کوئی حرج ہے یا نہیں - بینوا قوجروا

الجواب

اصل یہ ہے کہ سدل یعنی پہنے کے کپڑے کو بے پنہ لٹکانا مکروہ تحریمی ہے اور اس سے نماز واجب الاعادہ جیسے انگرکھا یا کرتا کنڈھوں پر سے ڈال لینا بغیر آستینوں میں ہاتھ ڈالے یا بعض بارانیاں وغیرہ ایسی بنتی ہیں کہ ان کی آستینوں میں نوٹندھوں کے پاس ہاتھ نکال لینے کے چاک بنے ہوتے ہیں ان میں سے ہاتھ نکال کر آستینوں کو بے پنہ چھوڑ دینا یا رضائی یا چادر کندھے یا سر پر ڈال کر دونوں آنچل چھوڑ دینا یا مثال یا رومال ایک شانہ پر اس طرح ڈالنا کہ اس کے دونوں پلو آگے پیچھے چھوٹے رہیں اور اگر رضائی یا چادر کا مثلاً سیدھا آنچل بالیں شانہ پر ڈال لیا اور بائیں آنچل چھوڑ دیا تو حرج نہیں اور کسی کپڑے کو ایسا خلاف عادت پہننا جسے مہذب آدمی مجمع یا بازار میں نہ کر سکے اور کہے تو بے ادب خفیف اور کات سمجھا جائے یہ بھی مکروہ ہے جیسے انگرکھا پہننا اور گھنڈی یا باہر کے بند لگانا یا ایسا کرتا جس کے بٹن سینے پر ہیں پہننا اور بوتام اتنے لگانا کہ سینہ یا شانہ کھلا رہے جبکہ اوپر سے انگرکھا نہ پہنے ہو یہ بھی مکروہ ہے اور اگر اوپر سے انگرکھا ہے یا اتنے بوتام لگائے کہ سینہ یا شانہ ڈھک گئے اگرچہ اوپر کا بوتام نہ لگانے سے گلے کے پاس کا خفیف حصہ کھلا رہا یا شانوں پر کہے چاک بہت چھوٹے چھوٹے ہیں کہ بوتام نہ لگائیں جب بھی کرتا نیچے ڈھکے گا شانے ڈھکے رہیں گے تو حرج نہیں اسی طرح انگرکھے پر جو صدری یا چنہ پہنتے ہیں اور عرف عام میں ان کا کوئی بوتام بھی نہیں لگاتے اور اسے میسوب بھی نہیں سمجھتے تو اس میں بھی حرج نہیں ہونا چاہیے کہ یہ خلاف معتاد نہیں ہذا ما ظہری من کلما تھم والعلم بالحق عند ربی ومختار میں ہے کہ تھویما سدل ثوبہ ای ارسالہ بلاللبس معتاد وکذا القیاء بکمالی وراء ذکرة الحلی کشد ومنذیل یرسلہ من کتقیہ فلو من احدھما لیکرہ کحالة عذرو خارج صلاقی الاصح رد المحتار میں ہے ظاہر کلامہما نہ لافرق بین ان یکون الثوب محفوظا من الوقوع ولا فعلی هذا لا تکرہ فی الطیلسان الذی یجعل علی الواس وقد صرح بہ فی شرح الوقایۃ اہ ای اذا لم یدرہ علی عنقہ والا فلا سدل والا قبیۃ الرومیۃ التی یجعل لا کما مہا خروق عند العضد اذا اخرج المصلی یدہ من الخرق وارسل الکر لیکرہ لصدق السدل لانہ ارخاء من غیر لبس لان لبس الکر باوخال الید وتامہ فی شرح المنیۃ والسند شی معتاد وضعہ علی الکفتین کما فی البحر وذلك نحو الشال فاذا ارسل طرفا منہ علی صدرہ وطرفا علی ظہرہ لیکرہ وفی الخزان ذکر ابو جعفر انہ لا یدخل یدہ فی کبیتہ ولم یزرا اذ ارادہ فہو مسی لانہ یشبہ السدل لکن فی الحلیۃ فیہ نظر ظاہر بعد ان یکون تحتہ قمیص او نحوہ مما یشترک البدن او مختصراً وانا فی ما قال فی الحلیۃ نظر قد مناه - والله تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از کالج علی گڑھ مکرمہ ۱۱ مسد محمد عبدالمجید خاں یوسف نئی سرسید کورٹ ۲۹ صفر ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس کمرہ میں یا مکان میں تصاویر مردم آدمیاں ہوں اُس میں نماز پڑھنا جائز یا ناجائز حرام ہے یا مکروہ اگر ناجائز یا مکروہ ہے تو شارع نے جو مصلحت اس میں رکھی ہے وہ برائے خوبی اور باریکی ظاہر ہونے کے بیان فرمائے جا دیں دوسرے یہ کہ نماز ساتھ خیال غیر اللہ اور ہر تن مصروف ہو کر ہونا چاہیے لہذا کیا مضائقہ ہو سکتا ہے اگر تصاویر اُس جگہ ہوں یا احتیاطاً کیا اس قدر کافی نہیں ہو سکتا ہے کہ صرف سامنے یا اُس حد تک کے جہاں تک نظر پڑ سکے تصاویر ہٹا دی جائیں اور پس پشت اگر تصاویر ہوں وہ رہیں اور نماز پڑھ لی جاوے تو نماز ہو جاوے گی یا کیا نقص پیدا ہو جائے گا فقط

الجواب

جاندار کی اتنی بڑی تصویر کہ اُسے زمین پر رکھ کر کھڑے ہو کر دیکھیں تو اعضا بالتفصیل نظر آئیں بشرطیکہ نہ سر پریدہ ہو نہ چہرہ محو کردہ نہ پاؤں کے پنجے نہ فرش پا انداز میں نہ مخفی پوشیدہ جس کمرہ میں ہو اُس میں نماز مطلقاً مکروہ ہے خواہ آگے ہو یا پیچھے یا دہننے یا بائیں یا اوپر یا سجدہ کی جگہ اور اُن سب میں بدتر جائے سجود یا جانب قبلہ ہونا ہے پھر اوپر پھر دہننے بائیں پھر پیچھے اور اُس میں کراہت کے متعدد وجوہ ہیں اُس مکان کا مسجد کفایت سے مشابہ ہونا تصویر کا بطور اعزاز ظاہر طور پر دکھایا لگا ہونا آگے یا جلے سجود پر ہو تو اُس کی عبادت سے مشابہ ہو ملکہ رحمت کا اُس مکان میں ذاتاً متواتر حدیثوں میں ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان المملکۃ لا تدخل بیتا فیہ کلب ولا صورة بیشک فرشتے اُس گھر میں نہیں جاتے جس میں کتا یا تصویر ہو یہ وجہ اُن تمام صورتوں کو شامل اور وہم مذکور فی السؤال کا علاج کامل ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بجندی بازار مرسلہ محمد فضل الرحمن سادہ کار ۵ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو امام ازار ٹخنوں کے نیچے تک پہن کر نماز پڑھائے وہ نماز مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی قبلہ رخ ایک قدم کو نہ رکھنا یا ایک قدم پر کھڑا رہنا نماز میں جائز ہے یا خلاف سنت اور مکروہ تنزیہی ہے براہ ہمدردی استغناء بحال عبادت کتب متداولہ مقبرہ نقیہ ارقام فرمائیں - بینوا توجروا

الجواب

ازار کا گٹوں سے نیچے رکھنا اگر براہ تکبیر ہو حرام ہے اور اس صورت میں نماز مکروہ تحریمی ورنہ صرف مکروہ تنزیہی اور نماز میں بھی اُس کی غایت خلاف اولیٰ - صحیح بخاری شریف میں ہے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ میرا تہبند لٹک جاتا ہے جب تک میں اُس کا خاص لحاظ نہ رکھوں فرمایا انت لست ممن یصنعہ خیلاء ثم ان میں نہیں ہو جو براہ تکبیر ایسا کریں فتاویٰ علیگیرہ میں ہے اسبیل الرجل اذا وہ اسفل من الکعبین ان لم یکن للخیلاء ففیہ کراہۃ تنزیہ کذا فی الغرائب واللہ تعالیٰ اعلم وہ نون باتین خلاف سنت و مکروہ ہیں ہاں تراویح بین القدین یعنی تھوڑی دیر ایک پاؤں پر زور رکھنا پھر تھوڑی دیر دوسرے پر سنت ہے کما حقہ فی الحلیۃ و بیناہ فی فتاویٰ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از قادری گنج ضلع بیر بھوم ملک بنگالہ مرسلہ سید ظہور الرحمن صاحب قادر رزاقی کرمانی ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ

آج کل دیار بنگال کے بعض بعض شہروں میں بعض لوگوں نے فرض جماعت میں سرنگا کر کے نماز پڑھنا اختیار کیا ہے اگر کسی نے کہا

کہ جماعت کی اہمیت ہوتی ہے تو اس کے جواب میں یہ لوگ کہتے ہیں کہ عاجزی و انکساری کی وجہ سے پڑھتا ہوں اسی طرح عاجزی و انکساری کے بہانے سے بعض لوگوں نے علاوہ نماز کے بھی سر پر ٹوپی رکھنا چھوڑ دیا ہے تو کیا ننگا سر فرض جماعت میں نماز پڑھنے سے نماز جائز ہوگی یا مکروہ ہوگی اگر جائز ہوگی تو کیا حضور سرور کائنات یا حضرت مولائے کائنات یا حضرات امامین متطہرین یا حضرات صحابہ کرام یا اولیائے عظام نے کبھی فرض جماعت میں ننگا سر نماز پڑھی ہے یا نہیں اور علاوہ نماز کے بھی ان حضرات نے کبھی کبھی سر کو ننگا رکھا ہے یا نہیں اور صوفیائے عظام کی کتابوں میں ننگا سر رہنا تہذیب و آداب آیا ہے یا نہیں اور احادیث شریفہ و فقہ سے اسکی کراہت ثابت ہے یا نہیں۔ بینوا تو جو روا

الجواب

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کریمہ نماز کا وہ عمامہ ہے اور فقہائے کرام نے ننگے سر نماز پڑھنے کو تین قسم کیا ہے اگر بنیت تواضع و عاجزی ہو تو جائز اور بوجہ کسل ہو تو مکروہ اور معاذ اللہ نماز کو بے قدر اور ہلکا سمجھ کر ہو تو کفر جب وہ مسلمان اپنی نیت تواضع بتلاتے ہیں تو اسے نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں مسلمان ہر بدگمانی حرام ہے ننگے سر رکھنے کا احرام میں حکم ہے اور اس حالت میں مشابہ روز برابر سر پہنہ رہنا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام سب سے ثابت بغیر اس کے ننگے سر کی عادت ڈالنا کوچہ و بازار میں اسی طرح پھرنا نہ ہرگز ثابت ہے نہ شرعاً محمود بلکہ وہ منجملہ اسباب شرت ہے اور ایسی وضع جس پر انگلیاں اٹھیں شرعاً مکروہ مجمع البحار وغیرہ میں ہے ال خروج عن عادة البلد شہامة و مکروہ صوفیہ کرام کا اس بارے میں کوئی قول اس وقت ذہن میں نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ارشتر کہنہ محلہ سہوانی و لکھنؤ حافظ رحیم اللہ صاحب ارجمادی الاخری ص ۳۳۷

بعد الحمد کے محمد رسول اللہ والذین معہ رکوع پڑھا ایک مقتدی کے مرنے سے سو اُصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکلا اور دوسرے مقتدی نے عمر اُصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہا حضور ان دونوں مقتدیوں کی نماز ہوئی یا نہیں اور جو شخص یہ کہے کہ نماز کے اندر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ سہوا کتنا چاہیے نہ عمر اُصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کیا حکم ہے۔

الجواب

اللہ عز و جل کا نام پاک سن کر حکم ہے کہ عز و جل یا جل جلالہ یا اس کی مثل کلمات تعظیمی کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر واجب ہے کہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا علیہ افضل الصلوة والسلام یا اس کے مثل کلمات درود کے مگر یہ دونوں وجوب ہیں نماز میں نماز میں سوا ان کلمات کے جو شارع علیہ الصلوة والسلام نے مقرر فرمادیے ہیں اور کی اجازت نہیں خصوصاً ہر نماز میں وقت قرات امام مقتدی کا سننا اور خاموش رہنا واجب ہے یہ ہیں امام کے خطبہ پڑھتے ہیں جب اللہ عز و جل اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسمائے طیبہ آئیں سامعین دل میں کلمات تقدیس درود کہیں زبان سے کہنے کی وہاں بھی اجازت نہیں نماز میں نام اُسی سن کر جل و علا یا نام مبارک سن کر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کتنا اگر بقصد جواب ہے نماز جاتی رہے گی سہوا ہو یا قصداً اور اگر بلا قصد جواب بقصداً ممنوع اور سہوا پر اہل ذہن میں درمختار ہیں جمع اسم اللہ تعالیٰ فقال جل جلالہ او النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فضلع علیہ او قراءۃ الامام فقال صدق اللہ ورسولہ نفسدان قصد جوابہ اھ قال العلامة الشاشی ذکر فی البھوانہ لوقال مثل

ما قال الموزن ان ارجوابه تفسد كذا لو لم تكن ثمة لان الظاهر انه اراد الاجابة وكذلك اذا سمع اسم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فضلى عليه فهذا اجابة اه ويشكل على هذا كله ما مر من التفصيل فممن مع العاطس فقال الحمد لله تأمل استنفيد انه لو لم يقصد الجواب بل قصد الثناء والتعظيم لا تفسد لان نفس تعظيم الله تعالى والصلاة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لا ينافي الصلوة كما في شرح المنية اه كلام العلامة مش **اقول** والذي من التفصيل ان سامع عطسة غيره لو قال الحمد لله فان عني الجواب اختلعت المشايخ او التعظيم فسدت او لم يرد واحد منها لا تفسد غير وصح في شرح المنية عدم الفساد مطلقا لانه لم يتعارف جوابا قال بخلاف جواب السائر بالحمد لله للتعارف اه مش ورايتني كتبت على قوله عدم الفساد مطلقا مانصه **اقول** لا بد من استثناء ارادة التعليم كما لا يخفى والتعليل لا يمس فان العلة في شئ اخر غير كونه جوابا وهو كونه خطا با هذا ما مر من التفصيل وانت تعلم انه لا مساس له بانها من الفروع فان الحمد لله ليس جوابا للعطاس وانما هو سنة العاطس فاذا لم يرد به التعليم لم يكن الا انشاء حمد بخلاف ما هنا فكله جواب وقد عرف جوابا فقد عرف الجواب عن الاشكال - والله تعالى اعلم

مسئلہ - از داتا گنج ضلع بدایوں مرسلہ عاشق حسین صاحب ۱۹ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

جوتہ پن کر یعنی فل بوٹ جو ٹخنوں تک بندھا ہوتا ہے خشک ہو غلاظت نہ لگی ہو خواہ نیا ہو یا پرانا نماز جائز ہے یا نہیں یہ اور بات ہے کہ مسجد میں چونکہ سب لوگ رواجاً آج کل جو نماز کر جاتے ہیں ان میں ایک شخص انگشت نمائی کے خوف سے جوتا پن کر نہ جائے مگر مسئلہ کیا ہے آیا کوئی شخص اپنے مکان میں یا جنگل میں یا سفر میں بوٹ پن کر نماز پڑھ سکتا ہے ایک مولوی نے فرمایا تھا کہ بوٹ نیا ہو یا پرانا خشک ہو غلاظت نہ لگی ہو پن کر نماز جائز اور صحیح بخاری میں لکھا ہوا بتایا تھا -

الجواب

مسجد میں جوتا پن کر جانا خلاف ادب ہے فتاویٰ ^{ہندوستان} دہلوی ^{مذہب} حوالہ المسجد متذعلا سوء الادب ادب کی بنا عرف و رواج ہی پر ہے اور وہ اختلاف زمانہ و ملک و قوم سے بدلتا ہے عرب میں باپ سے آنت کہہ کر خطاب کرتے ہیں یعنی تُو۔ زمانہ اقدس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بھی یہی خطاب ہوتا تھا سیدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے والد ماجد سیدنا ابراہیم شیخ الانبیا خلیل کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی اے میرے باپ تو کہ جس بات کا تجھے حکم دیا جاتا ہے اب اگر کوئی بے ادب اسے محبت بنا کر اپنے باپ کو تو کہہ کرے ضرور گستاخ مستحق سزا ہے نماز حاضری بارگاہ بے نیاز ہے کسی نواب کے دربار میں تو آدمی جوتا پن کر جائے۔ یہ تو ادب کا حکم ہے اور آج کل لوگوں کے جوتے صحابہ کرام کے جوتوں کی طرح نہیں ہوتے ردالمحتار میں ہے نعالہم المتقصة پھر بوٹ غالباً ایسا پھنسا ہوا ہوتا ہے کہ مسجد میں انگلیوں کا پیٹ زمین پر بچھانے نہ دے گا تو ادب درکنار سرے سے غازی نہ ہوگی۔ وھو تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از کرا الضلع بدایوں مرسلہ یسین خاں ، رذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

ایک شخص نے پہلی رکعت میں لم یکن الذین کہن وا پڑھی اور دوسری میں سورہ دھر اس سے کہا کہ ایک تو تم نے قرآن شریف

اُن پرٹھا دوسری پہلی سورہ چھوٹی پڑھی اور بعد کی بڑی نماز میں کراہت تو نہیں آئی کہا کچھ حرج نہیں حدیث سے ثابت ہے۔ فقط

الجواب

اس میں دو کراہتیں ہوئیں ایک دوسری رکعت کی پہلی سے اس قدر تطویل اور دوسری سخت اشک کراہت ہے قرآن مجید کو معکوس پڑھا یہ گناہ سخت ناجائز ہے حدیث میں ہے ایسا شخص خوف نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ اُس کا دل الٹ دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ ازدحام پر ضلع بخور مسئلہ حافظ سید بنیاد علی صاحب رحمہ اللہ احرام مسئلہ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے حجرہ میں کوئی شخص علیحدہ نماز پڑھے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

مسجد کے حجرہ میں فرضوں کے سوا اور نمازیں پڑھنا بہتر ہے یہاں تک کہ فرائض کے قبل و بعد کے سنن مؤکدہ میں بھی برپائے اصل حکم افضل یہی ہے کہ غیر مسجد میں ہو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں افضل صلاة المرء فی بیتہ الا المکتوبۃ مگر فرائض بے عذر قوی مقبول اگر حجرہ میں پڑھے اور مسجد آئے گنگار ہے چند بار ایسا ہو تو فاسق مرد و الشہادۃ ہوگا حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا صلاۃ لجماع المسجد الا فی المسجد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چوری کا کپڑا پہن کر نماز کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

چوری کا کپڑا پہن کر نماز پڑھنے میں اگرچہ فرض ساقط ہو جائے گا لان الفساد مجاور مگر نماز مکروہ تحریمی ہوگی لا اشتغال علی المحرم کہ جائز کپڑے پہن کر اس کا اعادہ واجب کا لصلوۃ فی الارض المضموبۃ سواء بسواء۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے سر پر دستار نہ ہو اور مقتدی کے دستار ہو تو کسی کی نماز میں کچھ خلل آتا ہے یا نہیں اور اگر کچھ خلل ہو تو امام کے یا مقتدی کے اور اگر خلل ہے تو کس قسم کا خلل ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

کسی کی نماز میں کچھ خلل نہیں عامہ مستحبات نماز سے ہے اور ترک سب سے خلل درکار کراہت بھی نہیں آتی وذلك لان القسم من سنن الزوائد و سنن الزوائد حکمها حکم المستحب و مختار میں ہے لہا اُداب ترکہ لا یوجب اساءۃ ولا عتابا کترک سنۃ الزوائد لکن فعلہ افضل رد المحتار میں ہے السنۃ نوعان سنۃ الہدی و ترکھا یوجب اساءۃ و کراہۃ کا جماعۃ والاذان والاقامۃ ونحوها و سنۃ الزوائد و ترکھا لا یوجب ذلك کسیر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی لباسہ والنفل ومنہ المندوب یتاب فاعلہ ولا یسئ تارکہ کذا حقیقۃ العلامة ابن کمال فی تغییر التفتیح و شرحہ فلا فرق بین النفل و سنن الزوائد من حیث الحکم لانہ لا یکرہ ترک کل منها وقد مثلوا بسنۃ الزوائد بتطویلہ علیہ الصلاۃ والسلام القراءة والركوع والسجود ولما لم تکن من مکملات الدین وشعائره سمیت سنۃ الزوائد بخلاف سنۃ الہدی وھی السنن المؤکدۃ القریبۃ من الواجب الہی

بیضی تارکھا ۱۵ ملخصا - واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - مسئلہ محمد ابراہیم محلہ خواجہ قطب بریلی ۲۲ شوال المکرم ۱۳۷۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مردہ کی نماز پڑھانے کے واسطے جو جائے نماز ملتی ہے اُس سے کر تارکھا کچھ اور کپڑا بنانا جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز نہیں تو اُس سے جو نماز مفروضہ پڑھی گئی وہ لوٹائی جائے گی یا نہیں اور اُس کفن سے یہ جائے نماز کے واسطے کپڑا نکالنا جائز ہے یا نہیں با دلیل و حوالہ کتب تحریر کریں - بینوا توجروا

الجواب

اس جائے نماز سے دو غرضیں لوگوں کی ہیں ایک یہ کہ اکثر نماز جنازہ راستے وغیرہ بے احتیاطی کے مقامات پر ہوتی ہے مسجد کہ صاف و پاکیزہ رکھی جاتی ہے اُس میں نماز جنازہ منع ہے تو بغرض احتیاط ہام کے نیچے جائے نماز بچھا دی جاتی ہے کہ سب مقتدیوں کے لیے اُس کا جتیا کرنا دشوار ہوتا ہے اور اگر فرض کیجیے کہ وہ تمام جگہ ایسی ناپاک ہے کہ سب کی نماز نظر بواقع نہ ہو سکے تو جائے نماز کے سبب امام کی نماز ہو جائے گی اور اسی قدر سب مسلمانوں کی طرف سے ادائے فرض و ابراے ذمہ کے لیے کافی ہے کہ نماز جنازہ میں جماعت شرط نہیں۔ دوسری نفع فقیر کہ وہ جانا زبعتا کسی طالب علم یا اور فقیر پر تصدق کر دی جاتی ہے اور یہ دونوں غرضیں محمود ہیں تو اُس کے جوانوں میں کلام نہیں اور جس فقیر مردہ تصدق کی گئی اُس کی ملک ہے کرنا وغیرہ جو چاہے بنائے اُس میں نماز کر دہ بھی نہیں نہ اصلا حاجت اعادہ کمالا ینفی واللہ تعالیٰ اعلم

باب الوتر والنوافل

مسئلہ - ۲۱ رجب الاول شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شخص نماز ظہر و عشا باجماعت پڑھ چکا خواہ امام تھا یا مقتدی اب دوسری جماعت قائم ہوئی وہ شریک جماعت ہوا تو وہ نیت نماز کی کیا کرے - بینوا توجروا

الجواب

نفل کی نیت چاہیے فان الفریضۃ فی الوقت لا تکرر فی الحدیث لا یصلی بعد صلاۃ مشاہدا اور اگر فرض کی نیت کرے گا جب بھی نفل ہی ہوں گے فان الفریضۃ فی الوقت لا تکرر - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از موضع سریناں ضلع بریلی مسئلہ امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۳۵ھ

نیا کپڑا اور جوتا پہن کر نفل پڑھنا کیسا ہے -

الجواب

نیا کپڑا پہن کر نفل پڑھنا بہتر ہے یوں نیا جوتا بھی اگر اُس کا پنجہ اتار کر اندھو کہ پاؤں کی کسی انگلی کا پیٹ زمین سے نہ لگنے دے ایسا

ہوگا تو نماز نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بریلی مرسلہ ذاب سلطان احمد خاں صاحب ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ
آج کل وتر باجماعت پڑھنا بوجہ فضل جماعت افضل یا بوقت تہجد بھی بہتر ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

در رمضان المبارک میں ہمارے علمائے کرام قدس اسرار ہم کو اختلاف ہے کہ مسجد میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے یا مثل نماز نفل گھر پر
تنہا دونوں قول باقوت ہیں۔ اور دونوں طرف تصحیح و ترجیح اول کو یہ مزیت کہ اب عامہ مسلمین کا اُس پر عمل ہے اور حدیث سے بھی اس کی تائید نکلتی ہے
ثانی کو یہ فضیلت کہ وہ ظاہر الروایت ہے رد المحتار میں زیر قول رد مختار الجماعت فی وتر رمضان مستحبہ علی قول فرمایا وغیر مستحبہ علی قول
اخبر بل یصلھا وحده فی بیتہ وھا قولان مصححان و سیاقی قبیل ادراک الفریضۃ تو صحیح الثانی بانہ المذہب رد مختار میں ہے
هل الا فضل فی الوتر الجماعۃ ام المنزل تصحیحان لکن نقل شارح الوہابیۃ ما يقتضی ان المذہب الثانی و اقراء المصنف وغیرہ
رد المحتار میں ہے رجح الکمال الجماعۃ بانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان او تر بہم ثم بین العذر فی تأخرہ مثل ما صنع فی
التراویح فالوتر کالتراویح فکما ان الجماعۃ فیہا سنۃ فکذا الک الوتر مجرور فی شرح المنیۃ الصحیحہ ان الجماعۃ فیہا افضل الا ان
سندہا لیست کسنیۃ جماعۃ التراویح اھ قال الخیر الوملی وھذا الذی علیہ عامۃ الناس الیوم اھ وقواہ المحشی ایضا بانہ
مقتضی ما مر من ان کل ما شرع بجماعۃ فالمسجد افضل فیہ اھ ما فی رد المحتار **قول** فی ہذا التقویۃ عندی نظر ظاہر
فانہ لو کان المراد ان ما جاز بجماعۃ فالمسجد افضل فیہ فممنوع فان کل نفل یجوز بجماعۃ ما لم یکن علی سبیل التداعی مع ان
الا فضل فیہ البیت وفاقا وان کان المراد ما ندب فیہ الشرع الی الجماعۃ فمسلم لکن ہذا اول المسئلۃ فلا ستاد بہ صریح
للمصادرة فلیتأمل بالجملہ اس مسئلہ میں اپنے وقت و حالت اور اپنی قوم و جماعت کی موافقت سے جسے انسب جانے اُس پر عمل کا اختیار
رکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از کلکتہ و ہرم تلامذہ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۲ رمضان شریف ۱۳۱۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رمضان شریف میں عشا کی نماز فرض جس صلی تہجد گزار یا غیر تہجد گزار نے جماعت کے ساتھ ادا کی ہو
اُس کو نماز و تر جماعت کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

کسی کو بھی ضرور نہیں بلکہ افضلیت میں اختلاف ہے۔ ہمارے اصل مذہب میں افضل یہی ہے کہ تنہا گھر میں پڑھے۔ اور ایک قول پر
مسجد میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے۔ اب اکثر مسلمین کا عمل اسی پر ہے کما فی الدرر وحاشیہ و بیناہ فی غنا و اننا بہر حال ضروری کسی
کے نزدیک نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از سورت ضلع ایٹہ محمد ملک زاداں مرسلہ مرزا عابد حسین صاحب ۲۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۰ھ

ربما یعطی التقیید بالمجور ذلك فانه اذا كان النفل المتعارف يكون كذلك له ولغيره اه طبرانی معجم اوسط اور بیقی سنن میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ثلث هن علی فرائض وهن لکم سنة الوتر والسواک وقيام الليل تین چیزیں مجھ پر فرض اور تمہارے لیے سنت ہیں۔ و ترو سواک وقيام شب **اقول** والحديث ان لم یصلح حجة فقد استظهر بظاهر الكتاب العزيز وقد نص المحقق نفسه في فتح القدير مسئلة امرأة المفقود ان الحديث الضعیف یصلح مرجحاً لامثباته بالاصالة قال وموافقة ابن مسعود مرجح **اخرا قول** وهما موافقة سلطان المفسرین مرجح **اخرا** بوجہ طبری حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی امیر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقیام اللیل وکتب علیہ دون امتہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیام شب کا حکم تھا حضور پر فرض تھا امت پر نہیں، امام مجاہد السیوطی نے فرماتے ہیں کانت صلاة اللیل فريضة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في الابتداء وعلى الامة ثم صار الوجوب منسوخا في حق الامة وبقى في حق النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اه ملخصاً فتح القدير میں ہے علیہ کلام الاصولیین من مشائخنا شرح مواہب زرقانی میں ہے هو قول الاكثر ومالك مواہب میں ہے هذا ما صححه الراضی ونقله النووي عن الجمهور شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی اشعة اللمعات میں فرماتے ہیں محارر آن ست کہ از امت منوخ شد برا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باقی ماند تا آخر عمر وقد حقق ذلك في موضعه تویوں بھی سنیت تہجد ثابت نہ ہوئی۔ اور وہی مذہب واستجاب نوید بقول جمهور وشرب ومحاذا ومنصور رہا **اقول** شک نہیں کہ تہجد ابتدائے امر میں حضور اقدس صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ اندھونہ کی امت سب پر فرض تھا۔ کما شہدت بہ سورة المزمل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو اب ان کی فرضیت ثبوت ناسخ پر موقوف امت کے حق میں ناسخ بدلیل اجماع امت ثابت وان لم یعلم سند الاجماع حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باب میں دعویٰ نسخ کو بھی کوئی ایسی ہی روشن دلیل چاہئے جو اپنے افادہ میں احتمالات سے منزہ ہو فان الاحتمال یقطع الاستدلال ولا یقوم بامر محتمل حجة حدیث ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان اللہ عز وجل افترض قیام اللیل فی اول هذه السورة فقام بنی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واصحابہ حولاً وامسک اللہ خاتمہا اثنی عشر شهراً فی السماء حتی انزل اللہ فی اخر هذه السورة التحقیف فصار قیام اللیل تطوعاً بعد فريضة رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسخ میں رض نہیں ولہذا علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں فرمایا دلالتہ لیست بقویۃ لاحتماله رسائل الارکان مولانا بحر العلوم میں ہے هذا لا یقنع به القائل بالفريضة لانه یقول لعل امر المؤمنین ازادت ان صلاة اللیل كانت فريضة على الامة ثم نسخها اللہ تعالیٰ عن الامة وصارت نفلاً واما علی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فبقیت الفريضة کما كانت یظہر من خاتمة سورة المزمل **اه اقول** کہ نہ یرید قولہ تعالیٰ علما نہ لم تحصى فتاب علیکم وقوله تعالیٰ علما نہ سیکون منکم مریضی واخرون یضربون فی الارض یمتحنون من فضل اللہ فان الظاهر ان الخطاب فیہ للامة **ثم اقول** ہمیں احتمال کافی خصوصاً جبکہ وجود عدیدہ اس کا پتہ چلتا ہوا **اولا** اسی حدیث میں لفظ ابی داؤد یوں ہیں قال (ای سعد بن هشام قلت حدثنی من قیام اللیل قالت الست تقرؤا ایہا المرسل قال قلت بلی قال لست فان

اول هذه السورة نزلت فقام اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم حتى انتفعت اقد امهم وحلبس خاتمها في السام
 اثني عشر شهرا ثم نزل اخرها فصاد قيا الليل تطوعا بعد فريضة يها كلام خاص اصحاب كرام میں ہے **ثانياً** خود ام المؤمنين
 سے حدیث گزری کہ قیام لیل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فرض امت کے لیے سنت تھا **ثالثاً** اسی طرح ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
 عنہما نے نسخ ذکر فرمایا کہ ارواہ ابو داؤد و حالانکہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں فرضیت مانتے ہیں۔ کما تقدم
رابعاً جب ام المؤمنین کا ارشاد اُن تک پہنچا فرمایا صدقت کما بدت صلوات النساء اور فرمایا هذا والله هو الحدیث کما عند
 ابی داؤد اگر اس کے معنی وہ اپنے خلاف سمجھے بیان فرماتے **ثم اقول** بلکہ تحقیق یہ ہے کہ آخورت نے مطلق قیام لیل نسخ و فرمایا بلکہ
 اول سورة میں جو نصف شب یا قریب نصف کے قدر تھی اُسے منسوخ فرما کر مطلق قیام کی فرضیت باقی رکھی لقوله تعالیٰ فقام علیکم
 فاقروا اما تيسرون الف ان اس کے بعد پھر دوبارہ نسخ مطلق ہو کر استجاب رہا ہے جلالین شریف میں ہے خفف عنهم بقیام ما تيسر
 منه ثم نسخ ذلك بالصلوات الخمس كثرة الارشاد والعقل وغيرهما میں ہے عبر عن الصلوة بالقراءة لانها بعض اركانها کما
 عبر عنها بالقيام والركوع والسجود يريد فضلوها ما تيسر عليكم ولم يعذر من صلاة الليل وهذا نسخ الاول ثم نسخا جميعا
 بالصلوات الخمس تفسیر کرخی و فتوحات النبیہ میں ہے هذا هو الاصح ام المؤمنین یقیناً نسخ اول کا ذکر فرما رہی ہیں ہم تسلیم کرتے ہیں کہ
 اُس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی داخل پھر اس سے انتقائے فرضیت کہاں حاصل نسخ ثانی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ
 وسلم کا دخل کب ثابت ہوا نہ ہرگز اُس میں کوئی نص نازل تو حدیث مذکور سے انتقائے وجوب پر تمسک سرے سے زائل و ہذا تحقیقات
 اخر اجل واعز اتینا بما بتوفيق الله العلي الاكبر في رسالة لنا صنفناها بعد ورود هذا السؤال في تحقيق هذا المقال سمعنا
 رعاية المني في ان التهجد نفل ام سنه فليمنظر ثمة والحمد لله على كشف الغم **ثم اقول** وبالله التوفيق فقیر کے
 نزدیک اسی بحث میں حق تحقیق یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں ہیں صلاۃ لیل و نماز تہجد صلاۃ لیل ہر وہ نماز نفل کہ بعد فرض عشا رات میں پڑھی جائے
 حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ما كان بعد صلاة العشاء فهو من الليل جو نماز بعد عشا پڑھی جائے وہ سب نماز شبیم
 رواہ الطبرانی عن ایاس بن مغویۃ المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن یہ ہے شک سنت مؤکدہ ہے کہ اس میں عشا کی سنت بعد
 بلکہ سنت فجر بھی داخل صحیحین میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے کانت صلاتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی شھر
 رمضان وغیرہ ثلاث عشرة رکعة باللیل منها رکعتا الفجر اس معنی پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صلاۃ لیل کو بعد فرض
 ہر نماز سے افضل بتایا کہ المسلم من ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یرفعہ افضل الصلاۃ بعد الفریضة صلاۃ اللیل
 ورنہ جمهور علماء کا اتفاق ہے کہ سنن راتہ سب سنن نمازوں سے افضل ہیں اور ہمارے ائمہ کا اجماع ہے کہ سنت فجر سنن راتہ سے بھی اعلیٰ
 واجل اور نماز تہجد وہ نفل کہ بعد فرض عشا قدرے سو کر طلوع فجر سے پہلے پڑھی جائیں طبرانی حجاج بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی
 انما التهجد الموء بصلی الصلاۃ بعد رقدۃ معالم میں ہے التهجد لا یكون الا بعد النوم علیہ میں قاضی حسین سے ہے
 انه فی الاصطلاح صلاۃ التطوع فی اللیل بعد النوم ولهذا رواهنا میں فرمایا صلاۃ اللیل و قیام اللیل اعم من التهجد

یہ مستحب سے زائد نہیں ورنہ سونا بھی سنت ہو کہ وہ ہو جائے اور شب بیداری گناہ ٹھہرے کہ تہجد سنت ہو کہ وہ ہوئی اور وہ بے نوم حاصل نہیں ہو سکتی اور سنت ہو کہ وہ کا حصول جس پر موقوف ہے وہ سنت ہو کہ وہ ہے لان حکم المقدمۃ حکم ماہی مقدمۃ لہ اور سنت ہو کہ وہ کا ترک مطلقاً یا بعد عادت گناہ اور بعد اصرار کبیرہ شب بیداری کی غایت یہ تھی کہ مستحب ہوئی مگر جب وہ ترک سنت ہو کہ وہ کی موجب تو مستحب کیسی مکروہ و ممنوع ہوئی لازم کوئی مستحب کیسی ہی فضیلت والا ہو جب کسی سنت ہو کہ وہ کے وقت کا موجب ہو مستحب نہیں ہو سکتا۔ مذموم ہو گا۔ ہمارے امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پینتالیس برس عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی کیا معاذ اللہ پینتالیس سال کامل ترک سنت ہو کہ وہ پر اصرار فرمایا فقد ظهر الحق واسفر الغلق وبقیۃ الکلام فی تلك الرسالة والحمد لله رب الجلالۃ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سنتیں گھر میں پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں اور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کس طرح تھی یا کوئی عادت نہ تھی بلکہ کبھی گھر میں پڑھتے کبھی مسجد میں اور روافض کی مشابہت اور رافض کی تمت سے بچنے کو مسجد میں پڑھنا ضرور لازم ہے یا نہیں اور حدیثوں میں جو گھر میں پڑھنے کی فضیلت وارد ہوئی وہاں صرف نوافل ہیں یا سنتیں بھی۔

الجواب

ومن اللہ سبحنہ توفیق الصدق والصواب تراویح و تحیۃ المسجد کے سوا تمام نوافل سنن راتبہ ہوں یا غیر راتبہ ہو کہ وہ یا غیر ہو کہ وہ گھر میں پڑھنا افضل اور باعث ثواب اکمل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں علیکم بالصلوۃ فی بیوتکم فان خیر صلاۃ المؤمن فی بیتہ الا المکتوبۃ تم پر لازم ہے گھروں میں نماز پڑھنا کہ بہتر نماز مرد کے لیے اُس کے گھر میں ہے سوا فرض کے رواہ البخاری ومسلم اور فرماتے ہیں صلاۃ المؤمن فی بیتہ افضل من صلاۃ فی مسجدی هذا الا المکتوبۃ نماز مرد کی اپنے گھر میں میری اس مسجد میں اس کی نماز سے بہتر ہے مگر فرض رواہ ابو داؤد اور خود عادت کر یہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اسی طرح تھی احادیث صحیحہ سے حضور والا کا تمام سنن کا شاذ فلک آتا ہے میں پڑھنا ثابت حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر میں چار رکعت فجر سے پہلے پڑھتے پھر باہر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے پھر گھر میں رونق افروز ہو کر دو رکعتیں پڑھتے اور مغرب کی نماز پڑھ کر گھر میں جلوہ فرما جاتے اور دو رکعتیں پڑھتے اور عشا کی امامت کر کے گھر میں آتے اور دو رکعتیں پڑھتے جب صبح چمکتی دو رکعتیں پڑھ کر باہر تشریف لے جاتے اور نماز فجر پڑھاتے اخرج مسلم فی صحیحہ وابوداؤد فی السنن واللفظ لمسلم عن عبد اللہ بن سفین قال سألت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عن صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن تطوعہ فقالت ان یصلی فی بیتی قبل الظهر اربعاً ثم یمخرج فیصلی بالناس ثم یدخل فیصلی رکعتین وکان یصلی بالناس المغرب ثم یدخل فیصلی رکعتین ویصلی بالناس العشاء و یدخل بیتی فیصلی رکعتین ثم ذکر من صلاۃ اللیل والوتر انی ان قالت وکان اذا طلع الفجر صلی رکعتین زاد ابو داؤد ثم یمخرج فیصلی بالناس صلاۃ الفجر اسی طرح سنن جمعہ کا مکان جنت نشان میں پڑھنا صحیحین میں مروی زمانہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں لوگ مغرب کے فرض پڑھ کر گھروں کو لوٹ جاتے یہاں تک کہ مسجد میں کوئی شخص نہ رہتا گو یا وہ بعد مغرب کچھ پڑھتے ہی نہیں فی الفقہ عن السائب بن یزید قال لقد رأیت الناس فی زمن عمر بن الخطاب اذا انصرفوا من المغرب انصرفوا جميعاً حتی لا یبقی فی المسجد احداً کا غم لا یصلون بعد المغرب حتی یصیرون الی اہلہم سیدنا العالیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

لوگوں کو دیکھا کہ مغرب کے فرض پڑھ کر مسجد میں سنتیں پڑھنے لگے ارشاد فرمایا یہ نماز گھر میں پڑھا کرو اور خارج ابوداؤد والتومذی والنسائی
عن کعب بن عجرة وابن ماجة عن حدیث دافع بن خدیج والسیاق لابن داؤد قال ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتی
مسجد بنی عبد الاشمل فصلی فیہ المغرب فلما قضاوا صلا تھم راھم لیسبحون بعدھا فقال هذه صلاة البیوت ولفظ التومذی
والنسائی علیکم بهذه الصلاة فی البیوت وابن ماجة ارکواھا تین الرکعتین فی بیوتکم شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی قدس الشہ
سرہ العزیز شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں ہر گاہ تمام کر دے مرد نماز فرض راہد آحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایساں را کہ نماز نفل میگزارد نہ کہ راہ
بوسے سنت مغرب است بعد از فرض یعنی در مسجد پس گفت آحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایس یعنی سنت مغرب یا مطلق نماز نفل نماز خانہا است کہ در
خانہا باید گزارد نہ در مسجد بدانکہ افضل آنست کہ نماز نفل غیر فرض در خانہ گزارند بچنین بود علی آس حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مگر بیسبب یا عذرے
خصوصاً سنت مغرب کہ ہرگز در مسجد گزارد و بعضی اعلیٰ گفتہ اند کہ اگر سنت مغرب را در مسجد گزارد بد سنت واقع ہئی شود و بعضی گفتہ اند کہ عاصی می گردد و از
جہت مخالفت امر کہ ظاہر شد در وجوب است و جمہور بر آنند کہ امر برائے استحباب است۔ الخ گاہے اگر بعض سنن مسجد میں پڑھنے کا اتفاق ہوا تو علما و
خرماتے ہیں وہ کسی عذر و سبب سے تھا کما موعن الشیخ و بمثلہ قل العلامة ابن امیر الحاج فی شرح المنیۃ معہذا ترک ایجا ثنائی منیۃ
واستحباب نہیں بلکہ اُس کا مقرر و موکد ہے کہ موافقت محققین کے نزدیک امارت و وجوب کما فی البحر وغیرہ علاوہ بریں اگر بالفرض رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے دائماً سنتیں مسجد ہی میں پڑھی ہوتیں تاہم بعد اس کے کہ حضور ہم سے ارشاد فرما چکے فرضوں کے سوا تمام نمازیں تمہیں گھر میں
پڑھنا چاہیے اور فرمایا اور اسے فرائض اور نمازیں گھر میں پڑھنا مسجد مدینہ طیبہ میں پڑھنے سے زیادہ ثواب رکھتا ہے بلکہ مسجد میں پڑھتے دیکھ کر وہ
ارشاد فرمایا کہ نماز گھروں میں پڑھا کرو کما مرکل ذلک تو ہمارے لیے بہتر گھر ہی میں پڑھنے میں رہے کہ قول نفل پر مرجح ہے۔ اور ان احادیث
میں نماز سے صرف نوافل مطلقہ مراد نہیں ہو سکتی کہ اور اسے فرائض میں سنن بھی داخل اور قضیۃ مسجد بنی عبد الاشمل کا خاص سنن مغرب میں تھا
کما سبق اسی طرح فقہا بھی عام حکم دیتے اور نوافل کی تخصیص نہیں کرتے ہر ایہ میں ہے واکا فضل فی عامۃ السنن والنوافل المنزل
وهو المروی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح القدیر میں ہے عامتھم علی اطلاق الجواب بعبارة الکتاب وبہ یفتی
الفقہ ابو جعفر قال الا ان یحتمل ان یشغل عنہا اذا رجح فان لم یحتمل فالأفضل البیت شرح صغیر میں ہے ثم السدۃ فی
سنة الفجر وکذا فی سائر السنن ان باقی بھا اما فی بیتہ وهو الأفضل او عند باب المسجد واما السنن التي بعد الفریضة
فانه ان تطوع بھا فی المسجد فحسن وتطوع بھا فی البیت الأفضل وهذا غیر مختص بما بعد الفریضة بل جمیع النوافل ماعد
الترک ویمح وتھیۃ المسجد الأفضل فیہا المنزل لما روی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انه کان یصلی جمیع السنن والوتر فی
البیت الخ اھ ملخصاً اور جب ثابت ہو چکا کہ سنن و نوافل کا گھر میں پڑھنا افضل اور یہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت طیبہ اور
حضور علیہ السلام ہی ہیں حکم فرمایا تو بخیاں مشابہت روانف اُسے ترک کرنا کچھ وجہ ذکر کرتا ہے۔ اہل بدعت کا اختلاف اُن کی بدعت یا شعار خاص میں
کیا جائے دیکھ کہ اپنے مذہب کے امور خیر سے جو بات وہ اختیار کریں۔ ہم اُسے چھوڑتے جائیں آخر ما ظنی کہ یہی تو پڑھتے ہیں بالجملہ اصل
حکم استحبائی یہی ہے کہ سنن قبلہ مثل رکعتین فجر و رباعی ظہر و عصر و عشا مطلقاً گھر میں پڑھ کر مسجد کو جائیں کہ ثواب زیادہ پائیں۔ اور سنن بعد یہ

مثل رکعتین ظہر و مغرب و عشا میں جسے اپنے نفس پر اطمینان کامل حاصل ہو کہ گھر جا کر کسی ایسے کام میں جو اسے ادا کرنے سے باز رکھے مشغول نہ ہو گا وہ مسجد سے فرض پڑھ کر پلٹ آئے اور سنتیں گھر ہی میں پڑھے تو بہتر اور اس سے ایک زیادت ثواب یہ حاصل ہوگی کہ جتنے قدم بارادہ بادائے سنن گھر تک آئے گا وہ سب حنات میں لکھے جائیں گے۔ قال تبارک و تعالیٰ و تکتب ما قد موا و اثارہ و کل شیء احصینہ فی امامہ مبین اور جسے یہ وثوق نہ ہو وہ مسجد میں پڑھ لے کہ حافظ الفضلیت میں اصل نازوت نہ ہو۔ اور یہ معنی عارضی افضلیت صلاۃ فی البیت کے معنی میں نہیں۔ نظیر اس کی نماز وتر ہے کہ بہتر اخیر شب تک اس کی تاخیر ہے مگر جو اپنے جانے پر اعتماد نہ رکھتا ہو وہ پہلے ہی پڑھ لے کہانی کتب الفقہ گلاب عام عمل اہل اسلام سنن کے مساجد ہی میں پڑھنے پر ہے۔ اور اس میں مصاحح ہیں کہ ان میں وہ اطمینان کم ہوتا ہے جو مساجد میں اور عادت قوم کی مخالفت موجب طعن و انگشت ثنائی و انتشار ظنون و فتح باب غیبت ہوتی ہے اور حکم صرف استجابی تھا تو ان مصاحح کی رعایت اس پر مرجع ہے اللہ دین فرماتے ہیں الخروج عن العادة شہمة و مکروہ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از لشکر گوالیار محکمہ ڈاک مسئلہ مولوی نور الدین احمد صاحب غزہ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

(۱) نفل کا سوائے تراویح و نماز کسوت و خضوع بجماعت منسوخ ہونا تو معلوم ہے لیکن بعض مشائخ کے یہاں جو باعتبار کسی کسی کتاب کے بعض نازیں نفل کی مثل صلاۃ قضائے عمری (۴ نفل قبل آخری جمعہ کے) اور نفل شب بجماعت ادا ہوتے ہیں ان کی کیا اصل ہے۔ جواز کس بناء پر ہے اور مانع کسوں سے ہے۔ جن فتاویٰ کی دوسرے جواز نکالا ہے وہ کہاں تک معتبر ہے (۲) نفل یوم عاشوراء کم پڑھنا مناسب ہے یا نہیں۔

الجواب

(۱) ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک نوافل کی جماعت بتداعی مکروہ ہے۔ اسی حکم میں نماز خضوع بھی داخل کہ وہ بھی تنہا پڑھی جائے اگرچہ امام جمعہ حاضر ہو کہما فی الشامی عن اسمعیل عن البرجندی علیہ میں ہے اما للجماعة فی صلاۃ الخسوف و ظہار کلام الجمع الغفیر من اهل المذہب کراہتھا الخ صرف تراویح و صلاۃ الکسوف و صلاۃ الاستسقاء مستثنیٰ ہیں و ذلک بوفاق ائمتنا علی الاصح فالخلف فی الزخیر فی الاستئذان دون الجواز کما صرح بہ فی الدر المختار تداعی مذہب اجماع میں اس وقت متحقق ہوگی جب چار یا زیادہ مقتدی ہوں دو تین تک کراہت نہیں فی الدوریۃ ذلک لوعلی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد کما فی الدر اھ و فی الخططاوی علی مرقا الفلاح فی اقتداء ثلثۃ الاصح عدم الکراہۃ نماز قضائے عمری کہ آخر جمعہ ماہ مبارک رمضان میں اس کا پڑھنا اختراع کیا گیا اور اس میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس نماز سے عمر بھر کی پنی بلکہ ماں باپ کی بھی تضاویں اتر جاتی ہیں محض باطل و بدعت سیئہ شنیعہ ہے کسی کتاب معتبر میں اصلاً اس کا نشان نہیں نماز شب ہات اگرچہ شائع کرام قدس اسرار ہم نے بجماعت بھی پڑھی وقت القلوب شریف میں ہے یتجب احیاء خمس عشرۃ لیلة (الی قولہ) لیلة النصف من شعبان و قد کاوا یصلون فی هذه الیلۃ ما نہ رکعة بالغ مرة قل هو الله احد عشر فی کل رکعة و یسمون هذه الصلاۃ صلاۃ الخیر و یعرفون برکھا و یجتمعون فیھا و یرجوا صلواھا جماعة اور یہی مذہب علمائے تابعین سے لقمان بن عامر و خالد بن معدان اور ائمہ مجتہدین سے اسحق بن راہویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے مگر ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب وہی ہے کہ جماعت بتداعی ہو تو مکروہ ہے کما فی فی البزازیۃ و المتارخانیۃ و الحادی القدسی و الحلیۃ و الغنیۃ و نور الايضاح و مرقا الفلاح و الاشباہ و شروحا و الدال المختار و حواشیہ و غیر

ذلك من الكتب المعتمدة (۲) عاشورایام فاضلہ سے ہے اور نماز بہترین عبادات اور اوقات فاضلہ میں اعمال صالحہ کی تکثیر قطعاً مطلوبہ و مندوب مگر اس دن نوافل میں بطریق مخصوصہ میں جو حدیث روایت کی جاتی ہے علماء اُسے موضوع و باطل بتاتے ہیں کما صرح بہ ابن الجزری فی موضوعاتہ و اقوالہ علیہ فی الآکی موضوعات کبیرہ علی قاری میں ہے صلاۃ عاشوراء موضوع بالانفاق واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از علائقہ جاگل تھانہ ہری پور کوٹ پنجب اللہ خاں مرسلہ شیر محمد شیخ ۱۴ رمضان شریف ۱۳۷۰ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وتر میں نیت وتر کی کرے یا واجب بھی یا سنت کی یا کیا۔ بینوا توجروا

الجواب

وتر کی نیت تو ضروری ہے پھر چاہے اسی قدر پر قناعت کرے اور بہتر یہ ہے کہ وتر واجب کی نیت کرے کہ ہمارے مذہب میں وتر واجب ہی ہیں اور اگر سنت بمعنی مقابل واجب کے نیت کی تو ہمارے امام کے نزدیک وتر ادا نہ ہوں گے۔ فی الدار المختار لا بد من التعمین عند النیۃ لفرض انہ ظہر و عصر و واجب اللہ و ترا و نذر اھ مختصراً و فی رد المحتار لا یلزمہ تعین الوجوب وان کان حنفیاً ینبغی ان بنویہ لیطابق اعتقادہ اللہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ملک بنگالہ ضلع چانگام ڈاک خانہ جلدی مرسلہ محمد حبیب اللہ صاحب ۸ جمادی الآخرہ ۱۳۷۰ھ

چہی فرمائیے علمائے دین اندر میں مسئلہ کہ جناب قاضی ثناء اللہ صاحب درالاباد منہ آوردہ اند کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در صلاۃ تجہیزول قیام بسیار میفرمود حتی کہ در پائے مبارک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در منشی قدہ است قول مذکور قابل اعتبار است یا نہ و در منشی در صحاح ثابہ است تا خروج از صحاح بعض عالم میگویند کہ درم قدم مبارک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در صحاح ثابہ است و منشی ثابہ نیست قول کہ نام کس معتبر است۔ بینوا بسند الکتاب و توجروا من اللہ الوہاب۔

الجواب

ایں جاسخن قاضی درسد دسوی است انکارش از نادیدہ روی است تو رم و انشقاق ہر دو در صحاح ستہ خبر سنن ابی داؤد مروی است در جامع صحیح امام بخاری سلف حد ثنا صدقہ بن فضل اخبرنا ابن عیینہ ثنا زیاد انہ سمع المغیرۃ یقول قام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی تورمت قدماء فقیل لہ قد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تأخر قال افلا اکون عبدا شکورا حد ثنا الحسن بن عبد العزیز ثنا عبد اللہ بن یحیی اخبرنا حیوۃ عن ابی الاسود انہ سمع عروۃ عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقوم من اللیل حتی تنقطع قدماء فقالت عائشۃ لہ تصنع هذا یا رسول اللہ وقد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تأخر قال افلا احب ان اکون عبدا شکورا الحدیث قال البخاری فی کتاب الصلاۃ تنقطع قدماء الفطور الشقوق انقطعت اشقت اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از بریلی محلہ مندل خاں کی بزمیہ ۲۹ ذی القعدہ ۱۳۷۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عشا میں آخری نفل بیٹھ کر پڑھنا چاہیے یا کھڑے ہو کر سر کا ناقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

کس طور پر ہمیشہ ان نفلوں کو ادا فرمایا اور کس طرح پڑھنا باعث زیادتی ثواب ہے۔ بینوا تو جردا

الجواب

حضور پر نور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نفل بیٹھ کر پڑھی مگر ساتھ ہی فرمادیا کہ میں تمہارے مثل نہیں میرا ثواب قیام و تہود دونوں میں یکساں ہے تو امت کے لیے کھڑے ہو کر پڑھنا افضل اور دونا ثواب ہے اور بیٹھ کر پڑھنے پر بھی کوئی اعتراض نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز تہجد ادا کرتا ہے لہذا اس کو در بعد فراغت تراویح پڑھنا جائز ہے یا نہیں یا کسی کی تراویح افاق سے کچھ باقی رہ گئی ہیں تو وہ امام کے پیچھے تراویح پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔

الجواب

تہجد پڑھنے والا بعد تراویح در پڑھ سکتا ہے بلکہ جاگنے پر اعتماد نہ ہو تو پہلے ہی پڑھ لینا بہتر ہے جس نے امام کے ساتھ بعض تراویح دہائیں تو بعد امام ان کو پڑھے خواہ وتروں سے پہلے یا بعد اور اول بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از ریاست الوراہ چھوٹا نہ محلہ قاضی وارثہ مسئلہ مولوی محمد رکن الدین صاحب نقشبندی ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ مسئلہ یہ ہے کہ جمعہ کی پہلی چار سنتیں اگر قضا ہو جائیں تو بعد فرض جماعت کے اُسے سنت وقت کے اندر قضا کر لے یا نہیں اس میں بھی صاحب رد المحتار تحریر فرماتے ہیں کہ جمعہ کی سنت مثل سنت ظہر کے نہیں ہیں لہذا گزارش ہے کہ اس کی تحقیق سے بواپسی ڈاک اطلاع بخشی جائے۔ دو چار علما سے جو گفتگو ہوئی تو انھوں نے جناب کی تحقیق کی طرف توجہ دلائی۔

الجواب

ہاں وقت میں انھیں ادا کر لے وہ ادا ہو گئی کہ قضا در مختار میں ہے بخلاف سنة الظہر و کذا الجمعة فانہ ان خاف فوت رکعة یترکھا ویقتدی ثم یاتی بها علی انھا سنة فی وقت ای الظہر بحر الرائق میں ہے وحکم الاربع قبل الجمعة کالاربع قبل الظہر کما لا یخفی ما شیہ علامہ خیر الدین الرطبی علی البحر الرائق میں فتاویٰ علامہ سراج الدین حانوتی سے ہے ما قالہ فی المتن وغیرہا من ان سنة الظہر تقضی یقتضی ان تقضی سنة الجمعة اذ لا فرق اھ ثم نقل عن روضة العلماء ما ردا فی صفحہ الخالق و رد المحتار جامع الروایہ میں ہے سنة الظہر ولو حکما فیدخل فیہ سنة الجمعة فقضی علی الخلاف سنة الظہر رہا علامہ شامی کا استدلال کہ قد یستدل للفرق بینہما بان القیاس فی السنن عدم القضا وقد استدل قاضی حناں لقضاء سنة الظہر بما عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا فاتتہ الاربع قبل الظہر قضاہن بعدہ فیكون قضاءها ثبت بالمحدث علی خلاف القیاس اس پر فقیر غفرلہ المبولی القدر نے اپنی تعلیقات میں یہ کہا اقول فیہ ان الحاق سنة الجمعة بسنة الظہر بدلیل المساواة فلا یضوكون القضاء فیہن علی خلاف القیاس لان اللاحاق دلالة لا یختص بمعتول المعنی کما نص عنہ الامام ابن الہمام وغیرہ من الاعلام بل لعل لقائل ان یقول ان سنة الجمعة من افراد سنة الظہر فلا وبالجملة فالاحوط الایتان بما خروجا عن العہدة بقیون۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۲۰ - محرم سنہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے فوت جماعت کے خوف سے سنتیں فجر کی ترک کیں اور جماعت میں شامل ہو گیا اب وہ ان سنتوں کو فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پیشتر پڑھے یا بعد - بیٹھا توجروا

الجواب

جبکہ فرض فجر پڑھ چکا تو سنتیں سورج بلند ہونے سے پہلے ہرگز نہ پڑھے ہمارے المہ رحمہم اللہ تعالیٰ عنہم کا اس پر اجماع ہے بلکہ پڑھے تو سورج بلند ہونے کے بعد دوپہر سے پہلے پڑھ لے نہ اس کے بعد پڑھے نہ اس سے پہلے رد المحتار میں ہے اذا قامت وحدھا فلا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع لکراہۃ النقل واما بعد طلوع الشمس فکلناک عندہما وقال محسدا حب الی ان یقضیہما الی الزوال کما فی الدرس اور یہ خیال کہ اس میں قصد وقت قضا کرنا ہے ناواقفی سے ناشی سنتیں جب فرضوں سے پہلے نہ پڑھی گئیں خود ہی قضا ہو گئیں ان کا وقت یہی تھا کہ فرضوں سے پیشتر پڑھی جائیں اب اگر فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پیشتر پڑھے گا جب بھی قضا ہی ہوں گی ادا ہرگز نہ ہوں گی الا تری الی قولہ لا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع فقد سمی صلاعا قبل الطلوع بعد الفرض قضاء لیکن طلوع سے پہلے قضا کرنے میں فرض فجر کے بعد نوافل کا پڑھنا ہے اور یہ جائز نہیں لہذا ہمارے اماموں نے اس سے منع فرمایا اور بعد طلوع وہ حرج نہ رہا لہذا اجازت دی - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۲۲ شعبان ۱۳۳۵ھ

اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ بکرو ضو نماز فجر کا کر کے ایسے وقت میں آیا کہ امام قعدہ اخیرہ میں ہے جو سنت پڑھتا ہے تو جماعت جاتی ہے اور جماعت میں ملتا ہے تو سنتیں فوت ہوتی ہیں اس صورت میں سنتیں پڑھے یا قعدہ میں مل جائے - بیٹھا توجروا

الجواب

اس صورت میں بالاتفاق جماعت میں شریک ہو جائے کہ جماعت میں ملنا سنتیں پڑھنے سے اہم و اگر کہ ہے جب یہ جانے کہ سنتیں پڑھوں گا تو جماعت ہو چکے گی بالاتفاق جماعت میں مل جانے کا حکم ہے اگرچہ ابھی امام رکعت ثانیہ کے شروع میں ہو قعدہ تو ختم نماز ہے اس میں کیونکر امید ہو سکتی ہے کہ امام کے سلام سے پہلے سنتیں پڑھ کر جماعت میں مل سکے کافی الدار الخا خا خان فوت رکعتی الفجر لا یشغاله بسنتہما ترکھا لکن الجماعۃ اکمل الخ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از مقام یو مدقلعہ رام پھاونی ڈیرہ اسماعیل خاں رحمت بہ بنگال ملک وزیرستان مرسلہ عبداللہ خاں صاحب ۱۳ شعبان ۱۳۳۵ھ

۱۔ اے فقہانے جواب ہر سوال؛ مشکل از تو عمل شود بے قیل وقال - بعد قنائے قدوسی کے مدعا یہ ہے کہ یہاں ہم لوگوں میں ایک حافظ قرآن شریف بہت عمدہ تلاوت کرتے ہیں سب جوانوں کا مشورہ ہوا کہ حافظ صاحب ہم کو پورا قرآن سنائیں سب کی صلاح سے بعد نماز عشاء کچھلی دو رکعت نفل میں وہ پادے روز سنائے دس یوم بعد معلوم ہوا کہ نفلوں میں جماعت درست نہیں بعد کو سب کے رائے سے عشا کے فرضوں میں دو رکعت پیشتر میں قرآن سنایا ۸ یوم نہ ہوگا کہ بعض نے کہا تھادی نماز درست نہ ہوئی اب آپ

لکھیے کہ کسی طرح قرآن شریف علاوہ رمضان مبارک سنا نا درست ہے یا نہیں اب سب کہتے ہیں و تروں میں سناؤ اور اب یہ بھی سنا ہے کہ سنتوں میں جماعت درست نہیں ہے پھر کیا بند و بست کیا جائے اور جو نماز اس طور پڑھی ہے وہ قبول ہوئی یا پھر قضا کریں یہ جگہ بہاڑ ہے ایک قلعہ ہے جس میں ہم قریب سو جوانوں کے رہتے ہیں۔

الجواب

استسقاء کے سوا ہر نماز نفل و تراویح و کسوت کے سوا ہر نماز سنت میں ایسی جماعت جس میں چار یا زیادہ شخص مقتدی بنیں مکروہ ہے اور و تروں کی جماعت غیر رمضان میں اگر اتفاقاً کبھی ہو جائے تو حرج نہیں مگر التزام کے ساتھ وہی حکم ہے کہ چار یا زیادہ مقتدی ہوں تو اگر امت ہے اور فرضوں میں قرات طویل قدر سنت سے اس قدر زائد کہ مقتدیوں میں سے کسی شخص پر بارگزرے سخت ناجائز و گناہ ہے یہاں تک کہ اگر ہزار مقتدی ہیں اور سب خوشی سے راضی ہیں کہ قرات قدر سنت سے زیادہ پڑھی جائے مگر ایک شخص کو ناگوار ہے تو اسی ایک کا محاذ و جبا ہوگا اور قدر سنت سے بڑھا گناہ ہوگا در مختار میں ہے یصلی بالناس من یملک اقامۃ الجمعة رکعتین کالنفل و صلاۃ الکسوف سنة و اختار فی الامس ارجو بھا و اختلف فی استئذان صلوۃ الاستسقاء و هو بلا جماعۃ مسنونۃ بل ہی جائزۃ ۱ ھ ملقطاً اسی میں ہے لا یصلی التور ولا التطوع بمجماعۃ خارج رمضان ای یکوہ ذلک لو علی سبیل التداعی بان مقتدی اربعۃ بواحد کما فی الدرس رد المحتار میں ہے قوله یکوہ ذلک اشار الی ما قالوا ان المواد من قول القدر سے فی مخصوصۃ لا يجوز الکواہۃ لا عدم اصل الجواز لکن فی التخلیصۃ عن القدری انہ لا یکوہ و ایدۃ فی حلیۃ بما اخرجہ الطحاوی عن المسوس بن محرزۃ قال دفنا ابابکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لیلۃ فقال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انی لمار و ترفقام و صفقنا و راءۃ فضلی بنا ثلث رکعات لم یسلم الا فی آخرھن ثم قال و یکن ان یقال الظاہر ان الجماعۃ فیہ غیر مستحبۃ ثمران کان ذلک احیاناً کما فعل عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان مباحاً غیر مکروہ و ان کان علی سبیل المواظبۃ کان بدعۃ مکروہۃ لانه خلاف المتوارث و علیہ یعمل ما ذکرہ القدری فی مخصوصۃ و ما ذکرہ فی غیر مخصوصۃ یحمل علی الاول و اللہ تعالیٰ اعلم در مختار میں ہے یکوہ تحریماً تطویل الصلاۃ علی القوم زائد علی قدر السنۃ الخ و تمام الکلام علیہ فی رد المحتار و الحلیۃ و غیر ہما و بالبحث و التفتیر یظہر ما ذکرنا پس اگر اس کا بند و بست منظور ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں (۱) یہ کہ فرضوں کی دو رکعت پیشیں ہیں قرات ہو اس شرط پر کہ جماعت کے آدمی گئے بند سے ہوں اور وہ سب دل سے اس تطویل پر راضی ہوں مگر جماعت میں یہی معین نہیں اور لوگ بھی اگر شریک فی الصمیم عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر یہ بعد دو لوگ راضی ہوں مگر جماعت میں یہی معین نہیں اور لوگ بھی اگر شریک ہو جاتے ہیں اور ان کا اس تطویل پر راضی ہونا معلوم نہیں تو جائز نہ ہوگا حذر اعن الوقوع فی الحرام (۲) سنتوں، نفلوں، و تروں میں حافظ قرات کرے اور ہر بار مختلف لوگ مقتدی ہوں کہ کسی بار میں تین سے زیادہ مقتدی نہ ہوں مثلاً عشا کے بعد دو سنتوں میں تین مقتدیوں کے ساتھ آدھا پارہ پڑھ لیا پھر و تروں میں دوسرے تین آدمی شریک ہو گئے آدھا ان میں پڑھا پھر نفلوں میں دوسرے تین مل گئے آدھا اب پڑھا و تروں سے پہلے جتنے نفل چاہے۔ امام نے مختلف تین تین آدمیوں کے ساتھ پڑھے کہ سو یا زیادہ شخص سب کو حصہ رسد ایک قرات طویل میں

شرکت پہنچ گئی (۳) مستنوں خواہ نفلوں میں سب مقتدی ایک ساتھ شریک ہو کر ایک ہی بار میں ساری قراآت سب نہیں مگر یوں کہ مقتدی سب یا تین سے جتنے زیادہ ہیں یوں منت مان لیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے نذر کی کہ یہ رکعتیں اس امام کے ساتھ باجماعت ادا کروں اس صورت میں بھی کراہت نہ رہے گی اگرچہ کوئی ایسی پسندیدہ بات یہ بھی نہیں درمختار میں ہے فی الاشباہ عن البزازیة یکرہ الاقتداء فی صلاۃ رغبائیب وبراءة وقد راکا قال نذرت کذا رکعة بهذا الامام جماعة اھ قلت وثمة عبارة البزازیة من الامامة ولا ینبغی ان یتکلف کل هذا التکلف لامر مکروہ اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ازاہد آباد گجرات دکن محلہ مرنا پور مدرسہ اسلامیہ مدرسہ شیخ علاء الدین صاحب ۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نزدیک امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علمائے حنفیہ کی نماز تہجد کی ساتھ باجماعت کے پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور دیگر ایام مخصوصہ چنانچہ یوم عاشورہ وغیرہ میں نفل جماعت سے جائز ہیں یا نہیں اور یہاں کے مولوی نماز تہجد کی جماعت سے پڑھنا از حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما منصوص کہتے ہیں اور وقت تہجد کے باجماعت بھی کرتے ہیں آیا باجماعت تہجد اور نفلوں کی کرنا مستحب یا سفیہ کیا ہے اور جبکہ برعکس ہو تو کیا مکروہ ہے یا بدعت۔ ہے کیا ہے اللہ اعلم نا بدینا بحکم الکتاب توجہ یوم الحساب۔

الجواب

تراویح و کسوف و استسقاء کے سوا جماعت نوافل میں ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب معلوم و مشہور اور عامہ کتب مذہب میں مذکور و مسطور ہے کہ بلا تداعی مضائقہ نہیں اور تداعی کے ساتھ مکروہ۔ تداعی ایک دوسرے کو بلا ناجع کرنا اور اسے کثرت جماعت لازم عادی ہے اور اس کی تحدید امام نسفی وغیرہ نے کافی میں یوں فرمائی کہ امام کے ساتھ ایک شخص تک بالاتفاق بلا کراہت جائز اور تین میں اختلاف اور چار مقتدی ہوں تو بالاتفاق مکروہ۔ یہ تحدید امام شمس الائمہ سے منقول ہے کافی کا نص عبارت یہ ہے (لا یصلی تطوع بجماعة الا قیام رمضان) وعن شمس الائمة ان التطوع بالجماعة انما یکرہ اذا کان علی سبیل التداعی اما لو اقتدی واحد بواحد او اثنان بواحد لا یکرہ واذا اقتدی ثلثة بواحد اختلف دان اقتدی اربعة بواحد کوہ اتفاقا اور اصح یہ ہے کہ تین مقتدیوں میں بھی کراہت نہیں طحاوی علی مرقی الفلاح میں ہے قولہ اختلف فیہ والا صحیح عدم الکراہة مگر انھیں امام شمس الائمہ سے خلاصہ وغیرہ میں یوں منقول کہ تین مقتدیوں تک بالاتفاق کراہت نہیں چار میں اختلاف ہے اور اصح کراہت فتاویٰ خلاصہ کا نص عبارت کتاب الصلوۃ فصل حاشی عشر میں یہ ہے اصل هذا ان التطوع بالجماعة اذا کان علی سبیل التداعی یکرہ فی الاصل للصمد والشہید اما اذا صلی بجماعة بغیر اذان واقامة فی ناحية المسجد لا یکرہ وقال شمس الائمة الخواصی رحمہ اللہ تعالیٰ ان کان سوی الامام ثلثة لا یکرہ بالاتفاق وفي الاربع اختلف المشائخ والا صحیح انه یکرہ بالجملة دو مقتدیوں میں بالاجماع جائز اور پانچ میں بالاتفاق مکروہ اور تین اور چار میں اختلاف نقل و مشائخ اور اصح یہ کہ تین میں کراہت نہیں چار میں ہے تو مذہب مختار یہ نکلا کہ امام کے سوا چار یا زائد ہوں تو کراہت ہے ورنہ نہیں و لہذا در و غرہ پھر در مختار میں فرمایا یکرہ ذلک لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعة واحد پھر اظہر یہ کہ یہ کراہت صرف تنزیہی ہے یعنی خلاف اولیٰ لمخالفة التوارث نہ تحریری کہ گناہ و ممنوع ہو رد المحتار میں ہے فی الحلۃ الظاہر ان الجماعة فیہ غیر مستحبۃ لئان کان

ذلك احيانا كان مباحا غير مكروه وان كان على سبيل المواظبة كان بدعة مكروهة لانه خلاف المتوارث اه ويؤيده ايضا
 ما في البدائع من قوله ان الجماعة في التطوع ليست بسنة الا في قيام رمضان اه فان نفى السنة لا يستلزم الكراهة فدان كان
 مع المواظبة كان بدعة فيكرة وفي حاشية البحر للخير الرمي على الكراهة في الضياء والنهاية بان الوتر نقل من وجه والنقل
 بالجماعة غير مستحب لانه لم تفعله الصحابة في غير رمضان اه وهو كما هو في في انها كراهة تنزيه تامل اه اه مختصر الصلاة الرباني
 وصلاة البراءة وصلاة القدر كجماعات كثيرة كساته بكثرة بلاد اسلام من رائج تقيين متأخرين كا أن پراگماراس نظر سے ہے کہ عوام سنت نہ سمجھیں
 ولہذا وجہ کروری میں بعد بحث وکلام فرمایا فلو ترک امثال هذه الصلوات تارك ليعلم الناس انه ليس من الشعار فحسن اور بعض ناس کا
 غلو و افراط سموع نہیں اور حدیث بروایت مجاہیل آنا موجب وضع نہیں نہ وضع حدیث موجب منع عمل ہے عمل بالحدیث الموضوع اور عمل بسا
 فی الحدیث الموضوع میں زمین آسمان کا بل ہے کما حققنا کل ذلك فی منیر العین فی حکم تقبیل الاجامین خصوصاً ان کا فعل عجائز
 اجلہ اعظم اولیائے کبار و علمائے ابرار حتی کہ ایک جماعت تابعین کرام و المہمجدین اعلام سے ثابت و منقول ہے بطائف المعارف امام
 حافظ زین الدین ابن رجب میں ہے و ليلة النصف من شعبان كان التابعون من اهل الشام كخالد بن معدان ومكحول ولقمان
 بن عامر وغيرهم يعظمونها ويجهدون فيها في العبادة ومنهم اخذ الناس فضائلها وتعظيمها وقد قيل انه بلغهم في ذلك آثار
 اسر ائيلية فلما اشكوا ذلك عنهم في البلدان اختلف الناس في ذلك فمنهم من قبله ووافقهم على تعظيمها منهم طائفة من
 عباد اهل البصرة وغيرهم وانكروا ذلك اكثر العلماء منهم عطاء وابن ابي مليكة وعبد الرحمن بن زيد بن اسلم من فقهاء
 المدينة وهو قول اصحاب مالك وغيرهم وذلك كله بدعة واختلف علماء اهل الشام في صفة احيائها على قولين احدهما انه
 يستحب احيائها جماعة في المساجد كان خالد بن معدان ولقمان بن عامر وغيرهما يلبسون ثيابهم ويتجرون و
 يمشون ويقومون في المساجد ليلتهم ذلك ووافقهم اسحق بن راهويه على ذلك ثم وقد ذكر بعد القول الاخر وهو كراهة
 الجماعة دون الانفراد ابن عليه امام الشام الاوزاعي لكن فيه سقطا في نسختي فلم يتيسر لي نقله ويتضح بما اذكره عن الثوري ان
 فانه انما اخذة عنه مرا في المصالح شرح نور الايضاح میں ہے انکروا اکثر العلماء من اهل الحجاز منهم عطاء وابن ابي مليكة وفقهاء
 اهل المدينة واصحاب مالك وغيرهم وقالوا ذلك كله بدعة ولم ينقل عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ولا عن اصحابه
 احياء ليلته العيد جماعة واختلف علماء الشام في صفة احياء ليلة النصف من شعبان على قولين احدهما انه استحب احياءه
 بجماعة في المسجد طائفة من اعيان التابعين كخالد بن معدان ولقمان بن عامر ووافقهم اسحق بن راهويه والقول الثاني انه يكره
 الاجتماع لها في المساجد للصلاة وهذا قول الاوزاعي امام اهل الشام وفقههم وعالمهم ان دونوں عبارات کا حاصل یہ ہے کہ
 اہل شام میں المہمجدین مثل خالد بن معدان و امام مکحول و لقمان بن عامر وغیر ہم شبِ برات کی تعظیم اور اس رات عبادت میں کوشش عظیم
 کرتے اور انہیں سے لوگوں نے اُس کا فضل ماننا اور اُس کی تعظیم کرنا اخذ کر لیا ہے کوئی کتا ہے انہیں اسباب میں کچھ آثار اسرائیلی پہنچے تھے
 خیر جب اُن سے یہ امر شہروں میں پھیلا علمائے اس میں مختلف ہو گئے ایک جماعت نے اسے قبول کیا اور تعظیم شبِ برات کے موافق ہوئے اُن میں سے

ایک گروہ عابدین اہل بصرہ وغیرہم ہیں اور اکثر علما نے انکار کیا اُن میں سے ہیں امام عطاء بن ابی ملیکہ و عبد الرحمن بن زید بن اسلم
فہمائے مدینہ سے اور یہ قول مالکیہ وغیرہم کا ہے کہ یہ سب نوپیدائے اہل شام اس رات کی شب بیداری میں کہ کس طرح کی جائے و قول
پر مختلف ہوئے ایک قول یہ ہے کہ مسجدوں میں جماعت کے ساتھ سجد ہے خالد بن معدان و لقمان بن عامر وغیرہما اس شب اکابر تابعین اچھے
سے اچھے کپڑے پہنے بخور کا استعمال کرتے سر نہ لگاتے اور شب کو مسجدوں میں قیام فرماتے امام مجتہد احن بن راہویہ نے بھی اس بارے میں اُن کی
موافقت فرمائی دوسرا قول یہ کہ مساجد میں اس کی جماعت مکروہ ہے اور یہ قول شام کے امام و فقیہ و عالم امام ادزاعی کا ہے۔ شیخ محقق اعظم
علما، المذہب مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی ما ثبت بالسنۃ میں حدیث صلاۃ الرغائب پر محدثین کا کلام ذکر کر کے ارشاد فرماتے ہیں
هذا اما ذكره المحدثون على طريقهم في تحقيق الاسانيد ونقد الاحاديث وعجبا منهم ان يبالغوا في هذا الباب هذه المبالغة
ويكفيهم ان يقولوا لم يصح عندنا ذلك والعجب من الشيعة محي الدين النودى مع سلوكه طريق الانصاف في الابواب الفقهيّة
وعدم تعصبه مع الحنفية كما هو حال الشافعية فها نحن فيه اولى بذلك لنسبته الى المشائخ العظام والعلماء الكرام قدس
اسرارهم يعني یہ وہ کلام ہے کہ محدثین نے اپنے طریقہ تحقیق اس دو متفقہ آثار پر ذکر کیا اور اُن سے اسی قدر مبالغہ کا تعجب ہے انہیں اتنا کتا
کافی تھا کہ حدیث ہمارے نزدیک درجہ صحت کو نہ پہنچی اور زیادہ تعجب امام محی الدین نودی سے ہے کہ وہ تو مسائل فقہ میں راہ انصاف چلتے
ہیں اور دیگر شافعیہ کی طرح حنفیہ کے ساتھ تعصب نہیں رکھتے تو یہ مسئلہ جس میں ہم بحث کر رہے ہیں زیادہ انصاف و ترک افراط کے لائق تھا اس لیے
کہ یہ فعل اولیائے عظام و علمائے کرام قدس اسرارہم کی طرف منسوب ہے پھر شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ نے دربارہ صلاۃ الرغائب خود نبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک حدیث بحوالہ جامع الاصول کتاب امام زین سے نقل کی جس کی وضع اس لیے ہے کہ صحاح ستہ کی حدیثیں
جمع کرے اور اُس کے آخر میں ابن اثیر سے نقل کیا هذا الحديث مما وجدته في كتاب رزين ولم اجداه في واحد من الكتب
الستة والحديث مطعون فيه يعني یہ حدیث میں نے کتاب رزین میں پائی اور صحاح ستہ میں مجھے نہ ملی اور اُس پر جرح ہے پھر فرمایا وقد
وقع في كتاب بهجة الاسرار ذكر ليلة الرغائب في ذكر سيدنا وشيخنا القطب الرباني وغوث الصمد أبي الشيخ محي الدين
عبد القادر الحسيني الجيلا في رضى الله تعالى عنه قال اجتمع المشايخ وكان ليلة الرغائب الى اخر ما ذكر من الحكاية وذكر ايضا
انه نقل عن الشيخين الفقيهين والدين الشيخ عبد الوهاب والشيخ عبد الرزاق قالوا بكرة الشيخ بقا بن بطوس يوم الجمعة الخامسة من
رجب السنة ثلث واربعين وخمسة الى مدرسة والدين الشيخ محي الدين عبد القادر رضى الله تعالى عنه وقال لنا الاساقفون
عن سبب بكوري اليوم اني رأيت البارحة نورا صنعاء الآفاق وعماء فطار الوجود ورأيت اسرار ذوى الاسرار فمتنهما ما يتصل
به ومنها ما يمنع مانع من الاتصال به وما اتصل به سر الانصاف نوره فطلبت ينبوع ذلك النور فاذا هو صادر عن الشيخ
عبد القادر فاردت الكشف عن جميعه فاذا هو نور شهود قابل نور قلبه وتقارح هذان النوران وانعكس ضياؤهما على مرآة
حاله واتصلت اشعته المتقارحات من محيط جمعه الى وصف قر به فاشرق به الكون ولم يبين ملك نزل الليلة الا اناء وصافى
واسمه عند همد شاهد والمشهود قال فاتينا رضى الله تعالى عنه وقلنا له اصليت الليلة صلاۃ الرغائب فاشهد

اذا نظرت عینی وجوہ حجابی : فقلت صلاتی فی لیلالی الرغائب : وجوہ اذا ما اسفرت عن جمالها : واضاعت بها الاکوان من کل جانب : ومن لم یوف الحب ما یتحققه : فذات الذی لمریات قطب واجب : او ما نقله الشیخ قدس سرہ والذی راہ العبد الضعیف غفر اللہ تعالیٰ له فی البہجۃ الکریمیۃ نصہ ہکذا او لم ین ملک انزل اللیلۃ الی الارض واتاہ وصافحہ الخ یعنی کتاب تطاب بہجۃ الاسرار شریف میں حضور پر نور سیدنا عوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر اقدس میں صلاۃ الرغائب کا ذکر آیا ہے کہ شب رغائب میں اولیا جمع ہوئے الی آخر کلماتہ نیز امام ابو الحسن نور الدین علی قدس سرہ نے بسند خود حضرات عالیات سیدنا سیف الدین عبدالوہاب و سیدنا تاج الدین ابوبکر عبد الرزاق ابنائے حضور پر نور سیدنا عوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی کہ روز جمعہ پنجم رجب ۳۲۳ھ کو حضرت شیخ بقابن بطوق قدس سرہ العزیز صبح تر تک مدرسہ انور حضور پر نور رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حاضر آئے اور ہم سے کہا مجھ سے پوچھتے نہیں کہ اس قدر اول وقت کیوں آیا میں نے آج کی رات ایک نور دکھا جس سے تمام آفاق روشن ہو گئے اور جمیع اقطار عالم کو عام ہوا اور میں نے اہل اسرار کے اسرار دیکھے کہ کچھ تو اس نور سے متصل ہوئے ہیں اور کچھ کسی مانع کے سبب اتصال سے رک گئے ہیں جو اس سے اتصال پاتا ہے اس کا نور دوبالا ہو جاتا ہے تو میں نے سوچا کہ اس نور کا خزانہ ذبیح کیا ہے کہاں سے چمکا ہے ناگاہ کھلا کہ یہ نور حضور پر نور سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صادر ہوا ہے اب میں نے اس کی حقیقت پر اطلاع چاہی تو معلوم ہوا کہ یہ حضور کے مشاہدے کا نور ہے کہ حضور کے نور قلب سے مقابل ہو کر ایک کی جوت دوسرے پر پڑی اور دونوں کی روشنی حضور کے آئینہ حال پر عکس ہوئی اور یہ آپس میں ایک دوسرے کی جوت بڑھانے والے نوروں کے یکے حضور کے مقام جمع سے منزلت قرب تک متصل ہوئے کہ سارا جہان اس سے جگمگا اٹھا اور جتنے فرشتے اس رات آتے تھے سب نے حضور کے پاس آکر حضور سے مصافحہ کیا (اور بہجۃ الاسرار شریف میں فقیر نے یوں دیکھا کہ کوئی فرشتہ باقی نہ رہا جو اس رات زمین پر نہ آتا اور حضور کے پاس آکر حضور سے مصافحہ دیکھ ہو یعنی تمام ملکہ اللہ زمین پر آئے اور محبوب خدا سے مصافحہ کیے) فرشتوں کے یہاں حضور کا نام پاک شاہد مشہود ہے (شاہد کہ مشاہدہ والے ہیں اور مشہود کہ سب ملکہ ان کے پاس آئے قال تعالیٰ ان قرآن الفجر کان مشہودا ای تشهدہ المملکۃ) دونوں شاہزادگان دو جہاں نے فرمایا ہم یہ سن کر حضور پر نور کے پاس حاضر ہوئے اور حضور سے عہض کی کیا آج کی رات حضور نے صلاۃ الرغائب پڑھی (یعنی جس کے انوار یہ چمکے یہ شب رغائب ہی تھی کہ رجب کی نوچندی شب جمعہ تھی) حضور پر نور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر یہ اشعار ارشاد فرمائے جب میری آنکھ میری پیادہوں کے چہرے دیکھے تو یہ بھائے رغائب میں میری ناز ہے وہ چہرے کہ جب اپنے جمال کا جلوہ دکھائیں تو ہر طرف سے سارا جہان چمک اٹھے اور جس نے محبت کا حق پورا نہ کیا وہ کبھی کوئی واجب بجا نہ لایا (پیادیاں عالم قدس کی تجلیاں ہیں) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ریاست جادوہ مکان عبد المجید خاں صاحب مرشد دار ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ بعد وتر کے نفل جو پڑھے جاتے ہیں ان کا بیٹھ کر پڑھنا بہتر ہے یا کھڑے ہو کر۔ کتاب مالا بد منہ ہندی میں ۵۷
س ۵ میں تحریر ہے کہ بعد وتر کے دو رکعت بیٹھ کر پڑھنا مستحب ہے۔

الجواب

کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے بیٹھ کر پڑھنے میں آدھا ثواب ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان صلی قاثما فهو افضل

ومن صلی قاعداً فله نصف اجر القائم اور اگر کھڑے ہو کر پڑھے تو وہ افضل ہے اور جو بیٹھ کر پڑھے اس کے لیے کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے نصف ثواب ہے رواہ البخاری عن عثمان بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن الصحابة جميعاً رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ رکعتیں بیٹھ کر بھی پڑھی ہیں کما عند مسلم عن ام المومنین الصدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت بعد ما ذکرنا وثرة صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم یصلی رکعتین بعد ما یسلم وهو قاعد ولا یحسد عن ابی امامة رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یصلی ہما بعد الوتر وهو جالس اور کبھی ان میں قنود و قیام کو جمع فرمایا ہے کہ بیٹھ کر پڑھتے رہے جب رکوع کا وقت آیا کھڑے ہو کر رکوع فرمایا فلا بن ماجہ عن ام المومنین ام سلمة رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یصلی بعد الوتر رکعتین خفیفتین وهو جالس فاذا اراد ان یرکع قام فركع مگر بیٹھ کر پڑھنا دواماً نہ تھا بلکہ اس بات کے بیان کے لیے کہ بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے جیسا کہ خود ان نفلوں کا پڑھنا بھی اس بیان کے واسطے تھا کہ وتر کے بعد نوافل جائز ہیں اگرچہ اولیٰ یہ ہے کہ جتنے نوافل پڑھنے ہوں سب پڑھ کر آخر میں وتر پڑھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اجعلوا اخر صلوتکم باللیل وتوا اپنی نماز شب میں سب سے آخر وتر رکھو رواہ مسلم عن ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا امام نووی منہاج پیر علامہ قاری مرقاة شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں ہاتان الركعتان فعلہما رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جالساً لیان جواز الصلوة بعد الوتر و بیان جواز النفل جالساً ولم یواظب علی ذلک بلکہ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ یہ نفل بیٹھ کر پڑھتے جب بھی ہمارے لیے کھڑے ہو کر پڑھنا ہی افضل ہوتا کہ حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنے لیے نفل ہوتا اور ہمارے لیے صاف وہ ارشاد قویٰ ہے کہ کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے اور بیٹھے کا ثواب آدھا ہے اور اصول کا قاعدہ ہے کہ قول نفل میں ترجیح قول کو ہے کہ نفل میں احتمال خصوصیت ہے نہ کہ یہاں تو صریحاً بیان خصوصیت فرمایا ہے صحیح مسلم شریف میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے مجھے حدیث پہنچی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹھے کی نماز آدمی ہے میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیٹھ کر نماز پڑھتے پایا میں نے سیرافوبہ راہ رکھا ز اقول یعنی یہ خیال گزرا کہ شاید بخار وغیرہ کے سبب بیٹھ کر پڑھ رہے ہوں) وهذا بحمد اللہ منزوع نقیص واضمح یستغنی بہ عما اطان الطیبی وابن حجر والقاری و وقعوا

لہ (فوجدتہ یصلی جالساً فوضعت یدے) لعل بعد الفراغ من الصلوة ثم رأیت ابن حجر جزم بہ وقال بعد فراغه اذ لا یظن بہ اوضع قبلہ (علی رأسہ) ای لیتوجہ الیہ وکانہ کان هناك مانع من ان یحضر بین یدیه ومثل هذا الایمی خلاف الادب عند طائفة العرب لعدم تکلفہم وکمال تألفہم وکلانک فی قولہم لہ انت دون انتہ الذی هو مقتضی حسن الاواب فی معرض الخطاب لایتوجہ علی قائلہ العتاب وتکلف الطیبی ہنا فی شرح الکتاب وادرا السؤل والجواب ونسب قلة الادب الی الاصحاب وقال علی وجہ الاطناب فان قلت الیس یجب علیہ خلاف ذلک توقیر الہ علیہ الصلوۃ والسلام قلت لعلہ صدر عنہ لاعتن قصدہ لعلہ استغرب کو نہ علی خلاف ما حدث عنہ واستبعد فاراد تحقیق ذلک فوضع یدہ علی رأسہ ولذلک انکر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقولہ مالک الخ فساءہ ونسب الی ایمیہ وکلانک اقول عبد اللہ وانت تصلی قاعداً فانہ حال مقارۃ لجهة الاشکال ثم رأیت ابن حجر قال کان ذلک فی عادۃم یفعلہ المستغرب الشئ المتعجب من وقعہ مع من استغرب منہ ذلک فلا ینا فی المتعارف الا ان ذلک خلاف الادب ونظیرہ ان بعض العرب کان ربما یس لحیۃ شریفة عند مقادیرہ معہ اہر وقد شہد فی زماننا ان بعض اجلات العرب یسک لحیۃ شریف مکہ ویقول ان ذلک یا حسن والحال انہ قد یکون لعلہ مطلقاً فی اصبعہ ۱۲ منہ

فیما کان لہم مندوحة عنہ وباللہ التوفیق حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ بن عمرو کیا ہے میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں نے سنا تھا کہ حضور نے فرمایا بیٹھے کی نماز آدھی ہے۔ اور حضور خود بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں فرمایا اجل ولكن لست کا حد منکم ہاں بات وہی ہے کہ بیٹھے کا ثواب آدھا ہے مگر میں تمہارے مثل نہیں میرے لیے ہر طرح پورا کامل اکمل ثواب ہے۔ یہ میرے لیے خصوصیت و فضل رب الارباب ہے مرقاة میں ہے یعنی هذا من خصوصياتي ان لا ينقص ثواب صلواتي على ابي وحمه تكون من جلداتي وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء قال تعالى وكان فضل الله عليك عظيما۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از بھنڈی بازار کارخانہ کرسی مرسلہ نئے خان ولد احمد خاں معمار ۲۹ رجب ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صلاۃ التشیع پڑھنے کی کیا ترکیب اور اس کا کیا وقت ہے۔

الجواب

اس نماز کی بہت فضیلت اور بڑا ثواب اور اس میں بڑی معافی کی امید ہے وہ چار رکعت نفل ہے کہ غیر وقت مکر وہ میں ادا کی جائے یعنی صبح صادق کے طلوع ہونے سے آفتاب نکل کر بلند ہونے تک جائز نہیں اور ٹھیک دو پہر کو جائز نہیں اور جب آفتاب ڈوبنے کے قریب آئے کہ اس پر نگاہ بے تکلف ٹھہرنے لگے اس وقت جائز نہیں نماز عصر کے فرض پڑھنے کے بعد شام تک جائز نہیں جس وقت امام خطبہ پڑھ رہا ہو اس وقت جائز نہیں غرض جتنے وقت نفل نماز کی کراہت کے ہیں ان اوقات سے بچ کر جس وقت چاہے پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ ٹھہرے پہلے پڑھے کما فی الہندیۃ عن المضمورات عن المعطل اور افضل دن جمعہ کا ہے اور اس کا مناسب طریقہ کہ ہمارے ائمہ کرام کے مذہب سے موافق ہے یہ ہے کہ سبحانک اللہم پڑھ کر پندرہ بار سبحن اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پھر الحمد وسورت پڑھ کر یہی کلمہ دس بار پھر رکوع میں تسبیحات رکوع کے بعد دس بار پھر رکوع سے کھڑے ہو کر دینا لا الہ الا اللہ الحمد کے بعد دس بار پھر سجدہ میں تسبیحوں کے بعد دس بار پھر سجدہ سے سر اٹھا کر دس بار پھر دوسرے سجدہ میں اسی طرح دس بار یہ ایک رکعت میں پچھتر بار ہو پھر دوسری رکعت کو کھڑا ہو کر الحمد سے پہلے پندرہ بار پھر الحمد وسورت کے بعد دس بار پھر رکوع میں بدستور کہ یہ بھی پچھتر جوئے اسی طرح باقی دونوں رکعتوں میں بھی کہ یہ سب مل کر تین سو بار ہو جائیں گے سورت کا اختیار ہے جو چاہے پڑھے اور بہتر یہ کہ پہلی رکعت میں الھکم التکاثر دوسری میں والعصی تیسری میں قلبا و یحیٰ میں قل ھو اللہ یہ نماز ہر روز پڑھے درنہر جمعہ درنہر جمعین درنہ سال میں ایک بار تو ہو جایا کرے اور نہ ہو تو عمر بھر میں ایک بار تو ہو جائے کہ اس میں بڑی دولت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از ادوہ نگہ ڈاکخانہ اچنیرہ ضلع آگرہ مسوٰلہ جناب محمد صادق علی صاحب رمضان ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چار رکعت تراویح یا اور نوافل ایک نیت سے پڑھے قعدہ اولیٰ میں درود شریف و دعا اور تیسری رکعت میں سبحانک اللہم پڑھے یا نہیں۔

الجواب

پڑھنا بہتر ہے درختار میں ہے لا یصلی علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی القعدۃ الاولیٰ فی الأربع قبل الظہر

والجمعة ولا یستغفر اذا قام الى الثالثة عنها وفي البواقي من ذوات الاربع یصلی علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویستغفر
ویتعوذ ولونذرا لان کل شفیع صلاۃ مگر تراویح خود ہی دو رکعت بہتر ہے کا نہ ہو المتوارث تنویر میں ہے عشرون رکعتہ بعشر تسلیمات
سراجہ میں ہے کل ترویجۃ اربع رکعة بتسلیمتین یہاں تک کہ اگر چار یا زائد ایک نیت سے پڑھے گا تو بعض المذہب کے نزدیک دو ہی رکعت
کے قائم مقام ہوں گی اگرچہ صحیح یہ ہے کہ جتنی پڑھیں شمار ہوں گی جبکہ ہر دو رکعت پر قعدہ کرتا رہا ہو علمگیری میں ہے ان قعد فی الثانیۃ
قد التثہد اختلافہ فی فعلی قول العامة یجوز عن تسلیمتین وهو الصحیح مکن فی فتاویٰ قاضی خاں - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ مسئلہ علی حسین صاحب از آؤلہ محلہ خیل عیلمان معرفت جناب حاجی عیلم اللہ صاحب ۱۷ رمضان ۱۳۳۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ رمضان شریف میں لڑکوں کے پیچھے دن میں دو تین بالغ حافظہ وغیرہ نماز نفل کے اندر قرآن مجید پڑھتے ہیں
یہ امر مشروع ہے یا نہیں بظاہر کتب فقیر سے مفہوم ہوتا ہے کہ نوافل روز میں ستر پڑھنا واجب ہے بوجہ اس کے لڑکا ہو یا بالغ اُس کی نماز
کراہت تقریبی سے تو خالی نہ ہوگی یہ اور بات ہے کہ لڑکے کے ذمہ اعادہ واجب نہ ہو جیسا کہ لڑکا اگر نماز نفل کو فاسد کر دے گا تو اس کا اُس کے
ذمے قضاء نہ آئے گی اور یہ اقتدار لڑکے کے پیچھے مختار مذہب کے موافق تو صحیح ہی نہیں ہے اس کے متعلق جواب باصواب بحوالہ عبارات کتب فقیر
تقریر فرمائیے اجر جزیل کے عذا شد مستحق ہو جیے۔ بیذنا توجروا

الجواب

یہ امر بالاتفاق نامشروع و ممنوع ہے مذہب صحیح پر تو اس لیے کہ وہ جماعت باطل ہے لان نفل البالغ مہفون فلا یصح بناء الاقوی
علی الاضعف اور در مختار میں ہے صلاۃ العید فی القری نکرہ نحو ما لانہ اشتغال بالایضاح اور مذہب ضعیف پر اس لیے کہ دن کے نفل
میں احتیاج واجب ہے حدیث میں ہے صلاۃ النہار عجماء در مختار میں ہے یجھول امام وجوباً فی الفجر واولی العشاءین الی قوله وکیفی فی
غیرہا مکشوف بالنہار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از قصبہ اردو ضلع علی گڑھ محلہ کٹرہ بر مکان شیخ عبدالحی صاحب رسالہ مسئلہ شیخ عبدالحی صاحب نے فرمائی تھی ۱۷ رمضان ۱۳۳۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و صوفیائے محققین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز فجر آفتاب طلوع ہونے پر جو نوافل اشراق (دو لغایت چھ رکعت) اور
ایک پہرہ پڑھے پر جو نوافل نماز چاشت (دو لغایت بارہ رکعت) پڑھے جاتے ہیں شرح مشکوٰۃ میں ان نوافل یعنی اشراق اور چاشت ہی کو
نازضحیٰ لکھا ہے لیکن ایک بزرگ صوفی مشرب نازضحیٰ کو ان نوافل یعنی اشراق اور چاشت سے علیحدہ بتلاتے ہیں اور وہ خود بھی عرصہ چالیس سال
سے اشراق اور چاشت کے علاوہ نازضحیٰ کے نوافل (دو لغایت آٹھ رکعت) علیحدہ پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرے پیر طریقت نے علیحدہ
پڑھنا بتلایا ہے اور ملک سندھ میں عام آدمی نازضحیٰ کے نوافل نماز اشراق اور چاشت کے علاوہ علیحدہ پڑھتے ہیں اور بعض علماء سے تصدیق
کر لینا بھی ظاہر کرتے ہیں چنانچہ اس مسئلہ میں اختلاف واقع ہو گیا ہے اس لیے استفتا ہے کہ صحیح طریقہ کیا ہے؟ اور نازضحیٰ - اشراق اور
چاشت کے نوافل کو کہتے ہیں یا علیحدہ نماز ہے۔ بیذنا توجروا۔

الجواب۔ نازضحیٰ وہی نماز چاشت ہے نوافل پڑھنے کا اختیار ہے تمام اوقات غیر مکروہہ میں اگر نوافل ہی پڑھے کو نفع کرتا ہے

مگر شرعی معنی میں اپنی طرف سے جدت نکالنا ضرور شیعہ و مجہوب ہے ہر شخص جانتا ہے کہ ضعیفی کا ترجمہ چاشت ہی ہے تو صلاۃ انضوی نہیں مگر نماز چاشت۔ اور ان دو کے سوا کسی تیسری نماز کا اصلا کسی حدیث سے ثبوت بھی نہیں ومن ادعی فعلیہ البیان۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از عثمان پور ضلع بارہ بکلی سو کہ محمد حسن یار خاں صاحب ۱۹ رمضان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نماز تہجد میں خیر متین ترجمہ صحیح حصین کے دیکھنے سے بروایت چار رکعت اور آٹھ رکعت اور تیرہ رکعت نماز تہجد میں ہے ایک شخص تہجد گزار اہل سے معلوم ہوا کہ بارہ رکعت تہجد کی اور ترکیب پڑھنے کی یہ ہے کہ اول رکعت میں ایک مرتبہ قل ہوا شریف دوسری میں دوبار بارہوں میں بارہ مرتبہ یا ہر رکعت میں تین تین بار قل ہوا شریف پڑھا جائے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ صحیح کون سا قاعدہ ہے اور تہجد میں کس رکعت پڑھنا چاہیے اور بعد احمد کے جیسا کہ نماز میں قاعدہ ہے کہ جو سورہ چاہے ملائے خیر متین میں قل ہوا شریف پڑھنے کا قاعدہ مسطورہ بالا نہیں لکھا ہے اور جو تہجد وتر کے دو رکعت نفل پڑھے جاتے ہیں اُن کو بھی تہجد کے وقت میں پڑھنا چاہیے مثل وتر کے یا عشا کے وقت ادا کرنا چاہیے اور نماز صلاۃ التسبیح میں کلمہ تجید سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ایک شخص کہتا ہے کہ ہر رکعت میں گیارہ گیارہ بار پڑھنا چاہیے چار رکعت میں دو رکعت کی نیت کی جائے یا چار کی۔ دعائے ماثور کیا ہے معلوم نہیں اور کس موقع پر پڑھی جائے دعائے تہجد بغرض تصحیح مرسل ہے یا مقلب القلوب قلب قلبی الیک یا مصوف القلوب صوف قلبی علی دینک وطاعتک اور خیر متین میں سنت فجر میں قل یا ایہا الکافرون اور قل ہوا اللہ پڑھنے کو لکھا ہے اس ترکیب سے پڑھنا سنت فجر یا نفل میں جائز ہے یا نہیں۔ اور جیسا کہ فرض میں بقید سورہ پڑھنا ناجائز ہے اور سنن ابن ماجہ کے ترجمہ رفع الحاجر کی دو جلدیں میرے پاس ہیں جس میں تہجد وغیرہ کا ذکر نہیں ہے جلد اول میں ہے اور ایک کتاب وظیفہ میں قلیا اور قل ہوا شریف میں پڑھنے کو لکھا ہے اور دوسری میں الم نشرح اور الہ ترکیف لکھا ہے جو فرض وہ تر میں بغرض فلا حجت لکھا ہے اور وتر میں اخیر رکعت میں قل ہوا اللہ پڑھنا ضرور ہے یا اور سورہ کو لا کر پڑھنے سے نماز ہو جائے گی۔ بلیوا تو جروا۔

الجواب

عشا کے فرض پڑھ کر آدمی سو ہے پھر اس وقت سے صبح صادق کے قریب تک جس وقت آنکھ کھلے دو رکعت نفل صبح طلوع ہونے سے پہلے پڑھے تہجد ہو گیا اقل درجہ تہجد کا یہ ہے اور سنت سے آٹھ رکعت مردی ہے اور شائع کرام سے بارہ اور حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو ہی رکعت پڑھتے اور اُن میں قرآن عظیم ختم کرتے غرض اس میں کمی بیشی کا اختیار ہے اتنی اختیار کرے جو ہمیشہ نبی علیہ السلام اگرچہ دو ہی رکعت ہو کہ حدیث صحیح میں فرمایا احب الاعمال الی اللہ اذ وہا وان قل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسندہ عمل ہے کہ ہمیشہ ہو اگرچہ تھوڑا ہو قنات کا بھی اختیار ہے چاہے ہر رکعت میں تین تین بار سورہ اخلاص پڑھے کہ اس کا ثواب ایک ختم قرآن کے برابر ہے خواہ یوں کہ بارہ رکعتیں ہوں پہلی میں ایک بار دوسری میں دوبار یا پہلی میں ۱۲ دوسری میں ۱۱۔ اخیر میں ایک کہ یوں ۶ ختم قرآن کا ثواب ہو گا اور پہلی صورت میں ۲۰ کا ہوتا اور بہتر یہ ہے کہ عینا قرآن مجید یاد ہو اُس نماز میں پڑھ لیا کرے کہ اُس کے یاد رہنے کا اس سے بہتر سبب نہیں۔ تہجد پڑھنے والا جسے اپنے اُٹھنے براطینان ہو اُسے افضل یہ ہے کہ دو تہجد تہجد پڑھے پھر وتر کے بعد نفل پڑھے جتنے نوافل

پڑھنا ہوں وتر سے پہلے پڑھ لے کہ وہ سب قیام اللیل میں داخل ہوں گے اور اگر سونے کے بعد ہیں تو تہجد میں داخل ہوں گے (۲) صلاۃ التہجد میں سبحن اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ہر جگہ دس دس بار پڑھنا چاہیے گی راہ بار بتانے والا غلط کہتا ہے مگر ہر قیام میں قرات سے پہلے پندرہ بار ہے (۳) صلاۃ التہجد چار رکعت کی نیت کی جائے (۴) بعد دونوں درودوں کے قبل سلام یہ دعا پڑھے اللھم انی اسألك توفیق اهل الهدی و اعمال اهل الیقین و مناصحة اهل التوبة و عزم اهل الصبر و جود اهل الخشية و طلب اهل الرغبة و تعبد اهل الورع و عرفان اهل العلم حتی اخافک - اللھم انی اسألك مخافة یحجزنی عن معاصیک حتی اعمل بطاعتک عملاً استحق بہ رضاک و حتی اناصحک بالتوبة خوفاً منک و حتی اخلصک للنصيحة جمالک حتی اتوکل علیک فی الامور حسن ظن بک سبحن خالق النور (۵) سنت فجر میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی دما ثور سنت وہی ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ کفرؤن اور دوسری میں اخلاص اور الم نشرح اور الم تر کیف پڑھنا مشائخ سے بطور عمل مروی ہے جس کا فائدہ دفع اعدا اور ہے یہ کہ نوافل میں اختیار ہے جس طرح جو چاہے پڑھے (۶) وتر میں اخیر رکعت میں قل هو اللہ احد شریف پڑھنا اور ہے مگر ضرور نہیں جو چاہے پڑھے بہتر یہ ہے کہ پہلی میں سبح اسم ربک الاعلیٰ یا انا انزلناہ اور دوسری میں کفرون تیسری میں اخلاص - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - امام نے ظہر کے وقت چار رکعت نماز سنت ادا کرنے کے بعد کلام دنیا کیا بعد اس کے نماز پڑھائی تو اس فرض نماز میں کچھ نقصان آوے گا یا نہیں اور نماز سنت کا ثواب کم ہو جائے گا یا باطل ہو جائے گی۔

الجواب

فرض میں نقصان کی کوئی وجہ نہیں کہ سنتیں باطل نہ ہوں گی ہاں اُس کا ثواب کم ہو جاتا ہے تو یہ لا بعبار میں ہے ولو تکلم بدين السنة والفرض لا یسقطها ولكن ینقص ثوابها - واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ریاست جادوہ مکان عبد الحمید خاں صاحب سر رشته دار ۱۸ سہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سنتیں پڑھنے کے بعد اگر گفتگو کی جادے تو پھر اعادہ سنتوں کا کرے یا نہیں۔

الجواب

اعادہ بہتر ہے کہ قبل سنتوں کے بعد کلام وغیرہ افعال منافی تحریر کرنے سے سنتوں کا ثواب کم ہو جاتا ہے اور بعض کے نزدیک سنتیں ہی باقی رہتی ہیں تو تکمیل ثواب و خروج عن الاختلاف کے لیے اعادہ بہتر ہے جبکہ اُس کے سبب شرکت جماعت میں خلل نہ پڑے مگر فجر کی سنتیں کہ اُن کا اعادہ جائز نہیں - واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از پہلی بھیت محلہ پنجابیان قنصل مسجد مرسلہ شیخ عبد الحکیم صاحب غزہ رجب ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں ایک مسجد کہ اُس میں فجر کی نماز کے وقت بعد شروع ہو جائے جماعت کے اکثر نمازی آتے جاتے ہیں اور بعد حصول طہارت سنتیں فجر ادا کر کے شریک جماعت ہوتے جاتے ہیں مگر سنتیں فجر کی غلات قاعدہ شرعیہ ادا ہوتی ہیں صورت یہ ہے کہ آیام گرام میں اندرون دی درجہ مسجد میں تو سبب گرمی کے جماعت نہیں ہوتی اکثر اوقات دوسرے سائبان مسجد میں ہو کر کرتی ہے بسا اوقات

اندرونی درجہ میں سنتیں ادا کرنے کے واسطے جانے کی گنجائش نہیں رہتی یا بسبب شدت گرمی کے نمازی اندر جانا بھی گوارا نہیں کرتا ایسی شکل میں بعض واقفین تو صحن مسجد میں ستونوں کی آڑھ میں سنتیں پڑھ لیتے ہیں وہ بھی چار پانچ شخص بقدر تعداد ستونوں کے پڑھ سکتے ہیں مگر نمازی بعد کو آنے والے زیادہ ہوتے ہیں سب لوگ آؤ ستونوں کی نہیں پاتے اور بعض لوگ بوجہ عدم واقفیت یا کم توہی کے اس کی ضرورت بھی نہیں سمجھتے اور بعض اوقات شدت گرمی سے صحن مسجد میں نماز ہوتی ہے تو ستون بھی ستونوں کی آڑھ میں ملنے اکثر بدون حامل کسی شئی کی سنتیں پڑھی جاتی ہیں مگر اوردے اُس مسئلہ فقہیہ کے کہ جماعت شروع ہو جانے کے بعد سنتیں فجر کی خارج از مسجد ادا کی جائیں ہم کو عمدہ موقع حاصل ہے کہ مسجد سے ملحق چار طرف مسجد کے چار کمرے مدرسہ کے ہیں اس طرح سے کہ فرش سے فرش ملا ہے حد فاصل مابین مسجد اور مدرسہ کے صفوں کی تفصیلیں ہیں جو ایک ہاتھ تختیاً چوڑی اور ایک بالشت اونچی ہیں اور یہ جملہ مکانات مسجد اور مدرسہ ایک احاطہ کے اندر ہیں اگر ہم ایک صف خواہ چٹائی صحن مدرسہ میں یا کسی کمرہ مدرسہ میں ملحق صحن مسجد کے واسطے ادائے سنتوں فجر کے بچھا دیں اور وہ لوگ جو پیچھے آتے ہیں طہارت حاصل کر کے اُس چٹائی پر جو مدرسہ میں خارج از مسجد بھی ہے سنتیں فجر ادا کر کے شریک جماعت ہوتے جائیں تو سنتیں بھی حسب قاعدہ شرعیہ ادا ہوں اور نمازیوں کی بھی سہولت کا باعث ہو مگر زیادہ اس کو دوبارہ بنا کر ناجائز کہتا ہے ایک یہ کہ نمازی جب مسجد کی فیصلوں پر جو وضو کرنے کا موقع ہے بیٹھ کر وضو کرے گا تو لا بد مسجد کے صحن میں سے گزر کر مدرسہ کے صحن میں جو چٹائی بھی ہے سنتیں ادا کرنے کے واسطے جائے گا تو یہ صورت خلاف شرعیہ ہے اس وجہ سے کہ بعد از اذان مسجد سے خارج ہونا جائز نہیں اس گناہ کا مرتکب ہو گا سائل کہتا ہے کہ اگر ایسا ہی خارج ہونا ہے تو اس بنا پر اور بھی مسائل متفرع ہوتے ہیں وہ یہ ہیں کہ پانی لینے کا کنواں اور سقاۃ اور پاکی حاصل کرنے کا غسل نہ یہ سب کو احاطہ مسجد کے اندر ہیں مگر مسجد کے حدود فیصلوں سے باہر ہیں نمازی حسب عادت مروجہ زمانہ کے اکثر اول مسجد میں آتا ہے اپنا کپڑا وغیرہ مسجد میں رکھ کر بعد کو پانی لے کر طہارت وضو وغیرہ کرتا ہے بلکہ یہ عادات زمانہ کی عام مقامات کی مسجد کے موافق ہیں تو کیا یہ سب بعد اذان مسجد سے خارج ہونے کے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں یا احاطہ مسجد کے بیرونی دروازہ سے نکلنے والا اور وہ بھی جو مسجد میں اپس آنے کا قصد نہ رکھتا ہو اس گناہ کا مرتکب ہو گا دوسری وجہ ممانعت زید کی یہ ہے کہ صحن مدرسہ کا بھی فرش پختہ ہے اور چھوٹے لڑکے بعض برہنہ یا پیشاب کو یا پاخانہ میں اور غسل خانہ میں جلتے ہیں اور اُسی فرش صحن مدرسہ پر ہو کر گزرتے ہیں اور فجر کو اکثر شہنم کی کچھنی فرش پر ہوتی ہے اور گاہے شب کی بارش کی بھی نمی فرش پر ہوتی ہے پس ایسے مشکوک فرش پر چٹائی کا بچھنا چٹائی کا بخش کرنا اور نیز نمازیوں کی نماز خواب کرنا ہے حالانکہ افضل عبادات کی نماز ہے سائل کہتا ہے پس ایسے مشکوک کی وجہ سے صحن مدرسہ میں جو چٹائی بچھائی گئی ہے اُس پر سنتیں ادا کرنا یا اُس پر سے وضو کر کے جس حالت میں کہ نمازی کے پیر وضو کے پانی سے ہنوز خشک نہیں ہوئے ہیں گزر کر کمرہ مدرسہ میں سنتیں ادا کرنا جائز ہو گا یا نہیں اور وہ چٹائی بخش ہوگی یا پاک قابل ادائے نماز رہے گی اور پیر اُس نمازیوں کے جو وضو کر کے اُس مشکوک فرش سے گزرا ہے پاک رہیں گے یا ناپاک ہو جائیں گے اور ایسی چٹائی کا بچھانے والا واسطے اہتمام ادائے سنتوں فجر کے طریقہ نیک کا جاری کرنے والا ہو گا اور ثواب پائے گا اُن وجوہات مرقومہ صدر جو باعث ممانعت زید کے ہیں اُن کی وجہ سے بعد از اذان مسجد سے نمازیوں کے خارج کرنے کا اور مشکوک فرش پر سنتیں ادا کرنے والے نمازیوں کی نماز خواب کرانے کا باعث ہو کر عذاب پائے گا یا اس قسم کے مشکوک پیدا کر کے تمام نمازیوں کو تنگی میں ڈالنے والا ہو گا بیان فرمائیے ثواب پائے۔

الجواب - زید کے دونوں اعتراض باطل و بے معنی ہیں مسجد سے بے نماز پڑھے باہر جانا دو شرط سے ممنوع ہے ایک یہ کہ وہ خبیث بے حیث

ورنہ بلاشبہ جائز ہے مثلاً جس شخص کی ذات سے دوسری مسجد کی جماعت کا انتظام وابستہ ہے ۱۱ بعد اذان بلکہ خاص اقامت ہوتے وقت باہر جاسکتا ہے یہاں جسے دوسری مسجد میں بعد نماز دینی ہونے پڑھنا یا سنی عالم کا وعظ سننا ہو اسی طرح پیشاب یا استنجے یا وضو کی حاجتیں دوسرے یہ کہ شروع جماعت تک واپسی کا ارادہ نہ ہو ورنہ مضائقہ نہیں اگرچہ بے ضرورت ہی کسی فی الدار المختارہ کو نہ تھو یا لٹھی خروج من المصیل من مسجد اذن فیہ جاری علی الغالب والمراد دخول الوقت اذن فیہ اولاً الامن ینتظم بہ امر جماعۃ اخری او کان الخروج لمسجد حیثہ ولم یصلوا فیہ اولاً استاذہ لدرسہ او لسماع الوعظ او لحاجة ومن عزمہ ان یعود غداً فی رد المحتار قولہ للنفی ہو ما فی ابن ماجہ من ادراك الاذان فی المسجد ثم خروج لم یخرج لحاجة وهو لا یرید الرجوع فهو منافی ۱۲ وفیہ عن البحر ولو كانت الجماعۃ یخرجون لدخول الوقت المستحب کا لصبہ مثلاً فخرج ثم رجع وصلى معهم ینبغی ان لا یکرہ ۱۳ قال وجزم بذلك کلمہ فی النہر للدلائل کلامہم علیہ قولہ الامن ینتظم بہ لہ الخروج ولو عند الشروع فی الاقامۃ وبہ جزم فی متن الدرر والقہستانی وشرح البقاعۃ ۱۴ مختصراً یہاں دونوں شرطوں سے ایک بھی تحقق نہیں ہوتا بحال قیام جماعت بیرون مسجد پڑھنے کا حاجت شرعی ہو نا بھی ظاہر اور قصد رجوع بھی بدیہی تو عدم جواز و حصول گناہ کا حکم صریح باطل قطعی فی الدار المختارہ اذا خاف فوت الوقت لاستغاله بستمها ترکھا والا لابل یصلیہا عند باب المسجد وفی رد المحتار ای خارج المسجد کما صرح بہ القہستانی وقال فی العناۃ لانه یصلیہا فی المسجد کان متغفلًا فیہ عند اشتغال الامام بالفریضۃ وهو مکروہ ومثله فی النہایۃ والمعراج ۱۵ مختصرین - ببینہ صورت سیدنا عبد اللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ثابت ہے ایک روز وہ ایسے وقت تشریف لائے کہ جماعت فجر قائم ہو چکی تھی انھوں نے ابھی سنتیں نہ پڑھی تھیں ان کی بہن ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ مطرہ مسجد سے ملا ہوا تھا جس کا دروازہ عین مسجد میں تھا وہاں چلے گئے اور سنتیں حجرہ میں پڑھ کر پھر مسجد میں آکر شامل جماعت ہوئے امام اجل ابو جعفر طحاوی شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں حدثنا علی بن شیبہ ثنا الحسن بن موسیٰ ثنا شیبان بن عبد الرحمن عن یحییٰ بن ابی کثیر عن زید بن اسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ جاء والامام یصلی الصبح ولم یکن صلی الركعتین قبل صلاة الصبح فصلاهما فی حجرۃ حفصۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ثم اذ صلی مع الامام ففی هذا الحدیث عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ صلاهما فی المسجد لان حجرۃ حفصۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما من المسجد بلکہ جب وہ دراز سے تعلق مسجد حدود مسجد کے اندر ہیں ان میں اور مسجد میں راستہ فاصل نہیں صرف ایک فصیل سے صحن کا امتیاز کر دیا ہے لہذا میں جانا مسجد سے باہر جانا ہی نہیں یہاں تک کہ ایسی جگہ متکلف کو جانا جائز کہ وہ گویا مسجد ہی کا ایک قطعہ ہے وھذا ما قال الامام الطحاوی ان حجرۃ ام المؤمنین من المسجد فی رد المحتار عن البدائع لوصعد ای المتکلف المنارۃ لم یفسد بخلاف لانہا منہ لانہ ینفع فیہا من کل ما ینفع فیہ من البول ونحوہ فاشبہ زاویۃ من زوايا المسجد چٹائی کو ان خیالات بعیدہ کی بنا پر نہیں بتانا محض ہیروئی ادھام ہے شرع مطہر نے دربارہ طہارت ظاہر ایسے لیت وغل کو اصلاً گنجائش ندی کما فصلہ فی الطریقۃ المحمدیۃ والحدیقۃ النندیۃ وبنیۃ العبد الضعیف غفر اللہ تعالیٰ لہ فی الاحلی من السکو بطلبۃ سکورو سر رد المحتار میں تا تاریخانیہ سے ہے من شک فی اناۃ او ثوبہ او بد نہ اصابت نجاسة اولاً فهو طاهر ما لم یستیقن وکذا الابار والحاوض والحباب الموضوعۃ فی الطرقات ویستقی

منہا الصغار والكبار والمسلمون والكفار طريقة وحديقة میں ہے سئل الامام الخجندی عن بثر وجد فيها نعل تلبس ویمشی بها صاحبها فی الطرقات لا یدری متى وقع فیها وليس علیها اثر النجاسة هل یحکم بنجاسة الماء قال لا انفس میں ہے كذلك حکم الماء الذی ادخل الصبی یدہ فیہ لان الصبیان لا یتوقن النجاسة لكن لا یحکم بها بالشك والظن اھ ملخصین نیت مذکور سے چٹائی بچانے والوں کے لیے امید ثواب ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب -

مسئلہ - از کثرت وہ ضلع برہان پور مسجد دارالافتاء مرسلہ محمد سلیم صاحب ۱۸ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک پیرزادہ سید صاحب نے نماز تراویح میں ہر ایک سلام دس رکعت سفر کی حالت میں امامت سے پڑھا دیے جماعت معترض ہوئی کہ نماز ناجائز ہوئی۔ سید صاحب نے کہا کہ مفتیہ المصلیٰ میں صاف طور سے بلا کراہت ہر ایک سلام جائز ہے وہ عبارت ہے ولو صلے التراويح کلاھا بتسلیمۃ واحدة وقد قعد علی دس کل رکعتین جاز ولا یکرہ لانہ اکمل ذکرہ فی المحیط اس پر سید صاحب کو بڑا کتنا اور نماز کو ناجائز و حرام کتنا اُن کے حق میں کیسا ہے۔

الجواب

نماز کو ناجائز و حرام کتنا باطل ہے اور سید کی توہین و بے ادبی سخت گناہ ہے اور صحیح اس مسئلہ میں یہ ہے کہ نماز ہو گئی دسوں رکعتیں تراویح میں شمار ہوں گی مگر خلاف و مکروہ ضرور ہوئیں منیہ کا قول لایکروہ خلاف صحیح ہے غنیہ شرح منیہ میں قول المصنف لایکرہ مخالف لما فی الخلاصة وغیرھا انہ یکرہ حید شرح منیہ میں ہے وهو مشکل بانه خلاف المنقول واذا قالوا بکرواہ الزیادة علی ثمان فی مطلق التطوع لیل فلان یكونوا قائلین بکرواہتھا فیما کان منہ مسنوناً اولی فلا جرم لنا فی النصاب وخزانة الفتاوی الصمیم انہ لو قعد ذلک یکرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از پبلی ہیٹ مدرسہ پنجاب بیان مرسلہ حافظ محمد احسان صاحب ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نابالغ کے پیچھے نماز تراویح جائز یا ناجائز اور جس حافظ کا سن چھوڑ سال کا ہو حد بلوغ میں داخل ہے یا خارج اور شرعاً حد بلوغ کی ابتدا از روئے سن کمال سے معتبر ہے۔ بنیوا توجروا

الجواب

مسئلہ میں اختلاف مشاع اگرچہ بکثرت ہے مگر اصح و ارجح واقعی یہی کہ بالغوں کی کوئی نماز اگرچہ نفل مطلق ہونا بالغ کے پیچھے صحیح نہیں ہر ایک میں ہے المختار انہ لایجوز فی الصلوات کلاھا بحر الرائے میں ہے وهو قول العامة وهو ظاهر الروایة اور اقل مدت بلوغ پسر کے لیے بارہ سال اور زیادہ سے زیادہ سب کے لیے پندرہ برس ہے اگر اس تین سال میں اثر بلوغ یعنی انزال منی خواب خواہ بیداری میں واقع ہو نہا ورنہ بعد تہامی پندرہ سال کے شرعاً بالغ ٹھہر جائے گا اگرچہ اثر اصلاً ظاہر نہ ہو فی التنبیر بلوغ الغلام بالانزال فان لم یوجد فمختی تنہر خمس عشرة سنة به یفتی وادنی مداته لہ اثنتا عشرة سنة هو المختار اھ ملخصاً پسر چارہ سالہ کا بالغ ہونا اگر معلوم ہو (اگرچہ یوہیں کہ وہ خود اپنی زبان سے اپنا بالغ ہو جانا اور انزال منی واقع ہونا بیان کرتا ہو اور اُس کی ظاہر صورت و حالت اس بیان کی تکذیب

نکرتی ہو) تو وہ بالغ مانا جائیگا ورنہ نہیں فی الدار المختار فان اھما قبان بلغاھذا السن فقال بلغا صندا فان لم یکن ہما الظاھر کذا فیکون فی العبادۃ وغیرھا بعد سنتی عشرۃ سنۃ یشترط اخر لصحۃ اقرارہ بالبلوغ وهو ان یکون بحال یحکمہ مثلہ والا لا یقبل قولہ شرح وہبانیۃ وھما حیثئذ کبلغ حکما فلا یقبل مجوّدہ البلوغ بعد اقرارہ مع احتمال حالہ الخ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از اوچین مرسلہ یعقوب علی خاں ۱۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

چدی فرمائیے کرام دین مسئلہ کہ غیر مقلدین نماز تراویح را بدعت عمری قرار دادہ از بست تحقیف نمودہ یا زودہ رکعت پنجانہ جائز است یا نہ بدینواتوجروا۔

الجواب

تراویح سنت مؤکدہ است و نزد محققین بترک سنت مؤکدہ نیز آثم شود خاصہ چون ترک را عادت گیر و عددش نزد جمہور علمائے امت بست رکعت است و در روایتی از امام مالک سی و شش رکعت فی الدار المختار و التراویح سنۃ مؤکدۃ لمواظبۃ الخلفاء الراشدین وھی عشر و ن رکعت باز سنت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عین سنت حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم با حکم باقتدائے ابوبکر و عمر فرمود رضی اللہ تعالیٰ عنہما و تاکید تام باتباع سنت خلفائے راشدین نمود رضی اللہ تعالیٰ عنہم احمد و ابوداؤد و الترمذی و ابن ماجہ عن العریاض بن ساریۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیکم بسنتی و سنت الخلفاء الراشدین المہدیین عضوا علیہا بالنواجذ الترمذی و حسنہ عن عبد اللہ بن مسعود و احمد و الترمذی و ابن ماجہ و الرویانی عن حذیفۃ بن الیمان و ابن عدی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اقتدوا بالذین من بعدی من اصحابی ابی بکر و عمر و انکما ابن بے باک سنت امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ را بکار لیسے و انقض بدعت عمری نامند و متہوران ایشان خذلیم اللہ تعالیٰ تفریح بضلالت حضرت والا یش کنند جوابش محول بر دوزخ است و سید علم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۵۔ نسأل اللہ ۱ لغفو والعافیۃ۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از بگرام شریف محلہ میدان پورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم صاحب ۸ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تراویح میں پورا کلام اللہ تعالیٰ سننا یا پڑھنا سنت مؤکدہ ہے یا سنت یا مستحب وغیرہ اور بعد سننے ایک پورے کلام اللہ شریف کے جو لوگ سورہ فیل سے آخر تک دوبارہ پڑھتے ہیں ان کا کیا حکم ہے یعنی ہر رات رمضان شریف میں تراویح بست رکعتیں پڑھنا سنت مؤکدہ یا سنت یا مستحب وغیرہ ہے یا کیا ارشاد ہے ایک رات اسی ماہ صیام میں طبیعت میری نادرست تھی تراویح ایک شب کی مجھ سے نہ ہوئیں اب ان کی قضا کروں یا نہیں اور کروں تو کس وقت - بدینواتوجروا

الجواب

تراویح میں پورا کلام اللہ شریف پڑھنا اور سننا سنت مؤکدہ ہے اور صحیح یہ ہے کہ بعد ختم کلام مبارک بھی تمام لیالی شہر مبارک میں بیس رکعت تراویح پڑھنی سنت مؤکدہ ہے تراویح اگر ناغہ ہو گئیں تو ان کی قضا نہیں کل ذلک مصرح بہ فی کتب الفقہیۃ۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از بگرام شریف محلہ میدان پورہ مرحلہ حضرت صاحبزادہ سید ابراہیم میاں صاحب قادری دامت برکاتہم ۲۳ رمضان شریف ۱۳۱۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں تراویح میں بعد سورہ فاتحہ سورہ اخلاص پڑھنا جائز ہے یا مکروہ باوجودیکہ امام ادریس میں بھی جانتا ہے - بینوا توجروا

الجواب

جائز ہے بلکہ اگر اہم اگرچہ سورہ فیل سے آخر تک تکرار کا طریقہ بہتر ہے کہ اس میں رکعات کی گنتی یاد رکھنی نہیں پڑتی ردالمحتار میں ہے فی التجنیس واختار بعضهم سورة الاخلاص في كل ركعة وبعضهم سورة الفيل ای البداءة منها ثم يعيدها وهذا احسن مشلا يشغل قلبه بعد الركعات ويحتمل ان يقرأ سورة ويعيدها في الثانية (الی قوله) ولا يكره في النفل شيء من ذلك والله تعالى اعلم -

مسئلہ - از شہر کشمیر بریلی مرحلہ مولوی شجاعت علی صاحب ۲۵ رمضان مبارک ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تراویح میں ختم قرآن شریف کے لیے ایک بار ہر سے سہلہ پڑھنا چاہیے یا میں فقط بینوا توجروا

الجواب

ہاں - فی المسلم وشرح الفواح البسملۃ من القرآن آية فقرأ في الختم مرة على هذا ينبغي ان يقرأها في التراويح بالحمد مرة ولا تتأذى سنة الختم دونها والله سبحانه وتعالى اعلم

مسئلہ - از صاحب گنج گیا مرحلہ مولوی کریم رضا صاحب یکم ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

(۱) نماز تراویح کی جماعت اس طور پر کہ الحمد تو رکعت سے شروع کرتے ہیں اور والناس تک ایک ایک سورہ ایک ایک رکعت میں پڑھتے ہیں اور پھر الحمد تو رکعت سے والناس تک دوبارہ دس رکعتوں میں پڑھتے ہیں جائز ہے یا نہیں (۲) ہر ترویج کے بعد دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں (۳) کسی حافظ کو اس طور پر نماز تراویح کی پڑھانی کہ پہلے ایسی قوم کے ساتھ آٹھ رکعتیں تراویح منفرد پڑھ چکے ہوں بارہ رکعتیں ختم تراویح پڑھا کر پھر دوسری قوم کے پاس دوبارہ رکعتیں تراویح کی منفرد پڑھ چکے ہوں جا کر آٹھ رکعتیں تراویح کی ہر شب میں پڑھانی جائز ہیں یا نہیں - بینوا بالفقہ والسنة والكتاب توجروا من الله حسن المآب -

الجواب

(۱) جائز ہے فی الہندیۃ بعضهم اختار قل هو الله احد فی کل رکعة وبعضهم اختار سورة الفیل الی آخر القرآن وهذا احسن القولین لانه لا يشتبه عليه عدد الركعات ولا يشتغل قلبه بحفظها کذا فی التجنیس اه والله تعالى اعلم (۲) جائز ہے فی ردالمحتار قال القهستانی فقال ثلاث مرات سبحن ذی الملائک والمملوک سبحن ذی العزۃ والعظمتۃ والقدرۃ والکبریاء والجبوت سبحن الملائک الھی الذی لا یموت سلوح قدوس رب المملکۃ والروح لا اله الا الله نستغفر الله نسألك الجنة ونعوذ بك من النار کما فی منهج العباد ه اه والله تعالى اعلم (۳) اصل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک بیش رکعت تراویح سنت عین ہیں کہ اگر کوئی شخص مرد

یا عورت بلا عذر شرعی ترک کرے مبتلائے کراہت و اسارت ہو اور اُن کی جماعت کی مساجد میں اقامت سنت کفایہ کہ اگر اہل محلہ اپنی اپنی مسجد میں اقامت جماعت کریں اور اُن میں بعض گھروں میں تراویح تنہا یا باجماعت پڑھیں تو حرج نہیں اور اگر تمام اہل محلہ ترک کریں تو سب گنہگار ہوں ردالمحتار میں ہے اصل التراويح سنة عين فلو تركها واحد كره در مختار میں ہے والجماعة فيها سنة على الكفاية في الاصل وقلو تركها اهل مسجد انشوا لاولئك بعضهم ردالمحتار میں ہے ظاہر کلامہم ہذا ان المسلمون کفاية اقامتها بالجماعة في المسجد حتى لو اقاموها جماعة في بيوتهم ولم تقدم في المسجد الا ان الكل پس صورت مستفسرہ میں امام اور دونوں جگہ کے مقتدی تینوں فریق سے جس کے لیے فیصل اس شاعت کا موجب ہو اُس کے حق میں کراہت و اسارت ہے ورنہ فی نفسہ اُس میں حرج نہیں مثلاً امام دہر دوؤم کی مساجد میں جماعت تراویح جدا ہوتی ہے یہ گھروں پر بطور مذکور جماعت و افراد پڑھتے ہیں تو کسی پر مواخذہ نہیں کہ ہر گز وہ مقتدی ان نے اگرچہ بعض ترویجات تنہا اور ہر سرفریق نے مسجد سے جدا پڑھیں مگر جبکہ اُن کی مساجد میں اقامت جماعت ہوتی ہے سنت کفایہ ادا ہو گئی ہاں امام دونوں قوموں کو پوری تراویح پڑھاتا تو یہ جدا کراہت ہوتی اس سے صورت مستفسرہ خالی ہے فی الہندیۃ امام یصلی التراويح فی مسجدین فی کل مسجد علی الکمال لایجوز کن فی محیط السخی و الفتوی علی ذلک کذا فی المضمومات اور اگر اُن میں کسی فریق کی مسجد میں ہی جماعت بطور مذکور ہوتی ہے تو اُس کے لیے کراہت ہے کہ اُس کی مسجد میں پوری تراویح جماعت سے نہ ہوئیں لہذا اس صورت میں یہ چاہیے کہ ایک فریق آٹھ یا بارہ رکعتیں دوسرے امام کے پیچھے پڑھ کر باقی میں اس حافظ کی اقتدا کرے اور دوسرا فریق بارہ یا آٹھ رکعات میں دوسرے کا مقتدی ہو کر باقی میں اس کا مقتدی ہو کہ اب دونوں مسجدوں میں پوری تراویح کی اقامت جماعت سے ہو جائے گی اور اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ بعض ترویجات میں ایک امام کی اقتدا ہو اور بعض دیگر میں دوسرے کی ہاں یہ ناپسند ہے کہ ایک ترویج میں دو رکعت کا امام اور ہو دو کا اور فی الخانیۃ اقاموا التراويح بامامین فصلی کل امام تسلیمة بعضهم جوزوا ذلک والصحیحہ انہ لا یستحب واما یستحب ان یصلی کل امام ترویجۃ لیکون موافقا عمل اہل الحرمین سراج دہاج میں ہے ان صلوا بامامین فالمتحب ان یکون انصاف کل واحد علی کمال الترویجۃ فان انصاف علی تسلیمة لا یستحب ذلک فی الصحیحہ - واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - از بدایوں محلہ کثرہ براہم پورہ مسئلہ شیخ عبد الغنی صاحب ۱۱ رمضان شریف ۱۳۱۳ھ

ایک شخص ایک مسجد میں فرض جماعت سے پڑھا کر تراویح بیش رکعت پڑھاتا ہے پھر وہی شخص دوسری مسجد میں تراویح بیش رکعت جماعت سے پڑھاتا ہے آیا یہ امامت اُس کی صحیح ہے یا نہیں اور قنۃ یا مسجد دیگر کی تراویح ہو جاتی ہے یا نہیں فقط

الجواب

مذہب راجح میں امامت صحیح ہے تراویح ہو جاتے ہیں مگر خلاف علل و اختلاف تصحیح و مخالفت طریقہ متوارث سے بچنے کے لیے بے ضرورت اس سے احتراز کیا جائے فی الخانیۃ والخلاصۃ والظہیریۃ وغیرہا اذا صل التراويح مقتدیا بمن یصلی المکتوبۃ او بمن یصلی نافلۃ غیر التراويح اختلافوا فیہ والصحیحہ انہ لایجوز اھ و فی الہندیۃ امام یصلی التراويح فی مسجدین فی کل مسجد علی الکمال لایجوز کن فی محیط السخی و الفتوی علی ذلک کذا فی المضمومات اھ و فی امامۃ التنبیروالدر و متقبل بمقتضی فی غیر التراويح

فی الصحیح خانیۃ وکانہ لانہا سندۃ علی ہیأۃ مخصوصۃ فیراعی وضعہا الخاص للخروج عن العهدۃ اھ فی رد المحتار ان
ما ذکورہ المصنف ہنا مخالف لما قدمہ فی شروط الصلاة بقولہ وکفی مطلق نیتہ الصلوۃ لنقل وسنتہ وتواویحہ وذلک الشاخی
ہناک انہ المتمد ولقلنا ہناک عن البحرانہ ظاہر الروایۃ وقول عامۃ المشائخ وصحیحہ فی الہدایۃ وغیرہا ورجحہ فی
الفتح ونسبہ الی المحققین الخ والفتویٰ متی اختلف رجح ظاہر الروایۃ۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از کمپ میرٹھ کوٹھی حافظ عبدالکریم صاحب بازار لال کرتی مرسلہ مولوی احسان الحق صاحب ۲۶ ماہ مبارک ۱۳۲۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو اکثر جگہ رمضان شریف کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں نوافل میں
شبینہ پڑھا جاتا ہے یعنی ایک یا ایک سے زیادہ رات میں ختم قرآن عظیم ہوتا ہے اور یہ نوافل باجماعت پڑھے جاتے ہیں یہ شرعاً جائز ہے یا
نہیں ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اگرچہ کلام مجید باجماعت نوافل میں ترتیل کے ساتھ ہی کیوں نہ پڑھا جاوے وہ بھی ممنوع ہے اور نیز کہتے
ہیں کہ جماعت نوافل کی سوا تراویح کے اصلاً جائز نہیں ہے اور جس حدیث میں تہجد کے وقت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شرکت نوافل تہجد
میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے مروی ہے وہ مثبت صریحاً ایک شخص کا ہے تیسری بات وہ یہ کہتے ہیں کہ سنتیں فجر کی اگر
رہ جائیں اور فرضوں میں کوئی شامل ہو جائے تو پھر اس کو وہ سنتیں نہ قبل طلوع آفتاب پڑھنی چاہئیں نہ بعد میں ان تینوں مسائل کو امید ہے کہ
مشرع بیان فرماویں۔ جزاک اللہ خیر المجزاء۔

الجواب

علمائے بظرف کسل و مال اقل مدت ختم قرآن عظیم تین دن مقرر فرمائی مگر اہل قدرت و نشاط ہر عبادت کو ایک شب میں ختم کی بھی ممانعت نہیں بہت
اکابر وین سے منقول ہے کہما بسطہ المولیٰ عبدالغنی النابلسی قدس سرہ القدسی فی الحدیقة الندیۃ وغیرہ فی غیہا خود امام عظیم فی الشی
قوالی عنہ نے دو رکعت میں قرآن شریف ختم کیا کہما فی الدال المحتار نقل غیر تراویح میں امام کے ہوائین آدمیوں تک تو اجازت ہی ہے چار کی نسبت کتب
حنفیہ میں کراہت لکھتے ہیں یعنی کراہت تنزیہ جس کا حاصل خلاف اولیٰ ہے نہ کہ گناہ و حرام کہما بیناۃ فی فتاویٰ دنا مگر مسئلہ مختلف فیہ ہے اور بہت
اکابر وین سے جماعت نوافل بات داعی ثابت ہے اور عوام فعل خیر سے منع نہ کیے جائیں گے علمائے امت و حکمائے ملت نے اسی مانعت سے منع
فرمایا ہے در مختار میں ہے اما العوام فلا یمنعون من تکبیر ولا تنقل اصلاً لقلة رغبتہم فی الخیرات بحوائس میں ہے ولا یمنع العامة من
التکبیر فی الاسواق فی الایام العشر وبہ ناخذ بحرج و محبتی وغیرہ حدیقہ ندیہ میں ہے ومن هذا القبیل نھی الناس عن صلاة
الرغائب بالجماعۃ وصلاة لیلۃ القدر ونحو ذلك وان صح العلماء بالکراہۃ الجماعۃ فیہا فلا یفتی بذلك العوام لثقل رغبتہم
فی الخیرات وقد اختلف العلماء فی ذلك فصنف فی جوازہا جماعۃ من المتأخرین وابقاء العوام راغبین فی الصلاة اولیٰ من تنفیہم
صبح کی سنتیں اگر نہ پڑھیں اور فرضوں میں شامل ہو گیا قبل طلوع و ارتفاع شمس تو البتہ ان کی اجازت نہیں اگر پڑھے گا گنہگار ہوگا اور بعد
بلندی آفتاب ان کا پڑھنا ہرگز ممنوع نہیں ضرور مستحب ہے کلام علماء میں لا یقضی یعنی نفی مطالبہ ہے نہ مطالبہ نفی رد المحتار میں ہے
اذا فاتت وحدہا لا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع اما بعد طلوع الشمس فکذا عندہما وقال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ

احب الی ان یقضیہا الی الزوال کما فی الدرر قیل هنا قریب من الاتفاق لان قوله احب الی دلیل علی انه لو لم یفعل لا لوم علیہ وقال لا یقضی وان قضی لا یاس بہ کذا فی الجنازیۃ ومنہم من قال الخلاف فی انه لو قضی کان نقلاً مبدئاً او سنۃ کذا فی النمازیۃ یعنی نقلاً عندہا سنۃ عندہا کما فی الکا فی اسمعیل - واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - از سنہل مسئلہ حکیم کفایت اللہ صاحب ۹۷ شوال ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے فرض عشا تنہا ادا کیا اور تراویح جماعت سے اب وتر جماعت سے ادا کرنا جائز ہے یا نہیں اور حوالہ کیا ہے مع ادلہ وحوالہ کتب بیان فرمایا جاوے - بینیواللہ توجروا عند اللہ -

الجواب

جس نے فرض تنہا پڑھے وتر کی جماعت میں شریک نہ ہوگا کما فی الغنیۃ وجامع الرموز و رد المحتار جس نے فرض کسی جماعت میں پڑھے ہوں اس کے باب میں بھی علمائے مختلف ہیں کہ وتر جماعت سے ادا کرنا اولیٰ ہے یا تنہا پڑھنا دونوں طرف ترجیحیں ہیں اور زیادہ رجحان اس طرف ہے کہ جماعت افضل ہے رجحان الامام ابن الہمام وصحیحہ العلامة الحلبی فی الغنیۃ وقال خیر الرہلی علیہ عامۃ الناس الیوم - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از سیلہ پور ضلع بریلی مسئلہ حافظ کلن صاحب ۲۳ شوال ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ماہ رمضان شریف میں دو حافظوں نے ایک مسجد میں قرآن عظیم اس ترتیب سے سنایا کہ ایک حافظ نے اول مثلاً دس تراویح میں ایک یا دو یا ڈیڑھ پارہ آکر سے سنایا اور پھر دوسرے حافظ نے آخر دس تراویح میں وہی پارہ ایک یا سو یا ڈیڑھ آکر کا پڑھا یعنی ابتدا سے انتہا تک یہی طریقہ قرائت کا رکھا کہ جو کچھ پہلے حافظ نے پڑھا تھا وہی پارہ دوسرے حافظ نے پڑھا اور ایک ہی تاریخ پر مثلاً پچیس یا چھبیس تک دونوں نے ختم قرآن کریم فرمایا پس از روئے شرع مطہر کے یہ طریقہ قرآن شریف کے پڑھنے کا جائز ہے یا نہیں بینیوا بالکتاب توجروا بغیر حساب -

للجواب

یہ طریقہ مکروہ ہے اور اگر ثابت ہو کہ بعض معتدین پر گراں گزرنے کا باعث تھا (اور ضرور ہوگا) تو سخت ممنوع ہے کہ یوں دو ختم معاست سے زائد ہوں تو ایک امر زائد از سنت کے لیے معتدین پر گراں کی گئی اور یہ ناجائز ہے وانما علل عدم ترک ختم بکسل القوم لانه سنۃ فضا زاد بترك لانه فتنۃ - واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - از بلندی افریقہ سائل حاجی عبد اللہ و حاجی یعقوب علی ۲۴ محرم ۱۳۳۱ھ

رمضان المبارک میں میں نے نماز عشا جماعت سے ہمیں پڑھی ہے مسجد میں جاتے وقت جماعت عشا ہو گئے تھے اور نماز تراویح کے کھڑی تھی میں نے جلدی سے نماز عشا ادا کی اب تراویح کے جماعت میں شامل ہو کر نماز تراویح ادا کر سکتا ہوں یا نہیں یا اکیلے پڑھنا چاہیے -

الجواب - جس شخص نے نماز عشا تنہا پڑھی وہ تراویح کی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے تنہا پڑھے ہاں وتر کی جماعت میں شامل نہیں ہو سکتا

جس نے فرض تنہا پڑھے ہوں وہ وتر بھی تنہا پڑھے۔ درمختار میں ہے مصلیہ وحدۃ یصلیہا معہ اہی مصل الفرض وحدۃ یصل التواذیہ مع الامام ردالمحتار میں ہے اذا لم یصل الفرض معہ لا یتبعہ فی الوتر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از فیض آباد محلہ رکاب گنج مرسلہ فیاض حسین ٹھیکیدار پتھر ۲۳ رمضان مبارک ۱۳۳۱ھ

حضور والا دست بہت سلام سنوں کے بعد عرض ہے تا بعد از بخیریت ہے خوشنودی مزاج اقدس درکار از راہ شفقت مرہبانہ معاف فرمایا جاوے کہ آج سے پہلے عریضہ نہ لکھ سکا اور آج پھر جو موقع ملا ہے وہ خاص ضرورت سے براہ کرم شرع شریف کے مقدس قانون کے مطابق رائے صاحب و حکم مناسب سے اطلاع بخشی جاوے میرے وطن اٹاوہ میں ایک بزرگ مفتی قوم میں سے از راہ خیر و برکت ختم قرآن شریف کے دن بیشمار رکعت میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے بعد چند آیات مختلف ماکان محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وغیرہ کے ساتھ تراویح ختم کرنے کے بابت فرمایا کرتے ہیں لیکن اس زمانے کی نئی روشنی اس کے خلاف ہے لہذا اس کے جواز کے متعلق جو آیات شریفہ کتب احادیث سے پائی جاویں ان سے اطلاع بخشی جاوے تاکہ مخالفین کو سمجھا دی جاویں براہ کرم و شفقت مرہبانہ بواسطی ڈاک جواب با صواب عریضہ ہذا سے شاد فرمایا جاوے کیونکہ اس کی یہاں فوری ضرورت ہے۔ فقط

الجواب

یہ صورت بلاشبہ جائز و مباح ہے سنن ابی داؤد میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تہجد کی نماز میں ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت بہت آواز سے پڑھتے دیکھا اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت بلند آواز سے اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھا کہ کچھ ایک سورت سے پڑھا اور کچھ دوسری سورت سے لیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تینوں صاحبوں سے وجہ دریافت فرمائی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی قد اسمعت من ناجیت یا رسول اللہ میں جس سے مناجات کرتا ہوں وہ اس بہت آواز کو بھی سنتا ہے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ او قظ الوسنان واطر الشیطان یا رسول اللہ میں اس لیے اتنی آواز سے پڑھتا ہوں کہ اونگھنا جاگے اور شیطان بھاگے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کلام طیب یجمعه اللہ بعضہ الی بعض یا رسول اللہ قرآن مجید سب پاکیزہ کلام ہے کچھ یہاں سے اور کچھ وہاں سے میں ملا لیتا ہوں ارادہ الہیہ میں ہوتا ہے فرمایا کلکم قد اصاب تم تینوں نے ٹھیک بات کی درست کام کیا فتاویٰ خلاصہ میں ہے الانتقال من آیۃ الی آیۃ اخوی من سورۃ اخوی او آیۃ من ہذہ السورۃ بینہما آیات مکروہ فی الفرائض اما فی النوافل لا یکرہ اہ ملقطا غیہ شرح منیہ میں ہے قراءۃ آیۃ من بین الایات کقراءۃ سورۃ من بین السور فلما لا یكون قراءۃ سور متفرقة من اثناء القرآن مغیر اللتالیف والنظم لا یكون قراءۃ آیۃ من کل سورۃ مغیر الہ ردالمحتار میں ہے امام ضمہ آیات متفرقة فلا یکرہ ضمہ سور متفرقة بدلیل ما ذکرناہ من القراءۃ فی الصلاۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از دہا پور محلہ بند و قچیان ضلع بجنور ۸ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ مسؤلہ اللہ دیا۔

جناب فیض انتساب فضائل آب جناب مولانا صاحب زادہ فضلم عبد آداب گدازش ہے کہ شخص جو صوم و صلاۃ کا پابند ہے مگر تہاد کچھ قصداً

چھوڑ دیتا ہے اس کے واسطے وعید ہے یا نہیں اور بھی غور کریں کہ حضرت ابو بکر نے کیوں نہیں پڑھیں ان پر وعید ہے یا نہیں۔

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا علیکم بسنتی و سنتہ الخلفاء الراشدین عضو علیہا بالنواجذ تم پر لازم ہے میری سنت کا اتباع اور خلفائے راشدین کی سنت کا اُسے دانتوں سے مضبوط پکڑو اور فرمایا اقتدوا باللہ من بعدی ابی بکر و عمر ابو بکر و عمر کی پیروی کرو جو میرے بعد خلیفہ ہوں گے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین شب تراویح میں امامت فرما کر بخوت فرضیت ترک فرمادی تو اُس وقت تک وہ سنت مؤکدہ نہ ہوئی تھی جب امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسے اجرا فرمایا اور عامہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اُس پر مجتمع ہوئے اُس وقت سے وہ سنت مؤکدہ ہوئی نہ فقط فعل امیر المومنین سے بلکہ ارشادات سید المرسلین سے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اب ان کا تارک ضرور تارک کسبت مؤکدہ ہے اور ترک کا عادی فاسق و عاصی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بنا اس رام نگر مرسلہ حافظ امام الدین صاحب ۵ رمضان ۱۳۳۷ھ

جب احقر کا حافظہ ہو گیا تو لوگوں نے اسی سے پڑھوایا مسجد کے پیش امام صاحب نے بخوشی ضرور پڑھے احقر کو عنایت کیے جسے احقر نے اُسی وقت اپنے استاذ مکرم کی نذر کر دی میرے ایک مکتبی بھائی کی خواہش تھی کہ ان پانچ میں سے چند تبرک میں کچھ دوں مگر حضرت استاذی کی عنایت بمقابلہ تبرک قابل ترجیح معلوم ہوئی لہذا میں نے چند تبرک میں اس میں سے کچھ نہ دیا دوسرے سال معلوم ہوا کہ اب کے سال امام صاحب مقرر ہوئے پھر بتایا کہ کھڑے ہی دیں گے اس پر قوی خیال کی بنا پر سمجھا گیا کہ انھیں مکتبی بھائی صاحب کی بدولت پانچ کر دیا گیا ہے جن کی مغرض کے مطابق چند تبرک میں میں نے نہیں دیا تھا اس لیے میں نے ان سے شکایت کی کہ استاذ میرے بھی ہیں اور آپ کے بھی پھر آپ ان کی بھلائی کے بجائے ان کی نقصان رسانی کے درپے کیوں ہیں اس پر بات بڑھی اور امام صاحب مسجد کے کاؤں تک پہنچی اس کے بعد مجھے روپے کی گفتگو پر سخت افسوس ہوا اور دل میں خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں میرا ثواب نہ زائل ہو جائے اس لیے میں نے باعلان کہا کہ صاحبو میں کوئی اجرت نہیں مقرر کرتا یہ جس قدر ہاتھیں ہوئی ہیں بھائی صاحب سے بات بڑھ جانے کے سبب ہوئیں۔ پھر ختم کے دن امام صاحب نے سات ہی روپے دیے جنہیں لیتے وقت احقر کے دل کی عجب حالت تھی مگر بخیال نفع استاذ مکرم کے لیے اور اُسی وقت اُن کی خدمت میں پیش کر دیا۔ تاہم مجھے ہر وقت اس کا خطرہ رہتا ہے کہ گوتم اپنے لیے نہیں لیتے پھر بھی لیتے ہیں لیکن اس خیال سے کہ اب استاذ مکرم کو جو رو رہتا ہوگا کہ اسے سات روپے ملیں گے اور مجھے نہ ملے گا اور پھر اس سے میرا فلاں فلاں کام چلے گا لینے سے انکار کرتے بھی نہیں بتا۔ شینہ کیسا ہے جو ایک دن میں چند حفاظ مل کر ختم کرتے ہیں۔

الجواب

مولیٰ سبحنہ و تعالیٰ ایسے بندوں کو برکت دے جو قرآن عظیم پر اجرت لینے سے بچیں آپ صاف کہہ دیں کہ محض ادائے سنت و حصول ثواب کے لیے پڑھتا ہوں کوئی معاوضہ دہا ہوتا ہوں نہ ہوگا اس کے بعد امام یا جو مسلمان کچھ خدمت کریں وہ اجرت نہیں ہو سکتی اُس کا لینا حلال اور مستحکم دینا معاوضہ فتویٰ امام قاضی خاں میں ہے الصریح یفوق الدلالة شہینہ کہ ایک یا چند حفاظ مل کر کرتے ہیں مکروہ ہے اکابر نے ایک ایک بات میں برسوں ختم فرمایا ہے مگر وہ خاص اپنے لیے ذکر جماعت میں جس میں ہر قسم کے لوگ ہوں خصوصاً اکثر بلکہ شاید کل وہی ہوں جو اسے بار

سمعیں اور شرما شری میں شریک رہیں حدیث صحیح میں ہے اذا اقام احدکم فلیخفف اور ارشاد فرمایا لا یسأم حتی تسأموا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ازادریاضیغ انادہ مدرسہ اسلامیہ مدرسہ عبدالحی صاحب مدرسہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تراویح کے ہر چار رکعت پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا چاہیے یا صرف تسبیح بلا ہاتھ اٹھائے پڑھے۔

الجواب

تسبیح میں ہاتھ اٹھانے کی کیا ضرورت ہاں کوئی دعا مانگے تو ہاتھ اٹھائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از کلتہ مانک تلہ حاجی زکریا لین علی مدرسہ شیخ روشن علی صاحب ۳۱ شوال ۱۳۳۳ھ

ایک شخص جو اپنے کو اہلسنت سے کہتا ہے ان کا قول ہے کہ نماز تراویح کے اندر دو چیز ہے ایک قرات قرآن مجید کا جو کہ فرض ہے اور دوسری تراویح سنت مؤکدہ جب نماز تراویح میں قرآن شریف پڑھا گیا تو دونوں مذکورہ بالا چیزوں سے ایک ادا ہوئی ایک باقی رہ گئی ہے یعنی تراویح سنت مؤکدہ کا ثواب تو حاصل ہوا مگر قرات کے ثواب سے محروم رہ گیا جو کہ فرض ہے اس لیے جماعت کے لوگ بعد نماز تراویح کے بیٹھ جائیں کسی سے قرآن شریف سن لیں تاکہ دونوں ثواب حاصل ہو جائیں کیا یہ قول زید کا صحیح ہے۔

الجواب

ایک کا قول محض باطل اور دین میں بدعت پیدا کرنا ہے اور شریعت مطہرہ پر افتراء ہے تراویح سنت مؤکدہ ہے اور ان میں ایک باختم دوسری سنت مؤکدہ ہے صرف ایک آیت کا پڑھنا ہر نماز میں ہر عین ہر وقت میں فرض ہے تمام قرآن مجید کی تلاوت خارج نماز خاص رمضان شریف میں فرض ہو چیل محض ہے جب تراویح پڑھیں اور ان میں قرآن عظیم پورا پڑھا سنا دونوں سنتیں ادا ہو گئیں دونوں کا ثواب بعونہ تعالیٰ مل گیا بعد تراویح بیٹھ کر پھر قرآن مجید پورا سنا فرض دکنارہ واجب نہ سنت مؤکدہ نہ غیر مؤکدہ۔ اگر کوئی کرے تو ایک مستحب ہے جیسے اور اوقات میں تلاوت اور اسے فرض یا واجب یا مؤکد سمجھنا حرام و بدعت اور وہ قرآن کریم کہ تراویح میں پڑھا گیا اسے ناکافی سمجھنا سخت جہالت و لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم رد المحتار میں ہے قراءۃ الختم فی صلاۃ التراويح سنۃ و صحیحۃ فی الخانیۃ وغیرہا وعزاہ فی الہدایۃ الی اکثر المشائخ و فی الکافی الی الجمهور و فی البرہان و هو المروی عن ابی حنیفۃ ذالمغول فی الاثار کافی و ہند میں ہے السنۃ فی التراويح انما هو الختم مرة فلا یترک لکسل القوم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از قصبہ کاشی پور محلہ قاضی بلغ ضلع بنی مال مسئلہ جناب شیخ الشیخ و محمد وزیر خاں ۱۴ محرم ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قرآن شریف کے اندر جو ایک سو چودہ سورتیں ہیں اگر حافظ قرآن تراویح میں ہر سورہ میں بسم اللہ شریف پڑھے تو جائز ہے یا نہیں یا کیا نفع نقصان ہے ایک شخص یہاں پر ہر سورہ میں بسم اللہ شریف ظاہر کر کے پڑھتے ہیں تو ان پر اعتراض واجب ہے یا نہیں ان سے کہتے ہیں کہ آپ ہر سورہ میں بسم اللہ شریف پڑھتے ہیں ہم نے کسی حافظ اور عالم کو ظاہر کر کے بسم اللہ پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

الجواب

ناز میں بسم اللہ شریف آواز سے پڑھنا منع ہے صرف تراویح میں جب ختم کلام مجید کیا جائے سورہ بقرہ سے سورہ ناس تک کسی ایک

سورہ براء و از سے پڑھ لی جائے کہ ختم پورا ہو ہر سورہ سے آواز سے پڑھنا ممنوع ہے اور مذہب حنفی کے خلاف گنگوہ وغیرہ کے بعض جاہلوں نے جو اس کے خلاف فتویٰ دیا ہے حاکم و جہالت ہے والتفصیل فی رسالتنا وصاف الوجہ فی مسئلۃ التراويح۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از دہرم پد صنیع بلند شہر گنہ ڈبائی کوٹھی نواب صاحب مسؤل عبدالرحیم ۲۸ رمضان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز تراویح حافظہ کے نہ ہونے سے سورہ الم ترکیف سے پڑھی جائیں میں رکعت لیکن اس طریق سے کہ ایک ایک رکعت میں ایک سورہ دوسری میں قل ہوا شد یہاں تک کہ بیس رکعت میں نو سورہ الم ترکیف سے اور گیارہ سورہ قل ہوا شد پڑھی جائیں مگر گیارہویں رکعت میں جبکہ سورہ اذا جاء پڑھی جائے اور بارہویں میں قل ہوا شد تو ایک سورہ تبت یح میں رہ جاتی ہے اور اسی طرح سے جب انیسویں رکعت میں قل ہوا شد اور بیسویں میں ناس تو فتن رہ جاتی ہے اس صورت میں کچھ کراہت ہے یا نہیں۔ بینا تو جودا

الجواب

یہ دونوں صورتیں وجہ کراہت ہوں گی کہ بیچ میں چھوٹی سورت کا چھوڑ دینا مکروہ ہے یہ آسان ہے کہ دس رکعتوں میں سورہ فیل سے سورہ اس تک پڑھے پھر انھیں کا اعادہ کرے امامانی الدار المختار ولا ینکرہ فی النفل شی من ذلک فضع قطع النظر عما اور ادلی هذه الکلیۃ لم یثبت ان النفل ہذا یثبیل السنۃ المولکۃ بل ہو مقابلا وقد قالہ فی الدار المختار قبیلہ وفی الحجۃ یقرأ فی الغرض بالتوسل حرفا وفى التراويح بین بین وفى النفل لیلا لہ ان یسرع بعد ان یقرأ کما یفہم اھ وفى الغنیۃ الاصح کواھۃ اطالۃ الثانیۃ بعد الاولی فی النفل ایضا انما قالہ بالغرض فیما لہ بدہ التخصیص من التوسعة کجوازہ قاعدۃ بلا عذر ونحوہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از مین پوری مسؤل حکیم محمد احمد صاحب علوی شب ۱۰ رثوال ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شبینہ پڑھنا یعنی ایک شب میں قرآن مجید ختم کرنا تراویح یا تہجد یا نفل میں جائز ہے یا نہیں اور جو شخص اس طرح ہر کہ نہایت صحت اور قواعد کے ساتھ صاف صاف پڑھتا ہے اُس کی اقد میں اگر کچھ لوگ ذوق و شوق اور خلوص و ہمت سے داخل ہو کر شرکت کریں تو ان مقتدوں اور امام کی بابت کیا حکم ہے زید کہتا ہے کہ شبینہ مطلقاً جائز ہے اس کی کوئی اصل نہیں بلکہ حرام ہے صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے زمانہ میں کبھی نہیں ہوا اور یہ جو بعض بزرگوں کی نسبت مشہور ہے کہ فلاں بزرگ نے ایک رات میں اتنے اتنے ختم کیے بالخصوص حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت وہ محض خصوصیات ہیں ان کا یہ فعل ہمارے لیے حجت نہیں ہے بلکہ کہتا ہے کہ نفس شبینہ جائز اور مباح ہے بلکہ بزرگان دین کا معمول ہے یہ اور بات ہے کہ اگر نہایت شرع اُس میں شامل ہوں یا لوگ اُس کو اچھی طرح نہ سنیں بلکہ اُس وقت بیٹھے باتیں کریں یا حقہ اور چائے پینے میں مشغول رہیں یا قرآن مجید ایسا غلط اور جلد جلد پڑھا جائے کہ سمجھ میں نہ آئے تو بیشک ایسی صورت ناجائز ہوگی بلکہ ایسی صورت اگر تراویح میں واقع ہو تو تراویح کے لیے کیا حکم نہ ہوگا کیا نفس تراویح ان عوارض کی وجہ سے ناجائز ٹھہرے گی زید کہتا ہے شبینہ پڑھنے والے اور سننے والے کو ہاں سو جوتے لگانا چاہیے اس سال رمضان مبارک ۱۳۳۵ھ میں ہم چند مسلمانان مین پوری نے اپنے اپنے ذوق و شوق سے چند حافظہ بوائے نہایت عمدہ اور صاف پڑھنے والے تھے سب نے مل کر نفل نماز میں تائیسویں شب کو ایک قرآن مجید ختم کیا جس میں نہ نہایت شرعیہ تھے نہ کسی پر بار ہوا سب نے نہایت مستعدی اور سکون سے سنا اس پر زید کو بہت غصہ آیا زید امام جامع مسجد ہے انھوں نے بالا اعلان ہم سب

مسلمانوں پر اسی جامع مسجد میں بعد نماز مغرب محلے پر کھڑے ہو کر ماں بہن کی گالیاں دیں اور کما شینہ سننا اور دہاں جانا سب گناہ ہے کوئی شینہ کو جائز ثابت کر دکھائے تو پچاس روپیہ دوں گا ایسے شخص کی نسبت جو اس قسم کے سبب شتم مسلمانوں کو دے بالاری اور خوش گستاخوں کے زباں زد رہتے ہوں اور اسل فوں کو جو اس کے مقتدی نہیں ماں بہن کی گالیاں دے چنانچہ اس بنا پر وہ کل مقتدی اُس سے ناخوش ہوں اسکی امامت کا کیا حکم ہے۔ بیہوا توجروا

الجواب

فقیر ہر شعبان سے بوجہ عیالات رمضان شریف کے لئے اور شدت گراں گزرنے کو پہاڑ پر آیا ہوا ہے وطن سے مجبور اپنی کتب سے دور لے کر آیا ہوں شرح وسط سے معذور مگر حکم مسئلہ بفضلہ تعالیٰ واضح و مہیور شینہ فی نفسہ قطعاً جائز و روا ہے اکابر ائمہ دین کا معمول رہا ہے اُسے حرام کہنا شریعت پر اقرار ہے امام الائمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیس برس کامل ہر رات ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کیا ہے رد المحتار میں ہے قال الحافظ الذہبی قد تواتر قیامہ باللیل و تعجدة و تعبدا ای ومن ثم کان یسمی بالوند لکثرة قیامہ باللیل بل احیاء یقۃ القرآن فی رکعة ثلاثین سنة بلا دلیل شرعی کسی حکم کو بعض عباد سے خاص مان لینا جواز ہے اور یہ کہنا کہ ان کا یہ فعل ہمارے لیے حجت نہیں ادب کے خلاف محض لاف ہے ان کا فعل حجت نہ ہوگا تو کیا زید و عمر کا ہوگا جو اسبر الفتاویٰ امام کرمانی پھر فتاویٰ علیگیریہ میں ہے انما یتمسک بافعال اہل الدین علماء کرام نے فرمایا ہے سلف صالحین میں بعض ایک بار دن رات میں دو ختم فرماتے بعض چار بعض آٹھ میزان الشریعہ امام عبد الوہاب شرعانی میں کہ سیدی علی صغریٰ قدس سرہ نے ایک رات دن میں تین لاکھ ساٹھ ہزار ختم فرماتے آثار میں ہے امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بایاں پاؤں رکاب میں رکھ کر قرآن مجید شروع فرماتے اور دہنا پاؤں رکاب تک پہنچتا کہ کلام شریف ختم ہو جاتا بلکہ خود حدیث میں ارشاد ہے کہ داؤد علیہ السلام اپنے گھوڑے پر بٹ کر فرماتے اور اتنی دیر سے کہ میں زہد یا تواتر مقدس ختم فرما لینے تواتر شریف قرآن عظیم سے مجھ میں کئی حصے نازل ہوئے والحدیث دفاہ احمد والبخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال خفف علی داود القرآن فکان لا یمر بدوا بہ فتمسک فیہ القرآن من قبل ان تسجد دوایہ یہ سب روایات اور ان سے نازل ہماری کتاب الفیوض المملکیۃ ملجب الدولۃ المملکیۃ میں ہیں ان افعال کریمہ کو حجت نہ ماننا کیسی گستاخی ہے جاہل وہ کہ اس وقت اور حجت میں فرق نہ جانے ہم ان میں اقتدار پر قادر نہیں مگر وہ حجت شرعیہ ضرور ہیں کہ فی نفسہ یہ فعل حسن ہے کراہت یا مانعت اگر آئے گی تو عیاض سے اور وہ یہاں پانچ ہیں اول عدم تفسد یعنی جلدی کی وجہ سے معانی قرآن کریم میں تفکر و تدبر نہ ہو سکے گا اصل وجہ منصوص فی الحدیث ہی ہے سنن دارمی والبی داؤد و ترمذی وابن ماجہ میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے لہ یفقد من قرأ القرآن فی اقل من ثلاث جس نے تین رات سے کم میں قرآن مجید ختم کیا اُس نے سمجھ کر نہ پڑھا یہ وجہ صرف نفی افضلیت کرتی ہے جس سے کراہت بھی ثابت نہیں ہوتی ولہذا علیگیریہ میں کراہت شینہ کے قول کو بصیغہ ضعف و مرجوحیت نقل کیا حدیث قال افضل القراۃ ان یتدبونی معناه حتی یکرہ ان یختمہ القرآن فی یوم واحد اقول پھر یہ بھی ان کے لیے ہے جو تفکر معانی کریں یہاں کے عام لوگ کہتے ہیں دیر میں پڑھے تفکر سے محروم ہیں ان کے لیے دیر بے سود ہے اور وہ مقصود لذاتہ نہیں بلکہ اسی لیے مقصود ہے ان کے لیے معتدل جلدی ہی کا افضل ہونا چاہیے کہ جس قدر

جلد پڑھیں گے قراءت نائذ ہوگی اور قرآن کریم کے ہر حرف پر دس نیکیاں ہیں سو کی جگہ پانچ سو حرف پڑھے تو ہزار کی جگہ پانچ ہزار نیکیاں ملیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من قرا حرفا من کتاب اللہ فلہ حسنة والحسنة بعشرا مثالا لا اقول اتم حرف الف حرف وکلام حرف ومیلہ حرف جس نے قرآن کریم کا ایک حرف پڑھا اُس کے لیے ایک نیکی ہے اور ہر نیکی دس نیکیاں میں نہیں فرماتا کہ اتم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے رواہ الدارمی والترمذی وصحیحہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ہر ثواب فہم پر موقوف نہیں امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رب عز وجل کو خواب میں دیکھا عرض کیا اے میرے رب کیا چیز تیرے بندوں کو تیرے عذاب سے نجات دینے والی ہے فرمایا میری کتاب عرض کی اے رب بفہمہم او بغیر فہمہم اے میرے رب سمجھ کر یا بے سمجھ بھی فرمایا بفہمہم وغیر فہمہم کچھ کر اور بے سمجھ و دہم کسل۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اللہ لا یسألم حتی تسأموا بیشک اللہ عز وجل ثواب دینے میں کمی نہیں فرماتا جب تک داکتہ اقول یہ درجہ عام عوام کو عام ہے اور احکام فقہیہ میں غالب ہی کا اعتبار ہوتا ہے کما بینا فی رسالتنا کشف الدین علی حکم مجاورۃ المؤمنین ورسالتنا جمل النور فی غی الشیء عن زیادۃ القیود مگر اس وجہ کا مفاد صرف کراہت تشریحی ہے علمائے تصریح فرمائی کہ کسل قوم کے سبب تراویح میں ختم قرآن نہ چھوڑیں تنزیل البصائر اور مختار میں ہے الختم مرة سنة ولا یترک لکسل القوم اگر کراہت تحریم ہوتی اُس سے احتراز از احراز سنت پر مقدم رہتا اور مکروہ تشریحی جواز و اباحت رکھتا ہے ذکر گناہ و جرمت کما حققنا فی رسالتنا جمل مجلیہ ان المکرۃ تنزیہا لیس بمعصیہ سوم ہر گناہ اس کا ثناء۔ در مختار میں ہے یا قی الامام والقوم بالشیء ویزید علی الشہد (بان یا قی بالذموات بحجہ شہم) الان یل القوم فیاتی بالصلوات ویترک الدعوات ویجتنب المنکرات کھذا رمة القراءۃ وترک تعوذ و تسمیۃ وطمانینۃ وتسلیم واستراحتۃ بعض لوگ ایسا جلد پڑھتے ہیں علیمہ یا حکیم یعقلون تعلمون غرض لفظ ختم آیت کے سوا کچھ سمجھ میں نہیں آتا یہ نفس سخت کافی اور بے غش شیمہ اور اسادت ہے چہارم ترک واجبات قراءۃ مثل بدھصل یہ صورت گناہ و مکروہ تحریمی ہے پنجم امتیاز حروف متغایر مثل ث س ص ط ز و غیرہ نہ رہنا۔ یہ خود حرام و مفسد نماز ہے مگر ہندوستان کی جہالتوں کا کیا علاج حفاظ و علم کو دیکھا ہے کہ تراویح درکنار فرض میں بھی اس کی رعایت نہیں کرتے نمازیں مفت برباد جاتی ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ شینہ مذکورہ سوال کہ ان عوارض سے خالی تھا اُس کے جوازیں کوئی شبہ نہیں مگر اتنا لحاظ ضرور ہے کہ جماعت نفل میں تراویح نہ ہوتی ہو کہ مکروہ ہے بسلاؤں کو بخش گالیاں دینا خصوصاً ماں بہن کی خصوصاً مسجد میں سخت فسق ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس المؤمن بالطعان ولا اللعان ولا الفاحش ولا البذی مسلمان نہیں ہوتا بہت طعنہ کرنے والا بہت لعنت کرنے والا نہ بے حیا فحش گو رواہ احمد والبخاری فی الادب المفرد والترمذی وحسنہ وابن حبان والحاکم فی صحیحہما عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ خصوصاً جو اس کا عادی ہے اُس کے سخت فاسق معلن ہونے میں کلام نہیں اُسے امام بنا نا گناہ ہے اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پڑھ لی ہو تو پھیرنی واجب فتاویٰ مجہ و فنیہ میں ہے لوقد موا فاسقا یا ثمنون تبیین الحقائق امام زلیخا میں ہے لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ شرعا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از گھوسی ضلع اعظم گڑھ محلہ کریم الدین پور مدرسہ جامع فنون عقلیہ و نقلیہ فقیہ ملت مولانا حکیم محمد امجد علی صاحب اعظمی رضوی رحمۃ اللہ علیہ مصنف بہار شریعت ۸، رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ

حضور والا برکت دامت برکاتہم بعد سلام و نیاز غلامانہ معروض حافظ نے تراویح میں فاتحہ اور سورہ توبہ کے درمیان اعوذ باللہ پڑھنا دس شر الکفار الخ بالجہر قصد کیا پڑھا اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ نماز ہوئی یا نہیں اور ہوئی تو کیسی اگر نماز واجب الاعادة ہو تو ان دونوں رکعتوں میں جو قرآن پڑھا گیا ختم کے پورا ہونے میں اس کا اعادہ بھی ضرور ہے یا کیا۔

الجواب

سورہ توبہ شریف کے آغاز پر بجائے تسمیہ یہ تہذیبی عوام سے ہے شرع میں اس کی اصل نہیں خیر یہ دن نماز اس میں حرج نہ تھا رہی نماز اگر سورہ فاتحہ کے بعد یہی سورہ توبہ شروع کی اور اس سے پہلے وہ اعوذ بڈھی تو نماز مکہ تحریمی واجب الاعادة ہوئی کہ واجب ضم سورہ بوجہ فصل بالا جنبی ترک ہوا مگر اعادہ تراویح سے اعادہ قرآن عظیم لازم نہیں یہ جب تھا کہ تراویح باطل ہو جاتی اور اگر فاتحہ کے بعد کچھ آیات انفال پڑھ کر توبہ شروع کی اور اس سے پہلے وہ تہذیب پڑھا تو اگرچہ کراہت تحریم و وجوب اعادہ نہیں مگر جماعت تراویح میں مثل جماعت فرائض و واجبات یہ فعل مکروہ و خلاف سنت ضرور ہے اور اس کا جہر سے پڑھنا اور زیادہ نادانی و قلت شعور ہے ان دو رکعتوں کا اعادہ اولیٰ ہے قرآن عظیم کے اعادہ کی اصلاح حاجت نہیں درمختار میں ہے الامام لا یشتغل بغير القرآن وما ورد حمل علی النقل منفی دارو المختار و حلیہ میں ہے اما الامام فی الفرائض فلما ذکرنا انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یفعلہ فیہا وکذا الاثمۃ من بعدہ الی یومنا ہذا افکان من المحدثات ولانہ تنقل علی القوم فیکره واما فی التطوع فان کان فی التواویح فذلک الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از جانشہر محلہ راستہ منقل مکان ڈپٹی احمد جان صاحب مدرسہ محمد احمد خاں صاحب ۲۸ شوال ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص کہے کہ نماز تراویح میں قرآن شریف کے سننے سے ذکر و تلاوت باسعاد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سنا اچھا ہے آیا یہ شخص غلطی پر ہے یا نہیں بجا کہ کتب تحریر کریں۔

الجواب

اگرچہ قرآن عظیم و تہلیل و تسمیح و ذکر شریف حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب ذکر الہی ہیں کریمہ و رفعتا لک ذکر الہی کی تفسیر میں حدیث قدسی سے ہے جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکرت فقد ذکرت یعنی رب العزت عز و علا اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتا ہے میں نے تمہیں اپنے ذکر میں سے ایک ذکر بنایا تو جس نے تمہارا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا مگر قرآن عظیم عظم طریق اذکار الہیہ ہے صرف فقہاء میں ہے یہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں رب عز وجل فرماتا ہے من شغلہ القرآن عن ذکری و مسألتي اعطیتہ فضل مسا اعطیت السائلین و فضل کلام اللہ علی سائر الکلام کفضل اللہ علی خلقہ جسے قرآن عظیم میرے ذکر و دعا سے روکے یعنی بجا کے ذکر و دعا قرآن عظیم ہی میں مشغول رہے اسے مانگنے والوں سے بہتر عطا کروں اور کلام اللہ کا فضل سب کلاموں پر ایسا ہے جیسا اللہ عز وجل کا فضل اپنی مخلوق پر رواۃ الترمذی و حسنہ خصوصاً تراویح کا ایک ختم کرم سنت جلیلہ ہے اور مجلس میلاد مبارک علی ستمات اور سنت

مستحب سے بلاشبہ افضل ہاں اگر کسی شخص کے لیے کوئی عارض خاص پیدا ہو تو ممکن کہ ذکر شریف سننا اُس کے حق میں قرآن مجید سننے بلکہ اصل تراویح سے بھی اہم و اگلد ہو جائے مثلاً اُس کے قلب میں عدد و حیم نے معاذ اللہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے کچھ وسوسے ڈالے اور ایک عالم دین مجلس مبارک میں ذکر اقدس فرما رہا ہے اُس کا سنا اس وسوسے کو دور کرے گا اور دل میں معاذ اللہ معاذ اللہ اُن کے جم جانے کا احتمال ہے تو قطعاً اُس پر لازم ہوگا کہ ذکر شریف میں حاضر ہو کر محبت و تعظیم حبیب کریم علیہ وعلی آلہ افضل الصلوٰۃ و التسلیم اصل کار و مدار ایمان ہے معاذ اللہ یہ نہ ہو تو پھر نہ قرآن مفید نہ تراویح نافع نسأل اللہ العفو والعافیۃ

مسئلہ۔ از ہنگالہ ضلع چانگام تھانہ راؤ جان موضع پھر امسلہ مولوی ہمدی صاحب ۱۲ شوال ۱۳۲۱ھ

چومی فریاد علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ در ماہ رمضان المبارک جماعت وتر نہ نودن و ہر روزانہ جماعت موجودہ بیرون رفتن شرعاً جائز است یا نہ و تارک جماعت و تراویح و فاجرو غیر آں خواندہ شود یا نہ حسب شرع شریف چہ حکم است۔ بلیوا توجروا

الجواب

جماعت وتر نہ واجب است نہ نوکد در ترک او بیچ بڑہ کاری نیست بلکہ اختلاف درست کہ افضل جماعت است یا وتر تنہا گزاردن فی الدار المختار ہل کا فضل فی الوتر الجماعۃ ام المنزل تصحیح جان الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از موضع خورد و موڈا کھانہ بدوسرائے ضلع بارہ بنکی مسلولہ سید صفدر علی صاحب ۲۳ محرم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ کچھ قید ہے کہ نماز وتر کی تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ سورہ اخلاص ہی ضم ہو دوسری صورت

الجواب

کوئی قید نہیں اختیار ہے جو سورہ چاہے پڑھے یا چھوٹی آیتیں یا بڑی ایک آیت۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از مولوی عبداللہ صاحب مدرس مدرسہ نظر الاسلام بریلی ۹ صفر ۱۳۲۱ھ

وتروں میں مشابہ سے دعائے قنوت بھول جانے پر کیا پڑھنا چاہیے اور ایسی حالت میں سجدہ ہو کر یا ہوگا یا نہیں =

الجواب

ہر دعا پڑھنے سے واجب قنوت ساقط ہو جاتا ہے ہاں اگر بالکل کوئی دعا بھول کر نہ پڑھی تو سجدہ ہو کر سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از شہر مراد آباد محلہ مغلیورہ حصہ اول مدرسہ مولانا مولوی سید اولاد علی صاحب ۹ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وتروں کے مسنون کو اپنے فوت شدہ رکعت میں قنوت پڑھنی چاہیے یا نہیں۔

الجواب

مسنون کی اگر وتر کی تیوں رکعتیں فوت ہوئیں اخیر میں قنوت پڑھے اور اگر ایک رکعت بھی ملی ہے اگرچہ تیسری کے رکوع ہی میں

شامل ہوا ہو تو باقی نماز میں قنوت نہ پڑھے گا در مختار میں ہے المسنون یقت مع امامہ فقط ویصید مددگاہ وادارہ رکوع

الثالثۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - مسئلہ شوکت علی صاحب ۱۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۲ھ

کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز وتر کی تیسری رکعت میں بعد الحمد وقل کے تکبیر کہہ کر دعائے قنوت کے پڑھے ہیں
۳ بار قل ہو اللہ شریف پڑھ لیتا ہے اور دعائے قنوت اُس کو نہیں آتی ہے پس اُس کی نماز وتر کی صحیح ہوتی ہے یا نہیں اور اگر وہ ہر روز سجدہ
سہو کر لیا کرے تو نماز وتر اُس کی صحیح ہو جایا کرے گی۔ بینوا توجروا

الجواب

نماز صحیح ہو جانے میں تو کلام نہیں نہ یہ سجدہ سہو کا محل کہ سہو کوئی واجب ترک نہ ہو دعائے قنوت اگر یاد نہیں یا ذکر ناچاہیے کہ خاص
اُس کا پڑھنا سنت ہے اور جب تک یاد نہ ہو اللھم ربنا اتقنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار پڑھ لیا کرے
یہ بھی یاد نہ ہو تو اللھم اغفر لی میں بار کہہ لیا کرے یہ بھی نہ آئے تو صرف یا رب میں بار کہہ لے واجب ادا ہو جائے گا رہا یہ کہ قل ہو اللہ شریف
پڑھنے سے بھی یہ واجب ادا ہوا کہ نہیں اُس نے دنوں کے وتر کا اعادہ لازم ہو۔ ظاہر یہ ہے کہ ادا ہو گیا کہ وہ ثنا ہے اور ہر ثنا دعائے قل قال
العلامة القاری وغیرہ من العلماء کل دعاء ذکر وکل ذکر دعاء وقد قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل الدعاء الحمد للہ
رواہ الترمذی وحسنہ والنسائی وابن ماجہ وابن حبان والحاکم وصحیحہ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہذا
ولیسر والله تعالیٰ اعلم۔

اجتناب العصال عن فتاویٰ الجہال

مسئلہ - از شہد من مقلداری پر نگیز مرسلہ مولوی ضیاء الدین صاحب ۲۶ جمادی الآخرہ ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وہابی نے اول چند رسائل عقائد و ابیت و گستاخی شان مظان دین پر شمل طبع کیے جس پر
علمائے مبدئی وغیرہ نے ۱۳۱۶ھ میں اُس کی وہابیت پر فتویٰ دیا اُس نے باصرہ جماعت اہلسنت مجبور ہو کر اپنے تحفظ کے لیے ربیع الاول ۱۳۱۶ھ
اُس وقت ایک پرچہ باظہار توبہ چھاپ کر شائع کر دیا جب اہلسنت اُس کی طرف سے مطمئن ہو گئے تو اُس نے اپنے اُسی زمانہ میں وہابیت
کی تحریات سے ایک تحریر حال کی بتا کر ظاہر کی جس کا تاریخی نام ”ضروری سوال“ لکھا ہے جس سے وہی مسئلہ پیدا ہے اگرچہ
آخر میں ۱۳۱۶ھ لکھ دیا ہے اس تحریر پر وہ طالب مباحثہ ہے اور چند شرائط بحث لکھے ہیں وہ تحریر خاص اُس کے قلم کی لکھی ہوئی مع
توبہ نامہ و شرائط مباحثہ حضرات علمائے اہلسنت کے ملاحظہ میں حاضر کر کے چند امور کا استفسار ہے (۱) اس تحریر میں جو حکم اُس نے
قرار دیا کہ نماز فجر میں قنوت پڑھنا وقت فتنہ و فساد و غلبہ کفار جائز و باقی وغیرہ منسوخ ہے اور باقی کسی سختی مثل طاعون و وبا وغیرہ کے وقت

جائز نہیں یہ حکم تفصیل ہمارے ائمہ کا ہے یا اُس کا اپنا اختراع ہے (۲) طاعون یا وبا کے لیے قنوت ماننے کو کذب و بہتان بتانا علمائے کرام و فقہائے اعلام کی شان میں گستاخی ہے یا نہیں (۳) اس تحریر کے مضامین والفاظ و طرز بیان و املا و انشا سے اس شخص کا بے علم و جاہل و منصب فتویٰ کے ناقابل ہونا ظاہر ہے یا نہیں (۴) اگر ظاہر ہے تو نااہل کو مفتی بننا حلال ہے یا حرام اور اُس کے کسی فتوے پر عوام کو اعتماد چاہیے یا نہیں (۵) اُس نے اس تحریر میں جو سندیں تقریریں لکھی ہیں اگر اُن سے اُس کا مطلب ثابت نہیں تو آیا یہ امر صرف اُنکی جمالت و بے علمی سے ہے یا کہیں بددیانتی اور عوام کو فریب دہی بھی پیدا ہوتی ہے (۶) جو اس تحریر ضروری سوال کو صحیح و درست بتائے وہ جاہل و نادانم ہے یا نہیں (۷) شرائط و باحشہ جو اُس نے لکھے ہیں وہ اُس کے اگلے اشتهار تو یہ کے خلاف ہیں یا نہیں اور اُسے اُس کی قدیم دہائیت کی بوسیدہ ہوتی ہے یا نہیں - بلیو تو جروا

الجواب

اللہم لك الحمد تحریرات مذکورہ نظر سے گزریں ضروری سوال میں جو حکم اختیار کیا محض خلاف تحقیق ہے ہمارے ائمہ کرام کی تصریحات کتب متون دیکھیے تو عموماً یہ ارشاد ہے کہ غیر وتر میں قنوت نہیں ان میں وقت غلبہ کفار کا بھی کہیں استثناء نہیں اور اگر تحقیقات جمہور شافعیوں کو کام پر نظر ڈالیے تو مطلقاً نازلہ کے لیے قنوت لکھتے ہیں خاص فتنہ و غلبہ کفار کی ہرگز قید نہیں لگائے غنیہ شرح منیہ میں ہے قال الحافظ ابو جعفر الطحاوی انما لا یقنن عندنا فی صلاة الفجر من غیر بلیۃ فاذا وقعت فتنۃ او بلیۃ فلا یاس بہ یعنی امام ابو جعفر طحاوی نے فرمایا نماز فجر میں ہمارے یہاں قنوت نہ ہوتا اُس وقت ہے کہ کوئی بلا مصیبت نہ ہو جب کوئی فتنہ یا کسی قسم کی بلا واقع ہو تو نماز صبح میں قنوت پڑھنا مضائقہ نہیں شرح نقایہ برجندی میں ہے فی الملتقط قال الطحاوی فذا کو نحوہ یعنی امام ناصر الدین محمد ثرقندی نے ملقط میں امام طحاوی کا قول مذکور نقل فرمایا بحر الرائق میں ہے فی شرح النقایۃ معزیا الی الغایۃ وان نزل بالمسلمین نازلۃ قنن الا امامنا یعنی علامہ غسانی نے شرح نقایہ میں بحوالہ غایۃ امام سروجی بیان کیا کہ اگر مسلمانوں پر (معاذ اللہ) کوئی سختی آئے تو امام قنوت پڑھے نحو الخاقانی میں ہے کنانی مشرح الشیخ اسمعیل لکن عزاء الی غایۃ البیان ولما جرد المسأله فیہا فلعلمہ اشتبہ علیہ سغایۃ السروجی لغایۃ البیان لکن نقل عن البنایۃ ما نصہ اذا وقعت نازلۃ قنن الا امام فی الصلاة الجهریۃ وقال الطحاوی لا یقنن عندنا فی صلاة الفجر من غیر بلیۃ اما اذا وقعت فلا یاس بہ اہ یعنی اسی طرح پھر مسئلہ شرح شیخ اسمعیل للدرر والغریب میں ہے انھوں نے اُسے غایۃ البیان علامہ اتقانی کی طرف نسبت کیا مگر مجھے غایۃ البیان میں نہ ملا شاید غایۃ سروجی سے اشتباہ ہوا اور انھیں نے غایۃ امام عینی سے نقل کیا کہ جب کوئی سختی واقع ہو امام قنوت پڑھے اور امام طحاوی کا وہی ارشاد ذکر فرمایا اُسی میں ہے قولہ ولما انہ منسوخ قال بالعلم متلوج آفندی هذا علی اطلاقہ مسلم فی غیر النوازل واما عند النوازل فی القنوت فی الفجر فینبغی ان یتابعہ عند الكل لان القنوت فیہا عند النوازل لیس بمنسوخ علی ما ہوا للتحقیق کما مر الخ یعنی علامہ نوح آفندی نے فرمایا جب حنفی کسی شافعی کے پیچھے نماز فجر پڑھے تو بغیر کسی نازلہ کے قنوت میں اُس کا اتباع نہ کرے کہ وہ ہمارے نزدیک منسوخ ہے اور بلاؤں کے وقت صبح میں ہمارے سب اماموں کے طور پر مقتدی کو اتباع امام قنوت پڑھنا چاہیے کہ تحقیق یہی ہے کہ تحقیقوں کے وقت نماز صبح میں قنوت منسوخ نہیں اشتباہ و الظائر میں ہے فی

فتح القدیر ان مشروعیۃ القنوت النازلة مستقرة لم تفسح یعنی فتح القدیر میں ہے کہ دفع سختی کے لیے قنوت پڑھنے کی شرعاً اجازت برابر چلی آئی ہے منسوخ نہ ہوئی اسی میں ہے ذکر فی السراج الوہاج قال الطحاوی الخ سراج الوہاج میں امام طحاوی کا وہ ارشاد ذکر کیا کہ کوئی بلا اسے تو قنوت فجر میں حرج نہیں مرقی الفلاح شرح نور الایضاح میں غایہ سرحدی کا کلام نقل کر کے مثل علامہ ابراہیم حلبی شارح منیہ فرمایا فتکون مشروعیۃ مستقرۃ وهو محمل قنوت من قلت من الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم بعد وفاتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وهو مذہبنا وعلیہ الجمهور وقال الامام ابو جعفر الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ الخ یعنی سختیوں کے وقت قنوت کا مشروع ہونا باقی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بعد وفات اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو قنوت پڑھی اس کا موقع یہی ہے یعنی سختی کے وقت پڑھتے تھے ہمارا اور جمهور ائمہ کا یہی مذہب ہے امام طحاوی فرماتے ہیں کوئی فتنہ یا بلا ہو تو قنوت میں مضائقہ نہیں حاشیہ مرقی السید الطحاوی میں ہے قولہ وهو محمل الخ ای حصول نازلة قولہ وهو مذہبنا ای القنوت لمحادثة ودرمختار میں ہے لا یقنن لغیرہ الا لنازلة یعنی وتر کے سوا کسی ناز میں قنوت پڑھے مگر کسی سختی کے لیے فتح اللہ العین حاشیہ کنز للعلامۃ السید ابی السعود الازہری میں امام طحاوی کا ارشاد مذکور کہ کسی بلا کے وقت قنوت فجر میں حرج نہیں نقل کر کے فرمایا وظاہرہ انہ لو قنن فی الفجر لبلدیۃ انہ یقنن قبل النکوح حموی یعنی علامہ سید احمد حموی نے فرمایا امام طحاوی کے اس ارشاد سے ظاہر ہے کہ اگر کسی بلکہ سبب ناز فجر میں قنوت پڑھے تو کوع سے پہلے پڑھے طحاوی حاشیہ در میں ہے قال العلامة نوح بعد کلام قد فعلی هذا لایکون القنوت فی صلاۃ الفجر عند وقوع التوازل منسوخا بل یکون امرا مستقرا ثابتا ویدل علیہ قنوت من قلت من الصحابة بعدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیکون المراد بالفتنۃ لیس عموم الحکم لا یفتن نفس الحکم قال فی المنقط قال الطحاوی الخ (ثم قال) قال بعض الفضلاء هو مذہبنا وعلیہ الجمهور یعنی علامہ نوح نے ایک کلام ذکر کر کے فرمایا تو اس تقدیر پر بلائیں اترتے وقت ناز فجر میں قنوت منسوخ نہ ہوگی بلکہ باقی ثابت ہوگی اور اس کی دلیل صحابہ کا بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قنوت پڑھنا ہے تو ہمارے علماء جو قنوت فجر کو منسوخ بتاتے ہیں اس کی مراد یہ ہے کہ سختی وغیر سختی ہر صورت میں قنوت کا عموم منسوخ ہو گیا نہ یہ کہ قنوت رہا ہی نہیں منقطع میں ہے امام طحاوی نے فرمایا کوئی فتنہ یا بلا ہو تو فجر میں قنوت پڑھ سکتے ہیں بعض علمائے فرمایا یہ ہمارا اور جمهور کا مذہب ہے رد المحتار میں عبارات بحر و شربلانی و شرح شیخ اسماعیل ونبایہ و اشباہ و غایہ وغیرہ ذکر کر کے فرمایا قنوت النازلة عندنا مختص بصلاۃ الفجر سختی کے لیے قنوت ہمارے نزدیک ناز فجر سے خاص ہے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے قال الخطابی فیہ دلیل علی جواز القنوت فی غیر الوقت قلت لکن یقید بما اذا نزلت نازلة وحینئذ لا خلاف فیہ یعنی ناز فرض میں قنوت خاص اس صورت میں ہے جب کوئی سختی اترے اس وقت اس میں خلاف نہیں کلام یہاں سلسلہ قنوت وازل اور اس کے اجماعی یا خلافی ہونے کے بحث میں نہیں وقد تقدم عن الشربلانی والحلبی ونوح افندی والطحاوی بنیۃ الی الجمهور المشعرة بحصول خلاف وافاد الامام ابن الہمام فی الفتح وتبعہ الحلبي فی الغنیۃ ان قنوت التوازل امر مجتہد فیہ و ذکر کلام المظہرین کلام اس میں ہے کہ اولاً ان سبب عبارات میں نازلہ بلکہ حادثہ سبب لفظ مطلق ہیں کسی میں خاص فتنہ بلکہ کفار کی تخصیص نہیں نازلہ ہر سختی نازلہ کہہ سکتے ہیں جو لوگوں پر نازل ہوا اشباہ میں ہے قال فی المصباح النازلة المصیبة الشدیدۃ تنزل بالناس انتمی و فی القاموس النازلة الشدیدۃ انتمی و فی الصحاح النازلة الشدیدۃ من شدائد الدهر تنزل بالناس انتمی خود صنعت ضروری سوال کا اقرار ہے

کہ عند النازلة کی قید سے ہر سختی سمجھی جاتی ہے یا اہمہ برخلاف اطلاقات علیٰ اپنی طرف سے خاص فتہ و فساد و غلبہ کفار کی قید لگانا اور
 کہنا کہ ہر ایک نازلہ نہیں کلام علیٰ میں تصرف بجائے ثانیاً میں اطلاق سے احتجاج کرتا ہوں کلمات علیٰ میں صاف تقسیم موجود ہے عامہ
 عبارت مذکورہ دیکھیے لفظ نازلة یا ہلیۃ مکرہ موضع شرط میں واقع ہوا کہ اگر کوئی سختی یا کسی قسم کی بلا آئے تو نماز میں قنوت پڑھے یہ صریحہ ہر نصیب
 ناس کو عام ہے لہذا انصوان النکرة فی حین الشرط تعمر تو زیہ کا ان کے معنی میں وہ حکم لگا دینا کلمات علیٰ کا بگاڑنا بدینا ہے ثالثاً ابن جبران
 نے اپنی صحیح بالتقسیم والا نواع میں بطریق ابراہیم بن سعد عن الزہری عن سعید و ابی مسلمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ سے روایت کی قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یقنت فی الصبح الا ان یدعو لقوم او علی قوم رسول اللہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز صبح میں قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے لیے ان کے فائدے کی دعا فرماتے یا کسی قوم پر ان کے نقصان
 کی دعا فرماتے۔ فتح القدیر وغیرہ و مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرمایا و ہوسند صحیح یہ سند صحیح ہے خطیب بغدادی نے کتاب القنوت میں بطریق
 محمد بن عبد اللہ الانصاری ثنا سعید بن ابی عروبہ عن قتادہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ان النبی صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم کان لا یقنت الا اذا دعا لقوم او دعا علی قوم بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے لیے
 یا کسی قوم پر دعا فرمائی ہوتی کتب ثلاثہ مذکورہ میں ہے ہذا سند صحیح قالہ صاحب تنقیح التحقيق یہ سند صحیح ہے صاحب تنقیح التحقيق نے
 اس کی تصریح کی امام بیہقی نسب لاری میں یہ دونوں حدیثیں ذکر کر کے فرماتے ہیں قال صاحب التتبع وسند ہذین الحدیثین صحیح و ہما
 نص فی ان القنوت مختص بالنازلة یعنی صاحب تنقیح نے کہا ان دونوں حدیثوں کی سند صحیح ہے اور ان میں صاف تصریح ہے کہ قنوت وقت جمعیت
 کے ساتھ خاص ہے یہ دونوں حدیثیں بھی مطلق ہیں ان میں کوئی تخصیص فتہ و غلبہ کفار کی نہیں اور شک نہیں کہ مثلاً رفع طاعون و دفع و بازال قحط
 کے لیے دعا بھی دعا لقوم کے اطلاق میں داخل کہ یہ بھی مسلمانوں کے لیے دعائے نفع ہے تو صحیح حدیثوں سے اس کا جواز ثابت ہوا فان غلظ
 بحمل المطلق علی المقید قلنا لیس ہذا محطہ فان ذکرنا قنوت عین ما خلط فی اجمال بیان لا یخص فیہا عند احد علی انہ انما ہو
 مسلک الشافعیہ وانت تظہر من نفسك الاعتماد علی مذهب الحنفیۃ وقد انبأت فی غضون کلامک انک ہنا بصمد ثابتات مذہبہم
 و صرح فی آخر الرسالة انہا علی اصول مذہب امامنا الاعظم ابی حنیفۃ النعمان رضی عنہ وعن مقلد بہرام بلفظک مع ان الصبیح
 فی المسئلۃ الاصولیۃ قلنا فقد اقام اثبتنا علیہا براہین لا قیل لاحد بما فیہم الزام ولا یبقی لاحد مجال کلام راجعاً مرقاۃ شرح مشکوٰۃ
 میں ہے قال ابن حجر اخذ منہ الشافعی انہ یسن القنوت فی اخیرۃ سائر المکتوبات للنازلة التي تنزل بالمسلمین عامۃ کو باء قحط و
 طاعون او خاصۃ لبعضہم کاسی العالم او الشجاع ممن تعدی نفعہ مقول الطحاوی لم یقل یہ فیہا غیر الشافعی غلط منہ بل قنوت
 علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی المغرب بصفتین اھ و سببہ ہذا القول الی الطحاوی علی ہذا المنوال غلط اذا طبق علماءنا علی جواز القنوت
 عند النازلة اسی میں ہے قال الامام النووی القنوت مسنون فی صلاۃ الصبح دائماً و اما فی غیرہا فنیہ ثلاثۃ اقوال والصحیح المشہور
 انہ اذا نزلت نازلة کعدا و قحط او باء او عطش او ضرر ظاہر فی المسلمین و نحو ذلک قنوتوا فی جمیع الصلوات المکتوبۃ والا فلا ذکرہ للطیب
 و فیہ ان مسنونۃ فی الصبح غیر مستفادۃ من ہذا الحدیث دیکھو بولنا علی قاری نے امام ابن حجر کی سے تصریح صریح نقل فرمائی کہ جس

نازلہ کے لیے قنوت پڑھی جاتی ہے وہ باوقط و طاعون وغیرہا سب کو شامل ہے اور امام طہیسی سے انھوں نے امام اجل ابو زکریا نووی سے نقل کیا کہ نازلہ میں قحط و باد و تشنگی وغیرہا سب داخل ہیں اور ان اقوال کو مسلم و مقرر رکھا اور بعض بیان کہ خلافت مذہب سمجھے اُن پر اعتراض کر دیا اسے برقرار رکھا بلکہ نازلہ کے معنی مذکور نقل کر کے صاف فرمادیا کہ امام طحاوی کی طرف قنوت نازلہ کا انکار اس طرح نسبت کر دینا ٹھیک نہیں کہ اُس کے جواز پر تو ہمارے علما کا اتفاق ہے اس سے صاف مفہوم کہ وہی نازلہ جس کے معنی ابھی بیان ہو چکے کہ قحط و باد و طاعون سب اُس میں داخل ہیں اُسی کے لیے ہمارے علما جواز قنوت کے قائل ہیں **خاصاً** کیوں راہ دور سے نشان معنی مقصود دیکھ کلمات علما سے صاف صریح تصریحیں لیجیے اسی مرقاۃ شریف میں ہے قال ابن الملك وهذا يدل على ان القنوت في الفرض ليس في جميع الاوقات بل اذا نزلت بالمسلمين نازلة من قحط و غلبة عدد و غیر ذلک یعنی علامہ ابن فرشتہ نے فرمایا اس حدیث سے ثابت ہے کہ فرض میں قنوت ہمیشہ نہیں بلکہ خاص اُس وقت ہے جب معاذ اللہ مسلمانوں پر کوئی سختی آئے جیسے قحط اور دشمن کا غلبہ وغیرہ علامہ زین العابدین بن ابراہیم بن محمد مصری نے کتاب الاشباہ میں غایہ دشمنی و فتنہ کی عبارات کو نازل میں قنوت روا ہے نقل کر کے فرمایا فاقنوت عندنا في النازلة ثابت وهو الداء برفعها ولا خلاف ان الطاعون من اشد النوازل یعنی ان عبارات علما سے ثابت ہوا کہ ہمارے نزدیک بلا سختی کے وقت قنوت پڑھنا ثابت ہے اور وہ یہی ہے کہ اُس بلا کے دفع کی دعا کی جائے اور کسی نہیں کہ طاعون سخت تر بلاؤں میں سے ہے اسی طرح علامہ سید احمد مصری نے حاشیہ نور الايضاح اور علامہ سید محمد مفتی نے حاشیہ شرح تنزیہ میں دفع طاعون کے لیے قنوت پڑھنے کی تصریح فرمائی اور انھیں بحر محقق صاحب بحر کا حوالہ دیا اول کی عبارت انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب آتی ہے اور ثانی نے زیر قول شارح مدق لا یقنن لغيره الا لنازلة فرمایا قال فی الصحاح النازلة الشديدة من شدائد الدهر ولا شك ان الطاعون من اشد النوازل اشباہ تشبیہ ان بیانوں سے چند امر روشن ہوئے **اقول** یہ کہ طاعون و باد اور ان کے مثل ہر بلیہ عامہ کے لیے قنوت صحیح حدیثوں کے اطلاقات سے ثابت ہے تو زید یعنی مصنف "ضروری سوال" کا قنوت نوازل کو جائز و ثابت مان کر اُسے بعض نازلہ سے خاص کرنا اور باقی کی نسبت کہنا جب تک شریعت سے کسی کام کی اصل نہ ملے وہ کام یا تو بدعت ہوگا یا گنہ محض بے معنی ہے کیا اطلاق احادیث اس شخص کے نزدیک کوئی اصل شرعی نہیں کہ اُس کے حکم کو بے اصل و گناہ مانتا ہے دوم قنوت طاعون و باد کو نہ صرف اطلاقات کلام علما بلکہ اُن کی صاف قیامیں شام جن میں خود امام اجل ابو جعفر طحاوی بھی داخل تو اُس کی بنا پر زید کا ادعا کہ نوازل خلقات راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت اور نہ ہمارے امام صاحب کے تابعین کے اقوال سے وہ ایک زائد بات ہے تصریح نا فہمی ہے سوم اطلاق و عموم سے استدلال نہ کوئی قیاس ہے نہ مجتہد سے خاص کما بدینہ خاتمہ المحققین سیدنا والوالد قدس سرہ الامجد فی کتابہ المستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد مثلاً اس اخیر زمانہ فتن میں طرح طرح کے فتنے قسم قسم کے باجے ایسے پیدا ہوئے جن کی حرمت کا ذکر نہ قرآن مجید میں ہے نہ حدیث شریف میں نہ اقوال اللہ میں مگر انھیں حرام ہی کہا جائے گا کہ وہ کل مسکوح صواب کے عموم اور یہ حدیث یستحلون الخمر والمعاذ و کرکیم من الناس من یشعروا لہو المحدث کے شمول و اطلاق میں داخل اب اگر کوئی جاہل کہہ اُٹھے کہ یہ تو تم قیاس کرتے ہو احادیث میں کیسے تصریح نہیں پائی جاتی نہ ہمارے امام صاحب کے تابعین سے ہمارے ائمہ قیاس مسائل فقہیہ دینیہ میں بے کار رہے تو اُس سے یہی کہا چاہیے کہ اے ذی ہوش یہ قیاس نہیں بلکہ جب ایک حکم مطلق و عام

احادیث و کلمات علمائے کرام میں وارد ہے تو اس کے دائرے میں جو کچھ داخل سب کو وہ حکم محیط و شامل تو ثابت ہوا کہ زید کا ضروری سوال میں خود ہی یہ سوال قائم کرنا "کہ جب قنوت عند ان زلہ ثابت اور جائز ہوئی تو ہر قسم کی بلا اور مصیبت پر جائز ہوئی چاہے اور اُس کا یہ حمل جواب دینا کہ ہمارا تمہارا قیاس مسائل فقہیہ دینیہ میں بیکار ہے احادیث میں کہیں تصریح نہیں پائی جاتی نہ ہمارے امام صاحب کے تابعین کے اقوال سے "صریح نادانی ہے چہارم اگر صرف یہی اطلاق و عموم احادیث و اقوال ائمہ ہوتے تو ثابت کئے کے لیے کافی تھے ایسے مسئلے کو ہرگز کذب و بہتان نہیں کہہ سکتے دوسرے دلائل کی نظر سے راجح وارجح کا اختلاف دوسری بات ہے مگر آپ اوپر سن چکے کہ طاعون و وبا و قحط وغیرہ کے لیے قنوت کی صاف صریح تصریحیں (امام اجل ابو زکریا نووی شارح صحیح مسلم شریف رحلی جلات شان پر علمائے جمیع مذاہب حقہ کا اجماع ہے) اور (امام جلیل شرف الدین حسن بن محمد طبری شارح مشکوٰۃ و امام شہاب الدین احمد بن حجر کی ہاشمی و علامہ عبد اللطیف بن عبد العزیز شہیر باب فرشتہ از اجلہ علمائے حنفیہ و محقق فقیہ زین بن نعیم مصری عمدہ فقہیہ و مولانا علی بن سلطان محمد ہروی قاری مکی حنفی و قاضی جلیل سید احمد مصری مطہادی حنفی و عالم نبیل سید محمد آفندی شامی حنفی نے فرمائیں اور امام ابن حجر کی نے اُسے امام مجتہد عالم قریش سیدنا امام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا تو مصنف ضروری سوال کا قول کہ "طاعون یا وبا کے لیے قنوت ثابت نہیں وہ ایک قسم کا کذب اور بہتان ہے اگر خطا ایسا کلمہ بے موقع کسی سے سرزد ہو جائے جناب اہلی میں توبہ و استغفار جلد کر لے" محض کذب و بہتان اور ان ائمہ کرام و علمائے اعلام کی جناب میں گستاخی و توہین شان ہے زید پر لازم ہے کہ اپنی اس خطا اور بے موقع کلمے سے جلد جناب اہلی میں توبہ و استغفار کرے اگر بغرض باطل یہ قنوت نازل صرف امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہوتا اور ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بالاتفاق اُس سے انکار فرماتے تو غایت یہ کہ سلسلہ ائمہ مجتہدین کا اختلافیہ اور ہمارے مذہب کے خلاف ہوتا اُسے کذب و بہتان کہنا اُس حالت میں بھی حلال نہ تھا کہ اس صورت میں کہ خود ہمارے ائمہ و علمائے کبار بھی اطلاق و عموم و خصوص سب کچھ موجود اور اگر اُسے خصوص نقل و نقل کا منکر ٹھہرائے تو اول تو یہاں اُس کا محل نہیں کہ اس خصوص کا مدعی کون تھا جس کے رد میں زید یہ الفاظ لکھتا تھا انیا اوپر واضح ہو چکا کہ عدم نقل و نقل زید کو مفید نہ اُس کے مخالف کو مضر تو اس کا ذکر محض فضول نادانی ہے بالجلہ آفتاب کی طرح واضح ہوا کہ زید نے اس تحریر "ضروری سوال" میں نہ ہمارے متون مذہب کے ظاہر پر عمل کیا نہ ہمارے شارحین اعلام کا قول یا بلکہ اپنی طرف سے ایک نیا قوی گڑھ دیا بلکہ قد وقع مایوہم فی کلام بعض ائمہ الحدیث فی تقریر مذہب الامام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ و فی کلام بعض ائمہ ثنائی توجیہ مذہب بعض الصحابة رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بعمدہ ولا جعلہ مذہب علمائنا ولا ذکرہ فی تقریر کلامہم مع انہ قد ائروا عنہ النعمیم صریحا فیحتمل ان یکون القصر هذا وقع وفاقا لاحصوا وایا ما کان فجعل هذا مذہبا لئلا سلف لزید فیہ فیما اعلیہ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلیہ "ضروری سوال" کے اظہار خطا کو اسی قدر سنبھالے حاجت شرعیہ ناقصوں قاصرین کی جہالتوں سفاہتوں کا شمار اپنا شیوہ نہیں بقولہ تعالیٰ داعی ض عن الجملین مگر امور متعلقہ بدین میں بعد سوال سائل بیان امر حق ضروری اور بیان صحت دینی اُس کی طرف داعی کہ جب ایک ایسا بے علم و کم فہم و مشکوک و متهم شخص اپنے آپ کو مفتی و مصنف بنائے ہوئے ہے اور بعض عوام اُسے عالم و قابل اعتماد سمجھتے ہیں تو اُس کے پرجہل و نااہل ہونے کا

آشکارا کرنا انشاء اللہ تعالیٰ دین عوام کو نافع اور ضلالت و جهالت میں پڑنے کا دافع ہوگا و با اللہ التوفیق زید کی ترکیب و بندش الفاظ و انشاء و اظہار میں اگرچہ خطا ہائے فاحشہ موجود ہیں مگر ان سے تعرض واجب محصلین نہیں لہذا انھیں چھوڑ کر اس کے باقی کثیر و بسیار غلط و جهالات سے صرف بعض کا اظہار کیا جاتا ہے جمالرت (۱) حدیث مذکور ابن جان کہ زید کے دعویٰ تخصیص کا صاف رد تھی براہ نادانی اپنی دلیل بنا کر لکھی اور اس پر فرمایا یہ جہاد یا کہ "یہاں سے سمجھا گیا کہ کفار ظلم کریں تو نصرت چاہیے طاعون کے بے قوت ثابت نہیں" محفلند سے پوچھا جائے کہ اس حدیث میں ظلم کفار کی تخصیص کہاں ہے اور اس کے ذکر سے سوا ضرر کے کچھ کیا فائدہ حاصل ہوا جمالرت (۲) قوت فجر کے بارے میں ہمارے مشائخ کرام تصریح فرماتے ہیں کہ منسوخ ہے و لہذا حکم دیتے ہیں کہ خفی اگر غیر میں شافعی کی اقتدار کے قوت میں اس کا اتباع نہ کرے کہ منسوخ میں پیروی نہیں اس قدر ہر تو کلمات علما متفق ہیں ہاں محل نظریہ ہے کہ یہاں عموم نسخ ہے یا نسخ عموم۔ عموم نسخ یہ کہ نازلہ و بے نازلہ کسی حال میں قوت فجر کی مستخرجیت باقی نہیں عموماً نسخ ہو گیا اور نسخ عموم یہ کہ نازلہ و بے نازلہ ہر حال میں عموماً قوت کا پڑھا جانا یا منسوخ ہوا صرف بحالت نازلہ باقی رہا نسخ عموم پر تو بہت احادیث صحیحہ دلیل ہیں جن کی تفصیل امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں افادہ فرمائی اور سند احمد و صحیح مسلم و سنن نسائی و ابن ماجہ میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قننت شہراً ایدعو علی احياء من احياء العرب ثم تركه زاد ابن ماجہ فی صلاة الصبح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک چھینے تک نماز صبح میں قنوت پر بھی عرب کے کچھ قبیلوں پر دعائے ہلاک فرماتے تھے پھر چھوڑ دی وہو عند البخاری فی مغازی بزيادة بعد الوكوع وترك ثم تركه اور صحاح ستہ میں بعض حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ ترک کا سبب نزول آیا کہ میرے لیس لاک من الامور شیء او یوب علیہم و بعد ہم قانفہم ظلسون ۵ ہے یہاں نظر و طرف جاتی ہے اگر معنی آیت مطلقاً مانعت اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترک فرمانا بربائے ارتفاع شریعت ہو یعنی فجر میں قنوت اصلاً مشروع نہ رہی تو عموم نسخ ثابت ہوگا اور اب قنوت نازلہ بھی منسوخ ٹھہرے گی اور اگر معنی آیت ان خلص لوگوں کو دعائے ہلاک سے مانعت ہو کہ ان میں بعض علم اکی میں مشرک باسلام ہونے والے تھے اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترک انھیں کے بائے میں نہ مطلقاً و صرف نسخ عموم ہی ثابت ہوگا اور قنوت نازلہ مشروع رہے گی یہی دونوں نظریں امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر پھر ان کی تبعیت سے علامہ محقق حلبی نے شرح کبیر میں افادہ فرمائی ان دونوں کتابوں اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے واذا ثبت الفتنه وجب حمل الذی عن انس من رواية ابی جعفر (ہو الرازی) و نحوه کدینا بن عبد اللہ خادم انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ما زال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقنن فی الصبح حتی فارق الدنیا راما علی الغلط لان الرازی کثیراً لوهم قاله ابو زرعة و دینار و قد قل فیہ ما قبل ادعی طول القيام فانه یقال علیہ ایضاً او یجعل علی قنوت النوازل و یكون قوله رای قول انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثم تركه فی الحدیث الآخر (المراۃ فی الصحاح) یعنی الدعاء علی اولئك القوم لا مطلقاً او مختصاً بامزیدا منی ما بین ہلالین نیز کتابین مذکورین میں ہے فیجب کون بقاء القنوت فی النوازل مجتہداً فیہ و ذلك ان هذا الحدیث (ای حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بطریق حماد بن ابی سلیمان و ابی حمزۃ القصاب عن ابراہیم عن علقمۃ عند قال لم یقنن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الصبح الا شہراً ثم تركه لم یقنن قبلہ ولا بعدہ و لفظ حماد لم یقنن قبل ذلك ولا بعدہ) لم یؤثر عنہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من قوله ان لا قوت فی نازلة بعد هذه بل مجرد العدم بعد ما ينتج الاجتهاد بان يظن ان ذلك انما هو لعدم وقوع نازلة بعد ما تستدعي القنوت فتكون شرعية مستقرة وهو محتمل قنوت من قلت من الصحابة بعد وفاته صلى الله تعالى عليه وسلم وان يظن رفع الشرعية نظرا الى سبب تركه صلى الله تعالى عليه وسلم وهو انه لما نزل قوله تعالى ليس لك من الامر شيء تركه والله سبحانه وتعالى اعلمنا به زيادة روشن علم تو یہ ہے مگر مصنف "ضروری سوال" کی سخت نافرمانی کہ دو متنافی باتوں کو ایک کر دیا اور کچھ نہ سمجھا۔ خود اسی کا ایک کلام دوسرے کو رد کرنے کا مسلک تو وہ اختیار کیا کہ قنوت نازلہ باقی ہے منسوخ نہیں اگرچہ نازلہ کے معنی خاص فتنہ و فساد و غلبہ کفار کے لیے ایک جگہ لکھا عند انزالہ بدعت نہیں مادامت بدعت اور دین میں نیا کام ہے پھر لکھا "دلیل اوپر نسخ قنوت کے مادامت کے طور پر اور دلیل واسطے جواز قنوت کے عند انزالہ" پھر لکھا "مادامت کے طور پر منسوخ اور عند انزالہ غیر منسوخ" اور مزے سے وہی آئی کر یہ اور وہی حدیث بخواند صحیحین ذکر کر کے کہہ دیا "اسی آیت سے اور حدیث متفق علیہ سے نسخ قنوت عموماً ثابت ہوا سوائے قنوت وتر کے" ذی ہوش سے پوچھا جائے کہ اس حدیث میں کس چیز پر قنوت مذکور تھی نازلہ پر اور نزول آیت کس قنوت کے بارے میں ہوا قنوت نازلہ میں اگر آیت حدیث سے اس کا نسخ ثابت مانتا ہے تو قنوت نازلہ کہاں باقی رہی وہی تو صراحتاً ان سے منسوخ ہوئی یہ طرفہ تماشہ ہے کہ وہی منسوخ وہی باقی دلا حول و کلا قوۃ الابا لله العلی العظیم جہا لمت (۳) حدیث طارق النجفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارہ انکار قنوت فجر (جس طرح معمول شافعیہ ہے) نسائی نے اس طرح روایت کی کہ میں نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی کسی نے قنوت نہ پڑھی وہ بدعت ہے اور ترمذی وابن ماجہ نے یوں کہ ان کے صاحبزادے سعد ابومالک نے ان سے پوچھا آپ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھیں کیا وہ فجر میں قنوت پڑھتے تھے فرمایا نئی نکالی ہوئی ہے ایک ہی حدیث مضمون ایک ہی صحابی ایک ہی مخرج اور مصنف ضروری سوال نے اُسے بلفظ اول ذکر کر کے نسائی وابن ماجہ وابن ترمذی سب کی طرف نسبت کیا اور لفظ دوم کو بے نسبت چھوڑ کر کہہ دیا "ان دونوں حدیثوں میں لفظ بدعت اور محدث کا وارد ہے" ایسی حدیث کو دو حدیثیں کہنا اصطلاح فقہاء کہنا اصطلاح محدثین پر بھی ٹھیک نہیں آسکتا یہ زید کی بے خبری و غفلت ہے جہا لمت (۴) قنوت مذکور المذہب شافعیہ والمذہب مالکیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حدیث مذکور سے بدعت بتا کر آگے حاشیہ جمایا "اور حکم بدعت کا یہ ہے کہ کل محدث بدعت و کل بدعت ضلالت و کل ضلالت فی النار" قطع نظر اس سے کہ جملہ اولیٰ حکم بدعت نہیں حکم بدعت ہے اجتہادیات المذہب دین کو ایسے احکام کا مورد قرار دیں کسی بے باکی و جرأت ہے حاشا المذہب کرام السنہ کا کوئی مسئلہ ضلالت و فی النار کا مصداق نہیں وہ سب حق و ہدایت و سبیل جنت ہے جہا لمت (۵) تا (۸) حدیث عاصم بن سلیم ذکر کی قلنا لا نسبہن مالک ان قوما یزعمون ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یزل یقنت فی الفجر فقال کنذ بوا انما قلت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہدا واحدا یدعو علی احياء من احياء المشرکین اور اُس کا ترجمہ کیا "ہم نے پوچھا انس بیٹے مالک سے یہ کہ تم پر ایک قوم گمان کرتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ قنوت پڑھتے تھے نماز فجر میں سو جواب دیا مالک نے کہ وہ لوگ اپنے گمان میں جھوٹے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ قنوت پڑھی آپ نے ہمیں ایک سو بھی بدعت مانگنے کو اور پھر قبیلوں کے قبیلوں سے مشرکین کے "اولاً محاورہ عرب میں زعم بمعنی مطلق قول بھی شائع یہاں تک کہ صحیح حدیث میں زعم جبریل تاب واقع ثانیاً کلام نامحقق یا خلاف تحقیق بھی مراد ہو تو یہ حکم اس قائل کے نزدیک

ہوتا ہے جو اسے بلفظ زعم تعبیر کرتا ہے اس سے یہ مستفاد نہیں کہ وہ زاعم خود بھی اسے مشکوک یا مظنون سمجھتا ہے زید نے زہر دہی یزعمون کے معنی بتائیے کہ جو قنوت فجر کی بقا کے قائل ہیں خود ہی اسے شک و گمان کے مرتبے میں جاتے ہیں اور اسی بنا پر کنہ بوا کا ترجمہ کیا کہ وہ اپنے گمان میں جھوٹے ہیں "یہ نیز جاکر اب اس پر فائدہ جزا اس حدیث سے یہ بھی سمجھاتا ہے کہ زمانہ تابعین میں قنوت کا فقط گمان ہی گمان تھا یقینی امر نہ تھا پس جتنی روایات ان روایات کے مخالف ہیں وہ سب ظنیات ہونی چاہیے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب انوس کہ جو کہنا چاہا تھا وہ بھی کہہ نہ جاتا عقلند سے پوچھا جائے کہ قائلان قنوت مالکیہ وشافعیہ نے کس دن کہا تھا کہ قنوت فجر یقینی ہے یا مانعان قنوت خفیہ و جنبلیہ کہہ سکتے ہیں کہ عدم قنوت قطعی ہے مسائل اجتہاد یہ دونوں طرف ظنیات ہوتے ہیں پھر یہ کونسا فائدہ آپ نے نکالا اور اس سے بحث میں کیا نفع حاصل ہو رہا ہے اس سب سے قطع نظر کیجیے تو ان قوما یزعمون میں لفظ قوم نکرہ چیز اثبات میں ہے جس کا مفاد صرف اس قدر ہوگا کہ کچھ لوگ بطور دہم بقائے قنوت مانتے ہیں اس سے کب لازم ہوا کہ زمانہ تابعین میں سب قائلان قنوت اسے اسی درج میں جانتے ہیں جہاں اہل (۹) حدیث ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا غی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن القنوت فی الفجر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قنوت فجر سے منع فرمایا جس میں تین راوی ضعیف و شدید الضعیف ہیں ذکر کر کے تضعیف رواۃ کا جواب دیا کہ "امام صاحب کی تحقیق کردہ مانع نہیں دوم یہ کہ انس بن مالک نے بدعت اور محدث کہا تو گمان یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو اس نبی کی ضرور خبر ہوگی اگرچہ بدعت اور محدث کی جگہ لفظ نبی کا ذکر کیا ہو اور اسی پر اکتفا کیا "قطع نظر اس سے کہ بدعت یا محدث کے قائل حضرت طارق اشجعی ہیں نہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو پیدا کئے سے اس گمان کی راہ کہ ہر سے علی ضرور انہیں اس نبی کی خبر ہوگی انہوں نے صراحت فرمادی تھی کہ میں نے یہ عالم و خلفائے کرام صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم سب کے پیچھے ناز پر مئی اسے فرزند نہ نئی نکلی ہے اس میں نبی پر اطلاع کی بوجہ نہیں نکلتی نہ کہ اس سے گمان ہو کہ ضرور نبی معلوم ہوگی بلکہ انصافاً اس سے یہی متباد کہ نبی یا تو واقع ہوا نہ ہوئی یا ہوئی تو انہیں خبر نہ تھی در نہ عدم فعل کا ذکر نہ کرتے صاف جواب دیتے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو اسے منع فرما چکے ہیں جواب مسئلہ میں دلیل اتوی کا ترک کیوں کیا جاتا جہاں اہل (۱۰) ایک حدیث کی سند ذکر کی عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ترجمہ میں بھی لکھا "انس نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے "عالم صاحب کو اتنی خبر نہیں کہ صحابیت در کنار مسودہ سرے سے مسلمان ہی نہ ہوا جاہلیت میں مرا اسے رضی اللہ عنہ میں شامل کرنا کیسی جاہل اور دانستہ ہو تو سخت تر آفت جہالت (۱۱) آگے لکھا فتح القدیر میں تحت حدیث عبد اللہ بن مسعود کے بیان کیا ہے چنانچہ لکن انس نفسه یقنت فی الصبح کما رواہ الطبرانی واذا ثبت النسخ وجب حمل الذی عن انس من روایۃ ابی جعفر اما علی الغلط او علی طول القیام فانه یقال علیہ اید فی الصبح عنہ علیہ الصلاۃ والسلام افضل الصلوۃ طول القنوت ای القیام قطع نظر اس سے کہ تحت حدیث فلاں یا زیر آیت چنان اہل علم کے محاورہ میں اس معنی پر بولا جاتا ہے کہ اس آیت و حدیث کی تفسیر و شرح یا اس کی بحث میں ایسا کہا یہاں مجتہد عن حدیث ابی جعفر نازی ہے اسی کے تحت اسی کی بحث میں حدیث ابن مسعود و حدیث طبرانی وغیرہما مذکور ہیں نہ کہ ایک دوسرے کے تحت میں عبارت فتح کا صاف مطلب جسے ہر جرح شناس عربی بے تکلف پہلی ہی نگاہ میں سمجھ لے یہ ہے کہ حدیث ابی جعفر میں جو دوام قنوت مذکور ہوا لیکن کہ وہاں قنوت سے طول قیام مراد ہو کہ لفظ قنوت اس معنی پر بھی بولا جاتا ہے دیکھو حدیث صحیح میں ارشاد ہوا کہ بہتر ناز طول قنوت ہے یعنی جس میں قیام دیر تک ہو مصنف ضروری سوال ایسی سلیس

عبارت کے واضح معنی کو خاک نہ سمجھا لفظ ایضا کو کہ صراحتہً يقال کی طرف ناظر تھا اُس سے قطع کر کے مابعد سے ملایا اور ایضا فی الصحیحہ کے
 سند جدا گانہ ٹھہرایا لہذا لفظ ایضا پر نشان (۔) کہ علامت فصل ہے لگایا اور عبارت کا ترجمہ یوں فرمایا "کیونکہ وہ لفظ قنوت کا مقرر ہوا گیا ہے اور یہ
 طول قیام کے اور بھی بیچ صحیح حدیث کے وہ لفظ قنوت کا آیا ہے جو مروی ہے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ افضل ترین نمازوں کی وہ نماز
 ہے جس میں قنوت یعنی قیام دراز ہو" اس جہالت کی کچھ مدہ ہے لہذا یہ حسن ادا بھی قابلِ محاذ کہ "بیچ صحیح حدیث کے وہ لفظ قنوت کا آیا ہے" گویا
 یہاں اس کی بحث تھی کہ حدیث میں کہیں لفظ قنوت آیا ہی نہیں جمالت (۱۲) اسی عبارت فتح کے آخر میں تھا والا شکال نشأ من اشتراك
 لفظ قنوت بین ما ذکرہ بین الخضوع والسکوت والدعاء وغیرہا یہاں ما ذکرہ سے مراد وہی طول قیام تھا اور اُس کے معطوفات خضوع
 وسکوت ودعاء وغیرہ یعنی قنوت کا لفظ جبکہ ان سب معانی پر ہوا لہذا ہے اس وجہ سے حدیث ابی جعفر میں قائلان قنوت فجر کو اشتباہ پیش آیا اُس سے
 دعا سمجھ لے حالانکہ مراد طول قیام تھا کہ ہمیشہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز فجر میں قیام طویل فرمایا یہ ایسے صاف معنی ہیں کہ عربی کا ہر سبندی
 بے تامل سمجھ لے اب مصنف صاحب کا علم دیکھیے عبارت صرف ما ذکرہ نقل کی اور ترجمہ فرمایا "اور وہ جو مشکلیں پیدا ہوئی ہیں وہ لفظ قنوت
 کے مشترک المعنی کے سبب اور وجہ سے درمیان اُس چیز کے جو مذکور ہوئی یعنی اپنے محل پر پورا ہوا ترجمہ فتح القدیر کی عبارت کا "گویا آپ کے
 نزدیک بین صرف شے واحدہ پر داخل ہوتا ہے معطوف کی حاجت ہی نہیں ما ذکرہ کے معنی یہ کہ اپنے محل پر مذکور ہوئی ہے اسی پر مطلب تمام
 ہو گیا جمالت (۱۳) سوال قائم کیا جب نسخ قنوت ثابت ہوا تو عندنا نازلہ جواز کہاں رہا "اور اُس کے جواب میں لکھا "جواب بصورت اجمالیہ جامعہ
 ہے فی فتح القدیر و ترد و داخل کی بحث میں قولہ ان مشروعیۃ القنوت فی النازلۃ مستقرۃ لم یلیغ الخ تحقیق کے جائز ہونا قنوت کا بیچ وقت
 سختی منسوخ نہیں "فتح القدیر سے استناد اور قنوت نازلہ کے اجماعی ہونے کا ادعا بکف چراغ دار دکاتا ہے فتح القدیر کی اسی عبارت میں صراحتہً
 فرمایا کہ نازلہ میں بقائے قنوت مجتہد فیہ منسوخ ہونا ہونا دونوں طرف نظر جاتی ہے وقد تقدم نضہ فی بیان الجمالۃ الثانیۃ اسی عبارت مقولہ
 زید کے بعد بلا فصل فرمایا تھا "وبہ قال جماعة من اهل الحديث" کہاں ایک گروہ محدثین کا قول ہونا اور کہاں اجماع جمالت (۱۴) "جو
 قنوت دونوں حضرات نے نماز فجر میں پڑھی وہ بارادہ اصلاح ذات البین کے تھی نہ بدعہ "بدعہ انہیں مگر دعائے وصول مکروہ اور شک نہیں
 کہ فریقین میں ہر ایک کو اپنی مغلوبی مکروہ ہوتی ہے اور فک نہیں کہ دونوں جماعتیں اپنا غلبہ مانگتی تھیں مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ میرا امیر المؤمنین
 علی کرم اللہ تعالیٰ و جہاں الکریم سے ہے انہ لما قنت فی الصبح انکول الناس علیہ فقال استنصرنا علی عدونا محرر مذہب سیدنا امام محمد
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب الآثار میں فرماتے ہیں قال ابراہیم (ہو النحی) وان اهل الکوفۃ انما اخذوا القنوت عن علی قننت
 یدعو علی معاویۃ حین حاربہ واما اهل الشام فانما اخذوا القنوت عن معاویۃ قننت یدعو علی حین حاربہ قال محمد و
 بقول ابراہیم ناخذ و هو قول ابی حنیفۃ جمالت (۱۵) "بمید نہیں کہ ان حضرات نے قنوت اس مضمون کی پڑھی ہو" کہ اللہم
 اصلہ بیننا و بین قومنا فانہم اخواننا بنوا علینا امیر المؤمنین کی طرف سے یہ قنوت محتمل کیا امیر معاویہ بھی معاذا اللہ امیر المؤمنین کو
 باغی سمجھتے تھے یہ نرا جابلہذا افترا ہے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صاف تصریح بندہ صحیح موجود ہے کہ مجھے خلافت میں نزاع نہیں
 تھی اپنے آپ کو مونی علی کا ہمسر سمجھتا ہوں وانی لاعلمہ انہ افضل منی واسحق بالامور لکن لست تعلمون ان عثمان قتل ظلما

وانا ابن عمہ وولہیہ اطلب بدامہ میں خوب جانتا ہوں کہ امیر المؤمنین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ منہ عنہ سے افضل و احق بہ امامت ہیں مگر کیا تمہیں خبر نہیں کہ امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظلماً شہید ہوئے ہیں اُن کا ولی اور ابن عم ہوں اُن کا قصاص مانگتا ہوں دواہ بھی بن سلیمان الجعفی استاذ الامام البخاری فی کتاب صفین بسند جمید عن ابی مسلم الخولانی جہالت (۱۶) خود ہی سوال میں لکھ

"جب قنوت عند الزلزلہ جائز ہوئی تو ہر مصیبت پر جائز ہوئی چاہے جس طرح قلعہ باران و سیلاب، زلزلہ، آندھ، امراض مختلفہ فاسک و باد طاعون کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہے" اور جواب دیا "ہمارا تمہارا قیاس بیکار ہے اُن مصیبتوں کے لیے شارع علیہ السلام نے جدا جدا طریقہ بنا دیا اور اُن کا حکم بھی بنا دیا چنانچہ کتب فقہ اُن سے ملو ہیں الخ" اس قیاس بتانے کی جہالت اوپر مذکور ہو چکی مگر طاعون کو خود "اشد الزلزلہ" لکھنے سے رہا سہا اور بھی جہل کا پردہ کھول دیا جب قنوت نماز ثابت اور طاعون سب سے سخت تر نماز ہے تو اس کے لیے بلا لہ النص قنوت ثابت اور دلائل النص سے اثبات کو قیاس بتانا سخت جہالت اب صنف ضروری سوال کی مثال اُس ذی ہوش کی طرح ہے جس سے کہا جائے والدین کو مارنا حرام ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا لا تقل لہما اف ماں باپ سے ہوں نہ کہ جب ہوں کہنے سے مانعت ہے تو مارا کہ اس سے سخت تر ہے بد بھادوں میں ہے وہ کہے "ہمارا تمہارا قیاس مسائل فقہ دینیہ میں بے کار ہے" قرآن میں تو کہیں والدین کو مارنے کی مانعت نہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم جہالت (۱۷) قطع نظر اس سے قلت و کثرت باران و سیلاب و زلازل و ریاح و امراض مختلفہ سب کے لیے جدا جدا طریقہ شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہاں بتایا اگر اس بیان پر صنف سے مطالبہ کیا جائے تو خود ہی اپنی جہالت کا اقرار کرنا پڑے بالفرض جدا جدا طریقے ارشاد بھی ہوئے ہوں تو سب کے لیے ایک طریقہ عائد ہونے کی کیا ممانی ہے پھر اس باب سے سوا اپنے اظہار علم اور کیا حاصل ہوا جہالت (۱۸) اشباہ و النظائر والے صاحب نے فرمایا ہے کہ سنہ ۱۹۹ھ و سنہ ۱۹۹ھ میں مصر القاہرہ میں لوگوں نے مجھ سے پوچھا تھا طاعون میں قنوت پڑھنے سے سو میں نے جواب دیا کہ اس کی تصریح کہیں نہیں میں حکم کر نہیں سکتا چنانچہ قولہ سئل عنہ فی الطاعون سنہ تسع وتسعين تسعمائة بالقاهرة فاجبت بانی لہ ارادہ صحیحاً صاحب اشباہ و النظائر کا انتقال شہر رجب سنہ ۱۹۹ھ کو ہوا علامہ حموی شرح اشباہ فن ثانی کتاب الوقت میں نقل فرماتے ہیں قد توفی المصنف رحمہ اللہ لثمان مضین من رجب سنة سبعین وتسعمائة آپ ۱۹۹ھ کا واقعہ اُن سے لکھوا ہے ہیں حقیقتہً اشباہ میں یہاں سنہ تسع وستين وتسعمائة ہے یعنی سنہ ۱۹۹ھ و سنہ ۱۹۹ھ تو سوا انہی شہر جے آپ ۱۹۹ھ بتا رہے ہیں جہالت (۱۹) اور پھر بیان کیا (یعنی صاحب اشباہ نے) کہ اگر کوئی قنوت پڑھا چاہے تو اکیلا دو رکعت نماز نفل کی نیت کر کے پڑھے چنانچہ یقیناً للطاعون لانه اشداً النوازل بل ذکرہ انہ یصلے رکعتین فزادی و یزیدی رکعتی لدفع الطاعون "قنوت پڑھے واسطے دفع طاعون کے کیونکہ مقرر وہ بڑی سخت ہے عقیقوں سے مگر جامعیت سے نہ پڑھے بلکہ پڑھے دو رکعتیں اکیلے اکیلے اور نیت کرے دو رکعت نفل کی واسطے دفع طاعون پورا ہوا حاصل مطلب اشباہ والے کا "قطع نظر اس سے کہ یہ عبارت اشباہ کی نہیں بلکہ صاحب اشباہ سے نقل کی ہے اور اُس میں بل ذکر کی ضمیر خود صاحب اشباہ ہی کی طرف ہے جے آپ نے چنانچہ کہہ کر عبارت اشباہ ہونے کا اشعار کیا

لے ضروری سوال میں یہ ہیں کہ اور کسی نقل کی بنا پر طاعون کو خود بھی اشراں زلزلہ کا حکم اشباہ میں من اشداً النوازل ہے ۱۲ ملے حکم الجملہ و صوابہ بل ذکرہ ملے حکم الجملہ و صوابہ رکعتیں ملے ظاہر کہیں طاعون کا شیعہ مرآۃ الفلاح دیکھئے کول غنی اُس میں انہوں نے فرمایا تھا فی الاشباہ یقتل للطاعون لانه من اشداً النوازل بل ذکرہ انہ یصلے رکعتین فزادی و یزیدی رکعتی لدفع الطاعون و صاحب اپنی خوش فہمی سے مجھے کہ یہ عبارت فی الاشباہ کے تحت میں داخل ہے ۱۲

اور بل ذکر کا مطلب کچھ نہ بنا لہذا اُسے ترجمہ سے خارج کر دیا طرف سخت جہالت فاحشہ یہ ہے کہ دو رکعت پڑھنے کے مسئلے کو مسئلہ قوت کا ترجمہ بنا لیا کہ "قوت پڑھا چاہے تو ایک رکعت نفل کی نیت کر کے پڑھے" اور اسی لیے اپنی طرف سے ترجمے میں مگر تراش لیا کہ "مگر جماعت سے نہ پڑھے" حالانکہ کوئی کم علم بھی عبادت اشباہ خواہ عبادت مذکورہ ناقل عن الاشباہ دیکھ کر کسی طرح اس جہالت کا گمان بھی نہ کرے گا اشباہ میں تو قوت طاعون ثابت فرما کر نماز طاعون کا مسئلہ ہی جدا شروع فرمایا اور جدا جدا دلائیل سے اُس کا ثبوت دیا حدیث قال صرح فی الغایۃ بانہ اذا نزل بالمسلمین نازلة قنت العام فی صلاۃ الفجر فالقنوت عندنا فی النازلة ثابت ولا شک ان الطاعون من اشد النوازل و فی السوایح الوہاج قال الطحاوی لا یقنت فی الفجر عندنا من غیر بلیۃ فان وقعت بلیۃ فلا بأس بہ کذا فی الملتقط انقی فان قلت هل لہ صلاۃ قلت ہو کاخصون لما فی منیۃ المفتی فی الحسنون والظلمۃ فی النہار واشتداد الوبیح والمطر والشیل والافزع وعموم المرض یصلی وحدانا انقی ولا شک ان الطاعون من قبیل عموم المرض فتسن لہ رکعتان فرادی او مخصوص اور ناقل نے بھی بل ذکر کر کے اُسے جدا کر دیا تھا مگر جب آدمی کو سہل سہل عبادت کا ترجمہ سمجھنے کی لیاقت نہ ہو تو مجبور ہے جہالت (۲۰) اس سے بھی سخت تر جہالت یہ کہ صاحب اشباہ کا مطلب وہ ٹھہرایا کہ طاعون میں قنوت کی تصریح کہیں نہیں ہیں حکم نہیں کر سکتا اور عبادت یہ نقل کی کہ یقنت للطاعون جس کا آپ ہی ترجمہ کیا کہ "قوت پڑھے واسطے دفع طاعون کے" کیوں حضرت کیا یہ حکم نہ ہو ا واقعی جو بزرگوار اپنا لکھا آپ نہ سمجھ سکے پورا معذرت ہے یہ سر درست بیٹا جہالتیں ہیں اور شروع کلام میں اولاً خاصاً اور اُس کے تنبیہ ہیں اول سے چہارم تک جو سخت وجوہ قاہرہ سے ضروری سوال کی بطلانیں جہالتیں ثابت کی گئیں انہیں شامل کیجیے تو یہاں تک ۲۹ جہالات شدیدہ بیان ہوئیں تب تیسویں جہالت سب سے بڑھ کر سفاهت ملاحظہ ہو ضروری سوال کی ساری محنت و جان کا ہی اپنے اس ادعا کے باطل کے اثبات کو بھی کہ قنوت وغلبہ کفار کے سوا طاعون وغیرہ نوازل کی قنوت کذب باطل و بہتان ہے ثبوت و گناہ و بدعت و ضلالت و فی النار ہے جو اُسے ثابت مانے اُس پر حکم نہیں تو بد و استغفار ہے ساٹھ مانع و رن کی عزیمت میں دشمنی اسی مضمون میں سیاہ کیے یہ سب کچھ لکھا کہ اب چلتے وقت عاشیہ پر ایک فائدہ کا نشان دیا "ف نازلہ طاعون میں نماز پڑھے کی ترکیب" اور متن میں لکھا "ہذہ الکیفیۃ لصلاۃ الطاعون پہلے دل میں نیت کر کے زبان سے کہے فیت ان اصلی اللہ تعالیٰ رکعتین صلاۃ النفل لدفع الطاعون متوجھا الی جہۃ الکعبۃ المشریفة اللہ اکبر پھر دوسری رکعت کے آخر کو شروع میں جو قنوت مانورہ ہو پڑھے کہ مثل ہو اور طاعون کے اور اگر ایسی قنوت اُس کو یاد ہی نہ ہو تو رہنا اتنا فی الدنیا حسنة وقار بنا عذاب النار پڑھے یہ آیہ وانی ہا یہ جامع جمیع ادویہ کی ہے "اللہ تعالیٰ دلوں کے ارادے سب جانتا ہے چلیے وہ اگلا بچھلا لکھا لکھا بھولنا درکار یہی یاد نہ رہا کہ ضروری سوال کی مگر کس غرض کے لیے تھی کس بات کا دعویٰ کا ہے سے انکار تھا اپنے زعم میں جنت کا راستہ کیا طریق نار تھا خود ہی کذب و بہتان بنانے لگے ضلالت و فی النار کی ترکیبیں بتانے لگے یا رب مگر اسے اختلال حواس کے سوا کیا کیسے طرفہ بہ کہ اوپر سوال قائم کیا تھا "بارادہ دفع طاعون یا دوا کوئی قنوت ہے" اور جواب دیا تھا "کہیں پتہ نہیں" اب حکم ہوتا ہے کہ "قنوت مانورہ پڑھے کہ مثل ہو اور طاعون کے" اب خدا جانے کہاں سے اُس کا پتا لگ گیا تصحیفات غلطی عبادت کچھ ہے اور پڑھیں کچھ یوں تو زیادت و نقص لے یہ ترکیب بھی نئی ہے قنوت میں مثل محنت ہیں کہ قبل رکوع ہے یا بعد آپ فرماتے ہیں خود رکوع میں پڑھے "۱۵ غریب و بیرون ہیں ہے جیسے کچھ یوں ہی تو کوئی غریب کہتے ہیں"

گرفتار تھے ان سب کی نجات کے لیے دعا فرمائی جاتی تھی حالانکہ یہ حدیث اُس حدیث سے جدا ہے صحیح بخاری شریف صفة الصلاة میں ہے ذکر غفار
 وسلم صرف حدیث اول روایت فرمائی اور استقامت میں کہ اسے اُس کے ساتھ روایت کیا صاف فصل بتا دیا حدیث قال عن ابی ہریرۃ ان النبی
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا رفع راسہ من الركعة الاخری یقول اللہم انج عیاش بن ابی ربيعة اللہم انج سلتہ بن ہشام اللہم
 انج الولید بن الولید اللہم انج المستضعفین من المؤمنین اللہم اشد دوطاً تک علی مضو اللہم اجعلہا سنین کسنی یوسف وان النبی
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال غفار غفر اللہ لہا واسلم سألہا اللہ تعالیٰ فتح الباری وعمدة القاری وارشاہ الساری شرح صحیح بخاری میں ہے
 قوله وان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ حدیث اخر وہو عند البخاری بالاسناد المذکور فکانہ سمعہ ہکذا فاوردہ کما سمعہ زاد
 العینی وقد اخرجہ احمد کما اخرجہ البخاری ویموتش نے یہ بھی مذکور کیا کہ روایت میں غفار مرفوع ہے نہ منصوب نہ ولید چھٹے کیونکہ ممکن اغلاط
 روایت ضروری سوال میں واقعہ بیرموند بطور عمد ذکر کیا جسے بے اصل اغلاط سے بھر دیا خلاصہ عبارت یہ ہے ایک عامر بن مالک کا دو گھوڑے
 دو اونٹ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ہدیہ لایا حضور نے فرمایا ہم کا فرکا ہدیہ قبول نہیں کرتے وہ اسلام تو نہ لایا مگر انکار بھی نہ کیا اور ہولا
 اسے حبیب خدا میرے پیچھے ایک قوم ہے آپ چند اصحاب ہمراہ دو تو امید کہ وہ مسلمان ہو جائیں آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام مشرقاً چالیس جوان
 انصار سے جو سب کے سب قرآن مجید کے حافظ تھے عامر کے ہمراہ کر دیے اور ایک راہبر بھی ہمراہ ہوا ان پر مندر کو سر داریا اور بنام عامر بن طفیل
 ایک خط لکھا کہ حوالہ مندر کے کر دیا یہ صحابہ بیرموند کے قریب پہنچ کر وہیں قیام کیا پھر ایک شخص کے ہاتھ وہ خط عامر بن طفیل کے پاس بھجوا دیا جب وہ
 خط عامر بن طفیل نے پڑھا آگ کا شعلہ بن گیا اور جھپٹ کر خط پہنچانے والے کو قتل کر ڈالا پھر اپنے تمام حلیوں اور قبیلوں کی کمک کے ساتھ ان صحابہ کو
 قتل کر ڈالا اور مندر کو زندہ قید کر لیا قطع نظر اس سے اولاً عامر بن مالک ابوبراء نے "اسی حبیب خدا" ہرگز نہ کہا کہ یہ خاص کلمہ اسلامی تھا
 ثانیاً "ہمراہ ہوا" سے ظاہر ہے کہ بطور خود ساتھ ہوا حالانکہ حدیث میں ہے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مطلب سلی رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کو رہبری کے لیے ہمراہ فرما دیا تھا فقد اخرج الطبرانی من طریق عبد اللہ ابن لہیعۃ عن ابی الاسود عن عروۃ قال ثمر بن النبی
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المذنبین عمر والساعدی وبعث معہ المطلب السلی لیدلہم علی الطريق الحدیث ذکر فی الاصابۃ فی ترجمہ
 للمطلب ثالثاً قرآن اقدس خاص بنام عامر بن طفیل نہ تھا بلکہ رؤسائے نجد وبنی عامر کے نام تھا خمیس میں ہے وکتب کتابا بالی رؤساء نجد
 وبنی عامر ماریج میں ہے مکتوبے بر رؤسائے نجد وبنی عامر رؤسائے رابعاً حافظ قرآن کے اگر یہ معنی کہ قرآن مجید سے کچھ یاد تھا تو اس میں ان صحابہ کی
 کیا خصوصیت انھیں قرآن نام کہنے کی یہ وجہ نہیں ہو سکتی اہ اگر یہ مراد کہ جس قدر قرآن عظیم اُس وقت تک اترا وہ سب ان سب کو یاد تھا تو اس کا کوئی ثبوت
 نہیں بلکہ انھیں قرآن کہنے کی وجہ یہ کہ شب کو درس و تلاوت قرآن مجید میں بکثرت مشغول رہتے صحیح بخاری میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے یتدا اوصون
 القرآن باللیل ویصلون عمدة القاری کن ب الحمد باب العون بالمہد میں ہے معاویہ لکثرت قراءتہم خامساً عامر بن طفیل کے خاص اپنے
 قبیلہ بنی عامر نے ہرگز تک نہ دی بلکہ صاف انکار کر دیا کہ تیرا چچا عامر بن مالک انھیں اپنی پناہ میں لے چکا ہے ہم اُس کا ذمہ ہرگز نہ توڑیں گے

سب انصاری دتے بعض مہاجر تھے خمیس میں ہے کان اکثرہم من الانصار واربعة من المهاجرین ماریج میں ہے اکثر ایشا ان انصار بودند و بعضے از مہاجرین نیز خمیس
 میں ہے لم یکن القرآن کو دین کا نام نہ انصار بل کان بعضہم من المهاجرین مش علمون فیدرہ مولیٰ بنی بکر الصمدین خاضع بن بدیل بن وقرآن الخ الخ فی جہاد فی اللہ
 تعالیٰ عنہ۔

مواہب لدینہ میں ہے استصخ علیہم بنی عامر فلم یجیبوہ وقالون فخذوا بآباء وقد عقد لہم عقدا وجواہ سیرت ابن ہشام میں ہے استصخ علیہم بنی عامر فابوا ان یجیبوہ الی ما دعاہم الیہ وقالوا لن فخذوا الی آخر ما مرخیں میں ہے استصوخ عامر بن الطفیل بنی عامر علی المسلمین فامتنعوا وقالوا لا فخذ ذمۃ ابی براء عمک الخ مدارج میں ہے "تأم بنی عامر از جنگ مسلمانان با آمدند سار عامر بن طفیل کا حال فرمان اقدس حرام بن لحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنا بھی خلافت تحقیق ہے بلکہ ان کا قاتل اور شخص تھا کہ بعد کو اسلام لے آیا کما رواہ الطبرانی عن ثابت البنانی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عند اللہ عامر بن طفیل کفر پر کما فی صحیح البخاری عن انس بن ابی طلحہ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحیح بخاری شریف میں ہے جعل یحذیہ فاقوما والی رجل فاتاہ من خلفہ فظعنہ یعنی حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا فروں کو پیام اقدس پہنچاتے اور ان سے باتیں فرما رہے تھے کہ انہوں نے کسی کو اشارہ کیا اس نے پیچھے سے اگر نیزہ مارا امام حافظ الشان عسقلانی نے فتح الباری میں فرمایا لمرأعوت اسم الرجل الذی طعنہ مجھے اس نیزہ مارنے والے کا نام معلوم ہوا ازرقانی شرح مواہب میں ہے فی الطبرانی من طریق ثابت عن انس ان قاتل حوام بن ملحان اسلم وعامر بن الطفیل مات کافرا کما تقدم انھی من الفتنہ سابقا ان سب سے قطع نظر کے بعد اس میں ایک غلطی یہ ہے کہ جب وہ خط عامر نے پڑھا آگ بن گیا" کتب سیر میں تصریح ہے کہ اس ضیٹ نے فرمان اقدس دیکھا تاکہ نہیں سیرت ابن احق و سیرت ابن ہشام و مواہب لدینہ میں ہے لما اتاہ لوطیظو الی الکتاب ثمانا سمعت غلطی فاحش یہ ہے کہ "مندر کو زندہ قید کر لیا" حالانکہ مندر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عین معرکہ میں شہید ہوئے ہیں عالم التزیل میں ہے قتل المنذر بن عمرو واصحابہ الا ثلثۃ نفر کا ہذا فی طلب ضالۃ لہم الخ مدارج میں ہے تأم اصحاب شہید شدند الامنذر بن عمرو با او گفتند اگر خرابی ترا مان و ایم اولمان ایساں با قبول نکرد و با ایساں تھا کہ کرد تا شہید شد۔ سیرت ابن احق و ہشام میں ہے لما رواہم اخذوا سبیلہم ثم قاتلوا من عند اخوہم یرحمہم اللہ الا کعب بن زید اخا بن دینار بن النجار فانہم ترکوہ وبہ رمق فارتش من بین القتلۃ فعاث حتی قتل یوم الخندق فہمد ابرحمہ اللہ مواہب میں ہے قتلوا الی اخوہم الا کعب بن زید الخ خیمیں میں ہے قتلوا من عند اخوہم الا کعب بن زید الخ خیمیں میں ہے قتلوا من عند اخوہم الا کعب بن زید الخ خود حدیث میں ہے حضور یدعیام اصل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی ان اخوانکم لقوا المشرکین فاقتطعواہم فلم یبق منہم احد وانہم قالوا ربنا بلغ قومنا اننا قد رضینا ورضی عنا ربنا فانارسلوہم الیکم قد رضوا ورضی عنہم رواہ الحاکم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فریب دہی عوام جہالات و غلط کثیرہ کے ساتھ فریب دہی عوام بھی ضروری سوال میں ضرور ہے فریب ۱ حدیث مذکور ابن جان ذکر کی جو صراحت مطلق تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز صبح میں قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے نفع یا ضرر کی دعا فرمائی ہوتی و مصنف ضروری سوال نے اس کا ترجمہ لکھ کر دعا پڑ لگا دیا یعنی سوال اس کے پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور کسی مصیبت پر قنوت نہیں پڑھتے تھے "جس سے عوام سمجھیں حدیث میں کسی خاص مصیبت کا ذکر ہے اسی کے لیے قنوت پڑھنے کا ثبوت ہے باقی بے ثبوت اس منسلک سے جو فائدہ اٹھا چاہا اسے یہیں ظاہر بھی کر دیا "کہ اب یہاں سے سمجھا گیا کہ کفار ظلم کریں تو نماز فجر میں نصرت چاہے طاعون یا وبا کے لیے قنوت ثابت نہیں" حالانکہ ہر ایک جہاں عربی بتا سکتا ہے یحضر صلوٰۃ کیا ہے حدیث میں اصلا کسی مصیبت خاص کا نام نہیں جس کے غیر دفنی قنوت ہو فریب ۲ قنوت نازلہ خود بھی تو غیر منسوخ مانی ہے اگرچہ خاص

ایک نازلے میں۔ اب جو اس پر سند پیش کرنی ہوئی تو علامہ طحاوی و علامہ شامی و محقق سامی بحر طامی صاحب اشباہ نامی کا دامن پکڑا کہ ”چنانچہ حاشیہ مدحتی طحاوی و شامی و اشباہ و النظائر وغیرہ نے اُس کی تصریح کی ہے“ حالانکہ اوپر واضح ہو چکا کہ یہ علمائے کرام تو نہ صرف تعمیم نوازل بلکہ خاص طاعون ہی کے لیے قوت ثابت کرتے ہیں جس کے سبب معاذ اللہ اس شخص کے نزدیک کذب و بہتان میں پڑے ہیں ان کے کلام پر سے نقل ذکر نادر کنار جو عبارت اُن کے نام سے نقل کی اُس میں دو کارروائیاں کیں ایک یہ کہ خود اُن کے ترجمہ کلام میں وہ الفاظ ملا دیے جو اپنے ساختہ مذہب کے مطابق تھے دوسرے یہ کہ ایک عربی عبارت اپنی طرف سے بنا کر اُس کلام سے ملا دی اور سب کا ایک ساتھ ترجمہ کر دیا جس سے ناواقف کو دھوکا ہو کہ یہ سارا کلام ان علمائے کرام کا ہے۔ وہ نقل و ترجمہ مخصوص ہے ”وغیرہ وغیرہ نے اُس کی تصریح کی ہے اور وہ یہ ہے کہ وقد قنت ابو بکر الصديق وعمو وعلى ومعوية فالقنوت في النازلة ثابت فافهموا واعتفروا قلت والمواد بالنازلة هناك هو الذي مذکور فی الاحادیث ولا یقاس علی غیرہ واللہ اعلم ترجمہ اور مقرر قنوت پڑھی ابو بکر صدیق اور عمر فاروق اور حضرت علی اور حضرت معویہ نے پس قنوت بیچ داغ ہونے سختی اور فتنہ اور فساد اور غلبہ کفار اشرار کے ثابت ہے سو سمجھ اور غیبت جان اب کہتا ہوں میں کہ مراد نازل سے اُس جگہ وہی نازل مراد ہے جو مذکور ہوا ہے حدیثوں میں اور نہیں خیال کیا جاوے گا اور غیر اُس نازل کے اعنی ہر ایک نازل نہیں ”ترجمہ اصل میں فتنہ و فساد و غلبہ کفار اشرار لفظ بڑھا دیے کہ نہ بے علم کہیں دیکھو جو بات مولوی صاحب نے کہی تھی وہی ان کتابوں میں لکھی ہے ورنہ اصل عبارت علمائے دین و اطفال کا اصلاً پتا اُس غرض فاسد کے سوا ترجمہ میں اس پہونہ کا کوئی منشا پھر قلت سے آخر تک ایک عبارت عربی گڑھ کہ عبارت سے ملا دی اُس کا ترجمہ ترجمہ سے کہ ناواقف کم علم جانیں یہ قلت انھیں علمائے فرمایا ہے ورنہ یہ کہیں کا دور نہیں کہ اردو رسالے میں جو بات اردو ہی زبان میں ظاہر کرنی ہو اُسے پہلے عربی میں بولیں پھر اپنی عربی کی اردو کریں اور کلام علمائے قلت ہزار جگہ ہوتا ہے توصات اسی طرف ذہن جائے گا کہ یہ کلام بھی انھیں کا ہے فریب ۳ اشباہ میں فرمایا تھا فائده في الدعاء برفع الطاعون سئل عنه فاجبت باني لعمارة صومعيا يعني فائده طاعون دور ہونے کی دعا میں مجھ سے اس کا سوال ہوا تھا میں نے جواب دیا کہ اس کی تصریح میں نے نہ دیکھی پھر غایہ دشمنی و دفع القذیر کی وہ عبارتیں نقل فرمائیں کہ نازل کی قنوت پڑھے پھر سنا یا فالقنوت عندنا في النازلة ثابت ولا شك ان الطاعون من اشد النوازل یعنی ان عبارات سے واضح کہ ہمارے نزدیک بلا میں قنوت ثابت ہے اور شک نہیں کہ طاعون سخت تر بلاؤں میں سے ہے پھر اس دعوے کے ثبوت کو کہ نازل ہر شدت و سختی کو عام ہے مصباح و قاموس و صحاح کی عبارات مذکورہ سابق نقل فرمائیں پھر عبارت سراج و ہاج و مقلط و کلام امام طحاوی سے ثبوت موکد قائم فرمایا کہ جو کوئی بلا ہو اُس کے لیے قنوت پڑھنے میں حرج نہیں کسی عاقل غیر مجنون کے نزدیک اس کلام کے معنی سوا اس کے کچھ نہیں ہو سکتے کہ طاعون کے لیے قنوت پڑھی جائے کہ فرمایا ہے میں لاجرم علامہ سید شریف طحاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں فرمایا فی الاشباہ یقنت للطاعون لانه من اشد النوازل یعنی اشباہ میں ہے کہ طاعون کے لیے قنوت پڑھے اس لیے کہ وہ سخت تر بلاؤں میں سے ہے اب نصف ضروری سوال کی سنیے ”اشباہ و النظائر والے صاحب نے فرمایا ہے لوگوں نے مجھ سے پوچھا طاعون میں قنوت پڑھنے سے سوچیں نے جواب دیا کہ صریح مسئلہ اس کا کہیں نہیں دیکھا میں حکم کر نہیں سکتا“

۱۔ اس خوبی علم کو دیکھ کر کتنا مقصود ہے کہ لا یقاس علیہ غیرہ اور نازلہ اس پر قیاس نہ کیا جاوے گا اور کہا کہ لا یقاس علی غیرہ نتیجہ کی بنا پر اُن نازلہ

اول تو سوال خاص قوت طاعون سے ہونا بنایا کہ جو جواب گرٹھا جائے گا وہ بالتحقیق صراحتاً اسی پر دارد ہو پھر جواب میں یہ لفظ اپنی طرف سے
 بڑھا دیے کہ میں حکم کر نہیں سکتا "حالانکہ عبارت اشباہ میں اس کا وجود مفقود بلکہ بالصریح اُس میں قوت کا حکم دینا موجود اسے کس درجہ کی
 تحریف و بددیانتی و مغالطہ و فریب دہی کہا جاتا ہے والعیاذ باللہ رب العلمین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم مخالفت
 تو یہ نامہ خود اس ضروری سوال سے بھی پیدا اولاً اُس میں اپنے طرفداروں کے ایک رسالے کی نسبت لکھا تھا کہ "اُس میں سادات کرام
 و علمائے عظام کی شان و عظمت کے خلاف الفاظ رکیکہ برتے گئے ہیں واقعی یہ کمال درجہ کی بے ادبی میرے طرفداروں سے تو گویا مجھ سے
 ہوئی میں رشد ان کل حضرات بابرکات سے معافی چاہتا ہوں خواہ حضرات سادات و علمائے اہل سورت خواہ اہل ممبئی خواہ آفاقی" وہاں تو
 آج کل کے علمائے کو جو آپ کے طرفداروں نے کچھ الفاظ رکیکہ لکھے اُس سے معافی چاہی اور ضروری سوال میں خود آپ اکابر سابقین
 علمائے عظام و فقہائے کرام و سادات فخام مثل امام نووی و امام ابن حجر و امام طیبی و علامہ ابن مالک و محقق زین الاخبارین ابن نجیم
 و مولانا علی قاری کی وسید علامہ طحطاوی و سید علامہ شامی و امثالہم کو معاذ اللہ کذب و بہتان کی طرف نسبت فرما رہے ہیں شاید یہ
 الفاظ رکیکہ بنوں گے ثانیاً اُس میں لکھا تھا "واشربا لہذہ میں مذاہب اربعہ حقہ کو سچے دل سے حق جانتا ہوں" یہاں صراحتاً قوت
 فکر کو کہ مذہب امام مالک و امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے بدعت و ضلالت و فی النار بتایا اور قوت طاعون ۱۱ باکو کذب و بہتان
 ٹھہرایا شرح حقیقہ سے قطع نظر بھی کیجیے تو ائمہ شافعیہ کے یہاں اُس کی صریح تصریحیں موجود اور امام ابن حجر کی نے خود امام شافعی رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کے بیان مذہب میں اُسے ذکر فرمایا ثالثاً اُسی میں لکھا تھا "جمہور علمائے کرام اختیار کیا اولیائے کرام نذر و نیاز عرفی میں جبکہ
 فقہائے کرام نے تصفیہ کر دیا ہے اور سخن کر رکھا ہے تو ہم انھیں کی پیروی کریں یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے لیکن بندہ اپنے پرانے خیالات
 سے باز آکر اولیائے کرام نذر و نیاز عرفی جو فی زمانہ خاصا عوام میں مروج ہے کہ اس کو مستحسن جانتا ہوں سوائے اس کے میری تصانیف میں
 جو بات خلاف اقوال جمہور علمائے کرام کو واپس لیتا ہوں اور عہد کرتا ہوں کہ آئندہ علمائے کرام کے مخالف کوئی مسئلہ نہیں کہوں گا" اور یہاں
 نہ ظاہر ارشاد جمیع متون ہذا قصداً لیا نہ طریقہ مصرحہ جمہور شارحین اختیار کیا سب کے مخالف مسئلہ لکھ دیا یہ ضروری سوال کی مخالفتیں تھیں
 رابعاً شرائط بحث میں تو صراحتاً اُس نوٹہ کو توڑ دیا نذر و نیاز عرفی اولیائے کرام قدرت اسرار میں جو فی زمانہ مروج ہے ظاہر ہے کہ زمانہ
 صحابہ و تابعین و تبع تابعین میں اس پر کوئی نزاع قائم نہ ہوئی نہ اس کا کوئی تصفیہ اُس وقت کے فقہائے کرام نے کیا تو لا جرم تو بنائے میں
 جمہور علمائے متاخرین ہی کی پیروی کو لکھا اور ان کی مخالفت کا عہد کیا تھا اب شرائط بحث کی بحث میں قرون ثلثہ کے متاخرین متقدمین سب کو بالائے
 طاق رکھ کر صاف لکھ دیا کہ نہ دین میں اصول و فروع مسائل میں زمانہ خیر القرون کی جونی چاہیے یعنی صحابہ و تابعین و تبع تابعین اور اُس پر عمل بھی
 جاری ہوا ہو یوسے وہاں بیت پیدا ہوئے کو اولاً و ثانیاً ضروری سوال ہی کی وہ تقریریں کہ یہ ارشاد فقہاء کذب و بہتان ہے اور وہ مذہب ائمہ
 بدعت و ضلالت و فی النار ہے کافی تھیں ثالثاً اگر شرائط بحث میں توصات صاف وہی معمولی تقریر دہا بیہ کہ قرون ثلثہ کی نہ متبر ہے باقی سب
 باطل صراحتاً لکھ دی اور اُس کے ساتھ اور تنگی بڑھادی کہ صحابہ و تابعین کی سند بھی مقبول نہیں جب تک اُس پر عمل نہ جاری ہوا ہو یہ باتیں ضرور
 وہاں بیت کی ہیں رابعاً اور شرط لگائی کہ "کوئی مسئلہ کسی کتاب میں بے سند لکھا ہو وہ بغیر اس کے تسلیم نہ کیا جائے گا ہر شخص جانتا ہے کہ کتب فقہ

متون و شرح و فتاویٰ کسی میں ذکر اسناد نہیں ہوتا تو اس شرط میں صاف بتا دیا کہ کتب فقہ حنبل و ناقابل عمل ہیں ان کا مسئلہ تسلیم کیا جائیگا یہ اول نمبر کی دہائیت غیر نقلی ہے ان وجہ سے ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ زید اپنی قدیم دہائیت پر باقی ہے فالعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

بالجملہ ان تمام بیانات جلیلہ سے واضح ہوا کہ ضروری سوال کی تحریر ہمارے علمائے کرام کے خلاف ہے وہ سرسرخ غلطیوں سے بھری ہے جو اسے صحیح و درست بتائے سخت جاہل و نا فہم ہے۔ ضروری سوال کا مصنف علم دین سے بہرہ نہیں رکھتا وہ شہ جہارت سمجھ سکتا ہے نہ تو یہ کی لیاقت رکھتا ہے پھر مطلب سمجھنا تو بڑا درجہ ہے وہ خود اپنا لکھا نہیں سمجھتا نہ نافع و مضر میں تمیز کرتا ہے اور اس کے ساتھ کلمات علم کو بدلنا گھٹانا بڑھانا منطاط عوام کو کچھ کا کچھ مطلب بنا ناعلا وہ ہے ایسا بے علم و نا فہم ہرگز فتویٰ دین کی قابلیت نہیں رکھتا اس کے فتوے پر اعتماد ہو سکتا ہے صحیح بخاری و صحیح مسلم و مسند امام احمد و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں انخذ الناس رؤسا جھالافسئلو فافقوا بغیر علم فضلوا واضلوا لوگ جاہلوں کو سردار بنائیں گے ان سے سئلے پوچھے جائیں گے وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے آپ بھی گمراہ ہوں گے اور وہ کو بھی گمراہ بنائیں گے اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ جو ایسے شخص کے فتوے پر اعتماد کریں گمراہ ہو جائے گا نیز اس کے اقوال و کلمات سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ وہ فقہائے کرام کی شان میں گستاخ ہے ارشادات علما کو کذب و بہتان بتاتا اور مذہب اہل حق کو ضلالت و فی الارباب بتاتا اور تمام کتب فقہ کو مہمل و بیکار ٹھہراتا ہے اس نے اپنی توبہ توڑی اور قدیمی دہائیت اب تک نہ چھوڑی مسلمانوں کو اس کی صحبت سے احتراز چاہیے کہ حکم صحیح گمراہی میں پڑنے کا اندیشہ ہے اسی حالت میں جو اس کی اعانت کرے گمراہی کی بنیاد قائم کرتا ہے ہاں اگر وہ پھر از سر نو ان تمام حرکات سے تائب ہو اور ایک زمانہ متذکر رہے جس میں اس سے وہ باتیں صادر ہوں جن سے اس کی توبہ دوم کا بر خلاف توبہ اول سچا ہونا ظاہر ہو تو اس وقت اس سے تعرض نہ کیا جائے مگر اس کے فتوے پر اعتماد پھر بھی نہیں ہو سکتا کہ اس قدر سے اس کا جمل فائل ہو کر عالم نہ ہو جائے گا لاکھوں عوام سنی المذہب مجدد اللہ تعالیٰ علیہ ہیں جن سے تمام عمر میں کبھی کوئی بات بد مذہبی یا گستاخی شان اللہ و فقہاء کتب فقہ کی صادر ہی نہ ہوئی مگر جبکہ وہ بے علم ہیں مفتی نہیں بن سکتے اللہ عز وجل خدا ان سے بچائے اور لطیف خاکپائے بندگان بارگاہ بیکس پناہ حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توفیق علم و عمل عطا فرمائے آمین آمین والحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و آلہ وصحبہ اجمعین آمین واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اللہ و احکم کتبہ محمد بن المعین و محمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمد بن النبی الاحمضی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم۔

فی الواقع تفصیل کہ فتوے تازہ جائز ہے مگر اس کا جواز صرف ایک نازل سے خاص باقی اس میں ناجائز ہمارے اکثر کرام کا مذہب نہیں مصنف ضروری سوال کی تحریر میں سے اس کی جہالت و بطالت صاف ظاہر ہے بیشک ایسے شخص کو مفتی بنا حلال نہیں اس کے فتوے پر اعتماد جائز نہیں بلکہ القریب المحیب نے جو امور بالمجد میں لکھے ضرور قابل لحاظ و سخن عمل ہیں مسلمانوں کو ان کی پابندی چاہیے کہ باذن تعالیٰ مضرت دینی سے محفوظ رہیں واللہ العزیز واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم کتبہ عبداللہ بن احمد رضا البریلوی عفی عنہ محمد بن المعین و محمد رضا البریلوی عفی عنہ۔

مسئلہ - (زرگون گلی ۲۵) دوکان ۲۵ مسئلہ حافظ محمد یوسف صاحب ۵ رذی قعدہ ۱۳۴۹ھ

ہمارے سنی حنفی عالم لوگ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ اس شہر میں ایک مسجد کا امام صاحب دینین روئے سے فجر کے فرض دوسرے رکعت میں سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر قنوت پڑھتا ہے یعنی سلطان کے واسطے دعا مانگتا ہے اور سب مقتدی لوگ بلند آواز سے آمین پکارتے ہیں پس دریافت طلب یہ بات ہے کہ ہمارا مذہب حنفی سے یہ امام صاحب کیسا ہیں اور ان کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔

الجواب

اگرچہ متون میں مطلق حکم ہے کہ لا یقنت فی غیرہ غیر وتر میں قنوت نہ پڑھے مگر تحقیق شراح نے باتباع امام طحاوی وقت نازلہ و حدود بلایے عام نماز فجر میں قنوت پڑھنے کی اجازت دی ہے لہذا یہ مسئلہ ایسا نہیں جس کی بنا پر اس عالم کے پیچھے نماز میں کچھ حرج ہو جبکہ وہ واقع میں سنی المذہب صحیح العقیدہ ہے اور اگر غیر مقلد ہے تو آپ ہی گمراہ بددین ہے اور اس کے پیچھے نماز ناجائز محض کما حقہ غناہ فی النہی الاکید عن الصلوۃ وراء عدی التقلید و مختار میں ہے لا یقنت لغيره الا لئلا زلة غیہ میں ہے ہومذہبنا وعلیہ الجہود و رد المحتار میں کلام امام طحاوی نقل کر کے فرمایا ہو صریح فی ان قنوت النازلۃ عندنا مختص بصلاة الفجر دون غیرہا من الصلوات الجہود و السریۃ امام کو چاہیے کہ یہ قنوت بھی آہستہ پڑھے اور مقتدی بھی دعا ہی پڑھیں ہاں اگر امام قنوت بآواز پڑھے تو مقتدی آمین کہیں مگر بآواز نہ کہیں بلکہ آہستہ کہہ کر آمین نماز میں مکروہ ہے پھر علی کو اختلاف ہوا کہ یہ قنوت رکعت ثانیہ کے رکوع کے بعد ہوا پہلے اور تحقیق یہ ہے کہ رکوع سے پہلے ہونا چاہیے رد المحتار میں ہے هل المقتدی مثله ام لا وهل القنوت قبل الركوع او بعده لعمارة والذي يظهر لي ان المقتدی يتابع امامه الا اذا جهل فيؤمن فانه لا يثبت بعد الركوع ثم رأيت الشرح لبلائی فی مرقا الفلاح صریح بانه بعدہ واستظهر المحموی انہ قبلہ والاظهر ما قلناه والله تعالیٰ اعلم **اقول** هل الاحق بالقبول ما قال السيد المحموی لقول الفتح ولما ترجح ذلك خروج ما بعد الركوع من كونه محلا للقنوت اه وقال ايضا وهذا تحقيق خروج القنوة عن المحلية بالكلية الا اذا اقتدى بمن يقنت في الوتر بعد الركوع فانه يتابعه اتفاقا اه والله تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از کراچی گاڑی حاطہ مولیٰ نہمین محلہ رام باغ مرسلہ ذرا احمد ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۲۶ھ

کیا حنفی امام نماز فجر میں دعائے قنوت دو دیگر دعاؤں کو بآواز بلند پڑھے تو جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

حنفی مذہب میں وتر کے سوا اور نمازوں میں قنوت منع ہے متون کا مسئلہ ہے ولا یقنت فی غیرہ مگر جب معاذ اللہ کوئی بلائے عام نازل ہو جیسے طاعون و وبا وغیرہ تو امام اجل طحاوی و امام محقق علی الاطلاق وغیرہ شراح نے نماز فجر میں دعائے قنوت جائز رکھی ہے حکما فصلتہ فی فتاونا والله تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ سائل مذکور الصدہ

حنفی امام بعد اللہ و امین آہستہ حنفی طریقہ پر پڑھے اور دعائے قنوت دو دیگر دعاؤں کو ثانوی طریقہ سے پڑھے تو نماز اور ایسے امام کی اقتدا جائز ہے یا نہیں۔ بفضل امام نے متواتر تین روز بغیر اطلاع مقتدیوں کے کیا جس سے مقتدیوں کی عبادت گاہ عاتقین مشکوٰۃ کی رکعت میں کئی قیام ملے مگر سب قیام پڑھنے والے نہیں

الجواب

پہلے صورت نازل ہو کوئی ایسا کہے گا موجب کراہت ہوگا اُسے منع کیا جائے گا اگر نہ مانے اُس کی اقتداء نہ کریں مگر جس نے امام سے پہلے کوئی فعل کیا اور امام سے پہلے ہی فارغ ہو لیا اور پھر امام کا اُس میں ساتھ نہ دیا مثلاً وہ متوجہ قنوت ہوا اور یہ رکوع میں گیا اور امام رکوع میں نہ آنے پایا تھا کہ اس نے سر اٹھالیا اور پھر امام کے ساتھ یا بعد رکوع نہ کیا تو ایسے مقتدی کی نماز نہ ہوئی در نہ ہوگئی اور اُس میں جو غلطی ہوئی اُس کا وبال امام کے سر پر نہیں پڑتا۔ عیدین میں سجدہ سو معاف رکھا ہے جبکہ جماعت کثیر ہو کہ ہر قسم کے لوگوں کا جمع ہوگا بعض کو یا عسکر و حشمت ہوگا کہ یہ کیا چیز ہے حالانکہ وہ بدعت نماز ہے نہ کہ عین وسط نماز میں بے اطلاع مقتدیان ایسی نئی حرکت کس قدر باعث فتنہ ہے نسائی اللہ العفو العافی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - اگر اچھی بندر صدر با نازد و کان سیدہ حاجی احمد حاجی کریم محمد شریف جوئل مرچنٹ مرسلہ عبد اللہ ولد حاجی ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ امام خفی المذہب در وقت حدوث حادثہ نازل طاعون و وباد و رعیت اخیر نماز فرض فجر دعا قنوت شفعو یہ مع چند الفاظ دعائے عربیہ ارفع الوباء سر روز یا ہفت روز خواند آیا میں صورت میں فعل امام مطابق مذہب جمہور حنفیہ است یا نہ و اگر کہے ہیں امام را باعث مرکب شدن فعل صدر و ابائی و غیر مقلد خوانست پس حکم دو چیست -

الجواب

قنوت در نازلہ تحقیق حنفیہ مثل امام طحاوی و امام ابن الہمام و غیر ہما کبرائے اعلام اثبات کردہ اند عمل برویج علاقہ برباہیت و غیر مقلدی ندارد و ہر کہ بایں طعنہ زندہ وہی است تقسیم باید کرد۔ آنجا کہ جمع ہجو عوام باشد اقام بایں کار نباید کرد کہ باعث تنفیذ و فتح باب غیبت نشود قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یثد دا لا تنفروا اللہ من فرودہ اند کہ پیش جمال قرار تمائے کہ گوش او باد آشنائیت خوانند تا سحر بفتہ ایشان نشود اگر ہمہ قرائتہا یقیناً حسی است کما فی غنیۃ العلامة ابراہیم الحلبی و غیر ہا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ہیئتی ۳۲ مسؤلہ محمد سعد اللہ گل خلیب زکر یا سجد ۳ صفر ۱۳۳۷ھ

ما قولکم دام فضلکم نظر بر مصائب حاضرہ جنہوں نے آج کل ان خصوص سلطنت اسلامیہ عثمانیہ اور بالعموم تمام مسلمانان عالم کو گھیر رکھا ہے بعض ہفتین ہری فرض نمازوں میں با د از بلند قنوت خوانی کا فتویٰ دیتے ہیں نوشتا فتویٰ مولوی کفایت اشرف دہلوی کا لفاظہ ہذا ہے علماء اہل سنت کے نزدیک (۱) وقت نازل قنوت تمام ہری فرض نمازوں میں ہے یا صرف فجر میں (۲) بعد جمع اللہ ملن حمدہ یا تمنا تھا کہ بھر پڑھی جائے یا کس طرح (۳) یہ وقت اس کا مقتضی ہے یا نہیں کہ قنوت پڑھی جائے بینوا اجرکم اللہ

الجواب

قنوت نازلہ امام طحاوی و غیرہ شرح نے جائز رکھی ہے وہ صرف نماز فجر میں ہے اور ہمارے نزدیک بعد رکوع قنوت کا محل ہی نہیں قبل رکوع چاہیے کما نص علیہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر اس ہندوستان میں اسلام اُس وقت خود مسلمان کہلانے والوں کے ہاتھوں سے سخت نزع میں ہے قنوت کا وقت ہے واللہ تعالیٰ اعلم وہ رکعت ثانیہ میں بعد قرائت ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہیں اور امام و مقتدی سب ہست قنوت پڑھیں جس مقتدی کو یاد نہ ہو آہستہ آہستہ آمین کہتا رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از دھاپور محلہ جوچیان ڈاکخانہ خاص ضلع بجنور مسؤلہ غلام محمد صاحب در شعبان ۱۳۳۹ھ

جناب مولوی صاحب رہنمائے گرامان دام انضالہ بعد اوائے نیاز مندانہ کے معروض خدمت ہے یہاں قصبہ دھاپور میں زمرہ خلافت نے نماز میں ایک نیا طریقہ نکالا ہے وہ یہ ہے کہ پانچوں وقت کی نمازیں اخیر فرض میں رکوع کر کے کھڑے ہو جاتے ہیں اور امام صاحب عبادت بلند پڑھتا ہے اور مقتدی باکواز بلند کئی کئی مرتبہ آمین کہتے ہیں بلکہ بیس بیس مرتبہ سے زیادہ مقتدی آمین کہتے ہیں بعدہ بعدہ میں جا کر سلام پھیرتے ہیں عالجاً ہمارے امام صاحب حنفی کے طریقہ میں یہ نماز جائز ہے یا ناجائز یا کسی اصحاب نے یا کہ الامین میں سے کسی نے پڑھی ہے اور اس طریقہ سے نماز ہوتی ہے یا کہ فاسد ہو جاتی ہے ہم کو اس نماز میں شریک ہونا چاہیے یا نہیں۔

الجواب

یہ طریقہ قوت نازلہ کا ہے جو متون مذہب حنفی کے خلاف ہے مگر بعض شرح نے اجازت دی ہے اُس سے بھی چار باتوں میں مخالف ہے اول بعد رکوع ہمارے نزدیک محل قنوت ہی نہیں کما حقہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر و دوم امام کا ہر سے دعا پڑھنا مخالف قرآن کریم و مذہب حنفی ہے سوم یہ ہیں مقتدیوں کا آمین بالجہر چہارم قنوت نازلہ ہمارے یہاں صرف نماز فجر میں ہے اور بعض کتب میں نماز فجر واقع ہوا پانچوں نمازوں میں ہونا ہمارے یہاں کسی کا قول نہیں تو ہمارے نزدیک اس کے سبب تاخیر فرض لازم آئے گی اور اُس کے سبب نماز واجب الاعادہ ہوگی ایسی نماز میں شرکت نہ کی جائے جبکہ خالص حنفی جماعت مل سکتی ہو اور شرکت کی ہو مگر عصر بلکہ عند التحقیق غیر فجر کا اعادہ کر لیں بلکہ فجر کا بھی جبکہ لوگ بعد رکوع قنوت کریں کہ مذہب حنفی میں خلاف محل ہے اگرچہ شامی و شرنبلالی کو شبہ ہوا وہ مذہب میں صاحب قول نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از کوہ کسوئی کسریٹ روٹی گودام مسؤلہ عبد اللہ ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ عرصہ ایک سال سے میں نہ کرتا ہوں کہ اس جگہ اور دیگر شہروں میں ایک نماز دو اجا پڑھی جا رہی ہے جس کا ثبوت مجھ کو آج تک کسی نے نہ دیا اور یہ کہ کرمال دیا کہ حدیث کی کتابوں میں دیکھو تو تم کو معلوم ہو جائے گا نماز اس طرح پڑھی جاتی ہے کہ ہر ایک فرض نماز کی آخر کعت میں بعد رکوع امام کچھ پڑھتا ہے اور مقتدی آمین کہتے ہیں اور استفسار کرنے پر کہ امام کیا پڑھتا ہے یہ جواب دیتا ہے کہ دعائے قنوت پڑھی جاتی ہے اور لکھ دعائے قنوت کی عربی عبارت دریافت کی جاتی ہے تو اس سے صاف جواب سخت حیرت اور تعجب کا مقام میں سجد جانے سے قاصر بلکہ مسخنی اس وجہ سے مسئلہ حل طلب بہت ضروری ہے (۲) اس خادم کی نظر سے ربع اول مظاہر حق جلد اول کتاب الصلوٰۃ باب القنوت منہ جزیل احادیث گزریں جس سے بالکل حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اظہار نہیں ہوتا کہ آپ نے امت کے لوگوں کو امر کیا ہو کہ وہ بھی اس کو پڑھا کریں بلکہ حدیث خود ظاہر کر رہی ہے کہ حضور نے فرمان ربی اس کو ترک کر دیا فصل اول کتاب مذکور عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا اراد ان یدعو علی احد او یدعو لحد قفنت بعد الركوع فربما قال اذا قال مع الله لمن حمده: اے بنا لك الحمد اللهم انی الولید وسلمۃ بن هشام وعیاش بن ابی ربیعۃ اللهم اشدد وطأتك علی مضر منین کسنی یوسف یجہربذلك وكان یقول فی بعض صلواتہ اللهم العن فلانا وفلاناً لہما ومن العرب

حتیٰ انزل اللہ لیس لك من الامر شیء الا یہ متفق علیہ وعن عاصم الاحول قال سئلت انس بن مالک عن القنوت فی الصلوة کان قبل الرکوع او بعده قال قبلہ انما قننت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد الرکوع شہراً انہ کان یبث اناساً یقال لہم القراء فاصیبوا فقننت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد الرکوع شہراً یدعوا علیہم متفق علیہ فصل ثانی کتاب مذکور عن ابن عباس قال قننت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہراً امتنا بعا فی الظہر والعصر والمغرب والعشاء وصلاح الصبیح اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ من الرکعة الا خیرۃ یدعو علی اخیاء من بنی سلیم علی رعل وذکوان وعفیفہ ولوقن من خلفہ رواہ ابو داود۔ وعن انس ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قننت شہراً ثم ترکہ رواہ ابو داود والنسائی۔ چونکہ حنفی مذہب کے مطابق آئین آواز سے کہنا روکا گیا ہے مگر اب تو پورے پندرہ منٹ آئین اس زور سے کہی جاتی ہے کہ مسجد گونج اٹھتی ہے بلکہ نماز جمعہ میں لوگوں کی کثرت سے آئین کا شور تو حد درجہ بڑھ جاتا ہے اس سببی میں صرف ایک مسجد ایک قبرستان ہے مذہب حنفی کے سبب یہ وہیں امام مسجد جن سے اس کا رواج ہوا ہر شخص کو مجبور کر رہے ہیں کہ اس کی ادائیگی اگر کوئی قاصر ہوگا اسلام سے خارج سمجھا جائے گا اُس کا جنازہ مسلمان نہیں اٹھائیں گے سبب ملازمت لوگ باہر سے آتے ہیں اُن کے لیے ایسا نادر شاہی حکم بہت ہی گراں ہو رہا ہے اور بے وقت ہدیوں میں موت ہونے کے لحاظ سے مجبوراً ادا کر رہے ہیں وہی مثل کہ زبردست مارے رونے دوسے اور حقیقہ قہر و دیش۔ رجوانہ دیش کے مصداق ہو رہے ہیں۔ والسلام

الجواد

(۱) اصل مسئلہ متون یہ ہے کہ دُتروں کے سوا کسی نماز میں دعائے قنوت نہیں تو بلا بصارت وغیرہ میں ہے ولا یقننت فی غیرہ مگر امام طحاوی وغیرہ شرح نے معاذ اللہ کسی نازلہ یعنی عام مصیبت کے وقت اُس کے دفع کے لیے بھی قنوت جائز رکھی اسی بارے میں حدیث ہے قننت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہراً اعلیٰ عدۃ قبائل من الکفار اس کے لیے کوئی دعا مخصوص نہیں بلکہ جو بلا مثل طاعت و دُبا یا غلبہ کفار والعیاذ باللہ تعالیٰ اس کے دفع کی دعا کی جائے گی تحقیق یہ ہے کہ یہ قنوت صرف نماز فجر میں ہے وما وقع فی بعض الکتاب فی صلاۃ الجہر فصحت من صلاۃ الفجر اور تحقیق یہ ہے کہ فجر کی دوسری رکعت میں بعد قرائت قبل رکوع ہولان ما بعد الرکوع قد خرج عن محلیۃ القنوت کما حقیقۃ المحقق فی الحق اور امام مقتدی سب آہستہ پڑھیں لانہ دعاء وسنتہ الدعاء الاخفاء جن مقتدیوں کو یاد نہ ہو وہ آہستہ آہستہ آئین کہیں واللہ تعالیٰ اعلم (۲) او یہ بیان ہوا کہ اس قنوت کا جواز ہی ظاہر متون مذہب حنفی کے خلاف ہے نہ کہ معاذ اللہ اس پر ایسا اصرار کہ جو ذکر کے خارج از اسلام سمجھا جائے اور مسلمان اُس کا جنازہ نہ اٹھائیں یہ ظلم اور اشد ظلم ہے اور سخت کبیرہ ہے اور اشد رسول پر اقرار اور نئی شریعت دل سے گرھنا اور مسلمانوں کو ناحق معاذ اللہ کافر بنانا اور حکم ظواہر احادیث خود کا فریضہ ہے قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نقد باؤبہ احد ہما اور آئین باہر مذہب حنفی میں کہیں نہیں ہاں شرح وقت نازلہ قنوت اُسی طریقہ پر روا رکھتے ہیں جس کی تحقیق اوپر بیان ہوئی اور حدیث فعلی بھی مثل حدیث قولی حجت ہے لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلوا کما دأبتمونی اصلی اور ترک دعا بوجہ فضائے حاجت یا بعض مخصوصین پر دعا سے رب عزوجل کی ممانعت نفس دعا سے منع نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از دین قریب سورت بخد مت جناب مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی (رحمہ اللہ تعالیٰ) و از انجا بنرض تصدیق نزد فقیر
۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۸۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ دعائے قنوت کا کس مصیبت کے نازل ہونے کے وقت فرائض پنجگانہ میں پڑھنا یا خاص کسی وقت کے فرض نماز میں پڑھنا شرع شریف سے ثابت ہے یا نہیں خاص کر ایام و بابائے طاعون میں اور اس کے پڑھنے کا محل فرض کی آخر رکعت میں قبل رکوع کے وتر میں امام اور مقتدی دونوں پڑھیں یا صرف امام کا و از بلند پڑھے اور مقتدی آمین آہستہ آہستہ کہیں۔ بنیاداً تو جودا۔

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم ۝ اللهم لك الحمد عامه بلکہ عام متون مذہب میں دربارہ و ترارشاد ہوا لا یقنت فی غیرہ و کذا صرحوا ان الماموم لا یقلع امامہ العانت فی الفجر و علوۃ بانہ منسوخ و انہ محدث او یحققین شرح مثل امام ابن الہمام و علامہ سرحدی و امام عینی شارحین ہدایہ و علامہ شمس شارح نقایہ و علامہ ابراہیم علی شارح منیہ و علامہ زین بن نجیم شارح کنز و علامہ شرنبلالی شارح نور الایضاح و علامہ علائی شارح توبہ و علامہ سید محمودی شارح اشباہ و علامہ نوح آقندی و علامہ سید ابوالسود ازہری کشی کنز و علامہ سید احمد طحاوی و علامہ سید محمد شامی محشیان در وغیرہم بتبعیہ امام اجل حافظ الحدیث ابو جعفر طحاوی ہنگام نزول نوازل مثل طاعون وغیرہ والیاذ باللہ تعالیٰ صرف نماز فجر میں تجویز قنوت کی تفسیر و تنقید اور اطلاق متون کی اس سے تفسیر فرماتے ہیں غنیۃ المستمل و مراقی الفلاح وغیرہ میں ہے ہو منہ ہبنا و علیہ الجہود راہ و قد صرح بہ الحدیث فی الصحیحین و غیرہما عن انس و ابی ہریرۃ و غیرہما رضی اللہ تعالیٰ عنہم قالوا و ہو محمل ماروی من قنوت اصراء المؤمنین الصلوات و الفاروق و المرتضیٰ و معویۃ و غیرہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم قلت و لیس المسئلۃ مما تجوز فیہ المماکستہ پھر بر تقدیر قنوت بلا شبہ سبیل وہی ہے جو فاضل مجیب سلمہ الجیب نے اختیار فرمائی کہ امام و مقتدی سب آہستہ پڑھیں **اقول** و ما وقع من الخلف بین ائمتنا الکرام و مشائخنا الاعلام فی قنوت الوتر هل یجہر بہ ام یسر و هو المختار کما فی الہدایۃ و ہوا لا صحیح کما فی المحیط و الصحیح کما فی شرح الجامع الصغیر لقاضی خاں و ہل یؤمن الماموم ام یقنن و ہوا الصحیح المختار کما فی المحیط و الشرح المذکور و غیرہما فانما منشوۃ ان لقنوت الوتر اللهم انما نستعینک الخ شبہۃ القرآن علی ما ذکرہ فکما یجہر الامام بانقران فکذا بما فیہ شبہۃ و کما لا یقر و الموت و القرآن ان فکذا امالہ شبہۃ کما قورۃ فی الحلیۃ و الغنیۃ و البحر و غیرہا و لا کذا لک قنوت النوازل و انما ہو دعاء محض فیستزک فیہ الامام و الماموم و یخفی انہ کسائر الادعیہ فانہ ہوا المندوب الیہ فی الدعاء مگر انشاء و وجہ نہیں کہ ہر گناہ ہو و قد صرحوا بانہ اذا جہر سہوا بشی من الادعیۃ والا ثنیۃ لا یجیب علیہ السجود کما فی رد المحتار و لو وجب لوجب کما لا یخفی پھر اگر امام جہر کرے تو بنظر شمت امامت مقتدیوں کا اس کی دعا پڑ آہستہ آمین کہنا ہی اس کے جدا اپنی اپنی متفرق دعائیں مشغول ہونے سے اولیٰ ہے کما استظہرہ العلامة الشامی رہایہ کہ قول بقنوت نازلہ پڑ اس کا محل قبل رکوع ہے یا بعد شرائع مذہب و علمائے متقدمین سے اس باب میں کوئی قول منقول نہیں متاخرین شارح کی نظر مختلف ہوئی علامہ شرنبلالی کے کلام سے بعد رکوع ہونا ظاہر علامہ شامی نے اسی کو انہر کما علامہ سید محمودی نے فرمایا قبل رکوع چاہیے علامہ ازہری نے اسے مقرر رکھا علامہ طحاوی نے فرمایا مقتضائے نظر تحریر ہے چاہیے قبل پڑھے یا بعد شرائع نور الایضاح میں ہے قال الامام ابو جعفر الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ انما لا یقنن عندنا فی الفجر من غیر بلیۃ فان

وقت فتنۂ اولیۃ فلا باس بہ فعلہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ای بعد الکوۃ کما تقدم فتح الشراعیین میں بعد نقل قول امام طحاوی ہے ظاہرہ انہ لو قنت فی الفجر لیلۃ انہ یقنت قبل الکوۃ حموی حاشیہ راقی میں ہے قال الحموی ویبغی ان یکون القنوت قبل الکوۃ فی الركعة الاخيرة ویکبر لہ قول شربلہ ای بعد الکوۃ پر کما هذا یخالف ما قد مناه عن الحموی رد المحتار میں ہے السنۃ ینظر لہ ان المقتدی یتابع امامہ الا اذا جہر فیومن وانہ یقنت بعد الکوۃ لا قبلہ بدلیل ان ما استدل بہ الشافعی علی قنوت الفجر وفيه التصريح بالقنوت بعد الکوۃ حملہ علما ونا علی القنوت للنازلة ثم رأیت الشربلہ فی مرقا الفلاح صرح بانہ بعدہ واستظهر الحموی انہ قبلہ ولا ینظر ما قلناہ طحاوی علی الدر المختار میں ہے قلت قد ورد فعلہ قبلہ وبہ قال الامام مالک وبعده وبہ قال الامام الشافعی فمقتضى النظر التحييد وذكر الشربلہ ای انہ یقنت بعد الکوۃ **اقول** اس قضیہ نظر میں نظر ظاہر ہے فلیس اختلاف المجتہدین قاضیا بالقسویۃ عندنا اذا کان احد القولین الیقین جہذا وھذا واقد باصولنا اور فقیر کے نزدیک اقرب والنسب فتاویٰ رضویہ علامہ حموی نے فتح القدیر میں فرمایا لما ترجح ذلك خروج ما بعد الکوۃ من کونہ محلا للقنوت فلذا ادوی عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ نقالی انہ لو سمع عن القنوت فتنکرہ بعد الاعتدال لا یقنت ہاں اس میں شک نہیں کہ بر تقدیر قنوت نازل مقتدی قبلت وبعديت میں اتباع امام کرے گا اگر امام بعد رکوع پڑھے تو یہ بھی بعد ہی پڑھے گا فانہ اذا کان یتابعہ فی قنوت الوتر بعد الکوۃ مع نص المذہب انہ قبل الکوۃ فھذا الاولی فتح القدیر میں ہے ھذا یحقق خروج القنوت عن المحطیۃ بالکلیۃ الا اذا اقتدی بمن یقنت فی الوتر بعد الکوۃ فانہ یتابعہ اتفاقا ھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دفع طاعون و وبا کے لیے ناز فجر میں قنوت پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

وقت نزول نازل وحلول مصائب ان کے دفع کے لیے ناز فجر میں قنوت پڑھنا احادیث صحیحہ سے ثابت اور مشروعیت اس کی ستر فرسوخ روی الامام البخاری والامام مسلم فی صحیحہما والمفاظ للنسائی فی سننہ واللفظ للبخاری قال اخبرنا احمد بن یونس ثنا زائدة عن الیتمی عن ابی مجلز عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قنت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہرا یدعو علی رعل وذکوان ولفظ المسلم من طریق المعمر عن سلیم التیمی عن ابی مجلز عن انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہرا بعد الکوۃ فی صلوة الصبح یدعو علی رعل وذکوان ویقول عصیۃ عصت اللہ ورسولہ وفی صحیحہ ایضا حد ثنا محمد بن محمد الرازی فذا کربا سنادہ عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ حد ثمنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قنت بعد الركعة فی صلوة شہرا اذا قال سمع اللہ من حمدہ یعقوب فی قنوتہ اللھم نفع الولید بن اللھم نفع سلی بن ہشام اللھم نفع عیاش بن ربیعۃ اللھم نفع المستضعفین من المؤمنین اللھم اشد دو طائف علی مضو اللھم اجعلہا علیہم سنین کسنی یوسف قال ابو ہریرۃ ثم رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ترک الدعاء بعد فقلت اری رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ترک الدعاء لمقال فقیل واما تراہم قد قدما عبد المرزاق وحاکم وداقطنی باسناد صحیح بطریق امام باقر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یزل یقنت فی الصبح حتی فارق الدنیا یہ حدیث اور دیگر احادیث قنوت فجر بخلاف

شافعیہ کہ انہیں فجر میں دوام قنوت کی دلیل ٹھہراتی ہیں صریح نوازل میں وارد ان پر محمول۔ پس حاصل یہ کہ جب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وقت نزول شدائد دوام قنوت پڑھی اور جب وہ بلا دفع ہو جاتی ہو جو ارتفاع ضرورت رکھتے اور شریعت اس قنوت کی کتب حنفیہ میں بھی مصرح جیسا کہ اعجازہ و در مختار و بحر الرائق وغایت و ملقط و سراج و ہاج و شرح نقایہ ضمنی دفع القدر بن الہمام و کلام رئیس و امام ابو جعفر بن سلام و طحاوی وغیرہ سے ثابت متون میں غیر وتر میں قنوت پڑھنا ممنوع ٹھہرایا شارحین کرام نے قنوت نوازل کو اس سے استثنا فرمایا فی الدر المختار ولا یقنن فی غیرہ الا لنازلۃ فیقنن العام فی الفجر و قیل فی الکل و فی البحر الرائق فی شرح النقایۃ معزیاً الی الغایۃ وان نزل بالمسلمین نازلۃ قلت الامام فی صلوات الفجر و هو قول الثوری و احمد و قال جمہور اهل الحدیث القنوت عند النوازل مشروع فی الصلوات کلہا و فی الاشباہ والنظائر فائدۃ فی الدعاء برفع الطاعون سئل عنہ فی طاعون سنۃ تسع وتسعين و تسعمائتہ بالقاهرة فاجبت بان لہ ارادہ صریحاً و لکن صریح فی الغایۃ و عزازہ الشعمی الیہا بانہ اذا نزل بالمسلمین نازلۃ قلت الامام فی صلوات الفجر و هو قول الثوری و احمد و قال جمہور اهل الحدیث القنوت عند النوازل مشروع فی الصلوات کلہا انتمی و فی فتح القدر بن مشر و عیۃ القنوت لنازلۃ مستمرة لم تنسخ و بہ قال جماعة من اعلیہ حدیث و حملوا اهل الحدیث ابی جعفر عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ما زال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقنن حتی فارق الدنیا ای عند النوازل و ما ذکرنا من اخبار الخلفاء یفید تقرره لفعلمہ بذلك بعدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و قد قلت الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی محاربة الصحابة رضی اللہ عنہم مسیلة انکذاب و عند محاربة اهل الکتاب و کذا لک قلت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و کذا قلت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی محاربة معاویۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و قلت معاویۃ فی محاربة رضی اللہ تعالیٰ عنہما انتہی فالقنوت عندنا فی النازلۃ ثابت و هو الدعا برفعہا ولا شک ان طاعون من اشد النوازل قال فی المصباح النازلۃ المصیبة الشدیدة تنزل بالناس انتہی و ذکر فی السراج الوہاج قال الطحاوی ولا یقنن فی الفجر عندنا من غیر بلیۃ فان وقعت بلیۃ فلا بأس بہ کما فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فانہ قلت شہراً فیہا یدعو علی رعلی و ذکوان و بنی الحیان ثم ترکہ کذا فی الملقط انتہی یہاں سے ظاہر کہ اختلاف شافعیہ و حنفیہ دوبار قنوت فجر کہ وہ علی الدوام حکم دینے اور ہم انکار کرتے ہیں غیر نوازل میں ہے نہ قنوت نوازل میں اور بلاشبہ طاعون و وبا اشد نوازل سے ہیں اور ان کے عموم میں داخل کما من الاشباہا پس اگر امام دفع طاعون و وبا کے لیے نماز فجر میں قنوت پڑھے تو اس کے جواز و شریعت میں کوئی شبہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ہر جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جسے امام کے پیچھے نماز وتر میں بھی رکعتیں فوت ہوئیں اور قنوت بھی وہ جب اپنی باقی نماز پڑھنے کو کھڑا ہو تو اخیر رکعت میں دعائے قنوت دوبارہ پڑھے یا وہی جواب امام کے پیچھے پڑھی کافی ہے۔ بلیغ توحید

الجواب

اسی پر اکتفا کرے دوبارہ نہ پڑھے کہ تکرار قنوت مشروع نہیں فی الدر اما المسبوق فیقنن مع امامہ نقطہ اہ فی رد المحتار

لانہ آخر صلاتہ وما یقضیہ اولہا حکما فی حق القراءة وما اشبهہا واذ وقع قوته فی موضعہ یقین لایکسر لان تکواریہ غیر مشروع
شرح المنیۃ ۱۰ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از او جین علاقہ گو الیاء مرسلہ محمد یعقوب علی خاں صاحب از مکان میر خادم علی صاحب اسٹنٹ یکم ربیع الآخر سنہ ۱۳۰۰
دوسرے مردم در آن مسجد کہ امام بجاعت تراویح شمول تام ست حاضر گر دیدند آنہا نماز فرض بجاعت ادا نمایند یا بعد گاہ خواندہ طبعی جماعت
تراویح شوند و باز در را ہر اہ امام بخوانند یا تنہا چرا کہ امام را بجاعت فرض نیافتہ - بینوا قوجروا -

الجواب

جماعت تراویح مانع جماعت فرض نیست لان قیام جماعت انما یمتنع اقامۃ جماعت اخوی فی زمانہا و مکاتھا اذا كانت الاولی داعیۃ
لکل من یأتی الی الدخول فی نفسها و جماعت التراویح لا تدعو من لم یصل الفرض الی الدخول فیہا فان العصیحہ المعتمد بطلان
التراویح قبل اداء الفرض ولذا قال فی جامع الرموز اذا دخل واحد فی المسجد والامام فی التراویح یصلی العشاء اولاً ثم یتابعہ
پس آنانکہ از پس رسیدند چون شرعاً مامورند بادائے فرض پیش از تراویح چرا ممنوع باشد از جماعت حالانکہ چون امام در تراویح ست محراب مشغول باشد
پس عدول ازو کہ مبدل ہیأت و در مذہب صحیح و مفتی بنانی گراہت ست کما فی علیہ فی مواضع من رد المحتار اینجا خود حاصل ست پس بر مذہب
صحیح اینان را بیچ مانع از اقامت جماعت نیست آری ہر قدر کہ تواند دور از جماعت قوم جماعت فرض برپا کنند تا ہم خوشین از التباس خال
و اشتغال بال این باشند و ہم برابر تراویح خصوصاً امام تالی قرآن تبیس نمایند ہذا کلمہ معالایحی علی من لہ مساس بالفقہ ہذا لکن
کہ فرض بجاعت گزاردہ است خواہ خود امام بود یا با امام دیگر غیر این امام اقتدا نمودہ اولیٰ مرسلہ کہ در و قراین امام اقتدا کند آری ہر کہ فرض بہتہائی
ادانود اورا در و تر ہم منفرد باید بود علامہ شامی در رد المحتار فرمود لو صلاھا (یعنی صلاۃ العشاء) جماعت مع غیرہ ثم صلی الوتر مع لا کراہۃ ومن
فقیر این مسئلہ را در فتاویٰ خودم ہر چہ تمام تر رنگ تفصیل دادہ ام - واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - از او جین علاقہ گو الیاء مرسلہ محمد یعقوب علی خاں صاحب از مکان میر خادم علی صاحب اسٹنٹ ۲۹ ربیع الآخر سنہ ۱۳۰۰
بقلم مجتہد رقم عبارت فتاویٰ صاحب جنین ترقیم آمدہ است کہ ہر آنکس کہ نماز فرض بجاعت گزاردہ است خدا امام بود یا با امام دیگر غیر این امام اقتدا
نمودہ اورا ہر سہ کہ در و تراقتدا بکند آری ہر کہ فرض بہتہائی ادا نمود اورا در و تر ہم منفرد باید بود بدین طرز علامہ شامی در رد المحتار فرمودہ است
نقطہ صاحبہا در فوائد الاحمال تصنیف قاضی محمد تقی صاحب فیروز پوری کہ فیروز پورہ از توابع ملک بیوات ست و این کتاب در علم فقہ معتبر ست انعام
فرمودہ کہ بعد نماز فرض در جہ واجب ست پس سبب سنت جماعت واجب را ترک نماید و سنت را ادا سازد کہ روا بود بل لازم و واجب ست بعد ادائے نماز
و تر تراویح باقی مانده ادا کند اگرچہ جماعت فرض شمول نشدہ باشد ہمین ست حکم کتب الفقہ و در شامی جلد اول صفحہ ۲۹ و
در رد المحتار و تکریم القیام مصنف مولانا صاحب عبدالحق محدث دہلوی نوشتہ است کہ اگرچہ جماعت فرض بہتہائی مانده باشد تا ہم و تر را منہ جماعت
اداسازد لا بہتہا پس بہتہا جماعت فرض و تر را جماعت ادا نمود و در بہتہا حکم مانع ست مطلع فرمایند و این گتخی کا وین احقر البرہ
نقشہ است معاف فرمایند و بخوف طول اصل عبارت موقوف داشتہ -

الجواب

اللهم هذا آية الحق والصواب مما يحكم مسئلتهم بان سبب فقير نوشت وانچه از چار کتاب آورده اند که جماعت و تر مطلق ضروری و لابدی
در پیش یعنی حاشیہ شامی و لمطحاوی و در مختار و زہد ازین معنی نشانے نیست و تزکیۃ الایمان را فقیر گاہے ندیدہ بلکہ تامل نشنیدہ ام اگر از
تصانیف شیخ محقق قدس سرہ العزیز سبب یقین دادم کہ این حکم در ہرگز نباشد و چنان گمان بردہ آید کہ علیٰ معتمدہ شیخ مستند این چنین کلامے
بے سند بر نفوذ اجماع رقم زد ضروری و لابدی بود نش در کنار علل و اختلاف است کہ افضل در و تر جماعت است یا بخاندہ خویش تنها گزاردن از
افتاہرہ قول را تصحیح فرمودہ اند طرفہ آنکہ در مختار ہمیں قول اخیر یعنی انضیلت افراد را مذہب قرار داد و شیخ محقق در ما ثبت ہستہوں را مختار
گفت و آنکہ انضیلت جماعت را مرجع داشتند سپید نگاشتند کہ جماعت در و تر سنتے بیش نیست بلکہ سنت است از سنت جماعت تراویح نازل شد
و در بحر الرائق وغیرہ ہمیں بلفظ استحباب تعبیر رفت۔ اینک عبارت در مختار ہل الا فضل فی الوتر الجماعۃ ام المنزل تصحیح جان لکن نقل شارح
الوہبانیہ ما یقتضی ان المذہب الثانی و اقرا المصنف وغیرہ شیخ فرماید اختلافوا فی الا فضل فقال بعضهم الا فضل الجماعۃ وقال
الآخرون الا فضل ان یوتر فی منزل منفردا و هو المختار۔ علامہ شامی قدس سرہ السامی فرمود رجح الکمال الجماعۃ و فی شریح المنیۃ
و الصبیح ان الجماعۃ فیہما افضل الا ان سنتہا نیست کہ سنت جماعت التراویح اہل ملاحظہ۔ علامہ لمطحاوی زیر قولش فی رمضان
یصلی الوتر بجماعی بالجماعۃ نحویر نفودای استجبہا باکما فی البہرہ و ظاہر ما سبقت لہ انما فیہ سنتہ کالتراویح پس روشن شد کہ نسبت
کلام مذکور بایں علیٰ ہر غلط بودہ است و اگر از حکم ضروری و لابدی بودن جماعت قطع نظر نمودہ آید تا ہم نسبت بعلامہ شامی نسبت بمخالف سبب
نزد کہ او رجحانہ تعالیٰ تصریح فرمودہ است کہ ہر کہ در فرض منفرد بود و تر ہم اقتدا کنند از علامہ شمس قسطنطنی آوردا و الذی یصل الفرض معہ
لا یلتبعہ فی الوتر باز خود گفت یعنی ان یكون قول القسطنطنی معہ احتراز عن صلاحها منفردا اما لو صلاحها جماعۃ مع غیرہ شہ
صلی الوتر معہ لا کواہتہ کامل اہ و در در مختار این مسئلہ را اصلا ذکر نہ نیست مصنف و شارح اعظم اللہ تعالیٰ اجور ہما و فاضل علیہما
نور ہما ہمیں نوشتہ اند کہ ہر کہ در تراویح منفرد بود در جماعت و تراویح می تواند شدہ حیث قالوا لولم یصلہا ای التراویح بالامام او صلاحها
مع غیرہ لہ ان یصلی الوتر معہ این مسئلہ را با مسئلہ ماچہ علاقہ کہ اینجا کلام در منفرد فی الفرض است نہ منفرد فی التراویح و منہ نیست کہ ہر کہ تراویح تنها
گزاردہ است نہ فرض نیز منفرد بودہ باشد باز شارح رحمہ اللہ تعالیٰ سوالے آورده است کہ اگر ہمہ ہا جماعت تراویح یا ترک گفتہ باشد آیا ایشان را برسد
کہ در جماعت گزارند اینجا شیخ حکم نمود و امر براجعت کتب فرمود حیث قال بقی الوتر کما الکل ہل یصلون الوتر جماعۃ فلیراجع آری
علامہ علیٰ محشی در جواب این سوال از رائے و فہم خود چنان بحث کرد کہ گو جماعت تراویح یکسر متروک باش تا ہم مقتضائے تعلیل آن است کہ
جماعت و تر روا باشد زیرا کہ ادناز مستقل بنفسہ است و ہذا انضہ علی ما نقل العلامة الطحطاوی قولہ فلیراجع قضیۃ التعلیل فی
المسئلۃ السابقۃ بقولہ لا تخالف ان یصلی الوتر جماعۃ فی ہذہ الصورۃ لانہ لیس یقع للتراویح ولا للعشاء عند الامام و جماعۃ
تعالیٰ اینجا نیز چنانکہ دیدی کلام در منفرد فی الفرض نیست نعمد بایوہم قولہ ولا للعشاء جواز جماعت الوتر دان ترکوا جماعت الفرض اصلا
لکنہما علمت خلاف المنقول و ما کان لبحث ان یقبل علی خلاف المنصوص لاسیما و ہو غیر مستقیم فی نفسہ اذ لیس قضیۃ

التعلیل ما مرکما افاد العلامة الشامی واجاد حیث قال قولہ بقی الخ الذی یظهر ان جماعۃ الوتر تبع لجماعۃ التواویح وان کان الوتر نفسه اصلا فی ذاته لان مسنیۃ الجماعۃ فی الوتر انما عرفت بالاثرتابعۃ للتواویح علی انہما اختلفوا فی افضلیۃ صلاحتھا بالجماعۃ بعد التواویح کما یأتی اھ ومن فقیرہ فی مؤیدہ کہ بجواب سوال مولوی محمد عبداللہ صاحب پنجابی ہزاری بتاریخ نوردہم شہریہ الآخر سنۃ ہجرہ نوشتہ ام ایس مقام را باقصائے مراتب تنقیح و توضیح رساندہ ام وبالله التوفیق سخن گفتن ماند از کتاب فوائد الاعمال ہرمانا معبر بودن کتابے نزد بعض معتقدین چیزے و معتبر بودنش فی نفسه چیزے دیگرے است بان اعتبار کتابے مستلزم آن نیست کہ ہرچہ در مذکور است مختار و منظور است زہنار در کتب اجلہ المہم یک کتابے نیابی کہ در بعض مواضع مجال نقد و تنقیح نداشته باشد تا بتالیف ما احدث ہندچہ رد مؤلف اگر ایس مسئلہ را از پیش خدمت گفتہ است بجوئے نیز زد و زد بر دلازم بود کہ نص کتاب آوردے یا لا اقل نام کتاب ہر دے تنہا گفتنش کہ ہمیں است حکم کتب الفقہ چگونہ قبول اقتدہ حالانکہ در کتب فقہ مجموعہ منیۃ الفقہا وغنیۃ و شرح نقایہ در الحدیث تنصیص بخلافش می یابیم باز اگر بر خاطر اجاب گراں نیاید سخن از نقد کلامش را نم و برہنگان واضح و دلالت گزراں کہ ایس کلام چہ قدر از پایہ نقاہت دور و بجمہر افتادہ است اولاً باید دانست کہ علم را در وقت تراویح و در قول بذیل بطراز تصحیح است کیے آنکہ وقتش ما بین عشا و وتر است تا آنکہ بعد وتر و انبند چنانکہ پیش از فرض روانست صحیحہ فی الخلاصۃ و درجہ فی غایۃ البیان بانہ للما ثورا المتوارث اھ ش عن البیہ دوم آنکہ بعد عشا تا طلوع فجر دہیں است ارجح التصحیحین عزاء فی الکافی الی الجمہور و صحیحہ فی الہدایۃ والحا نیۃ وال محیط اھ ش عن الزین بر مذہب اول ہر کر چیزے از تراویح باقی ماند و امام بتر بر خاست حکم ہمیں است کہ ببقیۃ تراویح اشتغال نماید و جماعت و تر در نیاید زیرا کہ نزد ایشان پس از وقت تراویح فوت میشود امام طاہرین احمد بخاری در خلاصہ فرمود بشتغل بالترویحۃ الفاشتہ لانہ لا یملکنہ الاتیان بما بعد الوتر و بر مذہب دوم ہر دو امر بخیر است اما اختلاف در افضل اقتدہ کہ در وقت اقتدار بہتر دانستہ نزد او اشتغال بتر و یک فائتہ حسن باشد و ہر کہ جماعت نیکوتر گفتہ پیش او جماعت و تر در ساختن و تر و یک فائتہ پس انداختن خوشتر آید و مانا کہ ہمیں احب باشد و فقیر کہ ہم چوں تصحیح دوم جانب عدم صحت تراویح بعد وتر است یعنی النسب مراعات آں باشد و الله تعالی اعلم قال فی الدار المختار و قہما بعد صلاۃ العشاء الی الفجر قبل الوتر و بعدہ فی الاصحہ فلو فاتہ بعضہا وقام الامام الی الوتر او تومعہ ثم صلی ما فاتہ اھ قال فی سرد الھاد قولہ فلو فاتہ بعضہا الخ تقریر علی الاصح لکنہ مبنی علی ان الافضل فی الوتر الجماعۃ لا المنزل و فیہ خلاف سیاقی فقولہ او تومعہ ای علی وجہ الافضلیۃ الخ یا بملہ یک مذہب راہ ہمیں است کہ جماعت و تر شرکت نکند و بر مذہب دیگر نزد بعض افضل ہمیں است و ہر بعضے اگر چاقہ افضل اما وجوب و لزوم اقتدہ کہ صاحب فوائد نوشتہ مذہب ہیچ عالمے نیست ذہنار از شرع بردے دلیسے۔ ثانیاً قول او پس بسبب سنت جماعت واجب را ترک نماید سنت را ادا سازد کہ رہا بود طرذ استلالے است اگر لفظ واجب صفت جماعت است بہ اہتہ غلط و باطل بالا گفتہ ایم کہ جماعت و تر نزدیک کے واجب نیست و اگر رمضان الیہ است پس دلیل واضح الاختلال سخن در ترک جماعت صحت نہ در ترک و تر پس قول او "کے رہا بود" کے رہا بود المحاصل حکم همان است کہ فقیر در فتاویٰ پیشین نوشتہ ام و از رد و قدح بمجملات سکوت اولی بود اگر البضاح صواب و کشف ارباب مقصود ہر دے باز در ضمن بیان مسائل نافدہ کہ ہر دے کار آمد نفع خوبی است کہ عالمی بر تحریر قیام

مربا تا سخن برانچه نقل فرموده اند رواں کردم و در فقیر کتاب فائدا لا اعمال ہم ندیده ام ندانم که اصل عبارتش چیست مگر لغش کسیت والله تعالی اعلم
مسئله - مرسله بولوی محمد عبدالمجید صاحب پنجابی ہزاری مدرس اول مدرسہ عربیہ بریلی ۱۹ ربیع الآخر شریف سنہ ۱۳۳۰ھ
 ما قولکم رحمکم الله تعالی فی الرجل الذی اقتدی بالامام فی التراويح وقد صلی الفرض فی بیتہ او مع غیر
 ذلک الامام هل یصلی الترتباً للجماعة ام لا والترتباً للجماعة تابع لومضان ام للجماعة الفرض - بینوا توجروا -

الجواب

من صلی الفرض منفرداً لا یدخل فی جماعة الترتباً من صلاھا جماعة ولو خلف غیر هذا الامام فله ان یتبعہ فی الترتب
 ای وان لم یکن ادرك التراويح معہ هو الصحیح المعتمد فی الغنیۃ فروح المنیۃ للعلامة ابراہیم الحلبي اذا لم یصلی الفرض
 مع الامام فمن عین الاثمۃ الکراہیۃ انہ لا یتبعہ فی التراويح ولا الترتب وکذا اذا لم یتبعہ فی التراويح لا یتبعہ فی الترتب
 وقال ابو یوسف البانی اذا صلی مع الامام شیئاً من التراويح یصلی معہ الترتب وکذا اذا لم یدرک معہ شیئاً منها وکذا اذا صلی
 التراويح مع غیرہ ان یصلی الترتب معہ وهو الصحیح ذکرہ ابو اللیث وکذا قال ظہیر الدین المرغینانی لو صلی العشاء وحده فله
 ان یصلی التراويح مع الامام وهو الصحیح حتی لو دخل بعد ما صلی الامام الفرض وشرع فی التراويح فانه یصلی الفرض
 اولاً وحده ثم یتبعہ فی التراويح و فی القنیۃ لو ترکوا الجماعة فی الفرض لیس لہم ان یصلوا التراويح جماعة کلاہما تبع للجماعة ام
 وقال فی رد المحتار عند قوله لو لم یصلھا (ای التراويح) بالامام لہ ان یصلی الترتب معہ فی التارخانیۃ عن الثمتمانیہ سئل
 علی بن احمد عن صلی الفرض والتراويح وحده او التراويح فقط هل یصلی الترتب مع الامام فقال لا اہ ثم رأیت القسستانی ذکر
 تصحیح ما ذکرہ المصنف (ای من جواز الترتب جماعة لمن صلی التراويح منفرداً ای والفرض جماعة قال الشامی) ثم قال (یعنی
 القسستانی) لکنہ اذا لم یصلی الفرض معہ لا یتبعہ فی الترتب **قلت** وعزایہ القسستانی للمنیۃ وہی منیۃ الفقہاء لا المنیۃ
 المصلی کما ظنہ بعض المتصدين للفتوی فی عصرنا فنسبہ الی عدم مطابقة النقل للنقل عنه قال الشامی نقول (یعنی
 المصنف) ولو لم یصلھا ای وقد صلی الفرض معہ لکن ینبغی ان یکون قول القسستانی مع احتراز عن صلاتھا منفرداً
قلت فیکون علی وذاں قول الغنیۃ الماراذ المیدرک معہ شیئاً منها فانما اراد بہ الانفراد لا ما یشمل الادراک مع غیرہ
 بدلیل قوله عطفاً علیہ وکذا اذا صلی التراويح مع غیرہ قال الشامی اما لو صلاھا (یعنی الفریضۃ) جماعة مع غیرہ ثم صلی الترتب
 معہ لا کراہۃ تأمل انتهى **اقول** معلوم ان الضمیر فی قوله لا یتبعہ للامام مطلقاً لا لمخصوص هذا الامام فان من صلی الفریضۃ
 منفرداً لیس لہ ان یدخل فی جماعة الترتب مع هذا الامام ولا مع غیرہ فکذا لک فی قوله معہ وبالجملۃ فاما لمحصل شیئاً احداً
 ان المنفرد فی الفرض ینفرد فی الترتب وما وقع فی منہیۃ الدار القریب فی مسائل الصیام والقیام والعید للفاضل المفقی محمد
 عنایت احمد علیہ رحمۃ الاحد ان لم یصلی الفرض بجماعة فله ان یدخل فی جماعة الترتب وعزایہ لحاشیۃ الطحطاوی
 فہر - وانا قد راجعت المعزى الیہ فلم اجدہ قاصداً ما ظن نعم قد تشر من بعض کلماتہ رائتہ ذلک حیث قال عند قول

الدر المختار لو تركها الكل (يعني جماعة التراويح) هل يصلون الوتر بجماعة فليراجع قضية التعلييل في المسئلة السابقة لاي لا تركها الجماعة في الفرض لم يصلوا التراويح جماعة) بقوله كما نها يتبع ان يصلى الوتر جماعة في هذه الصورة لانه ليس يتبع للتراويح ولا للعشاء عند الامام رحمه الله تعالى انتهى حلي انتهى فقد يوههم قوله ولا للعشاء جواز الوتر بجماعة ولو لم يصل هو بل الكل الفرض بها لكانت كما علمت خلاف المنصوص فان الذي في رد المحتار عن شرح النقاية عن المشية ان لم يحمل على ما مر كان ادخل في الرد على هذا الايجاب واما ما ذكر انه ليس يتبع عند الامام فنعمره ونعمر الجواب عنه ما افاد المولى المحقق ابن عابدين ان اصله في ذاته لا يتنافى كون جماعته تبعاً قلنا لا ترى ان الظهور والعصر من اعظم الفروض المستقلة والجمع بينهما من توابع الوقت بعرفة ولو في حجة نافلة فافهم قال الشامي على انهم اختلفوا في افضلية صلاحها بالجماعة بعد التراويح ام اى فكانت جماعته ادون حالا من جماعة التراويح المسنونة عند الجمهور حتى لو تركها الكل انما فكيف بجماعة الفرض الواجبة على العمية الرجح فشاغ ان يكون تبعاً في الجماعة وان كان اصلاً في الذاهن اشد تنكراً المكتوبات قلنا على ان التعديل بالقضية المذكورة لتليل بالنفي وهو عندنا من التعليقات الفاسدة كما صور حوا به في الاصول وحصر القلة في التبعية ممنوع محتاج الى البيان هذا والاخر ان من صلى الفرض بجماعة يجوز له الدخول في جماعة الوتر سواء صلى الفرض خلف هذا الامام او خلف غيره كما قرر الشامي وسواء صلى التراويح وحده او خلف هذا الامام او غيره كما نصوا عليه قلنا بل ومن لم يصلها رأساً كما يشمله اطلاق قوله ولو لم يصلها بالامام يصل الوتر فانه يصديق بالتقاء القيد والمقيد جميعاً ويجوز ما ذكره ان جماعة الوتر هل هي تبع لجماعة التراويح ام لا جنى الفاضلان الحلي والطهري في حواشي الدرر الى الثاني كما سمعت واستظهر الشامي الاول قائلاً ان سنية الجماعة في الوتر انما عرفت تابعة للتراويح قلنا وهذا هو الاظهر فان شريعة جماعة لو كانت لاصالة فاصالة دائمة لا تختص برمضان ثم رأيت العلامة البرجندى نص في شرحه للنقاية ان الجماعة فيه بتبعية التراويح على ما هو المشهور اه فقد ثبت روايته واعضد روايته وتبرج شجرة فانقطع النزاع فاعلم ان هذا كله فيما لو ترك الكل جماعة التراويح كما قد مرنا من الغيبة عن الغيبة ما اذا جمع القوم وتختلف عنهما ناس ثم ادركوا الوتر مع الامام فلا شك ان لهم الدخول في جماعة الوتر اذا كانوا صلوا الفرض بجماعة كما سمعت نعم ذهب بعض كالاتام على بن انصود وعين الانسة الكرابيسي الى تبعية لجماعة التراويح في حق كل مصل بمعنى ان من لم يدركها مع الامام لا يتبعه في الوتر لكنه كما علمت قول مرجوح قلنا وبهذا التحقيق ظهر التوفيق بين كلام العلامة البرجندى المذكور وكلام الفاضل مطيعي زادة في مجمع الانهر شرح ملتقى الانجر حيث قال ولو لم يصلها يعني التراويح مع الامام صلى الوتر به لا نه تابع لرمضان وعند البعض لانه تابع للتراويح عند وفي القمستانى ويجوز ان يصلى الوتر بالجماعة ومن لم يصل شيئاً من التراويح مع الامام او صلاحها مع غيره وهو العمية اه ما في الجملة فانه صريح في ان القول بتبعية التراويح قول مرجوح خلاف الجمهور وهو مرجح ما في البرجندى انه هو القول المشهور وجهاً للتوفيق ان التبعية في كلام المجمع

في جواب امانى قوله اماماً ذكره - ٣

ماخوذة بالنظر الى كل احد في خاصة نفسه ولذا ابني عليه منع من لم يدركها مع الامام عن دخوله في الوتر وفي كلام البرجدي
 بمعنى وقوعه بعد اقامة الناس جماعة التراويح وان لم يدركها بعض القوم فليكن التوفيق وبالله التوفيق ثم انما المعنى بتبعيته
 لرمضان ان جماعته غير مشروعة الا في ما سلب تبعيته عما سواه سلقا حتى ينافي تبعيته لجماعة التراويح بل والفرض فان
 فيه ما قد علمت فاذا خلافت بين التبعيتين الاعلى قول البعض المرحوح هكذا ينبغي التحقيق والله تعالى ولي التوفيق نعم
 وقع في شرح المنية الصغير ما نصه اذ لم يصل الفرض مع الامام قيل لا يتبعه في التراويح ولا في الوتر وكذا اذ لم يصل معه
 التراويح لا يتبعه في الوتر والصحيح انه يجوز ان يتبعه في ذلك كله حتى لو دخل بعد ما صلى الامام الفرض وشرع في التراويح
 فانه يصلي الفرض اولاً وحده ثم يتابع في التراويح وفي الفقه لو تركوا الجماعة في الفرض ليس لهما ان يصلوا التراويح جماعة
 ثم فاهم ذلك عند بعض الناس ان الحلبي صحيح جواز اتباع الامام في الوتر وان لم يتبع في الفرض وانا **اقول** ليس هو رحمه الله
 تعالى من اصحاب التصحيح وانما وظيفة النقل عن ائمة الترجيح ومعلوم ان شرح الصغير انما هو ملخص من شرح الكبير
 وهذه عبارة الكبير بهرأسه عين منك لا ترى فيه تصحيحاً اصلاً ناظر الى هذا المتوهم وانما فيه تصحيحان **الاول** من الامام
 الفقيه ابى الليث بجواز اتباع الامام في الوتر سواء صلى التراويح كلها او بعضها معه او مع غيره او وحده منفرداً وهذا محل قول
 يجوز ان يتبعه في ذلك كله **والثاني** عن الامام ظهير الدين المرعيني في لجواز الاتباع في التراويح وان لم يتبعه في الفرض وعليه
 يتفرع الفرع المذكور في الشرحين معاً حتى لو دخل بعد ما صلى الامام الفرض فالمتوهم الحاصل في عبارة الشرح الصغير انما
 منشؤه ما وقع فيه ههنا من الاختصار المخل الا ترى انه اقصى في التقرير المذكور كاصله الكبير على قوله يتابع في التراويح
 ولو كان مراده بقوله في ذلك كله ما يشمل المتوهم لزيد ايضا والوتر وبالحجة فالمعروف المعلوم من تصحيحات الائمة هو الذي
 بينه في الشرح الكبير وهذا المتوهم لا يعرف له تصحيح ولا ترجيح فلا يعارض ما نص عليه في منية الفقهاء وحكم به حكماً
 جازماً من دون ذكر خلاف فعليكم بالتبصر والا نضاف ولك ان تقول ان الامام معروف باللام وضمير يتبعه راجع اليه والمعرفة
 اذا عيئت معرفة كان المراد عين الاول غالباً فالمعنى اذ لم يصل الفرض مع هذا الامام فله ان يتبعه في الوتر لا يجب
 لا يتابعه في الوتر ان يكون اتبع هذا الامام بعينه في الفرض وهذا صحيح لا شك ويؤيد هذا الفهم ان القمستاني لما قال اذا
 لم يصل الفرض معك لا يتبعه في الوتر احتاج الشايع الى ابانته مرادة وان المقصود مع امام ما لا مع خصوص هذا الامام وان
 جادل مجادل فنقول الشرح الصغير مطالب بتصحيح نقل هذا التصحيح الذي لا يعلم له اثر اصلاً في كتاب قبله حتى في
 الكبير الذي كان اصله والله الموفق فقد تحرر بما تقر بان جماعة الوتر تتبع لجماعة الفرض في حق كل احد من المصلين و
 لجماعة التراويح في الجملة لا في حق كل ولرمضان بمعنى انما تكره في غيره لوعلى سبيل التداعي بان يقتدى اربعة واحداً كما
 في الدرع من الدر حتى جازا قدام ثلاثة امام بلا كراهة في الاصح كما في حاشية العلامة الطحطاوي على مواد الفلاح
 شرح نور الايضاح للعلامة الشرنبلالي رحمه الله تعالى على العلماء جميعاً اتقن هذا فخلعك لا تجد هذا التحوير في غير هذا

لنقریر وما توفیقی الا بالعلیم الخبیر والله سبحانه وتعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتموا حکم۔

مسئلہ۔ دو رکعت تراویح کی نیت کی قعدہ اولیٰ بجز اولیٰ تین چکر پڑھا اور سجدہ کیا تو نماز ہوئی یا نہیں اور ان رکعتوں میں جو قرآن شریف پڑھا اس کا اعادہ ہو یا نہیں اور چار پڑھ لیں تو یہ چاروں تراویح ہوئیں یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت اولیٰ میں مذہب اربعہ پر نماز ہوئی اور قرآن عظیم جس قدر اس میں پڑھا گیا اعادہ کیا جائے فی رد المحتار لو تطوع بثلاث بقعدۃ واحدة کان ینبغی الحجازا اعتبارا بصلاة المغرب لکن الاصح عدم لانه قد فسد ما اتصلت به القعدة وهو الركعة الاخيرة لان التثقل بالركعة الواحدة غیر مشرع ینفسد ما قبلها۔ اور چار پڑھ لیں اور قعدہ اولیٰ نہ کیا تو مذہب ہفتی پر یہ چاروں دوہی رکعت کے قائم مقام گنی جائیں گی باقی اور پڑھ لے کما صرح بہ فی رد المحتار عن النہر الفائق عن الزاہدی اور دونوں قعدے کیے تو قطعاً چاروں رکعتیں ہو گئیں ولا کراہۃ ایضاً کما یفیدہ التعلیل المذكور فی رد المحتار نعم الا فضل مثنیٰ مثنیٰ کما لا یجفی والله تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از جواب پور ضلع سہارنپور مرسلہ سید یاد علی صاحب ۱۹ شوال ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام جماعت تراویح میں مشغول ہے اب چند آدمی آئے وہ فرض جماعت سے پڑھیں تو کوئی حرج ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صحیح ہے کہ کوئی حرج نہیں ولو فی مسجد محلة حیث لم یکرر والاذان وعدلوا عن المحراب کما هو معلوم مشاہد حاشیہ طحاوی میں ہے اذ اکبرت بغیر اذان فلا کراہۃ مطلقاً وعلیہ المسلمون۔ غنیہ میں ہے عن ابی یوسف اذا لم یکن علی الہیئۃ الاولیٰ لایکرہ والایکرة وهو الصحیح وبالعدول عن المحراب تختلف الہیئۃ کذا فی فتاویٰ البزازیۃ اور اگر چنانچہ ممکن ہو جماعت تراویح سے دور جماعت کریں اور ان کا امام ضرورت سے زیادہ آواز بلند ذکرے تاکہ تخلیط و تلبیس سے امین رہیں۔ والله تعالیٰ اعلم۔

انہار الانوار من یم صلاۃ الاسرار

۵۰۱۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ۔ از دہلی کٹر کی فرمائش خانہ مسجد حضرت حافظ عبد العزیز صاحب قدس سرہ مرسلہ جناب سٹاٹاب مولانا مولوی حافظ شاہ سراج الحق محمد عمر صاحب قادری ادا خرمیج الاول شریف ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صلاۃ الاسرار یعنی نماز غوثیہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی اور شرع میں جائز ہے

یا نہیں زید اس کی روایت کو بے اصل اور اُسے بھجۃ الاسرار میں کسی فاسق بھتیجی کا الحاق بتا، اور تصانیف شیخ اکبر و امام شہرانی کی نظیر دیتا ہے کہ اُن میں بھی الحاق ہوئے اور کہتا ہے کہ نماز فرض کے بعد قبلے سے اغراض اور کسی مزار و دلی کی قیمن سمت اور ہیأت نماز یا تعظیم اُس طرف چلتا تذل و خشوع تمام کرنا ہرگز درست نہیں اور کہتا ہے آجانب یعنی حضور عظمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کتاب و سنت و سیرت صحابہ کے اتباع اور احکام شرع پر قیام اور محدثات سے اجتناب تام اور طاعات میں اخلاص اور ہر حال میں خدا پر توکل و اعتماد میں استقامت کا ملکہ تھی وہ ان امور کے خلاف کیونکر فرماتے کہ بعد نماز مغرب عراق کی طرف تعظیم تمام چلو اور دل سے متوجہ ہو کر میرا نام لے کر حاجت چاہو یہ فعل کتاب و سنت و طریقہ پر خلفائے راشدین کے خلاف ہے اور سیرت و عمل صحابہ کے موافق نہیں اور تابعین و تبع تابعین و دیگر اسلاف کرام و ائمہ عظام سے اس کا مثل منقول نہیں عوام کہ اسے عمل مشائخ کہتے ہیں قابل التفات نہیں مشائخ میں جو اہل علم و فقہاء و ائمہ ہوئے کسی نے اس کے مثل تصریح نہ کی اور قول بفعل بعض غیر موثوق پر عمل نہ چاہیے بلکہ سواد عظیم کا اتباع چاہیے صحابہ و مجتہدین تعظیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہم سے زیادہ اور ثواب و حسنات پر بہت حریص تھے اگر یہ عمل موجب ثواب و قربت الی اللہ ہوتا تو سلف کرام بلکہ خود حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ مدینہ منورہ کی طرف کرتے، آیا یہ کلام اُس کا غلط ہے یا صحیح۔ بیٹھا توجروا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله على حسن بلائنا ۞ ملا ارضه و ملائمتنا ۞ و ملا ما شاء في قدره و قضائنا ۞ والشكر للمصطفى
على نعمائه ۞ شكر ابي بنى حسن الا انه ۞ و يكا في عنا مزيد عطائه ۞ صلى الله تعالى عليه وعلى ابنائه ۞ و ازواجه
و اصحابه و احيائه و وارثه و محبه و سناؤه ۞ غوثنا الاعظم رافع لوائنا ۞ و مشايخنا الكرام و سائر اوليائه ۞
صلاة تكشف لنا الاسرار ۞ و تصرف عنا اذى الاشوار ۞ و تكون عداة ليوم لقائه ۞ و اشهد ان لا اله الا الله وحده
لا شريك له شهادة موجبة لرضائه ۞ و اشهد ان محمدا عبده و رسوله الصادق بالحق بعد خاتمه ۞ صلى الله تعالى
وسلم عليه ۞ وعلى كل عبد مرضى لديه ۞ صلاة تأتي على قد تكبر ياؤه ۞ و سلام يدوم بدوامه و بقاءه ۞ آمين
امين ۞ الله الحق امين يا ارحم العبد و سامع دعائه ۞ قال البعيد الذليل ۞ للولي الجليل ۞ ابو محمد عبد المصطفى
احمد رضا ۞ الحمدى السننى ۞ الحنفى القادرى ۞ البركاتى البيرلىوى ۞ لطف به الله في شدته و رحائه ۞
مستعينا بالله في دفع الالتياب ۞ و رفع الحجاب ۞ عن وجه الصواب ۞ مسبيا للجواب ۞ بعلم يعلم عام املائه ۞
انهار الانوار من شمس صلاة الاسرار ۞ جعلها الله ذخيرة لدية ۞ و ذريعة اليه ۞ يوم تشرق الارض
بنور سما و جميل ضيائه ۞ آمين ۞ و الحمد لله رب العالمين ۞

اللهم هداية الحق والصواب

الجواب

فی الواقع یہ مبارک نماز حضرات عالیہ مشائخ کرام قدس اسرار ہم العزیزہ کی معمول اور قضائے حاجات و حصول مرادات کے لیے

عمدہ طریق مرضی و مقبول اور حضور پُر نور غوث الکوین غیاث الثقلین صلوات اللہ وسلامہ علی جدہ الکریم علیہ سے مروی و منقول آجلہ علماء و اکابر کلاہنی تصانیف علیہ میں اُسے روایت کرتے اور مقبول و مقرر و مسلم منبر رکھتے آئے امام اجل ہمام ابجل سیدی ابوالحسن فضل الدین علی بن جریر بخمی خطوط فی قدس اللہ سرہ العزیز ربند خدیجۃ الاسرار شریف میں الشیخ شیوخ علماء السننہ تحقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی نور اللہ مرقدہ زبدۃ الآثار لطیف میں اور دیگر علما کرام و کلمات عظام رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے اپنے اسفار صنیعت میں اُس جناب ملائک رکاب علیہ رضوان العزیز الوہاب سے راوی و ناقل کراشا و فرمایا من صلی رکعتین (زید فی روایۃ) بعد المغرب (وزاد) یقرؤ فی کل رکعة بعد الفاتحة سورة الاخلاص احدى عشرة مرة (ثم اتفقوا فی المعنی واللفظ لایمام ابی الحسن قال) ثم یصلی علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد السلام ویسلم علیہ ثم یخطو الی جهة العراق احدى عشرة خطوة ویذکر اسمی ویذکر حاجتہ فانها تقضى (زاد الشیخ) بفضل اللہ و کرمہ (وقال آخر) قضی اللہ تعالیٰ حاجتہ جو بعد مغرب دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں بعد فاتحہ سورۃ اخلاص یزید بار پھر بعد سلام نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلاۃ و سلام عرض کرے پھر عراق شریف کی طرف گیا وہ قدم چلے اور میرا نام یاد اور اپنی حاجت ذکر کرے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُس کی مراد پوری ہو) اسی طرح امام جلیل علامہ زبیل امام عبد اللہ یافعی مکی طیب اللہ ثراہ صاحب خلاصۃ المغاخر فی اختصار مناقب الشیخ عبد القادر نے روایت کی یہ ہیں فاضل کامل مولانا علی قاری ہرودی نزہی مکرم صلی صاحب شروح فقہ اکبر مشکوٰۃ اکرم اللہ نزہ نے نزہۃ الخاطر میں ذکر فرمایا زبدۃ مبارک میں اپنے شیخ و استاذ احسن اللہ مرقدہ کا اس نماز کی اجازت دینا اور اپنا اجازت لینا بیان کیا اور حضرت شیخ محقق نقیہ اللہ رحمۃ سے اس نماز مبارک میں خاص ایک رسالہ نفیس عمار ہے اُس سے ثابت کہ حضرت ذریع سرا با سعادت حامل شریعت کامل طریقت سیدی عبد الوہاب متقی مکی برد اللہ مضجعہ نے کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار کو معتمد و معتبر اور اس مبارک روایت کو مسلم و مقرر فرمایا اور مولانا شیخ وجیہ الدین علوی احمد آبادی علیہ رحمۃ التزوٰت الہادی کے کس سال وفات امام اجل علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ میں متولد ہوئے حضرت شیخ غوث گو الیاری علیہ رحمۃ الملک الباری کے مرید سعید اور حضرت شیخ محقق کے استاذ مجید اور شاہ ولی اللہ دہلوی کے شیخ سلسلہ اور صاحب مقامات رفیعہ و تصانیف کثیرہ بدیعہ ہیں بیضاوی دہلوی و تلوٰج و شرح و قایہ و مطول و مختصر و شروح عقائد موافقت و غیر بارہ حواشی مفیدہ رکھتے ہیں اور کبرائے متکبرین نے بھی اپنے رسائل میں اُن سے استناد کیا نہایت شد و مد سے اس نماز مبارک کی اجازت دینے اور اُس پر بتا کید اکید تحریریں و ترغیب فرماتے یہ ہیں شیخ نے انہما لا خیار شریف اور مولانا ابوالمعالی محمد سلمیٰ عالم اللہ تعالیٰ بطلطہ نے جنہیں رسالہ مذکورہ شیخ محقق میں علما سلسلہ علیہ سے شمار کیا تھے شریف اور حضرت سیدنا مولانا اسد الواصلین جلیل العلم و البقیہ حضرت سید شاہ حمزہ عینی قادی فاطمی حسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کاشف الاستار شریف میں اُسے نقل و ارشاد فرمایا اور امام یافعی بل اللہ توبۃ نصیر فرماتے ہیں کہ حضور پُر نور غوث اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم کے اصحاب کرام عطر اللہ فی انھم القادسیۃ اس نماز کو عمل میں لاتے اور زبدۃ الآثار میں اولیائے طریقہ علیہ عالیہ قادریہ و سہروردیہ رحمۃ اللہ علیہم کے آداب میں فرمایا و ملازمۃ صلاۃ الاسرار الی بعد ہا الخطی احدی

لہ فقہا برمتہا مولانا سراج الحق محمد عمر القادری حفظہ اللہ تعالیٰ ابن الفاضل الجلیل مولانا فرید الدین الدہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فی کتابہ ریاض لا نور من شاء فلیرجع الیہا ۱۰ یعنی ۱۰۰۰۰ و وفاتہ السخ ص ۱۱۹ منہ ۱۱

عشرۃ خطوۃ یعنی اس خاندان پاک کے آداب سے ہے صلاۃ الاسرار کی مداومت کرنی جس کے بعد گیارہ قدم چلنا ہے یا اس سے اس کا
اعمال مشایخ کرام سے ہونا ماننا آفتاب روشن کا انکار کرنا ہے اور خود کو نسی راہ ہے کہ ان اللہ و اکابر کو خواہی خواہی جھٹلائے اور جہاد باشد
یعنی دنا و نوح کو شش ٹھہرائے پھر یہ مقبولان خدا صرف اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ اُسے خاص حضور پُر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد
بتلتے ہیں اور حضور کے ارشاد واجب الانقیاد پر رد و ایما د اگر انجانی سے دھو تو معاذ اللہ وہ آتش سوزاں و جلّائے بے درماں و قریب مان ہے
جس کا حرہ اس دارالغرور والا نقیاس میں نہ کھلا تو کل کیا دود ہے الا ان موعده الصبح الیس المصبح بقریب ۵ حضور خود ارشاد فرماتے
ہیں تکلذ بیکم لی سمر قاتل لک یا نکر و سبب لک ہاب دنیا کمر و آخر اکمر میرے ارشاد کو خلاف بتانا تمہارے دین کے لیے زہر قاتل اور
مٹھادی دنیا و عقی دوڑوں کی بربادی ہے والیاذ باشد تعالیٰ اور ان کا برکت و علّائے امت کو نقل و روایت میں بھی غیر موثق جاننا اسی
دارالافتن ہندوستان میں آسان ہے جہاں دیکسی موجد کو لگام دیکسی زبان کی رُوک تمام یہ امام ابو الحسن نور الدین علی شطرنوی قدس سرہ
کہ بیچہ الاسرار شریف کے مصنف اور پر طرز حدیث پسند متصل اس روایت جلیلہ کے پہلے مخرج ہیں اجلہ علماء امامہ قرائت و اکابر اولیاد و اہل
طریق سے ہیں امام اجل شمس الدین ابن ابی حمزہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہ اجلہ محدثین و علّائے قرائت سے ہیں جن کی حصص جبین مشہور و معروف دیار
و اعصار ہے اُس جناب کے سلسلہ تلامذہ میں ہیں انھوں نے یہ کتاب بھیجہ الاسرار شریف اپنے شیخ سے پڑھی اور اُس کی سند و اجازت حاصل
کی اپنے رسالہ طبقات القراء میں فرماتے ہیں انی قرأت هذا الكتاب اعني هجبة الاسرار بمصر وکان فی خزانه سلطان المصر
على الشيخ عبد القادر وکان من اجله مشايخ مصر فاجازنی روايته المزيينی میں نے یہ کتاب بھیجہ الاسرار مصر میں خزانہ شاہی سے
حاصل کر کے شیخ عبدالقادر سے کہ اکابر مشایخ مصر سے تھے پڑھی اور انھوں نے مجھے اُس کی روایت کی اجازت دی امام شمس الدین
ذہبی مصنف میزان الاعتدال کہ علم حدیث و نقد رجال میں اُن کی جلالت شان عالم آشکار اُس جناب کے معاصر تھے اور با آنکہ حضرات
صوفیہ کرام کے ساتھ اُن کی روش معلوم ہے ساحتنا اللہ تعالیٰ وایاہ امام ابو الحسن ممدوح کی ملاقات کو اُن کی مجلس تدریس میں گئے اور
اپنی کتاب طبقات المقرئین میں اُن کی مدح و مناقش سے رطب اللسان ہوئے فرماتے ہیں علی بن جریر اللخمی الشطرنوی الامام الکامل
وحد نور الدین شیخ القراء بالديار المصرية ابو الحسن اصله من الشام ولد بالقاهرة سنة اربع واربعمائة وستمائة وقلص در
للقراء مجامع الاظهر وغيره ثم اقر عليه الطلبة وحضرات مجلس اقرائه فاجبني سمته وسكوته وکان ذا غرام بالشيخ عبد القادر
الجیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وجمع اخبارہ و مناقبہ فی نحو ثلث مجلدات اور ملخصاً یعنی علی بن جریر لخمی شطرنوی امام یکتا ہیں نور الدین
لقب ابو الحسن کہتے بلا مصر میں علّائے قرائت کے استاد ہیں اصل اُن کی شام سے ہے ۶۴۳ھ میں قاہرہ مصر میں پیدا ہوئے اور جامع قرا
و غیرہ میں سند اقرار پر صدیقی کی بکثرت طلبہ اُن کے پاس جمع ہوئے میں اُن کی مجلس درس میں حاضر ہوا اُن کی نیک روش و کم سخن مجھے
پسند آئی خصوصاً شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شیدائی تھے انھوں نے حضور کے فضائل میں مجلد کے قریب میں جمع کیے ہیں اُن کا ہر کہ
امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مثل سے یہ کلمات جلیلہ اُس جناب کی کمال وثاقت و عدالت و دور علم و جلالت پر شاہد عدل و دلیل فصل ہیں اور

۲

لے بعینہ اسی طرح امام بھل جلال اللہ والدین سیوطی نے حن الحاضرہ فی اخبار مصر و قاہرہ میں اُس جناب کو الامام الادب حدیثی بے مثل امام ۱۲۰۰ غفر

خود امام ابو حنیفہؒ ہمیشہ امام کیلئے امام کا لفظ اجل و اعظم تمام فضائل و مناقب جلیلہ کا یکجا جامع اکمل و اتم ہے وہ جناب سند عالی رکھتے اور زمانہ اقدس حضورؐ نے فرخوش انقیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہایت قریب ہیں انہیں حضور اقدسؐ تک صرف دو واسطے ہیں قاضی القضاۃ امام اجل حضرت سیدنا ابوصالح نصر قدس سرہ کے اصحاب سے ہیں اور وہ اپنے والد ماجد حضرت سیدنا ابوبکر تاج الملک والدین محمد الرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ اور وہ اپنے والد ماجد حضور برزخ السادات عوٹ الافرقہ قطب الارشاد عوٹ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ و مرید و صاحب و مستفید ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ ذبہ الانار شریف میں فرماتے ہیں یہ کتاب ہجۃ الاسرار کتاب عظیم و شریف و مشہور ہے اور اس کے مصنفہ علمائے قراءت سے عالم معروف و مشہور اور ان کے احوال شریفہ کتابوں میں مذکور و مسطور پھر وہی دابر الخریزی کے وہ احوال نقل فرمائے اور رسالہ مذکورہ شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ میں اسی نادر مبارک کے بارے میں مرقوم اقویٰ دلائل و موضوع مسائل دریں باب کتاب عزیز ہجۃ الاسرار سعدن الانوار کہ معتبر و مقرر و مشہور و مذکورست و مصنفت این کتاب از شاہیر شایخ و علماست میان وی و حضرت شیخ یعنی حضرت عوٹ الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو واسطہ است و مقدم است بہ امام عبد اللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ کی اشیاں نیز از متنبیان سلسلہ شریفہ و بحبان جناب عوٹ الاعظم اند رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں امام یافعی و علامہ علی قادری و حضرت شیخ محقق دہلوی و غیر جمہ اکابر کی امامت و جلالت و وثاقت عدالت سے کون آگاہ نہیں ہے

وکیف یصح فی الاعیان شیء اذا احتاج الی ہذا الی دلیل

بالجملہ اپنے اکابر کی روایات مستندہ کو بے وجہ و جبرہ رد کرنا یا سخت جہالت ہے یا بحث و ضلالت و العیاذ باللہ تعالیٰ اور بے دلیل دعویٰ الحاق محض مردود و رد تصانیف اللہ سے امان اٹھ جائے اور نظام شریعت درہم و درہم نظر آئے جو نہ پیش کیجے مخالفت کہ نہ یہ الحاقی ہے چلیے شک و استناد کا دروازہ ہی بند ہو گیا یہ بات کیا زبردلان کہہ دینا قابل قبول ہو سکتا ہے عاذا و کذا دعائے بے دلیل مطرود و ذلیل آں ہم کو مسلم کہ بعض کتابوں میں بعض الحاق بھی ہوئے مگر اس سے ہر کتاب کی ہر عبارت و مطروح یا مشکوک نہیں ہو سکتی کسی خاص عبارت کی نسبت یہ دعویٰ زہرا شروع نہیں جب تک جو جو چیزیں میں الحاق ثابت نہ کر دیں جس کے لیے امثال مقام میں صرف دو طریقے مقرر ایک تو یہ کہ اس کتاب کے صحیح مقدمہ عمدہ قدیم نسخے اس عبارت سے خالی ملیں یا خاص مصنف کا اصل سودہ پیش کیا جائے جس میں اس عبارت کا نشان نہ ہو حضرت جناب شیخ اکبر و امام شعراق قدس سرہما کی تصانیف میں الحاق یوہیں ثابت ہوا امام شہرانی رحمۃ اللہ علیہ لوائح الانوار میں فرماتے ہیں قدم علینا الاخ العالم الشریف غفرلہ محمد بن السید محمد بن السید ابی الطیب الممدنی المتوفی ثلثۃ خمس و خمسمین و تسعمائة فاخرج الی نسخۃ من الفتوحات التي قابلها علی النسخۃ التي علیها خط الشیخ محمد بن السید بن قسطنطین فلو انی فلما ار فیہا شیئاً مما توقفت فیہ و حذفہ فعدلت ان النسخۃ التي فی مصور الان کلما کتبت من النسخۃ التي لا سوا علی الشیخ

لہ اشارۃ الی انہ قد بعلم ذلك بالوجع الی المنکلم و انکارہ عند من لا یتقنہ و یتعرف تارة باعتبار المفتری كما وقع لبعض الوضاعین و یقبل اخرى اذا اضطر علی ذلك من يرجع الیہ لفظہ و فضلہ و لا ینکر علیہ لفتہ و عدلہ و كذلك یحکم بہ اذا لم یأتہ ذلك الا من طرین من عنون بالکذب بقول المحدثین ان هذا موضوع ای فی سندہ و ضاع او کذاب و هذا انما یحیطہ عدم المحرم لا الجرم بالعدم الا اذا اضعمہ الیہ دلیل اخر فالکذب و بقد یصدق فادله تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ

فیہا ما یخالف عقائد اہل السنۃ والجماعۃ کما وقع لہ ذلک فی کتاب الفصوص وغیرہ الخ یعنی ہمارے دوست عالم شریف سید شمس الدین محمد بن سید ابوالطیب مدنی جن کی وفات ۱۰۵۵ھ میں ہوئی ہمارے یہاں آئے ہیں نے فتوحات شیخ اکبر قدس سرہ کا تذکرہ کیا انھوں نے ایک نسخہ فتوحات نکالا جسے انھوں نے اس نسخے سے مقابلہ کیا تھا جو شرفیہ میں کہ شیخ اکبر قدس سرہ کا وطن ہے خاص شیخ قدس سرہ کے دستخط شریف سے مزین ہے اس نسخے میں میں نے کہیں ان عبارتوں کا نشان دیا یا جن میں مجھے تردد تھا اور میں نے فتوحات کے انتخاب میں قلم انداز کر دی تھیں تو مجھے یقین ہوا کہ اب جس قدر نسخے مصر میں ہیں سب اسی نسخے سے نقل ہوئے ہیں جس میں لوگوں نے عقد اہل سنت و جماعت کے خلاف عبارتیں شیخ پر افتر کر کے ملا دی ہیں جیسا کہ ان کی فصوص وغیرہ کے ساتھ بھی یہی واقع ہوا اس کے بعد امام شعرانی نے وہ تحریریں نقل فرمائیں جو عالم مدوح سید شریف مدنی مرحوم نے نسخہ مذکورہ قونیہ پر خود حضرت شیخ مدظلہ العالی رحمہ اللہ کے دستخطوں سے لکھی دیکھیں اور بیان کیا کہ یہ نسخہ خود حضرت شیخ اکبر رحمہ اللہ تعالیٰ کا وقت فرمایا ہوا ہے شیخ نے اپنی علامت و قف یوں تحریر فرمائی ہے وقت محمد بن علی بن عربی الطائی هذا الکتاب علی جمیع المسلمین یہ کتاب محمد بن علی بن عربی طائی نے تمام مسلمانوں پر وقت کی اور اس کے آخر میں قلم شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ تحریر ہے قد تم هذا الکتاب علی يد منشیہ وهو المنشیہ الثانیۃ منہ بخط یدای وكان الفراغ منہ بکرة يوم الاربعاء الرابع والعشرين من شهر ربيع الاول سنة ست وثلاثين وستمائة وکتبه منشیہ یہ کتاب بقلم مصنف تمام ہوئی اور یہ میرے خط سے دوسرا نسخہ ہے اس کی تحریر سے بعد چار شنبہ وقت صبح تیر بجے بست و چارم ماہ مبارک ربيع الاول ۳۲۰ فرغ ہوا لکھا ہے اس کے مصنف نے رحمہ اللہ تعالیٰ اور سید موصوف نے یہ بھی بیان فرمایا کہ سینئیں مجلدیں ہے اور اس میں اس نسخے سے جس میں لمحوں نے عقائد شیعہ الحاق کیے عبارت زیادہ ہے اور اس کی پشت پر نام کتاب بخط مصنف علیہ الرحمہ لکھا ہے اس کے نیچے شیخ صد الدین قونی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خط سے یہ عبارت تحریر ہے انشاء مولانا شیخ الاسلام وصفاۃ الانام محی الدین بن عربی یہ کتاب ہمارے آقا سردار سلیمان خان رگزیدہ جہاں محی الدین بن عربی کی تصنیف ہے (اس کے نیچے لکھا ہے ملک هذه المجلدة محمد بن اسحق القوونی یہ مجلد محمد بن اسحق قونی کی ملک میں آیا) اس کے نیچے شیخ صد الدین مدوح کے خط سے محمد بن ابی بکر تبریزی کی روایت کہ ان سے بطریق سماع حاصل ہوئی مکتوب ہے اور محمد بن اسحق قونی کی شرح و تخطیہ ہے انتقال الی خادمہ و ربیب لطف محمد بن اسحق سنة سبع وثلاثين وستمائة یہ کتاب مصنف کے خادم و طبع پروردہ محمد بن اسحق قونی کی طرف ۳۲۰ میں منتقل ہوئی) آئندہ ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ کونسا نسخہ معتد ہوگا خود قلم خاص حضرت مصنف قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کی تحریر اور اس کے اول و آخر میں خود مصنف و دیگر علماء و عمائد کے دستخط کثیر جب یہ نسخہ ان علامات شیعہ سے خالی ملا تو الحاق و افترامیں کیا شک رہا والحمد للہ رب العالمین ولہذا منی سلطنت عثمانیہ عمدہ علما نے روم علامہ ابوالسود علیہ رحمۃ الملک الودود نے اپنے فتوے میں تصریح فرمائی کہ یتقن ان بعض اليهود افترھا علی الشیخ قدس اللہ سرہ ہمیں یقین ہے کہ بعض یہودیوں نے یہ کلمات شیخ قدس سرہ پر افتر کیے ہیں) کما نقلہ فی الدار المختار عن معروضاتہ اب کلام امام شعرانی کا حال سنئے خود امام موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ میزان میں فرماتے ہیں ذلک مع بعض الاعداء فانہم دسوا فی کتابی المسمی بالیھود المودود فی الموائین والیھود امورا تخالف

ظاہر الشریعہ و دارو اہما فی الجامع الا زہر وغیرہ وحصل بذلک فتنۃ عظیمۃ وما خمدن الفتنۃ حتی ارسلت لہم سختی النی علیہا خطوط العلماء ففتنہا العلماء فلم یجدوا فیہا شیئاً ممّا یخالف ظاہر الشریعۃ معادسہ الاعداء قالہ تعالیٰ یغفر لہم ویسا محمد ام یعنی مجھے یہ واقعہ بعض اعدائے کے ساتھ پیش آچکا ہے انہوں نے میری کتاب البحر المودود فی الموائین والہدیین خلاف شرع باتیں الحاق کر دیں اور اُسے جامع انہو غیرہ میں لیے پھرے اور اس کے سبب ہمارا فتنہ اٹھا اور فرو نہ ہوا یہاں تک کہ میں نے اُن کے پاس ایسا نسخہ جس پر علما کے دستخط تھے بھیج دیا اہل علم نے تلاش کی تو اُس میں وہ امور مخالفہ شریعت جو دشمنوں نے طے تھے اصلاً نہ پائے اللہ تعالیٰ اُن کے مغفرت کرے اور درگزر فرمائے) اخیر ایک طریقہ تو ثبوت الحاق کا یہ ہے دوسرے مصنف کا امام معتمد و عالم متدین مستند ہونا معلوم ہے اور یہ کلام کہ بے تواتر حقیقی اُس کی طرف نسبت کیا گیا صرف محضت یا بد مذہبی و ضلالت جس میں اصلاً تاویل و توجہ کی گنجائش ہی نہیں تو اس وجہ سے کہ علما تو علماً عام اہل اسلام کی طرف بے تحقیق تواتر و ثبوت قطعی کسی کبیرہ کی نسبت مقبول نہیں کما نص علیہ الامام الاجل حجة الاسلام محمد الغزالی قدس سرہ العالی فی الاحیاء رد ذکر دیں گے اور تحسین للظن الحاقی کہیں گے اور اسی سے ملحق ہے بات کا ایسا صحیفہ در ذیل ہونا کسی طرح عقل سلیم اُس امام عظیم سے اس کا صدور منظور نہ کرے جیسے باب ذوی الارحام میں قبیل فضل صنف اول سراجہ میں یہ ہمل عبارت لان عندہما کل واحد منہم اولیٰ لمن فرع و فرعہ وان منہم اولیٰ من اصلہ جس کے لیے اصلاً کوئی محصل نہیں و لہذا علامہ سید شریعہ نے شرح میں نقل فرمایا لہ فضل منہا معنی نفی من ملحقات بعض الطلبة القاصین الخ اور اسی قبیل سے ہے وہ عبارت جس میں کسی طائفہ تائفہ کے لیے کوئی غرض فاسد ہو اور امام صنف اُس سے بڑی اور جا بجا خود اُس کا کلام اُس غرض مردود کے خلاف ہر شاہد جیسے بعض خدائا ترسوں کا امام حجة الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی کی طرف معاذ اللہ کلمات مذمت امام الامام مالک الا زہر کا شرف النہ سراج الامام سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نسبت کرنا حالانکہ اُن کی کتب متواترہ احیاء وغیرہ مناقب امام کی شاہد عدل ہیں اور مثل آفتاب روشن و بے نقاب کہ ما نحن فیہ میں ان صورتوں سے کوئی شکل نہیں والحمد للہ رب العالمین اگر منکر ہجۃ الاسرار شریعت کے نسخ قدیمہ صحیحہ مستندہ اس روایت سے خالی دکھا دیتا یا زبانی انکار کے سوا کوئی دلیل معقول قابل قبول ارباب عقل اُس کے یقینی ضلالت و مخالفت عقیدہ اہل سنت ہونے پر قائم کر لیتا تو اُس وقت دعویٰ الحاق زبید دیتا نہ کہ علی الرغم اُس کے علمائے مابعد طبقہ فلبقۃ اُس روایت کو نقل فرمائیں اور مقررہ تسلیم رکھتے آئیں اور ہجۃ کا ایک نسخہ مستندہ بھی اُس کے خلاف نہ ملے اور محض براہین زوری الحاق کا ادعاے باطل کر دیا جائے فن اصول میں جسے ادنیٰ مداخلت ہے اس پر کاشمیں واضح کہ مجرد امکان منافی قطع و یقین بالمعنی الاعم نہیں جب تک احتمال ناشی عن دلیل نہ ہو و نہ تمام نفوس قرآن و حدیث سے ہاتھ دھو بیٹھے اور ہمیں سے ظاہر ہو گیا کہ منکر کا تصانیف شریفہ جناب شیخ اکبر و امام شہرانی قدس سرہ ہا کی نظیر دینا

لہ ما ینسب الی الامام الغزالی یردہ ما ذکرہ فی احیائہ المتواترہ حیث ترجمہ کلامۃ الاربعۃ و قال دامال ابو حنیفہ فلقن کان ایضاً عابداً زاہدا عارفاً باللہ خائفاً منہ موبداً و حیاً اللہ تعالیٰ یعلیہ الخ اور در مختار یعنی امام حجة الاسلام احیاء العلوم میں فرماتے ہیں ابو حنیفہ خدا کی قسم عابد زاہد عارف باللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے اور اپنے علم سے دہر اللہ کا ارادہ رکھنے والے ۱۲

کس درجہ لغو و بے محل تھا کہاں وہ روشن و قانع قطعی ثبوت کہاں یہ زبانی ثبوت سے حیلہ بہوت کا تشنہ نکلتے جہاں تصانیف مذکورہ کا نام لیا
تھا وہاں امام شعرانی کے اقوال مسطورہ بھی نقل کر لائے تاکہ دعویٰ مدلل و ادعائے بے دلیل کا فرق کھل جاتا واللہ الحجة السامیۃ اور اس نماز کو
قرآن و حدیث کے خلاف بتانا محض ہتان و افترا ہرگز ہرگز قرآن و حدیث میں کہیں اُس کی ممانعت نہیں نہ مخالفت کوئی آیت یا حدیث
اپنے ثبوت و دعویٰ میں پیش کر سکا ہر جگہ صرف زبانی ادعائے کام لیا مگر یہ وہی جہالت قبیلہ و سفاہت فطیور ہے جس میں فرقہ جدیدہ طائفہ حادثہ
قدیم سے مبتلا یعنی قرآن و حدیث میں جس امر کا ذکر نہیں وہ ممنوع ہے اگرچہ اُس کی ممانعت بھی قرآن و حدیث میں نہ ہو اتن ذی ہوشوں کے نزدیک
امر و نہی میں کوئی واسطہ بھی نہیں اور عدم ذکر ذکر عدم ہے پھر خدا جانے سکوت کس شے کا نام ہے ترمذی و ابن ماجہ و حاکم سیدنا سلمان فارسی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الحلال ما احل اللہ فی کتابہ و الحرام ما حرم اللہ
فی کتابہ و ما سکت فہو ممتاعا عنہ حلال وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حرام بتایا اللہ
جس سے سکوت فرمایا وہ حرام ہے (یعنی اُس میں کچھ مواخذہ نہیں اور اس کی تصدیق قرآن عظیم میں موجود کہ فرماتا ہے جل ذکرہ یا ایھا الذین
امنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان تبدل لکم فسوکم وان تسئلوا عنہا حین یانزل القرآن تبدل لکم عفا اللہ عنہا واللہ غفور رحیم
اے ایمان والو وہ باتیں نہ پوچھو کہ تم پر کھول دی جائیں تو تمہیں بُرائے اور اگر قرآن اُترے وقت پوچھو گے تو تم پر ظاہر کر دی جائیں گی اللہ نے
اُن سے معافی فرمائی ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے) بہت باتیں ایسی ہیں کہ اُن کا حکم دیتے تو فرض ہو جاتیں اور بہت ایسی کہ منع کرتے
تو حرام ہو جاتیں پھر جو انہیں چھوڑنا یا ترک کرنا گناہ میں پڑتا اُس مالک مہربان نے اپنے احکام میں اُن کا ذکر نہ فرمایا یہ کچھ بھول کر نہیں کہ وہ تو بھول
اور ہر عیب سے پاک ہے بلکہ ہمیں پر مہربانی کے لیے کہ یہ شفقت میں نہ پڑیں تو مسلمانوں کو فرماتا ہے تم بھی اُن کی چھیڑ نہ کرو کہ پوچھو گے حکم مناسب
دیا جائے گا اور تمہیں کو دقت ہوگی اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ جن باتوں کا ذکر قرآن و حدیث میں نہ کیے وہ ہرگز منع نہیں بلکہ اللہ کی معافی
میں ہیں دارقطنی ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ تعالیٰ فرض فرمائے فلا تضیعوا
و حرم حرمات فلا تنہکوا و حد و حد و فلا تقتلوا و ما سکت عن اشیاء من غیر نسیان فلا تبخسوا عنہا بیشک اللہ تعالیٰ
نے کچھ باتیں فرض کیں انہیں ہاتھ سے نہ دو اور کچھ حرام فرمائیں اُن کی حرمت نہ توڑو اور کچھ حدیں باندھیں اُن سے آگے نہ بڑھو اور کچھ چیزوں
سے بے محول سکوت فرمایا اُن میں کاوش نہ کرو (احمد و بخاری و مسلم و نسائی و ابن ماجہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ذنوبی ما ترککم فانما ہلاک من کان قبلکم بکثرة سؤل الہم و اختلا فہم علی انبیائہم فاذا
خفیتکم عن شیء فاجتنبوہ و اذا امرتکم بامرفاً توامنہ ما استطعتم یعنی جس بات میں میں نے تم پر تنبیہ نہ کی اُس میں مجھ سے
تغفیش نہ کرو کہ اگلی آیتیں اسی بلا سے ہلاک ہوئیں میں جس بات کو منع کروں اُس سے بچو اور جس کا حکم دوں اُسے بقدر قدرت بجالاؤ)
احمد بخاری مسلم سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اعظم المسلمین فی
المسلمین جرما من سأل عن شیء لم یجہم علی الناس فحرم من اجل مسألته بیشک مسلمانوں کے بارے میں اُن کا بُرائے ہر گز گوارہ ہے
جو ایسی چیز سے سوال کرے کہ حرام نہ تھی اُس کے سوال کے بعد حرام کر دی گئی) یہ احادیث باطل و نامنادی کہ قرآن و حدیث میں جن باتوں کا

ذکر نہیں نہ ان کی اجازت ثابت نہ مانعت وارد وہ اصل جواز پر ہیں ورنہ اگر جس چیز کا کتاب وسنت میں ذکر نہ ہو مطلقاً ممنوع و نادرست ٹھہرے تو اس سوال کرنے والے کی کیا خطا اُس کے بغیر پوچھے بھی وہ چیز ناجائز ہی رہتی یا کچھ یہ قاعدہ نفیسہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ قرآن وحدیث سے جس چیز کی بھلائی یا بُرائی ثابت ہو وہ بھلی یا بُری ہے اور جس کی نسبت کچھ ثبوت نہ ہو وہ معاف و جائز و مباح و دُعا اور اُس کو حرام و گناہ و نادرست و ممنوع کہنا شریعت مطہرہ پر افتراقِ ربنا تبارک و تعالیٰ کا تقوُّلُ الما نصف المسئمتکم الکذب هذا حلال و هذا احرام لغتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ۵ اسی طرح اس نماز کو طریقہ خلفائے راشدین وصحابہ کرام کے مخالف کہنا بھی اُسی سفاهت قدیہ پر مبنی کہ جو فعل اُن سے منقول نہ ہو عموماً اُن کے نزدیک ممنوع تھا حالانکہ عدم ثبوت فعل وثبوت عدم جواز میں زمین و آسمان کا فرق ہے امام علامہ احمد بن محمد قسطلانی شارح صحیح بخاری مواعظ لدنیہ و رخ محمدیہ میں فرماتے ہیں الفعل یدل علی الجواز وعدم الفعل لا یدل علی المنع کرنا جواز کی دلیل ہے اور نہ کرنا مانعت کی دلیل نہیں (رافضیوں نے اس طائفہ جدیدہ کی طرح ایک استدلال کیا تھا اُس کے جواب میں شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی تحفۃ اشراف میں لکھتے ہیں مکرون چیزیں دیگرست و منع فرمودن چیزیں دیگرست مخصوصاً۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں بعد بیان اس امر کے کہ اذان مغرب کے بعد فرضوں سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنا نہ بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے نہ صحابہ سے فرماتے ہیں ثم الثابت بعد هذا النفی المندوبیۃ اما ثبوت الکواہۃ فلا الان یدل دلیل اخر یعنی بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام کے نہ کرنے سے اس قدر ثابت ہوا کہ مندوب نہیں رہی کراہت وہ اس سے ثابت نہ ہوئی جب تک اور کوئی دلیل اُس پر قائم نہ ہو اور اسے اخلاص و توکل کے خلاف مانع عجیب جالت بے مزہ ہے اس میں محبوبانِ خدا کی طرف توجہ بغرض توکل ہے اور اُن سے توکل قطعاً محمود اور ہرگز اخلاص و توکل کے منافی نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاہدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون ۵ اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اُس کی راہ میں کوشش کرو کہ تم مراد کو پہنچو) اور انبیاء و ملکہ علیہم السلام والسلام کی نسبت فرماتا ہے اولئک الذین یدعون الی رجوع الوسیلۃ وہ ہیں کہ دعا کرتے اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں اور آدم علیہ السلام و دیگر انبیاء و صلحا و علما و عرفا علیہم التحیۃ والثناء کا قدیم و جدیداً حضور اقدس غایۃ الغایات ہنایۃ النہایت علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیمات سے حضور کے ظہور پر نور سے پہلے اور بعد بھی حضور کے زمانِ برکت نشان میں اور بعد بھی عہد مبارک صحابہ و تابعین سے کب تک اور آج سے قیام قیامت عرصات محشر و دخول جنت تک استشفاع و توسل اخادیف و آثار میں جس قدر وفور و کثرت و ظہور و شہرت کے ساتھ وارد محتاج بیان نہیں جیسے اُس کی گونہ تفصیل دیکھنی منظور ہو مواعظ لدنیہ امام قسطلانی و خصوصاً کبرئے امام جلال الدین سیوطی و مخرج مواعظ علامہ ذرقانی و مطالع المسرات علامہ فاسی و لمعات و اشعہ شروح مشکوٰۃ و جذب القلوب الی دایار المحبوب و مدارج النبوة تصانیف شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ کتب دکلام علمائے کرام و فضلاء عظام علیہم رحمۃ العزیز العلام کی طرف رجوع لائے کہ وہاں حجاب غفلت منکشف ہوتا ہے اور نصف خطا سے منصرت و باللہ سبحانہ و تعالیٰ التوفیق اسی طرح صحیح بخاری شریف میں امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طلبِ باراں میں توسل کرنا مروی و مشہور حصین میں ہے وان یتوسل الی اللہ تعالیٰ بانبیاء شیخ مرصس والصلحین من عبادہ شیخ یعنی آداب دعا سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اُس کے انبیاء سے توسل کرے اسے بخاری و بزار و حاکم نے

امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور اللہ کے نیک بندوں کا وسیلہ کہے اسے بخاری نے اس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور سب سے زیادہ وہ حدیث صحیح معروف و مشہور ہے جسے نائی و ترمذی و ابن ماجہ و حاکم و بیہقی و طبرانی و ابن خزیمہ نے عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور طبرانی و بیہقی نے صحیح اور ترمذی نے حسن غریب صحیح اور حاکم نے بشرط بخاری و مسلم صحیح کہا اور حافظ امام عبد العظیم منذری وغیرہ المرقعہ و تنقیح نے اس کی تصحیح کو مسلم و مقرر رکھا جس میں حضور اقدس لمباہیکساں ملاذد و جہاں افضل صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیما تہ علیہ و علی ذریارہ نے نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز کہے اللھم انی اسئلك و اتوجه الیک بنیتك محمد بنی الرحمة (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یا محمد انی اتوجه بک الی ربی فی حاجتی ہذا لتقضى لی اللھم فشفع فی اُمی میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں وسیلہ تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کہ میرا بی کے نبی میں یا رسول اللہ میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا ہو اُمی اُن کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما اور لطف یہ ہے کہ بعض روایات حصین بن حصین میں لتقضى لی بسیدہ معروف واقع ہوا یعنی یا رسول اللہ میں آپ کے توسل سے خدا کی طرف توجہ کرتا ہوں کہ آپ میری حاجت روا کر دیں) مولانا فاضل علی قاری علیہ الرحمۃ الباری حرزین شرح حصین میں فرماتے ہیں وہی نسخۃ بصیغۃ فاعل ای لتقضى الحاجۃ لی و المعنی تگون سبباً لمحصل حاجتی و وصول مراد فی الا سند مجازی اہ اور یہ حدیث نفیس و نخبہ نذیل بطراز گراں ہائے تصحیح امام ابوالقاسم سلیمان بن محمد طبرانی کے پاس ہیں ہے ان رجلا کان یختلف الی عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حاجۃ لہ و کان عثمان لا یلتفت الیہ و لا ینظر فی حاجۃ فلتقی عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فشکا ذلک الیہ فقال (عثمان بن حنیف انت المیضاۃ فوضا ثمرات المسجد فضل فیہ رکعتین ثم قل اللھم انی اسئلك و اتوجه الیک بنیینا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنی الرحمة یا محمد انی اتوجه بک الی ربی فیکضى حاجتی و تدکر حاجتک و روح الی حتی اروح معک فالظلم الرجل فصاع ما قال لہ ثمراتی باب عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فجاء البواب حتی اخذہ بیدہ فادخلہ علی عثمان بن عفان فاجلسہ معہ علی الطنفسہ و قال حاجتک فذا کر حاجۃ فقضا ما لہ ثم قال ما ذکرک حاجتک حتی کان ہذا الساعۃ و قال ما کان لک من حاجۃ فأتنا ثمران الرجل خرج من عندہ فلتقی عثمان بن حنیف فقال لہ جزاک اللہ خبر ما کان ینظر فی حاجتی و لا یلتفت الی حتی کلمتہ فی فقال عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ واللہ ما کلمتہ و لکن شہدت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و اتاہ رجل ضویر فشکا الیہ ذہاب بصیرہ فقال لہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ائت المیضاۃ فوضا ثمراتک و کتبتین ثمراتک و ہذا الدعوات فقال عثمان بن حنیف واللہ ما تقرنا و طال بنا الحدیث حتی دخل علینا الرجل کا نہ لہدیکن بہ ضیقہ یعنی ایک حاجتہ اپنی حاجت کے لیے امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آتا جاتا امیر المؤمنین نہ اس کی طرف التفات کرتے نہ اس کی حاجت پر

لہ امام منذری و غریب میں فرماتے ہیں قال الطبرانی بعد ذکر طرقہ و الحدیث صحیحہ طبرانی نے اس حدیث کی سند و اس میں ذکر کر کے کہا حدیث صحیح ہے ۱۱۰۲
لہ مکن اھوہنا بنیت الصلاة فی نفس الحدیث فی النسخۃ الصحیحۃ للدرغیب الی من اللہ تعالیٰ جماعی ہذا المحتاج و لعل عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا روی الحدیث الی بہ کما هو واقع علی الرجل زاد الصلاة کما هو المطلوب فی امثال المقام واللہ تعالیٰ اعلم و منہ

نظر فرماتے اس نے عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس امر کی شکایت کی انھوں نے فرمایا وضو کر کے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ پھر یوں دعا مانگ آئی میں تجھ سے سوال کرتا اور تیری طرف اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی رحمت کے وسیلے سے توجہ کرتا ہوں یا رسول اللہ میں حضور کے توسل سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری حاجت روا فرمائے اور اپنی حاجت کا ذکر کر شام کو پھر میرے پاس آنا کہ میں بھی تیرے ساتھ چلوں حاجت مند نے یوں ہی کیا پھر آستان خلافت پر حاضر ہوا دربان آیا اور ہاتھ پکڑ کر امیر المؤمنین کے حضور لے گیا امیر المؤمنین نے اپنے ساتھ سند پڑھایا مطلب پوچھا عرض کیا فوراً رو افرمایا اور ارشاد کیا اتنے دنوں میں اس وقت تم نے اپنا مطلب بیان کیا پھر فرمایا جو حاجت تمہیں پیش آیا کرے ہمارے پاس چلے آیا کرو یہ شخص وہاں سے نکل کر عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا اور کہا اللہ تمہیں جزائے خیر دے امیر المؤمنین میری حاجت پر نظر اور میری طرف التفات دفرماتے تھے یہاں تک کہ آپ نے اُن سے میرے بارے میں عرض کی عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم میں نے تو تیرے معاملے میں امیر المؤمنین سے کچھ بھی نہ کہا مگر ہوا یہ کہ میں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا حضور کی خدمت اقدس میں ایک نابینا حاضر ہوا اور نابینائی کی شکایت کی حضور نے یوں ہی اُسے ارشاد فرمایا کہ وضو کر کے دو رکعت پڑھ پھر یہ دعا کرے خدا کی قسم ہم اُنکے بھی دپائے تھے باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ ہمارے پاس آیا گو یا کبھی اندھا ہی نہ تھا (تنبیہ ایہا المسلمون حضرات منکرین کی غایت دیانت سخت محل انوس و عبرت اس حدیث جلیل کی عظمت رفیعہ و جلالت منیعہ اور پر معلوم ہو چکی اور اس میں ہم اہل سنت و جماعت کے لیے جواز استمداد و التجا و ہنگام توسل ندائے محبوبان خدا کا بحمد اللہ کیسار و شن و واضح و بین و دلالت ثبوت جس سے اہل انکار کو کہیں مفر نہیں اب ان کے ایک بڑے عالم مشہور نے باوجود اس قدر دعویٰ بلند علم و تدین کے اپنے مذہب کی حمایت بجائیں جس صریح بیباکی و شجاعت و شہم کو کام فرمایا ہے انھیں اُس سے شرم چاہیے مقلی حضرت نے حصین شریف کا ترجمہ لکھا جب اس حدیث پر آئے اُس کی قاہر شوکت عظیم عزت نے جرات نہ کرنے دی کہ نفس متن میں اُس پر حق فرمائیں اور ادھر ہاں مشرب ناخن بدل جوش عقیدت تاب گسل ناچار حاشیہ کتاب پر یوں بجوم ہجوم کی تسکین فرمائی کہ ایک راوی ابن حدیث عثمان بن خالد بن عمر بن عبد اللہ متروک الحدیث ست چنانکہ در تقریب موجود است و حدیث راوی متروک الحدیث قابل حجت نمی شود۔ انا للہ وانا الیہ راجعون انصاف و دیانت کا تو یہ یقینی تھا کہ جب حق واضح ہو گیا تھا تسلیم فرماتے ارشاد مقرر فی الانقیاد حضور پر نور سید الانبیاء صلوات اللہ و سلامہ علیہ و علیٰ آلہ الامجاد کی طرف رجوع لاتے نہ کہ خواہی خواہی بزور تحریف ایسی صحیح رجح حدیث کو جس کی اس قدر ائمہ محدثین نے یزبان تصحیح فرمائی معاذ اللہ ساقط و مردود قرار دیجیے اور انتقام خدا و مطالبہ حضور سید روز جزاء علیہ الفضل الصلاۃ و الثناء کا کچھ خیال نہ کیجیے اب حضرات منکرین کے تمام ذیلیوں سے انصاف طلب کہ اس حدیث کا راوی عثمان بن خالد بن عمر بن عبد اللہ متروک الحدیث ہے جس سے ابن ماجہ کے سوا کتب مستہ میں کہیں روایت نہیں یا عثمان بن عمر بن فارس عبدی بصری ثقہ جو صحیح بخاری و صحیح مسلم و غیر ہما تمام صحاح کے رجال سے ہیں کاش اتنا ہی نظر فرمائیے کہ جو حدیث کئی صحاح میں مروی اُس کا مدار روایت وہ شخص کیونکر ممکن جو ابن ماجہ کے سوا کسی کے رجال سے نہیں داتے بیباکی مشہور و متداول صحاح کی حدیث جن کے لاکھوں نسخے ہزاروں بلاد میں موجود ان کی اسانید میں صحت عن عثمان بن عمرو مکتوب پھر کیا کہا جائے کہ ابن عمر کا ابن خالد بن لینا کس درج کی حیاد و دیانت ہے لاحول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

اور سنیے ابن السنی عبد اللہ بن سعید اور بنار عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا نفلت دابة احدكم بارض فلا فليناد يا عباد الله احبوا فان الله تعالى عبادا في الارض تحبسه جب تم میں کسی کا جانور جنگل میں چھوٹ جائے تو چاہیے لوں ندا کرے اے خدا کے بند و روک لو کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے زمین میں ہیں جو اُسے روک لیں گے) بنار کی روایت میں ہے یوں کہ اے عباد اللہ! خدا کے بند و سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان لفظوں کے بعد رحمکم اللہ اور زیادہ فرماتے رواہ ابن ابی شیبہ فی مصنفہ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ اذکار میں فرماتے ہیں ہمارے بعض اساتذہ نے کہ عالم کبیر تھے ایسا ہی کیا چھوٹا ہوا جانور فوراً رُک گیا اور فرماتے ہیں ایک بار ہمارا ایک جانور چھٹ گیا لوگ عاجز آئے ہاتھ نہ لگائیں نے یہی کلمہ کہا فوراً رُک گیا جس کا اس کہنے کے سوا کوئی سبب نہ تھا نقلہ سیدی علی القاضی فی الحوزا الثمین امام طبرانی سیدنا عتبہ بن غزوٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پُر نور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا نفل احدكم شيئا واراد عونا وهو با وض ليس بما انليس فليقل يا عباد الله اعينوني يا عباد الله اعينوني يا عباد الله اعينوني فان الله عباد الا يراهم جب تم میں کوئی شخص انسان جگہ میں پکے بھولے یا کوئی چیز گم کرے اور مدد مانگنی چاہے تو یوں کہے اے اللہ کے بند و میری مدد کرو اے اللہ کے بند و میری مدد کرو اے اللہ کے بند و میری مدد کرو کہ اللہ کے کچھ بندے ہیں جنہیں یہ نہیں دیکھتا) عتبہ بن غزوٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں قد جوب ذلك باليقين یہ بات آزمائی ہوئی ہے) رواہ الطبرانی ایضا فاضل علی قاری علامہ میرک سے وہ بعض علمائے ثقات سے ناقل هذا حديث حسن و حدیث حسن ہے) اور فرمایا مسافروں کی اس کی ضرورت ہے اور فرمایا مشایخ کرام قدس سرار ہم سے مروی ہوا انہ مجرب قون بہ الفجہ یہ مجرب ہے اور مراد ملنی اس کے ساتھ مفقون) ذکرہ فی الحوزا الثمین ان احادیث میں جن بندگان خدا کو وقت حاجت پکارنے اور ان سے مدد مانگنے کا صاف حکم ہے وہ ابدال ہیں کہ ایک قسم ہے اولیائے کرام سے قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم و افاض علیہنا انوارہم یہی قول اظہر و اشہر ہے کما نض علیہ فی الحوزا الوصیین اور ممکن کہ ملکہ یا مسلمان صالح جن مراد ہوں و کیفا کان ایسے توسل و دعا کو شرک و حرام اور ممانی توکل و اخلاص جاننا معاذ اللہ شرع مطہر کو اصلاح دینا ہے تنبیہ یہاں نو حضرات منکرین کے انہیں عالم نے یہ خیال فرمایا کہ مجھ طبرانی بلاد ہند میں متداول نہیں بے خوف و خطر خاص متن ترجمہ میں اپنے زور علم و دیانت و جوش تقویٰ و امانت کا جلوہ دکھایا فرماتے

ہیں اس حدیث کے راویوں میں سے عتبہ بن غزوٰن مجہول الحال ہے تقویٰ اور عدالت اس کی معلوم نہیں جیسا کہ کہا ہے تقریب میں کہ نام ایک کتاب کا ہے اسامہ الرجال کی کتابوں میں سے اقول مگر مجد اللہ آپ کا تقویٰ و عدالت تو معلوم کیسا طشت از بام ہے خدا کی شان کہاں عتبہ بن غزوٰن رفاشی کہ طبقہ ثالثہ سے ہیں جنہیں تقریب میں مجہول الحال اور سیزان میں لا یعرف کہا اور کہاں اس حدیث کے راوی حضرت عتبہ بن غزوٰن بن جابر مازنی بدری کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی جلیل القدر ہمارا جود مجاہد غزوہ بدر میں جن کی

لے جن کے سید و مولیٰ و سند و اوسے حضور پُر نور سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکما نض علیہ سیدنا الخضر علیہ الصلوٰۃ والسلام

رواہ ونقلہ فی البہجة والزبدۃ والخفة وغیرہا ۱۲ منہ

جلالت شان بدر سے روشن ہر سے اہل حق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه مترجم صاحب دیباچہ ترجمہ میں معروف کہ حریفین ان کے پیش نظر ہے شاید اس حریف میں یہ عبارت تو نہ ہوگی رواہ الطبرانی عن زید بن علی عن عقبہ بن غزوہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا جس تقریر کا آپ نے حوالہ دیا اس میں خاص برابر کی سطر میں یہ تحریر تو نہ تھی عقبہ بن غزوہ بن جابر المزی صحابی جلیل محاجر بددی مات سنۃ سبع عشرة اھ مخلصا پھر کون سے ایمان کا مقتضی ہے کہ اپنے مذہب فاسد کی حمایت میں ایسے صحابی رفیع الشان عظیم المکان کو زور زبان و زور بخان درجہ صحابیت سے طبقہ ثالثہ میں لادالے اور اس عدالت و بدرجلالت کو معاذ اللہ مردود الیہ و مطعون جمالت بنائے کی براہ نکالے و لکن صدق نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا لم تستحی فاصنع ما شئت سلمان دیکھیں کہ حضرات منکرین انکار حق و اصرار باطل میں کیا کچھ کر گزے پھر دعائے حقانیت گویا نیز کا وضوئے حکم ہے ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم خیر یہ تو حدیثیں تھیں اب شاہ ولی اللہ صاحب کی سنیہ اپنے فقیہہ الہیب النعم کی مفرح میں پہلی بسم اللہ یہ کہتے ہیں کہ لا بدست از استمداد بروح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی میں ہے نظر نمی آید مرا مگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ جائے دست زدن اندوہین دست در ہر شدت اسی میں ہے بہترین خلق خداست و مانع ترین ایشان است مردمان نازدیک ہجوم حوادث زماں اسی میں ہے فصل پانزدہم در اہتمام آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمت فرستہ بر تو خدا تعالیٰ اے بہترین کسیک امید داشتہ شود و اے بہترین عطا کنندہ اسی میں ہے اے بہترین سیکامید ہر شدہ ہائے انا کہ مصیبت اسی میں ہے تو پناہ دہندہ منی از ہجوم کردن مصیبت و فیکہ بخلا نہ در دل بدترین چنگال ما اور اپنے قصیدہ ہمزہ کی شرح میں ترقی است ہی تو گئے کہتے ہیں آخر حاشیہ مارج آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و فیکہ احساس کند نارسانی خود را از حقیقت شائبہ آنست کہ نہ اندک زار و خوار شدہ بشکلی دل و اعصاب بے قدری خود با خلاص در ساجات و پناہ گرفتن بایں طریق اے رسول خدا اے بہترین مخلوقات عطا ئے ترا مجزا ہم روز فیصل کردن اسی میں ہے و فیکہ فرد آید کا عظیم در خایت تاریکی پس تویی پناہ از ہر بلا اسی میں ہے ہوتے تست آوردن من و دست پناہ گرفتن من و دست اسید داشتن من با جملہ بندگان خدا سے وصل کو خلاص و توکل کے خلاف نہ جانے گا مگر سخت جاہل محرم یا ضال کا بر طومر اس نماز مبارک کے افعال پر کلام اولاً جب اس کی ترکیب خود حضور بدور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد سے ثابت تو مدعی تسنن کو کیا گنجائش انکار خود منکرین کی زبانیں اس شہادت میں ہمارے دل و زبان کی شریک ہیں کہ وہ جانا بتابع قرآن و حدیث و ائقائے سنت سنیہ و مراعات سیرت صحابہ و اجتناب محدثات ضعیفہ و التزام احکام شرعیہ پر استقامت کا ملہ رکھتے تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ارضاه و امدنا فی الدین بنماہ امین ثانیاً دو علما و اولیاء جن میں بعض کے اسمائے طیبہ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ ہم نے ذکر کیے جنہوں نے یہ نماز پسند کی اجازت دی سندی خود پڑھی منکرین میں کون ان کے پائے کا ہے بھران کے کھے سے کیونکر مسلم ہو کہ حکم شرع پر ہی چلے اور وہ سب معادہ مشرکین ہمارے فراق پر غمی گزبے ادا ان کا اگر کو غیر موثون کہہ کر اتباع سواد اعظم کی طرف بلانا وہی پڑائی سمجھیں ہے سواد اعظم کا خلاف جب ہو کہ جمہور ائمہ اربعین فقہاء و محدثین عرفائے محدثین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس نمانہ سے مانفت کرتے آئے ہوں جب منکرین و دھار ائمہ معتبرین سے صحیح طور پر وجود یہ دو انستہ کذب و افتراء وضع اسمائے کتب و علماء و استقلہ بجا ہیل و اجزائے خلافت سے کہ داب قدیم کا پرنکرین

خالی ہو) اس نماز کریم کی ممانعت کا ثبوت نہ دے سکے نہ انشاء اللہ تعالیٰ قیام قیامت دے سکیں تو سواد اعظم کا نام لینا صرف عوام کو دھوکا دینا ہے **ثالثاً** ان صاحبوں کے اصول پر تو اس نماز کے جواز و اباحت اور منع و انکار کی قباحت و شناخت پر نئے طوے (جسے معارضہ بالقلب کہیں) سواد اعظم ائمہ و علما و محدثین و فقہاء کا اجماع قطعی ثابت ہوگا پہلے معلوم ہو چکا کہ ان حضرات کے مذہب میں عدم ذکر ذکر عدم ہے اور خود یہاں منکرین کے اوعائے سواد اعظم کا یہی مہنی کمال یعنی اب ہم کہتے ہیں کلمات اللہ میں اس نماز پر انکار جائز ہونا ہرگز مذکور نہیں ومن ادعی فغلبہ البیان ولا یستطیعہ حتی یرجع القارطان اور عدم بیان بیان عدم تو لا جرم اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ان سب ائمہ کے نزدیک اس نماز مبارک پر انکار و انہیں اور جس پر انکار ناجائز ہوگا وہ اقل درجہ مباح ہوگا **فثبت المقصود و بخت العود والحمد لله العلی الودود والبعان** حضرات کی عجیب عادت ہے جواز کا عقلاً و نقلاً محتاج دلیل نہیں ہے دلیل خاص قبول نہیں کرتے اور عدم جواز کے لیے ان کے دہائی دعوے کافی ہوجاتے ہیں کاش جہاں یہ کہتے ہیں کہ توجہ بفران و روش باوہ درست نہیں وہاں اس پر کوئی دلیل شرعی بھی قائم کرتے اور جب کچھ نہیں تو ہمارے لیے اصل جواب وہی ہے جو درعیان ہے ثبوت کے مقابل قرآن عظیم نے تعلیم فرمایا کہ قل ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین ۵ اور نہ کہنے 'تقریر میں جو اپنے لیے بات آسان کرنے کو میاں نماز و تذلل تام و انتہائے تعلیم کی قیدیں بڑھالیں وہ خود اسی پروردگار ہرگز ترکیب صلاۃ الاسرار میں ان باتوں کا نشان نہیں ہاں محبوبان خدا کی نفس تعظیم بیشک اہم واجبات و اعظم قریات سے ہے قال اللہ تعالیٰ ومن یعظم حرمت اللہ فذلک خیر لہ عند ربہ وقال تعالیٰ ومن یعظم شعائر اللہ فانہما من تقوی القلوب ۵ وقال تعالیٰ انا ارسلناک شاحداً و مبشراً و نذیراً ۵ لو آمنوا باللہ ورسولہ و تعزوا وہ و توفروا ۵ خود منکر نے کہا کہ صحابہ کرام تعظیم سید الانام علیہم الصلاۃ والسلام میں ہم سے زیادہ تھے بلکہ شاید ابھی منکرین کو خبر نہیں کہ علمائے دین نے ردضہ منورہ کے حضور خاص بیانات و قیام کرنے کا حکم دیا تو منکر کو اس قید کا اضافہ بھی کام نہ آیا بلکہ گناہ بے لذت ٹھہرا لباب و شرح لباب کی عبارت عنقریب مذکور ہوگی بالفعل اختیار شرح مختار و فتاویٰ علیہ کی تصریح کیجیے فرماتے ہیں یتوجہ الی قبرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و یقفن کما یقفن فی الصلاۃ و یمثل صورۃ الکرمۃ البھیۃ الیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرٹ توجہ کرے اور یوں کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور حضور کی صورت مبارک کا تصور باندھے) اسے عزت و اصل کا یہ ہے کہ محبوبان خدا کے لیے جو تواضع کی جاتی ہے وہ نہ حقیقت خدا ہی کے لیے تواضع ہے و لہذا بکثرت احادیث میں اُستاد و شاگرد و علما و عام مسلمین کے لیے تواضع کا حکم ہوا جنہیں جمع کیجیے تو دفتر طویل ہوتا ہے طبریٰ بن محمد اوسط اور ابن عدی کامل میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں تعلوا العلم و تعلوا للعلم السکینۃ والوقار و تواضعوا لمن تعلون منہ علم یکوہ اور علم کے لیے سکون و محابت یکوہ اور جس سے علم سیکتے ہو اس کے لیے تواضع کرو اور خطیب نے کتاب الجامع لآداب الراوی والاسماع میں اُن سے یوں روایت کی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تواضعوا لمن تعلون منہ و تواضعوا لمن تعلونہ و لا تکوفا جابرۃ العلماء یغلب جملہ علم کے جس سے علم سیکتے ہو اس کے لیے تواضع کرو اور جسے علم سکھاتے ہو اس کے لیے تواضع کرو اور منکر عالم نہ ہو کہ تمہارا جبل تمہارے علم پر غالب ہو جائے) اب ایضہ علی نے تصریح فرمائی کہ غیر خدا کے لیے تواضع حرام ہے خدا ہی ہند و میں ہے تواضع لغیر اللہ حرام کذا فی الملقط تو بات وہی ہے کہ انبیاء و اولیاء و علما و مسلمین کے واسطے تواضع اس لیے ہے کہ منکر کے

نبی ہیں یہ اللہ کے ولی ہیں وہ دین الہی کے قیم ہیں یہ لقب الہیہ پر قائم ہیں تو علت تواضع جب وہ نسبت ہے جو انہیں بارگاہ الہی میں حاصل تو یہ تواضع بھی درحقیقت خدا ہی کے لیے ہوئی جیسے صحابہ کرام و اہل بیت عظام کی تعظیم و محبت بعینہ محبت و تعظیم سید عالم ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما نص علیہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی غیر ما حدیث و نحو فی غنی عن سر دھا جھنا فضا ہی شوا رد بل معلومہ الموائد تواضع لیس اللہ کی شکل یہ ہے کہ عیاذ اللہ کسی کا فر یا دنیا دار غنی کے لیے اس کے سبب تواضع ہو کہ یہاں وہ نسبت موجود ہی نہیں یا موجود ہے تو ملحوظ نہیں اسے عزیز کیا وہ احادیث کثیرہ بشیرہ جن میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے خشوع و خضوع بجا لانا مذکور اس وجہ اشتهار پر نہیں کہ فقیر کو ان کے مجمع و استیعاب سے غنا ہو اواد و نسا ئی نزدیکی ابن ابی اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی قال اتیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و اصحابہ حولہ کأن علی رؤسہم الطیر من سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا حضور کے اصحاب حضور کے گرد تھے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں یعنی سر جو کائے گردنیں خم کیے بے حرج و حرکت کہ پرندے لکڑی یا پتھر جا کر سروں پر آ بیٹھیں اس سے بڑھ کر اخشوع کیا ہوگا ہند بن ابی ہار و صاف النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رضی عنہ کی حدیث حلیہ اقدس میں ہے اذ انکلم اطون حلسا وہ کأن علی رؤسہم الطیر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کلام فرماتے جتنے حاضران مجلس ہوتے سب گردنیں جھکا لیتے گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں ۔

عجب است باوجودت کہ وجود من بماند تو بگفتن اندر آئی و مرا سخن بماند

مولانا جامی قدس سرہ السامی نفحات الانس شریف میں لکھتے ہیں یکے از شایخ گوید کہ من و شیخ علی ہسینی در مدرسہ شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بودیم کہ یکی از اکابر بغداد پیش آمد و گفت یا سیدی قال جدک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من دعی فلیجب دھا ناد عودا الی منزلی گفت اگر مرا اذن کنند بیایم زمانے سرور پیش انداخت پس گفت می آئیم و براستر سوار شد شیخ علی ہسینی رکاب راست دی گرفت و من رکاب چپ تا بسراے آن شخص رسیدیم ہمہ شایخ بغداد و علما و اعیان آنجا بودند سلاطے بر شیند بروی اذاع نعمتھا و سلاطے بزرگ سرو پوشیدہ دکھن و شہر آوردند و در آخر سلاطے بہناد بعد ازاں آن شخص کہ صاحب دعوت بود گفت الصلا و شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرور پیش آگندہ بود و شیخ خورد و اذن نیز نداد و بیکس ہم خورد و اهل المجلس کأن علی رؤسہم الطیر ہیبتہ یعنی اہل مجلس کہ تمام اولیا و علما و عمائد بغداد تھے ہیبت سرکار قادریہ کے سبب ایسے بیٹھے تھے گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں (مقصود اسی قدر تھا اگر ایسی جاں فزا بات کا نام تمام بہناد دل کو نہیں بجا آتا مگر تفریح قلوب سنت و غیظ صدور بدعت کے لیے تمتہ روایت نقل کروں فرماتے ہیں شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ من و شیخ علی ہسینی اشارتی کر دے کہ آں سلاطے پیش آکر یہ برخاستیم و آں را پیش برداشتیم پس گراں بود در پیش شیخ ہنادیم و درودا سر آنا بکشا دیم فرزند آن شخص بود نا بیٹاے مادر زاد پر جانے ماندہ و مجدوم و مفلوج گشتہ شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دی را گفت قہر باذن اللہ معافی آں کو دک برخاست دواں و بیٹا ویرایج آفتی نے فریاد یہ فائدہ ضرور ملاحظہ ہو سلاطے عجیب تر بشنو۔ مرزا مظہر جانجانا صاحب اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں ایساں بجناب پیر خود نوشتند کہ محبت شہا بر محبت خدا و رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غالب است و موجب افعال می شود در جواب بزرگداشتند کہ محبت پیروں میں محبت خدا و رسول است و سبب جذب کمالات الہیہ کہ در باطن پیر ثابت است کی شود سے چل دیدہ عقل آمد اول : مہمورد و سہری است اول : ہ انتہی بلفظہ ۱۱ منہ

از حاضران برخاست شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ در انبوه مردم بیرون آمد و بیچ خورد پیش شیخ ابوسعید قلیوی رقم و آن قصہ بادے گفت کہ گفت
شیخ عبدالقادر پیری الاکسمہ و اکابر صومالیہ الموتی باذن اللہ عز وجل ست انتہی سے

قادر قدرت تو داری ہر چہ خواہی آن کنی مردہ را جانے دہی و در دریاں کنی

امام ابو ابراہیم قمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں واجب علی کل مؤمن متعہ ذکرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ذکر عندہ ان یخضع و یخضع و
یتوقر و یسکن من حرکتہ و یاخذ فی ہیبتہ و اجلالہ بما کان یاخذ بہ نفسہ لو کان بین یدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
و یتأدب بما ادبنا اللہ تعالیٰ بہ ہر مسلمان پر واجب ہے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یاد کرے یا اُس کے سامنے حضور کا
ذکر آئے خضوع و خشوع بجالائے اور باوقار ہو جائے اور اعضا کو حرکت سے باز رکھے اور حضور کے لیے اُس ہیبت و تعظیم کی حالت پر ہو جائے
جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربر اُس پر طاری ہوتی اور ادب کرے جس طرح خدا تعالیٰ نے ہمیں اُن کا ادب سکھایا ہے امام
علامہ شہاب الدین خاں نسیمی ریاض میں اس قول کے نیچے لکھتے ہیں یغرض ذلک ویلاحظہ و یتشہد فکانہ عندہ یعنی یاد حضور
کے وقت یہ قرار دے کہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربر حاضر ہوں اور حضور کا خیال کرے اور صورت اقدس کا تصور
باندھے گویا حضور کے سامنے حاضر ہے (امام اجل سیدی قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ شفا شریف میں امام قمی کا ارشاد نقل کر کے فرماتے
ہیں و ہذا کانت سیرۃ سلفنا الصالح و ائمتنا الماضین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہمارے سلف صالح و ائمہ سابقین رضی اللہ تعالیٰ
عنہم کا یہی داب و طریقہ تھا) اور فرماتے ہیں کان مالک اذا ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتغیر لونہ و ینحني امام مالک
رحمہ اللہ تعالیٰ جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرتے رنگ اُن کا بدل جاتا اور جھک جاتے نسیم میں ہے لشدہ خشوعہ
یہ جھک جانا سبب شدت خشوع تھا شفا شریف وغیرہ تصانیف علماء میں اس قسم کی بہت روایات مذکور شاہ ولی اللہ قصیدہ ہمزہ میں
لکھتے ہیں

ینادی ضارعا بخضوع قلب و ذل و ابتہال و التجاء

رسول اللہ یا خیر البرا یا فوالک ابقی یوم القضاء

ذیکہ صاف بتاتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ندا اور حضور سے عرض حاجت کرے تو تضرع و خضوع قلب و تذلل الخارج و ناری
سب کچھ بجالائے میں کہتا ہوں واللہ ایسا ہی چاہیے مگر آپ کے ان شرک فروشوں کی دوا کوں کرے غرض اس مطلب نفیس میں کلمات علماء کا
استنباط کیجیے تو دفتر چاہیے لہذا میں یہاں منک متوسط اور اُس کی شرح مسلک تنقسط کی ایک نفیس عبارت کہ بہت فوائد عظیمہ پر مشتمل
تخصیصاً اور ذکر کرتا ہوں مولانا رحمۃ اللہ سندی متن اور فاضل علی قاری شرح میں فرماتے ہیں فاذا فرغ من ذلک قصد التوجہ الی
القبر المقدس و فرغ القلب من کل شئی من امور الدنیا و اقبل بکلیتہ لما ہو بصددہ لیصلہ قلبہ للاستمداد منہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم و لیلحظ مع ذلک الاستمداد من سعة عفوہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و عطفہ و رافقہ (ای شدۃ
رحمتہ علی سائر العباد) ان یسامحہ فیما عجز عن ازالۃ من قلبہ ثم توجہ (ای بالقلب و القلب) مع رعایۃ غایۃ الادب

فقام تجہ الوجہ الشریف متواضعا خاضعا خاشعا مع الذلۃ والاکسار والخشۃ والوقار والہیبة والافتقار غاض الطرف
مکفوف الجوارح (من الحركات) فارغ القلب (عن سوى مقصوده ومرامه) واضعا یمینہ علی شمالہ (تأوبا فی حال اجلالہ)
مستقبلا للوجہ الکریم مستدبرا للقبلة ناظرا الی الارض متمثلا بصورۃ الکریمۃ فی خیالک مستشعرا بانہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم عالم بحضورک وقیامک وسلامک (بل یجسم افعالک واحوالک وارتحالک ومقامک) مستحضرا عظمتہ و
جلالتہ وشرافہ وقدرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم قال من غیر رفع صوت (لقولہ تعالیٰ ان الذین یضنون اصواتہم
عند رسول اللہ الا یہ) ولا اخفاء (ای بالمرة لغوت الاسماع انذی هو السمۃ وان کان لا یخفی شیء علی الحضرة) بحضور
(قلب واستفیاء) السلام علیک ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ ثم یقول یا رسول اللہ اسألت الشفاعۃ ثلاثا (لانہ اقل
مواجب الحاج لتحصیل المثال فی مقام الدعاء والسؤال) یعنی جب مقدمات زیارت سے فارغ ہو قبر انور کی طرف توجہ کا قصد اور
دل کو تمام خیالات دنیویہ سے فارغ کرے اور ہمہ تن اُس طرف متوجہ ہو جائے تاکہ اُس کا قلب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آمنا
کے لائق ہو یا ایہم جو خیال مجبورانہ دل میں باقی رہے جس کے ازالہ پر قادر نہ ہو اُس کی معافی کے لیے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کمال
معفرت و ہر بانی درافت اور تمام بندوں پر حضور کی شدت رحمت سے مدد مانگے پھر دل و بدن دونوں سے نہایت ادب کے ساتھ ماہر شریف
میں حاضر ہو تواضع و خضوع و خشوع و تذلل و اکسار و خوف و وقار و ہیبت و احنیان کے ساتھ آنکھیں بند کیے اعضا کو حرکت سے
روکے دل اُس مقصود مبارک کے سوا سب سے فارغ کیے ہوئے ادب و تعظیم حضور کے لیے دھنا ہاتھ بالیں پر رکھے حضور کی طرف موخہ اور
قبلہ کو پیٹھ کیے نگاہ زمین پر جمائے رہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت کریمہ کا تصور باندھے اور ہوشیار ہو کہ حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی حاضری و قیام و سلام بلکہ تمام افعال و احوال اور منزل بمنزل کے قیام و ارتحال پر مطلع ہیں اور حضور کی عظمت
وجلال و شرف و منزلت کو خوب خیال کرے پھر ذوق آواز بلند ہو کہ اللہ تعالیٰ اُن کے حضور نسبت آواز کا حکم دیتا ہے ذبا کل آہستہ جس میں نشانے
کی سنت فوت ہو اگرچہ سرکار پر کچھ پوشیدہ نہیں اس طرح حضور قلب و شرم و حیا کے ساتھ عرض کرے السلام علیک ایھا النبی و
رحمة اللہ وبرکاتہ پھر کہے یا رسول اللہ میں حضور سے شفاعت مانگتا ہوں یا رسول اللہ میں حضور سے شفاعت مانگتا ہوں یا رسول اللہ
میں حضور سے شفاعت مانگتا ہوں میں بار اس لیے نہ کہ یہ دعا سوال میں حصول مقصود کے واسطے ادنیٰ مرتبہ الحاج کا ہے و صلی اللہ
تعالیٰ علی قاضی حاجاتنا و معطی مراداتنا سیدنا و مولانا محمد وآلہ و صحبہ اجمعین ان احادیث و روایات و کلمات طیبات سے
کالشمس فی وسط السماء روشن و آشکا ہو گیا کہ ہنگام توسل محبوبانِ خدا کی طرف موخہ کرنا چاہیے اگرچہ قبلہ کو پیٹھ ہو اور دل کو اُن کی طرف
خوب توجہ کرے یہاں تک کہ ہر این و آن خاطر سے محو ہو جائے اور اُن کے لیے خضوع و خشوع محمود و مشروع اور اس میں اُن کا زمانہ و وقت
ظاہری و حضور قد و ذکر مجرب و سب برابر ہے اور ان کے سوا عبارت اخیرہ سے جو اور فنا و جمیلہ و عوامہ و جلیلہ ماحصل ہوئے بیان سے غنی ہیں
والحمد للہ رب العالمین پس زید منکر نے کہ توبہ قلب و مشروع و ہیأت نماز وغیرہ کی قیدیں بڑھا کر گن کیا تھا کہ اب اُسے اثبات عدم
جو از کی طرف راہ آسان ہوگی بجا اللہ ثابت ہو کہ اُس کا محض خیال ہی خیال تھا واللہ یحق الحق بکلمتہ ولو کوہ المبطون فقیر حیران ہے

کہ اس نماز مبارک میں اول تو صلاۃ مفروضہ کے بعد قبلے سے انحراف کہاں اور کبھی تو اس میں کیا گناہ ہے ہر نماز مفروضہ کے بعد امام کو قبلے سے انحراف سنت معلوم ہے پھر اسے مانعیت میں کیا مداخلت ہاں جو کچھ غیظ و غضب کرنا ہو تعین سمت پر کیجیے اور اس کا جواب مرزا مظہر جانجاناں شہید سے لے لیجیے جنہیں شاہ ولی اللہ دہلوی اپنے مکتوبات میں نفس زکیہ - قیم طریقہ احمدیہ - داعی سنت نبویہ تھلی باذرع فضائل و فاضل لکھتے ہیں اور حاشیہ مکتوبات پر شاہ صاحب مذکور سے مرزا صاحب موصوف کی نسبت منقول انچہ قدر ایشاں مامردم میدانیم شاہچہ دانید احوال مردم ہند برما مخفی نیست کہ خود مولد و منشأ فقیرست و بلاد عرب را نیز دیدہ ایم و سیر نمودہ و احوال مردم ولایات از ثقات آنجا شنیدہ ایم و تحقیق کردہ عزیزے کہ بر جادہ شریعت طریقت و اتباع کتاب و سنت ہمچنین استوار و مستقیم باشد و در ارشاد طالبان شان عظیم و نفسے قوی دارد و دریں جزو زمان مثل ایشاں در بلاد مذکور یافتہ نمی شود مگر در گزشتگان بلکہ در ہر جزو زمان وجود ایں چنین عزیزاں کثر ہوئہ است چہ جائے ایں زمان کہ پرفتند و فسادست انتہی یہی جناب مرزا صاحب اپنے مکتوبات میں ایک مرید رشید کو (جن کی بی بی کی نصیحت فرمایا تھے پاک در خاک آن عقیقہ کاشتہ ایم بروقت مقدس سبز خواہ شد) تحریر فرماتے ہیں انچہ از قصد خود و مردم خانہ بجانب شاہ جمال گذشتہ اند بشرط امن مبارکست و تا رسیدن شما فقیر انشاء اللہ تعالیٰ بعد نماز یکے و گھڑی روز برآمدہ پیش از علقہ یا بعد آں بجانب آں ستورہ شما متوجہ خواہ شد باید کہ ہر روز منتظر و متوقع فیض رو بایں طرف کردہ بعد نماز صبح بنشینند کہ محبت ایں عقیقہ کہ فرزند ماست در دل فقیر تاثیر کردہ است انچہ دوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں جان من سلامت باشی و دریں مدت مفارقت دو رقعہ شمارید و جزو جاں گردیدہ باید دید کہ انکار یا ماچہ میکند ہر صبح بعد نماز متوجہ بفقیر بنشیند بے ناغہ توجہ میدہم اگر کسی توجہ نگیرد زیادہ عمر و مزہ عمر باد انتہی ملخصاً انھیں مرزا صاحب کے ملفوظات میں ہے نسبت ما بجناب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ میرسد و فقیر انیا زے خاص ما بجناب ثابتست در وقت عروض عارضہ جسمانی توجہ با تضرع واقع می شود و سبب حصول ثفا میگردد انچہ شاہ ولی اللہ صاحب نے مکتوب شرح رباعیات میں اپنی یہ رباعی لکھی ہے۔

آنا نگہ زا و ناس ہمیں جہتند باجستہ از اہل تہم ہوسند
فیض قدس از ہمت ایشاں میجو دروازہ فیض قدس ایشاں ہستند

پھر اس کی شرح میں لکھا یعنی توجہ بارواح طیبہ شاہج در تہذیب روح و سر رفع بلع دارد انھیں شاہ صاحب نے ہجعات میں حدیث نفس کا یوں علاج بتایا بارواح طیبہ شاہج متوجہ شود و برائے ایشاں فاتحہ خواند یا زیارت قبر ایشاں رود از آنجا انجذاب در پوزہ کند نفیسہ امام علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان میں فرماتے ہیں لم یزل العلماء و ذو الحاجات یزورون قبر الامام ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و یتوسلون عنده فی قضاء حوائجہم و یرون نجر ذلك منهم الامام الشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فانه جاء عنہ انه قال انی لا یتبرک با بیحنیفۃ و اجمعی الی قبرہ فاذا عرضت لی حاجۃ صلیت رکعتین و جئت الی قبرہ و سألت اللہ تعالیٰ عنده ففقضی ساریا یعنی ہمیشہ سے عل و اہل حاجت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مراد مبارک کی زیارت اور اپنی حاجت روا کیوں کو بارگاہ آسمانی میں اُن سے توسل کرتے اور اس سبب سے فوراً مرادیں پاتے ہیں

اُن میں سے ہیں امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ فرماتے ہیں میں ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تبرک کرتا اور اُن کی قبر پر جاتا ہوں اور جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے دو رکعت نماز پڑھتا اور اُن کی قبر کی طرف اگر خدا سے سوال کرتا ہوں کچھ دیر نہیں لگتی کہ حاجت روا ہوتی ہے (فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالیٰ لہ یہاں نکات غامضہ ہیں کہ اُن پر مطلع نہیں ہوتے مگر توفیق والے جب معلوم ہو گیا کہ حق جل و علا عز و مجد کی طرف اُس کے محبوبوں سے توسل محمود و مقصود و سنت ماثورہ و طریقہ مامورہ اور ہنگام توسل اُن کی جانب توجہ درکار یہاں تک کہ جب خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی نے سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا دعائیں قبلہ کی طرف موخہ کروں یا مزار مبارک حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف فرمایا ولم تصرف وجهک عنہ وهو وسیلتک و وسیلۃ ابیک آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام الی اللہ تعالیٰ یوم القیامۃ بل استقبلہ واستشفع بہ فیشفعک اللہ تعالیٰ کیوں اپنا موخہ اُن سے پھیرتا ہے وہ قیامت کو تیرا تیرے باپ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ ہیں بلکہ انھیں کی طرف موخہ کر اور شفاعت مانگ کہ اللہ تعالیٰ تیری درخواست قبول فرمائے) (اخر جہ الامام القاضی عیاض فی الشفاء وغیرہ فی غیرہ اور سوال حاجت سے پہلے دو رکعت نماز کی تقدیم مناسب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاسْتَعِیْزُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَوةِ ط پھر کامل اکسیر یہ ہے کہ کسی محبوب خدا کے قریب جائے اسی طرف حق جل و علا نے قرآن عظیم میں ہدایت فرمائی کہ ارشاد کرتا ہے وَلَوْ اَنھُمْ اذ ظَلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَاؤْکَ فَاسْتَغْفِرُوْا اللّٰہَ وَاسْتَغْفِرَ لَھُمُ الرّٰسُوْلَ لَوْ جَدَّ اللّٰہُ تَوَابًا رَّحِیْمًا اور اگر وہ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے حضور حاضر ہو کر خدا سے بخشش چاہیں اور رسول اُن کے لیے استغفار کرے تو بیشک اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں) سبحان اللہ خدا ہر جگہ نسبتاً ہے اور بے سبب مغفرت فرماتا ہے مگر ارشاد یوں ہوتا ہے کہ گناہگار بندے تیری خدمت میں حاضر ہو کر تم سے دعائے بخشش کریں اور قدیم و حدیثاً علیاً و صلحاً اس آیت کریمہ کو زمانہ حیات و وفات سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عام اور حاضری مزار مبارک کی حاضری مجلس اقدس کی مثل سمجھا کیے اور اوقات زیارت میں یہی آیت کریمہ تلاوت کر کے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہے اس مضمون کی بہت روایات و حکایات موابہب لدنیہ و منج محمدیہ و مناقب النبوة و جذب القلوب الی ديار المحبوب و خلاصۃ الوفا فی اخبار دار المصطفیٰ وغیرہ تصانیف علی میں مذکور و مشہور بعض اُن سے حضرت مقدم المحققین خدمت والدہ القدس سرہ الماجد نے سرور القلوب فی ذکر المحبوب میں ذکر کر کے اس مسئلے کا اثبات فرمایا من شاء فلیتشرک بمطالعتہ اسی طرح بہت غل مصنفان مناسک باب زیارت شریفہ مدینہ طیبہ میں وقت حاضری اس آیت کو پڑھ کر استغفار کا حکم دیتے ہیں تو ثابت ہوا کہ محبوبان خدا کی طرف جانا اور بعد وصال اُن کی قبور کی طرف چلنا دونوں یکساں جیسا کہ سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار فاضل الانوار کے ساتھ کیا کرتے اب یہ کہ گدائے سرکار قادر یہ اُس آستان فیض نشان سے دور و محو رہے گو بعد نماز مزار اقدس تک جانے کی حقیقت اسے میسر نہیں تاہم دل سے توجہ کرنا اور چند قدم اُس سمت چل کر اُن چلنے والوں کی شکل بناتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث حسن میں ارشاد فرمایا من تشبہ بقوم فهو منهم جو کسی قوم سے مشابہت پیدا کرے وہ انھیں سے ہے (اخر جہ الطہرانی فی الاوسط عن حدیثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باستاد حسن وان کان طریق ابی داود عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما لیس بذلك ایک نکتہ تو اس چلنے میں ہے ثانیاً توسل میں توجہ باطن ضرور اور ظاہر عنوان باطن لہذا یہ چلنا مقرر ہوا کہ حالت قالب حالت قلب پر شاہد جو جس طرح سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استغاث میں قلب روا فرمایا کہ قلب لباس قلب احوال

دکشف باس کی خبر سے شاہ ولی اللہ نے قول الجلیل میں قضائے حاجت کے لیے صلاۃ کن فیکون کی ترکیب لکھی جس کے آخر میں ہے کہ پھر پگری
اُتارے آستین گلے میں ڈالے پچائش بار دعا کرے ضرور ستیاب ہو) اُس پر اُن کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں بعض نادانوں
نے اعتراض کیا ہے آستین گردن میں ڈال کر جو جائز ہو گا حالانکہ ادعیہ ماثورہ میں یہ ثابت نہیں ہم جواب دیتے ہیں کہ قلب ردائینی چادر کا اُلٹا
پلٹنا نماز استسقاء میں رسول علیہ السلام سے ثابت ہے تا حال عالم کابل جائے تو اس طرح آستین گردن میں ڈالنا امر مخفی کے اظہار کے واسطے
یعنی تقصر کے واسطے حصول شعار گردش حال کے یا مقصود کے کیونکر ناجائز ہو گا۔ اتنی مترجمائے ترجمۃ الملوسی خرم علی البلبھوری فی شفاء
العلیل ترجمۃ القول الجلیل میں کہتا ہوں جب آستین گلے میں باندھنا یا آنکھ طرق ماثورہ میں وارد نہیں اس وجہ سے کہ اُس میں تقصر مخفی کا
اظہار شدید ہے اگرچہ نفس اظہار گزر گزرنے کی صورت سے حاصل تھا جائز ٹھہرا تو یہ چند قدم جانب عراق محترم چلنا اس وجہ سے کہ اُس میں
توجہ مخفی کا اظہار قوی ہے کیونکہ ناجائز ہو گا مثلاً ظاہر صلیح خاطر و لہذا جس امر میں جمع عزیمت و صدق الایات کا اہتمام چاہتے ہیں وہاں اس کے
مناسب افعال و دوا رح رکھے جاتے ہیں کہ ان کی مدد سے خاطر جمع اور انتشار دفع ہو اسی لیے نماز میں لفظ بہ نیت بقصد جمع عزیمت علمائے
مستحسن رکھا کہ فی الملبسوط والہدایۃ والکافی والحلیۃ وغیرہا شاہ ولی اللہ ترجمۃ البالغہ میں لکھتے ہیں من جبلة الانسان انه
اذا استقر فی قلبه شیء جری حسب ذلك الارکان واللسان وهو قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی جسد ابن آدم مضغۃ
الحديث ففعل اللسان والارکان اقرب مظنة وخليفة لفعل القلب اور یہی سر ہے کہ کبیر تحریر کے وقت دفع یدین اور تشہد میں
انگشت شہادت سے اشارہ مقرر ہوا شاہ ولی اللہ اسی کتاب میں لکھتے ہیں الہیۃ المندوبۃ ترجع الی معان منها تحقیق الخضوع کصفت
القدمین ومنها محاکاة ذکر اللہ تعالیٰ باصابعہ ویدۃ حذو ما یعقلہ مجتہد نہ کر رفع الیدین والاشارۃ بالمسبحۃ لیکون بعض الامور
معاضد البعض الخ اہ ملخصاً اور اسی قبیل سے ہے دعائیں ہاتھ اٹھانا چہرے پر پھیرنا شاہ ولی اللہ تقصر کرتے ہیں کہ یہ افعال رغبت
باطنی کی تصویر بنانے کو ہیں کہ قلب اُس پر خوب متنبہ ہو جائے اور حالت قلب ہیأت بدن سے تائید پائے کتاب مذکور میں ہے اما رفع
الیدین وسمی الوجه بہما قصور للرغبۃ ومظاہرۃ باین الہیۃ النفسانیۃ وما یبنا سبہا من الہیۃ البدنیۃ وتنبیہ للنفس علی
تلك المحالۃ بعینہ ہی حالت اس چلنے کی ہے کہ رغبت باطنی کی پوری تصویر بتاتا اور قلب کو انجذاب تام پر متنبہ کرتا ہے جیسا کہ اس عمل شریف
کے بجالانے والوں پر روشن گوئی ہو مجرم بنجر باش ع ذوق ایں شے شناسی بخدا تا بخشی ہد رابعاً سنت نبوی علی صاحبہا الصلاۃ والتیمۃ
ہے کہ جہاں انسان سے کوئی تقصیر واقع ہو عمل صالح وہاں سے ہٹ کر کرے اسی لیے جب ایک بار سفر میں آخر شب حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نزول فرمایا اور آنکھ نہ کھلی یہاں تک کہ آفتاب چمکا حضور نے وہاں نماز پڑھی اور فرمایا
اس جگہ شیطان حاضر ہوا تھا اپنے مرکبوں کو یہاں لیے چلے آؤ پھر وہاں سے تجاوز فرما کر نماز قضا کی مسلم فی صحیحہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ قال عن سماع نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلم نستقیظ حتی طلعت الشمس فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
لیأخذ کل رجل برأس راحلته فان هذا منزل حضورنا فیہ الشیطان قال ففعلنا ثم دعا بالماء فتوضأ الحدیث یہاں بھی جب یہ
محتاج ذکر کثرت نماز پڑھ چکا اور اب وقت وہ آیا کہ جہت توسل کی طرف موٹ کر کے اللہ جل جلالہ سے دعا چاہتا ہے نفس نمازیں جو کثرت حضور
وغیرہ قصور سرزد ہوئے یاد آئے اور سمجھا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں شیطان کے دخل نے مجھ سے مناجات الہی میں تقصیر کرا دی ناچار ہٹتا ہے اور

پڑھا کہ جنت توجہ اس کے لیے اولیٰ دایسرینا و شمالاً انصراف میں ترک توجہ اور رجعت قمری بعد کی صورت اور اقبال نشان اقبال
کان ہوا لختا و خامسا خادم شرع جانتا ہے کہ صاحب شرع صلوات اللہ وسلامہ علیہ کو باب دعا میں تفاعل پر بہت نظر ہے اسی لیے ہر قاف
میں قلب و ذرا فرمایا کہ تبدیل حال کی فال ہو الدار قطنی بسند صحیح علی اصول عن الامام ابن الاعلام ابن الامام جعفر بن محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ
عنہم عن ابیہ انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حول دعاءہ للیقول القبط امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں قالوا والتحویل شرع تفاعل لا
تبعید الحال من القبط الی نزل الثیث والخصب ومن ضیق الحال الی سعته اسی لیے بدخواہی کے بعد جو اس کے دفع شرک دعا
تعلیم فرمائی ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہوا کہ کروٹ بدل لے تاکہ اس حال کے بدل جانے پر قال حسن ہو مسلم و ابو داود والضحائی وابن ماجہ
عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما مرفوعاً اذا راٰی احدکم الرؤیا یکرہہا فلیبص عن یسارہ ثلاثا ولیستغذ باللہ من الشیطان
ثلاثا ولتقول عن جنبہ الذی کان علیہ علامہ مناوی تیسیر میں لکھتے ہیں تفاعل لا بقول تلك الحال اسی لیے ہنگام استعجاب و ست
جانب آسان رکھے کہ برچھانے اور بیان آنے کی فال ہو مسلم عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم استسقی
فاشار بظہر کفہ الی السماء اشعة اللغات شرح مشکوٰۃ میں ہے طلبے گفتے ایں نیز برائے تفاعل ست بقلب و تبدیل حال شل صنیع وے
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در تحویل روا اشارت بطلوب کہ بطون صاحب بجانب زمین گرد و بریزد و انچہ دست از امطار و اللہ تعالیٰ اعلم
اسی لیے علانے مستحب رکھا جب دفع بلا کے لیے دعا ہو پشت دست سوئے سا ہو گویا ہاتھوں سے آتش فتنہ کو بجھاتا اور جوش بلا کو دباتا ہے
اشد میں ہے گفتے اندچوں دعا برائے طلب و سوال چیزے از نعا بود مستحب است کہ گردانیدہ شود بطن کفہ بجانب آسان و ہر گاہ کہ برائے دفع
و دفع فتنہ و بلا باشد پشتائے دست بجانب آسان کند از برائے الطغائے ناز و فتنہ و بلا دست کردن وقت حادثہ و غلبہ آں اسی لیے دعا کے بعد چہرے
پر ہاتھ پھیرنا سنون ہو کہ حصول مراد و قبول دعا کی فال ہو گویا دونوں ہاتھ خیر و برکت سے بھر گئے اس نے دو برکت اعلیٰ و اشرن اعضا پالٹ لی کہ اس کے
توسط سے بدن کو پہنچ جائے گی ترمذی و حاکم کی حدیث میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا رفع یدہ
فی الدعاء لم یجھلہما حتی یجھجھما و جھجھ علامہ عبد اللہ مناوی تیسیر میں فرماتے ہیں تفاعل لا باصاۃ المراد حصول الامداد اور حدیث حسن ابی داود
عن السائب بن یزید عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا دعا فرغ یدہ سحر و جھجھ بیدہ کے نیچے کھا تفاعل لا و
تیا منابا ان کفہ ملئت اخیرا فافاض منہ علی وجھہ اور حدیث ابی داود و یحییٰ عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم سلوا اللہ ببطون اکفکم ولا تسلوہ بظہورہا فاذا فرغتم فامسحوا بھما وجوھکم کے تحت میں کھا تفاعل لا باصاۃ المطلوب
و تبرکایا بصالہ الی وجھہ الذی ہوا مشرف الی اعضاء و منہ یمس الی بقیۃ البدن فاقبل علی قاری نے حرز ثین میں فرمایا
لعل وجھہ انہ اجماع الی قبول الدعاء و تفاعل بدفع البلاء و حصول العطاء فان اللہ سبحنہ یتسبیحہ ان یوید عبد صفرا
خالیا من الخیر فی الخلاء والملاء اسی طرح صاحب شرع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نائب جلیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقاصد شرع
پر لحاظ فرما کر خاص اُن کے موافق یہ چلنا مقرر فرمایا کہ نفی اعراض و عطاء قربت و حصول اغراض و اقبال اجابت کے لیے فال حسن ہو
واللہ تعالیٰ الموفق سادسا صحیح شریف میں بروایت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بت کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

و سلم عین نماز میں چند قدم آگے بڑھے جب جنتِ اقدس میں اتنی قریب حاضر کی گئی کہ دیوارِ قبلہ میں نظر آئی یہاں تک کہ حضور بڑھے تو اُس کے خوشہ ہائے انگور دستِ اقدس کے قابو میں تھے اور یہ نماز صلاۃ الکسوف تھی وذلک قوله (بعد ما وصف صلاۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الکسوف) ثم تأخر (یعنی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وتأخرت الصفوف خلفه حتی انقھنا (قال مسلم وقال ابوبکر یعنی ابن ابی شیبہ شیخہ حتی انقھ) الی النساء ثم تقدم وتقدم الناس معه حتی قام فی مقامہ فانصرف حین انصرف وقد اضت الشمس فقال (وقص الحديث حتی قال) ما من شیء توعد ونه الا وقد رأیتہ فی صلاتی هذه لقد جئ بالناز وذلکم حین رأیتونی تأخرت (وساق الخبر الی ان قال) ثم جئ بالجنة وذلکم حین رأیتونی تقدمت حتی قمت فی مقامی ولقد مددت یدی وانا ارد ان اتناول من ثمرها (الحديث مختصر) اسی طرح جب اربابِ باطن واصحاب مشاہدہ یہ نماز پڑھ کر روجہ توسل عراقِ شریف کی طرف متوجہ ہوتے ہیں انوارِ برکات و فیوض و خیرات اُس جانبِ مبارک سے باہر نکل جوش و ہجومِ پریم آتے نظر آتے ہیں یہ بیتا باند ان خوشہائے انگور جنتِ نورد باغاتِ سرور کی طرف قدمِ شوق پر بڑھتے اور ان عزیز ہماؤں کے لیے رزمِ باجائِ تلقی و استقبال بجالاتے ہیں سبحان اللہ کیا جائے انکار ہے اُس نیک بندے پر جو اپنے رب کی برکات و خیرات کی طرف ساعت کئے۔

ان جنتکم قاصدا السعی علی بصری لم اقص حقاً وای الحق ادیت

ہے ہم عامی جن کا حصہ یہی شفقۃ لسان و اضطرابِ ارکان ہے و بس نسأل اللہ العفو والعافیۃ ہم اس امر جمیل میں اُن اہل بصائر کے طفیل ہیں ع و لا ارض من کأس الکلام نصیب جیسے نماز کہ اُس کے اکثر افعال و احکام اُن اسرار و حکم پرستی جو حقیقتِ صرف احوالِ سنہ اہلِ قلوب پرستی پھر عوام بھی صورتِ احکام میں اُن کے مشارک مثلاً نماز نہاڑی میں اخفا واجب ہو اور لیل میں ہر کہ لیل آیتِ لطف ہے اور اُس کی تجلی لطیف اور نہاڑی تہری ہے اور اُس کی تجلی شدید پھر تجلی جہری تجلی ستری سے بہت قوی و گرم تہذیب تبدیل کے لیے تجلی تہری کے ساتھ ٹھنڈی تجلی رکھی گئی اور لطفی کے ساتھ گرم حجت و حیدرین میں باوجود نہایت حکم ہر ہوا کہ بوجہ کثرتِ حاضرین انس حاصل اور دہشتِ زائل اور قلب بوجہ شہودِ خلق شہودِ تجلی سے قدرے ذابل بھی ہوگا مہذا ایک ہفتہ کی تفصیلات جمع ہو کر حجاب میں گونہ قوت پیدا کرتی ہیں تو گلہ ہے اسے یہ معاملہ مناسب ہو اور اپنی حرارت سے اُسے گلادے جیسے اطباء خطوطِ دقیقہ دیکھنے سے منع کرتے اور نادراً بغرضِ قرین اُسے علاج سمجھتے ہیں اور کسوف میں گو جماعت کثیر اور وقفہ طویل ہے پھر بھی اختا ہی رہا کہ وہ وقتِ تحویلِ تجلی جلال اور وقفہ طویل ہے جہز ہو سکے گا اسی لیے ہمارے نزدیک نماز جنازہ میں اصلہ قرات نہیں کہ یہ سببِ عظیم و تجلی جلالِ تجلی شدید قرآنی سے جمع نہ ہو اور جو قرات کہتے ہیں وہ بھی جہز نہیں رکھتے کہ شدتِ بر شدت بڑھ جائے گی۔ شب کو آٹھ رکعت تک ایک نیت سے جائز اور دن کو چار سے زیادہ منع کہ سنتِ آئیم ہے تجلی ثیافِ شام دار کرتے اور ہر ثانی میں اول سے قوی بھیجتے ہیں تو تجلی گرم نہاڑی کے ساتھ چار سے آگے تاب نہ آئے گی اسی لیے ہر دو رکعت پر جلسہ طویل کا حکم ہوا کہ خوب آرام پائے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد واجب ہوئی کہ لطفِ جمال سے حظ اٹھائے اور پھلی رکعتوں میں قرات معات کہ تجلیات بڑھتی جائیں گی شاید دشواری ہو اور منفرد پر جہز واجب نہیں کہ بوجہ تنہائی دہشت و ہیبت زیادہ جوتی ہے عجیب نہیں کہ تاب نہ لائے تو اُسے اُس کے حال و وقت پر چھوڑنا مناسب رکوع و سجود میں قرات قرآن

منوع ہوئی کہ ان کی تجلی تجلی قیام سے سخت اشد دوسری تجلی شدید قرات مل کر افراط ہوگی نیز خود میں قرات منوع ہوئی کہ وہ آرام دینے کے لیے رکھا گیا تجلی قرآنی کی شدت مل کر اسے مقصود سے خالی کر دے گی اسی لیے رکوع کے بعد قمرہ کا حکم ہوا کہ اس تجلی قوی سے آرام لے کر تجلی آؤی کی طرف جانے ورتاب دلائے گا اسی بنا پر بین السجدین اطمینان سے بیٹھنا واجب کیا گیا کہ تجلی سجدہ ثانیہ اور اشد و اعظم ہوگی اشد برآمد کی توالی سے نبیان بشری نہ منہدم ہو جائے امام عارف باشر عبد الوہاب شمرانی قدس سرہ الربانی میزان میں نقل فرماتے ہیں انہ وقع لبعض تلامذۃ سیدی عبد القادر حیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ سجد فصار یضعل حتی صار قطرة ماء علی وجه الارض فاحذہا سیدی عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بقطنۃ ودفنہا فی الارض وقال سبحن اللہ رجع الی اصلہ بالتجلی علیہ یعنی حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض مریدوں نے سجدہ کیا جسم گھٹنا شروع ہوا یہاں تک کہ گوشت پست ہڈی پہلی کسی شے کا نشان رہا صرف ایک بوند پانی کی زمیں پڑی رہ گئی حضور پر نور نے رفی کے پھوٹے سے اٹھا کر زمین میں دفن کر دی اور فرمایا سبحن اللہ تجلی کے سبب اپنی اصل کی طرف پلٹ گیا

قسمت نگر کہ کشتہ اشغیر عشق یافت مرگے کہ زندگان بدعا آرزو کنند

سابقاً دیدہ انصاف بے غبار و صاف ہو تو احادیث صحیحہ سے اس کا بھی پتا چلتا ہے کہ جہاں جانا چاہے اس طرف چند قدم قریب ہونا اور جہاں سے جہاں مقصود ہو اس سے کچھ گام دور ہونا بھی نافع و بکار آمد ہوتا ہے جب کمال قرب و بعد میسر نہ ہو طہرانی نے مجمع البحرین اور حاکم نے مستدرک میں بشرط یغین ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کل شیء یتکلم بہ ابن آدم فانہ مکتوب علیہ فاذا اخطا الخطیئۃ ثم احب ان یتوب الی اللہ عزوجل فلیأت بقعة مرتفعہ فلیہن دیدہ الی اللہ ثم یقول اللہ انی اؤب الیک منها لا اصح الیہا ابدا فانہ یغفر لہ ما لم یرجع فی عملہ ذلک آدمی کا ہر قول اللہ سے کھا جاتا ہے تو جو گناہ کرے پھر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرنا چاہے اسے چاہیے بلند جگہ پہلے اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہاتھ پھیلا کر کہے اکی میں اس گناہ سے تیری طرف رجوع لاتا ہوں اب کبھی اودھ گرد نہ کروں گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے مغفرت فرما دے گا جب تک اس گناہ کو پھر نہ کرے (توبہ کے لیے بلندی پر جانے کی یہی حکمت ہے کہ حتی الوسیع موضع معصیت سے بعد اور محل طاعت و منزل رحمت یعنی آسمان سے قرب حاصل ہو جب سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ انتقال قریب آیا بن میں تشریف رکھتے تھے اور ارض مقدسہ پر جبارین کا قبضہ تھا وہاں تشریف لے جانا میسر نہ ہوا دعا فرمائی کہ اس پاک زمین سے مجھے ایک سنگ پر تاب قریب کر دے بخاری مسلم نسائی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ارسال ملک الموت الی موسیٰ علیہا الصلوٰۃ والسلام (فذا کو الحدیث الی ان قال انما قال اللہ ان ید فیہ من الارض المقدسۃ رمیہ بحجی شیح محقق رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مشکوٰۃ میں دعائے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یوں ترجمہ کرتے ہیں نزدیک گردان مر اذان اگرچہ مقدار ایک سنگ اندازہ باشد ظاہر ہے کہ ہنگام حاجت سر دست عراق تشریف کی حاضری مستعد رہنا چند قدم اس ارض مقدسہ کی طرف چلنا ہی مقرر ہوا کہ ملا بدرت کلمہ لا یتروک کلمہ واللہ الحمد دقہ وجلہ یہی وعدہ دیا زہد کی تخصیص اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ان اللہ تعالیٰ وترحب الموت واللہ تعالیٰ طاق ہے طاق کو دوست رکھتا ہے قالہ النبی صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم رواہ اکامام احمد عن ابن عمر بسند صحیح والترمذی عن علی بسند حسن وابن ماجہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور افضل الاولاد اول الاولاد ایک ہے مگر یہاں تکثیر مطلوب اور اُس کے ساتھ تفسیر بھی ملحوظ لہذا یہ عدد مختار ہوا کہ یہ افضل الاولاد کا پہلا ارتفاع ہے جو خود بھی و تر اور شا بہت زوج سے بھی بعید کہ سوا ایک کے اُس کے لیے کوئی کسر صحیح نہیں اور اس سے ایک گھٹا دینے کے بعد بھی جو زوج حاصل ہوتا ہے زوج محض ہے نہ زوج الا زواج کہ اُس کے دونوں حصے متساویہ خود افراد ہیں بلکہ بطریق پر وہ بعینہ ایک ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ الباقی میں لکھتے ہیں الشرع لم یخص عدداً الا لحکمہ ترجیح الی اصول الاول ان الوتر عدد مبارک لا یجاوز عنہ ما کان فیہ کفایۃ ثم الوتر علی مراتب وتریشہ الزوج کالتسعة والخمسة فانہما بعد اسقاط الواحد ینقسمان الی زوجین والتسعة وان لم تنقسم الی عددین متساویین فانہما تنقسم الی ثلثة متساویۃ وامام الاولاد الواحد وحیث اقصنت الحکمۃ ان یؤمر بکثر اختار عدداً یحصل بالترفع کا الواحد یترفع الی احد عشر اہم ملتقطاً اس کے بعد فقہر گدے سرکار قادریہ غفر اللہ لہ کل ذنب و خطیہ نے سرکار غوثیت مدار سے اس عدد مبارک کے اختصاص پر بعض دیگر نکات جمیلہ عظیمہ جمیلہ پائے ہیں کہ بتوفیق اللہ تعالیٰ رسالہ مبارکہ انہار الانوار من صبا صلاۃ الاسرار میں ذکر کیے یہاں اُن کا بیان زخمہ بر عود پس گواں فمن شاء فلیرجع الی ذاک التحویر الایق واللہ سبحنہ ولی التوفیق وبیدۃ ازمۃ المحققین و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد والہ وصحبہ اجمعین۔ بالجملہ اس نماز مقدس میں اصلاً کوئی ہمد و ثناء شرعی نہیں اور خود کو سطر طیفہ دیانت و انصاف ہے کہ جو اہم حضور پر نور محمدی الملتئم مقیم اللہ ملاذ القل معاذ العرفاء و آثر الانبیاء ولی الاولیاء متبع الارشاد و مرجع الافراد امام الائمہ مالک الازمہ کا شرف الغرہ لمجاہ الائمہ قلب العلم غوثنا الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه و جعل حوزنا فی الدارین رضاه ارشاد فرمائیں اور حضور کے اصحاب اکابر انجاء قدست اسرارہم و تمکنت انوارہم کہ بالیقین اعظم علم و اجلہ کلماتھے اُسے بجا لائیں اور طبقہ فطیئہ اولیاء و علمائے سلسلہ علیہ عالیہ قادریہ روح ادواح اصحاب جا و آروی قلوبنا پناہل عبادہا اُسے اپنا معمول بنائیں اور ثقات علم و کبار اولیاء اپنی تصانیف میں اُسے نقل و روایت کریں اجازتیں دیں اجازتیں لیں اور منکرین مکابرین کو اصلاً قدرت نہ ہو کہ آیت و حدیث تو بڑی چیز ہے کہیں دو چار عمائد دین و فقہائے معتدین ہی سے اُس پر رد و انکار بے اعانت کذب و اختلاق و مکابرہ و شقاق ثابت کر سکیں یہی جمیل چیز جمیل عزیزہ نہ کہ محض نہی ہو اُسے نفسانی و اصول بہتانی کی بنا پر بلحاظ اصل مذہب شرک قطعی اور فاعلوں مجوزوں کو معاذ اللہ شرک جہمی اور بخوف اہل حق تسہیل امر کو ہارے جی سے صرف فاسق بدعتی بتائے اور انکار ارشاد پیر الاولیاء و تفصیل تفسیق علم و عرفا کا وبال عظیم گردن پراٹھائے و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۵ اور حضرات منکرین کا یہ کہنا کہ صحابہ تابعین سے منقول نہیں صحابہ محبت و تقیم میں ہم سے زیادہ تھے ثواب ہوتا تو وہی کرتے اولاً وہی معمولی باتیں ہیں جن کے جواب علمائے اہل سنت کی طرف سے ہزار ہزار بار ہو چکے جسے آفتاب روشن پر اطلاع منظور ہو اُن کی تصانیف شریفہ کی طرف رجوع لائے علی الخصوص کتاب تطاب اصول الارشاد قطع مبانی الفساد و کتاب لا جواب اذا ذہ الانام لما فی عمل المولود والقیام وغیرہما تصانیف لطیفہ و تألیف سنیۃ حضرت تاج المحققین سراج المدققین حامی السنن مآثر الفتن بقیۃ السلف تجہ الخلف فردا لا مائل فخر الا کا بردار اللہ العلم کا بر اعن کا بریدی و والدی حضرت

مولانا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب محمدی بنی خفی قادری برکاتی ربیوسی اعظم اللہ اجروہ و نور قبرہ و قدس سرہ و سزا بقبرہ
 و اعطاه المسرة و دواہ المضرة و کل معرة بمحابة المصطفیٰ و آلہ الشرفا علیہ و علیہم الصلاۃ و الثناء امین امین یا اهل التقویٰ
 و اهل المغفرة اور فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ بھی اس بحث اور اس کے اشغال کو ہر وجہ اجمال رسالہ اقامۃ القیامہ علی طاعن القیام بنی ہر نامہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الایہامین - دیگر ہمارے رسائل و مسائل میں بقدر کفایت منع کر چکا و الحمد للہ
 رب العالمین ثانیاً یہاں تو ان حالات کا کوئی عمل ہی نہیں یہ نماز ایک عمل ہے کہ قضائے حاجات کے لیے کیا جاتا ہے اور اعمال شایع میں
 تجدید و احداث کی ہمیشہ اجازت شاہ ولی اللہ ہوا مع میں لکھے ہیں اجتہاد و اختراع اعمال تصیریہ راہ گذارہ است مانند استخراج اطبا
 نسخائے قراہ دین را ایں فقیر معلوم شدہ است کہ در وقت صبح صادق تا اسفار مقابل صبح شستن و چشم را باں نور و وقتن و یا نور را گفتن تا
 ہزار بار کیفیت کلمہ راقوت میدہد و احادیث نفس رامی نشانہ اُسی میں ہے چند نوع از کرامت از بیچ ولی الاما شاہ اللہ منک نمی شود
 از انجملہ ظہور تاثیر در اعمال تصیریہ و تا عالمی بغض او منقطع شوند اہ ملخصاً خود شاہ ولی اللہ اور ان کے والد شاہ عبد الرحیم صاحب اور ان کے
 فرزند ارجمند شاہ عبد العزیز صاحب نے ہر گونہ حاجات کے لیے صد ہا اعمال بتائے کہ تازہ بنے تھے یا آپ ہی بتائے جن کا پتا قرون ثلثہ
 میں اصلاً تھا بعض اُن میں سے فقیر نے اپنے رسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الایہامین میں ذکر کیے اور خود ان کی قول انجیل ایسی باتوں
 کی حائز و کفیل جامع تر سینے شاہ ولی اللہ کتاب الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں تصریح کرتے ہیں کہ انھوں نے جو اہر خمسہ شیخ
 محمد غوث گوالیاری علیہ رحمۃ الباری کی سندیں اور اُس کے اعمال کی اجازتیں اپنے استاد علم حدیث مولانا ابوطاہر مدنی و شیخ محمد سعید لاہوری
 مرحومین سے حاصل کیں حدیث قال ایں فقیر خرقہ از دست شیخ ابوطاہر کردی پوشیدہ و ایساں بعل انچہ در جواہر خمسہ است اجازت دادند
 عن ابیہ الشیخ ابراہیم الکردی عن الشیخ احمد القشاشی عن الشیخ احمد الشناوی عن السید صبیحۃ اللہ عن الشیخ
 وجیہ الدین علوی الکجراتی عن الشیخ محمد غوث الگوالیاری و ایضاً البہا الشیخ ابوطاہر عن الشیخ احمد النخلی
 بسندہ الی اخرہ و ایضاً فقیر در سفر حج چوں بہ لاہور رسید دست بوس شیخ محمد سعید لاہوری دریافت ایساں اجازت دعائے سیفی دادند بل
 اجازت جمیع اعمال جواہر خمسہ و سند خود بیان کردند و ایساں دریں زمانہ یکی از اعیان شایخ طریقہ احمدیہ و شطاریہ بودند و چوں کسی را اجازت
 میدادند اور اور دعوت رحمت نمی شود رحمہ اللہ تعالیٰ قال الشیخ المعمر النفقہ حاجی محمد سعید لاہوری اخذت الطریقۃ الشطاریہ
 و اعمال الجواہر الخمسة من السیفی وغیرہ عن الشیخ محمد اشرف لاہوری عن الشیخ عبد الملک ہایزید الشانی عن الشیخ
 وجیہ الدین الکجراتی عن الشیخ محمد غوث الگوالیاری انتہی حضرات منکرین ذرا مہربانی فرما کر جواہر خمسہ پر نظر ڈال لین اور اُس کے
 اعمال کا ثبوت قرون ثلثہ سے دیدیں بلکہ اپنے اصول مذہب پر ان اعمال کو بدعت و شرک ہی سے بچالیں جن کے لیے شاہ ولی اللہ جیسے
 شفی موصد محدثانہ بند لیتے اور اپنے شایخ حدیث و طریقت سے اجازت حاصل کرتے ہیں زیادہ نہ سہی یہی دعائے سیفی جس کی نسبت شاہ
 ولی اللہ نے لکھا کہ میں نے اپنے شیخ سے اخذ کی اور اجازت لی اُسی کی ترکیب میں ملاحظہ ہو کہ جواہر خمسہ میں کیا لکھا ہے تا دعل ہفت بار بار بار
 یا کبار یخاندان ایںست تاو علیا مظهر العجاائب تجددہ عنوانک فی النواائب کل ہمد و غمہ سیغلی بولایتک یا علی یا علی

مسئلہ۔ قال اللہ تعالیٰ واذ اخذنا اللہ میثاق الذین اذوا الکتاب لتبییننہ للناس ولا تکفونہ اور جب خدا نے عہد لیا ان لوگوں سے جنہیں کتاب دی گئی اُسے صاف بیان کر دیں گے لوگوں سے اور چھپائیں گے نہیں) اب کیا فرماتے ہیں علمائے ملتِ نجد یہ ہدایہ اللہ تعالیٰ الی الملة الخنفیة کہ جو لوگ نادعلی پڑھیں پڑھائیں یکھیں سکھائیں اُس کی سندیں دیں اجازتیں لائیں اُس کے سلسلے کو سلاسل اولیاء اللہ میں داخل کر جائیں اُس کے حکم دینے والوں کو دلی کامل بتائیں اپنا شیخ و مرشد و مرجع سلسلہ بتائیں ان میں بعض کو بلفظ تقدیر و اجماعِ مشائخ اور ان کی ملاقات کو بکلمہ دستبوس تبصیر فرمائیں انھوں نے غم و مصیبت و رنج و آفت کے وقت یا اعلیٰ یا اعلیٰ کہنا دار کھایا نہیں اور اسے درد و غم بنایا یا نہیں اور غیر خدا کو خدا کا شریک فی العلم و شریک فی النعمان ٹھہرایا یا نہیں اور وہ اس سبب سے مشرک کا فریب ایمان چھنی ہوئے یا نہیں پھر جو ایسوں کو اپنا پیر جائیں عالم اُمت حامی سنت و قطب زمان و مرشدِ دُور یا نہیں (جیسے جناب شاہ محمد العزیز صاحب) انھیں مقتدائے دین و پیشوائے مسلمین بتائیں ان کے علم و افضال و عرفان و کمال پر سچے دل سے ایمان لائیں (جیسے تمام اصاغر و اکابر حضرات و ہابیمہ) انھیں سید اکمل و سید العلم و قطب تحقیق و فرائد العلماء المسلمین اعلیٰ علیہم السلام قبلہ و اب تحقیق و کعبہ اصحاب تدقیق و قدوہ اولیاء و زبدۃ ارباب صفا بلکہ امام معصوم و صاحب وحی تشریفی ٹھہرائیں (جیسے میاں اسماعیل دہلوی) ان سب صاحبوں کی نسبت کیا حکم ہے یہ حضرات ایک مشرک جو مشرک پسند مشرک آموز کو ہر و پیشوا و امام و مقتدا بنا کر سید العلم و مقبول خدا بنا کر خود بھی کافر و مشرک و سخت عذاب الیم و ملک ہوئے یا نہیں اور ان پر بھی مسئلہ الرضاء بالکفر کف و مسئلہ من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر و حکم آئے کریم و من یتولہم منکرمکرم فانہم کفر و حدیث صحیح المرء مع من احب جاری ہوگا یا نہیں بیٹو اتوجروا خیرہ تو جلا معترضہ تھا پھر اصل بحث یعنی در بارہ اعمال تجدید و اختراع کی طرف چلے یہی شاہ ولی اللہ صاحب اسی انتباہ میں قضائے حاجات کے لیے ختم خواجگانِ چشتِ قدس اسرار ہم کی ترکیب بتاتے اور اُس کے آخر میں یوں فرماتے ہیں وہ مرتبہ درود خواندہ ختم کنند و بر قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگانِ چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدا سے تعالیٰ سوال نمایند ہمیں طور ہر روز بخواندہ باشد انشاء اللہ تعالیٰ ہر ایام معدودہ مقصود بحصول انجام مرزا مظہر جانجانا صاحب اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں دعائے حزب البحر و طیفہ صبح و شام و ختم حضرات خواجگانِ قدس اللہ اسرار ہم ہر روز بکثرت حل مشکلات باید خواندہ دوسرے مکتوبات میں لکھے ہیں ختم خواجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و ختم حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد حلقہ صبح لازم گیرید مکتوباتِ آخر میں کہتے ہیں ختم حضرات خواجہ احمد حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہم نیز اگر بار بار جمع آیند بعد از حلقہ صبح ہر موافقت نمایند کہ از معمولات مشائخ است و فائدہ بسیار و برکت بیشمار دارد اور مرزا صاحب موصوف کے معمولات کسی معمولاتِ نظری سے اُس کی ترکیب یوں منقول اول دست برداشتہ سورہ فاتحہ یکبار بخواند انہ اخیر میں لکھا بعد ازاں از جناب خدا کے عزوجل حصول مطالب بتوسل ایس بزرگواراں باید خواست و اسرا انجام مقصود مدد و دست باید نمود ان صاحبوں سے کوئی نہیں کہتا کہ یہ طریقہ قرونِ ثلثہ میں کہاں منقول ہیں ان میں کچھ ثواب یا تقرب الی اللہ کی امید ہوتی تو صحابہ ہی بجالاتے اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فاتحہ شیرینی پر دلاتے والحمد للہ علی توضیح الحق ثنائاً خیر صلاۃ الاسرار شریف تو ایک عمل لطیف ہے کہ مبارک بندہ اپنے حصولِ اعراض و دفعِ اعراض کے لیے پڑھتا ہے مزمل پڑھی اُن حضرات کی ہے جو خاص امور ثواب و تقرب رب الارباب میں جو محض اسی نیت کے لیے جاتے ہیں

ہمیشہ تجدید و اختراع کو جائز سمجھتے اور ان محدثات کو ذریعہ وصول الی اللہ جانتے ہیں وہ کون شاہ ولی اللہ شاہ عبدالعزیز مرزا منظر جانشان شیخ
مجدد الہ ثانی مولوی اسماعیل دہلوی مولوی خرم علی بھوری وغیرہم جنہیں منکرین بدعتی و گمراہ کہیں تو کس کے ہو کر رہیں خود شاہ ولی اللہ
قول الجلیل میں اپنے اور اپنے پیروں مشائخ کے آداب طریقت و اشغال ریاضت کی نسبت صاف لکھتے ہیں کہ بیشبہ تعین اکا و اب و لامناک
الاشغال یہ خاص آداب و اشغال نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہوئے) شاہ عبدالعزیز صاحب حاشیہ قول الجلیل میں فرماتے
ہیں اسی طرح پیشوایان طریقت نے جلسات و ہمایات واسطے اذکار مخصوصہ کے ایجاد کیے ہیں مناسبات مخفیہ کے سبب سے جن کو مرد صالحی
الذہن اور علوم حقہ کا عالم دریافت کرتا ہے (الی قولہ) تو اس کو یاد رکھنا چاہیے انتھی بدو حجة البہوری مولوی خرم علی صاحب بصف
اضیحة المسلمین اسے نقل کر کے لکھتے ہیں یعنی ایسے امور کو مخالف شرع یا داخل بدعات سنیہ نہ سمجھنا چاہیے جیسا کہ بعض کم فہم سمجھتے ہیں
انتھی اور سنیے اسی قول الجلیل میں اشغال مشائخ نقشبندیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم میں تصور شیخ کی ترکیب لکھی کہ ثالثھا الرابطة بشیخہ فاذا
صحبہ خلی نفسہ من کل شیء الا محبتہ وینظر لما یفیض منہ و اذا غاب الشیخ عنہ یخیل صورۃ بہن عینیہ بوصف
الحبة و التعظیم فقید صورۃ ما تقید صحبہ اھ ملخصا یعنی تیسرا طریقہ وصول الی اللہ کا رابطہ شیخ ہے جب شیخ کی صحبت میں ہو تو
اپنا دل اُس کی محبت کے سوا ہر چیز سے خالی کیے اور فیض کا منتظر ہو اور جب شیخ غائب ہو تو اُس کی صورت اپنے پیش نظر محبت و تعظیم کے
ساتھ تصور کیے جو فائدے اُس کی صحبت دیتی تھی اب یہ صورت دے گی) شفاء العلیل میں شاہ عبدالعزیز صاحب سے نقل کیا جاتا ہے کہ
کسب راہوں سے یہ راہ زیادہ تر قریب ہے انتھی اب کون کہے کہ یہ وہی راہ ہے جسے آپ کے سچے معتقدین ٹھیک بت پستی بتائیں گے
مرزا منظر صاحب نے اگرچہ کتاب وسنت کو طرق حادثہ سے افضل مانا اور بیشک ایسا ہی ہے مگر ان کے بھی مباح و مفید ہونے کی تصریح
فرمائی مکتوبک میں لکھتے ہیں ذکر جہر باکیفیات مخصوصہ و نیز مراقبات باطوار معمولہ کہ در قرون آخرہ رواج یافتہ از کتاب وسنت ما خود نیست بلکہ
حضرات مشائخ بطریق الہام و اعلام از مبدا فیاض اخذ نموده اند و شرع ازاں ساکت است و داخل دائرہ اباحت و فائدہ در آن تحقیق و انکار
اُن ضرور ہے اور سنیے مکتوبک میں ہے اگرچہ از مصحف مجید فال ذون در حدیث شریف نیامدہ اما ممنوع ہم نیست اگر کسی زند مضایقہ ندارد انھیں
کے محفوظات میں ہے حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ طریقہ نو بیان نمودہ مقامات و کمالات طریقہ خود بسیار تحریر فرمودہ در اُن مقامات
یہیچ شہ نیست کہ باقرار ہزاراں علماء و عقلا بتواتر رسیدہ اھ ملخصا اُسی میں ہے حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ طریقہ جدیدہ
بیان نمودہ اند و در تحقیق اسرار معرفت طرز خاص دارند مثل ایشان در محققان صوفیہ کہ جامع اند در علم ظاہر و باطن و علم نو بیان کردہ اند
چند کس گزشتہ باشند اھ ملخصا میاں اسماعیل دہلوی عطا اللہ المستقیم میں لکھتے ہیں اشغال مناسبت وقت و ریاضات طالعہ ہر قرن جدیدی باشند و لہذا مختلف ہر وقت از کاہر
ہر طریقہ در تجدید اشغال کہ شہا کردہ اند بنا علیہ صلوٰۃ و ید وقت چنان اقتضا کرد کہ یک باب از کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسبت وقت است
تعیین کردہ شود الخ اب خلیج نے حضرت بدعتی کیوں نہ ہوئے اور انھیں خاص ان امور دینیہ میں بعض تقریب الی اللہ کیلئے کیے جاتے ہیں نئی نئی باتیں جو

لے اقول یہ جناب مرزا صاحب کا خیال تھا صحیح یہ ہے کہ قرآن عظیم سے خال کون منہ ہے حدیقہ نہ یہ میں ہے قال والدی رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرحہ علی
شرح الدردراوی کتاب القفۃ اخذ الغال من المعصن مکوہ کذا ذکرہ (القوسستانی یعنی کراۃ التحریم الخ ۱۲ منہ عام ظلہ

قرآن میں نہ حدیث میں نہ صحابہ میں نہ تابعین میں نہ کائناتی اور عمل میں لائی اور ان سے امید وصول الی اللہ رکھنی کس نے جائز کی مسئلہ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من سئل عن علم فکتمہ الجمہ اللہ یوم القیمۃ بلجام من نار اخرجه احمد و ابوداود والترمذی وحسنہ والنسائی وابن ماجہ والحاکم وصحیحہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس سے کوئی علمی بات پوچھی جائے وہ اسے چھپائے اللہ تعالیٰ روز قیامت اسے آگ کی نگام دے اب کیا فرماتے ہیں علمائے ملت اسمعیلیہ ہدھم اللہ تعالیٰ الی الشریعۃ الحقۃ الابراہیمیۃ کہ دین خدا میں ایسی نئی باتیں نکالنا اور یہ اقرار کر کے کہ کتاب و سنت سے ان کا ثبوت نہیں ان پر عمل کرنا اور انھیں موجب ثواب و قرب رب الارباب سمجھنا بدعت سیدہ شیعہ ہے یا نہیں اور یہاں حدیث من احدث فی امرنا مالیس منه فهو راد و حدیث کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار و حدیث شئ الامور محدثا ثقی و حدیث اصحاب البدع کلاب اهل النار وارد ہوں گی یا نہیں اور جن صاحبوں نے یہ باتیں ایجاد فرمائیں آپ کیس اوروں سے کرائیں کتابوں میں لکھیں زبان بتائیں حسب تصریح تقویۃ الایمان ان کے اصل ایمان میں خلل آیا یا نہیں اور وہ بدعتی فاسق مخالف سنت قرار پائے یا نہیں اور ان سے بھی کہا جائے گا یا نہیں کہ صحابہ ثواب و حسنات پر تم سے زیادہ حریص تھے بھلائی ہوتی تو وہی کر جاتے اور مباح بشری قنوجی یہاں بھی ہیأت عبادات کو توقیفی بتائیں گے یا نہیں پھر جو لوگ ان صاحبوں کو امام و پیشوا جانتے اور ان کی مدح و ستائش میں حد سے زیادہ غلو کرتے ہیں جیسے شاہ ولی اللہ مداح و معتقد مرزا مظہر صاحب اور شاہ عبدالعزیز و صاف و مرید شاہ ولی اللہ صاحب اور مولوی اسماعیل غلام و بادشاہ ہرودشاہ صاحب اور تمام حضرات و ہابیرہ داعین و معتقدین جمیع صاحبان مذکورین ان سب کے بارے میں کیا حکم ہے آیا بحکم حدیث من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی ہدم الاسلام یہ سب کے سب قصر اسلام کے ڈھانے والے ہوئے یا نہیں یا یہ احکام صرف مجلس میلاد وغیرہ انھیں امور کے لیے ہیں جن میں محبوبان خدا کی محبت و تقسیم ہو باقی سب حلال و طیب اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے کہ تصور برزخ کو اتنا پسند کیا کہ اسے سب سے زیادہ قریب تر راستہ خدا کا بتایا اور مولوی غلام علی صاحب نے اسے نقل کر کے مسلم رکھا یہ دونوں صاحب مع اصل کاتب یعنی شاہ ولی اللہ صاحب پھر ان صاحبوں کے معتقدین و مداح سب کے سب مشرک و شرک پرست ٹھہرے یا نہیں یا یہ حضرات احکام شرع سے مستثنیٰ ہیں اور تقویۃ الایمان و تذکیر الاخوان وغیرہا کی آیتیں حدیثیں صرف مؤمنین اہل سنت کو جو خاندان عزیزی سے نہ ہوں معاذ اللہ مشرک بدعتی بنانے کے لیے اُتری ہیں۔ بینوا تو جروا۔ سچے اللہ ان صاحبوں کے یہ احدث و اختراع سب مقبول ہوں اور ناجائز و بدعت ٹھہرے تو وہ ناز جو حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قضائے حاجت کے لیے ارشاد فرمائی ع میں تفاوت رہ از کجاست تا کجا۔ حق جل علاہ مسلمانوں کو نیک توفیق بخشے اور اپنے محبوبوں کی جناب میں معاذ اللہ بدعت نہ کرے خصوصاً حضور سید المہدیین مطلوب الملوہین رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عنہم جمعین آمین۔ یہ ہے جو اس گمراہ سرکار فیضیہ قادریہ پر برکات و نعمات حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فائض ہوا ع مگر قبول افتد زہے عز و شرف ہنگلے مینوا فقیر نامترا اپنے تاجدار عظیم البجود عظیم العطا کے لطف بے منت و کرم بے علت سے اس صلے کا طالب کہ عفو و عافیت و حسن عاقبت کے ساتھ اس دارِ ناپائیدار سے رخصت ہوتے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عزیز پسر بتول زہرا کے تحت جگر علی مرتضیٰ کے نور نظر

حسن و حسین کے قرۃ بصر محی سنت ابی بکر و عمر صلی اللہ تعالیٰ علی الحبيب و علیہم وسلم یعنی حضور غوث صمدانی قطب ربانی و امہب الآمال و عطی الامانی حضور پُر نور غوث اعظم قطب عالم محی الدین ابو محمد عبد القادر حسینی حسین جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه و جعل حرزنا فی الدارین رضاه کی محبت و عشق و عقیدت و اتباع و اطاعت پر جائے اور جس دن یوم ندو کل اناس بامامہہ کا ظہور ہو یہ سراپا گناہ نہ ہو اے بکس پناہ سرکار قادریہ ظل اللہ جگہ پائے فان ذلک علی اللہ یسیر ان اللہ علی کل شیء قدیر بحمد اللہ وقع الفراغ من تسویدہ لثمان خلون للفقہ الزاہ من شہر ستیدنا الغوث الفاخر اعنی شہر ربیع الآخر فی ثلثہ مجالس من ثلث غدوات عام الف و ثلث مائۃ و خمس من ہجرتہ ستیدنا الکائنات علیہ و علی آلہ و ابنہ الوارث لمجدہ و کمالہ افضل الصلوٰات و اکمل التسلیمات و اذکی البجیات و انی البرکات امین امین و الحمد للہ رب العالمین واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

ازہار الانوار من صبا صلاۃ الاسرار

۵ ۰ ۳ ۱ ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شکروا لک یا من بالتوسل الیہ یغفر کثر الذنوب ۞ و حمد لک یا من بالتوکل علیہ یجبر کس القلوب ۞ اسألك ان تصلى وتسلم وتبارک على سراج افقك ۞ و ملجأ خلقك ۞ و افضل قائم بحقوقك ۞ المبعوث بتيسيرك و رفقك ۞ رحمة للعالمين ۞ و شفيعا للمذنبين ۞ و اما نا للخائفين ۞ و ليس الالبائسين ۞ و بشرى للارثيين ۞ محمد النبی الرؤف الرحیم ۞ الجواد الکريم ۞ العلی العلیم ۞ الغنی المحی الحکیم الخلیفہ مصبح الحسنيات ۞ مقیل العشرات ۞ قاضی الحاجات ۞ و اهب المرات ۞ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ الطاہرین ۞ و اصحابہ الطاہرین ۞ و ازواجہ الطیبات امہات المؤمنین ۞ و اولیاء امتہ الکاملین العارفين ۞ و امناء ملتہ الراشدین المرشدین ۞ لاسیما علی هذا الفرد الفريد ۞ الغوث المجید ۞ الغوث المجید ۞ و اهب النعم ۞ سالب النقم ۞ کاسب العدم ۞ صاحب القدم ۞ جود الجود و کرم الکرم ۞ ملاذ العرب و معاذ العجم ۞ مناح العطايا ۞ مناع الرزايا ۞ القطب الربانی ۞ و الغوث الصمدانی ۞ ستیدنا و مولانا ابی محمد عبد القادر الحسینی الجیلانی ۞ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ارضاه ۞ و جعل حرزنا فی الدارين ۞ امین امین ۞ یا ارحم الراحمین ۞ و اشہد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له ۞ و اشہد ان محمدا عبده و رسوله بالرحمة ارسلہ ۞ صلوات اللہ و سلامہ علیہ و علی کل محبوب و مرضی لدیہ ۞ اما بعد فقد سألتی الفاضل کمال ۞ جمیل الشائل ۞ جامع الفضائل ۞ و افخر الجسیم ۞ و الشرف العظیم ۞ مولنا الشاہ محمد ابراہیم ۞ القادری الممدادی الحمد ربانی

جعله الله من اولى الايادى • وحفظه من شر الاعادى • اجازة الصلاة الغوثية • المباركة المرضية • المعروفة عندنا
 بصلاة الاسرار • المحببة موار القضاة الاوطار • ودفع الاشرار • تحسين ظن منه بهذا العبد الظلام • الكثير الاثام • الفقير
 الازل • المحقر الازل • عبد المصطفى احمد رضا • المحمدى السنى الحنفى • القادى البركانى البريلوى • لطف الله به •
 وعفان ذنبه • واصلم عمله • وحقق امله • مع انى است هناك • ولا اهلا لذلك • لكنى اجبته بالاقتدار • واجزته
 بالمراد • رجاء البركة لى وله فى الدنيا والاخرة • ان ربنا تعالى هو اهل التقوى واهل المغفرة • كما اجازنى بحاسيدى وملايى
 ومبندى ومأوى • شيعنى ومرشدى • وكبرى وذخرى ليومى وعدى • تاج الكاملين • سراج الواصلين • حضرة السيد
 الشاه ال الرسول الاحمدى • الماهرى • رضى الله تعالى عنه بالرضى السرمدى • بحج رويته لها واجازته بها
 عن شيخه الاجل • وعنه الاجل • الامام الكامل • والكرم الاشمل • والقمر الاجمل • فرد عصاة • وقطب دهره •
 ذى الفيض العظيم والفضل المبين • حضرة ابى الفضل شمس الملة والدين • السيد الشاه ال احمد اچھے ميان
 الماهرى • رضى الله تعالى عنه بالرضوان الابدى • عن ابيه العريث • النبىه الفطريف • البحر الطمطم • والحبر
 العمصام • ذى الفناء والبقاء • والوصول واللقاء • حضرة السيد الشاه حمزة العينى الماهرى • عليه
 الرضوان الدائم من العلى القوى • بسند المسلسل كابرا عن كابره • عن الحضرة الرفيعة • والسدة المنيعة • مرجع
 البرية • الحضرة القادرية • على حضارها وخدا امهارضوان القادر • فان اصلها ما تور بطرق عديدة • عن الحضرة
 المجيدة • كما ذكره العلماء منهم الامام ابو الحسن نور الدين على بن جبريل الحنفى الصوفى الشطنوفى فى بحر الاسرار والامام
 الاجل عبد الله بن الاسعد البافى الشافعى الفاضل على بن سلطان محمد القارى الهروى الملى والشية المحقق شيخ شيخ علماء الهند
 عبد الحق بن سيف الدين المحدث الدهلوى وغيرهم رحمة الله تعالى عليهم اجمعين انه قال سيدنا مولانا الغوث
 الاعظم رضى الله تعالى عنه من توسل بى فى شدة فرجت عنه ومن استغاث بى فى حاجة قضيت له ومن صلى
 بعد المغرب ركعتين ثم يصلى ويسلم على النبى صلى الله تعالى عليه وسلم ثم يخطو الى حجة العراق احدى عشرة خطوة
 يذكر فيها اسمى قضى الله تعالى حاجته قلت وفرجت وقضيت تحتلان صيغة المجحول لواحدة غائبة وصيغة المعلوم
 للواحد المتكلم وعلى هذه ترجمة الشاه ابى المعالى رحمه الله تعالى فى التحفة القادرية وايا ما كان فالحاصل واحد اولهما
 تحتل الحقيقة الباطنة الذاتية والظاهرة المستفادة والاخرى بتعين للاخير والمرجع ما ذكره رضى الله تعالى عنه اخرا

له يجب ان يعلم انه ليس بامر جهم الذى تكلم فيه الذهبى على دابع الصوفية الكلام فى الميزان فانه مقدم على سيدنا الغوث الاعظم رضى الله تعالى عنه زمان وهذا ماصرا الذهبى
 وبيد وبين سيدنا واسطغان صاحب الولى اباصالح قاضى القضاة نصر صاحب اياه سيدى عبدالرازق صاحب اياه سيدنا الغوث الاعظم رضى الله تعالى عنه وقد وصف الذهبى نفسه فى
 طبقات القزوينى بالامام الاودود وكذلك الامام الجلال السيوطى فى حسن المحاضرة فالتسمية الذهبى كتاب بهجة الاسرار الى ذلك فان كان له ايضا كتاب اسمه هذا فذلك والا
 فاشبهه عظيم واجب التنبية • وهى التى تبث بالثبات من دون عطاء والاستاء الى جمل • وهذا غرض بعضات الله سبحانه وتعالى فحسب • وهى التى حصلت بالخطا
 ولا ثبوت لها الا بالجمال وكذا اجمع صفات المتكلمون كما تعلم والقدرة والخطا • العون حتى الوجود •

بقوله قضى الله تعالى حاجته ان الى ربك المنتهى ثم ان لما يخاف قد ست اسرارهم ورحمنا الله تعالى بهم في هذا الصلوة
طريقتين صغيرى وكبرى والمعمول عندنا الا سهل الا شمل من حيث السو غ كل احد من دون الاختصاص بالقائمين في
مجالى الشهود الهائمين في فيا في الوجود هي الطريقة الاثيقة الصغرى **صفتها** بحيث يكون كالشرح لللفظ الكريم ويتضمن
مختارات هذا العبد الاثيم ان **من** عرضت له حاجة دينية او دنيوية **صلى** بعد صلاة المغرب بسنتها ركعتين
من غير فريضة نادى يا صلاة الاسرار تقربا الى الله تعالى وهدية لروح سيدنا الغوث الاعظم رضى الله تعالى عنه وان
جدد لهما الوضوء فها وضوء وقد عهدنا ذلك من النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في صلاة الحاجة والا فهو بسبيل من
الرخصة فان توطأ فليحسن وضوءه هكذا امر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ذلك المكفوف بصرة واحب الي ان يقدم
صدقة فانها اسراع في الانجاح واسد لا بواب البلاء وقد امر الله تعالى من يتاجى رسوله ان يقدم ما بين يدي فجو لهم
صدقة فنجوى الله تعالى احق مع ان هذه الصلوة تشتمل على نجوى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ايضا والوجوب وان
لنحو رحمة من الله تعالى فلا مربية في الاستحباب هذا ويقر فيها بعد الفاتحة ما تيسر من القرآن فان قرأ الاخلاص احدا
عشرة مرة فهو احسن حتى اذا سلم حمد الله تعالى واثنى عليه بما هو اهل له والافضل الصيغة الواردة عن النبي صلى الله تعالى
عليه وسلم فانه لا يقدر احد ان يحمد الا احد كحمد احمد صلى الله تعالى عليه وسلم ومن احسنها اللهم ربنا لك الحمد
حمد الكثير اطيبا مبركا فيه كما تحب ربنا وترضى ملا السموات وملا الارض وملا ما شئت من شئ بعد ومنها اللهم لك الحمد
حمد دائما مع دوامك ولك الحمد حمد اخالد مع خلودك ولك الحمد حمد الامنحة له دون مشيتك ولك الحمد حمد دائما
لا يريد قائله الارض لك الحمد حمد اعد كل طرفه عين وتنفس كل نفس ومنها اللهم لك الحمد كما ينبغي لجلال وجهك
وعظيم سلطانك ومنها اللهم لك الحمد شكرا ولك امن فضلا ومنها اللهم لك الحمد كما تقول وخيرا مما نقول الى غير
ذلك مما وردت به الاحاديث فليجمعها اوليكفت ببعضها ويعجبني ان يحفظها بقوله اللهم لا احصى ثناء عليك انت كما
اثبت على نفسك فانه من اجمع حمد واوسع ثناء عليه سبحانه وتعالى ومن لم يحسن من ذلك شيئا فليقل الحمد لله
ثنا او ليقر الفاتحة او اية الكرسي بنية الثناء فلا يحد ثناء افضل منها **ثم يصلى** ويسلم على النبي صلى الله
تعالى عليه وسلم احدى عشرة مرة اذا يستجاب دعاء الا بالصلوة عليه صلى الله تعالى عليه وسلم وامر بالسلا حرازا
للفضلين واحترارا عن الخلاف فان من العلماء من كرهه الافراد ثم العبد يختار هذا الصلوة الغوثية المروية عن سيدنا

له الا فضل الاسرار من القرن وهي تقى مصارع السوء كما في الحديث وفنا لها اكثر من ان تحصى والاحسن ان تصدق بزومين بفضل ذلك ورد حديث ولسان وجان
وخران زوجان ومن لم يجد فرد حنان زوجان والودعة خمسه ١٢ **ثم** يقول اللهم لك الحمد جدا الى ان تفك ويكافى في امزج كرمك وقوله اللهم لك الحمد ان تقيم السموات والارض من
بين ذلك الحمد انك السموات والارض ومن بين ذلك الحمد انك السموات والارض ومن بين ذلك الحمد انك السموات والارض ومن بين ذلك الحمد انك السموات والارض
بلاك وصنيعك الى اهل بيوتنا ولك الحمد في بلاك وصنيعك الى انفسنا خاصة ولك الحمد بما هدانا ولك الحمد باكرمتنا ولك الحمد باسترنا ولك الحمد بالقرآن ولك الحمد بالاهل
والمال ولك الحمد بالعاقبة ولك الحمد حتى ترضى ولك الحمد اذا رضيت يا اهل التقوى يا اهل الخفة الى غير ذلك من صيغ كثيرة ١٢ من

الغوث الاعظم رضى الله تعالى عنه وهى اللهم صل على سيدنا ومولانا محمد معدن الجود والكرم وأله وسلم والعبد يقولها هكذا اللهم صل على سيدنا ومولانا محمد معدن الجود والكرم وأله الكرم وابنه الكريم وامته الكريمة يا اكرم الاكرمين وبارك وسلم ثم ليتوجه بقلبه الى المدينة الطيبة وليقل احدى عشرة مرة يا رسول الله يا بنى الله اغثنى وأمددنى فى قضاء حاجتى يا قاضى الحاجات ثم يخطو الى جهة العراق وهو من بلادنا بين الشمال والمغرب افاده سيد حمزة رضى الله تعالى عنه وهى ايضا جهة المدينة المنورة وكربلاء والعبد الضعيف قد استخرج جهة حضرة بغداد من بلدنا بريلى بالماء مرة البرهانية على ان عرضها ١٠ وطولها ١٠ وعرض بريلى ١٠ كما وطولها ١٠ العرض ١٠ الانحراف الشمالى اعنى من نقطة المغرب الى نقطة الشمال ١٠ فيستخرج خط الزوال ويقوم عليه عمود الى المغرب ويدبر عليها قوسا يجعل رأس القائمة مركزا فيعزى ١٠ خمساً ويصل خطا بين الرأس والخمس لذل مما يلى المغرب فهذا الخط هو سمت

حضرة بغداد  اما المدينة الكريمة فاربع درج اعنى ٤ من نقطة المغرب الى الشمال على ما استخرجت بعدة طرق برهانية احدى عشرة خطوة معتدلة متعاقبة فانه المتبادر من الكلام لا ما يفعله بعض العوام من انهم لا يرفعون قدمهم ولا يخطون خطوة وانما يتقدمون كل مرة نحو ثلاث اصابع او اربع فليس هذا من الخطوة فى شئ وانما امرنا بالخطا فالعدول عنها بدون ضرورة عين الخطا نعم ان كان فى مضيق لا يجد مساعا للخطوات المعهودة ولا الخروج الى مندوحة فليأت بما استطاع واشد شناعة من هذا ما رأيت بعضهم من انه يصلى ركعتين حتى اذا كان فى آخر قراءة الاخرى انحرف الى العراق فتخطى ثم عاد الى مكانه فوجه نحو القبلة واتم الصلاة ولا يدري المسكين ان هذا مع مخالفة للوارد مفسد لصلاته وابطال العمل حرام ثم النقل يجب بالشروع فيلزمه القضاء وهو لا يريد ولا يدري به فياثر مرتين ومثل هذا وورد فى الحديث المتعبد بغيره كالحمار فى الطاحون واكبر اثما منه شينى الذى علمه هذا ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم هذا اوليكن عند الخطى على هيئة الهيبة والخضوع والادب والخشوع وانا احب ان يتخيل كانه حاضر فى بغداد ومرفدة رضى الله تعالى عنه بين عينيه وهو راقد فيه مستقبل القبلة الكريمة والعبد يعتمد كومه فيريد ان يتقدم اليه اذ يعثر به الحياء من قبل المعاصى فيقف حيران كانه يستاذن

له اعلم ان لفظ سيدنا ومولانا من زوائد الفقير على ما بلغنا عن مشايخنا وقد زاد امير المؤمنين عمدا ابنه عبد الله رضى الله تعالى عنهما على تلبسته رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم واجاز العلماء زيادة السيادة فى الصلاة كما فى الدر المختار فكيف فى غير ما دقت التركى فى قراءة دلائل الخيرات معلومة والولاية مثل السيادة ١٠ له ثلاثون وثلاثون درجة وثلث ١٢ له اربع واربعون درجة وثمان وعشرون دقيقة ١٣ له ثمان وعشرون درجة واحدة وعشرون دقيقة ١٤ له تسع وبعون درجة وسبع وعشرون دقيقة ١٥ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ١٦ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ١٧ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ١٨ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ١٩ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٢٠ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٢١ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٢٢ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٢٣ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٢٤ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٢٥ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٢٦ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٢٧ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٢٨ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٢٩ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٣٠ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٣١ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٣٢ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٣٣ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٣٤ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٣٥ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٣٦ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٣٧ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٣٨ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٣٩ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٤٠ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٤١ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٤٢ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٤٣ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٤٤ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٤٥ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٤٦ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٤٧ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٤٨ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٤٩ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٥٠ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٥١ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٥٢ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٥٣ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٥٤ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٥٥ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٥٦ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٥٧ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٥٨ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٥٩ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٦٠ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٦١ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٦٢ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٦٣ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٦٤ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٦٥ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٦٦ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٦٧ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٦٨ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٦٩ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٧٠ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٧١ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٧٢ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٧٣ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٧٤ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٧٥ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٧٦ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٧٧ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٧٨ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٧٩ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٨٠ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٨١ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٨٢ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٨٣ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٨٤ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٨٥ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٨٦ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٨٧ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٨٨ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٨٩ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٩٠ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٩١ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٩٢ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٩٣ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٩٤ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٩٥ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٩٦ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٩٧ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٩٨ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ٩٩ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة ١٠٠ له ثمان وعشرون درجة وثمان وعشرون دقيقة

وليس تشفع اليه رضى الله تعالى عنه بسعة جوده وببشرى مقاتله أن لم يكن مريدي جيد افا ناجيد فبينما هو كذلك
وهو رضى الله تعالى عنه ينظر اليه ويعلم فقره وحياءه اذ يحث الكرم العميم فيشفع للبعد الاثيم فكانه رضى الله تعالى
عنه يقول اذنت لهذا الفقير المضطرب يخطو الي تلك الخطوات وبين كرفيها السعي ولا يخشى المعاصي عندي
فاني انا ضمنيته وكفيل مهماته في الدنيا والاخرة فينشط العبد ويتقدم على اقدام الوجد قائلا على كل خطوة يا غوث
التقلين ويا كريم الطرفين فانه رضى الله تعالى عنه حسنى الاب حسنى الام اغثنى وأمددنى في قضاء حاجتى يا قاضى
الحاجات تمليد ع الله سبحانه وتعالى متوسلا اليه بجاه سيد المرسلين صلى الله تعالى عليه وسلم ثم بجاه ابنه هذا
السيد الكريم غوثنا الاعظم رضى الله تعالى عنه وليراع اداب الدعاء المذكورة في كلمات العلماء كالحصن الحصين
وغیره ومن احسن من فضلها وجمع شتانها مقدام المحققين امام المدققين العالم الربانى سيدى والذى قد من من
الزكى في كتابه الشريف احسن الوعاء لاداب الدعاء وقد لخصها تلخيصا حسنا في باب الحج من كتابه المستطاب
جواهر البيان في اسرار الامركان وللهيبا راحم الراحمين ثلثا فان من قاله ناداه ملك موكل به ان ارحم الراحمين
قد اقبل عليك بوسيط يد السموات والارض يا ذا الجلال والاكرام فانه اسم الله الاعظم على قول وكذا تسميه سيدنا نازى
النون على نبينا الكريم وعليه الصلاة والسلام وليختمه بأمين ثلثا فانه خاتم الدعاء ومما خص الله تعالى به هذه الامة
المرحومة وبالصلاة والسلام على خاتم النبيين والحمد لله رب العلمين ليكون البدء وختم كلامها بالصلاة على واهب
الصلات صلى الله تعالى عليه وسلم فان الدعاء طائر والصلاة جناحه فبدلك يتم الجناحان ولان الصلاة عليه
الصلاة والسلام مقبولة لاشك فاذا استجيب الطرفان فالله تعالى اكرم من ان يدع ما بينهما وليكن الدعاء وترا فان الله
وترى الجبال ترابا وتصل بعد كل مرة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فانه لم يرشئ اجلب للاستجابة من الصلاة والسلام
على هذا النبي الكريم عليه وعلى آله افضل الصلاة والسلام وليشهد ان يخرج دمة فانها علم الاجابة فان لم يريك
فليتبناك فمن تشبه بقوم فهو منهم ثم المختار عندي ان يبقى حين الدعاء ايضا كما هو مستقبل الجهة العراقية فانها كما

له اخراج الامام الشافعى روح الله تعالى في حجة الاسرار عن الشيخ القعدة الى الحسن على القرشى قال قال سيدى الشيخ على الدين عبد القادر الجيلانى
تعالى عنه عطيت تجلدا بالبصر فيه اسما اصحابى ومريدي الى يوم القيمة وقيل لي هذا لك وما لك انك خازن النار بل عندك من اصحابى احد فقال لا وعزة ربى
وجلاله ان يري على مريدي كالمسا على الارض ان لم يكن مريدي جيدا فانا جيد في عزة ربى وجلاله لا يرحم قدماى من بين يدي ربى حتى يطفى بي ويكره الى الجنة اهداى
شرب العلمين الكرم عليم والرجاء عظيم ١٢ منه ملك جواهر الزاوي ابدى البهر النجم الزاهر قاسى السنن قاسى الفتن العالم العالمى الفاضل الكامل الحاج الزاوي جامع الفوائد
مولانا المولوى محمد تقى على خان الحزمى السنى الحنفى القادرى البركاتى البرلى اقبل خلفا حضرة شيخنا ومريدنا بجزيرة الرحمة مولانا النعمة حضرة السيد الشاه
آل الرسول الاحمدى الداهرى قدس الله تعالى سرهما وافاض عليهما بزمنا ولد محمد الله تعالى ستمل رحمت الله وشافى بحر العلم والعرفان تقف على
ابير الفاضل الاجل العارف الاكمل مولانا المولوى محمد رضا على خان قدس سره ومنصف تصانيف بطيئة تاقمت خمسة وعشرين من اجملها في كتابه الهادي
الذى لم يشك في بابه والتفسير الكبير لسورة الانشراح وشرح القلوب سنة ذكر المحبوب واصل الرضا لفتح مباني الفساد واذا قاتل الامم الى نفي عن المولد
والقيام وغير ذلك توفي صلح ذي القعدة سنة ١٢٩٩ رحمه الله تعالى رحمة واسعة

اصحناك حجة الشفعاء الكرام ولا عليه ان لا يفوت الى القبلة وقد سأل ابو جعفر المنصور ثاني الخلفاء العباسية عالم المدينة مالك بن انس رضى الله تعالى عنه يا ابا عبد الله استقبل القبلة وادعوا ما استقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ولم تصرف وجهك عنه وهو وسيلتك ووسيلة ابيك آدم عليه السلام الى الله عز وجل يوم القيمة بل استقبله واستشفعه فيشفعك الله تعالى اه فسن فعل ذلك موقفا بقلبه غير مستعجل من ربه يقول دعوت فلم يجب لي قضى الله تعالى حاجته ما لم يدع باثما وقليلة رحمة فهذه صفقتها واللفظ الكريم مكتوب فيها بالحبرة وما عليه خط احد رفوه الذى بلغنا عن مشايخنا قد استسارهم وما دون ذلك فهو من هذا العبد الا نتم غفر الله تعالى له وليعلم العارف ان ما ذكرته لا يركن الى خلاف لذرة من الكلمات العلية ولا فيه عليها زلزلة اجنبية وانما هو تصريح مطوى او توضيح منوى او تبين مجمل او تعيين افضل معتدا في ذلك على احاديث كثيرة اشارت اليها في جمل لسيرة يعرفها الماهر كالشمس في فيء ويمر الغافل كأن لم يكن شئ فجاءت بحمد الله عز ونا مليحة مكشوفة النقاب عن عوارضها الصبيحة بحليتها حليتها ثم اجليتها فالحمد لله اولا واخرا وباطنا وظاهرا والمالمول من لطف مولانا الشاه محمد ابراهيم وغيره من اخواننا القادرية سلمهم المولى الكريم ان لا ينسوا هذا الفقير في صالح دعائهم غب هذه الصلاة وفي سائرنا اللهم وليس حواله بسؤال المغفرة وكمال العافية في الدنيا والاخرة والعبد يدعوه ولهم والدعاء يغنى عن دروع واطم لا سيما دعوة المسلم لاخيه بظهر الغيب طهرنا الله جميعا من كل عيب ووقانا شر والجهل والريث وحشنا طرا في ائمة المحمدية والجماعة المباركة الشنيعة الشنيعة والزمرة الكريمة القادسة القادرية انه على ما يشاء قد ير قمع المولى ونعم النصير (لطيفة نظيفة) بامرة رضى الله تعالى عنه ان يخطواحدى عشرة خطوة علمان لهذا العدد دمية اختصاص بالحضرة القادرية من زمنه رضى الله تعالى عنه وليس ان القادرين هم اختارده لكون العرس الشريف في الحادى عشر ولكن لم اكن اعلم سراً في ذلك حتى صليت في شاتجهم اباد ذات ليلة صلاة الاسرار وانا مقبل عليها بشرأش قلبي ما كانت منى القاعة الى ذلك اذ لمعت بارقة سر جليل في خاطر كليل والله اعلم متى جاءت وكيف جاءت ما شعرت بها الا وهى حليمة ببالي فتأملت بعد الفراغ من الصلاة فاذا هى كما اودوا شتى وهى ان

له قال الفقير احمد رضا غفر الله تعالى له ابنا سراج الخفية عبد الرحمن بن عبد الله السراج الشك عن مفتى الخفية جمال بن عمر الشك عن المولى عابد السندى الدنى عن الشيخ صالح الفلانى عن محمد بن محمد عن الشريف محمد بن عبد الله عن محمد بن اركاش عن الحافظ ابن حجر العسقلانى عن ابى اسحق التوزى عن ابى المهراسب بن ابي عامر بن عبد الرحمن بن ربيع انا الحسن بن على القاضى اجازنا القاضى عياض شتا القاضى ابى عبد الله محمد بن عبد الرحمن الاشترى وابو القاسم احمد بن بلى الحاكم بن واحد في اجازة قالوا ابو عباس احمد بن محمد بن دهاش نا ابراهيم بن على بن فراه بن محمد بن احمد بن الفرج نا ابراهيم بن عبد الله بن المقتب نا يعقوب بن اسحق بن ابى اسرائيل نا ابن حميد قال ناظر ابو جعفر امير المؤمنين مالكا فذكر الحديث وفيه وقال يا ابا عبد الله ما استقبل الحديث ١٢ من يحفظ الله تعالى ابد الله به قاعدة ديار الهند المعروفة بهلى وكان ذلك سنة اثنتين بعد الف وثمان مئتين شهدت اليها على قاصدا زارة تيدى سلطان المشايخ نظام الحق والدين قدس الله تعالى سره المكين ١٢ من سنة ١٠٥٠ اى بمجى اجزائه ١٢

في احد عشر عقدا ووحدة وهما بالحروف ياء والفاء والمجموع يا ان قدمت العقد ويا ان عكست ويا للنداء ويا
 للابواب فكانت في ذلك اشارة الى معاملته رضى الله تعالى عنه مع السائلين والفقراء المستغيثين فانهم في مقام الكثرة مع
 كثرتهم في انفسهم واذا زادوا لسؤال حاجا فتم من المحضرة العلية وتوجهوا الى الوحدة وكان عليهم افرار القلوب من تشتت الخاطر
 مع كونهم هنا على منهج واحد سواء منهم العاكف والهاد وعظيم الملك وعديم الزاد فقد انقلوا بوجهين من الكثرة الى الوحدة
 وهذا شأن يا وحركة الياء لا اضطرابهم في الطلب وتخصيص الفتح يدل ما لهم من فتح وفيض بركة هذا النداء ثم هو رضى الله
 تعالى عنه مستغرق في بحار الوحدة رفيع مقامه عن مجامع الكثرة فاذا نادى الكثرة لكشف بلاء اورشف عطاء دعاة الكرم الى التنزل
 من عتب الوحدة الى مشاهد الكثرة وذلك شأن **يا** والكسر يحكى التنزل وسكون الياء لتسكين قلوبهم فكان المعنى انهم
 تحركوا من مقام الكثرة مضطربين وهم يوزعون متوجهين الى حضرة الوحدة متحدين هناك في الرغبة والرهبة وكان
 رضى الله تعالى عنه ساكنا في مقام الوحدة فتنزل منه الى نادى الكثرة لتسكين قلوبهم واصلاح خطوبهم والحاصل انه
 اذا دعى يجيب وسائله لا ينجيب ومن عجائب صنع الله سبحانه وتعالى ان اول الحروف فلاحرف فوفاوى آخر
 الكل فلاحرف تحتها فمن ترقى من **يا** فلا مظهر له و**ياء** ومن تنزل من **يا** فلا منزل له تحت **يا** فدل ذلك ان سيدنا
 رضى الله تعالى عنه اخذ في الطرفين بغاية الغايات فتقطع مطايا الكمالين دون سيرة في الله فلذا كانت قدمه على
 جميع الرقاب ولذا قال رضى الله تعالى عنه انا من لهم مشايخ والجن لهم مشايخ والملائكة لهم مشايخ وانا شيخ اكل بيتي و
 بين مشايخي الخلق كما بين السماء والارض لا تقبسونى باحد ولا تقبسونى على احد او كذا ما استكمل المكملون سيرة من الله
 ولذا كانت هدايته اتم واوفى وطريقته النفع وايسر وكراماته اكثر واظهر حتى لم ينقل عشاها ولا معشارها عن
 احد من الاولياء فيما تعلم ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم واخرو دعونا ان الحمد لله رب العالمين

له العلم ان لا يوجد حرف واحد فالصير فيه الى التركيب ويجب القصر على اقل ما يمكن فلا يختار الثلاث ما كان الثلاثى ولا الرباعى ما سار الثلاثى كما لا يمتثل الثلاثى
 ما وجد حرف واحد ثم الحاجة الى التركيب انما تقع فيما بين عقد وعقد الى مائة وفي العقود غير المئات المحضنة ايضا من مائة الى الف ثم تدوم الى الابد الى الابد لان
 العقود المئات كل منها حرف معلوم فالتركيب الثلاثى مثلاً وان تصور جميع الاحاد الى احاد كش طيب وجج وزد و هو في احد عشر و هو اول ما يحتاج الى ذلك من
 اختيار البعض منها دون بعض ترجح بلامرجح والتركيب الطبقي ان يلمس العقد فيوضع حرف ثم حرف ما زاد عليه من الاحاد كذا فيقدم الالف ثم المئات ثم العشرات ثم الاحاد
 ويكن هذا الى الف وتسعة وتسعين فخطها غطصط فاذا زاد فيدور الامر فالقانون ثلث وثلاثة آلاف جج ومائة الف قع والف الف غغ وبهذا الى الابد الى الابد
 يعرف ذلك من يعلم ارقام الهياكل والنجوم ومن منافع هذا الوضع الامن من الالتباس في غالب الصدفان غطصط المذكور مثلاً ان كتب من دون نقط تعيين
 الحروف بالوضع الطبقي فالادل لا يمكن ان يكون عجلة لانه لا يتقدم ظ ولا اث في ط محله لانه لا يتقدم ص ولا اث في ثض سمجة لانه لا يتقب ط ولا الالف ط محجة
 لانه لا يتقب ص وتام الكلام في رسالتنا الطيب الكبير ١٢ منه **ش** وقوم ههنا على قول انه كنتم مطلقا ظاهرا والا فالتقدير يا سيدي بل تقضى ما جئى الجواب **يا**
 و**اش** ١٢ منه **ش** وذلك طريق الارقام الجفرية يقدمون فيها الاحاد ثم عشرات ثم الفات دائة واحد عشر بار قائم ايقع والارقام الجفرية غنيا ١٢ منه الالف
 لفظية عظيم عظيم فاعلموا معنى السلطان العظيم للردم السلطان ١٢ منه فانه يتقل في من العقد الى الاحاد ١٢ منه فان واحد يقدم فيه على الكثير ١٢ منه كجج اولم واتوم ١٢ منه فها
 الى ابد استثناء الانبياء والمرسلين عليهم الصلاة والسلام فانه مركز في اذان المسلمين وكذا الصحابة والتابعون لهم باحسان لما عرفت في محله وبالله فيدنا رضى الله تعالى عنه
 افضل الاولياء الامن قام الدليل على استثنائه ١٢ منه **ش** هذا كذلك ١٢

والصلاة والسلام على خاتم النبيين : محمد وآله وصحبه اجمعين : وابنه هذا الفرد المكين : والغوث المبين :
وعليهما بهما يا ارحم الراحمين : وافي ختامه ستايقين : من صفرا الخير يوم جمع المسلمين : سنة الف وثلاثمائة وخمس :
من هجرة من اتى بالصلوات الخمس : ومردت لامره من المغرب الشمس : صلى الله عليه وعلى آله اجمعين : والحمد
لله رب العالمين -

وصاف الرجیع فی بسملة التراويح

۱۲ ۱۳ ۱۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ - ازاد جین، مکان میر خدام علی صاحب اسٹنٹ مرسلہ حاجی ملا محمد یعقوب علی خاں صاحب ۲۶ رجب ۱۳۱۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں تمام بلاد ہندوستان میں کہ سب اہل سنت و جماعت بفضلہ تعالیٰ حنفی المذہب ہیں
ہمیشہ سے یہی رواج دیکھا گیا کہ تمام حفاظ قرآن تراویح میں بسم اللہ شریف سارے قرآن مجید میں کسی و کسی سورت پر بس ملک بار آواز سے
پڑھتے ہیں اب بعض لوگ پیدا ہوئے کہ اس میں بہت جھگڑا اٹھتے ہیں زید کہ اس کا رسالہ مرسل خدمت والا ہے بائبل دو مولویوں
گنگوہی و پانی پتی کے دعویٰ کرتا ہے کہ تراویح میں بسم اللہ یا بھر ہر سورت کے سرے پر ماسوا سورہ برات کے از بس لازم ہے ورنہ
ایک سو تیرہ اور کبھی کہتا ہے ایک سو چودہ آیت کا نقصان لازم آئے گا بسم اللہ کا جزویت اور غیر جزویت ہونا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم سے آج تک تواتر منقول ہے حنفیہ کے نزدیک بھی علی سبیل القطع والتواتر ہے متفق علیہ بلکہ اجماع امت متفق ہیں عمرو نے اس
جہ سے انکار کیا اُس پر ردینے اُسے کہا بتسویل نفسانی نہ کہ سیات کے ہوا اور تخریب دین محمدی میں کمر باندھ کر اصول و قواعد دینیہ سے
برطرف ہوا اس رسالہ میں ایک عبارت اور دو فقرے مولویین مذکورین سے نقل کئے صفحہ ۵۵ پر لکھا قاری عبد الرحمن صاحب پانی پتی تبیین
ترجمہ تھانذریہ میں فرماتے ہیں جان کہ جب اہل قرات کا اس امر میں اختلاف ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جزو ہے یا نہیں ہیں تمام قرآن کو تراویح
میں پڑھنے والے پر جو ان قاریوں کی قرات پڑھے جو بسم اللہ کو ہر سورت کا جزو جانتے ہیں واجب ہے کہ بسم اللہ کو ہر سورت کے سرے پر
پکار کر پڑھے ورنہ ختم قرآن مجید میں سے اُس کو ایک سو چودہ آیتوں کا کم کرنا اور ترک کر دینا لازم آتا ہے اور جائز نہیں ہے ان شہروں
میں جہاں کے اکثر باشندے حنفی مذہب رکھتے ہیں اس کے خلاف دستور ہے پس معلوم نہیں کہ اس ترک و غفلت کا کیا سبب ہے
فقط مسئلہ پر لکھا استفتائے مولوی رشید احمد گنگوہی "بسم اللہ کا جہر سے پڑھنا تراویح میں مضائقہ نہیں اور ناز میں اس سے کوئی قباح
نہیں ہوتی یہ بھی قرا کا مذہب ہے اگر حضرت جنس کی اقتدا کر دے درست و مقبول ہے اور جب مذہب حنفیہ نہ پڑھتا ہم کوئی عیب نہیں سب
حق پر ہیں سب کے مذاہب صحیح و درست ہیں لیکن حفاظ قرآن مجید کو لازم ہے کہ پڑھا کریں ورنہ بموجب فرمان مولوی عبد الرحمن صاحب کے

عند الحنفی ختم میں نقصان ہے گا فقط واللہ اعلم کتبہ رشید احمد گنگوہی " ص ۱۸ پر لکھا استفتاء قاری عبدالرحمن صاحب پانی پتی " زمانہ قرا سب کا زمانہ اجتہاد و عمل بالسنة کا تھا زمانہ تابعین کا تھا اور مذہب مسائل اجتہاد میں ہوتا ہے نہ مقولہ میں اور مدار قرا کا فقط روایت و حکمت پر ہے اور قرا سب اپنی اپنی قرا کی روایت صحیح رکھتے ہیں اس میں دخل مذہب کو نہیں ہے لہذا قرا میں کسی اہل ہوا کا خلاف نہیں ہے المذہب نازمانہ قرا محتاج الیہ و محصور نہ تھے بلکہ بعد قرا کے تھے المذہب قرا کو پوچھنا کہ کیا مذہب رکھتے تھے جس سے بعد صحت روایت کے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پھر حاجت کسی مذہب اور کسی اجتہاد کی نہیں ہے اذاصم الحدیث فہو منہی قول احناف کا ہے جب مار صحت روایت پر مذاہب اربعہ میں ہوا پھر جو کوئی کسی مذہب کا کسی قاری کی قرا پڑھے گا اس کی قرا میں جو ہوا اس کی اتباع کہے جو کہ امام عاصم کی قرا میں بردایت حفص بسم اللہ درمیان ہر دو سورت کے ثابت ہے روایت اور کہیں حنفیہ کی کتب میں مانعت قرا و عاصم و حفص کی استیعاب واقع نہیں ہے تو تراویح میں بسم اللہ پڑھنا جائز ہوا والا پورا ختم روایت حفص میں نہ ہوا فقط واللہ اعلم بالصواب البد عبدالرحمن عفی عنہ " ص ۱۸ پر لکھا " صلاة مفروضة میں ختم مقصود نہیں اس لیے وہاں جہر لازم نہیں وہاں اتباع ابو حنیفہ کا چاہیے اور تراویح میں مقصود ختم کامل قرآن ہے وہاں اتباع قرآن بسم اللہ کو جہراً پڑھنا ساتھ تاکہ کے جائز ہے درختم میں نقصان لازم آتا ہے چنانچہ یہی تقریر خاکسار نے بارہا قاری عبدالرحمن صاحب کی زبانی بھی سنی ہے " اب علماء سے عرض ہے کہ یہ بیانات و فتاویٰ صحیح ہیں یا غلط اور یہاں مذہب حنفی میں کیا حکم ہے - بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله سرادجہاد و لیل و نہما احمد اکبار ادا مة و اکثارا و الصلوات السامیة و التحیات النامیة علی من سن فی الصلاة اسرار التسمیة و علی الہ و صحبہ النفوس الحامیة للبیضة السنة من الغوغاء العامیة امین امین یا ارحم الراحمین بسم اللہ شریف کا تراویح میں ہر سورت پر جہر مذہب حنفی میں لازم و واجب ہونا حفص بے اصل و باطل صریح اور حنفیہ کرام پر افتراء قبیح ہے تحصیل سنت ختم فی التراویح کے لیے صرف ایک یا کسی سورت پر جہر کرنے کی ہماری کتب میں صاف تصریح ہے زید بے علم اور اُس کے دونوں متبعین کی تقریر سراسر بے قریر و غیر صحیح ہے سلم الثبوت میں ہے البسلة من القرآن آية فتقأ فی الختم مرة یعنی بسم اللہ شریف قرآن عظیم کی ایک آیت ہے تو ختم میں ایک بار پڑھی جائے ملک العلماء بحوالہ علوم اس کی شرح فواخ الحرموت میں فرماتے ہیں علی هذا ینبغی ان یقرأها فی التراویح بالجهر مرة ولا ینادی سنة الختم و دھا یعنی اس بنا پر چاہیے کہ بسم اللہ شریف تراویح میں ہر سے ایک بار پڑھی جائے بے اس کے سنت ختم ادا نہ ہوگی شرح مولانا ولی اللہ میں ہے من قال بكون البسلة جزء من القرآن من غیر تعیین المحل او یجزئہا لہ فی اول کل سورة قال یوجب قراءتها فیما یختلف فیہ القرآن من الصلاة کالتراویح الا ان الجماعة الاولى تقول بوجوب قراءتها جہراً مرة والثانية تقول بوجوب قراءتها جہراً فی اول کل سورة سوى الراءۃ یعنی جو علم بسم اللہ شریف کو جزو قرآن سمجھتے ہیں خواہ بے تعیین محل (جیسے علماء حنفیہ وغیرہم) یا یوں کہ ہر سورت کی پہلی آیت ہے (جیسے

علماء شافعیہ) ان سب کے نزدیک جس نماز میں قرآن مجید کا ختم کیا جائے جیسے تراویح اُس میں بسم اللہ شریف کا پڑھنا ضرور ہے مگر ہمارے
 ائمہ مجہور علماء کے نزدیک صرف ایک بار باواز اور شافعی مذہب میں سورہ برأت کے سوا ہر سورت کی ابتدا پر قرآن اتمار مولانا جلیل
 انصاری میں ہے اعلم ان التسمیۃ آیۃ من القرآن کله انزلت للفصل بین السور ولست جزء من الفاتحة ولا من کل سورة
 فالقرآن عبارة عن مائة واربعۃ عشر سورة وآیۃ وهی التسمیۃ فلا بد فی ختم القرآن من قراءة التسمیۃ مرة علی صدر
 آیۃ سورة کانت وهذا کله عندنا علی المختار اه مختصراً یعنی بسم اللہ شریف سارے قرآن مجید میں صرف ایک آیت ہے کہ سورتوں میں
 فصل کے لیے اتاری گئی نہ وہ فاتحہ کی جز ہے نہ ہر سورت کی تو قرآن عظیم نام ہے ایک سو چودہ سورتوں اور ایک آیت کا کہ وہ بسم اللہ شریف ہے
 پس ختم قرآن میں بسم اللہ شریف کا کسی سورت کے سرے پر ایک بار پڑھنا ضرور ہے یہ سب ہمارے ائمہ کا مذہب مختار ہے جواب مسئلہ قواسی قد
 سے ہو گیا مگر فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ بعون رب قدیر جل جلالہ تحقیق حق نصح و تلخیص قول حجج کے لیے چند افادات عالیہ لکھے جن سے توفیق تعالیٰ
 احکام مسئلہ کو نور انکشاف اور اوہام باطلہ کو طور انکشاف ملے واللہ المعین وبہ نستعین **افادۃ اولی** بسم اللہ شریف کے باب میں
 ہمارے ائمہ کرام بلکہ مجہور ائمہ صحابہ و تابعین وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب حق و تحقیق یہ ہے کہ کسی سورت قرآن کی جز نہیں جدا گانہ
 آیت واحدہ ہے کہ تبرک و فصل بین السور کے لیے مکرر نازل ہوئی امام عبدالعزیز بن احمد بن محمد بخاری علیہ رحمۃ الباری کراجلۃ اللہ خفیہ سے
 ہیں کتاب التفتیح شرح حسامی میں فرماتے ہیں الصحیحۃ من المذہب انما من القرآن لکنها لست جزء من کل سورة عندنا بل
 هی آیۃ منزلة للفصل بین السور کذا ذکر ابو بکر الرازی ومثلہ ردی عن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ امام محقق ابن امیر الحاج حلینی
 فرماتے ہیں المشہور عن اصحابنا انہا لست بأیۃ من الفاتحة ولا من غیرہا بل هی آیۃ من القرآن مستقلة نزلت للفصل
 بین السور علامہ ابراہیم حلینی غنیہ میں فرماتے ہیں ان مذهبنا ومذہب الجمہور لست آیۃ من الفاتحة ولا من کل سورة امام
 ابوالبرکات نسفی کنز الدقائق اور علامہ ابراہیم حلینی طبعی الابحر اور علامہ محمد بن عبداللہ غزنی قرطاشی تنویر الابصار میں فرماتے ہیں ہی آیۃ من
 القرآن انزلت للفصل بین السور ولست من الفاتحة ولا من کل سورة امام مینی عمدة القادی شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں قال
 اصحابنا البسملۃ آیۃ من القرآن انزلت للفصل بین السور لست من الفاتحة ولا من اول کل سورة اسی طرح بہت کتب میں ہے
افادۃ ثانیہ مجرد تکرر نزول ہرگز موجب تعدد نہیں در نہ قائلان تکرار نزول فاتحہ قرآن عظیم میں دو سورہ فاتحہ مانتے کہ ان کے نزدیک فاتحہ
 مکہ منظر میں نازل ہو کر مدینہ طیبہ میں دوبارہ اُتری علامہ حسن حلینی حاشیہ تلویح میں فرماتے ہیں تعدد نزولہا لا یقتضی تعدد قرائنہا
 کیف وقد قیل بتکوار نزول الفاتحة ولم یقل احد بتعدد قرائنہا علامہ مونی خسرو کے حاشیہ تلویح میں ہے القول بتکوار
 لا یقتضی القول بتعددہا کیف وقد قیل الی اخر ما مر و لہذا علامہ بحر نے بحوالہ الرائق میں فرمایا انھا فی القرآن آیۃ واحده **افادۃ**
 بھا کل سورة وعند الشافعی آیات فی السور اسی طرح قرآن اتمار سے بھی گذرا کہ ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک تمام قرآن میں
 صرف ایک آیت ہے نہ یہ کہ ایک سو تیرہ یا چودہ آیتیں ہوں اور جب آیت واحدہ ہے تراویح میں اس کی صرف ایک بار تلاوت
 ادائے سنت ختم کے لیے آپ ہی کافی کمالاً بخفی علی کل عاقل فضلاً عن فاضل کون جاہل لکے گا کہ ایک آیت کو جب تک ثوبار

نہ پڑھو ختم پورا نہ ہو افادۃ ثالثہ بسم اللہ شریف کا جزو سورت ہونا ہرگز ہرگز حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہونا درکنار ثابت کرنا دشوار اس کے تواتر کا ادعا محض بہتان و افتراء بلکہ احادیث صحیحہ اس کلمہ کے نقض پر صاف گواہ کھدایت قیمۃ الصلوٰۃ و حدیث ثلثین آیۃ لک و غیرہا کما فصلہ العلماء الکرام فی تصانیفہم ولا حاجۃ الی ایذاہا ہنا فان شہرۃ الکلام فیہ اغنتنا عن اعادۃ و اطالۃ المقال بتذکارہ افادۃ رابعہ یہ ہیں اُس پر اجماع است کا بیان افتراء بہتان بلکہ عمل فرماتے ہیں صحابہ کرام و تابعین اعلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع تھا کہ بسم اللہ شریف جزو سورت نہیں قول جزئیت اُن کے بعد حادث و نو پیدا ہوا یہی مدعی فقہ مرقی علی نوری سفاقی غیث النفع فی القراءات السبع میں فرماتے ہیں ہذا ان قلنا ان البسمۃ لیست بأیۃ ولا بعض آیۃ من اول الفاتحۃ ولا من غیرہا وانما کتبت فی المصاحف للیقین والتبرک اذ انما فی اول الفاتحۃ لا ابتداء للکتاب علی عادۃ اللہ جل و عن فی ابتداء کتبہ و فی غیر الفاتحۃ للفصل بین السور قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یعرف فصل السورۃ حتی ینزل علیہ بسم اللہ الرحمن الرحیم وھو مذہب مالک و ابی حنیفہ والثوری و حکی عن احمد و غیرہ و انتصر لہ مکی فی کشفہ و قال انہ الذی اجمع علیہ الصحابۃ و التابعون و القول بغيرہ محدث بعد اجماعہم و شفع القاضي ابو بکر بن الطیب بن الباقلا فی المالکی البصوی نزول بعد اذ علی من خالفہ و کان اعمى الناس بالمناظرۃ و ادقہم فیہا نظرا امام زبیری تبیین الحقائق پھر علامہ سید ابوالسود ازہری فتح اللعین میں فرماتے ہیں قال بعض اهل العلم من جعلها من كل سورة في غير الفاتحة فقد خرق الاجماع لانهم لم يختلفوا في غير الفاتحة امام بدر الدین محمد عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں فان قيل نحن نقول انما آیۃ من غیر الفاتحۃ فکذلک انما آیۃ من الفاتحۃ قلت هذا قول لم یقبل به احد ولهذا قالوا زعم الشافعی انما آیۃ من كل سورة وما سبقه الى هذا القول احد لان الخلاف بين السلف انما هو في انما من الفاتحة او ليست بأیۃ منها ولم یعدہا احد آیۃ من سائر السور افادۃ خامسہ تمام مصاحف حنفیہ میں ہر بسم اللہ شریف پر نشان آیت موجود ہے وہ بلاشبہ اُن کے نزدیک آیت نامہ ہے اب سورہ بقرہ سے لے کر سورہ ناس تک تمام سور میں آیات خفصہ کی گنتی بتائیے دیکھئے تو کہیں بھی بسم اللہ شریف گنتی میں آئی ہے مثلاً سورہ اخلاص چار آیت ہے بسم اللہ سے الگ ہی چار آیتیں ہیں سورہ کوثر میں تین آیتیں ہیں بسم اللہ سے جدا ہی تین آیتیں ہیں و علی ہذا القیاس بخلاف سورہ فاتحہ کہ سات آیتیں ہیں اور ان کے نزدیک انفس علیہم پر آیت نہیں و لهذا ہمارے مصاحف میں اُس پر نشان آیت عند الغیرہ لکھے ہیں نہ ○، صاف دلیل واضح ہے کہ ہمارے قراء کے نزدیک بسم اللہ بقرہ سے ناس تک کسی سورت کی جز نہیں بلکہ ایک انھیں قاریوں کی کیا تخصیص سب کے نزدیک سوا فاتحہ کے کہ مختلف تھا ہے باقی تمام سورتوں کے شمار آیات سے بسم اللہ شریف خارج ہے یہ بھی اُس ارشاد علی کا پتا دیتا ہے کہ قول جزئیت حادث و خلاف اجماع ہے امام زبیری تبیین پھر علامہ ازہری فتح اللعین میں فرماتے ہیں ان کتاب المصاحف کلہم عددوا آیات السور فاخرجوها من كل سورة وقال بعض اهل العلم الى اخر ما مر عمدہ میں امام عینی کا ارشاد گزرا لم یعدہا احد آیۃ من سائر السور تنبیہ شمار سے اخراج لعدم جزئیت میں صریح ظاہر ہے اور ادخال میں علیؑ کے کرام نے جائز فرمایا کہ صرف ظن کی طرف مستند ہو تو مفید تعلیم جزئیت نہ ہو گئے گا امام زبیری نصب الراية اور امام عینی عمدہ میں فرماتے ہیں لعل ابابہر یقہ

سمیع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقرؤها فظنہا من الفاتحة فقال انما احدى اياتها ونحن لا ننكر انما من القرآن ولکن
النزاع وقع فی مسئلتین احدہما انہا آیۃ من الفاتحة والثانیۃ ان لہا حکم سائر آیات الفاتحة جہا اوسرا ونحن نقول انہا آیۃ
مستقلة قبل السورة ولیست منها جمعا بین الأدلة وابوہریرۃ لم یخبر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ قال ہی احدی
ایاتہا وقرءتہا قبل الفاتحة لا یدل علی ذلك واذا جاز ان یکون مستندا ابی ہریرۃ قراءۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
لہا وقد ظہر ان ذلك لیس بدلیل علی محل النزاع فلا یعارض بہ ادلتنا الصحیحۃ الثابتۃ **ام افادۃ سادسہ** جرئت
بسم اللہ شریف کو قطعی کتب محض جہالت اور تصریحات الکرام وعلیٰ عظام سے غفلت ہے بلکہ جرئت سورت درکار جرئت قرآن بھی خبراً
تواتر نہیں ولذا انکروا الامام الاوزاعی والامام مالک وبعض مشائخنا ونسب للتقدمین بل وقع فی التلویح وحواشی الکشاف
وغیرہما انہ المشہور من مذهب ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال الفقہستان فی ان هذا لم یوجد قال الشافعی فی رد المحتار
ای بل هو قول ضعیف عندنا علامہ حسن علی حاشیہ تلویح میں فرماتے ہیں قال الجدید المحقق فی تفسیر الفاتحة قال ابو حنیفۃ
ومالک رحمہما اللہ تعالیٰ المعتبر التواتر فی قرائتہا لانی نقلہ فقط وهو الحق اذ من الظاہ ان النقل اذا لم یکن علی انہ
قرآن لا یفید القرائۃ التواتر فی نقل البسامل لیس علی انہ قرآن والا لم یخالف فیہ بل کتب فی المصاحف للفصل والتبرک بها
ہمارے الہ کہ اثبات فرماتے ہیں بوجہ اثبات فی المصاحف واما بالتجربہ دلیل عقلی قائم فرماتے ہیں نہ تواتر سبب بالحدیث یہ کہ بسم اللہ شریف کا
جز قرآن عظیم ہوتا تو ہمارے نزدیک دلیل قطعی سے ثابت ہے مگر جز سورہ ہوا ہرگز نقل عقل کسی طرح قطعی نہیں بلکہ ہمارے علمائے کرام اسے دلیل
قطعی سے باطل اور بعض اخبار احاد کو کہ وہ ہم جرئت واقع ہوئے مخالفت قاطع کے سبب نامقبول وضمحل بتاتے ہیں نہایت یہ کہ علمائے
شافیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کہ قائلین جرئت ہیں خود منکر قطیعت ہیں امام ذہبی شافعی فرماتے ہیں یہی صحیح ہے امام عبدالعزیز بن احمد بخاری یقین
میں فرماتے ہیں النقل المتواتر لما لم یثبت انہا من السورة لم یثبت ذلك علامہ ہاری سلم الثبوت اور علامہ برفورخ الرحوت میں
فرماتے ہیں (لم یثبوتوا تراثها جزء منها) فلا تثبت الجزئیۃ اذ قد سبق ان تواتر الجزئیۃ شرط لا ثباتھا انہیں میں ہے (عارضہ
القاطع) وهو عدم تواتر الجزئیۃ الدال علی عدمہا فی الواقع فیصفہ حل المظنون وهذا هو الجواب عن الاخبار الاحاد الستی
تو ہم الجزئیۃ بل یمجب ان تكون هذا الاخبار مقطوع السہو والا لتواترت ان علامہ ابراہیم علی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں لا یثبت
کوئنا آیۃ من کل سورة من السور بلا دلیل قطعی کما فی سائر آیات واجماع الصحابة علی اثباتہا فی المصحف لا یلزم منه
کوئنا آیۃ من کل سورة بل اللازم منه مع الامر بالتجريد عن غیر القرآن انہا من القرآن وبہ نقول انما آیۃ منہ نزلت
للفصل بین السور علامہ بحر الفقہ زین بن نجیم مصری شرح منار بحر علامہ سید محمد آفندی شامی منحة الخالق حاشیہ بحر الرائق میں فرماتے
ہیں ہی قرآن لتواترہا فی محلہا ولا کفر لعدم تواتر کوئنا فی الاولائل قرأنا علامہ سید ابوالسود اذہری فتح اللہ المعین میں فرماتے
ہیں ثبوت قرائتہا لا علی سبیل التواتر ولہذا اعلل فی النہر عدم تکفیر جاحدا بعدم تواتر کوئنا قرأنا علامہ سیدی احمد
طحاوی مصری حاشیہ مرا فی الفلاح شرح نو الایضاح میں فرماتے ہیں انہا وان تواترت لکن بتہا فی المصاحف لم یثبوتوا کوئنا قرأنا

علامہ شہاب خٹابی عنایتہ القاضی وکفایتہ الراضی میں فرماتے ہیں ولم یقوانترسمیتھا قرانا وایة بالنقل عنه علیہ الصلوٰۃ والسلام ذلوا
توانتر لکف جاحدا وھو لا یکف بالافتاق اسی میں امام قرطبی رحمہ اللہ سے ہے المسألة اجتماع دینہ ظنیہ لاقطعیہ کما ظنہ
بعض الجھلۃ من المتفقہ اسی میں تفسیر امام سین سبکی بالوجیز ہے المطلوب هنا الظن لا القطع اسی میں امام حجة الاسلام محمد غزالی
شافعی سے ہے انہ اقام الدلیل علی الالکفاء بالظن فیما نحن امام ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں
البسطة آية من الفاتحة ظنا لا علما وقطعا ان نقله عنه القاری فی المرقات علامہ سفاقی غیث النفع فی القراءات السبع
میں فرماتے ہیں ان المحققین من الشافعية وعزاه للمأرودی للجمهور علی انہ آية حکما لا قطعاً قال النووی والصحیح انھا قرآن
علی سبیل الحکم ولو کان قرآنا علی سبیل القطع لکفنا فیہا وھو خلاف الاجماع اسی میں شرح منہاج النووی تصنیف امام جلال الدین
محل شافعی سے ہے البسطة منها ای من الفاتحة عملا لانه صلى الله تعالى عليه وسلم عدھا آية منها صححه ابن خزيمة
والحاکم وکیفی فی ثبوتمہا من حیث العمل الظن **افادة سابعة قول** وبالله التوفيق قرآن عظیم کے ختم میں لا اقل ایک بار بسم اللہ
شریف پڑھنے پر تمام قراء کا اجماع قطعی ہے کہ ابتداء تلاوت سورۃ غیر برات میں اتیان بسم جمع علیہ ہے پھر ہر دو سورۃ کے درمیان اثبات
وحذف میں قراء مختلف ہیں امام نافع مدنی بروایت قالون اور امام عبد اللہ بن کثیر مکی و امام عاصم بن ہمدانہ کوفی و امام علی بن حمزہ کسائی کوفی
پڑھتے اور امام مدنی بروایت ورش اور امام عبد اللہ بن عامر شامی و امام حمزہ بن حبیب زیات کوفی و امام ابو عمرو بن العلاء بصری حذف کرتے
ہیں تو اگر مجلس واحدہ میں کوئی شخص قرآن عظیم بتداء واحد ختم کرے تاہم ایک بار بسم اللہ شریف باجماع قراء پڑھے گا اور تکرار میں اختلاف ہے کہ
غیث النفع میں ہے لا خلاف بینہم فی ان القارئ اذا افتتح قراءتہ باول سورة غیر براءة انہ یبسمی سواء کان ابتداء عن
قطع او وقف (الی ان قال) واختلغا فی اثباتھا بین السورتین سواء کانتا مرتبتین او غیر مرتبتین فان ثبتھا قالون والمکی
وعاصم وعلی وخذھا حمزة ووصل السورتین (الی قوله) وانما اختلفوا فی الوصل ولم یختلفوا فی الابتداء لانھا مرسومة فی المصاحف
فمن یترکھا فی الوصل لولہ یأت بها فی الابتداء لمخالفة المصاحف وخرق الاجماع الخ سراج القاری شرح شاطبیہ میں ہے اخبرنا
رجلا لا یعلموا بین السورتین وھم قالون والکسائی وعاصم وابن کثیر والباقیین لا یسمعون بین السورتین لان هذا من قبیل
الاثبات والحذف اھ ملخصا اب نظر غار کبجی و حذف صراحة نائی و منائی جزئیست ہے کہ اگر جزوی تو حذف کیونکہ ہو سکتی اور اثبات اصلا
مغیر جزئیست نہیں کہ اثبات اعوذ پر بھی اجماع قراء ہے اور وہ بھی مثل اثبات بسم متواتر حالانکہ باجماع مسلمین قرآن نہیں غیث النفع میں ہے
لا خلاف بین العلماء ان القارئ مطلوب منه فی اول قراءتہ ان یتعوذ الخ شرح الشاطبیہ لابن القاصح میں ہے الاستعاذۃ قبل
القراءة باجماع وقوله مسجلا ای مطلقا لجمیع القراء وفي جمیع القرآن تو مجرد اثبات وروایت متواترہ قراء سے خدا تحقیق جزئیست قرآن پر
بھی جزم نہ ہو سکتا نہ کہ خاص جزئیست سورۃ پر لہذا علمائے عالم جیسا کہ اثبات و تواتر تعوذ پر اجماع کر کے اس کی عدم قرآنیت پر اجماع لکھتے ہیں
لہ شروع تلاوت اگر ابتداء سورۃ کے علاوہ کہیں وسط سے ہو تو بسم اللہ کی حاجت نہیں بہتر ہے اور اگر ابتداء سورۃ سوائے برات سے تلاوت آغاز کرے تو
بسم اللہ باجماع پڑھے پھر اثنائے تلاوت میں جو سورتیں آتی جائیں ان پر بسم اللہ پڑھنے نہ پڑھنے میں اختلاف ہے ۱۷

یہ ہیں اثبات و تواتر بملکہ یک بار مطلقاً پر اجماع فرما کر اس کی قرآنیت میں اختلاف رکھتے ہیں تو مجرد اثبات قراء و تواتر روایت سے جزئیت پر دلیل لانی محض باطل ہے ہاں قرآنیت بسم اللہ پر اس کے سوا ایک دلیل قطعی قائم ہوئی جس کا ذکر اوپر گذر لہذا جمہور ائمہ قائل قرآنیت ہوئے اور جزئیت سموت پر کوئی دلیل قطعی نہیں لہذا جمہور ائمہ جانب جزئیت نہ گئے بلکہ اللہ تعالیٰ اس تقریب سے مثل آفتاب روشن ہو گیا کہ اگر قرأت کا اثبات متواتر اصلاً مفید جزئیت نہیں اس بنا پر حضور پوریتہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تواتر جزئیت کا ادھائے باطل درکنار قراء سے تواتر قول بالجزئیت بھی ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ یہ کما حق ہے کہ اثبات و حذف دونوں متواتر قطعی اور یہ کہنا باطل کہ جزئیت عدم دونوں قطع مردی کہ اثبات و جزئیت میں مشرق و مغرب کا فرق ہے اس پر ایک دلیل جلیل واضح و روشن یہ بھی ہے کہ قائلان جزئیت بعض احادیث آحاد سے احتجاج و استناد کی طرف جھکے اور اس بنا پر کہ ثبوت قطعی نہیں ظنییت مسئلہ کی تصریحیں کر گئے دفع اعتراض کے لیے یہاں کفایت ظن کے قائل ہو لیے جیسا کہ ابھی کلمات امام حجت الاسلام و امام ماوردی و امام زوی و امام علی و امام ابن حجر وغیرہم سے مذکور ہوا اگر اثبات قراء مثبت جزئیت ہوتا تو اسی پر تہنویل کرتے قطعیت چھوڑ کر ظنییت کی طرف کیوں اترتے ہذا کلمہ جلی واضحہ عند کل من له فہم و عقل فضلاً عن اہل العلم و الفضل اور یہیں سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ اس مسئلہ میں مذہب کو دخل نہ ماننا محض جہالت و سخت سفاہت ہے بلکہ حقیقتاً روایت قراء نے جزئیت میں کچھ دخل نہ دیا و اگر انہوں نے اٹا سمجھ لیا آخر امام قرطبی وغیرہ کا ارشاد سن چکے کہ مسئلہ اجتہاد یہ ہے علامہ بہاری و علامہ بحر فرماتے ہیں (ترکھا نصف القراء) و ہما بن عامر و نافع بروایۃ الودش و حمزۃ و ابو عمرو و قال مطلع الاسرار الالہیہ قدس سرہ فی غیر الفاتحۃ (و تواتر انہ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ و اصحابہ وسلم (ترکھا) عند قراءۃ السورۃ لقراءۃ القراء متواترۃ (ولا معنی عند قصد قراءۃ سورۃ ان یترک اولھا) فیجب ان لا تكون جزء و لیفتہد علیہ ما روی فی الخبر الصیح عدم البحر عیانی الصلاة فان قلت قد قرءھا الباقون من القراء فتواتر قراءتہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ الصلاة و السلام فیجب ان تكون جزء قال (و تواتر قراءتہا عنہ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (بقراءۃ) القراء (الآخرین لا یستلزم کونها) جزء (منھا) لجواز ان یکون للتبرک کالاستعاذۃ اسی طرح اور کتب میں ہے مگر جہاں زمانہ کو خبر نہیں افادۃ ثامنہ اقول روایت اثبات کا اثبات جزئیت عند المسلمین سے بھی بے علاقی ہونا تو ظاہر ہو چکا اور ہم یہ بھی ثابت کر آئے کہ شمار آیات سورہ دلیل واضح ہے کہ قراء المسلمین بھی جزئیت سورہ نہیں مانتے تاہم اب اگر بالفرض کسی طریقہ سے ثابت بلکہ متواتر بھی ہو کہ امام عاصم کا مذہب جزئیت تھا تو وہ عبادات ہے اس میں ہیں کلام نہیں مذہب میں ہم ان کے مقلد نہیں ان کی قرأت کا اختیار برخلاف مذہب ان کے مذہب پر عمل لایا کر کے امرواض پر دلیل روشن دے گا کہ جو تو سنئے شک نہیں کہ ہمارے ائمہ نے قراءت عاصم و دیگر شخص اختیار فرمائی اور شک نہیں کہ بالا جماع ناز سرب و جہر سب میں ہمارے یہاں اخفاء بملکہ کا حکم اور شک نہیں کہ مذہب امام پر قراء جہرہ میں ایک آیت کے سوا اخفاء بالاتفاق سجدہ اور عمدۃ پر اعادہ لازم تو قطعاً ثابت کہ خفض و عاصم اگرچہ جزئیت فائزہ کی طرح جزئیت ہر سموت بھی مانتے ہوں مگر ان کی قراءت اختیار کرنے نے ہمیں عمل قول جزئیت پر مجبور نہ کیا ورنہ ضرور جہرہ میں جہر تسمیہ علی الفاتحہ کا حکم ہوتا و اس کا ترک سجدہ سہو یا اعادہ چاہتا پھر بعد فائزہ سموت پر اتیان بملکہ میں عامۃ متون مذہب مثل ہدایہ و وقایہ و نقایہ و اصلاح و غیرہ و تفسیر البحر و تنویر وغیرہ انکار محض پر ہیں اللہ اسکی پر بلائی و مشرح و وقایہ و مباح و در و جمہرہ نیزہ و مجمع الانس و غیرہ

شروع نے مثنیٰ فرمائی محققین کے نزدیک اگرچہ اُس کا حاصل کراہت نہیں صرف نفی سنت ہے کما بینا ہ فی فتاویٰ العظام النبیہ
فی الفتاویٰ الرضویہ تاہم اگر اختیار قرات عاصم اختیار جزئیہ لازم کرتا تو نفی سنت اور التزام ترک سبکہ میں نفی کراہت پر اجماع حقیقہ ممکن
تھا ابھی مسلم و فرائض سے من چکے کہ سورت پڑھتے وقت اُس کے اول سے ایک آیت چھوڑ دینا بے معنی ہے سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
جامع صغیر میں فرماتے ہیں فیہ بھی شئی من القرآن و ذہب لیس من اعمال المسلمین اہ نقلہ الشافعی عن النضر عن الامام فی باب
مجدد التلاوة پس آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ ہمیں عمل قول جزئیہ پر مجبور کرنا ہمارے المرکرام کے اجماع تام کے خلاف اور محض اپنے
ذہن کی تراشیدہ بات ہے قصد و عدم قصد ختم سے تفرقہ محض ہمارا اختیار قرار عاصم موجب عمل بر جزئیہ نہیں تو ختم میں کیا نقصان اور
اگر ہے تو فرض میں وجوب ہر کیون نہیں کیا فرض میں ہم قرآن بقرات عاصم نہیں پڑھتے بھلا ختم میں اتنا ہی ہے کہ سنت ناقص رہی یہاں تو
واجب ترک ہوتا ہے افادہ تاسعہ اول بطور ناظرہ علی المنزل اگر ان کیجیے کہ اختلاف قرار روایت جزئیہ و عدم جزئیہ ہے
تاہم جس نے ختم میں ایک بار بسم اللہ شریف پڑھی اُس نے یقیناً کلام اللہ ختم کیا نقص اگرچہ روایت میں نہ کہ قرآن میں تو پوسے قرآن کا
ثواب ملنا کیا معنی کیا سنت یہ ہے کہ مثلاً امام عاصم کی روایت تراویح میں پوری کی جائے یا یہ کہ قرآن عظیم کا ختم کامل ہو اگر اول مانو تو محض
باطل اور شرع مطہر پر کھلا افترا کس دلیل شرعی کا حکم ہے کہ خاص فلاں روایت کا اتمام سنون اور ثانی مانو اور وہی حق ہے تو قرآن عظیم تو باقطع
والیقین یوں بھی ختم ہو گیا پھر کامل ثواب نہ ملتا یعنی چہ کیا بعض روایات پر قرآن کامل ہے بعض پر عاذا اللہ ناقص حاش شہرہ طرح تمام و کامل ہے
ورنہ لازم آئے کہ بعض بلکہ ہر عرض میں حضور پر نور سید العالمین حضرت جبریل روح الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ناقص قرآن کا دور ہوا
ہر قاری کے پاس ناقص قرآن رہا کہ ہر قرات میں بنسبت دوسری کے کچھ نہ کچھ اثبات و معدن ہے اپنے نزدیک تمامی عند اللہ تمامی کو مستلزم نہیں
اور جب عند اللہ تمامی تو نقص ثواب کا زعم رب العزت کی جناب میں سوئے من ہے ان الله لا یضیع آجوالمُحْسِنین ۵ اگر کہنے کو یہ استراک
فی نفسہ تام و کامل ہے مگر مثلاً امام عاصم کے نزدیک پورا نہ ہوا اول دو حال سے خالی نہیں یا تو قرات کے نزدیک روایات آخر بھی متواترہ نہیں
اور ان میں ایک کا اختیار اس بنا پر کہ اپنے اساتذہ پر یہ ہیں بٹھا ان کے نزدیک اپنی ہی روایت متواتر ہوئی تو اتر باقی پر اطلاع نہ ملی علی الاول
بلاشبہ امام عاصم پر یہ اعتقاد فرض کہ کلام الہی پورا ختم ہو گیا اگرچہ ان کی روایت پوری نہ ہوئی اور ثواب کامل اسی پر منوط تھا نہ خاص ان کی
روایت پر و علی الثانی جب ہم پر ہر غیر مذکور و ناہنیم ماد کی طرح ان روایات کا قرات روشن ہو گیا تو امام عاصم کا نہ جاننا مطلع نہ ہونا کچھ حجت نہیں
عرض نہ عاصم کی روایت پر ثواب محصور نہ عاصم کے خیال کی تقلید ضرور جبکہ باقطع والیقین حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
اُس کا خلاف تواتر ماؤر کیا فرسے کی بات ہے کہ امام مذہب بلکہ انصاف امام الامام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب تو محض اپنے اس زعم
باطل پر چھوڑا جملے کے اذ اصح الحدیث ہومذہبی قول احنات ہے اور امام عاصم کا ایک خیال کہ عدم اطلاع پر یعنی ہو اُس پر چھوڑا ایسا
ضرور کہ اُس کے مقابل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر قطعی بھی نا منظور افادہ عاشق اگر بعد اطلاع خبر ساطع و ظہور حق
لاح اپنی خطا پر مطلع ہو کر دعویٰ نقصان ثواب سے عدول کر کے اس راہ چلیے کہ بلاشبہ قرآن بھی کامل ختم کامل کا ثواب بھی حاصل مگر جبکہ ہم
قرات امام عاصم اختیار کیے ہوئے ہیں تو ہم پر شرعاً یہی واجب کہ انہیں کی روایت پر قرآن ختم کریں اول یہ بھی محض باطل ابتداء قرات

واحدہ صرف ہنگام روایت واجب ہے کہ روایت ابدالقرآن کا نام کر کے بعض حروف روایت دیگر پڑھے تو کذب فی النسبۃ و تخلیط و تخلیط لازم آئے کہ اس تقدیم پر اس کا مخاریف ہوگا کہ یہ لفظ اس طرح اس امام کی روایت ہے حالانکہ وہ اُس کی روایت نہیں تلاوت میں تیسین قرات واجب نہیں کہ آخر سب قرآن اور سب عن منزل من عند الرحمن ہے تو تخصیص بعض و انکار بعض کے کیا معنی اختلاف قرات مثل اختلاف مذہب نہیں کہ تیسین واجب یا تحقیق باطل ہو یہاں اگر بعض سورہ بلکہ ایک سورت کی بعض آیات بلکہ ایک آیت کے بعض کلمات ایک قرات کے مطابق پڑھے اور بعض دیگر بعض دیگر کے تو عند التحقیق اصلاً مانع نہیں جب تک وہ یقین موجب اختلاف نظم یا فساد معنی نہ ہو اور اگر ایک کلام ختم ہو کر دوسری بات شروع ہو جب قرات دہلی یا بخوانے خصوصاً جبکہ مجلس متبدل ہو امام خاتم الحفظ جلال الحق والدین سیوطی القان شریف میں امام سید القراء شیخ المقرئین شمس الدین ابو النجیر ابن الجوزی سے نقل فرماتے ہیں الصواب ان يقال ان كانت احادی القرائتین مرتبة علی الاخری منع ذلك منع تحريم كمن يقرأ و قلنی ادم من ربه كلمت برفعها او نصبها اخذ ارفع ادم من قراءه غير ابن كثير و رفع كلمات من قراءته و نحو ذلك مما لا يجوز في العربية واللغة وما لم يكن كذلك ففيه بين مقام الرواية وغيرها فان كان على سبيل الرواية حراماً ايضاً لانه كذب في الرواية و تخلیط وان كان على سبيل التلاوة جازاً ہاں اگر امام نے حفظ دیہ عوام کو یہ وصیت فرمائی کہ جاہلوں کے سامنے قرات غریبہ و وجہ عجیبہ نہ پڑھیں کہ مبادا وہ انکار یا طعن یا استہزا کی آفت میں پڑیں وہ مختار میں ہے يجوز بالروایات السبع لکن الاولی ان لا یقرأ بالغریبۃ عند العوام صیانہ لدینہم رد المحتار میں ہے قوله يجوز بالروایات السبع بل يجوز بالاعتناء ایضاً كما فض عليه اهل الاصول ما قوله بالغریبۃ ای بالروایات الغریبۃ والامالات لان بعض السفهاء یقولون ما لا یعلمون فیعقون فی الاثر والشقاء ولا یبغی للاثمة ان یحصلوا العوام علی ما فیہ نقصان دینہم ولا یقرؤ عندہم مثل قراءۃ ابی جعفر وابن عامر و علی بن حمزہ والکسانی صیانۃ لدینہم فلیعلمہم یتخفون او یضحکون وان کان کل القراءات والروایات صحیحۃ قطعیۃ ومشایختنا اختاروا قراءۃ ابی عمرو حفص عن عاصم عن التمار خانیه عن فتاویٰ الحجۃ اسی طرح علیگیر وغیرہا میں ہے افادۃ حادی عشر اقول جن مصلحت کے لیے یہاں علمائے پیش عوام روایت غریبہ کی تلاوت سے منع کیا مسئلہ مسئلہ میں انصافاً دیکھئے تو ہمارے بلا میں خاص صورت اختلا میں ہے کہ یہاں کے تمام حفاظ و قراء و سامعین عامہ مسلمین کے کان ہر سورت پر ہر بسم اللہ سے اصلاً آشنا نہیں وہ اسے سن کر مخالفت کریں گے طعن و اعتراض سے پیش آئیں گے تمہارے مذہم میں یہ اعتراض اُس امر پر ہوگا جو قرآن فقرنا حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہے اور دوسرا امر جس کے وہ عادی ہیں یعنی اختتام خود بھی مقرر ہو کہ وہ بھی حق و صحیح اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایسا ہی متواتر ہے تو اُسی کو کیوں نہ لیجئے اور عکس کر کے مسلمانوں میں فقہ عوام میں شورش کیوں پیدا کیجئے اب اپنے ذمہ باطل پر تم خود اس کے باعث ہوتے ہو کہ امر متواتر عن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مسلمانوں سے انکار و اعتراض کرا کیا اسی کا شریعت مطہرہ نے حکم دیا ہے کیا اسی پر قاری یا ملاحظہ ہونا رو گیا ہے ان یہ ضرور ہے کہ جب تک باہر نئی بیگانہ تازی جہاد اکثر مسلمین کے گوش نا آشنا نہ ہو شریعت نام کا ذلیعہ نہیں ہوتی مگر پناہ ہم بخدا کہ قاریین قرآن قرات قرآن سے شہرت نام کی بیٹ نہیں

علمائے کرام ایسے محل پر ترک افضل کی رائے دیتے ہیں نہ ترک مساوی امام علامہ جمال الدین زلیعی نصب الراہی میں نقل فرماتے ہیں
یسوع للانسان ان یترک الافضل لاجل تالیف القلوب واجتماع الكلمة خوفا من التفتیر كما ترك النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم بناء البیت علی قواعد ابراهیم لکون قریش کا نواحدی عہد بالجاہلیہ و خشی تفتیر ہم بذلک و رآی
تقدیر مصلحۃ الاجتماع علی ذلک ولما انکر الربیع علی ابن مسعود اکمالہ الصلاة خلف عقیق قال الخلف شر وقد نص
احمد وغیر علی ذلک فی البسطة و فی وصل الوتو و غیر ذلک مما فیہ العدول عن الافضل الی الجائر المفضول مراعاة
لا لتکالیف المامومین اولئکہ يفهم السنة وامثال ذلک وهذا اصل کبیر فی سد الذرائع یہ سب اس تقدیر پر تھا کہ بفرض باطل
قطیعت جزئیات مان لی جائے ورنہ حق تحقیق کا ایضاح پہلے ہو چکا اس تقدیر پر قادی و ملا اپنی اس تنقیر و آثار فتہ کی حد بتائیں یہاں
بہتہ عام اس غیر قصدی الزام سے بھی محفوظ اور یہ تنقیر و ایقاع اختلاف ویسے مستند معتد سے محفوظ کما لا یخفی واللہ اعلم
افادہ ثانیہ عشری یہاں تک عوی قطیعت جزئیات و لزوم نقصان ختم کا رد تھا کہ بحمد اللہ یا حسن وجہ ظاہر ہوا اب بوجہ تعالیٰ ہر و اخفا
کی طرف چلے تراویح میں ہر سہلہ کا حضور پرورد سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر کنا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صریح اقرار ہے
تواتر در کنار زہار کسی حدیث آحاد سے بھی اس کا ثبوت نہیں ہر فی التزویج و بعد مطلقا کسی نماز میں حضور والا صلوات اللہ وسلامہ علیہ کا بسم اللہ
شریف ہر سے پڑھنا ہر گز ہر گز متواتر نہیں تو اگر کیسا نفس ثبوت میں تحت کلام و نزاع ہے امام حافظ عقیل کتاب الضعفاء میں لکھتے ہیں
لا یصح فی الجہر بالبسطة حدیث مسند بسم اللہ میں کوئی حدیث مستصحیح نہیں ذکرہ فی عمدۃ القاری امام دارقطنی فرماتے ہیں
لم یصح فی الجہر حدیث ہر تفسیر میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی ذکرہ فی عنایۃ القاضی یہی امام دارقطنی جب مصر شریف لے گئے
کسی مصری کی درخواست سے دربارہ ہر ایک جز تصنیف فرمایا بعض مالکیہ نے قسم لے کر پوچھا کہ اس میں کون سی حدیث صحیح ہے آخر
براہ انصاف اعتراف فرمایا کہ کل ما روی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الجہر فلیس بصحیح نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم سے ہر میں جو کچھ روایت کیا گیا ہے اس میں کچھ صحیح نہیں ذکرہ الامام الزلیعی عن التفتیر عن مشایخہ عن الدارقطنی
والمحقق فی الفتح امام ابن الجوزی نے کہا لم یصح عنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الجہر شی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہر
بسم اللہ میں کوئی روایت صحیح نہیں ذکرہ القاری فی المرقاة یہاں تک کہ تنقیح میں احادیث ہر لکھ کر فرمائے ہذہ الاحادیث لا یحسن
بسن لہ علم بالنقل ان یعارض بما الاحادیث الصحیحة ولولان یعارض للفقہ شیعہ عند سماعها فیظنھا صحیحۃ لکان الاثر
عن ذکرھا اولی و یکنی فی ضعفھا اعراض المصنفین للسانید و السنن عن جمہورھا خلاصہ یہ کہ وہ احادیث نہ احادیث صحیحہ کے مقابل
نہ ذکر کے قابل و لہذا اصنفان مسانید و سنن نے ان کے ذکر سے اعراض کیا نقلہ فی نصب الراہی خود پیشوائے دہلیہ ابن القیم نے اپنی کتاب
مسعی بالہدی میں لکھا صحیحہ تلافی الاحادیث غیر صریحہ و صریحہا غیر صحیحہ ای حدیثوں میں جو صحیح ہے وہ ہر میں صریح نہیں اور جو
ہر میں صریح ہے وہ صحیح نہیں نقلہ امام الوہابیۃ الشوکانی فی نیل الاوطار امام زلیعی تبیین الحقائق میں فرماتے ہیں الحاصل ان
احادیث الجہر لم تثبت خلاصہ یہ کہ ہر کی حدیث ثابت نہ ہوئی اثرہ السید الاذہری فی الفتح امام زلیعی نصب الراہی میں فرماتے ہیں

هذه الاحادیث كلها ليس فيها صريح صحيح وليست مخزجة في شيء من الصحيح ولا المسانيد ولا السنن المشهورة وفي رواياتها
 الكذبون والضعفاء والمجاهيل الخ ان حديثوں میں کوئی حدیث صریح و صحیح نہیں دیکھا صحاح و مسانید و سنن مشہورہ میں مروی نہیں انکی روایتوں
 میں کذاب، ضعیف، مجہول لوگ ہیں امام عینی عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں احادیث الجہر لیس فیہا صریح بخلاف حدیث الاخفاء
 فانہ صحیح صریح ثابت فی الصحیح و المسانید المعروفة و السنن المشهورة ہر کی حدیثوں میں کوئی حدیث صحیح و صریح نہیں بخلاف حدیث
 اخفاء کہ وہ صحیح و صریح اور صحاح و مسانید و سنن مشہورہ میں ثابت ہے امام اعظم ابو حنیفہ و امام مالک و امام شافعی و امام احمد چاروں ائمہ مذہب
 اور بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و تاجہ و بیہقی و ابونعیم و ابن عبد البر و غیر ہم اکابر حفاظ و اجلہ محدثین اپنی صحاح و سنن و مسانید و معاجم میں باسانید کثیرہ حضرت سیدنا
 انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں صلیبت خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفت
 ابی بکر و عمرو و عثمان فلما سمع احدا منهم یقول بسم اللہ الرحمن الرحیم هذا اللفظ مسلم و فی لفظ الامام احمد و النسائی و ابن
 حبان فی صحیحہ و غیرہم باسناد علی شرط الصحیح کما افادہ فی الفتح کا ذوالایچہرون بسم اللہ الرحمن الرحیم و فی لفظ
 لابن خزيمة والطبرانی و ابی نعیم کا ذوالیسر و بسم اللہ الرحمن الرحیم و لابن ماجہ فکلہم یخفون بسم اللہ الرحمن الرحیم
 میں نے حضور اقدس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی کے پیچھے نماز پڑھی ان میں کسی کو بسم اللہ شریف
 پڑھتے دیکھا وہ بسم اللہ شریف کا جہر نہ فرماتے تھے وہ بسم اللہ شریف آہستہ پڑھتے تھے یہ وہ حدیث جلیل ہے جس کی تخریج پر چاروں ائمہ مذہب
 اور چھوٹے اصحاب صحاح متفق ہیں بلکہ طبرانی نے انہیں سے روایت کی ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یسب اللہ الرحمن
 الرحیم و ابابکر و عمرو و عثمان و علیا بیک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بسم اللہ شریف
 آہستہ پڑھتے تھے امام الاثر امام الحنفیہ و امام محمد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و غیر ہم ابن عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی قال سمعنی
 ابی وانا اقول بسم اللہ الرحمن الرحیم فقال ای بنی ایاک والحدیث قال ولما راہد امن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کان انفض الیہ الحدیث فی الاسلام یعنی منہ قال و صلیبت مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع ابی بکر و مع عمرو و مع عثمان فلما سمع
 احدا منهم یقولوا فلا تقلھا انت اذا صلیبت نقل الحمد لله رب العالمین یعنی مجھے میرے باپ نے نماز میں بسم اللہ شریف پڑھتے سنا فرمایا کہ میرے بیٹے
 بڑھتے سے بچ ابن عبد اللہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ میں ان سے زیادہ کسی کو اسلام میں نئی بات نکالنے کا دشمن نہ دیکھا انہوں نے فرمایا
 میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ نماز پڑھی کسی کو بسم اللہ شریف
 پڑھتے نہیں سنا تم بھی نہ کہو جب نماز پڑھو الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرو انہیں عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی امام کو بسم اللہ جہر سے
 پڑھتے سنا پکار کر فرمایا یا عبد اللہ انی صلیبت خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابی بکر و عمرو و عثمان رضی اللہ تعالیٰ
 عنہم فلما سمع احدا منهم یجہر بھا اے خدا کے بندے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ
 عنہم کے پیچھے نماز میں پڑھیں ان میں کسی کو بسم اللہ جہر سے پڑھتے نہ سنا رواہ الامام الاظمہ ذکوہ فی الفتح امام اعظم و امام محمد

وامام طحاوی و امام ابو عمر بن عبد البر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی الجہر بسم اللہ الرحمن الرحیم
 قراءۃ الاعراب بسم اللہ شریف آواز سے پڑھنی گنواروں کی قرات ہے نیز اسی جناب سے مروی ہوا الجہر للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم بالبسملة حتی مات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی بسم اللہ شریف کا جہر فرمایا یہاں تک کہ دنیا سے تشریف لے گئے ذکرہ
 الحق فی الفتح اثرم بسند صحیح عکرمہ تابعی شاگرد خاص حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی انا اعوانی ان جہرت
 بسم اللہ الرحمن الرحیم میں گنوار ہوں اگر بسم اللہ شریف جہر سے پڑھوں سعید بن منصور اپنی سنن میں راوی حدیثنا حماد بن زید عن
 کثیر بن شفیظ ان الحسن سئل عن الجہر بالبسملة فقال انما یفعل ذلک الاعراب یعنی امام حسن بصری سے جہر بسم اللہ کا
 حکم پوچھا گیا فرمایا یہ گنواروں کا کام ہے ابن ابی شیبہ اپنے مصنف میں امام ابو امام محمد بن یحییٰ تابعی سے راوی الجہر بسم اللہ الرحمن الرحیم
 بدعۃ بسم اللہ شریف جہر سے کہنا بدعت ہے اثرم انھیں سے راوی ما درکت احدی الجہر بسم اللہ الرحمن الرحیم والجہر بجا
 بدعۃ میں نے صحابہ و تابعین میں کسی کو بسم اللہ شریف کا جہر کرتے نہ پایا اُس کا جہر بدعت ہے بحن حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 سے تواتر کہ ان حضرات علیہ کے نزدیک کچھ بھی ثبوت ہوتا تو کیا یہ اجلہ صحابہ و تابعین معاذ اللہ سے بدعت بتاتے یا گنواروں کا فعل کہہ سکتے
 و لکن الجہلۃ یقولون ما لا یعلمون نہایت کہ امام الفقہارام المحدثین اوحده الادلیا اوحده المجتہدین سیدنا امام سفین ثوری رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ نے اختیار جہر بسم اللہ کا قول سخت مجرور و مجرور مانا اور اُس کے انھا کو افضل و ادلی سمجھا تتمہ عقائد اہل سنت جانا محدث لا نکائی
 کتاب السنۃ میں بسند صحیح راوی حدیثنا المخلص نا ابو الفضل شعیب بن محمد نا علی بن حرب بن لبام سمعت شعیب بن جریہ
 یقول قلت لسفین الثوری حدثت بحديث السنة ینفعنی اللہ بہ فاذا لو قفت بین یدایہ قلت یارب حدثنی بهذا سفین فانیخواتنا
 و توخذنا قال اکتب بسم اللہ الرحمن الرحیم القرآن کلام اللہ غیر مخلوق (و جعل یسار الی ان قال) یا شعیب لا ینفک
 ما کتبت حتی تری المسح علی الحفین و حتی تری ان اخفاء بسم اللہ الرحمن الرحیم افضل من الجہر بہ و حتی تو من بالقد ر
 (الی ان قال) اذا وقفت بین یدای اللہ فسلک عن هذا فقل یارب حدثنی بهذا سفین الثوری ثم دخل بینی و بین اللہ عزوجل
 یعنی شعیب بن جریہ نے امام سفین ثوری سے کہا مجھے عقائد اہل سنت بتا دیجیے کہ اللہ عزوجل مجھے نفع بخشے اور جب میں اُس کے حضور کھڑا ہوں
 تو عرض کروں کہ اے مجھے سفین نے بتائے تھے تو میں نکات پاؤں اور جو کچھ ہو آپ سے ہو فرمایا لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم قرآن
 اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں اور اسی طرح اور عقائد و مسائل لکھو اگر فرمایا اے شعیب یہ جو تم نے لکھا تمہیں کام نہ دے گا جب تک مسح موزہ کا
 مجاز نہ مانو اور جب تک یہ عقائد نہ لکھو کہ بسم اللہ کا آہستہ پڑھنا یا کاذب پڑھنے سے افضل ہے اور جب تک تقدیر الہی پر ایمان نہ لاؤ جب تم
 اللہ عزوجل کے حضور کھڑے ہو اور تم سے سوال ہو تو یہ نام یہودینا کہ یہ عقائد و مسائل مجھے سفین ثوری نے بتائے پھر مجھے اللہ تعالیٰ کے
 حضور جبرائیل علیہ السلام نے بتائے یہی طبقات الحفاظ میں فرماتے ہیں هذا ثابت عن سفین و شیخ المخلص ثقہ یہ روایت سفین سے
 ثابت ہے اور راوی ثقہ واللہ تعالیٰ اعلم افادۃ ثالث عشر اقول ہم آفتاب روشن کی طرح ثابت کر آئے کہ اگر بغرض باطل نہ ہو
 ماحم جو نہایت ہر صورت صحیح تاہم اختیار قرات ماحم میں اختیار جزئیات پر مجبور نہیں کر سکتا یہی اگر بغرض ماحم سے ثابت ہو حالانکہ ہرگز

ثابت نہیں کہ اُن کا طریقہ نماز میں ہر جگہ جبر بسم اللہ تھا تاہم اُن کی قراءت اختیار کرنی ہرگز اسے مستلزم نہیں کہ نماز میں دوبارہ جبر و اخف
اُن کی پیروی ضرور ہو کہ یہ مسئلہ فقہیہ ہے اور ہم فقہ میں اُن کے تقلد نہیں آخر نہ دیکھا کہ ہمارے الٰہ کرام نے اُن کی قراءت اختیار فرمائی اور
نماز میں بسم اللہ شریف کے اخفا کا حکم دیا لاجرم ہمارے علمائے صاف صریح تصریح فرمائی کہ جبر و اخفائے بسم اللہ شریف میں امام قراءت کا
اتباع بخیر نماز میں اخف ہی کرے اور بیرون نماز بھی اتباع قاری خاص صرف بوجہ اولویت ہے نہ بطور وجوب و لزوم و ضرورت
لما قد منان القراءات كلها حقة بالیقین لا احتمال فيها الخطأ ولا یتا فی بعضها بعضاً فلا یجوز فی شیء منها لاجتماع ولا افراداً ما لم
یؤد التلیفین الی التیغیر بخلاف المجتہدات الخلافیة فان المجتہد یخطئ ویصیب فلا تعد و عما استقدنا انه صواب یحتمل الخطأ
الی ما ظننا انه خطأ یحتمل الصواب ولئن لفقت لربما اتفق الا قال علی فساد العمل محضی شرح قدوری پھر کفایہ شرح ہدایہ پھر رد المحتار
حاشیہ مختار میں ہے لا یجہد فی الصلوة عندنا خلافاً للشافعی وفي خارج الصلاة اختلاف الروایات والمشافیح فی التعوذ والتسمیة
قبل یحیی التعوذ دون التسمیة والصحیح انه یتخیر فیہما ولكن یتبع امامه من القراء وهم یجہدون بما الاحمزة فانه یخفیہما ہا ہ بھرا
تعالیٰ یہ خیالات جدیدہ و ہامیہ کے رد میں ہمارے علمائے کرام صریح ہے **افادہ رابعہ عشر اقول** وباللہ التوفیق حقیقت امر یہ ہے
کہ روایات قراء طہیۃ فطیحة قرآناً فقرناً بذریعہ تدریس و تعلیم و تلقی تلاذہ عن الشیوخ ہیں تو یہ جبر و اخفا اوقات تعلیم و اقرا کی خبر دیتے ہیں
و خاص حال نماز کی حضور پر نور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تو طریقہ تعلیم قرآن عظیم معین رہا کہ تلاذہ پڑھنے استاذ سے بتاتے نہ یہ
کہ نمازوں میں سن سن کر سیکھتے جس میں سوال و جواب و تعلیم و تعلم کا کوئی موقع نہیں بیرون نماز بھی قراءت شیخ کا دستور نہ تھا بلکہ اسے ناکافی
سمجھتے اگرچہ یہاں ممکن تھا کہ جو طرزا و تلمیذ کی سمجھ میں نہ آتا دریافت کر لیتا استاذ اعادہ کر دیتا اتفاقاً شریف میں ہے اوجہ التعلیل
عند اهل الحديث السماع من لفظ الشيخ والقراءة عليه السماع عليه بقراءة غيره والمناولة والاجازة والمكاتبه والوصية
والاعلام والوجادة فاما غير الاولين فلا ياتي هنالما يعلم مما سئل ذكره واما القراءة على الشيخ فهي المستعملة سلفنا
وخلفنا واما السماع من لفظ الشيخ فيحتمل ان يقال به هنالان الصحابة رضی اللہ عنہم انما اخذوا القرآن من فی النبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لكن لم يأخذ به احد من القراء والممنع فيه ظاهر لان المقصود هنا كيفية الاداء وليس كل من
سمع من لفظ الشيخ بقدر على الاداء كهيأته بخلاف الحديث فان المقصود فيه المعنى او اللفظ لا بالهيأت الملتزمة في
اداء القرآن واما الصحابة فكانت فصاحتهم وطباعهم السليمة تقتضي قدرتهم على الاداء كما سمعوه من النبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم لانه نزل بلغتهم ومما يدل للقراءة على الشيخ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم القرآن على
جبریل فی رمضان کل عام اہ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اگرچہ سب کمال افادہ حضور و غل علی کمال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
و نہایت استعداد و نفوس قابل رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سن کر سیکھا مگر وہ بھی بطور تعلیم و تحقیق ظاہر باطن
و نظم و منی و حکمت تھا نہ یوں کہ صرف نماز میں قراءت اقدس سے لفظ یاد کر لے صحابہ کرام دہل دہل آیتیں سن اُن کے علم و عمل کے
سیکھتے جب اُن پر قادر ہو جاتے ہیں اور تعلم فرماتے اسی طرح امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارہ برس میں سورہ بقرہ

حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پڑھی جب ختم فرمائی ایک اونٹ ذبح کیا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آٹھ سال میں پڑھی کہ جس قدر تیر زائد دیر زائد ابن عساکر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی قال کنا اذا تعلمنا من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عشر آیات من القرآن لم نتعلم العشر التي بعد ما حتى تعلم ما فيه فقیل لشريك من العمل قال نعم ابو بکر بن ابی شیبہ اپنی مصنف میں ابو عبد الرحمن سلمی سے راوی قال حدثنا من كان يقرأ ما من اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم انهم كان يقرأون من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عشر آيات ولا يأخذون في العشر الاخرى حتى يعلموا ما في هذه من العلم والعمل فعلمنا العلم والعمل ابن سعد طبقات میں بطریق عبد اللہ بن جعفر عن ابی السخ عن سمیون اور امام مالک موطا میں بلاغا راوی ان ابن عمر تعلم البقرة في ثمان سنين خطيب بغدادی کتاب رواد مالک میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی قال تعلم عمر البقرة في اثنتي عشرة سنة فلما ختمها نحو جزورا تو ظاہر ہوا کہ یہ روایات جہر و اخفاء قراءات خارج از نماز کی نقل ہیں اب بجز اللہ تعالیٰ اُس ارشاد علی کا راز واضح ہوا کہ بیرون نماز اتباع امام قراءت مناسب ہے اس کی نظیر منیر مسئلہ تعوذ ہے عامر قرا کا اُس کے جہر پر اتفاق ہے امام اجل ابو عمرو دانی نے اس پر اجماع اہل ادا نقل فرمایا امام عارف باللہ شاطبی نے باوصف حکایت خلاف تصریح فرمائی کہ ہمارے حفاظ و رواة اُس کا اخفاء نہیں مانتے تیسرے باب ذکر الاستعاذہ میں ہے لا اعلم خلافا بین اهل الاداء في الجهر بها عند افتتاح القرآن وعند الابتداء بروس الاجزاء وغيرها في مذهب الجماعة اتباعا للنص واقتداء بالسنة حرزالامانی و وجہ التہانی میں ارشاد فرمایا ہے اذا ما اسر دت الدهر نقراء فاستعذ و جہاد من الشيطان بالله سبحانه وسبحه القاری میں ہے "قوله سبحانه اي مطلقا لجميع القراء وفي جميع القرآن" پھر فرمایا ہے واخفاؤه فضل آباءه وعائتاه وكم من فني كالمهدوي فيه اعلا في شرح میں ہے ای روی اخفاء التعوذ عن حمزة و نافع اشار الى حمزة بالقاء من فضل والى نافع بالالف من آباءه وجه به الباقون وهم ابن كثير وابو عمرو وابن عامر وعاصم والكسائي هذا هو المقصود بهذا النظم بالباطن ونبه بظاهره على ان من ترجع قراءته اليهم من الائمة ابوا الاخفاء ولم يأخذوا به بل أخذوا بالجهر للجميع ولذلك امر به مطلقا في اول الباب اب كون عاقل كمنه كما کہ یہ اہل بان جہر رواة و اتفاق جمیع اہل ادا نماز و غیر نماز سب کو شامل وہ سب تمام قرا کے طور پر نماز میں بھی اعوذ بکھر پڑھتے تھے ماشا بلکہ قطعاً یہ روایات و نقول سب محل روایت و تلاوت بیرون نماز سے متعلق ہیں لاجرم شرح میں فرمایا قوله فاستعذ جہاراً هو المختار لسائر القراء وهذا في استعاذة القاري على المقرئ او بحضرة من يسمع قراءته اما من قترأ خاليا وفي الصلوة فالاخفاء اولی امام جلیل جلال سیوطی اتقان میں کتاب النشر امام القراء محمد محمد ابن الجوزی سے نقل المختار عند ائمة القراء الجہر بها وقيل ليس مطلقا وقيل ما عدا الفاتحة وقد اطلقوا اختيارا الجهر و قيدة ابو شامة بقيد لا بد منه وهو ان يكون مجزوة من يسمعه لان الجهر بالتعوذ اظهار لشعار القراءاة كالجهر بالتلبية وتكبيرات العيد ومن فوائد ان السامع ينصت للقراءة من اولها لا يفوته منها شيء واذا اخفى التعوذ لم يعلم السامع بها الا بعد ان فاتته

لله اي وان جاءت الرواية على اخفاء فصلها ۱۱ منه

من المقر وثیٰ وهذا المعنى هو الفارق بين القراءة في الصلاة وخارجها **افادة خامسه عشر** قرأيت بسم الله ضروري
 ہے مگر وہ ہرگز من حیث الروایہ ثابت نہیں بلکہ کتابت مصاحف واجماع علی التجزیہ سے ولہذا جب امام ولی صالح قدس سرہ المجتہد نے فقہ
 میں فرمایا ہے وسبیل بین السورتین بسنة؛ رجال نحوہا دسریۃ وتحملہا شارح علامہ نے صاف تصریح فرمادی کہ اراد بالسنة
 التي نحوها كتابة الصحابة لها في المصحف پھر اس کا حاصل بھی صرف اس قدر کہ بسم اللہ کلام الہی ہے نہ یہ کہ ہر سورت کی جڑ ہے یا ختم
 میں ہر جگہ اس کا ہر لازم کما مر فی الافادۃ السادۃ اور جب اسے چھوڑ کر نفس روایت بمعنی متعارف کی راہ لیجیے اور صرف اس کی صحت کو
 مناط ان کراشات مدعا کا جو صلہ کیجیے تو یہ محض باطل دہوس عاقل فقط صحت روایت پر مدار قراءت ہونے سے کیا مقصود ہے آیا یہ
 کہ صرف اس قدر سے قرآنیت ثابت جاتی ہے تو قطعاً مردود کہ قرآنیت بے دلیل قطعی یقیناً مفقودہ افادہ ششم میں اس کا بیان موجود
اقول ولا نسلم ان فی الفرض حتی عن السبعة ما لم يتواتر وان اشتمل بل القرآن متواتر قطعاً بجميع اجزائه وان لم
 تقف انت علی تواتر بعضہ فلیس من شرط المتواتر تواترہ عندك اتقان میں ہے لا خلاف ان کل ما هو من القرآن يجب
 ان يكون متواتراً باصله واجزائه واما فی محله ووضعه و ترتیبہ فذلک عند محققى اهل السنة لان العادة تقضى
 بالتواتر فی تفاصيل مثله لان هذا المعجز العظيم الذي هو اصل الدين القويم والصراط المستقيم مما تتواتر دواعی علی
 نقل جملة وتفاصيله فما نقل احاداً ولم يتواتر يقطع بانه ليس من القرآن قطعاً الخ اور اگر یہ مراد کہ جب روایت صحیح ہو و نہ کریں گے
 صرف اسی قدر پر پڑھنا جائز سمجھیں گے تو اولاً یہ بھی چاروں مذہب میں باطل جمہور محققین قرا و محدثین و فقہاء اصولیین اس کے بطلان
 کے قائل **اقول** كيف لا وانما الكلام في قراءته قرأنا وهي موقوفة على ثبوت قرأنيته الموقوفة على تواترها والا فلا شك في
 جواز قراءة الاحاد بل الشواذ للاحتجاج بها في حكم كخبير الواحد والاستشهاد بها على مسئلة ادبية مثلاً اذا لم يعتقد
 قرأنيته ولم يؤسسها والا حرم باجماع مسلمين كما نص عليه في غيث النفع عن ابى القاسم النويري في شرح طيبة
 النشر عن الامام ابى عمر في التمهيد غيث النفع میں ہے مذهب الاصولیین وفقہاء المذاهب الاربعۃ والمحدثین
 والقراء ان التواتر شرط فی صحۃ القراءۃ ولا تثبت بالسند الصحیح غیر المتواتر ولو وافقت رسم المصاحف العثمانیۃ
 والعربیۃ وقال الشیخ ابو محمد مکی القراءۃ الصحیحۃ ما صح سندھا الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وما صح وجهها
 فی العربیۃ ووافقت خط المصحف وتبعه علی ذلک بعض المتأخرین ومشی علیہ ابن الجزری فی نشرہ وطیبته وهذا
 قول محدث لا یعول علیہ ویؤدی الی تسویۃ غیر القرآن بالقرآن ولا یقدح فی ثبوت التواتر اختلاف القراء فقد تواتر القراءۃ
 عند قوم دون قوم الخ اور بعض متأخرین کہ جائز رکھتے ہیں وہ بھی شہرت واستفاضہ وقبول قرا شرط کرتے ہیں مجرد صحت روایت پر قناعت
 کسی معتمدی الفتن کا قول نہیں خود امام ابن الجزری جنہوں نے نشر میں یہ ضابطہ باندھا کہ کل قراءۃ وافقت العربیۃ ولو بوجه ووافقت
 احدی المصاحف العثمانیۃ ولو احتمالاً لا و صح سندھا فہی القراءۃ الصحیحۃ انھیں نے اس ضابطہ کی تشریح میں آپ ہی فرمایا
 اذا كانت القراءة مما شاع وذاع وتلقاه الاثمة بالاسناد الصحیحہ اذ هو الاصل الاعظم والکن الا قوم پھر فرمایا یعنی بہ ان

یروی ثلاث القاء العدل الضابط عن مثله وهكذا حتى تنتهي وتكون مع ذلك مشهورة عند ائمة هذا الشأن امام جلیل
جلال سیوطی جنہوں نے یہاں کلام امام القراء کی تعریف کی اگرچہ اس کے بعد وہ کلام مذکور سابق افادہ فرمایا جس نے اس کے معنوں کی تصحیح^۱
کی اعنی لا خلاف ان کل ما هو من القرآن يجب ان يكون متواترا الى اخر ما مر اس کلام کی تخصیص میں فرماتے ہیں اتقن الامام ابن
الجوزی هذا الفصل جدا وقد تحرر لي منه ان القراءات اوزاع الاول المتواتر الثاني المشهور وهو ما صححه سنداً ولم يبلغ درجة
التواتر ووافق العربية والرسم فانتشهر عند القراء ويقال به على ما ذكر ابن الجوزي الثالث الاحاد وهو ما صححه سنداً
وخالف الرسم والعربية او لم يشتهر الاشتهار المذكور ولا يقال به احياناً انما اگر بالفرض یہ مسلم بھی ہو تو اس سے
حاصل کتباً جواز قرات نہ ہو وچتر کثرت یہ محض ایک امر زائد و خارج ہے جس سے تلذذ و حضور ثابت ہو سکے نہ بحال ترک کسی لفظ کے
نزدیک حکم نقصان ختم کی راہ ملے اللهم الا عند مجنون نابذ العقول لا يسمع ما يقال ولا يدري ما يقول بالجمله یہاں تین چیزیں اثبات
مبطلین کتابت مصاحف روایت مخصوصہ اول تو اولاً بحث سے محض برکراں جس سے جزئیات سورہ درکنار قرآنیت کا اثبات بھی ظاہر^۲
ثانیاً روایات جہر و اثبات سب بیرون نماز کی حکایات اُس سے مطلق نماز یا خاص تراویح پر حکم ناقابل التفات ثالثاً بغرض باطل بطور ناظر
ادعائے نقصان ختم میں یوں بھی کلام کہ خلاف و اثبات دونوں طور پر قرآن تمام و دوام ثبوت قرآنیت پر ضرور دلیل مبین مگر عاذا جزئیات سورہ
وجہ فی الصلاۃ سے علاقہ نہیں نہ تکرر نزول تعدد آیات پر دلیل مقول تو ایک بار پر اقتصار میں نقصان ختم کا زعم مخدول سوم اکی دو صورتیں ہیں
تواتر یا مجرد صحت اور ہر ایک دربارہ جہر فی التراویح یا در باب جزئیات بسم اللہ شریف میں تواتر نفس تو سرے سے دربارہ قرآنیت ہی نہیں تواتر^۳
چہ رسد اور چتر مذکور و جزئیات سورہ میں نفس صحت معدوم تا بتواتر چہ کشف خود قائلان جزئیات مصرحان ظہنیت و نافیان قطعیات اور عندا تحقیق
انتقائے قطعیات خود انتقائے جزئیات و لہذا اصحابہ و تابعین و جہر اللہ دین کو اس سے انکار اور قول جزئیات کے محدث و نو پیدا ہونے کا صانع
اظهار ہاں صرف دربارہ فاتحہ بعض اخبار آحاد مذکور کہ عندا المحققین مخالفت قاطع کے سبب مجرد و مجرد صحت روایت پر اقتصار و قاطعاً باطل
و مقبور پھر علی التسلیم اُن سے ثابت ہوگا تو وہ امر جدید جو دعویٰ مخالف کے عموم و خصوص دونوں کا مخالف و رد شدہ یعنی صرف جزئیات فاتحہ
ہر صورت پر جہر کے لیے تقسیم سورہ کا دہرہ اور فاتحہ کے ساتھ ذرائع جہر میں اخفا کس وجہ سے اس نے تخصیص تراویح کی باطل کیا یہ تو امور ثابتہ تھے
دلوہ جو جن میں مخالف کے لیے اصلاً سند نہ کوئی صورت کسی پہلو پر اُس کی سند اور یہیں سے واضح کہ مسئلے کو مفروضہ قطعیہ اجماعیہ غیر اجتہادیہ ماننا
مذہب کو اُس میں دخل نہجانا محض جہل سرزد اب نہ رہا مگر یہ جاہلانہ زعم زاعم کہ جزئیات سورہ یا جہر فی التراویح مذہب عاصم اور اُن کی قرات کے
آخذہ جہر اخفا نماز میں اُن کا اتباع لازم اول ائمہ قرات پر انفرادیت اور ثانی محض جہل و غفایت مخالفت تصریح ائمہ حقیقت غرض حفاظہ
حقیقہ پر سر ہر صورت پر جہر محض ظلم و قہر نہ شرع سے اُس پر دلیل قائم بلکہ دلائل شرعیہ و فرعیہ ہمارے قول پر حاکم ہمارے ہی قول
کی ناصر داعی مصالح شرعیہ ہمارے ہی قول کی طرف داعی و اللہ الحمد والمنة والصلاة والسلام علی نبینا سید الانس والجنۃ
والہ وصحبہ سادات الجنۃ۔ آمین۔

۱۔ بلکہ یہاں بھی ایک لفظ سے اپنی برات اُس سے ظاہر فرمادی کہ سیاتی ۱۲ منہ ۲۔ هذه كلمة التبری ۱۲ منہ

تذیل

الحمد للہ آفتاب عالم تاب حق و صواب بے نقاب و حجاب شک و ارباب جلوہ فرمائے منظر اجاب ہو اب کیا حاجت کہ حیثیات نازدہ و انویات بے فائدہ کے رد و ابطال میں تضيغ وقت کیجیے زید بے قید اپنی شدت جہالت و وقت سفاہت کے باعث خود اس قابل نہیں کہ ایسی بات قابل التفات ہو اُس نے کوئی مطلب روشن علم پر محرم نہ کیا زور تقاض و شور تقاض نے جا بجا اپنا ہی لکھا خود رد کر دیا عناد و اجترار و مکارہ و افتراء سب و شتم علائے کرام بیت اللہ الحرام کے ماوراجو باتیں اصل مقصد میں لکھیں اپنے دونوں متبوعوں ہی کے کلام سے اخذ کیں متبوعین میں گنگوہی صاحب نے طرفہ ناشاکیا کہ اول تو اپنے پیشوا جناب قاری صاحب کا صاف رد لکھا قاری صاحب نے فرمایا تھا اس مسئلے میں مذہب کو کچھ دخل نہیں گنگوہی صاحب فرماتے ہیں قبلہ باطل مبین دخل نہ ہونا کیا معنی صریح اجتہاد یہ ہے حصص کا مذہب ہر امام اعظم کا مذہب اخفا ہے جس کی پیروی کیجیے درست و بجا ہے قاری صاحب جہر فی الختم اگرچہ نماز میں ہو حصص کی روایت ہے عاصم کی قراوت ہے منقول عن الرسول بروج صحت ہے گنگوہی صاحب حضرت نہیں بلکہ حصص کی رائے ہے عقلی اجتہاد سے ہاں مذہب سب بجا ہیں یوں حق و رشاد ہے قاری صاحب ۱۱ اُن مورسے جن میں نزاع کی گنجائش ہی نہیں یہاں تک کہ مذہب بھی خلاف سے کنارہ گزریں گنگوہی صاحب قبلہ یہ لان ہے صاف گزان ہے خود المہ سنت نزاع کر رہے ہیں خود امام اعظم کا صریح خلاف ہے قاری صاحب یہاں چاروں مذہب میں صحت روایت پر مدار کا رہے گنگوہی صاحب حضرت چاروں درکنار خود اپنے مذہب میں اس سے انکار ہے قاری صاحب جب مسئلہ روایت صحیحہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہو چکا خلاف و حنیفہ باقی ہی کب رہا اذا صحیح الحدیث فھو مذہبی قول اخلاف ہے تو بعد صحت روایت خلاف و مخالفت سے مطلع صاف ہے گنگوہی صاحب قبلہ یہ تو بدامہنہ مردود خلاف امام اعظم تھا موجود قاری صاحب بعد صحت روایت کسی مذہب کی کیا حاجت یعنی کوئی خلاف کرے بھی تو کیا قابل سماعت گنگوہی صاحب داہ حضرت سب حق و ہدایت جس کی اقتدا کروا ہوتا کی بشارت غرض اولاً قاری صاحب کے خیالات گار دہی فرما کر اخیر میں سارا دھڑا قاری صاحب کے سردھرا کہ یہ سب کچھ ہے مگر حافظوں پر وہی ضرور حضرت قبلہ قاری صاحب کو منظور ملک خدا نے غالب کا حکم جناب قاری صاحب کا جو ہر سورت پر جبریم اللہ ذکر کے کا ختم کامل کے ثواب سے محروم پھرے گا اقول ان سب خرافاتوں کا ردہ بالغ و طرز بازغ و طرح طرح سے افادات میں گذرا یہاں حضرت سے اولاً انتہا دریافت کرنا ہے کہ جب سب مذہب حق تھے سب کا اتباع ہر ایک سب کے اقتدا کی عام اجازت تو اب حفاظہ پر خاص ایک ہی کا اتباع کیوں لازم و ضرور ہو گیا حصص کا خلاف تو پہلے بھی معلوم ہی تھا اُس وقت تک تو آپ یہی فرما رہے تھے کہ اس میں عیب نہ اُس میں حج اب قاری صاحب کے فرمان میں کیا کسی تازہ وحی نے نزول کیا جس نے ایک حق کو ناحق ایک ہدایت کو ضلالت ایک جائز کو ناجائز کر دیا مثلاً تیار آپ فتویٰ لکھ رہے ہیں یا کوئی اپنی خانگی پنجابیت قاری صاحب کا فرمان حدیث ہے یا آیت یا فقہی روایت کو کسی شرعی محنت مثلاً ثبوت تو دیکھیے کہ مذہب حصص تمام سود میں جزئیات بامطل تھا راجعاً بلکہ پہلے اسی سے چلے کہ امام حصص کو منصب اجتہاد حاصل تھا خامساً مسئلہ اجتہاد یہ ہے یا نہیں اگر نہیں تو اپنے فتویٰ میں ذکر فرمان

پانی پت تک جو کچھ لکھا سب پر پانی پھیرے اور اگر ہاں تو آپ اجتہادیت میں امام اعظم ملت امامت کے مقلد ہیں یا محمد العصر پانی پت کے
 باتباع ہوا تقلید امام کو آگ دکھانا پانی پت کی خاک پر دھونی رہنا کس نے مانا اور یوں بھی تو آپ کو اپنی ذات کا اختیار مسلم حنفیہ کو اُنکے
 خلاف امام فتویٰ بتانا کیسا ستم افسوس کہ آپ نے اہل تو تقلید شخصی کو ایسا چھوڑا کہ سب مذہب بجا سب پر عمل روا آخر میں پکڑا تو ایسا پکڑا
 کہ امام کا اتباع متروک و مجور اور تقلید پانی پت کی پت رکھنی ضرور اس شترگر بگی کی کیا سند ضلّت علی الاسد و بُلّت عن النقد خیر
 انھوں نے تو سب ڈھلی بگڑی قاری صاحب پر ڈھال کر اُن کی ڈھال پکڑی قاری صاحب کی سینے تو اُن سے بہت کچھ کہتا ہے کہم وہ
 بھی کوئی سند نہ لاسکے ایک کتاب کی عبارت بھی نہ دکھاسکے اور عاقل جانتا ہے کہ محل فتویٰ میں ادعا ہے بے دلیل ذلیل و علیل دوم سند
 دکھانا کہاں کا خوب جانتے تھے کہ یہ جملے خلاف مذہب کسے لہذا وہ راہ چلے کہ اتباع مذہب کا جھگڑا ہی نہ رہے اتنی عمر آئی غیر مقلدوں سے
 معرض ہیں ترک تقلید پر معترض ہیں انھیں گمراہ و مفسد بتایا کرتے ہیں خرید و توقیر اعلیٰ کئی بنا کرتے ہیں اب کہ اپنا اجتہاد گریا وہ کچھ فرمایا کہ
 انھیں بھی شریا یا بقدر صحت روایت کسی مذہب کی کیا حاجت عمل بالحدیث ہی طریق انصاف ہے جب حدیث صحیح ہو پھر کیا خلاف ہے فقہ
 مذہبی خود قول احناف ہے زمانہ قراء زمانہ اجتہاد و عمل بالسنة گزرا تخصیص دلیل ہے کہ جب دور تقلید آیا عمل بالسنة نے مونہ چھپایا
 حالانکہ تقلید المذہب ہی عمل بالسنة ہے اُس کا خلاف صریح فتنہ ہے ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظم سوم اذا صح الحدیث تو سن لیا
 مگر صحت فقہی و صحت حدیثی میں میں فرق کیا خاص اس باب میں فقیر کا رسالہ الفضل الملوہی فی معنی اذا صح الحدیث فقہو
 مذہبی مطالعہ کیجیے کہ مطلب کھلے شک و ریب کی ظلت ڈھلے چہارم اگر تلقی والفقہ بیرون نمازیں صحت روایت جہر مراد حتم ماروٹن ل
 شاد اُس سے تراویح پر حکم خرق القیاد اور اگر خود مطلق نماز یا خاص تراویح میں روایت جہر کی صحت مقصود تو ممنوع و مردود افادہ ۱۲ و ۱۳ یاد کیجیے اور
 خدا انصاف دے اذا صح الحدیث سے اپنے عکس مراد کا فردہ لیجیے کہ حدیث صحیح ہمارے ہی ساتھ اور خصوص تراویح میں تو آپ یک دست
 خالی ہاتھ پنجم مذہب کو دخل نہ ہونے کی بھی ایک ہی کہی مجھ کسی روایت صحیحہ کا وجود سننے کو مجتہد فیہانہ رکھے یہ تو بدابہت مردود و کتب محلہ خلافیہ
 دیکھیے ہزاروں مسائل اجتہادیہ ہیں ہر فرقہ یا ایک ہی کے پاس ایک یا چند روایات صحیحہ موجود ہاں نص قطعی مشہور متواتر دکھاسکتے کہ بسم اللہ ہر
 سورت کا جو سہ یا ختم تراویح میں ہر سورت پر اُس کا جہر چاہیے تو یہ کہنا ٹھکانے سے ہوتا کہ مذہب مسائل اجتہادیہ میں ہوتا ہے نہ ان منقولہ میں اور جب
 اُس کی قدرت نہیں تو محض زبانی ادعاؤں سے مذہب حنفیہ رد ہو جائے حاشا یہ ہوس ہی ہوس ہے ششم جزئیات جمع سور میں اختلاف القراءات
 آپ نے کہیں دیکھا یا محض طبعی جودت افادہ ۴ ملاحظہ ہو کہ مادرائے فاتحہ میں قول جزئیات حادث دے اصل ہے افادہ ۵ مطالعہ ہو کہ
 سورہ بقرہ سے سورہ ناس تک بسم اللہ باتفاق قراءت سے خارج امارت فضل ہے ہفتم ایک سو چودہ آیاتوں کی کمی کس حساب سے جمی
 قرآن عظیم میں کل سورتیں اسی قدر ہیں اور براہ میں بالاجماع بسم اللہ نہیں تو بسا اہل ادائل ایک سو تیرہ ہی رہیں حفاظ بالاتفاق ایک بار جہر
 کے عامل تو آپ کے طور پر بھی صرف ایک سو بارہ ہی کا نقصان حاصل چودہ کس گھر سے آئیں کیا حد و قطع بھی دو سورتیں شمار فرمائیں بالفرض
 کوئی جاہل حافظ مطلقاً بارک جہر ہی سہی تاہم کیا براہ متثنی ہو کر بھی گنتی چودہ کی چودہ ہی رہی اس سے تو زید بیچارہ آپ کا مقلد ہی اچھا
 رہا جس نے کہیں کہیں اپنے خیال سے تیرہ کہا ہفتم یہ تو اہل ابواگر اہان باطنوی کی خوب ہی حمایتیں فرمائیں قراءات امر منقول ہے

نہ اجتہادی لہذا اس میں کسی بد مذہب کا خلاف نہیں سخن اشد مگر اگر ہوں کا خلاف فروعات ظنیہ اجتہادیہ سے مخصوص یا وہ اشقیاء صریحہ ہوتے
منکر صدق و طبع و نصوص و بیعت یا مقری کا نک لا تدی ماعلی لسانک یجوزی سے فانکنت لا تدی الخ نہم قرات میں ہل ہوا کا
خلاف نہ ماننا بھی عجب بے خبری ہے یا کوئی نظری خلاف کی دو صورتیں ہیں ہمارے اللہ کی کسی قرات پر طعن و منکر ہوں یا کمیں اپنی
نئی گزشت کے نظر اہل ہوا خذلم اللہ تعالیٰ دونوں راہ چل چکے سر دست تحفہ اثنا عشریہ ہی کا تحفہ کافی جسے ہر فارسی خواں بھی سمجھ سکے
باب دوم مکائد و روافض قلم اللہ تعالیٰ میں فرماتے ہیں کید سیز دہم آنکہ گویند عثمان بلکہ ابو بکر و عمر نیز رضی اللہ تعالیٰ عنہم قرآن را تحریف کردند
و آیات فضائل اہل بیت استقامت نمودند از اجلہ و جعلنا علیا صہرک کہ در الم نشرح بود "ایک سنی نے اس پر طر فہ کہا ہاں اس کے بعد
ایک آیت اور بھی وہ رافضیوں نے گھٹادی یعنی و علی الروافض فہرک تتمہ باب چہارم میں اُن اشقیاء کا زعم نقل کیا "صحیحہ بجائے من
الموافق الی المرافق ساختند و بجائے ائمہ ہی ازکی من ائمتکم - ائمہ ہی ادبی من ائمہ نوشتند و علی ہذا القیاس "شرح حدیث ثقلین
میں ذکر کیا کلینی رافضی نے کافی میں کہ روافض کے نزدیک اصح الکتاب بعد کتاب اللہ ہے روایت کی کسی نے امام جعفر صادق کے حضور قرآن
کے کچھ لفظ ایسے پڑھے کہ لوگوں کی قرات میں نہ تھے امام نے فرمایا کیا ہے ان الفاظ کو نہ پڑھ جیسا لوگ پڑھ رہے ہیں اسی طرح پڑھ یہاں تک
کہ ہمدی اگر قرآن کو ٹھیک ٹھیک پڑھیں اُسی میں روایت ہے امام زین العابدین نے یہ آیت یوں پڑھی و ما ارسلنا من قبلك من
رسل ولا نبی ولا محدث نہ بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہ نبی نہ محدث جس سے فرشتے باتیں کریں اور فرمایا مولیٰ علی محدث تھے
اُسی میں روایت ہے امام جعفر صادق نے فرمایا ائمہ ہی ادبی من ائمہ کلام اللہ نہیں اس میں تحریف ہوئی اللہ تعالیٰ نے یوں اُتار ا تھا
ائمہ ہی ازکی من ائمتکم یہیں شاہ صاحب نے ان ملاعنہ کا زعم نقل فرمایا کہ لفظ و یلاک قبل لا تخون ان اللہ معنا سا قظر کردہ اند
ولفظ عن ولایۃ علی بعد ازین آیت وقفوہما انہم مسئولون و یملکہ بنو امیۃ بعد خیر من الف شہر و یعلی بن ابی طالب بعد
و کفی اللہ المؤمنین القتال و آل محمد ازین لفظ و سبعلہم الذین ظلموا آل محمد و لفظ علی بعد از و لکل قوم ہادہ ذکر کو کل ذلک
ابن شہر آشوب المازندانی فی کتاب المناہل لہ و علی ہذا القیاس کلمات بسیار و آیات بے شمار را کردہ اند "نیز کلینی نے امام
جعفر صادق سے روایت کی انھوں نے ائمہ ہی ادبی کی جگہ ائمہ ہی ازکی پڑھا راوی کہتا ہے میں نے عرض کی میں آپ پر قربان جاؤں
کیا ائمہ ہے - فرمایا ہاں خدا کی قسم، میں نے کہا لوگ تو ادبی پڑھتے ہیں حشرات سے ہاتھ جھٹک کر فرمایا ادبی کیا دہم آج کے
زعم میں بسم اللہ شریف کا جزء ہر سورت ہونا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت صحیح ہو چکا اور آپ تصریح کرتے ہیں کہ باتفاق مذاہب
اربعہ یہاں صرف صحت روایت پر مدار ہے اللہ تعالیٰ کا حال قافادہ ۸ میں ظاہر ہو گیا کہ انھوں نے کیونکر آپ کے اس مدار کا دما ز کلا مالک
سے پوچھے وہ کیا فرماتے ہیں ہمارے یہاں تو باوصف جبر و سوراخ فہی کا حکم تھا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب مشہور یہ کہ فرضوں میں
بسم اللہ ہرگز پڑھے ہی نہیں نہ آواز سے نہ آہستہ روایت اباحت ضعیف ہے بیٹھکا تو ناز کردہ ہوگی ہاں نقلوں میں اختیار ہے کیا انھیں
اپنے شہر مبارک مدینہ طیبہ کے امام قرات حضرات نافع کا حال معلوم نہ تھا کہ بروایت قالون بسم اللہ پڑھتے ہیں علامہ زرقانی مالکی
شرح موطائے امام مالک میں فرماتے ہیں المشہور من مذہب مالک کواہتھا فی الفرض مقدّمہ عثمان و یہ علامہ عبد الباری منینی قاضی

مالکی میں ہے المشہور فی البسطة والتعود الکراهة فی الفریضة دون النافلة وعن مالک القول بالاباحة عمدة القاری میں ہے قال ابو عمر قال مالک لا تقرب البسطة فی العرض سوا ولا جہاد فی النافلة ان شاء فضل وان شام ترک ذلک تفرق کو بھی اپنے مدار سے تطبیق دیجیے یا زہد ہم تا شاہ زہد ہم تقریر شریعت میں یہ فقرات عجیب ہیں کہ زمانہ قرا سب سے زمانہ اجتہاد تھا زمانہ تابعین تھا انہ مذہب تا زمانہ قرا محتاج الیہ و محصور نہ تھے بلکہ بعد قراء کے تھے قرا کا مذہب پوچھنا بحث ہے ان فقرات کو مقصود میں بھی کچھ دخل ہے یا برائے بیت ہیں جب آپ کے نزدیک اس مسئلے میں مذہب کو اصلاً دخل ہی نہیں تو زمانہ قرا زمانہ اجتہاد ہو یا عصر تقلید عہد تابعین ہو یا وقت جدید انہ مذہب اُس وقت محتاج الیہم ہوں یا بیکار محدودے چند ہوں یا بے شمار قراء سے سابق ہوں یا لاحق قاری مجتہد ہوں یا مقلد ان امور سے علاقہ ہی کیا رہا اور ان کے خلاف بھی ماننے تو قادات کیا فتوائے سامی میں اس سے پہلے تین چار سطر کی تقریر اسی کے متعلق کہ زمانہ تبع تابعین و محدثین تک چار میں حصر مذہب نہ تھا مجتہدین بکثرت تھے جب اور مذہب مندرج ہو گئے مذہب اہل حق ان چار میں محصور ہو گیا اور بھی ہے کہ وہ بھی محل سے رو ہیں بیگانہ دینی ہے ہمد ہم ثبوت تو دیجیے کہ قرا سب سے مجتہد مطلق تھے اگر مجتہد فی الذہب بھی ہوئے تو مذہب پوچھنا کیوں حاققت ہونے لگا یہ مجتہد ہم اُس زمانہ میں عدم حصر و کثرت مجتہدین مسلم مگر کیا اُس وقت کا ہر فرد بشر یا ہر عالم اگرچہ کسی فن کا ہو فقیہ و مجتہد تھا اس کا تو زعم ذکر کے گا مگر سخت احمق جاہل یا انتساب کو عام نہ تھا اصلاً و تھا اس کا بھی مدعی نہ ہو گا مگر بے خبر غافل کیا امام ابو یوسف و امام و محمد و غیر ہما خیفہ اور امام اشعوب و امام قاسم و غیر ہما مالکہ میں محدود نہیں (کتاب طبقات ملاحظہ ہوں) اور جب یقیناً قطعاً تقلید بھی تھی اختصاص بھی تھا تو اُس وقت کے قاریوں کا مذہب پوچھنا کیوں حتم ہوا تو زہد ہم در فن تاریخ ہم کمالے دارند انہ مذہب بعد قراء کے تھے جب جانے دیجیے بدو ہی میں کلام کیجیے سات میں چار ہمارے امام سے وفاة متاخر ہیں امام ابو عمرو بن العلاء بصری نے ۱۵۷ھ یا ۵۵ھ امام حمزہ زہد نے ۱۵۷ھ یا ۵۶ھ یا ۵۸ھ امام نافع مدنی نے ۱۶۹ھ امام علی کسائی نے ۱۷۷ھ امام الامام ابو حنیفہ نے ۱۷۷ھ میں انتقال فرمایا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور یہ امام کسائی تو ہمارے امام سے چالیس پچاس برس پہلے ہیں امام کی ولادت ۱۷۷ھ یا ۱۷۸ھ میں ہے اور ان کی ۱۷۹ھ میں یہ ہمارے امام کے صاحب صغیر بن امام محمد کے اقران سے ہیں دونوں صاحبوں نے ایک ہی سال انتقال فرمایا جس پر خلیفہ ہارون رشید نے کہا تھا میں نے رے میں فقہ و ادب دونوں دفن کر دئے اب کون جاہل کہے گا کہ امام اعظم امام محمد کے بعد ہوئے ہیں بستم المذہب محتاج الیہم محصور نہ تھے یہ خاص انہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نسبت فرمایا یا مطلق اول تو بدہارت عقل سے عاطل چار کبھی بھی نامحصور نہیں ہو سکتے اور ثانی اُس سے بڑھ کر شیعہ و باطل زمانہ صحابہ سے آج تک کوئی وقت ایسا نگرز کہ انہ کی طرف احتیاج نہ ہو ہر زمانے میں مقلدین کا عند مجتہدین سے بدرجہا زائد رہا ہے تو انہ سے بے نیازی کہ کوئی ممکن بلکہ علما کی طرف حاجت تو حجت میں بھی ہوگی حالانکہ وہاں احکام تکلیفی نہیں حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اهل الجنة لیحتاجون الی العلماء فی الجنة و ذلک انهم یرون اللہ تعالیٰ فی کل جمعة فیقول لهم تنسوا علی ما شئتم فیلتفتون الی العلماء فیقولون ما ذنا نقنی فیقولون تمنوا علیہ کذا کذا انهم یحتاجون

۱۷۷ھ بلکہ ایک قول میں ولادت امام ۱۷۷ھ میں ہے کافی دہیات الامعان یوں تقریباً ۶۰ برس چھوٹے ہوں گے ۱۲

الیہم فی الجنة کما یتحاجون الیہم فی الدنیا بے شک اہل جنت، جنت میں علما کے محتاج ہوں گے یوں کہ ہر جمعہ کو انھیں اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ فرمائے گا جو جی میں آئے مجھ سے مانگو (اب جنت سے مکان میں جا کر کون سی حاجت باقی ہے کچھ سمجھ میں نہ آئے گا کہ کیا مانگیں) علما کی طرف مومنہ کر کے کہیں گے ہم کیا تمنا کریں وہ فرمائیں گے اپنے رب سے یہ مانگو تو لوگ جنت میں بھی علما کے محتاج ہوں گے جس طرح دنیا میں اُن کے محتاج ہیں رواہ ابن عساکر عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اللہم انی استلک بعلماء امة حبیبک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان ترحمننا بہم فی الدنیا والاخرۃ وترزقنا بجاہم عندک العلم النافع والقلب الخاشع والعفو والعافیۃ والمغفرۃ صل وسلم وبارک علی سیدنا ومولانا محمد والہ وصحبہ اُمین والحمد للہ رب العلمین واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب احکام المسجد

مسئلہ - از کھنڈ محلہ علی گنج مسئلہ حافظہ عبد اللہ ۵ رضی اللہ عنہما
کیا فرماتے ہیں علما دین جو اب اس مسئلہ کا کہ سقف مسجد پر سب گرمی کے غار پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

مکروہ ہے کہ مسجد کی بے ادبی ہے ہاں اگر مسجد جماعت پر تنگی کرے نیچے جگہ درپے تو بانی ماندہ لوگ محبت پر صفت بندی کر لیں یہ بلا کراہت جائز ہے کہ اس میں ضرورت ہے بشرطیکہ حال امام شیعہ نہ ہو فی العلم الکبریۃ الصعود علی کل مسجد مکروہ ولہذا اذا شئت الحو لیکرہ ان یصلوا بالجماعۃ فوقہ الا اذا ضاق المسجد فجو لا یکرہ الصعود علی سطحہ لضرورۃ کذا فی انغاثب واللہ تعالیٰ اعلم۔

التبصیر المنجد بان صحن المسجد مسجد

۱۳۰۷ھ

مسئلہ - از قصبہ کٹھور ایشیشن سائن ضلع سورت ملک گجرات مسجد پرب والے مسئلہ مولوی عبد الحق صاحب مدرس مدرسہ عربی کٹھور
سیٹھ باتا بھائی صاحب مہتمم مدرسہ ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علما شریعت اس صحن مسجد کے حکم میں کہ جس پر روم گرام میں ہمیشہ نماز فرض باجماعت مغرب وعشاء و فجر اور کبھی عصر بھی ادا کی جائے اور یہ مسجد چونکہ برسر بازار واقع ہے اس واسطے آمد و رفت نمازیوں کی زیادہ ہے عصر و مغرب کو کبھی جماعت ہو چکی ہو تو اکثر آدمی اگر اُس صحن پر اکیلے فرض نماز پڑھ لیتے ہیں کبھی دو چار آدمی آگئے تو وہاں پر جماعت بھی کر لیتے ہیں اور موسم اعتدال ربیع و خریف میں بھی کبھی معمولی جماعت صحن مذکور پر ہو جایا کرتی ہے اب صحن مذکور کو حکم مسجد کا دیا جائے یا نہیں اُس پر جنبی وغیرہ ناپاک آدمی کا

بلاعذر شرعی کے جانا جائز ہے یا نہیں دو شخص باہم مناظرہ کرتے ہیں ایک کے نزدیک صحن مذکور مسجد ہے اور جنبی کا اُس پر جانا حرام اور دوسرے کے نزدیک مصلیٰ عید کے حکم میں ہے جنبی کو اُس پر جانا جائز ہے دلیل اُس کی یہ ہے کہ ہمارے شہر سورت میں اندرون مسجد کو جماعت خانہ اور صحن مسجد کو خارج بولتے ہیں دوسری دلیل یہ کہ فنا اور حریم مسجد اور صحن مسجد باعتبار نفوذ کے متحد ہیں فنا اور حریم مسجد پر جب جنبی کو جانا جائز ہو تو صحن پر بھی جائز ہوگا کس واسطے کہ فنا کو حکم مصلیٰ عید کا ہے اور علمائے سورت میں سے دو عالم صحن مذکور حکم مسجد کا فرماتے ہیں ان دونوں عالموں میں سے ایک عالم صاحب اس شخص کے جو صحن مسجد کو خارج مسجد کہتا ہے استاذ بھی ہیں اب ہر ایک مناظرین مرقوم بالا میں سے ایک دوسرے کو مفسد کہتا ہے مفسد فی الدین کون ہے اور مصلیٰ عند الشرع کون اور لفظ فنا مسجد اور حریم مسجد کے معنی صحن مسجد کے سمجھنا صحیح ہیں یا غلط اور دوسرے یہ کہ ساکن بن شہر سورت کا عرت کہ اندرون مسجد جماعت خانہ اور صحن مسجد خارج مسجد بولنا یہ عند الشرع معتبر ہے یا نہیں اور کس قدر نمازیں ہر سال میں اُس صحن ہر ادا کی جائیں کہ وہ صحن مسجد بن جائے اُس صحن کی مسجد بن جانے میں سوائے نماز کے اور کوئی دوسری شرط بھی عند الشرع معتبر ہو تو تحریر فرمائیں۔ بینوا تو جبردا

الجواب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ

صحن مسجد قطعاً جز مسجد ہے جس طرح صحن خارجہ دار یہاں تک کہ اگر قسم کھائی زید کے گھر نہ جاؤں گا اور صحن میں گیا بیشک حانت ہوگا کما یظهر من الهدایة والہندیة والدراختار ودردالمختار وعامة الاسفار اسی طرح اگر قسم کھائی مسجد سے باہر نہ جاؤں گا اور صحن میں آیا ہرگز حانت نہ ہو اور لہذا معتکف کو صحن میں آنا جانا بیٹھنا رہنا یقیناً روا۔ یہ مسئلہ اپنی نہایت وضاحت وغایت شہرت سے فریب سے کہ بدیہیات اولیہ سے ملتی ہو جس پر تمام بلاد میں عام مسلمین کے تعامل و افعال شاہد عدل جن کے بعد اصلاً احتیاج دلیل نہیں ہاں جو دعویٰ خلاف کرے اپنے دعوے پر دلیل لائے اور ہرگز نہ لائے کہ حتیٰ یلج الجہل فی سواد الخیاط مدعی خلاف نے کہ صحن مسجد کے مسجد نہ ہونے پر دو دلیلیں پیش کیں ایک عام جس میں دلیل کی صورت بھی نہیں بلکہ محض دعوئے بے دلیل ہے دوسری خاص مساجد سورت سے متعلق دونوں محض باطل و ذرا ہن فیر غفر اللہ تعالیٰ کہ اس مسئلہ واضح کی ایضاً کو حکم ضرورت صرف دس وجہیں ذکر کرتا ہے جن سے حکم ابطال تمام پائے اور دونوں دلیل خلاف کا ازالہ اوہام ہو جائے اسی کے ضمن میں انشاء اللہ تعالیٰ تمام مراتب سوال کا جواب مشکف ہو جائیگا **فاقول** وبالله التوفیق وافاضة التحقیق اولاً مسجد اُس بقعہ کا نام ہے جو بغرض نماز پنجگانہ وقف خالص کیا گیا و تمام تعریفہ مع فوائد قیودہ فی الوقف من کتابنا العطایا النبویة فی الفتاویٰ الرضویہ پر تعریف بالیقین صحن کو بھی شامل اور عمارات و بنایا سقف وغیرہ ہرگز اُس کی ماہیت میں داخل نہیں یہاں تک کہ اگر عمارت اصلاً نہ ہو صرف ایک چوترہ یا محدود میدان نماز کے لیے وقف کر دیں قطعاً مسجد ہو جائے گا اور تمام احکام مسجد کا استحقاق پائے گا فتاویٰ قاضی خاں و فتاویٰ ذخیرہ و فتاویٰ علمگیری وغیرہ میں ہے رجل لہ ساحة امر قومان یصلوا فیہا بجماعة ان قال صلوا فیہا ابدا و امرهم بالصلوة مطلقاً و ذی الابد صارت الساحة مسجد الوما لا یورث عنہ اہم ملخصاً پھر سقف و غیر سقف میں فرق کرنا اُسے مسجد اسے فنا مسجد ٹھہرانا محض بے معنی

ثانیاً ہر عاقل جانتا ہے کہ مسجد و معبد ہو یا مسکن و منزل ہر مکان کو لحاظ اختلاف موسم و حصوں پر تقسیم کرنا عادات مطرودہ بنی نوع انسان سے ہے جس پر معظم معمرۃ الارض میں تمام اعصار و اعمار کے لوگ اتفاق کیے ہوئے ہیں ایک پارہ مسقف کرتے ہیں کہ برف و بارش آفتاب سے بچائے دوسرا کھلا رکھتے ہیں کہ دھوپ میں بیٹھنے ہوا لینے گرمی سے بچنے کے کام آئے زبان عرب میں اول کو شنتوی کہتے ہیں اور دوم کو صیفی کہا افادۃ العلامة بدرالدین محمود العینی فی کتاب الایمان من البنایۃ شرح الہدایۃ یہ دونوں ٹکڑے قطعاً اُس مسجد یا منزل کے یکساں دو جز ہوتے ہیں جن کے باعث وہ مکان ہر موسم میں کام کا ہوتا ہے اور بالیقین مساجد میں صحن رکھنے سے بھی واقفین کی یہی غرض ہوتی ہے ورنہ اگر صرف شنتوی یعنی مسقف کو مسجد اور صیفی یعنی صحن کو خارج از مسجد ٹھہرائے تو کیا واقفین نے مسجد صرف موسم سرما و عصرین گرمی کے لیے بنائی تھی کہ ان اوقات میں تو نماز مسجد میں ہوتی زماؤں میں نماز و اعتکاف کے لیے مسجد نہ ملے یا اُن کا مقصود یہ جبر کرنا تھا کہ کیسی ہی صحن و حرارت کی شدت ہو مگر ہمیشہ مسلمان اسی بند مکان میں نمازیں پڑھیں متکلف رہیں ہو اور راحت کا نام نہ لیں یا انھیں دنیا کا حال معلوم نہ تھا کہ سال میں بہت اوقات ایسے آتے ہیں جن میں آدمی کو درجہ اندرونی میں مشغول نماز و تراویح و اعتکاف ہونا درکار دم بھر کو جانا ناگوار ہوتا ہے اور جب کچھ نہیں تو بالآخر ثابت کہ جس طرح انھوں نے اپنے چین کے لیے مکان سکونت میں صحن و دالان دونوں درجے رکھے یہ وہی عام مسلمین کی عام اوقات میں آسائش و آرام کے لیے مسجد کو بھی انھیں دو حصوں پر تقسیم کیا مثلاً اب نمازیوں سے پوچھیے آپ اذان سن کر گھر سے کس ارادہ پر چلتے ہیں یہی کہ مسجد میں نماز پڑھیں گے یا کچھ اور قطعاً یہی جواب دیں گے کہ مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہیں اب دیکھیے کہ وہ موسم گرمیاں میں فجر و مغرب و عشا کی نمازیں کہاں پڑھتے ہیں اور اُن کے حفاظ قرآن مجید کہاں سناتے ہیں اور اُن کے متکلف کہاں بیٹھتے اور ذکر و عبادت میں مشغول رہتے ہیں خود ہی کھل جائے گا کہ مسلمانوں نے صحن کو بھی مسجد سمجھا ہے یا نہیں تو مسجد بیت صحن سے انکار اجماع کے خلاف مابعداً بلکہ غور کیجیے تو جو صاحب انکار کہتے ہیں خود انھیں کے افعال اُن کی خطا پر دال اگر وہ مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہوں تو لاجرم موسم گرمیاں میں عام مسلمانوں کی طرح صحن ہی پڑھتے ہوں گے پھر اُن سے پوچھیے آپ گھر چھوڑ کر غیر مسجد میں نماز پڑھنے کیوں آئے اور جب یہ مسجد نہیں تو یہاں نماز پڑھنے میں کیا فضیلت سمجھی فضیلت درکار داعی اللہ کی اجابت کب کی اور حدیث لا صلوة لجمار المسجد الا فی المسجد کی تعمیل کہاں ہوئی اور سنت عظیمہ حبلیہ کس واسطے چھوڑی کیا کوئی ذی عقل مسلمان گواہ کرے گا کہ مکان چھوڑ کر آذان سن کر نماز کو جائے اور مسجد ہوتے سائے مسجد میں نہ پڑھے بلکہ اُس کے حریم و حوالی میں نماز پڑھ کر چلا آئے کیا اہل عقل ایسے شخص کو مجنون نہ کہیں گے تو انکار والوں کا قول و فعل قطعاً متناقض اگر یہ عذر کریں کہ جہاں امام نے پڑھی مجبوری ہمیں پڑھنی ہوئی ہے تو محض بجا و نامعقول و ناقابل قبول آپ صاحبوں پر حق مسجد کی رعایت اتباع جماعت سے اہم و اقدم تھی جب آپ نے دیکھا کہ سب اہل جماعت مسجد چھوڑ کر غیر مسجد میں نماز پڑھتے ہیں آپ کو چاہیے تھا خود مسجد میں جا کر پڑھتے اگر کوئی مسلمان آپ کا ساتھ دیتا جماعت کرتے ورنہ تنہا ہی پڑھتے کہ حق مسجد سے ادا ہوتے یہاں تک کہ علما اس تنہا پڑھنے کو دوسری مسجد میں باجماعت پڑھنے سے افضل بتاتے ہیں نہ کہ غیر مسجد میں فتاویٰ امام قاضی خاں پھر خاتمہ الفقہین پھر رد المحتار وغیرہ میں ہے یدھب الی مسجد منزلہ و یؤذن فیہ و یصلی وان کان واحداً لان المسجد منزلہ حقاً علیہ فیؤدی حقہ مؤذن مسجد لا یحضرہ مسجدہ احد

قالوا یوزن و یقید و یصلی و حذو لک احب من ان یصلی فی مسجد اخر تنبیہ انھیں وجہ سے ظاہر ہو گیا کہ اہل سورت کا خاص درجہ شتویٰ کو جماعت خانہ کنا ایک اصطلاح خاص ہے اور صیغی یعنی صحن کو خارج اسی معنی پر کہتے ہیں کہ اُس جماعت خانہ مصطلح سے باہر ہے نہ بایں معنی کہ جز مسجد نہیں اور اگر خارج مسجد ہی کہتے ہوں تو یہ کنا ایسا ہے جیسے علمائے کرام ظاہر بدن کو خارج البدن فرماتے ہیں جس کے یعنی کہ بدن کا بیرونی حصہ نہ یہ کہ بدن سے باہر ہو ہیں خارج مسجد یعنی مسجد کا بیرونی ٹکڑا نہ یہ کہ مسجد سے خارج اور بالفرض اگر انھوں نے اپنی اصطلاح میں مسجد صرف شتویٰ یعنی سقف ہی کا نام رکھا ہو تو اسے مسجد نہ کہنے کا حاصل اس قدر ہوگا کہ درجہ شتویٰ نہیں نہ یہ کہ شرعاً مسجد نہیں اُن کے افعال دائمی یعنی موسم گرما میں ہمیشہ جماعت مغرب و عشاء و فجر صحن ہی پر پڑھنا اور اذان سننے پر کانوں سے بارادہ صلوٰۃ فی المسجد اگر یہاں جماعت کرنا جس کی تصریح سوال میں موجود اور رمضان گرما میں یہیں تراویح پڑھنا مستحب رہنا عادتاً بالقطع معلوم و مشہود اس مراد و مقصود پر شاہدین و مفید تنبیہ و محدث یقین کمالاً بخفی علی صبی عاقل فضلاء عن فاضل خامساً طرفہ یہ کہ انکار کرنے والے حالت دخول جنب میں بحث و نزاع کرتے ہیں اُن کے قول پر یہ معاذ اللہ صراحتاً بدعت شیعہ مسلمانوں سے علی الدوام والا التزام واقع ہوتی ہے یعنی گرمی میں مسجد چھوڑ کر غیر مسجد میں جماعت پڑھنا اور جن مسجد تلف کرنا اس پر کیوں نہیں انکار کرتے بلکہ اس میں تو خود بھی شریک ہوتے ہیں کہ خلاف میں اپنی بھی تکلیف ہے اب اگر وہ اپنے قول باطل پر اصرار کر کے اسی فکر میں پڑیں کہ نماز صحن مطلقاً بند کر دی جائے اور ہمیشہ ہر موسم ہر وقت کی جماعت اندر ہی ہو کرے اور بالفرض اُن کی یہ بات خلق کو نماز صحن سے مانع آئے تو دیکھیں موسم گرما میں کتنی مسجدیں نماز و جماعت و تراویح و اعتکاف سے معطل محض ہوتی جاتی ہیں کہ لوگ جب صحن سے روکے جائیں گے اور اندر ان افعال کی بجا آوری سے بالطبع گھبرائیں گے لاجرم مسجد کے آنے سے باز رہیں گے اور اگر ایک دو نے یہ ناعن و بسبب کی سخت مصیبت گوارا بھی کر لی تو عام خلاف اُن کا تقرقبی یقینی تو اس نزاع بجا کا انجام معاذ اللہ ساجد کا ویران کرنا اور اُن میں ذکر و نماز سے بندگان خدا کو روکنا ہے قال اللہ عزوجل ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان یدنکر فیہا اسمہ و سعی فی خوابا اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو خدا کی مسجدوں کو اُن میں نام حسد یا دسکے جانے سے روکے اور اُن کی ویرانی میں کوشش کرے اب صحن کو مسجد نہ ماننے والے غور کریں کہ کس کا قول افساد دینی الدین تھا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم سادساً اس مسئلہ جلیہ کو کلمات المہ کرام ہی سے استخراج کرنا چاہیے تو بوجہ کثیرہ میسر علی تصریح فرماتے ہیں کہ مسجد مبارک حضورید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زمانہ اقدس میں جنوباً شمالاً یعنی دیوار قبلہ سے پائین مسجد تک سو گز طول رکھتی تھی اور اسی قدر شرقاً غرباً عرض تھا اور پائین میں یعنی جانب شام ایک سقف والاں جنوب رو یہ تھا جسے صفہ کہتے اور اہل صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اُس میں سکونت رکھتے یہی جز مسجد تھا علامہ رحمۃ اللہ سندھی تلمیذ امام محقق علی الاطلاق ابن الہمام مسلک متوسط اور مولانا علی قاری مکی اُس کی شرح مسلک متقسط میں فرماتے ہیں (حدۃ) ای حدود المسجد الاول (من المشرق من وراء المنبر نحو ذراع ومن المغرب الاسطوانۃ الخامسة من المنبر ومن الشام حیث ینتھ مائة ذراع من محرابہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وهو معلوم لاهل المدینۃ بالعلامة الموضوعة اہ ملخصاً علامہ طاہر فتنی مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں اہل الصفۃ فقہاء المہاجرین

ومن لم یکن له منهم منزل یسکنہ فکانوا یاوون الی موضع مظلل فی مسجد للندینۃ صحیح بخاری شریف میں ہے باب
نوم الرجال فی المسجد وقال ابو قلابۃ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قدم رھط من عکک علی النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فکانوا فی الصفتۃ وقال عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال کان اصحاب الصفتۃ الفقراء علامہ
احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں الصفتۃ بضم الصاد وتشدید الفاء موضع مظلل فی اخوات المسجد
النبوی تاوی الیہ المساکین ابشاہہ کرنے والا جانتا ہے کہ محراب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ محراب امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کی جانب شمال ہے پائین مسجد کو پیمائش کرتے آئیے تو سوگڑ کی مساحت ایک حصہ صحن میں آئے گی اور قطعاً معلوم کہ نانہ اقدس میں
جس قدر بنائے مسجد یعنی اُس میں کمی نہ ہوئی بلکہ افزونیاں ہی ہوتی آئیں تو واجب کہ اُس وقت بھی یہ سوگڑ صحن یعنی اور جبکہ صحن تک جز مسجد
تھا کما ظہر مما نقلنا من العبارات تو کیونکر معقول کہ بیچ میں صحن خارج مسجد گنا جائے سابقاً علما ارشاد فرماتے ہیں کہ مسجد میں پیڑ بونا
منوع ہے کہ اُس سے ناز کی جگہ رکے گی مگر جبکہ اُس میں منفعت مسجد ہو اس طرح کہ زمین مسجد اس قدر گلی ہو کہ ستون بوجہ شدت رطوبت نہ ٹھہرتے
ہوں تو جذب تری کے لیے پیڑ بوئے جائیں کہ جڑیں پھیل کر زمین کی نم کھینچ لیں ظہیرہ و خانہ و خلاصہ و ہندیہ و بحر الرائق وغیرہ میں ہے یکرہ
غرس الشجر فی المسجد لانہ یشبہہ بالبیعة یشغل مکان الصلوۃ الا ان تكون فیہ منفعة للمسجد بان کان الارض نزعہ لا
تستقر اما طینھا فیغرس فیہ الشجر لیسقل النزع ظہیرہ کے لفظ یہ ہیں فتقرس لتجذب عن وقا کا شجر اذک النزع فی یجوز والا فلا
وانما جوز مشائخنا فی المسجد الجامع بخلافہما فیہ من الحاجة اذ ظاہر ہے کہ ستون مسجد مسقف ہی میں ہوتے ہیں اور پیڑ درجہ اندرونی میں
نہیں ہوتے بلکہ سائے میں پرورش نہیں ہوتے معذرت تری کی وہ بیشتر سی کہ ستون نہیں ٹھہرتے تو ایسی رطوبت پھولاری وغیرہ کے
چھوٹے چھوٹے پودوں سے دفع نہیں ہو سکتی نہ اُن کی جڑیں اتنی پھیلیں کہ اطراف سے جذب کر لیں اور ٹسے پیڑ اندر بوئے جانا معقول
نہیں تو واجب کہ اس سے مراد صحن مسجد میں بونا ہے اور اسے اُنھوں نے مسجد میں بونا قرار دیا جب تو غرس فی المسجد کی صورت جواز میں رکھا اور
مثال ظہیرہ نے تو اس معنی کو خوب واضح کر دیا قطعاً معلوم کہ جامع بخارا تا مسقف نہیں نہ زہار اُس کے درخت زیر مسقف ہیں بلکہ یقیناً صحن
میں بوئے گئے اور اسی کو علما نے کرام نے غرس فی المسجد جانا مثلاً علما فرماتے ہیں دروازہ مسجد پر جو دوکانیں ہیں فنائے مسجد ہیں کہ مسجد
سے متصل ہیں فتاویٰ امام قاضی خاں پھر فتاویٰ علیگیرہ میں ہے یصح الاقتداء لمن قام علی الدکانین التی تكون علی باب المسجد
لانھا من فناء المسجد متصلة بالمسجد ظاہر ہے کہ جو دوکانیں دروازہ پر ہیں صحن مسجد سے متصل ہیں دروازہ مسقف سے تو لاجرم صحن مسجد
ہے اور یہیں سے ظاہر کہ صحن کو فناء کہنا محض غلط ہے اگر وہ فنائے مسجد ہوتا تو دوکانیں کہ اُس سے متصل ہیں متصل بننا ہوتیں نہ متصل بہ مسجد پھر
اُن دوکانوں کے فناء ٹھہرنے میں کلام ہوتا کہ فناء وہ ہے جو متصل بہ مسجد ہو نہ وہ کہ متصل بہ فناء ہو وہ اس تعریف پر لازم دور کے علاوہ متصل بالفناء بھی
فناء ٹھہرے تو بلا شہر یا لا اقل تمام محلہ فنائے مسجد قرار پائے کمالا بخفی اور یہ ادعا کہ صحن و فناء کا مفہوم واحد جمل شدید ہے کہ کسی عاقل سے
معقول نہیں شاید یہ قائل اُن دوکانوں کو بھی صحن مسجد کے گاتا سچا انصاف کیجیے تو یہ خاص جزئیہ بھی صحن مسجد میں جنب کا جانا ناجائز ہو
کلمات علما سے استفادہ ہو سکتا ہے ائمہ فرماتے ہیں جنب کو مسجد میں جانا جائز نہیں مگر جبکہ پانی کا چشمہ مسجد میں ہو اور اُس کے سوا کہیں پانی نہ ملے

تو تمیم کر کے لے آئے مبسوط وغنا یہ ورد المختار و فتاویٰ حج و فتاویٰ ہندیہ وغیرہ اسفار میں ہے واللفظ للثلثة الاول مسافر و مسجد
 فیہ عین ماء و هو جنب ولا یجد غیرہ فانہ یتیم لدخول المسجد عندنا ظاہر ہے کہ عامر بلاد میں عامر مسجد جماعت مسقف
 ہوتی ہیں اور چشمہ آب غادۃ صحن ہی میں ہوتا ہے اور کلمات فقہا امور عاد یہ غالبہ ہی پرستی ہوتے ہیں بہت نادر ہے کہ صدر اندرونی میں چشمہ
 آب ہو تو انھوں نے صحن ہی میں جنب کو جانے پر یہ احکام فرمائے فافہم و تبصر ان کے سوا اور بہت وجہ کثیرہ سے استنباط ممکن مگر
 بعد ان دلائل قاہرہ کے جو ابتداء زبور گوش سامعین ہوئے حاجت تطویل نہیں عاشر ایا هذا ان براہین ساطعہ کے بعد صحن مسجد کا
 جزو مسجد ہونا اجلیٰ بدیہیات تھا جس پر اصلاً تصریح کتب کی احتیاج نہ تھی بلکہ جو اسے مسجد نہیں مانتا وہی محتاج تصریح صریح قطعی تھا
 اور ہرگز نہ دکھا سکتا نہ کہی دکھا سکے تاہم فقیر نے بطور تبرع یہ چار استنباط بھی کلمات اللہ سے ذکر کیے کہ یہ بدیہی مسئلہ اپنے غایت وضوح و انتشار
 کے باعث اس قبیل سے تھا جس پر خادم فقہ کو کتب اللہ میں تصریح جزئیہ ملنے کی امید نہ ہوتی کہ ایسی روشن و مشہور باتوں پر فقہائے کرام کم
 توجہ فرماتے ہیں مثلاً اگر کوئی اس امر کی تصریح کتابوں سے نکالنا چاہے کہ مسجد کے درجہ شتویٰ میں جسے اہل سورت جماعت خانہ کہتے ہیں میں
 درہیں ان میں بائیں طرف کا در بھی جزو مسجد ہے اور اس میں بھی جنب کو جانا ممنوع یا نہیں تو غالباً ہرگز اس کا جزئیہ نہ پائے گا مگر بحمد اللہ
 تعالیٰ جب فقیر یہاں تک لکھ چکا مسئلہ کا خاص جزئیہ کلمات علی میں یاد آیا جس میں اللہ دین نے صاف تصریحیں فرمائی ہیں کہ مسجد کے صحن
 و شتویٰ یعنی صحن و مسقف دونوں درجے یقیناً مسجد ہیں اب سنیے امام طاہرین احمد بن عبد الرشید بخاری فتاویٰ خلاصہ پھر امام فخر الدین ابو محمد
 عثمان بن علی زلمی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق پھر امام حسین بن محمد سماعی خزائن المفتین پھر امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام
 فتح القدیر پھر علامہ عبد الرحمن بن محمد رومی مجمع الانہر شرح ملقی الابحار پھر علامہ سیّدی احمد مصری حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح پھر
 خاتم المحققین سیدی محمد بن عابدین شامی رد المحتار میں فرماتے ہیں واللفظ للخلصة والخزانة رجل انتهى الى الامام والناس في
 صلاة الفجر ان يدرك ركعة في الجماعة ياتي بركعتي الفجر عند المسجد ولن لم يمكن ياتي بهما في المسجد الشتوي ان
 كان الامام في الصفي على العكس وان كان المسجد واحدا يقف في ناحية المسجد ولا يصليهما مخالفا للصف مخالفا للجماعة
 فان فعل ذلك يكره اشدد الكراهة له رد المحتار میں ہے قوله عند باب المسجد اي خارج المسجد كما صرح به القمستاني في اقول و
 يخصصه قول الهداية والهندية يصلي ركعتي الفجر عند باب المسجد ثم يدخل امام ابو البركات حاتق الدین نسفی کافی شرح علی میں
 فرماتے ہیں الا فضل في السنن المنزل ثم باب المسجد المكان الامام يصلي في المسجد ثم المسجد الخارج ان كان الامام يصلي في
 الداخل او الداخل ان كان في الخارج اه ملخصا محقق علامہ زین بن نجیم مصری بحر الرائق پھر علامہ سیّدی احمد طحاوی حاشیہ در مختار
 میں فرماتے ہیں السنة في السنن ان يأتي بها في بيته او عند باب المسجد وان لم يمكنه ففي المسجد الخارج الخ منيعة وشيخ صغير
 منيعة للعلامه ابراهيم الحلبي میں ہے (السعة) المؤكدة (في سنة الفجر) ان لا يأتي بها مخالفا للصف ولا خلف الصف من غير
 حائل و (ان يأتي بها) اما (في بيته) وهو الافضل (او عند باب المسجد) ان امكن بان كان هناك موضع لائق للصلاة
 (وان لم يمكنه) ذلك (ففي المسجد الخارج) ان كانوا يصلون في داخل وبالعكس ان كان هناك مسجدان صيفي وشتوي (اه

امام محقق علامہ محمد محمد بن امیر الحاج حلبی حلیہ میں اسی قول منیہ کے نیچے فرماتے ہیں المسجد الخارج صحن المسجد اه ویکہ اول کی ساری کتابوں میں صیغی وشتوی دونوں کو مسجد فرمایا اور آخر سے گیارہ تک چار کتابوں میں انھیں مسجد داخل و مسجد خارج سے تعبیر کیا صغیری نے ان عبارات شنی کا مصداق واحد ہونا ظاہر کر دیا اور حلیہ میں تصریح فرمادی کہ مسجد بیرونی صحن مسجد کا نام ہے توصات واضح ہو گیا کہ صحن مسجد قطعاً مسجد ہے جسے علماء کبھی مسجد صغیری اور کبھی مسجد الخارج سے تعبیر فرماتے ہیں والحمد لله علی وضوح الحق ان نصوص صریحہ کے بعد ان استنباطوں کی حاجت نہ تھی مگر کیا کیجیے کہ فقیر انھیں پہلے ذکر کر چکا تھا مہذا ان کے ابقا میں طالبان علم و خادمان فقہ کی منفعت کے احوال علماء سے استنباط مسائل کا طریقہ دیکھیں و بالله التوفیق اب کہ مسجد الشکر کا شمس علی نصف النهار واضح و آشکار ہو گیا کہ صحن مسجد بالیقین جز مسجد ہے تو اس کے لیے تمام احکام مسجد آپ ہی ثابت جن کا ثبوت صحن پر نمازیں پڑھے جانے خواہ کسی شرط پر اصلاً موقوف نہیں کہ مسجد مذہب راجح پر واقف کے صرف اس کہنے سے کہ میں نے اس زمین کو مسجد کیا اور دوسرے مذہب پر ایک قول صحیح ظاہر الروایہ میں وہ آدمیل کی جماعت ہا اذان و اقامت بلکہ واقف کے سوا ایک ہی شخص کی اذان و اقامت و نماز برہیئت جماعت اور ایک قول ظاہر الروایہ میں ہواٹے واقف ایک ہی آدمی کے منفرداً نماز پڑھ لینے سے یکجہ اجزاء مسجد ہو جاتی ہے تو ہر ہر جز میں جداگانہ نماز ہونے کی بالا جماع حاجت نہیں مذہب اول پر تو خود ظاہر کہ مطلقاً نماز کی شرط ہی نہیں صرف قول کفایت کرتا ہے اور ثانی پر بھی واضح کہ منفرد کی نماز یا دو شخصوں کی جماعت ہر پارہ مسجد کو شامل نہیں ہو سکتی کمالاً مخفی فوضہ المقصود والحمد لله العلی الودود تنور الابصار و در مختار و رد المحتار میں ہے یزول ملکہ عن المسجد بقوله جعلته مسجداً عند الثاني (رونی الدر المنقذ) و قدیم فی التتویر والدر و الوقایہ وغیرہا قول ابی یوسف و علمت ان رجیئہ فی الوقت والقضاء (ام ش) و شرط محمد و الامام الصلاۃ فیہ جماعۃ (و اشتراط الجماعۃ لانھا المقصودۃ من المسجد ولذا شرط ان تكون جہراً اذان و اقامۃ و کلاً لم یصر مسجد اقل الذیلعی و ہذا الرعاۃ ہی الصیحۃ وقال فی الفتح ولو اتحد الامام والمؤذن و صلی فیہ وحدۃ صار مسجداً بالاتفاق لان الالحاء علی ہذا الوجه کا جماعۃ لکن لو صلی الوافق وحدۃ فالصحیح انہ لا یکفی (ام ش) وقیل یکفی واحد وجعلہ فی الخانیۃ ظاہر الروایۃ (و علیہ المتن کا لکنز والمیلۃ وغیرہا وقد علمت تصحیح الاول و صححہ فی الخانیۃ و علیہ اقتصر فی کافی الحاکم فہو ظاہر الروایۃ ابنہ ام ش) والله سبحانه و تعالی اعلم و علمہ جل مجدہ انتم و احکم۔

مسئلہ - الزبری سال درسلہ جان محمود ساکن چاند

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی کے مکان میں ایک مسجد مدت سے قائم ہے اور وہ خود متولی ہے اور مسجد کی نماز بھی ہمیشہ پڑھی جاتی ہے ابھی متولی مسجد نے ایک شخص کو کسی وجہ سے منع کیا کہ وہ اس مسجد میں نہ آوے جب اس کو منع کیا تو وہ شخص اور چند مصلی متبع ہو کر دوسری جگہ پر ایک مسجد نئی بنا کر لی اس قدر فاصلہ ہے کہ اگر بلند آواز سے اذان سکے تو احتمال سنائی کی ہے اس صورت میں دونوں مسجدوں میں جمعہ کی نماز جائز ہے یا ایک میں اگر ایک میں ہے تو اول یا ثانی اگر صورت مذکورہ میں منع کرنا کسی مصلی کو شرعاً کوئی وجہ سے جائز ہے یا نہیں۔ بینوا بحوالہ الکتاب توجہ داروم الحساب۔

الجواب

جو شخص موزی ہو کہ نمازیوں کو تکلیف دیتا ہے برا بھلا کہتا ہے شریعہ سے اُس سے اندیشہ رہتا ہے ایسے شخص کو مسجد میں آنے سے منع کرنا جائز ہے اور اگر بد مذہب گمراہ مثلاً وہابی یا رافضی یا غیر مقلد یا پجری یا ندوی یا تفضیلی وغیرہ ہے اور مسجد میں آکر نمازیوں کو بھگاتا ہے اپنے مذہب ناپاک کی طرف بلاتا ہے تو اُسے منع کرنا اور مسجد میں نہ آنے دینا ضرور واجب ہے فقد نص فی العینی ثم در المختار وغیرہا من معتمدات الاسفار باخراج کل موزو لو بلسانہ یوہیں جس کے بدن میں یہ ہو کہ اُس سے نمازیوں کو ایذا ہو مثلاً معاذ اللہ گندہ دہن یا گندہ نفل یا جس نے خارش وغیرہ کے باعث گندہ حک ملی ہو اُسے بھی مسجد میں نہ آنے دیا جائے لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلا یق بن مصلا نا اور بلا وجہ شرعی اپنی کسی بخش دزی کے باعث مسجد کے کسی مسلمان کو روکنا سخت گناہ ہے لقولہ تعالیٰ ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان یدن کر فیہا اسمہ و سعی فی خواہا اور مسجد جبکہ بنیت خالصہ بنائی جائے تو پہلی مسجد کے کسی قدر قریب ہو کچھ حرج نہیں لہذا فی الاستنباط والدان لاهل المحلۃ ان یجعلوا المسجد مسجدین مگر جمعہ قائم کرنے کے لیے ضرور ہے کہ امام جمعہ وہ ہو جسے بادشاہ اسلام نے امام جمعہ مقرر کیا یا وہ جسے اُس نے اپنا نائب کیا اور یہ نہ ہو تو وہ جسے اہل اسلام جمع ہو کر امام جمعہ مقرر و عین کریں ہر شخص جمعہ وعیدین کی امامت نہیں کر سکتا کما نصوا علیہ فی معتمدات المذہب اس طرح کا امام اگر اس دوسری مسجد کو میسر ہوگا تو اُس میں بھی جمعہ جائز ہوگا ورنہ نہیں واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از شہر پور بندر ملک کا ٹھیکہ دار محلہ ڈیڑ روڈ مسلولہ کھتری عمر ابو بکر صاحب ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل ذیل میں (۱) محرم مسجد داخل مسجد ہے یا خارج مسجد ہے (۲) افغان ثانی جمعہ جو صحن مسجد میں پڑھی جائے تو داخل مسجد قرار پائے گی یا نہ (۳) کوئی شخص باوجود داخل مسجد ہونے کے صحن مسجد میں نماز پڑھے تو اُس کو مسجد کا پورا ثواب ملے گا یا کم (۴) جنازہ مسجد میں یا صحن مسجد میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

صحن مسجد جزو مسجد ہے کما نص علیہ فی الحلیۃ اُس میں نماز مسجد ہی میں نماز ہے پٹے ہوئے درجے کو مسجد ختوی کہتے ہیں یعنی موسم سرما کی مسجد اور صحن کو مسجد صیفی یعنی موسم گرما کی مسجد۔ اذان مسجد میں منع ہے نہ الا ان میں اجازت ہے نہ صحن میں مسجد و صحن مسجد میں جنازہ کے لیے اجازت نہیں ہوا الصحیح۔ صحن کسی حکم میں مسجد سے جدا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از پیل بھیت محلہ بھوسے خاں مرسلہ حاجی عزیز احمد صاحب ۱۰ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ نفیل حوض خارج مسجد ہے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب

حوض قدیم کی نفیل فنائے مسجد ہے نہ عین مسجد و نہ اس پر وضو ناجائز ہوتا اور فنائے مسجد میں اذان جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از تریپول سولول ڈاکٹر ہرول ضلع در بنگلہ بلگرام چوسہ مرسلہ عبدالحکیم صاحب ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

ایک جگہ بستی میں بستی کے سارے مسلمان مل کر کے مسجد بنوایا لیکن زمین دوسرے آدمی کے نام سے جس کے نام سے زمین ہے وہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ مسجد ہماری ہے ہم جن کو حکم دیں گے وہ نماز پڑھے گا اور ہم جن کو حکم دیں گے وہ امامت کرے گا وہ جسے روکنے پر تیار ہے اس مسجد میں اس کی نماز جائز ہوگی یا نہیں اور اس مسجد کو کیا کہا جائے گا۔

الجواب

اشعر و جل فرماتا ہے ان المسجد لله مسجد خاص اللہ کی ہیں ان میں کسی کا کوئی دعویٰ نہ زمین والے کو نہ علمے والوں کا اور بلاوجہ شرعی کسی سنی مسلمان کو مسجد سے منع کرنا حرام ہے اشعر و جل فرماتا ہے ومن اظلم ممن منع مسجد الله ان يدنک فيها اسمه وتسمى فی خواجہ اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکنے میں اللہ کا نام لیا جانے سے اللہ کی ویرانی میں کوشش کرے مگر اس کے منع کرنے سے نہ مسجد میں کوئی نقصان آئے گا نہ وہ جسے منع کیا اسے مسجد میں نماز پڑھنا منع ہو جائے گا واللہ تعالیٰ اعلم مسئلہ - از شہر راجھی تھاب محلہ مرسلہ شیخ ولی محمد سوداگر چہ ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ غیر قلد و بابی جو تقلید کو بدعت کہے ائمہ مجتہدین پر طعن کرے ختم نبوت اور کرامات دلیا کا قائل نہ ہو جناب ولی الاولیا غوث الاعظم پر طعن کرے انعقاد مجلس میلاد اور یار رسول اللہ کہنے کو بدعت کہے آئین با بھر و رفع الیدین کہے وغیرہ وغیرہ ایسے شخص کی اقتدا اور اس کی موافقت و مکالمت صوم و صلوٰۃ جائز ہے یا نہیں ایسے عقیدہ والوں کو واسطے دفعہ فتنہ و فساد کے جو موجب اس کا خلاف عقیدت باہمی سے مسجد میں نہ آنے دینا جائز ہے یا نہیں بحسب فرمان شرع شریف بحوالہ کتب ارشاد ہو۔

الجواب

ایسا شخص کا فرم نہ ہے اس کے مرتد ہونے کے لیے صرف انکار خاتیت ہی کافی ہے قال اللہ تعالیٰ ولكن رسول الله و خاتم النبيين - تتمۃ الفتاویٰ اور اشباہ والنظائر میں ہے ان لم يعرف ان محمداً صلى الله تعالى عليه وسلم احوال النبیا فليس بمسلم لانه من الضوريات تقلید کو بدعت کہنا ائمہ مجتہدین پر طعن کرنا اور بے تقلید امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رفع یدین اور جہر سے آئین کہنا خاتمت و علامات غیر قلدی ہیں اور کرامات اولیا سے انکار اور حضور پید الاولیا پر طعن گمراہی و بد نصیبی اور مجلس میلاد پاک اور یار رسول اللہ کہنے کو بدعت کہنا شعار و بابیت ہے اور وہابی لوگ وغیرہ قلدین زمانہ پر حکم کفر ہے جس کی تفصیل الکوکبة المشہایہ اولیٰ سل السیوف الہندیہ اور حسام الحرمین سے روشن - شخص مذکور کے پیچھے نماز باطل محض ہے اور اس سے بجااست و موافقت حرام قال الله تعالى واما ينسينك الشيطان فلا تقعد بعد الذکوی مع العوام الظالمین وقال الله تعالى ولا ترکوا الی الذین ظلموا ففسکم النار و فی فتنہ و فساد بقدر قدرت فرض ہے اور مفسدوں کو بشرط استطاعت مسجد سے روکا جائے گا عمدة الفتاویٰ شرح صحیح بخاری شریف میں ہے پھر ہر محارم میں ہے ویبلغ منه کل موزو لو بلسانہ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - لاہور مگم ضلع احمد آباد ہجرات جامع مسجد مرسلہ سید غلام محی الدین صاحب ۱۳ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بیرنگام ہجرات میں جو عیگاد ہے اس پر چند لوگ جن کا چار پارچہ نقرے

زیادہ عدد نہیں خود بخود بلا اجازت بانی مسجد و بلا اجازت مسلمانان شہر ایسے قابض و تصرف ہو گئے ہیں کہ گویا وہ مالک ہی ہیں چنانچہ علی الاعلان اس امر کا اظہار کرتے رہتے ہیں کہ اس مسجد میں سوائے ہمارے دوسرے کا حق نہیں جس کو ہم چاہیں گے امام بنا دیں گے اور امام جو بناتے ہیں تو ایسا کہ جس کے پیچھے نماز پڑھنے میں تمام مسلمانان شہر اور اہل علم حضرات کراہت کرتے ہیں اور یہ کراہت شرعی ہوئی نہ مخالفت مذاہبی پر قابضین کی قلیل جماعت کے عقائد کی کیفیت ہے کہ نکاح ثانی کو حرام قطعی سمجھتے ہیں اور مسجد پر تصرفات میں سے بھی ہے کہ اہل شہر کے ساتھ نماز پڑھنے میں مزاحمت کرتے ہیں کیا اہل شہر کو اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور دوسری عید گاہ قرار دے کر اہل شہر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب

اہل شہر کو اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے اور ان لوگوں کو مزاحمت کا کوئی حق نہیں اگر وہ مانع آئیں گے سخت ظالم ہوں گے قال تعالیٰ ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان ینذکر فیہا اسمہ وسی فی خرابا اور ایسا امام کہ وہ مقرر کریں معتبر نہ ہوگا امام وہی مانا جائے گا جسے عام مسلمانان شہر حسب شرائط شرعیہ مقرر کریں گے اس کے سوا وہ امام جسے وہ پانچ چھ شخص برخلاف اہل شہر مقرر کریں نماز عید باطل محض ہوگی اہل شہر اگر کسی وجہ سے اس عید گاہ میں نماز نہ پڑھ سکیں دوسری جگہ پڑھیں اگرچہ کسی میدان میں کہ عید گاہ میں عمارت کی حاجت نہیں اور اگر دوسری عید گاہ ہی تعمیر کرنی مناسب ہو تو انھیں اس کا بھی اختیار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از مراد آباد مرسلہ مولوی عبدالباری ہے، صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام بعد فراغت نماز جمعہ کے مقتدیوں کو اپنے پیچھے قطعی نماز نہ پڑھنے دے اور خود اذکار وغیرہ سے مشغول رہے اور مصلیٰ سے لے کر مسجد کے دروازے تک سیدھ میں کوئی نمازی نماز نہ پڑھنے پاوے بلکہ اگر کسی نے نیت بھی باندھ لی تو وہ نیت جبراً توڑ دے اس لیے کہ اس کے نکلنے میں حرج ہوگا کیونکہ اس کی عادت ہے بعد فراغت جمعہ بہت دیر کے بعد وہ اپنے حجرہ میں جاتا ہے قاتنی دیر تک کوئی مصلیٰ اس کے محاذ اور عقب میں نماز نہ پڑھے اگر کسی ناواقف نے ایسا کر بھی لیا تو اس پر نہایت تشدد کرتا ہے کیا ایسا کرنا ہے۔

الجواب

اللہ عز وجل فرماتا ہے وان المسجد للہ مسجدیں خاص اللہ کے لیے ہیں ان میں کسی کا ذاتی دعویٰ نہیں پہنچتا اور فرماتا ہے ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان ینذکر فیہا اسمہ اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں نام الہی لے جانے سے روکے یہ سب ظلم خدیہ ہے اور بندہ ہی ہوئی نیت توڑنا دینا ہش ظلم ولا تبطلوا اعمالکم واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از شہرکنہ محلہ بخار پورہ مسؤلہ عبدالرحمن بیگ صاحب ۵ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد جو قدیمی تعمیر کردہ اہلسنت و جماعت کی ہے اور زمانہ قدیم سے آج تک مسجد فکرہ پر قبضہ بھی اہلسنت و جماعت کا ایسی مسجد میں شیعہ کوئی ہر دو فریق کا باہم نماز پڑھنا اور اذان و اقامت بھی ہر دو فریق کی ہونا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا تو جروا۔

الجواب

اہل سنت کی مسجد میں ردائض کا کوئی حق نہیں اہل سنت کی معتد کتابوں خلاصہ و فتح القدیر و علیگیری و تنویر الابصار و در مختار میں تصریح ہے کہ ردائض کا فرہیں اور کافر کا مسجد میں کوئی حق نہیں عبارت یہ ہے الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنہما والعیاذ باللہ تعالیٰ فهو کافر واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از ملک بنگالہ قصبہ گوری پور ضلع مین سنگھ مرسلہ میاں عبد الجلیل ۱۸ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص بڑا فتنہ و مفسد ہے جماعت المسلمین بوجہ اس کے افتراق ہو گیا ہے لوگ دوسری مسجد میں نماز پڑھتے ہیں اور وہ مفسد امام اس قوم باغین کا ہے اور یہ بغاوت دینی نہیں بلکہ محض نفسانیت ہے اس صورت میں اس مسجد کہنے کو مسجد ضرار کہہ سکتے ہیں یا نہیں - بینوا توجروا

الجواب

مسجد کہنے اُن کے جانے اور نماز پڑھنے پڑھانے سے مسجد ضرار نہیں ہو سکتی کہ مسجد ضرار وہ مسجد ہے جہاں تباہی و فساد فی الدین و تفسیر بین المؤمنین کے لیے بنائی گئی ہو قال تعالیٰ والذین اتخذوا مسجداً ضواً وادکفوا وافتراقاً بین المؤمنین الی قولہ تعالیٰ ام من امس بیننا نہ علی شفا جوف ہا ولا لایہ تعمیر شدہ مسجد میں مفسدین کا جانا خواہ اُن کا قبضہ و تسلط ہو جانا اُسے مسجد ضرار نہیں کر سکتا جیسے واقعہ حرم میں لشکر یان بزیہ یا حادہ نجد میں متبعان نجدی بلید کا حجاجہ طیبہ حرمین محترمین میں مفسد داخل والعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از گوالہاڑی ضلع ماہہ انگریز آباد ڈاکھا دھولاٹ مرسلہ شیخ غریب اللہ صاحب ۴ رجب ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی میں مسلمانان ہم قوم ہم مذہب قریب دو اڑھائی سو گھر کے رہتے ہیں اور ایک مسجد پختہ عرصہ دس بارہ برس سے کہ بنوائی ہوئی انھیں مسلمانان کی ہے اور ایک دوسری ایک ریلے ہو کر اسی مسجد میں نماز پڑھتا ہے جمیع مسلمانان باشندہ بستی مذکورہ اور کرتے ہیں اتفاق وقت کہ صد چند سال کے دو مسلمان رئیس میں جو رہنے والے اسی بستی کے ہیں جھگڑا و تکرار دنیاوی در بارہ زمین خواہ کسی امر دنیاوی کے رہا ہوا اور ہمنوز ہے یا نہیں ہے کہ محلہ دو کے ایک نے بلا سبب پہلے اور انسانی و ضد میں اگر چاہیں پچاس گھر مسلمانوں کو شامل اپنے لئے کہ اُس مسجد مذکورہ سے روگرداں ہوا اور ہو کر ایک مسجد کی ہی جیسے چھوٹی کہتے ہیں اپنے مکان کے قریب تعمیر کر کر نماز پڑھتا ہے جمیع مسلمانان خود ادا کرتا ہے تو کیا رہتے ہوئے مسجد پختہ کے کہ مسجد ہذا سے مسجد گیارہ اندازی دو سو قدم پر واقع ہے اور اُن دونوں کے راستہ و میان کسی طرح کا خوف جان و مال کا نہیں ہے نماز پنجوقتہ مسجد گیارہ میں ادا ہو سکتی ہے کہ نہیں اس کے جواز و لا جواز سے جہاں تک تعمیل فرما کر متاخر فرمایا جائے گا عین نوازش و اکرام ہے اور ان دونوں رئیسوں کا بلکہ سائر مسلمانان کا فیصلہ ہے مگر آنکہ اُن لوگوں نے جتنے روز تک اُس مسجد گیارہ میں جان بوجھ کر نماز پڑھی تو اُن بھوں کی نماز ہوئی یا نہیں اور بصورت نکلنے حکم جواز امتنا صدقاً و بصورت نکلنے ناجواز اُن مسلمانوں روگردانوں پر اوردے شرع شریعت کے کیا لازم آسکتا ہے اور اُن لوگوں کو جماعت میں پھوٹ ڈالنے والا کہہ سکتے ہیں یا نہیں اور جماعت میں پھوٹ ڈالنے والے پر کیا حکم مطابقت شرع کے جاری کیا جائے گا اور وہ لوگ کیا کہے جاسکتے ہیں آگاہ فرمایا جاوے - بینوا توجروا -

الجواب

جتنی نمازیں اُن لوگوں نے اس نئی مسجد میں پڑھیں اُن کی صحت اور اُن سے ادائے فرض میں تو اصلاً شبہ نہیں اگرچہ یہ مسجد انھوں نے کسی نیت سے بنائی ہو لفظ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جعلت لی الارض مسجداً وطهوراً فایما رجل من امتی اذ رکعت الصلوة فلیصل ہاں یہ کہ وہ مسجد شرعاً مسجد ہوئی یا نہیں اور اُس میں نماز پڑھنے کی اجازت ہے یا نہیں اور یہ لوگ جماعت میں پھوٹ ڈالنے والے ہوئے یا نہیں یہ اہم ان لوگوں کی نیت پر موقوف ہیں اگر یہ مسجد انھوں نے بغرض نماز خالص اللہ عزوجل ہی کے لیے بنائی اگرچہ اُس پر باعث باہمی بخش ہوئی کہ سبب رنج ایک جگہ جمع ہونا مناسب نہ جانا اور نماز بے مسجد ادا کرنی نہ چاہی لہذا یہ مسجد بے نیت بجا آوری نماز ہی بنائی تو اس کے مسجد ہونے اور اس میں نماز جائز و ثواب ہونے میں کوئی شبہ نہیں لانا نہ وقت صدر عن اہلہ فی محلہ علی وجہہ اور اس نیت کی حالت میں یہ لوگ جماعت میں پھوٹ ڈالنے والے بھی نہیں ٹھہر سکتے کہ اُن کا مقصود اپنی نماز باجماعت ادا کرنا ہے نہ دوسروں کی جماعت میں تفرق ڈالنا یہاں تک کہ علما تصریح فرماتے ہیں کہ اہل محلہ کو جائز ہے کہ بغرض نماز ایک مسجد کی دو مسجدیں کر لیں درمختار میں ہے لاهل المحلۃ جعل المسجدین واحد و عکسہ لصلۃ لالدس اذ ذکر الشہاء میں ہے لاهل المحلۃ جعل المسجد الواحد مسجدین والاولی ان یکون لکل طائفۃ موزن اور اگر یہ نیت نہ تھی مسجد اللہ کے لیے نہ بنائی بلکہ اُس سے مقصود اگلی مسجد کو ضرر پہنچانا اور اس کی جماعت کا تفرق کر دینا تھا تو بیشک یہ مسجد مسجد نہ ہوئی نہ اس میں نماز کی اجازت بلکہ نہ اس کے قائم رکھنے کی اجازت اور اس صورت میں یہ لوگ ضرور تفرق عبادت مومنین کے وبال میں مبتلا ہوتے کہ حرام قطعی و گناہ عظیم ہے قال اللہ تعالیٰ والذین اتخذوا مسجداً غیراً واکفوا و تقربا بین المومنین الایہ مگر نیت امر باطن سے اور مسلمان پر بدگمانی حرام و کبیرہ اور ہرگز مسلمان سے موقع نہیں کہ اُس نے ایسی فاسد ملعون نیت سے مسجد بنائی قال اللہ تعالیٰ ولا تقف مالم یس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئلاً تو بے ثبوت کافی شرعی ہرگز اس بے نیت کا گمان کرتا جائز نہیں بلکہ اسی پہلی نیت پر محمول کریں گے اور مسجد کو مسجد اور اُس میں نماز کو جائز و ثواب اور اُس کی آبادی کو بھی ضرور سمجھیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد صغیر و کبیر میں کیا فرق ہے۔ بدینوا توجروا

الجواب

اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق۔ تحقیق یہ ہے کہ علمائے کرام ۱۱ مسئلوں میں مسجد صغیر و کبیر میں فرق فرماتے ہیں ایک مسئلہ صحت اقتداء و اتصال صفوف کہ مسجد بقعد واحد ہے اُس میں امام و مقتدی کا فصل مانع صحت اقتداء نہیں اگرچہ امام محراب میں اور مقتدی یا صف قریب باب ہو مگر مسجد کبیر میں حکم مثل صحرا ہے کہ اگر امام و صف میں اتنا فاصلہ ہو جس میں دو صفیں ہو سکتیں تو اقتداء صحیح نہ ہوگی دوسرے مسئلہ اتم مرد پر مصلیٰ کہ مسجد میں دیوار قبلہ تک جائز نہیں جب تک بیچ میں حائل نہ ہو اور مسجد کبیر مثل صحرا ہے کہ مصلیٰ جب خاشعین کی سی نماز پڑھے کہ نگاہ کو صغیر سجود پر جائے رہے تو اس حالت میں چنانچہ اُس کی نظر پہنچے کہ نظر کا قاعدہ ہے جہاں جائی جائے اُس سے کچھ آگے بڑھتی ہے وہاں تک گھڑنا منع و ناجائز ہے اس سے آگے لے کر ان دونوں مسئلوں میں مسجد کبیر سے ایک ہی مراد ہے یعنی نہایت درجہ عظیم و وسیع مسجد جیسی جامع خوارزم کہ سولہ ہزار ستون پر مبنی

یا جامع قدس شریف کہ تین مسجدوں کا مجموعہ ہے باقی عام مساجد جس طرح عامہ بلاد میں ہوتی ہیں سب ان دونوں حکموں میں متحد ہیں اگرچہ طول و عرض میں سو سو گز ہیں اماما وقع فی القہستانۃ عند ذکر المسجد الصغیر ہواقل من ستین ذراعا وقیل من اربعین وهو المختار كما اشار الیہ فی الجواہر فی الطحطاوی قولہ او بمسجد کبیر ہو ما کان اربعین ذراعا فاکثر والصغیر ما کان اقل من ذلك وهو المختار فی قہستان فی عن الجواہر فی الشامیۃ بثلثہ بالسند المذکور فرائد کتب علیہ فیما علق علی رد المحتار ما فیہ **اقول** وبالله التوفیق یتضح لی ان ہذا خطاء بل الفاصل ہنا فی الصغیر والكبیر ما تقدم فی الكتاب (اعنی رد المحتار عن الامداد) فی مسئلۃ الفصل المانع فی الاقتداء من انہ لا یمنع الا فی مسجد کبیر جد المسجد القدس وذلك لانہم علی التکراہۃ المرور بین یدیه فی المسجد الصغیر الی جد القبلة بان المسجد بقعۃ واحدۃ کما فی شرح الوقایۃ فی شرحنا ہذا وقد ذکر محشینا فی تقریرہ مسئلۃ الفصل المانع فقال بخلاف المسجد الکبیر فانه جعل فیہ مانعا لئلا یظن ان کبیر ذاک ما هو الا الکبیر جد المسجد القدس وما ذکر القہستان فی عن الجواہر فانما کان فی الدار فی مسئلۃ الفصل لا فی المسجد کما مرّت عبارة الجواہر (حیف قال العلامة المحشی فی القہستان البیت کا لصحراء والا صحیح انہ کا المسجد ولہذا یجوز الاقتداء فیہ بلا اتصال الصفوف کما فی المذنیۃ ام ولم یدکر حکم الدار فلیراجع لکن ظاہر المقتید بالصحراء والمسجد الکبیر جد ان الدار کا لبیت تامل ثم رأیت فی حاشیۃ المد فی عن جواہر الفتاویٰ ان قاضی خاں سئل عن ذلك فقال اختلفوا فیہ فقد رآہ بعضہم لبستین ذراعا وبعضہم قال ان كانت اربعین ذراعا فہی کبیرۃ والا فصغیرۃ ہذا هو المختار ام وحاصلہ ان الدار الکبیرۃ کا لصحراء والصغیرۃ کا المسجد وان المختار فی تقدیر الکبیرۃ اربعین ذراعا **اقول** وبہذا التلثم کما تم ولله الحمد فان منہم من قید ہذا المسئلۃ بالمسجد الصغیر کمتنا ہذا والغیر والنقایۃ والبحر والکافی والبرجندی عن المنصور بہ عن الامام قاضی خاں وظہیر الدین المرعینی و منہم من اطلق کا خلاصۃ وجوامع الفقہ کما فی الفتح والمراد واحد فان الصغیر احتراز عن الکبیر جد اقامۃ المساجد فی حکم الصغیر فباع الاطلاق لمن اطلق بل اوضحہ جد کلام العلامة ابن الشبلی علی التبيين عن الدرایۃ عن شیخ الاسلام ان ہذا اعتبار موضع السجود اذا کان فی الصحراء او فی الجامع الذی لہ حکم الصحراء اما فی المسجد فالحد هو المسجد ام فانظر کیف اطلق المسجد واراد بہ مقابل ذلك الکبیر جد او ایضاً تلثم کلمات الذخیرۃ فانہ ذکر فی الفصل الرابع من کتاب الصلوۃ فی مسئلۃ المرور الاصح ان بقاع المسجد فی ذاک کلہ علی السواء الخ واستشهد علیہ بکلام محمد المطلق فی المساجد غیر المختص قطعاً بما دون اربعین ثم راعا والمسئلۃ فی الفصل التاسع فقال ان کان المسجد صغیراً یکرہ فی ای موضع یمروا الی ہذا اشار محمد فی الاصل فذکر ذاک الکلام لمحمد بعینہ فعلمو لله الحمد ان المراد بالمطلق والمقید واحد وہی المساجد کلہا سوی ما یمنع فیہ الفصل بصفتین الاقتداء ولاینافیہ اطلاق من اطلق وقال انما یأثر بالمرور فی موضع السجود کثیر الا سلام وصاحب الہدایۃ والوقایۃ وغیرہم وذلك لان المساجد بقعۃ واحدۃ فالی جد القبلة کلہ فی حکم موضع السجود کما قالہ فی شرح الوقایۃ بل اشار الی محمد فی الاصل کما فی الذخیرۃ فتحصل والله الحمد ان لا خلاف بینہم وان الممنوع فی المسجد المرور مطلقاً الی جد القبلة و فی الجامع الکبیر

جدا والصحراء الى موضع نظرا لمصلحة الخاشع وبه ظهران بحث المحقق في الفتح وقع مخالفا لما ذهب ولما اطبقوا عليه فاعتقبت
فان هذا التحرير من فيض القدير على العاجز الفقير والله الحمد حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه اه ما كتبت عليه والله تعالى اعلم

مسئلہ - از شہر محلہ جہولی مسئلہ مولوی غلام حیات بچالی طالب علم مدرسہ المسند و جماعت ۱۴ شعبان ۱۳۳۷ھ

زید نے دس برس ہوئے مسجد کے پیچھے جو زید کا مکان مسجد کے متصل بنا تھا اور مسجد کی بنائے بھی اُس کی بنا جدا گانہ تھی اور زمین بھی
زید کی اپنی موروثی تھی اُس مکان پر زید نے ایک بالا خانہ بنایا اور زید کے نیچے مکان کا چھت مسجد کی چھت کے برابر ہے صرف بالا خانہ مسجد
سے اونچا ہے بلکہ بالا خانہ مسجد کے برابر بھی نہیں ہے مسجد کے بائیں جانب طالب علم کے حجرے کے برابر ہے ہاں کچھ ٹھوڑا سا کونہ بالا خانے کا
مسجد کے کونے کے برابر بھی ہے لیکن زید بالا خانہ بنانے کے بعد دل میں ناام ہو ا اور چونکہ روپیہ خرچ ہو چکا تھا اس وجہ سے اُس نے
بالا خانے کو اکھڑا نہیں لیکن مسجد کی عزت کی وجہ سے زید کمال و عمال بالا خانہ میں نہیں رہتا نیچے مکان میں رہتا ہے اب اس بالا خانے کو
اکھڑا چاہیے یا نہیں۔

الجواب

جبکہ مسجد کا کسی چیز میں تصرف نہ ہو تو اُس کا اکھڑنا گنہ گزر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از سیرام پور ضلع ہوگلی مسئلہ محمد عبد الحکیم بیٹری مرچنٹ ۲۹ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد قبل سے ہے اور نماز پنجگانہ جو کرتی ہے اور تنوی مسجد کا سر منزل مکان مسجد کے متصل
ہے بعد انتقال تنوی کے لوگوں نے مسجد میں نماز پڑھنا چھوڑ دیا اور عذر یہ ہے کہ جس مسجد کے قریب کوئی اونچی عمارت ہو اُس مسجد میں نماز نہیں
جائز ہے لہذا لوگوں نے دوسری مسجد متصل پہلی مسجد کے پندرہ قدم کے فاصلہ میں بناتے ہیں اور منع کرنے سے نہیں مانتے حالانکہ اس مسجد
کے بنانے سے سابق مسجد کے ویران ہو جانے کا احتمال ہے لہذا حکم خدا و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا ہے۔

الجواب

یخص جا بلا۔ ظل خیال ہے شرع میں اس کی کوئی اصل نہیں کعبہ معظمہ کے گرد مکہ مکرمہ میں بہت بلند کئی کئی منزل کے مکان ہیں
کہ بظاہر کعبہ معظمہ سے بہت اونچے معلوم ہوتے ہیں حالانکہ کوئی مکان کعبہ معظمہ سے اونچا ہو سکتا ہے کسی مسجد سے کعبہ و مسجدان ظاہری و باطنی کا
ہم نہیں بلکہ اتنی جگہ کے محاذی ساتوں آسمان تک سب مسجد ہے اُس سے اونچا کیا اُس کے گرد دیں حصے برابر کوئی مکان بلند نہیں ہو سکتا
اگرچہ سو منزل ہو درختار میں ہے انہ مسجد الی عنان السماء رواہ البخاری ہے وکذا الی تحت الثری کما فی البیہدی عن الامینیابی
اس یہود و خیال کی بنا پر دوسری مسجد پندرہ بیس قدم کے فاصلہ پر بنانا جس سے پہلی مسجد کی جماعت کو نقصان پہنچے خود ہی ممنوع تھا ایک
تو وہ خیال باطل دوسرے جماعت مسجد میں تقریبی کہ مسجد ضرائع کے اغراض فاسدہ سے ایک غرض ہے قال تعالیٰ و تقربا بین المؤمنین
یہاں کہ اس سے مقصود مسجد اول کا باطل و معطل کر دینا ہے یہ سخت حرام اشد ظلم ہے قال اللہ تعالیٰ و من اظلم من منعی علیہ اللہ
ان یدکر فیہا اسمہ و سعی فی خرابہا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از موضع بیراڈا کھانہ لٹرا گنج ضلع ڈھاکہ ملک بنگال مرسلہ مولوی خواجہ شمس الدین محمد فریدی - ارجمادی الاولیٰ مسئلہ ۳۳۰
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اطراف ضلع فرید پور موضع کھنڈا میں قدیم سے ایک مسجد ہے جس میں اہل محلہ بچگانہ و نماز جمعہ پڑھتے چلے آئے ہیں ان دونوں دینا دی کسی لین دین کے جھگڑے میں بعض مصلیٰ و غیر مصلیٰ اس مسجد قدیم کے مقابل چار پانچ سو ہاتھ کے فاصلہ میں محض ضد و مخالفت سے دوسری ایک مسجد بنائی ہے اور اس مسجد قدیم کے باقی مصلیٰ صاحبوں کو یہاں سے بھگا کر لے جانے کی پوری کوشش کر رہا ہے تاکہ یہ مسجد قدیم ویران ہو جائے اور یہاں پڑھنے والے لوگ اچھی طرح سے ضبط ہو جائیں مسجد قدیم میں امام صاحب متولی جہاں دیگر مصلیٰ صاحبان کبھی کسی کو پڑھنے سے مانع مزاحم نہ ہوا اور نہ اُس لین دین کے جھگڑے میں شامل ہے تاہم چند قدیمی مصلیٰ صاحبوں کو بوجہ عداوت و مخالفت یہاں سے بھگا لے گیا ہے پس اس صورت میں مسجد جدید میں نماز جائز ہوگی یا حکم میں مسجد ضرار کے ہوگا اگر شرعاً مسجد ضرار قرار پائے بوجہ مخالفت و عداوت و تفریق جماعت تو اُس مسجد کو کیا کرنا ہوگا اگر شرعاً مسجد جدید مسجد ضرار ثابت ہو جائے تو جن مولوی صاحبان نے جدید مسجد میں نماز عدم جواز مسجد ضرار فرمایا تھا اُن عالموں کو کالی دینے و بڑا کتنے و عداوت لکھنے حقیر جانے والے پر شرعاً کیا حکم ہے۔

الجواب

اگر واقع میں ایسا ہی ہے کہ یہ لوگ یہ مسجد اللہ کے لیے نہیں بناتے محض ضد اور نفسانیت اور مسجد قدیم کی جماعت تفریق کرنے کے لیے بناتے ہیں تو ضرور وہ مسجد ضرار کے حکم میں ہے اور اس حالت میں اُن لوگوں کو جو اُسے مسجد ضرار کہتے ہیں بڑا کتنا اور کالی دینا سخت حرام اور موجب عذاب شدید ہے اور اگر واقعی کسی جھگڑے کے سبب وہ مسجد قدیم میں نہیں آسکتے اور وہاں نماز پڑھنے میں صحیح اندیشہ اپنی آبرو و غیرہ کا رکھتے ہیں اس مجبوری سے اُس میں آفات ترک کر کے ایسا اپنی جماعت کے لیے دوسری مسجد لوجہ اللہ بناتے ہیں تو وہ ہرگز مسجد ضرار نہیں ہو سکتی جو اُسے ضرار کہتے ہیں بڑا کتنے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از موضع میسری تحصیل وڈا کھانہ کھٹا ضلع نیننی تال مرسلہ عبدالرحمن پدھان ۲ صفر ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میرے گاؤں کی مسجد پرانی خام تھی وہ شکستہ بھی ہے دوسرے آبادی کم ہو جانے سے ایک کنالہ پر آبادی کے ہو گئی ہے جو بہت بے موقع ہے اس لیے مسجد اندر آبادی جدید تعمیر کرانے کی خواہش ہے اس واسطے مطابق حکم شرع شریف دوسری جگہ میں مسجد جدید تعمیر ہو سکتی ہے یا نہیں اگر ہو سکتی تو کس طرح خلاصہ حکم سے آگاہی بخشیے۔

الجواب

مسجد نچ آبادی میں تعمیر کریں ثواب عظیم پائیں گے اور اُس پہلی مسجد کا بھی آباد رکھنا فرض ہے اُس کنارے والے پانچوں وقت اُس میں نماز پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از شہر محلہ گڑھیا موصولہ از شیخ ولایت حسین

ایک مسجد متصل کتب خانہ دو منزلہ پر واقع تھی دیوار زینہ مسجد پر اہل ہندو سے بھی ٹھیکت تنازع ہو کر کل مکانات مع جائے تنازعہ کے اہل اسلام صاحبان بریلی نے بھی مسجد زیارت مع ایک قطعہ دیگر آراضی ہندو سے خرید لیا مسجد نہایت چھوٹی ہونے کے سبب توسیع اُس کی ہونا

تجزیہ کیا گیا انجمن اسلامیہ بریلی نے تمام تعمیر وغیرہ کا انتظام اپنے ذمہ یعنی سپردگی میں لیا اور توسیع مسجد مذکورہ قطعہ آراضی دیگر میں تجویز کر کے کام تعمیر شروع کیا مسجد کہنے کو چھوڑ کر متصل اُس کے دوسری مسجد جدید تعمیر کی اور مسجد کہنے کو ایسا منہدم کیا کہ نشان تک اُس کا باقی نہ رہا اور جائے مسجد کہنے کو دیگر دو کانات میں بغرض حصول زر شامل کر لیا جاتا ہے سوالات ذیل برائے جواب پیش ہیں۔ ۱۔ بجائے توسیع مسجد کہنے کے دوسری جگہ جدید مسجد تعمیر ہونا کیا مسجد اول کا حکم بموجب شرع شریف رکھے گی ۲۔ جگہ مسجد کہنے منہدم کو دیگر تعمیر دنیوی میں شامل کر کے کام میں لانا جائز ہے یا نہیں ۳۔ جن اہل اسلام صاحبان سے یہ فعل مذکورہ بالا ظور میں آیا صلیک یا علما مشیران کے لیے شرعاً کیا حکم ہے ۴۔ بقیہ اہل اسلام کو فاعل مذکورہ باناسے کیا عمل درآمد کرنا چاہیے۔

الجواب

جبکہ اس مسجد جدید کو بھی مسلمانوں نے مسجد کر لیا یہ بھی مسجد ہو گئی مسجد اول کی اور اس کی دونوں حفاظت و آبادی فرض ہے مسجد اول کو منہدم کر کے تعمیر دنیوی نہیں تعمیر دینی ہی میں شامل کر دینا حرام حرام سخت حرام ہے جنہوں نے ایسا کیا ہوا اور جو اس میں مشیر ہوں اور جو اسے جائز رکھیں سب اس آیت کریمہ کے تحت میں ہیں ومن اظلم من منع مسجد اللہ ان یدکر فیہا اسمہ۔ دسجی فی خرابھا اولئک ما کان لہما ان یدخلوا الا خائفین ۵۔ لہم فی الدنیا خزی ولہم فی الاخرۃ عذاب عظیم ان سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں اللہ کا نام لیے جانے سے روکیں اور ان کی دیرانی میں کو شاں ہوں انہیں تو مسجدوں میں قدم رکھنا روانہ تھا مگر ڈرتے ہوئے ان کے لیے دنیا میں رسوائی اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ فرض فرض فرض قطعی فرض ہے کہ مسجد اول کو بھی بدستور مسجد رکھیں اور اگر اُس کی دوکانیں کر لی گئی ہوں فرض قطعی ہے کہ فوراً فوراً ان دوکانوں کو منہدم کر کے بدستور مسجد کا اعادہ کریں ورنہ عذاب عظیم کے مستحق ہوں گے جو نہ انہیں اور قرآن عظیم کی مخالفت پر اڑے رہیں مسلمانوں کو ان سے اجتناب لازم ہے ان کے پاس بٹھینا منع ہے قال اللہ تعالیٰ واما ینسیبک الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع الہوم الظالمین ۵۔ اگر کبھی شیطان بھلا دے تو ما د آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو اور اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو مسجد دیران کر کے اُس کی دوکانیں کرے وہ لوگ اگر مخالفت خدا سے باز نہ آئیں تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ کوشش کر کے مسجد منہدم کو پھر مسجد کر لیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از چھاؤنی بنچہ توپ خانہ ٹین ترد مسجد حافظ محمد عبدالرؤف خاں پیش امام مسجد

مسجد بنانا فرض ہے یا واجب یا مستحب اور بڑا ہے وہ پیسہ جو خرچ ہوگا اس واسطے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں چند آدمی حاضر ہوئے عرض کیا یا امام ہم ایک مسجد بنواتے ہیں کچھ آپ تبرکاً عنایت فرمائیے کہ برکت ہو امام صاحب پہلے چہرہ سالین کی طرف سے پھیر کر خراب موخر بنایا اور ایک درہم نکال کر دے دیا دوسرے روز وہ شخص آئے اور وہ درہم واپس لے کر کہنے لگے کہ حضرت لیجیے یہ درہم کھوٹا ہے اس کو بازار قبول نہیں کرتا امام صاحب نے وہ درہم لے کر رکھ لیا اور فرمایا خوش ہو کر کہ خراب ہے وہ پیسہ جو گارے پتھر میں خرچ ہووے۔

الجواب۔ یہ شیطانی خیال ہیں اور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو حکایت نقل کی وہ محض کذب دروغ اور شیطانی

گڑھت ہے ہر شہر میں ایک مسجد جامع بنانا واجب ہے اور ہر محلہ میں ایک مسجد بنانے کا حکم ہے حدیث میں ہے امور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ببناء المساجد فی الدار والنظف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر محلہ میں مسجد بنوائی جائے اور یہ کہ وہ سٹری رکھی جائے مسجد میں جو مال صرف ہوتا ہے وہ گارے پتھر میں صرف نہیں ہوتا بلکہ رضائے رب اکبر ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے فی بیوت اذن اللہ ان ترفع مسجدوں کے بلند کرنے کا اللہ نے اذن دیا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من نبی اللہ مسجد انبی اللہ لہ بیتا فی الجنة زاد فی الدایۃ من در دیا قوت جو اللہ کے لیے مسجد بنائے اللہ اسکے لیے جنت میں موتیوں اور یا قوت کا گھر بنا دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از قطب پور ڈاک خانہ پیر گنج ضلع رنگ پور رسولہ رحمت اللہ صاحب ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

چرمی فرما یند علمائے دین کہ ایک مسجد قدیم ازالہ حلال تیار کیا گیا تھا اور وقت بھی کیا گیا اُس وقت ایک سود خوار کے سود کا مال اور حلال مال دونوں مخلوط ہو گئے دونوں میں تمیز نہیں ہو سکتی کہ کون حرام کون حلال ہے مسجد قدیم کو تعمیر کیا یعنی گھر کو ٹین دیا اور صحن مسجد کو اینٹ سے بچھتے کیا اور مصلیوں کے وضو کے واسطے کنواں بنوا دیا اب عرض یہ ہے کہ ایسی مسجد میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں۔ بینوا تو جبروا

الجواب

صورت مذکورہ میں اُس مسجد میں نماز پڑھنا نقطہ جائز ہی نہیں بلکہ اُس کا آباد رکھنا فرض ہے اور سود کی مخلوط آمدنی سے ٹین اور فرش اور کنواں بنانے سے مسجد میں کوئی حرج نہیں آتا بلکہ اُس فرش پر نماز جائز اور اُس کنویں سے پینا اور وضو کرنا حلال امام محمد فرماتے ہیں بہ ناخذ ما لہ لغت ضیئاً حراماً بعینہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از کبیس اسٹریٹ صاحب بگانی مرسلہ حکیم سید محمد اسماعیل صاحب ۲۸ جمادی الاخرہ ۱۳۳۶ھ

حضرت مولانا مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حضور کو ایک امر کی تکلیف دی جاتی ہے اور چھ نمبر خدا کا کام ہے اور حضور ہم لوگوں کے آقا ہیں۔ حضور سے دریافت کرنا میرا فرض منصبی ہے ایک مسجد بنانے کی خواہش صرف حضور سے اجازت اس امر کی لینی ہے۔ یہاں اکثر پانی اینٹ ملتی ہے اور وہ اینٹ پاک عمدہ ملتی ہے تو اس اینٹ سے مسجد بنا سکتے ہیں یا نہیں حضور کی جیسی رائے عالی ہو اس سے بہت جلد جوابی ڈاک مطلع فرماویں۔ خداوند کریم حضور کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

الجواب

جناب سید صاحب کرم اگر مکرم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فقیر جلیور آیا ہوا ہے آپ کا عنایت نامہ بریلی سے یہاں آیا ایسے سوالوں کا خیال ادب والے دلوں میں پیدا ہوتا ہے مولیٰ تعالیٰ توفیق و برکات زائد دے اینٹ اگرچہ پانی استعمال شدہ ہے مگر جبکہ پاک ہے مسجد میں لگا سکتے ہیں جیسے زمین مسجد کہ اصل مسجد وہی ہے پہلے کوئی مکان مسجد کفار ہوا اور اُسے توڑ کر مسجد کیا جاتا ہے مسجد اقدس مدینہ طیبہ کی زمین میں مشرکین کا قبرستان تھا اُن کی قبریں کھدوا کر اُن کی ہڈیوں وغیرہ کی جھانستوں سے صاف فرما کر حضور انور علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے اُسے مسجد فرمایا۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ہلدوانی ضلع نینی تال مسئلہ حافظ اسرار الحق صاحب ۱۵ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک مکان پختہ وقت کر دیا تھوڑے عرصہ کے بعد وہ مکان گورنمنٹ نے اٹھا دیا اس مکان کے بدلے دوسری جگہ زمین دے دی جو زمین مکان کے عوض میں ملی تھی وہ چند شخص جمع ہو کر کے مبلغ پچاس روپے کو فروخت کر دی گئی آیا اس زمین کا بیج کرنا جائز ہے یا ناجائز ہے -

الجواب

وہ زمین اگر مسلمانوں نے مسجد کر دی تو اسے بیچنا جائز نہیں اور اگر ہنوز ابھی مسجد نہ کی تھی اور وہ مناسب نہیں اسے بیچ کر دوسری مناسب جگہ مسجد بنانا چاہتے ہیں تو حرج نہیں - واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - از قصبہ ڈبھوئی ریاست بڑودہ مسئلہ حاجی شرف الدین عمر ماں متولی جامع مسجد ۱۲ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ اس قصبہ ڈبھوئی ریاست بڑودہ میں ایک عید گاہ قدیم زمانے کی بنی ہوئی ہے اس کے نزدیک ریل کا احاطہ ہے اب ریل کے کپنی والے اس ریل کے احاطے کو ٹھکانے کی غرض سے عید گاہ کو گرا کر اور جا پر بنا دینا چاہتے ہیں کیا یہ شرع شریف میں درست ہے یا نہیں اگر مسلمان ڈبھوئی اس عید گاہ کو نہ دیں تو ریاست کی جانب سے جبراً گرا دینے کا اندیشہ ہے اس حالت میں کیا کیا جائے اسے ریاست بڑودہ تعلقہ سنگھ پور موضع پاکنی کے قریب جنگل میں ایک مسجد قدیم شاہی زمانے کی بنی ہوئی اس وقت سمار حالت میں ہے اس مسجد میں چند قیمتی پتھر محراب میں کھبے وغیرہ جو نقشی کام کیے ہوئے ہیں زمین پر گرے ہوئے ہیں اس موضع کے ہنود وغیرہ جن کی حالت ابھی ہے اٹھا کر لے جاتے ہیں اور اس موضع کے مسلمانوں کی حالت ایسی نہیں ہے کہ اس مسجد کو پھر تعمیر کر سکیں لہذا ان پتھروں کو لے جا کر کسی اور قصبہ کی مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں اگر مسلمان ان پتھروں کو نہ لے جائیں گے تو ہنود لوگوں کا ان پتھروں کو اٹھا کر لے جانے کا اندیشہ ہے -

الجواب

(۱) محض اندیشہ کا لحاظ نہیں واقعی جبر ہو تو اس کے عوض دوسری زمین لے کر چھوڑ سکتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم (۲) صورت مستفسرہ واقعی ہے تو مسلمان ان پتھروں کو دوسری مسجد میں لگا سکتے ہیں کما بدینہ فی رد المحتار واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - از بیبی بھڈی بازار مسئلہ محمد فضل الرحمن سادہ کار ۵ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سوائے متکلف اور مسافر کے مقیم یا اہل شہر کو مطلقاً مسجد میں سونا حرام ہے یا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی - اگر بیرونی یا شہری برنیت اس کے کہ نماز صبح باجماعت ملے یا تنہا بھی نصیب ہو کیونکہ اگر گھر میں رہ کر نماز صبح باجماعت یا نماز تنہا نہیں ملتی ہے مسجد میں سوئے تو یہ سونا حرام ہے یا مکروہ یا تحریمی یا تنزیہی اور نیز مسجد میں کھانا یا پینا سوائے متکلف اور مسافر کے شرعاً حرام ہے یا مباح بظاہر ابن ماجہ کی کتاب الاطعمہ کی روایت ہے اباحت معلوم ہوتی ہے عن عبد اللہ بن حارث بن جرہ قال اتی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بمخبز ولحم وھو فی المسجد فاکل واکلنا معہ ثم قام فضلی وصلیٰ معہ ولم یزید علی ان ھما حسنا

ایدا بینا بالحسباء - بینوا توجروا

الجواب

مسجد میں متکلف کو سونا تو بالاتفاق بلا کراہت جائز ہے اور اُس کے غیر کے لیے ہمارے علما کے تین قول ہیں اول یہ کہ مطلقاً صرف خلاف اولیٰ ہے صحیحہ فی الہندیۃ عن خزائنہ الفتاویٰ ومشی علیہ فی جامع الکامیجانی کما نقلہ ابن کمال باشا والکافی فی معراج الدرایۃ والیہ یبیل کلام الدردنی الاعتکاف قلت وفیہ حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دوم مسافر کو جائز ہے اُس کے غیر کو منع وہ جزم فی الاشباہ وعلیہ مشی فی الدرقبیل باب الوتر سوم متکلف کے سوا کسی کو جائز نہیں وہ جزم فی السراجیۃ وفی جامع الفتاویٰ ومنیۃ المفتی وعنزالعیون ومتن الوقایۃ وغیرہا من المعتمدات اور یہ کراہت کراہت تحریم ہے لقولہ ینع منه وانما المنع عن المکروہ تحریمہا واما کراہۃ التزیۃ فتجامع الاباحۃ کما فی رد المحتار وغیرہ **اقول** تحقیق امر یہ ہے کہ مرض و حاض جب جمع ہوں حاضر کو ترجیح ہوگی اور احکام تبدیل زمان متبدل ہوتے ہیں ومن لم یعرف اهل زمانہ فهو جاهل اور ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہاں ایک ضابطہ کلیہ عطا فرمایا ہے جس سے ان سب جزئیات کا حکم صاف ہو جاتا ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من سمع رجلاً ینشد ضالۃ فی المسجد فلیقل لاردها اللہ علیک فان المساجد لم تبین لہذا جو کسی شخص کو سنے کہ مسجد میں اپنی گم شدہ چیز دریافت کرتا ہے تو اُس پر واجب ہے کہ اُس سے کہے اللہ تیری گئی چیز تجھے نہ ملائے مسجدیں اسلئے نہیں بنیں رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی حدیث کی دوسری روایت میں ہے اذ ارایتم من یدبغ فی المسجد فقولوا لا ریح اللہ تجارتک جب تم کسی کو مسجد میں خرید و فروخت کرتے دیکھو تو کہو اللہ تیرے سودے میں فائدہ نہ دے رواہ الترمذی وصحیحہ والحاکم عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ظاہر ہے کہ مسجدیں سونے کھانے پینے کو نہیں تو غیر متکلف کو ان میں ان افعال کی اجازت نہیں اور بلاشبہ اگر ان افعال کا دروازہ کھولا جائے تو زمانہ فاسد ہے اور قلوب ادب و ہیبت سے عاری مسجدیں جو پال ہو جائیں گی اور ان کی بے حرمتی ہوگی دکل ما دی الی مخطور مخطور جو بخیاں تہجد یا جماعت صبح مسجد میں سونا چاہے تو اُسے کیا مشکل ہے کہ اعتکاف کی نیت کر لے کچھ حرج نہیں کچھ تکلیف نہیں ایک عبادت بڑھتی ہے اور سونا بالاتفاق جائز ہو جاتا ہے منیۃ المفتی پھر عنزالعیون اور سراجیہ پھر ہندیہ پھر رد المحتار میں ہے واذا ادا ذلک ینبغی ان ینوی الاعتکاف فیدخل وینکر اللہ تعالیٰ بقدر ما نوی او یصلی ثم یفعل ما شاء واللہ تعالیٰ اعلم مسجد میں ایسا اکل و شرب جس سے اُس کی تکوین ہو مطلقاً ناجائز ہے اگرچہ متکلف ہو رد المحتار باب الاعتکاف میں ہے الظاہ ان مثل النوم الاکل والشرب اذا لم یشتغل المسجد ولم یلوثہ لان تنظیفہ واجب کما مر اسی طرح اتنا کثیر کھانا مسجد میں لانا کہ نماز کی جگہ گھرے مطلقاً ممنوع ہے اور جب ان دونوں باتوں سے خالی ہو تو متکلف کو بالاتفاق بلا کراہت جائز ہے اور غیر متکلف میں وہی مباحث و اختلافات عائد ہوں گے اور ہمیں ارشاد اقدس کا وہ ضابطہ کلیہ کافی ہے کہ ان المساجد لم تبین لہذا اعتکاف نفل کے لیے نہ روزہ شرط ہے نہ طول مدت درکار صرف نیت کافی ہے جتنی دیر بھی ٹھہرے بہ بفتی تو اختلاف میں بڑنے کی کیا حاجت وما کان اقرب الی الادب فهو الاحب الا وجب نسأل اللہ حسن التوفیق رہی حدیث

ابن ماجہ وہ ایک واقعہ عین ہے اور علماء بالاتفاق تصریح فرماتے ہیں کہ وقائع عین کے لیے عموم نہیں ہوتا ممکن کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اُس وقت متکلف ہوں اور صحابی کو یہاں مسئلہ اکل بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ یہ کہ ماہستہ النار سے وضو نہیں علاوہ بریں نفل و تقریر سے قول اور بیچ سے مافزار حج ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از فیض آباد مسجد منو پورہ مسئلہ شیخ اکبر علی مؤذن و مولوی عبدالعلی ۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ جو لوگ عرس میں آئیں وہ مسجد ہی میں قیام کریں اور جائے نماز وغیرہ استعمال کریں کھانا وہاں کھائیں دنیا کی بات کریں اشعار پڑھیں جائز ہے۔

الجواب

مسجد کو چوپال بنانا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از گوئڈل کاٹھیاواڑ مسئلہ سیٹھ عبدالستار صاحب رضوی ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ امام مسجد اور عوام مسلمین جن کے پاس رہنے سونے کو مکان ہیں وہ مسجد میں کسی وقت ٹوسکتے ہیں یا نہیں نیز ایسے مسلمان مسافر جو آجکل شہروں میں آیا جا چکا کرتے ہیں اور چندے لے کر گزراہ کرتے ہیں انھیں مسجدوں میں رکھا اور وہ وہاں پر بطور گھروں کے رہیں سوتیں کھائیں پئیں جائز ہے۔

الجواب

صحیح و معتد بہ ہے کہ مسجد میں کھانا پینا سونا سوا متکلف کے کسی کو جائز نہیں مگر یا حضری اگر چاہتا ہے تو اعتکاف کی نیت کیا دشوار ہے اور اُس کے لیے روزہ شرط نہ کوئی مدت مقرر ہے اعتکاف نفل ایک ساعت کا ہو سکتا ہے مسجد کو گھر بنانا کسی کے لیے جائز نہیں وہ لوگ بھی بہ نیت اعتکاف رہ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از مسجد ساول ضلع خاندیس محلہ تارہ مسئلہ حافظ امین محبوب مار رمضان ۱۳۳۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ مسجد خاص میں یا صحن میں اگر وہابیات لغویات اور گالی گلوچ ایک دوسرا آپس میں مجمع خاص عام کے درپردہ کرے تو ان لوگوں کے لیے کیا حکم ہے۔ بنیوا تو جروا۔

الجواب

ایسے لوگ گنہگار ہیں اور شرعاً سختی تعزیر مگر تعزیر یہاں کون دے سکتا ہے اتنا کریں کہ انھیں مسجد سے باہر کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از شہر عقبہ کو قوالی مسئلہ مولوی بدیع الزماں صاحب بنگالی ۲۲ شوال ۱۳۳۸ھ مسجد کا ایک امام جو شب و روز مسجد کے مجرہ میں رہتا ہے اور علیات تو بیگنہ وغیرہ آیات قرآنی سے کرتا ہے اُس کو بصورت قیام مسجد ایسا روزگار کرنا اور اس سے اجرت لینا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

عرض مالی پر تنوید دینا بیچ ہے اور مسجد میں بیچ و شرانا جائز ہے اور مجرہ فنا ہے مسجد ہے اور فنا ہے مسجد کے لیے حکم مسجد علیہ السلام ہے

یبيع تعویذ فی مسجد جامع ویکتب فیہ التوراة والانجیل والفرقان ویاخذ علیہا مالاً ویقول انا اذفع الہدیۃ لا یحل لہ ذلک کذا فی الکبریٰ اسی میں ہے قید المسجد لا یجوز لہ ان یدنی حوائث فی حد المسجد اذ فی فائدہ لان المسجد اذا جعل حائطا ومسکنا یسقط حرمتہ وهذا لا یجوز والفناء تتبع المسجد فیکون حکمہ حکم المسجد کذا فی محیط الدرعی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ یکم ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ ایک شخص کچری میں ملازم ہے فرض کیے وقت نماز میں مسجد میں قیام کر کے سوتا ہے اور کھانا وغیرہ کھاتا ہے بہت عرصہ سے اب منع کرنے پر جواب دیا کہ میں نیت اعتکاف کر لیتا ہوں کوئی حرج میرے قیام اور کھانے سونے میں نہیں ہے۔

الجواب

اگر واقعی وہ ہر بار نیت اعتکاف کرتا اور کچھ دیر ذکر الہی کر کے کھانا سوتا ہے تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بریلی ۳۴ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی عالم یا اور کوئی شخص مسجد میں سوئے اور سند تکبیر مسجد میں اندر مسجد کے لگائے اور کھانا مسجد میں ایک جماعت کے ساتھ کھائے اور آگالہ ان مسجد میں رکھے اور گھوڑے کی زین اور اسباب وغیرہ مسجد میں رکھے یہ سب شرع سے درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

مسجد میں سونا کھانا بحال اعتکاف جائز ہے اگر ایک جماعت متکف ہو تو مل کر کھا سکتے ہیں بہر حال یہ لازم ہے کہ کوئی چیز شور یا یا شیر وغیرہ کی چھینٹ مسجد میں نہ گرے اور سوائے حالت اعتکاف مسجد میں سونا کھانا دونوں مکروہ ہیں خاص کر ایک جماعت کے ساتھ کہ مکروہ فعل کا اور لوگوں کو بھی اس میں متکب بنانا ہے علیگیری میں ہے یکرہ النوم والا کل فیہ لغیر المعتکف سند لگانا اگر براہ تکبر ہے تو یہ خارج مسجد بھی حرام ہے قال تعالیٰ الیس فی جہنم مثوی للکابرین ۵ اور اگر براہ تکبر نہیں کسی دوسرے نے اس کے لیے رکھ دی یہ اُس کی خاطر سے بدیں لحاظ کہ امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں لایابی الکرامۃ الاحادیث لکابر بیٹھ گیا تو بھی یہ مسجد میں نہ ہونا چاہیے کہ ادب مسجد کے خلاف ہے ہاں ضعف یا درد کے سبب مجبور ہو تو معذور ہے آگالہ ان اگر بیک کے لیے رکھا ہے تو غیر متکف کو مسجد میں پان کھانا خود مکروہ ہے اور اگر کھانسی ہے بلغم بار بار آتا ہے اس غرض کے لیے رکھا تو حرج نہیں اور گھوڑے کا زین وغیرہ اسباب بھی بلا ضرورت شرعیہ مسجد میں رکھنا نہ چاہیے مسجد کو گھر سے مشابہ بھی کرنا نہ چاہیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان المساجد لم تبین لہذا خصوصاً اگر چیزیں رکھے جن سے نماز کی جگہ کے تو سخت ناجائز و گناہ ہے قال اللہ تعالیٰ ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یدنوا فیہا اسمہ ہا میں ہم یہ بھی یاد رکھنا فرض ہے کہ جو حقیقت عالم دین ہادی خلق سنی صحیح العقیدہ جو عوام کو اُس پر اعتراض اُس کے افعال میں نکتہ چینی اُس کی عیب بینی حرام حرام اور باعث سخت محرومی اور بد نصیبی ہے اول تو لاکھوں مسائل و احکام فرق نیت سے متبدل ہو جاتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوى علم نیت ایک عظیم واسع علم ہے جیسے علمائے ماہرین ہی جانتے ہیں عوام بچارے فرق پر مطلع نہ ہو کر ان کے افعال کو اپنی حکمت پر قیاس کرتے اور حکم لگا دیتے اور کارپا کاں اقیاس

از خود گیر کے مورد بنتے ہیں اسی سلسلہ میں دیکھئے شرعاً اعتکاف کے لیے نہ روزہ شرط ہے نہ کسی قدر مدت کی خصوصیت لہذا مستحب ہے کہ آدمی جب مسجد میں جائے اعتکاف کی نیت کرے جب تک مسجد میں رہے گا اعتکاف کا بھی ثواب پائے گا علی اعتکاف ہی کی نیت سے مسجد میں داخل ہوتے ہیں اور اب ان کو سونا کھانا پیک کے لیے اگلا دن رکھنا روا ہوگا اور اس سے قطع نظر بھی ہو تو جاہل کو سنی عالم پر اعتراض نہیں پہنچتا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث میں عالم بے عمل کی مثال شیخ سے دی ہے کہ آپ جلے لوہے کی روشتی و نفع پہنچا سکتے تھے وہ جو اُس کے جلنے کے باعث اُسے بچھا دینا چاہے اس سے یہ خود ہی اندھیرے میں رہ جائے گا علی کو چاہیے کہ اگرچہ خود نیت صحیح رکھتے ہوں عوام کے سامنے ایسے افعال جن سے اُن کا خیال پریشان ہو نہ کریں کہ اس میں دو فتنے ہیں جو معتقد نہیں اُن کا معرض ہونا غیبت کی بلا میں پڑنا عالم کے فیض سے محروم رہنا اور جو معتقد ہیں اُن کا اس کے افعال کو دستاویز بنا کر بے علم نیت خد مرتکب ہونا عالم فرقہ ملا متیہ سے نہیں کہ عوام کو نفرت دلانے میں اُس کا فائدہ ہو مسند ہدایت پر ہے عوام کو اپنی طرف رغبت دلانے میں اُن کا نفع ہے حدیث میں ہے راس العقل بعد الایمان باللہ التودد الی الناس دوسری حدیث صحیح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں بشر واو لا تنقضوا احیاناً ایسے افعال کی حاجت ہو تو اعلان کے ساتھ اپنی نیت اور سلسلہ شریعت عوام کو بتا دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ازالہ آباد مسجد صدر مدرسہ حافظ عبد الحمید صاحب فقہوری ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

اگر کوئی مسجد میں باواز بلند حدود و وظائف خواہ تلاوت کر رہا ہو اُس سے علیحدہ ہو کر نماز پڑھنے میں بھی آواز کاؤں میں پہنچتی ہے لوگ بھول جاتے ہیں خیال ہلک جاتا ہے ایسے موقع پر ذکر باجمہر تلاوت کرنے والے کو منع کرنا جائز ہے یا نہیں یعنی آہستہ پڑھنے کو کہنا باجمہر سے منع کرنا اگر نہ مانے تو کہاں تک مانیت کرنا جائز ہے اس کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین۔

الجواب

بیشک ایسی صورت میں اُسے جہر سے منع کرنا فقط جائز نہیں بلکہ واجب ہے کہ نہی عن المنکر ہے اور کہاں تک کا جواب یہ کہ تا حد قدرت جس کا بیان اس ارشاد اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہے من رأى منكم منكراً فليغيره بيده فان لم يستطع فليسانه فان لم يستطع فليقلبه وذلك اضعف الايمان جو تم میں کوئی ناجائز بات دیکھے اُس پر لازم ہے کہ اپنے ہاتھ سے اُسے مٹائے بند کرے اور اُس کی طاقت نہ پائے تو زبان سے منع کرے اور اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اُسے برا جانے اور یہ سب میں کثر درج ایمان کا ہے اور جہاں لوگ اپنے کاموں میں مشغول ہوں اور قرآن عظیم کے استماع کے لیے کوئی فارغ نہ ہو وہاں جہراً تلاوت کرنے والے پر اس صورت میں دوسرا وبال ہے ایک تو یہی غلغلہ نمازی کا نہ ہو کہ ذکر جہر میں تقاضا دوسرے قرآن عظیم کو بے حرمتی کے لیے پیش کرنا رد التحاریر میں ہے فی الفتح عن الخلاصہ رجل يكتب الفقه ويحنبه رجل يقرأ القرآن فلا يمكن استماع القرآن فالأثم على القارئ وعلى هذا القرآن على السطح والناس نيام يأثم احدى لانه يكون سبباً لاعتراضهم عن استماعه اولاً لانه يؤذيهم بآفاقهم مآسى میں غنیہ سے ہے بحسب علی القاری احترامہ بان لا یقرأ فی الاسواق و مواضع الاشتغال فانما قراءه فیها کان هو المصنع لحرمة فيكون الاثم عليه دون اهل الاشتغال دفناً للحرج۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس سلسلہ میں کہ ایک یا زیادہ شخص نماز پڑھ رہے ہیں یا بعد جماعت نماز پڑھنے آئے ہیں اور ایک یا کئی لوگ باواز بلند قرآن یا وظیفہ یعنی کوئی قرآن کوئی وظیفہ پڑھ رہے ہیں یہاں تک کہ مسجد بھی گونج رہی ہے تو

اس حالت میں کیا حکم ہونا چاہیے کیونکہ بعض دفعہ آدمی کا خیال بدل جاتا ہے اور نماز بھول جاتا ہے۔

الجواب

جہاں کوئی نماز پڑھتا ہو یا سوتا ہو کہ آواز نہ پڑھنے سے اُس کی نماز یا نیند میں خلل آئے گا وہاں قرآن مجید و وظیفہ ایسی آواز سے پڑھنا منع ہے مسجد میں جب اکیلا تھا اور آواز پڑھ رہا تھا جس وقت کوئی شخص نماز کے لیے آئے فوراً آہستہ ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ریاست ناسپارہ ضلع ہراج محلہ ٹوپ خانہ مسئلہ منشی حامد علی خاں صاحب، ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

ذید اگر مسافر نہ طبع پر کسی مقام پر وارد ہوا اور وہاں اُس کا کوئی ایسا شخص شناس نہ ہو کہ جس کے مکان میں قیام کر سکے اور سبب پابندی نماز جماعت و وضو وغیرہ کسی مسجد میں ٹھہر جائے تو جائز ہے یا نہیں اور اس کا سلف سے ثبوت ہے یا نہیں اور جو شخص ذید کو بصورت مذکورہ جبر مسجد سے نکالے اور کہے کہ یہ مسجد خالد کی ملک ہے اور میں چونکہ ملازم خالد ہوں لہذا مجھے حکم خالد ہے کہ بے اذن ہمارے کسی کو ہماری مسجد میں نہ رہنے دو اور اس پر برسر پکار ہو تو ذید کا اخراج عن المسجد بصورت فتنہ و فساد جائز ہے یا نہیں اور مسجد کی ملک کی نسبت خالد کی جانب جائز ہے یا نہیں اور مسجد مذکورہ میں اس صورت میں نماز کا کیا حکم ہے اور ایسی مسجد پر مسجد ضرار کی تعریف صادق ہے یا نہیں۔

الجواب

ایسے مسافر کو مسجد میں ٹھہرنا بیشک جائز ہے خود مسجد اقدس میں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد اقدس میں حکم انور سے اصحاب صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم قیام پذیر تھے مسجد سے باہر اُس کا اخراج ظلم ہے والظلم ظلمات یوما لقیۃ ہاں نظر بحالات زمانہ بعض مساجد میں اجنبی غیر معروف کا قیام نامناسب و وجہ اندیشہ ہوتا ہے جیسے صد ہا سال سے مسجد مدینہ طیبہ کے دروازے بعد عشا بند کر دیتے ہیں اور سوا خدام کے سب لوگ باہر کر دیے جاتے ہیں اگر واقعی ایسی صورت تھی تو برمی کہنا چاہیے تھا اور مسجد کو خالد کی ملک کہنا غلط ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے وان المسجد لله مسجد میں خالص اللہ کے لیے ہیں بہر حال اُس مسجد میں نماز نا جائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں نہ وہ مسجد ضرار ہو سکتی ہے یہ جبل محض ہے پھر اگر یہ مسجد اموال وغیرہ سے محل احتیاط مذکور نہیں یا زیستہ نہیں تو اُسے جبر نکال دینے والے پر لازم ہے کہ اُس سے معافی چاہے کہ مسلمان کو بلا وجہ شرعی ایذا دینا بہت سخت ہے من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ ذید کو چاہیے کہ اگر مسجد میں قیام کرے سونے اور کھانے سے کچھ پہلے اعتکاف کی نیت کر کے کچھ ذکر آئی کر کے کھائے سوئے کہ مسجد میں کھانا سونا مستکف کو بلا خلاف جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از شہر کمر لا مسئلہ منیر الدین صاحب ۱۱ رذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مٹی کا تیل مسجد میں جلانا جائز ہے یا نہیں بعض لوگ جائز کہتے ہیں اور عدم جواز کی دلیل یہاں ہے ہیں۔ بنیوا تو جودا

الجواب

مٹی کے تیل میں سخت بدبو ہے اور مسجد میں بدبو کا لے جانا کسی طرح جائز نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من اکل

من هذه الشجرة المنتنة فلا يقرب من مسجد نافان الملايكة تتاذى معا يتاذى منه الانس رواه الشيخان عن جابر رضي الله تعالى عنه امام عيني عمدة القاري شرح صحيح بخاري پھر علامہ سید شامی رد المحتار میں فرماتے ہیں ویلحق بمائض علیہ فی الحدیث کل مالہ رائحة کریمۃ ماکول او غنیمۃ ہاں مٹی کے تیل میں بعض انگریزی عطر جن کو نوٹڑ کہتے ہیں ملائے سے اُس کی بدبو بالکل جاتی رہتی ہے اس صورت میں جائز ہو جائے گا بشرطیکہ اُس نوٹڑ میں اسپرٹ وغیرہ کوئی ناپاک شے ہو ورنہ ناپاک تیل کا بھی مسجد میں جلانا جائز نہیں ہے رد مختار میں ہے کہ لا تحویما ادخال نجاسة فیہ فلا يجوز الاستصحاب بدھن نجس فیہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از شہر بریلی مدرسہ مظاہر اسلام مسؤلہ مولوی رحیم بخش بنگالی ۱۶ صفر ۱۳۳۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں روغن مٹی کا جلانا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

مسجد میں مٹی کا تیل جلانا حرام ہے مگر جبکہ اُس کی بوبالکل دور کر دی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از دانا پور محلہ سگوندہ مسؤلہ محمد حنیف خاں ۸ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد ہے جس میں تین دروازے لگے ہیں صبح کی نماز میں بوجہ سردی کے تینوں در بند کر کے اور چراغ جلا کر لوگ نماز پڑھا کرتے ہیں اور نماز صبح اپنے وقت پر ادا کرتے ہیں ایک شخص کہتا ہے کہ چراغ جلا کر نماز پڑھنا چاہیے منع ہے مگر کوئی ثبوت اس کا نہیں دیتا ہے اس لیے دریافت طلب ہے کہ ایسا کرنے میں شرعاً کوئی قباحت ہے یا نہیں اور کہاں تک اُس کا کہنا صحیح ہے مہربانی فرما کر جواب مدحوالہ کتب فقہ شریف عنایت ہو۔

الجواب

وقت حاجت چراغ جلا کر نماز پڑھنے میں تو کوئی حرج نہیں وفيہ حدیث تسمیہ الدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ والیقادہ القنادیل فی المسجد الشریف واستحسانہ من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحدیث علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لعماد ای المسجدین ہونوا اللہ قبر عمر کما نور مساجدنا مگر نماز کے وقت مسجد کے کواڑ بند کرنا ضرور ممنوع و بدعت سیئہ ہے درختار میں ہے کہ غلق باب المسجد الخوف علی متاعہ بہ یفتی اما قول هذا فی غیر وقت الصلوۃ لقول الشامی الا فی اوقات الصلوۃ فکیف عند نفس قیام الصلوۃ۔ هذا مردود باجماع اهل الصلوۃ اُس وقت چراغ روشن کرنا بھی اگر اسی کواڑ بند کرنے کی بنا پر ہو اگر بند نہ کریں چراغ کی حاجت نہ ہو تو یہ چراغ بھی بے حاجت کہ وہ حاجت روبرو باطل ہے اور اگر اسے اندھیرے سے پڑھتے ہیں کہ کھلے کواڑوں میں بھی حاجت چراغ ہو تو یہ خلاف افضل ہے مذہب حق میں نماز فجر جس قدر وقت روشن کر کے پڑھی جائے زیادہ اجر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - شہر بریلی محلہ گھیر حفر خاں محمود علی خاں ۸ ذی القعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اندرون مسجد مرزائی یعنی ٹین کے دالان کے دروں میں بضرر زیبائش مسجد لگے درختاں

پھول وغیرہ لٹکائے جانے کے لیے تیار کیے گئے ہیں جن میں کہ کھاد وغیرہ پاک مٹی کی دی گئی ہے اب چند حضرات کو اعتراض ہے کہ نئی بات مسجد میں نہیں ہونا چاہیے از روئے شرع شریف کیا حکم ہے۔

الجواب

اگر نماز میں نگاہ کے سامنے ہوں تو مکروہ ہیں اور زیادہ بلند ہوں تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از منصور پور مقفل ڈاک خانہ شیخ گڈھ تحصیل بہتری ضلع بریلی سولہ محمد شاہ خاں ۲۹ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس باب میں مسجد میں اکثر کاپیاں عربی کی و نقشبات وغیرہ چار جانب دیواروں پر مسجد کی نصب کیے جاتے ہیں مجملہ اُن کے منبر کے قریب دیوار پر عربی و مناجات وغیرہ ایسے موقع پر نصب یعنی چپاں کیے جاتے ہیں کہ بروقت پڑھنے کے امام کے پس پشت یا اُس سے کسی قدر اونچے یعنی قریب پس گردن عربی و مناجات ہوتے ہیں ایسی صورت میں کیا حکم ہے۔

الجواب

ایسی چیزوں کا دیوار قبلہ میں نصب کرنا نہ چاہیے جس سے لوگوں کا نماز میں دھیان بٹے اور اتنی نیچی ہونا کہ خطبہ میں امام کی پشت اُس کی طرف نہ رہے اور بھی نامناسب ہے ہاں اگر اس سے بلند رہے تو یہ حرج اس میں نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از علی گڑھ کالج سولہ حضرت مولانا محمد سلیمان اشرف صاحب بہاری (رحمۃ اللہ علیہ) و فیروزینیات خلیفۃ العالیین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۳۳۲ھ)

مسجد میں طلائی نقش و نگار جائز ہے یا نہیں کیا نمازیوں کے پیش نظر گل و بوٹے چمکتے دیکتے محل صلاۃ نہیں کیا اس طرح کی زیورات مسجد کی من جہت بعد ہونے کے شایان شان نہیں محض مختصر جواب اس کا تحریر فرما کر فقیر کو ممنون فرمائیں یہاں مسئلہ درپیش ہے کالج کی مسجد منقش و مطلا کی جا رہی ہے۔ فقط

الجواب

مساجد میں زینت ظاہری زمانہ سلف صالحین میں فضول و ناپسند تھی کہ اُن کے قلوب تعظیم شائر اشرف سے ملوث تھے و لہذا حدیث میں مہلۃ فی المساجد کو استطراداً سے شمار فرمایا اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا لا تزخرفنہا کما زخرفت البہود والنضادی مگر تبدل زمان سے علما نے تزین مساجد کی اجازت فرمائی کہ اب تعظیم ظاہر و رشت عظمت فی العیون و وقعت فی القلوب ہوتی ہے نکان کتحلیۃ المصحف فیہ من تعظیہ مگر اب بھی دیوار قبلہ عموماً اور محراب کو خصوصاً شغلات قلوب سے بچانے کا حکم ہے بلکہ اولیٰ یہ ہے کہ دیوار یسین و شمال بھی لمیات سے خالی رہے کہ اُس کے پاس جو مصلیٰ ہو اُس کی نظر کو پریشان نہ کرے ہاں گنبدوں میں اردن سقف اور دیواروں کی سطح کہ مصلیوں کے پس پشت رہے گی ان میں مضائقہ نہیں اگرچہ سونے کے پانی سے نقش و نگار ہوں بشرطیکہ اپنے مال حلال سے ہوں مسجد کا مال اُس میں صرف نہ کیا جائے مگر جبکہ اصل بانی مسجد نے نقش و نگار کیے ہوں یا واقع نے اس کی اجازت دی ہو یا مال مسجد فاضل بچا ہو ادعا کر صرف نہ کیا جائے گا تو ظالموں کے خود برد میں جائے گا پھر جہاں جہاں نقش و نگار اپنے مال سے کر سکتا ہے اُس میں بھی

وقائق نقوش سے تکلف مکروہ ہے سادگی و سنانہ روی کا پہلو ملحوظ رہے امام ابن المنیر شرح جامع صحیح میں فرماتے ہیں استنبط من کراہۃ زخرفۃ المساجد لا اشتغال قلب المصلی بذلک اول صوف المال فی غیر وجهہ نعم اذا وقع ذلک علی سبیل تعظیم المساجد ولم یقع الصوف علیہ من بیت المال فلا بأس بہ ولو اوصی بتشید مسجد و تحمیرہ و تصفیرہ نفذت وصیتہ لانہ قد حدث للناس فتاوی بقدر ما احدثوا وقد احدث الناس مؤمنہم و کافرہم تشید بیوتہم و تزیینہا ولو بنینا مساجد نابالین و جعلناھا متظاہرۃ بین الدور الشاہقۃ و ربما کانت لاهل الضرمۃ لکانت مستہانۃ و مختار میں ہے (ولا بأس بتقشہ خلا مجرابہ) فانہ یکوہ لانہ یلمی المصلی ویکوہ التکلف بدقائق النقوش و نحوھا خصوصا فی جدار القبلة قالہ الحلی و فی خطر المجتبئ و قل یکوہ فی المحراب دون السقف و المخرام و ظاہرہ ان المراد بالمحراب جدار القبلة فلیحفظ (و یجس و ماء ذهب) لو ربما لہ) الحلال (لا من مال الوقت) فانہ حرام (و ضمن متولیه لو فعل) النقش اذ البیاض الا اذا جیف طمع الظلمۃ فلا بأس بہ کافی و الا اذا کان لاحکام البناء او الوقت فعل مثله لقولہم انہ یجوز الوقف کما کان و تمامہ فی البحر رد المختار میں بحر سے ہے و ارادہ من المسجد داخلہ فیضید ان تزیین خارجہ مکروہ ادر او پتی کتب علیہ مانصا قول فی ہذہ الافادۃ نظر ظاہر بل الظاہر من جوازہ بلا کراہۃ بالشرا و ط الشلثۃ ان یکون بالہ الحلال ولا یتکلف دقائق النقوش لان خارج المسجد لیس محل الہاء المصلی و فیہ تعظیمہ فی العیون و زیادۃ وقعہ فی القلوب و ترغیب الناس فی حضورہ و تعمیرہ و کل ذلک مطلوب محبوب و انما الامور بمقاصدھا و انما کل امری ما نوی واللہ تعالی اعلم

مسئلہ - از فیض آباد مسجد مغلیہ مرسلہ شیخ اکبر علی موزن و مولوی عبدالعلی ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

مسجد کے کنارے کسی بزرگ کی قبر ہو اور وہاں گانا گانے آلات ڈھولکی وغیرہ ہو اور تماشائی لوگ اندر مسجد کے بلا لحاظ پاکی اور ادب کے اور گار کے وقت ہجوم ہو لوگ اندر مسجد داخل ہوں جائز ہے یا نہیں -

الجواب

مزامیر کے ساتھ گانا اور اس کا سننا دونوں حرام ہیں اور حرام فعل کا مسجد میں کرنا اور سخت اور گار کا ہجوم اگر کسی منکر شرعی پر حتم نہیں نہ یہ وقت نماز کا ہو جس سے نمازیوں پر تنگی ہو نہ لوگ مسجد کی بے حرمتی کریں تو حرج نہیں اور بے ثبوت شرعی سلاسل کو سمجھ لینا کہ تا پاکی کی حالت میں مسجد میں داخل ہوئے بدگئی ہے اور بدگانی حرام واللہ تعالی اعلم -

مسئلہ - از لال پور ضلع بیڑا بنگال مرسلہ مولوی ابوسعید محمد عارف مورخہ ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی مسجد میں کرسی پر بیٹھ کر وعظ کہنے کو بعض لوگ عدم سنت کہتے ہیں سنت ہونے کی دلیل ہاتھ ہیں - بیٹھا تو حرام -

الجواب

واعظ کا کرسی پر مسجد میں بیٹھنا جائز ہے جبکہ نماز اور نمازیوں کا حرج نہ ہو ایک آدھ بار حدیث سے یہ ثابت ہے مگر ایک آدھ بار سے

سے فعل سنت نہیں جاتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از چوہڑ کوٹ بارکھان ملک بلوچستان ۲۱ محرم ۱۳۳۶ھ

مجموعہ فتاویٰ عبدالحی ۵۵۰ و مجموعہ فتاویٰ ہمایونی تصنیف مولانا مفتی عبدالغفور صاحب نے چار پائی والے مسئلہ مسجد میں جواز رکھا ہے وہ حدیث پیش کرتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعتکاف کے موقع میں سر پر ہسوئے تھے۔

الجواب

حدیث قولی اور فعلی جب متعارض ہوں تو عمل حدیث قولی پر ہے ان المسجد لم تبین لہذا بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذ نزل پر سوار مسجد الحرام شریف میں داخل ہوئے اور وہیں کعبہ معظمہ کا طواف فرمایا سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخمی ہوئے خون اُن کے زخموں سے جاری تھا اُن کے لیے مسجد اقدس میں خیمہ نصب فرمایا کہ قریب سے عیادت فرمائیں کہ سوا مسجد شریف کے کوئی مکان نشست کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس نہ تھا کیا ان احادیث سے استناد کر کے کوئی ایسی جرأت کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر بریلی مسئلہ کفایت الشریعہ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید دریافت کرتا ہے کہ مسجد میں استعمالی جو ناکھنا چاہیے یا نہیں چونکہ زید نے ایک مولوی صاحب کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ جو ناکھنا مسجد کے اندر رکھنا حرام ہے اس وجہ سے منع کیا تو جواب ہوا کہ ہر مسجد میں جو ناکھنے چکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عید گاہ اور جامع مسجد میں بھی دیکھا اور یہاں تک کہا کہ شرع کی کتابوں میں بھی دیکھا ہے تو جو ناکھنا خشک پاک ہے اور مسجد میں کوئی حرج نہیں آیا اس میں کیا حکم ہے۔ اگر غسل خانہ مسجد کے فرش سے جدا ہے اور غسل خانہ اتنا تر رہتا ہے کہ پاؤں پر تری لگ جاتی ہے تو جو ناکھنا چاہیے یا دلیے ہی۔

الجواب

اگر مسجد سے باہر کوئی جگہ جو ناکھنے کی ہو تو وہیں رکھے جائیں مسجد میں نہ رکھیں اور اگر باہر کوئی جگہ نہیں تو باہر جھاڑو کر تلے ملا کر ایسی جگہ رکھیں کہ نماز میں نہ اپنے مسجد کے سامنے ہو نہ دوسرے نمازی کے نہ اپنے دہنے ہاتھ کو ہوں نہ دوسرے نمازی کے نہ اُن سے قطع صفت ہو اور ان سب پر قارنہ ہوں تو سامنے رکھ کر رومال ڈال دیں۔ جو ناکھنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - یکم ذی قعدہ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر نمازی مسجد میں جو ناکھنے رکھتے ہیں منع کرنے پر کہتے ہیں کہ کہاں منع ہے کس قول سے منع ہے۔

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان احداکم اذا قام فی الصلاة فانما یناجی ربہ وان ربہ ینبہہ و ینہی عنہ القبلة فلا یرہقن احداکم قبل قبلتہ و لکن من یسارہ و تحت قدمہ رواہ البخاری عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اور فرمایا اذا قام احدكم الى الصلاة فلا يبصق امامه فانما ينجس الله ما دام في مصلاه فلا عن يمينه فان عن يمينه ملكا وليبصق عن يساره او تحت قدميه فنهروا الشيطان عن ابى هريرة رضى الله تعالى عنه اور فرمایا اذا صلى احدكم فلا يضع نعليه عن يمينه ولا عن يساره فتكون عن يمينه غيره الا ان لا يكون على يساره احد وليضعهما بين رجليه رواه ابو داود وعن ابى هريرة رضى الله تعالى عنه والله تعالى اعلم

مسئلہ۔ از سرائے چھبیلہ ضلع بلند شہر مرسلہ راحت اللہ امام مسجد جامع ۱۹ رمضان ۱۳۳۶ھ مسجد کے چاہ سے عموماً پانی بھرنا اپنے گھروں کو اور ننگے پیروں سے آنا اور سی سے بھی وہ خراب پیر لگتے ہیں پھر اس کی چھینٹیں کنویں میں ضرور جاتی ہیں منع کرنے پر کہتے ہیں کہ پہلے سے یہ ہیں بھرتے آتے ہیں ان کا کیا حکم ہے۔

الجواب

کنوئیں کی ممانعت نہیں ہو سکتی رسی ڈول اگر مسجد کا ہے اس کی حفاظت کریں غیر نماز کے لیے اس سے نہ بھرنے دیں دربارہ طہارت وہام کو شریعت نے دخل نہیں دیا ورنہ عافیت تنگ ہو جائے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از بریلی شہر کنز مسؤلہ محمد ظہور صاحب ۱۰ اشوال ۱۳۳۶ھ کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ مسجد میں درخت پھلدار مثل جامن بوسری کھتی وغیرہ کے جو اور پھل اس مقدار پر آیا کہ جس کو فروخت کیا جائے ایسی صورت میں وہ پھل نمازی یا غیر نمازی بلا کچھ قیمت ادا کیے ہوئے کھا سکتے ہیں یا نہیں دیگر یہ کہ مسجد میں درخت بیلہ چنبیل بوسری کا ہے اس کے پھول نمازی لوگ بلا کوئی قیمت ادا کیے ہوئے گھر کو لا سکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب

مسجد میں بے ضرورت شدیدہ درخت ہونا منع ہے اور اس کے پھل پھول بے قیمت نہیں لے سکتے ہمدیہ میں ہے اذا غرس شجرة في المسجد فالشجرة للمسجد كذا في الظهيرية اسی میں ہے فی فتاویٰ اہل سمرقند مسجد فیہ شجرة تفاح يباح للقوم ان يظروا وخذوا التفاح قال الصد لا تشهيد المختار انه لا يباح كذا في الذخيرة اه **اقول** وهذا تصحيح صريح من امام جليل ولا شك انه هو قضية الوقفية فان الوقت كما لا يملك لا يباح فيقدم على ما في صلح الخانية قبيل فصل المماياة طريق غرس فيه رحل شجرة الف صا د قالو الا باس به اذا كان لا يضر بالطريق ويطيب للغارس ورفها واكل فصادها وان كانت الشجرة في المسجد قال الفقيه ابو جعفر رحمة الله تعالى لا باس باكل تو تھا ولا يجوز اخذ ورفها اه والله تعالى اعلم

مسئلہ۔ از بولی ضلع بایوں مرسلہ خلیل الرحمن صاحب ۱۹ اشخبان المعظم ۱۳۳۶ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مساجد میں معاملات دنیا کی باتیں کرنے والوں پر کیا ممانعت ہے اور ہر شرک یا مواخذہ ہوگا۔

الجواب

دنیا کی باتوں کے لیے مسجد میں جا کر بیٹھنا حرام ہے اشاء و نظائر میں فتح القدیر سے نقل فرمایا "مسجد میں دنیا کا کلام نیکیوں کو ایسا کھاتا ہے

جیسے آگ لکڑی کو "مباح باتوں کا حکم ہے پھر اگر باتیں خود بُری ہوئیں تو اُس کا کھانا ذکر ہے دونوں سخت حرام در حرام موجب عذاب شدید ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از غازی پور محلہ میاں پورہ مسئلہ منشی علی بخش محمد قریحی غازی پور، اردی قعدہ ۱۳۲۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں طور و مٹر کرنا اور دنیا کی باتیں کرنا اور اسی طرح سے وضو میں درست ہے یا نہیں اور اپنے پاس سے غنیمت کرنے والوں اور تمّت رکھنے والوں اور جن میں شیوہ منافقت کا اور عسدرہ کا انداز پایا جاوے تو نکلوادینا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

مسجد میں شور و مٹر کرنا حرام ہے اور دنیوی بات کے لیے مسجد میں بیٹھنا حرام اور نماز کے لیے جا کر دنیوی تذکرہ مسجد میں مکروہ (اور ضروری) ہے ضرورت دنیوی کلام نہ چاہیے اور غنیمت کرنے والوں اور تمّت اُٹھانے والوں منافقوں عسدرہ کو نکلوادینے پر قادر ہو تو نکلوادے جبکہ فقہ نہ اُٹھے ورنہ خود اُن کے پاس سے اُٹھ جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئلہ غلام جان صاحب طالب علم ۱۰ ارشوال ۱۳۳۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد و یمان شدہ یعنی چھت وغیرہ اُس کا گرگیا صرف دیواریں و دیگر آثار اُس کے سبب بنو دار ہیں اُس مسجد کے متعلق جو دکان ہو اُس کا کرایہ دوسری مسجد پر خرچ ہو سکتا ہے یا نہ اور اُس کرایہ میں سے دوسری مسجد کے پیش امام کو دینا جائز ہے یا نہیں

الجواب

نہیں جائز۔ بلکہ اُس کے کرایہ سے اُسی مسجد کی تعمیر کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از مراد آباد محلہ اصالت پورہ مسئلہ کارو علی صاحب ۱۵ محرم ۱۳۲۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صحن مسجد میں کچھ قبریں آگئی ہیں اور ان قبروں میں فرش بچھنا دیا گیا ہے اب کوئی نشان قبر کا صحن مسجد میں معلوم نہیں ہوتا ہے البتہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ یہاں فلاں فلاں گئی قبریں ہیں لہذا یہ معلوم کرتا ہے کہ اس صحن مسجد میں کہ جہاں قبریں تھیں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور جو غازی پور میں وہ نمازیں ہو گئیں یا نہیں سوال کا جواب ہو کہ کتب احادیث ارقام فرمائیں۔

الجواب

مسلمانوں کی قبریں ہموار کر کے صحن مسجد میں شامل کر لینا حرام ہوا اور اُن قبروں پر نماز حرام ہے اور اُن کی طرف نماز حرام ہے قبر اُپر کے نشان کا نام نہیں کہ اُس کے مٹنے سے قبر جاتی رہے بلکہ اُس جگہ کا نام ہے جہاں میت دفن ہے جتنی نمازیں اس طرح پڑھی گئیں سب پھیری جائیں اور قبروں کے نشان بدستور بنا دیے جائیں کہ مسلمان اُن پر پاؤں رکھنے اور چلنے اور اُن پر اور اُن کی طرف نماز پڑھنے کی آفتوں سے محفوظ رہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از شاہی علاقہ رام پور۔ مسئلہ نادر شاہ خاں و انعام اشرف خاں ۶ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جامع مسجد کے مبین و سیاہ قبرستان خام ہے نشان قبور موجود ہیں قبرستان کو نئی مٹی سے یا ہختہ چوترہ باندھ کر فرش مسجد کا بڑھایا جائے ایسا کہ بالکل نشان قبر بالکل ظاہر نہ رہے تو اس پر نماز پڑھنا درست ہے یا ناجائز۔ بینوا تو جو دا

الجواب

ناجائز و حرام ہے مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھنا بھی حرام اور غیر نماز پڑھنی حرام اور حرام تو اس ناجائز فعل میں قبروں کی بھی بے عزتی ہے اور نماز کا بھی نقصان۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - منشی مردان علی از بجور محلہ قاضی خاں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جامع مسجد بجور محلہ قاضیان میں واقع ہے اس کا فرش موجودہ مشرقاً و غرباً یعنی عرض میں بہت کم ہے کہ بعض جمعہ کو نمازیوں کے لیے کافی نہیں ہوتا لہذا اس کے فرش بڑھانے کی تدبیر درپیش ہے در صورت بڑھانے فرش کے ایک قبر پختہ جس کا حفرہ زمین سے قریب بارہ گروہ کے اونچا بنا ہوا ہے بیچ فرش میں پڑ گئی صاحب قبر کے انتقال کو قریب سو سال کے گزری ہوں گی لہذا علمائے دین کی خدمت میں التماس ہے کہ اس قبر کو کیا کیا جاوے تاکہ نماز میں کچھ حرج نہ ہو یا فرش کی برابر کر دی جاوے یا اونچی رہنے دی جاوے در صورت بحالت موجودہ رکھنے قبر کے نماز میں کچھ حرج ہو گا یا نہیں و ثنائے صاحب قبر سوائے ایک شخص کے قبر کو برابر کرنے کے لیے راضی ہیں اگر برابر کرنا درست ہو تو یہ بھی مع حوالہ کتب فقہ تحریر کیا جاوے کہ کتنے میعاد کے برابر کرنا درست ہے۔ بینوا تو جو دا

الجواب

صورت مستفسرہ میں قبر مسلمان کو برابر کر دینا کہ لوگ اس پر چلیں پھریں اٹھیں بیٹھیں نماز پڑھیں محض حرام ہے مکاتفت بہ احادیث جملہ وقد صرح علماء ناناں المروزی مسئلہ حادثہ فی المقابر حرام کما فی فتح القدیر و در المختار وغیرہا پھر اس برابر کرنے سے نماز کا بھی کچھ آرام نہیں بلکہ نقصان ہے کہ قبر پر نماز پڑھنا حرام اور قبر کی طرف بے حائل نماز پڑھنا بھی مسجد صغیر میں مطلقاً حرام اور کبیر میں اتنے فاصلے تک حرام کہ جب نماز خاشعین کی پڑھی اور قیام میں موضع سجود پر نظر جمائے تو قبر تک نگاہ نہ پہنچے اور عام مساجد صغیر ہیں مسجد کبیر ایسی ہے جیسے جامع خازم کہ سولہ ہزار ستون پر ہے اور قبر اس جگہ کا نام ہے جہاں میت دفن ہے اور پکا بلند نشان حقیقت قبر میں داخل نہیں تو اس کے برابر کر دینے سے قبر قبر ہی رہے گی غیر قبر نہ ہو جائے گی ردالمحتار میں ہے نکرہ الصلوۃ علی القبر لورسود والنہی عن ذلك رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لعنة الله على اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبياءهم مساجد رواہ الشيخان وغیرہما عن ام المؤمنین الصدفیہ و عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم بلکہ اس کا طریق یہ ہے کہ قبر کو فرش کے برابر کریں اور اگر فرش اونچا ہو کر آئے گا تو قبر جس قدر اونچی ہو اونچی رہے دیں اور اس کے گرد اگر ایک ایک بالشت کے فاصلے سے ایک چار دیواری اٹھائیں کہ سطح قبر سے پاؤں گریاں زیادہ اونچی ہوں یا بلندی پر پتھر ڈال دیں یا لکڑیاں جن کر پاٹ دیں کہ چھت ہو جائے اب یہ ایک مکان ہو گیا جس کے اندر قبر ہے اب اس کی چھت پر اسی کی دیوار کی طرف ہر طرح نماز جائز ہو گئی کہ یہ نماز قبر پر یا قبر کی طرف نہ رہی بلکہ ایک مکان کی چھت پر یا اس کی دیوار کی جانب ہوئی اور اس میں حرج نہیں مسلک متقطعیں ہے انکان بین القبر والمصلی حجاب فلا تکرہ الصلوۃ خلاصہ و ذخیرہ وغیرہا میں ہے ہذا اذا لم یکن بین

المصلحة وهذا الموضع حائل كالحائط وان كان حائل كالتكوة اذ هو بترہ ہے کہ ان مختصر دیواروں میں جو بآشائاً یا دیوار جانب قبلہ میں بھی کچھ باریک جالیاں رکھیں اس سے دو فائدے ہوں گے اولاً میت کی قبر تک ہواؤں کا آنا جانا کہ حکم حدیث موجب نزول رحمت ہے دوم جالیاں دیکھ کر ہر شخص سمجھ لے گا کہ یہ قبر نہیں اور اس پر یا اُس کی طرف نماز پڑھنے میں اندیشہ نہ کرے گا ورنہ نادانقت اُسے بھی قبر جان کر احتراز کرے گا اور صحن مسجد کے اندر اتنی جگہ تین چار گرہ بلندی رہنے کو جاہل نادانوں کی طرح ناگوار نہ جانیں کہ اس میں میت و احیاء مسجد و قبر سب کی بھلائی ہے کما اشارنا الیہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از شہر الہ آباد زیر جامع مسجد چوک مرسلہ مرزا احد علی خوشنوساز ۲۹ ر شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں ایک مدرسہ ہے جس میں تعلیم کلام مجید و تفسیر وفقہ و حدیث کی ہوتی ہے بعض منتظمین نے چاہا کہ تعلیم مسجد سے اٹھا دی جائے بعد گفتگو بسیار کے یہ طے پایا کہ دونوں طرف سے تحریریں ہو جائیں اور رجسٹری کر دی جائے منتظمین مسجد لکھ دیں کہ ہم مدرسہ نہ اٹھائیں گے جب تک مدرسہ تین شرائط پر قائم رہے گا ایک یہ کہ سات آٹھ برس کے لڑکے نہ داخل ہوں دوسرے مدرسہ میں تعلیم ہندی ناگری انگریزی غیر مذہب کی تعلیم نہ داخل ہو مدرسہ مسجد کی کسی چیز پر قبضہ نہ کرے ہتم مدرسہ نے اس کو تسلیم کیا اور تحریر کر دیا کہ ہم اس کے پابند رہیں گے بیکر کتا ہے کہ یہ تحریر کرنا اور رجسٹری کرنا جائز نہیں ہے منتظمین کو شرعاً یہ حق حاصل نہیں کہ اس قسم کی تحریر کرادیں اور رجسٹری کرادیں لیکر کتا ہے کہ یہ سب جائز ہے جو جو کام مسجد میں جائز ہیں اُس کی مزاحمت کسی کو جائز نہیں لہذا عدم مزاحمت کی توثیق کرانا شرعاً کوئی مضائقہ نہیں جیسا کہ کوئی متولی کسی نمازی سے کہہ دے یا لکھ دے کہ ہم تم کو نماز سے کبھی نہ روکیں گے جب تک تم کسی کو ایذا نہ پہنچاؤ گے اور مسجد میں فساد کی بات نہ کرو گے لہذا اس کا قول صحیح ہے زیہ کا یا بکر کا۔ بینوا تو جروا

الجواب

مسجد میں تعلیم بشرائط جائز ہے (۱) تعلیم دین ہو (۲) معلم سنی صحیح العقیدہ ہو نہ وہابی وغیرہ بدین کہ وہ تعلیم کفر و ضلال کرے گا (۳) معلم بلا اجرت تعلیم کرے کہ اجرت سے کار دنیا ہو جائے گی (۴) نا سمجھ بچے نہ ہوں کہ مسجد کی بے ادبی کریں (۵) جماعت پر جگہ تنگ نہ ہو کہ اصل مقصد مسجد جماعت ہے (۶) غل شور سے نمازی کو ایذا نہ پہنچے (۷) معلم خواہ طالب علم کسی کے بیٹھے سے قطع صفت نہ ہو ان شرائط کا اگر وثیقہ لکھا لیا جائے کیا مضائقہ ہے بلکہ بہتر ہے وہ تحریر کر لکھانا چاہتے ہیں اُس کی پہلی شرط ان میں کی چوتھی اور دوسری ان میں کی پہلی ہے اور تیسری کوئی خاص تعلیم کی نہیں مطلقاً ہے اُس کا لکھا لینا بھی اچھا ہے گرمی کی شدت وغیرہ کے وقت جبکہ اور جگہ نہ ہو بضرورت معلم اجرت کو اجازت ہے مگر نہ مطلقاً یہ ہیں سلائی پر سینے والا درزی اگر مسجد کی حفاظت اور اُس میں بچوں کو نہ آنے دینے کے لیے مسجد میں بیٹھے اور اپنا سیتا بھی رہے تو اجازت دی ہے یہیں غیر نماز کے وقت متین علم دین کو تکرار علم میں رفع صوت کی حدیث میں فرمایا جنہو امسا جدم صبیحا نکمر و مجہا ینکم بحر الرائق میں ہے قالوا ولا یجوز ان یعمل فیہ رای فی المسجد الصنائع لانه مخلص للہ تعالیٰ فلا یكون محلاً لغیر العبادة غیر انہم قالوا فی النجیاط اذا جلس فیہ المصلح من دفع الصبیان وصیانة المسجد لایاس بہ للضرورة ولا یدق الثوب عند طیہ دقا غلیظا والذی یکتب ان کان باجریک وہ وان کان بنیوا جریک وہ قال فی فتح القدیر ہذا اذا کتب القرآن والعلم لانه

فی عبادۃ اما هؤلاء المکتبون الذین یجتمع عند ہم الصبیان واللفظ فلا ولولم یکن لفظ لا نفہم فی صناعة لا عبادۃ اذ ہم یقصدون الاحارۃ لیس ہونہ تعالیٰ لاسر تواق ومعلم الصبیان القرآن کالکاتب انکان لاجر لا وحسبۃ لایاس یہ اہ فتاویٰ خلاصہ میں قبیل کتاب المجتہض ہے۔ معلم الذین یعلم الصبیان باجر اذا جلس فی المسجد یعلم الصبیان لضرورۃ الحرو غیرہ لایکمرہ و فی نسخۃ القاضی الامام و فی اقرار البیون جعل مسألۃ المعلم کمسألۃ الکاتب والنجاط فان کان یعلم حسبۃ لایاس بہ وان کان باجر یکرہ الا اذا وقع ضرورۃ در مختار میں ہے اذا ضاق فللمصلی ازعاج القاعد ولومستغلا بقراءة اودرس رد المحتار میں ہے اقول وکذا اذا المریض ولکن من قعودہ قطع للصف در مختار مکرہات ومنوعات مسجد میں ہے و رفع صوت بذکر الا للشفقہ رد المحتار میں ہے الا ان یشوش جہر ہم علی ناثم او مصل او قارئ مناقب کروری میں ہے عن ابن عیینہ قال مررت بہ (ای) بالامام رضی اللہ تعالیٰ عنہ) و ہر مع اصحابہ فی المسجد قد ارتفعت اصواتہم فقلت یا ابا حنیفۃ ہذا المسجد والصوت لایرفع فیہ فقال دہم فانہم لایفہمون الا بہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - سائل مذکور الصدر

ایک مسجد قدیم چندہ کے روپیہ سے اسیر نو تعمیر کی گئی اس کے مغربی دیوار پر عمارت ذیل میں پتھر میں کندہ کر کے ہر سہ فراب کے اوپر چپاں کی گئی عبارت یہ ہے ایہ جامع مسجد بن دو کانات جنوبی و شرقی و حمام شاہی عہد کے بنے ہوئے ایک عرصہ تک متولیوں کے اہتمام میں رہی آخری متولی کی بے عزتانیوں سے حمام مسجد سے نکل گیا اور مسجد کی مغربی دیوار پر ایک شخص کا دروازہ لگا دیا گیا اور گنبد کی دیوار میں جوگئی دو کانات مسجد کی نسبت متولی مذکور نے اپنی خائلی جاگڑا ہونے کا دعویٰ کیا بالآخر متولی بحکم کچہری آپس سے خارج کیا گیا اور مسجد دو کانات انتظام کچہری کی طرف سے کمیٹی کو سپرد ہوا اس کمیٹی نے حمام کو داپس کے کچہرہ مسجد قرار دیا اور اس وقت سے مسجد کی زینت و آبلوئی میں تفرقہ برپا ہوئی رہی مسجد کی مغربی دیوار اور گنبد کی ٹاٹ مشن ہو جانے سے مسجد کے گر جانے کا اندیشہ تھا لہذا مسجد کی کل موجودہ عمارت بنیاد سے اسیر نو کمیٹی کے زیر اہتمام تعمیر کی گئی تعمیر کا کام سلسلہ میں شروع ہوا سلسلہ میں ختم ہوا تعمیر میں چالیس ہزار روپیہ خرچ ہوا جس میں سے ایک ہزار نو سو دو کانات کے کرایہ سے ملا اور باقی چندہ جمع کیا گیا ضلع الہ آباد کے علاوہ دیگر اضلاع کے مسلمانوں اور دیہان ملک نے بھی چندہ عطا فرمایا دو کانات زینت مسجد حمام وقف ہیں ان کی آمدنی اخراجات مسجد میں صرف ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مسجد کو حوادث زمانہ سے محفوظ رکھے اور جہہ مسلمانان مسعودین مسجد کو جزائے خیر عطا فرمائے ناظرین ارکان کمیٹی و سرکاری دیگر کارکنان کے حق میں دعائے مغفرت کریں سید امیر الدین احمد غفر اللہ عنہما بہ خان بہادر سرکاری کمیٹی انتظام جامع مسجد چوک الہ آباد ساکن دارہ شاہ رفیع الزماں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ واقع محلہ بھٹی پور شہر الہ آباد (زید کتبہ) کہ بچندہ وجہ یہ عبارت چپاں کرنا مغربی دیوار پر درست نہیں ہے اول یہ کہ ہر مختار میں لکھا ہے کہ مغربی دیوار پر نقش کرنا درست نہیں ہے دھو ہذا (ولا یاس بنقشہ خلا محرابہ) فانہ لیکرہ لانہ یعنی المصلی و لیکرہ التکلف بدقائن النقوش ونحوها خصوصاً فی جدار القبلة قال الحلبي و فی حظرا المحبۃ وقیل لیکرہ فی المحراب دون السقف والمخراہ وظاہرہ ان المراد بالمحراب جدار القبلة فیلیحفظ اور یہاں نحوہا کا لفظ بھی ہے کہ جو ہر ایک ایسی چیز کو شامل ہے کہ جس سے دل بیٹنے کا اندیشہ ہو۔ دوم یہ کہ اس میں متولی سابق کی

خیانت لکھی ہے جن کو اس لقب سے یہاں ہر شخص جانتا ہے وہ اپنے کردار کو پہنچ بھی چکے اور کچھری نے بھی اُن کو تولیت سے علیحدہ کر دیا لیکن وہ جب دنیا سے رحلت فرمائیں گے تو اُن کی بُرائی ہمیشہ کے لیے کندہ رہے گی اور لوگ نہ اُن سے اُن کو یاد کریں گے اور یہ حدیث شریف میں منع ہے سو ہم یہ کہ ایسے موقع پر کسی کا نام ہونا شہرت اور ریا سے خالی نہیں اور یہ غیر متحسب ہے جیسا کہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے وعن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من بنی اللہ مسجد الا ی معبد اخیبتنا ول معبد الکفرۃ فیکون للہ لاخراج ما بنی معبد الغیر اللہ قالہ ابن الملک والاظہر ان یکون المسجد علی بابہ ویكون للہ لاخراج ما بنی للریا والسمعة ولذا قیل من کتب اسمہ علی بناءہ دل ذلک منہ علی عدم اخلاصہ قال ابن حجر وهو ظاہر ما لم یقصد بکتابة اسمہ نحو الدعا والتروحم وفيہ ان الدعاء والتروحم محصل عجلہ و مہما فلا یمتاج الی تعیین الاسم چہاں یہ کہ ایک خاص ایسے شخص کے نام ہونے سے اُس کا اور اُس کے خاندان کا ایک قسم کا استحقاق ثابت ہوتا ہے اور آئندہ یہ مسجد کی آمدنی کے حق میں نہایت مضرب ہوگا جیسا کہ تمام اوقات میں ہو رہا ہے بہر حال اگر اس میں کوئی اختلاص بھی کرے تو اخلاقی بات مسجد میں رہنا اچھا نہیں احتیاط کا یہی مشاہدہ کہ یہ پتھر نہ رہے بکرتا ہے کہ یہ پتھر چہاں کرنا درست ہے بہت مساجد میں ایسے کتبے لگے ہوئے ہیں اور نمازیں وہاں نظر لے جانے کی ضرورت کیا ہے اور نام کندہ کرانا دعا کے واسطے ہے اور اس خیال سے کہ کسی مستحکم ذمہ دار کے نام ہونے کی ضرورت ہے بہر حال زیہ کا قول صحیح ہے یا بیکر کا۔ بلینوا تو جروا

الجواب

اس سوال کا جواب رمضان ۱۳۳۷ھ میں جاچکا ہے اُس کی نقل مرسل ہے وہی جواب ہے اس میں دیر اقبلہ پر نام کا سوال زائد ہے بیشک دیر اقبلہ میں عام مصلیوں کے موضع نظر تک کوئی چیز ایسی نہ چاہیے جس سے دل بٹے اور ہو تو کپڑے سے چھپادی جائے احمد و ابو داؤد عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعاہ بعد دخول الکعبۃ فقال انی کنت رأیت قرنی الکعبش حین دخلت البیت فتمسیت ان امرک ان تخمرها فخرهما فانہ لا یبغی ان یکون فی قبلۃ البیت شیء یلہی المصلی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعبہ معظمہ میں تشریف فرما ہوئے عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کلید بردار کعبہ کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا ہم نے کعبہ میں دُبنے کی سینگ ملاحظہ فرمائی تھی (دُنیا کہ سیدنا امجدیل علیہ الصلاۃ والسلام کا فدیہ ہوا اُس کے سینگ کو بے غلہ کی دیا اور غری میں لگے ہوئے تھے) ہمیں تم سے یہ فرمانا یاد رہا کہ ان کو ڈھانک دو اب ڈھانکو کہ نازی کے سامنے کوئی چیز ایسی نہ چاہیے جس سے دل بٹے۔ ہاں اگر اتنی بلندی پر ہو کہ سر اٹھا کر دیکھنے سے نظر آئے تو یہ نازی کا قصور ہے اُسے آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا مک جاہل ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیتھون اقوام یرفعون ابصارہم الی السماء فی الصلاۃ او لتخطفن ابصارہم وہ جو نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے ہیں یا تو اس سے باز آئیں گے یا اُن کی نگاہ اُچک لے جائے گی یعنی واپس نہ آئے گی آخر میں ہو جائیں گے دعا احمد و مسلم والنسائی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نام کندہ کرنا نسبت پر ہے اگر نسبت دعا ہے بے شہ نہا ہے اور بہم دعا کافی ہونا بالیقین دعا چاہنے کا کافی نہیں اور اگر قصور نام ہے بیشک حرام ہے مگر مسلمان بیدگانی کس نے جائز کی یہ امر قلب ہے وہ چاہنے اور اُس کا رب۔ پہلی جمادی الآخرہ ۱۳۳۷ھ میں بھی اس کا جواب جاچکا تھا یہی حکم تھا

جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

جبکہ لوگ جامع یا خلیفہ کے انتظار میں نہ ہوں اور ابھی امام خلیفہ کے لیے نہیں گیا تو اپنے باپ یا پیر یا استاد عظم دین کے لیے ہر شخص قیام کر سکتا ہے اور اگر عالم دین کا تشریف لائے ہو تو تمام مسجد قیام کرے ان کی تعظیم بعینہ اشہد و رسول کی تعظیم ہے جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باقی صرف دنیوی عزت یا توانگری رکھنے والے کے لیے بلا ضرورت و مجبوری جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - غزوہ محرم الحرام ۱۲۸۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس مقام پر بہت قبریں ہوں اس مقام کو پاٹ کر اس پر مسجد بنائی جائے اس میں نماز پڑھنا کیسا ہے۔

الجواب

سائل نظر ہے کہ قبرستان عامہ مسلمین کے خاص موضع قبور پر مٹی ڈال کر چوڑا بنا دیا اور اس پر عمارت قائم کر کے اسے مسجد ٹھہرایا یہ قطعاً ناجائز و باطل ہے نہ وہ مسجد ہو سکتی ہے فان الوقت لا یحک فلا یوقت مرة اخرى علی حجة اخرى نہ اس میں نماز مباح کان القبر لا یخرج عن القبرية باضافة تراب علیہ ففی صلاة علی القبر ثم هو تصرف فی الوقت بما لیس له وتغییر له عما قد کان له فلا یجوز واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ایڈیٹر تالقاتہ جو دھپور متصل مسجد جامع جوٹو کی گلی مرسلہ مولوی عبدالرحمن صاحب وکیل کچا من ۸، رڈی اکو یوم چار شنبہ ۱۲۸۰ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کثر اشہد جامعہ سوالات مستفسرہ ذیل کے جوابات میں (۱) ہمارے ادھر ایک قوم ہے جس کا پیشہ شراب کشید کرنے کا ہے اور مذہب مسلمان ہے اس قوم میں کچھ آدمیوں نے دو چار پشت سے شراب کی کشید موقوف کر دی ہے اور دوسرے پیشے مثل پیشہ بساطی اور سناری وغیرہ جن سے اکل حلال میسر ہو سکتا ہے اختیار کر لیے ہیں ان لوگوں نے ایک مسجد بنائی ہے اس میں ہم لوگوں کی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں (۲) مذکورہ بالا قوم کے بعض مسلمان ابھی تک شراب کشید کرتے ہیں مگر وہ نماز اور روزہ کے پابند ہیں یہ لوگ اس مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہیں اُسی میں وضو بتاتے ہیں مگر مسجد میں جب داخل ہوتے ہیں اس وقت شراب سے بدن کو طوف نہیں لکھتے بلکہ کپڑوں سے اور بدن کی طہارت سے داخل ہوتے ہیں اس صورت میں ان لوگوں کو مسجد میں آنے دینا چاہیے یا نہیں اور وضو کرنے دیں یا منع کیا جائے اور جامعہ میں شریک کریں یا ذکر میں (۳) وہ مسلمان جنہوں نے شراب کی کشید ترک کر دی ہے اُن کے یہاں کی دعوت قبول کی جائے یا نہیں اور ان کی بنا کردہ مسجد میں ہمارے کرنے والے کے حق میں شریعت سے کیا حکم ہے (۴) ذال یعنی بڑھ چھ اور طواف النبیؐ کو مسجد میں آنے دینا چاہیے یا نہیں اور ان کے حصارہ کی نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں۔ بینوا تو جو دا

الجواب

وہ مسجد کہ ان لوگوں نے بعد تو بہال حلال سے بنائی ہے بیشک مسجد شرعی ہے اور اس میں نماز فقط ہو سکتا ہی نہیں بلکہ اس کے

قرب و جوار والوں اہل محلہ پر اس کا آباد رکھنا واجب ہے اس میں اذان و اقامت و جماعت و امامت کو نا ضرور ہے اگر ایسا نہ کریں گے گنہگار ہوں گے اور جو اس میں نماز سے روکے گا وہ ان سخت ظالموں میں داخل ہوگا جن کی نسبت اللہ عزوجل فرماتا ہے ومن اظلم ممن منع منسجداً للہ ان ینذکر فیہا امیرہ و سعی فی خرابیہا اُس سے بڑھ کر کون ظالم جو اللہ کی مسجدوں سے روکے اُن میں خدا کا ذکر ہونے سے اور ان کی دیرانی میں کوشش کرے اور ان تابیوں کی دعوت بھی قبول کی جائے کہ اب اس کا مال بھی حلال ہے اور توبہ سے گناہ بھی زائل ہوگا اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ جس نے گناہ سے توبہ کر لی وہ ایسا ہے جیسے گناہ کیا ہی نہیں رواہ ابن ماجہ بسند حسن والبیہقی فی السنن والطبرانی فی الکبیر عن عبد اللہ بن مسعود والحکیم الترمذی عن ابی سعید الخدری والبیہقی فی الشعب والسنن وابن عساکر عن ابن عیاس و فی السنن عن عقبۃ الخولانی والاسناد الفشیری فی رسالۃ والد یلمی وابن النجار عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان میں جو لوگ اب تک اس من غنیم میں مبتلا ہیں اگرچہ سختی لعنت خدا ہیں مگر جبکہ پاک بدن پاک کپڑوں سے مسجد میں آتے ہیں تو انہیں وضو و مسجد و جماعت سے نہیں روک سکتے اگر ان کے آنے سے فتنہ نہ ہو یونہی قال کو بھی اور عزتیں اگرچہ پارسا اور بڑھیا ہوں مسجد سے منع ہیں خصوصاً زنا پیشہ فاحشات کہ اُن کے باہمی وہ رسوم سنے گئے ہیں جن کا بعد ایمان قائم رہنا سخت دشوار ہے قال وغیرہ جو مسلمان مرے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاتا ہو چند صور اشتنائی مذکور فقہ کے سوا اب کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الصلاة واجبة علیکم علی کل مسلمہ موت براکان او فاجرا وان ہو عمل الکباثر ہر مسلمان کے جنازہ کی نماز تم پر فرض ہے وہ نیک ہو یا بد اگرچہ اُس نے کبیرہ گناہ کیے ہوں رواہ ابو داؤد والبیہقی بسند حسن صحیح عن ابی ہریرۃ ومعناہ لابن ماجہ عن واثلۃ بن الاسقع وللطبرانی فی الکبیر وابی نعیم فی الحلیۃ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین - واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ - اگر پہلی مسئلہ شیخ العزیز بیضاوی دوم ذوالقعدہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک مسجد میں جمعہ کی نماز کے واسطے دریاں وغیرہ بنوائیں مگر کچھ دنوں وہاں جمعہ ہو کر رہ گیا اب وہ چاہتا ہے کہ یہ دریاں کسی دوسری مسجد میں دے دوں پس یہ جائز ہے یا نہیں - بلیثوا تو جروا

الجواب

جب دریاں سپرد مسجد کر دیں ملک مسجد ہو گئیں جب تک ناقابل استعمال نہ ہو جائیں واپس نہیں لے سکتا نہ دوسری مسجد میں دے سکتا ہے - واللہ تعالیٰ اعلم -

باب ادراک الفریضہ

مسئلہ - ازاد جین علاقہ گوالیار میں محمد یعقوب علی خاں از مکان میر خدام علی صاحب اسسٹنٹ یکم ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

چومی فریضہ علمائے دین دار و مفتیان درع شمار دریں مسئلہ کہ مردے نیت چار رکعت نماز سنت خواہ نفل نمودہ یک رکعت نماز

باتمام رسانیدہ بادائے رکعت دوم برخواست دران وقت کے تکبیر نماز فرض گفتہ ادا کنندہ نفل و سنت بر چار رکعت تمام نماید یا بدو رکعت
اکتفا سازد و دو رکعت باقیہ را بخواند یا نہ۔ بدینوا توجروا۔

الجواب

مصلی نفل از آغاز ثنا تا انجام تشهد در هر چه کہ باشد چوں هنوز در شفع اول ست و بر شفع دوم یعنی رکعت ثالثہ قیام نکرده کہ جماعت
فرض قائم شد لاجرم بر ہمیں دو رکعت پیش اکتفا نماید و جماعت در آید فی الدار المختار الشارح فی نفل لا یقطع مطلقا و یتک
رکعتین و دو رکعت کہ باقی ماند قضائے آنها بر ذمہ اش نیست زیرا کہ ہر شفع نفل نماز جدا گانہ است تا در شفع دوم آغاز نکرد واجب
نشد و چون واجب نشد قضا نیامد فی الدار المختار لا قضاء لو نوى اربعا وقعدا قعدا التثبہ ثم نقص و ہمیں ست حکم سنن غیر راتبہ
مانند چار رکعت قبلہ عصر و عشا کہ آنہم نافلہ بیش نیست اما سنن راتبہ رابعیہ کہ قبلہ ظہر و جمعہ است و مجموعا بر رواتب حکما دارد
فائق بر احکام نفل مطلق این جا علما را معرکہ عظیم ست بسیاری آنها را نیز در حکم مذکور بزرگ و اقل داشته اند پس اگر جماعت ظہر
قائم شد یا امام بخلبہ جمعہ رفت ہر کہ در شفع اول سنت است ہمیں بر دو رکعت سلام دہد این سنت روایت نوادر از امام ابو یوسف رحمۃ اللہ
تعالی علیہ کما فی الہدایۃ و از لائم اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نیز کما فی فتح القدیر و ہمیں قول رجوع فرمود امام شیخ الاسلام علی سفدی
کما فیہ ایضا و قاضی نسفی نیز کما فی الشامی عن الوجیز و فی غنیۃ الحلبي من الاوقات المکروہۃ عن قاضی خاں و امام بقالی
را نیز ہمیں سوسیل ست کما قالہ الکمال و شمس الاسی سرخی را ہم کما ذکر ایضا و تبعہ فی العنقۃ و فی مرقا الفلاح و اقروہ فی رد المحتار
و للعبد الضعیف فیہ وقفۃ واللہ تعالی اعلم و ظاہر ہر ہایہ اختیار اوست کما فی الشامی و ظاہر کافی شرح وافی للامام النسفی نیز
کما در آیتہ فیہ و بر ہمیں جزم کردہ است علامہ طبرانی در میزان و ماہب الرحمن و مولی خسروہ در دو علامہ کہ کی در فیض و ظاہر
علامہ علی مقدسی را نیز ہمیں سوسیلان ست کما فی رد المحتار و علامہ ابراہیم حلبی در متن طبعی مہربان اعتماد کرد و قول دیگر بالمقتیل
آورد و در خانہ اول الصلاۃ فصل منرۃ الاوقات فرمود بہ اخذ المشائخ و در فتح انہ اوجہ تلخیص محققش علامہ محمد علی در علیہ
پس از نقش فرماید ہو کما قال در نور الایضاح علامہ شرنبلانی و نیز در ادراک الفریضہ از ماشیہ او بر در الحکام است ہو الاوجہ
خاتمہ المحققین علامہ شامی نیز ہمیں را تابیہ و تشبیہ کرد برین قول این دو رکعت کہ گزارده است نفل محض گردد و دو باقی را قضا نیست
علی ماہو ظاہر الروایۃ و ارجح التصحیحین کما حققہ فی رد المحتار بالبعد از فرض بلکہ علی اولی التزیحین عندی کما حققہ
علی ہامش حاشیۃ الشامی پس از سنت بعدیہ این سنن قبلہ را ادا کند تا ہم سنت ادا شود و ہم فضل جماعت و استماع خطبہ از دست
زود فی نور الایضاح و شرحہ مرقا الفلاح للعلامة الشرنبلانی ان کان فی سنۃ الجمعة فخرج الخطیب او فی سنۃ الظہر
فاقیمت الجماعت سلمہ علی رأس رکعتین و ہو الاوجہ لجمعه بین المصلحتین ثم قضی السنۃ اربعا بعد الفرض مع ما بعد
فلا یفوت فرض الاستماع و الاداء علی وجہ اکمل اہم ملخصا قول دیگر آنکہ مصلی این دو سنت ہر چار رکعت تمام کند اگر چندین بار
تکریمہ بستہ است کہ جماعت ظہر یا خطبہ جمعہ آغاز نہادند زیرا کہ این ہمہ رکعات ہجہ نماز واحد ست لهذا در قعدہ اولی در دو بخواند و در شفع ثالثہ

شنا و تود آرد و چون در شفع اولیں خبریں شنود و شفع دوم انتقال نمود شفعه ساقط نشود و همچنان زن بخیره را اختیار از دست نرود و کذا
تا از هر چهار فرغ نیاید خلوت با زن صحیح نشود و کمال هر لازم نیاید کل ذلك فی تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق للامام العلامة
الزلیلی عامه شارح بترجیح و تصحیح این قول تصریح نموده اند امام و لواحق و صاحب سبکی و صاحب محیط و علامه شمس فرمودند الصحیح انه
بقیها اربعاً کما فی البحر من ادراك الفریضة فهو علامة زین در مجربہ نقض فرمود الظاهر ما صحیح المشائخ لانه لا شک ان فی التسليم
على رأس الکتبتین ابطال وصفت السنية لا اکمالها و تقدما نه لا یجوز الخ برآمدش علامه عمر بن محمد در نرا و اقروداشت
کما فی رد المحتار فتاوی صغری فرمود علیه الفتوی علامه شرانی لالی در جمعه غنیه ذوی الاحکام فرماید قوله وان كانت سنة الجمعة
یسلم على رأس الکتبتین) اقول الصحیح خلافه و هو انه یندر سنة الجمعة اربعاً و علیه الفتوی کما فی الصغری و هو الصحیح
کما فی البحر عن الولا الحجة و المبتغی لانها بمنزلة صلاة واحدة واجبة اهرام انام غیر الدین مرغیان در تفسیر فرمود هو الصحیح
کما فی القسطنی و الغنیة شرح المنية من الاوقات المکروهة و همچنان در سراج و باج است کما فی الهندیة امام خراسانی
هو الاصح کما فیها ایضا علامه غزالی در متن تنویر الابصار فرمود علی الراجح علامه دشقی در در مختار تقریرش کرد و گفت خلافا لما یحیی
الکمال و در جمعه تبعاً للبحر فرمود فی الاصح در جمع الاثر گرفت صحیح اکثر المشائخ هم در آنست الصحیح انه ینقرا آنکه هر
مذهب حضرت امام محمد رحمه الله تعالی علیه در مسبوک که از کتب ظاهر الروایة است باین معنی آیا فرمودنا حیک به حجة و قدرة محقق علی
الاطلاق در فتح فرماید الیه اشار فی الاصل اقول دیدی که هر جانب قوتی است پس علیه در فتی شامخ و جلیله اما دلیل قول اول که امام
ابن الهمام قدس سره ذکر فرمود گوید چپنده تر باش لکن عامه تصحیحات صریح بر این طرف هجوم آورده و لفظ هو الصحیح که از جمهور المخطوطات
و امن قول دوم شد بر لفظ هو اوجه که انام محقق علی الاطلاق نصید قول اول است گویا سنگها دارد هم از روی ماده و هم از رادیهیت و هم
از جهت زوائد کما لا یخفی علی الفقیه السنبیه العارف با سالیب الکلام آن طرف اگر به اخذ المشائخ است که بظاهر مراد ایشان مشائخ
خود امام قاضی خاں است این طرف صحیح المشائخ و صحیح اکثر المشائخ است و نیز آنکه از علماء الفاظ اگر است و اقوی اعنی لفظ علیه
الفتوی باز آن طرف اگر از حضرت شمسین مذهب رضی الله عنهما روایت نوادر است این جانب اشاره اصل و اشاره اصل چیز است
سهل علی سبیه گفته اند که مفهوم متون بر منطوق فتاوی تقدم دارد علامه سیدی احمد حموی در غرر الحیون نگارد غیور خاف ان ما فی المتن والشروح
ولو کان بطریق المفهوم مقدم علی ما فی الفتاوی وان لم یکن فی عبادتها اضطراب و پیوسته که نسبت نوادر به اصول همچو نسبت فتاوی
به متن و بالاخر مسلم الا ان قبیل است که انسان از هر دو قول بر هر چه خواهد عمل نماید هیچ جائی ندارد نیست و من فقیر یقبل اخیر خود را مایل ترمی نیم
و وجهی که شنیدی وی شنی فاقول بر دلیل قول اول می توان گفت که سنت چهل از وقت خود برگشت نقصان پذیرفت و سنت بر چه سنت
ادانند و سن کلمات فرائض است و شک نیست که تکمیل کامل اکل از تکمیل ناقص است پس نقصان سن نقصان فرائض نمیشود پس تسلیم
بر کشتین هم ابطال و صفت نیست است بے آنکه بر وجهی است انجا را بدیم انعام تکمیل فرض است علی الوجه الاکمل بخلاف اتمام که سنت از
نقصان محفوظ مطلق ماند و در فرض اگر چه از اکمیلست قوت شود بجهت دیگر است آید هذا ما و رد علی قلبی و العلم بالحقی عند ساری

ان ربی بكل شیء علیہ۔

مسئلہ - از اربعین مکان میر خادم علی صاحب اسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۲۲ شعبان ۱۳۳۵ ہجری
اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ بکرو وضو نماز غیر کا کر کے ایسے وقت میں آیا کہ امام قعدہ اخیرہ میں ہے جو سنت پڑھتا ہے تو جماعت جاتی ہے
اور جماعت میں ملتا ہے تو سنتیں فوت ہوتی ہیں اس صورت میں سنتیں پڑھے یا قعدہ میں مل جائے۔ بینوا توجروا

الجواب

اس صورت میں بالاتفاق جماعت میں شریک ہو جائے کہ جماعت میں سنتیں پڑھنے سے اہم و اکد ہے جب یہ جائے کہ سنتیں پڑھنا
تو جماعت ہو چکے گی بالاتفاق جماعت میں مل جانے کا حکم ہے اگرچہ ابھی امام رکعت ثانیہ کے شروع میں ہو قعدہ تو ختم نماز ہے اس میں کینہ کر
امید ہو سکتی ہے کہ کلام کے سلام سے پہلے پڑھ کر جماعت میں مل سکے گا فی الدائم الحصار اذا خاف فوت رکعتی الفجر لا اشتغالہ بسنتھا ترکھا
لکون الجماعۃ اکمل الخ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ - ۵ در رمضان المبارک -

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فرض تہا پڑھ چکا تھا اب مسجد میں جماعت قائم ہوئی اور یہ اس وقت مسجد میں موجود ہے
تو اب اسے کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

نماز و عشا میں ضرور شریک ہو جائے کہ اگر تکبیر سن کر باہر چلا گیا یا دہریں بیٹھا رہا تو دونوں صورت میں مسئلہ کے کراہت و تمت ترک
جماعت ہو اور فجر و عصر و مغرب میں شریک نہ ہو کہ قول جمہور پیرین رکعت نقل نہیں ہوتے اور چھٹی ٹائے گا تو بسبب مخالفت امام کو اہم و اکد نہیں
اور فجر و عصر کے بعد تو نوافل مکروہ ہی ہیں اور ویسے بیٹھا ہے گا تو کراہت اور اشد ہوگی لہذا ان نمازوں میں ضرور چلا کر باہر چلا جائے قال
العلامة الشرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ فی نور الایضاح و شرحہ مراقی الفلاح ان خروج بعد صلاتہ منفر دالا یکرہ لانہ قد اجاب
داعی اللہ مرة فلا تجب علیہ ثانیاً الا انہ یکرہ خروجه اذا اقيمت الجماعة قبل خروجه فی الظهر و فی العشاء لانہ یجوز النقل
فیہما مع الامام لثلاثین مہم بخلاف الجماعة کالخروج والشیعة وقد قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من کان یومن باللہ والیوم
الآخر فلا یقفن مواقف التہم فیتقدی فیہما ای الظهر والعشاء متقلدا لدفع التہمة عنہ ویکرہ جلوسہ من غیر اقامۃ لمخالفة
الجماعة بخلاف الصبح والعصر والمغرب لکراہۃ النقل والمخالفة فی المغرب الی آخرہ قال العلامة الطحطاوی رحمۃ اللہ علیہ
فی حاشیۃ المطاق قولہ لکراہۃ النقل ای بعد الصبح والعصر و فی النہر ینبغي ان یجوز خروجه لان کراہۃ مکثہ بلا صلوۃ اشد
واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ سبحنہ اتم و احکم۔

مسئلہ - از ریاست جادوہ مکان عبد المجید خاں صاحب سرشتہ دار ۱۳۱۵ھ

فجر کی سنت وقت قائم ہو جانے جماعت کے کب تک ادا ہو جانا چاہیے اور جو رہ جاتی ہیں تو کیا بعد فرضوں کے بھی ادا کر سکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب

اگر جانے کہ سنتیں پڑھ کر جماعت میں شریک ہو جاؤں گا تو سنتیں پڑھ لے اگرچہ التعمات ہی ملتی سمجھے درہ فرضوں میں شریک ہو جائے اور ان سنتوں کو قضا کرنا چاہے تو بعد بندی آفتاب کہے فرضوں کے بعد طلوع سے پہلے جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از جن سرکے سنبھل مرسلہ احمد خاں صاحب ۸ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نزدیک علمائے حنفیہ المسند و جماعت کے صبح کی سنت اگر فرض جماعت سے ہوتے ہوں تو پڑھے یا نہیں بعض یہ کہتے ہیں کہ اگر فرض نماز کی دوسری رکعت کا رکوع بھی مل جائے یا یقین ہو تو سنتیں پڑھ لے درہ سورج نکلنے پر ادا کرے بعض کا قول ہے قاعدہ اخیرہ کی شرکت بھی کافی ہے سنت کو پہلے پڑھے بعض کہتے ہیں کہ جس وقت تکیر لولی فرضوں کی ہو ترک سنت کہے فرضوں میں فوراً شریک ہو جائے اور پھر نماز سنت و بعد سلام پڑھے وقت ہونے پر نہ بعد طلوع آفتاب۔

الجواب

تیسرے شخص کا قول محض باطل ہے اور پہلے دو قول صحیح ہیں اور ان میں دوسرا صحیح ہے اگر تشدک بھی جماعت میں ملتا دیکھتے تو صبح کی سنتیں صفت سے دور ادا کر کے شامل ہو جائے اور جو سمجھتا ہے کہ سنتیں پڑھنے میں جماعت بالکل فوت ہو جائے گی تو اس وقت نہ پڑھے اور جماعت میں شریک ہو جائے پھر بعد فرض نہیں پڑھ سکتا جب تک آفتاب بلند نہ ہو اگر پڑھے گا گنہگار ہو گا ہاں بعد بندی پڑھے تو مستحب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب قضاء الفوائت

مسئلہ - ۲۸ محرم ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے فوت جماعت کے وقت سے سنتیں فجر کی ترک کیں اور جماعت میں شامل ہو گیا اب وہ ان سنتوں کو فرضوں کے بعد سولح نکلنے سے پیشتر پڑھے یا بعد۔ بیذا وجہ روا

الجواب

جبکہ فرض فجر پڑھ چکا تو سنتیں سورج بلند ہونے سے پہلے ہرگز نہ پڑھے ہمارے سب ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس پر اجماع ہے بلکہ پڑھے تو سورج بلند ہونے کے بعد دو پہر سے پہلے پڑھ لے اس کے بعد پڑھے تا اس سے پہلے ردالمحتار میں سے اذا قانت بوحدها فلا تقضى قبل طلوع الشمس بالاجماع لكراهة التفل بعد الصبح واما بعد طلوع الشمس فكن لك عند ما قال محمد احب الى ان يقضيها الى الزوال كما في الدرر اورد في خيال کہ اس میں قصد وقت قضا کر دینا ہے ناواقفی سے ناشی سنتیں جب فرضوں سے پہلے نہ پڑھی گئیں خود ہی قضا ہو گئیں کہ ان کا وقت یہی تھا کہ فرضوں سے پیشتر پڑھی جائیں اب اگر فرضوں کے بعد سورج

نکلتے سے پیشتر پڑھے گا جب بھی قضا ہی ہوں گی ادا ہو گزرتی ہوں گی الا تو ای قولہ لا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع فقد سمی صلاتہا قبل الطلوع بعد الفرض قضاء لیکن طلوع سے پہلے قضا کرنے میں فرض فجر کے بعد نوافل کا پڑھنا ہے اور یہ جائز نہیں لہذا ہمارے اماموں نے اُس سے منع فرمایا اور بعد طلوع وہ حرج درہا لہذا اجازت دی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از حاکم تارنوب براہ ڈاک خانہ ویلزلی اسٹریٹ لا مرسلہ رشید احمد خاں ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۰۹ھ

جناب مولوی صاحب بعد آداب کے عرض خدمت میں یہ ہے کہ اگر زید برابر نماز پڑھتا ہے لیکن یکم جنوری سے ۱۵ تک قضا ہو گئی ۱۶ سے پھر پڑھی اور قضا بھی ترتیب وار ادا کرنے لگا۔ ۲۰ تک برابر پڑھتا رہا پھر پانچ روز کی قضا ہو گئی ۲۵ سے شروع کی تو قضا کس طرح ادا کرے یعنی ترتیب وار جیسی یکم جنوری کی صبح پھر ظہر و عصر و مغرب و عشا پھر ایسے ہی ۱۵ تاریخ تک رفتہ رفتہ دو چار دم میں ادا کر چکا اب ۱۵ سے ۲۰ تک تو پہلے ہی پڑھ چکا ہے ۲۰ سے ۲۵ تک کے قضا پھر اسی طور پر ادا کرے یا کیا حکم ہے باقی آداب -

الجواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ زید پر نہ ان ۱۵ دن کی قضا میں ترتیب ضرورتی نہ ان پانچ دن کی قضا میں ضرور ہے اُسے اختیار ہے اُن میں جو نماز چاہے پہلے ادا کرے جو چاہے پیچھے کہ قضا نمازیں جب پانچ فرضوں سے نازل ہو جاتی ہیں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے یعنی باہم اُن میں بھی ہر ایک کی تقدیم و تاخیر کا اختیار ہوتا ہے اور اُن میں اور وقتی نماز میں بھی رعایت ترتیب کی حاجت نہیں رہتی پھر اُن نمازوں کے حق میں ترتیب نہ باہمی نہ بجاظ وقتی کوئی کبھی عود نہیں کرتی اگرچہ ادا کرتے کرتے چھو سے کم وہ جائیں مثلاً اب اسی صورت میں زید پانچ دن کی پچیس نمازیں ہیں جب وہ ہی رہ جائیں گی تو بھی اُسے اختیار ہے اُن میں جسے چاہے پہلے پڑھے جسے چاہے پیچھے اور جب ایک ہی رہ جائے گی تو بھی اُسے اختیار ہے کہ اُس کی ادا سے پہلے وقتیہ نماز پڑھ لے یا اُٹھ نہ رہے پر اتنا لحاظ ضرور ہے کہ نماز نیت میں عین شخص ہو جائے ہوا الاحوط من تصحیح حین مثلاً دس فجر میں قضا ہیں تو یوں گول نیت ذکر کرے کہ فجر کی نماز کہ اس پر ایک فجر تو نہیں جو اسی قدر نہیں ہو بلکہ تبیین کرے کہ فلاں تاریخ کی فجر مگر یہ کہسے یاد رہتا ہے اور ہو بھی تو اس کا خیال حرج سے خالی نہیں لہذا اُس کی سہل تدبیر یہ نیت ہے کہ پہلی فجر جس کی قضا مجھ پر ہے جب ایک پڑھ چکے پھر یہ ہیں پہلی فجر کی نیت کرے کہ ایک تو پڑھ لی اُس کی قضا اس پر نہ رہی تو کی ہے اب ان میں کی پہلی نیت میں اُسے کی یہ ہیں اخیر تک نیت کی جائے اسی طرح باقی سب نمازوں میں کہے اور جس سے ترتیب ساقط ہو جیسے یہی دس پانچ فجر کی قضا والا وہ پہلی کی جگہ پھیلی بھی کر سکتا ہے نیچے سے اوپر کو ادا ہوتی چلی جائے گی ردالمحتار میں ہے لا یلزم الترتیب بین الفائتۃ والوقتیۃ ولا بین الفوائت اذا كانت الفوائت ستاکذا فی النہد مختار میں ہے ولا یعود لزوم الترتیب بعد سقوطہ بکثرتھا ای الفوائت بعد الفوائت الی القلۃ بسبب القضاء لبعضھا علی المعتمد لان الساقط لا یعود اسی میں ہے بعین ظہر یوم کذا علی المعتمد والا سہل نیت اول ظہر علیہ او اخر ظہر الخ وتقامہ فی ردالمحتار واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۲۹ صفر ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فجر کی سنتیں بعد جماعت فرض کے سبوق ادا کرے درست ہے یا نہیں

بینوا توجروا۔

الجواب

سنت فجر کہ تنافوت ہو نہیں یعنی فرض پڑھ لے سنتیں رہ گئیں ان کی قضا کرے تو بعد بلندی آفتاب پیش الانصاف التہا شرعی کرے طلوع شمس سے پہلے ان کی قضا ہمارے اکثر کرام کے نزدیک ممنوع و مکروہ ہے لقول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا صلوة بعد الصبح حتی ترفع الشمس واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ التوہاحکم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ دیکھتا ہے کہ صبح کی نماز بوقت خطبہ کے جائز ہے اور عمر و کتا ہے بوقت خطبہ کے جائز نہیں اس واسطے کہ حدیث شریف میں وارد ہے لا صلوة ولا کلام ان دونوں میں کون حق پر ہے اور کون مطابق حدیث شریف کے عمل کرتا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

جو صاحب ترتیب نہیں اسے قضا نماز بھی خطبہ کے وقت ادا کرنی جائز نہیں کہ بعد کو بھی پڑھ سکتا ہے اور صاحب ترتیب کو وقتی نماز سے پہلے قضا کا ادا کرنا ضرور وہ وقتی بھی نہ ہوگی ایسے شخص نے اگر ابھی قضا کے بعد اذان کی اور خطبہ شروع ہو گیا تو اسے قضا پڑھنے سے ممانعت نہیں بلکہ ضرور و لازم ہے ورنہ جمیع بھی نہ ہوگا ہاں بلا عذر شرعی اتنی درگاہی کہ خاص خطبہ کے وقت پڑھنی پڑے اسے بھی جائز نہیں لتادیہ الی ترک الاستماع و هو فی نفسه محظور و کل مادی الی محظور محظور و غیرہ میں ہے اذا خرج الامام فلا صلوة ولا کلام الی تمامہا خلا قضاء فالتہ لم یسقط الترتیب بینہا و بین الوقیۃ فانہا لا تکرہ سراج وغیرہ لصلوۃ صحیحۃ الجسعة والاراد المحتار میں ہے قوله فانہا لا تکرہ بل یجب فعلہا قوله ولا لا ای وان سقط الترتیب بیکرہ انھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی سنت فجر کی قضا ہو گئیں اب وہ قضا کرے یا نہیں اور اگر قضا کرے تو کس وقت اور یہ سنتیں پڑھ کر بھی بلا عذر پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

سنت فجر بلا مجبوری و مذوری پڑھ کر نہیں ہو سکتیں اور اگر مع فرض قضا ہوئی ہوں تو صفحہ کبریٰ آنے تک ان کی قضا ہے اس کے بعد نہیں اور اگر فرض پڑھ لے سنتیں رہ گئی ہیں تو بعد بلندی آفتاب ان کا پڑھ لینا مستحب ہے قبل طلوع روا نہیں علی گریہ میں ہے سنۃ الفجر لا یجوز ان یصلیہا قاعدا مع القدرة علی القيام ولذا قبل انہا قریبۃ من الواجب کذا فی التاتارخانیۃ فاستلا عن المنافع ولا یجوز اداء ما رکبا من غیر عند رکذا فی السراج الوہاج والسنۃ اذا فاتت عن وقتہا لم یقضہا الا کتفی الفجر اذا فاتت مع الفرض یقضیہا بعد طلوع الشمس الی وقت الزوال ثم یسقط ہکذا فی محیط الشرحی و هو الصحیح ہکذا فی البحر الرائق واذا فاتت بدون الفرض لا یقضی عندہا خلا فامحمد رحمہ اللہ تعالیٰ کذا فی محیط الشرحی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۲ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی چار سنتیں قبل عشا کے فوت ہو گئیں مثلاً جماعت قائم ہو گئی نہ پڑھنے پایا شریک ہو گیا اب بعد نماز ان کی قضا جائز ہے یا نہیں علمائے عصر سے بعض مولویوں نے فرمایا قضا کرے اور ان کے خلاف بعض عالموں نے فتویٰ لکھا کہ ان کی قضا نہیں وہ مستحب ہیں اور قضا سنت موکدہ کی ہے نہ مستحب کی جب اس کا محل جاتا رہا پڑھنا بھی دور ہوا اور بعض اصحاب نے یہ تحریر فرمایا کہ ان کی قضا خلاف قیاس و خلاف اجماع فقہاء ہے اور اگر لازم سمجھے گا تو بدعت مذمومہ ہوگا اس صورت میں قول فیصل کیا ہے - بینوا تو جروا

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب قول فیصل اس مسئلہ میں یہ ہے کہ سنتیں اگر فوت ہو جائیں تو ان کی قضا نہیں علامہ غلانی در مختار میں فرماتے ہیں اما ما قبل العشاء فمندوب لا یقضى اصلاً لیکن اگر کوئی بعد و سنت بعد یہ کہے پڑھے تو کچھ مانفت بھی نہیں علامہ شرنبلالی شرح نور الايضاح میں فرماتے ہیں لا مانع من قضاء التي قبل العشاء بعد ها ہاں اس فعل سے وہ سنن مستحبہ دانہوں گی جو عشا سے پہلے پڑھی جاتی تھیں بلکہ ایک نفل نماز مستحب ہوگی جیسے تراویح و سنت مغرب و دو سنت عشا کہ ان کی قضا نہیں پھر اگر کوئی آج کی فوت شدہ تراویح کل پڑھے تو نفل ہوں گے نہ سنن و تراویح نہ شرعاً مکروہ و نتیجہ علامہ امین الدین محمد رد المحتار میں انھیں سنن عشا کی نسبت فرماتے ہیں لو قضاها لا تكون مکروہة بل تقع نفلاً مستحباً لا علی اغاھی التي فاتت عن محلها کما قالوہ فی سنة التواضع تنویر الابصار در مختار کی بحث تراویح میں ہے لا تقضى اذ فاتت اصلاً ولا وحده فی الاصح فان قضاها کانت نفلاً مستحباً وليس بتراویح کسنة مغرب وعشاء - اقول وبالله التوفیق تحقیق مقام و نتیجہ مرام یہ ہے کہ حقیقت قضا نہیں مگر فرض یا واجب کی الاداء فی محل اداء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم داخل فی مطلق السنة فنا دی فی غیرا لمحل لا یكون سنة فلا یكون قضاء اذا القضاء مثل الفائت بل عینہ عند المحققین نعم ما عین لہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محلاً بعد فوته فیقع سنة فیکون قضاء حقیقة باقی داخل و سنن اگرچہ موکدہ ہوں سخت قضا نہیں کہ شرعاً لازم ہی نہ تھی جو بعد فوت ذمہ پر باقی ہیں فی الہدایۃ الاصل فی السنة ان لا تقضى لاختصاص القضاء بالواجب اھ و تمام تحقیقہ فی الفتح مگر بعض جگہ برخلاف قیاس نص وارد ہو گیا کہ وہی سنتیں جو ایک محل میں ادا کی جاتی تھیں بعد فوت دوسری جگہ ادا فرمائی گئیں جیسے فجر کی سنتیں جبکہ فرض کے ساتھ فوت ہوں بشرطیکہ بعد بلندی آفتاب و قبل از زوال ادا کی جائیں یا ظہر کی پہلی چار سنتیں جو فرض سے پہلے نہ تھیں ہو تو بعد فرض بلکہ مذہب ارجح پر بعد سنت بعد یہ کہے پڑھیں بشرطیکہ ہنوز وقت ظہر باقی ہو نص علی کل ذلک فی غیر ما کتاب کرد الھتاد ان شرائط کے ساتھ جب یہ دونوں سنتیں بعد فوت پڑھی جائیں گی تو بعینہا وہی سنتیں ادا ہوں گی جو فوت ہوئی تھیں اور ان کے سوا اور فوت شدہ سنتیں یا وہی سنتیں بے مراعات ان شرائط کے پڑھی جائیں گی تو صرف نفل ہوں گی نہ سنت فائتہ یا مکملہ چہ کہے کہ ان کی قضا حکم ہے وہ خطاب پر ہے اور جو کہے ان کی قضا ممنوع ہے وہ بھی غلطی پر ہے اور جو کہے ان کی قضا نہیں مگر بعد کہ پڑھ لے تو کچھ حرج نہیں وہ حق پر ہے

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ سائل حافظ مولوی سید عبد الوحید صاحب ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زیہ کتا ہے کہ صبح کی سنتیں قضا قبل طلوع شمس کے پڑھنا بہتر ہے اور عرو کتا ہے بعد کو بہتر ہے اول حدیث پر عمل کرنا چاہیے اور عرو کتا ہے دوسری حدیث پر عمل کرنا چاہیے۔ بدینہ توجروا

الجواب

اگر صبح کی نماز اور سنتیں بسبب خوف فوت جماعت خواہ کسی اور وجہ سے رو گئیں تو ان کی قضا اگر کرے تو بعد بلندی آفتاب پڑھے قبل طلوع نہ صرف غلات اولیٰ بلکہ ناجائز و گناہ و منوع ہے صبح بخاری و صبح سلم و غیر ہما صحاح و سنن و مسانید میں اسیر الزینین عمر فاروق عظمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے غمی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن الصلاة بعد الصبح حتى تطلع الشمس وبعد العصر حتى تغرب صبح بخاری و صبح سلم و غیر ہما میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا صلاة بعد الصبح حتى تطلع الشمس ولا بعد العصر حتى تغرب الشمس صبح بخاری و صبح سلم و غیر ہما میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غمی عن الصلاة بعد العصر حتى تغرب الشمس وعن الصلاة بعد الصبح حتى تطلع الشمس علما فرماتے ہیں اس مضمون کی حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہیں ذکرہ المنادی فی التیسیر شراح الجامع الصغیر مختار میں ہے کورہ نقل قصدا ولو تحية مسجد وكل ما كان واجبا لغيره مكنن وروكعتي طوان والذي شرع فيه ثم افنده ولسنة الفجر بعد صلاة فجر وعصر او ملخصا روا المختار میں ہے الكواحة هنا تحريمية ايضا كما صرح به فی المحلیة ولذا عبر فی الحاشیة والخلاصة بعد ما الجواز والموارد الحل امام احمد و ترمذی و حاکم بسند صحیح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلهما بعد ما تطلع الشمس جس نے صبح کی سنتیں نہ پڑھی ہوں وہ بعد طلوع آفتاب پڑھے قال الحاکم صحیح و اقروہ الذہبی فی التلخیص رہی حدیث ابو داؤد حد ثنا عثمان بن ابی شیبہ نا ابن نمیر عن سعد بن سعید عن محمد بن ابراہیم عن قیس بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال بائی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رجلا یصلی بعد صلاة الصبح رکعتین فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلاة الصبح رکعتان فقال الرجل انی لم اکن صلیت الركعتین اللتین قبلهما فصلیتہما الان فسکت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی قیس انصاری فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بعد صلاة صبح دو رکعتیں پڑھنے دیکھا فرمایا صبح کی دو رکعتیں ہیں عرض کی سنتیں میں نے پڑھی تھیں وہ اب پڑھ لیں اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا و رواہ ابن ماجہ حد ثنا ابو یوسف بن ابی شیبہ ثنا عبد اللہ بن نمیر الخ سند او متناخوہ غیرانہ قال قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اصلاة الصبح رکعتین اور اسی حدیث میں گو ترمذی کی روایت یوں ہے حد ثنا محمد بن عمرو والسواق نا عبد العزیز محمد بن سعید بن سعید عن محمد بن ابراہیم عن جد قیس قال خرج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاقيمت الصلاة فصليت معه

الصبي ثم انصرف النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فوجد في اصله فقال مهلا يا قيس اصلا تان معا قلت يا رسول الله اني لم اكن ركعتي الفجر قال فلا اذن جس میں بیان ہے کہ وہ شخص خود ہی قیس تھے ان کا وہ عقد سن کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تو اب حرج نہیں یہ حدیث ابن ماجہ و یحییٰ بن سعید صحیح کے مقابل لانے کے قابل نہیں **أولاً** اس کی سند منقطع ہے خود امام ترمذی نے بعد روایت حدیث فرمایا اسناد هذا الحديث ليس بم متصل محمد بن ابراهيم القمي لم يسمع من قيس ثانياً خود سعد بن سعيد اس کی سند میں اختلاف کیا گیا بعض نے صحابی کو ذکر ہی نہ کیا جامع ترمذی میں ہے وروی بعضهم هذا الحديث عن سعيد بن سعيد عن محمد بن ابراهيم ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم خرج فرأى قيساً **ثالثاً** عامروا نے اسے مرسل روایت کیا خود نہیں سعید کے دونوں بھائی محمد بن سعید و یحییٰ بن سعید کہ دونوں سعد سے اذین و احفاد ہیں مرسل روایت کہنے جامع ترمذی میں ہے انما بروی هذا الحديث مرسلان ابن داود میں ہے وروی عبد الله بن يحيى ابنا سعيد هذا الحديث مرسلان ان جدهم صلى مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم رابعاً مارا اس روایت کا سعد بن سعید پر ہے جامع ترمذی میں ہے حدیث محمد بن ابراهيم لا ينفرد به مثل هذا الا من حديث سعد بن سعيد اور سعد باوصف تو ختم مقال سے خالی نہیں ان کا حافظ ناقص تھا امام احمد نے انہیں ضعیف کہا امام شافعی نے فرمایا قوی نہیں امام ترمذی نے فرمایا تکلفوا فیہ من قبل حفظہ یعنی الحدیث نے ان سعد میں ان کے حافظ کی طرف سے کلام فرمایا لاجرم تقریب میں ہے صدوق سنی الحفظ آدمی ہے جس کا حافظ بڑا ہے ان وجہ کی نظر سے یہ حدیث واحد خود ان احادیث صحیحہ کثیرہ کے مقابل نہ ہو سکتی خصوصاً اس حالت میں کہ وہ ثبت مانت ہیں اور یہ ناقل اجازت اور قاعدہ مسلمہ ہے کہ جب دلائل علی حرمت متعارض ہوں حرمت و مانت کو ترجیح دی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۴، صفر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سنن اربعہ جو روز جمعہ قبل از خطبہ پڑھی جاتی ہیں اگر وہ کسی عند سے ترک ہو جائیں تو بعد خطبہ اور فرضوں کے ان کی اداسے یا نہیں۔ بینوا بحوالہ الکتاب و توجروا عند اللہ الوہاب۔

الجواب

ہے اور سنتوں ہی کی نیت کہے وہ سنت ہی واقع ہوں گی فی الدوا المختار بخلاف سنة الظهر وکذا الجمعة فانہ ان خاف فوت رکعتہ یتزکھا ویفتدی ثم یأتی بما علی انھا سنة فی وقتہ ای الظهر ہاں اگر وقت ظہر نکل گیا تو اب تقاضا نہیں لم یأخذ منا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۲۸، ربیع الآخر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے فرض فجر کی جماعت سے پڑھے اور سنت اس کی فوت ہوئیں پھر اگلے فرض کے

لے وقع فی نسخ السنن الثانی عندی ان جدهم زید او هو مشکی فان جدی قیس لا زید وقد انکرہ الحافظ فی الاصابۃ فقال بعد ذکر الروایۃ هكذا قرأت ۱۲ منہ

اب ان سنتوں کو بعد ادا کے فرض پڑھے یا بعد طلوع آفتاب اور وقت بھی ادا کے سنت کا باقی ہو اور کسی کے فرض و سنت دونوں فوت ہوئے ہوں تو ان سنت و فرض کو بعد طلوع آفتاب کے پڑھے اور سنت کی قضا کس وقت تک چاہیے۔

الجواب

جب فجر کے فرض پڑھے تو آفتاب بلند ہونے سے پہلے سنتیں پڑھنے کی اجازت نہیں اگرچہ فجر کا ابھی ایک گھنٹا وقت باقی ہو یا بعد بلندی آفتاب پڑھے اور جس کے فرض و سنت دونوں فوت ہوئے ہوں وہ طلوع کے بعد استوا سے پہلے فرض و سنت دونوں کی قضا کرے اور اگر یہ وقت بھی گزر گیا بعد زوال فرضوں کی قضا پڑھے تو اب سنتوں کی قضا نہیں والمسائل مبسوطۃ فی الدار وغیرہ عامۃ الاسفار الغن و اللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ملک بنگال ضلع نو اکھالی ڈاکخانہ چند رائیج موضع دو الیا مرسلہ محمد ابراہیم در سوال ۱۳۲۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص عمر بھر نماز کبھی نہیں پڑھی اب یہ شخص مر گیا تو اس وقت اس کی قضائے عمری کی کیا صورت ہے اس کا اگر کوئی تدارک ہو سکے تو کیا ہے۔ بینوا و جودا

الجواب

اگر وقت بلوغ نہ معلوم ہو تو مرد کے لیے اس کی عمر سے بارہ برس اور عورت کے لیے ۹ برس کم کریں اور باقی تمام برسوں کے دن کر کے ہر دن کی نماز کے لیے آٹھ سو دس تو لے لیں کہ سو روپے بھر کے سیر سے کچھ کم تو سیر ہوئے یا سولہ سو بیس تولہ جو یا ان کی قیمت ادا کریں کل کے ادا کی طاقت نہ ہو تو جس قدر قدرت ہو محتاج کو دے کر قاضی کر دیں محتاج اپنی طرف سے پھر ان کو ہبہ کر دے یہ قبضہ کر کے پھر کفارہ میں محتاج کو دیں وہ بعد قبضہ پھر ان کو ہبہ کر دے یہ پھر قبضہ کر کے کفارہ میں دیں یہ ہیں ذر کرتے رہیں یہاں تک کہ ادا ہو جائے عورت کی عادت حیض اگر معلوم ہو تو اس قدر دن اور نہ معلوم ہو تو ہر مہینے سے تین دن تو برس کی عمر سے پچاس برس کی عمر تک مستثنیٰ کریں مگر جتنے بار حمل رہا ہو مدت حمل کے مہینوں سے ایام حیض کا استثناء نہ کریں عورت کی عادت دربارہ نفاس اگر معلوم ہو تو ہر حمل کے بعد اتنے دن مستثنیٰ کرے اور نہ معلوم ہو تو کچھ نہیں کہ نفاس کے لیے جانب اقل میں شرعاً کچھ تقدیر نہیں ممکن ہے کہ ایک ہی سنت آکر فوراً پاک ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از اوجین علاقہ گو الیا مکان میر خاں علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ محمد یعقوب علی صاحب رمضان المبارک ۱۳۰۶ھ چھ می فرماہند علمائے محقق دین و مفتیان مدق بابت شرع متین دریں مسئلہ کہ اکثر عوام الناس ہذا خرجمہ رمضان المبارک نماز قضائے عمری پنجشنبہ تک خلف امام می خوانند درست است یا ممنوع زیرا کہ نماز قضا بدو ادا ساقط و دور نمی شود اگر کسی بروز جمعہ کوئی رمضان طریقت قضائے نماز تمام عمر بہ نیت قضائے عمری بخوابد کہ ادا شود تعجب است انتہی و نیز صحت نماز قضائے روز تفرقہ چیمیت یعنی قضائے عصر یکے روز شنبہ و نماز قضائے عصر دوم روز چہار شنبہ اگر ایں ہر دو مردم نماز قضائے عصر جدا گانہ بجاعت ادا نمایند درست است یا منع چرا کہ نماز ہر دو مردم روز یکے نیست علاوہ بریں امام صاحب ترتیب است و مقتدیان ازیں خوبی عادی پس چنین امام نماز قضائے

یقینی مقتدیان کہ اکثر قضاے نماز و نماز دست فارغ الذمہ میثوند یا حکم آں چہ - اعمی پس ادا کنندہ نفل نماز فرض بچہ طور ادا می شود بشرح بسیط بیان فرمایند بکوال عبارت کتب رحمۃ اللہ علیکم اجمعین -

الجواب

ایں طریقہ کہ بر تکفیر صلوات فائزہ احداث کردہ اند بدعتہ شنیعہ در دین نہادہ اند مدیش موضوع و فعلش ممنوع و ایریت و اعتقاد باطل و مدفع اجماع مسلمین بر بطلان ایں جمالت شنیعہ و ضلالت قطعیہ قائم است حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ اند من لسی صلاۃ فلیصلہا اذا ذکرہا لا کفارة لہا الا ذلک ہر کہ نانے فراموش کرد چون یاد آید آں نماز باز گزارد جزا ہی مراد کفارہ نیست اخراجہ احمد و البخاری و مسلم و اللفظ لہ و الترمذی و النسائی و غیرہم عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری در موضوعات کبیرہ گوید **حل یث** من قضی صلاۃ من الفرائض فی اخرجۃ من رمضان کان ذلک جابرا لکل صلاۃ فاتتہ فی عمرہ الی سبعین سنۃ باطل قطعاً لانہ مناقض للاجماع علی ان شیئاً من العبادات لا تقوم مقام فائزۃ سنوات الخ امام حجر مکی در تحفہ شرح نہاج الامام النوذی باز علامہ زرقانی در شرح مواہب امام قسطلانی رحمہم اللہ تعالیٰ فرمایند اقبیح من ذلک ما اعتقید فی بعض البلاد من صلاۃ الخمس فی ہذہ الجمعۃ عقب صلاتہا زاعمین انہا تکفی صلوات العام والعمرا المتروکۃ و ذلک حرام لوجوہ لا تخفی و اقتداءی قاضی عسکری و بقاضی عصر و پر روز نارد است زیرا کہ اتحاد نماز شرط صحت اقتداءست و چنان اقتداءی مفترض بمقتضی نیز کہ زہار دست نباشد پس بدیں صورت نماز از نماز فارغ نشود فی ذلک الايضاح و شرحہ موافق الفلاح شرط صحتہ الاقتداء ان لا یكون الامام مصلیاً فرضاً غیر فرضہ اسی غیر فرض الامام موم کظہر و عصر و ظہرین من الیومین اہل مخصصہ و فی تنویر الابصار والدر المختار و سراد المختار لا مفترض بمقتضی و بمفترض فرضاً آخر کصلۃ ظہر امس بمصلۃ ظہر الیوم لان اتحاد الصلاتین شرط انتہت ملخصۃ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ جس پر قضا نمازیں زیادہ ہوں وہ ان کی نیت کیونکر کرے اور قضا میں کیا کیا نماز پھری جاتی ہے اور جس کے ذمہ قضا ہیں بہت کثیر ہیں جن کی اداسخت و شمار ہے تو آیا اس کے لیے کوئی تحقیف نکل سکتی ہے جس سے ادا میں آسانی ہو جائے کہ ادا میں جلدی منظور ہے کہ موت کا وقت معلوم نہیں - بینا وجودا

الجواب

قضا ہر روز کی نماز کی فقط بیش رکعتوں کی ہوتی ہے دو فرض فجر کے چار ہر عصر تین مغرب چار عشا کے تین و تراویح قضا میں یوں نیت کرنی ضرور ہے کہ نیت کی میں نے پہلی فجر و فجر سے قضا ہوئی یا پہلی ظہر و فجر سے قضا ہوئی اسی طرح ہمیشہ ہر نماز میں کیا کرے اور جس پر قضا نماز میں بہت کثرت سے ہیں وہ آسانی کے لیے اگر یوں بھی ادا کرے تو جائز ہے کہ ہر رکوع اور ہر سجدہ میں تین تین بار سبحن ربی العظیم سبحن ربی الاعلیٰ کی جگہ صرف ایک باسکے مگر یہ ہمیشہ ہر طرح کی نماز میں یاد رکھنا چاہیے کہ جب آدمی رکوع میں پورا پہنچ جائے اُس وقت سبحن کا سین شروع کرے اور جب عظیم کا ہم ختم کرے اُس وقت رکوع سے سرٹھائے اسی طرح جب

سجدوں میں پورا پہنچنے سے اس وقت تسبیح شروع کرے اور جب پوری تسبیح ختم کرے اس وقت سجدہ سے سر اٹھائے۔ بہت سے لوگ جو رکوع سجدہ میں آتے جاتے یہ تسبیح پڑھتے ہیں بہت غلطی کرتے ہیں ایک تحقیق کثرت قضا والوں کی یہ ہو سکتی ہے دوسری تحقیق یہ کہ فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں الحمد شریف کی جگہ فقط سبحن اللہ سبحن اللہ تین بار کہہ کر رکوع میں چلے جائیں مگر وہی خیال یہاں بھی ضرور ہے کہ سیدھے کھڑے ہو کر سبحن اللہ شروع کریں اور سبحن اللہ پورا کھڑے کھڑے کہہ کر رکوع کے لیے سر جھکا لیں یہ تحقیق فقط فرضوں کی تیسری چوتھی رکعت میں ہے وتروں کی تینوں رکعتوں میں الحمد اور سورت دونوں ضرور پڑھی جائیں تیسری تحقیق کچھلی التحیات کے بعد دونوں درودوں اور دعا کی جگہ صرف اللہ وصل علی محمد والہ کہہ کر سلام پھیر دیں چوتھی تحقیق وتروں کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت کی جگہ اللہ اکبر کہہ کر فقط ایک تین بار رَبِّ اغْفِرْ لِي کہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از مولوی عبد اللہ صاحب مدرس منظر الاسلام محلہ سودا گران بریلی ۹ صفر ۱۳۳۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قضا کے عمری نازا کا کرنے کی حالت میں جو نفل بہر وقت کی نماز میں پڑھے جاتے ہیں وہ قبول ہوں گے یا نہیں۔

الجواب

خالی نفلوں کی جگہ بھی قضا کے عمری پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ۔ کتب ترکیب الصلوٰۃ میں لکھا ہے کہ ایک شخص تین بجے رات سے جگتا رہا اور وقت نماز صبح صادق سو گیا اور آفتاب نکل آیا تو وہ وقت کی نماز پڑھے تو اب اس کو ادا کاٹے گا وقت میں قضا کا لفظ نہ کہے۔

الجواب

اس نماز کے قضا ہو جانے میں شک نہیں کہ نماز کے لیے شرعاً اوقات معین ہیں قال اللہ تعالیٰ ان الصلوٰۃ کانف علی المؤمنین کتاباً موقوتاً بیشک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے اور قضا ہو جانے کے یہی معنی ہیں کہ شرعاً جو وقت مقرر فرمایا گیا تھا وہ جاتا رہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان للصلاة اولاداً اخراداً ان اول وقت الفجر حين يطلع الفجر وان اخر وقتها حين تطلع الشمس بیشک ہر نماز کے لیے اول و آخر ہے اور بیشک نماز صبح کا اول وقت طلوع فجر کے وقت ہے اور اس کا آخر طلوع شمس پر ہے رواہ الترمذی والامام الطحاوی بسند صحیح عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ مطولاً و هذا مختصر امام طحاوی فرماتے ہیں هذا اتفاق المسلمین ان اول وقت الفجر حين يطلع الفجر و اخر وقتها حين تطلع الشمس یعنی اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ نماز صبح کا طلوع فجر سے شروع ہوتا ہے اور طلوع شمس پر جاتا رہتا ہے امام ماذکری بعض کتب الفقہ مرفوعاً من نام عن صلوٰۃ اولیہا فلیصلہا اذا ذکرہا فان ذلك وقتها فاقول الحدیث فی الصحیحین بلفظ من نسی صلوٰۃ فلیصلہا اذا ذکرہا لا کفارۃ لہا الا ذلك اخرجہ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی لفظ مسلم عنہ من نسی صلوٰۃ او نام عنہا فکفارۃ ان یصلہا اذا ذکرہا فی اخرہ عنہ فلیصلہا اذا ذکرہا فان اللہ عز وجل یقول اقم الصلوٰۃ لذنکری و ولہ عن

ابی قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلفظ فلیصلہا حین ینتہب لہا فاذا کان الغد فلیصلہا عند وقتہا ولہ کالستہ الا البخاری والترمذی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خرافا ظہر عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وللترمذی وصحیحہ والنسائی فی حدیثہ ابی قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فلیصلہا اذا ذکرہا ومثلہ لابن یعلیٰ والطبرانی فی الکبیر عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونحوہ لہذا فی الادسط عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولما لک فی موطاء عن زید بن اسلم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا رقد احدکم عن الصلاۃ او نسیہا ثم فزع الیہا فلیصلہا کما کان یصلیہا لو قتها وللطبرانی عن میمونۃ بنت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا اذا ذکرہا فلیصلہا ولیحسن وضوہ فذلک کفارۃ وليس فی شیء من ذلک فان ذلک وقتہا بل قد ارشد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی حدیث ابی قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لقولہ فاذا کان الغد فلیصلہا عند وقتہا ان الذی یصلی الیوم لیس لوقتہ والیہ یومی حدیث زید فلیصلہا کما کان یصلیہا لو قتها نعم للطبرانی فی الادسط والبیہقی فی السنن عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رفعا من نسی صلاۃ فو قتها اذا ذکرہا وقد نسی البیہقی علی تضعیفہ فانی تقوم بہ الحجۃ بل ولعل صحیح لم یقارح الاجماع علی انہ یقبل التأویل ای انہ مطالب بما الان کما یطالب بما فی وقتہا وقت میں قضا کا لفظ کہنے کی تو کوئی حاجت اس میں بھی نہیں جبکہ جیتے جاگتے قصداً معاذ اللہ قضا کر دی ہو بلکہ ہمارے علما تصریح فرماتے ہیں کہ قضا پر نیت ادا اور اہانت قضا دونوں صحیح ہیں مگر اس سے مانعت کی کوئی وجہ نہیں جبکہ وہ یقیناً قضا ہے تو قضا کہنے میں کیا مضائقہ رکھا ہے رہا ادا کا ثواب ملنا یا اللہ عزوجل کے اختیار میں ہے اگر وہ جائے گا کہ اس نے اپنی جانب سے کوئی تقصیر نہ کی صحیح تک جاگنے کے قصد سے بیٹھا تھا اور بے اختیار کھانسی تو ضرور اس پر گناہ نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اما انہ لیس فی النوم قریط انما القریط علی من لم یصل الصلاۃ حتی یجئ وقت الصلوۃ الاخری رواہ مسلم عن ابی قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وللنسائی والترمذی وصحیحہ عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلفظ انہ لیس فی النوم قریط انما القریط فی یقظۃ اور جب اس کی جانب سے کوئی تقصیر نہیں تو اید ہی ہے کہ ثواب نماز کامل عطا ہو مگر اس سے وہ نماز قضا سے خارج نہ ہو جائے گی ثواب کا عاریت پر ہے بے کیے ثواب محض نیت پر مل جاتا ہے صحیح حدیث میں ارشاد ہے کہ جو نماز کے قصد پر چلا اور جماعت ہو چکی جماعت کا ثواب پائے گا لیکن اس سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ جماعت فوت نہ ہوئی وہ قضا ظاہر جدا واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از نجیب آباد ضلع بجنور محلہ مجید گنج مرسلہ کریم بخش صاحب ٹھیکیدار ۱۰ ارجمادی الاول ۱۳۳۷ھ

قضا نماز کی جماعت ہو سکتی ہے یا نہیں تنہا پڑھنا افضل ہے یا باجماعت اور مسجد میں یا مکان پر اگر جماعت ہو سکتی ہے تو صبح و عشا و مغرب کی نماز خاموش پڑھنا چاہیے یا پادواز اور ہر ایک قضا عین وقت ہی پر پڑھی جائے مثلاً عشا کی عشا کے وقت اور فجر کی فجر کے وقت علیٰ ہذا القیاس یا حتی الامکان جلد بلا تعین وقت۔

الجواب

اگر کسی امر عام کی وجہ سے جماعت بھر کی نماز قضا ہو گئی تو جماعت سے پڑھیں یہی افضل و سنون ہے اور مسجد میں بھی پڑھ سکتے ہیں

اور جہری نمازوں میں امام پر جہر واجب ہے اگرچہ قضا ہو۔ اور اگر وجہ خاص بعض اشخاص کی نماز جاتی رہی تو گھر پر تنہا پڑھیں کہ معصیت کا اظہار بھی معصیت ہے قضا حتی الامکان جلد ہو تبیین وقت کچھ نہیں ایک وقت میں سب وقتوں کی پڑھ سکتے ہیں درمختار میں ہے یکراہ قضاء ہا فیہ (اسی فی المسجد) لان التأخیر معصیۃ فلا یظہر ہا بزاویہ ردالمحتار میں ہے وفي الامداد انہ اذا کان التقویۃ لا من عام فالاذان فی المسجد لا یکرہ لانقضاء العلة کفعله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیلۃ التعلیس درمختار میں ہے یجہ الامام وجوباً فی الفجر واولی العشاءین اداء وقضاء۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از نواب گنج ضلع بریلی مرسلہ امانت علی شاہ ۱۷ رمضان ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص کی بہت نمازیں قضا ہو گئی ہیں یا اُس نے دیسے نماز شروع کی تو اُس کو کیا کرنا چاہیے کہ اُس کی پچھلی نمازیں پوری ہو جائیں۔

الجواب

اُن نمازوں کی قضا کرے جس قدر روز پڑھ سکے اُسی قدر بہتر ہے مثلاً دس دن کی روز پڑھے یا آٹھ کی یا سات کی اور چاہے ایک وقت میں پڑھے یا متفرق اوقات میں اور ہر بار پڑھ کرے کہ سب میں پہلی وہ نماز جو مجھ سے قضا ہوئی جب ایک پڑھ لی پھر یوں نیت کرے یعنی اب جو باقیوں میں پہلی ہے اخیر تک اتنی پڑھے کہ اب اُس پر قضا باقی رہنے کا گمان نہ رہے قضا ہر روز کی صرف میں رکعت ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ دیر انجمن نغمانیہ لاہور ۱۲ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) ایک شخص جس نے اپنی قریباً چالیس سال کی عمر تک باوجود مسلمان کہلانے کے نماز روزہ حج زکوٰۃ ادا نہ کی ہو یا کبھی کچھ کر لیا ہو کبھی کچھ نہیں اور بعد ازاں وہ تائب ہوا اور تجدید ایمان کی ادکسی اہل اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی کہ اس شخص کو بھی ان عبادات کا اعادہ فرض ہوگا یا تجدید ایمان کافی ہوگی کیونکہ اسلام قبول کرنے سے پہلے تمام نقائص کو دفع کر دیتا ہے ادکسی کبار و غیرہ کا بھی وہ جوابدہ نہیں رہتا۔ (۲) اگر اس کی عمر ایسی مدت تک پہنچ گئی ہے کہ وہ سب قضا نمازیں کھڑے ہو کر ادا نہیں کر سکتا تو بیٹھ کر ادا کرنے سے ادا ہو جائے گی یا نہیں۔

الجواب

نماز روزہ حج زکوٰۃ ادا نہ کرنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا جتنے دنوں ادا نہ کرے گا اُس کی قضا اُس پر فرض رہے گی کافر کا اسلام لانا اُس کے اگلے کبار کو محو کر دیتا ہے مسلمان صرف تجدید اسلام سے اپنے گناہوں سے عمدہ رہا نہیں ہو سکتا جب تک توبہ نہ کرے جو فرائض ترک کیے ہیں اُس سے توبہ میں یہی شرط ہے کہ اُن کی قضا کرے صرف زبانی توبہ نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) جب تک کھڑے ہونے کی طاقت ہے کھڑا ہونا فرض ہے اگرچہ لڑی یا آدمی یا دیوار کے سہارے سے جتنی اس طہر سے پڑھ سکے کھڑے ہو کر پڑھے جب ٹھک جائے قلم جائے اس طرح ادا میں اگر قصور کرے گا اور موت آگئی تا مبدیہ ہے کہ مولیٰ تعالیٰ باقی نمازیں معاف فرمائے گا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ جس شخص نے نماز صبح نہ پڑھی ہو تو اُس کی جمعہ اور عید کی نماز ادا ہو سکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب۔ عید کی تو مطلقاً ہو جائے گی اور جمعہ کی بھی اگر صاحب ترتیب نہ ہو یعنی اُس کے ذمہ باقی نمازوں سے زیادہ قضا جمع ہو گئی ہوں

اگرچہ ادا کرنے کرتے اب کم باقی ہوں اگر صاحب ترتیب ہے تو جب تک صبح کی نماز نہ پڑھ لے مجھ نہ ہوگا اگر صبح کی نماز اسے یاد ہے اور وقت اتنا تنگ ہو گیا کہ صبح کی پڑھے تو ظہر کا وقت ہی ٹل جائے اور جمعہ میں ہونا متوقع نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ اگر بنگالہ ضلع سلٹ ڈاک خانہ کمال گنج موضع پھول ٹولی مرسلہ مولوی عبدالغنی صاحب ۲۰ شمال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زمین نے انتقال کیا اُس پر کفارہ صوم و صلوة کا واجب تھا بسبب غربت کے حیات میں ادا نہ کیا اب اُس کے وارثوں نے قرض لے کر اُس کی جانب سے ایک قرآن شریف دیکھ سکین کو دیدیا اس صورت میں کفارہ مذکورہ ذمہ زید سے ساقط ہوا یا نہیں۔

بینوا توجروا

الجواب

بازار کے بجاؤ سے وہ نسخہ مصحف شریف جس قیمت کا تھا بقدر اُس کے کفارہ ادا ہونے کی امید ہے مثلاً دو روپے پہلے کا تھا تو دو روپے کے گھروں جتنے کفارے کو کافی ہوں وہی ادا ہو سکتا ہے باقی نماز روزے زید کے ذمے یہ بتور ہے قرآن مجید بے خاک بے بہا ہے اُس کے ایک کلمے ایک حوت کی برابر ساتوں آسمان و زمین اور کچھ اُن میں ہے برابر نہیں ہو سکتے مگر ان امور میں اعتبار مالیت کا ہے قرآن عظیم مال نہیں ہاں یہ کاغذ و جلد جو مقصود نقوش ہیں یہ مال ہیں انھیں کی قیمت ملحوظ ہوگی و بس ورنہ یوں تو جس پر دس کدو روپے کسی کے قرض آتے ہوں ایک کلمہ شریف پر کچھ کر دیے اور دین سے ادا ہو کر بے شمار اس کا اُس پر فاضل رہے و ہذا کلمہ ظاہر جدا اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مر گیا اُس نے عمر بھر نماز نہ پڑھی یا کبھی کبھی پڑھی اُس کی عمر ستر پچتر برس کی ہوئی کفارہ نماز کے بہت سے گھروں یا جو ہوں گے اور اس قدر مال نہیں تو اُس کے ادا ہونے کا کیا طریقہ ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

اس کا طریقہ یہ ہے کہ مثلاً بارہ برس ادنی مدت بلوغ کی نکال کر ساٹھ برس کی نمازیں اُس کے ذمہ تھیں سال کے دن تین سو پچپن ہیں تو ایک سال کی نمازوں کے فدیے دو ہزار ایک سو تیس ہوئے اور ساٹھ برس کے ایک لاکھ ستائیس ہزار آٹھ سو ایک نماز کا فدیہ گھروں سے نصف صاع یعنی بریلی کی تول سے ایک سیر سات چھٹانک دو ملٹے ساڑھے چھ روٹی اور انگریزی سیر سے کہ اسی روپیہ بھر کا ہے پونے دو سیر اور پون چھٹانک اور بیسواں حصہ چھٹانک کا یعنی ایک سیر تیرہ چھٹانک پانچواں حصہ چھٹانک کا کم۔ اس مقدار کو ۲۱۳۰ میں ضرب دیں تو سال بھر کی نمازوں کا کفارہ ہوا ۸۰۰ ۱۲۴ میں ضرب دیں تو ساٹھ سال کا یہ تقریباً پانچ ہزار دن گھروں ہوئے اس قدر دینے کی طاقت نہیں تو جتنے کی قدرت ہو اُس قدر فقیر کو دیکر مالک کر دیں قبضہ دلا دیں پھر فقیر اپنی طرف سے انھیں بہہ کر دے یہ پھر دوبارہ بہت کفارہ اُسے دیکر قبضہ دلا دیں وہ پھر انھیں بہہ کر دے یہ سہ بارہ ایسا ہی کریں یہاں تک کہ یہ اُلٹ پھر اُس مقدار کو پہنچ جائے جتنے بڑی مقدار سے دور کریں گے جلد ختم ہوگا دور کے لیے یہ بھی کر سکتے ہیں کہ کسی سے مثلاً سو روپیہ کی تھیلی قرض لے کر وہ کفارے میں فقیر کو دیں اور وہ ہیں اُلٹ پھر کریں کہ روپیہ سے دور آسان ہوگا اخیر میں فقیر کو کچھ لے کر راضی کریں فتاویٰ بزاز یہ میں ہے ان لم یکن له مال لیستقرض نصف صاع

و يعطيه المسكين ثم يصدق به المسكين على الوارث ثم الوارث على المسكين ثم و ثمر حتى يتم لكل صلوة نصف صاع كما ذكرنا و تفصيل الكلام في فتاوانا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا انتقال ہوا اور اُس کی نمازیں درودہ قضا ہیں اُس کے مدائن کا فطرہ ادا کرنا چاہتے ہیں اور اُس مقام پر آبادی اہل ہندو رعیت و مسلمان رعیت و سادات کی ہے جو ہر چھ سال اتھار جہ کے محتاج ہیں اور ذوالقربیٰ اور ہمسایہ بھی احتیاج رکھتے ہیں تو اس فطرہ کو ان سب پر تقسیم کرنا جائز یا ناجائز اور دینا دینی اس میں سے کس گروہ کو ہے توفیٰ کی سکونت سے دور مقامات میں طلبہ دین کو دینا دینی ہے یا مذکورین سابقین جو اسی آبادی میں اور قرب و جوار میں محتاج ہیں اور ایک نماز درودہ کے فطرہ کو پورا ایک شخص کو دینا جائز ہے یا اُس کی قیمت کر کے نقد دینا جائز ہے یا نہیں اگر نماز درودہ کا غلہ یا قیمت حساب لگا کر مساکین پر کم و بیش تقسیم کر دے تو جائز ہے یا نہیں یعنی ایک سو نمازیں اور پچاس روزہ کا فطرہ پمائش کر کے انبار کیا یا اُس کی قیمت جمع کی اور پانچ سو مساکین پر تقسیم کرنا منظور ہے تو کیا کرنا چاہیے

الجواب

یہ صدقہ حضرات سادات کرام کے لائق نہیں اور ہندو و غیر ہم کفار ہند اس صدقے کے لائق نہیں ان دونوں کو دینے کی اصلاً اجازت نہیں نہ ان کے دیے ادا ہو۔ مسکین مساکین ذوالقربیٰ غیر غنیمین کو دینا دینا اجہ ہے مدرسہ دینیہ کے طلبہ علم دین کے صحیح العقیدہ کو بھیجنے کی اجازت ہے اگرچہ وہ دوسرے شہر میں ہوں حتیٰ کہ زکوٰۃ بھی در مختار میں ہے کوہ نقلھا الاالی قرابۃ ادا حوج ادا صلح و انفع المسلمین اوالی طالب علم اقارب و جیران اور دور کے طلبہ علم دونوں میں ایک ایک وجہ اولیت کی ہے جو اسے انفع معلوم ہو اُس پر عمل کرے چاہے تاج دے یا اُس کی قیمت ایک فقیر کو متعدد نمازوں روزوں کا فدیہ دے سکتا ہے بے تک وہ اُس کے دینے سے مالک نصاب نہ ہو جائے ہاں مدون ہو تو بقدر دین ہزار نصابوں کی مقدار ایک کو دے سکتا ہے کسی فقیر کو ایک کفارہ کی مقدار سے کم نہ دے بلکہ پوری مقدار یا مقدار یا اُس کی یا اُن کی پوری قیمت ہو اضیاء اس میں ہے خروج جاعن الخلاف در مختار میں اسی کفارہ کے بارے میں ہے لوادی للفقیر اقل من نصف صاع لم یجوز ولو اعطاه الكل جاز رد المختار میں ہے هذا ثانی قولین حکما فی التارخانیۃ بدون ترجیح و ظاہر البحر اعتمادہ والاولیٰ انہ یجوز کما یجوز فی صدقۃ الفطر۔ یہاں سے ظاہر ہوا کہ سو نمازوں اور پچاس روزوں کا فدیہ پورے مساکین سے زائد نہ دیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از موضع بکر مہی والا علاقہ جاگل ٹھانہ ہری پور ڈاکخانہ کوٹنجیب اشدر خاں مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ملک پنجاب میں دواج ہے کہ میت کے جنازہ کے وقت اسقاط کرتے ہیں یہ درست ہے یا نہیں۔ بدینا توجروا

الجواب

اسقاط کا شرعی طریقہ ہے کہ اگر میت پر نماز درودہ قضا ہیں اور اُس نے اتنا مال نہ چھوڑا جس کے ثلث سے بحالت وصیت اُس کا فدیہ

ادا ہو سکے یا وصیت نہ کی اور سب وصیہ ادا نہ ہو سکے فدیہ پر راضی نہیں تو پہلی صورت میں اُس کی تہائی مال کا حساب لگائیں کہ اس سے کس قدر کا فدیہ ادا ہو سکتا ہے مثلاً فرض کرو کہ چارم کی قدر ہے تو ثلث مال فقیر کو بہ نیت فدیہ دینا فقیر اُسے لے کر پھر وارث کو بہ نیت فدیہ دینے فقیر پھر لے کر بہ نیت فدیہ دینے اور ہر بار فقیر وارث قبضہ کرتے جائیں یہاں تک کہ فدیہ ادا ہو جائے اور صورت ثانیہ جو وارث جس قدر مال دینے پر راضی ہے اُسے مال کا اُلٹ پھیر اتنی بار کریں کہ فدیہ ادا ہو جائے یا مال بالکل نہیں ہے تو وارث مثلاً ڈیڑھ سیر گیہوں یا اُس کی قیمت کسی سے فرض لے کر اُس کا اُلٹ پھیر کر لے اگرچہ ہزار بار یا زائد میں فدیہ کی حد تک پہنچے فی الدار المختار لومات وعلیہ صلوات فائتہ وادعی بالکفارة یعطى لكل صلاة نصف صاع من بركة الفطرة وکذا حکم لوتر والصوم وانما یعطى من ثلث ماله ولولم یترک مالا یتقترض وارثه نصف صاع مثلاً ویدفعه للفقیر ثم یدفعه الفقیر للوارث ثم دفعه حق یتقترض من سواہ جو حرام میں جائز ہے کہ سادے فدیہ کے عوض ایک قرآن دیدیا کہ وہ توبہ بجا ہے یا ادا نہیں ہوتا قرآن مجید بیشک بے با ہے مگر جو با ہے یعنی کلام الہی کہ درقوں میں لکھا ہے وہ مال نہیں زندہ دینے کی چیز ہے تو جو مال ہے یعنی کاغذ اور پٹھے اسی کی قیمت معتبر ہوگی اور وہ جب مقدار فدیہ کو نہ پہنچے گی فدیہ کیونکر ادا ہوگا۔ وھذا اظاہر جدا واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از دھوقہ ضلع احمد آباد گجرات سولہ محمد یوسف صاحب ۲۲ ذی القعدہ ۱۳۳۳ھ

بخدمت ہادی برحق مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام برکاتہ گناراش پر ہے کہ ہم قصیدہ دھوقہ کے رہنے والے ہیں ہم لوگ بالکل سادے سادے اور صرف راہ حق کے تلاش کرنے والے ہیں کسی فریق یا پارٹی سے ہمیں کوئی لگاؤ یا تعلق نہیں آپ کے حکم پر ہمیشہ گردن جھکانے کو تیار ہیں مگر ہم لوگوں میں اردو کی معمولی لیاقت کے اور علم نہیں ہے آپ کا ایک فتویٰ اول گجراتی کتاب میں چھپا ہے اور دوسری ایک تقریر مولوی علاء الدین صاحب پر آئی ہوئی چھپی ہے ان دونوں تقریروں کو سمجھنے کی ہم لوگ لیاقت نہیں رکھتے اس لیے خدمتِ عالیہ میں عرض کرتے ہیں کہ ہمارے اس قصیدہ میں چھبیس سیر گیہوں فی سیر ۸ روپیہ کے حساب سے اور نقد سوارہ پیہ اور ایک کلام اللہ شریف اتنی چیزوں کا جملہ اس طرح کرتے ہیں کہ جنازہ کا امام کچھ پڑھتا ہے کیا پڑھتا ہے وہ ہمیں معلوم نہیں بعد پڑھنے کے حاضر فقیروں میں تین دو رو کر دیتا ہے اور پھر وہ چیزیں امام وغیرہ بانٹ لیتے ہیں یہ جملہ شریعت کے مطابق ہے اور جائز ہے یا نہیں صرف مختصر جواب اردو و آسان نقلوں میں ہوگا تو بھی ہماری کافی تسلی ہوگی۔

الجواب

امام جنازہ جو کچھ پڑھتا ہے اگر اُس میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو (مثلاً یہ نہ ہو کہ اس میت کے گناہ ہم نے اپنے سر لیے یا اس کا عذاب و ثواب ہمارے ادب کہ ایسا کہنا شریعت میں حرام ہے) اور وہ لوگ جن پر اُن چیزوں کا دکر کرنا ہے فقیر محتاج ذکوۃ لینے کے قابل ہوں تو اس چھبیس سیر گیہوں کی جو قیمت وہاں اُس وقت بازار کے بھاؤ سے ہو اور اُس مصحف شریف کا جو دیہ وہاں اُس وقت ہو اور وہ سوارہ پیہ ان کے مجموعہ کو اُن دور والے محاسبوں نے صرف ذکوۃ کے سہ چند میں ضرب دینے سے جو حاصل ہو یہ مال جتنے نازدیکوں کا کفارہ ہو اُس قدر کا ہو گیا اگر میت پر زیادہ کفارہ تھا تو باقی اُس کے ذمہ رہا مثلاً وہ گیس تین روپے کے چوں اور وہ مصحف پڑنے میں روپے دیہ کا ہو تو

یہ اور وہ سو روپے مل کر سب سات روپے کا مال ہو اب اگر دور میں اس فقیر میں اور ان پرتین بار دور ہوا تو گویا تیس فقیروں کو سات سات روپے دیے گئے مجموعہ دو سو دس روپے ہوئے میت پر ناز روزے وغیرہ کا مطالبہ اگر اس قدر یا اس سے کم تھا تو سب ادا ہو گیا اور زیادہ کا تھا تو جتنا زیادہ تھا باقی رہا مثلاً اُس کے ناز روزوں کے حساب سے جتنے گھوٹے کفارہ کے ہوتے اُن کی قیمت وہاں اُس وقت کے بھاؤ سے ہزار روپے تھی اور یہ دو سو دس روپے ہوئے تو سات سو نو روپے کا مطالبہ سب پر رہا اور اگر دور والوں میں بعض وہ ہوں کہ اگرچہ فقیر بننے ہیں مگر مالدار ہیں حاجت اصلہ کے علاوہ چھپتے روپے کے مال کے مالک ہیں تو اُن کے شامل ہونے سے دور میں حرج نہ آئے گا فقط اتنا ہوگا کہ دور میں اُن کا شمار ہوگا مثلاً دس فقیروں پر دور کیا اور ان میں تین غنی تھے تو سات ہی پر دور سمجھا جائے گا صورت مذکورہ میں میں فقیروں کی جگہ اکیسٹا ہی رکھے جائیں گے اور دو سو دس روپے کی جگہ ایک سو سینتالیس روپے کا کفارہ ادا ہوگا ہاں اگر اُن میں کوئی بھی محتاج نہ ہو اسب غنی تھے تو بیشک کفارہ بالکل ادا نہ ہوگا غرض یہ حیلہ یا تو بالکل کافی ہے جبکہ میت پر مطالبہ اسی قدر یا اس سے کم ہو ورنہ ناسخ ضرور ہے جبکہ اُن دور والوں میں ایک بھی فقیر ہو کہ آخر کچھ نہ کچھ مطالبہ تو میت پر سے کم ہوا ہاں جیسے بہت عوام دور ہی نہیں کرتے ایک صفحہ شریف پڑھا اور سمجھ لے کہ عمر بھر کا سب کفارہ ادا ہو گیا یہ محض عمل باطل ہے یہ ہیں یہاں جب پورے مطالبہ کے قدر نہ ہو تو اُس سے بالکل ادا سمجھ لینا غلط و باطل ہے پھر بھی اس سے اُس حیلہ کا جتنا فائدہ ہے زائل نہیں ہوتا بعض کو کل سمجھ لینا اُن کی غلطی ہے جیسے کسی کے ہزار روپے زید پر قرض ہوں اور زید سو روپے ادا کرے اور سمجھ لے کہ سب ادا ہو گیا تو یہ اُس کی غلطی ہے مگر اس غلطی کے سبب وہ سو روپے جو ادا کیے باطل نہ ہو جائیں گے وہ فائدہ اسے حاصل رہے گا کہ اب ہزار کی جگہ نو سو کا مطالبہ اُس پر رہا بہر حال اُس میں فائدہ ضرور ہے مگر اُس طرح کی کوئی خلاف شرع بات نہ کہی جاتی ہو جس کی مثال اوپر گزری بغیر اس کے اُسے مطلقاً ناجائز بتانے والا محض غلط ہے

الہیۃ مسلمانوں کو مناسب یہ ہے کہ وہ طریقہ دور کا کریں جس سے میت پر سے باذنہ تعالیٰ سب مطالبہ ادا ہو جائے اس کا بیان ہمارے قوی میں مفصل موجود ہے اور اُس پر اعتراض کہ قرآن مجید کا صدقہ حرام بلکہ کفر ہے جل وحات ہے ورنہ مسکین طالب علم کو قرآن مجید دینا حرام و کفر ہو اُسے صدقہ کہہ کر دے ہر کے جب بھی تو صدقہ ہی ہوگا جیسا کہ فقہا تصریح فرماتے ہیں رحمۃ میں ہے الہیۃ للفقیر صدقۃ والصدقۃ علی الغنی ہبۃ اور محققین کے نزدیک یہاں نفس قربت موثر دان کان الاثر اشد مع الاسقاط فتح القدیر میں ہے الذی نفعہ ان کلامہم التقرب والاسقاط موثر بقرآن مجید وقت کہنے کا جواز کتب مذہبوں میں مصرح ہے ورنہ میں ہے وفي الدار وقف مصفا علی اہل مسجد للفقرة ان یحصون جازون وقف علی المسجد جازون فیہ رد المحتار میں ہے قوله ان یحصون جازون هذا الشرط مبني علی ما ذکرہ شمس الانکس من الضابط وهو انه اذا ذکر للوقف مصرفاً لا بد ان یکون فیہم تنصیل علی الحاجة حقیقۃ کالفقراء او استعمالا بین الناس کالیتامی والزمی لان الغالب فیہم الفقیر فیصیحہم للاغنیاء والفقراء منهم ان كانوا یحصون والا فلفقرا لہم فقط وقت بھی صدقہ ہی ہے بلکہ صدقہ جاریہ سکرہ حتی کہ اگر خاص چندا غنیا پر ہو جب بھی اُس کا آخر فقر کے لیے ہونا لازم صحیح بخاری و صحیح مسلم میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ان عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما اصاب ارضاً یخیر فانی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یستامرہ فیہا فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان شئت حبست اصلہا و تصدقت بما قال فصدق بما لزمہ لا یباع ولا یوہب ولا یورث و تصدق بما فی الفقراء و فی القربی و فی الرقاب و فی سبیل اللہ و ابن السبیل و الضیف یہ حدیث

محرر المذہب سیدنا امام محمد نے مبسوط میں یوں روایت فرمائی اخبرنا صفی بن جویہ **مولیٰ عبد اللہ بن عمران عمرو بن الخطاب** کان له ارض تدعى شفا و كان فخلا ففيسا فقال يا رسول الله انى استغفرت مالا هو عندى نفيس انا تصدق به فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم تصدق باصله لا يباع ولا يوهب ولا يورث ولكن تنفق ثمرته فتصدق به عمر فى سبيل الله وفى الوقاب والضعيف والمساخر ولا بن السبيل ولذى القربى الحديث صحيح بخارى کے بھی بعض طرق میں بالفاظ امام محمد ہے تصدق باصله لا يباع الحديث، انفق کیا کہتے ہیں اُس صحت میں جبکہ مثلاً کوئی اہل خیر کو مصحف شریف اُن کے مدرسہ یا یتیم خانے میں بھیج کر ان میں غرباء کے بچے اور یتیمی پڑھا کر یں اُس کا یہ فعل حسن و باعث ثواب ہے یا حرام و موجب عذاب بلکہ معاذ اللہ کفر اور اگر اُس نے نذر مانی ہو کہ اللہ تعالیٰ کے لیے دس مصحف شریف قرآن سلیمین کو دوں گا تو یہ نذر حلال ہے یا حرام و کفر اور اگر وصیت کی ہو کہ میری ملک کے معاصرت میرے بعد قرآن سلیمین کو دیدے جائیں اور وہ ثلث مال سے لائے نہ ہوں تو یہ وصیت صحیح یا باطل اور یہ دینا وصی پر واجب ہے یا حرام پھر یہ حکم صرف مصحف شریف کے لیے ہے یا کتب حدیث و فقہ کے لیے بھی طرہ یہ کہ انفق کے امام الطائفة گنگوہی کے فتاویٰ حصہ ۳ میں ہے سوال خرید کر قرآن شریف دینا درست ہے یا نہیں **الجواب** زکوٰۃ کے روپے سے قرآن کتاب کپڑا وغیرہ جو کچھ خرید کر دیدیا جائے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے اہ باع یہ ہے کہ انفق حقیقت امر سے غافل ہیں جو اس کی تحقیق بازغ کا طالب ہو ہمارے فتاویٰ کی طرف رجوع کہہ وباللہ التوفیق واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - اور ہاں رامپور مدرسہ حبیب اللہ بیگ جماعت مولوی فاضل اور ٹیل کالج، مار ستمبر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طریقہ اسقاط جو ملک افغانستان میں مروج ہے وہ شرعاً ثابت اور حتم ہے یا نہیں اگر ثابت ہے تو اُس کی کیا دلیل ہے اور فدیہ صوم اگرچہ منصوص ہے لیکن فدیہ صلاۃ پر کون سی نص ہے اور یعنی دو زبان قرآن کچھ ستر وک احمل ہے اور یہ ہندوستان میں کیوں مروج نہیں بر تقدیر ثانی یہ عبارت فتاویٰ سمرقند یہ کی بالکل غلط ثابت ہوئی ہے ۱۱ یہ ہے لما صنف الامام الربانی محمد بن حسن الشیبانی کتاب الحیل فی کل باب انکر علیہ علماء البغداد بلغوا ثلاث الفیة البغدادی فقال الخلیفة ارسل الی ذلک فان کان موافقا لاصول فیہا والا فخرقہ فقال ان العلماء احسادوا وانکروا احسادا فجاء الامام بن ذکوان الی الخلیفة فظہر فیہ فتعجب فطلب العلماء وقال انظروا فیہ بعد وقت النظر من غیر حسد فلما رأوہ قالوا فقد احسن محمد ضاعت اللہ اجرہ الی الابد ثم سئل الخلیفة عن الامام من ای اصل اخرجت تلك المسائل قال اخرجت من قصة ایوب و یوسف وسنة حلیۃ الرباء والحما فقال الخلیفة للعلماء من انکروا الحلیۃ فقد انکروا القرآن والحمد یدہ واجماع العلماء فالتمس یرواجب علیہ فلما حول ورقۃ وقع التمر علی حلیۃ الاسقاط فقال الامام اسهل طریقۃ ان یتبع الوارث علی الفقیر مصحفا قابل القراءة ثم یحب الفقیر للوارث ثم یتمر علیہ حتی یتزلزل اللہ یجعل فدیۃ الصوم والصلوۃ والزکوۃ ویزہا فقال العلماء قلت قولنا حسنا باریک اللہ فی عمرک فاكتب فی کتابک فكتب الامام تلك الحلیۃ فی کتابہ فتشاع فی زمان الخلیفة الدالبرسر الامام الغزالی قال الشارح السمرقندی حد ثنا عباس بن سفیان عن ابن عتبۃ عن ابن عوف عن محمد بن عبد اللہ

قال قال عمرایما المؤمنون اجعلوا القرآن وسيلة لنجاة الموتي فتعلقوا وقولوا اللهم اغفر لهذا الميت لبعزة القرآن وتنا لولا
بايد یکم و فعل عمر فی اخر خلافتہ فی وفاة امرأة ملقبة بالحبيبة بنت عریب زوجة ملاب لجزء من القرآن فمأوا الى عمرو لم
یشهر فی خلافة عثمان ثم اشتهر فی خلافة هارون الرشید من غیر انکار دوران القرآن بحيلة الاسقاط فاصله ثابت عن عمرو
هذا وان لم یذکر فی کتب المشهورة من الاحادیث ولكن مشهور فی بعض الکتاب من التواریح بسند قوى كما قال المؤرخ اللبيب
صاحب الفتوح اخبرنا ابو عاصم عن ابن جریج عن ابن شهاب عن ابن سلمة عن ابن موسى قال فعل عمرو دوران القرآن لجزء منه
بحلقة عشرین رجلا بعد صلاة الجنائز لامرأة ملقبة بحبيبة بنت عریب زوجة ملاب لرجل من الانصار ما حفظنا
اسم فانکار مطلقة الحيلة کفر وعن حيلة الاسقاط فسئل لانه ثبت عمر اخبرنا سعيد عن ایوب عن جمیع عن عید الله
بن ابی بکر انه اوجد عمر بعد دوران القرآن بعد صلاة الجنائز انتمی فتاویٰ سموقندی من عتبة - نیز اس میں دوران قرآن کی نسبت
حضرت عمر کی طرف ہے وہ صحیح ہے یا نہیں اور اس کی سند کیسی ہے -

الجواب

ایسے المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر ان کے سوا اور حضرات سے جو کچھ روایات ہے سو وہ اس عبارت میں مذکور ہیں سب
باطل و افتراء ہیں نہ یہ عبارت فتاویٰ سموقندی میں ہے اس پر بھی افتراء ہے اور بے چارہ افتراء کرنے والا عربی عبارت بھی باقاعدہ نہ بنا سکا اپنی
ٹوٹی پھٹی جاہلانہ خرافات کو صحابہ و ائمہ کی طرف منسوب کیا مسئلہ دور عامہ کتب متداولہ مذہب میں مصرح ہے خود مصحف شریف سے ہوا
کسی مال سے مگر ہر بار کے دینے میں اتنا ہی بھرا ہوگا کہ بازاری نرخ سے دو مصحف شریف جتنے دیدہ کا ہے یہ جاہلانہ خیال کہ یہ تو بے بہا ہے
ایک ہی دفعہ میں اگلے پچھلے بلکہ سات پشت کے سب کفار ادا ہو جائیں گے محض جاہلانہ خیال باطل ہے کما بینا ہ فی فتاویٰ لبنا بسلا مزید
علیہ فدیہ صلاہ پر اگر چہ نص شارع علیہ الفضل الصلاہ والتسلیم نہ آیا نص مجتہد مذہب ہے وکفی بہ حجة والله تعالیٰ اعلم -

باب سُجُود السَّهْوِ

مسئلہ - ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علما دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص الحمد شریف پڑھ کر سوچتا رہا کہ کون سی سورت پڑھوں اور اس میں کچھ دیر لگ گئی
تو کیا حکم ہے - بینا و تجروا

الجواب

اگر بقدر ادائے رکن ای مع سنتہ کما فی الغنیۃ یعنی مثلاً جتنی دیر میں عین باربعین اللہ کہ لیتا اتنے وقت تک سوچتا رہا تو سجدہ
سہو لازم ہے ورنہ نہیں روا لختار میں ہے التفکر الموجب للسہو المزمع منه تاخیر الواجب او لو کن عن محله بان قطع الاشتغال

بالرکن ادا الواجب قدر اداء رکعت وهو الاصح اہم لخصاً واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۸۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام جمعہ کی نماز میں دوسری رکعت میں بعد فاتحہ کے واذکو فی الکتاب موسیٰ سے دوہنا تک کہ تین آیات قصار ہو گئیں پڑھ کر بند ہو گیا کسی قدر تامل کر کے پھر دوبارہ واذکو سے دوہنا تک پڑھا پھر بند ہو گیا پھر سب پاؤں تک پڑھ کر کچھ تامل کیا جب آگے کو نہ چلا رکوع کر دیا اس صورت میں امام پر سجدہ سہوا یا یا نہیں اگر آیا اور نہ کیا تو نماز فاسد ہوئی یا کیسی - بینوا توجروا -

الجواب

اگر ایک بار بھی بقدر ادا رکعت یعنی تین بار سجدہ کی مقدار تک تامل کیا سجدہ سہوا واجب ہوا ردالمحتار میں ہے التفکر الموجب للسهو ما لزم منه تاخیر الواجب ادا الرکن عن محلہ بان قطع الاشتغال بالرکن ادا الواجب قدر اداء رکعت وهو الاصح اگر دیکھا نماز مکروہ تحریمی ہوئی جس کا اعادہ واجب درمختار میں ہے تعاد وجوباً فی العمد والسهو ان لم یسجد لہ اصل حکم یہ ہے مگر علماء نے جمعہ وعیدین میں جبکہ جمع عظیم کے ساتھ ادا کیے جائیں بخلاف فقہ سجدہ سہوا ترک اولیٰ رکھا ہے درمختار میں ہے السہو فی صلاۃ العید والجمعة والکتوبة والتطوع سواء والمختار عند المتأخرین عدمہ فی الاولیین لدفع الفتنة کما فی جمعة البحر وقرۃ المصنف وبہ جزم فی الدرس ردالمحتار میں ہے فی جمعة حاشیۃ ابی السعود عن العزمیۃ انه لیس المراد عدم جوازہ بل الاولیٰ ترکہ لئلا یقع الناس فی فتنة بس جہاں جمعہ بھی جامعہ عظیم سے نہوتا ہو بلا شہد سجدہ کرے اگر دیکھا اعادہ کرے اگر وقت نکل گیا نظر پڑھیں ردالمحتار میں ہے قیدہ الوافی بما اذا حضر جمع کثیر والا فلا داعی الی الترتیب اسی میں ہے المرجح وجود الاعادہ فی الوقت وبعده واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نماز جمعہ رکعت اول میں بقدر ما یجوز بہ الصلاۃ کے پڑھ کر ایک منٹ سے زیادہ ساکت رہا اور بعد تمام کرنے نماز کے سجدہ بھی نہ کیا جب لوگوں نے کہا تم نے سجدہ سو نہیں کیا تو جواب دیا کہ مسئلہ اسی طرح ہے جیسا میں نے کیا آیا یہ قول زید صحیح ہے یا غلط اور وہ نماز کامل ہوئی یا ناقص - بینوا توجروا

الجواب

ایک منٹ تو بہت ہوتا ہے اگر بقدر تین تسبیح کے بھی ساکت رہا تو سجدہ سہوا لازم ہے - اصل حکم یہی ہے ردالمحتار میں خاص اس کی تصریح ہے مگر نماز جمعہ میں جبکہ ہجوم نادیاں کثیر ہو سجدہ سہوا قطع کر دیا گیا ہے کافی ردالمحتار ایضاً پس اُس نماز میں ہجوم کثیر تھا تو زید نے سجدہ سہوا ترک بجا کیا اور اگر تھوڑے آدمی تھے تو بیجا اور سخت بیجا اور وہ نماز ناقص ہوئی ظہر اعادہ کریں - واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جمل مجدہ

انقدا حکم -

مسئلہ - در رکعت تراویح کی نیت کی قدر اولیٰ بول گیا تین پڑھ کر بیٹھا اور سجدہ کیا تو نماز ہوئی یا نہیں اور ان رکعتوں میں جو

قرآن شریف پڑھا اس کا اعادہ ہو یا نہیں اور چار پڑھ لیں تو یہ چاروں تراویح ہوئیں یا نہیں۔ بدینہ توجہ

الجواب

صورت اولیٰ میں مذہب اصح پر ناز نہ ہوئی اور قرآن عظیم جس قدر اس میں پڑھا گیا اعادہ کیا جائے فی رد المحتار لو تقطوع بثلاث بقعدة واحدة کان یبغی الجواز اعتبارا بصلوة المغرب لکن الاصح عدمہ لانه قد فسد ما اتصلت به الفعدة وهو الركعة الاخيرة لان الثقل بالركعة الواحدة غیر مشروع فیفسد ما قبلها اور چار پڑھ لیں اور قعدہ اولیٰ نہ کیا تو مذہب مفتی بہ پر یہ چاروں وہی رکعت کے قائم مقام گنی جائیں گی باقی اور پڑھ لے کما صحیح بہ فی رد المحتار عن الفخر العافق عن الزاہدی اور دونوں قعدے کیے تو قطعاً چاروں رکعتیں ہو گئیں ولا کراہۃ ایضا کما یفیدہ التعلیل المذکور فی رد المحتار نعم لا فضل فیہا مفتی مفتی کما لا یخفی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - اگر امام پر سہو ہوا اور وہ سجدہ دیکرے تو مقتدیوں کی ناز صحیح اور ان پر سے سجدہ سہو سا نظر ہو جائے گا یا نہیں۔ بدینہ توجہ

الجواب

یشک فی التذویر یجب (ای سجدۃ السہو) علی منفرد و مقتدی سہو امامہ ان سجد امامہ اہم منقطعاً قلت فالشرط یضد انہ ان لم یسجد الامام لم یجب علی المقتدی وبالسقوط صح فی البحر الرائق نعم لقی نقصان یشہر ان یعید الانجبارۃ ان اطلع علیہ وهذا الاینا فی الصحة اذا صحیح یقابل الفاسد والفاسد هو الباطل فی العبادات کما صرح بہ ائمتنا فی غیر ما کتاب واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ناز فرض یا وتر میں پہلا قعدہ بھول کر کھڑا ہو گیا یا کھڑے ہونے لگا تو اس صورت میں کیا حکم ہے لوٹ آئے یا نہ لوٹے اس کا کھڑا ہو گیا یا کھڑا ہونے کے قریب تھا اس کے بعد لوٹ آیا تو ناز ہو جائے گی یا نہیں اگر ہو جائے گی تو سجدہ سہو واجب ہو گا یا نہیں۔ بدینہ توجہ

الجواب

اگر ابھی قعدہ سے قریب ہے کہ پیچھے کا آدھا بدن ہنوز سیدھا نہ ہونے پایا جب تو بالاتفاق لوٹ آئے اور مذہب اصح میں اس پر سجدہ سہو نہیں اور اگر قیام سے قریب ہو گیا یعنی بدن کا نصف زیریں سیدھا اور پیٹھ میں خم باقی ہے تو بھی مذہب اصح و اسراج میں پڑھ آئے ہی کا حکم ہے مگر اب اس پر سجدہ سہو واجب اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو پلٹنے کا اصل حکم نہیں بلکہ ختم ناز پر سجدہ سہو کر لے پھر بھی اگر پڑھ آیا بہت بڑا کیا گنہگار ہوا یہاں تک کہ حکم ہے کہ فوراً کھڑا ہو جائے اور امام ایسا کرے تو مقتدی اس کی پیروی ذکر میں کھڑے رہیں یہاں تک کہ وہ پیر قیام میں آئے مگر مذہب اصح میں نازیوں بھی نہ جائے گی صرف سجدہ سہو لازم ہے کافی تنویر الاضداد والدر المختار وسد المحتار (تجاء عن القعود الاول من الفرض) ولو علیما اما الثقل فیعود ما لم یقرب یا سجدۃ (ثم تذکرۃ عادالیہ) وتشہد ولا سہو علیہ فی الاصح

(مالہ لیستقم قائما) فی ظاہر المذہب وهو الاصح فتح یعنی اذا عا د قبل ان لیستقم قائما وکان الی القعود اقرب فلا یسجد علیہ فی الاصح وعلیہ الاکثر واذا عا د وهو الی القیام اقرب فعلیہ سجد السہو کما فی نور الایضاح وشرحہ بلا حکایۃ خلاف فیہ وصحیح اعتبار ذلک فی الفتح بما فی الکافی ان استوی النصف الاسفل وظہرہ بعد منحن فهو اقرب الی القیام وان لم یستوفھو اقرب الی القعود وان استقام قائما لا یعود وسجد السہو فلو عا د الی القعود لا یفسد لکن یكون مسیدا و یا ثم کما فی الفتح فلو کان اماما لا یعود معہ القوم تحقیقا للمخالفة ویلزمہ القیام للحال شرح المذنبۃ عن القنیتۃ - ویسجد لتاخیر الواجب وهو الحق بحجراہ ملخصا والله تعالی اعلم۔

مسئلہ - ۴، ربیع الآخر شریف ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قعدہ خیرہ کے بعد گمان ہوا کہ یہ قعدہ اولی تھا کھڑا ہو گیا اور قبل سجدہ کے یاد آ گیا تو اب عود کر کے دوبارہ التحیات پڑھ کر سجدہ سو میں جائے یا ویسے ہی سجدہ کر چلا جائے۔ بینوا توجروا

الجواب

عود کر کے بیٹھا چاہیے اور سجدہ سو میں چلا جائے دوبارہ التحیات نہ پڑھے فی الدرا المختار وان قعد فی الرابعۃ مثلاً قعد بالشہد ثم قام عاد وسلم قائما صحیحاً المختار میں ہے قولہ ثم قام ای ولم یسجد قولہ عاد وسلم ای عاد للجلوس وفیہ اشارۃ الی انہ لا یعید الشہد وبہ صوح فی الجہوقال فی الامداد والعود للتسلیم جالساً سنۃ لان السنۃ للتسلیم جالساً والی والله تعالی اعلم۔

مسئلہ - از شہر کتبہ بریلی ۱۱ جمادی الآخر ۱۳۱۴ھ

چہ می فرماید علمائے دین دریں مسئلہ کہ ترک آورد قعدہ اولی را لیکن باستان نزدیک تر شد آن گاہ نشست باز باقی نماز گزار در دریں حال نماز او جائز است یا نه۔ بینوا توجروا

الجواب

بیر کہ در فرض یا وتر قعدہ اولی فراموش کردہ استادہ تا بتامہ ایستادہ نفوذ بیوئے قعود رجوعش باید پس اگر هنوز بقعود اقرب بود سجدہ سو نیست و اگر بقیام نزدیک تر شدہ باشد سجدہ سو لازم آید تا نیمہ زیریں از بدن انسان راست نشدہ است بہ نشستن نزدیک است و چون این نصف راست شد و پشت هنوز خمیدہ است باستان فریب است و اگر بتامہ راست ایستاد آن گاہ نشستن روا نیست اگر بقعدہ اولی باز دیگر دو گنگا رشود راجح آنست کہ نماز دریں صورت ہم از دست زود و سجدہ سو واجب شود فی در المختار سما عن القعود الاول ولو علیاً ثم تذکرة عاد الیہ ولا سہو علیہ فی الاصح مالہ لیستقم قائما فی ظاہر المذہب وهو الاصح فتح وان استقام قائما لا یعود فلو عاد لا یفسد لکن یكون مسیئاً ویسجد لتاخیر الواجب وهو الاصح کما حققہ الکمال وهو الحق بحجراہ مخفیاً و فی در المختار قولہ ولا سہو علیہ فی الاصح یعنی اذا عا د قبل ان لیستقم قائما وکان

الی القعود اقرب فانه لا یجوز علیہ فی الاصح وعلیہ الا کثرا ما اذا عاود و هو الی القيام اقرب فعلیہ سجود السهو کما فی ذوالالبیاح و شرحہ بلا حکایۃ خلاف فیہ و صحیح اعتبار ذلک فی الفتح بما فی الکافی ان استوی النصف الاسفل وظهرہ بعد منحن فوا قرب الی القيام وان لم یستتم فوا قرب الی القعود وله لکنہ یكون مسیئا ای و یا ثم کما فی الفتح فلو کان اماما لا یجوز معہ القوم تحقیقا للمخالفة و یلزمہ القيام للحال شرح المنیۃ عن القنیۃ ام ملقطا والله سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۲۲، شوال مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی امام بھول کر سجدہ سو کر لیا تو اس صدمت میں نماز امام و مقتدیان اور بعد سجدہ سو کے جو مقتدی نے ان سب کی نماز کیسی ہوگی اور حقیقت میں سو نہیں تھا۔ بینوا توجروا

الجواب

امام و مقتدیان سابق کی نماز ہوگئی جو مقتدی اس سجدہ سو میں جانے کے بعد نے ان کی نماز نہیں ہوئی کہ جب واقع میں سو نہ تھا دین اسلام کہ امام نے پھر ختم نماز کا موجب ہوا یہ سجدہ بلا سبب لغو تھا تو اس سے تحریر نماز کی طرف عود نہ ہوا اور مقتدیان مابعد کو کسی جز نماز میں شرکت امام نہ ملی لہذا ان کی نماز نہ ہوئی و لہذا اگر سجدہ سو میں بیوقوف اتباع امام کو بے سجدہ معلوم ہو کہ یہ سجدہ بے سبب تھا اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کہ ظاہر ہو کہ محل افراد میں اقترا کیا تھا ہاں اگر مسلم نہ ہوا تو اس کے لیے حکم فساد نہیں کہ وہ حال امام کو صلاح و صواب پر حمل کرنا ہی چاہیے در مختار میں ہے سلام من علیہ سجود سہو یخرجہ من الصلاۃ خروجاً موقوفاً ان مسجد عاد الیہا والا لا بد المختار میں ہے انہ اذا سجد وقع لغوا فکانہ لم یسجد فلم یعد الی حرمة الصلوۃ خزائنہ المفتیین میں فتاویٰ قاضی خاں سے ہے اذا نحن الامامان علیہ تھوا فیسجد للسہو وتابعہ المسبوق فی ذلک ثم علم ان الامام لم یکن علیہ سھو الا شھان صلاتہ نقصد وان لم یعلم انہ لم یکن علی الامام سھو لم نقصد صلاۃ المسبوق مطلقاً علی مرافی الفلاح میں ہے ہا مختار کذا فی المحیط۔ والله تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ماہر سر رشته پلہس مرسلہ سید جعفر حسین صاحب مقررہ رشتہ ۱۹، محرم الحرام ۱۳۱۸ھ

زید نماز مغرب میں اخیر رکعت میں اگر جماعت میں شرکت ہو خالد جو امام تھا ایک طرف سلام پھیر کر سجدہ سو میں چلا گیا اب زید ایک طرف سلام پھیر کر سجدہ سو میں جائے یا بدوں سلام کے سجدہ کرے بعضے علما کہتے ہیں کہ اگر اس نے بھی قصد سلام پھیرا تو نماز مسبوق کی فاسد ہوگئی اور اس پر فتویٰ دیدیا ہے اور بعضے فضلا فرماتے ہیں کہ اگر نماز کے اخیر سلام میں بیوقوف نے امام کے ساتھ عدا سلام پھیر دیا تو نماز فاسد ہوگی ورنہ نہیں اور شامی اور بحر الرائے وغیرہا میں جو روایت لکھی ہے وہ در باب اخیر سلام ہے نہ در باب سلام سہو اور فریقین کی دلیل یہی دونوں کتاب کی روایت ہے اس کا فیصلہ چاہیے یا پھر وہ کے علماء سے بخوبی فیصلہ جس سے تسلی ہو نو سکا۔ بینوا توجروا

الجواب

حکم مسئلہ میں قول اول صحیح ہے فی الواقع مسبوق سلام سے مطلقاً ممنوع و عاجز ہے جب تک وقت شدہ رکعات ادا نہ کرے امام سجدہ سو سے قبل یا بعد جو سلام پھیرتا ہے اس میں اگر قصد اس نے شرکت کی تو اس کی نماز جاتی رہے گی کہ یہ سلام عہدی اس کے

خلال نماز میں واقع ہوا ہاں اگر سو اُپھیرا تو نماز نہ جملے گی لکن نہ ذکر اُمن وحہ فلا یجعل کلاماً من غیر قصد وان کان الحمد والخطا والسہو کل ذلک فی الکلام سو اُ کما حققہ علماء نارحمہم اللہ تعالیٰ بلکہ وہ سلام جو امام نے سجدہ سو سے پہلے کیا اگر مسبق نے سو اُ امام سے پہلے خواہ ساتھ خواہ بعد پھیرا یا وہ سلام جو امام نے سجدہ سو کے بعد یا بلا سجدہ سو غرض بالکل ختم نماز پر کیا اگر مسبق نے سو اُ امام سے پہلے یا مثلاً وقفہ اُس کے ساتھ پھیرا تو ان صورتوں میں مسبق پر سو بھی لازم نہ ہوا کہ وہ ہنوز مقتدی ہے یا مقتدی پر اس کے سو کے سبب سجدہ لازم نہیں ہاں یہ سلام اخیر اگر امام کے بعد پھیرا تو اس پر سجدہ اگرچہ کر چکا ہو دوبارہ لازم آیا کہ اپنی آخر نماز میں کرے گا اس لیے کہ اب یہ منفرد ہو چکا تھا خزانۃ المفتین میں شرح مختصر امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے ہے علیہ سجدۃ من صلب الصلاۃ سلم وھو ناس لھا ثمر تدکر فانه بهذا السلام لا ینحرج عن حرمة الصلاۃ بالاجماع حتی صم الاقتداء وان عاد الامام وسجد یسجد ہذا المقتدی معہ علی طریق المتابعۃ ولا یعتد بحدۃ السجدۃ لانه لم یدرک الركوع ویستشهد مع الامام ولا یسلم اذا سلم الامام ویسجد سجدۃ فی السہو مع الامام فاذا سلم الامام ثانیاً لا یسلم ھو لاضابل یقوم الی قضاء ما سبق اھ باختصار دیکھو مسبق کو سجدہ سو سے قبل وبعد دونوں وقت سلام سے منع فرمایا حلیمہ شرح منیہ للامام ابن امیر الحاج میں ہے موافقۃ المقتدی المدرک للامام فی سجود السہو ظاہر واما المسبق فلا یتابعہ بالسلام للخروج عن الصلوۃ وقد یجی علیہ اركان الصلوۃ یتابعہ فی سجود السہو عن ابواہیم النخعی انہ لا یسجد بسہو اصل لان محل السہو بالسلام وانہ لا یتابعہ فیہ فلا یتصور المتابعۃ فی السہو ولنا ان سجود السہو یؤدی فی تحویۃ الصلاۃ فکان فی الصلاۃ باقیہ واذا بقیت التہیۃ فیتابعہ فیما یؤدی من الافعال محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں لو سبق الامام السامی الحدیث بعد سلامہ استخلف لیسجد الخلیفۃ کما لو بقی علیہ التسلیم ولیس للسبق ان یقدم فی ہذا الاستخلاف لانه لا یقدّر علیہ اذ محله بعد السلام وھو غیر قادر علی السلام وانما یسجد قبل السلام حالۃ الاقتداء بمن یسجد قبلہ وھو هنا قد صار اماماً المستخلف ومع ہذا لو تقدم لم یفسد لانه یقدّر علی الاتمام فی الجملة بان یتأخر و یقدم مدارک الی سلم یسجد ویسجد الخلیفۃ المسبق معہ لانه الان مقتدی ثم یقوم الی قضاء ما سبق بہ الخ وہی عبارت بحر الرائق کہ بعد بیان اس امر کے کہ مسبق سجدہ سو میں امام کی میت کرے گا فرمایا ثم المسبق انما یتابع الامام فی السہو لا فی السلام فیسجد معہ ویستشهد فاذا سلم الامام قام الی قضاء فان سلم فان کان عامداً فسدت والا فلا ولا یسجد علیہ ان سلم قبل الامام او معہ وان سلم بعدہ لزمہ لکونہ منفرداً حیثین اسی طرح اُس سے رد المحتار میں ہے حیث قال قولہ والمسبق یسجد مع امامہ قید بالسجود لانه لا یتابعہ فی السلام بل یسجد معہ ویستشهد الخ اس میں تحقیق و قول فیصل یہ ہے کہ ان سلم بعدہ سے یقیناً سلام اخیر مراد ہے جس کے بعد سجدہ نہیں کیا اُس سے پہلا سلام جس کے بعد امام نے سجدہ سو کیا اگر مسبق سو اُ امام کے بعد بھی پھیرے گا اُس پر سو لازم نہیں ہو سکتا کہ وہ اب بھی مقتدی ہے تو لکن نہ منفرداً حیثین وہاں صادق نہیں اور قول بحر الرائق فی السلام و قول شامی قید بالسجود لانه لا یتابعہ فی السلام میں یا تو نظر باطلاق لفظ وعموم حکم مطلق سلام مراد ہے خواہ سجدہ سو سے پہلے ہو یا بعد یا بقرینہ مقام سلام قبل سجدہ سو مراد لیجی یعنی سجدہ سو میں مسبق

بھی اگرچہ متابعت امام کہے گا مگر فقط سجدے میں شریک ہوگا و لہذا متابعت میں سجدہ کی قید لگا دی کہ پیروی اسی پر مقصور ہے سلام میں ہونے
 متابعت نہیں کر سکتا و ہذا معنی واضح جلی یسین الی الذہن اول ما یسمع ہذا الکلام اذا صفت القیحة عن ظلام الازہام
 اور اُسے خاص سلام اخیر بعد سجدہ ہو پر حمل کرنا محض بہ دلیل ہے جس پر اصلاً قرینہ نہیں بلکہ ظاہر قرینہ اُس کے خلاف کی طرف مشیر
 کمالاً یحییٰ علی العارث البصیر باقی دو جگہ جو فقط ان سلم واقع ہے اگر سیاق سخن و نظم کلام دیکھئے تو وہ بھی مثل ان سلم بعدہ
 سلام اخیر بعد سجدہ ہو میں ہیں کہ اذا سلم الامام سے یقیناً یہی سلام اخیر مراد ہے جو یسجد معہ و یتشهد کے بعد اور قام الی الفضأ
 اُس سے متصل ہے تو کلام آتی اسی صورت کی طرف ناظر ہونا زیادہ متبادر ہے خصوصاً ان تحقیقوں میں ایک شق ان سلم بعدہ بلا شہرہ مخفی
 بسلام آخر ہے اور حکم پر نظر کیجئے تو دونوں ان سلم توسط میں جو بیان ہے سلام قبل سجدہ و بعد سجدہ دونوں کو عام ہے کما اشارنا الی
 کل ذلک علامہ سید موطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حاشیہ مرقا فی الفلاح میں قول شارح ان سلم مع الامام مقدار نالہ او قبلہ ساہیا
 فلا سہو علیہ لانہ فی حال اقتدائہ وان سلم بعدہ یلزمہ السہو لانہ منفرد کی یہی شرح فرمائی حدیث قال ولہ وان سلم
 مع الامام الخ سواء فی ذلک تسلیمة التحلیل الاولی و تسلیم یسجد السہو لظہور العلة فی ذلک و قوله وان سلم بعدہ ای
 بعد سلام الامام من سجدہ السہو فقط اما سلامہ بعد سلام الامام الاول من الصلاة فلا یلزم بہ سہو لانہ لما سجد
 للسہو معہ عاد الی الاقتداء ولا سہو علی المقتدی قائل فیہ کلام

بالجملہ بردشامی کی ان عبارات سے فریق ثانی کا مسئلہ متراجمہ پر استدلال محض باطل اور فریق اول کا اُن سے استناد بوجہ طریق استمال گونہ ناکامل
 اور حکم مسئلہ میں حق فریق اول کے ساتھ ہے۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) چار رکعت نماز میں دربیانی قاعدے میں تشهد کے بعد سہو ہے اللہم صل
 کہاں تک پڑھے کہ سجدہ سہو واجب ہو جائے (۲) جماعت میں سجدہ سہو کے قبل کا سلام اس شخص کو جس کی ایک دو رکعت باقی ہے
 اور اس کو یہ معلوم ہو کہ یہ سلام اختتام نماز کا ہے یا سجدہ سہو کا ہے چاہیے یا نہیں۔

الجواب

(۱) اللہم صل علی محمد و آلہ یفتی واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم (۲) جائز نہیں اور اگر قصد ابھیرے گا تو نماز ناجائز ہے
 لوقوعہ خلال صلاتہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۱۰ جمادی الاول ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قاعدہ اول میں شک ہو اگر یقین نہیں اور سجدہ سہو کیا اب نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینا توجروا

الجواب

جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۲۵ ربیع الاول شریف ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے جہری نماز میں بعد الحمد قبل سورۃ اتنی دیر سکوت کیا کہ چھوٹی سورت پڑھ لیتا اس صورت میں کیا حکم ہے۔

الجواب

الحمد شریف کے بعد امام نے سانس لیا اور آمین کہی اور شروع سورت کے لیے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی اور بسم اللہ کو خوب تریل سے ادا کیا تو اس قدر میں ایک سورت چھوٹی پڑھنے کی ضرورت پڑ ہو جائے گی مگر اس میں حرج نہیں بلکہ پسب باتیں مطابین سنت ہیں ہاں اگر ان کے علاوہ محض سکوت اتنی دیر کیا کہ تین بار سخن اللہ کہہ لیتا تو یہ سکوت اگر برائے فکر تھا کہ سوچنا رہا کہ کیا پڑھوں تو سجدہ سہوا واجب ہے اگر نہ کیا تو اعادہ نماز کا واجب ہے اور اگر وہ سکوت عمداً بلا وجہ تھا جب بھی اعادہ واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۲ھ

چہ می فرماید علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس صورت کہ ایک شخص نماز فرض پڑھتا ہے اور اُس نے سہواً پچھلی دو رکعت میں بھی بعد الحمد کے ایک ایک سورت پڑھی بعد سلام پھر اب اُس کی نماز فرض ہوئی یا سنت جیسا ہو ویسا ہی ارقام فرمائیے اور اگر وہ سجدہ سہوا کر لیتا تو کیا اُس کی نماز فرض ہو جاتی یا نہیں۔ بیّنوا توجروا

الجواب

فرض ہوئی اور نماز میں کچھ غلط نہ آیا نہ اس پر سجدہ سہوا تھا بلکہ اگر قصداً بھی فرض کی پچھلی رکعتوں میں سورت طائی تو کچھ مضائقہ نہیں من خلاف اولیٰ ہے بلکہ بعض ائمہ نے اُس کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی فقیر کے نزدیک ظاہراً یہ استحباب تنہا پڑھنے والے کے حق میں ہے امام کے لیے ضرور مکرہ ہے بلکہ مقتدوں پر گراں گزرتے و حرام درمختار میں ہے ضمیر سورۃ فی الاولیین من الفرض وھل یکمرہ فی الاخریین المختار لا رد المختار میں ہے ای کا یکرہ تحویلاً بل تنزیہاً لانہ خلاف السنۃ قال فی المنیۃ وشرحھا فان ضمیر السورۃ الی القاضیۃ ساھیا یجب علیہ سجدۃ تا السہو فی قول ابی یوسف لتاخیر الکووع عن محلہ و فی اظہر الروایات لا یجب لان القاء فیہا مشروعۃ من غیر تقدیر کا اقتضار علی القاضیۃ مسنون کا واجب اھ و فی البحر عن فخر الاسلام ان السورۃ مشروعۃ فی الاخریین نقل و فی الذخیرۃ انہ المختار و فی المحیط وھو الاصح اھ والظاهر ان المراد بقولہ نقل ال الجواز والمشروعۃ بمعنی عدم الحکمۃ فلا ینافی کونہ خلاف الاولیٰ کما افادہ فی الحلۃ اھ ما فی رد المختار **اقول** لفظ الحلۃ ثم الظاہر باحتیاطاً کیفہا وقد تقدم من حدیث ابی سعید الخدری فی صحیح مسلم وبقیۃ انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقرأ فی صلاۃ الظهر فی الركعتین الاولین قد وثقتین آیۃ و فی الاخریین قد وثقتین عشرۃ آیۃ او قال نصف ذلک فلا جہد ان قال فخر الاسلام فی شرح الجامع الصغیر واما السورۃ فانہا مشروعۃ نقل و فی الاخریین حتی قلنا فی من قرأ فی الاخریین لم یلزمہ سجدۃ سہواً نعمی ثم یکن ان یقال الاولی عدم الزیادۃ و یحمل علی الخروج

وقراءتکم اسی حدیث کے مطابق حضرت ابن جبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث اول کی تفسیر فرمائی جو پہلے ذکر ہو چکی ہے اور جس کا ترجمہ کب سے نام حق میں سہو اور امام بزرگوار سے کیا گیا و نیز اس حدیث کے متعلق حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رفع سہو کے ساتھ رفع قراءۃ کے ذکر کرنے سے یہ اشارہ ہے کہ جیسا کہ معتدی پر ترک قراءۃ سے کوئی گناہ نہیں اسی طرح سہو کے ترک کرنے سے بھی کوئی گناہ نہیں اس کے بعد مترقائن کی عبارت مقدمۃ الذکر نقل کر کے فرماتے ہیں وقد علمت مفاد الحدیث افادۃ بعض الافاضل یعنی کہ مفاد حدیث کے مخالف ہے جو نہر سے منقول ہوا حدیث سوم علامہ شامی نے معراج الدرایہ سے نقل کیا ہے کہ عدم لزوم سجدہ سہو کے ثابت کرنے کے لیے بہتر ہے کہ اس حدیث سے استدلال کیا جاوے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی لیس علی من خلف الامام سہو حدیث چہارم حضرت قلب شمرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کشف الغمہ میں صغیر و رع فرماتے ہیں وکانوا لا یجحدون لسہوہم خلف الامام ویقولون الامام یحمل اوہامہ من خلفہ من المامومین وکذا لک کان یقول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من سہا خلف الامام فلیس علیہ سہو وامامہ کافیہ فان سہا الامام فعلیہ وعلی من خلفہ السہو انتھی جس سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان مبارک وامامہ کافیہ اور پھر اسی پر عمل صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم مخالف کے برخلاف کافی حجت ہے اگر مخالف ان احادیث متذکرہ بالا کے متعلق کہے کہ سہائے حدیث اول کے باقی احادیث کسی کتاب حدیث سے منقول نہیں اور نہ کوئی سند ذکر کی گئی ہے اور ان کے تالین حضرت قلب شمرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور طحاوی اور صاحب مراقی الفلاح اور صاحب معراج الدرایہ نقاد حدیث میں سے نہیں لہذا یہ احادیث قابل اعتبار نہیں تو اس کے جواب میں مجھے مختصر طور پر یہ کہنا ضروری ہے کہ حدیث اول کے متعلق مولانا علی قاری اور ابن جبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال اگر تمام حجت کے لیے کافی سمجھے گئے تو دوسروں کے مناقب بیان کرنے اور حفظ مراتب کے لیے موعظہ سے چنداں کوئی حاصل نظر نہیں آتا دوسرے یہ کشف الغمہ کے متعلق اس قسم کا خیال اس کتاب کے مقدمہ سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے جس میں فرماتے ہیں کہ کتب صحاح فلاں وفلاں سے یہ سب احادیث ماخوذ و منقول ہیں تیسرے یہ کہ ایسے عذرات اہل تحقیق کے نزدیک قابل وقت نہیں قال بعض الذکیا فالمتخار عندی جواز نقل الحدیث من الکتب الصحاح والحسان بلا شرط ومن غیرہا بشرط التیقن علی اہل العلم ومولفانہم وفی الاستبہاء من الفقہ الحنفی نقل السیوطی عن ابی اسحق الاسفرائینی الاجماع علی جواز النقل من الکتب المعتمدۃ بلا اشتراط للتصال السند الی مصنفیہا انتھی الغرض ان احادیث کے ہوتے ہی فقہاء کے اس قول سے کہ سجدہ سہو لازم نہیں ایسے معنی کا ارادہ کرنا جو احادیث کے برخلاف ہو تمام فقہاء پر حملہ کرنے کے علاوہ عمدتاً ترک عمل بالحدیث نہیں تو اور کیا ہے پس بہتر ہے کہ فقہاء کے کلام سے بھی وہی مراد ہو جو احادیث سے ثابت ہو سوال صاحب التمرقائن ثقات حنفیہ سے ہے پس یہ کس طرح گوارا ہو سکتا ہے کہ اس کی رائے کے برخلاف حکم کیا جاوے کہ کلام فقہاء کا مقفی ذکر اہم ہے اور نہ اعادہ جواب من ایمل ببلیتین فلیختر اھو نفھا صرف صاحب مترقائن کا خلاف بمقابلہ اس کے کہ سب فقہاء کے کلام احادیث کے برخلاف ہوا احادیث نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام پر عمل نہ ہو نہایت ہی آسان ہے ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا اس کے بعد میں ان چند مسائل اور روایت فقہاء کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں جس سے صاف

ثابت ہے کہ مقتدی پر سجدہ سو کے نہ کرنے کی وجہ سے اعادہ لازم نہیں (۱) بوجہ تلاوت کے باب میں فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر کوئی نہ
آیت سجدہ تلاوت کی تو سجدہ تلاوت لازم نہیں نہ ہو تم پر اور نہ امام پر اور نہ کسی دوسرے مقتدی پر اور اس کی دلیل صاحب شرح منیہ
وغیرہ نے بعینہ وہی لکھی ہے جو بوجہ سو کے لازم ہونے کی ہے یعنی ان سجدہ الامام یلزم انقلاب المتبوع تابعاً والا لزم الخلافۃ
لہ انتھی اگر اس دلیل کا مقصد ثبوت کراہت اور اعادہ صلاۃ ہو تو لازم آتا ہے کہ بوجہ تلاوت کے متعلق بھی ایسا حکم ہو حالانکہ یہاں
نہ اعادہ سجدہ تلاوت ہے اور نہ اعادہ صلوٰۃ (۲) فتاویٰ قاضی کی روایت مندرجہ ذیل سے مدعا ثابت ہے اور وہ یہ ہے اذاسہا
المقتدی لا یلزم سجود السہو انما یجب بالسہو والسبب انما یعمل عملہ اذا امکن اعتبارہ فی حق الحکم فاما اذا لم یکن اعتبارہ
فی حق الحکم کان ملحقاً بالعدم کما قال ابو حنیفہ و ابو یوسف فی تاوۃ المقتدی و حکما فی بیع المحجور و شرائہ
و ہذا لا یکن اعتبار سہو المقتدی فی حق الحکم و ہو وجوب سجدۃ السہو انتھی (۳) علامہ شامی مکتوب میں فرماتے ہیں
اس مسئلہ کے متعلق کہ جہاں بوجہ ساقط ہو جائے اعادہ لازم ہوتا ہے یا نہیں والذی یبغی انہ ان سقط بصدعہ کحدث عمد مثلاً یلزم
والا فلا تامل انتھی جس سے صاف ظاہر ہے کہ ما نحن فیہ میں اس لیے کہ سقوط سجدہ سو مقتدی کے اپنے فعل اختیاری سے نہیں ہوا
بلکہ اس لیے کہ امام کے پیچھے وہ ادا نہیں کر سکتا نہ قبل السلام نہ بعد السلام اعادہ واجب نہیں (۴) علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ص ۳ پر
فرماتے ہیں و یبغی تفتید وجوب الاعادۃ بما اذا لم یکن الترتیب بعد زکالامی او من اسلم فی اخر الوقت فصلی قبل ان یتعلم
الفاقتۃ فلا تلزم الاعادۃ انتھی جس سے عیاں ہے ما نحن فیہ میں بوجہ اس کے کہ ترک سجود بوجہ تغذر ہوا اکل صوح بہ الفقہاء
اعادہ لازم نہیں (۵) فی الدال المختار یجب علی منفرد و مقتد بسہو امامہ ان سجد امام لوجوب المتابعۃ انتھی فی رد المختار
قولہ ان سجد امامہ اما لو سقط عن الامام بسبب من الاسباب بان تکلم او احدث متعمداً او خرج عن المسجد فانه یسقط
عن المقتدی بحجۃ الظاہر ان المقتدی تجب علیہ الاعادۃ کا الامام ان کان السقوط بفعلہ العمد ففقہ والنقصان بلا حجاب
من غیر عذر تامل انتھی ما نحن فیہ میں اگرچہ مقتدی کا اپنا سو ہے نہ سو امام لیکن جبکہ سجدہ سو کے ساقط ہونے میں عمد کو دخل نہیں
لہذا اعادہ بھی واجب نہیں (۶) آج تک اعادہ صلاۃ کا عمل ناسمجع ہے اگر وجوب اعادہ سے حکم کیا جائے لو کہ با نمازیوں کی نمازیں ناہتمام
وتباہ ہو جاتی ہیں اور نمازی تارک صلوٰۃ اور آثم ٹھہرتے ہیں حالانکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الذین یسر و یسر
فرماتے ہیں یسر و اولانفس و اولابشر و اولاتنق و ایماں تک کہ فقہاء کے نزدیک مختار یہ ہے کہ صلاۃ عید و جمعہ میں بجز سہو و نہ کیا جائے
دفعاً للفتنۃ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وانا العبد العاصی المدعو باحمد بخشی عفی عنہ

الجواب

اقول و باللہ التوفیق مؤید السائل الفاضل دام بالفضائل (۱) بذا سند اور بیقی سنن میں امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس علی من خلف الامام سہو فان سہوا الامام فعلیہ
و علی من خلفہ مقتدی پر سو کی نفی فرمائی اور وہ نفی وقوع نہیں لاجرم نفی حکم ہے کما دلت علیہ کلمۃ علی لوثابت ہوا کہ

سہو مقتدی کوئی حکم نہیں رکھتا (۲) طبرانی معجم کبیر میں عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا
 لا یومعبد قوما الا قوی ما کان علیہم فی صلاتہم یرظاہر کہ توئی ما علیہم یوہیں ہے کہ علیہم نہ رہے اگر مقتدی کو اپنے سو کے سبب حکم
 اعادہ ہو تو امام سے اُن سے تحمل نہیں بلکہ اُن پر اٹھل کی تحیل کہ بے اس کے دو سجدوں ہی سے کام چل جاتا اب ساری نماز کا اعادہ کرنا پڑا
 (۳) بدائع مالک العلماء جلد اول ص ۱۵۱ میں ہے المقتدی اذا سہا فی صلاتہ فلا سہو علیہ (۴) محیط پھر مندرجہ جلد اول ص ۱۳۵
 مصری میں ہے لو ترک الامام سجود السہو فلا سہو علی المأموم (۵) تبیین الحقائق امام زبیری جلد اول ص ۱۹۵ نو مسلم المسبوق
 مع الامام ینظر فان سلم مقارنا لسلام الامام ما قبلہ لا سہو علیہ لانہ مقتد بہ وان سلم بعدہ یلزمہ السہو لانه منفرد
 (۶) بکر الرائق جلد دوم ص ۱۰۱ المسبوق فیما یقضیہ کا منفر د کما تقدم وعلیہ یفرع ما اذا سلم ساہیا فان کان قبل
 الامام او معہ فلا سہو وان کان بعدہ فعلیہ کما ذکرنا لا ان چاروں عبارتوں میں مثل حدیث اول سہو مقتدی کی مطلقاً تفسیر فرمائی
 ہے یعنی اُس کے لیے کوئی حکم نہیں کما قرنا لا (۷) امام اجل ابو جعفر طحاوی شرح معانی الآثار جلد اول ص ۲۳ مقتدی مفترض بتقبل میں فرماتے
 ہیں اما حکمہ بطریق النظرفانا قد رأینا صلاۃ المأمومین مضمینہ بصلاۃ امامہم بصحتہا وفسادہا یوجب ذلک النظر
 الصحیح من ذلک انا رأینا الامام اذا سہا وجب علی من خلفہ سہوہ ما وجب علیہ ولو سہوا ہم ولم یسہو ہم لم یجب
 علیہم ما یجب علی الامام اذا سہا امام نے لم یجب علیہم السجود فرمایا بلکہ ما یجب علی الامام کہ سجدہ و اعادہ دونوں کو شامل
 (۸) ذخیرہ پھر مندرجہ جلد اول ص ۱۳۱ میں ہے لو سہا الاول بعد الاستخلاف لا یوجب سہوہ شیئاً (۹) کافی نام اجل حکم
 شہید جس میں مجمع کتب ظاہر الروایہ کو جمع فرمایا ہے ضمناً شرح امام سرخی جلد اول ص ۲۲۵ میں ہے اذا احداث الامام فی خلال
 صلوٰتہ وقد سہا فتختلف رجلاً یسجد خلیفۃ السہو بعد السلام وان لم یکن الامام الاول سہا لزمہ سجود السہو سہو
 الثاني ولو سہا الاول بعد الاستخلاف لا یوجب سہوہ شیئاً امام سرخی نے فرمایا لانہ صار فی حکم المقتدی یہ خود محرر المذہب
 امام محمد رضی اللہ عنہ کا نص علی ہے جو جو عدم ذکر خلافت خود امام اعظم و امام ابو یوسف سب کا نص ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجماع ان عبارات
 سے روشن بین سالیہ کی ہے کہ مقتدی کا سہو اصلاً کسی چیز کو واجب نہیں کرتا اور امام کا حکم اُس کے ہر فرد میں نفی ہوتا ہے تو خود نص اللہ شرف
 ابو حنیفہ و ابو یوسف و محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت کہ مقتدی پر اپنے سو کے سبب ہرگز نہ سجدہ ہے نہ اعادہ (۱۰) لا یومع امام اجل طحاوی
 نے بعد عبارت مذکورہ صریح فرمایا ثبت ان المأمومین یجب علیہم حکم السہو لیسہو الامام ویلتقی عنہم حکم السہو
 بانتفاء عن الامام (۱۱) امام جلیل شمس الدین سرخی مبسوط جلد اول ص ۱۲۹ میں فرماتے ہیں الا لاحق فی حکم المقتدی فیما یمسہو
 المقتدی متعطل (۱۲) امام مالک العلماء ابو بکر مسعود بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع جلد اول ص ۱۲۱ میں فرماتے ہیں المسبوق
 انما یتابع الامام فی سجود السہو لا فی سلامہ وان سلم فان کان عامداً تقصد صلاتہ وان کان ساہیلاً لا تقصد ولا سہو
 علیہ لانہ مقتد وسہو المقتدی باطل وہیں فرمایا ان کلمہ قبل تسلیم الامام اوسلماً معاً لیلزمہ لان سہوہ سہو المقتدی
 وسہو المقتدی متعطل کیے نصوص علیہ ہیں کہ مقتدی کا سہو مطلق ہے باطل ہے اُس کا کچھ حکم نہیں اگر اعادہ واجب کرے تو یہ احکام ہی

باطل مطلق ہوں گے نہ کہ اُس کا سہو (۱۴) **اقول** مسئلہ مسنون نے حکم کو آفتاب سے زیادہ روشن کر دیا ہے تو تمام کتب میں تصریح ہے کہ مسنون اگر سہو امام کے ساتھ سلام پھیر دے اُس پر سجدہ سہو نہیں اگر سہو مقتدی کچھ موثر ہوتا تو واجب تھا کہ مسنون پر سجدہ واجب ہوتا کہ اپنی ناست رکعت یا رکعات پوری کر کے آخر میں بجا لاتا اور اب زامام کی مخالفت لازم آتی نہ قلب موضوع مگر تصریح کرتے ہیں کہ اُس پر سے سہو بوجہ اقتدار ماقطع ہے تو ثابت ہوا کہ سہو مقتدی اصلاً معتبر و ملحوظ ہی نہیں ورنہ باوصف امکان جابر قصد ترک جابر کرائیں پھر خود ہی اعادہ کا حکم فرمائیں یہ محال ہے کہ بلا عذر صحیح ترک جابر گناہ ہے متون میں ہے نجس سجدتان اور شریعت گناہ کا حکم نہیں دیتی **فان قلت** انما لا یسجد بعد قضاء ما فاتہ لانہما صلاتان حکما وان اتحدت التحریمة و سہو صلاتہ لا یسجد لہ فی آخری قال فی البدائع صلاۃ فان قبل ینبغی ان لا یسجد المسنون مع الامام لانہ ربما یسہو فیما یقضى فیلزمہ السجود ایضا فوڈی الی التکرار وانہ غیر مشروع فالجواب ان التکرار فی صلاۃ واحدة غیر مشروع و ہما صلاتان حکما وان کانت التحریمة واحدة لان المسنون فیما یقضى کالمفرد ونظیرہ المقیم اذا اقتدی بالمسافر فسہا الامام یتابعہ المقیم فی السہو وان صحان المقتدی ربما یسہو فی اتمام صلاتہ اھ و فی الکافی شرح الوافی للامام النصف الورقة ۵۵۰ فیمین بعد الرابعة ثم صلی خامسة ساهیا فضم سادسة ما نصح لا یسجد للسہو قیسا لان هذا سہو وقع فی الفراغ وقد انتقل منه الی النقل من سہا عن صلاۃ لا یسجد لہ فی صلاۃ اخرى **اھ اقول** ہما کصلاۃ واحدة فی حق الجہل لاتحاد التحریمة الا ترى الی ما قالہ فی العکافی متصلا بالعبارة مذکورۃ ویسجد سہوا استحسانا لان نقصان دخل فی فرضہ عند محمد بترك السلام الذی هو واجب و ہذا النقل بناء علی التحریمة الاولی فیجعل فی حق وجوب السہو کا ہما صلاۃ واحدة کہن صلی ست رکعات قطعاً بتسلیمہ و سہا فی الشفع الاول یسجد للسہو فی اخر الصلاۃ وان کان کل شفع صلاۃ علی حدۃ اھ فاذا کان ہذا فی صلاتین مستقلتین بل مختلفتین فرضیۃ و تنفلاً فلان یكون فی اجزاء صلاۃ واحدة اذلی وان اختلفت اقتداء و انفراد و یقطع النزاع ما نصح علیہ ان للسبوق ان لم یسجد سہو الامام مع الامام یجب علیہ ان یسجد لہ فی اخر ما یقضى قال فی البدائع صلاۃ ولو قام المسنون الی قضاء ما سبقن اہ و لم یتابع الامام فی السہو سجد فی اخر صلاتہ فان المسنون ینبغی ما یقضى علی ثلاث التحریمة فجعل الكل کا ہما صلاۃ واحدة لاتحاد التحریمة و اذا کان الكل صلاۃ واحدة وقد تمکن فیہا نقصان بسہو الامام لم یجز ذلك بالسجدتین فوجب جبرہ اھ فاذا کان ہذا علی بسہو امامہ فلو کان سہو نفسہ حالۃ الاقتداء حکم لوجب علیہ ان یسجد لہ فی اخر صلاتہ لکن نقصاناً طبعیاً انہ لیس علیہ فثبت باجماعہم ان سہو مقتدی لا حکم لہ (۱۵) یہیں سے روشن ہوا کہ بحث منرا صلا قابل التفات نہیں اگرچہ سید ابو السعد نے اُس کا اتباع کیا اور علامہ شامی نے رد المحتار و منہ الخالق میں اُسے مقرر رکھا حدیث ہی کے مقابل اُن کی بحث معتبر نہ ہوتی ملحوظی علی الدعا المختار جلد اول صلاۃ مسئلہ دو رکعت نقل قبل نماز مغرب میں ہے فی البخاری انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال صلوا قبل المغرب رکعتین و ہوا مرندب و منع صاحب النہر لا یشہر لوجود الدلیل المروی فی الصحیحہ اسی طرٹ علامہ نے ماثریہ میں فی الخراج میں اس مسئلہ دائرہ معتبر میں اشارہ کیا ہے کلام نہر نقل کر کے فرمایا وقد علمت مفاد الحدیث افادہ بعض الافاضل ذکر ہم ثابت کر چکے

کرنے صریح امام عظیم و امام ابو یوسف و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم و الطباہی جملہ کتب مذہب کے خلاف ہے تو مقتضی کلام نہیں بلکہ نقیض کلام ہے
ہے ہکذا ینبغي التحقیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق والحمد للہ رب العالمین واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ انہ و احکم۔

مسئلہ - ازراہ رسول محمد سعید صاحب

اگر امام پر سو واجب ہو تو امام کے ساتھ لاحق کو سجدہ کرنا چاہیے یا نہیں اور جو مصلیٰ بعد اس سجدہ سو امام کے ساتھ شریک ہووے
ان کے نماز کا بنا صحیح ہے یا نہیں۔

الجواب

امام کے سو سے لاحق پر بھی سجدہ سو واجب ہوتا ہے مگر امام کے ساتھ نہ کرے بلکہ نماز پوری کر کے ہاں اگر سلام امام سے پہلے فوت شدہ نماز
پوری کر کے پھر شامل ہو گیا کہ امام کے ساتھ سلام پھیرا تو امام کے ساتھ ہی سجدہ سو کرے ورنہ بعد اتمام۔ اگر قبل اتمام کے ساتھ سجدہ سو کرے گا نماز
تو نہ جائے گی مگر یہ سجدہ بیکار جائے گا اور خلاف حکم کا مرتکب ہو گا اور بعد اتمام پھر سجدہ سو کرنا ہو گا درمختار میں ہے الا حق سجدہ فی اخرو صلاۃ
ولو سجد مع امامہ اعادۃ رد المختار میں ہے لانه فی غیرہ وانہ ولا تقصد صلاۃ لانه ما زاد الا سجدتین جو مصلیٰ سجدہ سو کے بعد قعدہ میں
شریک امام ہوئے شریک جماعت ہو گئے ان کی بنا صحیح ہے باتفاق ائمہ۔ وانما الخلاف فی الجمعۃ والمذہب فیہ ایضا الصحۃ
در مختار میں ہے لدرکھا فی تشهد او سجود سہو (ولو فی تشهدہ شی عن ط) ینمھا جمعة خلا فالسجدۃ کما یتیم فی العید
اتقا کا کما فی عید الفتح واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ازچہر کوٹ بارکھان ملک بلوچستان مسئلہ قادریہ صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

چہی فرماید علمائے دین میں مسئلہ کہ در سجدہ سو سلام بہر دو جانب گوید یا یکے جانب اگر امام باشد یا مفرد بکدام روایت فتویٰ است۔

الجواب

سلام ہمیں جانب راست دہد امام باشد خواہ منفرد تا آنکہ گفتہ اند کہ اگر سلام دیگر دہد سجدہ سو سا قط شود ورنہ کار گرد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از جردہ ضلع میرٹھ سولہ سید سراج احمد صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۳۵ھ

چلو رکعت والی نماز میں امام دو رکعت کے بعد بیٹھا اور اتیمات کے بعد درود شریف شروع کر دیا مقتدی کو معلوم ہو گیا ایسی حالت میں
مقتدی امام کو اشارہ کر سکتا ہے یا نہیں اور اگر کر سکتا ہے تو کس طرح سے۔

الجواب

اُس کا معلوم ہونا دشوار ہے کہ امام آہستہ پڑھے گا یا اگر یہ اتنا فریب ہے کہ اس کی آواز اُس نے سنی کہ اتیمات کے بعد اُس نے
درود شریف شروع کیا تو جب تک امام اللہ وصل علی سے آگے نہیں بڑھا ہے یہ سب اللہ کہہ کر بتائے اور اگر اللہ وصل علی سیدنا یا
صلی علی محمد کہ لیا ہے تو اب بتانا جائز نہیں بلکہ انتظار کرے اگر امام کو خود یاد آئے اور کھڑا ہو جائے جہلا در اگر سلام پھرنے لگے تو
اُس وقت بتائے اس سے پہلے بتائے گا تو بتانے والے کی نماز جاتی رہے گی اور اُس کے بتانے کو امام نے گا تو اُس کی اور سب کی

جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از بریلی مدرسہ منظر اسلام مسئلہ مولوی احسان علی صاحب طالب علم ارشوال ۱۳۳۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وتر میں قبل دعائے قنوت کے سوا رکوع کیا اور دایک تسبیح بھی پڑھ چکا اب خیال ہوا
کھڑے ہو کر قنوت پڑھی تو اس صورت میں سجدہ سہولاً لازم ہے یا نہیں۔

الجواب

تسبیح پڑھ چکا ہو یا ابھی کچھ نہ پڑھنے پایا ہو اسے قنوت پڑھنے کے لیے رکوع چھوڑنے کی اجازت نہیں اگر قنوت کے لیے قیام کی طرف ہمو
کیا گناہ کیا پھر قنوت پڑھے یا نہ پڑھے اس پر سجدہ سہو ہے نہ مختار میں ہے لو نسی القنوت نسيته في الركوع لا يقنط فيه لغوات محله
ولا يعود الى القيام فان عاد وقت ولم يعد الركوع لم تقصد صلاته وسجد للسجود وقت اول الزواله عن محله اذ اقول وقوله
ولم يعد الركوع اي ولم يرتفع بالعود للقنوت لان لو اعاده فندت لان زياده ما دون ركعة لا تقصد نعمة يكفيه اذن
سجد السهو لانه احوا سجدة بهذا الركوع عمدا فعليه الاعادة سجد للسهو ولم يسجد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از انبیا والذکاۃ قاسم پور گدھی ضلع بجنور مسئلہ سید کفایت علی صاحب سر ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) امام کی نیت چار فرضوں کی تھی دو رکعت اولیٰ ختم کر چکا تھا بیچ میں اتھامات بھول گیا
اور اللہ اکبر کہہ کر کھڑا ہو گیا بعد کو مقتدی نے بتایا وہ بیٹھ گیا اتھامات پڑھی اور آخر میں سجدہ سو گیا آیا مقتدی کی امام کی ناز ہوئی یا نہیں
(۲) ایک شخص وتر پڑھ رہا تھا تیسری رکعت میں اللہ اکبر کہہ کر دعا قنوت پڑھنے کا ارادہ تھا وہ بھول گیا اور بیٹھ کر سجدہ سو گیا پھر دوبارہ
وتر پڑھے پھر وہیں آئے کہ اللہ اکبر کہنا بھول گیا دعا قنوت پڑھی سجدہ سو گیا آیا ہو یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) اگر امام ابھی پورا سیدھا کھڑا نہ ہونے پایا تھا کہ مقتدی نے بتایا اور وہ بیٹھ گیا تو سب کی ناز ہو گئی اور سجدہ سو کی حاجت نہ تھی
اور اگر امام پورا کھڑا ہو گیا تھا اس کے بعد مقتدی نے بتایا تو مقتدی کی ناز اسی وقت جاتی رہی اور جب اس کے کہنے سے امام ٹوٹا تو اس کی
بھی گئی اور سب کی گئی اور اگر مقتدی نے اس وقت بتایا تھا کہ امام ابھی پورا سیدھا نہ کھڑا ہوا تھا کہ اتنے میں پورا سیدھا ہو گیا اس کے بعد
ٹوٹا تو مذہب اصح میں ناز ہو تو سب کی گئی مگر مخالفت حکم کے سبب کر وہ ہوئی کہ سیدھا کھڑا ہونے کے بعد قعدہ اولیٰ کے لیے ٹوٹنا جائز نہیں
ناز کا اعادہ کریں خصوصاً ایک مذہب قوی پر ناز ہوئی ہی نہیں تو اعادہ فرض ہے اسی کی امام زبیلی نے تصریح کی ہے اور یہی شاہیر
کتب میں ہے وما بحثه المحقق في الفقه وتبعه في الجوفية بحث بينا فيهما علقناه على رد المحتار ملك واللہ تعالیٰ اعلم۔
(۲) پہلی بار کہ دعا قنوت پڑھنا بھول گیا تھا اور سجدہ سو کر لیا وتر ہو گئے وہ بارہ پڑھنا گناہ ہوا حدیث میں ہے لا تروا فی لیلة

ایک رات میں دو تر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کو سو ہوا مثلاً کھڑا ہونا تھا بیٹھ گیا یا برعکس اس کے تو کوئی مقتدی بجائے تسبیح (سبحان اللہ) کے تکبیر (اللہ اکبر) کہہ دے تو نمازیں اُس کی کچھ قباحت و خرابی نہیں آدے گی اور جو شخص یہ کہے کہ امام کو اگر قعدہ کرنا ہے تو لفظ التحیات کہنا چاہیے اور جو قیام کرنا ہے تو اللہ اکبر یعنی جو نسا رکن کرنا ہے اُس میں کا پہلا لفظ کہنا چاہیے صحیح ہے یا غلط۔

الجواب

نمازیں اللہ اکبر یا التحیات کہنے سے خرابی نہیں اور سنت سبحان اللہ کہنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از پٹنول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مسوئلہ نعمت شاہ خاکی بورا ۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا حکم ہے علمائے دین شرع متین کثر ہم اللہ بقاء ہم کا اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص انتہائی سو و نسیان کی وجہ سے کوئی بات ٹھکانے سے یاد نہیں رکھتا ہے یہاں تک کہ نماز کے لیے جب وضو کرتا ہے تو ایک ایک اعضا کو دس دس مرتبہ دھوتا ہے اور پھر بھی اُس کو خیال ہوتا ہے کہ دو ہی مرتبہ یا ایک ہی مرتبہ دھویا ہے نماز کے لیے کھڑا ہوا تو تکبیر تحریر پانچ پانچ مرتبہ کہا چار رکعت پڑھا دو رکعت خیال کیا علیٰ ہذا القیاس تسبیح رکوع و سجود میں غرضیکہ دنیوی کاموں میں بھی مثلاً کوئی چیز کہیں رکھ دیا کسی کو دیدیا پھر خیال جو کیا اُس کے خلاف ہوا ایسی حالت میں اُس شخص نے ایک آدمی اُس کے ارکان و تسبیح و رکعت وغیرہ شمار کرنے کے لیے مقرر کیا تاکہ وہ گن کر بتا دے کیا یہ جائز ہے یا نہیں اور وہ شخص ایسے سو و نسیان کی حالت میں ان سب باتوں میں کیا کرے۔

الجواب

آدمی مقرر کرنا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ وکیل الدین طالب علم مدرسہ منظر الاسلام بریلی ۱۰ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

اگر امام نے رکعت ثانیہ میں سو سے تین سجدے کیا اور اس کو ظن غالب دو سجدوں کا تھا و تا خروج عن الصلوۃ امام کو بالکل یاد نہ ہوا مقتدیان بہت تھے یعنی تین صف میں سے ہر صف ۲۵-۲۶ اشخاص تھے لیکن امام کو کسی نے یاد کرایا نہیں اب نماز امام و قوم کے صحت و عدم صحت کے وجہ کیا ہے۔

الجواب

فرض ادا ہو گیا واجب ترک ہوا سجدہ سہولاً لازم تھا نماز پھیریں اتنے آدمی ایسی کثیر جماعت نہیں ہیں کہ سب سجدہ سہولاً قطع ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ضلع بکمر سندھ اسٹیشن ڈھر کی ڈاک خانہ خیر پور ڈھر کی خاص دربار علی قادریہ چندے شریف از طرف ابو النصر فقیر سرور شاہ ۱۴ جمادی الآخر۔

ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ کہ شخصے را در نماز مغرب سجدہ سہولاً لازم بود نہ داد جبر نقصان گذارد یا نہ۔ اگر گزارد و چگونہ نیت بند و چند رکعت گذارد و ہمیں جبر نقصان حکم نقل دارد یا واجب یا فرض۔

الجواب

جبر نقصان واجب است۔ رکعت نہایت اعادہ ہمارا نماز مغرب برائے تلافی باوقات کند۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از مدرسہ اہلسنت منظر اسلام بریلی مسؤل مولوی عبداللہ بناری ۳۰ سوال ۱۹۲۹ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) فرضوں کی تیسری یا چوتھی رکعت میں بعد الحمد شریف کے کسی آیت کا پورا یا نصف لفظ زبان سے نکل گیا یا رکوع میں سو الیک بار سبحن ربی الاعلیٰ کہہ دیا اسی طرح سجدہ میں اور اسی طرح فرضوں کی پہلی رکعت میں جبکہ مقتدی ہے سجدہ کے بعد عوذ باللہ شریف پڑھ لی تو کیا الحمد شریف کا پڑھنا بھی ضرور ہوگا اور اوپر کی صورتوں میں سجدہ ہوگا یا نہیں (۲) جماعت میں امام نے مع اللہ من حمدہ کے جگہ اللہ اکبر کہا اور سجدہ سو نہیں کیا کیا نماز ہوئی یا نہیں (۳) فجر کے فرضوں میں دوسری رکعت کے بعد اور دیگر وقتوں میں چوتھی رکعت کے بعد امام یا منفرد اتمیات پڑھنی بھول کر کھڑا ہو گیا۔ اب اس کو کیا کرنا چاہیے۔

بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) ان میں سے کسی صورت میں سجدہ سو نہیں اور مقتدی کو الحمد شریف پڑھنا حرام ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) نماز ہو گئی اور سجدہ سو کی اصلاً حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۳) جبکہ قعدہ اخیرہ بھول کر نادر رکعت کے لیے کھڑا ہوا تو جب تک اس رکعت زائدہ کا سجدہ نہیں کیا ہے بیٹھ جائے اور اتمیات پڑھ کر سجدہ سو کرے اور اگر اس نے رکعت زائدہ کا سجدہ کر لیا تو اب فرض باطل ہو گئے نماز پھر سے پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از پندول، زندگ ڈاک خاندانے پوزیلع مقفر پور مسؤل نعمت شاہ خاکی بورا لاہور محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کمال درجہ کا بھول رکھتا ہے نماز کے اندر وضو بکیر و رکوع و سجدہ قیام بلکہ ہر رکعت نماز بخوتی میں بھول کے خوف سے بلند قرائت کے ساتھ پڑھتا ہے تاکہ ہم بھول نہ جائیں کتنا ہی وہ شخص دل میں خیال دعوہ کر کے پڑھتا ہے تاہم بھول جاتا ہے کچھ بھی خیال نہیں رہتا ہے اور وہ شخص جب نماز پڑھنے لگتا ہے تو ایک شخص کو اس غرض سے بٹھاتا ہے کہ جو کچھ سو واقع ہو اس کو بتلاتا جائے اس شخص کو نماز کے اندر بہت پریشانی ہوتی ہے اس کے علاوہ وہ کہتا ہے کہ نماز چھوڑ دوں پھر کہتا ہے کہ نماز کس طرح سے چھوڑوں اور وہ شخص بہت تندہ است و استقلال مزاج ہے ایسی حالت میں اس شخص کے بالیے میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

کسی شخص کو پاس بٹھا لینا اور اس کے بتانے پر نماز پڑھنا باطل کرے گا فجر و مغرب و عشا میں منفرد کو باواز پڑھنے کی اجازت ہے ظہر و عصر میں صحیح مذہب پر اجازت نہیں چارہ کار یہ ہے کہ وہ شخص جماعت میں مقتدی ہو کر پڑھے تو مقتدی کو قرائت کرنی نہ ہوگی اور امام کے افعال اسے بتانے اور یاد دلانے والے ہوں گے جماعت ویسے بھی واجب ہے اور ایسے شخص پر تو نہایت اہم واجب ہے کہ بغیر اس کے اس کی منازعت نہ ہو کہ نہیں سنتیں اور نفل جو پڑھے ان میں کسی شخص کو امام کر لے کہ نفل محض میں

تین تک جماعت جائز ہے اور جب کوئی شخص امامت کو نہ ملے اپنی یاد پر پڑھے رکعتوں میں اگر شہم ہو تو کم سمجھے مثلاً ایک اور دو میں تو ایک سمجھے اور دو اور تین میں تو دوا درجہاں جہاں قعدہ اخیرہ کا شہم ہو تو وہاں بیٹھا جائے اور اخیر میں سجدہ ہو کرے اگلا کسی طرح اپنی یاد سے نماز ادا کرنے پر قادر ہو نہ ہو تو معاف ہے درمختار میں (ولو اشتبه علی مریض اعداد الركعات والهجرات لنفسه يلحقه لا يلزمه الاداء) ولو اداها بتلقين غيره ينبغي ان يجزيه كذا في القنية قال العلامة ط قد يقال انه تعليم وتعلم وهو مفسد كما اذا قرأ من المصحف وعلمه لسان القراءة وهو في الصلاة قال العلامة ش قلت وقد يقال انه ليس بتعليم وتعلم بل هو تذكير او اعلام فهو كالعلام المبلغ بانتقالات الامام قائل اه ورايتني كتبت عليه ما نصه اقول ان الفتح لا يزيد على التذكير بشئ وقد قال قوم و صح ان المقتدى اذا فتح على امامه بعد ما قرائه قرائه بالواجب ففسد صلاته لانه تعليم من دون ضرورة فان اخذ به الامام ففسدت صلاة الكل لانه تعلم من دون ضرورة والقائلون بالجواز وهو المعتمد اما اعتمدوا على انه للحاجة كما بينه في الحلية مع الاعتراف بان تعليم وتعلم الى التشهد بخلافه - اليسوا قد اجمعوا ان لو فتح على المصلي غيره فاخذ ففسدت صلاته وقد مر التخصيص على كل ذلك والاستشهاد بالمبلغ لم يصادف محله فانهم جميعاً حينئذ في صلاة واحدة فالصواب عندى الجواب بان هذا الضرورة وهي تجب التيسير وبعد فيه - بعد كيف ولو جاز هذا كان ينبغي ان يلزم الاداء كما يلزمه التوجه اذا وجد من يوجه ففي تجويز ابطال اصل المسألة المنقولة بخلافه ببحث القنية وقد يقال عن هذا الاخير انه قادر بقدره غير فلا يلزمه وان فعل صح فليتأمل حق التامل - والله تعالى اعلم -

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وتر میں رکعت ثالث میں امام بجائے قنوت پڑھنے کے تکبیر قنوت کہہ کر رکوع کر چلا گیا اور مقتدی ان کی تکبیر کہنے سے واپس ہو کر قنوت پڑھا اور پھر دوبارہ رکوع کیا اور سجدہ ہو گیا نماز ادا ہو گئی یا وتر فاسد ہوئے رکوع میں پورا ٹھک گیا تھا جب قنوت کی طرف رجوع کی - بینوا توجروا -

الجواب

جو شخص قنوت بحول کر رکوع میں چلا جائے اُسے جائز نہیں کہ پھر قنوت کی طرف پلٹے بلکہ حکم ہے کہ نماز ختم کر کے اخیر میں سجدہ ہو کر لے پھر اگر کسی نے اُس حکم کا خلاف کیا تو بعض ائمہ کے نزدیک اُس کی نماز باطل ہو جائے گی اور اصرار ہے کہ کیا کیا گنہگار ہو اگر نماز ادا نہ جائے گی رد المحتار میں مبتنی سے ہے لوسماعت عن القنوت فركع فانه لو عاد وقفت لا تفسد على الاصح اه وفيه عن الفتح في مسئلة العود الى التشهد بعد القيام للثالثة لا يحل ولكنه بالصحة لا يحل اه بهر حال اس عود کو جائز کوئی نہیں بتاتا تو جن مقتدیوں نے اُسے اس عود ناجائز کی طرف بلانے کے لیے تکبیر کہی اُن کی نماز فاسد ہوئی امام اُن کے کہنے کی بنا پر نہ لوٹتا نہ اُن کے بتائے سے اُسے یاد آتا بلکہ اُسے خود ہی یاد آتا اور لوٹتا اگرچہ اُس کا یاد کرنا اور ان کا تکبیر کہنا برابر واقع ہوتا تو اس صورت میں مذہب اصرار پر امام اور باقی مقتدیوں کی نماز جو جائز یعنی واجب از جاتا اگرچہ اس کراہت تحریم کے باعث اعادہ واجب ہوتا اب کردہ ان مقتدیوں کے بتائے سے

پیشاوریہ نماز سے خارج تھے تو خود اس کی بھی نماز جاتی رہی اور اس کے سبب سب کی گئی لہٰذا امتثل امرہما وتذکرہ تکبیر ہم فغادر
برائے نفسہ فقد تعلم ممن هو خارج الصلوٰۃ کما افادہ فی البحر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از شہر کتبہ الارجمادی الآخرہ ۱۳۳۵ھ

ترک آورد قدہ اولیٰ لیکن باتان نزدیک تر شد آنگاہ نشست باز باقی نماز گزار دریں حال نماز او جائز است یا نہ - بدینا توجروا

الجواب

ہر کہ در فرض یا در قعدہ اولیٰ فراموش کردہ استادہ تا تمامہ استادہ نشود بسوئے قعود رجوعش باید پس اگر ہنوز بقعود اقرب بود سجدہ ہویت
و اگر بقیام نزدیک تر شدہ باشد سجدہ سہولانیم آید تا نیم زمین از بدن انسان راست نشدہ انتہی نشستن نزدیک است و چون این نصف راست شد
دشست ہنوز خمیدہ است ہ استادان قریب است اگر تمامہ راست استاد آنگاہ نشستن روا نیست اگر بقعدہ اولیٰ باز میگردد گنہگار شود اما راجح
آنست کہ نماز دریں صورت ہم از دست نرود سجدہ سہو واجب شود فی الدالۃ علیہ عن القعود الاول من الفرض ولو علمنا ثم تنکرہ
عادالیہ ولا سہو علیہ فی الاصح ما لم یستقم قاشا فی ظاہر المذہب وهو الاصح فتجوز ان يستقم قاشا لا یعود فلو عاد لا نقصد
لکنہ یکون مسیئا ویسجد لتاخیر الواجب وهو الکمال وهو الحق بحیث محققا و فی رد المحتار قولہ ولا سہو علیہ
فی الاصح یعنی اذا عاد قبل ان يستقم قاشا و کان الی القعود اقرب فانه لا یسجد علیہ فی الاصح و علیہ الاکثر واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب سجود التلاوة

مسئلہ - از ماہرہ مطرہ باغ بختہ مرسلہ جناب سید محمد ابراہیم صاحب ہشتم ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر کتب نظم و نثر میں آیات سجدہ لکھی ہوتی ہیں ان کا کیا حکم ہے آیا سجدہ کرنا چاہیے یا
ہتیں جیسے منقبت میں جناب مولوی عبدالقادر صاحب خصم اللہ بالمواہب کا شعر ہے سہ راہ حق میں کر دیا سجدہ میں قرباں اپنا سر
ایسی واسجد فاقرب کی کس نے کی تفسیر ہے یا بدینا توجروا -

الجواب

وجوب سجدہ تلاوت - تلاوت کلمات معینہ قرآن مجید سے منوط ہے وہ کلمات جب تلاوت کیے جائیں گے سجدہ تالی و سابع پر واجب ہوگا
کسی نظم یا نثر کے ضمن میں آنے سے غایت یہ ہے کہ اول و آخر کچھ غیر عبارت مذکور ہوئی جسے ایجاب سجدہ میں دخل نہ تھا نہ یہ کہ حکم سجدہ کی رافع
و منزل ہو تو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہوا جس طرح حرف اسی قدر کلمات تلاوت کریں اور اول و آخر کچھ نہ کہیں سجدہ سہو واجب ہوگا ایسی ہی ہیں
بھی کہ جس عبارت کا عدم وجود یکساں ہے وہ نظر سے ساقط اور حکم سکوت میں ہے و ہذا اظہار جدا ہاں قابل غور یہ بات ہے کہ سجدہ تلاوت
کس قدر قرات سے ہوتا ہے اصل مذہب و ظاہر الروایہ میں ہے کہ سدی آیت بتا ہماؤں کا سبب ہے یہاں تک کہ اگر ایک حرف

باقی رہ جائے گا سجدہ نہ آئے گا مثلاً اگر حج میں العتران اللہ سے ان اللہ بفعل ما یک پڑھ گیا سجدہ نہ ہوا جب تک یشاء علی نہ پڑھے
اور یہی مذہب آثار صحابہ عظام و تابعین کرام سے استفادہ اور ایسا ہی امام مالک و امام شافعی وغیرہما اندک ارشاد بلکہ المہم مقدم ہے
اس بارے میں اصلا خلافت معلوم نہیں کتب اصحاب سے متون کہ نقل مذہب کے لیے موضوع ہیں قاطبہ اسی طرف گئے اور دلائل و کلمات
عامہ شروح کہ تحقیق و تنقیح کی متکفل ہیں اسی پر مبنی و متبنی ہوئے اور اکابر اصحاب فتاویٰ بھی ان کے ساتھ ہیں وقایہ و نقایہ و متقی و لاہر
میں ہے تجب علی من تلا آية کثر و اتی میں ہے تجب باربع عشر آية تنویر میں ہے یجب بسبب تلاوة آية غنیہ میں ہے اذا
قرأ آية السجدة یجب ان یسجد اھ ملخصاً غائیہ میں ہے سجدة التلاوة تجب علی من تجب علیہ الصلاة اذا قرأ آية
السجدة او سمعها برجعی شرح نقایہ فتاویٰ ظیریہ امام اجل ظہیر الملتہ والدین مرغینانی سے ہے المراد بالآية آية تامة حتی و
قرأ آية السجدة الا الحرف الذی فی آخرها لا یسجد الخ ہرہم میں ہے موضع السجدة فی حمہ السجدة عند قوله تعالی
لا یسأمون فی قول عمر رضی اللہ تعالی عنہ و هو لما خرد الاحتیاط فتح القدیر میں ہے وجہ انہ انکان السجود عند
تعبدون لا یضرة الت خیر الی الایة بعدہ وانکان عند لا یسأمون ہ لم یکن السجود قبل مجزئاً کافی میں ہے موضع السجدة
فی حمہ عند قوله لا یسأمون ہ و هو مذہب ابن عباس و قال الشافعی عند قوله ان کنتم ایاہ تصبدون ہ و هو مذہب
علی رضی اللہ تعالی عنہم لان الامر بالسجود فیہا و الاحتیاط فیہا قلنا لیخرج عن الواجب بیقین فاعلم ان کانت عند الایة
الثانیة و السجود قبلہا غیر جائز فلو سجد عند تعبدون ہ لا یخرج عن العمدۃ الخ رد المحتار میں امداد الفتح اُس میں بحر الرئی
اُس میں بدائع سے ہے رجحان الاول للاحتیاط عند اختلاف مذہب الصحابة لانہا لو وجبت عند تعبدون ہ فالت خیر
الی لا یسأمون ہ لا یضرب بخلاف العکس لانہا تكون قبل وجود سبب الوجوب الخ اسی طرح شرح وقایہ و نفع الانوار و مختص وغیرہ
میں ہے نقل نضوا علی ان سبب الوجوب الایة بتمامہا حتی جعلوا التقدید علیہا کتقدیم الصلاة علی وقتہا علیہ میں ہے سجدة
التلاوة واجبة فی الاعراف عقب آخرہا فی الرعد عقب قوله وظلالہم بالغداة و الاصال ہ و فی النحل عقب قوله و یفعلون
ما یؤمرون ہ و فی بنی اسرائیل عقب قوله و یزیدہم خشوعاً ہ و فی مريم عقب قوله خروا سجداً و بکیا ہ و فی الحج عقب قوله
ان اللہ یفعل ما یشاء ہ و فی الفرقان عقب قوله و زادہم نفورا ہ و فی النمل عقب قوله و یعلم ما تحقون و ما تعلمون ہ و هو
معز و الی اکثر الفقہاء و قال مالک عند قوله رب العرش العظیم و ذکر النووی انہ الصواب و انہ مذہب الشافعی کما
صرحت بہ اصحابہ و فی المر السجدة عقب قوله و ہم لا یتکبرون ہ و فی ص عقب قوله و اناب ہ و فی قول عند الملائکۃ
و هو رواۃ عن مالک عقب ما اب ہ و فی حمہ السجدة عقب قوله و لا یسأمون ہ و مشورہ مذہب مالک عقب تعبدون ہ و
فی النجم عقب آخرہا و فی الانشقاق عقب قوله لا یسجدون ہ و مشورہ مذہب مالک عقب آخرہا و فی العلق عقب آخرہا
لہم شکر عن احمد ممن قال بالسجود فی هذه المواضع الاربعۃ عشر خلاف فی شئ من محالہا المذکورۃ فیما عدا المواضع
الاربعۃ التي بیئت الخلاف فیہا نعم فی الذ خیرۃ ذکر فی الرقیات الخ و ذکر ہما وایۃ غویبۃ عن الامام محمد رحمہ اللہ تعالی اھ

ملتقطاً **اَوَّل** فانظر الى قوله واجبة عقب كذا وعقب كذا فان عقب ظرون للوجوب فلا وجوب قبل تمام الآية وانظر ما ذكر من احوال المالكية والشافعية تستفيد بها انهم ايضا معاني ذلك ثم انظر الى قوله لم يجز عن احد الخ تشعرون ان الاختلاف فيه لا ثمة السلف اللهم الا رواية نادرة عن امامنا الثالث رحمه الله تعالى اسي طرح شرح معاني الآثار امام طحاوي میں تصریح فرمائی کہ انا آخر آیات موضع سجود ہے اندھم السجدة میں اختلاف محل یوں نقل کیا قال بعضهم موضعه تعبدون ۵ وقال بعضهم موضعه لا یسأمون ۵ وكان ابو حنیفة وابو یوسف ومحمد یذهبون الى المذهب الاخير واختلف المتقدمون في ذلك - ثم اسند عن ابن عباس وابی وائل وابن سیرین ومجاهد وقتادة مثل مذهب اصحابنا وعن ابن مسعود وابن عمر مثل مذهب المالكية واسند عن مجاهد قال سألت ابن عباس عن السجدة التي في حم قال اسجد بأخر اليتين اه قلت والباء للسببية ثم اخرج عنه بطريق اخر قال سجد رجل في الآية الاولى من حم فقال ابن عباس عجل هذا بالسجود اه يفر فرما یا فكانت هذه السجدة التي في حم مصادق اتفق عليه واختلف في موضعها وما ذكرنا قبل هذا من السجود في السور الاخر فقد اتفقوا عليها وعلى مواضعها التي ذكرناها الخ امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں لو سجد قبل تمام الآية ولو بحرف لم یصح لان وقتها انما یدخل بتمامها اس مذهب جلیل الشان مشیاء الارکان پر مشرک کے پڑھنے سننے سے سجدة نہیں آسکتا کہ اُس میں آیت سجدة بتماہما نہیں اسی طرح ہر وہ نظم جس میں پوری آیت سجدة نہ ہو اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ قرائت و سماعت نظم مطلقاً موجب سجدة نہیں کہ آیات چارہ گانہ سے کوئی آیت وزن عروضی کی ساعدت نہیں فرماتی جسے نظم میں لانا چاہیں گے یا پوری نہ آئے گی یا ترتیب کلمات بدل جائے گی بہر حال آیت بجا لیا باقی نہ رہے گی اللهم الا آیتہ النجم والعلون فلعل الوزن یسعهما فی بعض الشطوط النادرة او الزحافات البجدة او الابنية الغريبة ولو بضم بعض الکلمات فی الاول او الاخر فلیعمل الفکر ہاں بعض علمائے متاخرین کا یہ مذہب ہے کہ آیت سجدة سے صرف دو کلمے پڑھنا موجب سجدة ہے جن میں ایک وہ لفظ جس میں ذکر سجود ہے جیسے آیت سوال میں لفظ واسجد اور دوسرا اُس کے قبل یا بعد کا جیسے اُس میں واقرب ۵ یہ مذہب اگرچہ ظاہر الروایہ بلکہ روایات نادرہ سے بھی جدا اور مسلک ائمہ سلف و تصریح و تلویح متون و شروح کے بالکل خلاف ہے مگر سراج و ہاج و ہریرہ و مراقی الفلاح میں اُس کی تصحیح واقع ہوئی شرح ندر الا یفصح میں ہے قراءۃ حروف السجدة مع کلمۃ قبلہ او بعدہ من آیتہا واجب السجدة کالایۃ المقروءۃ بتامہا فی الصحیح علاوہ طحاوی اُس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں فی الجوہرۃ الصحیحۃ انه اذا قرو حروف السجدة وقبلہ کلمۃ وبعدہ کلمۃ وجب السجود والا فلا رد المحتار میں ہے فی السراج وهل تجب السجدة بشرط قراءۃ جمیع الایۃ ام بعضها فیہ اختلاف والصحیحۃ انه اذا قرا حروف السجدة والا فلا رد المحتار میں ہے فی السراج وهل تجب السجدة بشرط قراءۃ جمیع الایۃ ام بعضها فیہ اختلاف والصحیحۃ انه اذا قرا حروف السجدة وقبلہ کلمۃ او بعدہ کلمۃ وجب السجود والا فلا الخ علاوہ ابن امیر الحاج نے ائمہ متقدمین کا مذہب بیان فرما کر روایت نادرہ رقیاب ذکر کی جس کی نسبت فرمایا ذکر فی تمۃ الفتاوی الصغری ان الفقہ اباجیف ذکرہ فی غریب الروایۃ عن محمد یفر فرمایا وقال الفقہ ابو جیف اذا قرا حروف السجدة ومعها غیرہا قبلہا او بعدہا امر بالسجود وسجد وان کان دون ذلك لا یسجد اس سے ظاہر کہ

یہ مذہب صرف فقیہ ابو جعفر ہندوانی کا ہے ائمہ سے زائد میں بھی منقول نہیں **اقول** رہیں نصیحیں وہ تعدد کتب سے متکثر نہیں ہوتیں کہ جیسے منصب اجتہاد فتویٰ نہیں اُس کا ہوا تصحیح کننا نقل محض و تقلید مجرور ہے پھر خادم فقہ جانتا ہے کہ اجماع متون کی شان عظیم ہے خصوصاً جبکہ جاہل شرع و کبریٰ اہل فتاویٰ بھی اُن کے ساتھ ہوں یہاں تک کہ بعض صریح نصیحوں کو اسی وجہ سے دما نگیا کہ مخالف متون ہیں کما بیناۃ فی کتاب النکاح من العطا یا البنیۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ علی الخصوص جبکہ مذہب ائمہ مذہب سے منقول بھی نہیں صرف بعض مشائخ کا مسلک ہے اور حکم اُس قبیل سے نہیں جو اختلاف زمانہ سے بدل جائے اسی حالت میں اُس نصیح پر تعویل و اعتماد ضروری ہونا بغایت حیرت انگیز و انکار میں ہے لا جرم محقق ابن عابدین شامی نے عبارت مذکورہ سراج کے بعد ہم السجدہ میں تعہد دن و دلا یسأمون کا اختلاف اور اُس میں ہمارے علم کا استدلال مذکور عن الامداد عن البحر عن البیان نقل کر کے فرمایا الظاہر ان هذا الاختلاف مبني علی ان السبب تلاوة آية قامة كما هو ظاهر اطلاق المتن وان المواد بالاية ما يشتمل الآية والایة من اذا كانت الثانية متعلقة بالاية التي ذكر فيها حوت السجدة وهذا ينافي ما مر عن السراج من تصحيحه وجوب السجود بقراءة حوت السجدة مع كلمة قبله او بعده لا يقال ما فی السراج بیان لموضع اصل الوجوب وما مر عن الامداد بیان لموضع وجوب الاداء او بیان لموضع السنة فيه لانا نقول ان الاداء لا يجب فور القراءة كما سياتي وما مر فی ترجیح مذہبنا من قولهم لانها تكون قبل وجود سبب الوجوب وقد ذكر مثله ايضا فی الفتح وغيره يدل علی ان الخلاف بیننا وبين الشافعی فی موضع اصل الوجوب وانه لا يجب السجود فی سورة حم السجدة الا عند انتهاء الآية الثانية احتیاطاً كما صرح به فی الهدایة وغيرها لان الوجوب لا يكون الا بعد وجود سببه فلو سجدها بعد الآية الاولى لا يكفي لانه يكون قبل سببه وبه ظهران ما فی السراج خلاف المذهب الذي مشى عليها السراج والمتون تامل **اقول** تاملنا فوجدنا ههنا واما قوله الظاهر ان هذا الاختلاف الخ فليس هذا محل الظاهر بل هو المتعين قطعاً كما لا يخفى ثم العجب من العلامة الشرنبلالی حیث جزم فی مقدمه السراج وعول فی شرحه علی كلام البدائع مع تناقضها صریحاً وللجهد الضعیف عفا الله تعالیٰ له فی تحقیق هذا العوامر رسالة مستقلة الفتاها بعد ورود هذا السؤال واوضحته فیها العزائم بتوفیق الملك المتعال بالبحر اصل مذہب علوم ہے تاہم محل وہ ہے کہ مجھ میں ضرر نہیں البتہ تقدیر وجوب ترک میوب اور صریح تصحیح جاذب قلوب لہذا نسب ہی ہے کہ اسی مذہب صحیح پر کار بند ہو کر شرع مذکور کی سماعت و قراۃ پر سجدہ کر لیں اسی طرح ہر نظم و نثر میں جہاں آیت سجدہ سے صرف سجدہ مع کلام مقدار نہ پڑھا جائے سجدہ بجا لائیں واللہ الموفق والسلامان فی المسألة ثلثة مذاهب اخراجها ما فی الرقیات وهو الوجوب بالکثر الآية مع حوت السجدة مشی علیہ ماشون کالتبیین والخلصة والدا المختار وغيرها ولكن لم یذیل یا تصحیح والباقیان اتزل ورجح فلا یبرج علی شئ مما فی مخالفة المتن وعامة الشروح وقد ذکرنا الکلام علی کل ذلك فی رسالتنا المذكورة بتوفیق الله سبحانه وتعالیٰ والله تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از ماہرہ منورہ بارغ پختہ مرسلہ جناب سید محمد ابراہیم صاحب دار ربیع الاول من سترہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سجدات کلام اللہ شریف وقت تلاوت معاً ادا کرے یا جس وقت چاہے۔ بینوا تو جہو

الجواب

سجدہ صلا تیر جس کا ادا کرنا نماز میں واجب ہو اس کا وجوب علی الغیر ہے یہاں تک کہ دو تین آیت سے زیادہ تاخیر گناہ ہے اور غیر صلا تیر میں بھی افضل و اسلم یہی ہے کہ فوراً ادا کرے جبکہ کوئی عذر ہو کہ اٹھا رکھنے میں بھول پڑتی ہے دینی تاخیرات و لذت علانیہ اس کی تاخیر کو مکروہ تریبی فرمایا مگر ناجائز نہیں فی الدار المختارہ علی التواضع علی المختار و یکوہ تاخیر ہا تنزیہا ان لم تکن صلا تیر فعلی الغیر بصورتہا جزء منها و یا ثم بتاخیر ہا ام ملخصا بعد المختار میں ہے تفسیر الغیر عدم طول المدة بین التلاوة والجمعة بقراءة اکثر من ایتین او ثلاث علی ماسیاق حلیہما نفی والله تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از بریلی محلہ بلوچپور مسلولہ مولوی حکیم حافظ امیر اشرف صاحب مدرس اول مدرسہ عربیہ الکریمہ ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص اقرار پڑھے فرضوں میں اور ضم دسورتوں کا امانیں اور سجدہ سورت کے آخر میں ہے ادا امام ہے اگر رکوع میں نیت کیے تو مقتدی کا سجدہ تلاوت ادا نہ ہوگا آیا پوں جائز ہوگا کہ سورت ختم کیے سجدہ کرے پھر کھڑا ہو کر رکوع کرے یا تین سجدے کرے مطلع فرمائیے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب

فی الواقع اگر صورت مستفسرہ میں امام نے فوراً رکوع کیا اور رکوع میں نیت سجدہ تلاوت کر لی تو اس کا سجدہ تو ادا ہو گیا مگر چون مقتدی نے نیت نہ کی ان کا سجدہ ایک مذہب علیہا دھوکا یعنی عند من لا یجوزی للامام و بیئۃ الامام و یحکم قولان حکما ہما القہستانی نہ وہ آپ جہاں گاہ سجدہ کر سکیں گے للزوم خلاف الامام نہ سجدہ نماز انہیں سجدہ تلاوت سے کافی ہوگا اگرچہ وہ اس میں سجدہ تلاوت کی نیت بھی کر لیں لانه لما نواھا الامام فی رکوعہ تعین لہا افادۃ ح قالہ ش بلکہ اس کی سبیل یہ ہوگی کہ بعد سلام امام سجدہ تلاوت کریں پھر یہ سجدہ رافع قعدہ ہوگا کما تقر فی مقبۃ فرض ہوگا کہ قعدہ کا اعادہ کریں نہ کریں گے تو نماز جاتی رہے گی فی الدار المختارہ عن القنیۃ لو نواھا فی رکوعہ ولم یزواھا المونہ لم یجزہ و یسجد اذا سلم الامام و یجد القعدۃ ولو ترکھا خمدت صلاۃ جب یہ دقتیں ہیں تو ایسی حالت خصوصاً اس زمانہ حیات میں رکوع نماز سے سجدہ تلاوت ادا کر لینا مقتدیوں کو فتنے میں ڈالتا ہے لہذا امام کو اس سے بچنا چاہیے فی رد المحتار ینبغی للامام ان لا یزویھا فی الوکوع اور اگر یہ کرتا ہے کہ سورت ختم کر کے فوراً سجدہ تلاوت کرے اور اس کے بعد کھڑا ہو کر معاذ رکوع میں چلا جائے تو سجدہ تو سب کا ادا ہو جائے گا مگر یہ فعل مکروہ ہوگا کہ سجدہ تلاوت و رکوع میں فضل نہ کیا فی مرقا الفلاح لو رکع یجوز قیامہ منھا کرہ بس اگر تلاوت کے لیے سجدہ مستقل ہی کرنا چاہے تو اس کا یہ طریقہ اسلم کہ سجدہ سے اٹھ کر دوسری سورت مثلاً سورت مستفسرہ میں سورہ قعدہ تلاوت و انکم میں سورہ قمر کے اول سے دو تین آیتیں خواہ زیادہ پڑھ کر رکوع کرے اس میں اگرچہ ایک رکعت میں سورہ قعدہ سے پڑھنا ہوگا اور فرضوں میں اس کا ترک اولیٰ مگر سورتوں میں فضل نہ ہو تو مکروہ نہیں مخرج صغیر منینہ میں ہے لوجمع بین السورتین فی رکعة واحدة الا ان لا یفعل فی الغرض ولو فعل لا یکرہ الا ان یترک بلینما سورۃ او اکثر اختلاف بعد سجود تلاوت بلا فضل رکوع میں جانے کے کہ یہ مکروہ ہے کما حدیثنا تو اس کے دفع کو اسے گوارا کیا جائے گا مرقا الفلاح میں ہے اذا كانت اخر تلاوتہ

یفی ان یقرأ ولو لم یکن من سوره اخری بعد قیامہ منها حتی لا یصلید بانیا رکوع علی السجود ایک طریقہ تو یہ تھا اور ان سے
بہتر و خوشتر اور ہر قدر شریعہ سالم و محفوظ تر یہ ہے کہ صورت مستقرہ میں تلاوت کے لیے مستقل سجدہ اصلانہ کرے بلکہ آیت سجدہ پڑھنے ہی میں نماز کا
رکوع بجالائے اور اُس میں نیت سجدہ نہ کرے پھر فوراً نماز کے سجدہ اولیٰ میں جائے اور اُس میں نیت سجدہ کرے اب دیکھنی قیامت
یا کر اہمیت یا تقویت فضیلت لازم ہوئی نہ مقتدیوں پر کچھ وقت آئی اگرچہ انھوں نے کہیں نیت سجدہ تلاوت نہ کی ہو کہ سجدہ نماز جب فی الفور
کیا جائے تو اُس سے سجدہ تلاوت خود بخود ادا ہو جاتا ہے اگرچہ نیت نہ ہو فی رد المحتار رکوع و سجدہ الصلاۃ فوراً فان سجدہ لم یقصر
عن سجدہ التلاوة بلانیۃ تبع السجود امامہ لما امر انھا فتودی بسجود الصلاۃ فوراً وان لم یؤدہ وہیں سے ظاہر کہ اس عہد
و محفوظ صورت میں اگر خدا امام بھی اصلاً نیت سجدہ تلاوت نہ کرے تاہم سب کا سجدہ ادا ہو جائے گا اور امام و مقتدی ہر وقت سے امان میں
رہیں گے بلکہ ہمارے علماء بحالت کثرت جماعت یا اختفاء قرأت اسی طریقہ کو مطلقاً افضل ٹھہراتے ہیں کہ نیت سجدہ پڑھ کر فوراً نماز کے رکوع
و سجود کرنے تاکہ تلاوت کے لیے جلد سجدے کی حاجت نہ پڑے جس کے باعث جمال کو اکثر التماس ہو جاتا ہے راتی الفلاح میں ہے یشغی
ذلک للامام مع کثرة القوم اذ حال الخافۃ حتی لا یؤدی الی التخلیط ملازم طحاوی اُس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں ای ولا یجعل
لہا رکوعاً و سجوداً مستقلاً خوفاً من الفساد من غیرہ میں کہتا ہوں کثرت جماعت کی قید اس نظر سے ہے کہ جب ہجوم ہوگا تو عوام بھی
مضرب ہوں گے اب ہمارے زمانہ میں کہ عام لوگ عوام ہی عوام ہیں کثرت و قلت سب یکساں تو سجود مستقل سے مطلقاً ہی صورت انسب و
اولیٰ مگر یہ کہ امام ہانتا ہو کہ اس وقت میرے پیچھے صرف وہی لوگ ہیں جو دینی مسائل کا علم رکھتے ہیں لیکن اس قدر ضروریہ رکھنا چاہیے
کہ یہ صورت اُسی حالت میں بن پڑے گی کہ آیت سجدہ کے بعد رکوع و سجود نماز میں دیر نہ کی فوراً بجالایا ورنہ اگر آیت سجدہ پڑھ کر تین چار
آیتیں اور پڑھ لیں تو اب سجدہ تلاوت ہرگز بے خاص مستقل سجدے ہی کے ادا نہ ہوگا اور تاخیر کا گناہ ہوا وہ علاوہ درمختار میں ہے
الصلوۃ علی الفور لصیرورھا جزء منها دیا ثمر بتاخیرھا رد المحتار میں ہے لوانقطع الفور لا بد لہا من سجود خاص بھا
مادام فی حرمتہ الصلاۃ و عللہ فی البدائع بانھا صارت دینا والدین یقضی بھا لا بما علیہ والکوع والاسجود علیہ
فلا یتأدی بہ الدین اھ اُسی میں ہے ان فات الفور لا یصح ان یرکع لہا ولو فی حرمتہ الصلاۃ بدائع ای فلا بد لہا
من سجود خاص بھا الخ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و عللہ جیل مجدہ اتقوا حکم۔

مسئلہ - مسئلہ نواب سلطان احمد خاں صاحب بریلی (سوال منظوم)

عالمان شرع سے ہے اس طرح ہر سوال کو دیں جواب اس کا برائے حق مجھے وہ شخص حال و اگر کسی نے ترجمہ سجدہ کی آیت کا پڑھا
تب بھی سجدہ کرنا کیا اُس شخص پر واجب ہوا؟ اور ہوں سجدے تلاوت کے ادا کرنے سے؟ پھر ادا کرنے سے اُن پچھلے کے پہلے وہ سجدہ
پس سجدہ وشی کی اُس کے شکل کیا ہوگی جناب؟ چاہیے ہے آپ کو دنیا جو اب باصواب؟

الجواب

ترجمہ بھی اصل ساں ہے و جب سجدہ بالیقین و فرق یہ ہے فہم معنی اس میں شرط اس میں نہیں؟ آیت سجدہ سنی یا ناکہ ہے سجدہ کی جائز

اب زباں سمجھے دیکھے سجدہ واجب ہو گیا و ترجمہ میں اُس زباں کا جانتا بھی چاہیے و تقسیم و معنی دو ہیں ان میں ایک تو باقی رہے و تاکہ بن و جبر تو صادق ہو سنا قرآن کو و فدہ تک صحیح ہوا مگر چھو گئی جو کان کو و ہے یہی مذہب یہ یفنی علیہ الاعتیما و شامی از فیض نثر واللہ اعلم بالرشاد و سجدہ کا فدیہ نہیں اشباہ میں تصریح کی و صیر فیہ میں اسی انکار کی تصحیح کی و کہتے ہیں واجب نہیں اُس پر وصیت و قب موت و فدیہ گر ہوتا تو کیوں واجب نہ ہوتا جبروت و یعنی اس کا شرع میں کوئی بدل ٹھہرا نہیں و جہا ملایا تو یہ وقت محض چارہ نہیں و یہ نہیں معنی کہ ناجائز ہے یا بیکار ہے و آخر اک نیکی ہے نیکی ماحی اوزار ہے و قُلْتُمْ اَخَذْنَا مِنَ الْمُتَغَابِلِ فِيْ اَمْرِ الصَّلَاةِ وَ هُوَ يَحْتِ ظَاهِرٌ وَالْعِلْمُ حَقًّا لِلّٰہِ ۔

مسئلہ - امانت علی شاہ قصہ نواب گنج ضلع بریلی ۱۴ رمضان شریف ۱۳۳۱ھ

(۱) اگر بے وضو تلاوت میں لفظ سجدہ آجائے تو بعد کو سجدہ کس طرح کہے کیا بعد کو سجدہ کی نیت کرنا ہوگی یا اگر کسی طرح سے بدینا تو جہودا
(۲) اگر باد وضو پہلے تلاوت کرتا ہو اور کلام مجید سامنے رکھا ہو اُس وقت لفظ سجدہ آئے تو کلام مجید علیحدہ رکھ کر سجدہ کرنا چاہیے یا اور کسی طرح سے اور اگر علیحدہ رکھا جائے تو بند کر کے یا کھلا ہوا - بیضا تو جہودا ۔

الجواب

(۱) بند کو بھی سجدہ اسی طرح کرنا ہوگا جیسا اُس وقت کیا جاتا یہ نیت ہر وقت کرنی ہوتی ہے کہ تلاوت کے سبب جو سجدہ مجھ پر واجب ہوا اُسے ادا کرنا ہوں یہ سمجھ کر اللہ اکبر کثرتاً کھڑے سے سجدہ میں جائے پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھائے اس کے سوا اور کوئی نیت زبان سے نہیں کی جاتی - واللہ تعالیٰ اعلم (۲) اس کے لیے کوئی خاص حکم نہیں جو آسان ہو اور قرآن عظیم کے ادب کا لحاظ ضرور ہے اور سجدہ میں اُس کا سامنے ہونا کوئی حرج نہیں - واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ - ۱۳۳۱ھ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کنگر تراج پڑھنے میں مقام سجدہ آگیا تو کیا امام سجدہ کر سکتا ہے یا نہیں ۔

الجواب

تراج خواہ کسی نماز میں اگر آیت سجدہ پڑھے تو فوراً سجدہ واجب ہے تین آیت سے زیادہ دیر لگانا گناہ ہے - واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ صَلَاةِ الْمُسَافِرِ

مسئلہ - غلیل پر تحصیل کنور اسٹیشن برابر لشکر سید محمد حسن صاحب دہلی کلکٹر مرسلہ عظیم الشان صاحب ۴ جمادی الاخرہ ۱۳۳۱ھ
بندہ نے بتقریب ملازمت انگریزی دورہ شروع کیا ہے دو ماہ دورہ ہوگا اور اصلی مقام سے ۴۴ کو س کے فاصلہ تک جانے کا ارادہ ہے لیکن اب تک ۳۰ کو س سے کم فاصلہ پر رہا اور ہمیشہ درمیان میں مقام اصلی کی واپسی کا ارادہ رہا اور واپس ہوتا ہوا اب اصلی مقام سے چل کر ریل کی سواری میں ۳۰ کو س سے زیادہ پر پہنچنے کا ارادہ ہے لاہور دورہ کے طور پر کہیں دو روز کہیں چار روز ٹھہرنا ہوگا

ایسی حالت میں باعتبار اس وقت سفر نمازیں قصر کرنا چاہیے یا اہل خبا کی طرح پوری نماز پڑھنا چاہیے جناب دورہ وغیرہ کے حال سے واقف ہیں اگر سوال میں کچھ اجال یا اطلاق رہا ہو تو اس کو جواب میں دفع فرمادیں۔ مفصل عام فہم جناب دواپسی ڈاک ارشاد منزل دس کوس کی شمار ہوتی ہے یا بارہ کوس کی۔ اب تک جو پوری نماز پڑھی یہ صحیح کیا یا غلط۔ والسلام خیر ختام

الجواب

دورہ غالباً جس طور پر ہوتا ہے کہ آٹھ آٹھ دس دس کوس کی نیت سے چلتے اور ایک جگہ پہنچ کر پھر دوسرے کو روانہ ہوتے ہیں یہ حالت حال سفر نہیں اگرچہ اس میں سو کوس کا فاصلہ ہو جائے ہو ہیں اگر اس موضع بعید سے واپسی بھی اسی طریق دورہ ہو کر سیکے بعد دیگرے قریب قریب مقامات کے قصد سے چلتے ہوئے محل اقامت کے نزدیک اگر پٹ آئیں تو اس رجوع میں بھی قصر نہیں ہاں اگر جانے خواہ آئے میں کسی محل اقامت سے بالخصوص ایسی جگہ کے عزم پر چلیں جو وہاں سے مدت سفر پر ہو تو سفر تحقق اور قصر واجب ہوگا اسی طرح اگر دورہ کسی ایسے مقام پر ختم ہوا جہاں سے محل اقامت تین منزل ہے اب بظاہر مستقیم وہاں کو چلے تو بھی وہاں یہاں تک حالت سفر ہے فتح القدیر میں ہے الخلیفۃ ان کان انما قصد الطواف فی ولائتہ فانه حیثئذ غیر مسافر حتی لا ینقصہ الصلوۃ فی طولہ کالسائح اہ ملخصاً ذکرہ فی باب الجمعة مسئلۃ قصی منی فی الموسوعۃ اختیار شرح مختار و خزائن المفتین میں ہے الخلیفۃ اذا مسافر یقصر الصلوۃ الا اذا طاف فی ولائتہ فتاویٰ نمازیہ میں ہے خرج الامیر مع الجیش لطلب العدو ولا یقصر وان طال سیرۃ وکذا اذا خرج لقصد مصر دون مدۃ سفر ثم منہ الی اخر کذلک لعدم نیتہ السفر اسی میں ہے و فی الرجوع لو من مدۃ سفر قصر و **اقول** وبالله التوفیق تحقیق مقام یہ ہے کہ تحقق سفر شرعی کے لیے نہ مجرد سیر بقصد کافی نہ تھا قصد بے سیر بلکہ دونوں کا اجتماع ضرور کما تفیدہ الاسفار قاطبہ و بینہ فی خزائن المفتین وغیرہا اور قصد سے مراد قصد فی الحال متعین فعل نقارن سیر ہے جسے حرم کہتے ہیں کیا بدل علیہ تہمید ہر جمیعاً بلفظۃ الحال فی قصد المسافر بمن جاوز عمران موطنہ قاصداً مسیرۃ ثلاثۃ ايام قصد فی الاستقبال کہ بالا جماع کافی نہیں کمین خروج قاصداً قریۃ قریبۃ ومن نیت ان یشئ بعدہا سفر الی بلد بعید فانه لا یکون فی مسیرۃ الیہا مسافراً قطعاً اور نیت اپنی غایت مقصودہ بالذات پر پہنچ کر منتہی ہو جاتے ہیں کہ غایت ماہی غایت لہ سے متاخری الوجود ہے اور حرکت کے لیے بعد وجود بقائیں تو اس کے بعد اگر دوسرے مقصود کی طرف نہضت ہو تو وہ سیر آخر قصد آخر ہے اور قبل وصول منتہی نہیں ہوتی اگرچہ سکون و نزول تغلل ہو بلکہ اگر کسی منزل میں کوئی شخص طے نازل کئے گا میں فلاں جگہ جانا تھا کہ وہ ملایا جاتے ہیں اس سے ملاقات ہوئی یا جاتے ہوئے راہ میں مل گیا تو وہ نہایات مختلفہ کا قصد مقارن اول توجہ جزئی مقصد بعید مصین و منتہائے معین میں کہ ان کا تعین اس کے شخص کو لازم ہے ہرگز نہ ہوگا بلکہ صرف غایت ادلی ہی کا قصد فی الحال اور ثانیہ کا ہو تو فی المال فلا استقبال اگرچہ باعث علی الخروج عاظا امرین ہو اس سیر خاص میں کسی طرف توجہ اور چیر اور دل میں کہیں جانے کا خیال اور چیز ثانی قصد مقبل کو بھی شامل جسے یوں تعبیر کریں گے کہ وہاں بھی جاؤں گا یا یہاں ہو کر وہاں جانا ہے اور اول خاص اسی کے لیے ہے جو اس سیر جزئی مخصوص کا منتہی ہے جس کے حصول پر یہ منتہی ہو جائے گا اس پر

دلیل واضح مسئلہ آفاقی ہے جو بقصد حاضری مکہ منظم چلا ہے احرام باندھے میقات سے تجاوز اُسے حرام ہے اگر حلت چاہے تو عمل فرماتے ہیں حیلہ یہ ہے کہ بین الحرم والمیقات کسی مقام مثلاً جدہ وغیرہ کا قصد کرے کہ وہاں پہنچ کر اُس کے اہل سے ملحق ہو جائے گا اور اب مکہ منظم کو جانا داخل میقات سے ہوگا نہ گھر سے تو اب اُس کی میقات نسک کے لیے ہے تو یہ الا بصار دور مختار میں ہے داخل آفاقی البستان اسی مکانا من الحبل داخل المیقات لحاجۃ قصدہا ونیۃ مدۃ الاقامۃ لیست بشرط علی المذہب لہ دخول مکۃ غیر محرم ووقتہ البستان ولاشی علیہ لانہ التخی باہلہ وھذہ حیلۃ لافاقی یرید دخول مکۃ بلا احرام نیز اُس میں قبیل فصل احرام ہے لو قصد موضعا من الحبل کخلیص وحدۃ حل لہ مجاوزتہ بلا احرام فاذا حل بہ التخیق باہلہ فلہ دخول مکۃ بلا احرام وھو الحیلۃ لمرید ذلک الا المامور بالحل للخالقۃ برد المحتار میں ہے قصد موضعا من الحبل ای قصد اولیا کما اذا قصدہ للبیع او شراء انہ اذا فرغ منہ یدخل مکۃ ثانیاً بجر الرائق میں ہے لانہ لم یقصد اولاد دخول مکۃ وانما قصد البستان قالوا وھذہ حیلۃ لافاقی اذا اراد ان یدخل مکۃ بغیر احرام فینوی ان یدخل خلیصاً مثلاً فلہ مجاوزۃ رابع الرئی ہو میقات الشامی والمصری المہاذی للبحفۃ الخ۔ اُسی میں قبیل باب الاحرام ہے لافاقی اذا قصد موضعا من الحبل کخلیص یجوز لہ ان یتجاوز المیقات غیر محرم وھو الحیلۃ لمن اراد ان یدخل مکۃ بغیر احرام ینبغی ان لا تجوز ھذہ الحیلۃ لمامور بالحج لانہ لم یکن سفرہ للحج اشباہ میں ہے اذا اراد لافاقی دخول مکۃ بغیر احرام من المیقات قصد مکانا اخروا داخل المواقیت کبستان بنی عامر ذخیرہ وہندیہ میں ہے الحیلۃ لافاقی اذا اراد دخول مکۃ من غیر احرام من المیقات ان لا یقصد دخول مکۃ وانما یقصد مکانا اخروا المیقات خارج الحرم نحو بستان بنی عامر ثم اذا وصل ذلک الموضع یدخل مکۃ بغیر احرام نسک متقطع میں ہے ذکر الفقہاء فی حیلۃ دخول الحرم بغیر احرام ان یقصد بستان بنی عامر ثم یدخل مکۃ فالوجہ فی الجملة ان یقصد البستان قصد اولیا ولا یضیہ قصدہ دخول الحرم بعدہ قصداً ضمنیاً وعارضیاً کما اذا قصد مد فی جدۃ للبیع و شراء اولاد ویکون فی خاطرہ انہ اذا فرغ منہ ان یدخل مکۃ ثانیاً بخلاف من جاء من الہند مثلاً بقصد الحج اولاد انہ یقصد دخول جدۃ تبعاً ولو قصد بیعا و شراء اہر تلك النقول باختصار ظاہر ہے کہ جب اُس کی نیت حاضری مکہ منظم ہے تو جدہ ارادہ کر لینے سے دل کا نہ خیال ہرگز منتفی نہ ہوا ولہذا علما سے بلفظ حیلۃ تعبیر اور خود ارادہ دخول مکہ بغیر احرام سے تصور فرماتے ہیں اگر قصد مکہ منتفی ہو جاتا تو ان عبارات کا اصل کوئی محل و محل نہ تھا ہاں یہ ہوا کہ قصد مکہ باعتبار مال و استقبال رہا قصد اول جدہ کے لیے قرار پایا جیسا کہ بجر الرائق و رد المحتار و شرح لباب سے گزرا اسی بنا پر علمائے کرام نے مجاوزت میقات بلا احرام جائز فرمایا علماً کہ خیال نہ یقیناً اول سے موجود ہے تو ثابت ہوا کہ جب دونہایا مختلف مقصود بالذات ہوں تو قصد مقارن خاص حصہ اولی ہے اور ثانیہ کے لیے وہی مال و استقبال کا خیال جیسا کہ عبارت مولانا علی قادری ویکون فی خاطرہ انہ اذا فرغ منہ ان یدخل مکۃ ثانیاً نے روشن کر دیا یہ قصد حقیقۃ قصد بالفعل نہیں ولہذا اسی کو ذخیرہ وہندیہ میں با آنکہ شروع تصویر مسئلہ بلفظ اراد دخول مکۃ من غیر احرام بلفظ ان لا یقصد دخول مکۃ تعبیر فرمایا وجمداً للتحقیق الشریف الفائن علی قلب العبد الضعیف من فیض الفتاح العلام الخجیر

اللطیف و اللہ الحمد طاح و زاح ما کان یوسر علی هذا الاحتیال من الاشکال الذی اضطربت فیہ الاقوال و کثرت فیہ القیل و القال و اختلفت فی حله افهام الرجال و کان اقرب من جمیع الی ما جفت الیہ العلامة القارئ المجلی الافضال و لقد احسن اذا استشكل بتظافر العلما علی ذکر هذه الحلیة کلام الباب الموهوم باختصاص المسألة بمن حلف له قصد مکة بعد دخول البستان و لم یکن فی خاطره دخول الحرم من قبل اصلا و عکس العلامة الفاضل الشامی فی رد المحتار و منحة المحتل فاستشكل بظاهر الباب ما تظافرت علیه کلمات الاثمة اولى الالباب و بما وقفنا المولی سحنه و تعالی ظهوران لا صعوبة ولا اشکال وان لا مخالفة لنفی قصد الحرم مطلقا او قصدا اولیا او حصر القصد فی البستان مع الاحتیال لمن یرید الحرم بلا احرام و الحمد لله علی ابانة الصواب و اصابة المرام جب توفیق اللہ تعالیٰ بمقدات محمد ہوئے حکم مسئلہ واضح و منکشف ہو گیا آدمی اگر کسی مقام اقامت سے خاص ایسی جگہ کے قصد پر چلے جو وہاں سے تین منزل ہو تو اس کے مسافر ہونے میں کلام نہیں اگرچہ راہ میں ضمنی طور پر اور بواسطہ میں بھی دو ایک روز ٹھہرنے کی نیت رکھے کما افادہ المولی علی القارئ بقولہ بخلاف من جاء من الهند مثلاً بقصد الحج اولاً الخ مگر غالباً دورہ کی یہ حالت نہیں ہوتی اس میں بالخصوص مقصود اصلی وہ موضع بعید ہی نہیں ہوتا خاص اس کے قصد پر چلنے بلکہ سب مواضع میں گشت کا ارادہ اور ہر موضع مقصود بالذات ہوتا ہے تو اگرچہ باصطی سیر لحاظ مجمع ہے مگر ہر مقصود اپنی سیر خاص جزئی پر محدود موضع قریب کو جاتے ہوئے قصد مقارن اسی کے لیے ہے اور قصد بعید صرف بمعنی خیال و ارادہ مال تو جب کسی موضع سے دوسرے تک سیرت سفر نہیں اصلاً کوئی سیر بقصد سیرت سفر متحقق نہ ہوتی ہاں وہ چند قصدوں سے چند سیریں ہیں جن کا مجموعہ سیرت سفر ہے زائد اسی آخر ذکر کیا کہ علامہ بحر صاحب بحر رحمہ اللہ تعالیٰ نے امور پنج کے لیے دخول کہ بغیر احرام میں اس جگہ کا جہاد زمانا کہ جب وہ بایں قصد چلے گا کہ یہاں سے بستان بنی عامر جاتا ہوں پھر وہاں سے مکہ منظرہ چلوں گا تو اس کا یہ سفر حج کے لیے نہ ہوا معلوم ہوا کہ مقصود سیر وہی مقصود اولی ہوتا ہے و بس و لهذا ذخیرہ و ہندیہ میں ان لا یقصد مکة فرمایا تھا تو روشن ہوا کہ بالمال سیرت سفر کی دہری ہر جائے کا خیال سیر بقصد سیرت سفر نہیں اور وجوب سفر شرعی ہی تھی کہ تحقق نہ ہوئی و بہ تبیین و اللہ الحمد ان ما ذکر المولی الفاضل ابراہیم المحلی فی الغنیۃ بما مضی قد یفہم من التمثیل بالخلیفة فی اول مسألة التبع ان الخلیفة و السلطان کغیرہ فی انہ اذا نوى السفر یصح مسافرا و یقصر فقیل هذا اذا لم یکن فی ولايته اما اذا طاف فی ولايته فلا یقصر والا صح انہ لا فرق لما تقدم من نفل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و الخلفاء الراشدین انہم قصروا حین سافروا من المدینة الی مکة و غیر ذلک و مراد من قال اذا طاف فی ولايته لا یقصر ہوا صرح بہ حافظ الدین البزاز فی فتاویہ انہ اذا خرج نفیخص احوال الرعیۃ و قصد الرجوع متى حصل مقصودہ و لم یقصد مسیرة سفر حتی انہ فی الرجوع یقصر لو کان من مدة سفر و لا اعتبار بمن علی بان جمیع الولايات بمنزلة مصر ہا لان هذا تعلیل فی مقابلة النص مع عدم الروایۃ عن احد من الاثمة الثلاثة فلا یسمع اذ وضع ان ما ذکر من قصد الرجوع متى حصل مقصودہ انما ذکرہ البزاز فی مسألة اخرى غیر التي نقلنا عنها و ہی ما قال بعدہا و کذا الا ما مر بالخلیفة و الامیر و الکاشف لیفحص الرعیۃ و قصد کل الرجوع متى حصل مقصودہ و لم یقصد و امسیرة سفر قصروا تبعوا الخ

لا یمتاع ما نحن فرید لا فی شئ فانما مقصودہا کہما ہو صریح سنون کلامہ الورد علی من زعم ان الخلیفۃ لا یصدیر مسافرانی ولایۃ وہان
قصد مسیرۃ سفر وہو مریدین البطلان اما ما نحن فیہ فقد بینا انہ لا یصدق فیہ قصد مسیرۃ سفر فہذا اصلا لا یمتاع فیہ
الحلی ولا احد فلا غبار علی ما افادہ المحقق علی الاطلاق فی الفقہ والامام البرزازی فی فتاویہ والعلامة ابن الساعاتی فی الاختیار
والامام ابن السمعانی فی الخزانة والله الحمد علی حسن الایاتہ ہکذا ینبغی التحقیق والله تعالی ولی التوفیق بحقیق ابن کر قریبۃ توفیق
بہ قد یرد کی مطلقاً ہر صورت کو شامل ہے اگرچہ مقصود اصلی قریب مقصود اصلی بید کی ماہ میں واقع ہوا اگر اس کی راہ سے بالکل جدا ہوا اور
دورہ مانجہ میں اکثر ایسا واقع ہوتا ہے مثلاً اس شکل میں ب محل اقامت ہے اور نقاط باقیہ مواضع مقصودہ ان میں کوئی ایک دوسرے سے میرت
سے سفر پر نہیں مگر ب سے دورہ کرنے والا جس وقت ب سے ج کی طرف چلا کوئی نہ کہے گا کہ اس وقت یہ کی طرف توجہ



ہے یہ کو جاتا ہے یہ کے قصد پر چلا ہے بلکہ بالیقین اس سیر میں ج مقصود ہے اگرچہ خیال یہ بھی ہے کہ ان
نقطوں پر ہوتا ہوا یہ کو بھی جاتا ہے تو کسی سیر میں قصد مقارن میرت سفر کا نہ پایا گیا یا بالکل یہ دورے سفر نہیں ہوتے
اگرچہ کہتے ہی دور تک ہوں اب تک کہ نمازیں پوری پڑھیں بہت بج گیا تنبیہ یہاں سے سیاحین و داعین کا
حکم بھی واضح ہو گیا جنہیں کوئی مقام محل اقامت سے مدت سفر پر خاص مقصود بالذات نہیں بلکہ شہر شہر قریب بقرہ چند
ب کوس کے فاصلوں پر گشت کرنا سیر و کھینا یا ہر جگہ و غلط وغیرہ کے ذریعہ سے کما مقصود ہے تو جب تک کسی محل اقامت سے
میرت سفر کا قصد اولی نہ ہو مسافر نہ ہوں گے اگرچہ سارے ملک میں پھر آئیں جس طرح سیاح کی نسبت خود فتح القدر میں
مصر فارشاد ہوا ہے مسئلہ کثیر الوقوع ہے اور لوگ اس سے غافل منزل ہمارے بلاد میں قریباً بارہ کوس کی ہے ہی قول مفتی ب کے قریب تر ہے
جسے ظہیر و محیط برہانی و نہایہ و کفایہ شروح ہدایہ و خزائن المفتین وغیرہا میں علیہ الفتویٰ کما کہ منزل اٹھارہ میل ہے اٹھارہ میل کے
سوا گیارہ کوس ہوتے ہیں یہ قول اصل مذہب ظاہر الروایۃ کے خلاف نہیں بلکہ ان بلاد کے مناسب اسی کی تقدیر و شرح ہے کما نبہ
علیہ العلامة اسمعیل مفتی دمشق الشام کما نقلہ فی منحة الخالق ہمارے بلاد میں دس کوس کا اندازہ قابل قبول نہیں کہ یہاں
انصرایام یعنی تحویل جدی کے دن میں فجر سے نڈال تک سات ساعت کے قریب وقت ہوتا ہے اور خشک نہیں کہ پیادہ اپنی منزل چال
سے سات گھنٹہ میں بارہ کوس بے تکلف چل لیتا ہے جس پر بار بار کا تجربہ شاہد و اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علی جل مجدہ ااتہ و احکم۔

مسئلہ - ازالہ آباد کو مٹی حثمت اشرفاں جنٹ مجبٹریٹ مرسلہ علی محمد خاں ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۷ھ

میں آج کل الہ آباد میں ہوں تو الہ آباد میرے واسطے سفر خیال کیا جائے گا یا نہیں لیکن جنٹ صاحب کی کو مٹی میں رہتا ہوں اور الہ آباد
ایک ہفتہ سے زیادہ رہنا نہیں چاہتا لیکن پھر اسی روز واپس آنا پڑتا ہے الہ آباد میں ہمارے سفر کی پڑھی جائے گی یا نہیں اور الہ آباد سے کرنا ایک
مقام ہے جو قریب دس میل کے ہے وہاں پر بھی سفر کی نماز پڑھی جائے گی یا نہیں وہ الہ آباد ہی کے ضلع میں ہے جواب جلد مرحمت فرمائیے۔

الجواب

الہ آباد تمہارا وطن اصلی نہیں و جنٹ صاحب کی کو مٹی میں ٹھہرنا اُسے کسی طرح کا وطن کر دے گا جبکہ جنٹ خود آج کل وہاں نہیں بلکہ

پندرہ دن قیام کی نیت رکھی جائے گی اگر اس سے کم مدت قیام کی نیت ہے یا مقدار قیام کچھ معلوم نہیں کسی کام کے لیے گئے ہو اس کے ہو جانے کا انتظار ہے آج ہو جائے تو آج چلے جاؤ بیس دن بعد ہو تو بیس دن بعد تو اس صورت میں الہ آباد کا رہنا تھا اسے لیے سفر ہی سمجھا جائے گا ناز سفر کی پڑھو اگرچہ انتظار انتظار میں بیٹے گزر جائیں یہ ہیں اطراف میں جہاں جاؤ چادر کشت کی دو ہی پڑھو جب تک کسی خاص جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ ہو اور اگر پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت الہ آباد میں کر لی ہے تو اب الہ آباد وطن اقامت ہو گیا ناظر پوری پڑھی جائے گی جب تک وہاں سے تین منزل کے اداہ پندرہ جاؤ اگرچہ ہر ہفتہ پر بلکہ ہر روز الہ آباد سے کہیں ٹھوڑی ٹھوڑی دور یعنی چھینش کو س سے کم باہر جانا اور دن کے دن واپس آنا ہو جبکہ نیت کرنے وقت اُس پندرہ دن میں کسی لات دوسری جگہ شب باغی کا ارادہ ہو ورنہ وہ نیت پورے پندرہ دن کی نہ ہوگی مثلاً الہ آباد میں پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کی اور ساتھ ہی یہ معلوم تھا کہ ان میں ایک شب دوسری جگہ ٹھہرنا ہوگا تو پورے پندرہ دن کی نیت نہ ہوئی اور سفر ہی رہا اگرچہ دوسری جگہ الہ آباد کے ضلع میں بلکہ اُس سے تین چار ہی کو س کے فاصلہ پر ہو اور اگر پندرہ راتوں کی نیت پوری یہیں ٹھہرنے کی تھی اگرچہ دن میں کہیں اور واپس آنے کا خیال تھا تو اقامت صحیح ہو گئی ناز پوری پڑھی جائے گی جبکہ وہ دوسری جگہ الہ آباد سے ۳۶ کو س پینچا دن اٹھاون میل کے فاصلے پر نہ ہو فرض قیام کی نیت کرنے وقت ان خیالوں کا اعتبار ہے بعد کو جو پیش آئے اُس کا لحاظ نہیں مثلاً پندرہ رات پورے کا قیام ٹھہرا لیا اور اس کے بعد اتفاقاً چند راتوں کے لیے اور جگہ جانا ہوا جو الہ آباد سے تین منزل کے فاصلہ پر نہیں اگرچہ دس بیس بلکہ چھپن میل تک ہو تو سفر نہ ہوگا اُس مقام دیگر میں بھی ناز پوری پڑھنی ہوگی اور الہ آباد میں بھی ان سب صورتوں کو خوب غور سے سمجھ لو فی الدر المختار لو دخل الحاج مكة ايام العشر لم تصح نيته ان يخرج الى منى وعرفة فصار كنية الإقامة في غير موضعها وبعد عوده من منى تصح كما لو نوى مبية باحد هما الخ وفي رد المحتار قيل هذه للسألة كانت سببا لتفقه عيسى بن ابان وذلك انه كان مشغولا بطلب الحديث قال فدخلت مكة في اول العشر من ذي الحجة مع صاحب لي وعزمت على الإقامة شهرا فجلت ان الصلاة فلقيني بعض اصحاب ابى حنيفة فقال لي اخطأت فانك تخرج الى منى وعرفات فلما رجعت من منى بدا صاحبى ان يخرج وعزمت على ان اصاحبه وجعلت اقضو الصلاة فقال لي صاحب ابى حنيفة اخطأت فانك مقيد بمكة فما لم تخرج منها لا تصير مسافرا قلت اخطأت في مسألة في موضعين فرحلت الى مجلس محمد واشتغلت باللفقة قال في البدائع وانما اوردا هذه الحكاية ليعلم مبلغ العلم فيصير مبعثا للطلبية على طلبه اه مجر و يظهر من هذه الحكاية ان نية الإقامة لم تقم عملها الا بعد رجوعه لوجود خمسة عشر يوما بلانية خروج في اثنتائها بخلاف ما قبل خروجه الى عرفات لانه لما كان عازما على الخروج قبل تمام نصف شهر لم يصح مقبلا و يحتل ان يكون حجة نية الإقامة بعد رجوعه وبهذا سقط ما اورده العلامة القادری فی شرح اللباب من ان فی كلام صاحب الامام تقارضا حيث حكم اولاً بانه مسافر وثانياً بانه مقيد مع ان المسألة بحالها والمفهوم من المتن انه لو نوى في احد هاتين النصفين صح في لا يضره خروجه الى عرفات اذ لا يشترط كونه نصف شهر متواليا بحيث لا يخرج فيه اتقى وجهه السقوط ان التوالى لا يشترط اذا لم يكن من عزمه الخروج الى موضع اخر لانه يكون ناويا الإقامة في موضعين نعم بعد رجوعه

من منی صحت نیتہ لعزمہ علی الإقامة نصف شهر فی مکان واحد والله تعالیٰ اعلم **قول** کہا لو نوى مبيتہ باحد هما فان دخل اولاً الموضع الذى نوى المقام فيه فصار لا يصير مقيماً وان دخل اولاً ما نوى المبيت فيه يصير مقيماً ثم بالخروج الى الموضع الاخر لا يصير مسافراً لان موضع إقامة الرجل حيث يبيت به حلية له وبه ظهر كل ما ذكرناه والله تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۳ شعبان المعظم ۱۳۳۵ھ از تہر مسئلہ خلیل الدین صاحب
زیر کے وطن سے ایک مقام گشت کو س کے قاصد پر واقع ہے اور زید نے اسی راہ سے سفر کیا کہ اُس مقام تک چالیس کوس مسافت طے کرنی ہوئی تو زید پر نماز کا قصر ہے یا نہیں۔

الجواب

ہے جبکہ قصد دو جگہ پر منقسم نہ ہو مثلاً اُس راہ میں بیس کوس پر ایک شہر ہے اور وہاں جاؤں گا وہاں سے فارغ ہو کر دوسرے مقام پر کہ وہاں سے بیس کوس ہے جاؤں گا یہ چالیس کوس ہو جائیں گے تو قصر نہیں مکان سے بیس ہی کوس کے مقصد کو چلا ہے اگرچہ وہاں سے دوسرا قصد دوسری جگہ کا ہونے والا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از بریلی مسئلہ شیخ عبدالعزیز سباطی دوم ذوالقعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل کے جواب میں (۱) منزل کتے فرنگ کی ہوتی ہے (۲) کے منزل پر قصر ہوگا (۳) طے منزل میں راہ راست کا اعتبار ہے یا جس راستے پر چلے (۴) یہاں سے بیس پورہ ۱۸ کوس راہ سواری گاڑی اور راہ دہلی گاڑی چالیس کوس ہو جاتا ہے وہاں جانے میں قصر کب ہوگا (۵) ایک شخص نے ایک مسجد میں جمعہ کی نماز کے واسطے دریاں وغیرہ بنوائیں مگر کچھ دنوں وہاں جمعہ ہو کر رہ گیا اب وہ چاہتا ہے کہ یہ دریاں کسی دوسری مسجد میں دیدوں پس یہ جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) عرف میں منزل بارہ کوس ہے اور ان بلاد میں ہر کوس ۱۰ میل یعنی ایک میل اور میل کے تین خمس اور تین میل کا ایک فرنگ تو ایک منزل چھ فرسخ اور دو خمس فرسخ کی ہوئی (۲) تین منزل پر قصر ہے (۳) جس راستے سے جائے اُس کا اعتبار ہے (۴) ایک میں جائے تو قصر کو دے نہیں (۵) جب دریاں پھر مسجد کر دیں بلکہ مسجد ہو گئیں جب تک ناقابل استعمال نہ ہو جائیں واپس نہیں لے سکتا دوسری مسجد میں دے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از رد المحتار نینی تال ڈاک خان کچھار مسئلہ عبدالعزیز خان ۴ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص دو آدمیوں کا غلام تھا ہر دو مع غلام کے سفر کو گئے راستے میں دونوں نے قیام کیا ایک نے نیت اقامت کی دوسرے نے نہ کی اب وہ عید مشترک نماز قصری ادا کرے یا حضری۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر وہ ان دونوں سے صرف ایک کے قبضہ میں ہے تو جس کے قبضہ میں ہے اُسی کی نیت کا اعتبار ہے لانه ج ليس تابعاً لالہ

وسبائیک ما یفیدہ اور اگر دونوں کے قبضہ میں ہے تو اگر ان میں اس کی خدمت نوبت بہ نوبت قرار پائی ہے مثلاً ایک دن اس کی خدمت کہے دوسرے دن اس کی تو ہر ایک کی نوبت میں اس کی نیت پڑے کہ یعنی جس دن خدمت مقیم کی بادی ہو غلام بھی اپنے آپ کو مقیم سمجھے اور جس دن خدمت مسافر کی بادی ہو اپنے آپ کو مسافر جانے اور اگر باہم نوبت نہ قرار دی بلکہ یوں ہی دونوں کی خدمت میں ہے ۔ من وجہ مقیم اور من وجہ مسافر ہے قصر اصلاً ذکر ہے اس لحاظ سے کہ اس کے ایک سوئی نے نیت اقامت کی بعد قعدہ اولیٰ بھی اپنے اوپر فرض جانے اس نظر سے کہ دوسرے سوئی کی نیت سفر ہے اور اس کے حق میں افضل یہ ہے کہ جہاں تک مل سکے کسی مقیم کی اقتداقت میں کہے درختار میں ہے عبد مشترک بین مقیم و مسافر ان تھا یا قصر فی نوبۃ المسافر والا یفرض علیہ القعود الال و یقصر احتیاطاً ولا یأتم بمقیم اصلاً وهو مما یلغز رواہ الحارثی ہے قوله ولا یأتم الخ فی شرح المنیۃ وعلى هذا فلا یجوز له الاقتداء بمقیم مطلقاً فلیعلم هذا ام ای لاقی الوقت ولا بعدہ ولا فی الشفع الاول ولا فی الثاني ولعل وجه کما افادہ اشیعنا ان القعدۃ الاولیٰ فرض علیہ الحاقالہ بالمسافر فاذا اقتدی بمقیم یلزم اقتداء المفترض بالمقتفل فی حق القعدۃ الاولیٰ ام اقول لکن قول شارح المنیۃ وعلى هذا الخ ینظر منه انه تفریح من عنده علی وجه البحث والا فالذی رأیتہ فی التارخانیۃ عن الحجۃ انه ان لم یکن بالمہایاۃ وهو فی یدیهما کل صلاۃ یصلیہا وحده یصلی اربعاً و یقعد علی راس الکرکتین ویقرأ فی الاخریین وکن اذا اقتدی بمسافر یصلی معہ رکعتین وفی قرآنہ فی الکرکتین اختلاف واما اذا اقتدی بمقیم فانه یصلی اربعاً بالاتقان ام اہ ما فی رد المحتار فقیر کرتا ہے غفر اللہ تعالیٰ لہ رأیتہ کتبت علی ہامش قوله فاذا اقتدی بمقیم یلزم اقتداء المفترض الخ مانصہ اقول ہذا مما استحصلہ فان المسافر من کل وجہ القعدۃ الاولیٰ فربضۃ علیہ من کل وجہ ومع ذلک یجوز لہ الاقتداء بالمقیم اجماعاً ولا یعد ہذا لك مفترضا خلف متفعل اذا اقتدی فی الوقت بل یقال ان فرضہ تحول بالقعدۃ رباعیاً فلم تبین القعدۃ الاولیٰ فربضۃ علیہ لمصادفۃ المغیر محلہ القابل لہ حیث التصل بالسبب اعنی الوقت بخلاف ما اذا اقتدی بعد انقضائہ فاذا کان ہذا فی حقہ فکیف بمن لیس مسافراً من کل وجہ ولا القعدۃ فرض علیہ وجہاً واحداً فہذا ینبغی ان یومر باقتداء المفترض فی الوقت مہما وحید کی ینخرج عن احتمال الاتمام فی السفر ام ما حورثہ ولشدۃ وضوحہ وثبوت الروایۃ بل نقل الاتقان علی جہاز اقتدائہ بالمقیم جزمت بہ فان کان صواباً فممن رواہ اللہ وارحوان لا یكون الا ایاہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - بریلی محلہ منڈل خاں کی ہند ۲۹ رذی القعدہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زمین اپنے وطن سے شتر یا اسی کوس کے فاصلہ پر کسی شہر میں ملازم ہے وہاں سے سال بھر کے بعد آٹھ دس روز کے واسطے اپنے مکان پر آیا اور پھر مل گیا اس آمد رفت میں اس کو تاز قصر پڑنا چاہیے یا نہیں ۔ بینوا تو جو روا

الجواب

جب وہاں سے بقصد وطن چلے اور وہاں کی آبادی سے باہر نکل آئے اس وقت سے جب تک اپنے شہر کی آبادی میں داخل نہ ہو قصر

کرے گا جب اپنے وطن کی آبادی میں آگیا قصر جانا رہا جب تک یہاں رہے گا اگرچہ ایک ہی ساعت قصر ذکر سکے گا کہ وطن میں کچھ پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت ضرور نہیں پھر جب وطن سے اس شہر کے قصد پر چلا اور وطن کی آبادی سے باہر نکل گیا اس وقت سے قصر واجب ہو گیا اسی طرح تو قصر کرے گا ہی ادا اگر اس شہر میں پہنچ کر اس بار پندرہ روز یا زیادہ قیام کا ارادہ نہیں بلکہ پندرہ دن سے کم میں واپس آنے یا وہاں سے اور کہیں جانے کا قصد ہے تو وہاں جب تک ٹھہرے گا اس قیام میں بھی قصر ہی کرے گا ادا اگر وہاں اقامت کا ارادہ ہے تو صرف راستہ بھر قصر کرے جب اس شہر کی آبادی میں داخل ہو گا قصر جانا رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک ماہ کے ارادے سے

ایک شخص جنگل یا اسٹیشن پر جو جنگل میں واقع ہو ملازم ہے اور اس کو کتا جب بھیجتے ہیں تو کم از کم ایک ماہ کے ارادے سے بھیجتے ہیں تو اس ملازم پر نماز قصر یا پوری۔ اور نہ جہ ذیل دلیلوں میں دلیل حق پر ہے یا غلط۔ ذیل کا قول ہے کہ ملازم کو ہر حالت میں نماز قصر کرنا چاہیے اگرچہ آقا ایک ماہ کے ارادے سے بھیجے کیونکہ اگر آقا چاہے تو آخر روز میں دوسری جگہ منتقل کرے دوسرے جنگل پہنچنے کی وجہ سے ہر حالت میں قصر واجب ہے کیونکہ وہاں آبادی نہیں ہے جو اقامت کی جگہ ہے عمرو کی دلیل ہے کہ کل کام ارادے کے لحاظ پر ہوتے ہیں یعنی جس وقت آقا بھیجتا ہے تو ایک ماہ کے ارادے سے بھیجتا ہے پھر وہ چاہے ایک روز میں بلا لے اس حالت میں ارادے کی وجہ سے نماز قصر نہیں ہوتی دوسرے جنگل میں اقامت نہیں ہوتی وہ دوسرے جنگل میں اور اسے جنگل یا اسٹیشن پر جو جنگل میں ہوں وہاں بیس کہیں انسان ہر وقت رہتے ہوں و نیز ریلوے کے ملازم بھی اسٹیشن پر کام کرتے ہوں (اگر آبادی گاؤں وہاں سے دو چار کوس پہلے) اقامت کو باطل نہیں کرتی ایسی جگہ ان میں قول کس کا درست ہے۔

الجواب

یہاں چند امور پر اطلاع لازم جن سے یہ نہ خیالی انگشت حکم ہو اول اسٹیشن اگرچہ آبادی سے کچھ فاصلے پر ہو وہاں عورت ہوتی ہے سامان اقامت نہ ہوتا ہے ہاں اگر آبادی سے کوسوں دور ہی ہے جنگل میں متعین ہوں جیسے بن کی لکڑی لینے والے تو وہ محل اقامت نہیں اگرچہ نیچے ذیل سے ساتھ ہوں مگر ان کے لیے جن کی طرز معیشت ہی ہے جو جیسے سانپے درختوں میں ہے اور بنوی اقامت نصف فقہاء بموضع صالح لھا اذ قرية او صحواء دار نادھو من اهل الاخبية علیگیری میں ہے قال شمس الاثمۃ المحلوانی عسکرا مسلمین انا قصدنا غنما ومعهم اخبیتهم وخيامهم ونساطیطهم فنزلوا مفازة فی الطريق ونصبوا الاخبية والنساطیط وعزموا فیہا علی اقامة خمسة عشر یوما لم یصیروا مقیمین لانہا حمولۃ و لیست بمساکن کذا فی المحيط وومرے جنگل میں کہ نیت اقامت صحیح نہیں مدت سفر چل لینے کے بعد ہے کہ تین منزل قطع کر چکا ہو اب کسی جنگل میں ھا دن یا زائد قیام کی نیت کرے تو مسافر ہی رہے گا لیکن مدت سفر لگائی ہونے سے پہلے جنگل میں بھی نیت اقامت صحیح ہے مثلاً تین منزل کے ارادے پر چلا تھا ایک یا دو منزل چل کر نیت سفر قطع کی اور وہاں اقامت کی نیت کر لی مسافر وہاں نماز پوری پڑھے گا اگرچہ بن مسلم ہو درختوں میں ہے صلی الفرض الرباعی رکعتیں حتیٰ یدخل موضع مقامہ ان سار مدۃ السفر والا فینہم بھودنیۃ العود لعدم استحکام السفر والتمار میں ہے بنوی بموضع صالح

فہا ان سارثلثہ ایام والا فقصہ ولوفی المفازۃ والحاصل ان نیتہ الاقامۃ قبل تمام المدة تكون نقضا للسفر کنية العود الی
بلدہ والسفر قبل استحکامه یقبل النقص اما ملتقطا معراج الدراہ پھر علیگیر یہ میں ہے اذالمیرس ثلثۃ ایام فعوم علی الرجوع
او ذوی الاقامۃ یصیر مقیما وان کان فی المفازۃ سوم ذکر کی اپنی نیت معتبر ہونا بلکہ نیت آقا کا تابع ہونا اس حالت میں ہے کہ آقا
کے ساتھ ہو ورنہ خود اس کی نیت معتبر ہے تو یہ لا بصار ودر مختار ودر المختار میں ہے المعبر بنیۃ المتبوع لا التابع کا مرأۃ او فاہا مہرہا
المجمل وعبد وجندی اذا کان یرتزو من الامیر او بدیت المال واجیر مشاہدۃ او مسانۃ تا تارخانہ واسیر غریمر وکلین
مع زوج ومولی وامیر ومستاجر واسر ودائن واستاذ فقیہ المعیۃ ملاحظہ فی تحقیق التبعیۃ اما ملتقطا چارم مجرد احتمال کہ
شاید آج چلا جانا ہو مانی اقامت نہیں اہ اپنے وطن کے سوا آدمی کبھی کہیں مقیم نہ ہو اگرچہ سال بھر اقامت کی نیت کرے کہ کیا معلوم شاید
آج ہی کوئی ضرورت سفر کی پیش آئے بلکہ اس کے لیے غالب گمان درکار ہے یقین کی حاجت نہیں کہ بے اعلام بنی غیب پر یقین کی کوئی
ضرورت نہیں تبیین الحقائق امام زلیخا پھر ہند یہ میں ہے لابد للسافر من قصد مسافۃ ثلثۃ ایام ویلغی غلبۃ الظن یعنی اذا غلب علی
ظنہ انہ یسافر قصد ولا یشترب فیہ التیقن پنجم نیت سچے عزم قلب کا نام ہے پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کر لے اور جانتا ہے کہ اس سے
پہلے چلا جانا ہے تو یہ نیت نہ ہوئی محض تخیل ہو ایہ میں دل میں عزم دو ہی منزل کا ہے اور گھر سے تین منزل کا ارادہ کر لیا کہ آبادی سے نکل کر
راہ میں قصر کی اجازت مل جائے ہرگز اجازت نہ ہوگی کیونکہ نیت نہیں وہی خیال بندی ہے البتہ اگر وہی منزل جاتا ہے اور پچا ارادہ تین منزل کا
کر لیا اور تین منزل جا کر ایک منزل اپنے محل مقصود کو داپس آیا اور یہاں پندرہ دن سے کم ٹھہرنا ہے تو جاتے اور آتے اور ٹھہرتے قصر کر سکا
کہ یہ سچی نیت ہوئی اگرچہ وہاں جانے سے کوئی کام نہ تھا رہنما میں ہے لو دخل مکۃ ایام العشر لم یصح نیتہ لانه یخرج الی منی
وعرفۃ معراج الدراہ پھر علیگیر یہ میں ہے قال اصحابنا رحمہم اللہ تعالیٰ فی تاجر دخل مد نیتہ لحاجۃ نوى ان یقیم خمسة عشر
یوما للقضاء ثلاث الحاجۃ لا یصیر مقیما لانه متردد بین ان یقضى حاجۃ فیرجع و بین ان لا یقضى فیقیم فلا تكون نیتہ مستقرۃ
وهذا الفصل حجة علی من یقول من اراد الخروج الی مکان ویرید ان یتروخص برخص السفر ینوی مکانا بعد منه وهذا غلط
ششم وطن اقامت یعنی جہاں پندرہ دن یا زیادہ قیام کی نیت صحیحہ کر لی ہو آدمی کو مقیم کر دیتا ہے اور اقامت و سفر میں واسطہ نہیں تو وہاں
سے بے ارادہ مدت سفر اگر ہزار کوں دورہ کرے مثلاً دس کوں کے ارادے پر وہاں سے چلے پھر وہاں سے پندرہ کوں کا ارادہ کرے وہاں سے
بیس کوں کا قصد ہو مسافر نہ ہو گا اور قصر نہ کرے گا جیسے وطن اصلی سے یوں دورہ کرنے میں حکم ہے یہاں تک کہ اگر مثلاً وطن اقامت میں بیس کوں
گیا اور وہاں سے پچیس کوں کا ارادہ کر کے چلا اور بیچ میں یہ وطن اقامت آکر پڑے گا تو سفر جاتا رہے گا ہاں اگر تین منزل چلنے کے بعد یہ وطن
بیچ میں نہ آئے تو قصر کرے گا اور یہ وطن و وطن اقامت نہ رہے گا رد المحتار میں ہے والحاصل ان انشاء السفر یمطل وطن الاقامۃ اذا کان
منہ اما لو انشاء من غیرہ فان لم یکن فیہ مورد علی وطن الاقامۃ اذا کان ولكن بعد سیر ثلثۃ ایام قلنا لا ولو قبلہ لم یطل الوطن بل یطل
السفر لان قیام الوطن مانع من صحۃ مقیم ذکر کی ملازمت ہے اس میں قصد اقامت ہوتا ہے توجہ جہاں ذکر ہو کر مانتا اختیار کرے مقیم ہو جائیگا اگرچہ
لے فتح القدیر باب الحج عن الغیر میں ہے لو توطن مکۃ بعد الفراع خمسة عشر یوما بطلت نیتہ فی مال المدینۃ لانه توطن چ حاجۃ نفسہ بخلاف

بالخصوص پندرہ دن کی نیت نہ ہوں نیت الاستدامة فوق ذلك ہاں اگر مدت سفر سے یہاں نوکر ہو کر آیا اور معلوم ہے کہ پندرہ دن ٹھہرا ہوگا تو البتہ مقیم نہ ہوگا جب اُس دوسری جگہ سے فارغ ہو کر آئے گا اور یہاں ملازمان قیام کرے گا اُس وقت سے مقیم ہوگا کما قال فی رد المحتار فی واقعة عیسیٰ بن ابان رحمہ اللہ تعالیٰ ان نیت الإقامة لم تعمل عملها الا بعد الرجوع لوجوب خمسة عشر يوما بل انیة خروج فی اثنا عشر يوما قبل حرجہ الی عرفات لانه لما كان عازما علی الخروج قبل تمام نصف شهر لم یصح مقیما اور جبکہ ایک جگہ نوکر ہو کر رہے اور پندرہ دن کے اندر وہاں سے دوسری جگہ جانا معلوم نہ ہو تو صرف احتمال قاطع اقامت نہ ہوگا ورنہ کوئی وطن اقامت نہ ہو سکے اور اپنے وطن سے مدت سفر پر جو لاکھوں آدمی نوکر ہوتے اور برسوں وہاں رہتے ہیں کبھی مقیم نہ ہوں کہ بدلی یا کسی کام پر بھیجے جانے کا احتمال ہر وقت ہے ہذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم جب یہ امور سب معلوم ہو لے اب مسئلہ مسئلہ کی طرف پہلے **فأقول** وباللہ التوفیق اور معلوم ہوا کہ یہاں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ جہاں متعین ہوا وہ نرا جگہ ہے جائے اقامت نہیں دوسرے یہ کہ محل اقامت ہے جیسے اسٹیشن اور ہر تھری پر دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ یہ شخص متعین ہونے وقت مسافر ہے یعنی تین منزل چل کر آیا اور پہنچ کر کہیں مقیم نہ ہوا دوسرے یہ کہ مقیم ہے مثلاً اسی شہر اور قریب جگہ کا ساکن ہے اور یہاں شہر سے دو چار کوس کے فاصلہ پر متعین ہوا یا تو تین منزل طے کر کے مگر شہر میں پندرہ دن نیت کے ساتھ ٹھہرا کہ مقیم ہو گیا اور اب یہاں متعین ہو تو چار صورتیں آگئیں **صورت اولی** مسافر یعنی مذکور ہے اور یہ جگہ محل اقامت نہیں اس میں (۱) ابتدائے تعین سے بلا فصل جب تک یہاں ہے گا قصر کرے گا اگرچہ دس برس ہیں رہنے کی نسبت اس کے آقائے کمدیا اور اس نے بھی ارادہ کر لیا کہ جب وہ مدت سفر سے آیا اور کہیں مقیم نہ ہوا اور یہ محل اقامت ہمیں تو جب تک بھی یہاں رہے گا مسافر ہی رہے گا (۲) اگر یہاں سے حکماً خواہ صرف بارادہ خود کی دوسری جگہ جائے گا راہ میں قصر ہی کرے گا اگرچہ وہ جگہ یہاں سے مدت سفر نہ ہو (۳) اُس دوسری جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ ہو تو وہاں بھی قصر ہی پڑے اور وہاں سے واپسی میں بھی اور اس مقام پر واپس آکر بھی اگرچہ یہاں کتنا ہی ٹھہرنے کا ارادہ ہو کہ ہفتہ اُس کا سفر جو عدم اقامت ختم نہ ہوا (۴) اگر وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت حکماً خواہ نقطہ اپنے ارادے سے کی تو وہاں پوری پڑے گا (۵) جب وہاں سے واپس ہو گا اگر اُس جگہ اور مقام تعین میں تین منزل کا فاصلہ ہے تو واپسی میں بھی قصر کرے گا اور یہاں پہنچ کر بھی اگرچہ یہاں کتنے ہی دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو کہ مدت سفر سے یہاں پہنچ کر اُس کی پھر مالیت اولیٰ عود کر آئی اور انشاء سفر کے سبب اُس اقامت جائے دیگر کا کوئی اثر نہ رہا (۶) اگر بعد اقامت پانزدہ روزہ وہاں سے واپس ہوا اور پہنچ میں مدت سفر نہیں تو اب

(بقیہ جلد ۳۳۳)

ما اذا قام اقل لانه مسافر علی حاله فان بداله بعد ذلك ان يرجع رجعت نفقة فی مال الملیت وردی عن الی یوسفنا ان لا تعود لانه فی الرجوع عامل لنفسه لا للملیت لكنها قلنا ان اصل سفره كان للملیت فما بقى ذلك السفر بقیت النفقة کذا فی المبسوط و ذکر غیر واحد من علو ذکر خلقت انه ان فوی الإقامة خمسة عشر يوما سقطت فان عاد عادت وان توطنها سواء قل او کثرا لتعود وهذا یفید ان التوطن غیر مجزئ نیت الإقامة خمسة عشر يوما والظاهر ان معناه ان یقطنها وطنها ولا یجد فی ذلك حداً یسقط النفقة ثم العود انشاء سفر لحاجة نفسه ولو بعد یومین فلا یستحق به النفقة علی الملیت والله سبحانه اعلم اهـ فافهم ۱۲ من

راہ میں بھی پوری پڑھے گا اور یہاں پہنچ کر بھی کہ قبل سیرسہ روزہ جنگل میں نیت اقامت صحیح ہے اور بوجہ عدم انشاء سفر اس کی وہ اقامت باطل نہ ہوئی نہ وہ وطن اقامت باطل ہو اس صورت ششم میں اس کا حکم شقوق صورت ثانیہ آئندہ کی طرف عود کر جائے گا

صورتہ ثانیہ مقیم ہے اور یہ جگہ محل اقامت نہیں اس میں (۱) جب تک بعد تعین بلا فصل یہاں رہے گا پوری پڑھے گا کہ مقیم کا بن میں ٹھہرا سفر نہیں (۲) اگر یہاں سے کہیں مدت سفر سے کم کی نیت سے جائے گا جاتے اور آتے اور وہاں ٹھہرتے ہر حال میں اتمام کرے گا اگرچہ وہاں ایک ہی دن ٹھہرے کہ ہنوز سفر متحقق نہ ہوا (۳) اگر مدت سفر کی نیت سے جائے گا راہ میں قصر کرے گا اور وہاں بھی اگر پندرہ دن کی نیت ذکرے وہاں پوری پڑھے گا (۴) یہی واپسی میں جب وہاں سے اس مقام کو بقصد واحد واپس آئے گا راہ میں قصر کرے گا (۵) جب یہاں پہنچے گا از انجا کہ مدت سفر سے کیا ہے اور یہ محل اقامت نہیں اب اس کا حکم شقوق صورت اولیٰ گذشتہ کی طرف عالم ہوگا کہ ابتدائے واپسی سے بلا فصل جب تک یہاں رہے گا قصر کرے گا اس آخر وہاں یہاں مسافر یعنی مذکور ہو کر آیا یا جگہ جب یہاں بعد سفر آئے گا صورت اولیٰ ہوگی اور مقیم ہو کر تو صورت ثانیہ ہی دوسرے گا صورتہ ثالثہ مسافر یعنی مذکور رہے اور یہ جگہ محل اقامت جیسے اٹیشن اس میں (۱) اگر ابتدائے تعین میں معلوم تھا کہ پندرہ دن کے اندر یہاں سے جانا ہے تو مقیم نہ ہوگا قصر ہی پڑھے گا (۲) یہاں سے کہیں قبل اقامت جائے راہ میں قصر ہی کرے اور واپسی میں بھی (۳) جب یہاں سے واپس آئے اور اب بھی پندرہ دن کے اندر کہیں جانے کا ارادہ ہے تو یہی شقوق و احکام ہیں (۴) اب وہ ارادہ نہیں یا ابتدائے تعین ہی میں ۱۵ روز کے اندر کہیں جانے کی نیت نہ تھی تو بھی سے یا اب یہاں اگر مقیم ہو جائے گا پوری پڑھے اس صورت چہارم میں اس کا حکم شقوق اب وہ آئندہ کی طرف رجوع کرے گا **صورتہ رابعہ** مقیم ہے اور یہ جگہ محل اقامت اس میں (۱) جب تک یہاں رہے گا اتمام کرے گا اگرچہ ایک ہی دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو (۲) یہاں سے کہیں جائے اور جاتے اور آتے اور ٹھہرنے اور واپس آکر ہمیشہ پوری پڑھے گا جبکہ وہ جگہ مدت سفر پر نہ ہو (۳) اگر مدت سفر ہو جائے راہ میں قصر کرے اور وہاں پوری پڑھے اگر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہو ورنہ وہاں بھی قصر کرے (۴) جب وہاں سے واپس آئے راہ میں قصر کرے یہاں پہنچ کر یہی شقوق و احکام ہیں جبکہ پندرہ دن کے اندر جانے کا ارادہ نہ ہو (۵) اگر بعد واپسی یہاں پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہے تو یہاں اگر بھی مقیم نہ ہوگا کہ یہ وطن اقامت بوجہ سفر باطل ہو گیا اور اب قصد اقامت نہیں اس صورت پنجم میں اس کا حکم شقوق صورت ثالثہ کی طرف راجع ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از اٹیشن دودھوا گھاٹ ضلع کھیری نکیم پور کا رخا ز عبد اللطیف خاں صاحب ٹھیکہ دار سرحد فرخ شاہ خاں اور جندی لاوی کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اٹیشن دودھوا گھاٹ ایک جنگل کا مقام ہے اور یہاں پر نہ آبادی ہے نہ راجت ہوتی ہے اور میں ایک ٹھیکہ دار کا ملازم ہوں اور بظاہر مجھ کو امید ہے کہ اس جگہ میرا قیام جب تک کہ ملازمت قائم ہے برابر رہے گا اسی خیال سے میں پوری نماز ادا کرتا تھا اب ایک شخص سکنہ پہلی بھیبت نے یہ کہا کہ تم کہ یہاں پر قصر پڑھنا چاہیے خواہ تم ایک سال دہویا نا ندر ہو اسناد آپ کی خدمت میں یہ تحریر ارسال کرتا ہوں کہ اس مسئلہ کا جو حکم ہو اس سے مطلع فرمائیے تاکہ شک و غہ ہو اور اس کے مطابق نماز ادا کی جائے۔

الجواب

جبکہ وہاں آبادی ہے نہ جائے قیام ہے تو اگر وہاں مسافر ہو کر پہنچا یعنی تین منزل سے ارادہ کر کے بیچ میں بغیر سفر توڑے وہاں پہنچا تو جب تک وہاں رہے گا قصر کرے گا اگرچہ کتنی ہی مدت گزرے اور اگر وہاں مقیم ہو کر پہنچا یعنی تین دن کی راہ سے کم فاصلہ وہاں تک تقایا زیادہ تھا مگر بیچ میں دوسری جگہ ٹھہرا ہوا آیا کہ پچھلے قصد سے یہاں تک مدت سفر نہ تھی تو جب تک رہے گا پوری پڑھے گا اگرچہ ایک ہی دن رہے قیام کا اصلاً قصد نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئلہ غلام جان صاحب طالب علم ۸ ارشوال ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص جس پر نماز قصر ہو رہے سفر میں اگر دیدہ و دانستہ بہ نیت زیادہ ثواب پوری نماز پڑھے گا تو گنہگار ہو گا یا نہیں۔

الجواب

بیشک گنہگار و مستحق عذاب ہو گا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں صدقۃ تصدق اللہ بہا علیکم فاقبلوا صدقۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از اولدن ضلع جھانسی مدرسہ محمد تقی خاں سب انسپکٹر پولیس انشیشن ۳۲ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں ضلع جھانسی میں ملازم ہوں جو کہ ضلع بدایوں سے قریب ۲۰۰ میل کے فاصلہ پر ہے اور مقام جھانسی میں تھانہ اولدن میں تعیناتی ہے پندرہ روز تک کبھی تھانہ میں ٹھہرنا نہیں ہوتا علاقے کے دیہات میں برابر بسلسلہ کار گورنٹ تفتیش وغیرہ کے گشت رہتا ہے لہذا التماس ہے کہ ایسی صورت میں نماز قصر پڑھنا چاہیے یا پوری نماز پڑھنا۔

الجواب

جو مقیم ہو اور وہ دس دس پانچ پانچ بیس بیس تیس تیس کوں کے ارادے پر جائے کبھی مسافر نہ ہو گا ہمیشہ پوری پڑھے گا اگرچہ اس طرح دنیا بھر کا گشت کرے جب تک ایک نیت سے پورے چھتیس کوں یعنی ساڑھے ستاون میل انگریزی کے ارادے سے چلے یعنی بیچ میں کہیں ٹھہرنے کی نیت ہو اور اگر دو سو میل کے ارادے پر چلا مگر ٹوڑے کر کے یعنی بیس میل جا کر یہ کام کوں گا وہاں سے تیس میل جاؤں گا وہاں سے پچیس میل و علی ہذا القیاس مجموعہ دو سو میل تو وہ مسافر نہ ہو گا بلکہ سخت ارادہ ماضی میل کا نہ ہو گا وہاں جو مسافر ہے مقیم نہیں وہ جہاں ہے وہاں بھی قصر پڑھے گا اور وہاں سے ایک ہی میل یا کم کو جائے خواہ زیادہ کو وہاں بھی قصر ہی کرے گا جب تک پورے پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کسی محل اقامت میں نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از پہلی محبت محلہ شیر محمد خاں مسئلہ حبیب احمد بریلوی ۲۵ ذی الحجہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص علاقہ قندیلہاں کے جنگل میں بنجاب تاجران لٹو ملازم ہے اور ایسی جگہ رہتا ہوتا ہے جہاں سے ایک یا دو میل یا کم و زیادہ کے فاصلہ آبادی اور زراعت ہوتی ہے یا انگریزی عملداری کے جنگلات میں ملازم ہے جو جوتہ تہذکرہ بالا

یا اسٹیشن ریلوے جگہ میں ہے وہاں سے بھی دو یا تین میل کے فاصلہ پر آبادی اور زراعت ہے اور آقا جب بھیجتا ہے تو کچھ مدت مقرر نہیں کرتا تو ان صورتوں میں ملازم کو نماز قصر ادا کرنا واجب ہے یا پوری اور اگر غنما ہے تو اُس کو قصر پڑھنا چاہیے یا پوری زید کا قول کہ نماز قصر ادا کرنا واجب ہے کیونکہ اول عمارت ہندو کی ہے یعنی نیپال دوسرے جگہ اقامت پر نہ آبادی ہے نہ زراعت ہوتی ہے یعنی کچھ فاصلے پر ہے تیسرے صورت اول میں خود غنما نہیں آقا جب چاہے منتقل یا علیحدہ کر سکتا ہے اور عمارت انگریزی میں بھی اگرچہ اسٹیشن ہے مگر زراعت نہیں ہوتی ہے نوکری پر جو مذکورہ خود غنما پر بوجہ نہ ہونے زراعت کے قصر واجب ہے اقامت کی شرط میں زراعت بھی ہے عمر کی دلیل یہ ہے کہ صورت مذکورہ بالا جن مقام اقامت سے ایک میل یا کم زیادہ پر زراعت ہوتی ہے مگر فراہمی غلہ وغیرہ میں کوئی وقت پیش نہیں آتی ہے دوسرے مقام اقامت کو جگہ ہے مگر دس بیس پچاس آدمی ہمراہ ہوتے ہیں جو عرصہ تک ایک جگہ مقیم رہتے ہیں جانفرد و دیند وغیرہ بالکل خوف نہیں ہوتا ہے تیسرے یہ کہ کوئی آقا ملازم کو جب بھیجتا ہے تو کام ختم کر کے آنے تک کے لیے درمیان میں اگر ضرورت ہوتی تو وہاں سے منتقل یا علیحدہ کر دیا یہ معتبر نہیں اس صورت میں الادہ ملازم کا معتبر ہے اگر پندرہ یوم کا ارادہ ہے تو پوری ادا کرے تو دونوں کی اقامت درست ہے یا نہیں۔ بدینا توجروا

الجواب

جو مسافر تھا اور اس جگہ تک جانے میں بھی اُسے سفر کرنا پڑا اگر فاصلہ تین منزل سے کم تھا وہ وظا ہر ہے کہ مقیم تھا اور مقیم ہی رہا اُسے قصر حرام ہے اور پوری پڑھنی فرض ہے اگرچہ وہ جگہ نابہ ہو مگر الزام و دالہ لغوی میں ہے ہذا ان سائر ثلثۃ ایام والا فیکبر وھو فی المفارۃ اور جو مسافر تھا یا وہاں تک جانے سے مسافر ہوا کہ فاصلہ تین منزل یا تا نہ کا تھا وہ ضرور مسافر ہے اگر عادت معلوم ہے کہ جس کام کے لیے بھیجا گیا وہ پندرہ دن یا تا نہ میں ہوگا اور جگہ ایسی ہو جہاں اقامت ممکن ہے اگرچہ آبادی وہاں سے دو تین میل فاصلہ پر عمارت زراعت نہ ہو وہاں پہنچ کر مقیم ہو جائے گا اور پوری پڑھنی لازم ہوگی خاص وہاں زراعت ہونا کچھ ضرور نہیں نہ ہندو کی عمارت ہونا کچھ مانع کہ یہ کہہ دوں مانع کے ساتھ ہے اس سے تعرض نہیں کیا جاتا اور غنما میں ہے من دخلہا بامان فالہ یتعد اور یہ احتمال کہ شاید کوئی ضرورت پیش آئے اور جس کا نوکر ہے وہ دوسری جگہ بھیجے معتبر نہیں ایسا احتمال ہر شخص کو ہر حال میں ہے ادا جب نوکر کا یہ حکم ہے تو خود مختار تو بدرجہ اولیٰ جبکہ پندرہ دن یا تا نہ کی نیت کی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از ائادہ محلہ ثابت گنج مرسلہ محمد براہیم خاں صابری ماہ ہرودی ۲۲ شوال ۱۳۳۳ھ

دید کی سسرال اُس کے مکان سکونہ سے بفریل ۱۲ میل کے فاصلے پر ہے اور پوری بچے اُس کے سب سسرال میں رہتے ہیں اگر زیادہ اپنے کاروبار کی وجہ سے زیادہ گراہنے مسکن پر رہتا ہے اہ بال بچے جو اُس کے سسرال میں رہتے ہیں بلکہ ضرورتاً عرصہ ۶ ماہ سے اُن کو وہاں چھوڑ رکھا ہے ایسی صورت میں جب زیادہ اپنے مسکن سے اپنے بال بچوں میں ہونے کے واسطے بایں ارادہ کیا کہیں چھوڑ دے یا پندرہ دن کے بعد یا عید نبی کے بعد واپس آؤں گا تو اُس پر قصر واجب ہے یا نہیں اور اگر کسی موقع سے اُس نے قصر نماز ادا کی ہو جس کو کہ وہ اپنے علم کے موافق قصر نہیں مانتا مگر شرعی اصول کے موافق اُس پر قصر واجب ہو تو اُس کے ذمہ کچھ حافظہ ہے یا نہیں

الجواب

جبکہ مسکن زید کا دوسری جگہ ہے اور بال بچوں کا یہاں رکھنا عارضی ہے تو جب یہاں آئے گا اور پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کرے گا قصر کرے گا اور پندرہ دن یا زیادہ کی نیت سے تقیم ہو جائے گا پوری پڑھے گا جس پر شرعاً قصر ہے اور اس نے جملہ پوری پڑھی اس پر مواخذہ ہے اور اس نماز کا پھیرنا واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ریاست فرخ کوٹ ضلع فیروز پور پنجاب مسئلہ منشی محمد علی اوم ۶ رجب المرجب ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ریل میں ایک کثیر عملہ ریونیو نگ رہتا ہے جس کا یہی کام کہ ہفتہ عشرہ ایک دن دو دن زیادہ کم کسی ملازم ریلوے کے پیار ہو جائے تحیف میں آجائے رخصت جانے پر اس کی جگہ جاتے رہتے ہیں اور اسی طرح تین چار برس رات دن پھرتے رہتے ہیں جس سے کہیں میں دن بیس اور زیادہ دو دو چار چار دن ہی رہنا پڑتا ہے ان کے لیے نماز میں قصر کا حکم ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر اپنے مقام اقامت سے ۵۰ میل کے فاصلے پر علی الاصلہ جانا ہو کہ وہیں جانا مقصود ہے بیچ میں جانا مقصود نہیں اور وہاں پندرہ دن کامل ٹھہرنے کا قصد نہ ہو تو قصر کریں گے ورنہ پوری پڑھیں گے ہاں یہ جو بھیجا گیا اگر اس وقت حالت سفر میں ہے تقیم نہیں ہوگا مگر جتنی دو بھی بھیجا جائے گا سفر ہی رہے گا جب تک پندرہ دن کامل ٹھہرنے کی نیت نہ کرے یا اپنے وطن نہ پہنچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از شرمحلہ بہاری پور مسئلہ نواب وزیر احمد خاں صاحب ۲۰ محرم ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آج قصد تھراں وقت دس بجے کی گاڑی سے ہے تھراں تک قصر نہیں تھراں سے قصد رامپور کا ہے تھراں سے رامپور تک قصر ہے لیکن درمیان میں بریلی پڑے گی اترنا نہیں ہوگا اس صورت میں قصر کا کیا حکم ہے تھراں میں بھی قصر پڑھا جائے یا نہیں اور اگر تھراں میں قصد رامپور کا فتح ہو جائے تو قصد کو قصر کیلئے جائے یا نہیں۔ بیذاً توجروا

الجواب

یہاں سے تھراں تک اور تھراں کے قیام تک قصر نہ کریں جب تھراں سے بخارست تقیم رامپور کا ارادہ ہو تو راہ میں بھی اور رامپور میں بھی اور بریلی تک ایسے آنے میں بھی قصر کریں لا محضہ جانے میں اگرچہ بریلی کے اسٹیشن پر گزرتا ہو گا مگر وہ بریلی میں گزرتا نہیں کہ قصر کا قصد کریں اس لیے کہ یہاں اسٹیشن خارج شہر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از سنبل مراد آباد محلہ دیپا سرائے مسئلہ مولوی محمد ایوب صاحب ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ

سافر اگر نماز پوری چار رکعت پڑھا دے تو مقیمین کی نماز ہوگی یا نہیں۔ بیذاً توجروا

الجواب

سافر اگر بے نیت اقامت چار رکعت پوری پڑھے گا گنہگار ہوگا اور مقیمین کی نماز اس کے پیچھے باطل ہو جائے گی اگر دو رکعت ادائی کے بعد اس کی اقتدا باقی رکھیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از پہلی مجیت محلہ پنجا بیان مرسلہ شیخ عبدالعزیز صاحب ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کوئی شخص اپنے وطن اصلی سے سفر کر کے دوسری جگہ میں جو سفر شرعی تین منزل سے فائدہ ہے بضرورت تعلقات تجارت یا نوکری وغیرہ کے جا رہا ہو مگر اہل و عیال اُس کے وطن اصلی میں ہوں اور اکثر قیام اُس کا وطن ثانی میں رہنا ہو گا ہی سال بھر میں عینہ دو مہینہ کے واسطے اہل و عیال میں بھی رہ جاتا ہو یا بعض اہل کو ہمراہ لے جاوے اور بعض کو وطن میں چھوڑ جاوے یا کل متعلقین ہمراہ لے جاوے صرف مکانات وغیرہ کا تعلق وطن اصلی میں باقی ہوا و ان سب صورتوں میں اُن کا زیادہ تر اور اکثر قیام وطن ثانی میں رہتا ہے اور کم اتفاق رہنے کا وطن اصلی میں ہوتا ہے اور نظر ہر وجہ قیام وطن ثانی کے وہی تعلقات جدید ہیں اور در صورت قطع تعلقات جدیدہ کے وطن اصلی میں واپس آجائے گا بھی قصہ رکھتا ہے ایسی صورت میں یہ شخص کہیں سے سفر کرتا ہو وطن ثانی میں آوے اور ۱۵ روز قیام کا قصہ نہ رکھتا ہو تو صلاۃ و باجہ کو پورا پڑے مثل وطن اصلی کے یا قصر کرے مثل مسافروں کے بینوا توجروا۔

الجواب

جبکہ وہ دوسری جگہ نہ اس کا مولد ہے نہ وہاں اس نے شادی کی نہ اُسے اپنا وطن بنا لیا یعنی یہ عزم نہ کیا کہ اب یہیں رہوں گا اور یہاں کی سکونت نہ چھوڑوں گا بلکہ وہاں کا قیام صرف عارضی پر بنائے تعلق تجارت یا نوکری ہے تو وہ جگہ وطن اصلی نہ ہوئی اگرچہ وہاں بضرورت معلوم قیام زیادہ اگرچہ وہاں برائے چندے یا نا حاجت اقامت بعض یا کل اہل و عیال کو بھی لے جائے کہ بہر حال یہ قیام ایک وجہ خاص سے ہے نہ مستقل و مستقر تو جب وہاں سفر سے آئے گا جب تک پندرہ دن کی نیت نہ کرے گا قصر ہی پڑے گا کہ وطن قامت سفر کرنے سے باطل ہو جاتا ہے فی الدائم المختار الوطن الاصلی موطن ولادته او تاهله او توطنه بدائم مختار من ہے قوله او تاهله ای تزوجہ قال فی شرح المنیۃ ولو تزوج المسافر ببیلد ولم یزوالا قامة بہ فقیل لا یصیر مقیمًا و هو الاوجہ قوله او توطنه ای عزم علی القرائینہ وعدم الارتحال وان لم یثاقل فلو کان لہ ابوان ببیلد غیر مولدہ و هو بانغ و لم یثاقل بہ فلیس ذلک و ملانہ الا اذا عزم علی القرائینہ و ترک الوطن الذی کانہ قبلہ شرح النبیۃ تنویر میں ہے ویطی وطن الاقامة بمثلہ والاصلی والسفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باب الجمعة

مسئلہ - مرسلہ مولوی حافظ امیر الشہ صاحب مدرس اول مدرسہ عربیہ اکبرہ ۱۴۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہاں میں جمعہ جائز ہے کہ نہیں امدہ آبادی جس کی مسجد میں اس کے ماکن نہ ہو سکیں شہر ہے یا گاؤں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

دیہات میں جمعہ ناجائز ہے۔ اگر پڑھیں گے گناہگار ہوں گے اور نظر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا فی الدرد المختار و فی العنقبة۔ صلاۃ العید فی القری نکرہ تحریمہا ہی لانہ اشتغال بالاصبح لان المصی شرط الصحۃ النعی اقول فالجمعة اولی لان فیہا مع ذلك اما ترک الظہر وہو فرض او ترک جماعته وہی واجبة ثم الصلاۃ فرادی مع الاجتماع وعدم المانع شتیعة اخرى غیر ترک الجماعة فان من صلی فی بیتہ منعزل عن الجماعة فقد ترک الجماعة وان صلاوا فرادی حاضرین فی المسجد فی وقت واحد فقد ترکوا الجماعة واتوا بحد لا الشتیعة زیادة علیہ فیؤدی الی ثلث محظورات بل اربع بل خمس لان ما یصلوہ لہا لیکن مفترضا علیہم کان لفلان واداء النفل بالجماعة والتداعی مکروہ ثم یرفع بقصد وھا فریضة علیہم ولیس كذلك فہذہ خامسة وھذان مشترکان بین الجمعة والعیدین صحت جمعہ کے لیے شرط ہے اور شہر کی یہ تعریف کہ جس کی اکبر ساجد میں اُس کے سکان جن پر جمعہ فرض ہے یعنی مرد و عاقل بالغ تدرست و سہم سکیں ہمارے اللہ تبارک و تعالیٰ سے ظاہر روایہ کے خلاف ہے اللہ جو کچھ ظاہر روایہ کے خلاف ہے مرجع عنہ اور مشرک ہے کما فی البحر الرائق والخیرۃ ورد المختار وغیرھا۔ اور فتویٰ جب مختلف ہو تو ظاہر روایہ پر عمل واجب ہے کما فی البحر والدرد وغیرھا اقول محققین تصریح فرماتے ہیں کہ قول امام پر فتویٰ واجب ہے اُس سے عدول نہ کیا جائے اگرچہ صاحبین خلاف پر ہوں اگرچہ مشائخ مذہب قول صاحبین پر اتفاق کریں اللہ تعالیٰ الایضاح دلیل او تعامل بخلافہ نص علی ذلك العلامة زین بن نجیم فی البحر والعلامة خیر الدین الرملی فی فتاواہ شیخ الاسلام صاحب الہدایۃ فی التجبیس والمحقق حیث اطلق فی العنقبة والشرایط الطحاوی والسید الشامی فی حواشی الدرد وغیرہم من اجلة العلماء الکرام الغر کما بینا فی کتاب النکاح من العطايا الذویہ فی الفتاویٰ الرضویہ تو جہاں قول صاحبین بھی امام ہی کے ساتھ ہے ایک روایت نوادر صرف ہو جہاں اختلاف فتویٰ متاخرین کیونکہ معمول و مقبول اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا ظاہر روایہ میں جہاد ہے مشرک و لائق عدول ہو لاجرم شرح نقایہ و مجمع الانہر میں تصریح فرمائی کہ شہر کی یہ تعریف محققین کے نزدیک صحیح نہیں۔ کما استتمہم فیہ اقول معہذا ہمارے اللہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے جہاد سے جمعہ کے لیے مصر کی شرط لگائی اُس کا ماخذ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی حدیث صحیح ہے جسے ابو بکر بن ابی شیبہ علیہ السلام نے اپنی مصنفات میں روایت کیا لاجمعة ولا تشراب ولا صلاۃ فطرہ۔ الاضحیٰ الا فی مصر خارج او مدینۃ عظیمہ ظاہر ہے کہ اُس روایت غریب کی تعریف بہت سے چھوٹے چھوٹے فرعون پر صادق نہیں کوئی مصر جامع یا مدینہ نہ کہے گا کما اشار الیہ العلامة الطحاوی فی حاشیۃ العلائی تو اس قول کا اختیار اصل مذہب سے عدول اور اُس کے ماخذ کا تصریح خلاف ہے اور گویا مخالفوں کے اس اعتراض کا پورا کر لینا ہے کہ حقیقہ نے یہ شرط بے توقیف شائع اپنی رائے سے لگائی اس کے سوا عند تحقیق اُس پر بہت اشکال وارد ہیں جن کی تفصیل کو دفتر دیکار طرفہ ہے کہ وہ پاک مبادک و شہر جس کی مصریت پر اتفاق ہے اور اُن میں زمانہ اقدس حضور ربیعہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جمعہ قائم یعنی مدینہ و مکہ زادہما اللہ تعالیٰ شرفاً و کرم یا اس تعریف کی بنا پر وہی شہر ہونے سے خارج ہوئے جاتے ہیں علی ما صحیح بہ العلامة ابراہیم الحلبی فی العنقبة والعلامة السید الشریف الطحاوی فی حاشیۃ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح تو اس کی بے اعتباری میں کیا شبہ ہے

صحیح تعریف شہر کی یہ ہے کہ وہ آبادی جس میں متعدد کوچے ہوں دھامی بازار ہوں ذوہ جسے بیٹھ کتے ہیں اور وہ پرگنہ ہے کہ اُس کے متعلق دیہات گئے جاتے ہوں اور اُس میں کوئی حاکم مقدمات رعایا فیصل کرنے پر مقرر ہو جس کی شہرت و شوکت اس قابل ہو کہ مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے جہاں یہ تعریف صادق ہو وہی شہر ہے اور وہیں جمعہ جائز ہے ہمارے المہ تشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہی ظاہر المداۃ ہے

کما فی الہدایہ والحنانیہ والظہیریہ والخلاصۃ والعنایۃ والحلیۃ والغنیۃ والدارالمختارۃ والہندیۃ وغیرہا اور یہی مذہب ہمارے امام اعظم کے استاذ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شاگرد خاص حضرت امام عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔ کما فی مصنف عبد الرزاق حدثنا ابن جریج عن عطاء بن ابی رباح قال اذا كنت فی قریۃ جامعۃ فتودی بالصلاة من یوم الجمعة فحق عليك ان تشهد ما سمعت النداء اوله لسمعہ قال قلت لعطاء ما القریۃ الجامعۃ قال ذات الجماعۃ والامیر والقاضی والدور والمجتمعۃ الآخذ بعضها ببعض مثل جدۃ اور یہی قول امام ابو القاسم صفار طبعۃ التلمیذ امام محمد کا مختار ہے کما فی الغنیۃ اسی کو امام کرخی نے اختیار فرمایا کما فی الہدایۃ۔ اسی پر امام قدوسی نے اعتماد کیا کما فی مجمع الاہل اسی کو امام شمس الامم سرخسی نے ظاہر المذہب عندنا فرمایا کما فی الخلاصۃ اسی پر امام علاؤ الدین سمرقندی نے تحفۃ الفقہاء اور ان کے تلمیذ امام ملک العلل ابو بکر مسعود نے بیان شرح مخفیہ فتویٰ دیا کما فی الحلیۃ اسی پر امام فقہیہ النفس فی حلیۃ خاں نے جزم و اقتصار کیا کما فی فتاواہ اور اسی کو شہر شجاع صغیر میں قول متعدد فرمایا کما فی الحلیۃ والغنیۃ اسی کو امام شیخ الاسلام برہان لدین علی فرغانی نے مزعج رکھا کما فی شرح المغنیۃ اسی کو مصنفات میں اصح ٹھہرایا کما فی جامع الرموز ایسا ہی جو اشہر الاخطا میں لکھ کر ہذا اقرب الاقارب الی الصواب کما کما روایتہ فیہا ایسا ہی غیاثیہ میں لکھا کما فی الغنیۃ اسی کو تاتاری خانیہ میں علیہ الاعمال و فرمایا کما فی الہندیۃ اسی کو غیاثیہ شرح ہدایہ وغنیۃ شرح منیہ و مجمع الانہر شرح مشکۃ الابحار و جو اشہر و شرح نقایہ قستانی میں صحیح کیا اخیر میں ہے یہی قول مول علیہ ہے اسی کو طبعی الابحار میں مقدم و ماخوذ ٹھہرایا اسی پر کنز الدقائق و کافی شرح دانی و نور الایضاح و علیگیریہ وغیرہا میں جزم و اقتصار کیا قول دیگر کا نام بھی دیا یا اسی کو غیاثیہ شرح ہدایہ میں علیہ اکثر الفقہاء فرمایا حکما فی حاشیہ المرقاۃ للعلامۃ الطحطاوی اسی کو علامہ حسن شرنبلالی نے شرح نور الایضاح میں اصح و علیہ الاعمال فرمایا اسی پر علامہ سید احمد مصری نے حاشیہ شرنبلالیہ میں اعتماد اور قول آخر کا رد بلغ کیا اسی پر امام ابن التمام محمد و علامہ اسماعیل نابلسی و علامہ فتح آقندی و علامہ سید احمد حموی وغیرہم کبرائے اعلام نے بنائے کلام فرمائی۔ شرح کل ذلک بطول علامہ ابراہیم طبری شرح منیہ میں فرماتے ہیں الحد اصحیہ ما اختارہ صاحب الہدایۃ انہ الذی لہ امیر وقاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود و تنزیہ صدور الشرایع لہ عند اعتذارہ عن صاحب الوقایۃ حیث اختار الحد للفقہاء لیتقدروا بظہور التوفی فی الاحکام مزین بان المراد القدرة علی اقامتها علی ما صرح بہ فی التحفۃ عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ بلدۃ کبیرۃ فیہا اسلاف والسوان ولہا رسائین فیہا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحجۃ و علمہ او علم غیرہ یرجع الناس الیہ فیما یقع من الحوادث و ہذا ہوا الاصح و ملحق الابحار و مجمع الاہل میں ہے ہو ظاہر المذہب علی ما مضی علیہ السرخسی و ہر

اختیار الکفری والقدری وقیل قائمہ صاحب الوقایہ وصدور الشریعۃ وغیرہا مالوا اجتماع اہلہ فی اکبر مساجدہ لا یسعہم
وہو اختیار الشیخی وانما اور بصیغۃ التقریض لانہم قالوا ان هذا الحد غیر صحیح عند المحققین مع ان الاول یكون ملائماً للشرط
وجود السلطان وثابۃ ومناسباً لما قالہ الامام رحمہ اللہ تعالیٰ فی الغایۃ ہوا الصحیح اہ ملخصاً هذا اجملۃ الکلام وللتفصیل
محل آخر واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از کلا نور ضلع گدھا سپرد مرسلہ صحیح مراد علی صاحب ۱۲ صفر ۱۳۰۳ھ

بشرط خدمت با عظمت حضرت من مولانا فیاض الدین حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب مقیم بریلی زادا شرفیضا نہ بعد السلام علیکم وعلیٰ
نیاارت خدمت شریف میں عرض یہ ہے کہ نماز جمعہ کی فرضیت میں اختلاف چلا آتا ہے اس سے اطمینان حاصل نہیں بعض عالم فاضل قابل فتویٰ
کے فرماتے ہیں کہ نماز جمعہ کے عین فرض ہے کوئی امر حالات موجودہ سلطنت سے اُس کے فرضیت کا مانع نہیں خالصاً بلا شک و شبہ عین
فرض یقیناً نماز جمعہ برصدق دل سے آمنا و صدقاً سے یقین رکھنا چاہیے اور جو بعد نماز جمعہ کے احتیاطی فرض نماز پیشین کی پڑھی جاتے
ہیں یہ نہیں پڑھنی چاہیے اور بعض بعض عالم فاضل لائق فتویٰ کے بنظر حالات سلطنت وقت کی فرماتے ہیں کہ نماز جمعہ واقعی عین فرض تھا مگر
اس وقت بوجہ نہ ہونے سلطنت اسلام کے وہ فرضیت جو دراصل تھا اب وہ نہیں رہا نماز جمعہ کے بجائے فرضیت کے بمنزلہ مستحب کے فرماتے
ہیں اور فتویٰ دیتے ہیں کہ نماز جمعہ کا ایک بڑا بھاری رکن اسلام کا ہے اس کا ترک اور ان کا مطلقاً چھوڑنا اچھا نہیں بہر حال پڑھنا نماز جمعہ
ثواب ادا اچھا ہے اور ساتھ اس کے یہ بھی فتویٰ فرماتے ہیں کہ بعد نماز جمعہ کے احتیاطاً نماز سب پیشین کی معہ فرضوں کے پڑھ لینا ضرور
چاہیے اس واسطے جناب میں التماس پیش کیا جاتا ہے کہ جناب اس میں کس طرح فرماتے ہیں کہ اطمینان فرقہ علمائے اول کے جو عین فرضیت
فتویٰ فرماتے ہیں یا برخلاف اُس کے اور اطمینان فرقہ علمائے گروہ ثانی کی جو مستحب فرماتے اور پیچھے نماز جمعہ کے جملہ نماز پیشین معہ فرضوں کی احتیاطاً
پڑھ لینا فرماتے ہیں جناب بالشریح اسے درخواست کے محاذ پر مفصل حال جو جناب کے فتویٰ سے بہتر اور اولیٰ ہو تحریر فرمادیں تاکہ ان دونوں
فریق کے بحث مختلف سے یک سوا اطمینان حاصل ہو فقط ۲۲ ماہ ستمبر ۱۳۰۳ھ

الجواب

اللہم ہدایۃ الحق والصلوٰۃ - اصل فرضیت جمعہ میں کسی کو کلام نہیں کہ وہ نہ صرف مجمع علیہا بالنص قطعی سے ثابت بلکہ اعلیٰ
واجل ضروریات دین سے ہے مگر جمعہ باجماع امت مشروط بشرط ہے ہمارے اللہ اکرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جو شرائط اُس کے
لیے عین فرمائے شک نہیں کہ ان بلاد میں ان کا پورا پورا اجتماع قدس محل اشتباہ و نزاع معہذا یہاں عامۃ بلاد میں جماعات جمعہ متعدد ہوتی ہیں
اور اگرچہ مذہب مفتی بہ میں تعدد جمیع مثل عیدین مطلقاً جائز اسی پر کثرت و ادائی و کاتی و لقی و تنویر و ہندیہ و مخطاوی و شامی وغیرہا میں اعتماد
فرمایا امام اجل مفتی ابن الانس نجم الدین نسفی پھر علامہ ابن دہبان نے اپنے منظومہ اور علامہ یوسف چلبی نے ذخیرۃ العقبیٰ اور علامہ شرنبلالی نے
مرآۃ الفلاح میں اسی کو قول صحیح امام اعظم و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما بتایا مشرّح وقایہ میں ہے یہ مفتی مشرّح الجمع للعلامہ ابدر العینی میں ہے
علیہ الفتویٰ فتح القدیر میں ہے علی المفتی بہ محقق شمس اللہ سرخسی میں ہے الصحیح وہ ناخذ بمبیین الحقائق و مجرد فتح و شرح دہبانہ و مدح الفقار

ان بلاد میں مطلقاً صحت جمعہ کو قطعی یقینی بلا اشتباہ ماننا افراط اور قایل مذہب و خلافیات مشائخ سے غفلت و ذہول ہے اور جبکہ صرف درجہ مستحب میں جانتا محض باطل و تقریط و قواعد شرع و مقاصد ائمہ سے عدول اگر اول حق ہوتا تو احتیاط کی کیا حاجت تھی کہ خروج عن العہدہ بالیقین ہو لیا اور ثانی صحیح ہوتا تو صرف احتیاط ماننے کے کیا معنی تھے بلکہ یقیناً ظہر فرض قطعی ہوتا اور ایک مستحب کے سبب جماعت ظہر کو کہ علی المعتمد واجب ہے ترک کرنا مکروہ تحریمی معہذا جمعہ مستحب نہ شرع سے مہود نہ کلمات علماء اُس کے مساعد پس قول وسط والنفات یہ ہے ان شہروں میں جمعہ ضرور لازم ہے اور اُس کا ترک معاذ اللہ ایک شعار عظیم اسلام سے اعراض اور ان چار رکعت احتیاطی کا خواص کو حکم اور ناہم عامیوں کے حق میں اغماض واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ - مسئلہ مولوی الیاف خاں صاحب ۱۷۱ ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ جو فتاویٰ ابوالبرکات میں لکھا ہے کہ لا تجوز الجمعة حتی یعلم الخلیب معناه یہ صحیح ہے یا کیا - بیہذا توجروا

الجواب

خطیب کا معنی عمارت خطبہ سمجھنا شرط کیا معنی ہرگز واجب بھی نہیں کہ آئمہ کہ سبکیں جمعہ ناجائز ہوتا تو درکنار اگر یہ قول صحیح ہوتا واجب تھا کہ کتب مشہورہ متداولہ اُس کی تصدیقوں سے مالا مال ہوتیں ایسا نہایت ضروری مسئلہ جس پر نماز فرض کے صحت و بطلان کا مدار ہوا اور متون و شروح و فتاویٰ کہیں اُس کا پتہ نہ دیں ہرگز عقل سلیم اُسے قبول نہیں کر سکتی ولذا مجتہدین جو بہت سی شرائط نیت نماز فرض و نقل میں ذکر کریں جن کا تصانیف معتدہ میں وجود نہ تھا علماء نے اسی وجہ سے ان کی طرف اصلاً التفات نہ فرمایا یا اشتباہ میں ہے من الغریب ما فی المجتبیٰ لابن من نية العبادة والطاعة والقرابة وانه يفعلها مصلحة له في دينه وان يكون اقرب الى ما وجب عنده عقلاً من الفعل واداء الامانة وابعدهما حرم عليه من الظلم وكفران النعمة ثم هذه النيات من اول الصلاة الى آخرها خصوصاً عند الانتقال من ركن الى ركن ولا بد من نية العبادة في كل ركن والنقل كالنقل في ركن واحد وجہ واحد وهو ان ينوي في النواقل انما لطف في الفرائض وتحويل لها اھمل خصوصاً غزاليون میں ہے الغزالية في كون هذه النية لا بد من نيتها فان الفقهاء لم يذكروا ذلك في كتبهم متوناً وشرحوماً وفتاویٰ اھ اور مجتہدین اگرچہ مثل سائر تصانیف ناہدی کتب معتدہ سے نہیں تاہم مشہور مصنف کی مشہور تصنیف ہے جس سے علماء ما بعد نے صد ہا مسائل نقل فرمائے مگر ایسے ہی نادر وغرائب کے باعث پایہ اعتماد سے ساقط ہوئی پھر بالفرض اگر فتاویٰ ابوالبرکات کا یہ مطلب ہو بھی تو اس قسم کے فتاویٰ ایک بات اور وہ بھی اتنی بے ثبات جس پر شرع سے اصلاح دلیل نہیں کیونکہ دائی التفات کے قابل ہو سکتی ہے اس میں شک نہیں کہ تدریسی جہال محمود کمال مقصود ہے مگر فقہائے کرام نے عموماً عبادات کے کسی ذکر میں نفس نیت کے سوا قلب کا کوئی حصہ ایسا نہیں رکھا جس پر فساد و صحت کی بنا ہو یا نیک کہ اصل حضور قلب جس کے معنی یہ ہیں کہ صدر و نقل و قول پر متنبہ ہو اگرچہ معنی کلام نہ سمجھے یہ بھی صحت نماز کے لیے ضروری نہیں مطلقاً و خزانہ

لہ قلت اضمح الوأحدی ہذا سن اعترافہ خان الوجوب عند اهل الحق شرعی لاعقلی ۱۲ منہ

وسراجہ وشرح قیدانی للفتاویٰ وغیر الیون و رد المحتار وغیرہ میں ہے لایعتبر قول من قال لا قيمة لصلاة من لم یکن قلبہ فیہا معہ علامہ شامی نے فرمایا حضور القلب هو العلم بالفعل والقول الصادرین وهو غیر المقہم لان العلم بنفس اللفظ غیر العلم بمعنی اللفظ اور خطبہ جمعہ کا ذکر تذکیر کے لیے مشروع ہونا کما قال تعالیٰ فاسعوا لی ذکر اللہ ہرگز اس دعوت کا مثبت نہیں ہو سکتا کہ جب الفاظ الفاظ ذکر ہیں اور اس نے بالقصد انھیں ادا کیا قطعاً ذکر متحقق ہوا نیز معنی بہ زلف نہیں ورنہ واجب کہ نماز میں بھی فہم معنی فرض ہو قال تعالیٰ اقم الصلوة لئلا کرمی علاوہ بریں تذکیر سے تذکر زیادہ محتاج فہم و تدبر سے مرد باید کہ گیر داند گوشش و در نشست ست پند بردیوار و حالانکہ علما تصریح فرماتے ہیں کہ مقتدی اگر برسے یا سوتے یا اس قدر دودھ پوں کہ آواز نہ جائے مگر وقت خطبہ حاضر ہوں کافی ہے شرط ادا ہو گئی فہم معنی حیوان نفس سماع کی بھی ضرورت نہیں رد المحتار میں ہے لایشتط لصحتها كونها مسموعة لهما بل يكفي حضورهم حتى لو بعد واعند او فاموا الجزأت تنویر میں ہے ولو صتماً **اقول** وباللہ التوفیق تحقیق امر یہ ہے کہ ہر چند احکام شرعیہ عموماً حکم و مصالح سے ناشی ہوتے ہیں اور مشروعیت خطبہ کی حکمت یہی تذکیر و تذکر ہے مگر حکمت مدار حکم نہیں ہوتی کہ اس کے فقدان سے فساد و بطلان لازم آئے مثلاً شرع نکاح کی حکمت کثیر است اوفس کی عفت کہ مرد و عینین وزن و تقا و قرآن میں دونوں اور بجا است عزم اول منتفی مگر پھر بھی صحت نکاح میں شہدائیں صوم کی حکمت کسر شہوت اور نفس کی ریاضت پھر اگر کسی شخص کے مزاج پر رطوبت غالب اور اس کی وجہ سے شہوتین میں ضعف ہو کہ روزہ اسے نافع و موجب قوت پڑے تو کیا اسے روزے کا حکم نہ دیں گے یا اس کے صوم کو فاسد مانیں گے و حق علیٰ ہذا یہ سب کلام اس تقریر پر ہے کہ عبارت مذکورہ سوال کا وہ مطلب ہو یا فتاویٰ فقیر کے نظر سے نہ گذرے کہ سیاق و سباق دیکھ کر تعین مراوی جانی مگر جتنے لفظ سائل نے نقل کیے فقیر عقراستہ تعالیٰ لہ کے رائے میں ان کی عمدہ توجیہ یوں ممکن کہ نیت نام قصد قلبی کا ہے اور قصد شے اس کے علم پر یوقوت آدمی جس چیز کو جانتا ہی نہ ہو اس کا قصد محض بے معنی اور کسی شے کا جانتا اسے نہیں کہتے کہ صرف اس کا نام معلوم ہو جس کے معنی و مراد سے ذہن بالکل خالی ہو بلکہ اس کے مفہوم سے آگاہی ضروری ہے مثلاً طوطے کو زید کا نام سکھا دیں تو یہ نہ کہیں گے کہ وہ زید کو جانتا ہے اسی لیے علماء فرماتے ہیں اگر کوئی شخص نماز فرض میں فرض کی نیت تو کرے مگر یہ نہ جانے کہ فرض کسے کہتے ہیں نماز نہ ہوگی کہ صلاۃ فریضہ میں نیت فرض بھی ضروری تھی جب وہ معنی فرض سے غافل ہے تو لفظ فرض کا خیال ہوا نہ نیت فرض کہ فرض تھی فی الاشباہ عن العناية انه ينوی الفريضة في الفرض الخ ثم نقل عن القنية ينوی الفرض ولا يعلم معناه لا ينجزيه جب یہ واضح ہو لیا اور معلوم ہے کہ صحت خطبہ کے لیے نیت خطبہ شرط ہے یہاں تک کہ اگر منبر پر جا کر پھینک آئی اور پھینک پر الحمد للہ کما خطبہ ادا نہ ہوا اشباہ میں ہے اما النية للخطبة في الجمعة فنشرط صحتها حتى لو عطس بعد صعود المنبر فقال الحمد لله غير قاصد لها لم تصح كما في فتح القدير وغيره الخ تو لازم ہوا کہ خطیب معنی خطبہ سے آگاہ ہو یعنی یہ جانتا ہو کہ خطبہ ایک ذکر الہی کا نام ہے تاکہ اس کی نیت کر سکے ورنہ نام خطبہ جانا بھی اور یہ نہ جانتا کہ خطبہ کسے کہتے ہیں بلکہ لوگوں کے دیکھا دیکھی بے سمجھے ایک فعل کر دیا تو بیشک نماز جمعہ ادا نہ ہوگی کہ یہ وہی نام خطبہ کا خیال ہوا نہ نیت خطبہ وقد منعنا الشاھی ان العلماء باللفظ غير العلم بمعناه والشرط انما هو نية ما يعنى من الخطبة لانية لفظ الخطبة وهذا خلاصہ جدا اور

جب نیت نہ ہوئی کہ شرط صحت خطبہ تھی خطبہ نہ ہوا اور جب خطبہ نہ ہوا کہ شرط صحت جمعہ تھا جمعہ نہ ہوا جس طرح کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھ کر خود بھی ان کے سے افعال کرے اور معنی نماز سے جاہل ہو یعنی نہ جانے کہ نماز خدا کا ایک فرض ہے کہ بغرض امثال امر ادا کیا جاتا ہے ہرگز نماز نہ ہوگی اشاہ میں ہے لا یعلم ان الله تعالى على عباده صلاة مفروضة ولكن كان يصليها لادائها لم يجزه یعنی میں نے خطبہ نہ جانے کے ذریعہ جو عبارت پڑھے اس کا ترجمہ سمجھنا ضروری ہے یہ کسی کا بھی مذہب نہیں۔ ہکذا یبلغی التوجیہ واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ - از افضل گندھ ضلع بجنور مرسلہ یوسف خاں وغیرہ ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید جمعہ کے دن جب خطبہ پڑھتا ہے تو اس کے بعد ترجمہ بھی پڑھتا ہے اس لیے خطبہ ثانیہ میں توقف ہوتا ہے اور خطبہ ثانیہ کے بعد ترجمہ پڑھنے سے نماز میں تاخیر ہوتی ہے تو یہ خطبہ مع ترجمہ بزبان غیر عربی جمعہ یا عیدین کا جائز ہے یا نہیں اور توقف مابین ہر دو خطبہ شرعاً جائز ہے اور خطبہ ثانیہ کے بعد تاخیر نماز جمعہ میں ہوگی وہ بھی شرعاً جائز ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ترجمہ کے سبب خطبہ ثانیہ یا نماز جمعہ میں تاخیر فصل اجنبی تو نہیں ہے کہ ترجمہ خطبہ بھی خطبہ ہے اذ فیہا ما فیہا من الذکر والتذکرہ ہاں خطبہ کی تطہیل ہوگی اور یہ خلاف سنت ہے خصوصاً اگر مقتدیوں پر تقیل ہو کہ اب سخت ممانعت ہے الحدیث قول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انت یا معاذ قالہ فی الصلاة فکیف فی الخطبة اور نہ بھی ہو تو خطبہ میں غیر زبان عربی کا خلط خود کردہ اور سنت متوارثہ کے خلاف ہے کما بینا فی فتاونا۔ ہاں عیدین میں خطبہ ثانیہ اگر لوگ راضی و متوجہ ہوں بہ نیت وعظ نہ بہ نیت خطبہ عیدین و نصیحت کر سکتا ہے اگرچہ وہی جو خطبہ میں بزبان عربی مذکور ہوئی فقد اتی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد خطبة العید الی النساء فوعظھن وذكرھن واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ - از کلکتہ دھرم تہ لا مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۶ صفر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) قلعہ کلکتہ میں دو داروں پر چڑھا چکی رہتا ہے اور دس پانچ کیا سوچ پاس آدمی بغرض سیر جائیں یا دوسری غرض سے مثلاً کسی کے ملاقات کو تو کوئی مانع و مزارع نہیں ہوتا تین چار ہزار مزدور اندر کام کرتے ہیں جو صبح کو بے روک ٹوک اندر جاتے اور باہر آتے ہیں ہاں شب کے ساڑھے نہ بجے سے عام لوگ پانچ بجے تک اندر نہیں جاسکتے اندر بازا بھی ہے جو چاہے باہر سے اشیاء خریدنے کو جائے کچھ ممانعت نہیں اگر نہی جو قلعہ میں جمعہ بنتا ہے اکثر لوگ اس کے خریدنے کو جاتے اور خرید کر لاتے ہیں ہاں یہ قاعدہ ہے کہ باہر سے جو چاہے جو چیز چاہے اندر لے جائے مگر اندر سے بغیر پاس کے کوئی چیز باہر نہیں لاسکتا مسجد اندر نہیں ہے جماعت اذان کے ساتھ ہوتی ہے پیشتر کی پلٹن میں مسلمان بکثرت تھے نماز باجماعت ہوتی تھی اب جو پلٹن ہے اس میں ہندو بہت ہیں مسلمان قریب شہر کے ہوں گے انھوں نے گر نیل سے درخواست کی کہ ہم اپنا مولوی نماز پڑھانے کی غرض سے رکھنا چاہتے ہیں اس نے اجازت دی اور انھوں نے رکھ لیا ایک وقت میں ایک مسلمان صاحب نے جو پلٹن کے سپاہیوں میں نہیں بلکہ ایک جرنیل کے ملازم ہیں بعض مسائل میں دوسرے مسلمان سے محبت کی اور مار پیٹ ہوئی گر نیل نے اُن تین مسلمان کو ان کی جماعت میں شریک ہونے سے

مانعت کردی اور ان سب سے کہہ دیا اگر شخص تمہاری نماز کی جگہ آئے تو اُس کو قید کر لو اور ہمارے پاس پہنچا دو ایسی حالت میں نماز جمعہ قلعہ کے اندر ادا ہو جائے گی یا نہیں۔ (۲) جمعہ کے دو رکعت فرضوں کے سوا کے رکعت نماز سنت پڑھنا چاہیے فرضوں سے پہلے کے رکعت اور بعد فرضوں کے رکعت اور احتیاطی نظر پڑھنے کی ضرورت ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب۔ اذن عام کہ صحت جمعہ کے لیے شرط ہے اُس کے یہ معنی کہ جمعہ قائم کرنے والوں کی طرف سے اُس شہر کے تمام اہل جمعہ کے لیے وقت جمعہ حاضری جمعہ کی اجازت عام ہو تو وقت جمعہ کے سوا باقی تمام اوقات نمازیں بھی بندش ہو تو کچھ مضر نہیں بلکہ صرف رابع کے سارے نو بجے سے صبح کے پانچ بجے تک کتب مذہب میں تصریح ہے کہ بادشاہ اپنے قلعہ یا مکان میں حاضری جمعہ کا اذن عام دے کر جمعہ پڑھے تو صحیح ہے حالانکہ قصر و قلعہ شہر ہی عام اوقات میں گزر گاہ عام نہیں ہو سکتے کافی مشرح دانی میں ہے السلطان اذا اراد ان يصل بمحتمه في داره فان فتح بابا واذن للناس اذنا عاما جازت صلواته ثم دعا العامة اولادہ اسے کسی چیز کی باہر لانے کی مانعت تو یہاں سے کچھ علاقہ ہی نہیں رکھتی کہ وہ خروج سے منع ہے نہ دخول سے یہ وہیں مزدوروں یا سیر والوں یا خریداروں کو اجازت عام ہونا کچھ مفید نہیں کہ وقت نماز بہر نماز اہل نماز کو اجازت چاہیے اور ان کو ہونے نہ ہونے سے کیا کام آوے اور اذن اگرچہ انہیں لوگوں کا شرط ہے جو اس جمعہ کی اقامت کرتے ہیں رد المحتار میں ہے المواد الاذن من مقيمها مگر پڑھا ہر کہ تحقق معنی اذن کے لیے اُس مکان کا صالح اذن عام ہونا بھی ضرور ہے اگر کچھ لوگ تصریح ہی پاکی امیر کے گھر میں جمع ہو کر باذان و اعلان جمعہ پڑھیں اور اپنی طرف سے تمام اہل شہر کو آنے کی اجازت عام دیدیں مگر بادشاہ امیر کی طرف سے دروازوں پر پھرے بیٹھے ہوں عام حاضری کی مزاحمت ہو تو یقین کا وہ اذن عام محض لفظ ہے معنی ہوگا وہ زبان سے اذن عام کہتے اور دل میں خود جانتے ہوں گے کہ یہاں اذن عام نہیں ہو سکتا پس مآخذ فیہ میں دو باتیں محل نظر ہیں اولاً اُس قلعہ کا صالح اذن عام ہونا یعنی اگر تمام اہل شہر اُس قلعہ میں جمعہ پڑھنا چاہیں تو کوئی مانعت نہ کرے طحاوی میں ہے لو ارادوا الصلاة داخلها ودخلوها جميعا لم يمنعوا اگر ایسا ہے تو بیشک وہ قلعہ صالح اذن عام ہے اور ایسی حالت میں دروازہ پر چوکی پہرا ہونا کچھ مضر نہ ہوگا کہ پہرا دہی مانع ہے جو مانع دخول ہو و لہذا کافی میں بصورت عدم جواز صرف اجلس البوابین نہ فرما بلکہ ليمنعوا عن الدخول بڑھایا یہاں رحمانیہ میں محیط سے منقول ان اجلس البوابین علیہا ليمنعوا عن الدخول لہ تجزئہ الجمعة تو صرف شوکت شاہی یا اُس قانون کی رعایت کو کہ بے پاس کوئی چیز اندر سے باہر نہ جائے پہرا ہونا مکان کو صلاحیت اذن عام سے خارج نہیں کرتا اور اگر اجازت سو پچاس یا ہزار دو ہزار کسی حد تک محدود ہے جیسا کہ بعض الفاظ سوال سے استفادہ اگر تمام جماعات شہر جانا چاہیں نہ جانے دیں گے تو وہ مکان بندش کا ہے اُس میں جمعہ نہیں ہو سکتا برائے میں اشتراط اذن عام کی دلیل میں فرمایا تسمی جمعة لاجتماع الجماعات فیہا فافقضى ان تكون الجماعات کلها مأذونین بالخصوص تحقیق المعنی الاسع ثانیاً اگر ثابت ہو جائے کہ یہ قلعہ اذن عام کا مکان ہے تو جب تک کسی شخص خاص کو حاضری نماز سے مانعت نہ تھی جمعہ بیشک صحیح ہو جاتا تھا اب کہ اُس ملازم جرنیل کو منع کیا گیا تو محل نظر ہے کہ یہ مانعت ان مقيمان

جمعہ کی طرف سے بھی ہے یا نہیں اگر یہ اُسے جمعہ میں آنے سے منع نہیں کرتے اگرچہ اور نمازوں میں مانع ہوں اگرچہ کر نیل نے اُسے جمعہ سے بھی جبراً روکا ہو یا وہ خود بخود کر نیل نہ آتا ہو تو ان صورتوں میں بھی صحت جمعہ میں شک نہیں کہ جب یقیناً جمعہ کی طرف سے اذن عام اور وہ مکان بھی اذن عام کا صالح تو کسی شخص کو غیر جمعہ سے روکنا یا جمعہ میں اُس کا خود نہ آنا یا کسی کا جبراً اُسے باز رکھنا قاطع اذن عام نہیں ہو سکتا جیسے دذاتی لوگ کہ ہمیشہ حضوری مساجد سے ممنوع ہوتے ہیں یا اگر کوئی شخص بعض نمازوں کو خاص وقت نماز اس لیے مقید کر لے کہ مسجد میں نہ ملے پائیں تو نہ یہ قادیح اذن عام نہ یقیناً جمعہ پر اس کا الزام بلکہ ظاہراً مانعت کر نیل بھی کوئی اپنی طرف سے حکم جبری نہیں انھیں پلٹن والوں کی خاطر سے ہے اور انھیں کی مرضی پر رکھا ہے جب یہ مزاحمت نہیں کرتے تو کر نیل کو ہر خاص سے کہا مطلب اور اگر یہ خود اُسے حاضری جمعہ سے باز رکھتے ہیں تو دیکھنا چاہیے کہ وہ شخص فی الواقع شرعاً مقصد و مودی ہے کہ اُس کے آنے سے اندیشہ فتنہ ہے جب تو ایسی مانعت بھی مانع صحت جمعہ نہ ہوگی کہ قادیح اذن عام نماز سے روکنا ہے کما فی الطحاوی عن الخلی لابن من حملہ علی ما اذا منع الناس من الصلاة شرح عیون المذاهب پھر مجمع الانسیر پھر مختار پھر فتح المعین علامہ ابوالسعد الہری میں ہے واللہ لہ الجمعۃ بالقلعة صحیحۃ ان غلق بابھا لان الاذن العام مقرکلاھما وغلقہ لمنع عدوا وعودۃ قدیمۃ لا للصلی اور یہ روکنا درحقیقت نماز سے روکنا نہیں بلکہ فتنہ سے بندش ہے کما فی الشامی عن الطحاوی لا یضومع نحو النساء نحو الفتنۃ انتھی اقول وتعلیلہ بعدم الکلف معلول ہما فی الشامی عن العلامة اسمعیل معنی مشتق الشام تلبیذ المحقق العلائی صاحب الدر المختار عن العلامة عبد العلی البرجندی شارح النقایۃ ان الاذن العام ان لا یمنع احدا ممن تصحیحہ منہ الجمعۃ کما لا یمنع فی فافہم علی خود فرماتے ہیں کہ موزوں کو مساجد سے روکا جائے کما فی عمدۃ القاری للامام البدر محمد العینی فی الرسائل الزینیۃ للعلامة زین بن نجیم المصری فی الدر المختار منع منہ (ای من المسجد) کل موزول و لو یسنانہ تو یہ روکنا کہ مطابقت شرع ہے نہ فی اذن نہیں اور اگر ایسا نہیں بلکہ یہ لوگ محض ظلاً بلا وجہ یا براہ تعصب روکتے ہیں تو بلا شبہ ان کا جمعہ باطل کہ ایک شخص کی مانعت بھی اذن عام کی مبطل فقہاء عن الشامی عن اسمعیل عن البرجندی ان لا یمنع احدا جامع الروض میں ہے الاذن العام بالصلاة بان یفتح باب الجامع او دار السلطان بلا مانع لاحد من الدخول فیہ اھ ہذا کلمہ مما اخذتہ تفقہا من کلماتہم وارجو ان یکن صوابا انشاء اللہ تعالیٰ (۲) دس سنتیں ہیں چار پہلے چار بعد ہی مخصوص علیہن فی المتون قاطبہ وقد صحیح عن الحدیث فی صحیح مسلم اور دو بعد کو اور کہ بعد جمعہ چھ سنتیں ہونا ہی حدیثاً و فقہاً ثابت و محوط و مختار ہے اگرچہ چار کہ ہمارے ائمہ میں متفق علیہ ہیں ان دو سے مؤکد تر ہیں۔ الحدیث ابوداؤد بسند صحیح والحاکم و صحیح علی شرط الشیخین عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ کان اذا کان بکلمۃ فضلی الجمعۃ تقدم فضلی رکعتین ثم تقدم فضلی اربعاً (وفیہ) فقال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یفعل ذلک هذا مختصراً وتمام الکلام علیہ فی الفتح الامام الطحاوی فی شرح معانی الآثار عن ابی عبد الرحمن السلی قال قدم علینا عبد اللہ (یعنی ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فکان یصلی بعد الجمعۃ اربعاً فقدم بعدہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فکان اذا صلی الجمعۃ صلی بعدہا رکعتین واربعاً فاعجبنا فذل علی رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فاخترناه۔ الفقہ فی ابی السعد الازہری تحت قول مسکین قال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ السنۃ بعد صلاۃ الجمیع ست رکعات اہ وبہ اخذ الطحاوی واکثر المشائخ عن عیون المذاہب والتجنیس اہ فی الجواہر الاخلاصی ہوما خوذ القاضی واخذ بہ اکثر المشائخ وھو المختار اہ فی مجمع الاہنہ بہ اخذ الطحاوی واکثر المشائخ مناوبہ یعمل الیوم اہ فی البحر الرائق فی الذخیرۃ والتجنیس وکثیر من مشائخنا علی قول ابی یوسف وفی منیۃ المصلی والا فضل عندنا ان یصلی اربعاً ثم رکعتین اہ فی الغنیۃ الا فضل ان یصلی اربعاً ثم رکعتین للخروج عن الخلاف اہ اور عام لوگوں کو احتیاطی نظر کے کچھ ضرورت نہیں۔ کما فصلنا فی فتاوانا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از بھودہ کلاں پر گنہ و ضلع پہلی بھیت مسئلہ شیخ سالار بخش اہر جادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز جمعہ چار رکعت فرض ظہر مثل نفل یعنی چاروں رکعتوں میں سورت ملا کر پڑھنا چاہیے یا نہیں۔ بدینا توجروا

الجواب

وہ شہر و قصبات جن میں شرائط جمع کے اجتماع میں اشتباہ واقع ہو یا جمعہ متعدد جگہ ہوتا ہو اور آج کل ہندوستان کے عام بلاد ایسے ہی ہیں ایسی جگہ ہمارے علمائے کرام نے حکم دیا کہ بعد جمعہ چار رکعت فرض احتیاطی اس نیت سے ادا کرے کہ پچھلی وہ طرح جس کا وقت میں نے پایا اور اب تک ادا نہ کی یہ رکعتیں چاروں سنت بعد یہ جمعہ کے بعد پڑھے اور جس پر ظہر کی قضاء عمری نہ ہو وہ چاروں میں سورت بھی ملائے پھر جمعہ کی دو سنتیں ان رکعتوں کے بعد بنیت سنت وقت ادا کرے جمعہ پڑھتے وقت نیت صحیح و ثابت رکھے جمعہ کو صحیح سمجھ کر خاص فرض جمعہ کی نیت کرے اگر بنیت فرض نہ ادا کیا تو جمعہ یقیناً نہ ہو گا اور اب یہ چار رکعتیں زنی احتیاطی نہ رہیں گی بلکہ ظہر پڑھنی فرض ہو جائے گی اور جب یوں نیت صحیح سے ادا کر چکا تو ان چار رکعتوں میں یہ نیت نہ کرے کہ آج کی ظہر پڑھنا ہوں بلکہ وہی گول نیت رکھے کہ جو پچھلی ظہر میں نے پائی اور ادا نہ کی اُسے ادا کرتا ہوں خواہ وہ کسی دن کی ہو اس سے زیادہ خیالات پریشان نہ کرے۔ یوں پڑھنے میں یہ نفع پائے گا کہ اگر شاید علم آئی میں بوجہ فوت بعض شرائط جمعہ صحیح نہ ہوا ہو گا تو یہ رکعتیں آج ہی کی ظہر ہو جائیں گی کہ اس صورت میں یہی ظہر وہ پچھلی ہے جس کا وقت اسے ملا اور ابھی ذمہ سے ساقط نہ ہوئی اور اگر جمعہ صحیح واقع ہوا تو آج سے پہلے کی جو ظہر اس کے ذمہ رہی ہوگی (خواہ یوں کہ سرے سے پڑھی ہی نہ تھی یا کسی وجہ سے فاسد ہو گئی) وہ ادا ہو جائے گی اور اگر کوئی ظہر نہ رہی ہوگی تو یہ رکعتیں نفل ہو جائیں گی اسی لحاظ سے جس پر قضاء عمری ظہر کی نہ ہو یہ چاروں رکعتیں بھری پڑھیں کہ اگر نفل ہوئیں اور سورت نہ ملائی تو دا جب چھوٹ کر نماز مکروہ تحریمی ہوگی ہاں جس پر قضاء عمری ہے اُسے پچھلی دو میں سورت ملائے کی حاجت نہیں کہ اُس کے ہر طرح فرض ہی ادا ہوں گے جمعہ نہ ہوا تو آج کے اور ہوا تو آج سے پہلے کے یہ تفصیل واقع کے اعتبار سے ہے نمازی کو نیت میں اس شک و تردد کا حکم نہیں کہ نیت و تردد باہم منافی ہیں اگر یوں مذہب نیت کی تو وہ مقصود احتیاط ہرگز حاصل نہ ہو گا لہذا اسی طرح گول نیت بے خیال تردد بجا ملائے اور واقع کا معاملہ علم آئی پر چھوڑ دے پھر ایسی تصحیح نیت نہ سے جاہلوں کو ذرا دشوار ہے اور اُن سے یہی اندیشہ کہ اس کے سبب کہیں یہ نہ

جاننے لگیں کہ جمعہ سرے سے خدا کے فرضوں میں ہی نہیں یا سمجھنے لگیں کہ جمعہ کے دن دوسرے فرض ہیں دو رکعتیں الگ چار الگ اسی لیے علی نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کو ان رکعتوں کا حکم نہ دیا جائے اُن کے حق میں یہی بہت ہے کہ بعض روایات پر اُن کی نماز ٹھیک ہو جائے انہیں ایسی احتیاط کی حاجت نہیں ہاں خواص یعنی جو لوگ اس طرح کی نیت کر سکتے ہوں اور اُن سے وہ اندیشے نہ ہوں وہ یہ احتیاط کیا لائیں تاکہ یقیناً فرض خدا ہوا ہو جائے اور شبہ و احتمال کی گنجائش نہ رہے فقیر اپنے فتاویٰ میں مسئلہ مفصل و مدلل لکھ چکا ہے یہاں صرف دو تین عبارات پر اقتصار ہوتا ہے فتاویٰ علی گری میں ہے فی کل موضع وقع الشک فی جواز الجمعة لوقوع الشک فی المصر او غیرہ و اقامہ اہلہ الجمعة ینبغی ان یصلوا بعد الجمعة اربع رکعات و ینذروا بما الظہر حتی لو لم تقع الجمعة موقعها یخرج عن عہدۃ فرض الوقت بیقین کن انی الکافی و ممکن انی المحیط ثم اختلفوا فی نیتها قبل نیوی اخرجہ علیہ و ہوا الاحسن والاحوط ان یقول نوبت اخرجہ اذ رکعت وقتہ و لما وصلہ بعد کذا انی القنیۃ و فی فتاویٰ آملو ینبغی ان یقرء الفاتحۃ و السورۃ فی الاربع التي تصلی بعد الجمعة فی دیارنا کذا فی التاتارخانیۃ حلیہ میں ہے قد يقع الشک فی صحۃ الجمعة بسبب فقد بعض شروطها و من ذلك ما اذا تعددت فی المصر و ہی واقعة اہل مرو فیفعل ما فعلوہ و قال المحسن امرائمتهم باداء الاربع بعد الجمعة حتما احتیاطا لمطحاوی میں ہے قال الحلبي الاولی ان یصلی بعد الجمعة سننہا ثم الاخر بع بھذہ النیۃ ثم رکعتین سنۃ الوقت فان صححت الجمعة کان قدادی سننہا علی وجہہا والا ففعلی الظہر مع سنۃ ابوالسعود مرقی انفلح میں ہے بفعل الاربع مفسدۃ اعتقاد الجملة ان الجمعة لیست بفرض او تعدد المفروض فی وقتہا ولا یفتی بالاربع الا الخصاص یكون فعلہما یا ہا فی منازلہما و بمثلہ صرح المحققون الآمرون کاملقدسی وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از فیروز پور ڈاکخانہ شاہی ضلع بریلی مرسلہ شیخ فضل حسین صاحب ۲۱ رجب ۱۳۸۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) حنفی اگر بعض اقوال امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اختیار کر لیں جو دربارہ ترقی عبادت ہوں جائز ہے یا نہیں مثلاً اگر دیہات میں جمعہ پڑھنا بقول امام شافعی جائز ہو دے اور بدیں حکم حنفی پڑھیں تو جائز ہوگا یا ناجائز اور ناجائز ہونے کی صورت میں لائق مواخذہ کے ہوں گے یا صرف فرض ظہر اُن کے ذمہ باقی رہے گا (۲) اگر بشرطہ ناجائز بعد پڑھنے جمعہ کے چار رکعت دیگر بدیں نیت کر اگر جمعہ جائز نہ ہو یہ رکعتیں فرض ظہر میں شمار ہو جائیں ورنہ نقل بدیں خیال کہ روز قیامت فرائض میں جو کمی ہوگی سنا ہے کہ وہ سنن و نوافل سے پوری کیے جائیں گے پڑھنا کفایت کرے گا یا نہیں۔ اور یہ بات اکثر جگہ رواج میں ہے یہ رواج جائز ہے یا نہیں (۳) یہ بات مشہور ہے کہ نہ پڑھنے سے پڑھنا اولیٰ ہے کہ ضعف اسلام کا وقت ہے جمعہ پڑھنے کے واسطے لائق کہنے کے ہے یا نہیں (۴) حاکم باقاضی یا بادشاہ یا نائب کا موجود ہونا جو مشروط ہے اور وہ شرط ہندوستان میں کہیں میسر نہیں پھر آخر جمعہ پڑھا جاتا ہے اور ایک شرط پر لحاظ نہیں کیا جاتا ایسا ہی اگر بعض شرائط "حمالی شہر آبادی مسادی منی" نہ لحاظ کیا جائے تو گنجائش ہے یا نہیں (۵) یہ جو علما لکھتے ہیں کہ جس بستی کے مسلمان مکلف وہاں کی بڑی مسجد میں نہ سادیں وہاں جمعہ جائز ہے یہ مردم شمار دیہہ سے مراد ہے یا تعداد نمازیوں سے اندرون مسجد سے یا مع صحن مسجد (۶) جماعت میں بقول بعض المر علاوہ دو آدمی اور بقول بعض چالیس آدمی لکھے ہیں مالا بدینہ میں۔ اگر موجب اس کے

چالیس آدمی سے کم میں جمعہ پڑھا جاوے تو جائز ہوگا یا ناجائز (۷) جن دیہات میں جمعہ پڑھا جاتا ہے اور وہاں کی آبادی کم ہے کہ شہریت اُس کو حاصل نہیں وہاں کے لوگوں کو اگر جمعہ پڑھنے سے باز رکھا جاوے اور کہا جاوے کہ فرض ظہر تقاری ذکر سے ساقط نہیں ہوتا جائز ہوگا یا ناجائز در حالیکہ وہ جمعہ پڑھنے دوسرے جائز جگہ پر جانے والے نہ ہوں۔ یلنوا تو جودا

الجواب

حتی الامکان چاروں مذاہب بلکہ جمیع مذاہب ائمہ مجتہدین کی رعایت ہمارے علما بلکہ سب علما مستحب لکھتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی علما نے کلام تصریح فرماتے ہیں کہ یہ اُسی وقت تک ہے کہ اپنے مذہب کے کسی مکروہ کا ارتکاب نہ ہو ورنہ ایسی رعایت کی اجازت نہیں فی رد المحتار لیس لہ ان یرتکب مکروہ مذہبہ لیو اعی مذہب غیرہ کما مر تقیرہ اول الکتاب جب مکروہ کے سبب حکم تو امر حرام و ناجائز کے لیے کیونکر اجازت ہو سکتی ہے۔ دیہات میں جمعہ پڑھنا خود ناجائز ہے فی الدال المختار تکوہ تحویلا لاندہ اشتغال بعالایصح لان المصی شط الصیحة پھر اس کے سبب جماعت ظہر ترک ہونا دوسرا گناہ اور ہر گناہ قابل مواخذہ اور اگر ظہر پڑھی جب تو خود نماز فرض معاذ اللہ ترک کی فرض ظہر کا ذمہ پورہ جانا کیا کوئی ہلکی بات ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اور ضعف اسلام کا عذر قابل سماعت نہیں ضعف تو یہ ہیں ہے کہ اکثر اہل اسلام کو جائز ناجائز کی چندان پرواہ نہ رہی نہ کہ وہ ناجائز جسے عبادت سمجھ کر کیا لائیں رونق اسلام اتباع احکام میں ہے نہ بے قیدی میں والذنب یجالی الذنب والقیل ید عوالی الکثیر وما لنا الافشاء الا بالمذہب وقد قال العلماء فی عدۃ مسائل فی المذہب لا یفتی بھا کیلا یتوصل العوام الی ہد مر المذہب فیہ کمف بمالیں من المذہب فی شئ وبالله العصمة۔ اور سلطان یا اُس کے مامور و ماذون کا اقامت جمعہ کرنا اگرچہ ایسی شرط ہے کہ ہنگام ضرورت ساقط ہو جاتی ہے مگر شرط مصر کا اس پر قیاس صحیح نہیں کہ غیر مصر میں اقامت جمعہ خود شرع بطور ضرورت پڑھائی بلکہ وہاں عدم اقامت ہی ضرور ہے تو اس شرط کے اسقاط میں ضرورت کے کیا معنی۔ غرض دیہات میں جمعہ کی ہرگز اجازت نہیں ہو سکتی فرض ظہر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا فی الشاخی عن القہستانی عن الجواہر ووصلوا فی القری لزمہم اداء الظہر۔ یہاں تک چار سوالوں کے جواب ہو گئے (۲) یہ نیت کہ اگر جمعہ نہ ہوا تو فرض در نہ نفل ہرگز کفایت نہ کرے گی کہ جمعہ نہ ہوا تو فرض ظہر ذمہ پر باقی ہے اور فرض کی نیت میں تعیین شرط ہے شک و تردد کا فی نہیں فی التئویر لا بد منہ المتعین عند النیۃ لفرض ولو قضاء و واجب بلکہ اشتباہ کی جگہ یہ کرے کہ جمعہ پڑھنے وقت عزم و جزم کے ساتھ جمعہ کی نیت کرے پھر چار سنت بعد یہ نیت سنت وقت پڑھے پھر یہ چار رکعت احتیاطی اس نیت سے ادا کرے کہ پچھلی وہ ظہر جس کا وقت میں نے پایا اور ادا نہ کی پھر دو سنتیں بہ نیت سنت وقت پڑھے اس کا یہ فائدہ ہوگا کہ جمعہ صحیح ہو گیا تو چار فرض جو اس نے پڑھے پہلے کسی ظہر کی قضا دانستہ یا نادانستہ جو اس کے ذمہ رہے تھی اُس میں محسوب ہو جائیں گی اور کوئی قضا نہ تھی تو نفل ہوں گی اور اگر جمعہ نہ ہوا تو یہ فرض خود آج ہی کی ظہر کے مع سنت قبلیہ و بعدیہ بترتیب ادا ہو جائیں گے یہ اس طریقہ کی منفعت ہے نہ یہ کہ نیت میں یوں شک و تردد کرے یوں ہرگز فرض ادا نہیں ہو سکتے تو وہ مقصود احتیاط کماں حاصل ہوا۔ ان رکعتوں کا رواج جائز کیا بلکہ ایسے مواقع میں علما نے حکم دیا ہے مگر اُن جاہلوں کو نہیں جو

نیت صحیح نہ کر سکیں یا ان کے باعث جمعہ کے دن دوہرے فرض سمجھنے لگیں ولہذا علی فرماتے ہیں عوام جاہلوں کو ان کا حکم نہ دیا جائے
 علمگیری میں ہے یسوی آخر ظہر علیہ وهو احسن مراتب الفلاح میں ہے لا یفتی بالذبح الا لخواص مگر یہ اس جگہ کے لیے ہے جو
 شریفاً شہرہا اور تعدد جمعہ وغیرہ کے سبب صحت جمعہ میں اشتباہ ہوگاؤں میں جمعہ اصلاً جائز نہیں تو وہاں اس کی اجازت نہیں ہو سکتی
 کہ ایک ناجائز کام کریں اور ان چار رکعت احتیاطی سے اس کی تلافی چاہیں (۵) بعض علما نے جو یہ روایت اختیار کی ہے اس میں سستی کی
 مردم شناری مقصود نہیں بلکہ خاص وہ لوگ جن پر جمعہ فرض ہے یعنی مرد عاقل بالغ آزاد مقیم کہ اندھے بچے لوے یا ایسے ضعیف یا مریض نہ ہوں
 کہ جمعہ کی حاضری سے معذور ہوں ایسے معذوروں یا بچوں عورتوں غلاموں مسافروں کے گنتی نہیں اور مسجد سے پوری مسجد مع صحن مراد ہے
 فقط اندر کا درجہ فی التذویر هو مالایسع اکبر مساجد اہلہ المکلفین بحافی الشامی عن الطحطاوی عن القہستانی احتوز بہ
 عن اصحاب الاعتذار مثل النساء والصبیان والمساقرین (۶) ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک صحت نماز جمعہ کے لیے
 امام کے سوا مین مرد عاقل بالغ درکار ہیں اس سے کم میں جائز نہیں زیادہ کی ضرورت نہیں فی التذویر والجماعة اقلھا ثلثة رجال سوی
 الامام - واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۶ رمضان العظم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطیب کے سامنے جواذان ہوتی ہے مقتدیوں کو اس کا جواب دینا اور جب وہ خطبوں کے
 درمیان جلسہ کرے مقتدیوں کو دعا کرنا چاہیے یا نہیں - بلیتوا توجروا

الجواب

ہرگز نہ چاہیے یہی احوط ہے بلحاظ مختار میں ہے اجابتہ الاذان ۳ مکروہۃ غیر الفائق ہر مختار میں ہے ینی ان لا یجب
 بلسانہ اتفاقاً فی الاذان بین یدی الخطیب اسی میں ہے اذا خرج الامام من المحجرۃ ان کان والا فقیامہ للصعود فلا
 صلا ولا کلام الی تمامہا وقال لا یاس بالکلام قبل الخطبۃ وبعد ما اذا جلس عند الثانی والخلاف فی کلام یتعلق بالآخرۃ
 اما غیرہا نیکرہ اجماعاً علی هذا فالترقیۃ المتعارفۃ فی زماننا تکرہ عندہ والعجب ان المعرفی ینی عن الامر بالمعروف
 بمقتضی حدیثہ ثم یقول انصتوا حکم اللہ اہ ملخصاً ہاں یہ جواب اذان یا دعا اگر صرف دل سے کریں زبان سے تلفظ اصلاً نہ ہو
 تو کوئی حرج نہیں کما افادہ کلام علی القاری وفروع فی کتب المذہب اور امام مبنی خطیب تو اگر زبان سے بھی جواب اذان دے یا دعا کرے
 بلاشبہ جائز ہے وقد صح کلام الامیرین عن سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی صحیح البخاری وغیرہ یہ قول محل ہے
 وتفصیل المقام مع غایۃ الغایۃ وازالۃ الازہام فی فتاوانا بتوفیق الملک العلام واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از بگرام ضلع ہر دوی محلہ میدا پورہ مسئلہ حضرت سید ابراہیم صاحب ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطبہ جمعہ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم با واز بلند کہنا چاہیے یا با خفا اور اگر با واز بلند
 کہے تو کچھ حرج تو نہیں - بلیتوا توجروا

الجواب

نہ باواز نہ باخفا بلکہ تنہا اعوذ آہستہ پڑھ کر حمد الہی سے شروع کرے فی الدار المختار بید و بالتعوذ سرافی رد المختار قولہ بید و ای قبل الخطبۃ الاولی بالتعوذ سرانہ محمد اللہ تعالیٰ والثناء علیہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از گلگتہ دھرم تہ بلا مسئلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۳۰ رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطبہ جمعہ میں جو اردو قصائد تفسیر و عطا و نصیحت پڑھے جاتے ہیں یہ شرعاً کیسا ہے
اور عوام کا یہ عذر کہ عربی ہماری سمجھ میں نہیں آتی لہذا اردو کی ضرورت ہے قابل قبول ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

یہ امر خلاف سنت متواترہ مسلمین ہے اور سنت متواترہ کا خلاف مکروہ قرنا فقرنا اہل اسلام میں ہمیشہ خالص عربی میں خطبہ معمول متواتر رہا ہے اور متواتر کا اتباع ضروری ہے درمختار میں ہے قوادشہ المسلمون فوجب اتباعہم زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں بھلا شہزاد بلا عجم فتح ہوئے ہزاروں عجمی حاضر ہوئے مگر کبھی منقول نہیں کہ انھوں نے ان کی غرض سے خطبہ غیر عربی میں پڑھایا اُس میں دوسری زبان خلط کیا ہو وکل ما وجد مقتضیہ عینا مع عدم المانع ثم توکوہ دل علی انہم کفوا عنہ فکان اذناہ الکراہۃ عوام کا عذر جب صحابہ کرام کے نزدیک لائق لحاظ نہ تھا اب کیوں سمجھ ہونے لگا بات یہ ہے کہ شریعت منظرہ نے علم سیکھنا سب پر واجب کیا ہے عوام کہ نہیں سمجھتے سب یہ ہے کہ نہیں سیکھتے تو قصور ان کا ہے نہ کہ خطیب کا آخر عوام قرآن مجید بھی تو نہیں سمجھتے کیا ان کے لیے قرآن اُردو میں پڑھا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از شہر پور بندر ملک کا ٹھیا واڑ محلہ ڈیڑ روڈ مسئلہ کھتری عمر ابو بکر صاحب ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں خطیب کو وقت خوانگی خطبہ عشا یا تہ من لینا سنت ہے یا نہیں فقط

الجواب

خطبہ میں عشا یا تہ من لینا بعض علمائے سنت لکھا بعض نے مکروہ اور ظاہر ہے کہ اگر سنت بھی ہو تو کوئی سنت مکروہ نہیں تو نظر اختلاف اُس سے بچنا ہی بہتر ہے مگر جب کوئی عذر ہو وذلک لان الفعل اذا تردد بین السنۃ والکراہۃ کان ترکہ اولی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - مسئلہ مولوی الہ یار خاں صاحب ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ وعید بن میں پورا خطبہ اشعار عربی و فارسی و ہندی میں پڑھنا اور اشعار کا داخل کرنا درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

شعر کی نسبت حدیث میں فرمادہ ایک کلام ہے جس کا حسن حسن اور قبیح قبیح یعنی مضمون بد ملکہ ہے اگرچہ اچھا ذکر ہے شعر بھی محمود اور

برائے نہ کر دے تو شریعی مذموم بجز عروض پر ہونوں ہو جانا خواہی خواہی فتح کلام کا باعث نہیں اگرچہ اس میں انہماک و استغراق تام مکمل کے حق میں شرع کو سخت ناپسند اخرج البخاری فی الادب المفرد والطبرانی فی المعجم الاوسط وابو یعلیٰ عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما و هذا والد ارقطنی عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما والامام الشافعی عن عروۃ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مرسل قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الشعر بمنزلة الکلام فحسنه کحسن الکلام وقبیحہ کقبیحہ الکلام قال المناوی اسنادہ حسن خود حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد اقصیٰ میں منبر بچاتے رہے اس پر کھڑے ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمد و ثنا و مفاخرت کا خطبہ بلیغہ اشعار میں پڑھتے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے پر جب تک اس کام میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ جبرئیل سے اس کی مدد فرماتا ہے اخرج الامام البخاری فی الجامع الصحیح عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یضع لسانہ بن ثابت منبرا فی المسجد یقوم علیہ قائما ینفاخ عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او ینافح ویقول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اللہ یؤید حسان بروح القدس مانافح او فآخر عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صیدی عاتق باللہ ایاہم اللہ شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سرمدی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں ما کان منہ یعنی من الشعر فی الزهد والمواظع والحکم و ذم الدنيا والتذکیر بالاء اللہ و نعت الصالحین وصفة المتقین ونحو ذلک مما یحمل علی الطاعة و یبعد عن المعصیة محمود الخ و اگر خطبہ جمعہ یا عیدین میں احیانا دو چار عربی اشعار حمد و نعت و عطف و تذکیر و ذم دنیا و مدح عقبی کے پڑھے جائیں کوئی مانع نہیں بلکہ خود اللہ الامتہ فی امر اللہ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خطبہ میں بعض اشعار پڑھا مروی فقد اخرج العسکری فی المواظع عن ابی خالد الغسانی قال حدثنی مشیخہ من اهل الشام اذ رکو اعمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قالوا لما استخلف صعد المنبر فلما رأى الناس اسفل منه حمد اللہ ثم کان اول کلامہ تکلم بہ بعد الثناء علی اللہ و علی رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقون علیک فان الامور ؛ بکف الاله مقادیرها ؛ فلیس بأتیک منہما ؛ و لا قاصر عندک ما یومرہا یعنی جب امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے منبر پر تشریف لے گئے لوگوں کو اپنے سے بچا دیکھ کر حمد الہی بجالائے پھر ثنائے خدا و نعت مصطفیٰ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد پہلا کلام جو زبان مبارک پر لائے یہ اشعار تھے جن کا حاصل یہ کہ اپنے او پر نرمی کر کہ سب کاموں کے اعزاز سے اللہ عز وجل کے دست قدرت میں ہیں جو مقدر نہیں وہ تیرے پاس آئے کا نہیں اور جو مقدر ہے وہ تجھ سے کسی کرنے کا نہیں ذکرہ العلامة ابراہیم بن عبد اللہ الیمنی المدنی فی الباب السابع عشر من کتاب القول الصواب فی فضل امیر المومنین عمر بن الخطاب من کتابہ لا کفکله فی فضل الاربعة الخلفاء مگر ان خطبوں کا تمام و کمال نظم ہی میں پڑھنا نہ چاہیے کہ بلا وجہ کلمات مسنود سے اعراض بلکہ طریقہ متواتر کی تفسیر ہے اور نظم خالص خطبہ میں ترک سنت تلاوت کو مستلزم جس کی کراہت کلمات علما میں مصرح - امداد الفتاح شرح نور الایضاح علامہ حسن شرنبلالی میں ہے فی المحيط یقرأ فی الخطبة سورة من القرآن او آية فالأخبار قد تواترت ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقرأ القرآن فی خطبته لا یتخلو عن سورة او آية علامہ طحاوی نے حاشیہ شرح تنویر میں خطبہ ثانیہ کی نسبت فرمایا ینزل فیہا الدعاء للمومنین والمومنات بدل الوعظ

فی الادلی ولا یبطل فیہا ولین قراءۃ آیۃ فیہا کذا فی البحر در مختار میں ہے یس خطبتان بجلستہ بینہما وتارکھا مسی علی الاحصی کثرکہ قراءۃ قد رثلت آیات اہ ملخصاً قلت وبقولہ قدر داخل آیۃ طویلۃ تكون قد رثلت فانما فی رد المحتار وعلیک بما علقناہ علیہ یوہیں زبان عجمی کا داخل خطبہ کرنا مناسب نہیں کہ زمانہ اصحابہ و تابعین و ائمہ دین سے خطبہ خاص زبان عربی میں ہونا متوارث ہے کما ذکرہ الشاہ ولی اللہ الدہلوی فی شرح الموطا عند سلف میں بحدیث ہزاروں بلا عجم فتح ہوئے ہزار بار منسوب کیے گئے عامہ حاضرین اہل عجم ہوتے مگر کبھی منقول نہیں کہ سلف صالح نے ان کی تقسیم کے لیے خطبہ جمعہ یا عیدین غیر عربی میں پڑھا یا اُس میں دوسری زبان کا خلط کیا اور سنت متوارثہ کی مخالفت بیشک مکروہ ہے در مختار میں فرمایا ان المسلمین ما توارثوہ فوجب اتباعہم ای ثبت وتأكد اقول وتحقیقہ ان التذکیر بالعجمیہ لما کان المقضیٰ لہ بعینہ موجودا والمناخ مفقودا ثم لم یفعلوا کان ذلک کما منہم لا ترکا ولا کف فعل والفعل یجری فیہ التوارث بخلاف الترتک اذ لا معنی لتوارثہ ولا مسمع للتأسی فیہ لانہ غیر مفعول بل ولا مقدور کما نص علیہ الا کا بر الصدور قال فی الاشباہ والنظائر الترتک لا یقر ب بھا الا اذا مار الترتک کما هو فعل وهو الملکف بہ فی النہی لا الترتک بمعنی العدم لانہ لیس باخلاصحت القدرة للعبد کما فی الشجر بر اہ یعنی تحویر الاصول للامام المحقق حیث اطلق رحمہ اللہ تعالیٰ ائقن هذا فانه من اجل المهمات - بائیمہ اگر خطبہ عربیہ کے ساتھ کچھ اشعار پند و نصائح اُردو میں پڑھے جائیں جیسا آج کل ہندوستان میں اکثر جگہ معمول ہے تو غایت اس کی بس اس قدر کہ خلافت اولیٰ و مکروہ تنزیہی ہے اس سے زیادہ اُسے مکروہ تحریمی و گناہ و ممنوع و بدعت سیئہ قرار دینا محض بے دلیل ہے - واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نابالغ کا خطبہ جمعہ پڑھنا اور نماز غیر خطیب کا پڑھنا ناجائز ہے یا نہیں -
بینوا تو جروا -

الجواب

غیر خطیب کا نماز پڑھنا اولیٰ نہیں فی تنویر الابصار ولا ینبغی ان یصلی غیر الخطیب وھذا فی الفتاویٰ عالمگیریہ ناقل عن الکافی اور اگر نابالغ خطبہ پڑھے اور نابالغ نماز پڑھائے تو اُس میں اختلاف ہے عالمگیری میں ناقل عن الزاہدی خطیب کا صالح امامت جمعہ ہونا شرط ٹھہرایا اور نابالغ صالح امامت نہیں تو اس کا خطبہ پڑھنا ناجائز اور فرض اس سے ساقط ہوگا عبارتھا ھذہ

لہ اقول ذکرہ فی البحر استظہاراً من قول النجاشی والمزید الثانیۃ کلا ولی الخ فلیتنبہ ۱۲ منہ
لہ قال العلامة الشامی ی بکرۃ الاقتصار فی الخطبۃ علی نحو تبیینہ وتحلیلہ مما لا یكون ذکرہ طویلاً قد رثلت آیات او قد رثلت الشہد الواجب ولین المراد ان ترک قراءۃ ثلث آیات مکروہ لان المصحح بہ فی الملحق والمواہب و نور الايضاح وغیرھا ان من السنن قراءۃ آیۃ اہ وکتبت علیہ ما نصہ اقول بل هو مفاد صریح اللفظ ولو کان المراد ما اولعربہ لقال کثرکہ قدر قراءۃ ثلث آیات وھذا مشبہ بالتبذیل منہ بالتاویل ولا یرید الشارح ثلث آیات عینا حتی یرد علیہ ما ذکرتم وانما قال قدرھا فادخل آیۃ او ایتین بقدر رثلت وھو مراد من قال آیۃ بدلیل ما فی الھندیۃ عن الجوہرۃ مقدار ما یقرأ فیھا من القرآن ثلث آیات قصار او آیۃ طویلۃ اہ قالت اہ الکلمات وحصل الحق والحمد للہ ۱۲ منہ

واما الخطیب فی شرط فیہ ان یتاہل للامامة فی الجمعة کذا فی الزاہدی۔ اشیاء والتظار و فتاوی خلاصہ و تنویر الابصار میں جواز کا حکم دیا حیث قال فی الاشیاء لو خطب باذن السلطان و صلی بالغ جاز و فی تنویر الابصار فان غفل بان خطب صبی باذن السلطان و صلی بالغ جاز و فی الخلاصہ صبی خطب یا مام السلطان و صلی الجمعة مصل بالغ یجوز در مختار میں اسی کو مختار قرار دیا حیث قال بعد قوله جاز هو المختار ہر حال صونا عن الخلاف تا بالغ کا خطبہ پڑھنا مناسب نہیں۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ۔ از لشکر گوالیار محکمہ ڈاک مرسلہ مولوی نور الدین احمد صاحب غزہ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

ناز جمعہ کے بعد چار رکعت فرض احتیاطی پڑھے جاویں یا نہیں یعنی اگر جمعہ کے شرائط پورے ادا ہوتے ہیں تو پھر یہ رکعتیں غیر ضرور ہیں اور اگر جمعہ بموجب مذہب حنفی ادا نہیں ہوتا تو جمعہ کیوں پڑھا جاتا ہے ناز طر پڑھی جاوے اگر احتیاطاً دونوں پڑھی جاتی ہیں تو پھر ہم تقدیر اور حنفی کیا ہوئے آئین بالجبر کرنے والے اور فاتحہ خلف الامام پڑھنے والے بھی یہی عذر کر سکتے ہیں مفصل طور پر ارشاد فرمائیے کہ سائل کو تسکین ہو زیادہ نیاز۔

الجواب

عبادات بشدت محل احتیاط ہیں اور خلاف علماء سے خروج بالاجماع مستحب جب تک اپنے مذہب کے کسی مکروہ کا ارتکاب نہ لازم آئے کما نص علیہ فی رد المحتار وغیرہ قرائت مقتدی در فہم یدین دھریہ آئین ہمارے مذہب میں باتفاق الممنوع و مکروہ و خلاف سنت ہیں تو ہمیں یہاں رعایت خلاف اپنے مذہب سے خروج اور مکروہ فی الذہب کا ارتکاب صاف ہے بجلان فرض احتیاطی کہ بسبب تقدیر جمعہ رکھے گئے یہ دونوں حرج سے پاک ہیں کہ جواز تقدیر مطلقاً اگرچہ علی الاصح ظاہر الروایۃ اور وہی معمول و معنی ہے مگر منع تقدیر بھی مذہب میں ایک قول قوی و صحیح ہے فی رد المحتار جواز التعدد وان کان ارجح و اقوی دلیلاً لکن فیہ شبهة قوية لان خلاف مروی عن ابی حنیفۃ ایضاً واختارہ الطحاوی والقرطابی وصاحب المختار وجعلہ العتانی الاظهر وقد علمت قول البدائع انه ظاہر الروایۃ و فی شرح المنیۃ عن جوامع الفقہ انہ اظهر الروایتین عن الامام قال فی النہر و فی الحاوی القدسی و علیہ الفتوی و فی التکملة للزاہدی وہ ناخذ اہ فہو حیث ثن قول معتمد فی المذہب لا قول ضعیف اھ ملخصاً پھر اس کی رعایت میں کوئی کراہت لازم نہیں آتی کہ یہ فرض احتیاطی بجماعت نہیں ہوتے مفرداً بریت آخر طر پڑھے جاتے ہیں وہ بھی صرف خواص کے لیے عوام کو نہ بتائے جائیں نہ انہیں حاجت تو فرق ظاہر ہو گیا اور اعتراض ساقط و تفصیل القول فی تلك الركعات قد سبقت فی فتاونا واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ۔ از نوید ضلع بریلی غزہ محرم ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ میں جامع مسجد ہے کہ ہمیشہ اس میں جمعہ ہوتا ہے اب ایک مسجد بنا ہوئی اس کو جامع مسجد بنانا اور قدیم کی جامع مسجد کو ترک کر دینا یا دونوں جامعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

قصبہ و شہر جہاں جمعہ جائز ہے وہاں ناز جمعہ متعدد جگہ ہونا بھی جائز ہے اگرچہ افضل حتی الوسع ایک جگہ ہونا ہے اور اگر جامعہ کو

ترک کر دینے کے اگر یعنی کہ اس میں نماز ہی چھوڑ دی جائے تو قطعاً ناجائز کہ مسجد کا دیوان کرنا ہے اور اگر یہ مراد کہ نماز تو وہاں ہوا کرے مگر جمعہ وہاں کے بدلے اب اس مسجد جدید میں ہو اس میں اگر وہاں کے اہل اسلام کوئی مصلحت شرعیہ قابل قبول رکھتے ہوں تو کیا مضائقہ ہے کہ مسجد جامع وہی مسجد قدیم ہے اور اس میں نماز جمعہ کا ثواب زائد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از جالندھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی احمد جان صاحب مسئلہ محمد احمد خاں صاحب ۲۰ شوال ۱۳۱۴ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز جمعہ کے چار رکعت ظہر احتیاطی کا پڑھنا ملک پنجاب یا ہندوستان کے شہروں میں جن میں جامع صاحب بادشاہوں کے حکم سے بنی ہوئی ہیں واجب ہے یا مستحب اور ان شہروں میں نماز جمعہ میں کچھ وہم یا شبہ ہے یا نہیں بحوالہ کتاب مع عبارت لکھا جائے۔

الجواب

بعض شرائط صحت کی تحقیق میں یہاں ضرور اختلاف و اشتباہ ہے ایسی جگہ علمائے کرام نے چار رکعت احتیاطی کا حکم دیا مگر خواص کیلئے ایسے عوام کو جو تصحیح نیت پر قادر نہ ہوں ان کے لیے ایک مذہب پر صحت بس ہے یہ رکعتیں بحال تو ہم عدم صحت تو صرف مندوب ہیں اور بحال شک و اشتباہ ظاہر وجوب ردالمحتار میں ہے نقل مقدسی عن المحیط کل موضع وقع الشک فی کو نہ مصر ایسبغی لہم ان یصلوا بعد الجمعة اربعاً بنية الظہر احتیاطاً ومثله فی الکافی والقنیه امرائمتهم بالاربع بعد احتیاطاً قال المقدسی ذکر ابن التھنہ عن جدہ النضر بن النضر بالندب وبحث فیہ بانہ یبغی ان یکون عند مجرد التوہم اما عند قیام الشک والاشتباہ فالظاهر الوجوب ونقل عن شیخہ ابن الہمام ما یفیدہ وقال المقدسی نحن لا نأمر بذلک امثال هذه العوام بل ندل علیہ الخواص ولو بالنسبة الیہما ملخصاً تحقیق مسئلہ ہمارے فتاویٰ اور رسالہ لوا مع البھا فی المصر للجمعة والاربع عقینہا میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از رامپور متصل مراد آباد محلہ ملا ظریف گھیر فرنگن محل مسئلہ مولوی ریاست حسین صاحب ۴ رمضان المبارک ۱۳۱۴ھ
چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ جمعہ کبام سال مفروض شد۔

الجواب

ہم بسال اول از ہجرت علی الصبح المشہور عند الجمهور فی شرح المواہب للزرقانی الایۃ مدینۃ قتل علی اغافضت بالمدينة وعلیہ الاکثر وقال الشیخ ابو حامد فرضت بکلمۃ قال الحافظ دھوعن یب و فی شرح الموطا لہ انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی سفر الہجرۃ لما خرج من قبا یوم الجمعة حین ارتفع النہار ادرکتہ الجمعة فی بنی سالم بن عوف فصلاھا بمسجد ہم فسمی مسجد الجمعة وھی اول جمعة صلاھا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذکرہ ابن اسمعیل و اللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از درویش نینی تال ڈاک خانہ کچھا مسئلہ عبدالعزیز خاں ۴ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عیدین یا جمعہ میں آدمیوں کی کثرت سے سجدہ سو اقام کو ترک کرنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

ہاں علمائے کرام نے بحالت کثرت جماعت جبکہ سجدہ سو کے باعث مقتدیوں کے خط و افتنان کا اندیشہ ہو اُس کے ترک کی اجازت دی بلکہ اُسی کو اولیٰ قرار دیا فی الدر المختار السہوی صلاة العید والجمعة والملکوتية والتطوع سواء والمختار عند المتأخرين عندہ فی الاولیین لدفع الفتنة کما فی جمعة البحر وافرہ المصنف وبہ جزم فی الدر المختار میں ہے الظاہ ان الجمع الکثیر فیما سراجہما کذا کما بجنہ بعضہم ط وکذا بجنہ الرحمۃ وقال خصوصاً فی زماننا فی جمعة حاشیۃ ابی السو عن الغرمیۃ انه لیس المراد عدم جوازہ بل الاولیٰ ترکہ لئلا یقع الناس فی فتنة اه قوله وبہ جزم فی الدر لکنہ قیدہ محتملہا الوافی بما اذا حضو جمع کثیر والافلا داعی الی الترتک ط والله سبحنہ ونعالی اعلم

مسئلہ - از ریاست رامپور محلہ ملاظریف گھیر منشی عبد الرحمن خاں مرحوم مرسلہ مولوی عبدالرؤف صاحب ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں آج جمعہ کے دن امام صاحب جمعہ مع خطبہ پڑھا کر فارغ ہوئے اب اُس وقت پندرہ سولہ آدمی اسی مسجد میں بعد نماز جمعہ آگئے اب یہ آئندہ گاں اسی مسجد میں پھر جمعہ پڑھیں یا ظہر بر تقدیر ثانی جماعت سے پڑھیں یا منفرد۔ عبدالحی صاحب مرحوم نے اپنے مجموعہ فتاویٰ میں لکھا ہے کہ وہ لوگ جمعہ پڑھیں گے دوسری مسجد میں افضل لکھا ہے اگر اسی مسجد میں پڑھیں کچھ حرج نہیں کہہ کے تحریر کیا ہے مگر عالمگیری کی عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دوسرا جمعہ جائز نہیں بلکہ لوگ فرادی فرادی نماز پڑھیں اس کی تحقیق کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

عالمگیری میں یہ مسئلہ غانیہ سے ماخوذ ہے اور اسی کی مثل فتاویٰ ظہیریہ و بحر الرائق و در مختار وغیرہ میں مذکور قال فی البحر قال فی الظہیریۃ جماعۃ فاتہم الجمعۃ فی المصر فاہم یصلون الظہر بغیر اذان ولا اقامۃ ولا جماعۃ تصویر مسئلہ فوت جمعہ سے ہے اور وہ قول توحید پر تو ظاہر و علیہ یبتنی تعلیل الہدایۃ المسألة المعدن وزین بقوله لما فیہ من الاخلال بالجمعة اذھی جماعۃ الجماعات اه قال فی الفتح وتبعہ فی البحر ہذا الوجه مبني علی عدم جواز تعدد الجمعۃ فی المصر الواحد الخ زاد فی البحر وهو خلاف المنصوص علیہ رواۃ ودرایۃ اه **قول** عللہ فی الہدایۃ بتعلیلین الاول ما ذکر والثانی ما عولتم علیہ حیث قال بعدہ والمعدن وقد یقتدی بہ غیرہ ام ولا غرو فی تعلیل المسألة علی کل من القولین علی ان قول التوحد ایضاً قول قوی فی المذہب کما ینظر مما علقنا علی رد المحتار وقد اوہدناہ فی فتا ونا والاعتراض بمثل ہذا علی مثل ہذا الامام من مثل ہذا العاقل العلام مما یفشی الی الحب وقد تبع فیہ الفتح و لکن الفتح انما اقتصر علی ما قد مت لہ قال وعلی الروایۃ المختارۃ عند المسخسی وغیرہ من جواز تعددہا فوجہ انہ ربما ینطبق غیر المعدن و الی الاقتداء بہما الخ ولم ینکر ما ذکرہذا البحر فلولیس بحرج بل شرح بتوزیع الدلیلین علی القولین والله الموع فی اور قول متم تعدد پر بھی اُس میں صورتہ متصور انا بخند یہ کہ سب جگہ نماز ہو چکی اور باقی صرف تین آدمی ہیں اور جمعہ کے لیے کم سے کم چار نمازگاہ ہر حال

یہ مسئلہ عدم جواز تعدد جمعہ مسجد واحد میں نص نہیں اب اصل سوال پر نظر کیجئے فتاویٰ لکھنؤ بعض احباب سے منگا کر دیکھا گیا اُسی میں اس حکم پر نہ کوئی سند پیش کی ہے نہ کسی کتاب کا حوالہ دیا صرف صحت تعدد و فرضیت جمعہ پر نئے کار کر کے لکھ دیا کہ اس وجہ سے لازم ہے اُن لوگوں کو کہ جماعت سے خطبہ اور جمعہ ادا کریں مگر دوسری مسجد میں ہو تو ادنیٰ ہے اور اگر اُسی مسجد میں ہو تو بھی کچھ حرج نہیں **اقول** وباللہ التوفیق صحت جمعہ کے لیے صرف جواز تعدد ہی کافی نہیں عہد زکاتہ باریک تر زموایں جاست ہر شخص اقامت امامت جمعہ کا اختیار نہیں رکھتا بلکہ سلطان اسلام یا اُس کا مامور یا علی الخلفاء مامور کا نائب بنایا ہوا بصورت یا بلا ضرورت اور جہاں استیذان سلطان متعذر ہو تو جسے عامہ مومنین خطیب و امام جمعہ مقرر کر لیں تنویہ الا بصار و در مختار میں ہے لیشترط لصحة الخطبة للسلطان او مامور باقامتها واختلف في الخطيب المقرر من جهة الامام الاعظم او نائبه هل يملك الاستئابة في الخطبة فقیل لا مطلقا وقيل ان لضرورة جازوالا لا وقيل يجوز مطلقا وهو الظاهر من عباراتهم فنی البدائع كل من ملك الجمعة ملك اقامة غيره ونصب العامة الخطيب غير معتبر مع وجود من ذكر ام مع عدمهم فيجوز للضرورة او مملکتا سراجیہ میں ہے والی مصرمات فضلی جمعہ خلیفۃ الملیت او صاحب الشرطۃ (او القاضی جازقان لم یکن ثمہ احد منهم واجتمع الناس علی رجل یصلی بعد جاز خانیہ میں ہے ان لم یکن ثم قاض ولا خلیفۃ الملیت فاجتمع العامة علی تقدیر رجل جاز لم کان الضرورة تنزیر و ہندیہ میں ہے لو تعدد الاستیذان من الامام فاجتمع الناس علی رجل یصلی بعد الجمعة جاز اور پر ظاہر کہ کلام اُسی صورت میں ہے جبکہ پہلا جمعہ صحیح ادا ہو لیا ورنہ مسجد واحد میں تعدد جمعہ کہاں اور دوسری مسجد میں اولویت کا کیا منشا تو ضرور ہے کہ پہلی نماز اُسی نے پڑھائی جو اس مسجد میں اقامت جمعہ کا مالک تھا اب یہ دوبارہ : ہیں جمعہ پڑھانے والا وہ حال سے خالی نہیں یا اُس مالک اقامت کے اذن سے پڑھایا گیا یا بے اذن اول کی طرف راہ ممنوع کہ یہاں اذن مالک نہیں مگر انابت اور بعد اس کے کہ آج کا جمعہ خود اصل پڑھا چکا اقامت شمار ہو چکی جمعہ امروز میں انابت کے کوئی معنی نہیں کہ انابت تحصیل تا حاصل کے لیے ہوتی ہے نہ تحصیل حاصل کے واسطے نہ نائب و منیب ایک امر میں جمع ہو سکیں اور جمعہ آئندہ کے لیے اذن جمعہ امروزہ کا اذن نہیں تو مشق ثانی ہی متعین ہوئی اور جمعہ میں غیر امام جمعہ کی اقامت بے اذن امام جمعہ باطل ہے سراجیہ میں بعد عبارت مذکورہ ہے لوصلی احد بغیر اذن الخطیب لا یجوز الا اذا اقتدی بہ من له ولاية الجمعة و در مختار میں ہے واقوہ شیخ الامام خانیہ و ہندیہ و رد المحتار میں ہے رجل خطب بغیر اذن الامام و الامام حاضر لا یجوز ذلك الا ان یکون الامام امرہ بذلک نہ اس مسجد میں آج کے جمعہ کو امام کی ضرورت نہ معدود ہے چند عامہ ناس ہیں ورنہ جمعہ سے بڑھ کر عیدین کبھی کسی شخص کو فوت ہوں جبکہ اپنے ساتھ ایک ہی پاسکے کہ انھیں نماز مل جانی ضرورت قرار پائے اور ان میں ایک کا دوسرے کو امام عید مقرر کر لینا قائم مقام امام سلطان اسلام ٹھہرے اور تمام مسائل کہ فوت جمعہ و عیدین پر بستنی ہیں باطل ہو جائیں و هذا لا یقول بہ عاقل فضلا عن فاضل توحی یہ ہے کہ اس مسجد میں نہ کنار کسی دوسری مسجد میں بھی جہاں جمعہ نہ ہوتا ہو نہ مکان یا میدان میں کسی جگہ یہ لوگ جمعہ نہیں پڑھ سکتے بلکہ اپنی نظر تنہا تنہا پڑھیں تنویہ الا بصار و در مختار میں ہے کہ اگر تخریما المعذور و مسجون و مسافر اداء ظہر بمجاعة فی مصر قبل الجمعة و بعد

لقلیل الجماعۃ وصورۃ للعارضة ووالحتماء میں ہے قولہ لمعذور وکنذاغیرہ بالاولیٰ اہ فانت تعلم انہما احو جمعا الی اداء الظہر انہما لا یقدرون علی اقامۃ الجمعة فارشدنا الی صلاتہا فرادی مکلا یخفی علی من رزق العقل السلیم والفہم المستقیم واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں دو امام درمیان میں پردہ ڈال کر جمعہ پڑھانا جائز ہوگا یا نہیں (۲) ایک مسجد میں دو دفعہ جمعہ پڑھنا جائز ہوگا یا نہیں - بینوا ووجروا

الجواب

عدم جواز یعنی گناہ تو جمیع فرائض میں ہے صورت سوال سے ظاہر کہ دیدہ و دانستہ دو جماعتیں بالقصد اس طرح کیں اور کسی فرض کی دو جماعتیں ایک مسجد ایک وقت میں بالقصد قائم کرنا ہرگز جائز نہیں دونوں فریق یا لا اقل دونوں میں سے ایک ضرور گنہگار ہوگا کی جماعت فرائض کی ایسی تفریق صراحۃ بدعت سیدہ شیعہ ہے اگر دونوں امام میں صرف ایک صالح امامت بلا کراہت ہے مثلاً دو سرفاسق معلن یا بد مذہب ہے جب تو کراہت صرف اُس دوسرے پر ہے اور اگر دونوں صالح تو جس کی نیت پہلے بندھ گئی اس پر الزام نہیں دوسرے پر ہے اور عابا بد مذہب تو دونوں پر خلاصہ دہندیہ میں ہے قوم جلوس فی المسجد الداخل وقوم فی المسجد الخارج اقام الموزن فقام امام من اهل الخارج وقام امام من اهل الداخل فامهم من یسبق بالشروع فهو والمقتدون بہ لا کراہۃ فی حقہم رد المحتار باب ادراک الفریضہ میں ہے لو کان مقتدنا بمن یکرۃ الاقتداء بہ ثم شرع من لا کراہۃ فیہ هل یقطع ویقتدی بہ استظهر ان الاول لو فاسقا لا یقطع ولو غافا وشدک فی مراعاتہ یقطع اقول والا ظہر العکس لان الثانی کراہۃ تنزیہیہ کلا علی والاعتباری بخلاف الفاسق الخ اور جمعہ میں توجہ از معنی صحت ہی نہیں کم سے کم ایک فریق کا جمعہ سرے سے ادا ہی نہ ہوگا صحت جمعہ کی شرائط سے ایک یہ بھی ہے کہ بادشاہ اسلام یا اُس کا مامور اقامت کرے یعنی سلطان خود یا اُس کا ماذون خطبہ پڑھے امامت کرے اور جہاں یہ صورت متعذر ہو جیسے ان بلاد ہندوستان میں کہ ہنوز دارالاسلام ہے وہاں بضرورت نصب عامہ کی اجازت یعنی عام مسلمین جسے امام مقرر کر لیں فی التوزیر والدلیل بشرط لصحتها السلطان او مامورہ باقامتها وقالوا یقیمہا امیر البلد ثم المشرطی ثم القاضی ثم من ولاہ قاضی القضاۃ و نصب العامة غیر معتبر مع من ذکر امام مع عدمہم فیجوز للضرورة اہ ملتقطاً پر ظاہر کہ کسی مسجد کے لیے دو امام جمعہ علی وجہ الاجتماع کے دونوں امامت جمعہ واحدہ کریں مقرر نہیں ہوتے خصوصاً ہمارے بلاد میں امر اور بھی اظہر کہ نصب عامہ صرف بضرورت اقامت شمار متعذر اور یہ ضرورت امام واحد سے مرتفع تو ایک جمعہ میں ایک مسجد میں دو امام کا جمع باطل و مستدفع پس صورت مستفسرہ میں اُن دونوں میں جو اُس مسجد کا امام معین جمعہ نہ تھا اُس کا اور اُس کے مقتدیوں کا جمعہ ادا نہ ہوا اور اگر دونوں نہ تھے تو کسی کا نہ ہوا یہیں سے صورت اخیرہ کا جواب بھی ظاہر اور اگر بغرض باطل صورت صحت تسلیم بھی ہو جو ہرگز لائن تسلیم نہیں تو اس کے سخت مخالف مقصود شرع و بدعت شیعہ تسلیم ہونے میں کلام نہیں جمعہ میں ایک مذہب قوی یہ ہے کہ شہر بھر میں ایک ہی جگہ ہو سکتا ہے اور بعض نے دو جگہ اجازت دی اور بعض نے بیچ میں نہر چل ہونے کی شرط کی مفتی بہ جواز تعدد ہے مگر یہ تعدد کہ ایک ہی دن ایک ہی مسجد میں دس بار امامت جمعہ ہو کہ جیسے دودہی ہی تنویہ بلاشبہ

ابتداء فی الدین ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ازکا پور محلہ جرنیل گنج مسجد حاجی فرحت مرسلہ شیخ محمد سہول ۱۸۔ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ

ما قولکم ایہا العلماء الکرام اس مسئلہ میں کہ خطبہ یا عیدین کو عربی میں پڑھ کر اردو میں ترجمہ کرنا یا صرف اردو میں بطور وعظ کے خطبہ اور کرنا یا بعض حصہ عربی و بعض اردو میں پڑھنا یا چند اشعار ترغیباً و ترہیباً عربی یا غیر عربی میں پڑھنا مع النشر و لا جائز ہے یا نہیں بیننا و جودا

الجواب

یہ سوال چند امور پر مشتمل **اول** جمعہ یا عیدین کا خطبہ پڑھ کر اردو میں ترجمہ کرنا **اقول** وباللہ التوفیق تفسیر نظر فقہی یہ ہے کہ یہ امر عیدین میں بہ نیت خطبہ ہو تو ناپسند اور اُس کا ترک احسن اور بعد ختم خطبہ نہ بہ نیت خطبہ بلکہ قصد پند و نصیحت جداگانہ ہو تو جائز و حسن اور جمعہ میں مطلقاً مکروہ و ناسخسن دلیل حکم و وجہ فرق یہ کہ زمان برکت نشان رسالت سے عہد صحابہ کرام و تابعین عظام و ائمہ اعلام تک تمام قرون و طبقات میں جمعہ و عیدین کے خطبے ہمیشہ خالص زبان عربی میں مذکور و ماثور اور با آنکہ زمانہ صحابہ میں بعد اشراف تعالیٰ اسلام صد ہا بلاد عجم میں شائع ہوا و جامع بنین منابر نصب ہوئے با وصف تحقق حاجت کبھی کسی عجمی زبان میں خطبہ فرمانا یا دونوں زبانیں ملا کر وی نہ ہوا تو خطبے میں دوسری زبان کا خلط سنت متوارثہ کا مخالف و مغیر ہے اور وہ مکروہ کما بینا فی فتاونا و ذکرنا ثم الفرق بین الکلف و اللغو فتثبت و لا تخبط مگر عیدین میں خطبہ بعد نماز ہے تو وہ مستوعد وقت نہیں ہو سکتا نیت قطع اپنا عمل کرے گی اور بعد فراغ خطبہ کہ تمام امور متعلقہ نماز عید منتهی ہو گئے مسلمانوں کو تذکیر و تنہیم و وعظ و تعلیم منوع نہیں بلکہ مندوب اور خود حضورید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے بخاری و مسلم و دارمی و ابوداؤد و سنائی و ابن ماجہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی قال خرجت مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم فطروا و اخی فیصلی ثم خطب ثم اقی النساء فوعظهن و ذکرهن و امرهن بالصدقۃ صحیحین میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے ہے ثم خطب الناس بعد فلما فرغ نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزل فاتی النساء فذکرهن ابام ذؤبہ نہاج میں فرماتے ہیں انما نزل الیہن بعد فراغ خطبۃ العید بخلاف جمعہ کہ اس میں خطبہ قبل نماز ہے اور شروع تذکیر سے آغاز تکبیر تک اُسی کا وقت ہے و لہذا افضل بہ اجنبی ناجائز یہاں تک کہ اگر افضل طویل حاصل ہو خطبہ زائل اور اعادہ لازم ورنہ نماز باطل ہو اور غیر اجنبی سے بھی افضل پسندیدہ نہیں اور اعادہ خطبہ اولیٰ فی الدار المختار لو خطب جنباً ثم اغتسل و صلی جاز رای و لا یعد الغسل فاصلاً لانه من اعمال الصلوۃ و لکن الاولیٰ اعادتها کما لو نطوع بعدھا کما فی الجرحش و لو فضل باجنبی فان طال بان رجح لبینہ فتغدی او جامع و اغتسل استقبال خلاصۃ ای لزوماً للبطلان الخطبۃ سراج احمد مزید امن الشامی اور شک نہیں کہ خطبہ خواندہ کا ترجمہ یا اور وعظ و نصائح جدیدس وقت میں واقع ہوں گے انہیں مقاصد و مضامین خطبہ پر مشتمل ہوں گے تو وقت خطبہ میں ایقاع تذکیر بہ نیت تذکیر قطعاً اُسے داخل خطبہ کرے گا لہذا نیت قطع بے معنی رہے گی کہ عمل و واقع صراحت اُس کا کذب ہوگا کمسن فوی ان لا یاکل و هو اکل اولاً لیشرب و هو شارب بالجملة فنیۃ التذکیر فی هذا الوقت عین نیت الخطبۃ لیست الخطبۃ الا هذا ولذا امر و حمان الخطیب کما تکلم بکلام یا مرفیہ جمعہ وقت او بھی عن منکوفانہ یعد من الخطبۃ و لکن مخاطب بہ وجلا معینا لمحاچة عنصرۃ کما سہائی

اور اگر بالفرض قطع ہی مانے تو خطبہ و نماز میں فصل لازم آئے گا اگرچہ غیر اجنبی سے تو سنت مستمرہ وصل کے غفلت ہوگا بہر حال خالی اگر اہمیت نہیں ہذا ملاحظہ فرمائیے وباللہ التوفیق دوم صرف اردو خطبہ اس کی کراہت بیان بالاسے اظہر و اذہر خصوصاً جبکہ یہ صرف اپنی صرافتہ محضہ پر ہو کہ اب تو اس کا کردہ و شائع ہونا صراحتہ منصوص کہ خطبہ میں تلاوت قرآن عظیم کا ترک براسے فی الہندیۃ فی ذکر سنن الخطبۃ الحادی عشر قراءۃ القرآن و تارکھا مستحیٰ ہکذا فی البحر الرائق و مقدار ما یقرب فیہا من القرآن ثلث آیات قصار و آیۃ طویلۃ کذا فی الجوهرة النيرة سوم کچھ عربی کچھ اردو اس کا حال بھی بیان سابق سے واضح ہو چکا مگر جب امام بحالت خطبہ کوئی امر منکر دیکھے تو اس سے منہی کیا ہی چاہیے اور جب وہ عربی نہیں سمجھتا یا امام خود عربی میں کلام نہیں کرتا جانتا تو ناچار زبان مقدور و مفہوم کی طرف رجوع ہوگی یہ کلام جو خطبہ میں ہوگا خطبہ ہی سے ہوگا کہ امر بالمعروف بھی اس کے مقاصد حسن سے ہے فی الدار المختار بیکرہ تکلمہ فیہا الا لامر بمعروف لانه منها یوں ایک حصہ خطبہ اردو میں ہونا البتہ مکروہ نہیں بلکہ واجب تک ہو سکتا ہے جبکہ الامار منکر اسی میں منحصر ہو چارم محض اشعار پر قناعت یہ ضرور مکروہ و اسات و خلاف سنت و موجب ترک تلاوت اور اگر ایک آیت طویلہ یا تین آیت قصیرہ کو نظم کر کے لائیں تو اول تو غالباً یہ بلا تغیر نظم قرآن نامیسر اور بعد تغیر نظم تلاوت نہ ہے گی اگرچہ اقتباس ہو اور اگر بن بھی پڑے تو ادائے سنت تلاوت کے لیے قرآن مجید کو منظوم کر کے پڑھنا ترک قراءت سے اشد و اشنع ہے قرآن عظیم شعر سے پاک و منزہ اور اپنے شعر بننے کی گزارش سے متعالی و ارفع ہے و ما علمنہ الشعر و ما ینبغی لہ تو اس طور پر قصہ تلاوت صریح اسات ادب ہے و بہ فارق الاقتباس الذی لا یراد فیہ تلاوة القرآن فانہ شائع شائع علی الاصحاح اور یوں بھی نظم پر اقتضائیں بلا وجہ کلمات ماثورہ و طریقہ متوارثہ سے اعراض ہے تو اس سے اعراض ہی چاہیے پنجم بعض اشعار محمودہ ملا و داخل کرنا یہ اگر زبان عجم ہوں تو وہی امر سوم ہے ورنہ کچھ حرج نہیں خصوصاً جبکہ اچاناً ہو کہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خطبہ میں بعض اشعار پڑھنا مروی کہ مارواہ العسکری فی کتاب المواعظ وقد ذکرنا حدیثہ فی فتاویٰ و لنا واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از کانپور محلہ جرنیل گنج مسجد حاجی فرحت مرسلہ شیخ محمد سہولہ ار محرم الحرام ۱۳۱۲ھ
ماؤ لکھا اچھا العلماء الکرام اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی نماز میں جو اخیر میں دو رکعت طہر کی سنت پڑھتے ہیں اس کی ضرورت ہے

یا نہیں۔۔ بلیوا توجروا

الجواب

جمعہ کے بعد ظہر کی سنت کا کوئی محل ہی نہیں نہ ضرورت یعنی وجوب سنن میں متعل۔ ہاں جمعہ کی سنت بعد یہ میں اختلاف ہے اصل مذہب میں ہمار ہیں و علیہ الملتون اور احوط و افضل چھ ہیں و هو قول الامام ابی یوسف و بہ اخذ اکثر المشائخ کما فی فتح اللہ المعین عن النضر عن العیون و التجنیس و هو المختار کما فی جواہر الاخلاط و هو الثابت بالحدیث کما بینا ہ فی فتاویٰ و لنا مگر جب صحبت جمعہ میں نزاع و اشتباہ کے باعث خواص چار رکعت احتیاطی بنیت آخر ظہر پڑھیں تو انہیں چاہیے بعد جمعہ چار سنتیں پھر وہ چار رکعتیں پڑھ کر ان کے بعد دو سنتیں بنیت سنت وقت پڑھیں جمعہ یا ظہر کی قیمن ذکر یہ کہ نیت ہر احتمال کو شامل رکھے اور ہر طرح پر سنتیں اپنے موقع پر بالاتفاق واقع ہوں فی رد المحتار عن شرح المنیۃ الصغیرہ والاولیٰ ان یصلی بعد الجمعة مستحیاً ثم الاربع بهذا النیۃ ای نیت آخر ظہر

ادركته ولم اصله ثم ركعتين سنة الوقت فان صحت الجمعة يكون قد ادى سنتها على وجهها والا فقد صلى الظهر مع سنة والله سبحانه وتعالى اعلم۔

مسئلہ۔ از چھاوٹی فیروز پور صدر پنجاب محلہ لال ڈگی درملہ مولوی فضل الرحمن صاحب ۱۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۷ھ

بخدمت حضرت مخدوم و معظّم مقبول السبحان حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب اداۃ اللہ فیضہ الفتویٰ۔ السلام علیکم وعلیٰ علیکم خدمت خدام والاہوں کہ ایک مسئلہ کی دو مختلف صورتیں ارسال خدمت شریف کے کے گزارش کہ تفضلات کر بیانہ جواب باصواب سے معزز و ممتاز فرمائیں جزاکم اللہ خیر الجزاء نیازمند قدیمی فقیر محمد فضل الرحمن۔ مبسلا و حامدا و مصليا و مسلما اما بعد

پس واضح رہے کہ بحديث آمدہ بخطبہ جمعہ ہر کہ دیگرے رامی گوید کہ خاموش باش یا سنگریزہ راس کر داورا ثواب جمعہ ثابت نہ کہ واجب و لغو کہ دین خطبہ جمعہ میں حاضرین نے آپ سے کہا کہ بارش کی دعا کیجیے آپ نے ہاتھ اٹھا کے دعا کی تھی اور تمام حاضرین نے بھی ہاتھ اٹھاے تھے تو آئندہ جمعہ کو تمام حاضرین نے کہا کہ بندہ ہونے بارش کی دعا کیجیے آپ کے دعا کرنے سے فرامینہ بند ہو گیا تھا بخاری و مسلم تو دونوں مقاموں سے معلوم و ثابت ہوا کہ عبت کام کے لیے بولنا ہاتھ کا ہلانا جمعہ کے خطبہ میں مکروہ ہے اور نیک کار کیلئے مکروہ ہرگز نہیں اس استدلال کی اگر سمجھ نہ آئے تو بفتاویٰ علیگیریہ نقلًا عن المحیط وغیرہ موجود ہے کہ بخطبہ جمعہ اذا لم یتکلم بلسانہ لکن اشار ببیدۃ او برأسه او بعینه فحیوان رأی منکرا فہذا بیدۃ او اخبر بجنہ فاشار برأسه الصحیح انہ لا باس بہ اما دراستہ الفقہ و کتابتہ عند البعض مکروۃ وقال البعض لا باس بہ ان تھی پس ان سب روایتوں کے استدلال سے جو کوئی خطبہ اولیٰ بقدر سنت سن کے باقی کو سنتا رہے اور حاضرین کو جو گرمی میں ہوا کی حاجت و ضرورت ہوتی ہے سب کو ہوا کرنے لگے تاکہ اطمینان سے خطبہ سنیں لا باس بہ بیشک یہ شخص ثواب جمعہ سے محروم نہ رہے گا اذا المقصود من الافصاح ملاحظۃ معنی الخطبۃ واشتغال قلوب السامعین بالحر بیوت ذلک کذا استفاد من فتاویٰ حموی دیکھو جنت میں روز جمعہ سب ہومنوں کو ایک مکان میں جمع کر کے باری تعالیٰ بھی ہوا شمالی چلائے گا تاکہ باطمینان و براحۃ سبحانہ تعالیٰ سے مشرّف ہوا کریں گے اس ہوا کا نام میثرہ ہے کہ کستوری کی خوشبوئی کا اثر رکھتی ہوگی کافی مسلمہ ثامینا اس ہوا کنندہ قوم کو بخطبہ جمعہ گرمی کے مارنے خود ہوا کی سخت حاجت و ضرورت ہوتی ہے تو اُس نے اپنی اس راحت پر راحت قوم کو مقدم کیا و یوثرون علی انفسہم ولو کان بحد خصاصۃ کے گروہ میں داخل ہو کے درجہ مظہون کا پایا یہ آیت سورہ حشر کی بخاری و اشباہ و فتاویٰ حموی میں موجود ہے اور کتاب و سنت کا حکم عام ہے لان العبدۃ لعموم اللفظ لا لخصوص المومنین کما قرئ فی الاصول خطبہ جمعہ بقدر ایک تسبیح کے فرض اور تین آیات قصیرہ بالیک آیت طویلہ پڑھنا و شہادتین و درود پڑھنا اور پند و نصیحت قوم کو کرنا خطیبت پر سنت اور خطبہ ثانیہ نیز سنت ہے اور بعضوں کے

لہ باب خطبہ جمعہ و باب استغاثۃ دیکھئے یہی حاصل ہے کہ مثلاً اگر دیکھئے کسی کو کہ وہ سب کو کہتا ہے چپ کر یا سنگریزہ کو کہیں کہتا ہے تو دیکھئے والا اس کو ہاتھ یا سر یا آنکھ کے اشارے سے منع کرے کہ یوں نہ کرو بخ کتہ لا اس بہ میں داخل ہے اور میں کو اس نے منع کیا وہ لغو عبت کشد گاں سے مثلاً کیا جائے گا۔ فتدبو

نزدیک خطبہ اولیٰ بقدر تمام النجیات کے فرض ہے فتدبر راقم دعا گو خیر خواہ فقیر غلام النبی عفی عنہ باسمہ سبحنہ و تعالیٰ شانہ۔

الجواب

ہو الموفق بالحسن والصواب برضا راز باب صدق وصفوا واصحاب فطنت و ذکا مخفی و محجب نہ رہے کہ جو افعال اثنائے نماز میں حرام ہیں وہی خطبہ میں بحالت استماع خطبہ گفتگو کرنا یا بادکشی کرنا جو مضر اور مخالف استماع خطبہ ہے ممنوع اور غیر مشروع ہے ہرگز درست نہیں مرکب اس کا غلطی و سخت گنہگار ہے و مجرم فی الخطبۃ ما یحرم فی الصلوۃ حتی لا ینبغی ان ینبغی ان یا کل اولیٰ شرب و الا لمام فی الخطبۃ ہکذا فی الخلاصۃ ۵۳ علمگیریہ من عینہ (وکل ما حرم فی الصلوۃ حرم فیہا) ای فی الخطبۃ خلاصہ وغیرہا فہم اکل و شرب و کلام و لو تسمیہا اور دسلام او امواعہ و وقت بل ینبغ علیہ ان یستقیم و یسکت قولہ بل ینبغ علیہ ان یستقیم (ظاہرہ انہ یکرہ الاشتغال بما یفوت السماع وان لم یکن کلاما و بہ صرح القہستانی حدیث قال اذا الاستماع فرض کما فی المحيط او واجب کما فی صلوۃ المسعودیۃ اوسنۃ الزمخشریۃ شامی من عینہ و اذا خرج الامام حرم الصلوۃ و الکلام حتی یتقر خطبۃ شرح وقایہ ۵۴ من عینہ قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومن مس الحصى فقد لغا فیہ النہی عن مس الحصى وغیرہ من انواع العیث فی حال الخطبۃ و فیہ اشارۃ الی اقبال القلب والجوارح علی الخطبۃ نووی ۲۸۳ من عینہ لب اور خلاصہ عبارات متذکرہ بالا کا یہ ہے کہ اثنائے خطبہ میں بادکشی وغیرہ لغو افعال جو مانع استماع خطبہ و توجہ قلب و اعضا کے انسانی کے ہیں ناجائز ہیں اور فاعل اس کا بجائے اس کے کہ مستحق ثواب کا ہو مرکب گناہ کا ہو گا۔ المجیب محمد فضل الرحمن ساکن صدر بازار کسپ فیروز پور پنجاب۔

الجواب

تقریر ثانی صحیح ہے اور رائے صحیح فی الواقع فعل مذکور گناہ و حرام اور اس کا فاعل مرکب آثم اور اس میں امید ثواب طبع خام اور تحریر اول کے اقوال سراسر ادہام۔ خلاصہ و بزازہ و خزائنہ المفتین و مجتبیٰ و جلالی و حلیہ و جامع الرموز و بحر الرائق و نہر الفائق و مراقی الفلاح و تنویر الانوار و در مختار و ہندیہ و طحاوی علی المراقی و منہج الخلق وغیرہ عامۃ کتب مذہب میں صاف تصریح ہے کہ جو فعل نماز میں حرام ہے خطبہ ہونے کی حالت میں بھی حرام ہے۔ خلاصہ و علمگیریہ و متن و شرح تنویر کی عبارات کلام مجیب میں گزریں اور عبارات خزائنہ المفتین بعینہا عبارت خلاصہ ہے اور اسی سے بحر و حاشیۃ البحر للعلامۃ الشامی میں بہ نقل ہنر ما ثور۔ و جیز امام کردی میں ہے ما یحرم فی الصلوۃ یحرم فی الخطبۃ کالاکل والشرب حال الخطبۃ۔ شرح منیہ امام محمد محمد محمد بن امیر الحاج حلی میں ہے کما یکرہ الکلام بانواعہ یکرہ ما یجوز مجرأہ من کتابہ و نحوہا مما ینفعل عن سماعہا حتی ان فی شرح الزاہدی و یکرہ المستمع الخطبۃ ما یکرہ فی الصلوۃ کالاکل والشرب والعبث والالتفات اسی طرح علامہ سید احمد مصری نے حاشیہ ذوالایضاح میں بوالہ شرح الکفر للعلامۃ عمر بن نجیم شرح القدوری الخمدین محمود سے نقل کیا شرح نقایہ علامہ محمد قسستانی میں ہے کما منع الکلام من الاکل والشرب والعبث والالتفات والتخطی وغیرہا مما منع فی الصلوۃ کما فی جلالی متن و شرح علامہ حسن شرنبلالی میں ہے (کرہہ لحاضر الخطبۃ الاکل والشرب) وقال الکاظمی (والعبث والالتفات)

فیجنب ما یجتنب فی الصلاة اہ باختصار۔ غیر شرح منہ للعلامہ ابراہیم الحلی میں ہے الاستماع والافصات واجب عندنا
وعند الجمهور حتی انہ یکرہ قراءۃ القرآن ونحوها ورسد السلام وشمیت العاطس وکذا الاکل والشرب وکل عمل کیا کوئی غافل
کرہ سکتا ہے کہ بادکشی مذکور نمازی کو بحالت نماز حلال ہے حاشا قطعاً حرام ہے تو حسب تصریحات متوافرہ المؤمنین وعلمائے معتدین بحالت
خطبہ بھی حرام ووجوب آتام ہے یہیں سے اُس روایت اشارہ بختم ورسد دست کا بھی جواب ظاہر ہو گیا کہ کسی منکر یا کسی حاجت کے لیے
ایک اشارہ کر دینا اور کہاں حالت خطبہ میں حاضرین کو کچھ اچھلتے پھرنا یہ قیاس فاسد اگر صحیح ہو تو یہ حرکت نمازیں بھی جائز نظر ہے کہ ایسا
اشارہ تو عین نمازیں بھی حرام نہیں مثلاً کوئی شخص نمازی کو سلام کرے نمازی سر یا ہاتھ کے اشارے سے جواب دیدے یا کوئی کچھ مانگے یہ ہاں یا نا کا
اشارہ کرے یا کوئی پچھے کے رکعتیں ہوئیں یہ انگلیوں کے اشارے سے بتادے یا کوئی روپیہ دکھا کر کھوٹا کھرا پوچھے یہ ایسا سے جواب دیدے
تو یہ سب صورتیں اگرچہ مکروہ ہیں مگر حرام وفسد نماز نہیں درمختار باب مفصلات الصلاة میں ہے (ورد السلام) ولو سھوا (بلسانہ) لا یمید
بل یکرہ علی المعتمد والمتحار میں ہے ای لا یفسد ہا رد السلام بیدہ خلافا لمن عزالی ابی حنیفہ انہ مفسد فافزہ لم یعرف
نقلہ من احد من اهل المذہب وانما یدکرون عدم الفساد بلا حکایہ خلاف بل صریح کلام الطحاوی انہ قولنا الثلثۃ
کذا فی الحلیۃ وفی البحر الرائق ان الفساد غیر ثابت فی المذہب ویدل لعدم الفساد انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فعلہ کما رواہ
ابوداؤد وصحیح الترمذی وصحیح فی المنیۃ بانہ مکروہ ای تنزیہا اہ محققہ اُسی کے مکروہات میں ہے لا باس بتکلیم المصلی
واجابۃ براسہ کما لو طلب منہ شیء ادا ری ورسہا وقیل اجید فاو ما بنعم ولا اوقیل کم صلیتم فاشار بیدہ انہم صلوا رکعتین
رد المحتار میں ہے قولہ واجابۃ براسہ قال فی الامداد وہ ورد الاثر عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وکذا فی تکلیم الرجل المصلی
قال تعالیٰ فادہ الملئکۃ وھو قائم یصلی فی المحراب انھیں عبارات اللہ میں تصریح گزری کہ بحالت خطبہ چلنا حرام ہے یہاں تک کہ
علمائے کرام فرماتے ہیں اگر ایسے وقت آیا کہ خطبہ شروع ہو گیا مسجد میں جہاں تک پہنچا وہیں رک جائے آگے نہ بڑھے کہ چل ہوگا اور حال
خطبہ میں کوئی عمل روا نہیں حالانکہ اہم سے قرب شرعاً مطلوب اور حدیث وفقہ میں اُس کا فضل مکتوب اور وہیں بیٹھ جانے میں آئندہ
آسنے والوں کے لیے بھی جگہ کی تنگی ہے ان امور پر لحاظ نہ کریں گے اور آگے بڑھنے کی اجازت نہ دیں گے مگر کچھ اچھلتے پھرنا ضرور جائز
بتاہی لیا جائے گا۔ فانیہ دہندیہ وغیرہا میں ہے ذکو الفقہ ابو جعفر اصحابنا رضی اللہ تعالیٰ عنہم انہ لا باس بالخطی
ما لم یأخذ الامام فی الخطبۃ ویکرہ اذا اخذ لان المسلم ان یتقدم وید نوا محراب اذا لم یکن الامام فی الخطبۃ لیتسع المكان
علی من یجئ بعدہ وینال فضل القرب من الامام فاذا لم یفعل الاول فقد ضیع ذلک المكان من غیر عذر فکان الذی جاء
بعدہ ان یأخذ ذلک المكان اماما من جاء والا ما یخطب فلیہ ان یستقر فی موضعہ من المسجد لان منیہ و تقدّمہ عمل
فی حالۃ الخطبۃ چلنا تو بڑی چیز ہے انھیں عبارات علما میں تصریح گزری کہ خطبہ ہوتے میں ایک گھونٹ پانی پینا حرام کسی طرف گردن
پھیر کر دیکھنا حرام تو وہ حرکت مذکورہ کس درجہ سخت حرام ہوگی انھیں وجہ زاہرہ سے اُس کے نیک کام اور یوترون علی انفسہم من اہل ثمنہ کا
جواب روشن ہو گیا نیکی وایثار تو جب دیکھیں کہ فعل دہاں جائز بھی ہو جب سرے سے نفس فعل حرام تو اُس کے فضائل گننے کا کیسے محل

مسلمانوں کو پکچھا جھٹنا تو جہاں جائز ہو وہاں غایت درجہ مستحب ہو گا جواب سلام دینا امر بالمعروف کرنا تو واجب تھے اور بحال خطبہ حاضرین پر حرام ہونے اب کیا یہاں ان کے فضائل و وجوب سے استدلال کی گنجائش ہے غنیہ میں ہے لا ینال رد السلام فرض فلا ینع منه لا نأقول ذلک اذا کان السلام مآذوناً فیہ شرعاً و لیس کذلک فی حالة الخطبة بل یرتکب فاعله اثماً اوروں کی اطمینان کو آپ صریحاً بے اطمینانی یوثقون علی الفسھد میں شمول نہیں انامرون الناس بالبر و تسنون انفسکم میں دخول ہے یعنی دیگران را نصیحت و خود را نصیحت علیائے کرام تو ایثار قربت میں کلام رکھتے ہیں نہ کہ اوروں کی قربت کے لیے خود حرام کا ارتکاب یہ ایثار نہیں صراحتاً اپنے دین کو اضرار ہے کما لا یخفی نہیں سے واضح کہ مانعت کو صرف فعل عبث و بے فائدہ سے خاص کرنا محض غلط ہے بلکہ اس قسم کا ہر عمل اگرچہ کیسا ہی مفید ہو وقت خطبہ شرعاً لغوین داخل اور اس کے فائدے پر نظر باطل بلکہ نفع درکنار اس سے ضرر حاصل آخوند کھیا کہ مشرعی مطہر نے اس وقت امر بالمعروف کو کہ اعلیٰ درجہ کی مفید و ہم چیز ہے حرام ٹھہرایا اور دو حرف (چپ) کہنے کو لغو میں داخل فرمایا صحاح ستہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا قلت لصاحبک یوم الجمعة انصت والامام یخطب فقد لغوت جب روز جمعہ خطبہ امام کے وقت تو دوسرے سے کہے چپ تو تو نے خود لغو کیا مسند احمد و سنن ابی داؤد میں امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من قال یوم الجمعة لصاحبہ صدق فقد لغا ومن لغا فلیس له فی جمعة تلک شیء جو جمعے کے دن اپنے ساتھی سے چپ کہے اُس نے لغو کیا اور جس نے لغو کیا اُس کے لیے اس جمعہ میں کچھ اجر نہیں امام احمد حضرت علیہ السلام بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں مثل الذی یتکلم یوم الجمعة والامام یخطب مثل الحمار یجمل اسفار والذی یقولہ انصت لاجمعة له جمعة کے دن جب امام خطبہ میں ہو بولنے والا ایسا ہے جیسا گدھا جس پر کتابیں لڑی ہوں اور جو اُس سے چپ کہے اُس کا جمعہ نہیں ہے یہی سے بخلی ہوا کہ حدیث استسقاء مذکور صحیحین سے استدلال صحیح نہیں اُس سے اگر ثابت ہو گا تو وقت خطبہ امام جواز کلام اور اُس کی حرمت پر ائمہ مذہب کا اجماع اور احادیث صریحہ صحیحہ جن کی بعض مذکور ہوئیں مثبت تحریم و قاطع نزاع فان الحاضر مقدم و تمام الکلام فی الفتو وغیرہ باقی رہا یہ کہ حاضرین نے کہا بارش کی دعا کیجیے اور یہ کہ تمام حاضرین نے بھی ہاتھ اٹھائے اور یہ کہ آئندہ جمعہ کو تمام حاضرین نے کہا یہ سب غلط دعوے ہیں اور صحیحین میں ان کا کہیں پتہ نہیں رہی فرع کتابت مذکورہ علیگیرہ اولاً جو بعض اُسے جائز رکھتے ہیں وہ بھی اُس کے لیے جو امام سے اس قدر دور ہو کہ خطبے کی آواز اُس تک نہ جاتی ہو تو قریب کے لیے جواز بادکشی پر اُس سے استدلال کہ سفار ہے اور حاضرین کو ہوا کرے استدلال بالمخالف ہے غنیہ و بزاز یہ و شرنبلال میں ہے واللفظ للعلی اختلف المتأخرون فی البعید عن الامام فمحمداً بن سلمة اختار السکوت فی حقہ ایضاً و نصیر بن عیسی اجاز القراءة و نحوھا و عن ابی یوسف اختیار السکوت و حکى عنه انه کان ینظر فی کتابه ویصلحہ بالقلم فانیہ و خزائنہ المفتین میں ہے امام داراستہ الفقہ والنظر فی کتب الفقہ و کتابتہ من اصحابنا من کره ذلک ومنهم من قال لا بأس به اذا کان لا یسمع صوت الخطیب (زاد فی الخانیہ) و ہذا راوی عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ مرقی الفلاح میں ہے فی الذیابیغ یکره التسمیہ و قراۃ القرآن اذا کان لیسع الخطبة و راوی عن نصیر بن عیسی انکان بعیداً من الامام یقرأ القرآن فمن فعل مثله ولا یشغل غیرہ

سماع تلاوتہ لا باس بہ کا نظریں کتاب والکتابہ وفيہ خلافت وعن ابی یوسف لا باس بہ والحکم بن زہیر کان یجلس مع
 ابی یوسف ویستظرفی کتابہ ویصحیح بالقلم وقت الخطبۃ وقال الکمال یحرم الاکل والشرب والکتابۃ انتہی یعنی اذا کان
 یسمع لما قد مضاه ان کتابہ من لا یسمع الخطبۃ غیر مستغنیہ انتہی ملقطاً ثانیاً۔ قول بعض بھی ضعیف ونامستند ہے صحیح یہی ہے کہ دور
 و نزدیک سب پر سکوت واجب اور کتابت و قرات جمیع اعمال ناجائز طحاوی میں مذکور قول مذکور مرقی سے قولہ غیر مستغنیہ المعتمد المتعمد
اقول وحملہ کلام الکمال علی القریب بعید کل البعد فان الکمال صرح بخلافہ کما سئمتک نصہ رد المحتار میں فیض
 علامہ کرکی سے ہے لو کان بعیداً لا یسمع الخطبۃ ففی حرۃ الکلام خلافت وکذا فی قراءۃ القرآن والنظر فی الکتاب وعن ابی یوسف
 انہ کان ینظر فی کتابہ ویصحیحہ بالقلم والاحوط السکوت وبہ یفتی جواہر الاخلاط میں ہے النائی عن الامام فی استماع الخطبۃ
 کا لقیب والافصات فی حقہ ہوا مختار ہندیہ میں تبیین الحقائق امام ذہبی سے ہے ہوا لحوط محیط امام شمس لائے خسی سے
 ہے ہوا اصح شرح نقایہ برجندی میں خزائن سے ہے ہوا لدلی ہدایہ وایضاح الاصلاح میں ہے اختلفوا فی النائی عن المختار
 والاحوط السکوت (زاد فی الہدایۃ) قاسم لغرض الافصات کافی شرح دانی میں ہے الاحوط السکوت لانہ مامور بالاستماع
 والافصات اذا قرب من الامام وعند البعد ان لم یقدر علی الاستماع فقد قدر علی الافصات فیجب علیہ فتح القدر بفضل
 القراءۃ میں ہے ہذا اذا کان بحیث یسمع فاما النائی فلا راد فیہ عن المتقدمین واختلف المتأخرون والاحوط السکوت
 یعنی عدم القراءۃ والکتابۃ ونحوہا لا الکلام المباح فانه مکروہ فی المسجد فی غیہ حال الخطبۃ فکیف فی حالہ ملقی البحر
 وجميع الاخر میں ہے (النائی) ای البعید الذی لا یسمع الخطبۃ (والدانی) ای القریب (سواء) فی وجوب الاستماع والافصات
 امتثالاً لامر عز ودر میں ہے (البعید) عن الخطیب (کا لقیب) فی وجوب الاستماع والافصات تنوید ودر میں ہے (البعید)
 عن الخطیب (والقریب سیان) فی افتراض الافصات انہیں میں ہے یجب علیہ ان یسمع ویسکت (بلا فرق بین قریب وبعید)
 فی الاصح محیط کنز الدقائق وکجرا لرائے میں ہے (النائی کا لقیب) ہوا لاحتیاط عبارات سابقہ سے تو واضح تھا ہی کہ سنت جو فرض ہے
 اُس کے یعنی نہیں کہ کان میں آواز پہنچے اگرچہ آپ دوسرے کام میں مشغول ہو وہ نہ کھانا پینا چلنا گردن پھیر کر دیکھنا کیوں حرام ہوتا کہ ان میں کوئی
 کام کان میں آواز جانے کے منافی ہے بلکہ اس کے یعنی کہ ہمہ تن اسی طرف متوجہ ہو وہ دوسرے کسی کام میں مشغول نہ ہو مگر ان عبارات لاحقہ
 اور بھی واضح ترک کر دیا کہ سراپا تمام اعضا سے اسی طرف متوجہ رہنا خود واجب ہے کہ بعید کے لیے تو کان میں آواز آتا بھی نہیں مگر قول صحیح و مستند
 مختار و مفتی یہی ہے کہ اُسے بھی اور اعمال میں مشغولی حرام تو یہ زعم کہ خطبہ بقدر سنت سن کر بانی کو سنتا ہے اور ہوا کرے اولاً سنت قول
 بالتثانیفین ہے اور استماع والافصات کے معنی دیکھنے سے ناشی ثانیاً یہ فعل محل استماع ہے یا نہیں اگر ہے تو مطلقاً حرام ہونا واجب نہ یہ کہ
 قدر سنت کے بعد اجازت ہو اور اگر نہیں تو مطلقاً جائز ہونا چاہیے قدر سنت کا استماع کس لیے ثانیاً دونوں خطبے سنوں ہیں نہ کہ ہر خطبہ یا
 صرف اولی سے اُس کا ایک جز تو قدر سنت سن چکنا بعد تمامی خطبتین صادق ہوگا اب کیا نماز پڑھتے میں پنکھ بھلتا پھرے گا شاید دعا
 کیا جائے کہ اگر کوئی امام خطبہ کبیرہ طویل بطول فاحش مخالفت سنت پڑھے تو قدر سنت کے بعد مقدار زیادت میں یہ حرکت جائز اول تو

اس کا ارادہ کلام قائل سے بعید وہ ظن ہے نہ کہ اس صورت نادرہ مکر وہ سے خاص اور ہو بھی تو یہی غلط و باطل ہے مقدار میں بڑھا دینا درکنار خطبے میں ذکر و مدح ظالمین بھی ہو جو قطعاً خلاف سنت کیا حرام شدید اور یقیناً مقاصد خطبے سے جدا و بعید ہے جب بھی صحیح یہی ہے کہ استماع و انصات واجب مجتبیٰ شریعہ قدوری پھر نثر الفائق پھر فتح اللہ المعین علامہ سید ابوالسود ازہری میں ہے استماع الخطبة من اولها الى آخرها واجب وان كان فيها ذكر لولاة وهو الاصح محيط برہانی پھر علی گریہ میں ہے واللفظ لها الذي عليه عامة مشائخنا ان على القوم ان يسمعوا الخطبة من اولها الى آخرها والدنو من الامام افضل من التباعد عنه وهو الصحيح من جواب مشائخنا رحمہم اللہ تعالیٰ تنزیلاً لا بصار و در مختار میں ہے (لا صلاة ولا كلام الى تمامها) وان كان فيها ذكر الظلمة في الاصل علامہ حموی کا کوئی فتاویٰ سموع نہیں نہ ان کی کسی کتاب سے حرکت مذکورہ کا جواز مستفاد ملاحظہ معنی جس طرح خطبے میں مقصود یہ ہیں نمازیں کیا نمازیں بھی اسی نیت نیک سے پکھا جھلے پھرنے کی اجازت ہوگی جنت میں اس ہو کی یہ غایت تاکہ باطمینان دیدار سے شریعت ہوں تحت ابعاد واجب الرد ہے جنت میں معافا شدہ گرمی و عیس کا کون سا وقت ہوگا جس کے ازالے کو ہوا کی حاجت ہو اہل جنت کے لیے معافا شدہ باطمینان کا سامان کس وقت ہوگا کہ تحصیل اطمینان کی ضرورت ہو وہاں کے جتنے اہل جنت ہیں سب محض لذت و زیادت نعمت ہیں و لذت تحقیق فرماتے ہیں دنیا میں حقیقت کوئی لذت نہیں جسے لذت گمان کیا جاتا ہے واقع میں دفع الم ہے باقی یا شربت کیسا ہی سرد و شیریں و خوشبود و خوشگوار ہو پیاس نہیں تو کچھ لذت نہیں دینا کھانا کیسا ہی لذیذ و عمدہ و خوشبود و خوش مزہ ہو بھوک نہیں تو کچھ لطف نہیں آتا تو حقیقت بھوک پیاس کا الم دفع ہوتا ہے نہ لذت خالص و علی ہذا القیاس باقی تمام ملائکہ بخلوات بہشت کہ وہاں الم اصلاً نہیں نہ بھوک نہ پیاس نہ گرمی نہ احتیاس تو وہاں جو کچھ ہے خالص و حقیقی لذت ہے ساقی اللہ تعالیٰ بمنہ و کرمہ و فضل رحمتہا لہی عبادہ امین بجاہ محمد بنی الوحمہ شفیع الامۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علیہم اجمعین امین اور بفرض باطل ایسا ہو بھی تو وہاں کون سا خطبہ ہے اور بادی عز و جل پر کس چیز کا استماع واجب لہذا کس وقت اپنے کسی فعل سے باز رہنا لازم اور اسے کون سا فعل دوسرے سے مشغول کر سکتا ہے پھر فعال الکیہ سے استماع و عجب تماشا ہے مبدود عابد کی کیا رہیں ہیں اتباع احکام سے کام ہے وہیں دفعتاً اللہ تعالیٰ لہ امین و لا شجوت و تعالیٰ اعلم

مسئلہ - اور بیکار ضلع پابند ڈاک کا سراج گنج موضع بنگا باڑی مرسلہ منشی عایت اللہ صاحب ۱۹ شوال ۱۳۸۲

ماؤ لکم رحمکم اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کہ بعض خطبہ میں جو لکھا ہے کہ فرد آید بالا بود بدست راست خواند بدست چپ خواند اس کا اصل کیا اور معنی کہاں سے ہے اور اس پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں (۲) بعض خطبہ کے درمیان جو اردو شعر اشعار لکھا ہے خطبہ میں اس کے پڑھنا یا صرف قاری یا اردو یا اور کوئی زبان میں مولف عربی کے پڑھنا اول سے اخیر تک چاہے عید ہو یا جمعہ جائز ہے یا نہیں (۳) منبر کثیفی شریعی کی ہونا چاہیے اور کس پر کھڑے ہو کر خطبہ چاہیے اور منبر کس زمانہ سے شروع ہوا ہے۔

الجواب

دہنے بائیں ہونٹ پھیرنا بے اصل ہے اس پر عمل نہ کیا جائے اور ذکر سلطان کے وقت ایک پایہ نیچے اترنے کو بھی بعض شافعیہ نے قبیح بتایا اور واقعی اگر مصلحت شرعیہ سے قائل ہو تو بحث ہے اور بحث کا ادنیٰ درجہ مکر وہ فی رد المحتار قال ابن حجر فی التحفۃ و بحث

بعضہم ان ما اعتید الان من النزول فی الخطبة الثانية الی درجة السفلی ثم العود بدعة قبیحة مشیئة ہندیہ میں سن خطبہ میں ہے استقبال القوم بوجہ رد المحتار میں ہے ما یفعله بعض الخطباء من تحویل الوجه جهة الیمین و جهة اليسار عند الصلاة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الخطبة الثانية لہم من ذکرہ والظاهر انہ بدعة ینبغی ترکہ لئلا یتوہم انہ سنتہ ثم رأیت فی منهاج النودی قال ولا یلتفت یمینا و شمالا فی شئ منها قال ابن حجر فی شرحہ لان ذلک بدعة انتہی و یؤخذ ذلک عندنا من قول البیضاوی ومن السنة ان یستقبل الناس بوجہہ ویستدبر القبلۃ لان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یخطب ہکذا اہ واللہ تعالیٰ اعلم (۲) خطبہ میں کوئی شعر اردو فارسی نہ پڑھنا چاہیے نہ خطبہ عربی کے سوا کسی زبان میں پڑھا جائے کہ یہ سنت متوارثہ کے خلاف ہے کما تحقیقناہ فی فتاوانا واللہ تعالیٰ اعلم (۳) منبر خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنوایا اور اُس پر خطبہ فرمایا کما ثبت فی الصحیحین وغیرہما من حدیث تھل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر اقدس کے تین زینے تھے علاوہ اوپر کے تختے کے جس پر بیٹھتے ہیں وقد وقع ذکرہن فی غیر ما حدیث کحدیث وعید من ذکر عندہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلم یصل علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رد المحتار میں ہے منبرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان ثلث درج غیر المسماة بالمستراح حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درج بالا پر خطبہ فرمایا کرتے صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسرے پر پڑھا فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیسرے پر جب زمانہ ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آیا پھر اول پر خطبہ فرمایا سبب پوچھا گیا فرمایا اگر دوسرے پر پڑھتا لوگ گمان کرتے کہ میں صدیق کا ہمسر ہوں اور تیسرے پر تو وہ ہم ہوتا کہ فاروق کے برابر ہوں لہذا ہاں پڑھا جہاں یہ احتمال مقصور ہی نہیں اصل سنت اول درج پر قیام ہے وما فعلہ الصلحین فكان تأدیامند مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وما فعل الفاروق فكان تأدیامع الصلحین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بلندی منبر سے اصل مقصود یہ ہے کہ سب حاضرین خلیب کو دیکھیں اور اُس کی آواز سنیں جہاں یہ حاجت بسبب کثرت حصار و دوری صفوں تین زینوں میں پوری نہ ہو تو زینے زیادہ کرنے کا خود ہی اختیار ہے اور بہتر عداوت کی مراعات فان اللہ و تر و یحب الوتر واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از موضع کثرہ ڈاک خانہ او برہ ضلع گیا مرسلہ مولوی سید کریم رضا صاحب غرہ جمادی الآخرہ ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں چار رکعت احتیاطی ظہر کا ادا کرنا مستحب ہے یا واجب یا فرض قطعی بصورت اولی و ثانیہ یہ نماز احتیاطی قائم مقام فرض کے ہو سکتی ہے یا نہیں اور صورت ثانیہ میں صلاۃ ظہر و جمعہ کا لزوم بطریق اجتماع لازم آتا ہے یا نہیں اور ایسی صورت میں تلک احتیاطی تارک فرض ہوگا یا نہیں - بیویا توجروا

الجواب

جہاں جمعہ بحسب مذہب بلا شبہ ناجائز و باطل ہے جیسے وہ کردہ جو کسی روایت مذہب پر مصر نہیں ہو سکے وہاں ظہر آپ ہی عیناً فرض ہے اور جمعہ پڑھوانے اور چار رکعت احتیاطی بتانے کی اصلاً گنجائش نہیں فان الشارح لایأمر بارتکاب الاثم والاعتقال بسلا یصح اصلاً ان کا محل وہاں ہے کہ صحیح جمعہ میں اشتباہ و تردد قوی ہو مثلاً وہ مواضع جن کی مصریٰ میں شک ہے یا

نکرو فتحاً ای لانہ اشتغال بالایضو امر فی رد المختار و مثلاً الجمعیۃ ح جمعہ میں اس کے سوا اور بھی عدم جواز کی وجہ ہے حکما
بیدارہ فی فتاویٰ ہاں ایک روایت نادرہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے یہ آئی ہے کہ جس آبادی میں اتنے مسلمان مرد عاقل بالغ ایسے
تندرست جن پر جمعہ فرض ہو سکے آباد ہوں کہ اگر وہ وہاں کی بڑی سے بڑی مسجد میں جمع ہوں تو وہاں تک کہ انہیں جمعہ کے لیے مسجد
جانب بنانی پٹ کے لیے شرمھی جائے گی امام اکمل الدین یارنی عنایہ شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں (وعنہ) ای عن ابی یوسف
(انہم اذا جمعو) ای اجمع من تجم علیہم الجمعیۃ لاکل من یسکن فی ذلک الموضع من الصبیان والنساء والعبد قال
ابن شجاع احسن ما قیل فیہ اذا کان اہلہا یحیث لو اجمعوا (فی اکبر مساجدہم لم یسعمہم) ذلک حق احتاجوا الی بناء
مسجد اخر للجمعیۃ الخ جس گاؤں میں یہ حالت پائی جاوے اُس میں اس دعاوت نادرہ کی بنا پر جمعہ وعیدین ہو سکتے ہیں اگرچہ اہل نہیں
کے خلاف ہے مگر سے بھی ایک جماعت متاخرین نے اختیار فرمایا اور جہاں یہ بھی نہیں وہاں ہرگز جمعہ خواہ عید مذہب حق میں جائز نہیں ہو سکا
بلکہ گناہ ہے واللہ یقول الحق دھو یجدی السبیل واللہ سجدہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ - اکثر ڈاکخانہ اور یہ ضلع گیا مرید عبد المجید صاحب قادری ۲ رحادی الآخرہ علیہ السلام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں ہندوستان میں جمعہ جائز ہے یا نہیں جائز ہے تو کیوں اور اُس کے دلائل کیا ہیں جمعہ
شہری میں جائز ہے یا دیہات میں بھی تعریف شہر اور قصبہ اور دیہات کی کیا ہے دیہات سے نیچے بھی کوئی حد بندی کی ہے کیونکہ دیہات
دو قسم کے ہوتے ہیں ایک محض کدوہ دوسرا وہ جس میں اشیاء اور ضروری جیسے مولیٰ کپڑے ملتے ہوں اور درزی اور تیارانہ بڑھئی اور بنیا
اور بقال وغیرہ ہوں اور ساکن اُس کے ہندو مع مسلمان قریب بارہ سو مربع عورت کے ہوں اور غالباً مسلمان زمیندار ہوں اللہ
مسلمانوں کی تعداد قریب پانچ سو مربع عورتوں کے ہو اور مسجد قدیم سے جو اور جب سے مسجد بنی ہمیشہ سے بلا پر جمعہ ہوتا رہا ہو تو ان دونوں قسموں
میں دیہات کے جمعہ جائز ہوگا یا صرف قسم اخیر میں یا کسی میں نہیں اور ہم قسم اخیر کے دیہات کے کہنے والے ہیں اب بعض لوگ کہتے ہیں
کہ دیہات میں جمعہ جائز نہیں تو آیا ہم لوگ پڑھیں یا نہیں بہت صاف جواب بالتفصیل تحریر ہو۔

الجواب

ہندوستان اصل اللہ تعالیٰ ہندو دارالاسلام ہے کما حقہ فی رسائلنا اعلام الاعلام بان ہندوستان
دارالاسلام اُس میں اقامت جمعہ وعیدین مسلمانوں کو ضرور جائز جامع الفضولین میں ہے قال ح ای الامام الاعظم ابو حنیفہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا تصیر دارالحرب الا باجراء احکام الشرک فیہا والاتصال بالدار الحوب بان لا یكون بینہما و بین دار الحوب
مصر المسلمین وان لا یبقی فیہا مسلم او ذمی امتاع علی نفسه بالامان الاول ای لا یبقی امتا الا بالامان المسلمون لان الحکم
اذا ثبت بعلۃ فما بقی شیء من العلة یمقی الحکم ببقائه فلما صارت البلد دارالاسلام باجراء احکامہ فما بقی شیء من
احکامہ واثارہ بقی دارالاسلام وکل مصوفیہ والی مسلم من حجة الکفا تجوز فیہ اقامۃ الجمع والاعیاد واخذ الخراج
وتقلید القضاء وتزوج الایامی لا سبیلہ المسلم علیہم واما فی بلاد علیہا ولاۃ کفار فیجوز المسلمین اقامۃ الجمع

والا عیادہ مختصراً رد المحتار میں ہے فی معراج الدلایۃ عن المبسوط البلاد التي فی ایدی الکفار بلاد الاسلام بلاد الحب
وکل مصوفیہ وال من جہنمہم یحوزلہ اقامۃ الجمع والاعیاد فلما ولایۃ کفاراً یجوز للمسلمین اقامۃ الجمعۃ اہ ملخصاً جمعہ
وعیدین کے فقط مامود بہ بلکہ خود جائز و صحیح ہونے کے لیے بھی باجماع المذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم مصر شرط ہے کتب المذہب
عن آخرها طافحتہ بذلک گاؤں میں جمعہ وعیدین نہ صحیح نہ جائز بلکہ گناہ ہیں کسانص علیہ فی الدر المختار عن القنیۃ فی جامع
الرموز عن جامع المضمینات وقد بینا فی فتاویٰ دیات سے بھی کم درجہ سستی جنگوں میدانوں پہاڑوں میں اہل خیمہ کے مقام ہیں
جن میں مکانات کچے کچے اصل نہیں ہوتے بغوں نے جہاں آب و درخت و درختیں ڈیرے ٹال دیے خیمے تان دیے وہیں اقامت
کر لی یہ بستیاں نظر شرع میں بھی دیات سے ادنیٰ ہیں اصدار و عمرات کے مکان اگر گاؤں میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کریں
مقیم ہو جائیں گے قصر نہ کریں گے اور ان خیمہ گاہوں میں انہیں اہل خیمہ کی نیت اقامت صحیح ہے جن کی طرز تفتیش ہی یہ عمرات
والے بعد تحقق مفروضے مراحل اگرچہ وہاں پندرہ دن قیام کا قصد کریں مقیم نہ ہوں گے ہوالا صحیح فی الفضلین رد المحتار میں ہے
اہل الاخیۃ کثر کسان نوہا فی المقادۃ فانما یصح فی الاصح وبہ یعنی اذا کان عندہم من الماء والکل ما یکفیہم مدتها
ولو نوى غیرہم الاقامۃ معہم لم یصح فی الاصح اہ مختصراً قصہ عرفا مصرودہ میں متوسط ہے چھوٹے شہر کہتے ہیں جس میں آبادی
کم مزاق قلیل ہوں بانار و پختہ عمارت ہو نہ مثل اصدار وہہ رگنہ ہوتا ہے ضلع نہیں اس میں چھوٹے چھوٹے حکام ہوتے ہیں جن کی
سماعت ایک حد تک محدود ہے حکام کہ ہرگز مقدمات دیوانی و مال و جرائم فیصل کر سکیں نہیں ہوتے اس عرف حادث پر نہیں تین
ہوتی ہیں مگر زبان عرب میں وہ دو ہی چیزیں ہیں مصر یا قریہ قصبان سے باہر کوئی شے ثالث نہیں قاموس و مصباح المیر و غیر ہما
میں قصبة البلاد مدینتھا و قصبة القریۃ و سطھا وہیں شرع مطہر نے قصبات کو کسی حکم خاص سے مخصوص نہ فرمایا مصر و قریہ
کی تقسیم حاصر ہے آبادی پر حد مصر صادق ہو تو مصر ہے و نہ قریہ لا ثالث لہما اب تعریف مصر میں ہمارے علما سے اقوال کثیرہ آئے
جن میں صحیح و مختار و مستدائر کبار تھے اول ظاہر الذیابہ و اصل مذہب و ارشاد امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ
شہرہ آبادی عمارت والی ہے جس میں متعدد کوچے ہوں دوامی بازار ہوں وہ ضلع یا رگنہ ہو کہ اس کے متعلق دیات ہوں اس میں
کوئی حاکم مقدمات رعایا فیصل کرنے پر مقرر ہو جس کے یہاں قضا یا پیش ہوتے ہوں اور اس کی شوکت و حشمت مظلوم کا انصاف
ظالم سے لینے کے قابل ہو اگرچہ کبھی نہ لیا جائے یہ تعریف کتب کثیرہ میں بالفاظ عدیدہ و معانی تقابیر ادا کی گئی۔

مسئلہ - از عظیم آباد پٹنہ شاہ کی اعلیٰ متقل سجد تراہمہ طلب حکیم صاحب مرسلہ ولوی نواب لدی صاحب و ربیع الآخر شریف و اسرار
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایسے قریہ میں جس پر کسی طرح حد مصر صادق نہیں اگر وہاں کے حنفی المذہب بخیاں
شوکت اسلامی نماز جمعہ ظہر احتیاطی و صلاۃ العیدین پڑھتے ہوں تو وہ گنہگار ہوں گے یا نہیں اور اگر گنہگار ہوں گے تو اس کی جگہ کیا ہے بیوقوف

الجواب

ایسی جگہ جمعہ یا عیدین پڑھنا مذہب حنفی میں گناہ ہے نہ ایک گناہ بلکہ چند گناہ اولاً جب نماز جمعہ وعیدین وہاں صحیح نہیں تو یہ

امر غیر صحیح میں مشغول ہوئی اور وہ ناجائز ہے فی الدار المختار نکرہ تحریر ای لانه اشتغال بالاصح لان المصير شرط الصحة ثانياً اقول فقط مشغولی نہیں بلکہ اس امر ناجائز کو موجب شوکت اسلام جاتا بلکہ بقصد نیست فرض واجب ادا کیا یہ مفسدہ عقیدہ ہے جس سے علماء نے تحدید شدہ فرمائی اوصوا بترك التزام مستحب اذا خيف ان يظنه العوام واجبا وفي اخف منه قال سيدنا عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه لا يجعل احدكم للشيطان شي من صلاته يرى ان حقاً عليه ان لا ينصرف الا عن يمينه لقد رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كثيراً ينصرف عن يساره رواه الشيخان فاذا كان هذا فيما هو مشروع باصله فما ظنك بما لم يجوز من رأسه ثالثاً جبکہ واقع میں نماز جمعہ وعیدہ نہ تھی تو ایک نماز نفل ہوئی کہ باجماعت و اعلان و تلاعی ادا کی گئی یہ ناجائز ہوئی ردالمحتار عن العلامة الحلی محشی الدرہ نفل مکروہ لا دالہ بالجماعۃ یتینون وہیں جمعہ وعیدین سب کو شامل ہیں رابعاً اقول جمعہ میں اس کے سبب جو ظہر پڑھیں ان پر تو فرض ہی رہ گیا ترک فرض اگرچہ ایک ہی باد ہو خود کبیرہ ہے اور جو برعم خود احتیاطی رکعات پڑھیں وہ بھی تارک جماعت تو ضرور ہوئے اور جماعت مذہب معتد میں واجب ہے جس کا ایک بار ترک بھی گناہ اور متعدد بار ہو کہ وہ بھی کبیرہ کما انصوا علیہ والاموا و صبح من ان یوضح خامساً اقول وہ احتیاطی رکعات والے کہ حقیقہ مذہب حنفی میں آج ہی کی ظہر پڑھ رہے ہیں فانہا اذا لم تصح الجمعة بقیت فريضة الظهر في اعناقهم فاذا نواها اخر ظهر ادا رکھا ولم یؤدھا وجب انصرافھا الی ظهر الیوم یا اگر مسجد میں جمع ہیں جماعت پر قادم ہیں تنہا پڑھتے ہیں یہ دوسری شاعت ہے کہ مجمع ہو کر ابطال جماعت ہے جسے شارع نے خوف صبری حالت ضرورت شدیدہ میں بھی روانہ رکھا بلکہ ابطال درکنار موجودین میں بلا وجہ شرعی تفریق جماعت کو ناجائز رکھ کر ایک ہی جماعت کرنے کا طریقہ تعلیم فرمایا کما نطق به القرآن العظیم وباللہ الہدایہ الی صراط مستقیم واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۶ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس حالت میں امام خطبہ پڑھتا ہو اس وقت کوئی وظیفہ یا سنن یا زافل یا فرض قضا کے فجر پڑھنا چاہیے یا نہیں اور ٹھیک ہوں گے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اس وقت وظیفہ مطلقاً ناجائز ہے اور زافل بھی اگر پڑھے گا گنہگار ہوگا اگرچہ نماز ہو جائے گی رہی قضا اگر صاحب ترتیب نہیں تو اس کا بھی یہی حکم ہے ورنہ وہ ضرور پہلے قضا ادا کرے اور جہاں تک ندوی ممکن ہو اختیار کرے کہ صورت مخالفت سے بچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ازبگالہ ضلع پیراموضع مراد نگر مسلہ قاضی اشرف الدین صاحب ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ

چری فرمائیے علمائے دین اندر میں مسئلہ کہ چند اشخاص برسے اداۓ جمعہ مسجد سے رفتہ دیدند کہ جمعہ ادا شدہ است انکوں ایشان درآن مسجد مذکور صلاۃ جمعہ ادا تو اند کہ دیا اداۓ ظہر واجب است بر تقدیر ثانی باجماعت یا فردی شخصے میگویہ کہ جماعتے را کہ نماز جمعہ فوت شدہ مؤثر اوشاں در خارج مسجد بعد مقدار یک صد گز یا یکصد و بیست و پنج گز مردچہ انگریزی رفتہ نماز جمعہ ادا تو اند کہ دوما بخا مسجد سے نیست و قول او صحیح است یا نہ و اگر چنین ادا کرد جائز خواہ شد یا نہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب

امامت مجید و عیدین میں کس نماز کو دیکھنا واجب است کہ سلطان اسلام یا مافذین او باشد و بضرورت آنکہ مسلمانان اور امام مجید مقرر کردہ باشد و شک نیست کہ یک مسجد یا دو امام مجید کہ اقامت جمعہ واحدہ کنند نباشد پس در مسجد واحدہ دو بار جمعہ نتوان شد چون بعض مردمان ایسے جامعہ بنیاد مسجد کے دیگر اگر باندہ ہوں کہ تعدد جمعہ در شہر مذکور مسجد یعنی ہواست چنان اگر امامے معین برائے امامت جمعہ باندہ و در غیر مسجد در شہر یا فرائے شہر او کنند نیز روا باشد زیرا کہ مسجد شرط جمعہ نیست و اگر بنیاد فرض است کہ ظہر او کنند و روا نیست کہ جماعت نمایند بلکہ فرادی خوانند کل ذلک مصوح بہ فی کتب المذہب وقد بیناہ فی فتاویٰ و آنکہ شخص مذکور تعدید فضل بدعان کرد اصلے ندارد۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شاہی علاقہ را پور مرسلہ نادر شاہ خاں و انعام اشرف خاں ۶ جمادی الآخرہ ۱۲۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس قصبہ شاہی میں صرف ایک مسجد وہی جامع مسجد ہے قدیم الام سے اس میں نماز جمعہ ہوتی ہے اور ایک عید گاہ قریب آباہی کے ہے اس میں نماز عید پڑھی جاتی ہے فی الحال پوجہ کثرت نمازیں گنجائش سب نمازیوں کی نہیں اس لیے عید گاہ میں جمعہ پڑھتے ہیں اس روز جامع مسجد نماز جمعہ سے بالکل خالی رہتی ہے ایسی حالت میں کوئی باز پرس تو اہل قصبہ سے خداوند کریم پوجہ خالی رہنے مسجد کے بجز حساب زفرائے گا اور پڑھنے نماز جمعہ سے عید گاہ میں کچھ نقصان عندا شرع و عندا الرسول ہے یا نہیں۔ بینیوا توجروا۔

الجواب

باز رہے کچھ نقصان نہیں کوئی مواخذہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از بنگالہ ضلع میں سنگھ موضع مرزا پور مرسلہ منشی آدم غزوہ ربیع الاول ۱۲۳۵ھ

ما تقولون یا ارباب العقول فی تبلیغ احکام الرسول فی هذا الباب هل یجب علی المصلین ان یصلوا اخر الظہر مع الجمعة ام لا فان صلوا فضا ذابنودھا فرضیة ام نافلة بینیوا بالدلیل توجروا اجوا جزیلا۔

الجواب

ان وقع الشك فی صحة الجمعة لوقوع الشبهة فی شرط کالمصريہ او کون الدار دارا لاسلام فالظاهر الوجوب وان کان هناك توهم لاجل خلاف ضعيف فالندب و یفتی بہ الخواص لا العوام و علی کل بنوی الفریضة ای آخر فرض ظہر ادر کتہ ولم او دلان النقل یتأدی بنیة الفرض ولا عکس فلا یحصل الاحتیاط الابنیة الفریضة کمالا یمتنی قال فی رد المحتار فی القنیة لما ابتلی اهل مو باقائه الجمعین فیہا مع اختلاف العلماء فی جوازہما امرائستہم بالاربع بعد ما حتما احتیاطا اور نقلہ کثیر من شراح الهدایة وغیرھا و تداولوہ ثم نقل المقدسی عن الفقہ انہ ینبغی ان یصلی لربیع بنوی ہا آخر فرض ادر کتہ وقتہ ولم او دہ ان توجہ فی کونہ مصورا و تعددت الجمعة قال وفائدتہ الخروج عن الخلاف المتوہم والمحقق و ذکر فی النہا انہ لا ینبغی التردد فی ندبھا علی النقل مجوزا التعدد خروجاً عن الخلاف اور قال المقدسی ذکر ابن التمیمی عن حمیدہ التمیمی فی

بالندب و بحث فیہ بانہ ینبغی ان یکون عند مجرد التوہم اما عند قیام الشک ولاشتباہ فی صحۃ الجمعة فالظاهر الوجوب ونقل عن شیخہ ابن الہمام ما یفیدہ اہ مختصرا والله تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از ضلع کرلہ موضع پائیسر مرسلہ مولوی عبد القدر صاحب غرہ بیچ الاول سنہ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز جمعہ انحراف قبلہ یعنی جانب الیمین وایسر کو پھر کرنا جہات کرنا جائز ہے یا نہیں باوجودیکہ فقہ کی کتابوں میں بھی ہے کہ جس نماز کے بعد سنت مؤکدہ ہو نہ پھرے بالذلیل تحریر فرمائیے۔ بلیزا توجروا

الجواب

امام کا بعد سلام قبلہ سے انحراف تو مطلقاً سنت ہے اور اس کا ترک یعنی بعد سلام رو بہ قبلہ بیٹھا رہنا امام کے لیے بالاجماع مکروہ ہے جمعہ وغیرہ سب نمازیں اس حکم میں برابر ہیں اور بعد سلام دعا و مناجات بھی بالاجماع جائز ہے مگر جس نماز کے بعد سنت ہے یعنی ظہر و جمعہ و مغرب و عشا اُس کے بعد تاخیر طویل کسی کو بہتر نہیں اور اگر کرے تو منع بھی نہیں مگر اس قدر ہو کہ مقتدیوں پر رگراں گزے عادت مسکینوں کو جاری ہے کہ امام بعد سلام جب تک دعا سے فارغ نہ ہو مقتدی شریک دعا رہتے ہیں اور اُس سے قبل اُسے چھوڑ کر نہیں اُٹھتے اور یہ اگرچہ شرعاً واجب نہیں مگر حسن ادب سے ہے اوّل و یکن الاستیناس لہ بقولہ عزوجل و اذا کانا معہ علی امر جامع لم یذہبوا حتی یستأذنیہ فان فراغ من الدعاء یعد اذا نام نہ دلالت بذلک العرف جار تو ایسی حالت میں اتنی دعائے طویل کہ بعض مقتدیوں پر ثقیل ہو مطلقاً نہ کرنی چاہیے اگرچہ اس کے بعد سنت نہ ہو جیسے فجر و عصر مہما ظہری تفقہا و اجوان یکون صوابا انشاء اللہ تعالیٰ و اذا امر الہمام بالتخفیف فی الصلوة ای عدم الزیادۃ علی القدر المسنون اجمعوا علی انہ لا یجکت فی مکا نہ مستقبل القبلة سائر الصلوات فی ذلک علی السواء علیہ میں ہے وقد صرح غیر واحد بانہ یکرہ لہ ذلک در نماز میں ہے یکرہ تاخیر السنۃ الا بقدر اللہما انت السلام قال الحلوانی لا یاس بالفصل بالاوراد قال الحلبی ان ارید بالکراہۃ التزیحۃ ارفع الخلاف قلت وفی حفظی حملہ علی القلۃ اہ علیہ یرک تحمل الکراہۃ علی التزیحۃ بعدم دلیل التعمیمۃ غنیہ میں ہے قول عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مقدار ما یقول اللہم انت السلام الخ یفید ان لیس المراد انہ کان یقول ذلک بعینہ بل کان یقعد زمانا ینسع ذلک المقدار و نحوہ تقریبا فلا ینافی ما روٰی مسلم وغیرہ عن عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا سلم من صلاۃ قال بصوتہ الا علی لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ المملک ولہ الحمد وهو علی کل شیء قدیر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ولا نعبد الا الایۃ لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لا الہ الا اللہ مخلصین لہا الدین ولو ترۃ الکفر وان کان المقدار المذكور من حیث التقایب دون التحدید قد یسع کما واحد من نحو ہذا الا ذکر لعدم التقاوت اکثر بینہما اہ مختصرا بلکہ شیخ محقق یوننا عبدالحق قدس سرہ اشترک اللغات شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں تعجیل قیام بہ سنت مغرب منافی نیست مرغان آیت الکرسی و اشارت کرتا ہے کہ حدیث صحیح وارد شدہ است کہ بخاند بعد از نماز فجر و مغرب وہ بار لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ المملک ولہ الحمد وهو علی کل شیء قدیر فقہ کی کسی کتاب محمد میں ہے نہیں کہ جس نماز کے بعد سنت ہے اُس کے امام کو قبلہ سے پھرنا ہی منع ہاں

فصل طویل کو ناپسند فرماتے ہیں اور اُس کے معنی ان کلمات علماء سے کہ فقیر نے نقل کیے ظاہر ہو گئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰۔ از کھانہ ضلع رامپور مسئلہ قاضی ضیاء الدین احمد صاحب ۳۰ محرم ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک موضع میں عرصہ کثیر گزرا زمانہ پادشاہت اسلام میں قاضی شرع نے جو قاضی باختیار نئے جامع مسجد قائم کی اور وہ مقام شرائط جمعہ کے موافق مناسب سمجھ کر نماز جمعہ و نماز عیدین اُسی مسجد میں ہوتی رہی اور مسلسل اُسی وقت سے حسب اجازت و ہدایت اصل قاضی یا حاکم وقت مذکور کے اُسی خاندان میں امامت رہی اب ایک شخص نے بوجہ مخالفت چند امور دنیاوی کے امام سے رنج کر کے ایک دوسری مسجد میں جو تھوڑے زمانے سے تیار ہوئی ہے نماز عید ادا کی اور باشندگان دیہ کو جامع مسجد قدیم کو آنے سے روک کر ہبکا کر بہت سے اشخاص کو اُس نماز میں شریک کیا اور نماز پڑھائی اور جامع مسجد قدیم میں بھی مثل قدیم نماز پڑھی گئی اور جماعت ہوئی تو اب دریافت طلب ہے کہ اُس مسجد جدید میں امام قدیم سے مخالفت کر کے نماز عید ہوئی یا نہیں اور ایسے نماز پڑھوانے والے کے واسطے جو تفریق جماعت کا مرتکب ہو کیا حکم ہے اور آئندہ اس طریقہ سے نماز ہوگی یا نہیں۔

الجواب

جمعہ و عیدین و کسوف میں ہر شخص امامت نہیں کر سکتا بلکہ لازم ہے کہ سلطان اسلام کا مقرر کردہ یا اُس کا ماذون ہو یا جہاں یہ نہ مل سکے تو بصورت عام اہل اسلام کسی کو امام مقرر کر لیں صورت سوال میں جبکہ سلطنت اسلام سقی اللہ تعالیٰ علیہا سے حکم حاکم شرع وہاں جمعہ قائم اور امامت خاندان امام قدیم میں مسترد دائم ہے تو امام خود ماذون من جانب السلطان ہے اُس کے ہوتے بلا مجبوری شرعی عام مسلمانوں کو بھی امام جدید قائم کرنے کا اختیار نہیں لان الخیرۃ لہما غایکون عند الضرورة لفقد الماذون فاذا وجد فلا ضرورة فلا خیرۃ یہاں مجبوری شرعی یہ کہ امام ماذون خود نہ رہے یا اُس میں مذہب و غیرہ کے فساد پیدا ہونے سے قابلیت امامت معدوم ہو جائے اور اُس خاندان ماذون میں کوئی اور بھی صالح امامت نہ ہو جب ان صورتوں میں سے کچھ نہ تھا اس دوسرے شخص کی امامت صحیح نہ ہوئی اُس کے پیچھے نماز عید و جمعہ محض باطل ہوں گی وہ سخت گناہوں کا خود بھی مرتکب ہو گا اور اتنے مسلمانوں کو بھی شدید معصیتوں میں مبتلا کرے گا وہ دوسری مسجد کا جمعہ حرام ہو گا اور ظہر کا فرض سر پر رہے گا اور عیدین میں نماز عید باطل ہوگی اُس کا پڑھنا گناہ ہو گا واجب عید سر پر رہ جائے گا تفریق عجمت تو وہاں کسی جائے کہ نماز جمعہ یا عیدین اس کے پیچھے بھی صحیح ہو جائیں جب یہاں نمازیں سرے سے ہوئی ہی نہیں تو تفریق کیسی بلکہ ابطال نماز ہے کہ سب سے سخت تر ہے اللہ تعالیٰ توفیق توبہ بخشنے مسئلہ نہایت واجب الحفظ ہے آج کل جہاں میں یہ بلا بہت پھیلی ہوئی ہے کہ جمعہ یا نماز عید نہ ملی کسی مسجد میں ڈھائی آدمی جمع ہوئے اور ایک شخص کو امام ٹھہر کر نماز پڑھ لی وہ نماز نہیں ہوتی اور اُس کے پڑھنے کا گناہ الگ ہوتا ہے عوام کے خیال میں یہ نمازیں بھی پیچگانہ کی طرح ہیں کہ جس نے چاہا امامت کر لی حالانکہ شرعاً یہاں امام خاص اُس طریق معین کا درکار ہے اُس کے بغیر یہ نمازیں ہو نہیں سکتیں تو یہ لایبصار میں ہے یشتروط لصحتها السلطان او مامورہ باقامتها درختار میں ہے فی السراجیۃ نوصلی احد بغیر اذن الخطیب لا یجوز الخ رد المحتار میں ہے حاصلہ انہ لا تصح اقامتها الا لمن اذن له السلطان بواسطۃ او بدوھا اما بدو ذلک فلا تنویر و در میں ہے (ونصب العامة) الخطیب (غیر معتبر مع وجود من ذکر) امام مع عدمہ فیجوز

للضرورة انھیں کے باب العیدین میں ہے (تجب صلاہما علی من تجب علیہ الجمعة لبشر انطها) فانما سنة بعد ہادی القنیۃ العید فی القرۃ تکرہ فحرما ای لانه اشتغال بما لا یصح لان المصو شرط الصحة والله تعالی اعلم۔

مسئلہ۔۔ از ملک بنگالہ ضلع مین سنگھ قصبہ بنیازان ڈاکخانہ لکھی گنج مرسلہ منشی طالب حسین خاں ۲۳ صفر ۱۳۲۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ میں ایک مسجد ہے جہاں لوگ بہت دنوں سے جمعہ پڑھا کرتے ہیں اگر امام مسجد لوگوں کے نماز جمعہ پڑھنے کے بعد دوسرے لوگوں کو تکرار نماز جمعہ پڑھانے یا نہیں اور اگر پڑھایا تو نماز ان کی ہوگئی یا نہیں۔ بیوقوف تو جو

الجواب

ایک مسجد میں تکرار نماز جمعہ ہرگز جائز نہیں وقد اخطأ بعض العصریین من لکھنؤ فی تجویز ذلک مغتورا بمجاز التعداد کما بیضاہ فی فتاویٰ جمہ و عیدین کی امامت مثل نماز پنجگانہ نہیں کہ جسے چاہیے امام کر دیکھے بلکہ اس کے لیے شرط لازم ہے کہ امام ماذون من جہ سلطان الاسلام ہو بلا واسطہ یا بالواسطہ کہ ماذون کا ماذون ہو یا ماذون الماذون کا ماذون ہو و ہلہ جہاں ضرورت اور بدوفا ایضا علی اختلاف القیادین مع شرط المعلوم المبین فی کلمات العلماء الکلام یہاں تک کہ اگر بغیر اس کی اجازت کے دوسرے شخص امامت جمعہ کرے نماز نہ ہوگی سراجیر میں ہے لوصفہ احد بغیر اذن الخطیب کا بیجوز الا اذا اقتدی بہ من له ولاية الجمعة **ام اقول** ولا استثناء فان الاذن یعد الاذن دلالۃ درمخارج واقعہ شیخ الاسلام ہاں جہاں ماذون سلطان باقی ہو وہاں ضرورت اقامت شعار اجتماع مسلمین کو قائم مقام اذن سلطان قرار دیا ہے یعنی مسلمان متفق ہو کر جسے امام جمعہ مقرر کر لیں وہ مثل امام ماذون من السلطان ہو جائے گا درمخارج میں ہے نصب العامة الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر امام مع عدمہ فیجوز للضرورة اور شک نہیں کہ جہاں ضرورت سے تجاوز نہیں کر سکتا لہذا عرف من القاعدة المطردة الفقهية بل والعقلية ان ما كان بضرورة فقد بقدرها اور مسجد واحد کے لیے وقت واحد میں دو امام کی ہرگز ضرورت نہیں تو جب پہلا امام معین جمعہ ہے دوسرا ضرور اس کی لیاقت سے دور ہو مجوز تو اس کے پیچھے نماز جمعہ باطل و محذور البتہ اگر امام معین نے براہ شریعت خواہ اپنی کسی خاص حاجت کے سبب جلدی کی اور وقت مہود سے پہلے مہود سے چند کے ساتھ نماز پڑھ لی عامہ جماعت مسلمین وقت معین پر حاضر ہوئی تو اب ظاہر مقتضائے ظہری یہ ہے کہ انھیں جائز ہو کہ دوسرے شخص کو بافتان عام مسلمین امام مقرر کریں اور نماز جمعہ پڑھیں بحصول الضرورة بالضرورة و لم یکن یفعل الا ما لم یحصل من فعله ما كان نصبه له فاما نصب الا للعامة لا للعدة نفر كما لا یجفی ویجوز والله تعالی اعلم۔

مسئلہ۔۔ مرسلہ محمد احمد از بیتہ ڈاک خانہ چاکر ضلع گی

جس موضع میں تین مسجدیں ہیں اور بڑی مسجد میں اس جگہ کی سب لوگ گنجائش ذکر سکیں اور اس جگہ سے تین میل شہر متصل ہو اس موضع میں جمعہ واجب ہے یا نہیں اور اس جگہ کے لوگوں کو جمعہ پڑھنا اس شہر میں واجب ہے یا نہیں۔ بیوقوف تو جو یہ جو عبارت و قیاس کی ہے کہ مالہ یسع اکبر مساجدہ اہلہ مصو ایسی جگہ کہ بڑی مسجد میں اس جگہ کی سب مسلمان شخص گنجائش ذکر سکیں جمعہ واجب ہے یا نہیں یعنی مسلمان عاقل بالغ جن پر نماز جمعہ واجب ہے۔

الجواب

جو جگہ خد شہر ہو اُس میں صحت جمعہ کے لیے فرائض مصر ہو نا ضرور ہے فرائض مصر حالی شہر کے اُن مقامات کو کہتے ہیں جو مصالح شہر کے لیے رکھے گئے ہوں مثلاً وہاں شہر کی عید گاہ یا شہر کے مقابر ہوں یا حفاظت شہر کے لیے جو فوج رکھی جاتی ہے اُس کی چھاؤنی یا شہر کی گھنٹہ ڈور یا چاند ماری کا میدان یا کچھریاں اگرچہ یہ مواضع شہر سے کہتے ہی میل ہوں اگرچہ بیچ میں کچھ کھیت حائل ہوں اور جو شہر ہے نہ فرائض شہر اُس میں جمعہ پڑھنا حرام ہے اور نہ صرف حرام بلکہ باطل کہ فرض نہ ہو نہ سے ساقط نہ ہو گا فی تنویر الابصار اللہ المختار یشرط لصحة المصرا دفنائه وهو ما حوله اتصل به اولاً كما حرمه ابن الكمال وغيره لا جل مصالحة كدفن الموتى وركض الخيل ام ملخصاً في رد المختار قد نص الاثمة على ان الفناء ما بعد لدفن الموتى وحوال المصير كركض الخيل والدواب وجمع العساكر والخروج للرمي وغير ذلك اورد في رد المختار عن القنية صلاة العيد في القرى تكرر فحرم اي لانه اشتغال بما لا يصلح لان المصير شرط الصحة مصر کی یہ تعریف کہ جس کی اکبر مساجد میں وہاں کے اہل جمعہ نہ سائیں اپنے ظاہر معنی پر ہمارے اللہ کے مذہب متواتر کے خلاف ہے لہذا محققین نے اُسے رد فرمایا اور تصریح کی کہ اس تعریف پر خود کہ منظرہ و مدینہ طیبہ شہر سے خارج ہو گئے ہوتے ہیں اور اُن میں جمعہ باطل ٹھہرتا ہے کہ اُن کی مساجد کریمہ اپنے اہل کی ہمیشہ سے وسعت رکھتی ہیں غنیہ مشروح منیہ علامہ ابراہیم طبری میں ہے اختلافوا فی تفسیر المصیر اختلافاً کثیراً والفصل فی ذلک ان مکة والمدینة مصران تغامر بما الجمیع من زمانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی الیوم نکل موضع کان مثل احد ہما فہو مصری وکل تفسیر لا یصدق علی احد ہما فہو غیر مقتبر حتی التعریف الذی اختارہ جماعة من المتأخرین کصاحب المختار والوقایة وغیر ہما و ہما لو اجتمع اہلہ فی اکبر مساجدہ لا یسعہم فائدہ منقوض بما اذ مسجدہ کل منہما یسع اہلہ و زیادۃ فلا یعتبر ہذا التعریف وبالاولی ان یعتبر تعریفہ بما یعیش فیہ کل محزون بحرفۃ او یوجد فیہ کل محزون فان مصر و قسطنطنیۃ من اعظم امصار الاسلام فی زماننا ومع ہذا فی کل منہما حرک لا توجد فی الاخری فضل عن مکة والمدینۃ انھی باختصار ملحقی البحرین ہے وقیل ما لو اجتمع اہلہ فی اکبر مساجدہم لا یسعہم جمع الانہرین ہے اور بصیغۃ التقریض لا نعم قالوا ان ہذا الحد غیر صحیح عند المحققین واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - اذ غارت پور محلہ میاں پورہ مرسلہ منشی علی بخش صاحب حرر دفتر چی غازی پورہ ۱۱ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز جمعہ احتیاطاً ظہر پڑھنا کیسا ہے چاہیے یا نہیں۔ (۲) خطبہ جمعہ میں جب نام پاک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آوے اُس وقت سامعین کو دو در شریف پڑھنا کیسا ہے چاہیے یا نہیں۔ بیذا تو جروا

الجواب

احتیاطاً ظہر کی عام لوگوں کو حاجت نہیں (۲) خطبہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر دل میں مدد پڑھیں زبان سے سکوت فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بنگالہ ضلع ڈھاکہ ٹاک خانہ بلاو قصبہ نیلوی کیا مرسلہ محمد نیاز حسین ۱۲ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ

اگر قری میں جہاں مسلمان کثرت سے ہوں اور مکانات آپس میں متصل بلا فاصلہ ہیں اگر ہے تو پندرہ یا بیس گز اور نماز پنجگانہ کے لیے گھر مقرر ہے اذان و جماعت ہوتی ہے وہاں کے لوگ متفق ہو کر ایک شخص کو امام جمعہ مقرر کر کے نماز جمعہ ادا کر لیں تو علیہ ما وجب لہ سے بری ہوں گے یا نہیں اور موافق مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صحیح ہوگا یا نہیں اور بعد نماز جمعہ ظہر احتیاطی پڑھنا کیسا ہے اور وہ لوگ سب اس جمعہ پڑھنے کے مستحق ثواب یا اثم اور اگر اثم ہے تو کیسا بینوا بالتفصیل مع الدلیل وجود ایوم الآخر والحساب امین یا ادب لعلمین صحت جمعہ کے لیے مصر شرط ہے پس مصر کی تعریف صحیح موافق مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیا ہے اور تعریف قری جہاں جمعہ واجب نہیں اور نہ وہاں جمعہ پڑھنا جائز کیا ہے قری اور دیہات میں فرق ہے یا نہیں اگر فرق ہے تو کس میں جمعہ جائز اور کس میں ناجائز۔

الجواب

مذہب حنفی میں فرضیت جمعہ وصحت جمعہ وجواز جمعہ سب کے لیے مصر شرط ہے دیہات میں نہ جمعہ فرض نہ وہاں اُس کی ادا جائز نہ صحیح اگر پڑھیں گے ایک نفل نماز ہوگی کہ برخلاف شرع جماعت سے پڑھی ظہر کا فرض سر سے نہ اُتے گا پڑھنے والے متعدد گناہوں کے ترک میں گے لا اشتغال بما لا یصلح کما فی الدار المختار واللتقل بجماعة بالتداعی ولترك جماعة الظہود ان ترکوا الظہر فاشنع واشنع قریہ زبان عرب میں شکر کو بھی کہتے ہیں قال تعالیٰ وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحی الیہم من اهل القری ای الامصار لعلہم وحملہم دون البوادی لغلظہم وجفائہم وقال تعالیٰ علی رجل من القریتین عظیمہ ای مکة والطائف وقال تعالیٰ من قریتک الی اخر جنتک اور جب اُسے مصر کے مقابل بولیں تو اُس میں اور وہ میں کچھ فرق نہیں **نہ اقول** وباللہ التوفیق حق ناصح یہ ہے کہ مصر و قریہ کوئی مقولات شرعیہ مثل صلاۃ و زکاۃ نہیں جس کو شرع مطہر نے معنی متعارف سے جدا فرما کر اپنی وضع خاص میں کسی نئے معنی کے لیے مقرر کیا ہو ورنہ شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اُس میں نقل ضرور تھی کہ وضع شارع بے بیان شارع معلوم نہیں ہو سکتی اور شک نہیں کہ یہاں شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اصلاً کوئی نقل ثابت و منقول نہیں تو ضرور عرف شرع میں وہ انھیں بمعانی معروفہ متعارفہ باقی میں ادا اُن سے پھر کر کسی دوسرے معنی کے لیے قرار دینا وہ قرار دہندہ کی اپنی اصطلاح خاص ہوگی جو ملاحظہ مدار احکام و مقصود و مراد شرع نہیں ہو سکتی تحقق علی الاطلاق رحمۃ اللہ تعالیٰ فتح القدر میں فرماتے ہیں واعلم ان من الشارحین من یعبء عن هذا بتفسیرہ شرعاً و یوجب ان یوادع ان اهل الشارع وهو معنی الاصطلاح الذی عبونا بہ لان الشارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نقلہ فانہ لم یشب وانما تکلم بہ الشارع علی وفق اللغة اور ظاہر ہے کہ معنی متعارف میں غم و مصر و مدینہ اُسی آبادی کو کہتے ہیں جس میں مقدمہ کو چھ محلے مقدمہ و دالمی بازار ہوتے ہیں وہ ہر گز نہ ہوتا ہے اُس کے متعلق دیہات گئے جاتے ہیں عادیہ اس میں کوئی حاکم مقرر ہوتا ہے کہ فیصلہ مقدمات کرے اپنی شوکت کے سبب مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے اور جو بستیاں ایسی نہیں وہ قریہ وہ موضع و گاؤں کہلاتی ہیں شرعاً بھی یہی معنی متعارفہ مراد مدار احکام جمعہ وغیرہ میں ولماذا ہمارے امام اعظم و امام اقدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہر کی یہی تعریف ارشاد فرمائی علامہ ابراہیم جلی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں فی الحقیقۃ عن ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ بلدۃ کبیرۃ فیہا سلك و امواق و لہا راستین و فیہا دال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم

بجھمتہ و علمہ او علم غیرہ يرجع الناس الیہ فیما یقع من الحوادث وهذا هو الاصح ہاں اتنا ضرور ہے کہ جب اسلامی حکم ہے
اُس کے لیے اسلامی شہر ہونا ضرور ہے و لہذا دار الحرب میں اصلاً جمعہ نہیں اگرچہ کہتے ہی بڑے امصار عظام کبار ہوں جس میں س دس لاکھ
آدمیوں کی آبادی ہو نہ اس وجہ سے کہ وہ شرعاً شہر نہیں اصطلاح شرع میں وہ گاؤں ہیں حاشاً یہ محض غلط ہے قیامت تک کوئی
ثبوت نہیں دے سکتا کہ شرعاً مطہر نے کفار کے امصار و کبار کو مصر و مدینہ سے خارج اور وہ گاؤں بتایا ہو اس بنا پر کہ وہاں قامت حدود
و تنفیذ احکام شرع نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جب بعثت ہوئی کہ منظمہ بلکہ تمام دنیا میں جیسا کفر و کافریں کا تسلط و غلبہ تھا ظاہر
و عیاں ہے اور اکثر مسلمین کرام اصحاب شرائع جدیدہ علیہم الصلوٰۃ والسلام ایسے ہی شہروں میں پیدا ہوئے اور وہیں کے ساکن ہو کر انھیں پر عبور
ہوتے اب کیا معافا شہر یہ کہا جائے گا کہ شرعاً یہ مسلمین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اجمعین دیہاتی تھے حالانکہ اللہ عز و جل فرماتا ہے وما
ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحي اليہم من اهل القری ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے وہ سب مرد اور شہری ہی تھے ان میں کوئی عورت
نہ تھی نہ کوئی گنوار تھا خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب وقت غلبہ کفار کے سبب مکہ منظمہ سے ہجرت کی ضرورت ہوئی اُس وقت بھی
قرآن عظیم نے مکہ مکرمہ کو شہر ہی فرمایا و کاین من قریۃ ہی امند فوۃ من قریۃک الیٰ اخرجک اھلکھم فلا ناصی لھم ہتیر شہر کو
تھا اسے اس شہر سے جس نے تم کو نکالا زیادہ قوت والے تھے ہم نے ہلاک کر دیے تو ان کا کوئی مددگار نہیں بلکہ وجہ صرف یہ ہے کہ دار الحرب کے
شہر کفر کے شہر ہیں اور اقامت جمعہ کو اسلامی شہر درکار اسی طرف نظر فرما کر کلام قدما میں جبکہ اسلام کا دور دورہ تھا اور اسلامی شہر اسلامی احکام
کے پابند تھے لہ امیر و قاضی ینفذ الاحکام و یقیم الحد و دواقع ہوا اُس سے مقصود وہی تھا کہ اسلامی شہر کہ اُس وقت اسلامی شہر ایسے
ہی ہوتے تھے یعنی نہ تھے کہ تنفیذ احکام و اقامت حدود و تنفیذ حقیقت شہر میں داخل ہے یہ نہ ہو تو شہر شرعاً شہر ہی نہ رہے گا گاؤں ہو جائے گا
حالانکہ فتنہ بلوایان مصر میں خاص زمانہ خلافت راشدہ میں چند روز تنفیذ احکام نہ ہوئی کیا اُس وقت مدینہ طیبہ گاؤں ہو گیا تھا اور اُس میں
جمعہ پڑھا حرام و باطل ہوا تھا حاشا ہرگز ایسا نہیں خود یہی علما تصریح فرماتے ہیں کہ ایام فتنہ میں اقامت جمعہ ہوگی اور شہر شہرت سے
خارج نہ ہوگا و لہذا رد المحتار میں فرمایا لو مات الوالی اور محضو لفنتہ ولم یوجد احد امن لہ حق امامۃ الجسعة نصب للعامة
لھم خطیباً للضرورة کما سیمائی مع انہ لا امیر ولا قاضی نہ اصل و جذا ظہر جمل من یقول لا تصح الجسعة فی ایام
الفتنۃ مع انھا تصح فی البلاد الیٰ استولی علیہا الکفار کما سنذکرہ فتامل اس تعریف میں الفاظ ینفذ و یقیمہ ہم فعلیت تھے
جس سے بعض کبار کو دھوکا ہوا ہے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد یقذر علی الکاضف نے زائل کر دیا حکما بدینہ فی
الغنیۃ ورد المحتار وغیرہما من الاسفار اور حقیقۃً غور کیجیے تو ارشاد امام میں علمہ او علم غیرہ کہ مفید تفسیر اسلام والی ہے
یہ بھی اُسی زمانے کی حالت کے مطابق تھا اُس وقت میں اور اُس کے بعد صد ہا سال تک اس کی نظیر قائم نہ ہوئی تھی کہ شہر اسلام
ہو اور حاکم کافر و لہذا نظر بحالت موجودہ اسلامیت شہر و اسلام شہر بار میں تلازم تھا ان بندگان خدا کے خواب میں بھی یہ خیال نہ گزرتا ہوگا
جو آج آنکھوں کے سامنے ہے کہ شہر دارالاسلام اور اُس پر کفار احکام و نہ حقیقۃً صرف اُسی قدر درکار ہے کہ اسلامی شہر ہو اگرچہ
والی کافر ہی ہو و لہذا جامع الرموز میں زیر قول ماتن شرط لادھا المصرو السلطان فرمایا الاطلاق مشعر بان الاسلام لیس

بشرط مبسوط و معراج الدرایہ و جامع الفضولین و ہندیہ و رد المحتار وغیرہ میں ہے لو الولاۃ کفار ایجوز للمسلمین اقامۃ الجمعۃ
 تو آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ صرف اسلامی شہر ہونا درکار ہے تنفیذ احکام یا اقامت حدود یا اسلام والی کچھ شرط نہیں اور بھروسہ تعالیٰ
 ہم نے اپنے فتاویٰ میں دلائل قاہرہ سے ثابت کیا ہے کہ تمام ہندوستان سرحد کابل سے منہائے بنگالہ تک سب دارالاسلام ہے تو یہاں
 جتنے شہر و قصبے ہیں (جن کو شہر و قصبہ کہتے ہیں اور وہ ضرور ایسے ہی ہوتے ہیں جن میں متعدد محلے متعدد دائمی بازار ہیں وہ پرگنہ ہیں ان کے
 متعلق دیہات ہیں ان میں ضرور کوئی حاکم فصل مقدمات کے لیے مقرر ہوتا ہے جسے ڈگری ڈسٹس کا اختیار ہے نہ فقط قحانہ دار کدہ کوئی
 حاکم نہیں صرف حفاظت اور تحقیقات یا چالان کا مختار ہے) وہ ضرور سب اسلامی شہر ہیں امدان میں جمعہ فرض ہے اور انھیں میں جمعہ صحیح
 ہے ان کے علاوہ جتنی آبادیاں ہیں گاؤں ہیں اگر چہ کھانات پختہ اور سلطان و مساجد بکثرت ہوں ان میں جمعہ فرض و جائزہ صحیح چن تحقیق و تحقیق
 حق ہے جس سے سرور حق تجاوز نہیں یہ تعریف کہ جس کی سب سے بڑی مسجد میں اس کے مکان اہل جمعہ نہ سائیں اگر بعد تعریف مانی جائے تو صریح
 باطل ہے جس پر وہ اعتراضات قاہرہ وارد ہیں جن کا جواب اصلاً ممکن نہیں اور اگر کچھ اذہن ہو تو یہی کیا کم ہے کہ اس تعریف پر خود مکہ معظمہ و
 مدینہ طیبہ گاؤں ٹھہرے جاتے ہیں اور ان میں جمعہ معاذ اللہ حرام و باطل قرار پاتا ہے لکھنؤ مساجد کا کو اگر اپنے ظاہر پر رکھیں اور ان میں متعدد
 مساجد صغیر و کبیر اور ان سب میں اکبر ہونا شرط کریں جب تو مکہ معظمہ کا شہر نہ ہوتا صراحت واضح کہ مکہ معظمہ میں سوا مسجد الحرام کے کوئی مسجد صاف
 سال تک نہ تھی اور عجیب نہیں کہ اب بھی نہ ہو تو العین و رد المحتار کتاب الوقت میں ہے لا مسجد فی مکہ سوی المسجد الحرام اور اگر ایک ہی
 مسجد پر قیامت کریں اور مجازاً ٹھہرائیں کہ جب یہی ایک مسجد ہے تو یہی اکبر مساجد ہے تو اول تو یہ کس قدر مقاصد شرع مطر سے دور و مجوسہ
 ایک عظیم اسلامی شہر جس میں لاکھ مسلمان مرد مقابل رہتے ہیں اس میں ایک مسجد فرض کیجے جس میں لاکھ سے زائد یا صرف لاکھ آدمی آسکیں اور
 ایک گناہ پہاڑ کی تلی میں بن کے کن سے دو جھونپڑیاں وحشی جنگلیوں کی ہوں جن میں آٹھ دس مرد رہتے ہیں اور انھوں نے ایک چوتھہ چنگیز
 کا بتایا ہے جس میں سات آدمیوں کی گنجائش ہے آگے امام اور پچھلے تین تین آدمیوں کی دو صفیں تو لازم ہے کہ وہ شہر عظیم الشان گاؤں ہو
 اور اس میں جمعہ حرام اور یہ کوردہ مصر جامع و مدینہ عظیمہ ہو اور اس میں جمعہ فرض کیا اور شاد حدیث لا جمعۃ ولا قنصلین ولا صلوة فطر ولا
 اضحی الا فی مصوج جامع او مدینۃ عظیمہ کا یہی مقابلہ حاشا و کلا معذرا ایسا ہو تو دن میں چھ چھ بار صریح و قرویت پڑا کھائے ایک بستی میں
 سوا اہل جمعہ رہتے ہیں اور اس کی اکبر مساجد میں اتنے آدمیوں کی وسعت ہے تو وہ گاؤں ہے پھر دن چڑھے ان میں ایک لڑکا بانج ہوا تو
 وہ شہر ہو گیا کہ اب اس مسجد میں وہاں کے اہل جمعہ کی وسعت نہ رہی دوپہر کو ایک شخص وہاں سے سکونت چھوڑ کر چلا گیا تو پھر گاؤں ہو گیا کہ
 اب پھر وسعت ہو گئی پھر دن رہے ایک غلام آزاد ہوا تو پھر شہر ہو گیا کہ وسعت نہ رہی شام کو ایک شخص مر گیا تو پھر گاؤں ہو گیا عشا کو
 ایک مجنون ہوش میں آ گیا تو پھر شہر ہو گیا آدمی رات ایک شخص کی آنکھیں جاتی رہیں تو پھر گاؤں کا گاؤں ہوا علیٰ ہذا القیاس بلکہ فرض کیجئے
 کہ ابھی وہ شہر تھا اور جمعہ فرض تھا مسلمان جمعہ کے لیے جمع ہوئے امام خطبہ پڑھا ہے کہ خبر آئی فلاں مر گیا اب جمعہ حرام ہو گیا خطبہ پڑھا
 گیا کہ شہر گاؤں ہو گیا امام نے خطبہ چھوڑا اور اعلان ہوا کہ بجائیو ظہر کی حیثیت باندھو بکسیر ہوتی ہی تھی کہ ایک لڑکے نے لکھنوی آٹھ لک ٹٹی
 تھی احتلام ہو گیا وہ نہلے کو گیا یہاں امام پھر خطبہ کو جائے کہ اب پھر شہر ہے اور پھر خطبہ کو بوجہ زوال محلیت بیکار ہو گیا تھا پھر اعادہ

کہے ابھی امام دوسرے خطبہ تک پہنچا تھا کہ خبر آئی فلاں کی آنکھیں جاتی رہیں اب امام پھر اترے اور ظہر کا اعلان دے نکیر ہو رہی ہے کہ صفت میں سے ایک مسافر نے اٹھ کر کہا صاحب کیوں جمعہ کھاتے ہو میں یہاں چند روز کے لیے آیا تھا مگر اب میں کا ساکن ہو گیا امام سے کہے پھر سہ بارہ خطبے کو جانے اس اٹل پھیر میں معلوم نہیں کہ عصر کا وقت آنے تک جماعت کو جمعہ نصیب ہو یا ظہر یہ سب خوبیاں اس تعریف کی ہیں اور ان سب سے قطع نظر کیجیے تو دونوں بلد کریم مکرمہ و مدینہ منورہ کی مساجد طیبہ قطعاً وہاں کے اہل جمعہ بلکہ ان سے بدرجہا زائد کی وسعت رکھتی ہیں جیسا کہ محمد اللہ تعالیٰ آنکھوں سے مشاہدہ ہے تو وہ دونوں شہر کریم معاذ اللہ گاؤں ہوئے اور ان میں جمعہ حرام ٹھہرا اس سے زیادہ شاعت اور کیا ہوگی اور یہ وسعت کج کی نہیں زمانہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بھی تھی تو معاذ اللہ زمانہ اقدس سے وہ گاؤں ہی تھے اور ان میں جمعہ حرام تھا مگر ہوتا تھا اب یہ سنتا ہے شاعت کبریٰ ہے جس سے مافوق متصور نہیں جامع ترمذی شریف میں امیر المؤمنین مولیٰ علی کریم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا رحمہما اللہ عثمان زاد فی مسجدنا حتی وسعنا هذا المختار اللہ تعالیٰ عثمان پر رحمت فرمائے اُس نے ہماری مسجد شریف بڑھا دی یہاں تک کہ اُس میں ہم سب نمازیوں کی وسعت ہو گئی ظاہر ہے کہ سب نمازیوں کی وسعت ہو جانا صرف اہل جمعہ کی وسعت سے کہیں زیادہ ہوگی تو معاذ اللہ اس تعریف پر حاصل حدیث یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ عثمان کا بھلا کرے اُس نے ہماری مسجد بڑھا کر مدینہ کو گاؤں کر دیا اور اُس میں جمعہ حرام ہو گیا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم طحاوی علی مراقی الفلاح باب الاستقائیں ہے من هو مقیم بالمدينة لا يبلغ قد والحاجة وعند اجتماع جملتهم يشاهد اشباع المسجد الشريف في اطرافه وانما شدة الزحام في الروضة الشريفة وما قادها للرغبة في زيادة الفضل والقرب من المصطفى صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کذا فی الشرح غنیہ میں ہے الفصل فی ذلك ان مكة والمدينة مصران تقام بهما الجمعة من زمنه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الى اليوم فكل موضع كان مثل احدا فهو مصرو كل تفسير لا يصدق على احدهما فهو غير معتبر حتى التعريف الذي اختاره جماعة من المتأخرين كصاحب المختار والوقاية وغيرهما وهو ما لو اجتمع اهله في أكبر مساجده لا يسعهم فانه منقوض بهما اذ مسجد كل منهما يسع اهله وزيادة الاجم علماء تصریح فرمائی کہ یہ تعریف محققین کے نزدیک صحیح نہیں تھی الا بحر میں ہے وقيل ما لو اجتمع اهله في أكبر مساجده لا يسعهم مجمع الانر میں ہے انما اورد بصيغة التوضيح لانهم قالوا ان هذا الحد غير صحيح عند المحققين اسی طرح شرح نقایہ وغیرہ میں ہے مہذا معلوم ہے اور خود اس تعریف کے اختیار کرنے والوں کو اقرار ہے کہ وہ روایت نادرہ خلاف ظاہر الروایہ ہے اور علی تصریح فرماتے ہیں کہ جو کچھ ظاہر الروایہ کے خلاف ہے وہ ہمارے ائمہ کا قول نہیں وہ سب مرجوح عنہ اور متروک ہے بحر الرائق میں ہے ما خرج عن ظاهر الرواية فهو مرجوع عنه والمروج عنه لم يبين قولاً له فتاویٰ خیرہ میں ہے صحیحاً بان ما خرج عن ظاهر الرواية ليس مذنباً لا في حقيقته ولا قولاً له رد المحتار میں ہے ما خالف ظاهر الرواية ليس مذنباً لا صحاباً ولا ظاهراً الروایہ صحیح معتمد معمول علیہ مختار جمہور مؤیدہ منطوقہ کے خلاف ایک روایت نادرہ پر عمل و فتویٰ کیونکر روا درنما میں ہے الحکم والفتا بالقول المروج جمل و خرق للاجماع رد المحتار میں ہے کقول محمد مع وجود قول ابی یوسف اذا لم یصحح او بقوۃ وجہ واولی من هذا بالبطالان الا فتاویٰ

بمخلاف ظاہر الروایۃ اذا لم یصحح والاقتناء بالقول المروج عند النقیح تحقیق مسئلہ ہے اور بعد اشد تعالیٰ اہل انصاف و علم متنا جانیں گے کہ حق اس سے تجاوز نہیں ہم نہ اس کے خلاف عمل کر سکتے ہیں نہ زہار زہار مذہب اللہ مذہب چھوڑ کر دوسری بات پر فتویٰ کر سکتے ہیں مگر دوبارہ عوام فقیر کا طریق عمل یہ ہے کہ ابتداً خود انھیں من نہیں کرتا نہ انھیں ناز سے باز رکھنے کی کوشش پسند رکھتا ہے ایک روایت بر صحت اُن کے لیے نہیں ہے وہ جس طرح خدا و رسول کا نام پاک ایسے قیمت ہے مشاہدہ ہے کہ اس سے روکیے تو وہ دفعتاً چھوڑ بیٹھتے ہیں اشد عز وجل فرماتا ہے اَرَأَیْتَ الذی ینہی ۝ عبداً اذا صلح ۝ یہنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں شیخ خیر من لا شیء کما یفعل ہونا بالکل نہ ہونے سے بہتر ہے رواۃ عند عبد الرزاق فی مصنفہ ۱۰۰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ من مرجل لا یقیم رکوعاً ولا سجوداً فقال شیخ خیر من لا شیء امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک شخص کو بعد نماز بعد نفل پڑھنے دیکھا حالانکہ بعد عید نفل مکروہ ہے کسی نے عرض کیا یا امیر المؤمنین آپ منع نہیں کرتے فرمایا اخاف ان ادخل تحت الوعد قال اللہ تعالیٰ اَرَأَیْتَ الذی ینہی ۝ عبداً اذا صلح ۝ میں وعید میں داخل ہونے سے ڈرتا ہوں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا تو نے مجھے دیکھا جو منع کرتا ہے بندہ کو جب وہ نماز پڑھے ذکر ۱۰۰ فی الدار المختار اسی سے بحر الرائی میں ہے ہذا اللغز امما العوام فلا یمنعون عن تکبیر ولا تنفل اصلاً لعلہ رغبتہم فی الخوات کتاب التخیس والمزید بحر الرائی پھر رد المحتار میں ہے مسئل ثمن لائمة الخلو فی ان کسالی العوام یصلون الفجر عند طلوع الشمس افترجہم عن ذلک قال لا لانہم اذا منعوا عن ذلک توکوا اصلاداً وادھا مع تجویز اہل الحدیث لہا اولیٰ من ترکھا اصلاً ودر مختار میں ہے لا یجوز صلاۃ مطلقاً مع شروق الا لعمام فلا یمنعون من فعلھا لانہم یدرکونھا والاداء الحجا ثمن عند البعض اولیٰ من التزک کما فی القنیۃ وغیرھا رد المحتار میں ہے قولہ فلا یمنعون اخاد ان المستثنیٰ المنع لا الحکم بعد م العصۃ عندنا قولہ کما فی القنیۃ وعزاه صاحب المصنفی الی الامام حمید الدین عن شیخ الامام الحبوبی والی ثمن الاثنتہ الخلو فی وعزاه فی القنیۃ الی الخلو فی والمصنفی ہاں جب سوال کیا جائے تو جواب میں وہی کہا جائے گا جو اپنا مذہب ہے وقفہ الحمد یہ عوام کا انجام کے لیے ہے البتہ وہ عالم کہلانے والے کہ مذہب امام بلکہ مذہب جملہ اللہ خفیہ کو پس پشت ڈالتے تصحیحات جہاں امیر اللہ ترجیح و فتویٰ کو پٹھ دیتے اور ایک روایت نادرہ موجود ہے عنہا غیر صحیح کی بنا پر ان حال کو ردہ میں جمعہ قائم کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں یہ ضرور مخالفت مذہب کے ترک اہل اہل انصاف کے گناہ کے زبردست ہیں نسأل اللہ العفو والعافیۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از مدرسہ اسلامیہ امر دہہ مدرسہ مولوی عبدالشکور صاحب ارکانی سہارن پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی میں قریب تین چار سو مسلمان مرد مکلف اور اُس کے قریب قریب بھی اتنے مرد مقیم ہیں اُس بستی میں منصفی تھانہ ڈاکخانہ شفا خانہ بازار بھی ہیں اب یہ مصرعے یا قریہ اس بستی والے پر جمہ واجب ہے یا نہیں اگر واجب نہیں تو یہاں حیدر آباد کرنے سے صلاۃ ظہر و عصر سے راقط ہوگی یا نہیں ہمارے ملک برہما کی آبادی میں کہیں تو مسلمان مرد مکلف ہزار ہا ہزار تک مقیم ہیں مگر ایسی بستی کم ہے اصلاً دینی درجے میں بعض بستیوں میں دس بیس سو مسلمان مکلف مقیم ہیں البتہ جہاں بستی ہیں

نمودہ سو چار ہائی سو و سولہ ہجرت میں بہت ساری ہیں بعض بیسویں میں سات آٹھ سو سولہ ہجرت میں اب ان آبادیوں میں سے کوئی شریک نہ ہو سکتا ہے یا نہیں اور اگر کسی کو گاؤں مانیں گے تو کوئی بڑے گاؤں میں بھی مسجد اور عیدین فرض واجب ہے یا نہیں۔ اور اگر واجب نہیں تو ان بیسویں میں سے کسی میں مسجد کا کہے تو صلہ نظر ذمہ سے ساقط ہوگی یا نہیں اگر آپ بڑے گاؤں میں مسجد درست بتائیں تو ان بیسویں میں کوئی بستی بڑی کہلاوے گی اس کی تشریح فرمادیں جن آبادیوں میں کئی ایک تھے ہیں فقط زراعت وغیرہ کی میل آدم میل ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ایک دوسرے سے بسا ہے ہر ایک کا نام بھی آپس میں جدا جدا ہے مگر اطراف میں ایک ہی نام شہر ہے اب کیا سب کو مل کر ایک بڑی بستی ماننا چاہیگی یا ہر ایک کا حکم جدا جدا ہے حتیٰ الامکان جواب مفصل اور بدلتل سے ہم تا بیسویں کو ہدایت فرمادیں۔

الجواب

فرضیت وصحت و جواز جمہور کے لیے اسلامی شہر یا شرط ہے جو جگہ جہتی نہیں جیسے بن ہند پہاڑ یا بستی ہے مگر شہر نہیں جیسے دیہات یا شہر ہے مگر اسلامی نہیں جیسے روس و فرانس کے بلاد ان میں نہ مسجد فرض ہے نہ صیغہ جائز بلکہ منع و باطل و گنہ ہے اس کے پڑھنے سے فرض نظر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا شہر ہونے کے لیے یہ چاہیے کہ اس میں متعدد کو چھ متعدد وائی بازار ہوں وہ پرگنہ ہو کہ اس کے متعلق دیہات گنے جانے ہوں کہ موضع فلاں و فلاں و فلاں پرگنہ شہر فلاں اور اس میں کوئی حاکم ہو کہ فیصلہ و قدرت کا اختیار میں جانب سلطنت رکھتا ہو مدظن باتیں عادتہ متکازم ہیں سلطنت جیسے پرگنہ قرار دیتی ہے ضرور اس میں کوئی حاکم و اقل نصف یا تحصیلدار کوئی ہے اور جہاں سلطنت کوئی کھری قائم کرتی ہے اسے ضرور ضلع یا کم از کم پرگنہ بناتی ہے اور عادتہ پہلی دو باتیں ہی ان دو کو لازم ہیں جو پرگنہ ہوتا ہے جہاں کھری مقرر ہوتی ہے وہاں ضرور متعدد بازار متعدد درجے ہوتے ہیں و لا عکس فقد تعدد و لا حاکم و لا رسالتین فذاکر الاولین لا یغنی عن الاخرین بخلاف الاخرین فی ضعیفہما الکفاۃ و لذا نہما بنی الامور علیہما فی اقرب الاقارب الی الصواب فکاد ای غیاثیہ پھر غنیہ شرح منیہ میں ہے فی صلی الجسعة فی قریۃ بخیر مسجد جامع و القریۃ کبیرۃ لہا قری و فیہا وال و حاکم جازات الجمعیۃ بنو المسجد اولہ یدینوا و ہو قول ابی القاسم الصفار و ہذا اقرب الاقارب الی الصواب غیر میں اسے نقل کر کے فرمایا و ہو لیس بعبید مما قبلہ و المسجد الجامع لیس بشرط انقصی و اراد بما قبلہ ما قدم عن تحفۃ الفقہاء للامام علاء الدین السمرقندی عن الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ بلدۃ کبیرۃ فیہا سکک و اسوان و لہا رسالتین و فیہا وال قال فی التحفۃ ہذا ہوا لا صم اہ و انما المرکیں بعبید امنہ لما قدمنا ان السکک و الاسوان تلزم عادتہ للامورین المذکورین کما قال فی الغنیۃ ایضا بعد نقل ما فی التحفۃ الا ان صاحب الہدایۃ ترک ذکر السکک و الرسالتین بناء علی الغالب ان الامور القاضی شأنہ المذکورۃ علی تنفیذ الاحکام و اقامۃ الحد و لا یكون الا فی بلد کذلک قال فی الحاصل ان اصحاب الحد و ما ذکر فی التحفۃ یصدق علی مکۃ و المدینۃ و انہما ہما الاصل فی اعتبار المصلح اور شہر کے اسلامی ہونے کے لیے یہ ضرور ہے کہ یا تو فی الحال اس میں سلطنت اسلام ہو خود مختار جیسے بحمد اللہ تعالیٰ سلطنت علیہ علیہ عثمانیہ و دولت خداداد افغانستان خطما اللہ تعالیٰ عن مشرور الزمان یا کسی سلطنت کفر کی تابع جیسے اب چند دفعہ سے سلطنت بنجارا و حبشہ اللہ و نعمہ الوکیل اور اگر فی الحال نہ ہو تو دو باتیں ضرور ہیں ایک یہ کہ پہلے اس میں سلطنت اسلامی رہی ہو دوسرے یہ کہ جب قبضہ کفر میں

آئی شہار اسلام مثل جمعہ و جماعت و اذان و اقامت وغیرہ کل یا بعضاً برادر اس میں ایک جاری رہے ہوں جہاں سلطنت اسلامی کبھی نہ تھی
 نہ اب ہے وہ اسلامی شہر نہیں ہو سکتے نہ وہاں جمعہ و عیدین جائز ہوں اگرچہ وہاں کے کافر سلاطین شہار اسلام کو نہ روکتے ہوں اگرچہ
 وہاں مساجد بکثرت ہوں اذان و اقامت جماعت علی الاعلان ہوتی ہو اگرچہ عوام اپنے محل کے یا عرف جمعہ و عیدین بلا مزاحمت ادا کرتے ہوں
 جیسے کہ روس و فرانس و جرمن و پرتگال وغیرہ اکثر بلکہ شاید کل سلطنت ہائے یورپ کا یہی حال ہے یہاں اگر پہلے سلطنت اسلامی تھی
 پھر کافر نے غلبہ کیا اور شہار کفر جاری کر کے تمام شہار اسلام یکسر اٹھا دیے تو اب وہ شہر بھی اسلامی نہ رہے اور جب تک پھر از سرینہ
 ان میں سلطنت اسلامی نہ ہو وہاں جمعہ و عیدین جائز نہیں ہو سکتے اگرچہ کفار غلبہ یافتہ مانفت کے بعد پھر بطور خود شہار اسلام کی اجازت
 دیدیں خواہ ان کا فرض سے دوسرے کافر چھین کر اجرائے شہار اسلام کر دیں کہ کوئی غیر اسلامی شہر موجود جہاں شہار اسلام سے
 اسلامی نہیں ہو جائے ہاں اگر اسلامی سلطنت کے کسی کافر صوبہ نے بناوت کر کے کسی اسلامی شہر پر تسلط کیا اور شہار اسلام بالکل اٹھا دیے
 مگر وہ صوبہ چاروں طرف سے سلطنت اسلامیہ میں محصور ہے تو وہ شہر شہار اسلامی ہی رہے گا اگرچہ کافر نے شہار اسلام یکسر اٹھا دیے مگر
 چار سمت سے سلطنت اسلامیہ میں محصور ہونے کے باعث اس کی یہ تاریک حالت محض عارضی ہے و ہذا بحمدہ تعالیٰ فوائد
 نفیبتہ صحیح بھا الیراع لو استوسلنا فی اہم علی دلیہا و تقاضیلہا نحو جناح عن القصد مع ان اکثرہا جلیبہ عند من لہ
 اجالۃ نظر فی الکتب الفریعیۃ و اجادۃ فکر فی الاصول الشرعیۃ فلنقتصر علی نقل بعض فصوص فقہیۃ جامع الفصولین و
 مبسوط و معراج الدیایہ و ہندیہ و رد المحتار وغیرہ معتادات اسفار میں ہے الحکم اذا ثبت بطلان ما بقى شیء من العلة یبقی للحکم
 ببقائه فلما صارت البلد دار الاسلام باجواء احکامہ فما بقى شیء من احکامہ و آثارہ بقی دار الاسلام و کل مصروفہ
 وال مسلم من حجۃ الکفار تجوز فیہ اقامۃ الجمع والاعیاد واخذ الخراج وتقلید القضاء وترویج الایامی الاستیلاء المسلم
 علیہم و اما طاعة الکفرۃ ففی موادعہ و مخادعہ و اما فی بلاد علیہا ولاۃ کفار فیحوز للسلمین اقامۃ الجمع والاعیاد الخ
 شرح نقایہ میں کافی سے ہے دار الاسلام مایجوز فیہ حکم امام المسلمین فصول عمادی میں ہے ان دار الاسلام لا تصیر
 دار الحرب اذا بقى شیء من احکام الاسلام و ذال غلبہ اهل الاسلام اسی طرح کتب کثیرہ سے استفادہ ہے وبالجملة یشترط
 لدار الاسلام ابتداء اعنی صیورۃ دار الحرب دار الاسلام جو یاں حکم سلطان الاسلام فیہا و بقاء مجرود ظہور شعائر
 الاسلام ولو بعضا وان لم یبق الحکم ولا السلطان و ان الله المستعان و علیہ التکلون دروغ میں ہے تصیر دار الاسلام
 دار الحرب باجواء احکام الشراک و اتصالہا بدار الحرب بمحض لا یكون بینہما مصو للمسلمین الخ و منقہ میں ہے البحر
 الملح ملحق دار الحرب رد المحتار میں ہے یلحق بھا البحر الملح ونحو کفارۃ لیس وراءہا بلاد اسلام نقلہ بعضہم عن الحموی
 فی حاشیہ ابی السعود عن شرح النظم الہاملی سطح البحر الملح حکم دار الحرب اس تحقیق سے تمام صورت مستفسرہ کا حکم وضع ہو گیا جو ابواب
 پر گزرتے ہیں اور ان میں کوئی کچھری ہے (دفعہ تھانہ یا ڈاکخانہ یا شفا خانہ کہ فضل مقدمات کے لیے نہیں ہوتے) اور وہاں سلطنت اسلام ہے
 یا پہلے تھی اور جب سے غیر مسلم کا قبضہ ہوا بعض شہار اسلام بلا مزاحمت ایک جاری ہیں جیسے تمام بلاد ہندوستان و بنگالہ ایسے ہی ہیں ۱۱

سب اسلامی شہر ہیں ان میں جمعہ فرض ہے اور جو آبادی پرگنہ نہیں اس میں کوئی کچری نہیں یا کچریاں ہیں پرگنہ ہے مگر اس میں اسلامی سلطنت کبھی نہ ہوئی یا تھی مگر اس کے بعد کفار نے شکار اسلام یکسر بند کر دیے گو بعد کو پھر اجازت بھی دیدی ہو وہ سب یا گاؤں ہیں غیر اسلامی شہر ان میں جمعہ وعیدین جائز نہیں پڑھنے سے گناہ ہوگا اور جمعہ سے ظہر کا فرض ساقط نہ ہوگا اب نقطہ یہ سوال رہا کہ ایک آبادی کے چند حصے ہیں اور ان میں باہم بوجہ زراعت فاصلہ ہے آیا وہ ایک ہی آبادی تصور ہوگی یا متعدد ظاہر اس سوال سے سائل کا مقصود مردم شماری کا لحاظ ہے کہ ان سب کے ساکنین ملا کر اس بستی کی مردم شماری بھی جائے گی یا جدا جدا جیسا کہ تمام سوال میں اس نے تعداد ساکنان کا ذکر کیا ہے مگر تحقیق جواب واضح ہو گیا کہ مردم شماری و تعداد ساکنان ہر اصلاً نظر نہیں جو بستی پرگنہ نہیں اس میں فیصلہ مقدمات کا کوئی حاکم نہیں مطلقاً گاؤں ہے اس کی مردم شماری کسی قدر ہوا درجہ پرگنہ ہے اس میں کچری مقرر ہے وہ شہر ہے اگرچہ مردم شماری میں کم ہو یاں جو آبادی شرفا شرفا رہائے اور اس میں جمعہ فرض صحیح ٹھہرے اور اس کے گرد ادھ آبادیاں میل ڈیڑھ میل کی مسافت پر واقع ہوں بیچ میں زراعت ہوتی ہو وہاں ایک یہ سوال متوجہ ہوتا ہے کہ ان ساکنان حوالی پر بھی جمعہ فرض اور ان واضح میں اس کی ادا صحیح ہے یا نہیں اس کا جواب قول محقق پر یہ ہے کہ شہر کے گرد اگر وہاں تک کوئی موضع مصالح شہر کے لیے معین کیا گیا ہو مثلاً کیمپ یا عید گاہ یا شہر کا قبرستان وہاں ہو وہ سب فناء مصر ہے اس میں جمعہ صحیح اور اس کے اہل پر جمعہ فرض اگرچہ بیچ میں زراعت کا فاصلہ ہو اور اگر مصالح شہر سے اسے تعلق نہیں اند بیچ میں فصل ہے تو وہ قواعی شہر سے نہیں نہ اس میں جمعہ صحیح نہ اس کے ساکنوں پر فرض رد المحتار میں قد نص الاثمۃ علی ان الفناء ما اعد لدفن الموتی و حواشی المصنوع کو کرض الخیل والدواب و جمع العساکر و الخروج للرمی و غیر ذلک و بہ ظہر مصنفہا فی تکیۃ السلطان سلیمہ بیروجنہ دمشق و کذا فی مسجدہ بصالحیۃ دمشق فانما من فناء دمشق و ان الفصلت عن دمشق بمزارع اہل غنصوا نیز دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ بستی شہر ہو یا نہ ہو جب اس کا ساکن تین منزل کے ارادے سے سفر کو چلا تو آیا جب اپنی خاص آبادی سے نکل جائے گا اسی وقت سے مسافر ٹھہرے گا اور فصر کرے گا اگرچہ وہ دوسری آبادیاں ہنوز راہ میں آنے والی ہوں یا جب ان سب آبادیوں سے نکل جائے گا اس وقت سے مسافر ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ جب بیچ میں فاصلہ ہے زراعتیں ہوتی ہیں تو ان سے گزر جانے کا لحاظ نہ ہوگا اگرچہ وہ مصالح شہر ہی کے لیے مقرر کی گئی ہوں جب اپنی آبادی سے نکل جائے گا مسافر ہو جائے گا ہاں جہاں تک آبادی متصل چل گئی ہو وہ موضع واحد ہے اس سے تجاوز ضرور ہوگا رد المحتار میں ہے اما الفناء وهو المکان المعد لمصالح البلد کو کرض الدواب و دفن الموتی و القاء التراب فان اتصل بالمصنوع اعتبر مجاوزتہ و ان الفصل بغلوۃ او مزرعة فلا کما یاتی بخلاف الجمعة فقصرہ اقامتہا فی الفناء ولو منفصلاً بمزارع نیز غیر اس سوال یہ نکلتا ہے کہ اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ فلاں آبادی میں نہ ہوں گا پھر اپنی خاص آبادی جس میں رہتا تھا چھوڑ کر گرداگرد کی کسی آبادی میں سکونت اختیار کی تو آیا قسم سچی ہوئی یا نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ جب ان آبادیوں کے خاص خاص نام جدا ہیں اور سب ملا کر ایک جدا نام سے تعبیر کی جاتی ہیں تو اگر اس نے وہ نام لے کر قسم کھائی جو خاص اس کی آبادی کا تھا اور اسے چھوڑ کر دوسری آبادی میں جا یا جس پر وہ نام اطلاق نہیں کیا جاتا اور اس کا مکان عرف میں اس آبادی کا ساکن نہیں ٹھہرتا تو قسم پوری ہوئی اور اگر وہ نام لیا تھا جس میں یہ سب داخل ہیں یا جس آبادی میں اب یا وہ اسی پہلی آبادی کا حصہ سمجھی جاتی ہے اور اس کے ساکن کو اسی کا ساکن تصور کیا جاتا ہے تو قسم پوری نہ ہوئی کفارہ دے و ذلک لان مبنی الایمان

علی المعنی المتقاہم فی العرف فعلیہ ہذا بالحکمہ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔

مسئلہ۔ ازگواہیہا ضلع مند سور قصبہ جاوہ مرسلہ عبدالملک خاں، ربیع الاول شریف ۱۳۲۳ھ

کیا حکم ہے شرع شریف کا اس مسئلہ میں کہ جاوہ ایک قصبہ ہے جہاں تین مسجدیں آباد ایک ہی محلہ میں قریب قریب واقع ہیں جمعہ کے روز ہر مسجد والے اپنی اپنی مسجد میں مانند صلا غم کے جمعہ پڑھا کرتے ہیں ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ اس طرح جمعہ پڑھنا صحیح نہیں کیونکہ جمعہ کی شرائط سے حضور سلطان ہے یا نائب یا ماذون یا قاضی جمعہ تو یہ شرط یہاں پڑھنا تو ہے اور ایسے مقام پر مسلمانوں کو چاہیے کہ ایک شخص کو اپنا قاضی و سوار بنا کر اُس کے پیچھے جمعہ پڑھا کریں دوسرے مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ جمعہ کی اقامت کے واسطے سلطان یا اُس کے نائب مامور کا ہونا شرط نہیں اگر ان سے ایک بھی نہ ہو تو بھی جمعہ صحیح ہے اور مسلمانوں کو قاضی بنانا اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنے کی کچھ ضرورت نہیں اسی طرح اپنی اپنی مسجدوں میں بھی جمعہ پڑھنا کچھ حرج نہیں بلکہ ایک جگہ جمع ہونے میں حرج ہے امیدوار قول فیصل میں۔ بیدار توجہ

الجواب

فی الواقع ادا ہے جمعہ کے لیے سلطان یا اُس کے نائب یا ماذون یا ماذون الماذون دھارہ کا اقامت کرنا بالفاق المر حنفیہ شرط ہے کتب المذہب طائفتہ بذات گریہ ان شرائط سے ہے کہ محل ضرورت میں بخلیت بدل ماقط ہو جاتی ہے جسے صحت نماز کے لیے ضرور شرط ہے اور پانی پر قدرت نہ ہو تو تیمم اُس کا خلیفہ و بدل ہے اور اس سے واضح تر استقبال قبلہ ہے کہ قطعاً شرط ہے اور مکمل تضرع قوی اُس کی نائب یا ہی اقامت سلطان یعنی مذکور ضرور شرط جمعہ ہے اور یہاں بوجہ تضرع تینیں مسلمین قائم مقام تینیں سلطان ہے تو اسے شرط نہ کہتا بھی غلط اور اُس کے نہ ہونے کے سبب یہاں جمعہ صحیح نہ ماننا اُس سے زیادہ باطل و غلط اور مذہب صحیح و معتد و متقی میں تعدد جمعہ مطلقاً جائز ہے کما نص علیہ فی غیر ما کتاب واللہ سبحنہ وتعالی اعلم بالصواب۔

مسئلہ۔ از پبلی ہیٹ بولٹن و صی احمد صاحب محدث سورتی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امامت پنجگانہ و امامت جمعہ و عیدین کا ایک ہی حکم ہے یا کیا فقط

الجواب

جمعہ و عیدین و کسوف امامت نماز پنجگانہ سے بہت تنگ تر ہے پنجگانہ میں ہر شخص صحیح الایمان صحیح القراۃ صحیح الطہارۃ مرد و عاقل بالغ غیر معذور امامت کر سکتا ہے یعنی اُس کے پیچھے نماز ہو جائے گی اگرچہ بوجہ فتن و غیرہ مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہو توجوza الصلاۃ خلف کل برد فاجر کے یہی معنی ہیں مگر جمعہ و عیدین و کسوف میں کوئی امامت نہیں کر سکتا اگرچہ حافظ قاری متقی وغیرہ فضائل کا جامع ہو مگر وہ جو حکم شرع عام مسلمانوں کا خود امام ہو کہ بالعموم ان پر استحقاق امامت رکھتا ہو ایسے امام کا ماذون و مقرر کردہ ہو اور یہ استحقاق علی الترتیب صرف تین طور پر ثابت ہوتا ہے اولاً وہ سلطان اسلام ہو ثانیاً جہاں سلطنت اسلام نہیں وہاں یہ امامت عامہ اس شہر کے مسلم علمائے دین کو ہے ثالثاً جہاں یہ بھی نہ ہو وہاں بجمہور عام مسلمان جسے مقرر کر لیں بغیر ان صورتوں کے جو شخص نہ خود ایسا امام نہ ایسے امام کا نائب و ماذون و مقرر کردہ اُس کی امامت ان عازوں میں اصلاح صحیح نہیں اگر امامت کے کا نماز باطل محض ہوگی جمعہ کا فرض سر

رہ جائے گا ان شہروں میں کہ سلطان اسلام موجود نہیں اور تمام ملک کا ایک عالم پر اتفاق دشوار ہے اعلم علمائے بلد کہ اُس شہر کے سنی عالموں میں سب سے زیادہ فقیہ ہونا کے مثل مسلمانوں کے کاموں میں اُن کا امام عام ہے اور بحکم قرآن عظیم اُن پر اُس کی طرف رجوع اور اُس کے ارشاد پر عمل فرض ہے جمہ و عیدین و کسوف کی امامت وہ خود کرے یا جے مناسب جانے مقرر کرے اُس کے خلاف پر عوام بطور غلطی اگر کسی امام بنالیں گے صحیح نہ ہوگا کہ عوام کا تقرر بمجبوری اُس حالت میں روا رکھا گیا ہے جب امام عام موجود نہ ہو اُس کے ہوتے ہوئے اُنکی قراردادیں کوئی چیز نہیں تنویر الابصار و در مختار باب الجمع میں ہے يشترط لجمعها سبعة اشياء الاول المصروف ثانيا والثاني السلطان او امام دولة باقامتها فتاویٰ امام عتباتی پھر حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبوعہ مصر جلد اول ص ۲۳ میں ہے اذا خلا الزمان من سلطان ذي كفاية قال الامور موكلة الى العلماء ويلزم الامة الرجوع اليهم وليصيرون ولاية فاذا عسر جمعهم على واحد استقل كل قطر باتباع علمائه فان كثروا فالمتبع اعلمهم فان استووا اقرع بينهم اشد عز وجل فرماتا ہے اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم المدين فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ آیہ کریمہ میں اولی الامر سے مراد علمائے دین ہیں نص علیہ العلامة الزرقانی فی شرح للمواہب وغیرہ فی غیرہ در مختار میں ہے نصب العامة الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر امام مع عدمہم فیجوز للضرورة فتاویٰ قاضی خاں در المختار وغیرہ میں ہے خطب بلا اذن الامام والامام حاضرا لم یجز الا ان يكون الامام امره بذلك والله تعالى اعلم

مسئلہ۔ از ریاست جادہ مکان عبد المجید خاں صاحب سررشته دار تاریخ ۱۸/۱۲/۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمہ گاہوں میں درست ہے یا نہیں۔

الجواب

جمہ و عیدین دیات میں ناجائز ہے اور اُن کا بڑھنا گناہ مگر جاہل عوام اگر پڑھتے ہوں تو اُن کو منع کرنے کی ضرورت نہیں کہ عوام جس طرح اشد رسول کا نام لے لیں غنیمت کہما فی البحر الرائق والدر المختار والحدیقة الندیة وغیرہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از خیر آباد ضلع سیتاپور محلہ میاں سرسے مدرسہ عربیہ قدیم مدرسہ مولوی سید فخر الحسن صاحب ۱۲/ذی قعدہ ۱۳۱۵ھ

خطبہ جمہ و اعیاد کا سوائے زبان عربی خواہ فارسی ہو یا دیگر زبان میں جو پڑھنے کی نسبت جناب مفتی سعد اللہ صاحب مرحوم اپنے فتاویٰ سعدیہ میں فرماتے ہیں (نزد امام ابو حنیفہ جائز و مکروہ بکراہت تترجی است) اور اسی جواب میں اختتام عبارت میں ہے (اگر کے خطبہ بقدر واجب کہ نزد صاحبین بمقدار تشدد است بعربی اداکر وہ باشد خواندن ماورائش در فارسی وغیر اُن نزد ایشان مضائقہ نداشت کما فی منہ الغفار شرح تنویر الابصار) جناب مولوی عبدالحی صاحب اپنے مجموعہ فتاویٰ کے جلد دوم میں بہت شد و منہ کے ساتھ خطبہ زبان عربی میں سنت مؤکدہ اور غیر زبان میں پڑھنے کو مکروہ تحریمی و بدعت ضالہ تحریر فرماتے ہیں مگر اُسی فتاویٰ کے جلد سوم میں مکروہ تترجی تحریر فرماتے ہیں لہذا جو خطبہ کلاً غیر زبان میں یا بعضاً مخلوط زبان عربی و زبان دیگر میں ہو پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور بدعت ضالہ یا مکروہ تحریمی یا جائز بکراہت جو حکم ہو اُس سے ہدایت فرمائی جادے۔ بینوا اتجدوا (۲) خطبہ جمہ مصنفہ حضرت مخدوم سعد الدین عروت مخدوم شیخ سعد قدس سرہ خیر آبادی خلیفہ حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنوی قدس سرہ اللہ العزیز جو مسئلہ مذکور ہے مجدد عبارت خطبہ مذکور کے (چون گفت

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بارخدا اگر گیم بر سر کشم گوئی یا بیا العزیز قمر اللیل الاقلیل انصفہ و اگر بیرون آرم گوئی
 و اھج ہم ہج اجمیلہ مراجہ باید کرد فرمان آمد اے محمد تو راحت می طلبی و ما از تو سرگردانی نخواہم و تو میخواہی کہ ہا من حساب حسرات
 بسروری و گوشہ نشینی و مای خواہم کہ مرا با تو و ترا با من صد ہزار گونہ حساب بود تو کیستی کہ خاطر جمع می خواہی حکم بر انبیائے اولین کردیم
 پھر نشانی اگر شادت بنیم گویم ان اللہ لا یحب الفاحشین و اگر دل تنگت بنیم گویم ولقد تعلم انک لیضییق صد رک با یقولون۔
 نہ سرگردانی کہ کشت خاک راست کیست کہ درس ماتم و مصیبت و قوت دارد فریاد از محو پر خاست یا الھت رب محمد لم یخلق محمدا
 و فریاد عاشقان بریں نوع است اے کاش نزادے پسرے مادر عالم بیا خود زیدی نام و نشان پدر من بڑ عاقبت ہیں دنیا سے نکالو
 و عذارہ را با بستہ نداری کہ سلطان مرسلان میں معاملہ رودہ است اس عبارت پر ایک صاحب کو جو بنظر حالت زمانہ حال ذی علم
 خیال کیے جاتے ہیں یہ اعتراض ہے کہ اس عبارت میں اہانت دینے جوتی حضرت نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام ہے جو باعث
 تکفیر قاری و سامعین خطبہ ہے کیونکہ اس مضمون کا استنباط کسی آیت قرآنی سے ہے نہ کسی حدیث سے یہ اعتراض خترض کا صحیح
 ہے یا غلط اور اگر غلط ہے تو معترض کے اعتراض کا کیا جواب ہے۔ بینوا توجروا۔

الجد

خطبہ میں غیر زبان عربی کا غلط کرنا ضرور مکروہ تنزیہی و خلاف سنت متواتر ہے اور بالکل خطبہ غیر زبان میں ہونا ایسا زیادہ مکروہ حکما
 حقیقتاً فتاویٰ میں اگر اے مکروہ تحریمی و بدعت ضلالت کہنا محض غلط و باطل و بے دلیل ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) یہ خطبہ پر حنا حرام
 اور محض بدخواہی عوام اسلام ہے۔ یہ خطبہ ہائلم کہ اس میں مذکور ہوا اصلا کسی آیت یا حدیث یا اثر کسی کتاب معتبر میں اُس کا
 پتہ نہیں نہ حضرت سیدنا محمد شیخ سعد بن من رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بروہ صحیح اُس کا ثابت ہونا معلوم اگر ایسی ہی حکایت ہے سر وہا ہے جب
 اُس کا واجب الرد ہونا خود ظاہر اور اگر خطائے نسخ نہ ہو تو اس کی بے ربطی عبارت فوراً اس کے بطلان نسبت پر دلیل زاہر مثلاً صد خطبہ میں
 اقمین شرح اللہ صدر لا سلام ومن تاب توبۃ فصوحا من التابین خطبہ ثانیہ میں لشہدان محمد اعبدا و رسولہ
 خصوصاً علی افضل الصحابہ و افضلہم بالتحقیق پھر اصل مقصد خطبہ کہ لوگوں کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے یعنی اعمال صالحہ
 کی ترغیب دینا معاصی سے روکنا یہ خطبہ اُس سے اصلاً بحث نہیں رکھتا بلکہ صراحتاً اُس کے خلاف ہے جب ہر عہد جاہل لوگ سنیں گے
 کہ اللہ عز و جل فرما چکا ہے کہ ہر کہ گواہی دہد مراد حدانیت و مرتبہ رسالت درآید بہ بہشت برہ کاریکہ او باشد اس کا کیسا بڑا اثر اُن پہ پڑے گا
 وہ سمجھ لیں گے کہ بس کلمہ پڑھ لینا کافی ہے اعمال فضول و ہمل میں پھر عوام کے سامنے یہ تین مصطلحات خاصہ صوفیہ اکرام مثل قنار بازی
 و قلندر ی و چاک دامن و عیاری کا تذکرہ کس قدر خلاف مقاصد خطبہ ہے اور ان سب بہ تراد کردوں درجہ بدتر وہ تذکرہ کہ مصطفیٰ یلدرسلین
 اکرم الاولین و الآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاب ہوا تو کیستی کہ خاطر جمع می خواہی حکم بر انبیائے اولین کردیم پھر نشانی اس سے
 صاف صاف انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی معافا اللہ حضور پر نور سیدہم الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فضیلت ٹیکتی ہے ایسے
 محاورات میں اعلیٰ ہی سے استشہاد کیا کرنے میں مثلاً کسی امیر سے کہیں تیری کیا حقیقت ہے سلاطین تو اس سے محفوظ نہ رہے اور اگر

تنزل بھی کیجیے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اگلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل نہ ہونا تو اس کا صاف کتبہ ہے یہ کیا گمراہی نہیں پھر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف راحت طلبی کی نسبت اور وہ بھی یوں کہ مرضی آئی کے خلاف اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اس فریاد کا انتساب کہ یا لیت رب محمد لم یخلق محمدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جہاں کی نگاہ سے معاذ اللہ سقوط عظمت کا باعث ہوگا اور عیاذ باللہ عقیدہ ہو تو ایمان ہی گیا کہ ایمان تو صرف اُن کی تنظیم و محبت کا نام ہے قال اللہ تعالیٰ لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتغزوہ وتقرؤہ۔ غرض کسی طرح گمان نہیں کیا جاتا کہ حضرت مخدوم قدس سرہ الکریم نے یہ خطبہ تصنیف فرمایا ہو اور اگر بالفرض حضرت محدث سے اس کا ثبوت صحیح ہو جو جہتم ہو کہ حضرت نے یہ خطبہ کہیں ذکر فرمایا تو اب نظر اس میں ہوگی کہ آیا بر سبیل نقل و حکایت ہے یا بر بنائے کشف والہام۔ بر تقدیر اول جبکہ مدار روایت پر رہا تو مسئلہ علوم ظاہرہ کے دائرہ میں آگیا صحت سند و کار ہوگی اور کسی ولی معتبر کا کوئی نام معتبر کھائی کسی سے نقل فرمانا اُس کی روایت کو صحیح و واجب الاعتقاد نہ کرنے کا وہذا اما اعتد روا بہ عن الامام محمد بن الغزالی قدس سرہ العالی فی ایرادہ الاحادیث الواحیۃ فی الاحیاء مع جلالة قدرہ فی العلوم الظاہرة والباطنة مولیٰ بحر العلوم ملک العلماء قدس سرہ فوائغ الرغبت بشرح مسلم التیوث میں فرماتے ہیں رقیل کثیرا ما یوجد العدول فی غیر الاثمة علم من عادتهم انهم لا یدرون الا عن عدل (فارما لہم ایضا یقتضی تعدیل من روادعہم فیکون حجة کا رسال الاثمة فلا فرق (اقول) لا انہم ووجود العدول بالصفة المذكورة فی غیر الاثمة بل العدول من غیر ہم لا یمیلون عن احد وا درووا الا تری الشیخ علاء الدولة السہبانی قدس سرہ کہہ اعمد علی رثن الہندی وای رجل یکون مثله فی العدالة (ولو سلم فذلک یرغمہم وکثیرا ما یخلون) فینظرون غیر العدول عدلا اور اگر بغرض غلط یہ بھی تحقیق ہو جائے کہ حضرت مخدوم قدس سرہ المکرم نے بر بنائے کشف والہام یہ خطبہ ذکر فرمایا تو بجز شریعہ غلامان بارگاہ اولیاء اُن میں نہیں کہ کشف والہام کو باطل یا نامعتبر ٹھہرائیں احتمال خطبہ کشف مبتدین وادساطین ہوتا ہے اکابر واصلین نفعا اللہ تعالیٰ ببرکاتہم فی الدنیا والاخرة والدین کا کشف حتمیٰ والہام مبین حق و صحیح ہوتا ہے مولیٰ بحر العلوم ملک العلماء قدس سرہ فوائغ میں فرماتے ہیں ان تاملت فی مقامات الاولیاء ومواجیدہم واذواقہم مکفومات الشیخ محی الدین وقطب الوقت السید محی الملة والدین السید عبد القادر الجیلانی الذی قدمہ علی رقاب عکلی ولی والشیخ سہل بن عبد اللہ الشتری والشیخ ربی مدین العربی والشیخ ابی یزید البسطامی وسید الطائفة جنید البغدادی والشیخ ابی بکر الشیبلی والشیخ عبد اللہ الانصاری والشیخ احمد النامقی الجامی وغیرہم قدس سرہ اور علمت علم یقین ان ما یلہمون بہ لا ینطبق علیہ احتمال وشبهة بل هو حق حق مطابن لما فی نفس الامر ویکون مع خلق علم ضروری انہ من اللہ تعالیٰ لکن لا ینالون ہذا الوعاء من العلم الا بالمدد المحدثی وتابیدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالذات من غیر وسیلة الی اخو ما افادوا جاد علیہ رحمة الملائک الجواد اب یہ خطبہ اُن مقامات راز نیاز سے ہوگا جو مولیٰ دعبہ و محبوب و محبوب ہیں ہوتے ہیں جن میں دوسرے کو دخل دینا حرام اُنہیں نقل مجلس بنانا حرام بلکہ بحال فساد نیت کفر صریح بلا کلام۔ بجلا یہ تو ایک خطبہ کشفیہ ہوگا امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک شخص کو کہ سودہ میں شریف کی

تلاوت بکثرت کرتا زبردست یہ فرمایا امام ابن الحاج کی مدخل میں فرماتے ہیں قد قال علماء نازحة الله تعالى عليهم ان من قال
عن نبي من الانبياء عليهم الصلاة والسلام في غير التلاوة والحديث انه عصي او خالفت فقد كفر فعوذ بالله من ذلك وقد
قال الامام ابو عبد الله القاسمي رحمه الله تعالى في كتاب التفسير له حين تكلم على قوله وطفقا يخصفان عليهما من
دون الجنة الآية في سورة طه قال القاضي ابو بكر ابن العربي رضي الله تعالى عنه لا يجوز لاحد منا اليوم ان يخبر بهذا
عن ادم عليه الصلاة والسلام الا اذا ذكرناه في اثناء قوله تعالى عنه اقول نبيه صلى الله تعالى عليه وسلم فاما ان
نبتدئ ذلك من انفسنا فليس بما نؤلفنا في اباؤنا الذين بيننا المعاملتين لنا فكيف يا بيننا الا قدم الاعظم الاكبر
النبي للمقدم صلى الله تعالى عليه وسلم وعلى جميع الانبياء والمرسلين انهي علامه شهاب غياثي شمس الرياض شرح لغزائے
قاضی عیاض میں فرماتے ہیں الدعاء بما (ای بالمغفرة) له صلى الله تعالى عليه وسلم من امتلا ينبغي لا يحامه القصور كاللذ
له بالرحمة واما قول الله تعالى ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر وداوود عاوة لنفسه بالمغفرة فلا يقاس عليه
حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ مدارج النبوت شریف میں فرماتے ہیں بانکہ اینجا ادبے وقاعدہ البیت
کہ بعضیے از احفاد و از اہل تحقیق ذکر کردہ اند و شاخت آن در عایت آن موجب حل اشکال و سبب سلامت حال است و آن اینست کہ
اگر از جناب ربوبیت جل و تعالیٰ خطابی و عتابی و سطوتی و سلطنتی و استغنائی واقع شود مثل انک لا تعدی و لیجعلن عملک
ولیس لك من الامر شیء و تربد زینۃ الحیوة الدنیا و امثال آن یا از جانب نبوت عبودیت یا انکسارے و افتقارے و عجزے
و مسکنتے بوجود آید مثل انما انا بشر مثلکم اغضب کما یغضب العبد و لا اعلم ما وراء هذا الجدار و ما ادری ما یفعل
بی و لا بکم و مانند آن ما را نباید در آن دخل کنیم و اشتراک جوئیم و انبساط نائیم مگر ہمداد و سکوت و قاشی توقف نائیم
خواجہ رامی رسد کہ بابتہ خود ہرچہ خواہد گوید و بکند و استعلا و استیلا ناید و ہمندہ نیز با خواجہ بندگی و فروغی کند و گیسو ہر حال
و یارائے آنکہ درین مقام درآید و دخل کند و ہمداد بیرون رود این مقام پانزہم یا سزے از ضنقا و ہلا و سبب تضرع و تضرع است
ومن الله العصمة والعون والله تعالى اعلم۔

مسئلہ - از افریقہ جو ہانس برگ مرسلہ محمد ابراہیم صاحب شافعی ۱۳ شعبان ۱۳۲۶ھ

امام حنفی ہے اور مقتدی شوافع بھی ہیں اگر خطبہ اولی جمعہ میں امام اوصیکم بتقوی اللہ نہ پڑھے اور درود شریف نہ پڑھے تو
شوافع کی نماز تمام ہوگی یا نہیں۔

الجواب

مذہب شافعی پر شافعی کی نماز نہ ہوگی کہ وصیت و درود ان کے نزدیک ارکان خطبہ سے ہیں اور خطبہ بالاتفاق شرط صحت نماز جمعہ
جب رکن فوت ہوئے خطبہ نہ ہوا جب خطبہ نہ ہوا نماز نہ ہوگی کتاب الانوار میں ہے نصہۃ الجمعة وراء الشروط العامة شرطی ان
قال الساج خطبتان قبل الصلوة و ارکانہما خمسة حمد الله تعالى الثاني الصلوة على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم

الثالث الوصیۃ بالطاعة والتقویٰ اہ ملقطاً اسی میں ہے لھذا الاقتداء شرط الاول انیکون الامام متطہراً مسلماً الثاني ان تصح صلواتہ باعقاد الماموم فلو اقتدی الشافعی بالخنفی وقد مس فرجہ او ترک البسملۃ او الخنفی بالشافعی الذی اقصد او احتجم ولم یوصنا بطلت صلواتہ اہ مختصراً فتاویٰ امام ابن حجر کی شافعی میں ہے ان علم انہم یترکون بعض الارکان او الشرط لم یصح منہم جمعة فلا یجوز ان یصلی معهم ترک ورود تو سخت نہ ہے دو خطبہ میں اگر نام اقدس نہ لیا ضمیمہ التفتاکی مثلاً صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو امام مذکور نے بطلان خطبہ و نماز ثابت کیا اسی طرح ان کے شیخ حضرت شیخ الاسلام زکریا انصاری قدس سرہ نے شرح ہجود شرح اروض و شرح شیعہ میں ذکر فرمایا کما ہو مذکور کلا فی فتاواہ الکبریٰ آدمی کہ تہتا نماز پڑھے اُسے بالاجماع مستحب ہے کہ جلا اللہ اکرام عنہ تعالیٰ غنم کے مذاہب کی حتی الامکان رعایت رکھے اور حتی الامکان کے یہ معنی کہ جہاں تک اُس کی رعایت میں اپنے مذہب کا مکروہ لازم نہ آئے کما فی علیہ فی غیر ما موضع فی رد المحتار و فی المسائل الملتقط للملا علی القادی و غیرہا نہ کہ وہ امور جو اپنے مذہب میں سنن و مستحب اور دوسرے مذہب الہ حق میں فرض ہوں کہ اب تو اُس کا ترک سخت جہالت نہ کہ امام کدوسرے مذہب کے اہل سنت بھی اُس کے مقتدی ہوں اُسے تو حتی الوسع اُس مذہب کی رعایت کمال ہم و موکد ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بریلی محلہ بہاری پور مسئلہ جناب نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب بہر صفا المظفر ۳۳۰

جمعہ کے دن چند آدمیوں نے مل کر مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کی بعدہ اور دس بارہ آدمی آگئے انہوں نے بھی اذان و اقامت خطبہ کے ساتھ اسی مسجد میں نماز جمعہ ادا کی پھر دس بارہ آدمی آگئے انہوں نے بھی ایسا ہی کیا تو دوسری تیسری جماعت الوں کا جمعہ ادا ہو گیا یا نہیں نقطہ بینہ تو جروا

الجواب

نماز جمعہ و عیدین مثل عام نمازوں کے نہیں کہ جسے چاہا امام کر دے نماز ہو گئی ان کے لیے ضرور ہے کہ امام خود سلطان اسلام ہو یا اُس کا مقرر کردہ اور یہ نہ ہوں تو بصورت وہاں کے عام مسلمانوں نے جسے امامت جمعہ کے لیے معین و مقرر کیا ہو تو ان تینوں جماعتوں میں جس کا امام امام معین و مقرر کردہ جمعہ تھا اُس کی اور اُس کے مقتدیوں کی نماز ہو گئی یا قیوں کی نہیں اور اگر کسی کا امام ایسا نہ تھا تو کسی کی نہ ہوئی مثلاً سرلہ مسجد ہے دس بارہ یا گیارہ گروے ایک نے آگے ہو کر نماز جمعہ پڑھائی پھر کچھ اور آئے انہوں نے بھی ایسا ہی کیا پھر دس میں جماعتیں ہوئیں جمعہ ایک کا بھی نہ ہوا ان فرض ظہر سب کے ذمہ رہا نہ مختار میں ہے الجمعة لیشرط لصحتها السلطان او مامورہ باقامتها ونصب العامة غیر معتبر مع وجہ من ذکر امام مع عدمہ فیجوز للضرورة اہ ملقطاً واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از گندھ تحصیل سوئی تپ ضلع دہلیک حاکم احمد حسین صاحب امام مسجد ۳۳۰ رضوی الحجہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے بعد امام اول کا خطبہ پڑھنے کے جلسہ کرتا ہے اُس جلسہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتا مذہب حنفی میں جائز ہے یا نہیں اور اگر ناجائز ہے تو کس وجہ کا مکروہ تحریمی یا مکروہ دیر میان خطبتین کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بدعت اور حرام بتاتا ہے یہ حقیقہ زید کا موافق شرع شریف کے ہے یا نہیں۔

الجواب - زید کا قول باطل ہے دونوں خطبوں کے بیچ میں امام کو دعا مانگنا تو بالاتفاق جائز ہے بلکہ خود میں خطبہ میں حضور اقدس

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مہینہ کے لیے دونوں دست اور بلند فرما کر دعا مانگنا کتب صحاح میں موجود ہے مقتدیوں کے بارہ میں مذہب حنفی میں اختلاف ہے امام ابو یوسف و امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما بلاشبہ ان کے لیے بھی جائز فرماتے ہیں اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دور روایتیں آئیں ایک مطابق قول صاحبین کہ امام کے نزدیک بھی مقتدیوں کو بین الخطبتین دعا مانگنا جائز ہے امام سغنی نے ہنایہ و امام اکمل الدین بابر نے عنایہ شروح ہدایہ میں فرمایا ہا الصحیحہ یہی صحیح ہے سنتھا خمسة عشرة رابعہا التعوذ فی نفسہ قبل الخطبۃ سادستھا البدایۃ بحمد اللہ تعالیٰ الخ پھر کوئی ایسا امر نہیں جس پر تشدد ضروری ہو بزمی کھایا جاوے اگر نہ مانے تو گروہ بندی و اثارت فتنہ کی حاجت نہیں واللعنتۃ کبر من القتل واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از جیل کان پور مرسلہ کلن خاں جمعدار ۱۲، شوال ۱۳۳۱ھ

حضرت اقدس مدظلہ العالی بعد عرض تسلیم بصد تعظیم گزارش ہے کہ جیل میں جہاں پانچ چھ سو آدمی قیدی و حوالائی اور ملازمین رہتے ہیں نماز جمعہ ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں جہاں پر صوم و صلاۃ کی جامعہ کو عام اجازت ہے اس میں روک ٹوک نہیں مگر باہر کے لوگ پھر اجازت اندر نہیں آسکتے اندر کے باہر جاسکتے ہیں پس جو مسلمان اندر جیل کے ہیں اور جن کی تعداد سو سے نائید ہے جمعہ کے روز جامعہ سے نماز جمعہ ادا کریں یا نماز ظہر کی امید کہ بواپسی ٹاگ جواب سے سرفرازی بخشی جاوے۔ زیادہ حداد

الجواب

جمعہ کی ایک شرط اذن عام ہے جیل میں کوئی نہیں جاسکتا تو اس میں نماز جمعہ ناممکن و باطل ہے اور ظہر کی جامعہ بھی ان کو جمعہ کے دن جائز نہیں جبکہ جیل حدود و شہر میں ہو بلکہ ہر شخص تنہا نظر پڑھے ملازم ہو یا مآخذ ہاں جیل بیرون شہر ہو تو ظہر جامعہ پڑھیں تو بلا حصار میں ہے بشرط لصحتہا الاذن العام فلو دخل امیر حصنا و اعلن بابہ و صلی باصحابہ لم تنقض در ثمار میں ہے کہ تھو بیما ملعدوزو مسجون و مسافرا و اظہر بجماعۃ فی مصر قبل الجمعۃ و بعدھا و هو مسجون و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جہاں پر حکم مصرود کھتا ہے اور بنا پر قول معتبر کے وہاں جمعہ ہوتا ہو ان میں احتیاط ظہر پڑھنا چاہیے یا نہیں اور جو لوگ اس کو نہیں پڑھتے ہیں جمعہ پڑھنے سے ظہر قاطع ہوتے ہیں یا نہیں اور اگر اس کا ثبوت شرع میں ہو تو اس کو کس نیت سے پڑھنا چاہیے اور جو اس کا مانع ہو از روئے شرع شریف کے کیا حکم ہے۔ بینوا بالذلائل الشرعیۃ و توجروا بالبراہین العقلیہ۔

الجواب

بلاشبہ اسلامی جو مصر ہو اور وہاں ایک ہی جگہ جمعہ ہوتا ہو امدام میں کوئی شبہ ناجوازی امامت کا نہ ہو وہاں احتیاطی ظہر پڑھنا منع و جہت ہے مگر یہ بات آج عامہ بلاد میں کہیں نہیں سوا حرمین شریفین و غیرہ بعض بلاد کے وہاں جمعہ متعدد جگہ ہوتا ہے جس نے سب سے اول جماعت میں پڑھا اُسے احتیاطی ظہر کی اجازت نہیں اور جہاں مصرعہ میں شبہ ہو یا امام یا اُس کی اذنیہ میں یا جمعہ متعدد جگہ ہوتا ہو اور اپنی جماعت سب سے پہلے ہونا معلوم نہیں وہاں اگر شبہ ضعیف ہے احتیاطی ظہر مستحب ہے اور قوی ہے تو واجب مگر اس کا حکم خاص کے لیے ہے

عوام کو حاجت نہیں تھملا لیا ضرور الادی حفاۃ الاقوی خواص یہ نیت کریں کہ پچھلی وہ ٹکڑی میں نے پائی اور ادانہ کی اور یہ خطرہ بھی نہ گئے پائے کہ جمعہ ہو گیا تو یہ میرے نقل میں اور فرض نہ جمعہ کے نیت کے وقت اصلاً تردد ہو کہ تردد منافی نیت ہے جو منہ کی جگہ منہ کرتا ہے حرج نہیں بلکہ جو انتخاب کی جگہ منہ کرتا ہے اہم ہے بعد وجہ کے محل پر منہ کرتا ہے تو گنگا کا ہے و تفصیل المیسالۃ فی فتاونا و ما للہ التوفیق واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - شیخ مصلح بیخود مرسلہ محمد عبدالحی سوداگر جنت ۲۹ محرم ۱۳۲۷ھ

جس جامع مسجد میں ایسا امام نازہ پڑھا تا ہو جو صاحب جاہلا ہے اور دوسری جائداد سودی روپیہ لے کر خریدی اور اس کے بدلے کو چند اشخاص اہل شہرچن کا نذر زیادہ ہے پس نہ نہیں کرتے بلکہ اگر کوئی اس بابت ذکر بھی کرے تو خوف فتنہ کا ہے ایسی صورت میں شہر میں کسی محلہ کے آدمیوں کو متفق ہو کر کسی دوسرے مسجد میں جمعہ کا ادا کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بدینا و تجرورا

الجواب

اگر اس امام کے بدلے پر قدرت نہ ہو تو شہر میں دوسری جگہ ہاں کوئی امام صالح امامت جمعہ پڑھا تا ہو وہاں جانا واجب ہے اور اگر شہر میں دوسری جگہ جمعہ ہی نہ ہو یا وہ امام بھی ایسی ناقابل امامت ہوں تو نیا امام سنی صحیح العقیدہ صحیح خوں صحیح الطمانہ مسائل کی فاسخین نہ ہو مقرر کریں اور اس کے پیچھے جمعہ و عیدین پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از حیدر آباد دکن محلہ سلطان پورہ مکان ۲۹۵۵ھ مرسلہ مولوی محمد عبد الجلیل صاحب نعمانی مہتمم امور مذہبی ۲۰ صفر ۱۳۲۷ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شیعہ متین اس مسئلہ میں کہ خطبہ جمعہ و عیدین عربی عوام نہیں سمجھ سکتے ہیں کیا ان کے محاذ سے اردو زبان ہی میں پڑھا جا سکتا ہے۔ بدینا و تجرورا ان اجر کر علی اللہ تعالیٰ۔

الجواب

زمان بکثرت نشان حضورہ زید سید الانس والجان علیہ و علی آلہ افضل الصلوٰۃ والسلام سے حمد صحابہ کرام و تابعین عظام و ائمہ اعلام تک تمام قرون و طبقات میں جمعہ و عیدین کے خطبے ہمیشہ خالص زبان عربی میں مذکور و توارثاً ایک صحابہ دین بعد ہم من الخیر الکرام کے زبانوں میں ہزار ہا بلاجمہ فرماتے ہزار ہا جماع نہیں ہزار ہا نصیب ہوئے حاضرین اہل عجم ہوئے اور ان حضرات میں بہت وہ تھے کہ مقتضیٰ کی زبان جانتے اس میں ان سے کلام فرماتے یا انہم کہیں مروی نہ ہو کہ خطبہ غیر عربی میں فرمایا یا دونوں زبانوں کا ملایا ہو کما ذکرہ الشاہ ولی اللہ الدہلوی فی شرح الموطا مطلقاً سنت متوارثہ کا خلاف ناپسند ہے فی الدر المختار ان المسلمین توارثوا فوجہ اتباع محمد ام ای ثبت و تاکد نہ کہ ایسی سنت ہاں یا وصفت تحقق حاجت جانب خلاف رخ نہ فرمایا ہو کہ اب تو اس کا خلاف ضرور مکروہ و اسارت ہوگا **اقول** و تحقیق ان التذکیر بالجمعیۃ کان المقضیٰ لہ بعینہ موجودا و المانع مفقودا ثم لم یفعلوا و کان ذلک کما منہم لا ترکا و الکف فعل و الفعل یجری فیہ التوارث بخلاف التذکیر اذ لا معنی لتوارثہ و لا ممانع للتأسی فیہ لانه غیر مفعول و لا مقدور کما فی علیہ الا کا بر الصد و قال فی الاشباہ والنظائر التذکیر لا یتقرب بجا الا اذا صار الذکر کما هو فعل

وہوالمکف بہ فی النہی لا التکرب بمعنی العدم لانہ لیس داخل تحت القدرۃ للعبد کما فی التقریب اھ اسی تحریر اصول الامام
الحقن حدیث اطلق رحمہ اللہ تعالیٰ اتقن هذا فانہ من اجل المهمات اذان ضرور بلانے اور لوگوں کو اطلاع وقت دینے کیلئے ہے
مگر غیر عربی میں ہو تو ہرگز اذان ہی نہ ہوگی اگرچہ مقصود اعلام حاصل ہو جائے کہ اذان صرف سنت تھی جب فی نفسہ برفلان سنت ہوئی راساً
وقت ہو گئی تو یہ میں ہے الاذان اعلام مخصوص علی وجہ مخصوص بالفاظ کذلک رد المحتار میں ہے اشاری اذہ لا یدعی بانفسہ
وان علوانہ اذان وهو الاظہر والا صم کما فی السراج خلیہ ضرور وعظمت ذکر کے لیے ہے چہ نماز ذکر کے لیے ہے قال اللہ تعالیٰ
اقم الصلوۃ لذکرہ اور خود قرآن عظیم کہ اُس کا تو نام ہی ذکر حکیم ہے اور اس کے نہ سمجھنے پر سخت انکار فرما ہے افلا یبند برون القرآن
ام علی قلوب اقلعنا پھر جس کی سمجھ میں عربی نہ آئے نہ اُس کے لیے نماز و قرآن اور بابت فکر یا انگریزی کر دے جائیں گے نہ خطبہ و
اذان۔ اُس کا اپنا قصہ ہے اُس کا دین عربی بنی عربی کتاب عربی بجز عربی اتنی بھی نہ سیکھی کا ہمارا دین کچھ سکھانگریزی کی حالت دیکھے
اُس پر کیسے اندھے پاؤں ہو کر گرتے ہیں کہ دوسرے کمانے کی امید ہے اور عربی جس میں دین ہے ایمان ہے اُس سے کچھ غرض نہیں اشد
ترغیب و ہدایت بخشے۔ آمین واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از پہلی بھیت محلہ بھورے خاں مرسلہ حاجی عزیز احمد صاحب، روضہ ۳۳۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان ثانی جمعہ کے دن امام کے قریب اند مسجد کے جو مروج ہے اس میں کراہت یعنی
کراہت تحریمی ہے یا تتریبی۔ تفصیل حوض قاضی مسجد ہے یا داخل مسجد۔ ایذا و دو کی حدیث میں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اور شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے وقت میں باب مسجد پر اذان کا ذکر ہے اُس وقت تک اذان اول شروع تھی یا نہیں اگر اُس وقت میں
صرف ایک اذان تھی تو جب سے دوسری اذان شروع ہوئی اُس وقت بھی بقیہ خلفائے راشدین کے وقت میں اذان ثانی باب مسجد
پر ہوتی تھی یا امام کے مفضل سب کے پاس۔ بدینا تو جروا

الجواب

یا علمائے کرام نے کراہت کہی اور اُسے مطلق رکھا اور مطلق کراہت غالباً کراہت تحریم پر محمول ہوتی ہے یہ عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں اذان دو بار مسجد پہنچا کی اور کچھ دھند سے منقول نہ خلفائے راشدین سے کہ مسجد کے اندر
اذان کہلوائی ہو اور عادت کمر لیتے تھے کہ مکہ تشریف کو بھی بیان جواز کے لیے کہی اختیار فرماتے پھر اُس میں ترک ادب بارگاہ الہی
ہے والعلوہ بالحق عند اللہ۔ حوض قدیم کی تفصیل فتاویٰ مسجد ہے نہ عین مسجد نہ اُس پر وضو ناجائز ہو تا اور فتاویٰ مسجد
میں اذان جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ یہ صدر خلافت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک وہی ایک اذان خلیہ تھی
انہوں نے اذان اول ناؤ فرمائی مگر اذان خلیہ میں کوئی تبدیلی نہ کی کسی خلیفہ راشد سے اُس میں کوئی تغیر منقول امام ابن ماجہ
کی نے مدخل میں ہشام بن عبد الملک بادشاہ مروانی کی نسبت کہا کہ اُس نے سنت کو بدلایا اس کا زمانہ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے اتنی برس بعد ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - مسئلہ مولوی فضل الرحمن صاحب الزجھانی صدر باندہ فیروز پور پنجاب ۱۹ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ قمرہ الذیل میں کہ ایک قلعہ میں جہاں عام لوگوں کو جانے کی اجازت نہیں اور نہ ملازمان کو! ہر بجز وقت معینہ کے بچلہ پانچ صدر مردان سلطان ملازمان کے ایک جماعت ہاں نماز جمعہ باجائز شہرہ گزشت قائم کرتی ہے وہاں بنائے مسجد نہیں ہے نیز متصل قلعہ مذکور کے شہر اور چھاؤنی صدر بازار میں چند جگہ دیگر مساجد میں جمعہ پڑھا جاتا ہے کیا اس جماعت کا جمعہ ادا ہو جاتا ہے بعض علمائے دین نے بحوالہ فتاویٰ عالمگیری و رد مختار بباعث عدم اذن عام اور باعث مکرر کہ مجوسین وغیرہ کا مقیس علیہ قرار دے کر عدم جواز اور نادرست ہونے جمعہ کا فتویٰ دیا ہے اور بعض نے بحوالہ عبادت شامی کہ قلت ویفنی ان یکول محل التراع ما اذا كانت لا تقام الا فی محل واحد اما لو تعددت فلا لانه لا یحقق التقویت کما افادہ التعلیل تامل درست ہونے نماز جمعہ کا فتویٰ دیا ہے۔ بینوا بالدلیل توجروا بالا جواز الجوزیل۔

الجواب

صورت متفقہ میں جبکہ قلعہ کی بندش ہے باہر کا کوئی شخص نماز کے لیے اس میں نہیں جاسکتا تو اذن عام نہ ہوا اور اذن عام فی نفسہ شرط جمعہ ہے علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ قول کسی سے نقل نہ فرمایا بلکہ ان کا اپنا خیال ہے جسے وہ قائلت سے شروع فرماتے ہیں اور خداؤں کو بھی اس پر وثوق نہیں کہ آخر میں تامل کا حکم فرماتے ہیں علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اہل بحث نہیں ان کی بحث کا اگر مسئلہ منصوصہ کے خلاف ہونا معلوم نہ بھی ہوتا ہم وہ ایک بحث ہے جو بحث نہیں ہو سکتی ذکر جب ان کی بحث مخالف منقول و منصوص واقع ہے کہ ایسی بحث تو امام ابن الہمام کے بھی مقبول نہیں ہوتی جس کی خود علامہ شامی نے جابجا تصریح فرمائی کما بینا فی کتابنا فصل القضاء فی رسم الافتاء بلاء بشریت یہ بحث اسی طرح واقع ہوئی فقیر نے رد المختار پر اپنی تعلیقات میں اس مسئلہ کی بحث تمام کر دی ہے اس میں یہاں صرف چند کلمات کافی ہیں کہ امام مالک علیہ السلام کے مسودہ کاشانی کتاب تطایب بدلتے اور ان کے سوا اور ائمہ اپنی تصانیف میں اور ان سب سے امام ابن امیر الحاج علیہ السلام میں نقل فرماتے ہیں السلطان اذا صلی فی دارہ والقوم من امر السلطان فی المسجد الجامع قال ان فتح باب دارہ جاز و تكون الصلاة فی موضعین ولولم یاذن للعامة و صلی مع جیشہ لا تجوز صلاة السلطان و تجوز صلاة العامة و کچھ یہ نص صریح ہے احمدیہ کی نقل اور محرم مذہب امام محمد سے بلا خلاف منقول کہ قلعہ سے باہر بھی جمعہ ہوا اور قلعہ میں بھی سلطان نے پڑھا اگر قلعہ میں آئے کا اذن عام دیا تھا تو دونوں جیسے صحیح ہو گئے ورنہ باہر کا جمعہ صحیح ہوا اور قلعہ کا باطل صاف ثابت ہوا کہ اذن عام فی نفسہ شرط صحت جمعہ ہے اگرچہ جمعہ متعدد جگہ پایا جائے اور تقویت لازم نہ آئے ولین بعد النص الا الرجوع الیہ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - مسئلہ محمود حسن صاحب ازبیبی پوسٹ پانی کھلا ۲۰ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمعہ میں انشی اشخاص خفیہ اور پیش اشخاص شافعیہ ہر دو مذہب کے درمیان شافعی امام جمعہ میں خطبہ کے دو رکعت فرض پڑھا کے خفیوں نے نماز سے فارغ ہوئے بعدہ مذکور امام نے اپنے مذہب والوں کو لے کر پھر دوبارہ چار رکعت فرض نماز پڑھا اسے لیکن ہر دو مذہب والوں کے ساتھ دو رکعت فرض پڑھنے سے شافعیہ مذہب کی نماز جائز ہوتی ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر وہ امام شافعی المذہب نیت جمعہ میں شک و تردد کو راہ نہیں دیتا خالص صحیح نیت فرض جمعہ کی کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے جبکہ فرائض مذہب حنفی کا پابند ہو مثلاً قصد لے کر یا زخم خواہ پھوٹا سے پیپ یا پانی بہہ کر ضرور وضو کر لیتا ہو وہ درود سے کم پانی نہیں اگر نجاست پڑ جائے اس سے طہارت نہ کرتا ہو وضو میں چہارم سر سے کم کے سج پر قاصد ذکر کرتا ہو وضو کیے ہوئے پانی سے دوبارہ وضو نہ کرتا ہو و علیٰ ہذا القیاس اگر ان باتوں کی رعایت کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے اگرچہ ادلی حنفی کے پیچھے ہے اور اگر رعایت نہ کرتا ہو تو اس کے پیچھے حنفی کی نماز باطل ہے اور اگر کچھ نہ معلوم ہو تو مکروہ ہے کما حق کل ذلک فی الجہود والدروغیر ہما اور اگر جمعہ کی نیت کے ساتھ شک کرتا ہو تو اس کے پیچھے جمعہ مطلقاً باطل ہے کہ لانیۃ الا بالعزم ولا عزم مع الشک واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از پبلی ہیٹ محلہ محمد شیر خاں مسلولہ عبداللطیف خاں صاحب ۲۲ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک جامع مسجد کے امام معین کے بغیر اذن دوسرے شخص نے خطبہ پڑھا اور نماز جمعہ بھی امام معین کے بے اذن پڑھائی اور امام مذکور اس میں شریک نہ ہوا اس صورت میں وہ نماز ہوئی یا نہیں اگر نہ ہوئی تو تکرار کی قضا فرض ہے یا نہیں - بینوا توجروا

الجواب

ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ بے اجازت خطیب معین دوسرا شخص خطبہ نہیں پڑھ سکتا اگر پڑھے گا خطبہ جائز نہ ہوگا اور خطبہ شرط نماز جمعہ ہے جب خطبہ نہ ہوا نماز بھی نہ ہوئی علیگری میں ہے رجل خطب یوم الجمعة بغیر اذن الامام والامام حاضر لا یجوز ذلک الا ان یکون الامام امرہ بذلك کذا فی فتاویٰ قاضی خاں اور تصریح فرماتے ہیں کہ امام معین کے بغیر اذن اگر کوئی شخص نماز جمعہ پڑھائے تو نماز نہ ہوگی مگر اس صورت میں کہ امام اس نماز میں شریک ہو جائے فتاویٰ سراجیہ و در مختار میں ہے لو صلے احد بغیر اذن الخطیب لا یجوز الا اذا اقتدی بہ من له ولاية الجمعة یہاں کہ خطبہ بھی بے اجازت امام پڑھا گیا اور نماز بھی بے اس کی اجازت کے پڑھائی گئی اور امام اس میں شریک نہ ہوا تو دو وجہ سے وہ نماز ناجائز ہوئی ان پر نظر کی قضا لازم ہے - واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہم جمل مجدہ الترواحکم

مسئلہ - مولوی نعیم الدین صاحب از مراد آباد ۲۸ صفر ۱۳۳۲ھ

حضور عالی سلام نیاز - میں جمعہ کی نماز قلعہ کی مسجد میں پڑھا ہوں اس مسجد کا وسیع صحن ہے مسجد سے باہر راستہ ہے جو ایک بانس کے قریب مسجد کے فرش سے بچا ہے کوئی جگہ ہی نہیں جہاں مؤذن کھڑا ہو سکے سخت حیرانی ہے کہ بعض ایسی مسجدیں ہیں کہ ان میں بعد صحن کے کسی دوسرے شخص سے نہ دو غیرہ کی دیواریں ہیں کہ ان دیواروں میں منہ نہ نہیں بنایا جاسکتا ایسی صورت میں کیا کیا جائے - بینوا توجروا

الجواب

اللہم ہدایۃ الحق والصواب یہاں دو سنتیں ہیں ایک محاذات خطیب دوسرے اذان کا مسجد سے باہر ہونا جب ان میں تعرض ہو اور جمع نامکن ہو تو رنج کو اختیار کیا جائے گا کما هو الضابطۃ المستقرۃ الغیر المثلثۃ یہاں رنج و اتوی سنف ثانیہر بوجہ

اولا مسجد میں اذان سے نہی ہے قاضی خاں و خلاصہ و خزائنہ المفتین و فتح القدير و بحر الرائق و برجندی و علمگیری میں ہے لا یؤذن فی المسجد نیز فتح القدير و نظم و مخطاوی علی المراقی و غیرہ میں مسجد کے اندر اذان مکروہ ہونے کی تصریح ہے اور ہر مکروہ منہی عنہ ہے رد المحتار میں قبیل احکام مسجد ہے لا یلزم منه ان یکون مکروہا الا بہی خاص لان الکراہۃ حکم شرعی فلا بد لہ من دلیل اور اجتنب ممنوع این مطلب سے اہم و اعظم ہے اشباہ میں ہے اعتناء الشرع بالمنہیات اشد من اعتناءہ بالامورات ولذا قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا امرتکم بشئ فاقوامتہ ما استطعتم وان نہیتکم عن شی فاجتنبوہ وروی فی الکشف حدیثا للترك ذرة معا فی اللہ تعالیٰ عنہ افضل من عبادۃ الثقلین ومن ثم جاز ترك الواجب دفعا للشفقة ولم یسمح فی الاقدام علی المنہیات **ثانیاً** محاذات خلیب ایک مصلحت ہے اور مسجد کے اندر اذان کہنا مفسدت اور جلب مصلحت سے سلب مفسدت اہم ہے اشباہ میں ہے درء المفسد اولی من جلب المصلح وجہ مفسدت ظاہر ہے کہ دربار ملک ملک جل جلالہ کی بے ادبی ہے شاہد اس کا شاہد ہے دربار شاہی میں اگر چہ دارین مکان اجلاس میں کھڑا ہوا چلائے کہ درباریہ چلو سلام کو حاضر ہو ضرور گستاخ بے ادب ٹھہرے گا جس نے شاہی دربار نہ دیکھے ہوں وہ انھیں کچریوں کو دیکھ لے کہ مدعی مدعا علیہ گواہوں کی حاضری کمرہ سے باہر پکاری جاتی ہے چپراسی خود کمرہ کچری میں کھڑا ہو کر چلائے اور حاضر یاں پکارے تو ضرور سختی سزا ہوا دیا ہے اہم ادب میں شرعاً عرف معبود فی الشاہد ہی کا لحاظ ہوتا ہے محقق علی الاطلاق فتح القدير میں فرماتے ہیں یحال علی المعہود من وضعها حال قصد التعظیم فی القیام والمعہود فی الشاہد منہ تحت السراۃ اسی بنا پر علمائے تصریح فرمائی کہ مسجد میں جوتا پھنے جاتا ہے ادبی ہے حالانکہ صدر اول میں حکم نہ تھا فتاویٰ سراجیہ و فتاویٰ علمگیریہ میں ہے دخول المسجد متنعلاً مکروہ عمدۃ المفتین و رد المحتار میں ہے دخول المسجد متنعلاً من سوء الادب مسئلہ اولیٰ یعنی نائت کے نیچے ہاتھ باندھنے میں کوئی حدیث موافق نہ تھی اور ثانیہ میں حدیث برخلاف تھی با اہم امور ادب میں عرف شاہد کا اعتبار فرمایا تو جہاں خود حدیث ہی موافق ہی موجود ہے ادب معروف کا لحاظ نہ کرنا کس درجہ گستاخی و بیباکی ہے معہذا حدیث نے مسجد میں چلانے سے بھی منع فرمایا ہے بحر الرائق و رد المحتار میں ہے اخرج المنذری مرفوعاً عن ابن مسعود کہ صبیانکم و مجانینکم و بیعکم و شرارکم و فحشواکم اپنی مسجدوں کو اپنے بچوں اور دیوانوں اور خرید و فروخت اور آواز بلند کرنے سے بچاؤ قلت رواہ ابن ماجہ عن واثلہ ابن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عبد الرزاق فی مصنفہ بسند اسلم عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو اس ادب کی طرف خود حدیث میں ارشاد موجود ہے اور علمائے اس مانعت کو ذکر کے لیے بھی عام ہونے کی تصریح فرمائی در مختار میں ہے یحرم فیہ (ای فی المسجد) السوال و بیکرہ الاعطاء و رفع صوت بدن کو الا للتعقیقہ تو اصل منع ہے جب تک ثبوت خاص نہ ہو جیسے اقامت و قرات نماز لیکن یہاں شارع علیہ الصلاۃ والسلام سے اندرون مسجد اذان کا ہرگز ثبوت نہیں تو اگر کچھ اور دلیل نہ ہوتی اسی قدر اس کے بے ادبی و ممنوع ہونے کو بس تھا بلکہ شرع مطہر نے مسجد کو ہر ایسی آواز سے بچانے کا حکم فرمایا ہے جس کے لیے مساجد کی بنانا ہو صحیح مسلم شریف میں ابہر یہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من سمع

رجلا یفشد ضالۃ فی المسجد فلیقل لاردها اللہ علیک فان المساجد لم تبین لہذا جوگی ہوئی چیز کو مسجد میں دریافت کرے
اُس سے کہو اللہ تیری لگی چیز تجھے نہ ملائے مسجد میں اس لیے نہیں بنیں حدیث میں حکم عام ہے اور فقہ نے بھی عام رکھا درخت اور غیرہ میں
ہے کرۃ الشاد ضالۃ تو اگر کسی کا مصحف شریف گم گیا اور وہ تلاوت کے لیے مسجد میں پوچھتا ہے اُسے بھی یہی جواب ہوگا کہ مسجد میں اس لیے
نہ بنیں اگر اذان دینے کے لیے اُس کی بنا ہوئی تو ضرور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد کے اندر ہی اذان دلاتے یا کبھی کبھی تو اُس کا
حکم فرماتے مسجد جس کے لیے بنی زمانہ اقدس میں اُسی کا مسجد میں ہونا کبھی ثابت نہ ہویہ کیونکر معقول تو وجہ دہی ہے کہ اذان حاضری دربار پکارنے
کو ہے اور خود دربار حاضری پکارنے کو نہیں بنتا ہمارے بھائی اگر گرد میں عظمت آئی کے حضور جھکا کر آنکھیں بند کر کے براہ انصاف نظر
فرمائیں توجہ بات ایک نصف یا جنٹ کی کچری میں نہیں کر سکتے احکم الحاکمین عز وجلالہ کے دربار کو اُس سے محفوظ رکھنا لازم جانیں نہ کہ
حدیث کا وہ ارشاد پھر کتب معتدہ فقہ کی یہ صریح تصریحات کہ مسجد میں اذان منع ہے سب کچھ دیکھیں اور ایک رواج پر اڑے رہے ہیں فی النوا
بھائیو یہ آپ کی شان نہیں ثالثا محاذات خطیب ایک اختلافی سنیت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہاں نقل مختلف
ہے بکثرت ائمہ مالکیہ اذان ثانی جمعہ کے روئے بروئے خطیب ہونے ہی کو بدعت بتاتے ہیں وہ فرماتے ہیں یہ اذان بھی منارہ ہی پر
ہوتی تھی جیسے بچکانہ کی اذان علامہ خلیل ابن اسحق مالکی توضیح فرماتے ہیں اختلاف النقل هل کان یؤذن بین ید یہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم اوعلى المنار الذی نقلہ اصحابنا انہ کان علی المنار نقلہ ابن القاسم عن مالک فی المجموعۃ نقل ابن عبد البر
فی کافیہ عن مالک ان الاذان بین یدی الامام لیس من الامر القدیم امام ابن الحاج مکی مالکی مدخل میں فرماتے ہیں ان
السنة فی اذان الجمعة اذا صعد الامام علی المنبر ان یكون المؤذن علی المنار کن لا کان علی عهد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم وابی بکر وعمر وصدرامن خلافة عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم ثم زاد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا ناء اُخربا الزوراء
وهو موضع بالسوق وابقى الاذان الذی کان علی عهد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی المنار والخطیب علی
المنبر اذا ذاک ثم لما قولى هشام نقل الاذان الذی کان علی المنار حين صعود المنبر بین ید یہ یہاں تک کہ فرمایا فقد بان ان فعل
ذلك فی المسجد بین یدی الخطیب بدعة تمسک بعض الناس بما ثم صار کا نہ سنة معمول بما دلین له اصل فی الشرع
وانما هی عوائد وقع الاستئناس بما فصار المنکر لہا کا نہ یا قی بدعة علی زعمهم فان اللہ وانا الیہ راجعون علی قلب الحقائق
اھ مختصراً یعنی روشن ہوا کہ اس اذان کا مسجد میں خطیب کے سامنے کتنا بدعت ہے جسے ابتداء بعض لوگوں نے اختیار کیا پھر اُس کا ایسا
رواج پڑ گیا گویا وہ سنت ہے حالانکہ شرع مطہر میں اُس کی کچھ اصل نہیں وہ تو یہی ایک عادت ہے کہ لوگوں کے جی اُس سے لگ گئے
تو جو اُس پر انکار کرے اُن کے زعم میں گویا وہی بدعت نکالتا ہے تو انا اللہ وانا الیہ راجعون حق لوگوں میں کیسا اٹا ہو گیا کہ حق کو باطل
باطل کو حق سمجھنے لگے علامہ یوسف بن سعید یقفی مالکی حاشیہ جواہر زکیہ شرح عثمانیہ میں فرماتے ہیں الاذان الثانی کان علی المنار
فی الزمن القدیم وعلیہ اھل المغرب الی الان وفعلہ بین یدی الامام مکودہ کما نص علیہ البرزلی وقد نفی عنہ مالک
وفعلہ علی المنار والامام جالس هو المشرع اھ سکندری اھ باختصار بخلاف اذان مسجد کہ مالکیہ بھی اُسے منوع جانتے ہیں

بدخل میں ہے فصل فی النہی عن الاذان فی المسجد ینع من الاذان فی جوف المسجد لوجہ احدھا انہ لم یکن من فعل من مضی الخ تو ثابت ہوا کہ اذان بیرون مسجد ہونا ہی محاذات خطیب سے اہم و اعظم و اکوہ والزم ہے تو جہاں دونوں نہ بن پڑیں محاذات خطیب کے درگزیں اور منارہ یا تفصیل وغیرہ پر یہ اذان بھی مسجد سے باہر ہی دیں ہذا کلمہ ما ظہری والعلم بالحق عند ربی واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علہ جل مجدہ اتقوا حکمہ۔

مسئلہ۔ سئلہ اقبال حسین از قصبہ سرولی ضلع بریلی ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے کہ خطبہ جمعہ کا ایک فرض ہے دوسرا سنت یا دونوں فرض ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

خطبہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک صرف بقدر الحمد متہ فرض ہے اور صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک ذکر طویل جیسے عرف میں خطبہ کہیں تو نفس فرض اگرچہ خطبہ اولیٰ بلکہ اس کے بعض سے ادا ہو جاتا ہے مگر جب کوئی مطلق مامور ہو تو قاعدہ شرع یہ نہیں کہ اس کے ایک حصے کو جو ادائی درجہ اطلاق مطلق کا ہو مامور بہ ٹھہرائیں باقی کو خارج بلکہ جس قدر واقع ہو سب اسی مطلق کا فرض ہے تو سب اسی صفت سے منصف ہوگا جیسے فرض قرائت نماز میں ایک آیت سے ادا ہو جاتا ہے اب یہ نہیں کہیں گے کہ الحمد شریف کی پہلی آیت فرض تھی باقی اس کا غیر بلکہ الحمد اور سورت بلکہ سارا قرآن مجید اگر ایک رکعت میں ختم کرے سب زیر فرض داخل ہوں گے کہ فاقرا و اما تیسر من القرآن کا فرض ہے ولہذا اگر سورہ فاتحہ پڑھ کر سورت ملانا بھول گیا اور وہاں یاد آیا تو حکم ہے رکوع کو چھوڑے اور قیام کی طرف عود کر کے سورت پڑھے اور رکوع میں جائے حالانکہ واجب کے لیے فرض کا چھوڑنا جائز نہیں ولہذا اگر پہلی التحیات بھول کر پورا کھڑا ہو گیا اب عود کی اجازت نہیں مگر سورت کے لیے خود شرع نے عود کا حکم فرمایا کہ جتنا قرآن مجید پڑھا جائے گا سب فرض ہی میں واقع ہوگا تو یہ واجب کی طرف عود نہیں بلکہ فرض کی طرف ولہذا اگر دوبارہ رکوع ذکر کرے گا نماز نہ ہوگی کہ پہلا رکوع عود الی الفرض کے سبب نابل ہو گیا تو جس طرح الحمد اور سورت دونوں سے فرض ہی ادا ہوتا ہے یوں ہی دونوں خطبوں سے بھی کہ سب مطلق فاسعوالی ذکر اللہ کے تحت میں داخل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرقاۃ البیان فی العیوط عن المنبر بلح السلطان

مسئلہ۔ از احمد آباد مجرات محلہ چکک کالو پور متصل بل گلیانہ مسئلہ مولوی عبد الرحیم صاحب ۱۶ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ان دونوں جوابوں میں کونسا جواب احق بالقبول ہے۔ سوال۔ علمائے دین متین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمادین خطیب کو خطبہ ثانی میں منبر سے ایک بیڑھی اترنا اور پھر چڑھنا یا یہ شرع شریف میں جائز ہے یا نہیں بینوا بسند الکتاب و توجروا فی یوم الحساب۔

الجواب ہوا الصواب صورت سئلہ میں خطیب کو بیڑھی اترنا اور چڑھنا جائز نہیں بدعت شنیع ہے جیسا کہ فاضل جلد اول صفحہ ۱۵ میں

مذکور ہے قال ابن حجر فی التحفة وبحث بعضہما ان ما اعتقد الان من النزول فی الخطبة الثانیة الی درجۃ سفلی نقر العود بدستہ
قبیحہ شنیعۃ والله اعلم بالصواب محمد عیسیٰ عفی عنہ۔ الحبيب مصیب عند اللہ عبد الرحمن ولد مولوی محمد عیسیٰ عفی عنہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵ اللہم ارنا الحق وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔ حبيب لم یکن یزید اترنے کا
ما جائز ہونا بلکہ بدعت شنیعہ ہونا جو علامہ شامی نے ابن حجر شافعی کے قول سے جان کی کتاب میں سے نقل کیا ہے ثابت کیا ہے ہرگز نا جائز
ہونا اس سے ثابت ہوتا ہے نہ بدعت شنیعہ ہونا اس سے ثابت ہوتا ہے طریقہ محمدیہ کی شروع میں لکھا ہے ان المسئلة الواقعة معنی امکان تخریجھا
علی قول من الاقوال فی مذہبنا اذ مذہب غیرنا فلیست بمنکر محیب انکارہ والحق عندنا انما المنکر ما وقع الاجماع علی حرمتہ
والحق عندنا خصوصاً ان الحق معتصم بالحق اگر کوئی مسئلہ ایسا واقع ہو کہ اس کی تخریج ہمارے خفی مذہب کے کسی قول کے موافق ممکن ہو یا شافعیوں
یا حنبلیوں یا مالکیوں کے مذہب کے موافق اس کی تخریج ممکن ہو تو وہ ایسا منکر نہیں ہے کہ اس کا انکار کرنا اور اس سے منع کرنا واجب ہو بلکہ وہ منکر
وہ ہے جس کی حرمت اجماعی ہو اور شارع طیبہ اسلام نے اس سے بالخصوص منع کیا ہو اب اہل انصاف بخیر ملاحظہ فرمائیں اس میں نہ اترنے کی
وجہ کیا ہے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مکتوبات کی جلد ثانی کے ص ۱۱۱ مطبوعہ ذیل کشمیر میں تحریر فرماتے ہیں میدانید
کہ در خطبہ روز جمعہ نام سلاطین را کہ در زینا یا یا سہ فرود آمدہ می خوانند وجہش چیست این تواضعیست کہ سلاطین عظام نسبت باں مشرک و کفار
راشدین علیہم السلام و التسلیات نوہ اند و جائز نہ اند کہ اسامی ایشان با اسامی اکابر دین در یک درجہ مذکور شود و شکر اللہ
سعیہم انتہی علامہ حسین کا شفی مولا تفہیم حسینی اپنی کتاب ترغیب الصلوٰۃ میں فرماتے ہیں اذان پانچ منبر کہ حمد و ثناء درود گفتہ ذکر خلفائے
کرام کردہ تظہیر آید و ذکر و دعائے سلطان چوں تمام کند باز بالارفتہ خطبہ باقیہ تمام کند انتہی مطلب عبارت مکتوبات کا یہ ہے کہ تمام مسلمان بھائی
جان لیں کہ جمعہ کے دن خطبہ میں نام بادشاہوں کو پہنچنے کے ذریعہ منبر پر اتر کر پڑھتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے آجنگاہ اس کی یہ وجہ بیان فرماتے ہیں
کہ یہ تواضع و فروتنی ہے کہ ہر شے سلطان بادشاہوں نے نسبت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام و خلفائے راشدین اس سرور کائنات علیہ
علیہم السلام و التسلیات کے کی ہے اور ان بادشاہوں نے یہ بات جائز نہیں رکھی ہے بلکہ بادشاہوں کے نام ساتھ اسامی اکابر دین کے ایک
درجہ میں مذکور ہوں حضرت مجدد الف ثانی علیہ رحمۃ الہی ان یکجہ بادشاہوں کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان بادشاہوں
کی کوشش کو قبول کرے اور ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور مطلب عبارت ترغیب الصلوٰۃ کا یہ ہے کہ منبر کے اس زینہ معلومہ پر حمد و ثناء
و درود پڑھ کر اور ذکر خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کر کے پیچے کے زینہ پر خلیفہ آدسہ اور ذکر و دعائے سلطان کر کے جب دعائے
سلطان تمام ہو جائے پھر ادر کے زینہ پر چڑھ کر خطبہ باقیہ تمام کرے اب منصفین غور فرمائیں کہ ہمارے خفی مذہب کی کتاب میں بھی اس
زینہ اترنے کے لیے ملاحظہ فرمائیں کا شفی حنفی مصنف تفسیر حسینی نے تحریر فرمایا ہے اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے
اس کی وجہ بھی بیان کر دی ہے کہ وجہ مذکور الصد کے یہ زینہ اترنا جاری ہو ہے اب جو علما اس کو بدعت قبیحہ شنیعہ فرماتے ہیں بخیر ملاحظہ
فرمائیں کہ بدعت قبیحہ و منکر مطابق عبارت مشروح طریقہ محمدیہ کے جب ہوتی ہے کہ اس کی تخریج ہمارے مذہب کے کسی قول کے موافق ممکن
نہ ہو اور ما نحن فیہ میں خود ہمارے خفی مذہب کی کتابوں میں اس زینہ اترنے کو تحریر فرمایا ہے اور اس کی وجہ بھی بیان کی ہے اب یہ
زینہ اترنا بدعت کیسے ہوا ہاں جو علما اس کو بدعت قرار دیتے ہیں خفی مذہب کی اور کتابوں سے اس کا بدعت قبیحہ ہونا ثابت کریں یا

کسی کتاب میں یہ لکھا ہو کہ زینۃ اترنا حرام اجماعاً ہے یا شارع علیہ السلام نے صراحتاً منع فرمایا ہے جب اس کا منکر ہونا ثابت ہو اور اس سے منع کرنا واجب ہوگا ورنہ خط القتل اور جو علی اس زینۃ اترنے کو بدعت قبیحہ شنیعہ قول علامہ ابن حجر شافعی سے ثابت کرتے ہیں اُن پر بات ضرور ہے کہ اس کا بدعت قبیحہ شنیعہ ہونا ثابت کریں مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول ص ۱۱۱ میں ہے قال الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ ما حدث مما يخالف الكتاب او السنة او الاثر او الاجماع فهو ضلالة وما احدث من الخیر مما لا يخالف شیئاً من ذلك فلیس بمنوم انتھی یعنی حضرت امام شافعی (جن کے علامہ ابن حجر مقلد ہیں) فرماتے ہیں جو چیز ایسی نکالی جاوے کہ وہ کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا اقوال صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا اجماع امت کے مخالف ہو وہ بدعت ضلالت و بدعت قبیحہ شنیعہ ہے اور جو چیز نیکی سے ایسی نکالی جاوے کہ وہ اشیائے اربعہ مذکورہ میں سے کسی چیز کے مخالف نہ ہو وہ ہرگز مذموم نہیں ہے بلکہ وہ بدعت حسنہ ہے بالجملہ فعل بدعت حیر مذمومہ میں جن کے اقسام ثلاثہ مشہورہ یعنی واجبہ مندوبہ و مباحہ ہیں اُن میں سے ایک میں داخل ہے اب اہل انصاف بخور طاحنہ فرمائیں کہ زینۃ اترنا کونسی قرآن مجید کی آیت کے خلاف ہے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کون سی حدیث شریفہ کے خلاف ہے یا کون سے اقوال صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلاف ہے یا کون سے اجماع کے خلاف ہے جب ان اول الذکورہ کے خلاف نہ ہو تو مطابق فرمانے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس کا بدعت قبیحہ ہونا ثابت نہ ہو اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس قول میں وما احدث من الخیر مما لا يخالف شیئاً من ذلك فلیس بمنوم میرا داخل ہو اور امام شافعی کے قول کے برخلاف علامہ ابن حجر شافعی کا قول دیکھ کر اس زینۃ اترنے کو بدعت قبیحہ شنیعہ کہنا مردود و مطرود ہوگی ماقول نصف کے لیے اشارہ کافی ہے ہذا ما عندی واللہ اعلم و علی جل مجدہ اعدوا حکمہ حررہ المفقر الی ربہ القدیم عبد الرحیم عفی عنہ الحمد للہ المنزل القرآن المبین و علی عارج معارج التقییب الملکین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وصحبہ اجمعین و الیہ یسعد الکلم الطیب و الحمد للہ رب العالمین

الجواب

اقل وباللہ التوفیق کسی فعل سلیم کو بدعت شنیعہ و ناجائز کہنا ایک حکم اللہ و رسول جل جلالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لگانا ہے اور ایک حکم مسلمانوں پر۔ اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تو یہ حکم کہ اُن کے نزدیک یہ فعل ناروا ہے اُنہوں نے اس سے منع فرما دیا ہے اور مسلمانوں پر یہ کہ وہ اس کے باعث گنہگار و سختی عذاب و ناراضی رب الارباب ہیں۔ مہر خدا ترس مسلمان جس کے دل میں اللہ و رسول جل و علا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کامل عورت و عظمت اور کلمہ اسلام کی پوری توقیر و وقعت اور اس کے بھائیوں کی بھی خیر خواہی و محبت ہے کبھی ایسے حکم پر جرات نہ اندر کئے گا جب تک دلیل شرعی واضح سے ثبوت کافی و دوائی نہ مل جائے قال اللہ تعالیٰ او تقولون علی اھلکم ما لا تعلمون کیا اللہ عزوجل پر بے علم حکم لگائے دیتے ہو دلیل شرعی مجتہد کے لیے اصول اربعہ ہیں اور ہمارے لیے قول مجتہد صرف ایسی ہی جگہ علی اے کرام حکم بالجزم کہتے ہیں اس کے سوا اگر کسی عالم غیر مجتہد نے کسی امر کی بحث کی تو ہرگز اس مسئلے کو یہ نہیں لکھ جائے کہ حکم یہ ہے بلکہ صراحتاً کہتے ہیں کہ یہ فلاں یا بعض کی بحث ہے تاکہ منقول فی المذہب نہ معلوم ہو اور جس کا خیال ہے اُسی کے ذمہ رہے دل ساتھ امان تو فی فاذا اگر ایمان کوئی اُسے بطور جزم کہہ جاتا ہے تو اس پر گرفت ہوتی ہے کہ اس کا قیاس ان السائل فی المذہب ہے اس مسئلے کو ایسا لکھ گیا کہ مذہب میں

منقول ہے خود اسی رد المحتار وغیرہ کے مواضع عدیدہ سے نظر کرنے والوں کو یہ بیان عیاں ہو جائے گا یہاں بھی علامہ شامی نے وہی طریق بتایا کہ یہ نزول و صعود ممنوع یا بدعت شنیعہ ہے بلکہ ابن حجر شافعی کا کلام نقل فرمادیا کہ ماخذ مسئلہ تیسرے منقول فی المذہب ہوتا دیکھنا اپنے کسی عالم مذہب کا مذکور نہ سمجھا جائے وہی تحفظ امام ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ملحوظ رکھا مسئلہ کا حکم خود نہ لکھا جس سے جزم مفہوم ہو بلکہ فرمایا بحث بعضہم بعض نے یوں بحث کی ہے بحث وہیں کہیں گے جہاں مسئلہ نہ منقول ہو نہ صراحت کسی کلیۃً نامخصوصہ مذہب کے تحت میں داخل ہو کہ ایسے کلیات سے استناد بحث و نظر پر موقوف نہیں مثلاً سوال کیا جائے کہ ایک لڑکے نے چھ مہینے پانچ دن چار گھڑی تین منٹ کی عمر میں ایک عورت کا دودھ پیا اُس کی دختر اس پر حرام ہوئی یا نہیں جواب ہوگا کہ حرام یہ صورت خاصہ اگرچہ اصلاً کسی کتاب میں منقول نہیں مگر اسے ہرگز بحث فلاں نہ کہا جائے گا کہ کتب مذہب میں اس کلیۃ عامہ کی تصریح ہے کہ مدت رضاعت کے اندر جو ارتضاع ہو موجب تحریم ہے تو ثابت ہوگا کہ علامہ شامی یا امام ابن حجر اُسے کسی کلیۃ مذہب کے نیچے بھی صراحتاً داخل ہونا نہیں مانتے ورنہ یہ قال ابن حجر وہ بحث بعضہم پر اکتفا کرتے پھر بعضہم کے لفظ نے اور بھی اشعار کیا کہ یہ خیال صرف بعض کا ہے اکثر علما اس کے مخالف ہیں یا لا اقل اُن کی موافقت ثابت نہیں خود علامہ شامی نے ہی رد المحتار میں اس اشارہ و اشعار کی حاجی تصریح کی در مختار میں نظم الفرائد سے نقل کیا ع و لعتاقہ بعض الاثمۃ نیکو؛ اس پر علامہ شامی نے اعراض نقل فرمایا مفہوم قولہ بعض الاثمۃ ینکرانہ يجوزۃ اکثرہم ولم ینقل ذلک الخ بلکہ تصریح فرمائی کہ ایسی تعبیر اُس قول کی بے اعتمادی پر مدلل ہوتی ہے در مختار کتاب النصب میں تھا اختار بعضہم الفتویٰ علی قول الکونین فی زعمنا شامی نے کہا ہذا من کلام الزیلعی اتی بہ لاشعار ہذا للتعبیر بعدم اعتمادہ در مختار فصل صفة الصلاة میں تھا لو بقی حروف او کلمۃ فاقمہ حال الانحاء لا یاس بہ عند البعض مذنبۃ المصلی شامی نے لکھا قولہ لا یاس بہ عند البعض اشارتاً الی ان ہذا القول خلاف المعتقد الخ اس فقرہ زینیر سے بعد اللہ تعالیٰ روشن ہو گیا کہ علامہ شامی خواہ امام ابن حجر کی تحریر اُس دعوے جزم حکم عدم جواز کے اصلاً ساعد نہیں بلکہ ہے تو مخالف ہے اب رہی بعض کی بحث اقول اولاً وہ بعض مجہول ہیں اور مجہول الحال کی بحث مجہول المآخذ کیا قابل استناد اسی رد المحتار کتاب النکاح باب الولیٰ میں ہے قول المصنح رأیت فی موضع الخ لا ینکفی فی النقل لجهالة ثانیاً محتمل بلکہ ظاہر کہ وہ بعض ائمہ مجتہدین سے نہیں اور قلدین صرف کہ کسی طبقہ اجتہاد میں نہ ہوں نہ خود اپنی بحث پر حکم لگا سکتے ہیں نہ دوسرے پر اُن کی بحث حجت ہو سکتی ہے والا لکان تقلید مقلد و هو باطل اجماعاً ثالثاً اُس پر کوئی دلیل ظاہر نہیں اگر کیے حادث ہے اقول مجروحہ حدیث اصلاً نہ شرعاً دلیل منع نہ اُس کی حجیت علامہ شامی نے امام ابن حجر نے ان بعض کسی کو تسلیم رد المحتار میں ہے صاحب بدعة ای محوۃ والا فقد تکرر واجبۃ کنصب الادلة للرد علی اهل الفرق الضالة وتعللوا بنحو المفہم للکتاب والسنة ومندوبہ کاحداث نحو باط و مدرستہ وکل احسان لم یکن فی الصدق الاول ومکروہۃ کزخرقة المساجد ومباحۃ کالتوسع بلذی الماکل والمشارب والقیاب کما فی شرح الجامع الصغیر للنادی عن تہذیب النووی ومثله فی الطریقۃ المصدیۃ للبرکوی امام ابن حجر فتح البین میں فرماتے ہیں الحاصل ان

البدعة الحسنة متفق علی نذہا وعمل المولود واجتماع الناس له كذلك خود اسی قول میں بدعت کو قبیلہ شیعہ سے منسوب کرنا
 شرع سے کہ نفس بدعت مستلزم قبح و شائع نہیں مہذلوں تو وہ محل جس پر یہ نزول و صعود ہوتا ہے یعنی ذکر سلاطین خود ہی بدعت
 تھا تو اس نزول و صعود کے ساتھ تخصیص کلام کی وجہ نہ تھی اسی ردالمحتار میں بعد نقل عبارت جامع الرموز ثم یدعو سلطان
 الزمان بالعدل والاحسان متجنباً فی مدحہ عما قالوا انه کفر و خسران کما فی الترغیب وغیرہ فرمایا اشار الشارح بقوله
 جوزالی حمل قوله ثم یدعو علی الجواز لا المندب لانه حکم شرعی لا بدله من دلیل وقد قال فی البحر انہ لا یستحب لہما
 یروی عن عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ حین سئل عن ذلك فقال انه محدث وانما كانت الخطبة تذکیراً و لا مانع من
 استحبابہ فیہا کما یدعی لعموم المسلمین فان فی صلاحہ صلاح العالم وما فی البھو من انه محدث لا ینافیہ فان سلطان
 هذا الزمان احوج الی الدعاء لہ ولا مرأۃ بالصلاح والنصر علی الاعداء وقد تكون البدعة واجبة او مندوبة
 او مختصراً اگر کہیے زیادت علی السنۃ ہے **اقول** یوں تو ذکر سلاطین بلکہ ذکر عین کریمین و قول زہرا و یحییٰ بن مصطفیٰ و ستر
 باقیہ من العشۃ المبشرۃ بلکہ ذکر خلفائے اربعہ بھی صلی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین و علیہم السلام سب زیادت علی سنۃ
 المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ٹھہریں گے زیادہ علی السنۃ وہ مکروہ ہے کہ باعتبار سنت ہو ورنہ باعتبار اہانت یا ذب زیادت
 نہیں در مختار بیان سنن الوضوء میں ہے لو زاد لطمۃ نینۃ القلب او لقصد الوضوء علی الوضوء لا باس بہ وحدیث
 فقد تعدی محمول علی الاعتقاد اسی ردالمحتار میں برائے امام ملک علیہ السلام ہے الصحیح انہ محمول علی الاعتقاد دون
 نفس الفعل حتی لو زاد او نقص واعتقد ان الثلاث سنۃ لا یلحقہ الوعیۃ خود علامہ شامی فرماتے ہیں اقول قد تقدم
 ان المنہی عنہ فی حدیث قد تعدی محمول علی الاعتقاد عندنا کما صرح بہ فی الہدایہ وغیرہ وقال فی البدائع انہ
 الصحیح حتی لو زاد او نقص واعتقد ان الثلاث سنۃ لا یلحقہ الوعیۃ (الی ان قال) ان من اسرف فی الوضوء بماء
 الزہر مثلاً مع عدم اعتقاد سنۃ ذلك نظیر من ملاء اناء من الزہر ثم افرغہ فیہ و لیس فی ذلك محد ورسوی
 انہ عبث لا فائدة فیہ وهو فی الوضوء زائدة علی المأمور بہ فلذا اسی فی الحدیث اسرفاً قال فی القاموس الاموات
 البدن یراوما الفق فی غیر طاعة ولا یلزم من کونہ زائد علی المأمور بہ وغیر طاعة ان یتکون حراماً نعم اذا اعتقد سنۃ
 یتکون قد تعدی وظلم لا اعتقادہ ما لیس بقربۃ قربة فاذا حمل علماً ونا المنہی علی ذلك اگر کہیے اس میں اندیشہ
 ہے کہ عوام سنت سمجھ لیں گے **اقول** اولاً وہی نقوض ہیں کہ نفس اذکار بھی سنت نہیں تو وہ اندیشہ یہاں بھی حاصل۔ اور تحقیق یہ ہے کہ
 اندیشہ مذکورہ نہ فعل کو بدعت قبیلہ شیعہ کر دیتا ہے نہ اس کے ترک کو واجب بلکہ جہاں اندیشہ ہو صرف اتنا چاہیے کہ علماء کبھی کہیں اُسے
 ترک بھی کر دیں تاکہ عوام سنت نہ سمجھ لیں اسے ناجائز و بدعت قبیلہ ہونے سے کیا علاقہ۔ فقیر غفر المولیٰ القدر نے اپنی کتاب رشاۃ الکلام
 حاشیہ اذا قاتل الاثام میں اس کی بکثرت تصریحات اللہ دین و علمائے معتمدین حنفیہ و مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے
 نقل کیں اسی ردالمحتار میں فقیر القدر سے ہے مقضی الدلیل عدم المداومۃ لا المداومۃ علی الترتک فان لزوم الاہتمام ینفی بالترتک

احیاناً اہ باختصار اب نہ رہا مگر دعائے عبث کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں اور عبث ہر جگہ مکر وہ ہے نہ کہ خود عبادت میں۔ اس کا جواب الف ثانی کے مکتوبات سے فاضل مجیب دوم مسئلہ نے بروج کافی نقل کر دیا جس سے اس کی مصلحت ظاہر ہو گئی اور تو ہم عبث زائل ہو لیا وانا قول و بالذات التوفیق جن اعصار و امصار میں بعض نے یہ بحث کی وہاں اس فعل پر ایک نکتہ جمیلہ و دقیقہ جلیلہ اصول شرع سے ناشی ہو سکتا ہے جس سے یہ فعل شرعاً نہایت مفید و ہم قرار پاتا اور بحث باحث کا اصلاً پتا نہیں ہوتا ہے خطبے میں ذکر سلاطین اگرچہ میراث ہے مگر شعار سلطنت قرار پا چکا یہاں تک کہ کسی ملک میں کسی کی سلطنت ہونے کو یوں تعبیر کرتے ہیں کہ وہاں اس کا سکھ و خطبہ جاری ہے سلطنت اسلامی میں اگر خطیب ذکر سلطان ترک کہے مگر عقاب ہوگا مصر ہو تو گویا باغی اور سلطنت کا منکر ٹھہرے گا اور ایسی حالت میں مباح بلکہ مکروہ بھی بقدر اندیشہ فتنہ مکروہ بلکہ واجب تک مترقی ہوتا ہے اسی رد المحتار اسی مسئلہ ذکر سلطان میں ہے وایضاً فان الدعاء للسلطان علی المنابر قد صار الان من شعار السلطنة فمن تركه فیشی علیہ ولذا قال بعض العلماء لو قيل ان الدعاء له واجب لما فی تركه من الفتنۃ غالباً لم یجد كما قيل به فی قیام الناس بعضهم لبعض اور فک نہیں کہ صد ہا سال سے اکثر سلاطین زماں فساد ہیں اس کا فسق اور کچھ نہ ہو تو حد و تشریع یک بحث اٹھا دینا اور خلاف شریعت مطہرہ طرح طرح کے ٹکس اور جرمائے لگا نا کیا عقوبت ہے اسی رد المحتار آخر کتاب لا شرع میں سیدی عارف بانشر عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی سے ہے قد قالوا من قال لسلطان زماناً عادلاً کفر اور شک نہیں کہ جس طرح وہ خطبے میں اپنا نام نہ لانے پر ناراض ہوں گے یو ہیں اگر نام بے کلمات مدح و تعظیم لایا جائے تو اس سے زیادہ موجب افروختگی ہوگا اور فاسق کی مدح شرعاً حرام ہے حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا مدح العاصی غضب الرب واهزل ذلك العوض جب فاسق مدح کیا جاتا ہے رب عز وجل غضب فرماتا ہے اور اس کے سبب عرش الہی ہل جاتا ہے رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبة و ابو یعلیٰ فی مسنده و البیہقی فی شعب الایمان عن انس بن مالک و ابن عدی فی الکامل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما خطبا جب کہ مجبوراً اس میں مبتلا ہوئے ان بندگان خدا نے چاہا کہ اس ذکر کو خطبے سے علاحدہ بھی کر دیں کہ نفس عبادت ایسی امر مشتمل ہے اور بالکل خطبے سے عدائی بھی نہ معلوم ہو کہ آتش فتنہ مشتعل نہ ہے اس کے لیے اگر یوں کرتے کہ خطبہ پڑھتے پڑھتے کچھ دیر خاموش رہتے اس کے بعد ذکر سلاطین کر کے بقیہ خطبہ تمام کرتے تو ہرگز کافی نہ تھا کہ مجلس واحد رہی اور مجلس واحد حسب تصریح کا فائز جامع کلمات ہوتی ہے جو کچھ ایک مجلس میں کہا گیا گویا سب الفاظ دفعۃً واحدة معاً صادر ہوئے وعن هذا یتم ارتباط الایجاب بالقبول اذا الحق فی المجلس والافی الایجاب انما کان لفظاً صمدی فعدم القبول لم یوجد بعد و اذا وجد لم ینکن الایجاب موجوداً والموجود لا یرتبط بالمعدوم كما فادہ فی الہدایۃ وغیرہا لہذا یہ تذکرہ نکالی کہ اس ذکر کے لیے زمینہ زیریں تک اتر آئیں اور بقدر امکان مجلس بدل دیں کہ خطبہ پڑھتے پڑھتے نیچے اترنا شرعاً اس کے قطع ہی کے لیے مسموم ہے تو عموماً اجنبی خصوصاً بہ نیت قطع تبدیل مجلس و انفصال ذکر کا باعث ہوگا جس طرح تلاوت آیت سجدہ میں ایک شاخ سے دوسری پر چانے کو علانی نے تبدیل مجلس گناہ ہے اسی رد المحتار میں ہے لعل وجه ان الانتقال من غضن الی غضن

والسديۃ ونحو ذلک انحال اجنبیۃ کثیرۃ یختلف بها المجلس حکما کلاکمال والاکل الکثیر لسا من ان المجلس والبيت بل یختلف حکما بسبب اثرۃ عل یعد فی العرف قطعاً لما قبله ولا شک ان هذه الافعال کذلک وان کانت فی المسجد او البيت بل یختلف بها حقیقۃ لان المسجد مکان واحد حکماً وبهذا الافعال المشتبهۃ علی الانتقال یختلف حقیقۃ بخلاف الاکل فان الاختلاف فیہ حکمی اس میں اس قدر ہوگا کہ بیچ میں خطبہ قطع کرنا ہو اس مخطور کے دفع کو اس میں کیا محذور جب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں شاہزادوں کے لینے کے لیے خطبہ قطع فرما کر نیچے اترتا پھر اوپر تشریف لے جانا ثابت تو بعضہم کی بحث اصلاً متجہ نہ تھی بغرض نقل مذکور میں مدعی عدم جواز کے لیے کوئی محل احتجاج نہیں جہاں صورت یہ ہو جو فقیر نے ذکر کی وہاں اس نزول و صعود سے یہی نیت کریں اور جب ذکر و مدح سلطان ترک نہ کر سکیں اس مصلح کے ترک کی کوئی وجہ نہیں اور جہاں ایسا نہ ہو جیسا ہمارے بلاد میں وہاں مدح میں الفاظ باطلہ و مخالفہ شرع ذکر کرنا خود حرام خالص ہے خصوصاً کذب و شائع کعبادت میں ملانا تو اس کے لیے یہ نزول و صعود نہیں ہو سکتا اور جب مخالفات شرع سے پاک تو بہ نیت اظہار فرق مراتب جس طرح شیخ مجدد رحمہ اللہ تعالیٰ کے مکتوبات میں ہے نزول و صعود ایک وجہ موجود کھتا ہے اس صورت میں اس پر تکیہ لازم نہیں ہاں عوام سے اندیشہ اعتقاد سنت کے سبب علما کو مناسب کہ گاہ گاہ اس نزول و صعود بلکہ خود ذکر سلطان اعزاز شہ نعرہ کو بھی ترک کریں ورنہ دعائے سلطان اسلام محبوب و مندوب ہے اور اس نیت کے لیے نزول و صعود میں بھی حرج نہیں اور بے دلیل شرعی مسلمانوں پر الزام گناہ و ارتکاب بدعت شنیعہ باطل مبین پس احتیاقاً بقول حکم مجیب ثانی ہے ہذا ملاحظہ فی واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ذاک خانہ ہر گنج پرنکی ضلع بریال مکان منشی عبد الکریم مرسلہ محمد حسین صاحب ، ارجادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ

ایک فریق اسر دو دیہات متوطن زریہ ذری اند صلاۃ جمعہ را بجا بنگالہ بلکہ ہند را حرام گویند چوالنجہا شریعت بمصدان قول امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وینفذ الاحکام و تقیم الحدود ایں تعریف نیست مگر اجرت تسبیح و تہلیل وغیر ذلک اخذ می کنند وایک جماعت صلاۃ و ہجلائی خوانند و ایں دیار را شہر گویند بطابق قول صاحبین و ہو قول البعض و ہو موضع اذا جمیع اہلہ فی اکبر مساجدہ لم یسم فہو مصر بمصدان ایں کہ ملک بنگالہ و ہند را شہر گویند و نماز مذکور در وادای کنند مگر اجرت تسبیح و تہلیل را حرام گویند و ایں گویند بطابق قول امام اعظم حرام است و نزد صاحبین جائز است مگر قول متقدمین را اتباع می کنند و متاخرین در پائے نشر علی ہذا القیاس ایں ہر دو جماعت متنازع می کنند۔

الجواب

آنکہ گویند المصر ما لا یسبح اکبر مساجدہ اہلہ نہ مذہب امام است نہ قول صاحبین بلکہ روایت تادہ مرجحہ است و حاجت باو نیست امصار دیار ہند و بنگالہ بلا شہر شہر ہائے دار الاسلام است و جمعہ در انما فرض و ترک او معصیت شدیدہ و انکار او ضلالت بعیدہ و مذہب امام و سایر ائمہ ما مصر است کہ کوچا و بازار ہائے دائم داشتہ باشند و مراد راوست ہا ہا شہر چاکلہ و در اصطلاح حال ضلع یا رگہ خوانند و در و حاکم باشند کہ چہ شہر و سلطوت خود و دستم زدہ از مستکملان تو ان گرفت اگرچہ نگیرد ہمیں است معنی ینفذ الاحکام و تقیم الحدود الا از ہند و بنگالہ چہ گوئی خود جرمن محترمین نیز از مصریت خارج شوند و اقامت جمعہ آنجا حرام زیرا کہ حدود از صدہ سال منقوضہ شدہ و مستعد

و بر سبب تبیل اجرت خواندن گرفتن رد نیست اجاره در امور مباح باشد و در طاعت و معصیت کما حقیقه المولی بن عابدین الشامی
فی رد المحتار و العقود الدریة و شفاء العلیل والله تعالی اعلم -

مسئله - از کلمه و هر م تله اش ریث مرسله مولوی محمد المطلب صاحب ۳ جمادی الاخره ۱۳۳۸

حامدا و مصليا - ما فو کما ایها العلماء الکرام من الاحناف العظام فی هذه المسئلة ان صلاة الجمعة واجبة علی
اهل القرى ام لا بینوا بجواب شاف توجروا بواب واف -

الجواب

الذی یدعی عموم الجمعة کل محل ولا یخصه بمصر ولا قرية فقد خالف الاجماع وهو ضلال بلا نزاع وقد اجمع
اثنینا علی اشتراط المصر لها وان الاشتغال به فی القرى یکره تحریما لکونه اشتغالا بامالا یصح کما فی الدر وغيره وقد حققنا
المسئلة فی رسالتنا لوامع الیها وغير ما موضع من فتاونا واما المصر فالصحیح فی تقریفه ما هو ظاهر الروایة عن امامنا الاعظم
رضی الله تعالی عنه کما بیناه فی فتاونا بامالا مزید علیه واما ما لا یسع اکبر مساجده اهلہ فغیر صحیح عند المحققین کما
نص علیه فی الغنیة وکفی قاضیا علیه بالبطان ان مکة والمدینة فخرجان علیه من المصر وتمنع الجمعة فیها لان اتساع
مسجد یحالیون مؤلفة من یزید لیس من الافان مشاهد مرئی فضلا عن اهلها خاصة - والله تعالی اعلم -

الجواب

الجمعة علی اهل القرى لیسف بواجبة لقوله علیه الصلاة والسلام لا جمعة ولا تشرین ولا صلاة فطر ولا اضحی الا فی
مصر جامع اوفی مدینة عظيمة فی فتح القدير ان قوله تعالی فاسعوا الی ذکر الله لیس علی اطلاقه اتفاقا بین الاثنین اذ لا یجوز
اقامتها فی البرارى اجماعا ولا فی قرية عند الشافعی فکان خصوص المكان مرادا بالاجماع فقد رالشافعی قرية الخاصة و
قد رنا المصر وهو ولی الحدیث علی رضی الله تعالی عنه وهو لو عارض بفعل غیره کان علی مقدما علیه فکیف ولم یحقق
معارضة ما ذکرنا یا ایه ولهذا المینقل عن الصحابة انهم لما فتحوا البلاد واشتغلوا بنصب المنابر والجمعة الا فی الاصحار دون
القرى ولو كانت لنقل ولو احاد او ایضا ان الجمعة فرضت علی النبی صلی الله تعالی علیه وسلم وهو مکة قبل الهجرة کما اخرج
الطبرانی عن ابن عباس رضی الله تعالی عنه فلم یکن اقامتها من اجل الکفار فلما هاجر النبی صلی الله تعالی علیه وسلم ومن هاجر
مع من اصحابه الی المدینة لبث رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم فی بنی عمرو بن عوف بضع اربعة عشر یاما ولم یصل الجمعة
فهذا دلیل علی عدم الجمعة فی القرى والا یصل رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم الجمعة ومع ان البخاری روى فی صحیحہ
کان الناس یبتاعون و فی رواية یتناولون الجمعة من منازلهم والوالی فیا تون فی العیار فیصیبهم العباد و یمخرج من العروق
الحديث و فی القدوری ولا تصح الجمعة الا فی مصر جامع اوفی مصلى المصر ولا تجوز فی القرى قال مولانا بحوال العلوم فی اركانه
تحت قوله تعالی یا ایها الذین امنوا اذا نودى للصلاة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر الله و ترو البیع ای یحرم البیع و یحب السعی

الى الجمعة بعد سماع النداء ثم ان البيع قد يطول الكلام فيه فيقوت الجمعة والخطبة لان التجار لا يتركون صفا نعم في هذا الزمان ولذا صنع من النداء الاول فالبيع والشراء في المصر ظاهر وقال ايضا فيه ويكره للربض وغيره من المعن ورين ان يصلوا الظهر يوم الجمعة بجماعة ولا يباس بالجماعة للظهر للقروى لان الجمعة جامعة للجماعات في المصر فعلم ان الشرط المصر لوجوب الجمعة مشروع لانه جرى التوارث من لدن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الى هذا الان ان لا يصلى الجمعة اهل البعد والقرى فالعمل على قول صاحب القدرى لازم على المقلد بن لانه قوله مطابق لمذهب الحنفى والتبعه ورجحه جمهور فقهاء المحققين ولم ينكره احد من علماء الحنفية كما في رد المحتار فعلمنا ان اتباع مازجوه وما صححه كما لو اتوا في حجتهم الحق احق بالاتباع والمقلد الذي يخالفه فحكمه غير جائز كما في الدر المختار واما مقلد الذي لا ينفذ قضاءه بخلاف مذهب اصلا فشرط المصر لصحة الجمعة محقق عند جمهور الحنفية بلا انكار احد لكن الاختلاف بينهم في تعريف المصر القبة فقال الامام الشافعى موضع فيه بثمان غير منتقلة ويكون المقيمون اربعون رجلا من اصحاب المكلفين فاذا كان كذلك لزم الجمعة واختلت الروايات في مذهبنا ففى ظاهر الروايات بلدة لها امام او قاض يصلى لاقامة الحدود وفى فتح القدير قال الامام ابو حنيفة بلدة فيها سكك واسواق ووال ينتصف المظلوم من الظالم وعالم يرجع اليه من الحوادث ورواية عن الامام ابى يوسف المصر موضع يبلغ المقيمون فيه عدد الاربعة والاربعين الكبر مساجدا اياهم فى الهداية وهو اختيار السبكي وبه افق اكثر المشائخ لما رأوا فساد اهل الزمان والولاة وعنه ايضا كل موضع فيه يسكن عشرة الاف رجل وعنه ايضا ان كل موضع له امير وقاض ينفذ الاحكام ويقيم الحدود وهو اختيار الكرخى كذا فى الهداية وقال بعضهم هو ان يعيش كل محترف بحرفته من سنة الى سنة من غير ان يحتاج الى حرفة اخرى وقال بعضهم هو ان يكون بحال لو قصد هم عدد مكنتهم دفعه وقال بعضهم ان يولد فيه كل يوم ويهوت فيه انسان وقال بعضهم هو ان لا يعرف عدد اهلها الا بكلفة ومشقة فمختار اكثر الفقهاء مواعاة لضرورة زماننا والمفتى به عند جمهور المتأخرين فى تعريف المصر الرواية المختارة للسبكي اى ما لا يسع الكبر مساجدة اهل المكلفين بها وقال ابو شجاع هذا حسن ما قيل فيه وفى الولا الجيدة وهو صحيح بحرفه عليه مشى فى الوقاية ومنت المختار وشرحه وقد مر فى متن الدرر على قول الاخر وظاهره ترجيحه وايده صد الشريعة بقوله لظهور التوافق فى احكام الشرع سيما فى اقامة الحدود وفى الامصار بكل موضع يصدق عليه التعريف المذكور فهو مصر تجب الجمعة على اهله والا فلا تجب سواء ذلك الموضع يتعارف بلفظ القرية او دونهما غير المصر فالآن هو لاحق فى حكم المصر شرعا لاسى فالتطبيق تعريف المتأخرين وهذا احسن وبما لا يصدق عليه التعريف المذكور فهو ليس بمصر شرعا وفى لفظ القرية اعتبارين شرعا بحيث ترسم به وبحيث لا ترسم به وفى الاول تضم الجمعة وهى مدينة عظيمة او قرية كبيرة وفى الثامن لا تضم الجمعة وهى قرية صغيرة ومفازة ومثلها كما يدل عليه عبارة القهستانى ولقع فرضا فى القصبات والقرى الكبيرة فيها اسواق وفى البحر لا تضم فى قرية ولا مفازة لقول على رضى الله تعالى عنه لاجمعة ولا تشترى وصلاة فطروا لا اضحى الا فى مصر جامع او مدينة عظيمة ثم قال فلا تجب على غير اهل المصر كذا فى الطحاوى

فیدہما عمومہ وخصوص فنبت بالذلل المذكورة فرضیة الجمعة مخصوصة بالاجماع فان صلى الجمعة اهل قرية لا يقال لها مصورش عالا یسقط الظهر عن ذمته وان صلى الظهر فرادی یعصو بکبيرة لترك الواجب ای الجماعة الظهر باداء جماعة النقل وهذا من قباحة عظيمة اعلم ان الجمعة جامعة للجماعات وفي اداء الظهر بالجماعة تقرین الجماعة عن الجمعة وتقليلها فيها بخلاف اهل القرى اذ لا جمعة عليهم ولا یفرض اداء الظهر بالجماعة الى تقرین الجمعة وتقليلها فيكون ذلك في حقهم كسائر الايام في جواز اداء الظهر بالجماعة من غير کراهة مجالس الابرار فالقول لمن یقول ما لفرق بین الجمعة والظهر غیر الخطبتین وصحیح الجمعة بلا کراهة في کل موضع مثل الظهر سواء كان ذلك الموضع مصرا او قرية او غيره وتاركها بلا عذر فاسق وعاص مردود قائله ضال مضل ليس من المقلدين وعلى المقلدين اجتناب عن اقواله وافعاله واحتراز عن مصاحبته ومخالطته والله اعلم علم حکم کتبه احقر الورى ابو الفیض محمد حبیب الرحمن عفا الله عنه -

مسئلہ - از بنگال

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی اذان ثانی میں مقتدیوں کو بھی مناجات کرنا اور جمعہ وعیدین کے خطبہ بسم اللہ شریف سے شروع کرنا جائز ہے یا نہیں بعض لوگ جواز کہتے ہیں عدم جواز کی دلیل چاہتے ہیں۔

الجواب

اذان ثانی کا جواب امام دس مقتدیوں کو ہمارے امام کے نزدیک جائز نہیں صاحبین اجازت دیتے ہیں تبیین الخلفاء میں اول کو احوط کہا اور نہایہ اور عنایہ میں ثانی کو اوضح تو عمل اول ہی پر ہے کہ وہی قول امام ہے اور اگر کوئی ثانی پر عمل کرے تو اُس سے بھی نزاع نہ چاہیے کہ تصحیح اُس طرف بھی ہے ابتدائے خطبہ میں بسم اللہ کہنے کے جوازیں تو شک نہیں کہ منع شرعی نہیں مگر آہستہ کے کتابوں میں جس قدر لکھا ہے وہ یہ ہے کہ اعوذ آہستہ پڑھ کر خطبہ شروع کرے کما فی الہندیۃ وغیرہا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از نصیر آباد محلہ نیلیان مسئلہ محمد عمر صاحب ۲۶ شوال ۱۳۶۶ھ

داود ولد محمد علی عرف پیر جی پیش امام مسجد دودھیان نصیر آباد مورخہ ۵ جولائی ۱۹۱۵ء بروز جمعہ خطبہ پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے اور جب خطبہ اول ختم کر کے دعا کے لیے بیٹھے اُس وقت دو شخصوں نے کھڑے ہو کر سنت پڑھنا شروع کیا تب جیسی داود مذکور بالانے کچھ خطبہ ثانی پڑھ کر فرمایا کہ سنتوں کا خطبہ اول و ثانی میں پڑھنا ناجائز ہے اور جب خطبہ میں نام محمد مقتدی سنیں تو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا ناجائز ہے آیا یہ مسئلہ جیسی داود نے بیان کیا قرآن شریف و حدیث شریف کے مطابق ہے یا نہیں اور ایسے شخص کی نسبت جو خطبہ میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا جائز نہ جانتا ہو اُس کے حق میں از روئے شرع شریف کیا حکم ہے آیا خارج اسلام ہے یا نہیں اور مسلمانوں کو ایسے عقیدہ والے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جس کا ذکر اوپر ہوا ہے جائز ہے یا نہیں۔ شیخ محمد عمر نصیر آباد۔ رسول بخش ادویر۔ محمد اکبر خاں۔ قمر الدین کلرک۔ نور محمد ستری۔ محل محمد۔

الجواب - اطراف و اقطار سے ہمارے معزز اہلسنت بھائی حضرت محمد تعالیٰ بعض سوالات بعض مسائل فقہیہ کی نسبت بھیجتے ہیں

اُن سوالوں میں جو قول کسی کا نقل کرتے ہیں اُسے دہابیت وغیرہ ضلالتوں سے کچھ علاوہ نہیں ہوتا خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ شخص چنین چنان ہے جواب استفتا میں یہاں خط طوطا نہیں ہوتا خصوصاً بارہ بات جو اس شخص کی طرف نسبت کی فی نفسہ صحیح ہوتی ہے اب اس کی تصحیح کیوں نہ کیجیے کہ یہ بات صحیح ہے اور تصحیح کیجیے تو عوام ذہن میں وہابی وغیرہ ضالین کی باتوں کا صحیح ہونا آتا ہے جس سے اندیشہ ہے کہ وہ انگلی اور باتوں کو بھی صحیح یا مشکوک ہی سمجھنے لگیں اور یہ اُن کے دین کا نقصان ہے وہابی ہونا کوئی کافر یہودی جو سی بت پرست وغیرہم کسی کی سب باتیں جھوٹی نہیں ہوتیں کوئی نہ کوئی بات ہر شخص سچ کہتا ہے۔ فقہ حنفی میں تو متعدد اشخاص مثل زعفرانی دہلوی و مطرزی معتزلہ گزرے ہیں اُن کے اقوال فروع فقہ میں نقل و مسلم ہوتے ہیں اور عقائد میں وہ لوگ گمراہ بددین ہیں یہ نکتہ ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہیے بلاشبہ صحیح مذہب یہی ہے کہ دونوں خطبوں کا سننا فرض ہے اور کسی خطبے کے وقت نہ سنتیں پڑھنے کی اجازت نہ اشرع عزوجل کا نام پاک سن کر عز شانہ وغیرہ نہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وغیرہ زبان سے کہنے کی اجازت نہ بحال خطبہ اسلام و کلام مطلقاً حرام ہے ہاں دل میں جل جلالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہیں درمختار ہیں ہے اذ اخبر الامام فلا صلاة ولا کلام الی تمام اخلا قضاء فائتة لم یسقط الترتیب بینہما و بین الوقفۃ فانہا لا تکرر سراج وغیرہ لضرورة صحیحۃ الجمعیۃ والا لا ینعزم کلام ولو تسبیحاً و امراً بمعروف بل یمحب علیہ ان یرسم و یسکت اُسی میں ہے ینصت ان قرأ الامام آیۃ ترغیب او ترہیب کذا الخ خطبۃ فلا یأتی بما یفوت الاستماع ولو کتابۃ اور دسلام وان صلی الخطیب علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم اذا قرأ آیۃ صلوا علیہ فیصل علیہ المسمع من انفسہ و ینصت بلسانہ عملاً بامری صلوا و انصتوا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ازاد پور میواڑ راجپوتانہ ہمارا نا اسکول مرسلہ مولوی وزیر احمد صاحب مدرس ۹۲۲ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ جمعہ کے دن جب خطیب خطبہ پڑھتا ہے تو کتاب میں دیکھ کر پڑھتا ہے اور ایک شخص یہاں بے کتاب دیکھے پڑھتا ہے انداز فرمائیں کہ دونوں میں کس کا عمل موافق سنت ہے۔

الجواب

دیکھ کر اور زبانی دونوں نفس ادا لے حکم میں یکساں ہیں مگر زبانی اوفق بالسنۃ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از بنی اسٹیشن باندہ محلہ نوا پارہ مسجد مدرسہ محمد جاگیر صاحب امام مسجد مذکور اور محرم الحرام ۱۳۴۲ھ جناب مولانا صاحب حجۃ قاہرہ مجدد مائتہ حاضرہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گذارش یہ ہے کہ یہ رسالہ آپ کی خدمت میں روانہ کر کے عرض کیا جاتا ہے کہ اس میں آپ کی ہر سہ اور آج کل یہاں دعا بین انجلیتین میں تنازع ہے تو ہم لوگ اس رسالہ پر آپ کی فر دیکھ کر عمل کر لیا ہے کیونکہ آپ کے دستخط تحریر ہیں اور چند علمائے ہند نامی کی بھی دستخطیں تحریر اس وجہ سے لوگ بے دغدغہ عمل کر لیا ہے تو اسی واسطے آپ کی خدمت میں ارسال کر کے عرض ہے کہ دستخط آپ کے موجود ہیں اور دیگر علمائے ہند نامی گرامی کی تحریر ہے تو عمل کریں یا نہ کریں اور اس رسالہ میں جو دہلیس تحریر ہیں صحیح ہیں یا نہیں جیسا آپ تحریر فرمائیں آٹنا کیا جائے۔

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ دعا بین الخطبتین ہرگز ایسی چیز نہیں جس سے مانعت پر کچھ بھی زور دیا جائے ایسے مسائل میں تفرق اندازی فتنہ پر داری جدال پسندی فریق بندی وہی لوگ کیا کرتے ہیں جو اس کے ذریعہ شہرت چاہتے ہیں۔ فقیر کی عبارت کہ اس رسالہ میں منقول ہوئی ہے اس میں بہت قطع و برید و کمی کی گئی ہے میرا مسلک اس میں ہمیشہ رہا ہے کہ خود میرے سامنے مقتدین دعا کہتے ہیں اور میں کبھی منع نہیں کرتا اور یہی مسلک میرے آبائے کرام اور محققین اعلام کا رہا ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین خود بنی میں بھی میں نے جمعہ پڑھایا اور حاضرین نے بین الخطبتین دعائیں مانگیں اور میں نے نہ اس وقت منع کیا نہ بعد اس رسالہ میں بہت اغلاط فاحشہ ہیں اور بہت اکاذیب باطلہ ہیں یہاں تک کہ صحیح حوالوں کو مجھلا رہا ہے اور خود محض جھوٹا حوالہ کتاب پر گڑھ کر دیا ہے ان امور کی تفصیل اور مسئلہ کی تحقیق جیل ایک سال میں ہو سکتی ہے مسلمانوں کو سمجھ لینے کو اتنا کافی ہے کہ یہ شخص اور اس کے استاد و باندی ہیں گنگوہی کے شاگرد اور گنگوہی و نقاوی کے مدح اور یہ وہ ہیں کہ علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق نام بنام ان کے کفر کا فتویٰ دیا اور فرمایا کہ من شک فی کفرہ وعدا بہ فقد کفر وان کے کافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے نہ کہ وہ جو انھیں عالم دین جانے اور حجتان و جنین مانے۔ والعیاذ باللہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ہادی ص ۸۱ کا پندرہویں مسئلہ ص ۳۳۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک دیہات ہے جس کی آبادی تقریباً پانچ سو کے ہے اور اس میں ایک ایسی مسجد ہے کہ اگر اس گاؤں کے مکلفین اس میں جمع ہوں تو مسجد پُر نہ ہوگی اور اس کے قریب دودھ کو س پر کئی قصبہ ہیں تو اس گاؤں میں از روئے مذہب حقی نماز جمعہ و عیدین جائز ہے یا نہیں۔ بلیذا توجہ۔

الجواب

باجماع جملۃ ائمہ حنفیہ اس میں جمعہ و عیدین باطل ہیں اور پڑھنا گناہ تمام متون و شروح و فتاویٰ میں ہے شرط صحیحہا المصنوعہ مختار میں ہے صلاة العید فی القری تکرر ما لانه اشتغال بما لا یصح لان المصنوع ط الصلۃ خود پڑھیں گے حکم پوچھا جائے گا تو فتویٰ یہ دیں گے جہاں نہیں ہوتے قائم نہ کریں گے! ایں ہمہ اگر عوام پڑھتے ہوں منع نہ کریں گے و مختار کو تحریراً صلاۃ مطلقاً ولو نفلاً مع شوق الا العوام فلا یمنعون من فعلہا لانہم یترکونہا والاداء الجائز عند البعض اولی من الترتک رد المحتار میں ہے قوله فلا یمنعون افادان المستثنی المنع لا حکم بعدم الصلۃ عندنا قوله عند البعض اسی بعض المجتہدین کا لامام الشافعی ہنا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - عبدالستار ابن ساعیل از دیکن ۲ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شہر میں جمعہ کی نماز پڑھانے والا دیوبندی یا بدعتیہ اور دوسری جگہ کی مسجد میں بھی جمعہ نہ ہوتی ہو یا تمام مساجد جہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہے ان کے امام بد مذہب ہو تو ایسی صورت میں اہل سنت جمعہ کو

ترک کرے یا کوئی اور حکم ہے نیز ایسا ہی عیدین کی نماز کا کیا حکم ہے۔

الجواب

جب صورت ایسی ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ کسی مسلمان صالح امامت کو اپنا امام مقرر کریں اُس کے پیچھے جمعہ وعیدین پڑھیں جمعہ قائم کرنے کے لیے اگر کوئی مسجد بنائیں تو اذن عام مسلمین و اشتہار کے ساتھ کسی میدان خواہ مکان میں پڑھیں اور اگر اس میں بھی قدرت نہ ہو اور سب مساجد کے امام دیوبندی یا دیوبانی یا غیر مقلد یا نجری یا مرزائی وغیرہم مرتدین ہیں تو فرض ہے کہ ظہر تنہا تنہا پڑھیں ان لوگوں کے پیچھے نماز باطل محض ہے جیسے کسی بت پرست یا آریہ کے پیچھے یہ ترک جمعہ نہ ہوا کہ وہ جو پڑھ رہے ہیں لغو و باطل حرکت ہے نماز ہی نہیں اور ان کی اقتداء جوہ حرام قطعی ہے بلکہ ان کے عقائد پر مطلع ہو کر پھر بھی انہیں قابل امامت جانے تو کافر ہو جائے من شئت فی کفرہ و عذابہ فقہ کفر ہاں اگر کہیں ایسا بد مذہب ہو جس پر حکم کفر نہیں جیسے تقضیلہ اور سنی کی امامت نہ مل سکے تو اُس کے پیچھے جمعہ وعیدین پڑھ لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از پندول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مسئلہ نعمت علی صاحب ۱۱۴۲ ربيع الاول شریعت ۱۳۳۷ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک دوسری بستی میں جمعہ ہوتا ہے لوگ وہاں جا کر جمعہ پڑھتے ہیں اب دبا یعنی بیضہ وغیرہ آگیا ہو تو ایسی حالت میں اُس بیضہ والی بستی میں جا کر جمعہ پڑھنا چاہیے یا نہیں۔

الجواب

اگر یہ جگہ حوالی شہر ہے تو دوسری جگہ نہیں اُسی کا حصہ ہے ورنہ اگر خود شہر ہے تو بغیر دبا بھی ہیں جمعہ قائم کیا جائے نہ کہ دوسری جگہ پڑھنے جائیں اور اگر گاؤں ہے تو ان پر جمعہ نہیں بحالت دبا وہاں نہ جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از بمبئی بنجر ضلع منڈلا مسئلہ عبدالستار صاحب پبلی بھیتی ۱۱۴۲ رجب ۱۳۳۷ھ کیا خطبہ جمعہ کھڑے ہو کر سنتا جائز ہے۔

الجواب

خطبہ سننے کی حالت میں حرکت منع ہے اور خطبہ بلا ضرورت کھڑے ہو کر سننا خلاف سنت ہے۔ عوام میں یہ معمول ہے کہ خطیب آخر خطبہ میں ان لفظوں پر پہنچتا ہے ولنکرا اللہ تعالیٰ اعلیٰ تو اس کے سنتے ہی لوگ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں یہ عوام ہے کہ ہنوز ختم نہ ہوا چند الفاظ باقی ہیں اور خطبہ کی حالت میں کوئی عمل حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از ریاست فرید کوٹ ضلع فیروز پور پنجاب ضلع سرکاری مسئلہ منشی محمد علی ارم ۱۱۴۲ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک مسجد میں جمعہ بامامت خود پڑھا یا دوسری مسجد میں ایک ضرورت کی وجہ آجانے سے خود مقتدی ہو کر بھی جمعہ پڑھا اس کا کیا حکم ہے۔

الجواب۔ کوئی حرج نہیں جبکہ امامت پہلے کر چکا ہو فان القفل بالجمعة غیر ممنوع۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از شہر مسؤل شوکت علی صاحب ۱۰ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا قول ہے علمائے اہلسنت وجماعت کا اس مسئلہ میں کہ شہر میں بہت جگہ نماز ہوتی ہے تو ہر وہ مسجد جس میں جمعہ ہوتا ہے جامع مسجد ہے اور جامع مسجد کی فضیلت رکھتی ہے یا وہی ایک مسجد جو متصل قلعہ کے جامع مسجد مشہور ہے اور شہر میں بہت جگہ جمعہ ہونے میں کچھ مانعت تو نہیں ہے اور جمعہ میں کم از کم کے آدمی ہوں جو جمعہ ہو سکے اور زیادہ ثواب شہر کی کس مسجد میں ہے۔

الجواب

جامع مسجد وہی ایک ہے شہر میں متعدد جگہ جمع ہونے کی مانعت نہیں۔ جمعہ کے لیے کم سے کم امام کے سوا تین آدمی ہوں مگر جمعہ وعیدین کا امام ہر شخص نہیں ہو سکتا وہی ہوگا جو سلطان اسلام ہو یا اُس کا نائب یا اُس کا ماذون اور ان میں کوئی نہ ہو تو بضرورت جسے عام نمازی امام جمعہ مقرر کر لیں جمعہ کا زیادہ ثواب جامع مسجد میں ہے مگر جبکہ دوسری جگہ کا امام اعلم و افضل ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از جردہ ضلع میرٹھ مرید سید الطاف حسین صاحب زمیندار دگورنٹ پشتر ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہماری بستی میں تین مسجدیں ہیں اور تینوں میں پنجوقتہ باجماعت نماز ہوتی ہے آٹھ سات حافظ قرآن ہیں دو تین حاجی احرارین الشریفین ہیں دس پندرہ اچھی فارسی اور دو تین کچھ عربی فارسی پڑھے ہوئے ہیں ایک صاحب سیرطیبہ دہلی کے سند یافتہ اور تین چار عطائی طیب ہیں ایک شخص آنکھیں بناتا ہے ایک قرآنی کتب ہے جس میں دس بارہ طالب علم قرآن شریف حفظ کرتے ہیں اس کے علاوہ ایک گورنمنٹی مدرسہ ہے ڈاکٹر بھی موجود ہے پانچ چھ آدمی انگریزی ہاں ہیں جن میں بی۔ اے اور ایف۔ اے بھی ہیں پندرہ سولہ آدمی گورنمنٹی ملازم ہیں جو دس روپیہ سے تین سو روپیہ تک تنخواہ پاتے ہیں ایک شخص گورنمنٹ سے تیس روپیہ پنشن پاتا ہے تین چار دوکانیں ہیں جن میں ضرورت کی تمامی اشیاء ہمہ دقت دستیاب ہوتی ہیں تین چار بازار ہیں دو ہواڑی کی ایک عطار کی دوکان ہے تین چار گھر قصاؤں کے ہیں پانچ چھ پختہ مکانات ہیں سات پختہ کنوے بستی میں آبپاشی کے ہیں سوائے گڑیوں اور چاروں کے ہندو کوئی آباد نہیں قربانی وغیرہ آزادی سے ہوتی ہے زمینداری مسلمانوں کی ہے بھنگی، رتھ، بڑھئی، اُمار، محام وغیرہ پیشہ ور سب آباد ہیں قریباً بارہ سو کی مردم شماری ہے عید گاہ پختہ بنی ہوئی ہے ہمیشہ سے جمعہ کی نماز ہوتی رہی ہے جس میں کبھی کبھی تین تین سو آدمیوں کا مجمع ہو جاتا ہے اب بعض بعض حضرات معترض ہیں کہ اس بستی میں جمعہ وعیدین کی نماز جائز نہیں اور چند اشخاص نے جمعہ کی نماز ترک بھی کر دی ہے حالات موجودہ مذکورہ کی موجودگی میں نماز جمعہ وعیدین ترک کی جاوے یا بدستور پڑھی جاوے۔

الجواب

اگر وہ پرگنہ ہے اُس کے متعلق دیہات ہیں اور ایسی حالت میں ضرور جانب سلطنت سے کوئی حاکم وہاں فصل خصومات و فیصلہ مقتدا کے لیے ہوتا ہے مثلاً تحصیلدار وغیرہ جب تو وہ خود شہر ہے اور اُس میں ادائے جمعہ وعیدین ضرور لازم اور اُن کا تارک گنہگار و آثم فقد صدق علیہا حد المصرا الصحیح المروئی فی ظاہر الروایۃ عن الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہا بلدۃ فیہا سکف و اسوان و رسالتین و فیہا وال الخ اور اگر وہ پرگنہ نہیں یا وہاں کوئی حاکم فصل مقتدا پر مقرر نہیں مگر زمانہ سلطنت اسلام میں وہ ایسا تھا کہ جب

اُس میں جمعہ ہوتا تھا تو اب بھی پڑھا جائے گا صلاۃ سعودی باب ۳۳ میں ہے جائے راکہ حکم شہر دادند بعد ازاں خرابی پذیرفت اُس حکم شہرے باقی ماند تا اگر نائب سلطان یا جمعہ در انجا نماز آدینہ گزارند روا بود اگر یہ دونوں صورتیں نہیں تو مذہب خفی میں وہاں جمعہ و عیدین نہیں پھر بھی جبکہ مدت سے قائم ہے اُسے اُکھٹرا نہ جائے گا نہ لوگوں کو اُس سے روکے گا مگر شہرت طلب قال اللہ تعالیٰ اراءیت الذی فیہ عبد اذا صلی ۵ وفیہ عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ والہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از کراچی صدر بازار دفتر انجمن جمعیتہ الاخاف مسئلہ ابو الرجا غلام رسول صاحب ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ جناب تقدس مآب مجمع مکارم اخلاق منبع محاسن اشفاق سراپا اخلاق نبوی مظہر اسرار مصطفوی سلطان العلماء اہل السنۃ برہان الفضل المملۃ قدوة شیوخ الزمان مولفنا المحدث ومجرا العلوم اعلم حضرت امام الشریعت والطریقۃ مجدد دما نشۃ حاضرہ لا متع اللہ المسلمین بطول بقائہم ودوامت علی رؤس المسترشدین فیوضا تکلم وبرکات تکلم۔ بعد سلام سنون و اشتیاق روز افزوں آنکہ حکم شاد روا حضرت سے التماس ہے ایک عرصہ ہوا غائبائے اہلسنت کراچی کی مدد محزون نے تاحال کوئی اثر پیدا نہیں کیا جمعہ و جماعت کی جیسی کچھ تکلیف ہے ناقابل بیان ہے لہذا دعا فرمائیے۔ اس وقت حضور پر نور وارث سجادہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اللہ تعالیٰ جناب کی دعا کی برکت سے ہم فقیروں کے لیے جامع اہلسنت پیدا کر دے کہ صدر کے مسلمانان اہلسنت فریضہ جمعہ ادا کر سکیں صدر میں دو مسجدیں ہیں اس وقت دونوں پر تصرف ایسی طاقتوں کا ہے کہ جن کے نزدیک دینداری اور مذہب معاذ اللہ خون ہے یا اہل سنت کی موجودہ شہرہ و معارف صورت کہ جس پر ہم اور ہمارے شیوخ کلام ہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ شرک و بدعت ہے لہذا ہم مع احباب و متعلقین تراویح و فرائض ایک کرایہ کے مکان میں جو وسیع اور قابل انتقاد محافل ہے ادا کر لیا کرتے ہیں جمعہ جاکر ایک اور مسجد صدر سے قریب میل بھر کے فاصلہ پہنچی یا کم و بیش پہنچ کر ادا کر لیتے ہیں لیکن بعض کو یہ مسجد قریب پڑ جاتی ہے اور بعض کو وقت ہوتی ہے کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک ایسے مکان میں جو کرایہ کا مکان ہو جمعہ و عیدین ادا کر سکتے ہیں جناب مجدد یہ سے جو فرمان ہو خواہ ہاں یا نہ قوم کو اور میری تسلی ہو جائے گی۔

الجواب

جناب محترم ذی الجود الکرم اگر کم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جمعہ کے لیے شہر یا فنائے شہر کے سوائے مسجد شرط ہے دینا۔ مکان میں بھی ہو سکتا ہے میدان میں بھی ہو سکتا ہے اذن عام درکار ہے بدائع امام ملک العلماء میں ہے السلطان اذا صلی فی دارۃ ان فتح باب دارہ جازوان لمریاذن للعامة لا تجوز در مختار میں ہے بشرط لصحتها المصروف فناء و هو ما حوله لاجل مصالحہ کدفن الموتی و رکض الخیل واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از حبیب والہ ضلع بمبوز تحصیل دھا پور مسئلہ منظور صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی ہے جس کی کل آبادی قریب ۷۰۰ کے ہے اور اُس میں ہر چیز جو وقت پر نہیں مل سکتی لہذا ایسی بستی میں جمعہ جائز ہے یا نہیں وجوب صلاۃ کے لیے کیا شرائط ہیں مدلل بیان ہوں۔

الجواب

جمعہ صرف شہر و فنائے شہر میں جائز ہے ورنہ نہیں شہرہ بستی ہے جس میں متعدد کو چھے دائم بازار ہوں اور وہ ضلع یا پورے ہو کہ اُس کے متعلق دیہات ہوں اور اُس میں فیصلہ مقدمات پر کوئی حاکم مقرر ہو۔ وجوب جمعہ کی سات شرطیں ہیں حریت و کثرت عقل بلوغ شہر میں اقامت اتنی صحت کہ حاضر جماعت ہو کر پڑھ سکے عثم مانع مثل حبس و خوف دشمن و باران شدید و غیرہ ان کی تفصیل اور بعض استثناء و درختار وغیرہ میں ہیں وقد ادخلنا البصير وقدرة المشي في الصحة اور اُس کے صحیح ہونے کی سات شرطیں ہیں شہر یا فنائے شہر سلطان اسلام یا اُس کا نائب یا ماذون یا بضرورت جسے عام مسلمین نے امام جمعہ بنایا ہو وقت ظہر ختم تک باقی رہنا خطبہ وقت ظہر میں قبل نماز کم از کم تین مسلمان مردوں حاکموں کے سامنے خطبہ ہونا جماعت سے ہونا جس میں کم از کم تین ایسے مرد ہوں جمعہ کے لیے اذن عام ہونا بلا وجہ شرعی کسی کی مدد نہ ہو بیان دلائل سے کتب لبریز ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از مولیں پورہ ہما مرسلہ محمد واحد خطیب مسجد قبرستان نئی بستی، ۱۲ شوال ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اخاف رحمہ اللہ تعالیٰ کہ اگر مساجد اخاف کو ذاب صدیق حسن خاں کے تصنیف کا خطبہ ہر جمعہ و عیدین میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور خفیفہ کے نزدیک کون خطبہ معتبر ہے۔

الجواب

صدیق حسن خاں غیر مقلد لاندہب تھا اُس کی تصنیف کا خطبہ اہلسنت کو پڑھنا نہ چاہیے لان فیہ تنویحاً بدکرہ و ترویجاً لمکرہ و ذلک لایجوز خصوصاً اگر اُس میں اپنے مذہب کی خجانت درج کی ہو جب تو قطعاً حرام ہے خطب ابن باز مصری اچھے ہیں اور اب ہند میں علمی کے خطبے مگر اردو اشعار خطبہ میں پڑھنا مناسب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از مراد آباد مرسلہ مولوی محمد عبد الباری صاحب، ۲ صفر ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص خطبہ جمعہ میں آیہ قرآنی میں تَعُوذُ تسمیہ پڑھتا ہے حالانکہ سلف سے کہیں یہ عبت ثابت نہیں اگر یہ امر سنو ہوتا تو کہیں بھی علمائے کرام سے ثابت ہوتا خصوصاً ہمارے ہادی مرشد حضرت مولانا صاحب مجدد ملت حاضرہ یعنی آپ خود ایسا تجویز فرماتے اب یہ تجدید خلاف اللہ سلف کے ہوئی کہاں تک ناجائز ہے۔

الجواب

خطبہ میں آیہ قرآنی سے پہلے اعوذ پڑھنا چاہیے اور اگر وہ آیت ابتدائے سورہ ہے تو بسم اللہ شریف بھی فقیر کا ہمیشہ اسی پر عمل ہے اور اگر سر آیت پر بھی بسم اللہ پڑھ لے گا حرج نہیں ردالمحتار میں ہے فی الامداد و فی المحيط یقرأ فی الخطبة سورة اذ آية فاذا قرأ سورة يتعوذ ثم يسمي قبل آية قيل يتعوذ ثم يسمي واكثرهم قالوا يتعوذ ولا يسمي۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ریلی مدرسہ منتظر الاسلام مسئلہ مولوی رمضان علی صاحب بنگالی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز جمعہ میں خطبہ نہیں پڑا اور وقت بھی تنگ ہو گیا جو اور مسجد سے تلاش کر کے لائے اور

امام صاحب کو کوئی خطبہ نہیں یاد تھا تو اس صمدت میں کس طرح نماز ادا کی جائے گی اور اگر بغیر خطبہ کے نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی یا نہیں۔

الجواب

نماز جمعہ بے خطبہ باطل ہے خطبہ مختصر کافی ہے ایسا شخص امام جمعہ نہیں ہو سکتا جو خطبہ نہ پڑھ سکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ۔ از شہر کا پور توپ خانہ بازار قدیم مسجد صنوبر مارموم معرفت مولانا مولوی ماقظ عبید اللہ صاحب قلم مرسلہ محمد جعفر ربیع الاول
کبار ملتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مجبور خطبہ علی کا پڑھنا نماز جمعہ وعیدین میں جائز ہے یا نہیں چونکہ اس خطبہ میں کچھ اشعار اوروں کے
بھی شامل ہیں اسی وجہ سے تمام ہندوستان کے لوگ جن کی زبان اردو ہے اس کو بہت شوق سے سنتے ہیں اور اکثر بزرگ اس خطبہ کو بکثرت
نماز جمعہ وعیدین میں پڑھا کرتے ہیں اسد محبوب علی شاہ صاحب سکندریہ آباد کوئن جو مرید بھی کہتے ہیں اور وعظ بھی فرماتے ہیں انھوں نے
بیہی محلہ کٹائی پورہ گل میں آباد بلندہ بعد نماز جمعہ یہ فرمایا کہ مجبور خطبہ علی کا پڑھنا اور سنتا نماز جمعہ وعیدین میں ناجائز ہے اس سے
لازم نہیں ملتا ہے کیونکہ علی کا مذہب رافضی تھا لہذا کمال ادب مستدعی ہوں کہ اس مسئلہ میں مشرعا کیا حکم ہے آیا مجبور خطبہ علی کا پڑھنا اور
سنتا جائز ہے یا نہیں اور علی کا مذہب کیا تھا علی نے خطبہ میں صحابہ کرام کی تعریف اور مدح بھی کی ہے مع حوالہ کتاب مطلع فرمائیے کہ نماز جمعہ و
عیدین مجبور خطبہ مذکورہ بالا کے پڑھنے سے جائز ہوگی یا نہیں اور حقیقت اگر علی کا مذہب اہلسنت والجماعت تھا تو جو شخص علی کو رافضی کہے
اُس کے حق میں کیا حکم ہے اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اُس کا مرید ہونا کیسا ہے۔ بیذنا توجروا

الجواب

مولانا محمد حسن علی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سنی صحیح العقیدہ اور واعظ و ناصح اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مراح اور میرے حضرت
جد امجد قدس سرہ العزیز کے شاگرد تھے انھیں رافضی نہ کہے گا مگر کوئی ناہنجی یا خابجی۔ دکنی صاحب نے اگر کسی کی سنی منائی ہے تحقیق
کہ وہی تو یہ آریہ فتنہ بنوا ان تصیبوا قومنا بجماعۃ فتنہ صحا علی ما فضلتم نذامین ۵ کا خلاف کیا صحیح حدیث لا تذکروا موتا کمر
الا بخیر کا خلاف کیا رواہ البخاری وغیرہ اور حدیث صحیح کفی بالمرء کذباً بان یحدث بكل ما سمع کا وبال سر پر لیا رواہ مسلمہ وغیرہ
آیت کا ارشاد یہ ہے کہ غیر ثقہ کی خبر غیب تحقیق کر لو کہیں کسی کو جہالت سے آزار دے بیٹھو پھر اپنے کیے پر پچھتاتے رہو اور حدیث اول کا کہ
اپنے اموات کو خیر ہی سے یاد کرو اور دوم کا یہ کہ آدمی کے بھوٹا ہونے کو یہ بہت ہے کہ جو کچھ سنے اُس پر اعتبار کر کے لوگوں سے بیان کر دے
اور اگر اپنی طرف سے کہا تو آفت سخت تر ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من ذکر امرأ لشیئ لیس فیہ لوعیبہ بہ جسہ
اللہ فی نار جہنم حتی یاتی بنفاذ ما قال دوسری روایت میں ہے کان حقا علی اللہ ان ینذربہ یوم القیمۃ فی النار حتی یاتی بنفاذ
ما قال رواہ الطبرانی بسند صحیح عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کسی کے عیب لگانے کو وہ بات بیان کرے جو اُس میں
نہیں اللہ اُسے نار جہنم میں قید کرے گا یہاں تک کہ اپنے کچھ کی سندائے اللہ پر حق ہے کہ جب تک اپنی اُس بات کا ثبوت پیش نہ کرے
اُسے آتش بدوزخ میں لگائے اور نفرض غلط اگر معاذ اللہ کوئی بد مذہب ہی خطبہ تصنیف کرے اور وہ صحیح ہو اُس میں کوئی بد مذہبی نہ ہو تو
اُس کے پڑھنے سے نماز کیوں ناجائز ہونے لگی یہ دل سے مسئلہ گرھنا اور شریعت مطہرہ پر افسر کرنا ہے ہاں اردو زبان خطبہ میں طمانہ چاہیے

مسئلہ - مسئلہ جناب عبدالحسین از فرید پور مورخہ ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں مع چند اشخاص اپنے محلہ کی مسجد کو چھوڑ کر دوسرے محلہ کی مسجد میں جا کر نماز جمعہ کو ادا کرنا باوجود اس کے کوئی طریقہ افضلیت نہیں رکھتی ہے نہ مسجد بڑی و جماعت کثیر نہ امام افتخار اتنا ہے کہ دوسرے محلہ کی مسجد ریع میل اور اپنے محلہ کی مسجد ثلث میل فاصلہ پر ہے جائز ہے یا نہیں اور ان لوگ کے جانے کی وجہ سے اپنے محلہ کی مسجد میں جماعت کم ہوتی ہے انکوں ان لوگوں کو منع کیا جاسکتا ہے یا نہیں اور بر تقدیر منع ذکر کرنے کے ان لوگوں کے ساتھ اور لوگ کے بھی جانے کا احتمال ہے اور بصورت جائز ہونے کے کون سی مسجد میں افضل ہے - بنیاداً توجروا

الجواب

جمعہ مسجد جامع میں افضل ہے مسجد محلہ کا حق نماز پنجگانہ میں ہے جب وہ جامع نہیں اور دوسری جگہ جانے میں اُن کو آسانی ہے تو مافقت کی کوئی وجہ نہیں - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر ممبئی بولہ مسئلہ طالب علم بنگالی ۳۲ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جن گاؤں میں تعریف لکھ کر صادر آئے مثلاً بڑی سی جڑی مسجد میں اُس کے اہل پنجہ ہو سکیں اور گلیاں اور بازار ہوں اور اُس میں چند مولوی ہوں مسئلہ دین کا جاری کرتے ہوں اور قاضی ہو کر انصاف مظلوم کا کرتے ہوں اُس گاؤں کے متصل اور گاؤں بھی ہے ایسے گاؤں میں جمعہ جائز ہے یا نہیں -

الجواب

گاؤں متصل ہونے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ دیہات اُس کے متعلق ہوں یہ ضلع یا پرگنہ ہوا اپنے اپنے طور پر فیصلہ کرنے سے شہر نہیں ہو جاتا بلکہ دالی ملک یا اُس کا مقرر کردہ حاکم ہو اگر یہ دونوں باتیں ہیں تو اُس میں جمعہ جائز و صحیح ہے ورنہ باطل و ناجائز - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - مسئلہ مکرم احمد اللہ صاحب صدر بازار ہردوئی -

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں (۱) جمعۃ الوداع رمضان المبارک کو نبی کریم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ الوداع پڑھا ہے یا نہیں (۲) اگر حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں پڑھا ہے تو سب سے پہلے خطبہ الوداع کس نے پڑھا ہے اور اُس کا موجد و مخترع کون ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یا ائمہ مجتہدین فقہاء محدثین رحمہم اللہ (۳) شریعت مقدمہ مطہرہ منورہ محمدیہ حنفیہ السنۃ و جماعت میں خطبہ الوداع کا کیا درجہ ہے فرض، واجب، سنت، مستحب، مباح صاف صاف مدلل تحریر فرمائیں (۴) جس جمعۃ الوداع کو خطبہ الوداع نہ پڑھا جائے وہ جمعہ صحیح ہوگا یا نہیں اور تارک خطبہ الوداع کس درجہ کا خاطی و گنہگار ہے قابل ملامت و زجر ہے یا نہیں ملامت و زجر کرنے والے تو گنہگار نہ ہوں گے امامت اُس کی جائز ہے یا ناجائز (۵) کتاب شبیر الانسان کے صفحہ ۲۲ میں لکھا ہے اما خواندن کلمات حسرت و انفوس در خطبہ آخر رمضان مباح است فاما از سلف منقول نیست و افضل ترک است تا عوام را گمان و حجب و سستش نگردد و درین شرط است کہ روایت دروغ و بہتان بر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

دراں نباشد والا حرام سمجھنا کہ این سست سے اکثر محمد مصطفیٰ محبوب و مطلوب خدا ۱۰ گفتمے درین حسرتا اسی ماہ رمضان الوداع - یہ فتویٰ مفتی سعدا شند نامی کسی بزرگ کا ہے جو ۱۲۹۶ھ میں مطبع ذول کشور کراچی میں چھپا ہے جناب اس فتوے کے متعلق کیا فرماتے ہیں آیا صحیح قابل عمل ہے یا واجب الرد جو کچھ ہوصاف صاف تحریر فرمائیے - بیہذا توجروا

الجواب

(۱) الوداع جس طرح رائج ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہیں (۲) صحابہ کرام و محدثین عظام صلی اللہ تعالیٰ علیہم سے نہ اس کا موجب معلوم (۳) وہ اپنی حد ذات میں صراح ہے ہر صراح نسبت حسن سے سبب ہو جاتا ہے اور حرم و حواض خلعت سے مکروہ سے حرام تک (۴) جمعہ کے لیے خطبہ شرط ہے خاص خطبہ الوداع کوئی چیز نہیں اُن کے ترک سے نماز پر کچھ اثر نہیں پڑ سکتا اُن کے ترک میں کچھ خلل نہیں نہ ترک پر زجر و ملامت روا جبکہ ترک بر بنائے وہاں بیت ذہب ہاں اگر واجبیت ہے تو وہابی کے پیچھے نماز بیشک ناجائز محض باطل اور وہ زجر و ملامت سے بھی سخت تر کا سختی ہے (۵) اس فتوے میں جو کچھ کھانہ و کھانہ کھانہ صحت سے سوائے اس لفظ کے "کہ افضل ترک است" اس کی جگہ یوں چاہیے التزمش نہ شاید گاہے ترک ہم کنند بحوام گان و جب و اسان بزند فقد صرح العلماء الکرام ان التزم احسانا یزید الایمان فالحمد للہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ضعیف ڈھاکہ ڈاکخانہ نہروی مدرسہ حافظ پور - مخلص الرحمن -

بخدمت شریف جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام ظلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - عرض یہ ہے کہ ہمارے ملک بنگالہ میں ایسی بستیاں ہوا کرتی ہیں کہ ہر ایک میں متعدد پارہ یعنی چھوٹے چھوٹے ہیں اور ہر ایک پارہ جدا جدا نام سے موسوم ہے ایک پارہ سے دوسرے پارہ علیحدہ اور اس قدر فاصلہ سے ہوا ہے کہ گویا قرۃ صغیرہ مستفید ہے اور پاروں کے درمیان مواضع مفصلہ میں مزارع اور میدان اور کھیتیں کہیں ہائیں اور دیگر ادنیٰ جنگل ہوا کرتے ہیں موسم برسات میں ایک پارہ سے دوسرے پارہ میں جانے کے لیے کشتی کی ضرورت کم ہی ہوا کرتی ہے مگر جوتی پن کر نہیں جاسکتے کہیں کہیں درمیانی فاصلہ میں زانو تک پانی ہوتا ہے اور اکثر جگہ میں اس سے کچھ کم ایک پارہ سے دوسرے پارہ میں جانے کے لیے سوائے کھیتوں کی حد بندی اور چھوٹے چھوٹے راستوں کے اور کوئی بڑا راستہ نہیں ہے یعنی دو آدمی محاذی ہو کر ایسے راستے سے چلنا و ٹھار ہے ہاں کہیں کہیں مویشی کے چلنے کے لیے (گوپاٹ) یعنی کچھ زمین اُتار دہ مثل بڑے راستے کے فراخ چھوٹی چوٹی ہے وہ بھی مثل ترک کے اونچے نہیں ہر ایک پارہ کے انتہی بھی متصل نہیں بالکل غیر منظم حالت پر ہیں ان پاروں کا ایک بڑا نام ہوا کرتا ہے جس سے وہ خطہ کتابت و تسک و قبائل و گورنمنٹی کا غذات میں مشہور ہوتا ہے اکثر ان گھٹوں میں نہ ڈاکخانہ نہ تھانہ و سٹاک و اسواق و دکان باکل نہیں ہاں ہفتہ میں دو ایک مرتبہ بعض گاؤں کے کنارے میں بازار (ہاٹ) لگتا ہے جس میں لوگ اشیائے خوردنی بیچتے اور خریدتے ہیں مگر بازار کے عین وقت کے سوا وہاں شاذ و نادر ہی کچھ ہوتا ہے دکانیں وغیرہ جیسا شہر و عمارت میں ہوا کرتی ہیں دیسی نہیں - کہیں کہیں کما سین تیل اور بعض بازار میں روز عین کے سوا کچھ اور بھی فروخت کرتے ہیں مگر ایسے دوکان دو ایک سے زیادہ نہیں ہوتا ایسے گاؤں کے پاروں میں نماز جمعہ کے لیے مسجد بنی ہیں ان مسجدوں میں جو نہایت بڑی ہوتی ہے اُن میں بشکل چالیس آدمی ساکتے ہیں ہر ایک گاؤں یعنی (مجموعہ چند پاروں میں) دو ڈھائی ہزار لوگ

ہندو مسلمان بستے ہیں اس تعداد میں بالغ نابالغ مرد و زن سب شامل ہیں الحاصل سوائے کثرت مردم کے شہر و محکمے کی دوسری کوئی علامت ان پاروں میں نہیں ہے نماز پنجگانہ کی جماعت نہیں ہوتی۔ اتفاقاً دو چار آدمی کہیں جمع ہوتے ہیں تو جماعت پڑھتے ہیں ورنہ کچھ جماعت رات نہیں اب سوال یہ ہے کہ ایسی گائوں میں نماز جمعہ پڑھنی مطابق مذہب حق کے درست یا نہیں بر تقدیر ثانی پڑھنے والے گنہگار ہوں گے یا نہیں ایسے گاؤں کو جو متعدد پارہائے مفصلہ سے بنا ہے اور جس میں دو ڈھائی ہزار لوگ بستے ہیں قریہ کبیرہ کہہ سکتے ہیں یا نہیں۔ بدینا وجود عند اللہ اجرا حسنا زیادہ والسلام۔

الجواب

صورت مذکورہ میں وہ چھوٹے پارے اور اُن کا مجموعہ سب گاؤں میں اور اُن میں جمعہ ناجائز اور پڑھنا گناہ درمختار میں ہے صلاة العید فی القری تکرہ نحو ما لانہ اشتغال بما لا یصحہ اور اگر اس کے سبب ظہر ترک کریں گے تو تارک فرض ہوں گے اور ظہر احتیاطاً تنہا پڑھی تو تارک واجب ہوں گے بہر حال متعدد گناہ اُن پر لازم ہیں باینتمہ جہاں لوگ پڑھتے ہوں اُنہیں نہ روکا جائے کما افادہ فی الدال المختار فی الصلاة عند الشروق اور خود ہرگز نہ پڑھیں نہ نئی جگہ قائم کریں کہ گناہ سے بچنا لازم ہے اور پاروں کے مجموعہ کو اگرچہ مجموعی طور پر قریہ کبیرہ کہہ سکیں مگر قریہ کبیرہ بمعنی بلدہ صغیرہ ہرگز نہیں جس میں جمعہ جائز ہو سکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از قصبہ جہاں آباد خاص ضلع پٹی بھیت مرسلہ عاشق حسین بخش قصبہ مذکور مورخہ مار ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع مسائل ذیل میں (۱) جمعہ کے خطبوں میں عربی عبارات پڑھ کر بعد کو ترجمہ اردو زبان میں محض بنیت آگاہی قوم امام جمعہ پڑھے تو کیا نقص یا فاضل ہے (۲) خطبہ دراز یا قرات طویل کا پڑھنا کوئی فضل رکھتا ہے یا نقصان (۳) قبل اور بعد جمعہ سنتوں میں لفظ سنت رسول اللہ کہنا کوئی نقصان ہے (۴) مکرر الوداع شریف کوئی عمل شرعی میں نقص رکھتا ہے اور یہ عمل درست ہے یا نادرست بشریعت بدینا وجود

الجواب

(۱) خطبہ میں عربی کے سوا دوسری زبان ملانا مکروہ و خلاف سنت ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) قرات بقدر سنت سے زائد نہ ہو اور اتنی زیادت کہ کسی مقتدی کو ثقیل ہو حرام ہے اور خطبہ کی نسبت ارشاد فرمایا کہ آدمی کی فقاہت کی یہ نشانی ہے کہ اس کا خطبہ کوتاہ ہو اور نماز متوسط زیادہ طویل خطبہ خلاف سنت ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۳) سنتیں جمعہ کی ہوں یا اور وقت کی اُن کی سنتوں میں نام اقدس کی طرف اضافت کہ حضور کی سنت ہے اس میں کوئی حرج نہیں اس سے وہابیہ منع کرتے ہیں جو نام اقدس سے جلتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۴) الوداع کہ مانع ہے نہ کوئی حکم شرعی ہے نہ اس سے منع شرعی ہاں علماء اس کا التزام نہ کریں کبھی ترک بھی کریں کہ عوام واجب نہ سمجھنے لگیں اور بھی الوداع قلب سے ہے کہ رمضان شریف کے آنے سے خوش ہو اور جانے سے غمگین اور اگر یہ حالت ہو کہ آنا بارگاہ اور جانے کے لیے گھڑیاں گنیں تو جہوٹی الوداع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از جانب انجمن اہلسنت و جماعت سموائی ٹولہ بریلی ۱۰ محرم احرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک فرد یا ایک گروہ حنفی المذہب اہل سنت و الجماعت کا جو کہ حتی الامکان شرکوں بدعتوں و باہیوں اور خصوصاً رافضیوں سے مجتنب ہے اور ان سے عمل ترک مولات جائز رکھتا ہے لیکن شرکت نماز جماعت اور خصوصاً نماز جماعت کثیر کا شائق ہے اس جانکاہ و جگر خراش ہنگامہ محرم الحرام کے موقع پر یہ دیکھنے ہوئے کہ جمعہ کا روز عشرہ کا دن نماز جماعت اور عید گاہ کا موقع ہے جس کا انتظام بریلی کے حنفی المذہب اہل سنت و الجماعت انجمنوں کی مشترکہ کوششوں سے ہوا ہے مگر اس ہنگامہ میں تعزیراً بدعتی وغیرہم شامل ہیں نیز اس گروہ کثیر کا اجتماع محض تعزیر داری و سخت بینی کی وجہ سے ہوا ہے کیا اس نماز جماعت میں شریک ہو سکتا ہے اور اس کو نماز کا اس قدر ثواب جتنا کہ اتنی بڑی جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے سے حاصل ہونا چاہیے حاصل ہوگا اور یہ بھی کہ آمد و شد میں اُس کی نظر سخت و تعزیر وغیرہ اور ان اشخاص پر پڑے کہ جو خوشی و میلہ سمجھ کر اس موقع پر جمع ہوئے ہیں تو اُس کے طمع نظر کو دیکھتے ہوئے اس کے ثواب نماز جماعت و جمعہ میں فرق آیا یا اس کا گناہ بگاہ ہونا تو لازم نہ ہوگا۔

الجواب

جبکہ جماعت کا انتظام سنی حنفی اصحاب نے کیا اور امام سنی حنفی جامع شرائط امانت ہوگا تو اُس میں بلاشبہ جماعت کثیر کا ثواب ملنے کی امید واثق ہے تعزیر داری ایک بدعت علی ہے وہ اس حد تک نہیں کہ اُس کے مرتکب معاذ اللہ رافضی و اپنی وغیرہم جنت کی مثل ہوں یا معاذ اللہ ان کی جماعت جماعت نہ ہو یا ان سے اجتناب ایسا ہی فرض ہو جیسا ان خبیثوں سے ضروریات دین بالائے سر وہ عقائد ضروریہ اہلسنت کے بھی منکونہیں نہ مجربان خدا کی معاذ اللہ توہین کرتے ہیں نہ کسی محبوب بارگاہ سے معاذ اللہ دشمنی رکھتے ہیں پھر ان خبیثوں کو ان سے کیا نسبت یہ عقیدہ ہم میں سے ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں پیش خود محبت مجربان خدا کی نیت سے کرتے ہیں براہِ حال و ناوانی اس میں لہو و لعب و افعال ناجائزہ شامل کرتے ہیں لہذا ان کی جماعت پر حکم جماعت نہ ماننا محض ظلم ہے اور جب اس کی نیت تماشا دیکھنے کی نہیں نماز جماعت کثیر کی نیت ہے تو راستے میں اُن چیزوں پر نگاہ پڑنے کا اس پر الزام نہیں جیسا ناہموس میں کج کل فزوات علیہم کی حاضری۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از عیش آرا ضلع میں سنگہ پوسٹ کا لوہا۔ خدمہ کار معظم علی صاحب ۱۰ محرم الحرام ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ محکم اللہ تعالیٰ فی الدارین کہ اس دیار میں چند علماء جاہلوں کو یہ دھوکا دیا ہے کہ گاؤں میں جمعہ درست نہیں اور بدعتی والا گنگار ہوگا کیونکہ جمعہ جبکہ درست نہیں تک اس سے فرض ظہر کا ساقا نہیں ہوا بہت جگہ کے جمعہ ایسے دیران کرنا اور عیدین کی نماز بھی منع کرتا ہے اور خود بھی نہیں پڑھتا ہے اور یہ بھی کہا کرتا ہے کہ جو شخص گاؤں میں نماز جمعہ و نماز عیدین ادا کرتا ہے وہ گناہ کبیرہ کا اصرار کرتا ہے اور گناہ کبیرہ کا اصرار کرنے والا کافر ہے آیا ایسے عالم جو نازین مومنین کو کافر کہتا ہے کیلئے کیا حکم ہے۔

الجواب

دیہات میں نماز جمعہ و عیدین مذہب حنفی میں جائز نہیں مگر جہاں ہوتا ہے اُسے بند کرنا جاہل کا کام ہے قال اللہ تعالیٰ اور ایت الذی یحییٰ ہ عبد اذا ضلّی اور جوا نہیں کافر کہتا ہے گمراہ و بدعتی ہے نہ کبیرہ ہے لاختلاف الائمة نہ کبیرہ و بدعتی اصرار اہلسنت کے نزدیک کفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ جملہ اہل اسلام قصبہ بیرہڑہ ریاست سوامی جے پور معرفت حامد محمد مدرس فارسی اسکول بیرہڑہ پڑیہ ڈاکخانہ قحانہ غازی ریاست الور۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ میں قاضی اور خطیب مسجد جامع سندی پادشاہی رہتے ہیں اور وہ دونوں حسب و نسب میں برابر اور برابر ہیں اور علم فارسی و مسائل میں حسب لیاقت خود ہیں الا قاضی کہ بزم قضایت و نفسانیت و نقیض باہمی کہتا ہے کہ نماز جمعہ پڑھانے کا میرا حق ہے اور خطیب مسجد جامع کہتا ہے کہ میں قاضی نہیں الا خطیب سندی پادشاہی ہوں میں نماز جمعہ پڑھانے کا مستحق ہوں یا مجھ سے اجازت لے کر آپ قاضی صاحب یا دیگر جو افضل ہوں پڑھاویں لیکن قاضی صاحب بوجہات مندرجہ بالا کے اجازت ناگوار سمجھتے ہیں اور اسی چھوٹے قصبہ میں جامع مسجد شاہی کو چھوڑ کر دو تین آدمیوں سے دیگر مسجد میں علیحدہ جمعہ پڑھتے ہیں اور مسجد جامع دریاں قصبہ کہ جہاں گرد و نواح میں قوم ہند آباد ہے ایسے مقام پر اہل اسلام کی جماعت کی نماز ہونا ازینت و شوکت اسلام میں داخل ہے پھر جماعت اسلام میں غفلت ادا نہ ہو کر جامع مسجد کو چھوڑ کر دیگر مسجد میں علیحدہ جمعہ پڑھتے ہیں اس حالت میں جمعہ کون پڑھانے کا مستحق ہے خطیب مسجد جامع یا قاضی صاحب یا دیگر اور اجازت بھی خطیب سلیمان واجبی یا نہیں اور جمعہ کنسی مسجد میں ہونا واجب ہے اور اس چھوٹے قصبہ میں دو جمعہ بوجہات مندرجہ بالا جائز یا ناجائز اور دئے شرع شریف مع تشریح کے جواب سے مطلع فرمادیں دوئم ایک قصبہ میں لیدنامی شخص کہ جو تاجیہ اور مرض جگند یعنی ناسور دائمی میں مبتلا ہے کہ جس کی وجہ سے جسم و جامہ کی پاکی و ناپاکی مشتبہ رہتی ہے کہ جن کا پاک ہونا فرائض نمازیں سے ہے اور نہ یہ بھی کہتا ہے کہ مجھ پر سے جمعہ سا قح ہو چکا پھر کیا وجہ ہے کہ عید و جمعہ کی امامت بخوانش نفسانی خود کرتا ہے اگر اُس سے کہا جاتا ہے کہ بقول آپ کے جمعہ سا قح آپ پر ہو چکا اور آپ معذور ہیں پھر امامت آپ کی کس طرح جائز اور درست ہو سکتی ہے زید نے کوئی ثبوت اس بارہ میں نہیں دیا کیا زید کی امامت جائز ہے یا ناجائز اس لیے مکلف خدمت بابرکت میں ہیں کہ دونوں سوالات کے جواب بالتشریح مع حوالہ کتب اللہ دین و آیات شریف و احادیث شریف تحریر فرمادیں۔

الجواب

(۱) صورت مذکورہ میں وہ خطیب ہی قابل امامت جمعہ ہے قاضی کو کوئی حق نہیں یہ قاضی قاضی مباح خوانی ہوتے ہیں نہ والی قاضی کہ دو تین آدمیوں کے ساتھ الگ جمعہ پڑھتا ہے اُس کا اور اُس کے ساتھیوں کا جمعہ باطل محض ہے خطیب ہی بوقت ضرورت جبکہ خود بوجہ مرض یا سفر حاضری مسجد سے معذور ہو اپنی جگہ دوسرے کو نائب کر سکتا ہے نہ کہ صرف اُس کی اجازت سے دوسری جگہ جمعہ قائم ہو سکے اس کا اُسے بھی اختیار نہیں فان لم یب امام الجمعة لوالی الاسلام فان لم یکن فللعامة لا للخطیب و حدة جمعہ اسی مسجد میں ہوگا اور وہاں دوسری جگہ بلا ضرورت جمعہ قائم نہ ہوگا فان بقية العامة مقید بالضرورة ہاں اگر وہاں کوئی عالم دین فقیہ معتدافتہ اہل بلد ہو تو وہ حسب مصلحت اپنے حکم سے دوسری جگہ بھی جمعہ قائم کر سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) زید اگر واقعی معذور ہے تو جمعہ بغیر جمعہ کسی نماز میں غیر معذورین کی امامت نہیں کر سکتا اور اگر معذور نہیں اور کپڑوں کی نجاست ثابت نہیں تو اور نمازوں کی امامت کر سکتا ہے اور جمعہ و عیدین کی بھی اگر جانب سلطان اسلام سے ماذون ہو یا عام مسلمانوں نے اُسے جمعہ و عیدین کا امام مقرر کیا ہو اور

یہ جو بنائائی اس پر جمعہ فرض نہ ہونا جمعہ میں اُس کی صحت امامت کا مانع نہیں جیسے غلام و مسافر واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از نو شہرہ تھیں جا پور ضلع ڈیرہ غازی خان مسؤلہ عبد الغفور صاحب ۱۲ محرم ۱۳۳۹ھ

ایک اولیاء اللہ کا مجلس خانہ مقربہ ہے وہاں عرس شریف کے دن مجلس جونی ہے کیا اُس مجلس خانہ میں عید نماز یا جمعہ نماز یا مطلق پڑھنا جائز ہے یا نہ۔ بلیوا توجروا

الجواب

مجلس خانہ میں نماز ناجائز ہونے کی کیا وجہ ہے ہاں مسجد کا ثواب نہ ملے گا اور بلا عذر ترک مسجد ہو تو گناہ ہوگا مگر نماز ہو جائے گی یہ میں جمعہ و عید میں بھی اگر عام شہرت و اذن ہو کہ یہاں جمعہ یا عید پڑھیں گے جو چاہے آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ایرایان محلہ سادات ضلع فتح پور مسؤلہ حکیم سید نعمت اللہ صاحب ۱۲ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دھوپ کی شدت سے اگر خطبہ سنتے وقت چھاتا لگالے تو حرج تو نہیں۔

الجواب

بہتر نہیں حاضری و بار کے خلاف ہے اور ضعیف یا مریض ہے اور دھوپ ناقابل برداشت تو لگالے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از مقام درگاہ مالک متوسطہ مدرسہ جناب ڈاکٹر حسین بیگ صاحب معرفت جناب عبد المجید صاحب پور خانہ بیچ الاخرہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص فجر کی نماز پڑھ کر جمعہ کے روز بازار کرنے کو ایک مقام پر چکر سکونت سے ۹ میل کے فاصلہ پر چلا جاتا ہے اور جمعہ کی نماز میں شریک نہیں ہوتا جس کو عرصہ دراز نہ ہو گیا ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ وہ منافق ہو گیا اور اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں نہیں دفن کرنا چاہیے اور اس سے میل و محبت وغیرہ سب ترک کر دیے جائیں وہ کہتا ہے کہ اپنے بچوں کی پرورش کرنے کی وجہ سے جاتا ہوں اُس پر شرعی قوی کی ضرورت ہے۔ بلیوا توجروا

الجواب

اگر وہ ٹھیک دوپہر ہونے سے پہلے شہر کی آبادی سے نکل جاتا ہے تو اُس پر اصل کچھ الزام نہیں اور اگر اُسے شہر ہی میں وقت جمعہ ہو جاتا ہے اُس کے بعد بے ہوش چلا جاتا ہے تو ضرور گنہگار ہے مگر یہ باطل ہے کہ اُسے قبرستان مسلمین میں دفن نہ کر سکیں اسے نفاق علی کہہ سکتے ہیں نہ کہ حقیقی ہاں اس جرم پر مسلمان اُس سے میل جول ترک کر سکتے ہیں اور پہلی تقدیر تو جتنے احکام اُس پر لگائے گئے سب غلط ہیں فتاویٰ ظہیر و غیرہ شریح و رد مختار وغیرہ میں ہے الصحیح انہ یکوہ السف بعد الزوال قبل ان یصلیھا ولا یکوہ قبل الزوال۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ میٹلہ از کشن گنج ضلع پورنیہ مسؤلہ ماسٹر محمد طاہر علی صاحب میٹلہ ماسٹر مدرسا نجمن اسلامیہ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس جوار کا دستور ہے کہ اکثر لوگ احاطہ مکان میں ایک چار چھ بانہ کا مربع مکان دیکھ کر یا طبع کا بنام اللہ گھر یا مسجد کے بلا لحاظ پابندی نماز بناتے ہیں یہ مکان ضرورتاً ادھر ادھر پڑا بھی دیا جاتا ہے اور کبھی کھوکھلی بھی ہوتی ہے

غرض ایسی عری مسجدوں میں جو بڑی سے بڑی مسجد تھی اُس میں لوگوں نے جمعہ جاعت طیار کر لی اور چلتے پھرتے واعظ لوگ آتے انھوں نے ان لوگوں کی شامل جمعہ بھی پڑھا اور پڑھتے ہیں تو ایسی حالتوں میں تحقیق مقلدین احداث یہ خواندہ جمعہ مصیب ٹھہری گے یا خاطی جواب مدلل بادلہ حقیقہ ہو۔

الجواب

یہ مکانات مساجد البیوت کہلاتے ہیں یہ حقیقت مسجد نہیں ہوتے نہ ان کے لیے حکم مسجد ہے درمختار میں ہے کوہ غلق باب المسجد والوطء فوقہ والبول والتعوط ولا یکرہ ما ذکر فوق بیت جعل فیہ مسجد بل ولا فیہ لانہ لیس بمسجد شعا مگر جمعہ کیلئے مسجد شرط نہیں مکان میں بھی ہو سکتا ہے جبکہ شرائط جمعہ پائے جائیں اور اذن عام دید یا جائے لوگوں کو اطلاع عام ہو کہ یہاں جمعہ ہوگا اور کسی کے آنے کی ممانعت نہ ہو کافی امام نفی میں ہے السلطان اذا اراد ان یصلی بجمشہ فی دارہ فان فتح بابھا واذن للناس اذنا عاما جازت تو اگر صورت یہ تھی وہ لوگ مصیب ہوتے ہاں اگر وہاں مسجد جمعہ موجود تھی اُس میں نماز نہ ہوتی اور گھر میں قائم کی تو کراہت ہوتی درمختار میں ہے لو دخل السید قصورہ واغلق بابہ وصلی باصحابہ لم تنقذ ولو فتحہ واذن للناس بالدخول حاز وکرہ رد المحتار میں ہے لانہ لم یقض حق المسجد الجامع زیلعی ودرس اور اگر کوئی شرط جمعہ مفقود تھی مثلاً وہ جگہ مصر و فنائے مصرہ تھی یا امام امام جمعہ نہ تھا یا بعض نمازیوں کو بلا وجہ شرعی وہاں نماز کے آنے سے ممانعت تھی یا نمازیوں میں وہاں اقامت جمعہ شہور نہ تھی بطور خدا ان لوگوں نے پڑھ لی اور عام اطلاع نہ ہوئی اگرچہ کسی کو آنے سے ممانعت بھی نہ کی اگرچہ لوگوں نے اور مسجدوں میں پڑھی تو ان صورتوں میں ان کی نماز نہ ہوئی خلاصہ میں شرح جامع صغیر امام صدر شہید سے ہے من جملۃ ذلک الاذن العام یعنی الادا وعلی سبیل الاشتہار بدائع وعلیہ وغیرہا میں ہے السلطان اذا صلی فی دارہ والقوم من امر السلطان فی المسجد الجامع ان فتح باب دارہ جاز و تكون الصلاة فی موضعین ولو لم یأذن للعامة وصلی مع جدیش لا تجوز صلاة السلطان وتجوز صلاة العامة ۱۷ وتمامہ فیما علقناہ علی رد المحتار۔ واللہ تعالیٰ اعلم مسئلہ۔ مافظ مولوی حشمت علی صاحب کتبہ طالب علم مدرسہ مظاہر اسلام بریلی محلہ سودا گران ۲۵ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا ارشاد ہے حمادہ سنت نبویؐ وحمادہ بہجت قبیلہ اظہار کا اس مسئلہ میں کہ خطبہ میں رخصا لاؤف الربا بیدہ والرافضیہ پر کار حضور سیدنا خورش اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام اقدس کے کر بتبعیت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درود شریف پڑھنا کیسا ہے (۲) اولی الامر منکم سے حقیقت علمائے دین مراد ہیں یا نہیں اگر ہیں تو جو عالم اہلسنت دل و جان سے دین و سنت پر فدا ہو اور اُس کی ذات سے اسلام کو بڑی تقویت پہنچتی ہو اُس زمانہ کے علمائے اہلسنت کے اطلاق سے ۱۱ پیشوائے علمائے اہلسنت ہو اُس نے اپنی زندگی محض حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس قدموں پر تصدق کر دینے کے لیے وقف کر دی جو جہاں کوئی دین میں نیا فتنہ اُٹھتے دیکھے حتی الوسع اُسکے مٹانے میں اپنے قلم و زبان و جان سے کوشش کرے اُس کی مبارک زندگی زیادہ ہونے غیب سے اُس کی مدد و نصرت فرمائے تمام اعداء اللہ واعداء الرسول جل و علا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اُس کے غالب رہنے کی خطبہ میں دعا کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا بالتفصیل تو جروا عند الملک الجلیل شہدادی المحیب الجلیل جبل علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

الجواب

جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از اگرہ ابو العالیٰ اسٹیم پریس مسؤل وحید الدین صاحب ۸ ریشوال ۱۳۳۹ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں (۱) ہندوستان کے شہروں میں جمعہ ادا ہوتا ہے یا نہیں اور جمعہ ادا کرنے کے بعد ظہر احتیاطی واجب ہے یا مستحب یا مکروہ (۲) کیا ایک وقت میں دو نمازیں فرض ہیں اور کیا جمعہ ادا کرنے سے ظہر ساقط نہیں ہوتی (۳) ہندوستان کے جن شہروں میں جامع مسجد کا امام باقافق مقرر کیا گیا ہے کیا وہ امام اقامت وادائیگی جمعہ کے لیے کافی ہے یا بادشاہ اسلام یا نائب بادشاہ کی ضرورت مختصر ادا لہ وحوالہ کتب کے ساتھ جواب مرحمت ہو

الجواب

(۱) ہندوستان کے شہروں میں جمعہ صحیح ہے اور ظہر احتیاطی صرف خواص کو مناسب ہے درختار میں ہے نصب العامة غیر معتبر مع وجود من ذکر امام مع عدم فہم فیجوز للضرورة اس مسئلہ کی تحقیق و تفصیل ہمارے فتاویٰ اور ہمارے رسالہ لوامع البہا میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) ایک وقت میں دو فرض ہرگز نہیں اور جمعہ جب ادا ہو جائے گا ظہر ضرور ساقط ہو جائے گی ایسے ہی خیالوں سے بچنے کو علمائے عوام کو ظہر احتیاطی کا حکم دیا رد المحتار میں ہے ولذا قال المقدسی نحن لانما ربنا لا کمثال ہذا العوام بل ندل علیہ الخاص ولو بالنسبة الیہم واللہ تعالیٰ اعلم (۳) وہ امام کافی ہے اگر صحیح العقیدہ صحیح القراءة صحیح الطہارۃ جامع شرائط صحت ہو ابھی درختار سے گذرا یجوز للضرورة۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از بیلی بھیت محلہ پنجابیاں مسؤل محمد پونس صاحب ۲ ریشوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مقام پر دریا نہریں واقع ہے اور ایک آگ بوٹ یہاں مدام کھڑا ہوتا ہے اور جہاز والے چند جہازوں کو اس آگ بوٹ میں لاکر چڑھتے ہیں مال اور سواریاں جہازوں کی آگ بوٹ اُتارنے میں اور آگ بوٹ کے آگے ایک پل لٹے کا بنا ہوا ہے سواریاں شہر کو اسی پل سے پار ہو کر جاتی ہیں اور اس آگ بوٹ اور جہازوں میں تین گز کا فاصلہ ہے اور جہاز پر کام کرنے والے لوگ ان جہازوں میں سے ایک جہاز پر نماز عید و نماز جمعہ ادا کرتے ہیں کیونکہ جہاز والے بوجہ خوف چوری کے شہر میں جا کر نماز ادا کرنے سے منع کرتے ہیں تو از روئے شرع نماز ان کی جائز ہوتی ہے یا نہیں۔

الجواب

دریا میں نماز جمعہ و عیدین نہیں ہو سکتی اگر سمندر ہے جب تو ظاہر ہے کہ وہ حکم دار الحرب میں ہے اور دار الحرب میں جمعہ و عیدین باطل رد المحتار میں ہے فی حاشیۃ ابی الصعود عن شرح النظم الہامی سطح البحر لہ حکم دار الحرب اسی میں درختی شرح الملتقی ہے البحر الملح ملحق بدالحرب اور اگر دریا ہو تو دریا نہ مصر ہے نہ فناء مصر یہاں تک کہ شہر کے دو حصے کہ اس کے دو پہلوں پر آباد ہوں دو شہر کے مثل ہیں کہ دریا ایک جدا و مستقل چیز بیچ میں فاصلہ ہے فتح القدیر میں ہے اصلہ عند ابی حنیفہ لا یجوز نقد دھانی مصباح

وکن اردی اصحاب الدعاء عن ابی یوسف انه لا يجوز فی مسجدین فی مصر الا ان یکون بینہما فخر کبیر حتی یکون مکسورین وکان یامر بقطع الحجر ببغداد لذلک ظاہر ہے کہ قناتاج ہے نہ کہ قاطع اور جمعہ وعیدین نہیں ہو سکتے مگر مصر یا فنائے مہر میں یہ سب اُس صورت میں ہے کہ خوف صحیح ہو اور تا معذور ہو ورنہ نماز پنجگانہ و تر و سنت فجر بھی اُن جہازوں میں نہیں ہو سکتے کہ اُن کا استقرار پانی پر ہے اور ان نمازوں کی شرط صحیح استقرار علی الارض مگر بحال تعذر فتح القدر میں ہے فی الايضاح ان کانت موقوفۃ فی الشط وہی علی قرار الارض مصلی قائما جاز لانہا اذا استقرت علی الارض فحکمہا حکم الارض فان کانت مربوطۃ ویکمنہ الخروج لم تجز الصلوۃ فیہا لانہا اذا لم تستقر فہی کالدابة النہی بخلاف ما اذا استقرت فانہا حیثین کالسیر اس صورت میں اگر جبراً اُترنے دیتے ہوں پنجگانہ پڑھیں اور اُترنے کے بعد سب کا اعادہ کریں لان المانع من حجة العباد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از کاٹھیا واڑ ضلع راجکوٹ شہر پور بندر پنج ہٹری سولہ سید غلام محمد صاحب قادری رضوی امام مسجد ٹھہری ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ امام العلماء، المحققین، مقدم الفضلاء، المدققین حضرت سیدنا دین محمد و مولانا مولوی حاجی قاری احمد رضا خاں صاحب قبیلہ قادری برکاتی مدظلہ و دام فیضہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ یہاں ملک کاٹھیا واڑ میں اکثر مقامات پر یہ رواج ہے کہ جمعہ کے روز خطبہ میں سلطان المسلمین کے واسطے دعائ مانگی جاتی ہے تو خطیب بروقت دعائ مانگنے کے منبر پر سے ایک بیڑھی نیچے اُترتا ہے اور بعد دعائ مانگ کر ایک بیڑھی اوپر چڑھتا ہے اور بعض مقامات پر اس طرح نہیں کیا جاتا ہے یعنی خطیب ایک بیڑھی نیچے اُترتا تو زیہ اُس سے اعتراض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ سلطان کے لیے دعائ مانگنے کے وقت ایک بیڑھی اُترنا چاہیے عرض یہ ہے کہ یہ فعل کیسا ہے۔

الجواب

خطیب کا ایک بیڑھی نیچے آنا اور پھر اوپر جانا بعض علمائے مجبوری ایک مصلحت شرعی کے لیے رکھا تھا جس کا ذکر کتب بات شیخ نجدادہ تفصیل ہمارے فتاویٰ میں ہے یہاں وہ مجبوری نہیں نہ سلاطین کے نام کے ساتھ مبالغہ آمیز غلط الفاظ ملائے کی حاجت لہذا یہ فعل اب بحث محض ہے رد المحتار میں اس کا بدعت ہونا نقل کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از بھوساول ضلع خاندیس محلہ ستارہ سولہ حافظ الیس محبوب صاحب ۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ جمعہ کی نماز باجماعت کس وقت سے لے کر اور کب تک ادا کر سکتے ہیں۔ بیٹھا تو جروا

الجواب

جمعہ اور ظہر کا ایک وقت ہے زوال شمس کے بعد اذان اول ہو پھر سنتیں پھر اذان ثانی پھر خطبہ پھر نماز یہ اس کا اول وقت ہے اور ایسے وقت اذان و خطبہ و نماز ہوں کہ سایہ و دھنل ہونے سے پہلے اخیر سنتیں ہو جائیں یہ اُس کا آخر وقت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از بے پور بیرون اجیری دروازہ کوٹھی عبدالواجد علی خاں سولہ حامد حسن قادری ۱۱ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ خطبہ جمعہ میں بعد جلسہ استراحت درمیانی کس قدر خطبہ پڑھنا چاہیے اور اُس میں کیا کیا مضامین ہوں کیا صرف چند کلمات حمد اور ایک آیت قرآنی سے خطبہ ثانیہ پورا ہو جائے گا اور کیا لغت حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و درود شریف ذکر خلائک بکبار

والہیت کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین و دعا برائے مومنین کے ترک سے کچھ نقصان نہ ہوگا۔ بینوا توجروا

الجواب

خطبہ ثانیہ پورا ہونا یا اس معنی کہ فرض ادا ہو جائے یہ تو پہلے ہی خطبہ سے حاصل ہو گیا مگر بلا ضرورت سنت متواترہ قدریہ دائرہ کو چھوڑا اور اس کی تنقیح کا بحث ہونا اور اپنے اوپر فتح باب غیبت کرنا اور ارشاد اقدس بش و لا تنفوا کی مخالفت کرنا دیندار عاقل کا کام نہیں نعمت اللہ سے دعا ہے کہ مومنین تک جتنی باتیں سوال میں مذکور ہیں سب محمود و معمول و ماثور ہیں انہیں ضرور بجا لانا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از شاہجہاں پور محلہ خلیل مسلولہ امیر خاں مختار عام ۱۲۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شاہجہاں پور میں ایک مسجد ہے اس میں یہ قرار پایا کہ اول ہر وقت یہاں تک کہ جمعہ کی نماز قادیانی بڑھیں بعد کو السنہ مع خطبہ جمعہ کے تو حضور فرمائیے کہ ہماری نماز ہوگی یا نہیں پہلے قادیانی خطبہ پڑھ چکے ہم دوبارہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

نقاد یا نول کی نماز ہے نہ ان کا خطبہ خطبہ کہ وہ مسلمان ہی نہیں اہلسنت اپنی اذان کہہ کر اسی مسجد میں اپنا خطبہ پڑھیں اپنی جماعت کریں یہی اذان و خطبہ جماعت شرعاً معتبر ہوں گے اور اس سے پہلے جو کچھ قادیانی کر گئے باطل و مردود محض تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از جنگند ضلع چوہین پرنہ نیا بازار نئی مسجد مسلولہ عبدالستار ہاشمی ۶ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے خطبہ اولیٰ کے بجائے وعظ و پند عوام کو احکام شرعی بتانے اور سمجھانے کے لیے جائز ہے یا نہیں یا قطعی حرام ہے اردو کلام کرنا اندر خطبہ کے یا خطبوں کا ترجمہ یا آیات و احادیث جو خطبوں میں ہیں ان کا ترجمہ کرنا درست ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

خطبہ خود وعظ و پند ہے مگر اس میں غیر زبان عربی کا خلط مکرہ و خلاف سنت متواترہ ہے اگرچہ نفس فرض خطبہ خالص دوسری زبان سے بھی ادا ہو جائے گا صحابہ کرام نے عجم کے ہزاروں شہر فتح فرمائے اور ان میں منبر نصب کیے اور خطبے پڑھے اور ان کی زبانیں جانتے تھے ان سے گفتگو کرتے تھے مگر بھی منقول نہیں کہ عربی کے سوا اور زبان میں خطبہ فرمایا یا غیر زبان کو ملایا خود کہتے والکف متبع قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من احدث فی امرنا هذا مالیس منہ فهو در مختار میں ہے مع لو شرح بغیر بیۃ و شرطاً عجۃ و علی هذا الخلاف الخطبۃ رد المختار میں غرر الاثر شرح در البحار سے ہے کہ الدعاء بالجمعیۃ لان عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمی عن اطانۃ الامام احمد اسی میں والوالجیسے ہے التکبیر عبادۃ اللہ تعالیٰ و اللہ تعالیٰ لا یحب غیر العربیہ ہاں اگر اثنائے خطبہ میں مثلاً کسی ہندی کو کوئی فعل ناجائز کرتے دیکھا جیسے خطبہ ہونے کی حالت میں چلنا یا پٹکھا جھٹلانا اور وہ عربی نہیں سمجھتا تو وہ میں اسے منع کرے کہ یہ حاجت یوں نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بعلحدت فیض درجہ شریعت پناہ فضیلت دستگاہ عالیجناب مولانا احمد رضا خان صاحب نداد مجدہم۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین
سائل ذیل میں (۱) قاضی و خطیب شہر گورنمنٹ کا خطاب یافتہ ہے اور اُس کے متعلق اُس کو معاش زمانہ شاہی سے ملی ہوئی ہے اُس نے
ذاتی رنجشوں عداوتوں کی وجہ سے خطاب وغیرہ ترک مولات کے سلسلہ میں فائز نہیں کیے دیے خلافت کا بہرہ وادارہ و فوٹہ امداد کی اور کرنے کو
طیار ہے بوجہ خطیب ہونے کے عہدین میں خطبہ پڑھتا ہے کیا مشرفاً ایسے شخص کا خطبہ سنا جائز ہے (۲) جامع مسجد اور عید گاہ میں ایک شخص حافظ
قاری مجدد و ج بھی کر چکا ہے اور خطاب یافتہ نہیں ہے بجانب قاضی و خطیب مذکورات کے لیے عرصہ دراز سے مقرر ہے اُس کی امامت
میں نماز جائز ہے یا نہیں (۳) ایک شہر میں دو خطاب یافتہ مسلمان ہیں خلافت کمیٹی بھی قائم ہے اس کمیٹی نے ایک خطاب یافتہ کا مابندہ
اختیار کر رکھی ہے اُس کو خطاب وغیرہ چھوڑنے پر مجبور نہیں کرنی اور اس کی تولیت میں جو مسجد ہے اور اُس میں اُسی خطاب یافتہ کی
جانب سے مقرر ہے اُس کا خطبہ سنا اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز قرار دیا ہے اور دوسرے خطاب یافتہ کا خطبہ سنا اور اُس کے
مقرر کردہ امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز قرار دیا ہے کیا کمیٹی کا یہ فعل فتاویٰ علمائے کرام اور احکام خدا و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ہے اور احکام شرعیہ میں کوئی تفرق ہے یا سب مسلمانوں کے لیے یکساں اور عام ہیں۔ بیذا تو جودا

(۱) جو زمانہ شاہی سے منصب خطیبہ و امامت پر منصوب ہے بلاوجہ شرعی اُس کے خطیبہ سننے کو ناجائز بتانے والا شرعی طور پر
افتر کرتا ہے خطاب واپس نہ کرنا کوئی ایسا جرم نہیں جس کے سبب اُس کا خطیبہ سنا منع ہو جائے ان الذین یفترون علی اللہ الکذب
لا یفلحون (۲) جائز ہے اگر اُس میں کوئی مانع شرعی نہ ہو اگرچہ خطاب یافتہ ہو (۳) یہ تفرقہ محض جمالت اور افتراء بر شریعت ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے روز جب امام منبر پر خطبہ پڑھنے کو آجائے اور اذان کی جائے تو کلمات اذان کا جواب دینا اور بعد ازاں دعائے اذان پڑھنی چاہیے یا نہیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک پر اذان میں انگوٹھا چمکانا یا خطبہ میں ان حضرت کے نام پر انگوٹھا چمکانا چاہیے یا نہیں۔

اذانِ خطبہ کے جواب اور اس کے بعد دعائیں امام و صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اختلاف ہے بچنا اولیٰ اور کریں تو صحیح نہیں ہے۔ اذانِ خطبہ میں نامِ پاک پر انگوٹھے چرنا اس کا بھی یہی حکم ہے لیکن خطبہ میں محض سکوت و سکون کا حکم ہے خطبہ میں نامِ پاک سن کر صرف دل میں درودِ شریف پڑھیں اور کچھ نہ کریں زبان کو جنبش بھی دوس۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از قبیلہ سری محلہ یوچر خانہ کلاں پر گنہ سنجل ضلع مراد آباد سولہ حافظہ بخش و شیخ عبدالعزیز کیم ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ فرقہ نجدیہ کے اشخاص جا بجا گشت کرتے ہیں اور مومنین و مومنات کو ہکارتے پھرتے ہیں ان کا بیان سننے کو کوئی نہیں ٹھہرتا تو انھوں نے اب یہ کید کیا ہے کہ بوقت خطبہ جمعہ ان کو اس شروع کرتے ہیں اور اُس کا نام خطبہ رکھتے ہیں یہ فرقہ کیا حکم رکھتا ہے اور خطبہ جمعہ دراصل اُردو میں جائز بھی ہے یا نہیں۔ بینوا تو جروا

الجواب

وہابیہ کفار مرتدین ہیں جیسا کہ علمائے حرمین شریفین کے فتوے حمام المحرمین سے ظاہر ہے اُن کا خطبہ باطل اُن کی نماز باطل اُن کے پیچھے نماز باطل محض جیسے کسی ہندو یا نصرانی کے پیچھے اور اُردو میں خطبہ پڑھنا سنت متوارثہ کا خلاف اور بہت بُرا ہے اور وہابیہ کے طور پر تو اصل ایمان میں خلل انداز ہے کہ بدعت ہے اور اُن کے نزدیک ہر بدعت اصل ایمان میں خلل انداز اگرچہ اُن کے پاس سرے ہی سے نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ازاد جین گو الیاء مسئلہ مولوی یعقوب علی خاں ۱۵ جمادی الآخرہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک قصبہ میں آباد اجداد سے نسلاً بدیل مسند قضا پر بحکم حاکم و اتفاق جماعت سلا مان مامور ہے اور امامت و خطابت اور نماز عیدین بلکہ تمام کاروبار متعلقہ عمدہ قضا کرتا ہے اور سوائے زید کے شوہر ہندہ نے تمام عمر امامت و خطیبی نہ کی باوجود ان وجوہات کے ہندہ نے بعد وفات شوہر اپنے کے بشراحت چند کس زید کو بلا وجہ خدمت مذکور سے علیحدہ کر کے عمرو داما د اپنے کو بحکم حاکم قائم مقام زید کیا چاہتی ہے ہندہ چچی زید ہے تو باجائز دعا عانت حرمات بلا استرضاء کے اقوام اہل اسلام عمر و امامت و خطابت کر سکتا ہے یا نہیں لبت کتب بیان فرمائیں۔

الجواب

حرمات کہ سلطنت نہ رکھتی ہو اور اسی طرح سلطان اسلام یا اُس کے نائب ماذون کے سوا کسی حاکم کا کسی شخص کو خطیب یا امام جمعہ مقرر کرنا اصلاً معتبر نہیں نہ ایسے شخص کے خطبہ پڑھنے یا نماز پڑھانے سے جمعہ ادا ہو سکے کہ اُس میں اذن سلطان اسلام شرط ہے جسے اُس نے مقرر کیا یا اُس کے مقرر کیے ہوئے نے اذن دیا وہی خطیب و امام ہو سکتا ہے دوسرا نہیں درمختار میں ہے الجسعة شرط لصحتها السلطان او مامورہ باقامتها قالوا یقیمہا امیر الدین ثم الشرطی ثم القاضی ثم من ولاہ قاضی القضاۃ او ملتقطا پس اگر آباد اجداد زید سلطنت اسلام سے اس عمدہ پر از جانب سلاطین اسلام مقرر تھے اور وہ خطبہ دوائے کے بعد دیگرے اپنی اولاد میں ایک دوسرے کو نائب کرتے تھے یہاں تک کہ یہ نہایت زید تک پہنچی تو زید خود سلاطین اسلام کی طرف سے اس عمدہ پر مامور گنا جائے گا اور اس کے ہوتے ہوئے اگر تمام اہل شہر بے اس کے اذن کے دوسرے کو امام یا خطیب مقرر کرنا چاہیں گے ہرگز جائز نہ ہوگا نہ بغیر اس کی اجازت کے کسی کی خطبہ خوانی یا امامت صحیح ہوگی ردالمحتار میں ہے الاذن من السلطان انما یشترط فی اول مرة فاذا اذن باقامتها الشخص کان له ان یاذن لغيره وذلك الغیر له ان یاذن لآخر وھم جوا ولا تصح اقامتها الا لمن اذن له السلطان بواسطة او بدونها اما بدون ذلك فلا ھ ملخصاً اور اگر ایسا نہیں یعنی اُس کے اجداد جانب سلاطین

اسلام سے مامور نہ تھے یا اس کو انھوں نے نائب نہ کیا تاہم جبکہ یہ خود باتفاق مسلمین امامت و خطابت پر مامور ہے تو ہمارے اعصار و امصار میں بلا ریب امام و خطیب صحیح شرعی ہے کہ جہاں سلطان نہ ہو اس امر کا اختیار عامہ مسلمین کے ہاتھ ہوتا ہے وہ جسے مقرر کر دیں اسی کا تقرر ٹھیک ہے درمختار میں ہے نصب العامة الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر امام مع عدمہم فیجوز للضرورة تو اس صورت میں بھی دوسرا کوئی شخص بغیر اذن زید کے امامت و خطابت کا مجاز نہیں کہ آخر یہ خطیب شرعی ہے اور خطیب شرعی کے بے اجازت دوسرا امام یا خطابت نہیں کر سکتا رد المحتار میں ہے قولہ - لوصلہ احد بغیر اذن الخطیب لا یجوز ظاہرہ ان الخطیب خطب بنفسہ والاخر صلیہ بلا اذنه ومثله ما لو خطب بلا اذنه لما فی الخانیۃ وغیرہا خطب بلا اذن الامام والا امام حاضر لم یجزا ہاں اس صورت میں اگر عامہ مسلمین جیسے آج تک تقرر زید پر متفق رہے اب بوجہ شرعی معزولی زید پر متفق ہو جائیں اور دوسرے شخص کو قائم کر دیں تو اس وقت زید معزول اور دوسرے کا تعین صحیح و مقبول ہوگا صرف عورت کی جابہلانہ حرکت یا حاکم سلطنت غیر اسلامی کی شرکت و اعانت محض بیکار و بے سود ہے کہ کسی منصب سے معزول کرنے کا اسی کو اختیار ہوتا ہے جسے مقرر کرنے کا اختیار تھا وہ اصالتہ سلطان اسلام ہے اور ضرورت جماعات مسلمین نہ کہ عورت یا حکام سلطنت غیر اسلام کمالا یخفی علی من لہ بالفقہ ادنی الاطام - واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بنارس محمد کنڈی گڈھوٹو مسجد بنی راجی شفا خانہ ملسہ مولوی حکیم عبدالغفور صاحب جادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بروز جمعہ نیت چار رکعت سنت کی باندھی بعدہ امام نے خطبہ شروع کیا اب وہ دو رکعت پڑھ کر سلام کرے یا چار رکعت پوری پڑھے اس میں جو کچھ اختلاف درمیان علمائے حنفیہ سے ہے وہ جناب پر ظاہر ہے لیکن بطور نمونہ قدرے درج ذیل ہے فی الدر المختار فی باب الجمعة ولو خرج وهو فی السنة او بعد قیامہ لثا لثمة النقل یتتم فی الاصح ویخفف القراءة والیضا فیہ فی باب ادراک الفریضة وکذا سنة الظهر وسنة الجمعة اذا قیمت او خطب الامام یتھا اربعاً علی القول الرابع لا غاصلاة واحدة لیس القطع للاکمال بل لا یطال خلافاً لما رجحہ الکمال و فی العلمگیریہ ولو کان فی السنة قبل الظهر والجمعة فاقیم او خطب یقطع علی رأس الركعتین یرد ذلک عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ وقد قیل یتھا کذا فی الهدایۃ وهو الاصح کذا فی محیط السرخسی وهو الصحیح ہکذا فی السراج الوہاج فی الصغیری شرح منیۃ اذا صعد الامام المنبر یجب علی الناس ترک الصلاة الی آخرہ فی حاشیۃ رد المحتار علی الدر المختار متعلق لما رجحہ الکمال حیث قال وقیل یقطع علی رأس الركعتین وهو الرابع لانه یتمکن فی قضا ثنائ بعد الفرض ولا یطال فی التسلیم علی الركعتین فلا یغوت فرض الاستماع والاداء علی الوجه الاکمل بلا سبب اقول وظاہر الهدایۃ اختیارہ وعلیہ مشی فی ملتقى ونور الايضاح والمطاهب وجمعة المدارس والفيض وعزاه فی الشرح لبلا لیلۃ الی البرہان و ذکر فی الفقہ انہ حکى عن السفدی انہ رجح الیہ لما رآہ فی النوادر عن ابی حنیفۃ وانه مال الیہ السرخسی والبقالی و فی البزازیۃ انہ رجح الیہ القاضي الشافعی وظاہر کلام المقدسی الملیل الیہ ونقل فی الحلیۃ کلام الکمال ثم قال وهو كما قال هذا فی شرح الوقایۃ اذا خرج الامام حرم الصلوۃ و فی عمدة الرعاۃ حاشیۃ شرح الوقایۃ لبولندا واستاذنا مولوی عبدالحی صاحب مرحوم و مغفورا و اخرج السخنی بن

راہویہ فی مسندہ عن السائب کنا نصلی فی زمن عمر یوم الجمعة فاذا اخرج عمر وحلبس علی المنبر قطعنا الصلوة الخ
الجواب

دونوں قول قوی و ترجیح ہیں اور دونوں طرف جزم و ترجیح اور مختار فقیر قول اخیر کہ اول روایت نوادر ہے اور ثانی مفاد ظاہر الروایۃ الفتوی متنی اختلافت فالصیر الی ظاہر الروایۃ محرر المذہب سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے بمسوط میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا وناہیک بہ حجة وقدوة فتح القدیر میں ہے الیہ اشار فی الاصل مع هذا کثرت تصحیح وافتائے صریح بھی اسی طرف ہے والقاعدة ان العمل بما علیہ الاکثر کما نصوا علیہ فی غیر ما کتاب و بیناہ فی رسالتنا بذل الجواز علی الدعاء بعد صلاة الجنازة قول اول کی ترجیح صریح کتب معتدہ مرجحین میں کہ اس وقت فقیر کے پاس ہیں غانیہ فتح کے سوا کسی میں نظر سے نہ گزری اما الحلیۃ فقد تبعت الفتوی واما المواقی فانما تتبع البرہان شرح مواہب الرحمن لبشادة غنیۃ ذوی الاحکام واما الطرابلسی فانما اتقنی اثر الکمال کما ہوداہ فی محل مقال قال الکلام الی الکمال مع ان الشربلا لی خالف نفسه فی جمعة غنیۃ کما یأتی اور قول اخیر کو صاحب محیط و امام عبد الرشید و امام ابو حنیفہ والواجبی و امام عیسیٰ بن محمد قرہ شری صاحب متقی و امام ظہیر الدین مرغینانی صاحب ظہیر و علامہ شرنوبلی و صاحب سراج دہاج نے فرمایا ہوا تصحیح امام شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا ہوا الاصحہ در مختار میں ہے فی الاصحہ متن تنویر میں ہے علی الواجب بحر الرائق میں ہے صحیحہ المشائخ مجمع الانہر میں ہے صحیحہ اکثر المشائخ اسی طرح جامع الرموز و ہندیہ و نہروغیرہ میں اس کی تصحیح و ترجیح مذکور یہاں تک کہ امام اجل مجتہد الفتوی حسام الدین عمر صدر شہید قدس سرہ نے فتاویٰ صغریٰ میں فرمایا علیہ الفتوی شربلانیہ میں ہے اقول الصحیح خلافہ و ہوانہ یتلم سنة الجمعة اربعاء علیہ الفتوی کما فی الصغری و ہوا الصحیح کما فی البحر عن الولا الجبۃ والمبتغی الخ لاجرم بحر میں قول اول کی نسبت فرمایا ہو قول ضعیف و عزاء قاضی خاں الی انوار رہیں روایات قطع و ترک و تحریم ناذہ بخروج امام الخطبۃ انھیں اس مسجد سے علاقہ نہیں وہ فریقین کی منصوصہ و متفق علیہا ہیں ان کے معنی یہ ہیں کہ خروج امام کے بعد کوئی ناذہ اسوائے فائتہ واجب الترتیب کے (شروع نہ کرے) پہلے سے جو انتظار امام میں نوافل و غیرہ پڑھ رہا ہے ان کا سلسلہ قطع کر دے متادی نہ رہے نہ یہ کہ جو ناذہ پڑھ رہا ہے وہ حرام ہو گئی اسے قطع کر دے نیت توڑ دے قطعاً باطل ہے ورنہ اگر ہنوز نیت ہی یا ندھی یا ایک ہی رکعت پڑھی کہ امام خطبہ کے لیے خارج ہوا تو فوراً نیت توڑ دینا واجب ہو یہ کسی کا قول نہیں خصوصاً عام کتب مذہب اس کے بطلان پر متظاہر و متواتر ہیں کما لا یخفی واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

رِعايَةُ الْمَذْهَبَيْنِ فِي الدَّعَاءِ بَيْنَ الْخُطْبَتَيْنِ

مسئلہ - از کثور اسٹیشن سائن ضلع سورت مرسلہ مولوی عبدالحی صاحب مدرس مدرسہ عربیہ ۱۵ جمادی الآخرہ ۱۳۳۵ھ

اس جلسہ پر بروز جمعہ بین الخطبتین کے جلسہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا آہستہ مانگی جاتی ہے لہ بعض لوگ اس کو مکروہ شدید و حرام و بدعت سیئہ و مشرک قرار دے کر اس فعل کو منع کرتے ہیں لہذا التماس یہ ہے کہ اس کے جواب بمواہب سے جو دافع جدال ہو تحریر فرما کر دفع خصومت بین المسلمین فرمادیں

الجواب

امام کے لیے تو اس دعا کے جواز میں اصلاً کلام نہیں جس کے لیے نہ شرعی نہ ہونا ہی سند کافی۔ ممنوع وہی ہے جسے خدا و رسول منع فرمائیں
جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کی نہی کے ہرگز کوئی شے منع نہیں ہو سکتی خصوصاً دعائیں جو جس کی طرف خود قرآن عظیم نے کہاں ترغیب
و تائید علی الاطلاق ہے تقدیر و تقیید بلایا اور احادیث شریفہ نے اُسے عبادت و مغز عبادت فرمایا پھر یہاں صحیح حدیث کا فحوی الخطاب اُس کی
اجازت پر دلیل ضوابط کہ خود حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عین خطبہ میں دست مبارک بلند فرما کر ایک جمعہ کو سینہ برسنے دوسرے کو
مدینہ طیبہ پر سے کھل جانے کی دعا مانگنا صحیح بخاری و مسلم وغیرہا میں حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حالانکہ وہ قطع خطبہ کو مستلزم تو
بین الخطبتین بدرجہ اولیٰ جواز ثابت لاجرم علمائے کرام نے شروح حدیث وغیرہ کتب میں صاف اُس کا جواز افادہ فرمایا مولانا علی قاری مکی حنفی
رحمہ اللہ تعالیٰ مرقاہ مشرح مشکوٰۃ میں زیر حدیث میخطب شرعی مجلس فلا یتکلم فرماتے ہیں لایتکلم ای حال جلوسہ بغیر الذکر والی عشاء
اول القراءۃ س اولی القراءۃ لروایۃ ابن حبان کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقرؤ فی جلوسہ کتاب اللہ الحافظ
الشان شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فتح الباری شرح صحیح بخاری شریف میں اسی حدیث کی نسبت فرماتے ہیں مفادہ
ان المجلس بینہما لا کلام فیہ ولیس فیہ نفی ان ینذکر اللہ او یدعوہ سدا علامہ زرقانی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مواہب لدینیہ و مخمریہ
میں فرماتے ہیں (شرعی مجلس فلا یتکلم) جہاں فلا ینافی روایۃ ابن حبان انہ کان یقرؤ فیہ ای المجلس وقال الحافظ مفادہ الی
آخر ما ہو۔ بلکہ صحیح حدیث حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و متعدد اقوال صحابہ و تابعین کی رو سے یہ جلسہ اُن اوقات میں ہے جن میں
ساعت اجابت جمعہ کی امید ہے صحیح مسلم شریف میں بروایت حضرت ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے دوبارہ ساعت جمعہ فرمایا ہی ما بین ان مجلس الامام الی ان تقضى الصلوة وہ امام کے جلوس سے نماز ختم ہونے تک ہے
دوسری حدیث میں آیا حضور پر نور صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے فرمایا مشروع خطبہ سے ختم خطبہ تک ہے رواہ ابن عبد البر عن ابن عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہما انھیں ابن عمر و ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی کہ خروج امام سے ختم نماز تک ہے یا وہی امام عامر شیبی تابعی سے منقول رواہ
ابن جویر الطبری انھیں شیبی سے دوسری روایت میں خروج امام سے ختم خطبہ تک اُس کا وقت بتایا رواہ المروزی اسی طرح امام حسن بصری سے
مروی ہوا رواہ ابن المنذر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اذان سے نماز تک رکھا رواہ حمید بن زنجویہ بہر حال یہ وقت بھی اُن میں
داخل تو یہاں دعا ایک خاص ترغیب شرعی کی مورد خصوصاً حدیث دوم پر جبکہ کسی مطلب خاص کے لیے دعا کرنی ہو جسے خطبہ سے مناسبت نہ ہو
تو اُس کے لیے یہی جلسہ بین الخطبتین کا وقت متعین بلکہ علامہ طیبی شارح مشکوٰۃ نے بالیقین اسی وقت کو ساعت اجابت بتایا اور اُسے بعض
مشارح مصابیح سے نقل فرمایا بلکہ خود ہر شاد اقدس ما بین ان مجلس الامام سے یہی جلسہ مراد رکھا اشعۃ اللغات شرح مشکوٰۃ میں ہے می گفت
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در شان ساعت الجمعہ کہ اُس ساعت میان نشستن امام ست روضہ تہا گزاردن نماز طیبی از جلوس نشستن میان دو خطبہ
مراد داشته اند اس قول پر تو بالخصوص اسی وقت کی دعا شرعاً اجل المندوبات واجب مرغوبات سے ہے پھر اس قدر میں اصلاً شک نہیں کہ
جب بضرع تقویت رجاء جمع احادیث و اقوال علما چاہیے جو امثال باب مثل لیلۃ القدر وغیرہا میں ہمیشہ مسلک محققین رہا ہے تو بقیہ اوقات کما

اس وقت بھی دعا ضرور درکار ہوگی اور اس کے نیک و مستحسن ماننے سے چارہ نہ ہوگا لاجرم صاحب عین العلم نے کہ اکابر علمائے خفیہ سے ہیں صاف تصریح فرمائی کہ اس جلسہ میں دعا مستحب ہے اسی طرح امام ابن المنیر نے افادہ استحسان جمع فرمایا طرہ یہ کہ امام ممدوح کا یہ قول حضرات متکبرین کے امام شوکانی نے نیل الاوطار شرح منتهی الاخبار میں نقل کیا اور مقررہ وسلم رکھا حیث قال فی عدا الاقوال الثلاثون عند المجلس بین الخطبتین حکا الطیبی الخ نقل قال ابن المنیر یحسن جمع الاقوال فتكون ساعة الاجابة واحدة منها لبعینها فیصادفها من اجتهاد فی الدعا فی جمیعہا اھ یہ حکم امام کا ہے رہے مقتدی اُن کے بارے میں ہمارے الہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مختلف امام ثانی عالم ربانی قاضی الشرق والغرب حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک انھیں صرف بحال خطبہ سکوت واجب قبل شروع وبعد ختم و بین الخطبتین دعا وغیرہ کلام دینی کی اجازت دیتے ہیں اور امام الائمہ مالک الائمہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خروج امام سے ختم نماز تک عند التحقیق دینی و دنیوی ہر طرح کے کلام یہاں تک کہ امر بالمعروف و جواب سلام بلکہ نخل استماع ہر قسم کے کام سے منع فرماتے ہیں اگرچہ کلام آہستہ ہو اگرچہ خطبہ سے مدد بیٹھا ہو کہ خطبہ سننے میں نہ آتا ہو امام ثالث عمر المذہب محمد بن الحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ بین الخطبتین میں امام اعظم اور قبل و بعد میں امام ابو یوسف کے ساتھ ہیں درنکار میں ہے اذا خرج الامام من الحجرة والا فقیامہ للصعود شرح المجمع فلا صلاة ولا کلام الی تمامہا ولو تسبیحا اور دسلام ادا مرا جمع و ف بلا فرق بین قریب و بعید و قال لا یاس بالکلام قبل الخطبة وبعدها و اذا جلس عند الثانی والخلاف فی کلام یتعلق بالآخرة اما غیرہ فیکوہ اجماعا اھ ملتقطا تحقیق یہی ہے اگرچہ یہاں اختلاف نقول حد اضطراب پر ہے کہ سب کو مع ترجیح و تنقیح ذکر کیجئے و کلام طویل ہو اس تحقیق کی بنا پر حاصل اس قدر کہ مقتدی دل میں دعا مانگیں کہ زبان کو حرکت دہو تو بلاشبہ جائز کہ جب عین حالت خطبہ میں وقت ذکر شریف حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دل سے حضور پرورد و بھیجا مطالعہ بین الخطبتین کہ امام ساکت ہے دل سے دعا بدرجہ اولیٰ روا۔ روا لحداد میں ہے اذا ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یجوز ان یصلوا علیہ بالبھما بل بالعقب و علیہ الفتویٰ دملی اور زبان سے مانگنا امام کے نزدیک مکروہ اور امام ابی یوسف کے نزدیک جائز اور مختار قول امام ہے تو بیشک مذہب متفق حقیقی مقتدیوں کو اس سے احتراز کا حکم ہے نہ اس بنائے فائدہ ہو نہ مسئلہ جہالت و ہابیہ ہے کہ عدم ہر دو خصوص درود عدم خصوص ہے وہ بھی خاص حق جواز میں منع کے لیے ممانعت خاصہ فساد رسول کی کچھ حاجت نہیں کہ یہ تو محض جہل و سفہ و حکم ہے بلکہ اس لیے کہ اذا خرج الامام فلا صلوة ولا کلام پس غایت یہ کہ جو لوگ اس مسئلہ سے ناواقف ہوں انھیں بتا دیا جائے کہ معاذ اللہ بدعتی گمراہ حتی کہ بلا وجہ مسلمانوں کو مشرک ٹھہرایا جائے کیا ظلم ہے جب ان اشقیاء کے نزدیک اللہ عزوجل کو پکارنا بھی شرک ہوا تو مگر شیخ بخدی یعنی ابلیس لعین کا پکارنا توحید ہو گا حاشا للہ ۛ ۛ ۛ بن بد عقلوں کی بد زبانیاں ہیں جن کا مزہ آخرت میں کھلے گا جب لا الہ الا اللہ مسلمانوں کی طرف سے اُن بیباکان بر سر ن سے جھگڑنے آئے گا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۛ قول ارج ممانعت یہی پھر بھی ان دعا کرنے والوں کیلئے خود ہمارے مذہب و کتب مذہب میں متعدد راہیں تجویز و اجازت کی ہیں اولاً یہی قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو اس ترخیص کے ساتھ اُس جہالت بخدی کا بھی علاج کافی ہے کہ وہ اس وقت تسبیح بالتصریح جائز بتاتے ہیں حالانکہ یہ لحاظ خصوص وقت درود اُن کا بھی نہیں ثانیاً بعض کے نزدیک مقتدیوں کو صرف ہر ممنوع ہے آہستہ میں حرج نہیں اور اس کی تائید اُس قول سے بھی مستفاد کہ عین حالت خطبہ میں ذکر اقدس

سُن کر آہستہ رو رو پڑھنے کا حکم دیا گیا اگر چہ تحقیق وہی ہے کہ دل سے پڑھے کما قد مناعن الرملی وهو معنی ما فی الد والختار من قولہ والصواب انہ یصلی علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عند سماع اسمہ فی نفسہ اھ وان مال القہستانی الی التاویل بالاختفاء خلافا لما فی الجوهرة وغیرھا من الکتب المعتبرة قال الشافعی ای بان یشہم نفسہ او یصحیح الحروف فانہم فسروہ بہ وعن ابی یوسف قلبا کما فی الکرمانی قہستانی واقصو فی الجوهرة علی الاختیر حدیث قال ولم یطلق بہ لاختارہ تک فی غیر ہذا الحال والسماع یقوت اھ مختصرا واما قول القہستانی انہم فسروہ بہ فانما اراد بہ دفع الاستبعاد عما اختارہ من التاویل فان ظاہر اللفظ هو ارادة القلب ومع ذلک ربما اطلقوہ وفسروہ بہ ای بالاسرار علی القولین فی تحدیدہ ثالثا امام نصیر بن یحییٰ و امام محمد بن الفضل وغیر ہما عین حالت خطبہ میں بعید کہ کہ خطبہ کی آواز اُس تک نہ پہنچے انصاف واجب نہیں ہانتے اور امام محمد بن مسلمہ بھی صرف اولی کہتے ہیں اگرچہ معنی اُس پر بھی وجوب تو اس جلسہ میں کہ آواز ہی نہیں بدرجہ اولیٰ واجب نہ کہیں گے صدیقہ ندویہ میں ہے قال فی النہایۃ اذا کان بحیث لا یسمعھا روایۃ فیہ عن اصحابنا فی المبسوط وقد اختلف المشائخ المتأخرون فیہ فمن محمد بن مسلمۃ الانصات اولیٰ وعن نصیر بن یحییٰ انہ کان بعیدا وکان یحیرک شفقتہ بالقرآن و فی النہایۃ ان الانصات مختار الکوفی وصاحب الہدایۃ وقال بعضهم قراءۃ القرآن اولیٰ وهو اختیار الفضلی رد المحتار میں فیض سے ہے الاحوط السکوت و بہ یفتی راجعا بعض علما کا گمان ہے کہ ہمارے امام کے نزدیک بھی صرف کلام و نبوی ممنوع ہے و عاؤ ذکر مطلقا جائز حتیٰ کہ عین حالت خطبہ میں بھی اگرچہ صواب اُس کے خلاف ہے کما تقدم عن الدار علامہ عبد الغنی النابلسی مدیقہ میں فرماتے ہیں اما تامين المودنین علی دعاء الخطيب والترضى عن الصحابة والدعاء للسلطان بالنصر فليس هذا من الكلام العربي بل هو من قبيل التسيب ونحوه فلا يكره في الاصح الخ وبيدنا علی ہامشہا ان ہذا من اشتباہ عرض لہ رحمہ اللہ تعالیٰ من تصبیح النہایۃ والعنايۃ للتجوید الكلام الاخریٰ وانما کلامہما فیما قبل شروع الخطبہ وبعدها لاحالہا ثمر ہوا ايضا لا یخلو عن نظر کمہ میظہر بموجہ ما علقنا علی ہامش رد المحتار والاصح الاحوط اطلاق المنع کما افادہ الزیلعی لذالعمیش علیہ فی عامۃ الکتب المعتبرة کالجوہر والہما والدروس والمختار اور مذاہب دیگر پر نظر کیجیے تو محدودہ کی آہستہ ہیں حتیٰ کہ محیط میں تو یہاں تک منقول کہ من العلماء من قال السکوت علی القوم کان لازما فی زمن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اما الیوم فغیر لازم اھ ونقلہ عنہ القہستانی علماے محتاطین تو ایسے مسائل اجتہادیہ میں انکار بھی ضروری و واجب نہیں جانتے نہ کہ عیاذا باللہ نہایت تاہم تفصیل واکفار سیدی عارف باشر محقق نابلسی کتاب مذکور میں فرماتے ہیں ان المسئلة الواقعة کما ہی الان فی جوامع بلادنا وغیرہ یوم الجمعة من المودنین متى امکن تخویمہا علی قول من الاقوال فی مذہبنا و مذہب غیرنا فلیست بمنکر یجب انکارہ والنہی عنہ وانما المنکر ما وقع الاجماع علی حرمتہ والنہی عنہ بالجملہ مقتدیوں کا یہ فعل تو علی الاختلاف ممنوع مگر مسلمانوں کو بلا وجہ شرک بدعتی کہنا بالاجماع حرام قطعی تو یہ حضرات مانعین خود اپنی خبر لیں اور امام کے لیے تو اس کے جواز میں اصل کلام نہیں ہاں خود مفسدہ اعتقاد عوام ہو تو التزام نہ کرے فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ اس جلسہ میں اکثر سکوت کرتا اور کبھی اخلاص

کبھی درو پڑھتا ہے اور رفع یدین کبھی نہیں کرتا کہ مقتدی دیکھ کر خود بھی مشغول یہ عاشرین مگر معاذ اللہ ایسا ناپاک تشدد شرع کبھی نہیں فرماتی مولیٰ تعالیٰ ہدایت بخشنے آمین واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علما انتم واحکم۔

مسئلہ۔ از ہیل کتور ضلع اوٹکند مکان سومار سیٹھ صاحب مرسلہ سید حیدر شاہ صاحب ۲۸ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ جناب فیض مآب جامع علوم نفیہ و حاوی فنون غلیبہ علامہ دہر فہامہ عصر مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام اللہ فیوضہ ادائے آداب کے بعد بندہ حیدر شاہ عرض رستاں ہے کہ ایک مسئلہ کی ضرورت ہے چونکہ آپ شاہ میر علمائے نام سے ہیں اور آپ کے اخلاق و اوصاف بے نہایت ہیں اور بہت لوگوں سے سنا ہے کہ آپ حنفی المذہب سنی المشرب ہیں و نیز جواب سوال بلند ترسیل فرماتے ہیں لہذا التماس خدمت فیض درجیت میں یہ ہے کہ احقر کو جواب سے سرفراز فرمائیں مذہب حنفی و شافعی میں بین الخطبتین ہاتھ اٹھا کے دعا مانگنی مشروع و مسنون ہے یا نہیں مترجم اردو در المختار ایک جگہ لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ برٹلی کے علمائے اسی مسئلہ میں استفتاء طلب کیا گیا تھا چنانچہ وہاں کے علما کا فتویٰ یہی ہوا کہ ہاتھ اٹھا کے دعا مانگنی بین الخطبتین بدعت سیئہ و غیر مشروع ہے پس آیا یہ بات سچ ہے یا غلط چونکہ آپ متوطن برٹلی کے ہیں آپ کو حقیقت اُس کی کما یغنی معلوم ہوگی پس آپ اطلاع دیجیے کہ مترجم نے ٹھیک لکھا ہے یا محض دھوکا دہی عوام الناس ہے۔ بیوقوف جو ا۔

الجواب

مسئلت مصطلحہ کہ تارک مستوجب عتاب الہی یا آثم و مستحق عذاب الہی ہوا العیاذ باللہ یہ نہ کسی کا مذہب نہ دعا کرنے والوں میں کوئی ذی فہم اس کا قائل بلکہ وقت مرجع الاجابہ جان کر دعا کرتے ہیں اور بیشک وہ ایسا ہی ہے اور دعا مغز عبادت و اٹھائے ذکر الہی عزوجل سے ہے جس کی تشریح بلا تقييد و تحديد نفوس قرآن عظیم و احادیث متواترہ بنی دلائل رحم علیہ و علی آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ناطق اور ہاتھ اٹھانا حسب تصریح احادیث و نظائر ارشادات علمائے قدیم و حدیث سنن و آداب دعا سے ہے خطیب کے لیے اُس کی اجازت و مشروعیت تو بافتاق مذہبین حنفی و شافعی ہے و یہیں سامعین کے لیے جبکہ دعا دل سے ہو نہ زبان سے اور سامعین کا اُس وقت زبان سے دعا مانگنا جس طرح ان بلاد میں مروج و معمولی ہے مذہب شافعیہ میں تو اُس کی اجازت و مشروعیت ظاہر کہ اللہ شافعیہ رحم اللہ تعالیٰ میں خطبہ ہونے وقت بھی کلام سامعین ناجائز و حرام نہیں جانتے صرف مکروہ مانتے ہیں اور کراہت کلام شافعیہ میں جب مطلق بولی جاتی ہے اُس سے کراہت تنزیہی مراد ہوتی ہے بخلاف کلمات اثمتنا الخفیۃ رحمہم اللہ تعالیٰ فان غالب محملها بما مطلقۃ فیہا کواہۃ التحریم علامہ عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ فی شرح طریقہ محمدیہ اذات البید مسئلۃ الشطرنج میں فرماتے ہیں الکواہۃ عند الشافعیۃ اذا اطلقت تنصوت الى التزییہیۃ لا التحویہیۃ بخلاف مذاہبنا اور سکوت خطیب کے وقت جیسے قبل و بعد خطبہ و بین الخطبتین اصلاً کراہت بھی نہیں مانتے امام ابو یوسف اور سیلی شافعی کتاب الانوار میں فرماتے ہیں لا یجیب الاستماع و هو مشغل السمع بالسمع اُسی میں ہے لا یجوز الکلام حال الخطبۃ لا علی الخطیب ولا علی المأمومین السامعین وغیرہم لکن لیکرہ الا لغرض مہم کا نذار من یقع فی بئرا و یحقر و یتعلم خیرا

اونہی عن شیء اُسی میں ہے لایکرہ الکلام حال الاذان ولا بین الخطبتین ولا بین الخطبة والصلاة علامہ زین الدین شافعی
تلمیذ امام ابن حجر مکی فتح المعین بشرح قرۃ العین میں فرماتے ہیں یکرہ الکلام ولا یجوز حال الخطبة لا قبلها و لو بعد الجلوس
على المنبر ولا بعدھا ولا بین الخطبتین و لیسن تسمیت الطلوس والرد علیہ ورفع الصوت من غیر مبالغة بالصلاة
والسلام علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عند ذکر الخطیب اسمہ او وصفہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال شیخنا ولا
یبعد ندب الترضی عن الصحابة بل ارفع صوت و کذا التامین لدعاء الخطیب اہ مختصراً یہ ہیں مذہب حنفی میں امام
ثانی قاضی ربانی سیدنا امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی مطلقاً جواز ہے ذواقات ثلثہ یعنی قبل وبعد و بین
خطبتین میں اگرچہ کلام دنیوی منع فرماتے ہیں مگر کلام دینی مثل ذکر و تسبیح مطلقاً جائز رکھتے ہیں اور پُر ظاہر کہ دعا خاص کلام دینی
و عبادت الہی ہے مرقی الفلاح میں ہے اذا خرج الامام فلا صلوۃ ولا کلام وهو قول الامام وقال ابو یوسف ومحمد لا بأس
بالکلام اذا خرج قبل ان یخطب واذا نزل قبل ان ینزل واختلفوا فی جلوسہ اذا سکت فعند ابی یوسف یمحی لان الکراهۃ
لا یخلل بغير الاستماع ولا استماع هنا وله اطلاق اکامراً ببعض اختصار صاحب مذہب امام الائمہ سیدنا امام عظیم رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے کہ خروج امام سے فراغ نماز تک کلام سے مانعت فرمائی مشائخ مذہب اُس سے مراد میں مختلف ہوئے اور صحیح بھی مختلف
آئی بعض فرماتے ہیں مرد امام صرف دنیوی کلام ہے اوقات ثلثہ میں دینی کی اجازت عام ہے نہایہ و عنایہ میں اسی کو اصح کہا ایسا ہی
امام غفر الاسلام نے مبسوط میں فرمایا مشائخ کرام نے مطلق مرد امام زہبی نے تبیین الحقائق میں اسی کو احوط کہا قلت و اطلاقا
المؤمن واكثر الكتب عليه ما شئيه وعامة المقاريع عنه ناشية كما يظهر بمراجعة ما علقنا على رد المحتار فها صح التصحيح
فيما اعلم كيف لا وقد صرح المحققون ان الدنيوي مكروه اجماعاً فلولم ينبأ الامام الا عنه لا رفع الخلاف مع ان الكتب المعتمدة
عن اخرها متظافرة على اثباته بجزرائي في قول مصنف اذا خرج الامام فلا صلوۃ ولا کلام ہے اطلاق فی منع الکلام
فمثل التسبیح والذکر والقرآءة وفي النهاية اختلف المشائخ على قول ابی حنیفة قال بعضهم انما کان یکرہ ما کان من کلام
الناس اما التسبیح ونحوه فلا وقال بعضهم کل ذلك مکروه والاول اصح اه و کذا فی العنایة و ذکر الشارح ان الاحوط الانصاف
اه و یجب ان یكون محل الاختلاف قبل شؤ وعرف فی الخطبة ویدل علیہ قولہ علی قول ابی حنیفة واما وقت الخطبة فالکلام مکروه
تحریماً ولو کان امر بمعروف او تنبیہ او غیرہ کما صرح بہ فی الخلاصة وغیرھا انھی باختصار طحطا دی و رد المحتار سمجھا لفاظافاً
میں ہے قولہ وغیرھا کالاحوط والاظهر در مختار میں قادی خیر سے ہے بعض الالفاظ اکد من بعض فلفظ الفتوی اکد من
لفظ التصحيح والاحوط اکد من الاحتیاطاہ مختصراً بالجملہ خلاصہ کلام یہ کہ دعائے مذکور خطیب کے لیے مطلقاً اور سامعین کے لیے دل میں
بالاتفاق جائز اور مذہب امام شافعی و قول امام ابی یوسف پر ان کے لیے زبان سے بھی قطعاً اجازت اور ارشاد امام کی ایک تخریج پر مکروه
دوسری پر جائز ائمہ فتویٰ نے دونوں کی تصحیح کی تو احد تصحیحین پر دعائے مذکور امام ومقتدین سب کو دل و زبان ہر طرح سے بالاتفاق مذہبین
حنفی و شافعی مطلقاً جائز و مشرّع اد علی تصریح فرماتے ہیں کہ جب ترجیح مختلف مکانی ہو تو مکلف کو اختیار ہے کہ ان میں سے جس پر چاہے عمل کئے

اصلاح محل اعتراض و انکار نہیں بحر الرائق اور مختار وغیرہا میں ہے متنی کان فی المسئلة قولان مصححان جازا القضاء والا فتاء
 باحد ہما و ہذا فقیر غفر اللہ تعالیٰ بآئینہاں تصحیح حسین کو ارجح جانتا ہے ہمیشہ سامعین کو بین الخطبتین دعا کرتے دیکھا اور کہیں منع
 و انکار نہیں کرتا ہے ہذا جملۃ القول فی هذا الباب والتفصیل فی فتاؤنا بعون الوہاب برہمی مترجم درمختار کی علمائے بریلی
 سے وہ نقل معلوم نہیں کہ اُس نے اپنے زعم میں علمائے بریلی سے کون لوگ مراد لیے اُس کے زمانے میں ان اقطار کے علم علمائے اپنے
 عصر و مصر میں حقیقت صرف وہی عالم دین کے مصداق تھے یعنی خاتمہ المحققین سیدنا ابوالودد قدس سرہ الما جہ فقیر برسوں جماعت میں
 اقتدائے حضرت والا سے مشرف ہوا حضرت ممدوح قدس سرہ جلسہ بین الخطبتین میں دعا فرمایا کرتے اور سامعین کو دعا کرتے دیکھ کر
 کبھی انکار نہ فرماتے اور مترجم کے زمانے سے پہلے بریلی میں اس امر کا استقنا ہوا مولانا احمد حسین مرحوم گلپڑا علی حضرت سید العلی
 سید العرفا مولانا الجہ قدس سرہ الامجد نے جواز و مشروعیت پر فتویٰ دیا علی حضرت نور اللہ رحمہ اللہ الشریف و فاضل اجل مولانا سید
 یعقوب علی صاحب رضوی بریلوی و مولوی سید محمود علی صاحب بریلوی وغیرہم علمائے کرام نے اُس پر ہنرمیں فرمائیں یہ فتویٰ مولوی
 صاحب مرحوم کے مجہود فتاویٰ سہمی بفیہ المسلمین میں مندرج و مشمول اور الطہان مسائل کے لیے یہاں منقول سوال چہمی مسئلہ مابین
 علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ بیٹھنا امام کو بعد قرائت خطبہ پہلے کے سنت ہے یا نہیں اور خطیب کس قدر خطبہ میں
 توقف کرے اور یہ اوقات قبولیت دعا سے ہے یا نہیں اور دعا مانگنا ہاتھ اٹھانے کے مستحسن ہے یا نہیں بینا وجود ال جواب بیٹھنا
 خطیب کا درمیان دونوں خطبوں کے سنت ہے چنانچہ صحیح بخاری شریف میں باب القعدہ بین الخطبتین یوم الجمعۃ میں مرقوم ہے حدثنا
 مسدد ثنا لیش بن المفضل ثنا عبید اللہ عن نافع عن عبد اللہ بن عمرو قال کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 یخطب خطبتین یقعد بینہما اور اس بیٹھنے کو سنت بمقدار تین آیات علمگیری میں بالتصریح بیان کیا ہے والخاص عشر
 الجلوس بین الخطبتین ہکذا فی البحر الرائق ومقدار الجلوس بینہما مقدار ثلاث آیات فی ظاہر الروایۃ ہکذا فی
 المسراج الوہاج اور بیچ حصن حصین کے ایک اوقات قبول دعا سے مابین الخطبتین ہے اور بیچ ظفر جلیل شرح حصن حصین کے
 اُس وقت مانگنا دعا کا طبیبی سے نقل کیا وساعة الجمعة ارجی ذلک وقفہا ما بین ان یجلس الامام فی الخطبة الی ان تقضى
 الصلوة مد اور ساعت جمعہ کی بہت امید والی ان وقتوں کی ہے یعنی سب وقتوں میں سے سات جمعہ میں امید قوی ہے قبولیت کی اور
 وقت ساعت جمعہ کا ہے مابین بیٹھنے امام کے سے منبر خطبہ کے لیے تمام ہونے نماز تک نقل کی سلم اور ابوداؤد نے ظاہر فرمایا ہے کہ مراد
 بیٹھنے امام کے سے بیٹھنا امام کا ہے اول شروع خطبہ کے اور وہی وقت حرمت کلام کا ہے غیر امام کو کذا قال العلی اور طبیبی نے بیٹھنے سے
 بیٹھنا درمیان دونوں خطبوں کے مراد رکھا ہے اور ایک روایت میں ساعت جمعہ کی ہے انتہی اور بھی صاحب فتح الباری نے ان تمام
 اوقات اجابت دعا سے ایک جلسہ امام کو درمیان خطبتین فرمایا ہے حیث قال الثلثون عند الجلوس بین الخطبتین حکاکہ الطہیبی
 عن بعض شراح المصابیہ اور بھی شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتنے اوقات اجابت دعا سے شمار فرمائے ہیں ایک
 ان میں سے جلسہ کرنے خطیب کو درمیان خطبتین تحریر کیا العاشر ما بین خروج الامام الی ان تقام الصلوة الحادی عشر ما بین

ان یجلس الامام علی المنبر الی ان تقضى الصلوة الثانی عشر ما بین اول الخطبة والعراغ منها الثالث عشر عند الجلوس
 بین الخطبتین اور وقت جلسہ خطیب کے کلام کرنا نزدیک امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے درست ہے تاہم ثانیہ میں نقلاً عن الغیاثیہ
 مرقوم ہے ولو سکت الخطیب حین جلس ساعة قال ابو یوسف یناح له التکلم فی ثلاث الساعات اور در مختار میں مثل اس کے
 مرقوم ہے اور صحیح بخاری شریف میں کہ اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کے ہے بیچ باب رفع الیدین فی الخطبة کے عین حالت خطیب میں دعا مانگنا
 آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منقول سے اور ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روز جمعہ کے خطبہ فرماتے تھے کہ ایک شخص آیا
 پس کہا اے رسول اللہ کے ہلاک ہوئے جاتے ہیں چار پائے اور ہاک ہوئے چلتے ہیں شاة پس دعا فرماؤ اللہ سے یہ کہ ترکہ سے ہم کو پس
 دراز کیے آپ نے ہاتھ مبارک اپنے اور درخواست دعا کی حد ثنا سعد دشنا حماد بن زید عن عبد العزیز عن انس وعن یونس
 عن ثابت عن انس قال یتما التبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یخطب یوم الجمعة اذ قام رجل فقال یا رسول اللہ هلاک
 الکواغ وهلاک الشاة فادع اللہ ان یسقینا فمد یدیه ودعا جبکہ کلام کرنا اُس وقت میں کلام مجتہد سے ثابت ہوا اور مانگنا دعا کا عین
 حالت خطیب میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت اور تحقق ہے پس مانگنا دعا کہ افضل العبادات سے ہے نزدیک حق تعالیٰ جل و علا
 کے اور وہ وقت قبولیت دعا کا ہے موافق مرقوم بالا کے اور اکثر روایات معتبرہ کے اور مانع کلام وغیرہ کا پڑھنا خطیب کا تھا وہ بھی اُس وقت میں
 نہیں ہے کمال مستحسن ہوگا اور بھی بیچ مفتاح الصلوة کے دعا مانگنا ہاتھ اٹھا کے درست فرمایا اور مقدار جلسہ کی بقدر آیات کے مجتہد سے اور
 سند احابت دعا کی صحیح مسلم و شارح صحیح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ساتھ لفظ صواب کے نقل کی مفتاح الصلوة میں مرقوم ہے درمیان
 دو خطبہ کہ امام بنشینند دعا بطریق ادنیٰ جائز خواہ بد علی الخصوص در احادیث آمدہ کہ ساعة الاجابة ما بین ان یجلس الامام فی الخطبة
 الی ان تقضى الصلوة کما صحیح فی صحیح مسلم وجزم الامام النووی فی شرح مسلم وقال هو الصواب پس باید کہ در وقت جلوس کہ
 در ظاہر الروایۃ مقدار آیت واردست کما فی المجتبیہ وغیرہ ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار خواند کہ عل
 بر ظاہر الروایۃ واحادیث صحیحہ واقع گردد اگر دست برداشته بخواند موافق طریقہ دعا کہ در احادیث ست واقع گردد و عل، بزرگان نیز ہست اور
 ایسا ہی بیچ فتوح الاوراد کے مرقوم ہے اور بیچ حصین کے ایک آداب دعا میں رفع یدین کو بسند حدیث تحریر کیا ہے و در ضماح وان
 یکون رفعها حذو المنکبین دامن یعنی آداب دعا سے ہے اٹھانا دونوں ہاتھوں کا طرف آسمان کے نقل کی یہ صحاح سنہ میں اور یہ کہ
 ہو دے ہاتھ اٹھانا برابر ہونڈھوں کے نقل کی سنن ابوداؤد و احمد و حاکم نے اس سے خوب واضح ہوا کہ دعا مانگنا ساتھ رفع یدین کے چاہیے
 (المتخالی) ہاتھ اٹھانا بغیر دعا کے عجبت اور بے فائدہ ہے اور یہ بھی واضح دلائل ہوا کہ دعا مانگنا اور ہاتھ اٹھانا آداب دعا کے سے دور
 ہونا ہے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب **احمد حسین بیگ** غفر اللہ لہ **محمد رضا علی خان** **سید یعقوب علی خوری** **نور محمد طابریہ محمد علی**

سید محمد ناکر عفی عنہ علمائے بریلی رحمہم اللہ تعالیٰ کا فتویٰ یہ ہے اور عل و اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و عل جل مجدہ اللہ و احکم

مسئلہ - اصغر علی خان بریلی بائیں منڈی -

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز جمعہ میں کوئی سورہ کلام مجید کی چھوٹی پڑھی جاوے یا بڑی

اور چھوٹی پڑھی جاوے تو کس قدر اور بڑی پڑھی جاوے تو کس قدر بدیں وجہ کہ مسجد کی یہ حالت ہے کہ کچھ نمازی اندر سایہ کے اور کچھ باہر
فرش پر کہ جہاں بالکل دھوپ اور فرش بھی گرم ہوتا ہے۔

الجواب

جمعہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلی رکعت میں سورہ جمعہ دوسری میں سورہ منافقین اور کبھی پہلی میں سورہ اسعہ
وہی الا علی اور دوسری میں ہل اٹھ حدیث الغائبہ ثابت ہے اور حسب حاجت و مصلحت کی بیشی کا اختیار ہے اور اگر مقتدیوں پر
تکلیف و ناگواری ہو تو اختصار لازم ہے مگر حتی الامکان قدر مسنون سے کمی نہ کرے کہ قدر مسنون کا محض کسر کی وجہ سے ناگواری ہونا ان کا قصور ہے
جس میں نہ وہ سختی رعایت نہ اس کے سبب ترک سنت کی اجازت ہاں اگر مثلاً کوئی مریض یا ضعیف ایسا ہو کہ بقدر سنت پڑھنا بھی اس کے لیے
باعث تکلیف ہوگا تو اس کی رعایت واجب ہے اگرچہ نماز جمعہ صحت کو اثر و اخلاص سے پڑھانا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اَوْنِي اللَّمْعَةَ فِي اَذَانِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

۱۳

۲۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِكَ الْكَرِیْمِ

مسئلہ - از ملک بنگالہ موضع خاکوچیل ضلع سلٹ۔ ڈاکخانہ جگدیش پور مرسلہ برلوی ممتاز الدین صاحب ارڈی الحجۃ ۱۳۲۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان مسجد کے اندر دینا کیسا ہے جمعہ کی اذان ثانی خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے بعد جو
دی جاتی ہے آیا وہ اذان مسجد کے اندر خطیب کے سامنے کھڑا ہو کر کہے یا باہر مسجد کے اور بر تقدیر اول بلا کراہت جائز ہے یا نہیں بعض لوگ
کہتے ہیں یہ بلا کراہت سب علما کے نزدیک جائز ہے اور سلف ضاحین سے لے کر اس زمانے تک کل اصناف و دیار میں اسی طریقہ مسنون پر
باتفاق علمائے کرام جاری و دائر ہے۔ شامی میں ہے کہ مؤذن اذان خطیب کے سامنے کہے۔ ہدایہ میں ہے منبر کے سامنے کہے۔ اور اسی پر
علما کا عمل ہے اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں نہیں تھا مگر یہ اذان اور درمختار میں ہے خطیب کے سامنے کہے ان
عبارات سے ہو پورا ہوا کہ دو برو خطیب کے مسجد کے اندر کہے اور باہر مسجد یا صحن مسجد میں کھڑا ہو کر اذان کہنا خلاف کتب فقہ و سلف صالحین کا
ہے انتہی اور بعض لوگ کہتے ہیں جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے اندر منبر کے سامنے کھڑے ہو کر مکروہ نہیں ہے۔ اگرچہ جہاں تک اطلاق
بین ید یہ آتا ہے سب جگہ درست ہے انتہی۔ ان میں کوئی قول صحیح ہے۔ بیذا توجروا

الجواب

ہمارے علماء کرام نے فتاویٰ خاں و فتاویٰ خلاصہ و فتح القدیر و نظم و شرح نقایہ بر جندی و بحر الرائق و فتاویٰ ہندیہ و
مخطاوی علی مراقی الفلاح وغیرہ میں تصریح فرمائی کہ مسجد میں اذان دینی مکروہ ہے فتاویٰ خانیہ میں ہے ینی ان یؤذن علی

المثناة او خارج المسجد ولا يؤذن في المسجد يعني اذان منارے پر یا مسجد کے باہر چاہیے مسجد میں اذان نہ کی جائے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کو مسجد کے باہر ہی پڑھانے کا حکم دیا ہے۔

فتاویٰ خلاصہ و فتاویٰ عالمگیری میں ہے فتح القدیر میں ہے الاقامة في المسجد لا بد واما الاذان فليقل المثناة فان لم يكن ففي فناء المسجد وقالوا لا يؤذن في المسجد يعني بکبر تو ضرور مسجد میں ہوگی۔ یہی اذان وہ منارے پر ہو منارہ نہ ہو تو بیرون مسجد زمین متعلق مسجد میں اذان فرماتے ہیں مسجد میں اذان نہ ہو نیز خود باب الحجۃ میں فرمایا ہو ذکر اللہ فی المسجد ای فی حدودہ لکراهة الاذان فی داخلہ وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے مسجد میں یعنی حوالی مسجد کے اندر اس لیے کہ خود مسجد کے اندر اذان دینی مکروہ ہے۔ مخرج مختصر الوقایہ للعلامة عبد العلی میں ہے فی ایراد المثناة اشعار بان السنة فی الاذان ان یکون فی موضع عال بخلاف الاقامة فان السنة فیها ان تكون فی الارض وايضا فيه اشعار بان لا يؤذن فی المسجد فقد ذکر فی الخلاصة انه ينبغي الخواہ باختصار یعنی صدر الشریعہ قدس سرہ نے اذان کے لیے منارے کا جو ذکر فرمایا اس میں تنبیہ ہے اس پر کہ اذان میں سنت یہ ہے کہ بلند جگہ پر ہو بخلاف بکبر کراؤں میں سنت یہ ہے کہ زمین پر ہو۔ نیز اس میں تنبیہ ہے کہ اذان مسجد میں نہ دی جائے خلاصہ میں اس کی ممانعت کی تصریح ہے۔ بحوالہ الائی میں ہے فی القنیه بسن الاذان فی موضع عال والاقامة علی الارض وفي المغرب اختلاف المشايخ اه والظاهر انه يسير المكان العالي فی اذان المغرب ايضا كما سيأتي وفي السراج الوهاج ينبغي ان يؤذن فی موضع یکون السمع للبحیران وفي الخلاصة ولا يؤذن فی المسجد اه مختصرا یعنی قنیه میں ہے کہ اذان بلندی پر اور بکبر زمین میں ہونا سنت ہے اور مغرب کی اذان میں مشایخ کا اختلاف ہے کہ وہ بھی بلندی پر ہونا سنون ہے یا نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ مغرب میں بھی اذان بلندی پر ہونا سنت ہے اور سراج الوهاج میں ہے اذان وہاں ہونی چاہیے جہاں سے ہمسایوں کو خوب آواز پہنچے اور خلاصہ میں فرمایا کہ مسجد میں اذان دینے اسی میں بعد چند روئے کے ہے السنة ان یکون الاذان فی المنارة والاقامة فی المسجد سنت یہ ہے کہ اذان منارے پر ہو اور بکبر مسجد میں۔ حاشیہ طحاوی میں ہے یکره ان يؤذن فی المسجد كما فی القهستانی عن النظم فان لم یکن ثمه مکان مرتفع للاذان يؤذن فی فناء المسجد كما فی الفتح یعنی مسجد میں اذان دینی مکروہ ہے جیسا کہ قستانی میں نظم سے منقول ہے تو اگر وہاں اذان کے لیے کوئی بلند مکان نہ بنا ہو تو مسجد کے آس پاس اُس کے متعلق زمین میں اذان دے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔ یہ تمام ارشادات صاف صاف مطلق بلا قید ہیں جن میں جمعہ وغیرہ کسی کی تخصیص نہیں مدعی تخصیص پر لازم کہ ایسے ہی کلمات صریحہ معتمدہ میں اذان ثانی جمعہ کا اشتنا دکھائے مگر ہرگز نہ دکھائے گا رہا لفظ بین یدی اکامار یا بین یدی المنبر سے استدلال مذکور فی السؤال وہ محض ناواقفی ہے ان عبارات کا حاصل صرف اس قدر کہ اذان ثانی خطیب کے سامنے منبر کے آگے امام کے مواجہہ میں ہو اس سے یہ کہاں سے نکلا کہ امام کی گردن میں منبر کی لگہ پر ہو جس سے داخل مسجد ہونا استنباط کیا جائے بین یدی سمت مقابل میں منہائے جہت تک صادق ہے جو وقت طلوع مواجہہ مشرق یا ہنگام غروب مستقبل مغرب کھڑا ہو وہ ضرور کہے گا کہ آفتاب میرے سامنے ہے یا فارسی میں ہمدرد بردی من سمت یا عربی میں الشمس بین یدی حالانکہ آفتاب اُس سے تین ہزار برس کی راہ سے زیادہ دور ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے یعلم ما بین یدیہم وما خلفہم اللہ بکمالہ و تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ اُس کے سامنے ہے یعنی آگے آنے والا ہے اور جو کچھ اُن کے پیچھے یعنی گزر گیا۔

یہ ہرگز ماضی و مستقبل سے مخصوص نہیں بلکہ ازل تا ابد سب اُس میں داخل ہے۔ یوہیں ملائکہ کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا قول کہ قرآن عظیم نے ذکر فرمایا کہ ما بین ابدینا وما خلفنا وما بین ذلك اشد ہی کا ہے جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے تمام ماضی و مستقبل و حال سب کو شامل ہے ہاں ایسی جگہ عرفاً بنظر قرآن حالیہ ایک نوع قُرب ہر شے کے لائق مستفاد ہوتا ہے۔ اتصال حقیقی کہ خواہی خواہی وقوع فی المسجد پر دلیل ہو قال اللہ تعالیٰ وهو الذی یُرسل الریح لیشرب من یدئ رحمتہ حتی اذا اقلت سحاباً ثقالاً سقنہ لبلد ممت فانزلنا بہ الماء الا یہ۔ اللہ ہے کہ بھجنا ہے ہوائیں خوشی کی خبر لاتی باران رحمت کے آگے یہاں تک کہ جب انہوں نے اُبھارے بوجھل بادل ہم نے اُسے رواں کیا کسی مردہ شہر کی طرف تو اُتار اُس سے پانی بین یدی نے قُرب مطر کی طرف اشارہ فرمایا مگر یہ نہیں کہ ہوائیں چلتے ہی پانی مٹا اُترے بلکہ چلیں اور بادل اُٹھے اور بوجھل پڑے اور کسی شہر کو چلے وہاں پہنچ کر برسے وقال تعالیٰ۔ ان ہواکانذا یرکع بین یدی عذاب شد ید ۵ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے نہیں صلیا کہ اے کافروں گمان کرتے ہو وہ تو نہیں مگر تمہیں ڈرسانے والے ایک سخت عذاب کے آگے۔ آیت نے قُرب قیامت کا اشارہ فرمایا نہ یہ کہ لعنت کے برابر ہی قیامت ہے پھر اُس کا قُرب اُس کے لائق ہے۔ تیرہ سو تینتالیس برس گزر گئے اور ہنوز وقت باقی ہے پس جو اذان در مسجد پر یا قنائے مسجد کی کسی زمین میں جہاں تک حائل نہ ہو محاذات امام میں دی جائے اُس پر ضرور بین یدی یہ صادق ہے بلاشبہ کہا جائے گا کہ امام کے سامنے خطیب کے رد و منبر کے آگے اذان ہوئی اداسی قدر درکار ہے غالباً خود مستدین کو معلوم تھا کہ قُرب مسجد بیرون مسجد مواجد امام کو بھی بین یدی یہ شامل ہے ولہذا رد و خطیب کہنے کے بعد ان لفظوں کی حاجت ہوئی کہ مسجد کے اندر مگر خاص یہی لفظ کہ اصل مدعا تھے صرف اپنی طرف سے اضافہ ہوئے۔ شامی دہایہ و در مختار وغیرہ میں کہیں اس کی بوجہ نہیں۔ اب ہم ایک حدیث صحیح ذکر کریں جس سے اس بین یدی کے معنی بھی آفتاب کی طرح روشن ہو جائیں اور اُس ادعائے وارث کا حال بھی کھل جائے سنن ابی داؤد شریف میں بسند حسن مروی ہے حد ثنا النقیلی ثنا محمد بن سلمۃ عن محمد بن اسحق عن الزہری عن السائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد وابی بکر و عمر یعنی رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب روز جمعہ منبر پر تشریف فرما ہوتے تو حضور کے رد و اذان مسجد کے دروازے پر دی جاتی اور یوہیں ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں۔ اس حدیث جلیل نے واضح کر دیا کہ اس رد و منبر امام پیش منبر کے کیا معنی ہیں اور یہ کہ زمانہ رسالت خلفائے راشدین سے کیا متواتر ہے۔ ہاں یہ کہیے کہ اب ہندوستان میں یہ اذان متصل منبر کہنی شائع ہو رہی ہے مگر نص حدیث سے جدا تصریحات فقہ کے خلاف کسی بات کا ہندیوں میں رواج ہو جانا کوئی حجت نہیں۔ ہندیوں میں ایک یہی کیا اور وقت کی اذانیں بھی بہت لوگ مسجد میں دے لیتے ہیں حالانکہ وہاں تو ان تصریحات اللہ کے مقابل بین یدیہ وغیرہ کا بھی دھوکا نہیں پھر ایسوں کا فعل کیا حجت ہو سکتا ہے۔ الحمد للہ یہاں اس سنت کریمہ کا اجبار عزوجل نے اس فقیر کے ہاتھ پر کیا میرے یہاں مؤذنون کو مسجد میں اذان دینے سے ممانعت ہے۔ جمعہ کی اذان ثانی مجد اللہ تعالیٰ منبر کے سامنے دروازہ مسجد پر جوتی ہے جس طرح زمانہ اقدس حضور پر نور ستید عالم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ہوا کرتی تھی ذلک فضل اللہ یؤتہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم والحمد للہ رب العالمین بعض دیگر جن سے سائل نے دوسرا قول نقل کیا اگرچہ اتنا سمجھے بین یدی سے داخل مسجد ہونا اصلاً مفہوم نہیں ہوتا مگر کتابوں پر نظر ہوتی تو خلاف تصریحات علماء اعداء ہوتا کہ مسجد کے اندر مکروہ نہیں ہے نہ مسجد میں فقیر پر نیت خاکبوسی آتا نہ علیہ حضرت سلطان الادلیا محبوب الہی والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بریلی سے شہ الرحال کر کے حاضر بارگاہ غیاث پور شریف ہوا تھا دہلی کی ایک مسجد میں نماز کو حاکم ہوا اذان کہنے والے نے مسجد میں اذان کسی فقیر نے حسب عادت کہ جو امر خلاف شرع مطہر پایا مسئلہ گزارش کر دیا اگرچہ اُن صاحب سے اصلاً تعارف نہ ہوا نہ مؤذن صاحب سے بھی بہ نزی کہا کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے کہا کہاں لکھا ہے۔ میں نے قاضی خان۔ خلاصہ۔ عالمگیری۔ فتح القدیر کے نام لیے۔ کہا ہم اُن کی نہیں مانتے فقیر سمجھا کہ حضرت طائفہ غیر مقلدین سے ہیں۔ گزارش کی کہ آپ کیا کام کرنے میں معلوم ہوا کسی کچری میں نوکر ہیں۔ فقیر نے کہا احکم الحاکمین جل جلالہ کا سچا حقیقی مبارک توارفع واعلیٰ ہے آپ انھیں کچریوں میں روز دیکھتے ہوں گے چہرہ سی مدعی مدعا علیہ گواہوں کی حاضری کچری کے کمرے کے اندر کھڑا ہو کر پکارتا ہے یا باہر۔ کہا باہر۔ کہا اگر اندر ہی چلا تا شروع کرے تو بے ادب ٹھہرے گا یا نہیں۔ بولے اب میں سمجھ گیا۔ غرض کتابوں کو نہ مانا جب اُن کی سمجھ کے لائق کلام پیش کیا تسلیم کر لیا۔ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست الحمد للہ حق واضح ہو گیا **اقول** وبالله التوفیق یہاں دو نکتے اہم قابل لحاظ وغیرہ ہیں اول اگر بانی مسجد نے مسجد بنانے وقت تمام مسجد بیت سے پہلے مسجد کے اندر اذان کے لیے مندر خواہ کوئی محل مرقع بنایا تو یہ جائز ہے اور اگر اتنا ٹکڑا اذان کے لیے جدا سمجھا جائے گا اور مسجد میں اذان دینے کی کراہت یہاں غایب نہ ہوگی جیسے مسجد میں وضو کرنا اصلاً جائز نہیں مگر پہلے سے اگر کوئی محل معین بانی نے وضو کے لیے بنوایا ہو تو اُس میں وضو جائز ہے کہ اُس قدر شئی قرار پائے گا اشاء میں ہے نکرہ المضغ والوضوء فیہ الا ان یكون ثمہ موضع اعد لذلك لا یصلی فیہ اونی انا و در مختار میں ہے یکرہ الوضوء الا فیما اعد لذلك رد المحتار میں ہے لان ماء مستقذر طبعاً فیجب تنزیہ المسجد عنہ کما یجب تنزیہا عن الخياط والبلغم بدائع فقیر نے اُس پر تعلیل کی ہذا تعلیل علی مذهب محمد والمفتی: اما علی قول الامام من تجبیس الماء المستعمل فظاہر رد المحتار میں ہے **قول** الا فیما اعد لذلك انظر هل بشرط اعداد ذلك من الواقف ام لا فقیر نے اس پر تعلیل کی **اقول** نعم و شئی اُخروف ذلک وہی ان یكون اعداد قبل تمام المسجد یتعد فان بعدہ لیس له ولا غیرہ تعریضہ للمستقذرات ولا فعل شئی یمنع مجرمتہ اخذتہ مما یاتی فی الوقف من مسئلة بناء الواقف فوق المسجد بیتا لیسکے الامام اسی طرح اگر منارہ یا مندر نہ بیرون مسجد فائے مسجد میں تھا بعدہ مسجد بڑھائی گئی اور زمین متعلق مسجد مسجد میں لے لی کہ اب مندر نہ اندرون مسجد ہو گیا اس پر بھی اذان میں حرج نہ ہوگا کہ یہ بھی وہی صورت ہے کہ اس زمین کی مسجدیت سے پہلے اس میں یہ محل اذان کے لیے مصنع ہو چکا تھا کما لا یجفی ہاں اگر داخل مسجد کوئی شخص اگرچہ خود بانی مسجد یا مکان اذان کے لیے مستثنیٰ کرنا چاہے تو اُس کی اجازت نہ ہونی چاہیے کہ بعد تمام مسجد کسی کو اُس سے استثناء فعل مکروہ کے لیے بنا کا اختیار نہیں۔ رد مختار میں ہے لو بنی فوقہ للاہتمام لا یضر لانہ من المصالح اما لو تمت المسجد یتعد لک لم یصدق تا قار خانہ فاذا کان هذا

فی الواقع فکیف بغیرہ فیجب ہدمہ ولو علی جدار المسجد ووم متعلقات مسجد میں مسجد کے لیے اذان ہونے کو عرف میں یہیں تبصر
کہتے ہیں کہ فلاں مسجد میں اذان ہوئی مثلاً منارہ بیرون مسجد زمین خاص مسجد سے کسی گز کے فاصلے پر ہوا وہ اس پر اذان کسی جگہ تو ہر شخص ہی
سکے گا کہ مسجد میں اذان ہو گئی نماز کو چلیں کوئی نہیں کہتا کہ مسجد کے باہر اذان ہوئی نماز کو اٹھو عرف عام شائع ہے جس سے کسی کو خیال انکار
نہیں ولہذا امام محقق علی الاطلاق نے ہو ذکر اللہ فی المسجد کی وہ تفسیر فرمادی کہ ای فی حدودہ اور اس کی دلیل وہی ارشاد فرمائی کہ
لکراۃ الاذان فی داخلہ یہ نکتہ خوب یاد رکھنے کا ہے کہ کوئی سخن تائیس نظر حدیث مسلم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وبقا
ان من سنن الہدی الصلاۃ فی المسجد الذی یؤذن فیہ وامثال عبارات کوہ خروج من لم یصل من مسجد اذان فیہ سے
دھوکا نہ کھائے اور اشباہ حدیث ابن ماجہ عن امیر المؤمنین عثمان الغنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم من ادرك الاذان فی المسجد ثم خرج لم یخرج لحاجتہ وھو لا یرید الرجعة فهو منافی سے دھوکا اور بھی ضعیف تر ہے فان
فی المسجد ظروف الادراک دون الاذان ولہذا علامہ مذہبی نے تیسرے میں اس حدیث کی یہیں شرح فرمائی (من ادرك الاذان) دھوکا
(فی المسجد) الخ بلکہ خود حدیث شرح حدیث کو بس ہے احمد بسند صحیح عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال امرنا رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا کنت فی المسجد فودی بالصلاۃ فلا یخرج احدکم حتی یصلی یا جلد جاں ایسے الفاظ واقع ہوں
اتھیں دو نکتوں سے ایک پر محمول ہیں اقول وہ بخیل مافی الجلابی انہ یؤذن فی المسجد او مافی حکمہ لا فی البعید منہ اہ ای
یؤذن فی حدود المسجد وفتاویٰ کما فیہ بہ الا امام المحقق علی الاطلاق اذ فی نفس المسجد ان کان ثمة موضع اعدلہ من
قبل او یؤذن فیما ہو فی حکمہ لقربہ منہ بحدیث بعد الاذان فیما اذا نال المسجد کما فعل عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث
احداث الاذان الاول علی الزوراء داہ فی السوف ولا یؤذن المسجد فی البعید منہ فان المسجد اذا کان غریب البلد مثلاً و
اذن شرابیہ بل اذن مسجد صحیح آخر لا یعد ذلک اذا نالہ کما لا یحیی فلا استنداد بکلام الجلابی علی کلام النظم کما ذکر الفقہانی
واللہ التوفیق وبقا من تحقیق مفاد بین یدیدہ وانہ یستدعی بقیۃ الحال قربانیا سب المقام لا الاتصال وضمیم بحمد اللہ
ما قال الفقہستانی تحت قول النقایۃ اذا جلس علی المنبر اذن ثانیاً بین یدیدہ ما مضی ای بین الجہتین المسامتین لیجعلن
المنبر والامام ویسارہ قریباً منہ ووسطہما بالسکون فیشتغل ما اذا اذن فی زاویۃ قائمۃ او حادۃ او منفرجۃ حادثۃ من
ہاتین الجہتین اہ فلیس القرب منکر اولاً بالاتصال مشعر اذ انما اراد بہ اخراج البعد الذی لا یعد بہ الا ذل ان اذنا فی
ذلک المسجد کما ذکرناہ فی کلام الجلابی غرض عام کتب معتمدہ مذہب کے حکام اگر ایک آدمہ غریب و نامت اول کتاب میں کوئی
تصریح بھی ہوتی عقلاً و عرفاً و شرعاً قابل قبول نہ ہوتی الا تری ان العلامة الطحطاوی کیف اقتصر فی الحکمہ علی حکایۃ ما فی الفقہانی
عن النظم ولم یخرج علی استدراکہ اصلاً علما منہ ان الاستدراک لا یمتقی نقلاً نہ کوئی لفظ محتمل تا صریح صاف منہ
لان توجیہ و صحیح کما لا یحیی علی ذی عقل فیجہ مکن ان یفتی المتحقق واللہ سبحانہ ولی التوفیق والحمد للہ رب العالمین صلی اللہ
تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین آمین - واللہ تعالیٰ اعلم وعلیٰ جل مجدہ اتموا حکم۔

باب العیدین

مسئلہ - از سہرام محلہ پتہ ضلع آرمہ سولہ قدرت اللہ صاحب ۵، شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اعلم بالسنہ پابند صوم و صلوٰۃ متقی نے اول خطبہ عید الضعیف پڑھ کر بیک وقت سلام نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تکبیر یا و از بلند خود کہا اور صلیوں سے کہلایا پھر بارک اللہ لنا و لکم پڑھ کر بیٹھا پھر دوسرا خطبہ پڑھا بعد فراغ سوال کیا گیا یہ غیر مشروع فعل کیوں کیا اس نے جواب دیا میرا یہ فعل غیر مشروع نہیں حالت کعبہ میں صادر ہوا مثل قول مبارک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا ساریہ الجبل ہے یہ دعویٰ مٹی کا کہاں تک صحیح ہے بعد اسے فعل کا مرکب لائن ملائت ہے یا نہیں دینوا توجروا۔

الجواب

بیک دورہ ذکر اس نے خود کے حرج نہیں البتہ مقتدیوں سے کہلانا بے محل ہوا کہ وہ خطبہ میں مامور بالکوت ہیں اگر حالت وجہ میں ایسا ہوا جیسا کہ اس کا بیان ہے تو معذور ہے اور جب سائل اسے عالم سنی متقی کہتا ہے تو اس کا بیان کیوں نہ تسلیم کیا جائے مہذا مسئلہ شرعی معلوم کر لینا دوسری بات ہے وہ ضرور چاہیے مگر عمام کو سنی عالم متقی پر اس کی کسی نفوذ کے سبب ملائت کی اجازت نہیں ہو سکتی کماض علیہ الاثمۃ و اشادات الیہ الاما دیث پر اس کے حق میں ہے جو سنی عالم ہو ورنہ آج کل بہت گمراہ بددین بلکہ مرتدین مثلاً دابیرہ دیوبند و غیر ہم اپنے آپ کو سنی عالم کہتے ہیں وہ ملائت کیا اس سے ہزاروں درجہ کثرت ترکے مستحق ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سُورَةُ الْعِيدِ السَّعِيدِ فِي حُلِّ الدُّعَاءِ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِيدِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نے اپنے فتاویٰ کی ثانی میں یہ امر تحریر فرمایا ہے کہ بعد دو گانہ عیدین یا بعد خطبہ عیدین دعا مانگنا حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے کسی طرح ثابت نہیں اب دابیرہ نے اس پر بڑا غل شور کیا ہے دعائے مذکورہ کو ناجائز کہتے اور مسلمانوں کو اس سے منع کرتے اور تحریر مذکور سے استدلال کرتے ہیں کہ مولوی عبدالحی صاحب فتوے دے گئے ہیں ان کی مانتوں نے یہاں تک اثر ڈالا کہ لوگوں نے بعض فراموش پنچگانہ بھی دعا چھوڑ دی اس بارے میں حق کیا ہے۔ دینوا توجروا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَانَا الْعِيدَ وَجَعَلَهُ مَقَرًا بِالْكَلِّ بَعِيدًا وَأَمَرَنَا بِالدُّعَاءِ فِي

اليوم السعيد و وعدنا بالاجابة في الكلام الحميد والصلاة والسلام على من وجهه عيد ولقاؤه عيد ومولده عيد واي عيد وعلى آله الكرام وصحبه العظام ما دعا الله في العيد عبد سعيد وتوافق النور والسرور غداة العيد واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمدا عبده ورسوله صلى الله تعالى عليه وعلى آله وصحبه من يوم ابداً يوم يعيد امين امين يا عزيز يا مجيد

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب نماز عيدين كے بعد دعا حضرت عاليہ تابعین عظام و مجتہدین اعلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت قال الفقير عبد المصطفیٰ احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی غفر اللہ له وحق امله ابنانا المولیٰ عبد الرحمن السراج المکی مفتی بلد اللہ الحرام بیہ عند باب الصفا لثمان یقین من ذی الحجۃ سنۃ خمس وتسعين بعد الالف والمائتین فی سائر مرویاتہ الحدیثیة والفقهیة وغیر ذلک عن حجة زمانہ جمال بن عبد اللہ بن عمر المکی عن الشیخ الاجل عابد السندی عن عمہ محمد حسین الانصاری اجازتی بہ الشیخ عبد الخالق بن علی المزجاجی قرائتہ علی الشیخ محمد بن علاء الدین المزجاجی عن احمد النخعی عن محمد البابلی عن سالم السنوری عن الفجہ الغیطی عن الحافظ زکریا الانصاری عن الحافظ ابن حجر العسقلانی انا بہ ابو عبد اللہ الجوزی انا قوام الدین الاتقانی انا البرہان احمد بن سعد بن محمد البخاری والحسام السفتانی قلا ابنانا حافظ الدین محمد بن محمد بن نصر البخاری هو حافظ الدین الکبیر ابنانا الامام محمد بن عبد الستار الکودری ابنانا عامر بن الکریہ الوریسکی انا عبد الرحمن بن محمد الکرمانی انا ابوبکر محمد بن الحسين بن محمد هو الامام فخر القضاۃ الراشدين انا عبد الله النوزنی انا زید الدوسی انا ابو جعفر الاستروشنی ح وابنانا علیا باسراج درج شیخی وبرکتی وولی نعمتی ومولائی وسیدی وذخری وسندی لبومی وغذی سیدنا الامام الہمام العارف الرجل العالم اکمل السید ال الرسول الاحمدی الماہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه وجعل الفردوس منقلبہ ومثواه لخمس خلعت من جمادی الاولی سنۃ ۹۲۷ ربيع وتسعين بدارة المطهرة بمارہة المنورة فی سائر ما يجوز له روايته عن استاذہ الشاہ عبد العزيز المحدث الدہلوی عن ابيه عن الشیخ تاج الدین القلعة مفتی الحنفیة عن الشیخ حسن العجمی عن الشیخ خیر الدین الرملی عن الشیخ محمد بن سراج الدین الخانوقی عن احمد بن الشیخی عن ابراہیم الکرکی یعنی صاحب کتاب الفیض عن امین الدین یحییٰ بن محمد الاقصرانی عن الشیخ محمد بن محمد

لہ انظر الى الطافة هذا السند الجليل والجلالة شأنه فان رجاله كلهم من سيدنا الشيخ الى صاحب المذهب الامام الاعظم جميعا من اجلة اعلام الحنفية ومشاهيرهم واكثرهم اصحاب تاليفات في المذهب ۱۲ منه

البخاری الحنفی یعنی سیدی محمد ہارسا صاحب فصل الخطاب عن الشیخ حافظ الدین محمد بن محمد بن علی
 البخاری الطاہری عن الامام صدق الشریعۃ یعنی شارح الوقایہ عن جدہ تاج الشریعۃ عن والدہ صدر الشریعۃ عن
 والدہ جمال الدین المحبوبی عن محمد بن ابی بکر البخاری عن ہامام زادہ عن شمس الاثمۃ الزنجری عن شمس الاثمۃ
 الحلوانی **کلاهما** عن الامام الاجل ابی علی النسفی اما الحلوانی فقال عن ابی علی وکذا لک عن غنم الی غایۃ الاسناد
 واما الاستروشنی فقال انا ابو علی الحسن بن خضر النسفی انا ابو بکر محمد بن الفضل البخاری هو الامام الشہید
 بالفضل انا ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی یعنی الاستاذ السند مونی انا عبد اللہ محمد بن ابی حفص
 الکبیر انا ابی انا محمد بن الحسن الشیبانی اخبرنا ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم قال کانت الصلاۃ فی العیدین
 قبل الخطبۃ ثم یقف الامام علی راحلته بعد الصلاۃ فیدعو ویصلی بغیر اذان ولا اقامۃ یعنی سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ
 علیہ فرماتے ہیں مجھے امام اعظم امام الاثمۃ ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام اجل حماد بن ابی سلیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے خبر دی کہ
 امام المجتہدین امام ابی امام نعیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نماز عیدین خطبہ سے پہلے ہوتی تھی پھر امام اپنے راحلہ پر وقت کر کے نماز کے بعد
 دعائے انگا اور نماز بے اذان و اقامت ہوتی یہ امام ابراہیم رضی اللہ عنہ کی سند سے ہے تو یہ طریقہ کہ انھوں نے روایت فرمایا
 لا اقل اکابر تابعین کا معمول تھا تو نماز عیدین کے بعد دعائے انگا اور تابعین کی سنت ہوا اور یہ ظاہر کہ راحلہ پر وقت و عدم وقت سنت
 دعا کی نفی نہیں کر سکتا کہ لایحییٰ پھر ہمارے امام مجتہد سیدنا امام محمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کتاب الآثار شریف میں اس
 حدیث کو روایت فرما کر مقرر رکھا اور ان کی عادت کہ یہ ہے جو اپنے خلاف مذہب ہوتا ہے اس پر تقریر نہیں فرماتے وہ حقیقۃً اہل حقیر
 مضمون و ہا بیاہل تثلیث قرون دونوں کے حق میں جواب مسئلہ اسی قدر بس ہے مگر فقیر غفرلہ الولی القدیہ ایضاح مرام و اتمام کلام
 کے لیے اس مسئلہ میں مقال کو دو عید پر منقسم کرتا ہے عید اول میں قرآن و حدیث سے اس دعا کی اجازت اور ادعائے مانعین کی نفی
 و شاعت عید دوم نوائے مولوی لکھنوی سے اس دعا پر کلام اور ادہام مانعین کا ازالہ تام مانعین من اللہ ولی الانعام العید
 الاول و علی فضل اللہ الموعول ظاہر ہے کہ شرع مطہر سے اس دعا کی کہیں مانعت نہیں اور جس امر سے شرع نے منع فرمایا ہرگز
 ممنوع نہیں ہو سکتا جو ادعائے منع کرے اثبات مانعت اس کے ذمہ ہے جس سے انشاء اللہ تعالیٰ کبھی عمدہ برانہ ہو سکے گا بقاعدہ منافرہ
 ہمیں اسی قدر کتنا کافی اور سائنید سائل کا مرادہ لیجیے تو جو کچھ قرآن و حدیث سے قلب نقیہ و فائز ہوا گوش پوش استماع کیجیے **فاقول**
 و باللہ التوفیق و بہ الوصول الی ذری الختین **اولا** قال المولیٰ سبحنہ و تعالیٰ **فاذا قرعت فانتبہ** ۵ **والی ربک فترغب** ۵
 جب تو فراغت پائے تو مشقت کر اور اپنے رب کی طرف راغب ہو اس آیت کریمہ کی تفسیر میں اصح الاقوال قول حضرت امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ
 سلطان المفسرین جبر اللہ عالم القرآن حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہے کہ فراغ سے مراد نماز سے فارغ ہونا اور نصب دعا
 میں جدوجہد کرنا ہے یعنی باری عزوجل حکم فرماتا ہے جب تو نماز پڑھ چکے تو ابھی طرح دعا میں مشغول ہو اور اپنے رب کے حضور الحاج و زاری
 کر۔ تفسیر شریف جلالین میں ہے **فاذا قرعت من الصلاۃ فانتبہ** انتبہ فی الدعاء والی ربک فارغب تصارع جب تو نماز سے

فارغ ہو تو دعا میں تعجب اور شفقت کر اور اپنے رب کے سامنے تضرع و زاری بجالا (خطبہ جلالین میں ہے ہذا تکلمۃ تفسیر
الامام جلال الدین المصطفیٰ علی منطہ من الاعتقاد علی ارجح الاقوال وترك التطویل بدکرا قال غیر مرضیۃ اہم ملخصا
علامہ زرقانی شرح مواہب لدینیہ میں فرماتے ہیں ہوا الصحیح فقد اقتصار علیہ الجلال وقد التزم الاقتصار علی ارجح الاقوال
اور پر ظاہر کہ آئیکر یہ مطلق ہے اور باطلان نماز فرض و واجب و نقل سب کو شامل تو بلاشبہ نماز عیدین بھی اس پاک مبارک حکم میں داخل
ہو تھیں احادیث سے بھی ادوار صلوٰۃ کا مطلق محل دعا ہونا استفادہ لہذا علماء و بشہادت حدیث نماز مطلق کے بعد دعا مانگنے کو آرا ہے
گئے ہیں امام شمس الدین محمد ابن الجوزی حصین اور مولانا علی قاری اُس کی شرح حذ ثنین میں فرماتے ہیں والصلوۃ ای ذات
الکوع والسجود والمواد ان یقع الدعاء المطلوب بعد ما یعنی آداب سے ہے کہ مطلب کی دعا بعد نماز ذات رکوع و سجود واقع ہو
پھر فرمایا عہد حبس ای رواۃ الذبیۃ وابن حبان والحاکم کلہم من حدیث الصمدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی یہ ادب
حضرت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُس حدیث سے ثابت ہے جے ابو داؤد و نسائی و ترمذی و ابن ماجہ و ابن حبان و حاکم نے
صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اقول یہ ہیں یہ حدیث ابن اسنی و بیہقی کے یہاں مروی اور صحیح ابن خزیمہ میں بھی مذکور
امام ترمذی نے اس کی تحقین کی ظاہر ہے کہ نماز ذات رکوع و سجود نماز جنازہ کے سوا ہر نماز فرض و واجب و نافلہ کو شامل جن میں نماز
عیدین بھی داخل سلم اقول وباللہ التوفیق اصل یہ ہے کہ اعمال صالحہ و چہ رضائے مولیٰ جل و علا ہوتے ہیں اور رضائے مولیٰ
تبارک و تعالیٰ موجب اجابت دعا اور اس کا محل عمل صالح سے فراغ پاکر کما قال تعالیٰ فاذا قرعْتَ فَاَنْصَبْ وَلَمَّا حَدِیث
میں آیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا المرئی العمال یعلمون فاذا فرغوا من اعمالہم و فوا السجود و رکع کیا
تو نے نہ دیکھا کہ مزدور کام کرتے ہیں جب اپنے عمل سے فارغ ہوتے ہیں اُس وقت پوری مزدوری پاتے ہیں رواۃ البیہقی عن
حاجو بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فی حدیث طویل دوسری حدیث میں ہے العامل انما یوفی اجورہ اذا قضی عملہ عامل کو
اُسی وقت اجر کامل دیا جاتا ہے جب عمل تمام کر لیتا ہے رواۃ احمد و البزار و البیہقی و ابوالشیخ فی الثواب عن ابی ہریرۃ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث تو سائل کے لیے بیشک بہت بڑا موقع دعا ہے کہ مولیٰ کی خدمت و طاعت کے بعد اپنی حاجات
عرض کرے و لہذا دار و ہوا کہ ہر ختم قرآن پر ایک دعا مقبول ہے بیہقی و خطیب و ابونعیم و ابن عساکر شمس رضی اللہ عنہ سے راوی حضور
سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں مع کل ختمۃ دعویٰ مستجابۃ ہر ختم کے ساتھ ایک دعا مستجاب ہے۔ طبرانی معجم کبیر میں
عراض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من ختم القرآن فلہ دعویٰ مستجابۃ
جو قرآن ختم کرے اُس کے لیے ایک دعا مقبول ہے اسی لیے روزہ دار کے حق میں ارشاد ہوا کہ افطار کے وقت اُس کی ایک دعا دونیں آتی
امام سند اور ترمذی بافادہ تحقین جامع اور ابنائے ماجہ و حبان و خزیمہ اپنی صحاح اور بزاز سند میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثۃ لا ترد دعوتہم الصائمین یفطر الحدیث تین شخصوں کی
دعا رد نہیں ہوتی ایک اُن میں روزہ دار جب افطار کرے) ابن ماجہ و حاکم حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان الصائم عند فطره لدعوة ما تود بیشک روزہ دار کے لیے وقت افطار بالیقین ایک دعا ہے کہ روزہ ہوگی امام حکیم ترمذی حضرت عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لكل عبد صائم دعوة مستجابة عند افطاره اعطيها في الدنيا او ادخول له في الآخرة ہر روزہ دار بندے کے لیے افطار کے وقت ایک دعا مقبول ہے خواہ دنیا میں دیدی جائے یا آخرت میں اُس کے لیے ذخیرہ رکھی جائے وفي الباب احادیث آخر اور بالیقین فضیلت روزہ فرض و واجب و نفل سب کو عام کہ مخصوص میں قید و خصوص نہیں ولہذا امام عبدالعظیم منذری نے در حدیث پیشین کو الترغیب فی الصوم مطلقاً میں ایراد فرمایا اور علامہ منادی نے تیسیر شرح جامع صغیر میں در حدیث باب مروی عقیل و بیہقی عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد افظ دعوة الصائم کے دو نفلاً تحریر کیا تو بلاشبہ نماز بھی کہ افضل اعمال و اعظم ارکان اسلام اور روزے سے ناظم موجب رضائے خدا بجلال والا کرام ہے یہاں اپنے عموم و اطلاق پر رہے گی اور بعد فراغ تکلیف و عاصرت فرائض سے خاص نہ ہوگی اور کیونکر خاص ہو حالانکہ خود حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر دو رکعت نفل کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا حکم دیا اور فرمایا جو ایسا ذکرے اُس کی نماز ناقص ہے ترمذی و نسائی و ابن خزمہ حضرت فضل ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور احمد و ابو داؤد و ابن ماجہ حضرت مطلب بن ابی و داؤد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الصلاة مثنی مثنی تشهد في كل ركعتين وتخشع وتضرع وتسكن وتقع يدك يقول ترفعها الى برك مستقبلاً ببطونها وجهك وتقول يارب يارب من لم يفعل ذلك فهي كذا وكذا یعنی نماز نفل دو رکعت ہے ہر دو رکعت پر التحیات اور حضور و زاری و تذلل پھر بعد سلام دونوں ہاتھ اپنے رب کی طرف اٹھا کر ہتھیلیاں چہرے کے مقابل رکھ کر عرض کرے میرے رب اے رب میرے جو ایسا ذکرے (روزہ نماز چنیں و چنانہی ناقص ہے) مطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں مصرحاً آیا فمن لم يفعل ذلك فهو خداج جو ایسا ذکرے اُس کی نماز میں نقصان ہے (علامہ طاہر رحمہ اللہ مجمع بحالہ لا زواہد میں فرماتے ہیں فیہ ثم تقع يدك وهو عطف على محذوف ای اذا فرغت منهما فسلم ثم ارفع يدك سائلاً فوضع الخبر موضع الاوصاف میں ہے ای اذا فرغت منهما فسلم ثم ارفع يدك فوضع الخبر موضع الطلب الخ لا جرم جبکہ حصن حصین میں اس حدیث ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف پر حضرت ترمذی و نسائی نے اشارہ کیا کہ قلنا یا رسول اللہ ای الدعاء اسمع قال جوف الليل الاخر و در الصلوات المكتوبات ہم نے عرض کی یا رسول اللہ کونسی دعا زیادہ سنی جاتی ہے فرمایا رات کے نصف اخیر میں اور فرض نمازوں کے بعد (مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الہا رہی نے اُس کی شرح میں لکھا در الصلوات المكتوبات ای عقیب الصلوات المفروضات والتقیید لہا لكونها افضل الحالات فهي اوجی راجابة الدعوات و در الصلوات المكتوبات کے یہ معنی کہ فرض نمازوں کے بعد اور ان کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ وہ سب حالتوں سے افضل ہیں تو ان میں اُمید اجابت زیادہ ہے) دیکھو صاف تصریح ہے کہ نماز کے بعد تکلیف دعا کچھ فرضوں ہی سے خاص نہیں بلکہ ان میں بوجہ افضلیت زیادہ خصوصیت ہے اور بالیقین خود یہی پوچھا تھا کہ سب میں زیادہ کونسی دعا مقبول ہے لہذا ان کی تفسیر فرمائی گئی۔ بالجملة جب تخصیص فرائض مطلق ہر چکی تو خراج

واجبات پر کوئی دلیل نہیں بلکہ ان پر دلائل مطلقہ کے سوا حدیث نافلہ پر سبیل اولویت ناطق کہ جب اوبارہ نوافل تک محل دعا و مظاہرہ
اجابت ہیں تو واجبات کہ ان سے اعلیٰ و اعظم اور ارضائے الٰہی میں اور فوائد میں کیونکہ اس فضل سے خارج ہوں گے ہل ہذا الا
ترجیح المرجوح ثم اقول بلکہ واقعہ و نفس الامر کو لحاظ کیجئے تو فریضہ و نافلہ کے لیے ثبوت خاص بعینہ واجبات کے لیے ثبوت خاص ہے
کہ واجب حقیقہ کوئی تیسری چیز نہیں بلکہ انھیں دو طرفوں سے ایک میں ہے جسے شہد فی الثبوت نے مجتہد کے نزدیک ایک امر متوسط
کہو یا صاحب شرع صلی اللہ علیہ وسلم جس کے حضور روایہ و درایہ ظنون و شہادت کو بار نہیں اگر اس کے نزدیک شے مطلوب فی امر شرع
حقیقہ نامور ہے قطعاً فرض ورنہ یقیناً نافلہ لانا ثالث لہما تلویح میں درجہ قول تنقیح افعالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منہا صباح
و مستحب و واجب و فرض مقرر فرمایا یعنی ان فعلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بالنسبۃ الینا تنصت بذلک بان یجعل الوتر
واجبا علیہ لا مستحبا و فرضا و الا فالثابت عندہ بدلیل یكون قطعیا لا محالۃ حتی ان قیاسہ واجتہادہ ایضا قطعی
امام محقق علی الاطلاق امام الفتح میں فرماتے ہیں اللزوم یلاحظ باعتبارین باعتبار صدورہ من الشارع و باعتبار ثبوته فی
حقنا فملاحظتہ بالا اعتبار الثانی انکان طریق ثبوته عن الشارع قطعیا کان متعلقہ الفرض وان کان ظہنا کان
الوجوب و لذلک لا یتبہت ہذا القسم اعنی الواجب فی حق من سمع من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشافہۃ مع قطعیتہ
دلالۃ المسموع فلیس فی حقہ کلا الفرض او غیر لازم من السنۃ فمابعدہا و ظہر بحدیث ان ملاحظتہ بالا اعتبار الاول
لیس فیہ وجوب بل افرضیۃ او عدم اللزوم اصلا اہم ملخصا پس بحمد اللہ بشہادت قرآن و حدیث و اقوال علی ثابت ہوا
کہ نماز پنجگانہ و عیدین و تہجد و غیرہ ہر گونہ نماز کے بعد دعا مانگنا شرعاً جائز بلکہ مندوب و مرغوب ہے و ہر المطلب ثانیاً اقول و بانہ
التوفیق دعا بنص قرآن و حدیث و اجماع المذہب و حدیثنا عظم مندوبات شرع سے ہے اور اس کے مظان اجابت کی تحریر سنون
و محبوب قال جل ذکرہ ہذا لک دعا ذکر کویا ربہ حدیث میں ہے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان
لو یکرم فی ایام دھر کمر نفحات قتر ضوا لہا لعل ان یصیبکم فقہ منہا فلا تشقون بعدہا ابدا بیشک تمہارے رب کے لیے
تمہارے زمانے کے دنوں میں کچھ وقت عطا و بخشش و تجلی و کرم و جود کے ہیں تو انھیں پانے کی تدبیر کرو شاید ان میں سے کوئی وقت
انھیں مل جائے تو پھر کبھی بد بختی تمہارے پاس نہ آئے و اہ الطبری فی التلبیر عن محمد بن مسلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور
خود حدیث نے ان اوقات سے ایک وقت اجتماع سلیمین کا نشان دیا کہ ایک گروہ مسلمانان جمع ہو کر دعا مانگے کچھ عرض کریں
کچھ آئیں کہیں کتاب المستدرک علی البخاری و مسلم میں ہے عن حبیب بن مسلمۃ الفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ و کان حجاب
الدعوة قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول لا یجتمع ملوؤ فیدعو بعضهم یؤمن بعضهم الا
اجابہم اللہ یعنی حبیب بن مسلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ مستجاب الدعوات تھے۔ فرماتے ہیں میں نے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کوئی گروہ جمع نہ ہو گا کہ ان کے بعض دعا کریں بعض آئیں مگر یہ کہ اللہ عز و جل ان کی دعا مقبول فرمائیگی
لہذا علما نے مجمع مسلمان کو اوقات اجابت سے شمار کیا حصن حصین میں ہے و اجتماع المسلمین یعنی مجمع سلیمین کا اوقات اجابت ہے

ہونا حدیث صحاح ستہ سے مستفاد ہے) علی قاری شرح میں فرماتے ہیں ثم کل ما یكون الاجتماع فيه اکثر الجمع والعیدين
وعرفة یتوقع فيه رجاء الاجابة اظهر یعنی جس قدر مجمع کثیر ہوگا جیسے جمعہ وعیدین و عرفات میں اسی قدر امید اجابت ظاہر تر ہوگی
فقیر غفر اللہ تعالیٰ کہتا ہے پھر دعائے نماز پر اقتصار ہرگز شرعاً مطلوب نہیں بلکہ اس کے خلاف کی طلب ثابت خود حدیث سے گزرا حضور
پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر دو رکعت نفل کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا حکم دیا اور جو ایسا نہ کہے اُس کی ناکو
ناقص بتایا حالانکہ نماز میں دعائیں ہو چکیں اور وہ وقت چار بار کیا جو اتنا درجہ قرب الہی کا ہے یعنی سجدہ جس میں بالتخصیص حکم دعا تھا
حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اقرب ما یكون العبد من ربه وهو ساجد فاکثر والدعاء سب سے
زیادہ قرب بندے کو اپنے رب سے حالت سجدہ میں ہوتا ہے تو اس میں دعا کی کثرت کرواہ مسلم و ابوداؤد والنسائی عن ابی ہریرۃ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ اگر لفظ سوال نہ بھی ہوں تو تسبیح کہ سجدہ میں ہوتی ہے خود دعا ہے کہ وہ ذکر ہے اور ہر ذکر دعا مولنا علی قاری
مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کل ذکر دعاء امام حافظ الدین شفی کا فی شرح وافی کی فصل فی تبکیر التشریع میں فرماتے ہیں
قال تعالیٰ اذْعُوْا ذِكْرَكُمْ تَخْوَعًا وَخُفْيَةً مَا كُلُّ ذِكْرٍ دُعَاءٌ اس معنی پر فقیر نے اپنے رسالہ ایذان الاذان والاقبال
میں دلائل واضح ذکر کئے اور اس سے زیادہ کلام ستونی فقیر کے رسالہ نسیم الصبا فی ان الاذان یحول الوباء میں ہے
امام بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الدعوات میں باب الدعاء اذا هبط وادیا وضع کیا اور اس میں فرمایا فیہ حدیث جابر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد الساری میں ہے فیہ ای فی الباب حدیث جابر الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ السابق فی باب
التسبیح اذا هبط وادیا من کتاب الجہاد بلفظ کنا اذا صعدنا کترونا واذا انزلنا سبحنا هذا اخر الحدیث اہ بحذف السند
دیکھو امام بخاری علیہ الرحمۃ الباری نے صرف تسبیح کو دعا ٹھہرایا اور التسبیح اذا هبط وادیا والدعاء اذا هبط وادیا کا ایک مصداق
بتایا تو با آنکہ ایسے قرب اتم کے وقت میں نماز میں دعائیں ہو چکیں پھر بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن پر قناعت پسند
نہ فرمائی اور بعد سلام پھر دعا کی تاکید شدید کی۔ علاوہ بریں نماز میں آدمی ہر قسم کی دعائیں مانگ سکتا کما بسط الائمة فی
کتب الفقہیۃ اور حاجت ہر قسم کی اپنے رب جل و علا سے مانگا چاہے اور طلب میں منقطع اجابت کی تحری کا حکم اور یہ وقت حکم
احادیث اعلیٰ مظان اجابت سے تو بلا شہرہ مجمع عیدین میں بعد نماز دعا خاص اذن حدیث و ارشاد شرع سے ثابت ہوئی اور حکم
فتعرضوا لہا کی تعمیل ٹھہری و ہوا المقصود ثم اقول اگر مجمع عیدین کے لیے شرع میں کوئی خصوصیت نہ آئی تو اس عموم میں
دخول ثابت تھا نہ کہ احادیث نے اُس کی خصوصیت عظیم ارشاد فرمائی اور اُس میں دعا پر نہایت تحریریں و ترغیب آئی یہاں تک کہ
حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس زمانہ خیر و صلاح میں کہ فتنہ و فساد سے یکسر پاک و منزہ تھا حکم دیتے کہ عیدین
میں کواریاں فوجانیں اور پردہ نشین خاتونیں باہر نکلیں اور مسلمانوں کی دعائیں شریک ہوں حتیٰ کہ حاضر عورتوں کو حکم ہوتا مصلے سے
الگ بیٹھیں اور اس دن کی دعائیں شریک ہو جائیں امام احمد و اصحاب صحاح ستہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی
حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں تخرج العوائق و ذوات الخلد و روا الحیض و یعتزل الحیض المصلی

ولیتھدن الخیر ودعوة المسلمين فوجان کواریاں اور پردہ والیاں اور حائض عورتیں سب عید گاہ کو جائیں اور حیض والیاں عید گاہ سے الگ بیٹھیں اور اس بھلائی اور مسلمانوں کی دعائیں حاضر ہوں) صحیح بخاری کی دوسری روایت ان لفظوں سے ہے قالت کنا لومران نخرج یوم العید حتی تخرج البکرم من خدرها حتی تخرج الحیض فیکن خلف الناس فیکبرن بتکبیرہم ویدعون بدعائہم یرجون بركة ذلک الیوم وطهرته یعنی ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ہم عورتوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ عید کے دن باہر جائیں یہاں تک کہ کواری اپنے پردے سے نکلے یہاں تک کہ حیض والیاں باہر آئیں صفوں کے پیچھے بیٹھیں مسلمانوں کی تکبیر پر تکبیر کریں اور ان کی دعا کے ساتھ دعا مانگیں اس دن کی برکت و پاکیزگی کی امید کریں) امام بیہقی اور ابوالشیخ ابن حبان کتاب الثواب میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول اذا كانت غداة الفطر بعث اللہ عز وجل الملائکة فی کل بلد (و ذکر الحدیث الی ان قال) فاذا برزوا الی مصلا ہم فیقول اللہ عز وجل للملائکة (وساق الحدیث الی ان قال) ویقول یا عبادی سلونی فوعزنی وجلالی لا تسألونی الیوم شیئاً فی جمعیکم لاخرکم الا اعطیکم ولا دنیاکم الا نظرت لکم فوعزنی لا سترن علیکم عثراتکم مارا قبتمونی وعزنی وجلالی لا اخزیکم ولا افضکم بین اصحاب الحدود والنص فامغفوا لکم قد ارضیتونی ورضیت عنکم (مختصر من حدیث طویل) یعنی حضور پر نور بید یوم النہر علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب عید کی صبح ہوتی ہے مولیٰ سبحنہ تعالیٰ ہر شہر میں فرشتے بھیجتے ہیں (اس کے بعد حدیث میں ان فرشتوں کا شہر کے ہر ناکہ پر کھڑا ہونا اور مسلمانوں کو عید گاہ کی طرف بلانا بیان فرمایا پھر ارشاد ہوا) جب مسلمان عید گاہ کی طرف میدان میں آتے ہیں مولیٰ سبحنہ تعالیٰ فرشتوں سے یوں فرماتا ہے اور ملائکہ اس سے یوں عرض کرتے ہیں پھر فرمایا ربنا ملک و تعالیٰ مسلمانوں سے ارشاد فرماتا ہے اے میرے بندو مانگو کہ مجھے قسم اپنے عزت و جلال کی آج اس گج میں جو چیز اپنی آخرت کے لیے مانگو گے میں تمہیں عطا فرماؤں گا اور جو کچھ دنیا کا سوال کرو گے اُس میں تمہارے لیے نظر کروں گا (یعنی دنیا کی چیزیں خیر و شر دونوں کو تحمل ہیں اور آدمی اکثر اپنی نادانی سے خیر کو شر سمجھ لیتا ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے لہذا دنیا کے لیے جو کچھ مانگو گے اُس میں بکمال رحمت نظر فرمائی جائے گی اگر وہ چیز تمہارے حق میں بہتر ہوئی عطا ہوگی ورنہ اُس کی برابر بلا دفع کر دی جائے گی یاد عار و ذقیامت کے لیے ذخیرہ رکھیں گے اور یہ بندے کے لیے ہر صورت سے بہتر ہے مجھے اپنی عزت کی قسم ہے جب تک تم میرا رقبہ رکھو گے میں تمہاری نغزوں کی تاری فرماؤں گا مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم میں تمہیں اہل کبار میں نصیب عطا رسوا نہ کروں گا پلٹ جاؤ مغفرت پائے ہوئے بیشک تم نے مجھے راضی کیا اور میں تم سے خوش ہوا) فقیر غفر اللہ عنہ القدر کہتا ہے اس کلام مبارک کا اول یا عبادی سلونی ہے یعنی اے میرے بندو مجھ سے دعا کرو اور آخر النص فامغفوا لکم یعنی گھروں کو پلٹ جاؤ کہ تمہاری مغفرت ہوئی) تو ظاہر ہوا کہ یہ ارشاد بعد ختم نماز ہوتا ہے کہ ختم نماز سے پہلے گھروں کو واپس جانے کا

لے اقول اس حدیث نقیس کا شاہ بروایت امام عقیلی حدیث ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرویات فقیر میں بندہ ضعیف سے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک سند موجود ہے واللہ شہد

حکم ہرگز نہ ہوگا تو اس حدیث سے مستفاد کہ خود رب العزت جل و علا بعد نماز عید میل نون سے دعا کا تقاضا فرماتا ہے پھر وائے بدبختی اسکی
 جو ایسے وقت پہل نون کو اپنے رب کے حضور دعا سے روکے سُأَلُ اللّٰهَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ امِين (ثالثاً) اقول وانشاء التوفيق۔ ابو داؤد
 وترمذی و نسائی و ابن حبان و حاکم باسانید صحیحہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو داؤد و دارمی و ابوبکر بن ابی شیبہ است بخاری
 و مسلم حضرت ابو ہریرہ سلمی رضی اللہ عنہ اور نسائی و طبرانی بسند صحیح و ابن ابی الدنیا اور حاکم بافادہ صحیح حضرت جبریل مطہم رضی اللہ عنہ اور
 نسائی و حاکم بصریح صحیح و ابوالقاسم طبرانی باسانید صحیحہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور نسائی و ابن ابی الدنیا و حاکم و
 بیہقی حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے
 ہیں اذا جلس احدکم فی مجلس فلا یبرح منہ حتی یقول ثلاث مرات سبحنک اللہم ربنا و بحمدک لا الہ الا انت اغفر لی
 و تب علی فان کان اتی خیرا کان کالطایع علیہ و ان کان مجلس لغو کان کفارة لما کان فی ذلک المجلس جب تم میں کوئی کسی جلسے
 میں بیٹھے تو نہ ہار و ہاں سے نہ ہٹے جب تک مین بارہ دعا ذکر کرے (پاکی ہے مجھے اسے رب ہمارے اور تیری تعریف بجالاتا ہوں تیرے
 سوا کوئی سچا معبود نہیں میرے گناہ بخش اور مجھے توبہ دے) کہ اگر اس جلسے میں اُس نے کوئی نیک بات کہی ہے تو یہ دعا اُس پر مہر
 ہو جائے گی اور اگر وہ جلسہ لغو کا تھا تو کچھ اُس میں گزرا یہ دعا اُس کا کفارہ ہو جائے گی (یہ لفظ بردایت امام ابوبکر بن ابی الدنیا حدیث
 جبریل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہیں اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یوں ہے کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 اذا جلس مجلسا یقول فی آخرہ اذا اراد ان یقوم من المجلس سبحنک اللہم و بحمدک اشہدان لا الہ الا انت استغفرک و اتوب الیک
 حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کوئی جلسہ فرماتے تو اُس کے ختم میں اُٹھتے وقت یہ دعا کرتے (تیری پاکی بولتا اور تیری حمد میں
 مشغول ہوتا ہوں اے اللہ میں گواہی دیتا ہوں تیرے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں میں تیری مغفرت مانگتا اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں)
 اسی طرح رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں لفظ اراد ان یقوم من المجلس بضمض ہے یعنی جب اُٹھنا چاہتے یہ دعا فرماتے) اور انھوں نے
 بعد الفاظ مذکورہ دعا میں اتنے لفظ اور زائد کیے عملت سوء و ظلمت نفسی فاعف لی انہ لا یغفر الذنوب الا انت میں نے برائی
 اور اپنی ہی جان کو آزار پہنچایا اب میری مغفرت فرما دے بیشک میرے سوا کوئی گناہ معاف کرنے والا نہیں) حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ دعا میں مثل حدیث ابو ہریرہ ہے اُس میں بھی ارشاد ہوا قال قبل ان یقوم من مجلسہ کھڑے ہونے سے پہلے یہ دعا کرے
 غرض اس حدیث صحیح مشہور علی اصول المحدثین میں ہے امام ترمذی نے حسن صحیح اور حاکم نے بشرط مسلم صحیح اور منذری نے جید لا سانید
 کہا حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عام ارشاد و ہدایت قوی و فعلی فرماتے ہیں کہ آدمی کوئی جلسہ کرے اُس سے اُٹھتے وقت یہ
 دعا ضرور کرنی چاہیے کہ اگر جلسہ خیر کا تھا تو وہ نیکی قیامت تک سر بہر محفوظ رہے گی اور لغو کا تھا تو وہ لغو باذن اللہ محو ہو جائے گا تو لفظ و
 معنی دونوں کی رو سے ثابت ہوا کہ ہر مسلمان کو ہر نماز کے بعد بھی اس دعا کی طرف ارشاد فرمایا گیا ہے چمت لفظ سے تو یوں کہ مجلس نکرہ
 سیاق شرط میں واقع ہے تو عام ہوا تخصیص الجامع البکیر میں ہے النکرۃ فی الشرط نعم و فی الجزاء تخص کھی فی النفی و الا ثبات
 جامع صغیر میں ہے انہ نکرۃ فی موضع الشرط و موضع الشرط نفی و النکرۃ فی النفی نعم معہذا اسمائے شرط خود سب صورتوں کو

عام ہوتے ہیں امام محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں اذا عام فی الصور علی ما ہو حال اسماء الشرط تو قطعاً تمام صلوات فریضہ
 دو اجہ و نافلہ کے جلسے اس حکم میں داخل اور ادعائے تخصیص بے تخصیص محض مردود و باطل اور جہت مننے سے یوں کہ جلسہ خیر سے
 اُٹھتے وقت دعا کرنا اس خیر کے حفظ و نگاہداشت کے لیے ہے تو جو خیر جس قدر کبر و اعظم اُسی قدر اُس کا حفظ ضروری و اہم اور بالآخر
 خیر نماز سب چیزوں سے افضل و اعلیٰ تو ہر نماز کے بعد اس دعا کا مانگنا مکمل ہو یا رب مگر نماز عیدین نماز نہیں یا اُس کے حفظ کی
 جانب نیاز نہیں یا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے کہ ہمارا یہ ارشاد و امر اے عیدین یا ماسوائے نماز میں ہے یا اُس کے
 جدید و عائد کرنا سخن اللہ میں جلسہ صلوات کا اس حکم میں داخل عموم لفظ و شہادت معنی سے ثابت کرتا ہوں خود حدیث ام المؤمنین صدیقہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیوں نہ ذکر کروں جس میں صحت تصریح کہ حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنفس نفیس جلسہ نماز کو
 اس حکم میں داخل فرمایا خروج حدیث تو اوپر سن چکے کہ نسائی و ابن ابی الدنیا و حاکم و بیہقی نے روایت کی اب لفظ سننے سنائی
 کی نوع من الذکر بعد التسلیم میں ہے عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کان اذا جلس مجلساً او صلی تکلم بکلمات فسالته عائشہ عن الکلمات فقال ان تکلم بخیر کان طابعا علیہ من الیوم الفیئۃ
 وان تکلم بشر کان کفارة له سبحانک اللہم و مجدک استغفرک و اقرب الیک یعنی ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
 فرماتی ہیں حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی مجلس میں بیٹھتے یا نماز پڑھتے کلمات فرماتے ام المؤمنین نے وہ کلمات
 پوچھے فرمایا وہ ایسے ہیں کہ اگر اس جلسہ میں کوئی نیک بات کہی ہے تو یہ قیامت تک اُس پر ہر روز جائیں گے اور بُری کہی ہے تو کفارہ
 اُنکی میں تیری تسبیح و حمد بجالاتا اور تجھ سے استغفار و توبہ کرتا ہوں) پس بعد اللہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہو گیا کہ نماز عیدین کے بعد دعائے مانگنے
 کی خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی لفظ لا یدرحن بنون تاکید ارشاد ہوا بلکہ انصاف کیجیے تو حدیث ام المؤمنین
 صلی اللہ تعالیٰ علیٰ زوہبہا الکرم و علیہا وسلم خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بعد نماز عیدین دعا مانگنا بتا دہی ہے کہ صلے زیر اذا
 داخل تو ہر صورت نماز کو عام و شامل اور منجود صورت نماز عیدین تو حکم مذکور انہیں بھی متناول پس یہ حدیث جلیل بھلا اللہ خاص جزئیہ کی
 تصریح کامل (رابعا) اقول و باشد التوفیق ان سب سے قطع نظر کیجیے تو دعا مطلقاً اعظم مندوبات و ینیہ و اجل مطلوبات شرعیہ سے ہے
 کہ شارع صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں بے تعلیقہ وقت و تخصیص ہیأت مطلقاً اُس کی اجازت دی اور اُس کی طرت دعوت فرمائی
 اور اُس کی تکثیر کی رغبت دلائی اور اُس کے ترک پر وعید آئی حوالی بخندہ و تعالیٰ فرماتا ہے وَقَالَ رَبُّکُمْ اَدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ تَعَالٰی
 رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول فرماؤں گا اور فرماتا ہے اُجِیْبْ دَعْوَةَ الدَّاعِیْ اِذَا دَعَا نِیْ قَبُول کرنا ہوں دعا کرنے والے کی دعا جب
 تجھے پکارے حدیث قدسی میں فرماتا ہے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ نِیْ وَ اَنَا مَعَہُ اِذَا دَعَا نِیْ میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں
 اور میں اُس کے ساتھ ہوں جب مجھ سے دعا کرے رواہ البخاری و مسلم و الترمذی و النسائی و ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ عن
 النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن ربہ عزوجل اور فرماتا ہے یَا اِبْنَ اٰدَمَ اِنَّکَ مَا بَعَثْتَنِیْ وَ رَجَوْتَنِیْ عَفَا لَکَ عَلٰی
 مَا کَانَ مِنْکَ وَلَا اُبَالِیْ اے فرزند آدم تو جب تک مجھ سے دعا مانگے جائے گا اور امید رکھے گا تیرے کیسے ہی گناہ ہوں بخش رہوں گا

اور کچھ کچھ پر رواہ ہیں رواۃ الترمذی وحسنہ عن انس بن مالک عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن ربہ
تبارک وتعالیٰ اور فرماتا ہے عز وجل مَنْ لَا يَدْعُوْنِيْ اَغْضِبْ عَلَيْهِمْ ثُمَّ يَمُوتُ دَعَاؤُكُمْ كَمَا يَمُوتُ اُسُ پر غضب فرماؤں گا رواۃ
العسکری فی المواعظ بسند حسن عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن ربہ تعالیٰ وتقدس احادیث
مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس باب میں سرحد تو اتر پھر زین ایک جملہ صالحہ ان سے حضرت خاتم المحققین امام المدقین سید
الوالد قدس سرہ الماجد نے رسالہ مستطابہ احسن الوعایا میں ذکر فرمایا اور فقیر غفرلہ المولیٰ القدر نے اُسکی
شرح سے یہ ذیل المداہل احسن الوعایا میں ان کی تحریجات کا پتا بتایا باقی کتاب الترغیب امام منذری و حسن حصین
امام ابن الجوزی وغیرہما تصانیف علی ان احادیث کی کفیل ہیں میں بخوف اطال احادیث فضائل سے عطف عنان کر کے صرف
اُن بعض حدیثوں پر اقتصار کرتا ہوں جن میں دعا کی خاص تاکید یا اُس کے ترک پر تنبیہ یا اُس کی تکثیر کا حکم الہی ہے حدیث ۱
عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں علیکم عباد اللہ بالدعاء خدا کے
بند و دعا کو لازم پکڑو رواۃ الترمذی مستفی باوالمحاکمہ و صحیحہ حدیث ۲ زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں صلوا علی واجتهدوا فی الدعاء مجھ پر درود بھیجو اور دعائیں کوشش کرو رواۃ
الاعمام احمد والنسائی والطبرانی فی الکبیر وابن سعد وسموہ والغوی والباوردی وابن قانع حدیث ۳ انس رضی اللہ
تعالیٰ کی حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تجھوا فی الدعاء فانہ لن یجلب مع الدعاء احد دعا
میں تقصیر نہ کرو کہ جو دعا کرتا ہے گا ہرگز ہلاک نہ ہوگا رواۃ ابن حبان فی صحیحہ والمحاکمہ و صحیحہ حدیث ۴ جابر بن عبد اللہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں تدعون اللہ لیکم وتھارکم فان الدعاء صلاح
التؤمن رات دن خدا سے دعا مانگو کہ دعا مسلمان کا ہتھیار ہے رواۃ ابو یعلیٰ حدیث ۵ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
کی حدیث میں ہے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اکثر الدعاء بالعافیۃ عافیت کی دعا اکثر مانگ رواۃ المحاکمہ
بسند حسن حدیث ۶ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اکثر من الدعاء
فان الدعاء یدل القضاء المبرم دعا کی کثرت کرو کہ دعا قضاء سے مبرم کر دیتی ہے اخرج ابوالشیخ فی الثواب اس حدیث کی شرح فقیر کے
رسالہ ذیل المدعا میں دیکھیے حدیث ۷ و عبادہ صامت و ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیثوں میں ہے
ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا کی فضیلت ارشاد فرمائی صحابہ نے عرض کی اذا نکلتا ایسا ہے تو ہم دعا کی کثرت
کریں گے فرمایا اللہ اکثر اللہ عز وجل کا کرم بہت کثیر ہے و فی الروایۃ الاخری اللہ اکبر بہت بڑا ہے رواۃ الترمذی والمحاکمہ
عن عبادۃ و صحیحہ واحمد واللیزار و ابو یعلیٰ باسانید جمیدۃ والمحاکمہ وقال صحیح الاسناد عن ابی سعید رضی اللہ
تعالیٰ عنہما حدیث ۹ واسلمان فارسی و ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیثوں میں ہے حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے
ہیں من سرہ ان یتجیب اللہ له عند الشدائد فلما کثر من الدعاء عند الرخاء جے خوش آئے کہ اللہ تعالیٰ سختیوں میں

اُس کی دعا قبول فرمائے وہ نرمی میں دعا کی کثرت رکھے دعاہ الترمذی عن ابی ہریرۃ والحاکم عنہ وعن سلمان وقال صحیح
واقروہ حدیث ۱۱ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من لم یسأل
اللہ یغضب علیہ جو اللہ تعالیٰ سے دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اُس پر غضب فرمائے گا رواہ احمد وابن ابی شیبۃ والبخاری فی الادب
الطغی والترمذی وابن ماجہ والبیہار وابن حبان والحاکم صحیحہ ایسا المسلمون تم نے اپنے مولیٰ جل و علا اور اپنے رسول اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات سنے اُن میں کہیں بھی تخصیص و تقید کی بوسے یہ تو بار بار فرمایا کہ دعا کرو کہیں یہ بھی فرمایا کہ فلاں نماز
کے بعد کرو یہ تو صاف ارشاد ہوا ہے کہ جس وقت دعا کرو گے میں سنوں گا کہیں یہ بھی فرمایا کہ فلاں وقت کرو گے تو نہ سنوں گا۔ یہ تو
بتا کید بار بار حکم آیا ہے کہ دعا سے عاجز نہ ہو دعا میں کوشش کرو۔ دعا کو لازم پکڑو۔ دعا کی کثرت رکھو۔ آت دن دعا لگو کہیں
یہ بھی فرمایا ہے کہ فلاں نماز کے بعد نہ مانگو۔ یہ تو ڈرنا یا گیا ہے کہ جو دعا مانگے گا اُس پر غضب ہوگا کہیں یہ بھی فرمایا ہے کہ فلاں نماز
کے بعد جو مانگے گا اُس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا اور جب کہیں نہیں تو خدا و رسول جل و علا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس چیز کو
عام و مطلق رکھا دوسرا اُسے مخصوص و مقید کرنے والا کوں خدا و رسول عز مجیدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس چیز سے منع فرمایا دوسرا
اُسے منع کرنے والا کوں۔ قال تعالیٰ وَلَا تَقُولُوا لِمَا كُنْصَعْتُ أَلَسْنَا نَعْبُدُكَ اللَّهُ الْكَذِبُ هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَرَامٌ لِيُفْتَنُوا عَلَى اللَّهِ
الْكَذِبُ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَنُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبُ لَا يُفْلِحُونَ ۝ اصل یہ ہے کہ اِن الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ عَمُّهُ فَهِيَ كَلِمَةُ اللَّهِ
ہے جس چیز کو اُس نے کسی ہیأت خاصہ محل عین سے مخصوص اور اُس پر مقصور و محصور فرمایا اُس سے تجاوز جائز نہیں جو تجاوز کرے گا
دین میں بدعت نکالے گا اور جس چیز کو اُس نے ارسال و اطلاق پر رکھا ہرگز کسی ہیأت و محل پر مقصور نہ ہوگی اور ہمیشہ اپنے اطلاق ہی
پر رہے گی جو اس سے بعض صود کہ جدا کرے گا دین میں بدعت پیدا کرے گا ذکر و دعا اسی قبیل سے ہیں کہ زہار شروع مہلے نہیں
کسی قید و خصوصیت پر محصور نہ فرمایا بلکہ عموماً و مطلقاً اُن کی تکثیر کا حکم دیا۔ دعا کے بارے میں آیات و حدیث سن ہی چکے اور دلائل مطلقہ
تکثیر ذکر جنہیں اس سلسلہ شمار میں (خاصاً) کیے کہ ہر دعا بالبداہتہ ذکر آئی ہے اور اُس پر عمل نے تخصیص بھی فرمائی ہو لانا
قاری شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کل دعاء ذکر تو اجازت عامہ ذکر کے دلائل بعینہا اجازت عامہ کے دلائل ہیں کہ تمہیں افراد اعم
یا مساوی لاجرم تقسیم افراد خاص مساوی ہے کما لا یخفی ان دلائل جلائل کا دفر کا مل حد احصا کا طرف مقابل فقیر غفر لہ المولی
القدر نے اپنے رسالہ نسیم الصبا فی ان الاذان یجوز لولاء میں اس مدعا پر بکثرت آیات و احادیث لکھیں ازاں بعد حدیث
حسن ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اکثر وا ذکر اللہ حتی یقولوا یحییون ذکر الہی
کی یہاں تک کثرت کرو کہ لوگ مجنون بنائیں و حدیث حسن عبد اللہ بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
فرمایا لا یزال لسانک رطباً من ذکر اللہ ہمیشہ ذکر آئی میں تر زبان رہ۔ حدیث جیدہ اسناد ام انس رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔
حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اکثری من ذکر اللہ فانک لا تبین بشی احب الیہ من کثرة ذکر اللہ اکثر ذکر

لے ذکر اعم صرف تکرار کا ہے درسا بن کر اگر دوسری طرف سے ہی لکھیں تو دعا ذکر قطعاً مساوی ادب اتکا اولہ اور ہی وضع و جل ۱۲ منہ

بکثرت کر کہ تو کوئی چیز ایسی نہ لائے جو خدا کو اپنی کثرت ذکر سے زیادہ پیاری ہو و حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من لم یكثر ذکر الله فقد برئ من الايمان جو ذکر الہی کی کثرت ذکر سے وہ ایمان سے خیر ہو گیا و حدیث صحیح ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یدکر اللہ تعالیٰ علی کل احياء وصورہ پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر وقت ذکر خدا فرمایا کرتے الی غیر ذلک من الاحادیث والاثر یہاں صرف بعض آیات اور ان کی تفسیروں پر اقتصار ہوتا ہے جو معلوم تمامی اوقات و احوال میں نص ہیں ایت اقال جل ذکرہ فاذکر اللہ قیاماً و قعوداً و علی جوف کبکمر اللہ کا ذکر کرو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر علیائے کرام اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جمیع احوال میں ذکر الہی و دعا کی مداومت کرو۔ بیضاوی میں ہے داوموا علی الذکر فی جمیع الاحوال ہر گز میں ہے ای داوموا علی ذکر اللہ تعالیٰ فی جمیع الاحوال ارشاد العقل السلیم میں ہے داوموا علی ذکر اللہ تعالیٰ و حافظوا علی مراقبتہ و مناجاتہ و دعائہ فی جمیع الاحوال ایت ۲ قال عزاسمہ یا ایہا الذین آمنوا اذکروا اللہ ذکراً کثیراً اسے ایمان والو اللہ کا ذکر بکثرت کرو۔ علامۃ الوجود مفتی ابوالسعود ارشاد میں ارشاد فرماتے ہیں یعمل الاوقات و الاحوال و ایت تمام اوقات و احوال کو عام ہے ایت ۳ قال تعالیٰ شانہ فاذکر اللہ کذا کرکمر اباکم اذ اشد ذکراً اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کو یاد کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ امام نسفی کا فی شرح وافی میں فرماتے ہیں ارید بہ ذکر اللہ تعالیٰ فی الاوقات کلھا اس آیت سے یہ مراد کہ ذکر الہی جمیع اوقات میں کرو ایت ۴ قال تبارک مجدہ فاذکر اللہ کثیراً اور بکثرت خدا کا ذکر کرو۔ معالم میں ہے فی جمیع المواطن علی السراء والضراء تمام مواضع میں خوشی و تکلیف میں ایت ۵ قال تقدس اوصافہ والذاکرین اللہ کثیراً والذاکرات اعد اللہ لھن متغیراً و اجراً عظیماً خدا کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور بکثرت یاد کرنے والی عورتوں کے لیے اللہ نے مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے مولانا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ و ماہیت بالسنہ میں لکھتے ہیں لا یخفی ان الذکر و التسبیح و التہلیل والدعاء لا یاس بہ لانھا مشروعۃ فی کل الامکنۃ والا زمان و المشیدہ نہیں کہ ذکر و تسبیح و تہلیل و دعا میں کچھ مضائقہ نہیں کہ یہ چیزیں تو ہر جگہ اور ہر وقت مشروع ہیں۔ اللہ اللہ کیا ستم جری ہیں وہ لوگ کہ قرآن و حدیث کی ایسی نام مطلق اجازتوں کے بعد خواہی خواہی بندگان خدا کو اس کی یاد و دعا سے روکتے ہیں حالانکہ اس نے ہر گز اس دعا سے مانعت نہ فرمائی قل اللہ اذن لکم بھذا آم علی اللہ تغفرون و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پس مجد اللہ آفتاب روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ دعائے مذکور فی السؤال قطعاً جائز و مندوب اور اس سے مانعت محض ہے اصل و باطل و محبوب و اللہ ہادی القلوب و الصلوۃ والسلام علی شیخ الذنوب و اللہ و صحبہ علی العیوب ما تناد بالشمس الطلوع والغروب امین العید الثانی و بجزو الجیب حصول الامانی پہلے وہ فتویٰ پیش نظر رکھ لیجیے کہ مستندین کا حاصل سنی و مبلغ وہم ظاہر ہو ماسا اس فتوے میں جواز و عدم جواز کی اصلاح بحث نہیں نہ سائل نے اس سے پوچھا نہ عجیب نے ناچار لکھا بلکہ سوال یوں ہے ما قولہم رحمہم اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کہ جناب رسول مقبول علیہ الصلوۃ والسلام

اور اصحاب و تابعین و تبع تابعین و امیر اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بعد نماز عیدین کے دعا مانگتے تھے یا بعد پڑھنے خطبہ عیدین کے کھڑے کھڑے یا بیٹھ کر اور ہاتھ اٹھا کے یا بدون ہاتھ اٹھائے بنیاداً فتاویٰ بسند الکتاب تو جوا عند اللہ بحسن المساب اور جواب یہ ہوا منصوب روایات حدیث سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز عید سے فراغت کر کے خطبہ پڑھتے تھے اور بعد اس کے معاودت فرماتے دعا مانگنا بعد نماز یا خطبہ کے آپ سے ثابت نہیں اسی طرح صحابہ کرام و تابعین عظام سے ثبوت اس امر کا نظر سے نہیں گذرا۔ واللہ اعلم۔

حررہ الراجی عنہ ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبدالحی تجاؤز اللہ عن ذنبہ اجلی و الخفی

محمد عبدالحی
ابو الحسنات

اقول وبالله التوفیق وبہ العروج علی اوج التحقيق قطع نظر اس سے کہ یہ فتوے محل احتجاج میں کہاں تک پیش ہو سکتا ہے حضرات مانعین کو ہرگز مفید نہ ہمیں مضرب جواز و عدم کا تو اس میں ذکر ہی نہیں سائل و مجیب دونوں کا کلام درود و عدم درود میں ہے پھر مجیب نے صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت نہ ہونے پر جزم بھی نہ کیا صرف اپنی نظر سے نہ گزرنا لکھا اور ہر مائل جانتا ہے کہ نہیں اور نہ دیکھا میں زمین و آسمان کا فرق ہے یہ اُن کے جوا کا پرما ہر ان فن حدیث میں بارہا فرماتے ہیں ہم نے نہ دیکھی اور دوسرے محدثین اُس کا پتہ دیتے ہیں فقیر نے اس کی متعدد مثالیں اپنے رسالہ صفائے اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین میں ذکر کیں پھر یہ نہ دیکھنا بھی مجیب خاص اپنا بیان کر رہے ہیں نہ کہ اللہ شان نے اس طرح کی تصریح فرمائی کہ ایسا ہوتا تو نظر سے نہ گزرا کے عوض اس امام کا ارشاد نقل کرتے خصوصاً جبکہ سائل درخواست کر چکا تھا کہ بنیاداً فتاویٰ بسند الکتاب تو آج کل کے ہندی علما کا نہ دیکھنا نہ ہونے کی دلیل کہہ کر ہو سکتا ہے آخر نہ دیکھا کہ فقیر غفر لہ المولی القدر نے حدیث صحیحہ سے اُس کا نص سراج اللہ تابعین قدس اسرار ہم سے واضح کر دیا واللہ شد رب العالمین پھر خصوصاً جزئیہ سے قطع نظر کیجیے جس کا التزام عقلاً و نقلاً کسی طرح ضرور نہیں جب تو فقیر نے خود حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے جس طرح اس کا ثبوت روشن کیا منصف غیر متعصب اس کی قدر جائے گا واللہ شد و المنہ پھر سوال میں تبع تابعین و امیر اربعہ سے بھی استفسار تھا مجیب نے اُن کی نسبت اُس قدر بھی نہ لکھا کہ نظر سے نہ گزرا اب خواہ اُن سے ثبوت نہ دیکھا یا پوری بات کا جواب نہ ہوا بہر حال محل نظر و استناد مستند صرف اس قدر کہ مجیب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نفی ثبوت کرنے میں ماوراء ثقیب یہ کہ حدیثوں میں صرف بعد نماز خطبہ اور بعد خطبہ معاودت کا ذکر ہے ولس۔ اس کلام کے لیے دو محل ہیں ایک یہ کہ حدیثوں میں ہی وارد ہے کہ نماز کے متصل خطبہ اور خطبہ کے متصل معاودت فرماتے تو دعا کا وقت کونسا رہا اس تقدیر پر ثبوت عدم کا ادعا ہوگا دوسرے یہ کہ حدیثوں میں صرف نماز و خطبہ و معاودت کا ذکر ہے دعا مذکور نہیں یہ عدم ثبوت کا

دعویٰ ہوگا اور کلام مجیب سے یہی ظاہر ہے کہ ثابت نہیں کئے ہیں نہ کہ نہ کرنا ہی ثابت ہے اور لفظ اسی قدر معلوم ہوتا ہے بھی اسی طرف
 ناظر کہ اگر اس سے اثبات عدم مقصود ہوتا تو طرز ادایہ حتیٰ کہ حدیثوں سے صاف ثابت کہ ناز و خطبہ و معاودت میں فصل نہ تھا پس
 دعا نہ مانگنا ثابت ہوا یا نہ ہوا یہ حضرات مانعین اپنے فتنے کے گمان سے کلام مجیب کو خواہ مخواہ محل اول پر حمل کریں لہذا فقیر غفر اللہ لہ
 القدر دونوں محل پر کلام کرتا ہے و بابت التوفیق (محل اول) پر یہ کلام خود ہی بوجہ کثیرہ باطل (اولا) یہ تو اصل کسی حدیث میں
 نہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلام پھیرتے ہی بغور حقیقی معا خطبہ فرماتے تھے اور خطبہ ختم فرماتے ہی بے فصل آنے
 فوراً واپس تشریف لاتے غایت یہ کہ کسی حدیث میں فائے تعقیب آنے سے استدلال کیا جائے مگر وہ ہرگز اتصال حقیقی پر مال نہیں
 کہ دو حرف دعا سے فصل کی مانع ہو فواجہ شرح مسلم میں فرمایا الفاء للترتیب علی سبیل التعقیب من غیر مہلۃ و تراخ یعد
 فی العرف مہلۃ و صحیحہ تراخ یا ہذا یہ ترقیقات ضیقہ فلسفہ نہیں معاودات صافیہ عرفیہ ہیں اگر زید وعدہ کرے ناز پڑھ کر فوراً
 آتا ہے تو ناز کے بعد معمولی دو حرفی دعا ہرگز عرفاً و شرعاً مبطل فوراً و موجب غلاف وعدہ نہ ہوگی مسئلہ سجود تلاوت صلاۃ میں سنا ہی ہوگا
 کہ دو آیتیں بالاتفاق اور تین علی الاختلاف قاطع ورنہ نہیں (ثانیاً) دعا تاج ہے اور قرائع فاصل نہیں ہوتے واجبات میں ضم سوت
 سنا ہوگا مگر آئین فاصل نہیں کہ تاج فاتحہ ہے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تسبیح حضرت بول زہرا صلوٰۃ اللہ
 وسلم علیہا ابراہیم و علیہا کی نسبت فرمایا معصبات لا یجیب قالن کچھ کلمات ناز کے بعد بلا فاصلہ کہنے کے ہیں جن کا کہنے والا امر لو
 نہیں ہوتا رواہ احمد و مسلم و الترمذی و النسائی عن کعب بن عجرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالینہ علی فرماتے ہیں اگر سنن بعدیہ کے
 بعد پڑھے تعقیب میں فرق نہ آئے گا کہ سنن قرائع سے ہیں درختا میں ہے یکرہ تاخیر السنۃ الا بعد اللہ ما انت السلام الخ
 رد المحتار میں ہے لہذا رواہ مسلم و الترمذی عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم لا یقعد الا بعد ما یقول اللہ ما انت السلام و منک السلام تبارک ما ذا الجلال و اکاکرام و اما ما ورد من الاحادیث
 فی الاذکار عقب الصلاة فلا دلالة فیہ علی الاتیان بما قبل السنۃ بل یجمل علی الاتیان بما بعد ہا لان السنۃ من لواحق
 الفریضۃ و تابعها و مکملہا تھا فلن تکن اجنبیۃ عنہا فایفعل بعد ہا یطلق علیہ انہ عقب الفریضۃ (ثالثاً) مانا کہ
 مفاد اتصال حقیقی ہے تاہم خوب متنبہ رہنا چاہیے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو برس عید کی نمازیں پڑھی ہیں
 تو احادیث متعددہ وقائع متعددہ پر محمول ہونا ممکن ہیں اگر ایک حدیث صلوٰۃ خطبہ اور دوسری خطبہ و انصراف میں وقوع اتصال پر
 دلالت کرے اصلاً بکار آمد نہیں کہ ایک بار بعد خطبہ دوبارہ بعد ناز دعا کا عدم ثابت نہ ہوگا تو مقصود سے منزلوں دور ہے کہ لا یجتنی
 (رابعاً) مسلم کہ ایک ہی حدیث میں دونوں اتصال مصرح ہوں تاہم بلغظ دوام تو اصلاً کوئی حدیث نہ آئی و من یوحی فعلیہ
 البیان اور ایک آدم جگہ جیلے فخطب فغاد ہو بھی تو واقعہ حال ہے اور وقائع حال کے لیے عموم نہیں کما یضو اعلیہ اور ہم
 قائل وجوب و لزوم نہیں کہ ترک مرۃ ہمارے منافی ہو اور اگر لفظ کان یصلی فیخطب فیعود بھی فرض کر لیں تو ہونا اس کا کجا پر
 دلیل ہونا محل نزاع نہ کہ دوام خود مجیب اپنے رسالہ غایتہ المقال میں کلام حافظ ابو زرعہ عراقی ان فی الصحیحین وغیرہما

عن سعید بن یزید قال سألت انس بن مالك كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يصلي في فطمة فقال نعم وظاهر
ان هذا كان شأنه وعادته المستمرة دائماً الخ نقل کر کے کہتے ہیں ما ذکرہ من دلالة حديث انس على كون العادة النبوية
مستمرة بالصلاة في النعال منظور فيه لعدم وجود ما يبدل عليه فيه ولعله استخرج من لفظ كان وهو استخراج ضعيف
لما نص عليه الامام النووي في كتاب صلاة الليل من شرح صحيح مسلم من ان لفظ كان لا يدل على الاستمرار والدوام في
عرفه اصلاً اس مسئلہ کی تمام تحقیق فقیر کے رتالہ التاج المکمل کی انارہ مدلول کان بفعل میں ہے (خاصاً یہ سب تو
بالائی کلام تھا احادیث پر نظر کیجیے تو وہ اور ہی کچھ اظہار فرمائی ہیں صحاح ستہ وغیرہ خصوصاً صحیحین میں روایات کثیرہ بلقط ثمر وارو
ثمر فاصلہ دہلت چاہتا ہے تو ادعا کر احادیث میں اتصال ہی آیا محض غلط بلکہ چون اتصال اگر دو ایک حدیث میں ہے تو کلمہ
انفصال آٹھ دس میں اب روایات سنئے۔ **حدیث ۱** صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
ہے والفظ لمسلم قال شهدت صلاة الفطر مع نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وابی بکر وعمر وعثمان رضی اللہ
تعالیٰ عنہم کلہم یصلیہا قبل الخطبة ثم یخطب **حدیث ۲** صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ
عنہما سے ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یصلی فی الاضی والفطر ثم یخطب بعد الصلاة
حدیث ۳ اسی کے باب استقبال الامام الناس فی خطبة العيد میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ہے
خرج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم اضی فضلی العيد رکعتین ثم اقبل علینا بوجه وقال الحدیث **حدیث ۴**
اکی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم الفطر ثم یخطب الحدیث
حدیث ۵ اسی میں حضرت جندب بن عبداللہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
یوم الفطر ثم یخطب ثم ذبح **حدیث ۶** جامع ترمذی میں باقائدہ تحمین و تصحیح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
سے ہے کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وابی بکر وعمر یصلون فی العيدین قبل الخطبة ثم یخطبون
حدیث ۷ سنن نسائی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
سلم کان یخرج یوم العيد فیصلی رکعتین ثم یخطب یرمات حدیثیں ظاہر کرتی ہیں کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم اند صیدین وفادوق و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز عیدین کا سلام پھیر کر کچھ دیر کے بعد خطبہ شروع فرماتے **حدیث ۸**
صحیحین میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے والفظ البخاری کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یخرج
یوم الفطر ولا اضی الی المصلی فاول شیء یبذوہ الصلاة ثم ینصرف فیقوم مقابل الناس والناس جلوس علی
صفوفہم فیظہروہم فان کان یرید ان یقطع بعثا قطعہ او یامر بشئ امر بہ ثم ینصرف یرمات خطبہ وعاہد
میں فصل بتاتی ہے **حدیث ۹** بخاری و سلم و دارمی و ابو داؤد و نسائی و ابن ماجہ حضرت جلالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
راوی قال خرجت مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم فطرا و اضی فضلی ثم یخطب ثم انی النساء و عظمین

و ذکر ہن وامرہن بالصدقۃ یہ حدیث دونوں جگہ فصل اظہار کرتی ہے۔ سخن اللہ پھر کیونکر ادا کر سکتے ہیں کہ نماز خطبہ و خطبہ و معاودت میں ایسا اتصال بہا جو عدم دعا پر دلیل ہوا اگر کیسے شہر کیسی مجاز بحالت عدم امتیاز بھی آتا ہے قال الشاعر
کھڑا رودیتی تحت العجاج جوی فی الکنا بیب شہر اضطرب

اقول تم استدلال ہو اور استدلال کو احتمال کافی نہیں خصوصاً خلاف اصل کہ الایضی علی ذی عقل متعذرات بارہا مجرور ترتیب بے سنی اتصال و تعقیب کے لیے آتی ہے امام جلال الدین سیوطی اتقان میں زیر بیان فرماتے ہیں قد یجوز علیٰ مجرد الترتیب نحو فراغ الی اہلہ نجات یفعل سبب ۵ فقرۃ ۶ الیہم فاقبلت امرأۃ فی صراۃ فصکک وجہہا۔ قال لاجرات و خیراۃ قال لایات بلکہ سلم الثبوت میں ہے الفاء للترتیب علی سبیل التعقیب ولوفی الذکر تو ایک کثرت کا مجرور ترتیب یا ترتیب فی الذکر مجاز پر عمل اولیٰ ہے یاد اس شعر کا مجاز پر (سادسا) یہ عدم فصل بطور سلب عموم لیتے ہو تو ہمیں کیا مضامین تھیں کیا مفید کہ ہمیں ایجاد کلی کی ضرورت نہیں جو سلب جزئی ہمارے خلاف ہو اور بطور عموم سلب تو دونوں جگہ اس کا بطلان ثابت و واضح۔ صحیح حدیثیں تنصیف کر رہی ہیں کہ بالیقین دونوں جگہ فصل واقع ہوا نماز و خطبہ میں وہ حدیث (۱۰) کا بوداؤد و نسائی و ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی واللفظ لابن ماجہ قال حضرت العید مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فصلی بنا العید ثم قال قد قضینا الصلاۃ فمن احب ان یجلس للخطبۃ فلیجلس ومن احب ان یدہب فلیدہب میں عید میں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوا حضور نے نماز عید پڑھائی پھر فرمایا ہم نماز تو پڑھ چکے اب جو سننے کے لیے بیٹھنا چاہے بیٹھے اور جو جانا چاہے چلا جائے اگر شعر کا خیال بھی کیجیے تو یہ کلام نماز و خطبہ کے درمیان فاصل تھا تو ہمیشہ اتصال حقیقی ہونا باطل ہوا اور خطبہ و معاودت میں تو فصل کثیر اسی حدیث ہم سے ثابت جو عنقریب گزری جس کی ایک روایت بخاری و مسلم و ابوداؤد و نسائی کے یہاں یوں ہے صلی (یعنی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ثم خطب ثم لقی النساء ومعہ بلال فوعظھن و ذکرھن وامرھن بالصدقۃ فزاینھن بھوین باید یمن یقذفنہ فی ثوب بلال ثم اطلقھن و ہد بلال الی بیتہ یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز عید پڑھی پھر عیدہ خطبہ فرمایا پھر بعد ازاں صفوں زنان پر تشریف لاکر انھیں وعظ و ارشاد کیا اور صدقہ کا حکم دیا تو میں نے دیکھا کہ بی بیائیں اپنے ہاتھوں سے گناہ اتار اتار کر بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کپڑے میں ڈالتی تھیں پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شانہ نبوت کو تشریف فرما ہوئے دیکھو خطبہ کے کتنی درجہ معاودت ہوئی یہ وعظ و ارشاد کہ بی بیوں کو فرمایا گیا جز خطبہ نہیں بلکہ اس سے جدا ہے صحیحین میں روایت جاہل بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما صاف فرماتی ہے کہ شعر خطب الناس بعد فلما فرغ نبی اللہ صلی اللہ

لہ اقول یہ حدیث صحیح ہے رواہ ابوداؤد عن محمد بن الصباح البراء صدوق والنسائی عن محمد بن یحییٰ بن ایوب ثقہ وابن ماجہ عن حماد بن عبد الوہاب صدوق وعمر بن رافع البجلی ثقہ ثبت کلہم قالوا ثنا الفضل بن موسیٰ ثقہ ثبت ثنا ابن جریر عن عطاء و ہامان عن عبد اللہ بن المسائب رضی اللہ تعالیٰ عنہما لا بایہ صحبتہ فتصویب و تسانن معین ارسالہ غیر متاثر عندنا بعد ثقہ الرجال فالحدیث صحیح علی اصلنا ۱۱

تعالیٰ علیہ وسلم نزل فاتی النساء فذا کو هن الحدیث یعنی پھر بعد نماز حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ فرمایا جب ہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ سے فارغ ہوئے اتر کر بی بیوں کے پاس تشریف لائے اور انہیں تذکیر فرمائی۔ علامہ ذرقانی شرح مواہب میں ناقل حدیث الروایۃ مصرحہ بان ذلک کان بعد الخطبۃ امام نووی مناج میں فرماتے ہیں۔ انما نزل الیہن بعد فراغ خطبۃ الیوم پس بحمد اللہ تعالیٰ ماہ دوم و ہر نمبر کی طرح روشن ہوا کہ اس تقریر سے عدم دعا کا ثبوت چاہتا بعض ہوس خام اور اس محل پر یہ کلام خدا باطل و بے نظام کا الحمد للہ ولی الا نعام۔ اب (محل دوم) کی طرف چلیے جس کا یہ حاصل کہ حدیثوں میں صرف نماز و خطبہ کا ذکر ہے ان کے بعد ہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دعا مانگنا مذکور ہوا اقول یہ حضرت مافین کے لیے نام کو بھی مفید نہیں مائل نے اس فعل خاص بخصوصیت خاصہ کا یہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حد درجہ چھٹا کہ اس طرح ہوا۔ اس کا جواب یہی تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس فعل خاص کی نقل جزئی نظر سے دگری مگر اسے عدم جواز کا فونی جان لینا محض جهالت ہے مزہ (اولا) عید اول میں گزرا کہ حدیث امام المؤمنین صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے عموم میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس دعا کا ثبوت نقل بتا رہی ہے (ثانیاً) ثبوت فعلی نہ ہو تو قوی کیا کم ہے بلکہ من وجہ قول فعل سے اعلیٰ دائم ہے۔ اب عید اول کی تقریر میں پھر یاد کیجئے اور حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو بعد نماز عید خود رب مجید جل وعلا کا اپنے بندوں سے تقاضائے دعا فرمانا بتا رہی ہے اس کے بعد اور کسی ثبوت کی حاجت کیا ہے اگر کیے وہ حدیث ضعیف ہے اقول فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالا جماع مقبول اور اثبات استحباب میں کافی و دانی ہے کما نص علیہ العلماء الفحول خود مجیب کے آخر جلد دوم کے فتاویٰ میں ہے۔ حدیث ضعیف برائے استحباب کافی ست چنانچہ ابن ہمام در فتح القدر در کتاب الجنازہ می نویسد والا استحباب یشتبہ بالضعیف غیر الموضوع ۱۔ تھے (مثلاً) جب شرع مطہر سے حکم مطلق معلوم کہ جواز و استحباب ہے تو ہر فرد کے لیے جدا گانہ ثبوت قوی یا فعلی کی اصلاح حاجت نہیں کہ باجماع و اطباق عقل و نقل حکم مطلق اپنی تمام خصوصیات میں جاری و ساری اطلاق حکم کے معنی ہی یہ ہیں کہ اس ماہیت کلیہ یا فرد متفرد کا جہاں وجود ہو حکم کا ورود ہو اور فردیت بے خصوصیت محال اور وجود عینی و تعین متساوی تو جس قدر خصوصیات و تعینات معقول ہوں سب بالیقین اسی حکم مطلق میں داخل جب تک کسی خاص کا استثناء شرع مطہر سے ثابت نہ ہو اس قاعدہ جلیلہ کی تحقیق میں حضرت ختام المحققین امام المدققین حمزہ اشرفی لاریضین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد نے کتاب مستطاب اصول الرشاد الفعی مہانی الفسا د میں افادہ فرمائی من شاء فلیستش ف بمطالعتہ یہاں اسی قدر کافی کہ خود حضرت و ماہیہ کے امام ثانی و معلم اول میاں اسماعیل دہلوی رسالہ بدعت میں لکھتے ہیں در باب منظرہ در تحقیق حکم صورت خاصہ کے کہ دعویٰ جریان حکم مطلق در صورت خاصہ مجوز عنہا می نماید ہا نہست متمسک باصل کہ در اثبات دعویٰ خود حاجت بدلیل ندارد و دلیل ادہاں حکم مطلق است و بس (رابعاً) ہم صدر جواب میں حضرت المرآبعین سے اس دعا کا ثبوت ادا کرتے پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثبوت نہ ہونے کو مافین کس ہدف سے منع ٹھہرا سکتے ہیں کہ ان کے نزدیک تشریع احکام تابعین تک باقی رہتی اور ان کے بعد منقطع ہوتی ہے پھر قرن اول سے عدم ثبوت کیا مضر و مافی ہے (خامساً) ہر عاقل جانتا ہے کہ ادعائے عدم ثبوت میں قابل جرم و تصدیق صرف عدم وجدان قابل ہے اور عدم وجدان عدم وجود کو مستلزم نہیں خصوصاً ابتائے زمان میں۔ اور امر واضح ہے اور سیر فاضح۔ اور گزرا اشارہ اور

آئے گا دوبارہ ہم نے اس کا کچھ بیان اپنے رسالہ صفائح اللجین وغیرہ میں لکھا یہاں اتنا ہی بس ہے کہ خود مجیب اپنی کتاب السی الشکر فی رد المذہب الماثر میں لکھتے ہیں نفی رویت سے نفی وجود لازم نہیں نظر اس کے بکثرت ہیں کہ نہیں منجملہ ان کے حدیث عائشہ ہے جو صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یسبح سبحۃ الضحیٰ وانی لا یسبحھا النہی حالانکہ اُس سے نفی وجود لازم نہیں ہے با حدیث مشکاۃ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صلاۃ الضحیٰ ادا کرنا ثابت ہے اسی وجہ سے جلال الدین سیوطی رسالہ صلاۃ الضحیٰ میں لکھتے ہیں الخ۔ جب ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نزدیک عدم ثبوت حدیث ثبوت واقعی کو مستلزم نہ ہوا تو زید و عمرو من و تو کس شمار و قطار میں ہیں (سا دسا) عدم ثبوت مان بھی لیں تو اس کا صرف یہ حاصل کہ منقول نہ ہوا پھر عقلا کے نزدیک عدم نقل نقل نہیں یعنی اگر کوئی فعل بخصوص حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا بھی نہ ہوا یا محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں عدم النقل لا ینفی الوجود خود مجیب اپنی سعی مشکور میں تنزیہ الشریعۃ امام ابن عراق سے نقل کرتے ہیں عدم الثبوت لا یلزم منہ اثبات العدم (سابعاً) خادم حدیث جانتا ہے کہ بارہادۃ حدیث امور مشہورہ معروفہ کو چھوڑ جاتے ہیں اور ان کا وہ ترک دلیل عدم نہیں ہوتا ممکن کہ یہاں بھی بر بنائے اشتہار حاجت ذکر نجائی ہو اس اشتہار کا پتا اس حدیث صحیح سے چلے گا جو ہم نے صدر کلام میں روایت کی کہ جب تابعین عظام میں بعد نماز عیدین دعا کا رواج تھا تو ظاہراً انھوں نے یہ طریقہ انیفہ صحابہ کرام اور صحابہ کرام نے حضور سید الانام علیہ السلام سے اخذ کیا حضرات مانعین اگر دیانت پر آئیں تو سچ بتا دیں گے کہ عیدین کے قعدہ اخیر میں خود بھی دعا و درود پڑھتے اور اُسے جائز و مستحب جانتے ہیں اس کی خاص نقل حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دکھا دیں یا اپنے بدعتی ہونے کا اقرار کریں۔ اور اگر خلاف فرض پر قیاس یا اطلاقات سے شک کرتے ہیں تو یہاں کیوں یہ طرق ناقبول ٹھہرتے ہیں۔ والہ الموفی (ثامناً) نقل عدم بھی یہی پر وہ نقل منع نہیں اللہ عزوجل نے یہ فرمایا ہے کہ مَا مَنَعُكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا مَنَعَكُمْ عَنْهُ فَانْهَوْا جو رسول دے وہ لو اور جس سے منع فرمائے باز رہو یہ نہیں فرمایا کہ مَا مَنَعُكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا مَنَعَكُمْ عَنْهُ فَانْهَوْا جو رسول دے وہ لو اور جس سے منع فرمایا وہی منع فرمادے مقتضی ہیں۔ امام ابوباسیہ کے عم نسب و پدر علم و جد طریقت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی تحفۃ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں نکرہ چیزے دیگر مست و منع فرمودن چیزے دیگر (تاسعاً) اگر مجرد عدم نقل یا عدم فعل مستلزم مانع ہو تو کیا جواب ہو گا شاہ ولی اللہ اور ان کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب اور صاحب جنزادے شاہ عبدالعزیز صاحب اور امام الطائفہ میاں اسماعیل اور ان کے پیر سید احمد اور شیخ السلسلہ جناب شیخ مجدد صاحب اور عمائد سلسلہ مرزا مظہر صاحب و قاضی ثناء اللہ صاحب وغیرہم سے جنھوں نے اذکار و اشغال و اوراد وغیرہ کے صد ہا طریقے احداث و ایجاد کیے اور ان کے محدث و مخترع ہونے کے خود اقرار کئے پھر انھیں سبب قرب الہی و رضائے ربانی جانا کیے اور خود عمل میں لائے اور ان کو ان کی ہدایت و تلقین کرتے رہے شاہ ولی اللہ قول الجہل میں لکھتے ہیں لَمْ یُثَبِّتْ لِعَیْنِ الْاَدْلَبِ وَلَا ثَلَاثِ الْاَشْغَالِ مرزا جان جاناں صاحب مکتوب ۱۱ میں فرماتے ہیں ذکر جریا کیفیات مخصوصہ و نیز مراقبات بہ طور معمول کہ در فرقانہ

روح یافتہ از کتاب وسنت ماخذ نیست بلکہ حضرات مشائخ بطریق الہام و اعلام از مبدع فیاض اخذ نموده اند۔
 و داخل دائرہ اباحت و فائدہ دلائل محقق و انکار آں ضرورتی فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے اس کی قدر سے تعجیل اپنے رسالہ انشا اللہ تعالیٰ
 من یم صلاۃ الاسرار میں ذکر کی و باشد التوفیق (عاشرا) ان سب صاحبوں سے درگزریے خود وہ عالم جن کا فتویٰ اس سلسلہ میں
 تھا الاصلیٰ استناد و مستند ہے استدعا ہے یعنی مولوی لکھنوی مرحوم انھیں کے فتاویٰ کی تصریحات جلیہ تصدیقات فرمادیکھئے کہ انکے
 اصول و فروع کس درجہ بھارے فروع و اصول کے قانع و قانع ہیں پھر ان مسائل میں ان کا دامن تھا تا جہاز غ خود کا مصر صریح
 سے سامنا عقل و ہوش سے لڑائی تھا تا نافع و مضر میں فرق و جاننا نہیں تو کیا ہے میں یہاں ان کی صرف وہ عبارتیں نقل
 کروں گا جو حضرات و ہابیر کے اسی منالطہ عامۃ الورد و عین حدیث خصوص اور قرون ثلثہ سے عدم مردود کو دلیل منع جلتے کی قاطع
 و قاض ہیں اور وہ بھی صرف اسی مجموعہ فتاویٰ کے ان کے دیگر رسائل سے تاکہ سب پر ظاہر ہوجے کہ باوجود عشق و رشتہ و بیعت
 پھر ان میں بھی قصد استیفاء نہیں بلکہ صرف چند عبارتیں پیش کروں گا بعض مفید و نوابط و اصول اور بعض میں فروع قاطعہ اصول
 فقہول و اللہ المستعان علی کل جہول (الاصول) عبارت است از مجموعہ فتاویٰ جلد اول کے صفحہ ۵۶ پر علامہ مہدی شریعت کے حواشی
 مشکوٰۃ سے استناد نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے حدیث من احدث فی امرنا هذا مالئیس منه فقہوراد کی شرح میں ارشاد
 فرمایا الملعن ان من احدث فی الاسلام رأیا لم یکن له من الکتاب والسنة سند ظاہر او خفی ملفوظ او مستنبط
 فقہوراد علیہ انتھ یعنی حدیث کے یہ معنی ہیں کہ جو شخص دین میں ایسی بات پہنچا کرے جس کے لیے قرآن و حدیث میں
 ظاہر یا پوشیدہ صراحت یا استنباط کسی طرح کی سند نہ ہو وہ مردود ہے۔ تو صاف ثابت ہوا کہ قرون ثلثہ سے مردود و خصوصیت فقہوراد
 ضرور نہیں بلکہ عموم و اطلاق اباحت میں دخول بند کافی ہے کما ہر مذہب اہل الحق عبارت ۳۔ اسی کے صفحہ ۵۶ پر
 امام ابن حجر کی کی فتح مبین شرح الربیع سے ناقل المراد من قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم من احدث
 فی امرنا هذا مالئیس منه ما ینافیہ اولاً یشہد الہ قواعد الشہاد والادلۃ العامۃ انتھی یعنی حدیث کی مراد یہ ہے کہ
 وہی نوپہد چیز بدعت سیئہ ہے جو دین و سنت کا رد کرے یا شریعت کے قواعد اطلاق و دلائل عموم تک اس کی گواہی نہ دیں
 عبارت ۳ اسی صفحہ میں خود کہتے ہیں گمان نہیں کہ استحسان شرعی صفت آن مامورہ است کہ صراحت در دلیل از دلائل اربعہ
 امراد وارد شدہ باشد بلکہ استحسان صفت ہر مامورہ است خواہ صراحت مراد وارد شدہ باشد یا از قواعد کلیہ شرعیہ سندش یا قہ شدہ
 باشد عبارت ۴ صفحہ ۵۸ پر لکھا ہر جہتیکہ وجودش بخصوصہ در زمانے از ائمہ ثلثہ نہایت لیکن سندش در دلیل از ادلہ اربعہ
 یافتہ شود ہم سخن خواہ شد نمی بینی کہ بنائے ہر اس لے عبارت ۵ صفحہ ۵۳ کتب فقہ میں نظار اس کے بہت موجود ہیں
 کہ از منہ سابقہ میں ان کا وجود نہ تھا مگر بسبب اغراض صالحہ کے حکم اس کے جواز کا دیا گیا (الفروع) عبارت ۶ صفحہ ۶۲ اگر
 تسلیم کنم کہ ذکر مولد در ائمہ ثلثہ نبود و نہ از مجتہدین حکم اور منقول شد لیکن چون در شرع این قاعدہ مجدد شدہ است کل فرد من
 افراد نشر العلم فقہوراد و ذکر مولد نیز زیر است لا بد حکم مند و بیت او دادہ خواہد شد عبارت ۷ صفحہ ۶۸ ۶۹ بعد

ذو رکعت سنت ظہر و مغرب و عشا کے دو رکعت نفل پڑھنا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اب تک نظر سے نہیں گزرا لیکن ہر شخص بقصد ثواب بدون اعتقاد سنت پڑھے گا وہ ثواب پائے گا کیونکہ حدیث میں وارد ہے الصلاة خیر موضوع فمن شلہ فلیقل ومن شاء فلیکثر **اقول** سائل سے پوچھا تھا اصل اس کی سنت و اجماع و قیاس سے ثابت ہے یا نہیں اور ان میں بعض کے لیے ثبوت خاص احادیث سے نظر فقیر میں حاضر مگر کلام رد حیالات و ہابیت میں ہے وہ حاصل عبارت ۸ صفحہ ۲۹۲ الوداع یا الفراق کا خطبہ آخر رمضان میں پڑھنا اور کلمات حسرت و رخصت کے ادا کرنا فی نفسہ امر مباح ہے بلکہ اگر یہ کلمات باعث ندامت و توبہ سامعین ہوئے تو امید ثواب ہے مگر اس طریقہ کا ثبوت قرون ثلثہ میں نہیں رہا۔ عبارت ۹ مجلہ فتاویٰ جلد دوم صفحہ ۱۷۰ کیسے می گوید کہ وجودی و شہودیہ اناہل بدعت اند قولش قابل اعتبار نیست و منشاء قولش جہل و نادانیت است از احوال اولیاء و از معنی توحید وجودی و شہودی و شاعری کہ ذم ہر دو فرقہ ساختہ قابل ملامت است و اللہ اعلم ذاتہ تعالیٰ الامان کی بالاخر انیاں یاد کیجئے۔ عبارت ۱۰ صفحہ ۲۲۱ فی الواقع شغل رزخ اُس طور پر کہ حضرات صوفیہ صافیہ نے لکھا ہے نہ شرک ہے نہ ضلالت ہاں افراط و تفریط اُس میں بحر ضلالت کی طرف ہے۔ تصریح اس کی مکتوب مجدد الف ثانی میں جا بجا موجود ہے واللہ اعلم سخن اللہ وہ عالم کہ تمھارے مذہب نا مجذب پر معاذ اللہ صراحتہً شرک و مجوز شرک ہو چکا اُس اعتماد اور اُس کے فتوے سے استناد کس دین و دیانت میں روا۔ عبارت ۱۱ اسی کی جلد سوم صفحہ ۵۸ میں ہے سوال وقت ختم قرآن در تراویح مبارک سورہ اخلاص بخواند مستحسن است یا نہ جواب مستحسن است عبارت ۱۲ صفحہ ۱۲۵ اما جمع سیاں حکم بالفاظ سلام و دست برداشتن و در سربا سینہ نہادن پس ظاہر الا باس بہ است عبارت ۱۳ صفحہ ۱۲۷ سوال بسم اللہ و شفع بر پیشانی نیست از انگشت درست یا نہ جواب درست است عبارت ۱۴ صفحہ ۱۲۳ سوال قیام وقت ذکر ولادت با سعادت کے جواب میں قیام بالقصد کا قرون ثلثہ سے منقول نہ ہونا اور بعض احوال میں صحابہ کرام کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے قیام نہ کرنا نفل و تحریر کر کے لکھتے ہیں لیکن علمائے حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا قیام می فرمایند امام برزنجی رحمۃ اللہ تعالیٰ در رسالہ مولدی نویسد وقد استحسن القیام عند ذکر مولدہ الشریفۃ ائمة ذوادوایۃ و رویۃ قطوبی لمن حکان تعظیہ صلی اللہ علیہ وسلم غایۃ مرامہ و موماہ اتھے یعنی ذکر ولادت شریف کے وقت قیام کرنے کو ان اماموں نے مستحسن فرمایا ہے جو صاحب روایت و درایت تھے تو خوشی و شادمانی ہو اُسے جس کی ہنایت مراد و مقصد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے اور خود مجیب گھنوی حرمین طیبین کی مجالس مشرکہ میں اپنا حاضر و شریک ہونا بیان کرتے اور انھیں مجالس مشرکہ کہتے ہیں حالانکہ بشہادت مجیب و شاہدہ توازن مجالس ملائک مائس کا قیام پر تشل ہونا یقینی۔ مجیب موصوفہ اسی جلد فتاویٰ صفحہ ۵۲ میں لکھتے ہیں در مجالس مولد شریف کہ از سودہ و النعمۃ تا آخر می خوانند البتہ بعد ختم ہر سورہ تکبیری گویند عالم مشرک مجالس مشرکہ بودہ ایم امر را مشاہدہ کردہ ام ہم در مکملہ و ہم در مدینہ منورہ و ہم در جہدہ۔ عبارت ۱۵ طرفہ کہ صفحہ ۱۲۰ پر لکھتے ہیں سوال پارچہ چھنڈہ سالار مسعود غازی در مصرف خود آمد یا قصد نماز جواب ظاہر در استعمال

پارچہ مذکور بصورت خود وہی کہ موجب برہ کاری باشد نیست و اولے آنست کہ ہما کین و فقرادہ ذرا حضرات مخالفین اس اولے آنست کی وجہ بتائیں اور اسے اپنے اصول پر منطبق فرمائیں دلا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اس قسم کے کلام رسائل و مسائل عجیب میں بکثرت ملیں گے و فیما ذکرنا کفایۃ واللہ سبحنہ ولی الہدایہ یحمد اللہ جواب اپنے شے کو پہنچا اور تحقیق حق تا دلف علیا اب ذرا مگر سعی مانعین کا وہ پہلا روٹا یعنی حرام کا بعد نماز فرائض بھی دعائے دستکش ہونا یہاں اگر میں نقل احادیث ہاتھوں تو ایک مستقل رسالہ اٹا کروں مگر حکم ضرورت صرف مولوی عبدالحی صاحب کا ایک فتوے غضا نقل کرتا ہوں جس پر غیر مقلدین زمانہ کے امام اعظم ندیر حسین دہلوی کی بھی مہر ہے مجموعہ قنادے جلد دوم صفحہ ۷۷۴ چھٹی فرماید علیائے دین اندر میں مسئلہ کہ رفع یدین در دعا بعد نماز چنانکہ معمول اللہ میں دیارست ہر چند فقہا مستحسن می نویسند و احادیث در مطلق رفع یدین در دعا نیز وارد دریں خصوص ہم حدیث واردست یا نہ بینوا توجروا ہوا لمصوب دریں خصوص نیز حدیث واردست حافظ ابو بکر احمد بن محمد بن اسحق بن اسنی در عمل الیوم واللیلہ می نویسند حدیثی احمد بن الحسن حدیثی ابو اسحق یعقوب بن خالد بن یزید البالیسی حدیثی شاعبد الغریز بن عبد اللہ بن القریظی عن خصیف عن انس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ قال ما من عبد یسقط کفہ فی دبر کل صلاۃ ثم یقول اللہم اللہم واللہ ابراہیم واسحق و یعقوب والہ جبرئیل میکائیل واسرافیل اسألك ان تستجیب دعوتی فانی مضطرو و تعصمتی فی دینی فانی مبتلی و تنالنی برحمتک فانی مذنب و تنفی عن الفقر فانی متمسک الاکان حقاً علی اللہ عزوجل ان لا یردد یہ ثابتین واللہ اعلم۔

محمد عبدالحی
ابو الحسنات

الجواب صحیح و یؤیدہ ما رواہ ابو بکر بن ابی شیبہ فی المصنف عن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انصرفت و رفع یدیدہ و دعا الحدیث فثبت بعد الصلاۃ المفضیۃ رفع الیدین فی الدعاء عن سید الا نبیاء اسوۃ الاقیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کمالاً یحقی علی العلماء الاذکیاء

محمد
ندیر حسین

لطیفہ فقیر غفر المولی القدی نے وہابیہ کے اس خیال ضلال کے رد و ابطال کو کہ جو کچھ مخصوصہ قرون ثلث سے منقول نہیں منوع ہے عجیب کی پسندہ عبارتیں نقل کیں مگر لطیف یہ ہے کہ خود وہی فتوے جس سے یہاں انہوں نے استناد کیا اس خیال کے ابطال کو پس ہے عجیب کی عادت ہے کہ شروع جواب میں ہوا لمصوب کہتے ہیں یہی لفظ اس فتوے کی ابتدا میں بھی لکھا گیا مہمت نصہ اب حضرات مخالفین ثابت کر دکھائیں کہ حضور ید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صحابہ کرام و تابعین عظام علیہم الرضوان اللہ جل و علا کو مصوب کہا کرتے ہوں خصوصاً بحالیکہ اساتے اکبیر توفیقی ہیں واذ قد بلغنا الی ذکر التوقیف وقت القلم وکان ذلک للبلۃ

بقیت من اوسط عشرات شعبان المعظم سنۃ الف وثلثمائة وسبع من ہجرة سيد العالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
والحمد لله علی ما اھم والصلوة والسلام علی السولی الاعظم وآلہ وصحبہ سادات الامم واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم
وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم ۔

مسئلہ - بنارس محلہ کنڈی گڑاں مسجد بی بی حاجی شفا خانہ اربووی عبد الغفور صاحب ۶ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

بخدمت لازم البرکۃ جامع معقول و منقول عادی فروع و اصول جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب مد اللہ فیضاً از جانب
خادم الطیب عبد الغفور سلام علیک قبول باد کہہ سائل میں یہاں درمیان علما کے اختلاف ہے لہذا مسئلہ ارسال خدمت لازم البرکۃ
ہے امید کہ جواب سے مطلع فرمائیں (۱) زید کہتا ہے ناز عیدین صحرا میں پڑھنی سنت ہے لیکن شہر میں بھی جائز ہے جس شخص نے ناز
مذکور شہر میں پڑھی ناز اس کی ضرور ادا ہوئی البتہ ترک سنت اس نے کیا اور ثواب سنت سے محروم رہا عمرو کہ روز تک قائل تھا ناز عیدین
شہر میں جائز نہیں مگر چند روز سے بذات خود یا جو تعلیم کسی غیر کے کہتا ہے گو ناز مذکور شہر میں جائز ہے لیکن پڑھنے والے گنہگار ہوں گے
(۲) زید کہتا ہے ناز عیدین مسجد پختہ جھٹ دار کے اندر جو صحرا میں واقع ہے پڑھنے سے ثواب صحرا میں پڑھنے کا نہ ملے گا عمرو کہتا ہے کہ مسجد
پختہ جھٹ دار ہے مگر نہ صحرا میں واقع ہے لہذا ثواب صحرا میں پڑھنے کا ملے گا ان سب مسائل میں قول زید کا صحیح ہے یا عمرو کا۔ بینوا تو جروا

الجواب

(۱) قول زید صحیح ہے عار کہ کتب مذہب متون و شروح و فتاویٰ میں تصریح ہے کہ ناز عیدین بیرون شہر صلی یعنی عید گاہ میں پڑھنی
مندوب ہے سبب ہے افضل ہے سنوں ہے فرض نہیں کہ شہر میں ادا ہی نہ ہو واجب نہیں کہ شہر میں پڑھنا مطلقاً نہ ہو فتاویٰ و کتروانی
و عز و اصلاح و تقویٰ وغیرہ متون میں بلفظ مذہب و فتاویٰ میں بکلمہ حب یا یہ میں بلفظ مستحب تفسیر فرمایا مرقاہ شرح مشکوٰۃ میں علامہ ابن
کلب سے ہے الا فضل اداؤھا فی الصحراء فی سائر البلدان و فی مکہ خلاف یمن تنویر و فتح القدیر و درر و ہندیہ و مضاربت بنار زید
و غنیہ و خانیہ و خلاصہ و خزائن المفتین و فتاویٰ تلخیص و غیرہ میں ہے الخروج الیہا سنۃ بحر میں ہے التوجہ الی المصلی مندوب کما
اقادہ فی التجنیس وان کانت صلاة العید واجبۃ حتی لوصلی العید فی الجماع ولم یوجہ الی المصلی فقد ترک السنۃ شرح نقایۃ نستانی
میں ہے الخروج الیہ یندب وان کان الجماع یسعمہ فالخروج الیہن بواجب عقیہ میں جامع الفقہ و منیل المفتی و ذخیرہ سے ہے یجوز لقائتھا
فی المصر و فوائدہ فی موضعین فاکثر وہ قال الشافعی و احمد ہاں جو سنت موکدہ ہو اور کوئی شخص بلا ضرورت بے عذر براہ تہا و نہ پڑھنی
اس کے ترک کی عادت کرے اسے ایک قسم اثم لاحق ہوگی نہ ترک سنت بلکہ اس کی کم قدری و قلت مبالات کے باعث فی شرح المغنیۃ العلامۃ
ابراہیم الحبلی لا یترک رفع الیدین عند التکبیر لانہ سنۃ مؤکدہ ولو اعتاد ترکہ یا ثم لانفس الترتیل لانه استخفاف وعدم
مبالاۃ بسنۃ و اطلب علیہا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدۃ عسیرۃ اما لو ترکہ بعض الاحیان من غیر اعتیاد فلا یا ثم
وہذا مطرد فی جمیع السنن المؤکدہ اھ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم (۲) عمرو کا قول صحیح ہے اور زید کا دعویٰ بھی وجہ جھٹ دکھتا ہے
اگر صحرا سے اس کی مراد فضاۃ خالی ہے اقول وبالله التوفیق تحقیق یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں ہیں ایک اصل سنت کہ ناز عیدین بیرون شہر

جنگل میں ہو شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے اُس میں حکمت اظہار شعار اسلام و شوکت و کثرت مسلمین رکھی ہے یہ بات نفس خدوہ و ارجل سے حاصل اگرچہ صحرائیں کوئی عمارت بتالیں ہیں قول عمر و کہ جب مسجد صحرائیں ہے تو بیرون شہر جانے جنگل میں پڑھنے کا ثواب حاصل ہوتا ہے صحیح ہے دوم سنت سنت کر تکمیل و تاکید اصل سنت کے لیے ہے یعنی فضائے خالی بے عمارت میں پڑھنا کہ اس میں زیادہ اظہار شعار شوکت ہے مسجد عید گاہ واقع صحرائیں پڑھنے سے اگرچہ اصل اظہار شعار و صلاۃ فی الصبح کا ثواب حاصل مگر صلاۃ فی الفضا میں ابتداء اتم ہو جالاب ازین وقت و وہ ہوا جبکہ جانب تعمیر کسی مصلحت شرعیہ سے متوجہ نہ ہو اس معنی پر قول زیادہ بھی بد بصحت ہے زمانہ اکرم حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مصلائے عید کعبہ دست مہمان تھا جس میں اصلاً تعمیر نہ تھی مدینہ طیبہ کے شرقی دروازے پر کما فی المقصد التاسع من المواہب مسجد اطہر کے باب السلام سے ہزار قدم کے فاصلے پر کما فی الزکاتی عن فتح الباری عن عمر بن شیبہ فی الاخبار المذنیۃ عن ابی عسان الکنا فی صاحب مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سنن ابن ماجہ و صحیح ابن خزیمہ و تخریج التعلیل میں عید الشریعہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یعد والی المصلی فی یوم عید و العنقۃ تحمل بین ید یہ فاذا بلغ المصلی نصبت بین ید یہ فصل الیہا و ذلک ان المصلی کان فضاء لیس فیہ یستر بہ اب صد ہا سال سے اُس کا احاطہ بن گیا علامہ سید نور الدین محمودی قدس سرہ استظهار فرماتے ہیں کہ یہ عمارت زمانہ امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تعمیر ہوئی کما فی کتابہ قدس سرہ فی تاریخ طیبۃ الطیبۃ جملۃ اللہ تعالیٰ علی طیب اطیب طیبہا بطیبہ والہ الطائب و باریک وسلم اور واقعی جب امیر المومنین مہدوح نے مسجد اقدس حضور پر نور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ کی تجدید تعمیر فرمائی ہے جہاں جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ناز پڑھنا معلوم ہوا اُن سب کی بھی تعمیر جدید خواہ چھوٹے فرمائی کما یستفاد من عمدة القاری للعلامة الامام البدر محمود العینی عن عمر بن شیبہ عن ابی عسان عن غیر واحد من اهل العلم علی کلام کہ عیدین کے لیے مصلی کو جانا سنون و سنج بتاتے ہیں وہی یہ بھی بحث فرماتے ہیں کہ مصلائے عید صحیح احکام میں مسجد ہے یا سرت بعض میں اور اُس میں بول و باز و طی جائز ہیں یا نہیں کہ اگرچہ وہ سب احکام میں مسجد نہ سہی گرا بی نے یہ عمارت اس لیے ذبائی بحر الرائق میں ہے اختلفوا فی مصلی الجنائزہ و العید فصیح فی المحیط فی مصلی الجنائزہ لیس لہ حکم المسجد اصلاً و صحیح فی مصلی العید کذلک الا فی حق جواز الاقتداء وان لم تتصل الصفوف و فی النہایہ و غیرہا و المختار للفتویٰ فی المسجد الذی اتخذ لصلاۃ الجنائزہ و العید انه مسجد فی حق جواز الاقتداء وان انفصل الصفوف و نقلاً بالناس و فیما عدا ذلک لیس لہ حکم المسجد اذ و ظاہر ما فی النہایہ انه یجوز الوطء و البول و التقلی فی مصلی الجنائزہ و العید و لا یخفی ما فیہ فان البانی لم یعدہ لذلک فینبغی ان لا تجوز ہذا الثلاثۃ وان حکماً بکونہ غیر مسجد و انما تظہر قائمہ فی بقیۃ الاحکام الی ذکرنا ہا و فی محل دخوله للجنب و المحاضی اذ جواہر الاخطاط فی فصل فی العیدین میں ہے لو کان محراب المصلی عشرة اذرع و صفت القوم مائة ذراع و لا تتصل الصفوف حارث صلاۃ الکل جامع الزمر میں ہے المصلی محوط بالفناء صحیح بخاری شریف میں ایک باب وضع فرمایا باب العلم بالمصلی یعنی مصلائے عید میں شناخت کے لیے

کوئی علامت امام بدرجہ خود نے اس علامت میں عمارت مصلیٰ کر بھی داخل فرمایا عمدۃ القاری میں ہے ص باب العلم الذی بالمصلیٰ فی ای ہذا باب فی بیان العلم الذی ہو بمصلیٰ العید والعلم بفتحین هو الشیء الذی عمل من بناء او صنع حجر او نصب عمود وغیر ذلک ليعرف به المصلیٰ بالجملہ تعمیر عید گاہ کا جواز ظاہر اگرچہ افضل نضائے خالی ہو بلکہ امام تاج الشریعہ کی تصحیح پر نظر کیجیے (کہ انہوں نے فرمایا صحیح ہے کہ مصلائے عید جمیع احکام میں سجدہ ہے) جب تو اس کی تعمیر ضروری ہوگی خصوصاً بلا وقت میں جہاں کفار کا غلبہ ہے کہ یہیں رکھیں تو آدمی جانور جنب حاضر سب اس میں چلیں گے پیشاب کریں گے مسجد کی بے حرمتی ہوگی علامت شرعیہ بالی غنیہ ذوی الاحکام میں فرماتے ہیں ذکر الصدر والشہید المختار لافتویٰ فی الموضع الذی یقخذ لصلاة الجنازة والعید انہ مسجد فی حق جواز الاقتداء وان الفصل الصفوف رفقا بالناس وفيما عدا ذلك ليس له حکم المسجد کذا ذکرہ الامام المحبوبي اذ ذکرہ الکافی ومثله فی فتم القدير ويخالفه ما قاله تاج الشریعہ والا صح انہ ای مصلیٰ العید یاخذ حکمها ای لمساجد لانہ اعدا کامة الصلاة فيه بالجماعة لا عظمه المجموع علی وجه الاعلان الا انہ انما ادخال الدواب فيها ضرورة الخشية علی ضیاعها وفقد يجوز ادخال الدواب فی بقعة المساجد لکان العذر والضرورة اه فقد اختلف المتصمیمین فی مصلیٰ العید واقفین فی مصلیٰ الجنازة اس قول پر زمانہ اقدس میں عمارت نہ ہونا وارد ہوگا کہ مدینہ طیبہ میں روز اول سے بعد اشد تعالیٰ اسلام ہی حاکم اسلام ہی غالب ہے عدا الطرک کے حضرات میں آداب شریعت کا جو تحفظ تھا روشن ہے جمہور المسلمین اگرچہ اس تصحیح کے خلاف ہرگز تاہم قول صحیح ہے اور خلاف علما کا کاغذ بالا جماع مستحب اگرچہ غیر مذہب میں ہو نہ کہ خود اپنے مذہب میں خلاف تو یہ باختلاف تصحیح بہر حال اس قدر میں شک نہیں کہ اس تعمیر سے وہ جگہ صحرائے نخل کر آبادی نہ ہو جائے گی اور اس میں نماز صحرا ہی میں نماز رہے گی اور نماز صحرا کا ثواب یا قمر سے نہ جائے گا تو قول عمر و داؤد صحیح ہے ہذا کلمہ ما ظہری والعلم بالحق عند العلیم العلی واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ سؤلہ مولوی رحیم بخش صاحب از آراء شاہ آباد مدرسہ فیض الغرہ ۱۴۰۰ محرم ۱۳۲۲ھ

علمائے دین ان سوالوں میں کیا فرماتے ہیں بلا نماز عید اور خطبہ کے درمیان یا خطبہ اول و دوم کے درمیان ترکیب چندہ اور کسی (مسلمان حج) کی مدح و ثنا خوشامد وغیرہ (مثلاً امام نے حج کو قاضی وقت و قاضی شرع کہا اور یہ بھی کہا کہ قاضی (حج) صاحب کے ہونے کے بعد نماز پڑھانے کا حق نہ تھا لہذا ان کی اجازت سے نماز پڑھاتا ہوں) قرآن حدیث اجماع مجتہد و تعامل علمائے فقہ کسی سے ثابت ہے یا نہیں ۱۔ ثابت نہ ہونے کی صورت میں نماز اور خطبہ میں کسی قسم کی کراہت پیدا ہوئی یا نہیں ۲۔ امامت محمد و عیدین و امامت نماز پنجگانہ کا حکم ایک ہی ہے یا فرق ہے ۳۔ قاضی شرع کسے کہتے ہیں قاضی کے شرائط کیا ہیں حج شرعی قاضی ہے یا نہیں اگر ہے تو ہر حج یا صرف مسلمان حج اگر صرف مسلمان حج تو کیوں۔ بینوا تو جروا۔

الجواب

۱۔ چندہ کی ترکیب اگر کسی احمدی کے لیے ہو تو عین خطبہ میں اس کی اجازت ہے اور خود حدیث میں ثابت ہے ایک بار

خطبہ فرماتے ایک صاحب کو ملاحظہ فرمایا کہ بہت حالت فقر و سکت میں تھے حاضرین سے ارشاد فرمایا تصدقاً صدقہ دو ایک صاحب نے ایک کپڑا دوسرے صاحب نے دوسرا کپڑا دیا پھر ارشاد فرمایا تصدقاً صدقہ دو یہ سکیں جو کہ ابھی دو کپڑے ملے تھے اُنھے اور اُن دو کپڑوں میں سے ایک حاضر کیا یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ کا حکم کہ تصدقاً حاضرین کے لیے عام ہے اور میں بھی حاضرین میں ہوں اور اس وقت دو کپڑے رکھتا ہوں ایک حاضر کر سکتا ہوں اُن کو اس سے باز رکھا گیا تو تھا کہ ہے ہی لیے تصدق کا حکم فرمایا جاتا ہے نہ کہ تم کہ مگر ہندوستان میں ہر ایک چندہ اگر چہ کیسے ہی ضروری کام کے لیے ہو زبان اردو میں ہوگی اور خطبہ میں غیر عربی کا خطبہ مکروہ و خلاف سنت ہے لہذا اُس وقت نہ چاہیے بلکہ بعد ختم خطبہ عید جس طرح صحیحین میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ عید تمام فرما کر گروہ نسائہ پر تشریف لے گئے اور اُن کو تصدق کا حکم فرمایا وہ اپنے زیور اتار آتا کہ حاضر کرتی تھیں اور بال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے واسن میں لیے تھے واللہ تعالیٰ اعلم۔ جو قاضی خلاف احکام شرعیہ حکم کرتا ہو اگرچہ سلطان ہو اگرچہ سلطنت اسلامیہ کا قاضی ہو ہرگز اُس کی مدح جائز نہیں خصوصاً منبر پر خصوصاً خطبہ عید میں اُس کے سبب خطبہ میں تو کراہت یقینی ہے لاشتمالاً علی السجود اور اگر خطبہ جمعہ میں ہو تو اُس کی کراہت ناز کی طرف بھی سرایت کرے گی کہ جمعہ میں خطبہ شرط نماز سے ہے اور نماز سے قبل ہوتا ہے ہاں عیدین میں کہ نماز ہو چکی اور خطبہ نہ اُس کی شرط نہ اُس میں فرض نہ واجب بلکہ ایک سنت مستقلہ ہے خطبہ کی کراہت ناز کی طرف سرایت نہ کرے گی یہ تو خطبہ ہے کہ خاص امر دین ہے اور نہ تبرک خاص منہ سید المرسلین ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطلقاً مروج فاسق کی نسبت حدیث میں ارشاد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا مدح الفاسق غضب الرب واهتز له عرش الرحمن جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے رب لاہل غضب فرماتا ہے اور اُس کے سبب رحمن کا عرش ہل جاتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم شرعی احکام اور عربی خیالات سے بہت تفاوت ہے شریعت کا حکم تو یہ ہے کہ ہر حاکم پر فرض ہے کہ مطابق احکام الہیہ کے حکم کرے اگر خلاف حکم الہی حکم کرے تو اُس کی دو صورتیں ہیں ایک عمدہ اور ایک خطا عمدہ کے لیے قرآن عظیم میں تین حکم ارشاد ہوئے کہ من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئك هم الفاسقون ۵ اولئك هم الظالمون ۵ اولئك هم الکفرون قرآن مجید ایسے حکم کو فسق و ظلم و کفر فرماتا ہے یعنی اگر عباد ہو کہ حکم کو حق نہیں مانتا تو کافر ہے و در ظالم و فاسق اور اگر خطا ہو تو اُس کی پھر دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ خطا بوجہ جہل ہو یعنی علم نہ رکھتا تھا کہ صحیح احکام سے واقف ہوتا یہ صورت بھی حرام و فسق ہے صحیح حدیث میں قاضی کی تین قسمیں فرمائیں قاض فی الجنة و قاضیان فی النار ایک قاضی جنت میں ہے اور دو قاضی دوزخ میں وہ کہ عالم و عادل ہو جنت میں ہے اور وہ کہ قصداً خلاف حکم کرے یا بوجہ جہل یہ دونوں نار میں ہیں بوجہ جہل پر ناداری ہونے کا یہ سبب ہے کہ اُس نے ایسی بات پر اقدام کیا جس کی قدرت نہ رکھتا تھا وہ جانتا تھا کہ میں عالم نہیں اور بے علم مطابقت احکام مکن نہیں تو مخالفت احکام پر قصداً راضی ہوا بلکہ اُس سے اگر کوئی حکم مطابق شرع بھی صادر ہو جب بھی وہ مخالفت شرع کر دے اسے کہ اس اتغائی مطابقت کا اعتبار نہیں لہذا حدیث میں فرمایا من قال فی القرآن براءۃ فاصاب فقد اخطا جس نے قرآن میں اپنی لائے سے کچھ کہا اگر ٹھیک کہا تو غلط کہا دوسری صورت خطا کی ہے کہ عالم ہے احکام شرعیہ سے آگاہ ہے قابلیت قضا رکھتا ہے احکام الہیہ کے مطابق ہی فیصلہ کرنا چاہا اور براہ بشریت غلط فہمی ہوئی اس کی پھر دو صورتیں ہیں اگر وہ مجتہد ہے اور

اُس کے اجتہاد نے خطا کی تو اس خطا پر اُس کے لیے اجر ہے اور وہ فیصلہ جو اُس نے کیا نافذ ہے اور اگر مقلد ہے جیسے عموماً قاضیان زمانہ اور جد و جہد میں اُس نے کسی ذکی اور فہم حکم میں اُس سے غلطی واقع ہوئی اور ہے پورا عالم اور اس عمدہ جلیلہ کے قابل تو اس کی یہ خطا مستثنیٰ ہے مگر وہ فیصلہ نافذ نہیں یہ سب احکام قاضیان سلطنت اسلامیہ سابقہ کے لیے ہیں جو اسی کام کے لیے مقرر ہوئے تھے کہ مطابق احکام الہیہ فیصلہ کریں بخلاف حال کی اکثر اسلامی سلطنتوں کے جن میں خود سلاطین نے احکام شرعیہ کے ساتھ اپنے گڑھے ہوئے باطل قانون بھی خطا کیے ہیں اور قاضیوں کو اُن پر فیصلہ کرنے کا حکم ہے اُن کی مشاعت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ اشد و رسول کے خلاف حکم کرنے ہی پر مقرر ہوئے اُن اسلامی سلطنتوں کے ایسے قاضیوں کو بھی قاضی شرع کہنا حلال نہیں ہو سکتا بلکہ اس کلمہ کی تہ میں جو خیانت ہے قائل اگر اُس پر آگاہ ہو اور اُس کا ارادہ کہے تو قطعاً خارج از اسلام ہو جائے کہ اُس نے باطل کا نام شرع رکھا لہذا اگر اُس نے اپنے زمانہ کے سلاطین اسلام کی نسبت فرمایا ہے کہ من قال لسلطان زماننا عادل فقد کفر، ہمارے زمانہ کے سلطان کو عادل کہنا کفر ہے کہ وہ خلاف احکام الہیہ حکم کرتے ہیں اور خلاف احکام الہیہ عدل نہیں ہو سکتا عدل حق ہے تو اسے عدل کہنے کے معنی ہوئے کہ خلاف احکام الہیہ حق ہے تو معاذ اللہ احکام الہیہ ناحق ہوئے اور یہ کفر ہے بہر حال جو قاضی خلاف احکام الہیہ حکم کرتا ہو ہرگز قاضی شرع نہیں ہو سکتا جب قاضیان سلطنت اسلامیہ کی نسبت یہ احکام ہیں تو سلطنت غیر اسلامیہ کے حکام تو مقرر ہی اس لیے کیے جاتے ہیں کہ مطابق قانون فیصلہ کریں وہی رجسٹری اہمیں اگرچہ کوئی حکم نہیں مگر وہ دست و دیزوں پر شہادت ہے اور انھیں رجسٹر پر چھانا اور اُن میں بہت دشادیزیں سود کی بھی ہوتی ہیں اور صحیح حدیث میں ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکل الربوا و مؤکلہ و کانبہ و شاہد یبہ و قال ہم سوا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سود کھانے والے اور سود دینے والے اور سود کا کاغذ لکھنے والے اور اُس پر گواہیاں کرنے والوں پر اور فرمایا سب برابر ہیں جمعہ و عیدین کی امامت پنجگانہ کی امامت سے بہت خاص ہے امامت پنجگانہ میں صرف اتنا ضرور ہے کہ امام کی طہارت و نماز صحیح ہو قرآن عظیم صحیح پڑھتا ہو بد مذہب نہ ہو فاسق معلن نہ ہو پھر جو کوئی پڑھاوے گا نماز بلا ضل ہو جائے گی بخلاف نماز جمعہ و عیدین کہ اُن کے لیے شرط ہے کہ امام خود سلطان اسلام ہو یا اُس کا ماذون اور جہاں یہ نہ ہوں تو ضرورت جسے عام سلاطین نے جمعہ و عیدین کا امام مقرر کیا ہو کما فی الدار المختارہ وغیرہ دوسرا شخص اگرچہ کیسا ہی عالم و صالح ہو ان نمازوں کی امامت نہیں کر سکتا اگر کرے گا نماز نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از ملک بنگالہ ضلع میمن سنگھ مسئلہ عبدالحکیم ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس بارہ میں کہ جمعہ مسجد میں نماز عید پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جائز ہے مگر سنت یہ ہے کہ نماز عیدین عید گاہ میں چاہیے جبکہ کوئی عذر شرعی مانع نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از گفٹ مسئلہ سردار امیر خاں ملازم کپتان اسٹوٹ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کو نماز عید کی خبر دی جائے اہل اسلام کو اور وہ دعویٰ کرتا ہے اسلام کا اور اُس کو فرصت بہت ہے اگر وہ قصد آؤے اُس کو کیا کیا جاوے۔ بینوا توجروا

الجواب

نماز عید شہروں میں ہر مرد آزاد تندرست عاقل بالغ قادر پر واجب ہے قاصد کے یہی کہ تانہا چونہ لولانہ نماز قیدی نہ کسی ایسے مریض کا بیمار دار ہو کہ یہ اسے چھوڑ کر گھر سے جائے تو مریض ضائع نہ جائے ذایا بوزعاکہ چل پھر نہ سکے اسے نماز کو جانے میں حاکم یا چور یا دشمن کی طرف سے جان یا مال یا عزت کا تباہی خوف ہو نہ اس وقت میں نہ یارن یا کچڑ یا سردی اس قدر شدت سے ہو کہ نماز کو جاننا سخت مشقت کا موجب ہو فی التثویر ثجب صلا تہما ای العیدین علی من ثجب علیہ الجمعة بشرائطها سوى الخطبة اه وفي جمعة الدار المختار شرط لا فتراضها اقامة بمصر وصحة والحق بالمریض الممرض والشیخ الفانی وحر بہ وذكورة وبلوغ وعقل ووجود بصیر وقدرتہ علی المشی وعدم جنس وخوف ومطر شديد ودحل وثلب ونحوهما ام ملخصا فی رد المختار قوله الممرض هذان بقی المریض ضائعا بخروجه فی الاصح حلیہ وجوہہ قوله وعدم خون ای من السلطان اولص منه قال فی الہدایہ ولحق بہ المفلس اذا خاف الحبس كما جاز التیمم بہ قوله ونحوهما ای کہ بد شدیدا ملقطا تو شخص شہر میں ان صفات کا جامع اور ان موانع سے خالی ہو اور وہاں اقامت نماز عید برودہ شرعی ہو پھر نہ پڑھے وگنہگار اور شرعاً مستحق سزا و تعزیر ہوگا لا رتکابہ معصیۃ لاحد فیہا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از راہ پور متصل مراد آباد محلہ ملا ظریف گھیر فرنگن محل مرسلہ مولوی ریاست حسین صاحب ہر رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ چرمی فرما یند علمائے دین دریں مسئلہ کہ یکبارت ذوالحجہ عیدین بکدام سال شروع شدہ اند و غلتش چہ بود۔

الجواب

تشریح نماز عید در سال اول ان ہجرت ست فی الد شرع فی الاولی من الہجۃ فاد معرفت نہ شدہ شرع گمر ہیں پنج وضع و حکمت در یکبارت اظہار سورہ دینی و امتثال قول او تعالیٰ ست عز جلالہ ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علی ما ہد نکم ہذا فی عید الفطر وقولہ عز وجل لتکبروا اللہ علی ما ہد نکم وبشر المحسنین ہذا فی عید النضحی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ سائل مذکور بالا۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر بلا عذر نماز عید روز اول نہ پڑھے ہیں تو روز دوم مع الکراہتہ جائز ہے جیسا کہ بعض خطبوں میں لکھا ہے یا اصلا صحیح نہیں۔ بلیوا تو جوا

الجواب

نماز عید الفطر میں جو بوجہ عذر ایک دن کی تاخیر روا رکھی ہے وہاں شرط عذر صرف نفی کراہت کے لیے نہیں بلکہ اصل صحت کیلئے ہے یعنی اگر بلا عذر روز اول نہ پڑھے تو روز دوم اصلا صحیح نہیں نہ یہ کہ مع الکراہتہ جائز ہو عامۃ معتبرات میں اس کی تصریح ہے صنف خطبہ کہ شخص بھول ہے قابل اعتماد نہیں اسے نماز عید انضیٰ سے اشتہاء گزرا کہ وہاں روز کی تاخیر بوجہ عذر بلا کراہت اور بلا عذر برودہ کراہت روا ہے فی الدار المختار و تاخیر بعد مکطرا لی الزوال من الغد فقط و احکامہا احکام الاضعی لکن مجوز تاخیر ہالی آخر

ثالث ایام الفجر بلا عذر مع الکراہۃ وبہ ای بالعذر بدوئعہا فالعذر ہنا نفی الکراہۃ وفي الفطر للصحة اہ ملخصا وفي نور البیاض وشرحہ مرقی الفلاح کلہما للعلامة الشرنبلالی تؤثر صلاة عید الفطر بعذر الی الغد فقط وقید العذر للجواز لانفی الکراہۃ فاذا لم یکن عذر لا تصح فی الغداہ ملقطا وفي مجمع الاخر للفاضل شیخی زادہ العذر فی الاضحی نفی الکراہۃ وفي الفطر للجواز وفي شرح النقایۃ للشمس القہستانی لو ترک بغير عذر سقطت کما فی الخزانۃ اہ نفی شرح المنیۃ الکبیر للعلامة الحلبي صلاة عید الاضحی تجوز فی الیوم الثانی والثالث سواء اخرت بعذر او بدوئہ اما صلاة الفطر فلا تجوز الا فی الثانی بشرط حصول العذر فی الاول اہ وفي الفتاویٰ الحنفیۃ ان فاتت صلاة الفطر فی الیوم الاول بعذر یصل فی الیوم الثانی وان فاتت بغير عذر لا یصل فی الیوم الثانی فان فاتت فی الیوم الثانی بعذر او بغير عذر لا یصل بعد ذلک واما عید الاضحی ان فاتت فی الیوم الاول بعذر او بغير عذر یصل فی الیوم الثانی فان فاتت فی الیوم الثانی بعذر او بغير عذر یصل فی الیوم الثالث فان فاتت فی الیوم الثالث بعذر او بغير عذر لا یصل بعد ذلک وفي الهندیۃ عن تبیین الامام الزبیلی العذر ہنا نفی الکراہۃ حتی لو اخروها الی ثلاثۃ ایام من غیر عذر جازت الصلاة وقد اساءوا فی الفطر للجواز حتی لو اخروها الی الغدا من غیر عذر لا یجوز انتمی ومثله فی رمز الحقائق للعلامة العینی بالجملہ اس کا خلاصہ کتب ستر اور میں فقہ کی نظر سے کسی روایت ضعیفہ میں بھی نہ گزرا اللهم الا ما راوت فی جوامع الاخلاطی من قوله اذا فاتت صلاة عید الفطر فی الیوم الاول بعذر او بغير عذر یصل فی الیوم الثانی ولم یصل بعده اہ فیظن ان یکون خلطا من الاخلاطی فانی رأیت له غیر ما مسئلۃ خالف فیہا الکتاب المعتمدۃ والاسفار المعتبرۃ او یکون من خطأ النسخ والله تعالی اعلم

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عید گاہ میں ایک دن ایک ہی خطبہ سے دو امام نے دو جماعت نماز پڑھائی ان میں سے پہلے امام نے مع خطبہ کے نماز پڑھائی اور ثانی امام نے بدون خطبہ کے نماز ادا کی اب ان دونوں جماعتوں کی نماز جائز ہوئی یا نہیں اگر جائز ہے تو دونوں کی جائز ہوئی یا ایک کی اور اگر ایک جائز ہوئی تو پہلے کی یا ثانی کی اور اگر ناجائز ہے تو دونوں کی ناجائز ہے یا ایک کی اگر ایک ہے تو پہلے کی یا ثانی کی۔ بیضا جہاۃ الکتاب و توجہ و ایوم الحساب

الجواب

اگر دونوں امام ماذون باقامت نماز عید تھے تو دونوں نمازیں جائز ہو گئیں اگرچہ امام دوم نے ترک سنت کیا کہ عید میں خطبہ سنت ہے فرض و شرط نہیں تو اس کا ترک موجب ناجائزی نہ ہوگا البتہ موجب اسارت و کراہت ہے فی الدالہا و الحنا و تجب صلاتہما علی من تجب علیہ الجمعة بشرائطها المقدمۃ سوی الخطبۃ فانہا سنتہ بعد ما ظہر رد المختار قال فی البحر حتی لو لم یخطب اصلاحا و اسلو لترك السنة فی التذویر تودی بمصر بمواضع اتفاقا والله تعالی اعلم۔

مسئلہ۔ از ملک بنگالہ ضلع ڈھاکہ ڈاک خانہ بدیدار بازار موضع قاضیہ گھوٹ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل مندرجہ ذیل میں (۱) جس جگہ میں عید کی نماز کے واسطے احتیاط

نہیں بلکہ تیج یا چھ ماہ تک پانی کے نیچے ڈوبا ہوا رہتا ہے اور باقی چھ ماہ بیل بکریاں اسی جگہ میں چرتی ہیں اور وہ جگہ خراجی ہے وقف نہیں تو اس جگہ کو شرع میں عید گاہ کہتے ہیں یا نہیں اور اُس میں نماز عید کی درست ہے یا نہیں (۲) عید کے دن بعد نماز عید کے مصافحہ کرنا درست ہے یا نہیں اگر مصافحہ کریں تو حرام ہے یا نہیں اور معافقہ کرنا بھی درست ہے یا نہیں۔

الجواب

(۱) اگر وہ زمین کسی شخص کی ملک ہے اور اُس نے نماز عید کے لیے وقت نہ کی تو وہ عید گاہ نہ ہوگی فان مصلی العید عرفا هو عادی الارض المقر من جهة سلطان الاسلام او جماعة مسلمی البلد لصلاة العید او للمملوک الموقوف لها من جهة المالك ہاں باجارت مالک اُس میں نماز درست ہے فانہ لیس المسجد ولا الوقف من جهة شرائط صحۃ صلاۃ ما اصل صلاۃ العید کا نہت او الجمعة او غیر ذلک کما نضما علیہ فی کتب اللذہب واللہ تعالیٰ اعلم (۲) بعد نماز عید مصافحہ و معافقہ دونوں درست ہیں جبکہ کسی منکر شرعی پر مثل یا اُس کی طرف منجر نہ ہوں جیسے خوبصورت امرا و جنسی محل فتنہ سے معافقہ بلکہ مصافحہ بھی کہ بحالت خوف فتنہ اُس کی طرف نظر بھی نہ کر رہے نہ کہ مصافحہ نہ کہ معافقہ کما فی الدرا المختار وغیرہ من معتمدات الاسفار و تفصیل المسائل موکول الی رسالتنا و شاح الجید فی تحلیل معافقۃ العید۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں اگر ہلال شوال دن پڑھے تحقیق ہو اور بارش شدید ہو بعض اہل شہر نماز عید پڑھیں بعض بسبب بارش نہ پڑھیں تو جماعت باقی ماندہ دوسرے دن ادا کریں یا اب انہیں اجازت نہ دی جائے گی کہ نماز ہو چکی اور قستانی میں ہے اذ اصلی الامام صلاتہ مع بعض القوم لا یقضی من فانت تلك الصلاة عنه لا فی اليوم الاول ولا من الغد انتفی۔ بینوا و تجروا۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب۔ صورتہ مستفہرہ میں جماعت باقی ماندہ بیشک دوسرے دن ادا کرے کہ عید الغفر میں بوجہ عذر ایک دن کی تاخیر جائز ہے اور بارش عذر شرعاً سموع فی الدرا المختار و توخر بعد مکمل الی الزوال من الغد فقط انتفی او صلاۃ عید میں جواز تعدد متفق علیہ ہے بخلاف جمعہ کہ اُس میں خلاف ہے اور راجح جواز فی الدرا المختار تو دی بمصر واحد بمواضع صحیحہ و اتفاقاً اہل توادائے بعض اہل شہر سے بعض دیگر کو دوسرے روز پڑھنا کیونکر ممنوع ہو سکتا ہے کلام قستانی وغیرہ اُس صورت میں ہے جب عامۃ اہل بلد پڑھ لیں اور ایک آدمی باقی رہ جائے کہ نماز عید بے جماعت مشروع نہیں ناچار پڑھنے سے باز رہے گا ہدایہ کی تعلیل اُس پر صاف دلیل قال من فانت صلاۃ العید مع الامام لم یقضها لان الصلاۃ بهذه الصفة لتعرف قربة الاستواء لا تتم بالمنفرد اھ اور عبارت تنویر الابصار مورث تنویر الابصار امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ غفری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ابتدائاً اس مسئلہ کو ایسے پیرایہ میں ادا فرمایا کہ وہم و اہم راہ نپائے حیث یقول ولا یصلیہا وحده ان فانت مع الامام اھ یوہیل نام حافظ الدین ابوالبرکات نسفی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا اپنے متن و شرح وافی و کافی میں ارشاد ازالہ اوہام و ایقاظ افہام کے لیے کافی و طانی

لم تقض ان فانت مع الامام ای صلی اللہ علیہ وسلم فانت من شخص فانها لا تقضى لانها ما عرفت قربۃ الایضاح علیہ الصلاۃ والسلام وما فعلها الا بالجماعۃ فلا تؤدی الا بتلك الصفة او ملخصا علامہ بدر الدین محمود عینی رحمہ اللہ ان میں فرماتے ہیں صلاہا الامام مع الجماعۃ ولم یصلها هو لا یقضیہا لا فی الوقت ولا بعدہ لانہا شرعت بشرائط لا تنعزل بالانفراد مستخلص میں زیر قول کہ نہ لہ تقض ان فانت مع الامام کہتے ہیں معنہ لہ یصل رجل مع الامام لا یقضیہا منفدا یا یہ معنی ہیں کہ امام معین ماذون من السلطان لہا کر چکا اور ان باقی ماندہ میں کوئی مامور نہیں اقامت کو کرے فاضل محقق حسن شرنبلالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کلام مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں اس طرف ناظر اذ قال من فانتہ الصلاۃ فلم یدرکھا مع الامام لا یقضیہا لانہا لہ تعریف قربۃ الا بشرائط لا تنعزل دون الامام ای السلطان او مامورہ اس لیے فاضل سید احمد مصری اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں ای وقت صلاہا الامام او مامورہ فان کان مامورا باقامتہا لہ ان یقیمہا ام **اقول** وقد یشتہر لہ تعریف الامام فی عبارتہ النقایۃ المذكورۃ وغیرہا کما لا یخفی علی العارف باسالیب الکلام ہر طور عبارت جامع الرموز سے بدینہ جو کہ نماز ایک بار ہو چکی باقی ماندہ لوگوں کے لیے مانعت تصور کرنا محض خطا **اقول** بلکہ اگر نظر سلیم ہو تو وہی عبارت بعینہا مانع فیہ میں جواز پر دل کہ اس میں صرف دوسرے ہی دن کی نسبت مانعت نہیں بلکہ جب امام جماعت کہے تو اس روز بھی دہانے والے کو منع کرتے ہیں حیث قال لا فی الیوم الاول ولا من الغد اور اول بیان ہو چکا کہ تعدد جماعت عیدین میں بالاتفاق جائز اور معلوم ہے کہ یہ تعدد تاخر سے خالی نہیں ہوتا اگر عبارت طبع نقایہ کے یہ معنی ہوتے کہ جب ایک جماعت پڑھے تو دوسروں کو مطلقا اجازت نہیں تو یہ تعدد کیونکر ہوتا اور نماز عید کا بھی حکم اس امر میں اس کے مذہب پر جو تعدد و جمعہ روا نہیں رکھتا مانند نماز جمعہ جو جانا معنی جماعت سابقہ کی تو نماز ہو گئی باقی سب کی ناجائز کہانی الد الختلاف علی طریق فالجمعة لمن سبق نحو بیستہ تو بالیقین معنی کلام دی ہی میں جو ہم نے بیان کے اور قاطع شنبہ ہے کہ در مختار میں در صورت نوات مع الامام تصریح کی لو امکنہ الذہاب الی الامام الاخر فعل لانہا قویٰ بمعنی واحد وواضح کثیرۃ اتفاقا حاشیہ طحاوی علی مراقی الفلاح میں ہے لو قد د بعد الغوات مع الامام علی اور اکھا مع غیرہ فعل للاتفاق علی جواز تعددھا اور دیکھو نص فرماتے ہیں کہ ایک امام کے پیچھے نہ پڑھے تو دوسرے امام کے پیچھے پڑھے اور حال عید میں روز اول و دوم یکساں آج پڑھے گا تو کل دن مانع مگر یہ ضرور ہے کہ جو امام عیدین و جمعہ کے لیے مقرر ہو اسے بھی وقت ہوئی ہو کہ امامت کے لیے امام معین مل سکے لہذا اگر مقرر کردہ امام سب پڑھ چکے اور بعض لوگ رہ گئے تو یہ بیشک نہیں پڑھ سکتے نہ آج نہ کل واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب ۔

مسئلہ - از پیل بحیث مدرستہ الحدیث جناب مولانا دہوی رحمہ اللہ صاحب محدث سورتی رحمہ اللہ تعالیٰ در ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں (۱) اگر حاکم وقت نے عام طور پر اجازت دے دی کہ تم لوگ فلاں زمین پر اپنی عید گاہ بنا لو یا بلا اجازت عید گاہ بنانے کے فقط دو گنا زادا کہنے کی اجازت دی تو ان دنوں صورت میں نالاکا قواب اسی قدر بے گاہ جس قدر سلطان کی وقف کردہ عید گاہ میں ملتا ہے یا اس سے کم (۲) اور صورت اولیٰ میں اگر مسلمانوں نے عید گاہ بنالی تو وہ وقف سمجھی جائے گی اور احکام عید گاہ اس کے لیے ثابت ہوئے گے لا وہ زمین ملک حاکم پر یا قی ہے اور وقف کے احکام جاری نہیں گے

(۳) اگر بے اجازت گورنمنٹ گورنمنٹی زمین پر نماز عید پڑھی گئی تو نماز بلا کراہت ہو گئی یا نہیں (۴) مصلیٰ اعظمی عید گاہ کے مفہوم میں اس کا محاط ہونا داخل ہے جیسے کہ جامع الرموز کی عبارت سے واضح ہے یا نہیں بلکہ جس جگہ نماز ہو محاط ہو یا نہ ہو وہ عید گاہ ہے۔ بیذا توجروا۔

الجواب

(۱) ہاں اتنا ہی ثواب ہے زمین وقف کردہ میں پڑھنا نہ عیدین کے سنن سے ہے نہ مستحبات سے سنت اس قدر ہے کہ صحرا میں ہو وقد کان المصلیٰ فی زمنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وزمن الخلفاء الراشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم من عادۃ الارض بغیر وقف ولا بناء (۲) صحراؤں جگہوں کی افتادہ زمینیں بادشاہ کی ملک نہیں ہوتیں وہ اصل ملک خدا و رسول پر ہیں جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدیث میں ہے عادۃ الارض للہ و رسولہ رواۃ البیہقی فی الشعب عن طاؤس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وقفا حکم وقت نے جب اجازت دیدی اور اسر داد کا خوف نہ رہا اور مسلمانوں نے وقف کردی وقف صحیح لازم ہو گئی احکام مصلیٰ اس پر جاری ہوں گے (۳) نماز بلا کراہت صحیح ہے لما مران الارض للہ و رسولہ جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (۴) محاط ہونا مفہوم مصلیٰ میں داخل نہیں لما حد منان الصلوۃ فی زمنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وزمن الخلفاء کانت فی ارض بیضا و بد و ن بناء وما فی القہستانی فله علی العادۃ الحادثۃ بناء قصد بہ التعریف لا اشتراط بناء واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ قاضی عبد الحمید صاحب از قصبہ کیکڑی ضلع اجیر شریف ۲۸ محرم ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فضلاء شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد عید گاہ میں جبکہ مسلمانوں میں بدعت ہو اور مذہب غیر ہو تو اس صورت میں نماز عیدین کی دونوں گروہ اپنے اپنے امام کے ساتھ علیحدہ علیحدہ نماز و خطبہ ایک مسجد میں ادا کر سکتے ہیں یا نہیں جواب دو پروردگار اجر دے گا۔

الجواب

نماز عید مثل نماز جمعہ ہے نماز پنجگانہ کی طرح نہیں جن میں ہر شخص صالح امام امامت کر سکتا ہے عیدین اور جمعہ کے لیے شرط ہے کہ امام خود سلطان اسلام ہو یا اس کا نائب یا اس کا ماذون اور نہ ہو تو بضرورت جسے عام مسلمانوں نے امامت جمعہ و عیدین کے لیے مقرر کیا ہو ظاہر ہے کہ ایک مسجد میں ایک نماز کے لیے دو شخص امام مقرر نہیں ہوتے تو جو ان میں امام مقرر نہیں ہے اس کی اور اس کے پیچے والوں کی نماز نہ ہوگی اور یہاں اختلاف مذہب مثل خفیت و شافیت سدر نہیں ہو سکتا ہاں اگر ایسا اختلاف مذہب ہے کہ ان میں ایک گروہ سنی اور دوسرا وہابی یا غیر مقلد تو اس صورت میں اس امام اور اس کے مقتدیوں کی نماز باطل محض ہے اور سنیوں پر لازم ہے کہ اپنا امام اپنے میں سے مقرر کریں انھیں کی نماز نماز ہوگی و بس واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از شرمحلہ بازار صندل خاں مرسلہ ہدایت اشتر صاحب ارڈی انجیر ۱۳۲۵ھ

زید عید کی نماز سے پہلے درمی کا کام کرتا رہا کر نے کہا کہ زید نے نماز سے پہلے جتنی مزدوری کی وہ حرام ہے اس لیے کہ اس نے جتنا کام قبل نماز کیا وہ ناجائز تھا آیا یہ صحیح ہے یا نہیں۔

الجواب

بکر محض غلط کہتا ہے جبکہ زید نے ادا کے نماز میں قصور نہ کیا تو نہ قبل نماز کام کرنا حرام تھا نہ بعد نماز دس اجرت میں کوئی حرج ہے ہاں اگر کام کے سبب نماز نہ پڑھتا تو وہ کام حرام ہوتا تا اجرت پھر بھی حرام نہ تھی یہ تو حلت و حرمت کا حکم ہے البتہ مستحب ہے کہ ضرورت نہ ہو تو عید کے دن نماز سے پہلے مستلقات عید کے سوا کوئی دنیوی کام نہ کرے کہ خوشی کا دن ہے نہ محنت کا اس دن کا اور دنوں سے امتیاز چاہیے اسی واسطے ہر گز وہ میں اپنی اپنی عیدوں کے دن تعطیل کا معمول ہے پھر بھی یہ کوئی واجب نہیں اور ضرورت ہو جب تو کوئی گنجائش کلام ہی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ نماز عید میں امام نے تکبیر تحریرہ کے بعد سورہ فاتحہ شروع کی الحمد للہ رب العالمین کہنے کے بعد مقتدی کے یاد دلانے پر تکبیر ثلثہ کہیں اور بعد تکبیرات دوبارہ قرات شروع اس شکل میں نماز ہوئی یا نہیں۔

الجواب

پہلی صورت میں نماز نہ ہوئی دوسری میں ہو گئی ایسا شخص حق بالاماتہ نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از پبلی بحیث محدث محمد ۳۲ سوال ۱۳۲۸ مسئلہ ۱۳۲۸ مرحلہ حاجی حامد حسین صاحب و عزیز الدین صاحب۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین زید نے ایک مسجد میں جو شہر میں واقع ہے مقتدی بن کر نماز عید الفطر پڑھی بعد اس کے زید عید گاہ گیا اور وہاں بکر امام تھا اس سے نماز پڑھاتے وقت اخیر رکعت میں تکبیریں چھوٹ گئی تھیں جس سے نماز فاسد ہو گئی تب زید نے دوبارہ امام بن کر نماز عید الفطر پڑھائی حالانکہ وہ نماز مقتدی کی حالت میں پڑھ کر گیا تھا ایسی حالت میں زید کو نماز پڑھانا چاہیے تھا یا نہیں کیا زید کی نماز جو اس نے پیشتر مقتدی ہو کر پڑھی تھی صحیح ہے یا امام کی حالت میں ہے اور دیگر مقتدیوں کی نماز جنہوں نے زید کے پیچھے کر جنہوں نے دوبارہ حالت امام میں نماز پڑھائی ان کی نماز درست ہوئی یا نہیں۔

الجواب

زید کو امامت ہرگز جائز نہ تھی جن لوگوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھی ان کی نماز باطل ہوئی ان میں جو نادان تھے ان کی نماز جانے کا وبال بھی زید کے سر بار در مختار میں ہے لایصح اقتداء بمقتدی ولا ناذر بمقتفل رد المحتار میں ہے لان النذر واجب فیلزم بناء القوی علی الضعیف ح واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از سلسلہ ۲۸ سوال ۱۳۲۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند محلے کے لوگ مسجد میں جمعہ عید کی نماز پڑھتے ہیں اور ہر شخص از روئے تقاضا و تمکاتل وقت معین میں حاضر نہیں ہوتے لہذا بعض لوگوں کی نماز فوت ہوتی ہے اس لیے جھگڑا فساد لڑائی برپا کرتے ہیں اب

سب محلہ والے مل کر ایک صاحب علم سے مشورہ کیا اس نے یہ امر کیا کہ تین بنگلہ جلا ناما سب سے یکے بعد دیگرے اگر تیسرے بنگلے کے متصل کوئی حاضر نہ ہو تو جھگڑا لڑائی نہیں ہوگی اس بات پر متفق ہو کر پہلے شروع کیا کہ عید کے دن تین بنگلے جلانے ہیں اور کہتا ہے کہ یہ واسطے اعلام اور اعلان مصلیوں کے کرتے ہیں اب یہ بات جب دوسرے کوئی صاحب علم نے سنا تو کہا یہ کتنا بڑی ضل بہت سیئہ محرمہ ہنود کا کام ہے وہ لوگ اپنے عیدوں بتوروں میں کیا کہتے ہیں ہرگز جانتے نہیں۔

الجواب

فی الواقع یہ بدعت سیئہ ہے اور شاہت کفار ہے اس سے بچنا واجب حدیث اذان میں اس کا فصلہ ہو چکا ناروناؤس وغیرہ سب رد کیے گئے اور اذان مقرر فرمائی گئی جس سے اعلانے کا اثر ہے اور عیدین کے لیے تو اذان کا بھی حکم نہیں احادیث صحیحہ میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عیدین میں نہ اذان دلائی نہ اقامت کہلوائی صرف الصلاۃ جامعہ دوبار پکارا جاتا ہے اسی پر اختصار کریں اور اس سے زائد ہرگز کچھ نہ ہو تداخل والوں کا وبال اُن پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بریلی مدرسہ منظر اسلام مسؤل مولوی رحیم بخش صاحب بنگالی ۱۶ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عید گاہ میں مسجد کے بستر وغیرہ لے جانا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

عید گاہ میں مسجد کا مال لے جانا ممنوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از تاراکاندی مدرسہ اسلامیہ ہسٹ پاکندیہ ضلع مین سنگھ مسؤل محمد عبدالخالق صاحب سولہ تاراکاندی مہر محرم ۱۳۳۷ھ

چھی فرماہند علمائے دین و مفتیان شرع متین اندرین مسئلہ ذیل کہ بعد نماز عیدین قبل الخطبہ یا بعد الخطبہ دعاؤ استثنیٰ جائز است یا نہ بر تقدیر اول دلیلش چہ بجا کہ کتب خفیہ بانظار دلائل متعدد بیان فرماہند ہمیشگی گوہر حصہ مولوی اشرف علی مرقوم است کہ با شاع منقہ دعا مانگنے سے دعا نہ مانگنا بہتر ہے۔

الجواب

ہمیشگی گوہر ہمیشگی زیور ہر دو تصنیف ہجو کے است کہ ہر علمائے کلام حرمین شریفین زاد ہما اشرف مشرق و مصلیٰ بالاتفاق قرین فرمودہ اند کہ اور تفسیر و آئینہ ہر کہ بر اقوال طوئے او مطلع شدہ در کفر او شک آرد خود کا فرست و اس کنا بہا ربیاری الاسائل خاصہ و مغلطہ کا کادہ مشکل دین آنا حرام و موجب ضلالت عوام و دعا بعد نماز عید باتباع سنت عامہ و آثار خاصہ جائز و مستحب است و التخصیل فی رسائلہ و تصنیفہ

فی محل الدعاء بعد صلاۃ العید واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از تین سوکیا ڈاکخانہ خاص ضلع ڈبروگرہ ملک آسام مسؤل عبد اللطیف ۱۲ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان سئلوں میں (۱) اگر تار کی خبر ہو افطار کرنا جائز ہو تو عید کی نماز پانی کے سبب دور دراز کے آدمی کی خبر گیری کے لیے اسے موقع پر ایک روز کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں (۲) اور سلم جامعہ کے سردار ہر میز گارے کنا کج تار کی

خبر سے افطار تو کر لیں گے اگر شرعاً جائز ہو لیکن ایسے تنگ وقت پڑھنے سے دور دراز کے آدمی سب نماز سے محروم رہیں گے لہذا بہتر ہے کہ دوسرے روز نماز پڑھی جائے تاکہ سب لوگ شامل ہوں اور کوئی محروم نہ رہے اب بغیر رضا سردار کے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔ بینوا تاجروا

الجواب

(۱) تارکی تو خبر معتبر ہی نہیں اگر شہادت شرعیہ ایسے وقت گزری کہ وقت تنگ ہے شہر میں اطلاع اور لوگوں کا اجتماع مقدر ہے تو دوسرے دن پڑھیں لانھا تو خبر بعد از الی الغد کما نضوا علیہ اور اگر شہر کے لیے وقت کافی ہے مگر دور دراز کے دیہات کو خبر جانا اور ان لوگوں کا آنا نہیں ہو سکتا تو واجب ہے کہ عید آج کر لیں دیہاتوں کے لحاظ سے کل کے لیے تاخیر جائز نہیں کہ نماز عید الفطر کی تاخیر بلا عذر گناہ و منوع ہے اور دیہاتوں کا نہ آ سکتا کوئی عذر نہیں کہ ان پر نماز عید واجب ہی نہیں درختار میں ہے تو خبر بعد از رکطوالی الزوال من الغد فقط والاضحی یجوز تاخیرھا الی آخر ایام الخو بلا عذر مع الکراہۃ وبالعذر بدوھا فالعذر هنا لنفی الکراہۃ و فی الفطر للصحة رد المحتار میں ہے قولہ بعد رکطو دخل فیہ ما اذا لم یخرج الامام وما اذا غم اللہلال فشہدوا بہ بعد الزوال او قبلہ بحیث لا یمن جمع الناس درختار میں ہے تبج صلا تھما (ای العیدین) علی من تبج علیہ الجمعة رد المحتار میں بران شرح مواہب الرحمن سے ہے وجوباً محض باہل المصروا لله تعالیٰ اعلم (۲) او پر معلوم ہوا کہ تار پر افطار حرام ہے اور اس پر عید کر کے نماز پڑھنا بھی گناہ اور وہ نماز نہ ہوگی کہ سردار درکنار شریعت ہی کی رضا نہیں کہ پیش از وقت ہے ہاں اگر شرعی ثبوت ہو جاتا تو دیہاتوں کے لیے تاخیر ناجائز تھی اور دوسرے دن پڑھتے تو نماز ہی نہ ہوتی ایسی حالت میں سردار کے قول پر عمل ناجائز تھا اسی روز نماز عید پڑھ لینی واجب ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از اجین مکان میر خادم علی اسسٹنٹ مرسلہ مولوی یعقوب علی خاں صاحب ۹ محرم الحرام ۱۳۹۹ھ

الحمد لله رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلاة والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین الماجد حمی فریاند علما و فضلاء دین دریں مسئلہ کہ نماز عیدین در قصبہ خواہ شہر باشند بجز عید گاہ بشرط تکرار یا نہیں در مساجد دیگر بگزار در دست یا منوع و بقدر قاضی فاسق نماز ملاک خود قرار دادہ نماز عید دیگر مساجد شہر را بجماعت حکام بتدکنا نیدہ دہ بدیں سبب کہ مردمان شہر پس من نماز ادا نمایند پس باقتضائے فاسق نماز دست بست یا نہ حکم قضائے قاضی فاسق و پیروان ادبیت بیان فریاند بالشرح بحوالہ کتب رحمہ اللہ اجمعین

الجواب

رفتن عید گاہ سنت است فی الدار المختار الخروج الیہا ای الجبانه لصلاة العید سنتہ وان وسعہم المسجد الجامع هو الصحیح اما واجب نیست اگر مسجد شہر نماز گزارند قطعاً دست و بے غل باشد اگرچہ ترک سنت کردہ باشند فی رد المحتار الواجب مطلق التوجہ لا التوجہ الی خصوص الجبانه و تکرار نماز عید در مصر واحد بموضع کثیرہ بالاتفاق جائز است فی الدار المختار توڈی بمصر واحد بموضع کثیرہ اتفاقاً و اقتداً بافسق معلن کردہ تحریری قریب بحرام است وهو الذی یقتضیہ الدلیل ولا یعدل عن درایۃ ما وافتقار درایۃ علامہ ابراہیم صلی وغنیہ فرمودیکرہ تقدیر الفاسق کراہۃ تحویر و کذا المبتدع پس تا وقتیکہ نماز پس صائے صحیح القراءۃ سلیم العقیدہ یا نہ

زہار اقدار آباد نکلند اما اگر ظلم نماز دیگر مساجد بند کر دے شود و جز باقتدائے او را ہے نہ بایند مجبور باشند و معذور و وبال این ظلم و جبر گردن
آن فاسق مغرور لا یتکلف الله نفسا الا وسعها نماز عید از اعظم شایع اسلام است باین علت عارضہ ترکش نتوان گفت فی رد المحتار فی
المعراج قال اصحابنا لا ینبغی ان یقتدی بالفاسق الا فی الجمعة لانه فی غیرہا یجحد اماما غیرہ اھ قال فی الفتح و علیہ
فیکرہ فی الجمعة اذا تعددت اقامتها فی المصر علی قول محمد المفتی بہ لانه بسبیل الی التحول و ایناں کہ بزکاح امامت جہد
و اعیاد از جانب نصاری و غیر ہم حکام زمانہ مقرر باشند از عہد قضا جزا کم بے مسمی و لفظ بے معنی بہرہ نذاوند پس حکم قضائے ایشان چو گنہا
حکم بر وجود باشد و قضائے ایشان خود معدوم است کہ حقیقت در کنر صورت قضا ہم ندارد آری اگر مراد آنست کہ فاسق یا بایں کار ہمسعین کر
شاید یا نہ جواب آن است کہ ہرگز تشاید حال امامت خود حالے شد و غرض از تولیت آنکہ توثیق و اثبات دست دآن خود از فاسق
حاصل نباشد ۔ واللہ تعالی اعلم ۔

مسئلہ - از دین خرد ملک پرنگال محلہ کھاراموڑ مرسلہ مولوی محمد ضیاء الدین صاحب الاحرام شاہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عید گاہ ایک چھوٹی سی بستی میں ۱۲۶۶ھ سے بنی ہوئی ہے بعض مسلمان اہل شہر کہ
اپنے محلہ سے رنج میل کے قریب مسافت طے کر کے جانا پڑتا ہے اور بعض اہل محلہ رنج میل سے بھی کم چل کر داخل عید گاہ ہو جاتے ہیں سال گذار
سے جلد اہل شہر اسی عید گاہ میں برابر نماز عید ادا کرتے رہے حال میں ان اشخاص نے جن سے بہت نزدیک عید گاہ تھی باعث نفسانیت دنیوی
کے عید گاہ میں نماز عید پڑھنا ترک کر دیا حالانکہ ان کو کسی نے عید گاہ میں نماز پڑھنے سے مانعت بھی نہیں کی آخر صرف اسی نفسانیت کی
بنیاد پر کسی مفہد کے ہکانے سے یہ بات اپنی طبیعت سے گزرتی کہ ہم کو بانیان عید گاہ کی طرف دالے عید گاہ میں داخل ہونے سے
منع کرتے ہیں بایں وجہ ہم نے عید گاہ میں دو گناہ ادا کرنا ترک کر دیا دو تین سال سے میدان میں جو عید گاہ کے قریب ہے نماز عید پڑھتے تھے
اس سال ان کا ارادہ اسی میدان میں دوسری عید گاہ کی تعمیر کا ہے تو آیا ان چند اشخاص کو صورت مذکورہ بالا میں اپنی جدید عید گاہ کا لیے
مختصر شہر میں تعمیر کرنا از روئے شرع شریف درست ہے یا نادرست اگر درست ہے تو اب دو عید گاہوں کے ہو جانے سے قلت جماعت عید گاہ
سابق موجب کمی ثواب ہے یا نہیں اور باعث قلت ثواب کے ایسی حالت میں بانیان عید گاہ جدید شہر میں گئے یا نہیں اگر یہ لوگ شہر
تو عید گاہ سابق کو محض نفسانیت دنیوی کے سبب ترک کر دینے والوں کی نیت اور ثواب کثیر کو قلیل کرنے والوں کی باعث ہماری شریعت
مطہرہ کیا حکم کرتی ہے ۔ بینوا توجروا ۔

الجواب

نماز عید ایک شہر میں متعدد جگہ اگرچہ بالاتفاق روا ہے مگر ایک شہر کے لیے دو عید گاہ بیرون شہر مقرر کرنا زمانہ برکت نشان حضور
سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے اب تک محمود نہیں نہ زہار اس میں شرع مطہر و دین نور کی کوئی مصلحت خصوصاً ایسی چھوٹی بستی میں
تو اگر اس میں اس کے سوا کوئی حرج نہ ہوتا تو اسی قدر اس فعل کی کراہت کو پس تھا کہ محض بے ضرورت شرعی و مصلحت دینی خلاف متعارف
مسلمین ہے اور ایسا فعل ہمیشہ کردہ ہوتا ہے درمختار باب العیدین میں ہے لان المسلمین قوارقہ فوجب اتباعہم رد المحتار

کتاب الذبائح میں غایۃ البیان سے ہے توارثہ الناس فیکوہ ترکہ بلا عذر اور ہمیں سے ظاہر کہ قنود مساجد تنجک نہ پر اس کا قیاس نہیں ہو سکتا کہ وہ خود متواتر و مطلوب فی الشرع ہے سنن ابی داود و ترمذی و ابن ماجہ میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیضاء مساجد فی الدوران تنظف و تطیب جب یہ تعمیر مصلحت دینی سے خالی ہوئی اور اس میں کوئی منفعت دنیوی نہ ہو نا بدیہی تو محض عبث ہوئی اور ایسا ہر عبث نا جائز و ممنوع ہے ہا یہیں ہے العبث خارج الصلاة حرام فما ظنک فی الصلاة علیہ میں ہے الفرق بین العبث والسفہ علی ما ذکرہ بدرالدین الکوردی ان السفہ ما لا یغرض فیہ اصلا والعبث فعل فیہ غرض لکن لیس بشرعی وعبارة غیر العبث ما لیس فیہ غرض صحیح لغا علیہ یہ عبارت بے حاجت کی تعمیر ہوئی اور ہر عبارت بے حاجت اپنے بنانے والے پر روز قیامت وبال ہے کما و سادت بہ احادیث عند البیہقی عن انس والظہیری عن واثلة وفیہ عن غیر ہما رضی اللہ تعالیٰ عنہم جنگل میں بے حاجت شرعی ایک عبارت بنا کر کھڑی کر دینا اسراف ہوا اور اسراف حرام ہے قال اللہ تعالیٰ ولا تسرفوا ان اللہ لا یحب المفسرین صورت تفسیر میں یہ سب شاعتیں خود اس فعل بے معنی میں موجود تھیں اگرچہ اس کی تعمیر براہ نفسانیت نہ ہو اور جبکہ یہ بنا براہ نفسانیت ہے جیسا کہ بیان سوال سے ظاہر تو اس کا ذہم و حرد و ہونا خود واضح و روشن ہے کما لا یخفی واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از موضع چندی ضلع پبلی بحیت مرسلہ حاجی نصیر الدین صاحب ۴۲ ار محرم الحرام ۱۳۷۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عید قرباں میں سجب ہے کہ جب تک مساد نہ پھری جاوے کھانا نہ کھاوے یعنی جو کہ نگاہ رکھے اپنے آپ کو کھانے اور پینے سے اور جماع کرنے سے دن قربانی کے یہاں تک کہ پڑھی جاوے نماز عید کی اب مردان اہل اسلام دن قربانی کے دس ذی الحجہ کو اپنے اپنے مکان سے کھانا کھا کر اور حق پانی پی کر واسطے نماز عید کے جگہ گاہ کو جاتے ہیں یہ حکم نہیں مانتے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حکم عدولی کرتے ہیں تو ان کے واسطے شرع مشرعی سے کیا ہے اس امر میں ان سے کیا کہا جائے گا اور نماز ان کی صحیح طور پر ہوگی دیا کوئی نقص ان کی نماز میں عائد ہوگا۔ بینوا و تجروا

الجواب

اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی حدیث قوی جس طرح سائل نے ذکر کی وارد نہیں ہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل ثابت ہوا ہے کہ عید قرباں میں نماز سے پہلے کچھ نہ کھاتے بعد نماز گوشت قربانی سے تناول فرماتے الترمذی و ابن ماجہ عن بریدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان لا یمخرج یوم الفطر حتی یأکل وکان لا یأکل یوم الفطر حتی یصلی ورواہ الدارقطنی فی سننہ وفیہ حتی یرجع فیأکل من اخصینہ صحیح۔ ابن قطن و فی اوسط الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال من السنن ان لا یمخرج یوم الفطر حتی یطعم ولا یأکل یوم الفطر حتی یرجع بہر حال یہ امر استحبالی ہے یعنی کرے ثواب ذکرے تو حرج نہیں ایسے امر کے ترک کو حکم عدولی نہیں کہہ سکتے اور نماز میں نقص کا کوئی احتمال ہی نہیں درمختار میں ہے یندب تاخیر اکلہ عنہا وان لم یضم ولواکل لم یکرہ اہ باختصار و احتیاج

ای یئدب الامساك عما یفطر الصائم من صبحہ الی ان یصلی قال فی البحر وهو مستحب ولا یلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة اذ لا بد لها من دلیل خاص او فی البدایع ان شاء ذاق وان لم یذاق لم یذوق والادب ان لا یند و شیئا الی وقت الفراغ من الصلاة حتی یکون تناولہ من القرا بین اہل مخصوصا والله تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - زید بغیر کچھ اپنی رائے ظاہر کرے علماء حاضرہ کی تحقیق و ثبوت شہادت صحیح جانکر شنبہ کو دس ذی الحجہ یعنی جانکر عید اضحیٰ کی امامت کراتا ہے لیکن شب شنبہ کو ایک بڑے متدین مستند عالم تشریع لائے اور انہوں نے ثبوت حدیث صحیح نہ جانکر شنبہ کو عید نہیں کی لوگوں سے کوشش کرائی گئی کہ کسی صورت سے مجھ کو ثبوت رویت معلوم ہو جائے تو میں بھی عید کروں مگر کسی سے پتہ نہیں چلا جن کے پاس ثبوت گزرا وہ اس قدر فرما کر بس کر گئے کہ مجھے سچا جانتے ہیں تو عید کریں ورنہ جواب کچھ نہیں اس وجہ سے ایک عالم صاحب عید نہیں کی ان کے موافق موجود علماء میں سے ایک عالم اور ہو گئے زید امامت و خطبہ سے فارغ ہو کر یہ کہتا ہے کہ دینی بھائیو آج عید ہے اور نماز بھی پڑھے مگر قربانی جو دس گیا وہ بارہ کو جائز ہے بجائے شنبہ کے چار شنبہ کو کہ احتیاطاً تو بہتر ہو اس آخری فقرہ پر بول ہوتا ہے لوگوں کی جانب سے کہ کیا مطلب احتیاط کا تو زید جواب دیتا ہے کہ اگر آج قربانی کر دے تو جن علماء نے عید نہیں کی وہ فرمائیں گے کہ قربانی نہیں ہوئی اور اگر چار شنبہ کو کر دے تو سب بالاتفاق فرمائیں گے کہ صحیح ہے اور اختلاف سے بچنا اولیٰ زید اس فقرہ کے تعلق سے مجرم شرعی ہے یا نہیں اور جو لوگ مشورہ کر کے اور لوگوں کو فراہم کر کے اپنے زعم میں زید کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں کوشش تبلیغ کرتے ہیں کہ مجرم ثابت ہو چکا اچھا کام کرتے ہیں یا نا محمود۔

الجواب

زید اس فقرہ کے سبب مجرم شرعی نہیں کہ احتیاط کرنے اور اختلاف متبر شرعی سے بچنے کا حکم شرع مطہر میں ہے اتنی بات ہر جو اُسے ذلیل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اچھا کام نہیں کرتے بلکہ گناہ کے ساعی ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کل المسلم علی المسلم حرام مالہ و دمنہ و دمنہ حسب امری من الشر ان یحقر اخاہ المسلم سلمان کا سب کچھ دوسرے سلمان پر حرام ہے اُس کا مال اُس کی آبرو اُس کا خون آدمی کے بد ہونے کو یہ بہت ہے کہ اپنے سلمان بھائی کی تحقیر کرے روا ابو داؤد و ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ البتہ وہ نماز کہ پڑھی اُس میں بہت شقوق ہیں جن میں سے شخص یہ کہ اگر وہ جن کو علماء حاضرہ کہا رہی علماء ہیں زفیہ ماہر جن کے فتوے پر اعتماد جائز ہو تو ان کی تحقیق پر وثوق جائز نہ تھا اور اگر اُس وقت تک ان کی بات زید کے حق میں لائق وثوق تھی اور جب دوسرے عالم جن کو بڑے متدین مستند عالم کہا ہے انہوں نے وہ ثبوت صحیح نہ جانا تو زید کو اگلوں کے بیان پر وثوق نہ رہا اور شنبہ کو دسویں ہونا بے ثبوت ہو گیا پھر نماز پڑھی تو نماز ہی نہ ہوئی کہ نماز کے لیے جس طرح وقت شرط ہے یہ ہیں اعتقاد صلی میں وقت آجائنا شرط ہے مثلاً اگر صبح کی نماز پڑھی اور اُسے طلوع صبح میں شنبہ تھا نماز نہ ہوئی اگرچہ واقع میں صبح ہو گئی ہو ورنہ الحماز میں ہے وکن ان یشرط اعتقاد دخولہ فلو شک لم یصح صلاتہ وان ظہرانہ قد دخل اور اگر وہ قابل وثوق تھے اور اُسے وثوق ہی رہا تو قربانی میں احتیاط کی کیا حاجت تھی اور تھی تو کیا نماز میں احتیاط نہ کار نہ تھی عید اضحیٰ کی نماز بھی بارہویں تک

ہو سکتی ہے اگرچہ بلا عذر تاخیر مکروہ ہے تنویر الابصار میں ہے یجوز تاخیر ہالیٰ آخر ایام الفجر بلا عذر مع الکراہۃ وہ بد و فحشا۔
واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از کا پور محلہ نئی سڑک مسئلہ حاجی فییم بخش صاحب عرف چھٹن مورخہ ۱۳ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں عمرو نے نماز عید الاضحیٰ اپنی امامت سے کثیر التعداد مقتدیوں کے ساتھ ادا کی غلطی و خطبہ کے بعد عمرو نے بوجہ اختلاف رویت قربانی کے لیے بحیال مزید احتیاط مانعت کی کرنے دوسرے روز نماز عید الاضحیٰ مع قلیل التعداد مقتدیوں کے شریک ایک مسجد میں پڑھی عمرو نے جو ہنگام ادا کئے نماز وہاں موجود تھا بیکری اقتدا میں تکرار نماز کی پس اسی صورت میں عمرو کی کوئی نماز واجب اور کون نفل ہوگی - بینوا توجروا رحمکم اللہ تعالیٰ -

الجواب

پہلے دن اگر عمرو کو روز عید ہونے میں شک تھا یا بلا ثبوت شرعی عید مان کر نماز عید پڑھ لی تھی تو وہ نماز ہی نہ ہوئی یہ دوسری ہی واجب واقع ہوئی اور اگر بے ثبوت شرعی بلا تردید پہلے دن پڑھی تو وہی واجب تھی دوسری بلا وجہ رہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از ملک بنگالہ ضلع کمرہ موضع چاند پور مسئلہ مولوی عبد المجید صاحب غرہ صفر ۱۳۳۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص نماز عید الاضحیٰ کی نیت میں عید اضحیٰ کے معنی یوں کے نوبت ان اصلی اللہ تعالیٰ رکعتی صلاۃ العید الاضحیٰ الخ تو نماز اس کی صحیح ہوگی یا نہیں بینوا اللہ توجروا عند اللہ -

الجواب

اگرچہ لفظ غلط ہے صحیح صلاۃ عید الاضحیٰ ہے مگر نیت زبانی کی نماز میں حاجت نہ وہ نماز کے اندر ہے نہ اس میں فاسدین ہے تو اس غلطی کا صحت نماز پر اصلاً اثر نہیں ہو سکتا دل میں عید اضحیٰ ہی کا قصد ہے اگرچہ نام میں غلطی کی بلکہ دل میں نماز عید اضحیٰ کا ارادہ کرتا اور زبان سے عید الفطر بلکہ شہداء نماز تراویح کا نام نکلتا ہے اس نماز سے کوئی مینا سبت ہی نہیں جب بھی صحت نماز میں شبہ نہ تھا کہ نیت فعل قلب ہے جب قلب کا ارادہ ہے زبان کا کچھ اعتبار نہیں درمختار میں ہے المعبر فیہا عمل القلب الا لازم للارادة فلا عبوة للذکر باللسان وان خالف القلب لانه کلام لا نية رالمختار میں ہے فلو قصد الظهر وتلفظ بالعصا وهو اجزاء کما فی الزاہدی فہستافی واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - از شہر بریلی محلہ ٹوکپور مسئلہ منشی ہدایت یار خاں صاحب قیس ۸ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عید گاہ مثل مساجد قابل حرمت و وقف ہے یا نہیں اس کا حکم حکم مسجد ہے یا نہیں اس احاطہ کے اندر غیر قویں جوتے پہنچے ہوئے جاسکتی ہیں یا نہیں اور اس چار دیواری کے اندر خرید و فروخت ہو سکتی ہے خطبہ کے وقت دکانداروں یا خانچہ والوں کا گشت اس میں جائز ہو سکتا ہے یا نہیں بالمشرح اس کا جواب مرحمت فرمایا جائے -

الجواب

عید گاہ ایک زمین ہے کہ مسلمانوں نے نماز عید کے لیے خاص کی امام تاج الشریعہ نے فرمایا صحیح یہ ہے کہ وہ مسجد ہے اس پر تمام احکام احکام مسجد ہیں نہایت میں اگرچہ مختار الفتویٰ یہ رکھا کہ وہ عین مسجد نہیں مگر اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ اس کی تطہیف و تطہیر ضروری نہیں غیر وقت نماز و خطبہ میں اس میں خرید و فروخت قول اول پر مطلقاً حرام ہے اور خرید و فروخت کے لیے اسے متعین کرنا بالاتفاق حرام ہے اذ لا يجوز تغيير الوقت عن هيأته فضلاً عن ضيعته كما في الهندية وغيرها اور یوں کہ اتفاق غیر وقت نماز و خطبہ میں ایک کے پاس کوئی شے ہو وہ دوسرے کے ہاتھ بیچ کرے قول دوم پر اس میں حرج نہیں وقت نماز یا خطبہ میں خواجہ والوں کا گشت بلاشبہ ممنوع و واجب الانسداد ہے کہ محل استماع و ناقض ہے اور ان کے خیر اوقات میں وہی اختلاف قولین یہ ہیں کفار کی آمد رفت خصوصاً جو تاپنے کے یہ نجاست سے خالی نہیں ہوتے نہ وہ جنابت سے کماحقہ فی الحلیۃ و بدینہ فی فتاویٰ و مختار میں ہے اما المتخذ لصلاة جنازة او عید فهو مسجد فی حق جواز الاقداء و ان انفصل الصفوف وفقاً للناس لا فی حق غیرہ بہ یفتی نمایہ ردالمحتار میں ہے قال فی البحر ظاہرہ انہ يجوز الوطء والبول والغلی فیہ ولا یخفی ما فیہ فان البانی لم یعدہ لذلك فینبغی ان لا یجوز وان حکمنا بکونه غیر مسجد و اما نظیر فائدہ فی حق بقیۃ الاحکام وحل دخوله للمحب والحائض انتھی اُسی میں ہے صحیح تاج الشریعۃ ان مصلی العید لہ حکم المساجد والله تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عید کو امام نے اس طور ادا کی کہ پہلی رکعت میں بعد شتا کے اول قرات سے چار تکبیریں کہیں دوسری رکعت میں قبل قرات کے چار تکبیریں کہیں اور قرات کر کے نماز تمام کی یا پہلی رکعت میں بعد شتا کے تین تکبیریں کہیں بعد کو قرات اور دوسری رکعت میں اول میں تین تکبیریں کہیں اور قرات ادا کر کے نماز تمام کی تو اس صورت سے نماز عید جائز ہوگی یا نہیں۔ بیوا تو سجوا

الجواب

پہلی صورت میں دو باتیں خلاف اولیٰ کہیں چار چار تکبیریں کہیں اور دوسری رکعت قبل قرات تکبیر ہونی اور دوسری صورت میں صرف یہی بات خلاف اولیٰ ہونی مگر دونوں صورتوں میں نہ نماز میں نقصان آیا نہ کسی امر ناجائز و گناہ کا ارتکاب ہوا ہاں بہتر نہ کیا درمختار میں ہے ہی ثلاث تکبیرات فی کل رکعة و لو زاد تابعہ الی ستمۃ عش لا فہ ما نور ردالمحتار میں ہے ذکر فی الجحوان الخلاف فی الاولیۃ و نحوہ فی الحلیۃ درمختار میں ہے یوالی ند بابین القرائتین ردالمحتار میں ہے اشار الی انہ لو کبر فی اول کل رکعة جاز لان الخلاف فی الاولیۃ۔ والله تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از اورنگ آباد ضلع گیا مرسلہ محمد امیل مدرس مدرسہ اسلامیہ ۵۱ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید عید اضحیٰ میں بعد اختتام نماز منبر گیا اور خطبہ شروع کیا اثنائے خطبہ اولیٰ میں

مستعین سے کہ آپ لوگ قرآن اور سے بھان اشر تو پڑھیں سب چپ رہے پھر دوبارہ بارہ کہ کر لوگوں کو مجبور کیا کہ کیوں نہیں پڑھتے تم لوگوں کا
 سوئے کیوں بند ہو گیا تب لوگوں نے باور بند بھان اشر پڑھنا شروع کیا پھر لبیک واللہ اکبر کہلوا یا پھر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
 پڑھا یا پھر فتنہ خطبہ پڑھ کر منبر پر بیٹھا اور اُٹھ کر خطبہ ثانیہ شروع کیا ابھی خطبہ ثانیہ تمام ہونے نہ پایا تھا کہ لوگوں کو کھڑے ہو کر یا نبی سلام
 علیک یا رسول سلام علیک پڑھنے کو کہا چنانچہ لوگوں نے اُٹھ کر زور زور سے یا نبی سلام علیک مع اشعار اور دو کتب میلاد مروج
 بہ ترنم پڑھا اور زیلے پھر کچھ اردو میں دعا مانگا اور خطبہ ثانیہ کو اسی طرح ناتمام چھوڑ دیا آیا یہ فعل موافق سنت شوارشہ ہوا یا خلاف سنت سراسر
 بدعت اور ایسا کرنے والے پر عند الشرع کیا حکم لگایا جائے گا۔ بینوا تو جودا۔

الجواب

حالت خطبہ میں کلام اگرچہ ذکر ہو مطلقاً حرام ہے اذا خرج الامام فلا صلاة ولا کلام امام نے یہ جو کچھ کیا سب بدعت شنیعہ سیئہ ہے
 اُن جاہلوں کا وبال بھی اُس بدعت پر اس کے کہ اُن کے وبال میں کمی ہو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من دعا الی ہدی
 کان لہ من الاجور مثل اجور من تبعہ لا ینقص ذلک من اجور ہم شیئاً ومن دعا الی ضلالۃ کان علیہ من اللہ مثل
 اثم من تبعہ لا ینقص ذلک من اثمہم شیئاً رواہ الاثمۃ احمد ومسلم والاربعة عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 واللہ تعالیٰ اعلم

باب الکسوف والاستسقاء

مسئلہ - از محلہ کوٹ پرگنہ سنہل ضلع مراد آباد مکان مولوی لئیق احمد صاحب مدرسہ مظہر حسین صاحب ۲۳ رذی قعدہ ۱۳۳۱ھ
 نماز استسقاء ہے یا دعا اور استسقاء کیسے وقت میں ہونا چاہیے۔ بینوا تو جودا

الجواب

نماز استسقاء صاحبین کے نزدیک سنت ہے اور اسی پر عمل ہے اور اُس وقت ہونا چاہیے جبکہ حاجت شدید ہو اور امید منقطع ہو چکی ہو
 اور لوگ اُس کے آداب کے طور پر اُسے بجائیں خشیت و خضوع اُس کی اصل ہے اور وہ آج کل اکثر قلوب سے مرفق الا ماشاء اللہ
 اس ملک میں ہمسایہ کفار ہیں ہماری بے طور پوں کے باعث کہ دعا کے طور پر دعا کرتے ہیں نہ نماز کے طور پر نماز پڑھتے اگر حاجت نہ فرمائی
 جائے تو کفار کے مضحکہ کا اندیشہ ہے اس لیے یہاں کی حالت کے مناسب تر اُس عمل پر اقتصار رہے جو قرآن عظیم میں نزول بابان رحمت
 کے لیے ارشاد ہوا یعنی کثرت استغفار و توجہ بہ عزیز غفار فقل تستغفر وار یکم انہ کان غفار ایرسل السماء علیکم مدراسا
 واللہ تعالیٰ اعلم

اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے
دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

اپریل ۱۹۸۰ء میں رضا اکیڈمی نے سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل دیوبند کا ترجمہ قرآن کنزالایمان شریف شائع کیا تھا جس کا اجراء خلیفہ اعلیٰ حضرت حضور برہان ملت مولانا برہان الحق صاحب جیلپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھوں ہوا تھا۔

کنز الایمان شریف کا ایک نسخہ جب آقائے نعمت دریا سے رحمت سیدنا سرکار حضور مفتی اعظم حضرت علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری برکاتی نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دکھایا گیا تو آپ نے دست مبارک اٹھا کر رضا اکیڈمی اور اس کے اراکین کو دعاؤں سے نوازا۔ بس پھر کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے اس محبوب بندے کے ہاتھوں کی ایسی لاج رکھی کہ جس کا فیضان دنیا دیکھ رہی ہے۔ کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے

ٹھیک ہونا م رضا تم پہ کرو روں درود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللہ اور اس کے رسول کے کرم سے رضا اکیڈمی کے ذریعہ جو بھی خدمت ہو رہی ہے وہ فیضان ہے سیدنا حضور غوث اعظم کا سیدنا اعلیٰ حضرت کا حضور مفتی اعظم کا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اس ادارہ کی جانب سے ۷۵ سے زیادہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں کنز الایمان شریف کا اردو انگریزی ایڈیشن (ہندی ایڈیشن زیر تکمیل ہے) بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف یہ تینوں درسی کتابیں مدارس دینیہ کو احمدیہ مفت تقسیم کی جا رہی ہیں۔ فتاویٰ رضویہ کی پہلی جلد ۸۵ میں شائع ہو چکی ہے اور اب آپ کے ہاتھوں میں قریب قریب مکمل فتاویٰ رضویہ کی جلدیں موجود ہیں۔ دعا فرمائیں کہ رب و تدبیر رضا اکیڈمی سے مسلک حقہ کی خدمت لبتا ہے اور پیغام رضا کو دنیا بھر میں پہنچانے کی توفیق رفیق عطا فرماتے۔

آمین بجاہ النبی الکریم وصالی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اسید مفتی اعظم: محمد سعید نوری

۱۳ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ